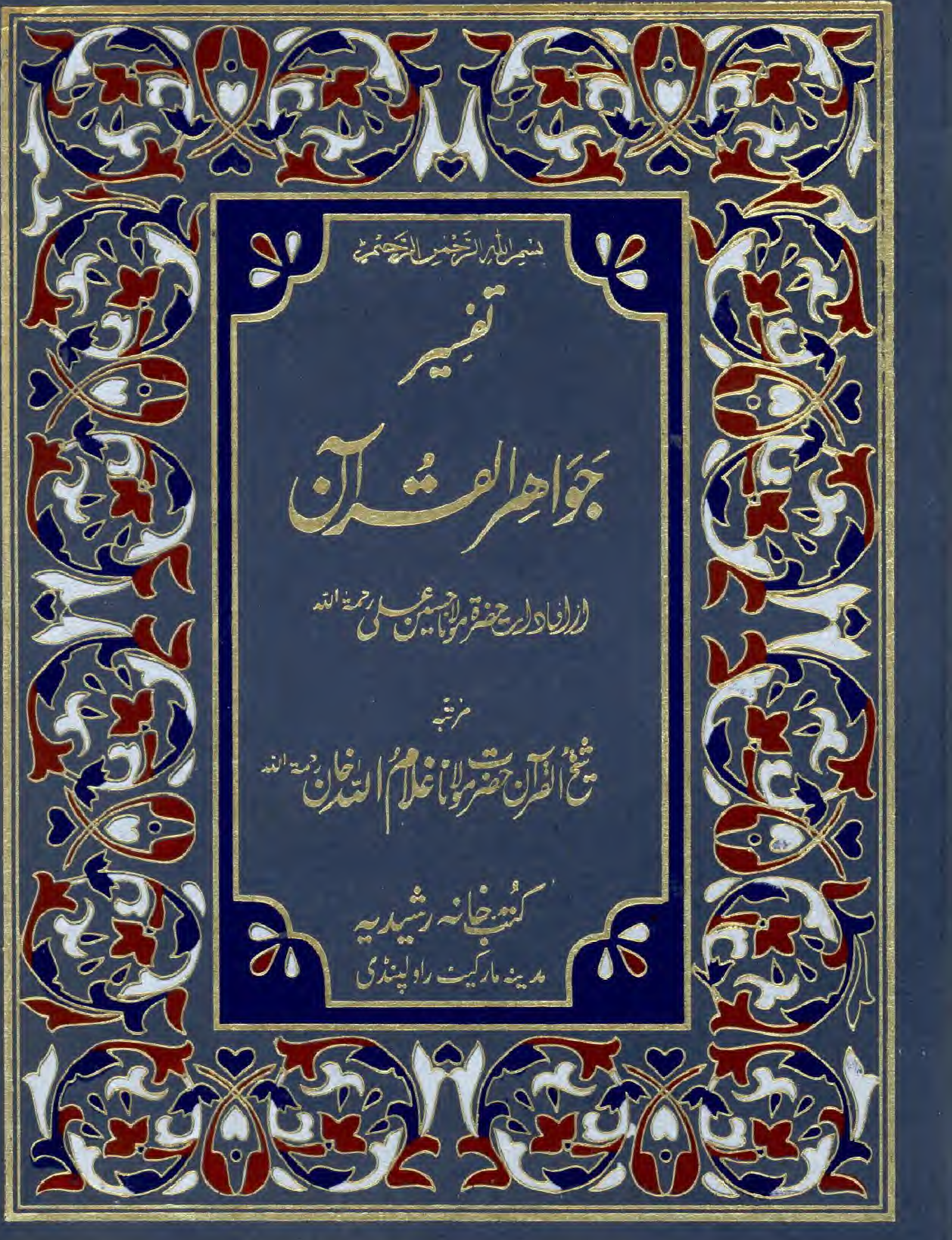

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

جواہر القرآن

از افادات حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ

مرتبہ

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ

کتب خانہ رشیدیہ
مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

القرآن الحکیم

مع تفسیر

جواہر القرآن

از افادات شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

ترمیم، اضافہ

مرتبہ

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب

فوائد موضح قرآن ۔ مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی رح
فوائد فتح الرحمن از مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَۃ

خلاصہ سورۂ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے " اُمُّ الۡقُرۡاٰن " سب سے زیادہ جامع اور مشہور ہے ۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُم کے معنی یہاں مغز اور خلاصہ کے ہیں ۔ یہ سورت چونکہ ان تمام مضامین کا خلاصہ ہے جو سارے قرآن میں بالتفصیل مذکور ہیں اس لئے یہ سورۂ مبارکہ ام القرآن کے نام سے موسوم کی گئی ۔ اس کی دو تقریریں ہیں ۔

پہلی تقریر مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے اس کی تقریر یہ فرمائی کہ قرآن مجید میں چھ مضامین بیان کئے گئے ہیں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) احکام (۴) قیامت ، (۵) ماننے والوں کے احوال اور (۶) نہ ماننے والوں کے احوال ۔ اور سورۃ فاتحہ میں یہ تمام مضامین بالاجمال موجود ہیں ۔ الحمد للہ سے الرحمٰن الرحیم تک توحید ۔ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ میں قیامت ، اِيَّاكَ نَعۡبُدُ اور اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ میں احکام کا بیان ہے کیونکہ نعبد میں عبادت کے تمام طریق اور احکام کی طرف اشارہ ہے ۔ اسی طرح الصراط المستقیم سے شریعت کے تمام احکام مراد ہیں صراط الذین انعمت علیھم میں ایک طرف رسالت کا بیان ہے کیوں کہ منعم علیہم چار جماعتیں ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام سرفہرست ہیں ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصلحين وحسن اولئك رفيقا (نساء ۹) اور دوسری طرف ماننے والوں کے احوال کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی ماننے والوں کو ہر قسم کے انعام واکرام سے نوازا جائے گا ۔ اور غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین میں نہ ماننے والوں کا ذکر ہے ۔ اس طرح یہ سورت قرآن مجید کے تمام مضامین کا خلاصہ ہے اور اسی بنا پر اس کا نام ام القرآن ہے ۔

دوسری تقریر دوسری تقریر ہمارے شیخ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ربانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ۔ نیز تفسیر مواہب الرحمان ج اصـ۲ میں ہے کہ سارے آسمانی علوم اور قرآن مجید کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے ۔ وہ کیوں کہ مضامین کے اعتبار سے قرآن مجید کے چار حصے ہیں اور ہر حصہ الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے ۔ پہلا حصہ سورۂ فاتحہ سے سورۂ مائدہ کے آخر تک ہے اس حصہ میں زیادہ تر خالقیت کا بیان ہے یعنی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں ۔ دوسرا حصہ سورہ انعام سے سورہ بنی اسرائیل کے آخر تک ہے ۔ اس حصہ کا مرکزی مضمون ربوبیت ہے یعنی اس میں زیادہ تر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد اس کو حد کمال تک پہنچانے والا اور ہر چیز کی دیکھ بھال کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں تیسرا حصہ ۔ سورہ کہف سے سورہ احزاب کے آخر تک ہے اس میں زیادہ تر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ تخت بادشاہی پر وہ خود متمکن ہے وہی مالک و متصرف اور مختار و کارساز ہے اور وہی برکات دہندہ ہے اور وہ اپنی بادشاہی میں اپنے تصرفات اور اختیارات میں کسی کو شریک نہیں بناتا ۔ چوتھا حصہ ۔ سورہ سبا سے قرآن مجید کے آخر تک ہے ۔ اس حصے کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ قیامت کے دن مالک و مختار صرف اللہ ہی ہوگا ۔ اور اس کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں ہوگا ۔ یہ چاروں مضامین جو پورے قرآن میں تفصیل سے مذکور ہیں ان کا خلاصہ اور اجمالی خاکہ سورۂ فاتحہ میں موجود ہے چنانچہ الحمد للہ میں حصہ اول کی طرف اشارہ ہے کیونکہ لفظ اللہ سے وصف مشہور مراد ہے یعنی خالق بمطابق قاعدہ مشہورہ لکل فرعون موسٰی ای لکل مبطل محق مشرکین عرب بھی اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا اقرار کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ (زخرف ع ۷) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے)

دوسری جگہ ارشاد ہے

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ (لقمان ع ۳) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے

دوسرا حصہ رب العلمین میں مذکور ہے اور تیسرے حصہ کی طرف الرحمٰن الرحیم میں اشارہ ہے یعنی مالک و مختار اور تخت حکومت پر وہی متمکن ہے کیونکہ انتہائی رحمت اور غایت شفقت بادشاہوں ہی کی صفتیں ہیں ۔

اور چوتھا حصہ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ میں مذکور ہے ۔ نیز حضرت عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے لکل شئ لباب ولباب القراٰن الحوامیم (خازن ص۲۳ ج ۶) یعنی ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوتا ہے ۔ اور قرآن کا خلاصہ حوامیم ہیں ۔ اور تمام حوامیم کا مبدا سورۂ زمر ہے ۔ اور سورہ زمر کا دعویٰ یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ ہی کی کرو اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔

فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ (زمر ع ۱) سو آپ خالص اعتقاد کرکے اللہ کی بندگی کرتے رہئے ۔ یاد رکھو عبادت جو کہ شرک سے خالص ہو اللہ کی

کے لیے سزاوار ہے اس آیت میں بقرینہ فاعبد = الدین کے معنی عبادت کے ہیں اور عبادت سے مراد غائبانہ دعا و پکار ہے جیسا کہ حم مومن میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (حٰمٓ مومن ع ۷) سو تم سب خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو یہاں اعبدوا کے بجائے ادعوا فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ عبادت سے مراد دعا و پکار ہے اور پکار عبادت کا جزو اعظم ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ الدعاء هو العبادة اور الدعاء مخ العبادة ۔ اسی طرح حم مومن رکوع ۶ میں ہے۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (حم مومن ۴۲) اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ صرف میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے) آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا عن عبادتی قال عن دعائی (ابن جریر ج ۲۴) یعنی عن عبادتی میں عبادت سے مراد دعا اور پکار ہے۔ اور حوامیم سبعہ کا دعویٰ یہی ہے کہ حاجات و مشکلات میں غائبانہ صرف اللہ ہی کو پکارو اور صرف اسی سے استمداد اور استعانت کرو۔ سورہ زمر کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں آگیا اور حوامیم سبعہ کا خلاصہ سورہ فاتحہ کے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں آگیا۔ اس طرح سارے قرآن کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں آگیا۔ سورہ فاتحہ کے خلاصہ اور دعویٰ کو سورہ جن رکوع ۲ میں اس طرح بیان فرمایا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا (کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو (غائبانہ حاجات میں) پکارتا ہوں اور (اس کی پکار میں) کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا ہوں۔ بعینہ اس مفہوم کو علامہ ابن کثیر نے اس طرح بیان فرمایا ہے الفاتحۃ سر القرآن وسرها هذه الكلمة (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) یعنی سورہ فاتحہ تمام قرآن کا مغز ہے اور سورہ فاتحہ کا مغز اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے

سوال یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا چوتھا حصہ جو سورہ سبا سے شروع ہوتا ہے اس کی ابتدا الحمد للہ سے ہوتی ہے۔ اور اس حصہ کی دوسری سورت یعنی سورہ فاطر وہ بھی الحمد للہ سے شروع کی گئی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب تو اس کا جواب یہ ہے کہ چوتھے حصے میں دو مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ قیامت کے دن کوئی شفیع قہری نہیں ہوگا اور دوسرا یہ کہ عبادت اور پکار صرف اللہ ہی کی چاہیئے اور کسی کی نہیں۔ اس طرح یہ دونوں سورتیں آپس میں بھی مرتبط ہو گئیں یعنی جب خدا کے یہاں کوئی شفیع قہری نہیں تو عبادت اور پکار بھی اس کے سوا کسی کی نہیں چاہیئے چنانچہ سورہ سبا میں شفاعت قہری کی نفی کی گئی ہے اور پھر سورہ یاسین، صافات، اور ص تینوں اس پر متفرع ہیں۔ سورہ یٰس میں فرمایا کہ ہم نے بدکردار قوموں کو پکڑا مگر کسی نے ان کو نہ چھڑایا۔ صافات میں بیان فرمایا کہ چھڑانا تو درکنار جن کے بارے میں چھڑانے کا زعم ہے یعنی انبیاء علیہم السلام وہ تو خود خدا کے سامنے زاری اور عجز و نیاز کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور ص میں بیان کیا نہ صرف زاری کر رہے ہیں بلکہ اللہ کی طرف سے بعض جسمانی مصائب میں خود گرفتار ہیں۔ اس طرح سورہ فاطر میں عبادت اور پکار کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر زمر اور حوامیم سبعہ میں اس کی توضیح کی گئی ہے۔ اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ سورہ سبا چونکہ یٰس صافات اور ص مبدأ تھی اور سورہ فاطر، زمر اور حوامیم سبعہ کا مبدا تھی اس لیے دونوں سورتوں کو الحمد للہ سے شروع کیا گیا۔

جس طرح سارے قرآن کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے اسی طرح سورہ فاتحہ کا خلاصہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں موجود ہے۔ پہلا حصہ لفظ اللہ میں مذکور ہے کیوں کہ اس سے وصف مشہور یعنی خالق مراد ہے۔ تیسرا حصہ حسب بیان سابق الرحمن الرحیم میں مذکور ہے۔ جب خالق بھی وہی ہے اور مالک بھی تو ظاہر ہے کہ مربی اور روزی رساں بھی وہی ہوگا اس طرح دو حصے صراحۃً اور ایک حصہ اشارۃً بسم اللہ الرحمن الرحیم میں آگیا جن تینوں حصوں کا تعلق دنیا سے تھا وہ بسم اللہ میں آگئے۔ جب دنیا میں سب کا خالق اور پھر سب کا مربی اور مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو آخرت کا مالک اور وہاں کا متصرف و مختار بھی وہی ہوگا۔ اور پھر ساری بسم اللہ کا خلاصہ بسم اللہ کی ب میں موجود ہے۔ گویا سارے قرآن کا اصل مقصد بار استعانت سے معلوم ہو جاتا ہے۔ ب کا متعلق محذوف ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم استعینوا۔ متعلق آخر میں اسلیے نکالا گیا ہے تاکہ حصر کا فائدہ دے ای بسم اللہ استعینوا خاصۃ لا بما اشرک بہ المشرکون بن عمھم وادعوہ خاصۃ لا غیرہ۔ یعنی صرف اللہ ہی کے نام سے استعانت کرو۔ اور اللہ ہی کو غائبانہ حاجات میں پکارو۔ اور مشرکین اور نہ ہی ان کو پکارو۔

تعلیم المسئلہ سورہ فاتحہ کا ایک نام تعلیم المسئلہ بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں "سوال کی تعلیم" سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سوال کی تعلیم دی ہے کہ تم مجھ سے یوں سوال کیا کرو اس لیے اس سورت کو تعلیم المسئلہ بھی کہا گیا چنانچہ پوری سورہ فاتحہ میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ ساری کی ساری ایک عاجزانہ درخواست ہے جو بندہ اپنے مولا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ پہلے اس کی حمد و ثنا بجا لاتا ہے۔ اس کے لائق ہر خوبی ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اس کے خالق و مالک اور ساری کائنات کا پروردگار اور رحمان و رحیم اور مالک روز جزا ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اور پھر اپنی بندگی اور بے چارگی کا اعتراف کر کے اس سے سیدھی راہ پر قائم رہنے کی توفیق مانگتا ہے۔ یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی انتہائی شفقت اور مہربانی ہے۔ کہ بندوں کو سوال کرنے کا طریقہ بھی سکھا دیا۔

چونکہ سورہ فاتحہ میں بندوں کو سوال کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس لیے اس سے پہلے لفظ قُوْلُوْا (یوں کہو) محذوف ہے اور پھر تعلیمی اور دعائیہ جملوں کی ابتداء میں بھی قُوْلُوْا محذوف ہے۔ مثلاً قولوا بسم اللہ الرحمن الرحیم نستعین قولوا الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین۔ قولوا ایاک نعبد۔ قولوا وایاک نستعین۔ قولوا اھدنا الصراط المستقیم الخ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں سورہ فاتحہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

قال تعالى بسم الله الرحمن الرحيم اى قولوا بسم الله الخ ومعناه بالله استعين خاصة وادعوه خاصة لاغيره والتلبس بذكر اسمه ـ نسمى هذه الطريق في اصطلاحنا ادماجاً اى استعين بالله الرحمن الرحيم لانه هو الخالق المالك وفهم المعنى الوصفي من العلم لشهرته بهذا الوصف قال تعالى وهو الله في السموٰت وفي الارض فقال تعالى وهو الذي في السماء اله وفي الارض اله فهو الخالق الملك الرحمن الرحيم ـ اعلم يا اخى ان جميع القرآن منقسم الى اربعة ابحاث كل بحث يبتدأ بالحمد لله الاول من فاتحة الكتاب الى آخر سورة النساء والثاني من الانعام الى آخر سورة بني اسرائيل والثالث من الكهف الى آخر الاحزاب والرابع من السبا الى آخر القرآن ـ فاجتمعت المضامين الاربعة في الفاتحة والفاتحة في بسم الله الرحمن الرحيم وبلفظ آخر تمام القرآن في الفاتحة فان لباب القرآن الحواميم وخلاصة الحواميم في حم المؤمن اى اُدْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كما نبينه في تفسير الحواميم وذكر في السور الست السابقة انه تعالى هو الخالق لا غيره فاعبدوا الله مخلصين له الدين وهذا المذكور ثابت في الفاتحة والفاتحة في بسم الله وبسم الله في الباء لان لفظة الله جمعت فيه الالوهية والربوبية والمقصود من الحصر في الحمد له هو حصر العبادة التى اعظم شعابها الاستعانة فاذا قرأ القارى بسم الله استعين بتقديم الجار فهو حصر الاستعانة اى بسم الله

استعين لا بما اشرك به المشركون۔ فالفاتحة جامعة لما في القرآن وهي في البسملة والبسملة في الباء نقل عن علي رضي الله عنه ان الجامع في بسم الله جامعة كذا في المكتوبات للامام الربانی قدس سره والله اعلم بالصواب فشروع القرآن بحصر الاستعانة والختم على قل هو الله احد وقل اعوذ برب الناس فالشروع بالاستعانة منه والختم عليها كذا سنة رب العلمين في الاشجار لا ترى الى حبة تنبت فالمبدأ والمنتهى لثمرة التي هي الحبة وهذا يشعران المبدأ منه واليه المرجع والمصير۔

ــلــه اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تفسیروں اور فنون کی کتابوں میں یہ بحث نہایت تفصیل سے مذکور ہے الحمد میں الف لام استغراق کے لیے ہے۔ پھر اس پر اعتراضات اور ان کے جوابات کا ایک طویل سلسلہ ہے جو ختم ہونے پر نہیں آتا۔ مثلاً اس پر ایک اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اگر الف لام استغراق کے لیے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا تمام صفتوں اور خوبیوں کا مالک اللہ تعالےٰ ہے لہذا اللہ کے سوا اس کی مخلوق میں سے کسی میں بھی کوئی صفت اور خوبی موجود نہیں ہوگی۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں بلکہ اللہ کی مخلوق میں بھی ہزاروں صفتیں موجود ہیں اور خود قرآن میں مخلوق کی صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کئی صفتیں مثلاً۔ رؤف ورحیم، سراج منیر، بشیر و نذیر وغیرہ قرآن میں موجود ہیں۔ آپ کے سوا انبیاء علیہم السلام کی کئی صفات مومنین صالحین اور حضرت جبریل علیہ السلام کے بعض اوصاف کا بھی خود قرآن مجید میں ذکر موجود ہے۔ علاوہ ازیں کافروں میں بھی بعض قابل تعریف خوبیاں موجود ہوتی ہیں

تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ مخلوق میں جو صفات ہیں ان کا خالق اللہ تعالےٰ ہی ہے نیز یہ صفات عارضی ہوتی ہیں یعنی مخلوق کی موت و فنا پر وہ صفتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ دائمی اور مستقل نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالےٰ کی صفات دائمی اور مستقل ہیں۔ ان کو فنا نہیں وہ ازلی اور ابدی ہیں۔ مخلوق کی صفات کا سرچشمہ اور ان کا خالق اور معطی اللہ تعالےٰ ہے۔ اور مخلوق کی تمام صفات کا مرجع اللہ ہے اس لیے تمام صفتوں اور خوبیوں کا مالک اور سزاوار درحقیقت اللہ تعالےٰ ہی ہے

لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص طرز کے مطابق کہ ہر لفظ اور آیت کی ایسی مراد بیان کی جائے کہ جس پر کوئی اعتراض وارد ہی نہ ہو سکے فرماتے ہیں کہ الحمد میں الف لام استغراق کے لئے نہیں بلکہ جنس اور عہد خارجی کے لیے ہے۔ اور قاعدہ نحو کے مطابق الف لام کا حقیقی معنی ہے ہی جنس اور عہد خارجی استغراق کو محققین نے الف لام کا مجازی محمل قرار دیا ہے۔ اور اس سے صرف وہ صفات مراد ہیں جو ذات باری تعالےٰ کے ساتھ مختص ہیں اور مخلوق میں نہیں پائی جاتی ہیں یعنی صفات کارسازی یا بالفاظ دیگر صفات فاعلیہ یا صفات مافوق الاسباب مثلاً مالک و مختار، متصرف و کارساز حاجت روا، مشکلکشا اور دور و نزدیک سے یکساں طور پر سمیع و بصیر ہونا وغیرہ مطلب یہ ہے کہ تمام صفات الوہیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور ان میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس صورت میں نہ کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے اور نہ ہی جواب دینے کی زحمت اٹھانا پڑتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے جابجا اپنی صفات الوہیت بیان فرمائی ہیں چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (نمل ع ۵) کہہ دیجئے اللہ کے سوا نہ آسمان والے غیب جانتے ہیں نہ زمین والے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیب کا ذکر ہے جو صفات الوہیت میں سے ہے۔ ایک جگہ فرمایا وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (یونس ع ۱۱) اس میں بیان فرمایا کہ نقصان کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ساری مخلوق پر صبح و شام مختلف انعامات کی جو بارش ہوتی رہتی ہے۔ وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ (نحل ع ۷) یعنی تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں ایک جگہ فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (فاطر ع ۱) اے لوگو اللہ کی وہ نعمتیں یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہیں۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور پیدا کرنے والا ہے۔ جو زمین و آسمان سے تمہیں روزی مہیا کرتا ہے۔ (یاد رکھو) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے خالق و رزاق اور منعم و مربی ہونے کی صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ اور مذکورہ بالا تمام صفات الوہیت ہیں۔

ان کے علاوہ اور سینکڑوں آیتوں میں اللہ تعالےٰ کی صفات مخصوصہ بیان کی گئی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کی یہ تمام صفات مافوق الاسباب ہیں اور عالم غیب سے تعلق رکھتی ہیں یہاں یہ بات سمجھ لی جائے کہ نظام عالم میں جو کام ہو رہے ہیں وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہیں وہ یا تو ماتحت الاسباب ہیں یعنی اپنے اسباب عادیہ کے تحت انجام پذیر ہو رہے ہیں مثلاً بینائی و شنوائی رکھنے والا آدمی اپنے اردگرد کی چیزوں کو دیکھ سکتا ہے اور قرب و جوار کی آواز سن سکتا ہے یا مثلاً ایک آدمی اناج یا پھل اگانا چاہتا ہے تو وہ اس کام کے لئے اسباب استعمال کرتا ہے یعنی زمین میں ہل چلا کر اسے قابل کاشت بناتا ہے۔ پھر اس میں بیج ڈالتا ہے اسے پانی دیتا ہے اس کی نلائی وغیرہ کرتا ہے۔ یہ تمام اسباب عادیہ ہیں ان کو استعمال میں لائے بغیر کام نہیں بن سکتا۔ دوسری قسم کے کام وہ ہیں جو مافوق الاسباب ہیں یعنی ان اسباب عادیہ سے بالاتر ہیں۔ مثلاً ساری کائنات کے ذرے ذرے کو ہر وقت دیکھنا زمین و آسمان کی چھپی ہوئی تمام چیزوں کو ہر آن مشاہدہ کرنا اسباب عادیہ سے بالاتر امر ہے اسی طرح زمین کے پیٹ میں پڑے بیجوں اور تخموں کو شق کر کے ان سے پودوں کی شاخیں نکالنا انسانی دسترس سے باہر اور اسباب عادیہ سے بالاتر ہے تو معلوم ہوا کہ انسانی دسترس میں صرف وہی کام ہیں جو ماتحت الاسباب ہیں اور ما فوق الاسباب سارے امور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کے تحت داخل ہیں لہذا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے مراد وہ تمام صفات ہیں جو مافوق الاسباب ہیں یعنی مافوق الاسباب تمام صفتیں اور خوبیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور ان میں سے ایک صفت اور ایک خوبی بھی اللہ کے سوا کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔ مشرکین مکہ چونکہ انہی صفات الوہیت یا مافوق الاسباب صفات ہی میں اپنے معبودوں کو خدا کا شریک سمجھتے تھے۔ اس لئے الحمد میں مشرکین کے اسی خیال باطل کی تردید فرمائی گئی ہے کہ تمام مافوق الاسباب صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں جملہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ واقع ہوا ہے وہاں سیاق و سباق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مشرکین کے اسی خیال کی تردید ہے کہ ان کے مزعومہ معبود مافوق الاسباب صفات کے حامل ہیں۔ چنانچہ سورۂ انعام ع ۵ میں ارشاد ہے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پھر ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کارسازی کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً مصیبت کے وقت وہی کام آتا ہے، خدا کی گرفت زبردست ہے، ظالموں کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ آخر میں فرمایا "الحمد للہ" یعنی یہ تمام صفات کارسازی اللہ ہی کے ساتھ مختص ہیں۔ یہاں اگر الحمد کو صفات کارسازی سے مختص نہ کیا جائے تو ما قبل سے اس آیت کا کوئی ربط باقی نہیں رہتا۔ اور سورۂ نمل ع ۵ میں ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں اور اس کے بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے) اس آیت سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ہے کہ اس تکذیب کرنے والی قوم کو کس طرح تباہ کیا گیا اور ایمان والوں کو کس طرح بچایا گیا چنانچہ ارشاد ہے۔ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ (ہم نے ان (نو غنڈوں) اور ان کی ساری قوم کو تباہ کر دیا) اور مومنین کے بارے میں فرمایا وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (اور ہم نے ان ایمان والوں کو جو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے تھے بچا لیا)

اس کے بعد مؤمنین لوط اور منکرین لوط علیہ السلام کے بارے میں فرمایا فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ (توہم نے لوط علیہ السلام اور اس کے اہل کو اس کی بیوی کے سوا بچالیا) اور فَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا (اور ان کے منکرین پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا) حضرت صالح اور حضرت لوط علیہما السلام اور ان کی مومن قوم کو نجات دینے اور ان کے منکرین کو تباہ و برباد کرنے کا ذکر کرکے آخر میں فرمایا۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى یعنی نیک بندوں کو سلامتی عطا کرنا اور کافروں کو ہلاک کرنا یہ صفتیں اللہ ہی کی ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی طرف سے سلامتی تو نازل ہوتی ہے لیکن وہ کارساز اور متصرف و مختار نہیں ہوتے۔

اور سورہ جاثیہ کے آخری رکوع میں ارشاد ہوتا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سو تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو مالک ہے آسمانوں کا اور مالک ہے زمین کا مالک تمام جہانوں کا) یہاں بھی صاف فرما دیا کہ زمین و آسمان کا مالک و مختار اور ساری کائنات کا کارساز اللہ ہی ہے اور صفات کارسازی اسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں کوئی اسکا شریک نہیں۔

اور سورہ صافات میں انبیاء علیہم السلام کے مختلف واقعات بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا۔ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور سلامتی ہے تمام پیغمبروں پر اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) مطلب یہ کہ تباہی اور عذاب سے رسولوں کو سلامت رکھنا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے پیغمبروں کا نہیں حاصل یہ کہ تمام مافوق الاسباب اور غائبانہ طاقتوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تمام صفات الوہیت اسی کی ذات مقدسہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مشرکین نے اپنے زعم باطل میں اللہ کے جن پیغمبروں اور نیک بندوں کو غائبانہ اور مافوق الاسباب طاقتوں میں خدا کا شریک سمجھ رکھا ہے وہ خود اللہ کے محتاج ہیں۔ اور آڑے وقت ان کے کام نہیں آسکتے۔

سه رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لفظ اللّٰه ذات باری تعالیٰ کا اسم عَلَم ہے لیکن یہاں اس سے وصف مشہور مراد ہے یعنی خالق اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مع صفات باقیہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی دلیل بھی اس میں موجود ہے یعنی تمام صفات کارسازی اور تمام اوصاف الوہیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کیونکہ وہ خالق ہے وہ رب العالمین ہے۔ وہ رحمان و رحیم ہے اور وہ مالک روز جزا ہے۔ اور اس کے سوا زمین و آسمان میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو ان تمام صفات یا ان میں سے کسی ایک صفت سے متصف ہو۔ سورہ انعام رکوع نمبر ا میں ارشاد ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (تمام خوبیاں اس اللہ کے لیے زیبا ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور اندھیروں اور اجالے کو بنایا) اس میں الذی موصول اپنے صلہ سے مل کر بمنزلہ علت ہے یعنی جب آسمانوں اور زمین کا خالق اور اندھیروں اور اجالے کو پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ تو صفات کارسازی بھی اسی کی ذات سے مختص ہیں کسی اور کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کے متصل بعد فرمایا۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (پھر کافر لوگ (اپنے باطل معبودوں کو) اپنے پروردگار کے برابر قرار دیتے ہیں۔ اس سے بھی اسی حقیقت کو واضح فرمایا کہ جب ارض و سما اور لیل و نہار کا خالق اللہ ہے تو صفات کارسازی کا مالک بھی تنہا وہی ہے۔ اگر اس کے سوا کوئی اور خالق نہیں تو لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ اس کے سوا کارساز اور مافوق الاسباب متصرف اور مختار بھی کوئی نہیں مخفی نہ رہے کہ الحمد لله ایک دعوے ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ تمام صفات کارسازی کا مستحق صرف اللہ ہے۔ اس کے بعد رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ **مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یہ سب اس دعوی کی دلیلیں ہیں۔ سکه** رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ لفظ اللہ سے چونکہ وصفی معنی مراد تھے یعنی خالق اس لئے اس کی مناسبت سے اس کے بعد دوسری صفت رب العالمین لائی گئی کیونکہ ہر مخلوق اپنے وجود کے لئے اپنے خالق کی محتاج ہے اسی طرح بقاء وجود کے لئے رب اور پروردگار کی محتاج ہے۔ رَبّ کے معنی ہیں ہر چیز کو بتدریج اس کی حد کمال تک پہنچانے والا اور موقع کے مطابق اس کی ضرورتیں مہیا کرنے والا اور اسے زائلوں سے بچانے والا جیسا کہ امام نسفی حنفی نے امام واسطی سے نقل کیا ہے هو الخالق ابتداءً والمربي غذاءً والغافر انتهاءً وهو اسم الله الاعظم (مدارک ج ا ص ۲)

اَلْعٰلَمِيْنَ عالم کی جمع ہے اور اسم آلہ کا صیغہ ہے اور یہاں اس سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کے وجود سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال کیا جا سکے خواہ وہ انسان ہو یا دیگر حیوانات، نباتات ہوں یا جمادات۔ چنانچہ امام نسفی فرماتے ہیں والعالم کل ما علم به الخالق من الاجسام والجواهر والاعراض او کل موجود سوی الله تعالیٰ سمی به لانه علم علی وجوده الخ (مدارک ص ۲ ج ا) غرضیکہ ہر وہ چیز جو خلعت وجود میں ملبوس ہے اور جس کا انسان آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتا ہے۔ یا دیگر حواس کے ذریعے ان کا وجود محسوس کر سکتا ہے۔ وہ سب العٰلمین کے جامع لفظ میں داخل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نظام ربوبیت مخلوق کی ہر نوع کو شامل ہے اور کائنات عالم کا ایک ذرہ بھی اس کی ربوبیت سے مستغنی نہیں جس طرح ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح ہر چیز کا مربی اور محافظ بھی وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نظامِ ربوبیت

تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ نطفہ سے لے کر طفل تک اور طفل سے لے کر بڑھاپے تک تمام منازل سے انسان کو وہی گزارتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ نہایت اختصار سے اس حقیقت کو بیان فرمایا اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ (روم ع ۶) اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو ناتوانی کی حالت میں پھر ناتوانی کی حالت کے بعد توانائی عطا کی پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا کیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ جاننے والا قوت رکھنے والا ہے) زمین و آسمان کا خالق اور کائنات کے ذرے ذرے کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (تغابن ع ۱) اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا اور عمدہ نقشہ بنایا) اور ایک جگہ فرمایا خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (فرقان ع ۱) اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر سب کو الگ الگ اندازہ پر رکھا۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (زمر ع ۶) (اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے) ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ عالم کے ذرے ذرے کا خالق اللہ ہی ہے اور اللہ کے سوا کوئی اور خالق نہیں اسی طرح اللہ کی ربوبیت بھی عام ہے اور ساری کائنات اسکے نظام ربوبیت کے تحت داخل ہے چنانچہ اللہ نے اپنی ربوبیت عامہ کا اس طرح اعلان فرمایا۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (شعراء ع ۲) وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو مخلوقات ان کے درمیان ہے اس کا اور ایک جگہ فرمایا۔ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (انعام ع ۲۰) کہدیجئے کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کیلیے تلاش کروں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔ انسان اور دیگر حیوانات کیلیے اللہ کس طرح روزی بہم پہنچاتا ہے۔ اس کا ذکر اس طرح فرمایا فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (عبس ع ۱) سو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی

اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ کے لیے)

مندرجہ بالا آیات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ اللہ تعالےٰ کا نظام ربوبیت ساری کائنات پر حاوی ہے۔ اور انسان سے لے کر تمام حیوانات، نباتات، جمادات، خدا کی ساری نوری ناری اور خاکی مخلوق۔ علویات اور سفلیات سب کا خالق و مربی و محافظ اور پروردگار وہی ہے۔

۵ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ دونوں صفت مشبہ کے صیغے ہیں اور دونوں میں مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور دونوں رحم سے مشتق ہیں مفسرین کرام نے دونوں لفظوں کے مفہوم میں مختلف طریقوں سے فرق بیان فرمایا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ رحمان دنیا کے اعتبار سے ہے اور رحیم آخرت کے اعتبار سے یعنی دنیا میں اس کی رحمت مومنوں اور کافروں کے لیے عام ہے۔ دنیا میں دنیوی فوائد سے مومن اور کافر یکساں طور پر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ اس کی صفت رحمان کا اثر ہے اور آخرت میں اس کی رحمت مومنوں کے ساتھ مخصوص ہوگی اور کافر اس سے محروم رہیں گے۔ یہ اس کی صفت رحیم کا اثر ہوگا۔ جاء فی الدعاء یا رحمن الدنیا لانہ یعم المؤمن والکافر ورحیم الآخرۃ لانہ یخص المؤمن (مدارک ص ۳ ج ۱)، حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے دونوں صفتوں میں ایک نہایت لطیف فرق بیان فرمایا کہ رحمان اس موصوف کو کہتے ہیں جو بالفعل رحمت کر رہا ہو اور جس کی رحمت کائنات کے ذرہ ذرہ کو شامل ہو۔ اور رحیم (صیغہ صفت مشبہ) اس ذات کو کہتے ہیں۔ رحم جس کی صفت لازمہ اور خصوصیت ذاتیہ ہو صفت عارضہ نہ ہو تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو بالفعل ہر آن میں اپنی ساری مخلوق پر رحم فرما رہا ہے۔ یہ رحم اس کی ذات پاک کو لازم ہے اور اس کی صفت ذاتیہ ہے۔ اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کیلئے رحمان کے بعد رحیم کو بھی ذکر کیا گیا۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے بعد الرحمن الرحیم کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ نظام ربوبیت کے بعد تمام نظام عالم اللہ تعالےٰ کی صفت رحم کا ظہور ہے گویا یہ تمام کارگاہ عالم اور یہ ساری کائنات صرف اس لیے بنی ہے تاکہ اس سے ہمیں فائدہ پہنچے اور ہماری ضرورتیں پوری ہوں اس مضمون کو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (جاثیہ ع ۲) (اور تابع کیا اس نے تمہارے (فائدے) کے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں سارا اپنے حکم سے یقیناً اس میں سوچنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں)

نہ صرف زمین و آسمان کے درمیانی خلا میں بلکہ زمین کے پیٹ میں بھی اس نے اپنی رحمت و نعمت کے بے شمار خزانے اپنی مخلوق کے لیے مخفی کر رکھے ہیں۔ جو محض اس کی شفقت سے اور مہربانی سے زمین کی سطح پر نمودار ہوتے ہیں۔ اور اس کی ساری مخلوق ان سے فائدہ اٹھاتی ہے زمین کی سطح پھلوں پھولوں، غلہ، ترکاریوں اور میووں سے مالا مال ہے اور پانی کے شفاف اور شیریں چشمے اس کے پیٹ سے ابل ابل کر اس کی سطح پر بہہ رہے ہیں۔ اور زمین کی گہرائیاں سونے چاندی اور دیگر قیمتی معدنیات سے پُر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا وَّمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ (سورہ رعد ع ۱) (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے۔ شب کو دن سے چھپا دیتا ہے۔ بیشک ان (مذکورہ بالا امور) میں سوچنے والوں کے لیے (توحید کے) دلائل موجود ہیں اور زمین میں پاس پاس مختلف خطے اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں سے بعضی تو اوپر جا کر دو تنے ہو جاتی ہیں۔ اور بعضی میں دو تنے نہیں ہوتے۔ سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے۔ اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں ان امور میں بھی، سمجھداروں کے لیے (توحید کے) دلائل ہیں)

خشکی کے علاوہ تری میں بھی اس کی رحمت عامہ کے آثار نمایاں اور ہویدا ہیں مثال کے طور پر سمندروں کی سطح جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے نقل و حرکت اور آمد و رفت کے لیے ایک اعلیٰ شاہراہ کا کام دیتی ہے۔ اور اس کی گہرائی موتیوں اور دیگر مفید اور قیمتی اشیاء سے مالا مال ہے۔ نیز دریاؤں اور سمندروں سے مچھلی کا تازہ بتازہ گوشت حاصل ہوتا ہے۔ جو انسان کے لیے بہترین غذا ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَی الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (نحل ع ۲) (اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو بھی مسخر بنایا کہ اس میں سے بھی تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے (موتیوں کا) گہنا نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چل جا رہی ہیں۔ اور تاکہ تم خدا کی رسید کی ہوئی روزی تلاش کرو اور شکر کرو) ان آیتوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے اس جہان کا ذرہ ذرہ پیدا کر کے پورے نظام عالم کو اپنے نظام ربوبیت کے تحت رکھا ہوا ہے اور اس کا نظام ربوبیت اس کے رحم و کرم اور اس کی رحمت و شفقت کے تحت چل رہا ہے۔ پورے نظام عالم کا ایک ذرہ بھی ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے جس طرح خشکی اور تری کی ساری نعمتیں عالم جسمانی کی تربیت اور پرورش کے لیے پیدا فرمائی ہیں۔ اسی طرح اس کی رحمت بے پایاں نے عالم روحانی کی ترقی اور نشو و نما کے لیے بھی انتظام فرمایا اور دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کے ذریعے عالم روحانی کی غذا کا بندوبست کیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اپنے آخری پیغام قرآن مجید کی تعلیم کو خصوصیت سے اپنی رحمت کے ساتھ متعلق فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء ع ۷) رَحْمَةً — اَرْسَلْنٰكَ کا مفعول لہٗ ہے یعنی ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے تاکہ سارے عالم پر رحم کریں۔ یا رَحْمَةً مصدر بمعنی صیغہ صفت اَرْسَلْنَا کے فاعل یا كَ ضمیر مفعول یا دونوں سے حال ہے۔ مطلب ظاہر ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝ (الرحمن ع ۱) رحمان نے قرآن کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو بولنا سکھایا۔ اس کی ربوبیت اور رحمت کس قدر عام اور حاوی ہے۔ کہ ایک طرف روح اور جسد کا تعلق باقی رکھنے کے لیے بے شمار مادی غذائیں مہیا کیں۔ اور دوسری طرف روح کی نشو و نما کے لیے اعلیٰ درجہ کی روحانی غذائیں مہیا فرمائیں۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝

۶ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ لفظ دین قرآن مجید میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ بعض مقامات میں پوری شریعت کو دین کہا گیا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران ع ۹) یعنی جس نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو پسند کر لیا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اکثر جگہوں میں الدین اللہ کی توحید، اس کی خالص عبادت اور پکار کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ سورہ یوسف رکوع ۵ میں ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو وعظ کرتے ہوئے فرمایا اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ نہیں حکم مگر اللہ کے لیے اس نے حکم دیا ہے کہ مت عبادت کرو اس کے سوا کسی کی یہی ہے دین محکم سورۂ زمر رکوع ۱ میں فرمایا اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ۔ خبردار اللہ ہی کے لیے ہے خالص عبادت اور پکار۔ اور سورۂ حم مومن رکوع ۲ میں فرمایا فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (سو اللہ کو پکارو خالص کر کے اس کے لیے عبادت کو گو کافروں کے لیے ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ مگر جہاں لفظ الدین یوم کا مضاف ہو وہاں اس کے معنی جزا کے ہوتے ہیں جیسا کہ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ

میں ہے۔ یعنی روزِ جزا کا مالک اور اس دن میں تمام تصرفات اور اختیارات کا واحد مختار اور اعمال کی جزا و سزا مقرر کرنے والا اور اعمال پر نیک و بد نتائج مرتب کرنے والا اور اختیار رکھنے والا یہ مذکورہ دعویٰ یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی تیسری دلیل ہے۔

روزِ جزا کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا اور نظامِ ربوبیت کے تحت ہر چیز کو انسان کی خدمت پر لگا دیا جدھر دیکھو خشکی اور تری پر اس کی رحمت اور نعمت کی چادریں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اس نے روح کی نشوونما کا انتظام بھی فرمایا اور راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم بتلانے کے لیے کتابیں اور رسول بھیجے اور آخر میں اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل فرما کر نعمت اسلام کی تکمیل فرما دی۔ اس سارے نظامِ ربوبیت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایک ایسا دن ضرور ہونا چاہیئے۔ جس میں اس امر کا فیصلہ ہو سکے کہ کس نے اللہ کی ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کیا اور کس نے ناشکری کی۔ کس نے اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت پر عمل کیا۔ اور اس کے احکام کی تعمیل کی اور کس نے اس کی ہدایت کو اور اس کے احکام کو ٹھکرا دیا۔ ایسا دن تو دنیا میں ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ دار العمل ہے اس لیے لامحالہ ایسا دن دنیا کے اختتام پر ہی ہو سکتا ہے اسی دن کا نام یوم الدین ہے اور اسی کو یوم آخر یا روزِ جزا وغیرہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ دن دنیا کے ختم ہونے پر آئے گا۔ اور اس میں نیک و بد اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس دن میں ہر قسم کے تمام اختیارات صرف اللہ کے قبضہ میں ہوں گے۔ وہاں مجازی طور پر بھی کسی کو کوئی اختیار یا اقتدار حاصل نہیں ہوگا۔

اہل کتاب کا تصور آخرت

اہل کتاب کے علماء سوء، ان کے احبار و رہبان اور ان کے پیروں اور پادریوں کو چونکہ حق چھپانے، غلط بیانی کرنے اور تورات اور انجیل کی آیتوں میں لفظی اور معنوی تحریفیں اور تبدیلیاں کرنے کی عادت پڑ چکی تھی اس لیے انہوں نے اپنے عوام میں بہت سے غلط عقائد پھیلا رکھے تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جابجا ان کے کرتوتوں کو ظاہر فرمایا ہے۔ تاکہ امت محمدیہ اس سے عبرت حاصل کرے چنانچہ ارشاد ہے ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (بقرہ ع ۹) پھر وہ اسے سمجھ لینے کے بعد بدل ڈالتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ پھیر دیتے ہیں وہ کلام کو اس کے مواقع سے۔ اہل کتاب کے علماء اور گدی نشینوں کو حق پوشی سے منع فرماتے ہوئے فرمایا يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (آل عمران ع ۷) کیوں مخلوط کرتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور کیوں چھپاتے ہو حق کو حالانکہ تم جانتے ہو۔ یہود اور نصاریٰ کے احبار اور رہبان سوء، غیر اللہ کی نذر و نیاز اور کئی دوسرے ذرائع سے حرام مال بھی کھاتے تھے سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (مائدہ ع ۶) یہ لوگ غلط باتیں سننے کے عادی ہیں۔ بڑے حرام خور ہیں۔

اہل کتاب کے پادریوں اور صوفیوں نے آخرت کے بارے میں ایک نہایت ہی غلط تصور عوام کے ذہن نشین کر رکھا تھا۔ اپنے متعلق تو انہوں نے عوامی ذہن میں یہ بات بٹھا رکھی تھی کہ ہم اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں اور اللہ کے بیٹے ہیں یعنی جس طرح باپ کی صفات بیٹوں میں ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی صفات ہم میں موجود ہیں۔ لہٰذا آخرت میں ہمیں تو کسی قسم کا عذاب ہوگا ہی نہیں وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ ع ۳) یہود اور نصاریٰ نے کہا ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اور عوام کو انہوں نے یقین دلا رکھا تھا کہ جنت ان کے لیے رجسٹرڈ ہے ان کے سوا اور کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (بقرہ ع ۱۳) انہوں نے کہا کہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہی جو یہودی ہوگا یا نصرانی۔ اور عوام کو انہوں نے یہ بھی باور کرا رکھا تھا کہ اگر ہم کو عذاب ہوا بھی تو صرف چند دنوں کے لیے ہوگا اور ہمیشہ کے لیے ہم عذاب میں نہیں رہیں گے قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً۔ (بقرہ ع ۹) انہوں نے کہا کہ ہمیں تو صرف چند دن عذاب آئے گا۔ اہل کتاب کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر اور حضرت عیسے علیہما السلام اور ان کے پیر اور پادری حاجت روا، مشکل کشا اور شفیع غالب ہیں اور قیامت کے دن ان کو عذاب سے بچا لیں گے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ (توبہ رکوع ۵) انہوں نے اپنے پادریوں اور پیروں کو اور مسیح بن مریم کو خدا کے سوا رب بنا لیا تھا۔ سورۂ فاتحہ میں جس طرح دوسرے باطل عقیدوں کی تردید کی گئی ہے اسی طرح مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے اہل کتاب کے غلط تصورِ آخرت کی تردید فرمائی کہ قیامت کے دن کا مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کے ہاتھ میں سب کا حساب و کتاب اور عذاب و ثواب ہے۔ اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھ رہے ہو اور ان کو مالک و مختار اور شفیع غالب مان رہے ہو اور جن کے بارے میں تمہارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن وہ خدا کے عذاب سے چھڑا لیں گے قیامت کے دن ان کا کوئی زور نہیں چلے گا اور نہ ہی ان کو کسی قسم کے تصرف کا اختیار ہوگا۔ اور نہ ہی وہ کوئی بات منوا سکیں گے۔ کیونکہ تصرف صرف وہی کر سکتا ہے جو مالک و مختار ہو۔ اور قیامت کے دن کا مالک صرف اللہ ہی ہے اور سب کے نیک و بد اعمال کو جاننے والا بھی وہی ہے۔ اس لیے وہی لوگوں کے اعمال کی جزا و سزا کا مالک ہے وہ جس طرح چاہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس کے سوا کسی میں قدرت نہیں کہ اعمال کا حساب لے اور ہر ایک کے حسب حال اور حسب نیت نیک و بد اعمال کی جزا اور سزا دے۔

یہود و نصاریٰ کے اس غلط تصور آخرت کا قرآن مجید میں تفصیلاً بھی رد کیا گیا ہے چنانچہ اہل کتاب کے اس باطل عقیدے کے رد میں کہ ہم اللہ کے پیارے ہیں اور ہمیں عذاب نہیں ہوگا اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (نساء رکوع ۱۸) یعنی نجات نہ تو تمہاری خواہشات پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر بلکہ مالک الملک کا قانون یہ ہے کہ جو کوئی بھی برائی کرے گا اسے ضرور اس کا بدلہ ملے گا اور پھر وہاں اللہ کے سوا کوئی کارساز اور مددگار نہیں پائے گا۔ اور ایک جگہ فرمایا بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ جس نے برائی کمائی اور اسے اس کے گناہوں نے گھیر لیا یہ لوگ جہنمی ہیں اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے یہ لوگ جنتی ہیں اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے اس آیت میں لفظ کسب سے اس طرف اشارہ ہے کہ نجات اور عذاب اور ثواب و عقاب کا تعلق عمل سے ہے۔ یہ نہیں ہوگا کہ اعمال تو برے ہوں اور شرک سے ملوث ہوں۔ لیکن کسی پیغمبر، ولی یا بزرگ کی مدد اور سفارش سے نجات مل جائے بلکہ وہاں تو اس اصول پر عمل ہوگا۔ جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں لفظ مَالِكِ سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور اعمال کی جزا و سزا عدل و انصاف کے عین مطابق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ پھر بھی مجبور نہیں بلکہ وہ مالک ہے اور اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے اس کے سامنے کسی کو چوں چرا کرنے کی جرأت نہیں۔

دنیا و آخرت کا مالک و مختار

دنیا اور آخرت میں مالک و مختار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (انبیاء ع ۲)۔ جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی

باز پرس نہیں کرسکتا اور اوروں سے باز پرس کی جاسکتی ہے۔ دنیا میں اگرچہ اللہ کے سوائی مالک مختار ہونے کے مدعی بن گئے اور مشرکین نے بھی اپنے معبودوں کو مالک و مختار سمجھے رکھا۔ مگر آخرت میں مشرکین کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ غلطی پر تھے۔ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی مالک مختار نہیں تھا فرعون اور نمرود جیسے سرکش حکمرانوں کو بھی قیامت کے دن معلوم ہوجائے گا۔ کہ ان کے سب دعوے غلط تھے اور آج وہ بالکل بے بس اور بے یار و مددگار ہیں۔ ان کے اختیار میں کچھ نہیں اور تمام معاملات صرف اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا ط وَ الْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ (الانفطار ع ۱) اس دن کوئی جان کسی جان کیلئے کوئی اختیار نہیں رکھے گی اور حکم صرف اللہ ہی کا ہوگا۔ اسی طرح قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں مالک مختار صرف اللہ ہی ہے۔

ے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سورۂ فاتحہ میں یہ آیت مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں اِیَّاکَ مفعول کو نَعْبُدُ فعل پر مقدم کیا گیا ہے۔ تاکہ حصر کا فائدہ دے اور مطلب یہ ہو کہ عبادت صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔ اور اس کے سوا کسی پیغمبر، فرشتہ یا ولی کی عبادت اور پکار نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ وہ سارے خود اللہ کے حکم سے اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں فائدہ حصر کے لیے مفعول کو فعل پر مقدم کیا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ مدد صرف اللہ ہی سے مانگنی چاہیے۔ اور اس کے سوا کسی پیر یا پیغمبر سے اور کسی فرشتہ یا ولی سے مافوق الاسباب امور میں مدد نہیں مانگنی چاہیئے امام ابن کثیر بعض بزرگوں سے نقل فرماتے ہیں کہ سارے قرآن کا مرکزی حصہ سورۂ فاتحہ ہے اور سورۂ فاتحہ کا مرکزی حصہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہے وہ کہتے ہیں۔ الفاتحۃ سر القرآن وسرھا ھٰذہ الکلمۃ (ایاک نعبد وایاک نستعین) (ابن کثیر ص۲۵ ج ۱)

عبادت کامفہوم عبادت کے مفہوم میں دو چیزیں داخل ہیں ایک غایت تذلل یعنی انتہائی عاجزی اور ذلت دوم غایت تعظیم لیکن اس اعتقاد اور شعور کے ساتھ کہ معبود کو غائبانہ تصرف اور قدرت حاصل ہے۔ جس سے وہ نفع نقصان پر قادر ہے۔ کیونکہ معبود صرف وہی ہوسکتا ہے جس میں دو صفتیں موجود ہوں (۱) یہ کہ وہ عالم الغیب ہو کائنات کا ذرہ ذرہ اس پر منکشف ہو اور زمین و آسمان کی ساری مخلوق کے ظاہر و باطن، سر و علانیہ کو وہ اچھی طرح جانتا ہو (۲) یہ کہ وہ مالک و مختار متصرف فی الامور واقتدار اعلیٰ کا مالک ہو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں اپنے استحقاق عبادت و پکار کا ذکر فرمایا ہے وہاں اپنی انہی دونوں صفتوں کو اس کی علت قرار دیا ہے اور جہاں کہیں غیر اللہ سے عبادت و پکار کی نفی کی ہے وہاں غیر سے دونوں صفتوں کی نفی فرمائی ہے کہیں دونوں صفتوں کی نفی ہے اور کہیں صرف ایک کی۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ مَا کَانَ لَہُمُ الْخِیَرَۃُ سُبْحٰنَ	اور تیرا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور پسند کرتا ہے ان لوگوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ اللہ ان کے شرک
اللّٰہِ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ وَ رَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُہُمْ	سے پاک ہے اور برتر ہے اور تیرا رب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اور
وَ مَا یُعْلِنُوْنَ وَ ھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی	وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود بننے کے لائق نہیں۔ دنیا و آخرت میں تمام صفات کارسازی کا مستحق وہی
وَ الْاٰخِرَۃِ وَ لَہُ الْحُکْمُ وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (قصص ع ۷)	ہے۔ اور اسی کی حکومت ہوگی اور اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

دوسری جگہ فرمایا لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَہُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰی ۝ وَ اِنْ تَجْہَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰی ۝ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (طٰہٰ ع ۱) ــــ اسی کی ملک میں ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں۔ اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے زیادہ چھپی ہوئی بات کو بھی جانتا ہے۔ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں اور ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَ لِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ فَاعْبُدْہُ وَ تَوَکَّلْ عَلَیْہِ ؕ وَ مَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (ھود ع ۱۰) اور آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی غیب کی باتیں ہیں۔ ان سب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں پس تم اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو اور تمہارا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔ ان کے علاوہ آیۃ الکرسی اور دوسری کئی آیتوں میں بھی یہ مضمون وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

ان تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی ان دونوں صفتوں کا ذکر فرمایا کہ وہ متصرف و مختار ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق کے تمام معاملات اور سارے کارخانۂ عالم کی تدبیر اور پورا انتظام عالم اسی کے زیر اقتدار ہے۔ اور زمین و آسمان کے تمام غیوب کو جاننے والا بھی وہی ہے اور تینوں جگہوں میں دونوں صفتیں بیان کرنے کے بعد یہ اعلان فرمایا کہ جب عالم الغیب اور متصرف و مختار اللہ ہے تو معبود بننے اور پکارے جانے کے لائق بھی صرف اللہ ہی ہے، تمام صفات کارسازی بھی اسی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو۔ اسی کو پکارو۔ اسی کے آگے جھکو اور اسی سے مانگو جو کچھ بھی مانگو۔ ایک مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو خطاب کرکے صاف صاف ان کے رد پر انکار فرمایا کہ تم ایسے بے بس اور بے چارے معبودوں کو پکارتے ہو جو تمہارے نفع اور نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ تمہارے حالات کو جانتے اور نہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں۔ اور اس خداوند ذوالعلام کو چھوڑتے ہو جو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اور تمہارے نفع اور نقصان کا بھی پورا پورا اختیار رکھتا ہے۔ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (مائدہ ع ۱۰) کہہ دیجئے کیا تم خدا کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہو ایسوں کو پکارتے ہو جو تمہیں نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ نفع پہنچانے کا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جانتے سننے والا ہے۔

اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر قول اور فعل، دعا اور پکار، ثنا اور تعظیم، رکوع اور سجود، قیام اور قعود وغیرہ۔ جو اس اعتقاد اور شعور کے ساتھ ہو کہ معبود کو مافوق الاسباب ہمارے تمام معاملات پر غیبی قبضہ اور تسلط حاصل ہے۔ اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے وہ عبادت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن القیم نے عبادت کی تعریف کو ایک جامع تعبیر سے حسب ذیل عبارت میں بیان فرمایا ہے العبادۃ عبارۃ عن الاعتقاد والشعور بان للمعبود سلطۃ غیبیۃ یقدر بہا علی النفع والضر فکل ثناء ودعاء وتعظیم یصاحبہ ھذا الاعتقاد والشعور فھی عبادۃ (مدارج السالکین ص۳۵ ج ۱) یعنی عبادت اس اعتقاد اور شعور کا نام ہے۔ کہ معبود کو ایک غیبی تسلط حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے وہ نفع و نقصان پر قادر ہے۔ اس لیے ہر تعریف ہر پکار اور ہر تعظیم جو اس مذکورہ اعتقاد و شعور کے ساتھ ہو وہ عبادت ہے

ایک شبہ کا جواب تقریر بالا سے اس شبہ کا جواب بھی ہوگیا کہ تعظیم و تکریم اور عزت و احترام تو اللہ کے سوا اوروں کا بھی کیا جاتا ہے۔ خدا کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم تو ساری امت پر فرض ہے استاد اور پیر و مرشد کا ادب و احترام بھی لازم ہے۔ اور والدین کی تعظیم و تکریم بھی ضروری اور لابدی امر ہے۔ لہٰذا اگر تعظیم و تکریم اور عجز کا نام عبادت

ہے تو پھر یہ بھی عبادت ہوگی۔ حالانکہ عبادت صرف اللہ کا حق ہے غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعظیم صرف وہی عبادت ہے جس میں معبود کو مافوق الاسباب غیبی طور پر متصرف اور مختار اور عالم الغیب سمجھا جائے اور اگر معظم و محترم ہستی کو صفات بالا سے متصف نہ مانا جائے تو یہ تعظیم عبادت میں داخل نہیں۔ اس لیے ایسی تعظیم غیر اللہ کی بھی جائز ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تعظیم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو ذات باری تعالےٰ کے ساتھ مخصوص ہے دوم وہ جو غیر خدا کے لئے بھی جائز ہے۔

تعظیم کی پہلی قسم

پہلے آیات قرآنیہ سے بوضاحت مذکور ہو چکا ہے کہ معبودیت کے لئے دو شرطیں ہیں ایک متصرف و مختار اور قدرت کاملہ کا مالک ہونا دوم زمین و آسمان کی تمام ظاہر اور چھپی ہوئی چیزوں کا عالم ہونا۔ علامہ ابن القیم کی جو عبارت پہلے نقل کی جا چکی ہے۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے۔ کہ معبود وہی ہو سکتا ہے جسے علم اور تصرف کے اعتبار سے تمام مخلوق پر غیبی تسلط حاصل ہو جس کی وجہ سے وہ نفع اور نقصان پہنچانے پر قادر ہو۔ لہذا تعظیم کا ہر وہ طریقہ خواہ وہ حمد و ثنا ہو یا دعا و پکار، رکوع و سجود ہو یا کچھ اور جو اس اعتقاد اور شعور کے ساتھ بجا لایا جائے کہ معظم و محترم ہستی مافوق الاسباب اختیار و تصرف کی مالک اور عالم الغیب ہے تو ایسی تعظیم عبادت ہوگی اور ذات باری تعالےٰ کے ساتھ مخصوص ہوگی لہذا جب یہ عقیدہ ہو کہ فلاں کو مجھ پر ظاہری اسباب کے سوا مافوق الاسباب غیبی تسلط حاصل ہے۔ اور وہ غائبانہ مجھے نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے اس اعتقاد کے تحت کوئی بھی تعظیم ہاتھ پاؤں سے سرزد ہو یا زبان سے ثنا یا پکار ہو تو وہ اس کی عبادت ہوگی اگر یہ اعتقاد اللہ تعالےٰ کے متعلق ہو تو اس کے تحت کئے گئے تمام افعال تعظیم اللہ تعالےٰ کی عبادت میں داخل ہوں گے اور اگر معاذ اللہ مذکورہ بالا اعتقاد غیر خدا کے لیے ہو مثلاً فرشتہ، جن، پیغمبر، ولی زندہ یا فوت شدہ تو اس اعتقاد کے تحت سجدہ، رکوع، پکار، نذر و نیاز، جھکنا، دو زانو بیٹھنا، قبر پر چادر یا پھول چڑھانا وغیرہ تعظیمی افعال ان کی عبادت ہوگی اور شرک ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے جہاں کہیں خالص عبادت کا حکم دیا ہے اور شرک سے منع فرمایا ہے وہاں یہی مراد ہے کہ مذکورہ بالا اعتقاد و شعور کے ساتھ تمام تعظیمی افعال و اقوال (سجدہ، رکوع، دعا، پکار، نذر، نیاز وغیرہ) صرف اللہ تعالےٰ کے لیے بجا لائے جائیں سورہ زمر رکوع اول میں ارشاد ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ غیبی تسلط اور مافوق الاسباب اقتدار اعلیٰ کے اعتقاد کے ساتھ ہر قسم کی تعظیم صرف اللہ ہی کی بجا لاؤ نہ کہ کسی پیغمبر یا ولی یا فرشتہ کی اور سورہ زمر کے دوسرے رکوع میں فرمایا۔ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ اور ایک آیت کے بعد فرمایا قُلِ اللّٰہَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّہٗ دِیْنِیْ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ۔ مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیں کہ مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ میں غائبانہ تسلط اور مافوق الاسباب تصرف و قدرت کے تحت تمام تعظیمی افعال و اعمال صرف اللہ ہی کے لیے بجا لاؤں اور اے مشرکین تم مذکورہ اعتقاد کے ساتھ یہ تعظیمی افعال اللہ کے سوا جس کیلئے چاہو بجا لاؤ۔ ابراہیم و اسماعیل اور ہاہیل (ہبل) علیہم السلام کے لئے یا لات اور دوسرے بزرگوں کے لیے لیکن میں تو ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ جو لوگ مذکورہ بالا تعظیم صرف اللہ کے لیے بجا لائیں گے اور غیر اللہ کی ایسی تعظیم سے اجتناب کریں گے جنت اور نعیم آخرت کی خوشخبری بھی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْھَا وَاَنَابُوْٓا اِلَی اللّٰہِ لَھُمُ الْبُشْرٰی (زمر ع ۲) ۔ یعنی جو لوگ طاغوت کی عبادت اور غیبی تسلط کے اعتقاد کے تحت اس کے لئے تعظیمی افعال و اعمال بجا لانے سے اجتناب کریں اور یہ سب کچھ صرف اللہ ہی کے لیے بجا لائیں تو خوشخبری ایسے ہی لوگوں کے لئے۔ حاصل یہ ہے کہ غیبی تسلط اور مافوق الاسباب تصرف و قدرت کے اعتقاد کے تحت جو افعال تعظیمی بجا لائے جائیں وہ عبادت میں داخل ہیں اور ایسی تعظیم اللہ کے ساتھ خاص ہے اور اللہ کے سوا کسی پیغمبر، ولی، پیر و مرشد، استاد اور ماں باپ اور حاکم وقت وغیرہ کے لئے جائز نہیں۔

تعظیم کی دوسری قسم

تعظیم کی دوسری قسم یہ ہے کہ غیبی تسلط اور مافوق الاسباب قدرت و تصرف کا اعتقاد رکھے بغیر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم، اپنے استاذ، پیر و مرشد اور دوسروں کی تعظیم و تکریم بجا لانا، ان کی اطاعت کرنا، ان کے سامنے دو زانو بیٹھنا، ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا، ان کی خدمت میں تحفے تحائف اور ہدیے پیش کرنا وغیرہ وغیرہ یہ تعظیم چونکہ عبادت میں داخل نہیں اس لئے یہ اللہ کے سوا قابل احترام ہستیوں کے لئے جائز ہے کیونکہ اس میں وہ اعتقاد نہیں پایا گیا جو عبادت کی روح ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ عبادت اور غیر عبادت میں فارق اور مابہ الامتیاز نیت اور اعتقاد ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ تعظیم کی بعض صورتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ مخصوص ہیں وہ کسی بھی نیت سے غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہیں مثلاً سجدہ کرنا۔ خدا کے گھر کا طواف کرنا حلف اٹھانا (قسم کھانا) اور نذر و منت دینا وغیرہ یہ امور ایسے ہیں کہ ہر حال میں اللہ ہی کے لئے کرنے جائز ہیں۔ غیر خدا کے لئے بالکل ناجائز ہیں۔ اگر یہ امور غیر خدا کے لئے مذکورہ بالا اعتقاد (غیبی تسلط اور مافوق الاسباب قدرت) کے ساتھ کئے جائیں تو صریح شرک ہیں اور اگر اس اعتقاد کے بغیر کئے جائیں تو شرک نہیں ہوں گے لیکن اس صورت میں حرام ہوں گے۔ حاصل کلام یہ کہ تعظیم کے وہ افعال و اقوال جو خدا کے ساتھ مخصوص نہ ہوں اور ان کو مذکورہ بالا اعتقاد کے بغیر غیر خدا کے لیے بجا لایا جائے تو وہ عبادت میں شمار نہیں ہوں گے اس لئے ایسی تعظیم غیر خدا کے لئے جائز ہے۔

استعانت

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یہاں بھی مفعول کو فعل پر اس لئے مقدم کیا تاکہ حصر کا فائدہ حاصل ہو مطلب یہ کہ جس طرح عبادت صرف اللہ ہی کی ہونی چاہیئے اسی طرح استعانت (مدد طلب کرنا) بھی صرف اسی ہی سے ہونی چاہیئے۔ نہ کسی اور سے۔ استعانت یعنی حاجات و مشکلات میں پکارنا اور مدد مانگنا، چونکہ عبادت کی سب سے بڑی اور اہم شاخ ہے اس لئے عبادت کے بعد خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ ہر آدمی جو کسی معبود کی عبادت کرتا ہے۔ دنیوی زندگی کے اعتبار سے اس کی عبادت کا مقصد اور لب لباب یہی ہوتا ہے کہ اس کی تمام حاجتیں پوری ہو جائیں اور اس کی تمام مشکلیں آسان ہو جائیں اسی لئے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا (پکار) عبادت کا مغز اور لب لباب ہے۔ اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ ـــــ اور ایک روایت میں ہے اَلدُّعَآءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ (تفسیر ابن جریر ج ۲۴ ص ۴۶ ابو داؤد ج ا ص ۲۸ ترمذی ج ا ص ۱۷۳) یعنی پکار ہی اصل عبادت ہے قرآن مجید میں بھی لفظ عبادت بمعنی دعا اور پکار وارد ہوا ہے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دٰخِرِیْنَ (مومن ع ۶) اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔ اس آیت میں پہلے اللہ تعالےٰ نے اپنی پکار کا حکم فرمایا ہے پھر پکار کو لفظ عبادت سے تعبیر فرمایا جیسا کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ عبادتی سے مراد دعائی ہے یعنی اس آیت میں عبادت سے دعا اور پکار مراد ہے۔ تفسیر ابن جریر ج ۲۴ ص ۴۷ و ابن کثیر ج ۴ ص ۸۵) سورۂ زمر اور حوامیم کا مرکزی مقصد ہے۔ فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (مومن ع ۷) اور سورۂ فاتحہ میں اسی دعویٰ کو اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے بیان کیا گیا ہے اس طرح سارے قرآن کا مرکزی مضمون حوامیم میں اور حوامیم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں اور فاتحہ کا لب لباب اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں ہے۔

ایک شبہ ہم ہر وقت یہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ ہر انسان دوسرے انسان سے مدد مانگتا ہے اور اسے اپنی مدد کے لیے پکارتا اور اس سے مدد کی درخواست کرتا ہے۔ یہ باہمی مدد و امداد کا سلسلہ اس قدر وسیع اور ضروری ہے کہ اس کے بغیر دنیا کا کاروبار ایک منٹ بھی نہیں چل سکتا اور اس باہمی امداد کا ثبوت خود قرآن مجید میں بھی موجود ہے حضرت عیسٰے علیہ السلام نے جب یہودیوں کی شرارت بھانپ لی اور سمجھ لیا کہ وہ کفر پر اڑ گئے ہیں تو اعلان کیا:۔

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ (آلِ عمران ع ۵) اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں تو حواریوں نے جواب دیا کہ ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار۔ اسی طرح حضرت ذوالقرنین نے بھی ایک قوم سے مدد کی درخواست کی تھی۔ سورۃ کہف رکوع ۱۱ میں ہے فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ۔ یعنی تم لوگ قوت بازو سے میری مدد کرو۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو امداد باہمی کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (مائدہ ع ۱) اور نیکی اور خدا خوفی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر خدا سے مدد مانگنا جائز ہے آج کل کے اہل بدعت اس قسم کی چیزیں پیش کر کے عوام کو ورغلانے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جی خدا نے ایک دوسرے سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور حضرت عیسٰے علیہ السلام نے بھی اپنے متبعین سے مدد مانگی تھی۔ لہٰذا اولیاء اللہ سے بھی مدد مانگنا جائز ہے۔

اس کا جواب اہل بدعت کے قول سے معلوم ہوا العیاذ باللہ عوام الناس اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کے حاجت روا اور مشکل کشا ہیں کیونکہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے مدد مانگی اور ذوالقرنین نے اپنی قوم سے۔ یہ اہل بدعت بھی عجب کشمکش اور مخمصے میں مبتلا ہیں ایک طرف تو دعوی کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام حاجت روا اور مشکلکشا ہیں اور دوسری طرف عوام الناس کو انبیاء اور اولیاء کا حاجت روا سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ ربی

یہ تو الزامی جواب تھا۔ اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں جو استعانت اور استمداد اللہ کے ساتھ مختص کی گئی ہے وہ اور ہے اور جو استمداد و استعانت روزمرہ کی زندگی میں ہر آدمی دوسرے سے کرتا ہے یا جو انبیاء علیہم السلام نے اپنے متبعین سے کی وہ اور ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

استعانت کی دو قسمیں استعانت (مدد مانگنے) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک استعانت ماتحت الاسباب یعنی ظاہری اسباب کے تحت کسی سے مدد مانگی جائے۔ یہ وہ امداد ہے جو تمام انسانوں کو روزمرہ کی زندگی میں ایک دوسرے سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے حواریوں سے جو مدد مانگی تھی وہ بھی ماتحت الاسباب تھی جب انہوں نے محسوس کیا کہ یہود ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو حواریوں سے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ہے جو اللہ کے دین کے لیے میری امداد کرے۔ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار۔ یہ سارا معاملہ ماتحت الاسباب تھا حواری حضرت عیسٰے علیہ السلام کے پاس تھے۔ غائب نہیں تھے۔ انہوں نے بالمشافہ حواریوں سے اسباب عادیہ کے تحت امداد طلب کی اسی طرح ذوالقرنین نے بھی یاجوج ماجوج کو روکنے کے لئے دیوار بناتے وقت لوگوں سے جو کہا تھا۔ اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ۔ کہ تم لوگ قوت بازو یعنی کام سے میری مدد کرو یہ مدد بھی ظاہری اسباب کے تحت تھی۔ نہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے حواریوں کو غائبانہ پکارا اور نہ ان سے مافوق الاسباب مدد مانگی اور نہ ہی ذوالقرنین نے اپنی قوم سے ایسا کیا۔ جس طرح ظاہری اسباب کے تحت مدد و امداد جائز ہے اسی طرح اسباب عادیہ کے تحت پکار بھی جائز ہے یعنی جو آدمی سامنے موجود ہو اسے پکار کر (یعنی اے فلاں کہکر) کوئی ایسا کام کرنے کا کہا جائے جو اسباب عادیہ کے تحت اس کی قدرت میں ہو مثلاً اسے کہا جائے کہ مجھے پانی پلادو یا بازار سے سودا سلف لادو وغیرہ۔ قرآن مجید میں ہے۔ جنگ احد میں وقتی افراتفری کی بنا پر جب کچھ صحابہ کرام حضور علیہ السلام سے علیحدہ ہوگئے تو آپ نے ان کو واپس بلایا۔ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ (آل عمران ع ۱۶) اور رسول پیچھے سے تم کو بلا رہے تھے حضور علیہ السلام کا یہ بلانا اور پکارنا اسباب ظاہری کے تحت تھا۔ اور آواز ان کو دی جا رہی تھی جو میدان احد میں آپ کی آواز سن رہے تھے۔ یہ پکار ماتحت الاسباب ہے اور اس کے بغیر دنیا کا کاروبار ہی نہیں چل سکتا۔ ایک جگہ فرمایا لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (نور رکوع ۹) یعنی جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو نام سے اور بلند آواز سے پکارتے ہو اس طرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ پکارا کرو۔ معلوم ہوا کہ جو استعانت (امداد باہمی) اور پکار عادی اسباب کے تحت ہو وہ نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کے سوا دنیا کا کاروبار ہی نہیں چل سکتا اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں اس قسم کی استعانت کا حصر مقصود نہیں اور نہ ہی اس کی قرآن میں ممانعت ہے۔

استعانت کی دوسری قسم ہے مافوق الاسباب یعنی اسباب عادیہ کے بغیر کسی کو دور و نزدیک سے غائبانہ پکارا جائے اور اس سے استمداد کی جائے یہ پکار اور استعانت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور اللہ کے سوا کسی پیغمبر، فرشتہ یا ولی سے ہرگز جائز نہیں۔ تمام انسانوں بلکہ جانداروں کی مافوق الاسباب مدد اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اس کی امداد میں قرب و بعد کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ استمداد غیر خدا سے شرک ہے۔ اور یہی وہ استمداد و استعانت ہے جس کا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں حصر ہے۔ اس موقع پر تفسیروں میں ایک سوال و جواب مذکور ہے کہ انسان ایک دوسرے سے کئی امور میں مدد لیتا ہے۔ پانی مانگتا ہے۔ روٹی مانگتا ہے۔ اور اس سے کئی ضرورت کی چیزیں طلب کرتا ہے۔ تو پھر اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا حصر کس طرح صحیح ہوا اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انسان ظاہری اسباب کے تحت ایک دوسرے سے جو امداد لیتا ہے۔ وہ ظاہری امداد بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے۔ کیونکہ مدد کرنے ولے انسان کے جسم و جان کو خدا ہی نے پیدا فرمایا ہے (اسے ہاتھ پاؤں اسی نے دیئے اور ان میں حرکت بھی اسی نے پیدا فرمائی لیکن استعانت اور استمداد کی مذکورہ بالا دو قسمیں (ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب) بیان کرنے کے بعد اس قسم کے سوال و جواب کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی

ایک مغالطہ بعض اہل بدعت اس موقع پر ایک اور مغالطہ پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ تو درست ہے کہ غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں بلکہ شرک ہے۔ خواہ کسی پیغمبر کی عبادت ہو یا فرشتہ اور ولی کی۔ لیکن انبیاء اور اولیاء کو حاجات و مشکلات میں امداد کے لیے غائبانہ پکارنا شرک نہیں بلکہ جائز ہے اور قرآن مجید کی جن آیتوں میں غیر خدا کی دعا سے منع کیا گیا ہے وہاں دعا سے مراد عبادت ہے نہ کہ پکار اور ثبوت یہ پیش کرتے ہیں کہ مفسرین نے یَدْعُوْنَ کی تفسیر یَعْبُدُوْنَ سے یَدْعُوْا کی یَعْبُدُوْا اور اُدْعُوْا کی اُعْبُدُوْا سے کی ہے۔

جواب غیر خدا کو غائبانہ مافوق الاسباب پکارنا شرک ہے اور اہل بدعت کا استدلال سراسر غلط ہے کیونکہ پہلے بالتفصیل بیان ہو چکا ہے کہ دعا اور پکار کی دو قسمیں ہیں ایک مافوق الاسباب اور دوم ماتحت الاسباب۔ پکار کی پہلی قسم عبادت ہے اور اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور دوسری قسم چونکہ عبادت نہیں اس لیے وہ غیر اللہ کے لیے بھی جائز ہے۔ اور یہی وہ پکار ہے جس سے مغالطہ دیا جاتا ہے۔

باقی رہا مفسرین کا تَدْعُوْنَ کی تفسیر تَعْبُدُوْنَ سے کرنا تو اس سے ان کا مقصد دعا کا حاصل معنی بیان کرنا ہے۔ اور یہ مطلب ہے کہ غائبانہ مافوق الاسباب دعا بھی عبادت ہی کا فرد ہے (بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ دعا اور پکار عبادت کا سب سے اہم فرد ہے) اور جس طرح عبادت اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں اسی طرح یہ دعا اور پکار بھی اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں شاہ ولی اللہ الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں "مفسرین حاصل معنی بطریق ابہام بیان می کنند مردمانِ ناواقف گمان می کنند کہ لفظی معنی کردہ اند۔ دعا بمعنی مطلق خواندن کسے را منع نیست۔ مراد از خواندن کسے را در غائبانہ حاجات است۔ لہٰذا مفسرین تفسیر بعبادت می کنند" شاہ صاحب کی عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا دو قسم ہے ایک غائبانہ حاجات میں یعنی مافوق الاسباب مفسرین کرام یَدْعُوْنَ کی یَعْبُدُوْنَ سے تفسیر کرکے اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ کہ مافوق الاسباب غائبانہ حاجات میں پکارنا عبادت ہے اس لیے اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر اللہ کے لیے شرک ہے۔ پکار کی دوسری قسم ماتحت الاسباب ہے اور وہ غیر اللہ کے لیے جائز ہے۔ جیسا کہ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ اور لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ میں ہے جیسا کہ تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے۔ نیز تمام اہل لغت نے دعا کے معنی خواندن (پکارنا) سے کیے ہیں عبادت سے نہیں کیے اور مفسرین کا کام لغوی معنی بیان کرنا نہیں بلکہ ان کا کام تو مطلب اور تفسیر بیان کرنا ہے۔

۵ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ پہلی آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے پھر ہر چیز اور ہر جاندار کو رفتہ رفتہ حد کمال تک پہنچانے والا بھی وہی ہے۔ سارے عالم کا نظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی متصرف و مختار ہے اور پھر محاسبۂ اعمال کے دن یعنی قیامت کے دن کا مالک بھی وہی ہے۔ جب انسان ان چاروں حقیقتوں کا اعتراف کرلے اور ان پر پختہ ایمان لے آئے تو وہ بلاساختہ پکار اٹھے گا اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یہ دراصل بندوں کا اپنے خدا سے عہد ہے کہ اے اللہ ہم صرف تیری ہی بندگی کریں گے صرف تجھے ہی حاجات و مشکلات میں مدد کے لیے پکاریں گے۔ اس کے بعد اهدنا الصراط المستقیم میں اسی عہد پر استقامت کی دعا مانگی جارہی ہے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ یہ سیدھی راہ جو تو نے ہمیں دکھادی ہے یعنی توحید اور صرف تیری عبادت و پکار اور صرف تجھی سے استعانت و استمداد کی راہ اس پر ہمیں قائم رکھ اور تادم آخر ہمیں اس پر چلا۔ الصراط المستقیم کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اس سے ایاک نعبد وایاک نستعین والا رستہ مراد ہے۔ اس صورت میں الصراط کا الف لام عہد خارجی کے لئے ہوگا۔ قرآن مجید کی دوسری کئی آیتوں میں صراط مستقیم سے توحید اور اللہ کی خالص عبادت و پکار کی طرف اشارہ ہے۔ ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے الصراط المستقیم کا یہ مفہوم بیان فرمایا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (مریم ع ۲) اور بے شک اللہ ہی میرا پروردگار ہے اور وہی تمہارا پروردگار اس لیے صرف اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی پکارو یہی ہے صراط مستقیم (سیدھی راہ) اور ایک جگہ تمام بنی آدم کو خطاب کرکے فرمایا اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (یٰس ع ۴) اے اولاد آدم کیا میں نے تمہیں اس بات کی تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی بندگی مت کرنا اور صرف میری ہی بندگی کرنا یہی ہے صراط مستقیم۔

الصراط المستقیم کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے مطلق راہ حق مراد ہے جو اسلام کے تمام احکام کو شامل ہے۔ مثلاً عبادات، معاملات، اخلاق، معاشیات، سیاسیات، احکام برزخ و اصول آخرت وغیرہ۔ والمراد به طريق الحق وهو ملة الاسلام (مدارک جلد ۱ ص ۷) سورۂ انعام رکوع ۱۹ میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔ وہاں پہلے اللہ تعالیٰ نے شرک سے منع فرمایا پھر والدین سے احسان اور حسن سلوک کا حکم دیا۔ پھر قتل اولاد، قتل نفس محرمہ اور دیگر تمام فواحش سے منع کیا۔ پھر یتیموں کی حق تلفی سے روکا پھر ناپ تول پورا کرنے اور ہر حال میں عدل و انصاف کو قائم رکھنے کا حکم دیا اور آخر میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ۔ اور بے شک یہ ہے میرا راستہ جو بالکل سیدھا ہے۔ سو اس راہ پر چلو۔ یہاں دین کے تمام احکام کو صراط مستقیم فرمایا۔

الصراط المستقیم مرکب توصیفی ہے اور المستقیم اس چیز کو کہتے ہیں جو بالکل سیدھی ہو اور اس میں کسی قسم کی کجی اور پیچ و خم نہ ہو اور الصراط المستقیم (سیدھی راہ) توحید یا پوری ملت اسلام کو اس لئے فرمایا کہ توحید کی راہ بالکل سیدھی ہے جس پر چلنے سے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر راہ توحید سے سرمو ہٹ گیا تو سیدھا جہنم میں پہنچے گا۔ اسی طرح ملت اسلام بھی سیدھی اور درمیانی راہ ہے۔ اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط جیسا کہ یہود نے حضرت عزیر کے بارے میں افراط اور حضرت مسیح علیہما السلام کے بارے میں تفریط سے کام لیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں افراط سے کام لیا اور حضرت خاتم نبوت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں تفریط کی اسی طرح باقی احکام شرعیہ میں بھی پہلی امتوں میں افراط و تفریط تھی لیکن شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کی اعتقادی اور عملی افراط و تفریط سے بالکل پاک ہے۔

لفظ ہدایۃ ہمیشہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ مفعول اول کی طرف ہمیشہ بلاواسطہ حرف جر اور مفعول ثانی کی طرف کبھی بواسطہ حرف جر مثلاً یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (یونس ع ۳) اور وَهَدَیْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (انعام ع ۱۰)۔ اور کبھی بلاواسطہ حرف جر مثلاً وَهَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (صافات ع ۴) اور وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (فتح رکوع ۱)۔ لیکن استعمال کی ان دونوں صورتوں کے معنوں میں فرق ہے۔ پہلی صورت میں ہدایۃ کے معنی ارائۃ الطریق۔ راہ نمودن یعنی راہ دکھانے کے ہوں گے۔ اور دوسری صورت میں اس کے معنی ایصال الی المطلوب بمنزل رسانیدن یعنی منزل مقصود تک پہنچانے کے ہوں گے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں نَا ضمیر منصوب متکلم مفعول اول ہے اور الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مفعول ثانی ہے جو بلاواسطہ حرف جر استعمال ہوا ہے۔ اس لئے ہدایت کے معنی یہاں ایصال الی المطلوب (منزل مقصود تک پہنچا دینے) کے ہیں۔ یہاں چونکہ منزل مقصود صراط مستقیم ہے اس لیے معنی یہ ہوں گے کہ ہم کو صراط مستقیم (سیدھی راہ) پر چلا اور اس پر قائم رکھ جیسا کہ حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے "چلا ہم کو راہ سیدھی" اور یہاں یہی معنی موزوں اور مناسب ہیں کیونکہ جب ایک شخص الحمد للہ سے ایاک نستعین تک بیان کردہ تمام باتوں پر ایمان لے آتا ہے اور ان پر عامل ہو جاتا ہے تو صراط مستقیم تو اس نے دیکھ لیا اور سیدھی راہ اسے مل چکی۔ اس لیے اب اهدنا الصراط المستقیم۔ میں وہ سیدھی راہ دیکھنے کی دعا نہیں کر رہا بلکہ وہ یہ التجا کر رہا ہے کہ اے اللہ جو سیدھی راہ تو نے مجھے دکھادی ہے۔ اب اس پر مجھے قائم رکھ ومعناه ادم هدايتنا (قرطبی ص ۱۴۸ ج ۱)

هداية کی دو قسمیں ہیں ایک فطری دوسری کسبی۔ فطری ہدایت تو انسان اور غیر انسان سب کے لئے عام ہے۔ اور اللہ کی طرف سے ہر ذی روح کو پیدائش کے ساتھ ہی عطا کی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (طٰهٰ ع ۲)۔ اور اس نے ہر چیز کو صورت عطا کی اور پھر اس کی راہنمائی فرمائی اور ایک جگہ فرمایا۔ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى (الاعلیٰ) وہ جس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا اور راہنمائی فرمائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتے ہی دانہ چگنے لگتا ہے جانوروں کے بچے پیدا ہوتے ہی پستان مادر سے دودھ پینے لگتے ہیں

آخر انھیں کون بتاتا ہے کہ یہ ہماری غذا ہے اور اسے حاصل کرنے کا مقام اور طریقہ یہ ہے یہ راہنمائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور ہر ذی روح کی فطرت میں ودیعت ہوتی ہے۔

ہدایت کی دوسری قسم کسبی ہے جو اللہ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام اور کتب سماویہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے پھر اس کے چار درجے ہیں۔ (۱) انابت یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنا اور ضد وعناد کو چھوڑ کر راہ ہدایت کی تلاش وجستجو کرنا۔ ہدایت صرف انھی لوگوں کو ملتی ہے جن میں انابت الی اللہ اور تلاش حق کا جذبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد ع ۴) اور دوسری جگہ فرمایا۔ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (شوریٰ ع ۱) یعنی اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق صرف ان لوگوں کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع اور انابت کرتے ہیں۔

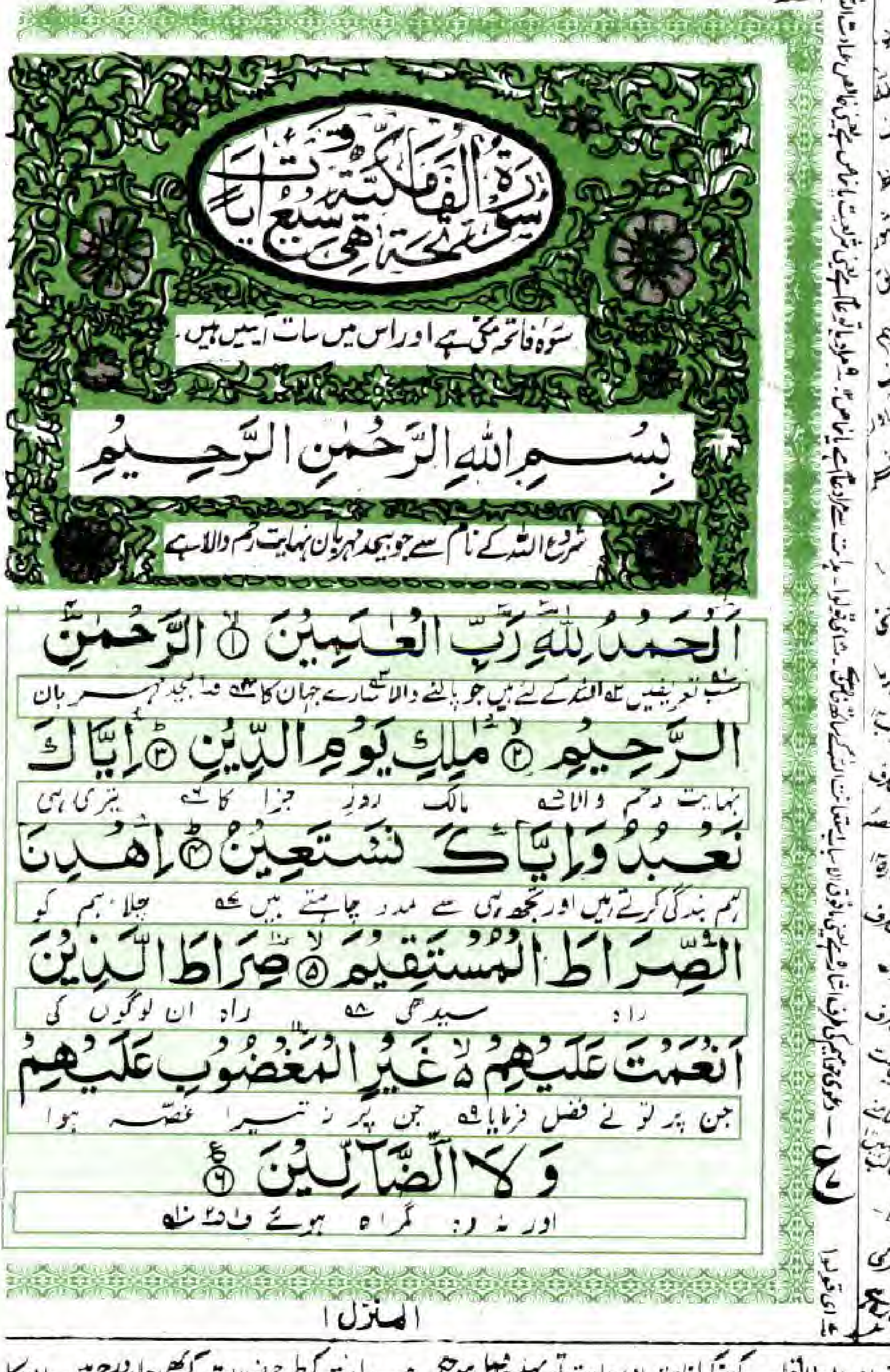

الفاتحۃ ۱ ۱۲ الٓمّٓ ۱

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورۂ فاتحہ مکی ہے اور اس میں سات آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ① الرَّحْمٰنِ
سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا بیحد مہربان
الرَّحِيْمِ ② مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ③ اِيَّاكَ
نہایت رحم والا مالک روز جزا کا تیری ہی
نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ④ اِهْدِنَا
ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں چلا ہم کو
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑤ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ
جن پر تو نے فضل فرمایا جن پر نہ تیرا غصہ ہوا
وَلَا الضَّآلِّيْنَ ⑥
اور نہ وہ گمراہ ہوئے

ع

المنزل ۱

(۲) ہدایت۔ یعنی سیدھی راہ پانا یہ انابت اور رجوع الی اللہ کے بعد حاصل ہوتی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

(۳) استقامت۔ ہدایت کے بعد استقامت کا درجہ ہے جب ایک آدمی کو ہدایت حاصل ہو جاتی ہے اور اسے صراط مستقیم مل جاتا ہے تو اب وہ اللہ کی ہدایت کے مطابق سیدھی راہ پر چلتا ہے اور اس پر قائم ہو جاتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم سجدہ ع ۴) اس میں دوسرے اور تیسرے درجہ کا بیان ہے قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ میں ہدایت آگئی اور ثُمَّ اسْتَقَامُوْا میں استقامت۔

(۴) ربط القلب۔ راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر استقامت کے بعد ربط القلب کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ درجہ رسوخ ایمان اور یقین کی پختگی کا سب سے اونچا اور بلند مقام ہے۔ جب مومن کو ایمان ویقین کا یہ درجہ حاصل ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے راہ ہدایت سے نہیں ہٹا سکتی اور نہ اس کے ایمان ویقین کو متزلزل کر سکتی ہے یہ درجہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے اصحاب کہف کو یہ درجہ حاصل تھا چنانچہ ارشاد ہے اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا الآیۃ (کہف ع ۲) وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی کر دی اور ان کے دل مضبوط کر دیئے اس آیت میں تین درجات کا ذکر ہے۔ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ میں ہدایت فَزِدْنٰهُمْ هُدًى میں استقامت اور وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ربط القلب کا ذکر ہے۔ ہدایت کا یہ درجہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حاصل تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ (حجرات رکوع ۱) لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق اور نافرمانی سے تم کو نفرت دے دی۔ انتہیٰ

میں ہدایت کے آخری دو درجے حاصل کرنے کی درخواست کی گئی ہے یعنی استقامت اور ربط القلب۔ کیونکہ انابت اور ہدایت تو پہلے حاصل ہو چکی ہے۔ ہدایت کی طرح ضلالت کے بھی چار درجے ہیں۔ ان کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ ۹ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے بدل الکل ہے اور بدل کا فائدہ یہ ہے کہ صراط مستقیم کی تفسیر اور تعیین ہو جائے یعنی صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر وہ لوگ قائم رہے جو الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے مصداق ہیں اور جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین مراد ہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اس طرف اشارہ ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ —— (بقیہ برصفحہ)

موضح قرآن ف جن پر تو نے فضل کیا ان سے چار فرقے مراد ہیں نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور جن پر غصہ ہوا وہ یہود اور گمراہوں سے نصاریٰ مراد ہیں۔ یہ سورت اللہ صاحب نے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ اس طرح کہ

فتح الرحمن ف ۱ مترجم گوید یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ و علیٰ ہذا القیاس واللہ اعلم ۱۲ ف ۲ مترجم گوید مراد از آنانکہ انعام کردہ شد بر آنہا چہار فرقہ اند نبیین و صدیقین و شہداء و صالحین و آنہا کہ خشم گرفتہ شد بر آنہا یہود اند و گمراہان نصاریٰ۔ آمین قبول کن دعا و ما ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۚ سُورَةُ البَقَرَة ۱؎ اس سورت کا نام مشہور تر یہی ہے بَقَرَةٌ کے معنی گائے کے ہیں چونکہ اس سورت کے آٹھویں رکوع میں گائے سے متعلق ایک قصہ بیان ہوا ہے اس لئے اسی مناسبت سے اس کا نام سورۃ البقرۃ یعنی وہ سورت جس میں گائے کا ذکر ہے، رکھا گیا۔

فضیلت: صحیح حدیثوں میں سورہ بقرہ کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہے۔ ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ان لکل شیء سناماً و ان سنام القرآن سورة البقرة (مستدرک ص۲۵۹ ج۱، جامع ترمذی ج۲ ص۱۱۴) وانظر تفسیر ابن کثیر ص۳۵ یعنی ہر چیز کا ایک اعلیٰ حصہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کا اعلیٰ و برتر حصہ سورۂ بقرہ ہے۔ قرآن مجید کی سورتیں کلام اللہ ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہیں البتہ مضامین کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہے۔ سورۂ بقرہ میں چونکہ تمام بنیادی عقائد توحید، رسالت، کتب، آخرت وغیرہ مرکزی اعمال (جہاد، انفاق، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) اور بعض اہم معاملات (نکاح، طلاق، عدت، قصاص، وصیت، رہن، قرض، سود وغیرہ) تفصیل سے مذکور ہیں۔ بلکہ وہ تمام مضامین جو پورے قرآن میں پھیلے ہوئے ہیں وہ تفصیلاً یا اجمالاً سامنے کے مادے اس سورت میں آگئے ہیں۔ اسی مناسبت سے بعض روایتوں میں اس سورت کا نام فسطاط القرآن بھی آیا ہے۔ فسطاط کے معنے خیمہ کے ہیں جس طرح خیمہ نیچے بیٹھنے والوں پر حاوی ہوتا ہے اسی طرح یہ سورت بھی قرآن مجید کے تمام مضامین پر حاوی ہے اس لئے اسے اس لحاظ سے باقی سورتوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ ایک حدیث میں آپ کا ارشاد ہے اقرءوا سورة البقرة فان اخذها برکة وترکها حسرة ولا یستطیعها البطلة (صحیح مسلم ج۱ ص۲۷۰ و مسند احمد ج۵) یعنی سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا باعث برکت اور اس کا ترک موجب حسرت و ندامت ہے سحر باطل پرست لوگ اس پر عمل نہیں کر سکیں گے۔

ربط: سورۂ بقرہ کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ کئی طرح سے ربط ہے ۱؎ اول ربط اسمی۔ یہ ربط حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص افادات میں سے ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ یہود گائے کی پرستش اور اس کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سامری نے جب سونے کا بچھڑا بنا کر ان کے سامنے لا رکھا تو سب اس کے سامنے جھک گئے اور اسے پوجنے لگے۔ یہود کے علاوہ خود مشرکین عرب بھی گاؤ پرستی میں مبتلا اور اس کے تقدس کے قائل تھے۔ جب کبھی بارش نہ ہوتی تو وہ گائے کی دم کے ساتھ گھاس پھونس باندھ کر اور اسے آگ لگا کر چھوڑ دیتے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ جب آگ سے گائے کی دم جلنے لگی تو وہ چیخ و پکار کرے گی اور اس کی چیخ و پکار اور بے چینی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت کا ایک سمجھدار اور سلیم الفطرت شاعر الورل الطائی ایسے ضعیف الاعتقاد مشرکین کو ملامت کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

لا در در رجال خاب سعیهم
یستمطرون لدی الازمات بالعُشَر

(ترجمہ) ان لوگوں کا بھلا نہ ہو جن کی کوشش ناکام ہوئی اور جو خشک سالی میں عُشَر (ایک پودا) کے ذریعہ بارش طلب کرتے ہیں (لسان العرب ج۲ ص۳۰)

اجاعل انت بیقوراً مسلعةً
ذریعةً لك بین الله والمطر

(ترجمہ) کیا تو اللہ اور بارش کے درمیان اس گائے کو وسیلہ بناتا ہے جس کی دم سے سلع (ایک پودا) کی ٹہنیاں بندھی ہوئی ہیں (مشکل القرآن ابن قتیبہ ص۱۲)

۱؎ تمہید میں تین بنا نزول کا ذکر علی سبیل لف و نشر مرتب ۱۲

۲؎ پہلی جماعت منعم علیہم کا ذکر

(الجزء ۱)

(معانقة ۱)

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَّسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ بقرہ مدنی ہے اور اس میں دو سو چھیاسی آیتیں اور چالیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى
ا ل م ۱؎ یہ کتاب بلاشبہ سراپا ہدایت ہے
لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ
ڈر والوں کے لئے ۲؎ جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا ۳؎ اور
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
قائم رکھتے ہیں نماز کو ۴؎ اور جو ہم نے دیا ان کو
يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ
اس میں سے خرچ کرتے ہیں ۵؎ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل
اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ
ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ
وہ یقینی جانتے ہیں ۶؎ وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے

اور اس وقت کے عیسائی آل عمران کے بعض بزرگوں کی الوہیت کے قائل تھے اور انہیں الگ مختار سمجھ کر حاجات و مشکلات میں پکارتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم صدیقہ کے متعلق عیسائیوں کے جو خرافاتی عقائد تھے وہ قرآن مجید میں جا بجا تفصیل سے مذکور ہیں۔ سورۂ بقرہ میں زیادہ تر روئے سخن یہود کی طرف اور سورۂ آل عمران میں نصاریٰ کی طرف ہے ان دونوں سورتوں میں زیادہ تر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ذکر آیا ہے۔ اس زمانہ میں جس طرح حقوق اللہ کو بےباکی سے پامال کیا جاتا تھا۔ اسی طرح حقوق العباد کو بھی نہایت بیدردی سے ضائع کیا جاتا تھا خصوصاً عورتوں کے ساتھ نہایت وحشیانہ اور غیر منصفانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ اور ان کی غلطی کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کی خوب حق تلفی کی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ اور سورۂ آل عمران کے بعد سورۂ نساء میں عورتوں کے حقوق کی وضاحت اور ان سے حسن معاشرت کی تلقین فرمائی تاکہ مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کریں اور اللہ کے خوان نعمت سے دنیا اور عقبیٰ

موضح القرآن ۱؎ یہ پہلی سورت ہے جو مدینے میں نازل ہوئی مگر ایک آیت وہ اتفاق حجۃ الوداع کے دن منا میں اتری۔ اس سورت کی پہلی آیتوں کے نازل ہونے کا سبب یہ کہ ایک کتاب کا وعدہ تھا اور کہا تھا کہ یہ کتاب وہ کتاب نہیں ہے جس کی خبر اگلی کتابوں میں دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے اس شک کو رفع کر کے کہ مومنوں کی مدح اور کافروں کی مذمت میں آیتیں بھیجیں۔

ہیں بہرہ مند ہو سکیں۔ اب ان سورتوں میں آپس میں ربط بطریق ذیل ہوگا۔ اللّٰھم ایاك نعبد و ایاك نستعین (فاتحہ) ولا نعبد ولا نستعین البقرۃ کما فعل الیھود والمشرکون (بقرۃ) ولا نعبد ولا نستعین آل عمران کما فعل النصاری (آل عمران) ونؤدی حقوق النسآء رغبۃ ونؤتی صدقاتھن نحلۃ (نسآء) فانزل علینا مآئدۃ انعامك وافضالك فی الدنیا والاخرۃ (مآئدۃ) اے اللہ ہم تیری بندگی کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور تیرے سوا کسی کی بندگی اور پرستش نہیں کرتے جس طرح یہود اور مشرکین عرب کرتے ہیں اور نصاریٰ آل عمران کے بزرگوں کی عبادت اور پرستش کرتے تھے۔ ہم عورتوں کے حقوق بہ رضا و رغبت ادا کرینگے بس اے اللہ دنیا و آخرت میں اپنے فضل و احسان اور انعام و اکرام سے سرفراز فرما۔

یہ آپس میں ربط سورۂ مائدہ تک ہے۔ اس کے بعد کا باہمی ربط سورۂ انعام کے شروع میں مذکور ہوگا۔

دوسرا ربط سورۂ فاتحہ میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے ہدایت کی درخواست کی گئی ہے اب سورۂ بقرہ کی ابتداء میں اس کی منظوری آگئی کہ یہی کتاب سرچشمۂ ہدایت ہے اور سیدھی راہ دکھاتی ہے اور پھر سورت میں ہدایت کا جامع اور مکمل پروگرام بیان فرمایا ہے۔

تیسرا ربط سورۂ فاتحہ میں تین جماعتوں کا ذکر تھا (۱) منعم علیہم (جن پر اللہ کا انعام ہوا) (۲) مغضوب علیہم (جن پر اللہ کا غضب ہوا) (۳) الضالین (گمراہ لوگ) منعم علیہم سے مومنین مراد ہیں جن کے حالات ہیں۔ باقی دونوں گروہ غیر مومنین کے ہیں ان کے بھی حالات ہیں۔ جیسا کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں بالتفصیل گذر چکا ہے۔ مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہیں جو فساد باطن کے ساتھ ساتھ فساد عمل میں بھی مبتلا ہیں یعنی نہ ان کے عقائد صحیح ہیں اور نہ اعمال درست ـــــ یہ کافروں کا گروہ ہے اور الضالین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف فساد باطن کا شکار ہیں اور ان کے عقائد میں کفر و شرک کی وہی گندگی موجود ہے۔ البتہ ان کے کچھ ظاہری اعمال مسلمانوں کے سے ہیں، یہ گروہ منافقوں کا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں ان تینوں جماعتوں کا ذکر اجمالی تھا۔ اب سورۂ بقرہ کی ابتداء میں لف و نشر مرتب کے طور پر قدرے تفصیل سے ان کا ذکر کیا گیا اور ساتھ ہی ان کے کچھ اوصاف اور ان کی جزا و سزا کا بیان بھی آگیا ہے۔ قال الامام الرازی ویحتمل ان یقال المغضوب علیھم ھم الکفار والضالون ھم المنافقون وذلك لانه تعالٰی بدأ بذکر المؤمنین والثناء علیھم فی خمس اٰیات من اول سورۃ البقرۃ ثم اتبعه بذکر الکفار وھو قوله ان الذین کفروا ثم اتبعه بذکر المنافقین وھو قوله ومن الناس من یقول اٰمنا فکذا ھنا بدأ بذکر المؤمنین وھو قوله انعمت علیھم ثم اتبعه بذکر الکفار وھو قوله غیر المغضوب علیھم ثم اتبعه بذکر المنافقین وھو قوله ولا الضآلین (تفسیر کبیر ص ۲۰۲ ج ۱)

چوتھا ربط سورۂ فاتحہ میں بندوں سے اِیَّاكَ نَعْبُدُ کے ذریعے اللہ کی توحید کا اقرار لیا گیا ہے اور عبادت و استعانت کے اللہ کے ساتھ مخصوص ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں اسی دعوائے توحید کو مختلف مقاصد کے پیش نظر تین جگہ ذکر کرکے ہر جگہ اسے دلیل عقلی سے واضح اور ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلے رکوع ۳ کی ابتداء میں یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ سے دعویٰ پیش کیا اور پھر اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ سے رِزْقًا لَّکُمْ تک دلیل عقلی پیش کی۔ دوسری دفعہ رکوع ۱۹ میں وَاِلٰھُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ سے دعویٰ پیش کیا اور اس کے بعد اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے یَعْقِلُوْنَ تک دلیل عقلی بیان کی۔ تیسری بار رکوع ۳۴ میں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ سے دعویٰ پیش کیا اور اس کے ساتھ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سے اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک عقلی دلیل پیش کی۔ دعوائے توحید کو تین بار ذکر کرنے کا مقصد جداگانہ ہے۔ پہلے موقع پر شرک فی الدعاء کی نفی مقصود ہے یعنی اللہ کے سوا غائبانہ دعاء اور پکار سننے والا اور کوئی نہیں۔ دوسرے مقام پر نذر و نیاز اور منت میں شرک کی نفی مقصود ہے۔ اور تیسری جگہ شفاعت قہری کی تردید مقصود ہے۔

خلاصہ مضامین توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، امور انتظامیہ اور امور مصلحہ ـــــ سورۂ بقرہ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں یہودی کافی تعداد میں آباد تھے۔ اس لئے اس سورت میں یہود کی اصلاح کا پہلو بہت نمایاں ہے کیونکہ یہودیوں میں بڑے بڑے سرمایہ دار اور بڑے بڑے عالم اور پیر موجود تھے ان کی اصلاح سے پوری قوم کی اصلاح ہو سکتی تھی۔

تمام انبیائے سابقین علیہم السلام اور تمام کتب سابقہ کی تعلیم و تبلیغ کا ماحصل اور ان کی دعوت کا مرکزی نکتہ توحید باری تعالیٰ تھا۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معبود و مستعان، مالک و مختار، نافع و ضار، نذر و منت کا مستحق اور حاکم و کارساز سمجھنا ـــــ سورۂ بقرہ کا مرکزی مضمون یہی دعوت توحید ہے۔ باقی تمام مضامین اسی کے گرد گھومتے ہیں۔ اور اسی کے متممات اور لوازمات ہیں۔ اس سورت میں چار جگہ دعوائے توحید کو عقلی دلائل اور عالمگیر حقائق و مسلمات سے مدلل اور واضح کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے تیسرے رکوع کی ابتداء میں یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ سے تمام بنی آدم کو توحید کی عام دعوت دی گئی اس کے بعد الذی خلقکم الخ سے تسلیم شدہ حقائق اور روزمرہ کے مشاہدات کے ذریعے اس کی وضاحت کر دی گئی۔ اس کے بعد انیسویں رکوع کے آخر میں وَاِلٰھُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ سے دعوت توحید کا اعادہ کیا گیا۔ اور ساتھ ہی اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں اسے آفاقی مشاہدات اور عقلی اور سائنٹیفک دلائل سے مدلل کیا گیا۔ آگے چل کر چونتیسویں رکوع میں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ میں پھر دعوائے توحید کا اعادہ کیا گیا اور اس کے ساتھ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ تا الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ سے عقلی دلیل بیان کر دی گئی۔ ان تینوں جگہوں میں دعوائے توحید اور دلیل عقلی دونوں ساتھ ساتھ مذکور ہیں۔ چوتھی جگہ یعنی سورت کے آخری رکوع میں لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ تا وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ میں دعوائے توحید پر دلیل عقلی پیش کر کے اسے اور زیادہ واضح اور مدلل کیا گیا ہے۔ دعوت توحید کے بار بار ذکر سے توحید کا ہر پہلو سے اثبات اور شرک کی ہر پہلو سے نفی مقصود تھی۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب تین قسم کے شرک میں مبتلا تھے۔ (۱) وہ انبیاء علیہم السلام، ملائکہ کرام اور اولیاء اللہ کو عالم الغیب اور با اختیار سمجھ کر پکارتے اور حاجات و مشکلات میں ان سے استعانت کرتے تھے (۲) وہ اپنے مفروضہ معبودوں کو راضی رکھنے کے لئے ان کے نام کی نذریں، منتیں، نیازیں اور چڑھاوے دیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے معبودوں کی یادگاریں قائم کی ہوئی تھیں اور ان کے نام کے استھان بنائے ہوئے تھے اور وہاں بصورت نقد، غلہ یا جانور وغیرہ ان کے نام کے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اس طرح ہمارے معبود ہم سے خوش ہو جائیں گے اور ہمارے مال اور اولاد میں برکت دیں گے۔ یا اللہ سے برکت دلائیں گے۔ (۳) وہ اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بنا کر پیش کرتے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ بزرگان دین جن کی ہم عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب اور پیارے ہیں کہ اللہ ان کی بات رد نہیں کرتا اور وہ جو مطالبہ کریں اللہ کو ماننا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں دعوائے توحید کا تین دفعہ ذکر فرما کر شرک کی تینوں اقسام کی نفی فرما دی۔ پہلے موقع پر شرک فی الدعاء یعنی پکار اور دعاء میں شرک کی نفی کی، دوسرے موقع پر نذر و نیاز میں شرک کی۔ اور تیسرے موقع پر شفاعت قہری کی نفی فرمائی۔

مرکزی مضمون اور باقی ذیلی مضامین کے اعتبار سے اس سورت کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ابتدائے سورت سے شروع ہو کر بائیسویں رکوع میں وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ پر ختم ہوتا ہے۔ اور دوسرا حصہ اسی رکوع میں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی سے لے کر سورت کے آخر تک چلا گیا ہے۔ پہلے حصے میں دو اعتقادی مسئلے بیان کئے گئے یعنی توحید اور رسالت اور دوسرے حصہ میں بھی دو ہی مسئلوں کا بیان ہے مگر ان کا تعلق عمل سے ہے یعنی جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ اور ساتھ ساتھ امور انتظامیہ اور امور مصلحہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں ابتدائے سورت سے لیکر پندرھویں رکوع میں وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ تک توحید کا مضمون بیان ہوا ہے۔ شروع کے دو رکوعوں میں بطور تمہید تین جماعتوں کا تذکرہ ہے جو دعوائے توحید کو ماننے اور نہ ماننے سے پیدا ہوئیں۔ پھر یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ سے دعوائے توحید اور اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ تا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ دلیل عقلی اور کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ تا اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ دلیل عقلی کا تتمہ بیان کیا گیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ نظام عالم کا مالک و مدبر اور کارساز اور ہر شئ جاننے والا

صرف اللہ ہی ہے اس لئے اپنی حاجات میں صرف اسے ہی پکارو۔ اس کے بعد توحید سے متعلق مشرکین کے دو شبہے ذکر کر کے ان کا جواب دیا ہے۔ مشرکین کا پہلا شبہہ یہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی پوجا اور پرستش اور انہیں پکارنے سے روکتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ مجھے اللہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کی پرستش سے منع کرے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا محمد جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے کہتا ہے اور (معاذ اباللہ) خدا پر افترا کرتا ہے جیسا کہ سورۂ یونس ع ۴ میں ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ تو اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ الخ سے اس کا جواب دیا مشرکین کا دوسرا شبہہ یہ تھا کہ ہم کس طرح محمد کا دعویٰ مان لیں اور اس کلام کو کس طرح خدا کا کلام سمجھ لیں حالانکہ اس میں اللہ کے نیک بندوں کے پکارنے کو بالکل حقیر چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ سورۂ عنکبوت ع ۴ میں ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ع ۴ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ کلام اللہ کا کلام ہے تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ الخ سے اس کا جواب دیا کہ مثال ممثل لہ کی وضاحت کیلئے ہوتی ہے اور مکڑی کی مثال سے مسئلہ توحید کو واضح کیا گیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے اعتراضات کی وجہ سے مثالیں بیان کرنا چھوڑ نہیں دیگا۔

مشرکین انبیاء و اولیاء کے علاوہ فرشتوں اور جنوں کو بھی پکارتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝ (سبا ع ۵) اس لئے اس کے بعد چوتھے رکوع میں وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ سے نوریوں، ناریوں اور خاکیوں کا ایک مسلم واقعہ بیان کر کے ثابت کیا کہ فرشتوں کو تو آدم خاکی کی فطری خوبیوں کا پتہ بھی نہ چل سکا اس لئے نہ وہ عالم الغیب ہیں اور نہ حاضر و ناظر لہٰذا وہ حاجات میں پکارے جانے کے لائق نہیں اور ابلیس اور اس کی ذریت کو بنی آدم کے ساتھ شروع ہی سے عداوت و دشمنی ہے اس لئے وہ کس طرح تمہارے حمایتی اور پکارے جانے کے لائق ہو سکتے ہیں جیسا کہ سورۂ کہف ع ۷ میں ہے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام تو جنت ہی میں بھول گئے تھے اور معبود اس عیب سے پاک ہوتا ہے اس لئے وہ بھی دعا و پکار کے لائق نہیں ہیں۔

مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں یہودی قوم آباد تھی۔ ان میں بڑے بڑے عالم، پیر اور نواب موجود تھے اس لئے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ میں دعوائے توحید کو عمومی طور پر بیان کرنے کے بعد پانچویں رکوع سے روئے سخن یہود کی طرف موڑ دیا ہے کہ اے عالمو، پیرو اور نوابو مسئلہ توحید کو مان لو۔ اگر تم نے نہ مانا تو تمہاری وجہ سے تمہارے معتقدین اور تمہاری رعایا بھی نہیں مانے گی۔ اور ان کا وبال بھی تم پر پڑیگا۔ اس مسئلے کو ماننے سے اگر تمہیں دنیوی ریاست اور نذر و نیاز کی آمدنیاں چھوڑنی پڑیں تو صبر کرو اگر مان لوگے اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے کی طرح اپنی نعمتوں سے نوازے گا اور اگر نہ مانا تو عذاب میں مبتلا کئے جاؤگے اس کو اُذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ تا وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ سے بیان فرمایا۔ پھر چھٹے رکوع سے گیارھویں رکوع کے آخر تک قوم یہود کی تذکیر و تفہیم کیلئے ان کے مختلف حالات و معاملات بیان کئے ہیں جن کی پانچ انواع ہیں۔ نوع اول میں وہ نعمتیں اور لعنتیں بیان کی گئی ہیں جو ان کے آباؤ اجداد پر ہوئیں تا کہ موجودہ بنی اسرائیل میں امید و خوف کا جذبہ پیدا ہو اور وہ دعوئ توحید کو مان لیں۔ نوع ثانی میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کے آباء و اجداد خدا کی نافرمانی کیا کرتے تھے اور اس کے حکموں میں حجت بازی کرتے تھے۔ نوع ثالث میں بیان کیا گیا کہ موجودہ بنی اسرائیل بھی اپنے باپ دادا کی طرح خدا کے احکام کو ٹھکرا رہے ہیں اور اس کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ نوع رابع میں کہا گیا کہ موجودہ بنی اسرائیل کے آباء و اجداد نے صرف انبیاء علیہم السلام کی تکذیب پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ جب انہوں نے مسئلہ توحید بیان کیا تو یہ لوگ انہیں قتل کرنے سے بھی نہ چوکے۔ نوع خامس میں بیان کیا گیا ہے کہ گذشتہ بنی اسرائیل نے سابقہ انبیاء کی تکذیب کی اور انہیں قتل کیا لیکن موجودہ بنی اسرائیل آخری نبی کی تکذیب کر رہے ہیں اور اس کے لائے ہوئے دعوئ توحید کو ٹھکرا رہے ہیں۔ اس کے بعد یہود کے ایک قول "نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ" کی پانچ طرح سے تردید کی گئی ہے اور آخر میں قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ اس تفصیلی وعظ و تذکیر سے بھی اگر یہودی ہدایت پر نہ آئیں اور مسئلہ توحید کو نہ مانیں اور اس ضد پر اڑے رہیں کہ جنت میں وہی جائیں گے اور کوئی نہیں جائیگا تو انہیں مباہلہ کا چیلنج دیا جائے کہ اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو میدانِ مباہلہ میں نکلیں۔ جب یہودی مباہلہ کیلئے تیار نہ ہوئے تب انہوں نے توحید پر شبہات وارد کرنے شروع کر دیئے اور غیر اللہ کی پکار کو جائز ثابت کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ پہلا شبہ ان کا یہ تھا کہ دعوائے توحید جو یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ میں مذکور ہے اس کا لانے والا جبرائیل فرشتہ ہے اور وہ اور میکائیل دونوں قدیم سے ہمارے دشمن ہیں اور ہمیشہ ہماری مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ دعوائے توحید بھی محض ہماری مخالفت کیلئے ہے اس لئے ہم اسے کبھی نہیں مانیں گے۔ دوسرا شبہ ان کا یہ تھا کہ ہمارے ورد و وظیفے جو حضرت سلیمان علیہ السلام سے منقول ہو کر ہم تک پہنچے ہیں ان میں غیر اللہ کی پکار موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے اور اسی پر ان کی حکومت کا مدار تھا۔ ان کا تیسرا شبہ یہ تھا کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جن کو اللہ نے جادو سکھانے کے لئے دنیا میں بھیجا تھا اور جادو میں غیر اللہ ہی کو پکارا جاتا ہے۔ تو جب خود اللہ نے غیر اللہ کی پکار کی تعلیم کیلئے فرشتوں کو بھیجا تو پھر یہ کیوں ناجائز ہے تو اللہ تعالیٰ نے رکوع ۱۲ میں قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ الخ سے شبہ اولیٰ کا جواب اور لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ تا وَمَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا سے شبہ ثانیہ کا جواب اور وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَكَیْنِ سے شبہ ثالثہ کا جواب دیا۔

جب یہود کے شبہات کا تسلی بخش رد کر دیا گیا اور اب انہیں انکار و دعویٰ کی کوئی وجہ نظر نہ آئی تو اب انہوں نے یہ سازش کی کہ مسلمانوں میں مل جل کر رہیں اور خفیہ طور پر ان میں موہم شرک الفاظ داخل کریں تاکہ آہستہ آہستہ غیر شعوری طور پر مسلمان بھی شرک میں مبتلا ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ پیغمبر علیہ السلام کو "رَاعِنَا" کہنا چھوڑ دیں کیونکہ یہ لفظ یہودیوں نے اپنی خفیہ سازش کے تحت مسلمانوں میں رائج کیا تھا تاکہ ان کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہو جائے کہ خدا کا پیغمبر بھی نگہبان ہے اور اس طرح وہ پھر شرک کی دلدل میں پھنس جائیں کیونکہ رَاعِنَا مراعاۃ سے ہے جس کے معنے نگہبانی کرنے کے ہیں اور رَاعِنَا کے معنی ہوں گے نگہبانی کر تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ اُنْظُرْنَا کہنے کا حکم دیدیا۔ آخر میں فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا سے یہ فرمایا کہ اہل کتاب ضد و عناد اور بغض و حسد میں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ وہ کبھی مانیں گے نہیں۔ اس لئے جب تک اللہ کی طرف سے جہاد کا حکم نہیں آتا۔ اس وقت تک صبر و تحمل اور درگذر سے کام لو۔

اس کے بعد یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کی پانچ معاندانہ باتوں کا شکوہ کر کے ان کا جواب دیا ہے۔ **پہلا شکوہ**۔ یہود و نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ ان کے سوا جنت میں کوئی نہیں جائیگا تو اللہ تعالیٰ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ سے اس کا جواب دیا۔ **دوسرا شکوہ**: یہودی کہتے تھے عیسائیوں کا دین باطل ہے اور عیسائی کہتے یہودیوں کا دین باطل ہے كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ (ع ۱۳) سے اس کا جواب دیا۔ **تیسرا شکوہ** مشرکین اللہ کے گھر میں خدا کی توحید بیان کرنے اور خالص اسے ہی پکارنے سے منع کرتے تھے جیسا کہ مقام حدیبیہ میں مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکا۔ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ الخ سے اس کا جواب دیا ہے۔ **چوتھا شکوہ**۔ یہودی کہتے حضرت عزیر خدا کا بیٹا اور اس کا نائب ہے، عیسائی حضرت عیسیٰ کو اور مشرکین فرشتوں کو خدا کی اولاد بتاتے اور انہیں کارسازی میں اللہ کے نائب سمجھتے تھے۔ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ سے اس کا جواب دیا۔ **پانچواں شکوہ**۔ مشرکین کہتے تھے کہ اللہ ہم سے کیوں ہمکلام نہیں ہوتا۔ اگر وہ براہِ راست ہم سے باتیں کرے تو ہم مان لیں گے كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے اس کا جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت یہ فکر رہتی تھی کہ مشرکین اور اہل کتاب ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ کا فرض صرف یہ ہے کہ آپ ان تک دعوت توحید پہنچا دیں باقی منوانا آپ کا کام نہیں اور اگر آپ یہ چاہیں کہ یہود و نصاریٰ آپ سے خوش ہو جائیں تو وہ تو صرف اس شرط پر آپ سے خوش ہوں گے کہ آپ ان کا دین قبول کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی کریں۔ اس کے بعد وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ میں بطور زجر فرمایا کہ اللہ کی طرف سے علم اور وحی آجانے کے بعد اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کر لی تو پھر آپ کو بھی خدا سے بچانے والا کوئی نہیں۔

ابتداءِ سورت میں دعوئ توحید کو الَّذِیْ خَلَقَكُمْ سے عقلی دلیل لا کر ثابت کیا گیا تھا۔ اب یہود کے حالات بیان کرنے کے بعد اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے دعوئ توحید پر نقلی دلیل پیش کی گئی ہے۔ یہودیوں میں جو

علما اور ربانیین ہیں وہ اس دعوی کو مانتے ہیں۔ اس کے بعد یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا (رکوع ۱۵) سے بنی اسرائیل کو دوبارہ یاد دہانی کرا کر توحید کی بحث کو ختم کر دیا ہے۔ آگے رسالت کی بحث ہے۔

اس کے بعد پندرھویں رکوع میں وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ سے بائیسویں رکوع میں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ تک رسالت کا بیان ہے۔ پہلے بطور تمہید حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا ہے جنہیں مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ اپنا روحانی و جسمانی باپ سمجھتے تھے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام جو بڑے پایہ کے پیغمبر تھے، جو ہر آزمائش میں پورے اترے اور جنہوں نے خانۂ کعبہ تعمیر کیا تھا۔ انہوں نے ہی اللہ سے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مکہ میں ایک رسول بھیجنا۔ اب وہ رسول آگیا ہے اور اس رسول نے کوئی نیا دعوی نہیں کیا بلکہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک جو تمام پیغمبر کہتے چلے آئے ہیں اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ ہم صرف خدا ہی کی عبادت کرینگے اور صرف اسے ہی پکارینگے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ کے تین غلط پروپیگنڈوں کا جواب بھی دیا ہے۔ پہلا پروپیگنڈہ ان کا یہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام وفات کے وقت وصیت کر گئے ہیں کہ وفات کے بعد ان کو پکارا کرنا تو اللہ تعالیٰ نے اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ سے اس کا رد فرمایا۔ دوسرا پروپیگنڈہ وہ یہ کرتے تھے۔ یہودی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر یہودی تھے اور عیسائی کہتے تھے کہ وہ عیسائی تھے اس لئے ان کا دعوی تھا کہ ہدایت صرف یہودیت اور نصرانیت ہی میں منحصر ہے۔ اور اس طرح وہ لوگوں کو اپنے دین کی طرف بلاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰھٖمَ حَنِيْفًا اور قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ سے اس کا جواب دیا۔ تیسرا پروپیگنڈہ ان کا یہ تھا ہم انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہیں اس لیے ہم پر کچھ مواخذہ نہیں ہوگا۔ اور ہم ان کے طفیل جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ سے تاکیداً دو دفعہ ان کے اس نظریے کی تردید فرمائی۔

اس کے بعد مشرکین عرب اور یہود کی طرف سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دو شبہات وارد کئے جاتے تھے ان کا جواب دیا ہے۔ پہلا شبہہ یہ تھا کہ تمام انبیاء و بنی اسرائیل کا قبلہ صدیوں سے بیت المقدس چلا آرہا ہے اور یہ پیغمبر ۱۶½ ماہ اسکی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتا رہا لیکن اب اس نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ انبیاء و بنی اسرائیل کا مخالف ہے یا اس پر اصل قبلہ مشتبہ ہو گیا ہے اور وہ حیران و سرگرداں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کے جواب میں تحویل قبلہ کی چار علتیں بیان فرمائی ہیں۔ دو اجمالی اور دو تفصیلی۔ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ الخ سے پہلی اجمالی علت بیان کی کہ تمام سمتیں اللہ کی ہیں وہ جس طرف چاہے منہ کرنے کا حکم دے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ سے دوسری اجمالی علت بیان فرمائی کہ علماء یہود اور اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ آخری پیغمبر کا قبلہ خانہ کعبہ ہوگا اگرچہ اب کتمان حق کر رہے ہیں اور وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ سے پہلی تفصیلی علت بیان فرمائی کہ تحویل قبلہ سے مخلص اور غیر مخلص کا امتحان مقصود ہے۔ اور لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ میں دوسری تفصیلی علت بیان فرمائی کہ تحویل قبلہ کا حکم تورات و انجیل میں مذکور ہے۔ اگر تحویل کا حکم نہ آتا تو اہل کتاب کو ایک عذر ہاتھ آجاتا۔ اس کے بعد مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کا شکر بجالائیں جس نے ان کو آخری اور ذو قبلتین (دو قبلوں والے) پیغمبر کی امت ہونے کا شرف بخشا ہے۔ دوسرا شبہ ان کا یہ تھا بلکہ بعض نو مسلموں کے دل میں بھی یہ خیال گذرا کہ صفا و مروہ پر تو آج تک بتوں کی پوجا ہوتی رہی ہے اب یہاں حج کے موقع پر اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ یہ جگہ اس قابل نہیں ہے تو اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (رکوع ۱۹) سے اس کا جواب دیا کہ صفا و مروہ تو اللہ کے دین کی یادگاروں میں سے ہیں اور اب بتوں سے پاک ہو چکی ہیں اس لئے اب وہاں بے کھٹکے اللہ کی عبادت کرو۔ دونوں شبہات کے درمیان يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ سے مسلمانوں کو صبر و استقلال کی تلقین فرمائی۔ ممکن ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد اہل کتاب و مشرکین سے مخالفت بڑھ جائے اور تمہیں ان کی طرف سے مالی و جانی نقصان برداشت کرنا پڑے اس لئے تم صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا۔ ان دو شبہات کے بعد اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ سے وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ تک علمائے اہل کتاب کو زجر فرمایا جو حق کو چھپاتے تھے یا اس کا انکار کرتے تھے۔ آگے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے اس دعوی توحید کا ذکر فرمایا جس کے کتمان و انکار پر اہل کتاب کو زجر کیا گیا پھر دعوی کو دلیل عقلی سے ثابت کرنے کے بعد وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ تک ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو دعوی توحید کو نہیں مانتے اور محبت و بندگی کا جو تعلق انہیں خدا سے رکھنا چاہیئے وہ ایسا تعلق غیر اللہ سے قائم کئے ہوئے ہیں اس کے بعد تمثیلاً اس تعلق کا مختصر بیان ہے جس میں دو چیزیں مذکور ہیں۔ اول تحریمات عباد یا تحریمات غیر اللہ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا سے اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (رکوع ۲۱) تک اس کا بیان کہ یہ بحیرے اور سائبے وغیرہ جو تم نے اپنی طرف سے حرام کر رکھے ہیں، یہ حرام نہیں ہیں بلکہ حلال و طیب ہیں۔ انہیں کھاؤ اور اپنی طرف سے کسی حلال چیز کو حرام مت ٹھہراؤ۔ دوئم نذر غیر اللہ اس کا ذکر اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ سے کیا کہ جو چیزیں غیر اللہ کی خوشنودی کیلئے ان کے نام پر بطور نذر و نیاز دیتے ہو یہ حرام ہیں اور اس کے ساتھ تین اور محرمات کا ذکر بھی فرمایا۔ آگے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ سے شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ تک ان لوگوں کے لئے زجر اور تخویف اخروی ہے جو حق بات بیان نہیں کرتے۔ اور غیر اللہ کی نذر و منت اور دیگر باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔

تحویل قبلہ کے بعد یہود و نصاریٰ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ تیز تر کر دیا اور ہر ایک نے نیکی اور عمل صالح کو اپنے ہی قبلے کی پیروی میں منحصر کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا سے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ تک اس کا جواب دیا کہ اصل نیکی مخصوص سمتوں کی پابندی نہیں ہے بلکہ اصل نیکی تو خالص ایمان اور عمل صالح ہے۔ جو شخص ایمان لائے، شرک سے بچے اور نیک اعمال بجالائے اصل میں نیک اور متقی تو وہ ہے یہاں تک حصہ اول ختم ہوا۔ آگے حصہ دوم شروع ہوتا ہے جس میں جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا بیان ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ صرف وہی قوم کر سکتی ہے۔ جو آپس میں منظم ہو اور جس کا اندرونی نظم و نسق درست ہو۔ اس لئے جہاد کے ساتھ ساتھ امور انتظامیہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں اسلامی طرز عمل کی وضاحت کی گئی ہے اور امور انتظامیہ کے بارے میں اسلامی احکام کی پابندی صحیح طور پر صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ انسان کے باطن کی اصلاح ہو جائے اور اس کی طبیعت میں صلاح و تقوی کی خوبیاں پیدا ہو جائیں اس لئے امور انتظامیہ کے دوش بدوش امور مصلحہ کا ذکر کیا گیا ہے اور امور انتظامیہ کا ذکر تین جگہ آیا ہے۔ پہلے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ سے حکم قصاص اور كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ سے حکم وصیت اور پھر رکوع ۲۳ میں وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ سے ناحق مال غیر کھانے، رشوت اور ناجائز مقدمہ بازی سے ممانعت فرمائی۔ اس کے بعد آگے چل کر پھر امور انتظامیہ کا بیان فرمایا۔ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً (رکوع ۲۸) سے قسم کے احکام اور لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ سے ایلاء کے اور وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ سے لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (رکوع ۳۱) تک نکاح و طلاق، عدت و رجعت، رضاعت اور بیوی سے حسن معاشرت کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ اور پھر رکوع ۳۹ میں اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ سے ادھار پر خرید و فروخت، باہمی لین دین اور شہادت وغیرہ کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ان امور انتظامیہ کے درمیان تین امور مصلحہ بیان کئے گئے ہیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ سے روزہ، وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (رکوع ۲۴) سے حج اور حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ (رکوع ۳۱) سے نماز کا حکم دیا ہے۔

تین امور انتظامیہ اور ایک امر مصلح کے بعد وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (رکوع ۲۴) سے جہاد کا حکم نازل فرمایا اور ساتھ ہی وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ انفاق کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ (رکوع ۲۵) سے اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (رکوع ۲۶) تک مختلف طریقوں سے جہاد کی ترغیب دی ہے۔ اس کے بعد

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ سے انفاق کا بیان دہرایا ہے اور پھر كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ سے جہاد کا حکم دیا ہے اس کے بعد رکوع ۲۷ میں اشہر الحرم میں قتال کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیا ہے کہ ان عزت والے مہینوں میں قتال واقعی بڑا گناہ ہے لیکن لوگوں کو توحید سے اور مسجد حرام میں اللہ کی خالص عبادت سے روکنا اور کفر و شرک پھیلانا اس سے بھی بڑا گناہ ہے اس لئے بڑے گناہ اور فساد کو روکنے کے لئے ان مہینوں میں قتال جائز ہے چونکہ اشہر الحرم میں قتال کی دو جہتیں تھیں۔ ایک جواز کی اور ایک عدم جواز کی۔ اس لئے اسی مناسبت سے پانچ ذو جہتین مسائل اس کے بعد ادھر بیان فرمائے ہیں (۱) شراب اور جوا (۲) انفاق (۳) یتیم کا خرچ اپنے ساتھ رکھنا (۴) نکاح اہل شرک (۵) حائضہ بیوی سے مجامعت پھر اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا میں اسرائیلیوں کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جو موت سے بھاگے تھے لیکن پھر بھی موت سے نہ بچ سکے اس کے بعد قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے دوبارہ جہاد کا حکم دیا اور مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ سے انفاق کی ترغیب دی۔ اس کے بعد اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ سے ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ تک بھی جہاد کی ترغیب ہے۔ اس میں بیان کیا ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھنے والی اور اس کی توحید قائم کرنے والی چھوٹی سی جماعت بھی بڑی جماعت پر غالب آسکتی ہے اس کے بعد يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا سے انفاق کا حکم ہے اور پھر اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ تک دعویٰ توحید سے دلیل عقلی کو دہرایا ہے جس کی خاطر جہاد اور انفاق مشروع کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد دو قاعدے بیان فرمائے ہیں۔ **پہلا قاعدہ** ایمان والوں کے دلوں میں اگر شبہات پیدا ہو جائیں تو اللہ ان کے شبہات دور کر کے توحید کا راستہ ان کے لئے واضح کر دیتا ہے اس کا بیان اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (رکوع ۳۴) میں ہے۔ **دوسرا قاعدہ**۔ جو لوگ عناداً حق چھپائیں شیطان ان پر مسلط ہو جاتا ہے اور انہیں اس حد تک گمراہ کر دیتا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا سے فِيْهَا خٰلِدُوْنَ تک اس کا ذکر ہے اس کے بعد ان دو قاعدوں پر لف و نشر مرتب کے طور پر تین قصے متفرع فرمائے ہیں۔ نمرود کی سرکشی اور حضرت ابراہیمؑ سے اس کا مناظرہ۔ یہ دوسرے قاعدہ پر متفرع ہے اور اس کے بعد حضرت عزیر اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے دونوں واقعے پہلے قاعدہ پر متفرع ہیں۔ یہاں تک تو جہاد کا بیان زیادہ تھا۔ اور انفاق کا کم۔ اب آگے انفاق کے اکثر پہلوؤں کا تفصیلی بیان ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ (رکوع ۳۶) سے وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (رکوع ۳۸) تک انفاق کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں مختلف طریقوں سے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ خرچ کرنے میں ریاکاری اور دکھلاوے سے بچنے اور محض خدا کی رضا جوئی کیلئے خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ صدقات و خیرات کے مستحق کون لوگ ہیں، خیرات کس طرح دینی چاہیئے، اللہ کی راہ میں کیسا مال خرچ کرنا چاہیئے، اور اس کے علاوہ بہت سے احکام متعلقہ انفاق بیان کئے گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی سود کی حرمت اور سود خواروں کیلئے دنیوی و اخروی تخویفیں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد رکوع ۳۹ کی ابتداء میں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ سے دعویٰ توحید کے اثبات میں چوتھی عقلی دلیل بیان فرمائی ہے جب پوری سورت میں دعویٰ توحید کو مختلف عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر دیا گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی پکارے جانے کے لائق نہیں اور اللہ کے سوا کوئی نذر و نیاز اور منت کا مستحق نہیں اور نہ ہی اس کے مقابلہ میں کوئی شفیع غالب ہے تو آخر میں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ سے اعلان کر دیا کہ خدا کا رسول اور تمام مومنین نظریۂ توحید کو کما حقہٗ مان چکے ہیں۔ لہٰذا اب انہیں صرف اللہ ہی کو پکارنا چاہیئے۔ اسی ہی کے سامنے آہ و زاری کرنی چاہیئے اور اسی ہی سے اپنی امیدیں وابستہ کر کے دعا و التجا کرنی چاہیئے۔ اس لئے سورت کے اختتام پر اللہ سے دعا مانگنے اور اسے پکارنے کا طریقہ تعلیم کیا گیا ہے۔

مختصر خلاصہ

سورۂ بقرہ کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اس کے دو حصے ہیں حصہ اول ابتداء سورت سے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (رکوع ۲۲) تک ہے اور دوسرا حصہ وہاں سے سورت کے آخر تک۔ حصہ اول میں دو مضمون بیان کئے گئے ہیں۔ توحید اور رسالت۔ ابتدائے سورت سے وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (رکوع ۱۴) تک توحید اور وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ سے حصہ اول کے آخر تک رسالت کا بیان ہے۔ گویا کہ پہلا حصہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی تشریح ہے۔ دوسرے حصہ میں مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح کے طریقے، اور اندرونی نظام کو درست کرنے کے لئے امور انتظامیہ بیان فرما کر مشرکین کے مقابلہ میں انہیں جہاد اور انفاق کا حکم دیا گیا ہے گویا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی خاطر مشرکین سے جہاد کا حکم فرمایا گیا ہے

سورت کی روح دینی اور دنیوی لحاظ سے منظم ہو کر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی خاطر مشرکین سے جہاد کرو۔

حصہ اوّل

(۱) تمہید (۲) توحید اور اس کے متعلقات (۳) رسالت اور اس کے متعلقات

تمہید۔ تمہید میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ جس ہدایت کی تمہیں طلب ہے وہ تمہیں کہاں سے ملے گی۔ دوم اس ہدایت کے رد و قبول کے اعتبار سے لوگوں کی مختلف جماعتوں کا ذکر۔ قدیم سے قدرت کا یہ قانون ہے کہ جب کوئی داعیٔ حق دعوتِ دین پیش کرتا ہے تو لوگ دو حصوں میں بٹ جایا کرتے ہیں۔ کچھ ماننے والے اور کچھ نہ ماننے والے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ (نمل ع ۴) اس کے بعد اگر اہل حق کو دنیوی اقتدار بھی حاصل ہو جائے تو نہ ماننے والوں میں ایک خوشامدیوں کا گروہ پیدا ہو جاتا ہے جو ظاہر میں دوست مگر باطن میں خطرناک دشمن ہوتا ہے۔ اسی طرح دعوتِ توحید کے آخری علمبردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے دین حق کی دعوت پیش کی تو حضرت ابوبکر صدیق، حضرت خدیجہ، حضرت علی، حضرت زیدؓ اور دوسرے جاں نثاروں نے آگے بڑھ کر آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ دوسری طرف ابولہب، ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور ولید وغیرہ آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ پہلی جماعت آپ کی صداقت اور آپ کے لائے ہوئے دین کی حقانیت پر دل و جان سے ظاہراً و باطناً ایمان رکھتی تھی۔ یہ مومنین کی جماعت کہلائی۔ دوسری جماعت سراً و علانیۃً آپ کی نبوت اور صداقت کی منکر تھی یہ کفار کی جماعت کہلائی۔ ہجرت کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مادی قوت اور دنیوی اقتدار سے بھی سرفراز فرما دیا تو اب کافروں میں ایک اور گروہ پیدا ہو گیا۔ یہ لوگ مادی فوائد اور دنیوی مصالح کی خاطر دورنگی چال چلنے لگے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے اور اسلام کے ظاہری احکام بجا لاتے مگر باطن میں دوسرے کافروں کی طرح کفر و شرک اور انکار و عناد کی نجاستوں سے ملوث اور آلودہ تھے۔ یہ منافقین کا گروہ تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب مسلمانوں کی معیت میں کوئی دنیوی نفع دیکھتے تو ان کے ساتھ ہو لیتے اور ان سے کہتے ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو (سورہ فتح ع ۲) اور جب سمجھتے کہ ان کی سنگت موت اور ہلاکت کے مرادف ہے تو کہنے لگتے ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ کہ ہمیں پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہنے دو (سورہ توبہ ع ۱۱) اور لنگڑے بہانے بنانے لگتے اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں۔ (سورہ احزاب ع ۲)

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں دعوت توحید پیش کرنے سے پہلے ان تینوں جماعتوں کا ذکر کر دیا ہے اور ساتھ ہی ان کے اوصاف اور ان کا انجام بھی بیان فرما دیا ہے تاکہ دعوت توحید کو قبول کرنے اور اسے رد کرنے کے نتائج و عواقب سامنے آجائیں اور انسان رد و قبول کے سلسلے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے۔

امرِ اوّل

جس ہدایت کے تم طالب و متلاشی ہو وہ تمہیں خدا کی کتاب میں ملے گی۔ ؎ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہیں جو قرآن مجید کی انیس سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں، مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے ان سورتوں کی ابتداء میں ذکر کرنے کی حکمتیں، ان کے ظاہری معانی اور ان کی تمثیلات بیان فرمائی ہیں۔ مفسرین کرام نے جو کچھ بیان کیا ہے اسے ان حروفِ مقطعات کے حقیقی معانی اور مراداتِ الٰہی تو نہیں کہا جا سکتا زیادہ سے زیادہ نہیں فوائد سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ حروف بے معنیٰ اور مہمل نہیں ہیں ان سے مراد خداوندی متعین ضرور ہیں لیکن اس کا بھید اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ ہذا علم مستور وسر محجوب استأثر اللہ تبارک وتعالیٰ بہ (تفسیر کبیر ص۲۲۷ ج۱، روح المعانی بمعناہ ص۹۲ ج۳) خلفائے راشدین اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ اسی طرح عامر شعبی، سفیان ثوری، ربیع بن خثیم، ابن حبان اور ابوبکر انباری رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اسی کے قائل ہیں (قرطبی ص۱۵۴ ج۱، ابن کثیر ص۳۶ ج۱، بیضاوی ص۵) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ لکل کتاب سر وسر القرآن اوائل السور (روح المعانی ص۱۰۰ ج۱، تفسیر کبیر ص۲۲۷ ج۱) یعنی ہر کتاب کا ایک بھید ہوتا ہے اور قرآن کا بھید سورتوں کے ابتدائی حصے یعنی حروفِ مقطعات ہیں۔ امام شعبی فرماتے ہیں۔ سر اللہ تعالیٰ فَلَا تَطْلُبُوْهُ (روح المعانی ص۱۰۰ ج۱، تفسیر کبیر ص۲۲۷ ج۱) یعنی یہ حروفِ مقطعات اللہ تعالیٰ کا بھید ہیں ان کے پیچھے مت پڑو۔

سورتوں کی ابتداء میں ان حروف کے ذکر کرنے میں جو حکمتیں مفسرین کرام نے بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اعمالِ شرعیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی حکمت اور علت ہماری سمجھ میں آ سکے، جیسے نماز، روزہ، اور زکوٰۃ۔ یہ بات بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ نماز میں قیام اور رکوع و سجود وغیرہ کے ذریعے اپنے مالک اور آقا کے سامنے انتہائی عاجزی اور بے چارگی کا اظہار مقصود ہے۔ روزہ سے شہواتِ نفسانیہ کو کمزور کر کے روحانی پاکیزگی حاصل کی جاتی ہے۔ بھوک کے تجربہ سے غریبوں اور بھوکوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور زکوٰۃ کے ذریعے ضرورت سے زائد دولت سوسائٹی کے معذور اور محتاج طبقہ میں تقسیم کر کے ان کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ دوسری قسم ان اعمال کی ہے جن کی حکمت اور علت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے مگر ہم ایسے اعمال بجا لانے کے مکلف ہیں جیسا کہ افعالِ حج ہیں مثلاً صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا) طواف میں رمل کرنا (کندھوں کو ہلا کر چلنا) اور جمرات پر کنکریاں پھینکنا۔ کمالِ انقیاد اور تسلیم اسی کا نام ہے کہ احکم الحاکمین کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے خواہ اس کی علت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ بلکہ اطاعت کرنے کے لئے علت دریافت کرنا بے ادبی میں داخل ہے۔

اعمالِ شرعیہ کی طرح اقوال کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ ہیں جن کا مفہوم ہماری سمجھ میں آ سکتا ہے۔ ایسے اقوال کے پڑھنے، ان کے معانی میں غور و فکر کرنے اور ان کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور کچھ اقوال ایسے ہیں جن کا مفہوم ہماری عقل و فہم سے ماوراء ہے مگر ہمیں ان کے حق ماننے اور پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے (تفسیر کبیر تفصیل ص۱۳۰ ج۱) سورۂ آلِ عمران کی اس آیت کا یہی مطلب ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (ترجمہ) وہ ایسا ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو محکم ہیں (یعنی ان کا مطلب واضح اور ظاہر ہے) یہی آیتیں (اس) کتاب کا اصلی مدار ہیں۔ اور اس میں کچھ آیتیں ایسی ہیں جن کی مراد مشتبہ ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس دین میں شورش ڈھونڈنے اور اس کا مطلب تلاش کرنے کی غرض سے اسی کے پیچھے ہو لیتے ہیں جس کی مراد مشتبہ ہے حالانکہ اس کا مطلب بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر اجمالاً یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔ اور نصیحت صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔

اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ قرآن مجید کی آیتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک "محکمات" یعنی وہ جن کا مطلب معلوم اور مراد متعین ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ان کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔ دوسری "متشابہات" یعنی وہ جن کی مراد مشتبہ ہے، اور اللہ کے سوا ان کی صحیح مراد کسی کو معلوم نہیں۔ علمائے ربانیین کا متشابہات کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں لیکن ان کا اصل مقصد خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ متشابہات کی دو قسمیں ہیں قسم اول حروفِ مقطعات جو بعض سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں جیسے۔ الٓمٓ۔ الٓرٰ۔ الٓمٓرٰ۔ طٰہٰ۔ حٰمٓ وغیرہ (ابن کثیر ص۳۴۴ ج۱، روح المعانی ص۸۳ ج۳، خازن و معالم ص۲۶۹ ج۱، قرطبی ص۱۵ ج۱)۔ اور قسم دوم وہ الفاظ ہیں جن کے ظاہری اور لغوی معانی تو معلوم ہیں لیکن ان کی اصل مراد سوا اللہ کے کسی کو معلوم نہ ہو جیسے اللہ کی طرف یَدٌ (ہاتھ) وَجْهٌ (چہرہ) وغیرہ کی اضافت جیسے اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (سورہ بقرہ رکوع ۱۴) اور یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (سورۂ فتح رکوع ۱)

؎ اس آیت کریمہ میں ترکیب نحوی کی کئی صورتیں ہیں۔ (۱) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ مبتدا اور لَا رَیْبَ فِیْهِ جملہ اس کی خبر ہو۔ (۲) ذٰلِكَ مبتدا ہو اور الکتاب اس کی پہلی خبر اور لَا رَیْبَ فِیْهِ خبر بعد خبر ہو یا علیحدہ جملہ ہو۔ اس صورت میں الْكِتٰبُ کا الف لام حقیقت کیلئے ہو گا۔ اور ذٰلِكَ الْكِتٰبُ کا مطلب یہ ہو گا کہ کامل اور صحیح معنوں میں کتاب یہی (قرآن) ہے۔ (روح المعانی ص۱۰۷ ج۱) یا الکتاب کا الف لام عہد کیلئے ہو گا۔ اور اس سے اشارہ اس کتاب کی طرف ہو گا جس کے نزول کی بشارت تورات و انجیل کے ذریعے یہود و نصاریٰ کو مل چکی تھی اور وہ جانتے تھے کہ بنی اسماعیل میں آخری نبی پیدا ہو گا۔ اور اس پر اللہ کی طرف سے کتاب نازل ہو گی (روح المعانی ص۱۰۸ ج۱) مگر اس صورت میں لَا رَیْبَ فِیْهِ کو علیحدہ جملہ قرار دینا زیادہ موزوں ہو گا۔ اور ترجمہ یوں ہو گا بے شک یہ وہی کتاب ہے یعنی جس کی بشارت انبیائے سابقین دے چکے ہیں۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ای الکتٰب الذی اخبر الانبیاء المتقدمون بان اللہ تعالیٰ سینزلہ علی النبی المبعوث من ولد اسماعیل (تفسیر کبیر ص۳۰۳ ج۱)

ترکیب ۱ و ۲ میں هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ میں دو احتمال ہیں یا تو یہ جملہ پہلے مبتدا کی خبر بعد خبر ہو گا یا علیحدہ جملہ ہو گا۔ اور اس کا مبتدا هُوَ محذوف ہو گا۔ ان دونوں ترکیبوں کی صورت میں لَا رَیْبَ فِیْهِ کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کتاب کے اللہ کی طرف سے ہونے میں اور اس کے مضامین کی صحت اور واقعیت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہاں نفس قرآن میں شک کی نفی مقصود ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس میں کسی فرد بشر کو شک نہیں کیونکہ کسی آدمی کا قرآنی مضامین کی صحت یا اس کے من عند اللہ ہونے میں شک کرنا اس کے اپنے قصورِ فہم کا نتیجہ ہے، یہ ریب اس کے اپنے فہم میں ہے نہ کہ قرآن میں۔ اس لئے یہاں مقصود یہ ہے کہ یہ کتاب فی نفسہٖ ہر قسم کے شک و ریب سے پاک ہے۔ اس کے دلائل واضح اور براہین قاہرہ نے اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں چھوڑی (قرطبی ص۱۵۹ ج۱، مدارک ص۸ ج۱، کبیر ص۲۴۲ ج۱)

(۳) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ مبتدا، لَا رَیْبَ فِیْهِ جملہ معترضہ برائے تاکید هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ خبر۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہو گا۔ بے شک یہ کتاب ڈر والوں کے لئے سراپا ہدایت ہے۔ اس ترکیب کی صورت میں ریب کے متعلق کوئی اشکال وارد ہوتا ہے اور نہ ہی کسی لفظ کو مقدر ماننے کی ضرورت ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی ترکیب کو ترجیح دیا کرتے تھے

یہاں ایک شبہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی کئی دوسری آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب (قرآن) بلا تخصیص تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ (سورۂ بقرہ رکوع ۲۳) مگر اس آیت میں قرآن کے ہدایت ہونے کو متقی لوگوں کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلا شبہ قرآن تا قیامت تمام بنی آدم کے لئے ہدایت ہے۔ مگر چونکہ اس کی ہدایت سے فائدہ صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں خوفِ خدا ہو۔ اسلئے یہاں صرف متقین کا ہی ذکر کیا گیا ہے (تفسیر کبیر ص۲۶۷ جلد ۱، روح المعانی ص۱۱۱ جلد ۱) یا متقین سے مراد المنیبین الی اللہ الذین یتقون العند و یجتنبون العناد۔ یعنی جو لوگ اللہ کی طرف متوجہ اور راہِ حق کے طالب ہیں، جب وہ ضد و عناد کو بالائے طاق رکھ کر نظرِ انصاف سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ان پر یہ کتاب یقیناً ہدایت کی راہیں کھول دیگی اور ان کے دلوں کو ضرور نورِ ہدایت سے

روشن و منور کر دے گی۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ (سورہ مومن رکوع ۲) وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (شوریٰ ۲) مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ (سورۂ ق رکوع ۳) وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد رکوع ۴) قالہ الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ

امر دوم

یعنی ہدایت کو قبول کرنے اور اس کو رد کرنے کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسموں کا بیان

پہلی جماعت یعنی وہ لوگ جو ظاہر و باطن میں مسلمان ہیں۔ ان کی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں **۴** متقین کی پہلی صفت۔ یؤمنون ایمان سے ماخوذ ہے اور ایمان کے معنی دل سے ماننے اور تصدیق کرنے کے ہیں (قرطبی ص۱۶۲ ج ۱) اور غیب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حس و عقل کی رسائی اور دسترس سے ماوراء ہو۔ ما لا یقع تحت الشعور ولا تقتضیه بداهة العقل (روح المعانی ص۱۱۳ ج ۱) وهو قول جمهور المفسرین ان الغیب هو الذی یکون غائبا عن الحاسة (تفسیر کبیر ص۲۸ ج ۱) اور یہاں غیب سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کا ادراک عقل و حس سے ناممکن ہے اور ان کے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہے وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع و اخبار ہی سے معلوم ہے۔ مثلاً ذات باری تعالیٰ، فرشتے، کتب سماویہ، انبیائے متقدمین علیہم السلام، احوال برزخ، علامات قیامت، حشر و نشر، صراط و میزان، جنت و دوزخ وغیرہ۔ کل ما اخبر به الرسول علیه السلام مما لا تهتدی الیه العقول من اشراط الساعة وعذاب القبر والحشر والنشر والصراط والمیزان والجنة والنار الخ (قرطبی ص۱۶۳ ج ۱) انه ما اخبر به الرسول صلی اللہ علیه وسلم فی حدیث جبریل علیه السلام وهو اللہ تعالیٰ وملائکته ورسله والیوم الآخر والقدر خیره وشره الخ (روح المعانی ص۱۱۳ ج ۱، ابن کثیر ص۴۱ ج ۱، قرطبی ص۱۶۳ ج ۱، ابن جریر ص۸۶ ج ۱) تو آیت کا ماحصل یہ ہوا کہ وہ لوگ ان تمام امور کو جو ان کی عقل و فہم اور حس و ادراک سے باہر ہیں، محض پیغمبر علیہ السلام کی اطلاع پر سچا مانتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

یہاں ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ عالم غیب کی تمام اشیاء اور ان سے متعلق احوال و کوائف مثلاً عالم برزخ اور مابعد الحشر کی تفصیلات و کوائف کو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق ہی مانا جائیگا۔ ظن و تخمین اور عالم شہادت پر قیاس کے ذریعے عالم غیب کی کوئی چیز ثابت نہیں کی جا سکتی۔ عالم غیب کے امور جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں مثلاً عذاب قبر، حشر و نشر وغیرہ ان کا انکار کفر اور جو امور دلائل ظنیہ سے ثابت ہیں مثلاً زندوں کے بعض اعمال سے مُردوں کا منتفع ہونا (مثلاً ایصال ثواب) امت کے صلوٰۃ و سلام کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچنا، اور عالم برزخ میں ارواح کا اجساد مثالیہ میں متمثل ہو کر عبادات اور دیگر افعال بجا لانا وغیرہ ان کا انکار بدعت ہے اور وہ امور جن کی بنیاد محض ضعیف اور بالکل کمزور روایتوں پر ہو ان کے انکار سے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ ایسے امور کے رد و قبول میں قرآنی ارشادات اور صحیح روایتوں سے رہنمائی حاصل کی جائے گی۔ مُردوں کا سُننا، امت کے اعمال کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش ہونا وغیرہ ایسے ہی امور ہیں۔ ان امور کی پوری تحقیق اپنی اپنی جگہ آئے گی۔ **۵** متقی لوگوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ نماز قائم رکھتے ہیں۔ نماز قائم رکھنے سے اس کو اس کے تمام فرائض و واجبات، سنن و مستحبات اور حقوق و آداب کے ساتھ ادا کرنا مراد ہے۔ یاتون بها بحقوقها (تفسیر جلالین ص۴) عن ابن عباس اقامة الصلوٰة اتمام الرکوع والسجود والتلاوة والخشوع والاقبال علیها فیها وقال قتادة اقامة الصلوٰة المحافظة علی مواقیتها ووضوءها ورکوعها وسجودها (ابن کثیر ص۴۲ ج ۱) اقامتها عبارة عن تعدیل ارکانها وحفظها من ان یقع خلل فی فرائضها وسننها وآدابها (تفسیر کبیر ص۳۵ ج ۱) ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز کی ایک ظاہری صورت ہے اور ایک باطنی حقیقت، ظاہری صورت تو یہ ہے کہ شرعی طریقہ کے مطابق نمازی کا بدن، اسکے کپڑے اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہو۔ اور نماز کو اس کے تمام ظاہری ارکان و آداب کی شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے ادا کیا جائے اور نماز کی باطنی صورت یہ ہے کہ نماز کو فریضۂ خداوندی سمجھ کر محض رضائے مولیٰ کی خاطر پورے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کیا جائے اور نماز کے دوران نماز ہی کو اپنے دل کی توجہ کا مرکز بنایا جائے۔ خیالات فاسدہ اور وساوس شیطانیہ سے دل کو خالی اور پاک رکھا جائے۔ لہٰذا نماز کو ان تمام ظاہری اور باطنی حقوق کے ساتھ ادا کرنے کا نام اقامت صلوٰۃ ہے اور یہی متقین کی دوسری صفت ہے۔ اس صفت میں جس قدر کمال یا نقص ہوگا اسی قدر اتقاء میں فرق پڑ جائے گا۔ **۶** یہ متقین کی تیسری صفت ہے بعض مفسرین نے اس آیت سے "زکوٰۃ" مراد لی ہے مگر اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ آیت اپنے عموم پر ہی محمول ہے اور تمام حقوق مالیہ کی ادائیگی کو شامل ہے خواہ وہ واجب ہوں یا غیر واجب، مثلاً زکوٰۃ، نفلی صدقہ، قربانی، اپنی ذات اور اہل و عیال پر خرچ وغیرہ۔ واولی التأویلات بالآیة واحقها بصفة القوم ان یکون کانوا لجمیع اللازم فی اموالهم مؤدین زکوٰة کان ذلك او نفقة من لزمته نفقته من اهل وعیال وغیرهم ممن تجب علیهم نفقته بالقرابة والملك وغیر ذلك (ابن جریر ص۸۲ ج ۱، ابن کثیر ص۴۲ ج ۱) ویدخل فیه انفاق الواجب کالزکوٰة والنذر والانفاق علی النفس وعلی من تجب نفقته علیه والانفاق فی الجهاد اذا وجب علیه والانفاق فی المندوب وهو صدقة التطوع ومواساة الاخوان وهذه کلها مما یمدح بها (خازن ص۲۶ ج ۱) بلکہ آیت اس سے بھی زیادہ عموم کی متحمل ہے۔ لفظ "ما" اپنے عموم اور وسعت کی وجہ سے ان تمام انعامات کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائے ہیں۔ خواہ مادی انعامات جیسے مال و اولاد، دولت و ثروت اور قوت و صحت وغیرہ۔ خواہ علمی جیسے علم و ہنر، عقل و حکمت اور فہم و فراست وغیرہ۔ لہٰذا اپنی قوت و صحت اور اولاد کے ذریعے دوسروں کی مدد کرنا، علم و حکمت سکھانا، مفید اور مخلصانہ مشوروں سے تعاون کرنا یہ سب اس آیت کے تحت داخل ہیں (الانفاق) البذل من النعم الظاهرة والباطنة وعلم لا یقال به ککنز لا ینفق منه (روح المعانی ص۱۱۸ ج ۱) وقال بعض المتقدمین فی تاویل قوله تعالیٰ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ای مما علمناهم یعلمون (قرطبی ص۱۷۹ ج ۱) **۷** یہ متقین کی چوتھی صفت ہے۔ اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر ہے ایک وہ وحی جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ دوسری وہ وحی جو پہلے پیغمبروں پر اتری۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں پر ایمان لانے سے مراد صرف یہ ہے کہ انہیں اللہ کی طرف سے مانا جائے اور انہیں سچا سمجھا جائے ان پر عمل کرنا واجب نہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اُسے حق اور من عند اللہ ماننے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کیا جائے اور اپنی زندگی اس کی ہدایت کے مطابق بسر کی جائے۔ آپؐ کی وحی صرف قرآن مجید ہی میں منحصر نہیں بلکہ آپؐ کے تمام دینی ارشادات جو کتب احادیث میں موجود ہیں یہ سب وحی تھے تو جس طرح قرآن پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح قرآن کے علاوہ دوسری وحی کو ماننا بھی فرض ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وحی منقطع ہو چکی ہے اگر جاری ہوتی تو یہاں اس پر بھی ایمان لانے کا ذکر ضرور ہوتا۔ اس آیت میں جس ایمان کا ذکر ہے وہ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کے الفاظ بولے عالم غیب پر حاوی تھے۔ مگر اس آیت میں عالم غیب کی صرف دو چیزوں کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے یعنی گذشتہ وحی اور موجودہ وحی پر ایمان لانا۔ تو اس تخصیص بعد التعمیم سے یہود و نصاریٰ میں سے جو لوگ ایمان لا چکے تھے ان کی عزت افزائی اور ان کی فضیلت کا اظہار مقصود ہے۔ (روح المعانی ص۱۲۰ ج ۱، تفسیر کبیر ص۵۴ ج ۱، تفسیر مظہری ص۲۱ ج ۱) **۸** یہ متقین کی پانچویں صفت ہے۔ یہاں آخرت سے مراد دار آخرت یعنی قیامت ہے نہ کہ نبوت جیسا کہ منکرین ختم نبوت کا خیال ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ط (عنکبوت ع ۷) قیامت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ حشر و نشر، حساب و کتاب، جنت و دوزخ اور یوم قیامت کو جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب کچھ مانتے اور اس کے وقوع پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں تک تو دعوت توحید کو قبول کرنے والوں اور کتاب ہدایت سے منتفع ہونے والوں کی صفات و علامات کا ذکر تھا۔ اب آگے ان صفات کا ثمرہ اور ان کے حاملین کی جزا کا بیان ہے۔

[illegible]

وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے ف۵ بے شک جو لوگ (ضد اور عناد سے) منکر ہوئے
سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ
برابر ہے ان کو ف۷ تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان
لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی
نہ لاویں گے ف۸ (کیونکہ) مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان
سَمْعِھِمْ ۭ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ ۡ وَّلَھُمْ
کے کانوں پر ف۹ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے
عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ
بڑا عذاب ہے اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں
اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ
ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر اور وہ ہرگز
بِمُؤْمِنِیْنَ ۝۸ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ
مومن نہیں دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے یعنی ایمان
اٰمَنُوْا ۚ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَ
والوں سے ف۱۰ اور درحقیقت کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو ف۱۱ اور
مَا یَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَھُمُ
نہیں سوچتے ف۱۲ ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دی
اللّٰہُ مَرَضًا ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۢ بِمَا
اللہ نے ان کی بیماری اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے اس بات
کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ
جھوٹ کہتے تھے ۔ ف۱۳ اور جب کہئے ان کو

ع ۱ وقف لازم

[illegible]

ف۵ دونوں جگہوں میں اولئک کا اشارہ مذکورہ بالا صفات کے حاملین کی طرف ہے ۔ ای المتصفون بما تقدم من الایمان بالغیب واقام الصلوۃ والانفاق من الذی رزقہم لہم (تفسیر ابن کثیر ص۴۳ ج ۱) ای الذین ھذہ صفتھم (تفسیر خازن ص۲۶ ج ۱) ای اھل ھذہ الصفۃ (معالم ص۲۶ ج ۱) یعنی جو لوگ مذکورہ صفات سے متصف ہیں دنیا میں وہ سیدھی راہ پر ہیں اور آخرت میں بھی انہیں خاطر خواہ کامیابی ہوگی ۔ فان الہدی فی الدنیا والفلاح فی الاخرۃ (روح المعانی ص۱۲۵ ج ۱) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مفلحون کا تعلق دنیا اور آخرت دونوں سے ہو (تفسیر ابن کثیر ص۴۳ ج ۱) یعنی سیدھی راہ پر چلنے اور کتاب ہدایت پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور آخرت میں بھی اولئک ھم المفلحون ۔ میں ھم ضمیر فصل ہے جو حصر اور تخصیص کے معنی پیدا کرتی ہے ۔ (تفسیر بیضاوی ص۸ تفسیر مظہری ص۲۳ ج ۱) معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ مرتکب کبیرہ مخلد فی النار ہے اور اس کے لئے نجات نہیں کیونکہ اس آیت نے فلاح کو مذکورہ صفات والے مومنوں میں محصور کردیا ہے ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جن میں یہ صفات نہیں ہوں وہ فلاح سے محروم رہیں گے ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حصر مطلق فلاح کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ فلاح کامل کے اعتبار سے ہے ۔ یعنی فلاح کامل تو صرف انہی لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو مذکورہ صفات سے متصف ہوں گے ۔ البتہ مطلق فلاح ان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جن لوگوں میں بعض عملی خامیاں ہونگی نجات و فلاح تو آخر ان کو بھی حاصل ہوجائے گی وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ یدل علی انھم الکاملون فی الفلاح فیلزم ان یکون صاحب الکبیرۃ غیر کامل فی الفلاح (تفسیر کبیر ص۲۵ ج ۱) المراد المفلحون الکاملون فی الفلاح ویلزم منہ عدم کمال فلاح من لیس منھم لا عدم الفلاح مطلقًا (تفسیر مظہری ص۲۳ ج ۱ ، تفسیر بیضاوی ص۸) یہاں تک تو ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے کتاب ہدایت کو دل و جان سے مانا اور اسے اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا ۔ اب آگے دوسری جماعت کا ذکر ہے

دوسری جماعت (کفار)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دعوتِ حق کو ظاہرًا و باطنًا ٹھکرا دیا ، نہ دل سے مانا نہ زبان سے ، بلکہ اپنی پوری طاقت سے اس کی مخالفت کی ۔ ف۶ اس آیت میں کفروا سے مراد مطلق کافر مراد نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کی تبلیغ پر ہزاروں کافر ایمان لائے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے بلکہ اس سے مراد خاص قسم کے کافر ہیں یعنی وہ لوگ جو حق کو اچھی طرح سمجھ چکے اور پہچان چکے ہوں مگر محض ضد اور عناد کی وجہ سے اس کا انکار کرتے ہوں ۔ ضد و انکار کی وجہ سے ان کے ضمیر مردہ اور دل سیاہ ہوچکے ہیں اس لئے وعظ و نصیحت اور تبلیغ و انذار کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا ای ستروا الحق عنادًا (مدارک) مشرکین مکہ میں ابوجہل ، ابولہب ، ولید بن مغیرہ وغیرہ اور یہود کے بعض علما ، اور رؤسا مثلاً حیی بن اخطب کعب بن اشرف وغیرہ اسی قسم کے کافر تھے ۔ (ابوالسعود ص۲۱۳ ج ۱ قرطبی ص۱۸۴ ج ۱ نیشاپوری ص۱۴۳ ج ۱) جیسا کہ فرعون اور اس کی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وَجَحَدُوْا بِھَا وَاسْتَیْقَنَتْھَآ اَنْفُسُھُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (نمل ع ۱) یہی حال مشرکین مکہ کا تھا ۔ اور احبار یہود کے متعلق ارشاد ہے ۔ فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ (سورۂ بقرہ ع ۱۱) اور ءَاَنْذَرْتَھُمْ میں ہمزہ استفہام کے لئے نہیں ہے بلکہ تسویہ کے لئے ہے کیونکہ جو ہمزہ سواء ، ما ادری ، ما ابالی ، لیت شعری وغیرہ کے بعد آئے وہ تسویہ کیلئے ہوتا ہے ۔ اور علامت اس کی یہ ہے کہ مصدر اسکے مدخول کے قائم مقام ہوسکے (مغنی ابن ہشام ص۱۶ ج ۱) اور رضی شرح کافیہ ص۳۲۸ ج ۲) میں ہے ان الھمزۃ تستعمل مطردًا مع اَم التسویۃ اور اَمْ اس آیت میں احد الامرین کے لئے نہیں بلکہ یہ اُم متصلہ ہے اور تسویہ کیلئے (رضی شرح کافیہ ص۳۷۱ ج ۲ مغنی ص۳۹ ج ۱) ترکیب نحوی ۔ الذین کفروا موصول مع الصلۃ اسم اِنَّ ، سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ بتاویل المصدر ، مبتدا موخر اور یہ جملہ خبر اِنَّ ہے (تفسیر مظہری ص۲۳ ج ۱ ، رضی ص۱۷۳ ج ۲) لَا یُؤْمِنُوْنَ جملہ مفسرہ ہے جو ماقبل کی تفسیر کرتا ہے جملۃ مفسرۃ لاجمال ما قبلھا فیما فیہ الاستواء ع

موضح قرآن ف یہ آیت نازل ہوئی ان کے حق میں جن کی بابت کفر پر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم قدیم میں لکھ دی تھی جیسا کہ عتبہ و شیبہ و ابی جہل و ولید بن مغیرہ وغیرہ ۔ ف اس آیت کے نزول کا سبب یہ تھا کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے ابن ابی منافق اور اسکے یاروں سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور نفاق نہ کرو انہوں نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن نفاق کی نسبت ہماری طرف کرتے ہو [illegible] ۔ ف ایک آزار یہ تھا کہ جس دین کو دل نہ چاہتا تھا ناچار قبول کرنا پڑا اور دوسرا آزار اللہ نے زیادہ دیا کہ حکم کیا جہاد کا جن کے خیر خواہ تھے ان سے لڑنا پڑا ۔

(تفسیر مظہری ص۲۳ ج ۱، روح المعانی ص۱۲۹ ج ۱) یعنی ان کافروں کے حق میں آپ کے انذار اور عدم انذار کے یکساں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور وہ ایمان نہیں لائیں گے یا لَا یُؤْمِنُوْنَ جملہ اِنَّ کی خبر ہے۔ اور سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ الخ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ اوخبران والجملۃ قبلہا اعتراض (روح المعانی ص۱۳۰ ج ۱، تفسیر مظہری ص۲۳ ج ۱، مدارک ص۱۳ ج ۱) آیت کا مفہوم دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ ۱۱ یہ جملہ معللہ ہے اور ماقبل کی علت اور اس کا سبب بیان کر رہا ہے۔ اعلم انہ تعالیٰ لما بین فی الآیۃ انہم لا یؤمنون اخبر فی ھٰذہ الآیۃ بالسبب الذی لاجلہ لم یؤمنوا وھو الختم (تفسیر کبیر ص۲۷۰ ج ۱) خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ استیناف تعلیلی لما سبق من الحکم (ابو السعود ص۲۸۸ ج ۱) اشارۃ الی برھان لمی للحکم السابق (روح المعانی ص۱۳۱ ج ۱) یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انذار کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگ چکی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے۔ قبولِ حق کی تمام راہیں ان پر بند ہو چکی ہیں اس لئے اب وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور اس دولت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہیں گے۔ اب یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور اس طرح ان پر قبولِ ہدایت کی تمام راہیں روک دیں تو پھر اگر وہ ایمان نہیں لائے اور کفر پر مر گئے تو انہیں سزا کس قصور پر دی جائے گی؟ کیونکہ مُہر خداوندی کی وجہ سے وہ کفر پر مرنے پر مجبور تھے۔ لہٰذا یہ بات عدل و انصاف کے منافی ہے کہ ایسے لوگوں کو سزا دی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے، وہ کسی کو بلا قصور سزا نہیں دیتا اس آیت میں ان کافروں کا جو انجام بیان کیا گیا ہے وہ خود ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ دیکھنے سننے کیلئے اسے آنکھیں اور کان دیئے غور و فکر اور سوچ بچار کیلئے اسے دل و دماغ اور عقل و شعور کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ ارشاد ہے۔ وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (سورہ نحل رکوع ۱۱) پھر آفاق و انفس کے واضح اور روشن دلائل کے دفتر اس کے سامنے کھول دیئے تاکہ وہ اپنے حواس کے ذریعے ان میں غور و فکر کر کے حق و باطل میں امتیاز کر سکے۔ سَنُرِیْہِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِہِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ (حم السجدہ رکوع ۶) اور پھر اسی پر ہی بس نہیں کی بلکہ سیدھی راہ دکھلانے اور عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ حق سمجھانے کے لئے پیغمبر بھی بھیجے جنہوں نے دن رات اللہ کا پیغام انہیں سنایا اور ان کے تمام شبہات دور کر کے اللہ کی حجت ان پر قائم کی رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (سورہ نساء رکوع ۲۳) لیکن اس کے باوجود کہ حق ان پر واضح ہو گیا۔ اور انہوں نے حق کو اچھی طرح پہچان لیا۔ انہوں نے حق کو نہ مانا بلکہ محض ضد و عناد کی وجہ سے کفر و انکار پر ڈٹے رہے۔ نہ آنکھوں سے کام لیا نہ کانوں سے — نہ عقل و شعور ہی کو استعمال کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کفر و انکار ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر کے ان کی طبیعت ثانیہ بن گیا۔ ان کے حواس بیکار ہو گئے اور حق کا احساس و شعور ہمیشہ کیلئے ان سے رخصت ہو گیا۔ اور ان پر گمراہی کی ایک ایسی تاریکی اور ظلمت چھا گئی کہ اب وہ اس سے باہر نہیں آ سکتے۔ گمراہی کی اس کیفیت کو مہر سے تعبیر کیا گیا ہے تو یہ مہر جو لگی ہے تو وہ قانونِ تکوینی کے تحت اپنے اسباب و علل کی بنا پر لگی ہے۔ جب کوئی شخص حق کو پہچاننے کے بعد محض ضد و عناد کی وجہ سے اپنے ارادے اور اختیار سے کفر کو ایمان پر ترجیح دیتا ہے تو اس سے ایمان کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور اس کے حواس بیکار ہو جاتے ہیں اور وہ جدھر جانا چاہے اسے ادھر ہی کو دھکیل دیا جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَآ اَغْنٰی عَنْہُمْ سَمْعُہُمْ وَلَآ اَبْصَارُہُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُہُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ۔ (سورہ احقاف رکوع ۳) اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْہُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (سورہ نساء رکوع ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے حواس پر مُہر کا لگنا، اور سعادتِ ایمان سے ان کی ابدی محرومی، یہ ان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہیں۔ ان کے جحود و انکار اور ضد و عناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مُہر لگی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس مہر کی وجہ سے انہیں کفر پر مجبور کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ قدس اللہ روحہ اسے "مُہر جباریت" سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ اور عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

ایں نہ جبر و معنیٔ جباریست معنی جباریت را زاری ست

اب یہاں ایک اور سوال باقی رہ جاتا ہے کہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ میں مُہر لگانے کو اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مہر لگنا ان کے اعمال کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک تمام افعالِ عباد کا خالق خدا تعالیٰ ہے اور ہر کام کیلئے فاعلِ مباشر اور سبب کا ہونا ضروری ہے اور کام کو چونکہ تینوں سے نسبت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مخلوق ہونے کی نسبت، فاعل سے صدور کی اور سبب سے ترتب کی۔ اس لئے فعل کو تینوں کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کو قتل و غارت گری کے جرم میں پھانسی دے دی جاتی ہے تو اسے لوگ مختلف عبارتوں سے رائے زنی کریں گے۔ کوئی کہے گا "اللہ نے اس کا بیڑا غرق کر دیا" کوئی کہے گا "اس نے خود ہی اپنا خانہ خراب کر دیا" اور کوئی یوں گویا ہوگا کہ "بداعمالیاں اسے لے ڈوبیں" اپنی اپنی جگہ تینوں فقرے صحیح ہیں۔ جس نے اس مجرم کی تباہی کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے اس کی ہرگز یہ غرض نہیں اور نہ ہی سامعین نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس کی تباہی کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ مجرم بری الذمہ اور بے قصور ہے بلکہ اس کی تباہی کو اللہ کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا ہے کہ وہ خالق الافعال ہے۔ باقی رہی اس کی تباہی تو وہ اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح مہر لگانے کو مختلف نسبتوں کی وجہ سے مختلف ذوات کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ مُہر لگنے کا اصل سبب چونکہ ان کے اپنے اعمال تھے اس لئے کبھی اس کیفیت کو ان کے اعمال سے وابستہ کیا گیا۔ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ (تطفیف) اور کبھی ان معاندین نے اس مُہر کی سی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے سب کچھ اپنی ہی طرف منسوب کر لیا۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ (حم السجدۃ رکوع ۱) اور اللہ تعالیٰ چونکہ خالق الافعال، علۃ العلل اور مسبب الاسباب ہے اس لئے اس لحاظ سے مُہر لگانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کی گئی ہے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے اس لئے مُہر لگانے کو اللہ کی طرف منسوب کرنے سے ایمان سے ان کی محرومی، کفر پر موت اور ابدی عذاب کی ذمہ داری اللہ پر عائد نہیں ہوتی یہ سب کچھ ان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور ان کا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔

یہاں تک کافروں کا ذکر تھا۔ اس کے بعد منافقوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

تیسری جماعت (منافقین)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہری طور پر اسلام تو قبول کر لیا مگر باطن میں کافر ہی رہے۔ ان لوگوں نے زبان سے تو اسلام کا اقرار کیا۔ مگر دل سے انکار کیا۔ ۱۲ اس آیت میں منافقین کے ایمان کی حقیقت بیان فرمائی کہ زبان سے تو وہ اللہ کی توحید اور آخرت کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان کے دل یقین و ایمان اور تصدیق و اذعان سے یکسر خالی ہیں۔ اس کے بعد منافقت اور دو رُخی چال سے ان منافقین کی غرض و غایت بیان کی گئی ہے۔ ۱۳ اس دو رُخی چال سے وہ مسلمانوں کو فریب دیکر ان سے دنیوی اور مادی فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ظاہری طور پر اسلام قبول کر لینے سے دنیوی احکام میں وہ مسلمان ہی شمار ہوں گے۔ ان کا جان و مال محفوظ ہو جائے گا اور مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت اور

دیگر مادی فوائد میں وہ ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے۔ **یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ** پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ دھوکہ اور فریب تو اسے دیا جا سکتا ہے جو لاعلم ہو اور حقیقت سے ناواقف ہو لیکن اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اور ہر ظاہر اور ہر چھپی چیز کو جانتا ہے۔ اسے کیونکر دھوکہ دیا جا سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای **یخدعون رسول اللّٰہ** (تفسیر مدارک ص۱۵ ج۱، قرطبی ص۱۹۵ ج۱، مظہری ص۲۵ ج۱، خازن ومعالم ص۲۵ ج۱، کبیر ص۲۸۸ ج۱، روح المعانی ص۱۴۶ ج۱، نیشاپوری ص۱۵۳ ج۱، بحر المحیط ص۵۶ ج۱) یعنی وہ اللہ کے رسول کو دھوکہ دیتے ہیں (اس سے یہ بھی بخوبی ظاہر اور معلوم ہو گیا کہ ان تمام مفسرین اہل سنت وجماعت کا یہ متفقہ اور مسلمہ عقیدہ تھا کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب نہ تھے نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر) یا اللہ کو دھوکہ دینے سے ایمان والوں کو دھوکہ دینا مراد ہے کیونکہ اللہ والوں کو دھوکہ دینا اور وہ بھی صرف اس لئے کہ وہ مومن توحید کے پابند ہیں۔ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کو دھوکہ دینا۔ وقیل المراد بہ المؤمنون واذا خادعوا المؤمنین فکانھم خادعوا اللّٰہ تعالیٰ (خازن ص۲۵ ج۱) وقیل ذکر اللّٰہ ھٰھنا تحسین والمقصود بالمخادعۃ الذین اٰمنوا (معالم ص۲۵ ج۱) اس صورت میں واؤ تفسیریہ ہوگی۔ اور **وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** کا عطف ماقبل پر تفسیری ہوگا۔ **۱۴** منافق یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ اپنی اس دو رنگی پالیسی سے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر مزے کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو دھوکہ نہیں دے رہے بلکہ اپنی جانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اس منافقانہ روش سے غیر شعوری طور پر اپنی ہی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ **۱۵** مگر انہیں اس بات کا شعور واحساس تک نہیں ہے کہ ان کی یہ غلط روش خود انہی کی تباہی کا باعث ہوگی اور اس کا وبال خود انہی پر پڑے گا۔ (قرطبی ص۱۹۷ ج۱، معالم ص۲۵ ج۱) اگلی آیت میں منافقین کے حال پر مزید روشنی ڈالی ہے۔ **۱۶** ان کے باطن کی خرابی اور فساد عقائد کو بیماری سے تعبیر فرمایا۔ والمرض عبارۃ مستعارۃ للفساد الذی فی عقائدھم (قرطبی ص۱۹۷ ج۱) اور یہ لفظ نفاق، شک، ریب، جحود وانکار، پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے عداوت اور بغض وحسد وغیرہ سب کو شامل ہے۔

فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ شکٌّ وَّنِفَاقٌ (معالم ص۳۰ ج۱، ابن جریر ص۹۳ ج۱) سنحمی ھھنا لما فی قلوبھم من الجھل وسوء العقیدۃ وعداوۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وغیر ذلک من فنون الکفر والسعو ومجازا بان یستعار لبعض اعراض القلب کسوء الاعتقاد والغل والحسد والمیل الی المعاصی فان صدورھم کانت تغلی علی رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ وسلم غلاً وحنقاً (تفسیر نیشاپوری ص۱۵۴ ج۱) اور بیماری عضو کی اس غیر طبعی حالت کا نام ہے جس کی وجہ سے عضو کے طبعی افعال میں خلل وفتور واقع ہو جائے۔ یہ تمام امور چونکہ دل کو خدا کی معرفت اور اس کی سچی اطاعت اور مخلصانہ عبادت سے روکتے ہیں اس لئے یہ سب روحانی اور قلبی امراض ہیں۔ (من الکبیر بتصرف) **۱۷** شک ونفاق اور بغض وحسد کی یہ بیماری جو ان کے دلوں کو لگی ہوئی تھی کم ہونے کے بجائے روز بروز بڑھتی گئی۔ جوں جوں قرآن نازل ہوتا ان کا کفر ونفاق بڑھتا جاتا کیونکہ ہر آیت کے ساتھ وہ منافقانہ سلوک کرتے۔ بظاہر اسے مانتے لیکن دل میں اس کا انکار کرتے یا جوں جوں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو دشمنوں پر غلبہ واقتدار حاصل ہوتا گیا اور دین اسلام کی شان وشوکت میں ترقی ہوتی گئی تو ان کے دلوں کی جلن اور تکلیف اور ان کے سینوں میں بغض وحسد کی آگ بڑھتی گئی۔ وزیادۃ اللّٰہ تعالیٰ مرضھم اما بتضعیف حسدھم بنعم اللّٰہ تعالیٰ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم والمؤمنین او ظلمۃ قلوبھم بتجدد کفرھم بما ینزلہ سبحانہ شیئاً فشیئاً من الاٰیات والذکر الحکیم (روح ص۱۵۰ ج۱) **فَزَادَھُمُ اللّٰہُ** میں فاء تعقیب کیلئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فاء کا مابعد ماقبل پر مرتب ہے۔ والفاء للدلالۃ علی ترتب مضمونھا علیہ (ابو السعود ص۳۰ ج۱) یعنی ان کی بیماری انہیں کی بد اعمالیوں اور بد پرہیزیوں کا نتیجہ ہے۔ باقی رہا اضافہ مرض کو خدا کی طرف منسوب کرنا تو وہ محض اس لئے ہے کہ وہ مسبب الاسباب ہے اور فاعل حقیقی ہے۔

آیت کے ان دونوں حصوں میں منافقین کے انجام کی علت اور سبب کا بیان تھا آگے ان کے انجام کا ذکر ہے۔ **۱۸** منافقین خبث باطن اور فساد عقیدہ کی خطرناک بیماری میں مبتلا تھے۔ خدا کی طرف سے آیاتِ شفا لگاتار نازل ہوتی رہیں مگر انہوں نے ان سے اعراض کیا اور ان سے فائدہ اٹھانے کی ذرا سی کوشش نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا مرض بڑھتا گیا اور آخر ان کی ہلاکت کا باعث ہوا اور وہ دائمی عذاب اور دردناک سزا کے مستحق قرار پائے۔ **بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ** میں باء سببیت کے لئے اور ما مصدریہ ہے۔ (روح ص۱۵۱ ج۱، ابو السعود ص۳۰ ج۱) اور فعل ناقص دوام واستمرار کیلئے ہے (ابو السعود، روح ص۱۵۲ ج۱) یعنی مسلسل کذب بیانی اور نفاق پر لگاتار اصرار کی وجہ سے انہیں مذکورہ سزا کا حکم سنایا گیا ہے اور یہاں جھوٹ بولنے سے وہی نفاق مراد ہے یعنی دل میں اسلام کا انکار چھپائے ہوئے ہیں مگر زبان سے **اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ** کا اقرار کرتے ہیں۔ ومعناہ بکذبھم وقولھم اٰمنا ولیسوا بمؤمنین (قرطبی ص۱۹۹ ج۱) ای بکذبھم فی قولھم اٰمنا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر (مدارک ص۱۶ ج۱)

آگے منافقین کی مزید خباثتیں ذکر کر کے ان کے حال کو اور واضح کیا گیا ہے۔ **۱۹** منافقین بظاہر مسلمان تھے لیکن در پردہ کافروں سے ربط قائم کر رکھا تھا مسلمانوں کے پوشیدہ راز ان تک پہنچاتے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے اور اس طرح فتنہ وفساد کیلئے زمین ہموار کر رہے تھے۔ وکان فساد المنافقین فی الارض انھم کانوا یمایلون الکفار ویمالئونھم علی المسلمین بافشاء اسرارھم الیھم واغرائھم علیھم وذلک مما یؤدی الی ھیج الفتن بینھم (مدارک ص۱۶ ج۱) والفساد منہا النفاق الذی صافوا بہ الکفار فاطلعوھم علی اسرار المؤمنین فان کل ذلک یؤدی الی خراب الارض وقلۃ الخیر ونزع البرکۃ وتعطل المنافع (روح ص۱۵۳ ج۱) **۲۰** یعنی ہم نے تو مسلمانوں اور کافروں دونوں فریقوں سے میل جول قائم رکھا ہے اس سے ہمارا مقصود صرف دونوں فریقوں میں صلح وآشتی کی فضا پیدا کرنا ہے اور کچھ نہیں ان ھذہ المداراۃ سعی فی الاصلاح بین المسلمین والکفار (کبیر ص۲۸۸ ج۱) قالوا انما نرید الاصلاح بین المؤمنین واھل الکتاب (ابن جریر ص۹۷ ج۱) **۲۱** یہ منافقوں کے دعوے کا نہایت ہی بلیغ طریقہ سے رد ہے۔ جملہ مستانفہ لا کر اور حرف تنبیہ سے سامعین کو متوجہ کر کے حرف تاکید اور کلمہ حصر سے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ یہ لوگ مصلح ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں حالانکہ فتنہ وفساد کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں اور زیادہ تر فساد انہیں کے ذریعے پھیل رہا ہے۔ **۲۲** ان کے دل مرض نفاق کی وجہ سے اس حد تک مردہ اور بے حس ہو چکے تھے کہ اصلاح وفساد میں امتیاز نہیں کر پاتے اور شر وفساد کو امن واصلاح قرار دے رہے ہیں۔ وھذا انما نشأ عن جھل مرکب فاعتقدوا الفساد صلاحا واصروا واستکبروا استکبارا (روح ص۱۵۳ ج۱) **۲۳** یہ منافقین کی دوسری خباثت ہے۔ زبان سے آمنا کہہ کر مومن ہونے کا دعویٰ تو وہ پہلے ہی کر چکے تھے۔ یہاں دوبارہ انہیں ایمان لانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ وہ منافقانہ طور پر ایمان لائے ہوئے تھے اب انہیں مخلصانہ طور پر ایمان لانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ای ایمانا مقرونا بالاخلاص بعیدا عن النفاق (کبیر ص۲۸۹ ج۱) مقرونا بالاخلاص خالصا عن شوائب النفاق (روح ص۱۵۵ ج۱) اور الناس میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مراد مہاجرین وانصار ہیں یا وہ مومنین مراد ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لا چکے تھے۔ عبداللہ بن سلام وغیرہ من مؤمنی اھل الکتاب قیل کما اٰمن المھاجرون والانصار (معالم ص۲۹ ج۱) انھا للعھد ای کما اٰمن رسول اللہ و من معہ وھم ناس معھودون او عبداللہ بن سلام واشیاعہ (کبیر ص۲۸۹ ج۱، مدارک ص۱۷ ج۱) **۲۴** یہ منافقین کا قول ہے اور لفظ سفہاء سے انہوں نے صحابہ کرام پر طنز کیا ہے یعنی ہم (خاکش بدہن) ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں جو اپنے نفع ونقصان کو بھی نہیں سمجھتے۔ وانما سفھوھم جھلاً منھم حیث اشتغلوا بما لا یجدی فی زعمھم (روح ص۱۵۵ ج۱) امام رازی فرماتے ہیں کہ منافقین صاحب اقتدار لوگ تھے وہ دولت واقتدار کے نشہ میں مخمور طبقہ دین اسلام کو باطل سمجھتا تھا اور جو شخص باطل دین کو قبول کرے وہ بیوقوف ہوتا ہے (کبیر ص۲۸۹ ج۱) جیسا کہ آج کل روشن خیالی کے مرض میں مبتلا اور نشہ اقتدار میں بدمست طبقہ دین کا درد رکھنے والوں اور ان کی خدا اور رسول کے احکام سے بغاوت پر حرف گیری کرنے

والوں کو کم فہم، دقیانوسی اور موجودہ دور کے تقاضوں سے بے خبر وغیرہ القاب سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ بعینہ ان منافقین کی تقلید ہے۔ ۲۵ یہاں بھی اسی زور اور تاکید کے ساتھ منافقین کا ردّ کیا گیا ہے۔ یعنی اصل میں بے وقوف تو وہ خود ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کے متفقہ دین کو قبول کرنیوالوں پر سفاہت اور کم عقلی کا الزام لگا رہے ہیں۔ الا انهم هم السفهاء دون المؤمنين المصدقين بالله وبرسوله وثوابه وعقابه (ابن جریر ص۹۹ ج۱) ۲۶ ان کی جہالت اور نادانی کا یہ عالم کہ وہ اپنی اس کھلی ہوئی حماقت اور سفاہت کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

فائدہ ان آیتوں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی ہے یہ آیتیں ان کے مومنین مخلصین ہونے کا بیّن اور ناقابل تردید ثبوت ہیں۔ ان کا ایمان اس قدر کامل، شوائب نفاق سے اس قدر پاک، خدا کے نزدیک اسقدر پسندیدہ اور مقبول ہے کہ اسے منافقین کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ نیز اس مبارک جماعت کو بیوقوف کہنے والوں کو پرلے درجے کے بیوقوف قرار دیا ہے ۲۷ یہ منافقوں کی تیسری خباثت ہے کہ جب وہ باثر اور مخلص مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم خالص ایمان لا چکے ہیں آمنا سے منافقین مسلمانوں کو اس بات کا یقین دلانا چاہتے تھے کہ اب انہوں نے نفاق چھوڑ دیا ہے اور دل سے خالص ایمان قبول کرلیا ہے کیونکہ ان کا زبانی ایمان تو مسلمانوں کو پہلے بھی معلوم تھا۔ فالمراد اخلصنا بالقلب والدليل عليه ان الاقرار باللسان كان معلوماً منهم (کبیر ص۲۰۹ ج۱) مگر یہی لفظ ان کے نفاق کی غمازی کرتا ہے کیونکہ مسلمانوں کو پہلے سے اس نفاق کا علم تھا اب اس کی تردید کیلئے اور ان کے دلوں میں اپنے اخلاص کا سکہ بٹھلانے کے لئے انہیں کوئی تاکیدی جملہ استعمال کرنا چاہئے تھا مگر اس کے باوجود وہ سرسری طور پر صرف اٰمَنَّا کا لفظ استعمال کرتے ہیں اس لئے کہ نفاقِ قلبی کی وجہ سے وہ تاکیدی جملے کو گوارا نہیں کرسکتے۔ ۲۸ خلا کا صلہ عام طور پر با آتا ہے مگر یہاں اِلٰی آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں خلا ذہاب کے معنی کو متضمن ہے اور مطلب یہ کہ منافقین مسلمانوں سے ملنے کے بعد جب اپنے لیڈروں کے پاس جاتے ہیں تو وہاں مسلمانوں کے سامنے کئے ہوئے اقرار کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ اس تضمین کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے منافقین کی منافقت خوب عیاں ہوجاتی ہے۔ لہٰذا اِلٰی ذاهبين محذوف سے متعلق ہے جو خَلَوْا کے فاعل سے حال ہے۔ ای خلوا ذاهبين الى شياطينهم۔ اور شیاطین سے علمائے یہود، اور شرک و کفر کے لیڈر مراد ہیں۔ شياطينهم سادتهم وكبراؤهم رؤساؤهم من احبار اليهود ورؤس المشركين والمنافقين (ابن کثیر ص۵۱ ج۱) ۲۹ یعنی دین اور ایمان اور عقیدہ میں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ إنا مصاحبوكم وموافقوكم على دينكم (مدارک ص۱۸ ج۱)، ۳۰ یعنی ہم دل سے تھوڑے مسلمان ہیں۔ دل سے تو تمہارے ساتھ ہیں۔ مسلمانوں کے سامنے ایمان کا اظہار محض استہزاء اور تمسخر کے طور پر اور انہیں بیوقوف بنانے کے لئے کرتے ہیں۔ تاکہ وہ ہمیں مسلمان سمجھیں اور ہم سے مسلمانوں کا سا معاملہ کریں۔ ہمارا مال و جان محفوظ ہوجائے اور ہمیں مال غنیمت وغیرہ میں سے حصہ ملا کرے۔ انما نستخف بهم فی ذلك القول ونصون دماءنا واموالنا وذرياتنا (بحر ص۶۸ ج۱)، ۳۱ بعض اوقات "جرم" کی سزا پر لفظ "جرم" کا اطلاق کردیا جاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس تمسخر اور استہزاء کی سزا دیگا۔ ان ينتقم منهم ويعاقبهم ويسخر بهم ويجازيهم على استهزائهم فسمى العقوبة باسم الذنب (قرطبی ص۲۰۷ ج۱) اور بعض نے کہا کہ جس طرح منافقین مسلمانوں کو بنا رہے ہیں اسی طرح اللہ بھی منافقوں کو بنا رہا ہے اور ان سے تمسخر کا سا معاملہ کر رہا ہے مثلاً دنیا میں ان پر اسلام کے احکام جاری کر رکھے ہیں اور انہیں مہلت دے رکھی ہے جب وہ کفر و سرکشی کی انتہا کو پہنچ جائینگے تو اچانک دھر لئے جائینگے۔ منافقین ان چیزوں کو اپنے حق میں مفید سمجھ رہے ہیں مگر حقیقت میں یہ چیزیں ان کی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہیں۔ والاية جارية على سبيل التمثيل والمراد يعاملهم سبحانه معاملة المستهزئ اما في الدنيا باجراء احكام الاسلام واستدراجهم من حيث لا يعلمون (روح ص۱۵۸ ج۱) ۳۲ دوسری تفسیر کے مطابق یہ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کا بیان ہے۔ معطوف على قوله سبحانه اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ كالبيان له على الرای (روح ص۱۵۹ ج۱)، فِي طُغْيَانِهِمْ، يَمُدُّهُمْ سے متعلق ہے اور يَعْمَهُوْنَ ضمیر مفعول سے حال ہے یعنی وہ انہیں سرکشی اور گمراہی میں بڑھا رہا ہے اور وہ بے اطمینانی اور شک و تردد میں حیران و سرگرداں پھر رہے ہیں۔ ۳۳ اُولٰٓئِكَ سے مذکورہ منافقین کی طرف اشارہ ہے جن کی خیانتوں کا ابھی ابھی ذکر ہوا ہے۔ ان کی تمام خیانتوں کا سرچشمہ اختیاری گمراہی ہے

لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪
فساد نہ ڈالو ملک میں ۲۰ تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ۲۱
اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ⑫
جان لو وہی ہیں خرابی کرنے والے ۲۲ لیکن نہیں سمجھتے ۲۳
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا
اور جب کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے سب لوگ یعنی ۲۴ صحابہ تو کہتے ہیں
اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ
کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بے وقوف ۲۵ جان لو وہی ہیں
السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ⑬ وَاِذَا لَقُوا
بے وقوف ۲۶ لیکن نہیں جانتے ۲۷ اور جب ملاقات کرتے ہیں
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى
مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں ۲۷ اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں (یعنی
شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ
سرداران یہود و مشرکین) ۲۸ کے پاس (جاکر) تو کہتے ہیں بیشک ہم تمہارے ۲۹ ساتھ ہیں ہم تو
مُسْتَهْزِءُوْنَ ⑭ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
ہنسی کرتے ہیں (یعنی مسلمانوں سے) ۳۰ اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے ۳۱ اور ترقی دیتا ہے
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑮ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا
ان کو ان کی سرکشی میں (اور) حالت یہ ہے کہ وہ ۳۲ (شک و تردد میں) حیران پھر رہے ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی
الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا
گمراہی (قطعی) ہدایت کے بدلے ۳۳ سو نافع نہ ہوئی ان کی سوداگری اور نہ
كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ⑯ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ
ہوئے وہ راہ پانے والے ۳۴ ان کی مثال ۳۵ اس شخص کی سی ہے جس نے

یہ لوگ چونکہ نفاقی مفادات کیوجہ سے توحید کو مانتے تھے اور مشرکین سے زیادہ مفر سمجھتے اس لئے ان کے حالات زیادہ بیان کئے گئے ۱۲

مثال فریق ثانی یعنی مشرکین ۱۲

انہوں نے راہ ہدایت کو چھوڑ کر راہ ضلالت پر چلنے کی ٹھان لی ہے۔ اشتراء کے معنیٰ خریدنے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ خریداری کیلئے ضروری ہے کہ قیمت خریدار کے پاس موجود ہو۔ یہاں ہدایت کو گمراہی کی قیمت قرار دیا گیا ہے جس کے عوض منافقوں نے گمراہی مول لی تو اس سے لازم آتا ہے کہ منافقین پہلے ہدایت پر تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ شروع ہی سے منافقانہ طور پر ایمان لائے تھے تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں اشتراء بمعنی استبدال نہیں بلکہ محض ترجیح اور اختیار کے معنیٰ میں ہے ان الاشتراء مجاز عن الاختیار فکانه تعالیٰ قال اختاروا الضلالة علی الهدیٰ (روح ص۱۶۹ ج ۱) یعنی انہوں نے ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی اور ہدایت کی بجائے گمراہی کو اختیار کیا۔ لیکن اس صورت میں باء بدلی کی بجائے بمعنیٰ علیٰ ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اشتراء اپنے حقیقی معنوں ہی میں ہے اور ہدایت سے مراد وہ فطری ہدایت ہے جو اللہ نے انسان کی فطرت میں رکھی ہے۔ المراد بالهدیٰ الجبلی وقد کان حاصلاً لهم حقیقةً فان کل مولود یولد علی الفطرة (روح ص۱۶۹) اس صورت میں تمام الفاظ اپنی حقیقت پر رہتے ہیں اور کسی قسم کے مجاز کا ارتکاب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ۳۴؎ مگر یہ سودا ان کیلئے نفع بخش ثابت نہ ہوا اور ہوتا بھی کیسے انہوں نے یہ سودا ہی بے عقلی اور بے بصیرتی سے کیا ہے اور ایک ایسی چیز خرید لی ہے جس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ ۳۵؎ عام مفسرین کی رائے کے مطابق اب یہاں سے منافقوں کی دو مثالیں بیان کی جارہی ہیں پہلی مثال مَثَلُهُمْ سے لے کر لَا يَرْجِعُوْنَ تک اور دوسری اَوْ كَصَيِّبٍ سے لیکر آخر رکوع تک۔

نَارًاۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ
آگ جلائی (یعنی پیغمبر) ۳۶؎ پھر جب روشن کر دیا اُس نے آس پاس کو اور وہاں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے تو زائل کر دی
وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ⑰ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ
اللہ نے ان کی روشنی یعنی چھوڑ دیا ان کو اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے ۳۷؎ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں ۳۸؎
فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ⑱ اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ
سو وہ نہیں لوٹیں گے ۳۹؎ ف۱ یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ برس رہا ہو آسمان سے
ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ
اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں
مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ
مارے کڑک کے موت کے ڈر سے ۴۰؎ اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے
بِالْكٰفِرِیْنَ ⑲ یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ
کافروں کا ۴۱؎ قریب ہے کہ بجلی خیرہ کردے ان کی آنکھیں
كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ
جب چمکتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں اس کی روشنی میں اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے
قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ
رہ جاتے ہیں ۴۲؎ اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان اور آنکھیں ۴۳؎
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ⑳ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ ع ۲
بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۴۴؎ ف۲ ف۳ اے لوگو بندگی
اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ
کرو اپنے رب کی ۴۵؎ جس نے (ہی) پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ㉑ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ
پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ جس (ہی) نے بنایا واسطے تمہارے

۱؎ مثال فریق ثالث
یعنی منافقین ۱۲
۲؎ فیه الدواجر
ای فذلك الموقد
رجال قاعدون
او لفظة ذی
محذوفة قبل
صیّب ۱۲
۳؎ کنایة عن
یعنی بهم ۱۲

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا)

۳۶؎ آگے چل کر ان آگ جلانے والوں کے لئے جمع کی ضمیر ذکر کیگئی ہے اس لئے یہاں اَلَّذِیْ معنےً جمع ہے۔ اِسْتَوْقَدَ اور حَوْلَهٗ میں لفظ کے لحاظ سے ضمیر واحد استعمال کی گئی ہے اور جمع کی ضمیروں میں معنیٰ کا لحاظ کیا گیا ہے۔ ۳۷؎ یہ ماقبل کی تفسیر ہے یعنی جب آگ کی وجہ سے چاروں طرف روشنی ہوگئی تو اچانک آگ بجھ گئی اور وہ روشنی ان سے سلب کرلی گئی اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں چھوڑ دیئے گئے اور انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس تمثیل میں منافقین کے زبانی اقرار ایمان کو آگ جلانے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اظہار اسلام کے بعد بطور مسلمان جو فوائد انہیں حاصل ہوئے ان کو روشنی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور روشنی سلب کرلینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ان کا نفاق نبی علیہ السلام پر ظاہر کرکے انہیں ان فوائد سے محروم کردیا اور انہیں پھر سے کفر وضلالت کی تاریکیوں میں چھوڑ دیا (کبیر ص۲۹۹ ج۱)۔ ۳۸؎ اگرچہ ان کے ظاہری حواس درست ہیں لیکن جب انہوں نے ان حواس سے کام نہ لیا، کانوں سے حق نہ سنا۔ زبان سے حق کا اقرار نہ کیا اور بصیرت کی آنکھوں سے حق کو نہ دیکھا تو گویا ان کے حواس ہی بیکار ہوچکے ہیں۔ اور وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ کانت حواسهم سلیمة ولکن لما سدوا عن الاصاخة الی الحق مسامعهم وابوا ان ینطقوا به السنتهم وان ینظروا ویتبصروا بعیونهم جعلوا کانما ایفت مشاعرهم (مدارک ص۲۳ ج ۱)۔ ۳۹؎ یعنی اب ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہیں۔ لیکن حضرت شیخ علیہ الرحمة والغفران نے فرمایا کہ دنیا میں جب بھی کسی داعی توحید نے دعوت توحید پیش کی ہمیشہ لوگ دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ کچھ لوگوں نے دعوت توحید کو مان لیا اور مومنین کہلائے اور کچھ لوگوں نے اس دعوت کو نہ مانا وہ کفار کے نام سے موسوم ہوئے پھر اگر مومنین کو مادی اور دنیوی اقتدار بھی حاصل ہوگیا تو کافروں میں خوشامدی لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہوگئی۔ یہ لوگ ایک طرف مسلمانوں کے اقتدار سے مرعوب خائف ہوتے اس لئے ان کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے اور اپنے کو اسلام اور مسلمانوں کے خیرخواہ ظاہر کرتے اور دوسری طرف کافروں سے ملے رہتے۔ یہ منافقین کی جماعت ہے۔ کافر بھی اسلام اور مسلمانوں کیلئے خطرہ ہوتے ہیں لیکن منافقین کافروں سے بھی زیادہ مضر اور خطرناک ہوتے ہیں۔ کیونکہ منافقین مسلمانوں میں ملے جلے رہتے ہیں اور مسلمان ان کو اپنی جماعت کے آدمی سمجھتے ہیں اس طرح منافقوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیاں کرنے کا خوب موقع مل جاتا ہے اور وہ اپنے بن کر اس قدر نقصان پہنچاتے ہیں کہ کھلا دشمن اور بیگانے بھی نہیں پہنچا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں جماعتوں یعنی مومنین، کفار اور منافقین کا حال بیان کرنے کے بعد آخر الذکر دو جماعتوں کا حال خوب واضح کرنے کے لئے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں ایک علانیہ کافروں کیلئے یعنی مَثَلُهُمْ سے لَا يَرْجِعُوْنَ تک اور ایک منافقوں کیلئے یعنی اَوْ كَصَيِّبٍ سے آخر رکوع تک اس لئے مَثَلُهُمْ کی ضمیر مطلق کفار کی طرف راجع ہے پہلی مثال کافروں کیلئے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے اَلَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں گے جنہوں نے آیات بینات کے ذریعے

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید حاصل مثل آنست که اعمال منافقان هم ضبط شود چنانچه روشنی آن جماعه ۱۲ - ف۲ مترجم گوید حاصل مثل آنست که منافقان در ظلمات نفسانیه افتاده اند چون مواعظ بلیغه شنوند فی الجمله ایشان را تنبیهی میشود و آن فائده گم کنند مانند مسافران که در شب تاریک در برق دو سه قدم بروند و باز بایستند والله اعلم ۱۲ -

رشد وہدایت کی آگ جلائی فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ کے بعد یہ عبارت محذوف ہے وعنده رجال اٰخرون یعنی اس آگ جلانے والے کے پاس کچھ اور لوگ بھی موجود تھے مگر یہ لوگ اس آگ کی روشنی سے محروم رہے کیونکہ آگ کے لئے روشنی کے ساتھ ساتھ بینائی کا ہونا بھی ضروری ہے ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ اللہ نے ان سے نور بصیرت ہی چھین لیا۔ یہ کفار مکہ تھے جو آگ جلانے والے کے پاس موجود تھے جب قرب وجوار کے لوگ اس نور ہدایت سے مستفید ہو رہے تھے اس وقت کفار مکہ ضد وعناد اور بغض وحسد کی وجہ سے کفر وعصیان اور جحود وانکار پر کمربستہ ہو گئے تو اس کا لازمی تکوینی نتیجہ یہ ہوا کہ ان سے وہ نور بصیرت جو فطرۃً ہر انسان کو ملتا ہے چھین لیا گیا۔ اور ان کے دلوں سے احساس حق کی صلاحیت سلب کر لی گئی۔ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ان کے دلوں اور کانوں پر مہر جباریت ثبت کر دی گئی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے گئے اور انہیں گھپ اندھیرے میں چھوڑ دیا گیا کہ اب وہ کبھی راستہ نہیں دیکھ سکیں گے۔ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ اس آیت کا مفہوم بعینہٖ وہی ہے جو خَتَمَ اللّٰهُ الخ کا ہے۔ بہرے اور اندھے اس لئے کہ ان کے کانوں پر مہر اور ان کی آنکھوں پر پردے۔ گونگے اس لئے ہیں کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ جب ان میں حق سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں تو حق گوئی کا وجود بھی نہیں ہوگا۔ جب کچھ سمجھیں گے ہی نہیں تو بولیں گے کیا؟ اور لَا یَرْجِعُوْنَ کا یہاں وہی مفہوم ہے جو وہاں لَا یُؤْمِنُوْنَ کا ہے۔ ایک بات ذہن نشین رہے کہ یہاں کفار کی ذوات کو ذات مستوقد سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ ان کے قصے کو قصہ مستوقد سے تشبیہ دی گئی ہے۔ وانما شبهت قصتهم بقصة المستوقد (کبیر ص۲۹۶ ج۱) ؎ اَوْ كَصَیِّبٍ پہلی تفسیر کے مطابق یہ منافقین کی دوسری مثال ہے اور اَوْ تخییر کے لئے ہے اور حضرت شیخ کی تفسیر کے مطابق اَوْ تنویع کیلئے ہے اور یہ منافقین کے حال کی واحد تمثیل ہے اور پھر اس تمثیل کی دو شقیں ہیں ایک وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ تک اور دوسری یَكَادُ الْبَرْقُ سے آخر رکوع تک۔ اور صَیِّبٍ سے پہلے لفظ ذوی یا اصحاب محذوف ہے ای کاصحاب صیب (معالم ص۳۱ ج۱) یعنی منافقوں کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو شدید بارش میں گھر جائیں اور صیب کے معنی موسلا دھار بارش کے ہیں۔ ؎ سماء ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اوپر کی جانب ہو السماء کل ما علاك فاظلك (قرطبی ص۲۱۶ ج۱) اور یہاں سماء سے مراد بادل ہیں۔ ای من السحاب (معالم ص۳۱ ج۱) ؎ یَجْعَلُوْنَ الخ ظلمات اور رعد سے متعلق ہے۔ اور حَذَرَ الْمَوْتِ یَجْعَلُوْنَ کا مفعول لہ ہے جو اس فعل کی علت بیان کر رہا ہے۔ یعنی اس ڈر سے کہ کہیں صواعق کی گرجدار آواز سے وہ ہلاک نہ ہو جائیں وہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں تاکہ وہ صواعق کی آواز سن ہی نہ سکیں۔ اس تمثیل میں صیب سے مراد ایمان یا قرآن ہے۔ ظلمات اور رعد سے وہ شدائد اور تکالیف مراد ہیں جو ایمان لانے کے بعد برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ یا اس سے قرآنی وعیدیں اور تخویفیں مراد ہیں اور برق سے ایمان کے دنیوی فوائد یا قرآن میں رشد وہدایت کا ذکر مراد ہے اور صواعق سے مراد شرعی تکالیف یا قرآن کی وعدہ وعید کی آیات ہیں (کبیر ص۲۹۹ ج۱، معالم ص۳۲ ج۱، قرطبی ص۲۱۹ ج۱ وغیرہ) منافقین کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے تاکہ قرآن نہ سن سکیں کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ قرآن سننے سے کہیں ان کے دلوں میں ایمان نہ داخل ہو جائے اور ایمان قبول کرنے کو وہ موت کے مرادف سمجھتے تھے جعلهم اصابعهم فی اٰذانهم لئلا یسمعوا القراٰن فیؤمنوا به وبمحمد علیه السلام وذلك عندهم كفر والكفر موت (قرطبی ص۲۱۹ ج۱) ؎ لیکن یہ حیلہ انہیں موت سے نہیں بچا سکتا کیونکہ جس کے اختیار میں موت وحیات ہے وہ علم وقدرت کے لحاظ سے ان پر حاوی ہے وہ اس کی گرفت سے کبھی آزاد نہیں ہو سکتے۔ اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ موسلا دھار بارش ہو رہی ہو۔ چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہو۔ رعد کی گرجدار آواز بھی سنائی دے رہی ہو اور بجلی چمک رہی ہو تو اس وقت چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ رعد کی گرجدار آواز کی طرف دھیان دیتے اور سمجھتے کہ مزید بارش ہونے والی ہے اور اولے برسنے والے ہیں اس لئے اپنے بچاؤ کی کوئی صورت تلاش کرتے جب بجلی چمکتی اس وقت اپنے مامن کا راستہ دیکھتے اور جب اندھیرا ہو جاتا اس وقت مامن کی طرف چل پڑتے مگر ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ وہ رعد کی آواز یعنی قرآنی وعیدیں سنتے ہی نہیں بلکہ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں ان کے دلوں میں ایمان نہ داخل ہو جائے کیونکہ ایمان کو تو وہ موت جانتے ہیں۔ ؎ یہ اس تمثیل کی دوسری شق ہے یعنی جب اندھیرے میں بجلی کوندتی ہے تو وہ اس کی روشنی میں چند قدم چل لیتے ہیں اور جونہی بجلی کی روشنی غائب ہوئی وہیں رک گئے یہی حال منافقین کا تھا کہ جب اسلام کی فتحمندی اور مسلمانوں کی کامیابی دیکھتے تو ان کے دل ایمان کی طرف مائل ہو جاتے لیکن جب ان پر کوئی مصیبت یا تکلیف آ پڑتی تو ایمان کی طرف سے بددل ہو جاتے كلما اصاب المنافقین من عز الاسلام اطمانوا الیه واذا اصاب الاسلام نكبة قاموا لیرجعوا الی الكفر (ابن کثیر ص۵۵ ج۱) حالانکہ چاہئے تو یہ تھا۔

جواب شرط اولیٰ ویقولون اٰخرہ

الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ
زمین بچھونا اور آسمان عمارت اور اتارا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ
آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے
رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ
کھانا تمہارا سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے برابر کوئی اور
اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا
تم جانتے ہو اور اگر ہو تم کسی شک میں اس کلام
نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪
سے جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس قسم کی
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے اگر تم
صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا
سچے ہو پھر اگر نہ کر سکو اور البتہ نہ کر سکو گے
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ
تو بچو آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں
اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
تیار ہے منکروں کے واسطے اور خوشی سنا ان کو جو یقین لائے اور
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ
کام نیک کئے کہ ان کو ہیں باغ بہتی نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ
ان کے نہریں جس بار ملے ان کو وہاں کا کوئی میوہ

کہ روشنی میں راستہ دیکھتے اور اندھیرے میں راستہ ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے یعنی ہر حال میں صدقِ دل سے اور خلوصِ نیت سے اسلام کی پیروی کرتے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خطفِ ابصار سے یہاں آنکھوں کا اچک لینا مراد نہیں بلکہ اس کے معنی خیرہ اور حیران کرنے کے ہیں یعنی قرآنی ہدایت کی روشنی جسے یہاں برق سے تعبیر کیا گیا روز بروز پھیل رہی تھی اور اسلام کی شان و شوکت اس تیزی سے بڑھ رہی تھی کہ منافقین کی آنکھیں اسے دیکھ کر خیرہ اور مرعوب ہو رہی تھیں مگر وہ تذبذب کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے اور بعض موانع انہیں مخلصانہ ایمان سے روک رہے تھے۔ ف۴۵ اس کا تعلق يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ اور يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ سے ہے علی سبیل اللف والنشر المرتب یعنی انہیں کان اس لئے دیئے کہ وہ ان سے حق بات سنیں مگر وہ حق سننے کی بجائے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں اور آنکھیں اس لئے دیں کہ وہ ان سے قرآنی ہدایت کی روشنی میں سیدھی راہ دیکھ کر منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔ مگر انہوں نے ان سے کبھی کام نہ لیا تو اگر اللہ چاہے تو رعد کی کڑک سے ان کی سماعت اور بجلی کی چمک سے ان کی بینائی سلب کر لے۔ ف۴۶ اس کیلئے کوئی کام مشکل نہیں۔ ہر کام یکساں طور پر اس کی قدرت کے تحت داخل ہے

یہاں تک تمہید تھی جس میں ہدایت کے اصل سرچشمہ کی نشان دہی کی گئی اور ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے اوصاف اور ان کے انجام کا ذکر تھا۔ اب اگلی آیت سے دعوائے توحید پیش کیا جا رہا ہے۔

دعوائے توحید

ف۴۷ تمہید میں تین جماعتوں یعنی مومنین، کفار اور منافقین کے اوصاف اور ان کی جزا و سزا بیان کرنے کے بعد اب یہاں ان سب کو مخاطب کر کے ان کے سامنے دعوتِ توحید بیان کی ہے۔ اس سورت میں دعوائے توحید کو تین بار دہرایا گیا ہے جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ (رکوع ۳) میں دعوائے توحید کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الخ (رکوع ۱۹) میں پہلی بار اس کا اعادہ فرمایا اور پھر اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (رکوع ۳۴) میں دوبارہ اعادہ فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین تین قسم کا شرک کرتے ہیں (۱) شرک فی الدعاء یعنی پکارنے میں شرک (۲) نذر و نیاز میں شرک (۳) شفاعتِ قہری کے ذریعے یعنی اپنے معبودوں کو خدا کے یہاں شفیع غالب سمجھتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تین جگہ دعوائے توحید کو عقلی دلائل سے مدلل فرما کر بالترتیب شرک کی مذکورہ بالا تینوں قسموں کی نفی فرمائی ہے۔ عبادت کے معنی "غایت خضوع" اور "انتہائی عاجزی" کے ہیں۔ اس لفظ کا جامع مفہوم علامہ ابن قیم رح کی زبانی سنئے۔ العبادۃ عبارۃ عن الاعتقاد والشعور بان للمعبود سلطۃ غیبیۃ (ای فی العلم والتصرف) فوق الاسباب یقدر بها علی النفع والضر فكل دعاء وثناء و تعظیم ینشأ من هذا الاعتقاد فهی عبادۃ (مدارج السالکین ص ۴۳ ج ۱) یعنی یہ اعتقاد اور شعور کہ ہمارے حالات جاننے اور ان میں با اختیار خود تصرف کرنے میں ہمارے معبود کا ما فوق الاسباب غیبی قبضہ ہے۔ اور اسی اعتقاد کے تحت اپنے معبود کو پکارا جائے، اس کی حمد و ثنا کی جائے، رکوع و سجود یا نذر و نیاز سے اس کی تعظیم بجا لائی جائے تو یہ سب کچھ عبادت ہے"۔ تو یہ عبادت بجمیع اقسامہ وانواعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہاں عبادت سے "دعا" اور "پکار" مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الدعاء هو العبادۃ (ابوداؤد ص ۲۰۸ ج ۱، ترمذی ص ۱۷۳ ج ۲) یعنی دعا ہی اصل عبادت ہے۔ اور دعوائے توحید اعبدوا ربکم میں حصر اور تخصیص مراد ہے یعنی صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، صرف اسی کو پکارو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رض اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ای افردوا الطاعۃ والعبادۃ لربکم دون سائر خلقه (ابن جریر ص ۱۲۳ ج ۱) یعنی طاعت اور عبادت صرف اپنے رب ہی کی کرو اور اس کی مخلوق کو اس کی طاعت اور عبادت میں شریک نہ بناؤ۔ عبادت سے وہی دعا اور پکار مراد ہے۔ اور حصر کا دوسرا قرینہ وہ نتیجہ ہے جو دعوائے توحید کے عقلی دلائل کے بعد مذکور ہے یعنی فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا ____ اَلَّذِیْ اب یہاں سے دعوائے مذکورہ پر عقلی دلائل کی ابتداء ہوتی ہے۔ الموصول صفة مادحة للرب وفيها ايضا تعليل للعبادۃ او الربوبیۃ علی ما قیل (روح ص ۱۸۴ ج ۱) یہاں دعوائے توحید پر جو عقلی دلیل پیش کی گئی ہے وہ پانچ امور پر مشتمل ہے۔ اوّل۔ خَلَقَكُمْ یعنی تمہیں پیدا کیا اور نعمتِ وجود سے سرفراز فرمایا۔ دوم وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ تمہارے آباء و اجداد، دوسرے تمام انسانوں، فرشتوں اور جنوں کا بھی وہی خالق ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ کیونکہ توحید کی پابندی ہی سے تقویٰ حاصل ہو سکتا ہے۔ لَعَلَّ شک اور امید کیلئے موضوع ہے مگر جب اللہ کی طرف سے ہو تو یقین کے معنوں میں ہوتا ہے۔ قال سیبویه لعل و عسی حرفا ترج وهما من الله واجب (معالم ص ۳۳ ج ۱) سوم اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا زمین کو تمہارے لئے اس نے فرش کی طرح ہموار بنا دیا ہے۔ تم اس پر چل پھر سکتے ہو، بیٹھ سکتے ہو اور اس پر اپنا کاروبار کر سکتے ہو۔ چہارم و پنجم وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ بارش کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر کے اس سے تمہارے لئے روزی پیدا کی۔ ف۴۸ یہ مذکورہ دلیل کا نتیجہ ہے۔ مخاطبین اپنا، اپنے آباؤ اجداد کا، باقی تمام انسانوں، جنوں اور فرشتوں کا، زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق خدا ہی کو مانتے تھے۔ اور تمام تکوینی امور کو خدا ہی کے تصرف و اختیار میں سمجھتے تھے اس لئے ان مسلمہ امور کو بطور دلیل پیش کر کے فرمایا کہ جب یہ سب کام اللہ ہی کے ہیں، جب یہ سارے انعامات اسی ہی نے تم کو دیئے ہیں۔ جب تمہارا اور ساری کائنات کا خالق و مالک اور رازق و مربی وہی ہے اور ان تمام کاموں میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے تو پھر صرف اسی ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی ہی کو اپنی حاجات و مشکلات میں غائبانہ پکارو اور اس کی عبادت اور پکار میں کسی نوری، ناری یا خاکی کو اس کا شریک مت بناؤ۔ جس نے یہ ساری نعمتیں۔ زندگی، یہ خوبصورت بدن، آنکھیں کان، ناک، دل، دماغ وغیرہ زمین و آسمان، زمین کے بے بہا خزانے، چاند، سورج اور تارے وغیرہ وغیرہ۔ طلب اور درخواست کے بغیر تمہیں دیدیں۔ کیا وہ طلب اور درخواست پر تمہیں کچھ نہیں دیگا؟ پھر اس محسن و مربی کو چھوڑ کر اوروں کو کیوں پکارتے ہو۔ ف۴۹ اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ان تمام امور کا فاعل اور سب کا خالق و رازق صرف اللہ ہے۔ اور تمہارے یہ معبود ان کاموں میں سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ وانتم تعلمون انها لا تخلق شيئا ولا ترزق والله الخالق الرزاق (مدارک ص ۲۳ ج ۱) دعوائے توحید کو عقلی دلائل سے واضح کرنے کے بعد توحید سے متعلق مشرکین کے دو شبہوں کا جواب دیا ہے۔ ایک شبہ تو یہ تھا کہ یہ دعویٰ خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس سے باتیں بنا کر اور پھر انہیں خدا کی طرف منسوب کر کے ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ نے ان کے اس شبہ کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (یونس ع ۴)، دوسرا شبہ یہ تھا کہ یہ مسئلہ توحید خدا کی طرف سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ کتاب خدا کا کلام ہے کیونکہ اس میں اولیاء اللہ کیلئے مکڑی جیسی گھٹیا چیزوں کی مثالیں بیان کی گئی ہیں جو اولیاء اللہ کے حق میں سخت توہین ہے۔ بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی توہین کرے۔ ف۵۰ یہ مشرکین کے پہلے شبہ کا جواب ہے یعنی جو کچھ ہم نے اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے اگر اس کے اللہ کی طرف سے ہونے میں تمہیں کسی قسم کا شبہ ہے تو اس کا واحد علاج حسب ذیل ہے ومعنی قوله في ريب منه في كونه وحيا من الله تعالیٰ شانه (روح ص ۱۹۲ ج ۱) ف۵۱ کہ تم بھی زیادہ نہیں صرف ایک ہی سورت ایسی بنا لاؤ جو فصاحت و بلاغت میں، مضامین کی ندرت میں، واقعات ماضیہ اور آتیہ کی صداقت میں، امثال و مواعظ کی اثر انگیزی میں، دلائل و براہین کی جامعیت اور معقولیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ قرآن کی مثل اور ہم پلہ ہو۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کا معجزہ ہونا صرف فصاحت و بلاغت ہی کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ کا چیلنج تو تمام دنیا کے منکرین کو دیا گیا ہے خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی۔ اسلئے قرآن جس طرح فصاحت و بلاغت اور ترکیب الفاظ کے اعتبار سے معجز ہے اسی طرح مضامین و مطالب، واقعات ماضیہ و آتیہ اور دلائل و براہین وغیرہ کے لحاظ سے بھی معجز ہے۔ ف۵۲ شہداء سے مراد

ان کے وہ معبود ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے اور جن کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے حمایتی ہیں، اور آڑے وقت میں کام آتے ہیں لہٰذا اب وقت ہے کہ وہ تمہارے کام آئیں۔ المعنی ادعوا الذین اتخذتموهم آلهة من دون الله (کبیر ص۳۳۳ ج۲) استعینوا بآلهتکم فی ذلك یمدونکم وینصرونکم (ابن کثیر ص۵۹ ج۱) ای واستعینوا بآلهتکم التی تعبدونها (معالم ص۳۳ ج۱) یا اس سے کفر و انکار میں ان کے ہم مسلک اور ان کے یار و مددگار مراد ہیں۔ المراد من الشهداء اکابرهم او من یوافقهم فی انکار امر محمد صلی الله علیه وسلم (کبیر ص۳۳۴ ج۲) مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام اعوان و انصار کو بلا لو/ اور اپنے معبودوں سے مدد کی درخواست بھی کر لو، اور قرآن کا مثل بنا لاؤ۔ ۵۳ یعنی اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو کہ یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ انسانی کلام ہے، تم اس کا مثل بنا لاؤ کیونکہ تم بھی تو اہل لسان ہو اور تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت اور زبان آوری پر ناز ہے۔ ۵۴ اس شرط کی جزا محذوف ہے ای فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فآمنوا۔ یعنی اگر تم قرآن کا مثل نہیں لا سکتے اور نہ ہی لا سکو گے تو تم مسئلہ توحید مان لو۔ یہ قرآن مجید کا ایک اور معجزہ ہے کہ اس نے بلا خوف تردید اعلان کر دیا کہ قیامت تک قرآن مجید کا مثل کوئی پیش نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ آج تک قرآن کی ایک آیت کا مثل بھی پیش نہیں کیا جا سکا۔ اور نہ ہی قیامت تک لیا ممکن ہے (ابن کثیر ص۶۱ ج۱) ۵۵ یہ جزا محذوف یعنی فَاٰمِنُوْا کے قائم مقام ہے۔ ۵۶ اگر تمام ذرائع اختیار کرنے کے باوجود بھی قرآن کا مثل پیش نہ کر سکو تو یقین کر لو کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے پیغمبر ہیں اگر اب بھی تم کفر و انکار پر اڑے رہے تو تمہارا ٹھکانہ جہنم کی وہ آگ ہوگی جس کا ایندھن خدا کے نافرمان بندے اور پتھر ہوں گے اور جو تم جیسے کافروں اور معاندوں ہی کیلئے تیار کی گئی ہے۔ لہٰذا اس نار جہنم سے بچو اور کفر و انکار سے باز آجاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ جہنم میں پتھر کا ایندھن اسلئے استعمال کیا جائیگا تا کہ آگ کی گرمی میں شدت پیدا ہو۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے پتھر کی وہ مورتیاں مراد ہیں جنہیں سامنے رکھ کر مشرکین پوجا کرتے تھے۔ وقیل المراد بها حجارة الاصنام والانداد التی کانت تعبد من دون الله (ابن کثیر ص۶۲ ج۱) اس سے ایک طرف تو ان پتھر کی مورتیوں کی وجہ سے آگ میں شدت پیدا ہوگی اور دوسری طرف جب مشرکین اپنے معبودوں کی بیبسی اور بےبسی دیکھیں گے تو حسرت و افسوس کی وجہ سے ان کا عذاب دوگنا ہو جائے گا۔ ایک جہنم کا عذاب اور دوسرا حسرت و ندامت اور تاسف و یاس کا۔ یہ منکرین کیلئے ڈراوا تھا۔ اب آگے مومنین کے لئے جنت کی خوشخبری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تخویف و تبشیر کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ ومن عادة الله انه اذا ذکر آیة فی الوعید ان یعقبها بآیة فی الوعد (کبیر ص۳۴۱ ج۲) ۵۷ جو لوگ مسئلہ توحید و رسالت پر ایمان لائے اور قرآن کو خدا کا کلام مانا اور اس کے مطابق عمل کیا انہیں خوشخبری سنا دیجئے۔ ۵۸ یعنی انہیں آخرت میں ایسے باغات ملیں گے جن کے درختوں اور محلوں کے نیچے سے ندیاں بہتی ہوں گی۔ ای من تحت اشجارها ومساکنها (معالم ص۳۳ ج۱) ۵۹ منها اور من ثمرة میں من ابتدائیہ ہے۔ اور رِزْقًا رُزِقُوْا کا مفعول ثانی ہے اور مفعول اول اس کا نائب فاعل ہے یعنی جب بھی انہیں جنت کے پھلوں سے کچھ کھانے کے لئے دیا جائیگا۔ ۶۰ وہ اسے دیکھتے ہی یوں کہیں گے کہ یہ تو وہی مزیدار پھل ہے جو پہلے بھی ہم کھا چکے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کریں گے۔ ۶۱ جنت میں جو پھل جنتیوں کو دیا جائیگا وہ ظاہری شکل و صورت اور رنگ میں ملتا جلتا ہوگا مگر ذائقہ ہر ایک کا جداگانہ ہوگا۔ قال ابن عباس ومجاهد والربیع متشابها فی الالوان مختلفا فی الطعوم (معالم ص۳۳ ج۱) اور یہ چیز کوئی پھلوں ہی سے مخصوص نہیں ہوگی بلکہ جنت کے تمام کھانے ہی باہم ملتے جلتے ہوں گے۔ قال الحسن یؤتی احدهم بالصحفة فیأکل منها ثم یؤتی بالاخری فیقول هذا الذی اُتینا به من قبل فیقول الملك کل فاللون واحد والطعم مختلف (کبیر ص۳۳۴ ج۱، مدارک ص۳۲ ج۱) جنت میں اعلیٰ درجہ کی لذیذ مادی غذاؤں کے ساتھ سکون قلب کیلئے حسب منشا رفیق بھی ملیں گے۔ ۶۲ یعنی وہ ہر قسم کی پلیدی اور ناشائستہ اخلاق اور ناپسندیدہ عادات سے پاک ہوں گی۔ مطهرة من الغائط والبول والحیض والنفاس والبصاق والمخاط والمنی والولد

رِزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ
کھانے کو تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دیئے جائینگے ان کو
مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ
پھل ایک صورت کے اور ان کے لئے وہاں عورتیں ہوں گی پاکیزہ اور وہ
فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا
وہیں ہمیشہ رہنے والے بے شک اللہ شرماتا نہیں اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال
مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ
ایک مچھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے سو جو لوگ مسئلہ توحید پر ایمان رکھتے ہیں وہ یقینا جانتے ہیں
اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ
کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی ان کے رب کی طرف سے اور جو کافر ہیں سو کہتے ہیں
مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ
کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے گمراہ کرتا ہے اس سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا
بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَ مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِیْنَ
ہے اس سے بہتیروں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر بدکاروں کو جو توڑتے ہیں خدا کے
یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪ وَ یَقْطَعُوْنَ
معاہدہ (توحید) کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں
مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ
اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں ملک میں (شرک پھیلا کر)
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
وہی ہیں ٹوٹے والے کس طرح کافر ہوتے ۔ خدا تعالیٰ سے حالانکہ
كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ۚ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ
تم بے جان تھے پھر جلایا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر جلائے گا تم کو

جواب شبہ ثانیہ (اللہ تعالیٰ عنکبوت جیسی حقیر چیزوں کا ذکر کیوں کرتا ہے)

یضل متفرع ہے یقولون ماذا اراد اللہ پر اور یہدی متفرع ہے فیعلمون انہ الحق پر بطریق لف و نشر غیر مرتب ۱۲

یہ متعلق بدلیل عقلی تا وہو بکل شیء علیم ۱۲

موضح القرآن ف۱ یعنی جنت کے ہر میوے کا مزہ جدا ہے اگرچہ صورت ملتی ہو۔ صورت دیکھ کر جانیں گے کہ وہی قسم ہے جو کھا چکے ہیں اور چکھیں گے تو مزا جدا پائیں گے۔ ف۲ قرآن شریف میں کہیں مثال فرمائی ہے مکڑی کی کہیں مکھی کی۔ اس پر کافر عیب پکڑنے لگے کہ اللہ کی شان نہیں ان چیزوں کا ذکر کرنا یہ کلام اللہ کا ہوتا تو ایسے مذکور نہ ہوتے۔ اس پر یہ دو آیتیں فرمائیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ کافراں چوں ذکر ذباب و عنکبوت در قرآن شنیدند طعن کردند و گفتند مقصود خدا ازیں مثالہا ذکر ایں چیزہائے خسیس چہ ارادہ کردہ است (ایں آیت نازل شد ۱۲

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي

پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۵۲ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ

الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

زمین میں ہے سب پھر (اس نے) قصد کیا آسمان کی طرف سو ٹھیک کر دیا

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ

ان کو سات آسمان اور وہی ہر چیز سے خبردار ہے ۵۳ اور جب

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ

کہا تیرے رب نے فرشتوں کو ۵۴ کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں

خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا

ایک نائب کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں

وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ

اور خون بہائے ۵۵ اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور

نُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ

یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو ۵۶ فرمایا بیشک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے ۵۷ اور

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَي

سکھا دیئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے ۵۸ پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو

الْمَلٰۗىِٕكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِــُٔـوْنِيْ بِاَسْمَاۗءِ هٰٓؤُلَاۗءِ اِنْ كُنْتُمْ

فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے ۵۹ اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا

سچے ہو ۶۰ بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا

عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ

تو نے ہم کو سکھایا ۶۱ بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا ۶۲ فرمایا اے آدم

ع ۹ ۳

وکل قذر ...... وقیل مطہرۃ عن مساوی الاخلاق (معالم ص۲۵ ج۱) ۶۳ یعنی نہ انہیں جنت سے نکالا جائیگا اور نہ ہی ان پر موت آئے گی۔ اور نہ ہی جنت کی نعمتیں فنا ہونگی یا ٔمنون لایموتون فیہا ولا یخرجون (معالم ص۲۵ ج۱) فانہم مع ھذا النعیم فی مقام امین من الموت والانقطاع فلا اٰخر لہ ولا انقضاء بل فی نعیم سرمدی ابدی علی الدوام (ابن کثیر ص۶۳ ج۱) ۶۴ مشرکین کے دوسرے شبہ کا جواب ہے۔ اور لا یستحی کے معنی ہیں لا یترك کیونکہ جب انسانوں سے مختص اوصاف کو خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو ان اوصاف سے ان کے نتائج مراد ہوتے ہیں اور حیا کا نتیجہ چونکہ ترکِ فعل ہے اس لئے یہاں یہی مراد ہے فاذا ورد الحیاء فی اللہ تعالیٰ فلیس المراد منہ ذلك الخوف الذی ھو مبدأ الحیاء ومقدمتہ بل ترك الفعل الذی ھو منتہاہ وغایتہ (کبیر ص۳۵ ج۱) مثلاً کی تنوین تنکیر کے لئے ہے مَا نکرہ مثلاً کی صفت ہے جو اس میں مزید ابہام پیدا کرتا ہے۔ اور بعوضۃ اس سے بدل یا عطف بیان ہے (کبیر ص۳۵ ج۱، روح ص۲۰۶ ج۱) فما فوقہا یہاں فوقیت سے مراد اسی معنی میں زیادتی اور فوقیت ہے جس میں تمثیل واقع ہوئی ہے یعنی جسم کی کمی اور حقارت۔ والمراد بالفوقیۃ الزیادۃ فی المعنی الذی وقع التمثیل فیہ وھو الصغر والحقارۃ فیہ وتنزل من الحقیر الی الاحقر (روح ص۲۰۶ ج۱) تو مطلب یہ ہوا کہ ان کے کہنے سے اللہ تعالیٰ مچھر یا اس سے بھی ادنیٰ اور حقیر چیز کی کوئی مثال بیان کرنے کو چھوڑنے سے رہا یعنی وہ حسبِ ضرورت اور مناسب محل ایسی مثالیں ضرور بیان کرتا رہیگا۔ مثال اس لئے بیان کی جاتی ہے تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے جالے کی مثال دیکر یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نبی یا ولی عبادت و پکار کے لائق نہیں یعنی غیر اللہ کا سہارا ایسا کمزور ہے جیسا مکڑی کا جالا۔ اگر یہ مثال بیان نہ کی جاتی تو غیر اللہ کی پکار کا مسئلہ اس طرح واضح نہ ہوتا۔ اب آگے ان مثالوں کے بیان سے مختلف لوگوں پر جو مختلف آثار مرتب ہوں گے ان کی تفصیل ہے۔ ۶۵ جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور قرآن کے کلام اللہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور مسئلہ توحید مان چکے ہیں، انہیں تو اس بات کا یقین ہے کہ یہ مثال بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور موقع و محل کے مطابق ہے۔ ای یعلمون انہ کلام الرحمن وانہ من عند اللہ (ابن کثیر ص۶۳ ج۱) ۶۶ لیکن کفار معاندین حقارت آمیز لہجہ میں کہتے ہیں کہ آخر اس مثال سے خدا کی غرض کیا تھی؟ اس میں تو اُلٹا اللہ کی توہین ہے۔ ۶۷ منکرین کا خیال تھا کہ ان حقیر چیزوں کی تمثیلات سے کوئی فائدہ نہیں تو ان دو جملوں میں مثالیں بیان کرنے کی حکمت اور معتدبہ فائدہ بیان فرما دیا کہ یہ مثالیں حق ہیں جو مسلمانوں کی ہدایت اور معاندین کی گمراہی میں اضافہ کا ذریعہ اور باعث بنتی ہیں۔ انہ مشتمل علی حکمۃ جلیلۃ وغایۃ جمیلۃ ھی کونہ وسیلۃ الی ھدایۃ المستعدین للہدایۃ واضلال المنہمکین فی الغوایۃ (روح ص۲۰۹ ج۱) وقال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ضرب الامثال بالمحقرات ابتلاء للمؤمنین والکفار۔ تمثیل بیان کرنا تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی۔ تمثیل کا دستور قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ اور خود مشرکین اپنی روزمرہ کی گفتگو میں بھی مثالوں کا استعمال کرتے تھے۔ مشرکین کا یہ اعتراض کہ خداوند تعالیٰ مکھی اور مکڑی جیسی حقیر چیزوں کی مثالیں کیوں بیان کرتا ہے؟ یہ محض ضد اور عناد پر مبنی تھا۔ درحقیقت ان لوگوں کو چڑ تو مسئلہ توحید سے تھی اور یہ اعتراض تکذیب کا ایک بہانہ تھا۔ ہدایت دینے اور گمراہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان مثالوں کے ذریعہ ہدایت و ضلالت کا حدوث ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے ذریعے مومنین کو مزید انشراحِ صدر اور اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے اور گمراہوں اور مشرکوں کی الجھنوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے (روح ص۲۰۹ ج۱) ۶۸ فاسقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدود ایمان سے نکل جاتے ہیں۔ والمراد بالفاسقین ھنا الخارجون عن حد الایمان (روح ص۲۰۹ ج۱) یعنی ان کے ذریعے صرف ان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے جو خود گمراہ رہنا چاہتے ہیں اور باختیار خود گمراہی اختیار کرتے ہیں۔ اضلال کو فاسقین سے مخصوص کرکے آگے ان کی کئی ایک خباثتیں بیان کی ہیں اس سے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے گمراہی پر قائم رہنے اور ان سے توفیق کے سلب ہو جانے کا اصل سبب ان کی یہی خباثتیں ہیں لہٰذا اس گمراہی کے اسباب خود ان کے اپنے پیدا کردہ ہیں اور ان اسباب میں اور ان کے آثار و نتائج میں وہی تکوینی تعلق ہے جو آگ میں اور جلانے میں جس طرح آگ کا کام ہے جلانا اور بھسم کرنا اسی طرح تمرد و سرکشی اور جحود و عناد کا تکوینی نتیجہ ہے ہدایت سے ابدی محرومی اور یہاں اضلال کو اللہ کی طرف محض اسلئے منسوب کیا گیا ہے کہ وہ فاعل حقیقی اور خالق افعال ہے۔ واسناد الاضلال ای خلق الضلال الیہ سبحانہ [illegible] علی ان جمیع

لے متعلق بدعوی توحید مع دلیل عقلی ۱۲

ے ملائکہ پکارنے کے لائق نہیں کیونکہ وہ غیب دان نہیں ۱۲

الاشیاء مخلوقۃ لہ تعالیٰ (ابوالسعود ص۲۹ ج۱) ۶۸ یہ الفاسقین کی صفت کاشفہ ہے یعنی اللہ کے عہد توحید کو توڑتے ہیں اللہ کے وصل کو کاٹ کر غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور زمین میں شرک کے ذریعے فساد پھیلا رہے ہیں۔ عہد اللہ سے مراد توحید اور احکام الٰہی کا عہد ہے۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ما عہد اللہ الیہم ای من التوحید والاحکام۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں وعہدہ الی جمیعہم فی توحیدہ ما وضع لہم من الادلۃ علیٰ ربوبیتہ وعہدہ الیہم فی امرہ ونہیہ ما احتج بہ لرسلہ من المعجزات الخ (ابن کثیر ص۶۶ ج۱) یعنی اس عہد کی توثیق ہمیشہ آفاقی اور انفسی دلائل سے کتب منزلہ اور معجزات انبیاء علیہم السلام سے ہوتی رہی المراد ما وثق اللہ بہ عہدہ من الآیات والکتاب (بیضاوی) ۶۹ ان یوصل بہ کی ضمیر مجرور سے بدل الاشتمال ہے۔ ما اپنے عموم اور وسعت کے اعتبار سے ان تمام تعلقات کو شامل ہے جن کو قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ المراد بہ الامر الشامل لما ذکرنا یوجب قطعہ قطع الوسیلۃ بین اللہ تعالیٰ وبین العبد (روح ص۲۱۲ ج۱) یحتمل کل قطیعۃ لا یرضی بہا اللہ سبحانہ وتعالیٰ (ابوالسعود ص۴۳ ج۱) الاشارۃ الی دین اللہ وعبادتہ فی الارض واقامۃ شرائعہ وحفظ حدودہ فہی عامۃ فی کل ما امر اللہ بہ ان یوصل ھذا قول الجمہور (قرطبی ص۲۴۷ ج۱) ۷۰ شرک کرتے ہیں۔ لوگوں کو ایمان سے اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے روکتے اور کفر کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور ہر کام خواہشات نفسانیہ کے مطابق کرتے ہیں۔ خدا کی نافرمانیوں اور بداعمالیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ای یعبدون غیر اللہ تعالیٰ ویجورون فی الافعال (قرطبی ص۲۴۷ ج۱) بالمعاصی وتعویق الناس عن الایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وبالقرآن (معالم ص۳۰ ج۱) افسادھم باستدعائھم الی الکفر والترغیب فیہ وحمل الناس علیہ (روح ص۲۱۲ ج۱) والاظہر منہ الصد عن طاعۃ الرسول لان تمام الصلاح فی الارض بالطاعۃ (کبیر ص۳۶۶ ج۱) ۷۱ اولئک سے اشارہ فاسقین کی طرف ہے۔ ھم ضمیر فصل حصر کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا صفات سے متصف فاسقین ہی نقصان اٹھانے والے ہیں اور حصر کمال نقصان کے اعتبار سے ہے کیونکہ دولتِ ایمان کی محرومی کی وجہ سے وہ دنیا اور آخرت دونوں جہان میں خسارے میں رہے ۷۲ مشرکین کے دونوں شبہات کا جواب دینے کے بعد یہاں سے پھر اصل دعویٰ توحید کی طرف رجوع ہے اور مزید دلائل سے اسے ثابت کیا گیا ہے۔ استفہام تعجب اور انکار کیلئے ہے اور تکفرون کے معنی تشرکون کے ہیں یعنی ایسے واضح دلائل کی موجودگی میں تم کس طرح اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ بعد نصب الدلائل ووضوح البرہان ثم ذکر الدلائل (معالم ص۳۷ ج۱) کیف تکفرون باللہ ای کیف تعبدون معہ غیرہ (ابن کثیر ص۶۶ ج۱) دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کی موجودگی میں تمہارا شرک کرنا نہایت ہی قابل تعجب ہے۔ تم جانتے ہو کہ محیی و ممیت، خالق ارض وسما اور عالم کل شیء اللہ ہی ہے اور یہ اوصاف کسی میں نہیں پائے جاتے تو پھر کیوں اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا یعنی تم بے جان نطفے تھے نطفًا فی اصلاب اٰبائکم (معالم) فَاَحْیَاکُمْ تمہیں زندگی دی اور زندگی کو قائم رکھنے کے لئے تمام ضروریات مہیا کیں۔ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ پھر جب تمہاری مقررہ عمریں پوری ہو جائیں گی وہ تمہیں مار دیگا۔ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ پھر قیامت کے دن وہ تم سب کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ پھر حساب وکتاب اور جزاء وسزا کے لئے تم اس کے سامنے لائے جاؤ گے۔ ۷۳ کائنات ارضی کو تمہارے لئے پیدا کیا تاکہ تم اس سے مادی فوائد حاصل کرو، اور اس میں غور وخوض کر کے خالق کی قدرت وصنعت کا اندازہ لگاؤ۔ زمین میں ہمارے صرف دنیوی فائدے ہی نہیں بلکہ اس میں دینی فائدے بھی ہیں اور سامان آخرت بھی۔ واما قولہ لکم فہو یدل علی ان المذکور بعد قولہ خلق لاجل انتفاعنا فی الدین والدنیا (کبیر ص۳۸۰ ج۱) ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ۔ استوی کا صلہ جب الیٰ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور متوجہ ہونے کے ہیں۔ استوی الیٰ ای اقبل (قرطبی ص۲۵۵ ج۱) زمین پیدا کرنے کے بعد وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ۔ تسویہ سے مراد یہ ہے کہ آسمانوں کو بالکل اور مکمل بنایا اور ان میں کسی قسم کی درز یا شکن باقی نہ رہنے دی۔ ومعنے تسویتہن تعدیل خلقہن واخلاءہ من العوج والفطور واتمام خلقہن (کبیر ص۳۸۱ ج۱) وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ جس طرح وہ تمام کائنات ارضی وسماوی کا خالق ہے اسی طرح وہ سارے عالم کے ذرہ ذرہ کو جانتا ہے اور زمین وآسمان کی کوئی چیز اس کے علم محیط سے باہر نہیں۔ اس آیت کی ابتداء یعنی ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ میں مبتدا اور خبر ہر دو کے معرفہ ہونے کی وجہ سے حصر ہے پھر ثُمَّ اسْتَوٰٓی خَلَقَ پر معطوف ہے وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ پر معطوف ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کلام کی ابتداء میں حصر ہو تو اس کے باقی اجزاء میں بھی حصر ہوگا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ ہی زمین وآسمان کا خالق وکارساز ہے اور صرف اللہ ہی ہر چیز کا عالم ہے۔

نتیجہ:۔ جب تم جانتے ہو کہ موت وحیات خدا کے قبضہ میں ہے، زمین وآسمان کا خالق بھی وہی ہے اور ہر ظاہر وچھپی ہوئی چیز کا جاننے والا بھی وہی ہے۔ جب یہ سب کام اسی کے ہیں اور ان میں کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر عبادت اور پکار میں اوروں کو کیوں اس کا شریک بناتے ہو، نیز تمام دینی و دنیوی نعمتیں بھی اسی ہی نے عطا کی ہیں اور بغیر مانگے دی ہیں تو پھر وہ کون سی چیزیں ہیں جو وہ نہیں دے سکتا اور تم وہ غیروں سے مانگتے ہو۔ کوئی انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو پکار رہا ہے، کوئی ملائکہ مقربین سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہے اور کوئی جنوں کے یہاں پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔ حالانکہ کوئی ناری یا خاکی خدا کا شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ معبود صرف وہی ہو سکتا ہے جو زمین وآسمان کا خالق ومالک اور ہر چیز کا عالم ہو مگر نوریوں، ناریوں اور خاکیوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ ۷۴ اِذْ ظرف کا عامل یہاں محذوف ماننے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے یہاں اُذْکُرْ محذوف مانا ہے۔ کیونکہ بعد میں آنے والا قَالُوْٓا اس میں عامل ہے۔ اور ظروف کے عوامل کا ان پر مقدم ہونا جائز ہے۔ خَلِیْفَۃً خلیفہ اسے کہتے ہیں جو کسی دوسرے کے بعد اس کی جگہ اس کے فرائض سنبھالے۔ الخلیفۃ من یخلف غیرہ ویقوم مقامہ (کبیر ص۳۸۹ ج۱) ۷۵ فرشتوں کا سوال بطور اعتراض یا بنی آدم سے بوجہ حسد کے نہیں تھا بلکہ محض استفسار اور استکشاف کے طور پر تھا۔ لیس علی وجہ الاعتراض علی اللہ ولا علی وجہ الحسد لبنی آدم کما قد یتوھمہ بعض المفسرین (ابن کثیر ص۶۹ ج۱) اور بنی آدم کے متعلق فساد برپا کرنے اور خون ریزی کرنے کا نظریہ انہوں نے ان کو جنوں پر قیاس کر کے قائم کیا تھا کیونکہ پہلے زمین پر جن آباد تھے اور ان کا فساد فی الارض خون خرابہ فرشتے دیکھ چکے تھے۔ تو انہوں نے خیال کیا کہ بنی آدم جنہیں اب خلیفہ بنایا جائیگا وہ بھی ایسے ہی ہونگے۔ ۷۶ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ قول الملائکۃ نحن نسبح بحمدک یرجع الی نفی النقص فی ملکہ تعالیٰ فی الحال وقولہم نقدس لک یرجع الی نفیہ فی المستقبل فرشتوں کا یہ قول بھی فخر وغرور کی بنا پر نہیں تھا بلکہ محض نیازمندی کے اظہار کے طور پر تھا جس طرح ایک مخلص خادم اپنے آقا سے کہتا ہے کہ حضور یہ خدمت آپ جس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں وہ اس کا صحیح حق ادا نہیں کر سکے گا۔ میں جو ہمیشہ سے آپ کا مخلص خادم ہوں اور ہر وقت خدمت میں کمر بستہ رہتا ہوں یہ خدمت آپ میرے ہی سپرد کر دیں۔ بعینہٖ یہی طریقہ فرشتوں نے اختیار کیا تھا۔ لیس المقصود الاستفسار عن المرجح لا العجب والتفاخر (روح ص۲۲۲ ج۱) علی طریقۃ من یجد فی خدمۃ مولاہ وھو یامرھا غیرہ اتخدم العصاۃ وانا مجتہد فیہا (ابوالسعود ص۴۵ ج۱) ۷۷ فرشتوں کا علم محدود تھا۔ سابقہ تجربہ کی بنا پر وہ صرف یہ اندازہ تو لگا سکے کہ یہ نئی مخلوق فسادی اور خونریز ہوگی مگر اس مخلوق کی دوسری خوبیوں اور اسکے پیدا کرنے کی دیگر مصلحتوں سے وہ بالکل ناواقف تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے پیدا کرنے میں جو مصالح پوشیدہ ہیں انہیں تم نہیں جانتے ہو۔ ای اعلم من الحکم فی ذلک ما ھو خفی علیکم یعنی یکون فیہم الانبیاء والاولیاء والعلماء (مدارک ص۳۲ ج۱) ای اعلم من المصلحۃ الراجحۃ فی خلق ھذا الصنف علی المفاسد التی ذکرتموھا ما لا تعلمون انتم (ابن کثیر ص۶۹ ج۱) حاصل یہ ہے کہ ان میں فساد اور خون ریز بھی ہوں گے لیکن ان میں جو خوبیاں ہوں گی وہ ان مفاسد پر راجح ہوں گی۔ وہ یہ کہ ان میں انبیاء اور رسل ہونگے، صدیقین اور شہداء ہوں گے، اولیاء اور علماء ہوں گے۔ انسان کی خلقت میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ انسان صفات خداوندی کا مظہر بنا۔ اگر انسان کو پیدا نہ کیا جاتا تو خداوند تعالیٰ کی صفات مثلاً رزاقیت، جباریت، غفاریت وغیرہ کا ظہور نہ ہوتا۔ ۷۸ فرشتوں کے سوال کا اجمالی جواب تو اوپر گذر چکا اب ان کے مزید اطمینان کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کی اس برتری کا عملاً اظہار کیا جا رہا ہے۔ یہاں کُلَّ استغراق حقیقی کے لئے نہیں بلکہ کل اضافی ہے اور اس سے مراد وہ ضروری اشیاء ہیں جو آدم علیہ السلام کے مناسب تھیں ہر چیز مراد نہیں کما فی قولہ تعالیٰ یاخذ کل سفینۃ غصبا واوتیت من کل شیء، وفتحنا علیہم ابواب کل شیء اسماء سے اشیاء

کے خواص اوران کی تاثیرات مراد ہیں۔ المراد بالاسماء صفات الاشیاء ونعوتها وخواصها (روح ص۲۲۲ ج ۱) اور تعلیم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں اس علم کی استعداد رکھ دی تھی اور انہوں نے اس فطری استعداد کے ذریعے ان اشیاء کے خواص واوصاف بیان کردیئے۔ لہٰذا آدمؑ کی یہ برتری ان کی فطرت اور جبلت کے اعتبار سے تھی۔ یہ مطلب نہیں کہ فطری استعداد کے علاوہ ان کو علم دیا گیا تھا کیونکہ اس طرح یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ جب ان اشیاء کا علم حضرت آدمؑ کو دیدیا تو اس میں ان کا کیا کمال ہے؟ اور فرشتوں کو نہیں دیا تو اس میں ان کا کیا قصور ہے۔ **۷۹** پھر وہ اشیاء فرشتوں کے سامنے پیش کرکے ان سے سوال کیا کہ وہ ان اشیاء کے خواص بتائیں۔ **۸۰** اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ ہماری موجودگی میں جو صرف اللہ کی تسبیح وتقدیس اور تحمید وتمجید میں مصروف رہتے ہیں کسی اور مخلوق کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں جس سے فساد اور خونریزی کا اندیشہ ہو۔ **۸۱** فرشتوں نے اپنے عجز اور قصور علم کا اعتراف کرلیا کہ اے اللہ! ہمیں تو صرف وہی چیزیں معلوم ہیں جن کا علم تو نے ہمیں ہماری استعداد کے مطابق عطا فرمایا ہے اور جو چیزیں ہماری قابلیت اور استعداد سے بالا ہیں ان کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ لا علم لنا الا ما علمتنا بحسب قابلیتنا من العلوم المناسبة لحالنا ولا قدرة لنا علی ما هو خارج عن دائرة استعدادنا (ابوالسعود ص۳۴۲ ج ۱) **۸۲** تو ہی علیم وحکیم ہے۔ تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، مختلف مخلوق میں مختلف استعدادیں رکھنے کی حکمت کو تو ہی اچھی طرح جانتا ہے۔ **۸۳** جب فرشتوں نے اپنے عجز اور قصور علم کا اعتراف کرلیا تو حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے وہی سوال ان پر پیش کیا گیا۔ **۸۴** میں تمہاری حقیقت کو اور تمہارے ظاہری اور باطنی حالات کو اچھی طرح جانتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ تمہاری حقیقت اور ہے اور انسان کی حقیقت اور ہے۔ یہاں تک فرشتوں کا عجز، قصور علم اور کمالات میں حضرت آدم علیہ السلام سے فروتر ہونا روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔ خود فرشتوں کے اپنے اقرار سے بھی اور اللہ تعالیٰ کے اعلان سے بھی جب اس نوری مخلوق کے عجز اور قصور علم کا یہ حال ہے اور وہ آدمؑ سے بعض کمالات میں کم بھی ہیں تو پھر وہ خدا کے شریک کس طرح بن سکتے ہیں۔ لہٰذا انہیں متصرف ومختار اور عالم الغیب مت سمجھو اور انہیں غائبانہ مت پکارو۔ نیز فرشتے تو خود نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کا اعلان کرکے خدا کی توحید کا اقرار اور شرک کی تردید کررہے ہیں اور تم انہی کو خدا کا شریک بنا رہے ہو۔ **۸۵** فرشتوں کو سجدہ کا حکم، ان کے عجز ونیاز کا اظہار اور حضرت آدم علیہ السلام کی ان پر برتری ثابت کرنے کے لئے دیا گیا۔ سجدہ سے مراد شرعی سجدہ ہے۔ یہ حکم اس خاص وقت میں نوریوں کو ہوا تھا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں۔ یہ حکم فرشتوں ہی سے مخصوص تھا اب اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کو سجدہ کرے یا لِاٰدَمَ کا لام بمعنی اِلٰی ہوگا تو اس صورت میں مسجود حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہوگا اور حضرت آدم علیہ السلام کی حیثیت قبلہ کی ہوگی جیسا کہ ہم شب وروز بیت اللہ کی طرف سجدہ کرتے رہتے ہیں (روح ص۲۲۹ ج ۱) سجدہ غیر اللہ کی پوری تحقیق سورہ یوسف کی تفسیر میں آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ سجدہ شرعی نہیں تھا بلکہ لغوی تھا اور اس سے مراد صرف عجز وانکسار کا اظہار تھا۔ وقیل بمعنی اللغوی ولم یکن فیه وضع الجباه بل کان مجرد تذلل وانقیاد (روح ص۲۲۹ ج ۱) فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اللہ کے اس حکم کی تمام فرشتوں نے فوراً تعمیل کی لیکن ابلیس اکڑ گیا۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ۔ اس نے کبر وغرور کی وجہ سے سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے برتر سمجھا۔ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ط اور اللہ کے علم میں وہ ازلی بدبخت تھا اور خدا کو معلوم تھا کہ وہ ایمان کے بعد کفر کریگا۔ اور یا کَانَ بمعنی صَارَ ہے یعنی انکار اور استکبار کی وجہ سے وہ کافر ہوگیا۔ یہاں فرشتوں کے پجاریوں پر ایک حقیقت واضح کردی کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کیلئے ان کے سامنے جھکنے کا حکم ملا تھا۔ جو مخلوق تمہارے دادا کی تعظیم پر مامور کی گئی اب تم اس کے سامنے کیوں جھکتے ہو؟ اور اپنی خودی کو کیوں برباد کرتے ہو؟ جو لوگ جنات کو پوجتے ہیں وہ بھی غور کریں کہ جنات تو پہلے دن سے انسانوں کے دشمن ہیں اور ان کی دشمنی بالکل واضح ہے پھر ان کو وہ خدا کا شریک بناتے اور خدا کے سوا کارساز سمجھتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ ؕ (سورۂ کہف) **۸۶** زوجہ سے مراد مائی حوا ہیں جنہیں اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دلجوئی اور تسکین خاطر کے لئے پیدا فرمایا۔

اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ
بتادے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام ۸۳ پھر جب بتادیئے اس نے ان کے نام
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ
فرمایا کیا نہ کہا تھا میں نے تم سے کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی
وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ
اور زمین کی اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو
تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
چھپاتے ہو ۸۴ اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو ق
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۤ وَ
آدم کو تو سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان اس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور
كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ
ہوگیا وہ کافروں میں کا ۸۵ اور ہم نے کہا اے آدم رہا کر تو
وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۠
اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں جو چاہو جہاں کہیں سے چاہو
وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ
اور پاس مت جانا اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے
الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا
ظالم ۸۷ پھر ہلا دیا ان کو شیطان نے اس جگہ سے ۸۸ پھر نکالا ان کو
مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
اس عزت وراحت سے جس میں تھے ۸۹ اور ہم نے کہا تم سب اترو تم ایک دوسرے کے
عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى
دشمن ہوگے ۹۰ اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک

۱۱ ابلیس اور اس کی ذریت بھی پکارنے کے لائق نہیں کیونکہ وہ تمہارے پرانے دشمن ہیں۔ ۱۲

۴ آدم اور حوا علیہما السلام بھی پکارنے کے لائق نہیں۔ کیونکہ وہ غیب دان نہیں۔

حِيْنٍ (٣٦) فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ

وقت تک ف١ پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں ف٢ پھر متوجہ ہو گیا اللہ اس پر

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (٣٧) قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا

بیشک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان ف٣ ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے

جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ

تم سب پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت ف٤ تو جو چلا

هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (٣٨)

میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہونگے ف٥

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا میری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (٣٩) يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ

جانے والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ف٦ اے بنی اسرائیل ف٧

اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا

یاد کرو میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کئے اور تم پورا کرو

بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ (٤٠) ق

میرا قرار تو میں پورا کروں تمہارا قرار ف٨ اور مجھ ہی سے ڈرو ف٩ اور

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا

مان لو اس کتاب کو جو میں نے اتاری ف١٠ سچ بتانے والی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے اور مت ہو

اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّاىَ

سب میں اول منکر اس کے ف١١ اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا ف١٢ اور مجھ ہی سے

فَاتَّقُوْنِ (٤١) وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا

بچتے رہو ف١٣ اور مت ملاؤ صحیح میں غلط کو ف١٤ اور مت چھپاؤ

ع

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا اور جنت کے پھلوں اور میووں میں سے جہاں سے چاہو فراخی سے کھاؤ۔ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ۔ قرآن سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو جنت کے ایک مخصوص و متعین درخت سے روکا گیا مگر قرآن یا حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ کونسا درخت تھا اور نہ ہی اس تعیین کی کوئی ضرورت ہے۔ واعلم انه ليس في اللفظ ما يدل على التعيين فلا حاجة ايضًا الى بيانه (کبیر ص٢٥٦ ج١) فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کی نافرمانی کی وجہ سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں یعنی اگر تم نے شجر ممنوعہ کھا لیا تو تم نافرمانوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ ٥٥ شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام سے بغض و حسد تو پہلے ہی سے پیدا ہو چکا تھا اس لئے وہ ہمیشہ تاک میں رہا کہ کسی نہ کسی طرح ان سے انتقام لے چنانچہ اسے موقع ملا تو اس نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو پھسلانا اور بہکانا شروع کیا اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر انہیں یقین دلا دیا کہ یہ درخت جس سے تمہیں منع کیا گیا ہے یہ شجرة الخلد ہے کہ اگر تم اسے کھا لو گے تو تمہیں کبھی بھوک اور پیاس نہیں لگے گی۔ اور تم کبھی نہیں مرو گے۔ چونکہ خدا کی صریح نہی کی مخالفت حضرت آدم علیہ السلام سے ممکن نہیں تھی اس لئے شیطان ملعون نے اس کی ایک تاویل بھی سکھا دی اور کہا کہ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کے ذریعے خدا نے تمہیں صرف اس متشخص اور مشار الیہ درخت سے منع فرمایا ہے اس کی جنس سے منع نہیں فرمایا۔ لہٰذا تم اس مشار الیہ درخت کے قریب مت جاؤ۔ اور اس کی جنس کے باقی درختوں کے پھل بخوشی استعمال کرو۔ اكلا من غير التي اشير اليه فلم يتأولا النهي واقعًا على جميع جنسها فان ابليس غرّ بالظاهر (روح ص٢٠٥ ج١)

٥٦ اس طرح جس انعام و اکرام کی دنیا میں وہ تھے اس سے شیطان نے انہیں نکال کے ہی دم لیا۔ ای من النعيم والكرامة او من الجنة (روح ص٢٣٦ ج١) یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کا عجز و قصور علم بھی عیاں ہو گیا کہ وہ شیطان ملعون کی چالوں کی حقیقت نہ سمجھ سکے اور اپنے آپ کو اس لغزش سے نہ بچا سکے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی معبود نہیں بن سکتے معبود تو وہ ہو سکتا ہے جو مالک و مختار بھی ہو اور ہر چیز کا عالم بھی۔

خدا کے تمام پیغمبر علیہم الصلوٰة والسلام ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ مگر یہاں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے خدا کی نافرمانی کس طرح کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معصیت اور لغزش میں فرق ہے معصیت تو یہ ہے کہ نافرمانی کی نیت سے بالارادہ خدا کے حکم کو ٹھکرایا جائے یہ چیز عصمت کے منافی ہے اور اس کا صدور انبیاء علیہم السلام سے ناممکن اور محال ہے۔ اور لغزش وہ فعل ہے جو بلا قصد و ارادہ مخالفت اللہ کے حکم کے بظاہر خلاف سرزد ہو جائے ایسی لغزش کا صدور عصمت کے منافی نہیں اور اس کا وقوع انبیاء علیہم السلام سے ممکن ہے۔ وهذا دليل على انه يجوز اطلاق اسم الزلة على الانبياء عليهم السلام كما قال مشائخ بخارى فانه اسم لفعل يقع على خلاف الامر من غير قصد الى الخلاف كزلة الماشي في الطين۔ (مدارک ص٣٣ ج١) لیکن انبیاء علیہم السلام کو ان کی لغزشوں پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا اگر لغزش کا تعلق احکام سے ہو تو بذریعہ وحی انہیں اطلاع دے کر اس کی تلافی کرا دی جاتی ہے اور اگر اس کا تعلق ان کی اپنی ذات سے ہے تو اس کی تلافی استغفار سے کرا دی جاتی ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے بھی اسی قسم کی لغزش سرزد ہوئی۔ اس کے صدور میں ان کے قصد و ارادہ خلاف کو قطعاً کوئی دخل نہیں تھا چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں خود اللہ نے اس کی تصدیق فرما دی ہے۔ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا یعنی آدم اس معاملہ میں بھول گئے تھے، عزم و ارادہ سے انہوں

موضح قرآن ف١ یعنی آدم کے دل میں اللہ نے کئی لفظ ڈال دیے جو اس طرح پکارا تو بخشا گیا اور یہ لفظ سورۂ اعراف میں ہیں۔ ف٢ بنی اسرائیل کہتے ہیں اولاد حضرت یعقوبؑ کو انہی میں حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور توریت اتری اور فرعون سے خلاص کر کر ملک شام میں بسایا ان سے اللہ تعالیٰ نے قرار کیا تھا کہ حکم توریت پر قائم رہو گے اور جو نبی بھیجوں اسکے مددگار رہو گے تو ملک شام تم کو دونگا۔ پھر وہ گمراہ ہوئے یعنی بدنیت ہوئے رشوت لیتے اور مسئلہ غلط بتاتے اور خوشامد کیواسطے حق بات چھپاتے ان سے اپنی ریاست چاہتے پیغمبر کی اطاعت نہ کرتے اور پیغمبر کی جو صفت توریت میں لکھی تھی بدل ڈالی اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلاتا ہے اپنے احسان اور ان کی نافرمانی۔ ف٣ توریت میں نشان بتایا تھا کہ جو کوئی نبی اٹھے اگر توریت کو سچا کہے تو جانو وہ سچا ہے نہیں تو جھوٹا ہے اور آیتوں پر تھوڑا مول یہ کہ دنیا کی محبت سے دین مت چھوڑو۔

فتح الرحمن ف١ و آن کلمات این است رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ١٢ ف٢ مترجم گوید خدائے تعالیٰ بنی اسرائیل را نعمتہا یاد داد و معجزہ ہا کہ در بین قوم ظاہر شدہ بود ذکر فرمود آں گاہ شبہات و معجزات ایشاں را رد کرد بدلائل و دریں قصہ ممتد است تا قول تعالیٰ و اذ ابتلى ابراهيم ربه ١٢

ے ایسا نہیں کیا ف۸۹ یعنی اب تم یہاں نہیں رہ سکتے۔ شجرۂ ممنوعہ نے تمہارے اندر ایسے اعراض پیدا کر دیئے ہیں کہ جنت ان کے اظہار کی جگہ نہیں ان کے لئے مناسب مقام زمین ہے اب وہاں چلے جاؤ۔ ان اعراض نفسانیہ میں سے ایک بغض و حسد ہے جو عداوت اور دشمنی کا بیج ہے نیز جس حکمت کے پیش نظر تخلیقِ آدم معرضِ وجود میں آئی تھی اس کا تقاضا بھی یہ تھا کہ اب وہ زمین میں جا کر خلافت کے فرائض سرانجام دیں ف۹۰ اب تمہاری زندگی کا نیا دَور شروع ہوتا ہے۔ اب تم زمین پر جا رہے ہو۔ اور وہیں تمہاری اولاد ہوگی، وہیں زندگی بسر کرے گی اور ہمارے انعامات سے متمتع ہوگی۔ ف۹۱ یہ اگرچہ ایک لغزش تھی لیکن حضرت آدم علیہ السلام جو خدا کے برگزیدہ پیغمبر تھے اس لئے انہوں نے اسے بہت محسوس کیا اور اللہ کے حضور میں روئے تو اللہ نے اس دوران میں ان کے دل میں کچھ دعائیہ کلمات الہام فرما دیئے۔ یہ کلمات وہی ہیں جو قرآن مجید میں دوسری جگہ موجود ہیں جو پچھلے صفحے میں تحریر ہوئے فَتَابَ عَلَيْهِ تو اللہ نے انہیں اپنی رحمت میں لے لیا۔ اور ان کی توبہ قبول فرمالی۔ ف۹۲ وہ تائب کی صرف توبہ ہی قبول نہیں فرماتا بلکہ مزید مہربانی اور انعام سے نوازتا ہے۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ یہ حکم حضرت آدم و حوا اور ان کی تبعیت میں ان کی اولاد کو مل رہا ہے یہ حکم دوبارہ اس لئے دہرایا ہے کہ اب یہ خلافت کی حکمت مرتب کرے اور خدا کی طرف سے آنے والے دستورِ خلافت کی پیروی کی ترغیب دے اور نہ ماننے والوں کو عذاب کی دھمکی سنائے۔ الامر بالهبوط اتى بعد التوبة لان الامر به كان تحقيقا للوعد المتقدم فى قوله اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (کبیر ص ۲۶ ج ۱) ف۹۳ هُدًى سے مراد انبیاء و رسل ہیں جو پیغامِ توحید لے کر ان کے پاس آئیں گے۔ ف۹۴ یعنی آخرت میں انہیں کوئی ڈر خطرہ ہوگا اور نہ گذشتہ پر انہیں غم اور افسوس ہوگا۔ یہ ہدایت کے متبعین کے لئے بشارت ہے۔ آگے منکرین کے حشر کا بیان ہے۔ ف۹۵ کفر سے مراد دل سے انکار ہے اور تکذیب سے زبانی انکار مراد ہے فیراد بالکفر بالآیات انکارها بالقلب وبالتکذیب انکارها باللسان ـــ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ خلود سے مراد یہاں دوام ہے یعنی وہ عذابِ جہنم میں ابدالآباد مبتلا رہیں گے۔ فالخلود ههنا الدوام على ما انعقد عليه الاجماع (روح ص ۲۳۸ ج ۱)

بنی اسرائیل کو دعوت

شروع میں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ کے خطاب عام کے ذریعے تمام انسانوں کو توحید کی دعوت عام دی گئی عقلی دلیل سے دعویٰ توحید کو مدلل اور واضح کیا گیا۔ اور دعویٰ توحید سے متعلق دو شبہات کا نہایت تسلی بخش طریقہ پر ازالہ کر کے ثابت کیا گیا کہ نہ فرشتے پکارنے کے لائق ہیں نہ انبیاء علیہم السلام اور نہ جنات۔ اب اگلی آیت سے روئے سخن یہودیوں کی طرف پھیر دیا گیا ہے ہجرت کے بعد مدینہ میں سب سے پہلی سورت جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ سورہ بقرہ تھی۔ مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں یہودیوں کی کافی آبادی تھی۔ ان میں بڑے بڑے نواب، علماء، پیر اور درویش موجود تھے۔ عوام کو ان سے محبت تھی۔ بلکہ مشرکین مکہ بھی ان کا احترام کرتے تھے اس لئے ان مولویوں اور پیروں کی اصلاح سے پوری قوم کی اصلاح ہو سکتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اس میں جا بجا یہودیوں کو خطاب فرمایا۔ اور ان کی اصلاح کیلئے حکیمانہ پند و نصیحت کے مختلف طریقے اختیار فرمائے کہیں نرمی سے سمجھایا ہے کہیں سختی سے کہیں وعدۂ انعام کے ساتھ اور کہیں وعیدِ انتقام کے ساتھ، کہیں تو ان پر اور ان کے آباء و اجداد پر کئے گئے احسانات جتلا کر انہیں ایمان لانے کی ترغیب دی ہے اور کہیں ان کے غلط کار باپ دادوں کا بُرا انجام یاد دلا کر انہیں ڈرایا ہے تاکہ وہ ضد و عناد اور انکارِ حق سے باز آجائیں کہیں ان کی شرارتوں اور خباثتوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ اپنے بے پایاں عفو و درگزر کا ذکر فرمایا ہے تاکہ ان کا جذبۂ سپاس گزاری بیدار ہو اور ان میں غیرت و حیا کا کچھ احساس پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ناصح مہربان اور حکیم ہے اس لئے اس نے یہودیوں کے عوام و خواص کی اصلاح پند و نصیحت کا ہر ممکن انداز اختیار فرمایا ہے تاکہ وہ کسی نہ کسی طرح راہ راست پر آجائیں۔ اور دعوتِ حق قبول کر لیں۔ اور اگر وہ ضد و انکار پر ڈٹے رہے تو حجتِ خداوندی ان پر قائم ہو جائے۔ پانچویں رکوع کی ابتدا یعنی يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ سے لیکر پندرھویں رکوع میں وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ تک بنی اسرائیل کی اصلاح کے عمومی پہلو کو مدِنظر رکھا گیا ہے اور پھر وہاں سے مسئلۂ رسالت و نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ اصلاح کے عمومی پہلو کے سلسلے میں تذکیر و ارشاد کیلئے پانچ طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔

(۱) یہودیوں کے باپ دادوں پر کئے گئے انعامات کا ذکر (۲) ان کے باپ دادوں کی خباثتوں کا ذکر (۳) نزولِ قرآن کے وقت موجودہ بنی اسرائیل کی بداعمالیوں کا ذکر (۴) ان کی بداعمالیاں تو ایک طرف رہیں ان کے باپ دادا توحید بیان کرنے والے پیغمبروں کو قتل کرتے رہے اور ان کو جھٹلاتے رہے اس کا ذکر (۵) ان کے آباء و اجداد کا ذکر چھوڑ دو موجودہ بنی اسرائیل کا یہ حال ہے کہ آخری پیغمبر جب آگیا تو یہ اسکو جھٹلانے لگے۔ حالانکہ اس کے آنے سے پہلے اس کی آمد کی خوشخبری دیا کرتے تھے، ان کی مخالفت کا ذکر۔

اصلاحی پروگرام

اس سلسلے کے آغاز میں بنی اسرائیل کے سامنے آٹھ اوامر اور چار نواہی پر مشتمل ایک اصلاحی پروگرام پیش کیا گیا ہے۔ ف۹۶ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں "اللہ کا بندہ"۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ اور بنی اسرائیل سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مراد ہے۔ اور یہاں بنی اسرائیل سے ان یہودیوں کو خطاب کیا گیا ہے جو مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں آباد تھے ـــ اُذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ پند و نصیحت سے پہلے انعامات کا ذکر نہایت ہی مؤثر حکمت عملی ہے اور یہاں نعمت اسم جنس ہے اور اس سے مراد وہ مادی اور روحانی انعامات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئے مثلاً دولت حکومت نبوت اور دوسرے وقتی انعامات جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (ع ۴ سورہ مائدہ) ان انعامات کی کسی قدر تفصیل آگے آرہی ہے۔ ف۹۷ یہ دوسرا امر ہے یہاں لفظ عہد دونوں جگہ مصدر ہے اور دونوں جگہ اپنے مفعول کی جانب مضاف ہے اور فاعل محذوف ہے۔ ای وَاَوْفُوْا بِعَهْدِىْ كُمْ اِيَّاىَ اُوْفِ بِعَهْدِىْ اِيَّاكُمْ یعنی جو عہد تم نے میرے ساتھ کیا تھا تم اسے پورا کرو تو جو عہد میں نے تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے میں اسے پورا کروں گا۔ وهو المفهوم من كلام قتادة ومجاهد ان كليهما مضاف الى المفعول ـــ ان فسر الايفاء باتمام العهد تكون الاضافة الى المفعول فى الموضعين (روح ص ۲۴۲ ج ۱) بنی اسرائیل نے تو اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ بنی اسماعیل میں پیدا ہونے والے آخری نبی پر ایمان لائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ معاف کرنے اور انہیں جنت میں داخل کرنے کا عہد کیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ ان الله تعالىٰ كان عهد الى بنى اسرائيل فى التورية انى باعث من بنى اسماعيل نبيا اميا فمن تبعه وصدق بالنور الذى يأتى به اى بالقرآن غفرت ذنبه وادخلته الجنة الخ (کبیر ص ۴۸۳ ج ۱، معالم ص ۴۴ ج ۱) یا مراد وہ عہد ہے جو آیت ذیل میں مذکور ہے۔ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَىْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۗ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۗ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِىْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ (سورہ مائدہ رکوع ۳) وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ یہ تیسرا امر ہے۔ جب تمہارا منعم حقیقی اور محسن حقیقی میں ہی ہوں تو صرف مجھ ہی سے ڈرو، اگر تم مجھ سے ڈر کر میرے احکام کی تعمیل کرنے لگ جاؤ گے تو کوئی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ ف۹۸ یعنی جو کتاب میں نے اتاری ہے اور جو پیغمبر میں نے بھیجا ہے جن کا ذکر تورات اور انجیل میں موجود ہے ان پر ایمان لاؤ۔ یہ چوتھا امر ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ اللہ تعالیٰ کا جو دین تورات کی صورت میں تمہارے پاس موجود ہے۔ قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ تصدیق کرنے سے مراد یہ ہے کہ توحید و رسالت اور دیگر عقائد جو تورات میں پیش کئے گئے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن کے ذریعے وہی دعوت اور وہی عقائد پیش کئے ہیں۔ ای موافقا لما معكم من التورية فى التوحيد والنبوة والاخبار ونعت النبى صلى الله عليه وسلم (معالم ص ۴۵ ج ۱) اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ وہ صرف اللہ ہی کو مالک و مختار اور متصرف و کارساز سمجھیں اور حاجات و مشکلات میں صرف اسے ہی نصرت و مدد کیلئے پکاریں۔ چنانچہ تورات کا یہ حوالہ خود قرآن نے پیش کیا۔ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ

الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
سچ کو جان بوجھ کر اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو

الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ
زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ کیا حکم کرتے ہو

النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ
لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو ۱۰۲ اور تم تو

تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا
پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے ہو اور مدد چاہو

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى
صبر سے اور نماز سے ۱۰۳ اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہی

الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ
عاجزوں پر جن کو خیال ہے کہ وہ روبرو ہونے والے ہیں ۱۰۴

وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا
اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ف۱ اے بنی اسرائیل یاد کرو

ع ۵

نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى
میرے احسان جو میں نے تم پر کئے ۱۰۵ اور اس کو کہ میں نے تم کو بڑائی دی

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ
تمام عالم پر اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی شخص کسی کے

شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ
کچھ بھی ۱۰۶ اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے اس کی طرف سے بدلہ اور

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
نہ ان کو مدد پہنچے ف۲ اور جب چھڑا دیا ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے ۱۰۷

امر خامس ۱۲
امر سادس ۱۲
امر سابع ۱۲
امر ثامن ۱۲

وَكِيْلًا (سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۱) تورات کے اس مضمون کی قرآن مجید نے کئی جگہ تصدیق کی ہے چنانچہ سورۂ مزمل میں ارشاد ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا یعنی اللہ کے سوا کوئی ہر قسم کی عبادت کے لائق نہیں، اس کے سوا حاجات و مشکلات میں کوئی ملجا و ماویٰ نہیں لہٰذا اسے ہی پکارو، اسے ہی اپنا کارساز سمجھو ضرورتوں اور مصیبتوں میں اسی ہی کی طرف رجوع کرو۔ ۹۹ یہ پہلی نہی ہے۔ كَافِرٍ لفظاً مفرد ہے لیکن معنیً جمع ہے۔ معناه اول من كفر به او اول فريق او فوج كافر به (کبیر ص۴۹۰ ج ۱، قرطبی ص۳۳۳ ج ۱) ان یہودیوں سے پہلے مشرکین عرب دعوتِ توحید کا انکار کر چکے تھے پھر انہیں سب سے پہلے انکار کرنے والے کیوں فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور آپ پر نزول قرآن کو اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ کے اوصافِ حمیدہ تورات میں مذکور تھے۔ آپ کی بعثت سے پہلے یہودی عالم آپ کے ظہور کی خوشخبری دیا کرتے تھے۔ اور ان کو تورات کی وہ آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے جن میں قرآن اور صاحبِ قرآن کا ذکر ہوتا تھا تو چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ بہت پہلے قرآنی دعوت کو قبول کرتے مگر اس کے برعکس انہوں نے جانتے پہچانتے اس کا انکار کر دیا۔ اب ان کے مریدین اور مقتدین نیز ان کی اولاد ان کی دیکھا دیکھی کفر و انکار کرے گی۔ فان وظيفتكم ان تكونوا اول من اٰمن به لما انكم تعرفون حقيقة الامر (روح ص۲۳۴ ج ۱) ۱۰۰ یہ دوسری نہی ہے۔ یہودیوں کے علماء اور پیروں کی ساکھ اپنی قوم میں خاصی مضبوط تھی۔ عوام کو ان کے ساتھ گہری محبت اور عقیدت تھی عوام ہمیشہ ان کی خوشنودی کے لئے انہیں نذریں نیازیں پیش کیا کرتے تھے۔ علمائے یہود کو یقین تھا کہ اگر ان کے عوام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا تو ان کی ریاست اور شان و شوکت خاک میں مل جائیگی اور ان کی نذر و شیرنی کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ تورات کی ان آیتوں کو اپنے عوام سے چھپانے لگے جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور آپ کی صفات و علامات بیان کی گئی تھیں۔ یہاں اسی کرتوت سے علماء یہود کو روکا گیا ہے اور لفظ اشتراء یہاں اپنے حقیقی معنوں میں نہیں ہے بلکہ اس سے مراد محض ترجیح اور استبدال ہے۔ یعنی ایک چیز کی جگہ دوسری چیز کو اختیار کرنا۔ اس آیت میں دنیوی دولت اور فانی منافع کو اظہارِ حق پر ترجیح دینے کو اشتراء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور ثَمَنًا کے ساتھ لفظ قَلِيْلًا بڑھانے سے دولتِ دنیا کی حقارت کی طرف اشارہ ہے یعنی میری آیتوں کے عوض تم جو رقم وصول کرتے ہو، وہ میری آیتوں یا دولتِ آخرت کی نسبت نہایت قلیل اور حقیر ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا کی آیتوں کو تھوڑی رقم کے عوض بیچنا جائز نہیں ہے اور زیادہ رقم کے عوض جائز ہے۔ (من الکبیر ص۴۹۱ ج ۱ والروح ص۲۴۵ ج ۱ وغیرہما) حق چھپا کر پیٹ کا جہنم بھرنے کی یہ سنت آج بھی جاری ہے۔ یہودیوں کی طرح بہت سے مولوی اور پیر آپ کو ایسے نظر آئیں گے جو لوگوں کو گیارھویں شریف کی ترغیب تو دیتے ہوں گے۔ اپنے دادا کی قبر پر حاضر ہو کر چڑھاوے اور نذریں پیش کرنے کی تلقین کرتے ہوں گے۔ حاجتوں اور مصیبتوں میں اولیاء اللہ کی قبروں پر حاضری دیکر انہیں مدد کیلئے پکارنے کی تعلیم بھی دیتے ہونگے مگر اپنے مریدوں کے سامنے آپ نے انہیں قرآن مجید کی اُن آیتوں کا وعظ کہتے ہوئے کبھی نہیں سنا ہوگا جن میں اللہ نے غیر اللہ کی نذر و نیاز اور چڑھاوے کو حرام کہا ہے اور جن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ میرے سوا کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں میرے سوا کوئی عالم الغیب اور کارساز نہیں اس لئے میرے سوا حاجات و مشکلات میں کسی اور کو مت پکارو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے یہودیوں کی طرح انہیں بھی یقین ہے کہ ان کی آمدنیاں بند ہو جائیں گی۔ اور ان کا جھوٹا وقار ختم ہو جائے گا۔ ۱۰۱ یہ تیسری نہی ہے وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ اس کا عطف تَلْبِسُوْا پر ہے اور یہ چوتھی نہی ہے۔ یہودی خود بھی کفر اور گمراہی میں مبتلا تھے اور وہ دوسروں کو بھی ہر ممکن طریقہ سے گمراہ کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ اس سے پہلی آیت میں خود یہود کو کفر و ضلالت سے باز رہنے کا حکم دیا گیا۔ اب اس آیت میں انہیں دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے سے روکا گیا ہے۔ اعلم ان قوله سبحانه وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ امر بترك الكفر والضلال وقوله وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ امر بترك الاغواء والاضلال (کبیر ص۴۹۳ ج ۱)

موضح القرآن ف۱ قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے یعنی اس کی عادت کرو تو سب کام دین کے آسان پڑیں ۱۲ ف۲ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ ہم کیسے ہی گناہ کریں پکڑے نہ جاویں گے۔ ہمارے باپ دادے پیغمبر ہم کو چھوڑا

علمائے یہود عوام کو گمراہ کرنے کے لئے دو طرح کے حربے استعمال کرتے تھے جن لوگوں کو حضور علیہ السلام کی تورات میں بیان کی گئی صفات و علامات کا تھوڑا بہت علم تھا ان کے دلوں میں تو شبہات پیدا کر کے انہیں یقین دلا دیتے کہ یہ صفات و علامات اس پیغمبر پر منطبق نہیں ہوتیں۔ ایسے لوگوں کی ہدایت کا جو ادنیٰ سا امکان پیدا ہوتا اسے وہ اس طرح ختم کر دیتے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ میں اسی کرتوت سے منع فرمایا ہے۔ اور جو لوگ بالکل ہی بے خبر اور جاہل تھے ان سے وہ حق بات کو چھپاتے تاکہ وہ اندھیرے ہی میں رہیں اور ان کی ہدایت پانے کا کوئی امکان پیدا ہی نہ ہو۔ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ میں اس سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم اس کتمان کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ خلق خدا کو گمراہ کرنا کتنا بڑا جرم ہے۔ اور اس کی سزا کس قدر سخت ہے اس لئے تمہیں تو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ یہ پانچواں امر ہے۔ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یہ چھٹا امر ہے۔ یعنی خود بھی ایمان لاؤ اور دوسرے لوگوں کو بھی ایمان لانے سے نہ روکو اور اس کے بعد اسلام کے دوسرے اعمال کی بھی پابندی کرو۔ بدنی اور مالی عبادتوں میں سب سے اہم نماز اور زکوٰۃ تھی اس لئے اس کا ذکر کر دیا۔ نیز ان دونوں عبادتوں میں ان کی بنیادی بیماری یعنی حُبّ دنیا کا مکمل علاج تھا اس لئے ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ نماز سے باطن کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس سے بغض و حسد کی بیماری سے دلوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور زکوٰۃ سے حرص و طمع اور حُبّ جاہ و مال سے نجات مل جاتی ہے۔ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ یہ ساتواں امر ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ پورے پورے اُمّتِ محمدیہ میں شامل ہو جاؤ اور اسلام کے تمام احکام قبول کر لو۔ رَاکِعِیْنَ سے مراد امت محمدیہ کے نمازی ہیں کیونکہ رکوع امتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے۔ ای صلوا مع الذین فی صلوتھم رکوع (معالم ص۲۲ ج ۱) ۱۰۲ یہاں استفہام اظہار حیرت و تعجب کے لئے ہے یعنی تمہارا حال قابل تعجب ہے کہ تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو مگر خود نیکی نہیں کرتے ہو۔ یہ خطاب علمائے یہود سے ہے کہ وہ لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ تورات میں نبی کریم علیہ السلام کی صداقت کی نشانیاں موجود تھیں مگر انہوں نے آپ کو نہ مانا۔ ان الیھود کانوا یامرون غیرھم باتباع التوریۃ ثم انھم خالفوہ لانھم وجدوا فیھا ما یدل علی صدق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم انھم ما امنوا بہ (کبیر ص۲۹ ج ۱) بعض مفسرین کا قول ہے کہ جب مشرکین مکہ یا یہودیوں کے مسلمان رشتہ داروں میں سے کوئی شخص پوشیدہ طور پر علمائے یہود سے حضور علیہ السلام کے بارے میں پوچھتا تو وہ کہتے کہ وہ پیغمبر سچا ہے اسے مان لو لیکن خود اسے نہیں مانتے تھے کیونکہ انہیں اپنی نذروں اور نیازوں کے بند ہو جانے کا ڈر تھا۔ اذا جاءھم احد فی الخفیۃ لاستعلام امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قالوا ھو صادق فیما یقول وامرہ حق فاتبعوہ وھم کانوا لا یتبعونہ لطمعھم فی الھدایا والصلات التی کانت تصل الیھم من اتباعھم (کبیر ص۲۹ ج ۱) نزلت فی علماء الیھود وذلک ان الرجل منھم کان یقول لقریبہ وحلیفہ من المؤمنین اذا سالہ عن امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اثبت علی دینہ فان امرہ حق وقولہ صدق (معالم ص۲۲ ج ۱) وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اور تم تو تورات کے عالم ہو۔ اور اسے پڑھتے رہتے ہو۔ اس میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات مذکور ہیں نیز اس میں نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا حکم ہے معناہ تقرءون التوریۃ وتدرسونھا و تعلمون ما فیھا من الحث علی افعال البر والاعراض عن افعال الاثم (کبیر ص۲۹ ج ۱) اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تعجب ہے کہ مندرجہ بالا امور کے باوجود تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ ۱۰۳ یہ آٹھواں امر ہے علمائے یہود کے اسلام (مسئلہ حق) قبول کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کی آمدنی تھی جو انہیں معتقدین کے ذریعے حاصل ہوتی تھی نیز ان کی شان و شوکت اور ریاست و سیادت جو عوام پر قائم تھی اسلام قبول کرنے کی صورت میں ان سب چیزوں سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔ اور ساتھ ہی حرام خوری کی وجہ سے ان کے دل مُردہ ہو چکے تھے۔ ان کے دلوں سے خوف خدا اور احساس حق بالکل محو ہو چکا تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کا علاج بیان فرمایا۔ متصل بما قبلہ کانھم لما امروا بما یشق علیھم لما فیہ من الکلفۃ وترک الریاسۃ والاعراض عن المال عولجوا بذلک (بیضاوی ص۲۲) اور مراد نماز کی پابندی سے تم حُبّ جاہ و مال کے جذبہ کو دبا سکو گے کیونکہ جب تم نفس کو مرغوباتِ نفسانیہ سے روکنے کا پختہ ارادہ کر لو گے (اور یہی صبر کا مفہوم ہے) اور ساتھ ہی نماز کے پابند ہو جاؤ گے تو نماز کا خشوع اور اس میں اللہ کا ذکر اور وعدہ وعید اور ثواب و عقاب کی یاد یہ سب چیزیں مل کر تمہارے دلوں کو دنیا کی محبت سے پاک کر کے ان میں آخرت کی رغبت اور محبت بھر دیں گی (من الکبیر ص۳۰ ج ۱، الروح ص۲۴۹ ج ۱) مشہور ہے۔ من یتصبر یصبرہ اللہ۔

صبر آرد آرزوہا را شتاب
صبر کن واللہ اعلم بالصواب

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ـــ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ـــ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ ـــ اِنَّهَا کی ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد استعانت بالصبر و الصلوٰۃ ہے جو ماقبل سے مفہوم ہے یعنی نفس کو مرغوبات سے روکنا اور اسے دنیا کے گوناگوں منافع اور پُر فسوں تحائف کو ترک کرنے پر آمادہ کرنا بہت ہی شاق اور دشوار کام ہے۔ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ۔ البتہ جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہے اور وہ احکام خداوندی کے سامنے جُھک جاتے ہیں، ان کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں کیونکہ انہیں تو اپنے آقا کی فرمانبرداری میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ ۱۰۴ لفظ ظن عربی زبان میں شک اور یقین دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ الظن من الاضداد یکون شکا ویقینا (معالم ص۲۲ ج ۱) العرب قد تسمی الیقین ظنا والشک ظنا (ابن جریر ص۲۶۲ ج ۱) یہاں یقین کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یظنون یستیقنون (ابن جریر ص۲۶۲ ج ۱، معالم ص۲۲ ج ۱) والظن ھنا فی قول الجمھور بمعنی الیقین (قرطبی ص۳۷۵ ج ۱) یعنی وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں کسی کام پر آمادہ کرنے کے لئے دو ہی چیزیں محرک ہو سکتی ہیں یعنی امید اور خوف، "مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ" میں صفت ربوبیت کی صراحت سے اشارہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے مہربان رب کے پاس جائیں گے جس سے ان کی تمام امیدیں وابستہ ہیں۔ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ خدا کی طرف رجوع سے فوراً ذہن یوم آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے جس میں اللہ کے سوا کسی کی حکومت اور عدالت نہیں ہوگی۔ اس سے ترہیب کا پہلو نکلتا ہے۔ اور ان کے خوفِ آخرت کی طرف اشارہ ہے۔

قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ثبت من ھذہ القصۃ ان لا تعبدوا من ھو عدو لکم واتبعوا ھدی الانبیاء علیھم السلام الذی اخذ علیکم العھد باتباعہ حین الاخذ علی آدم علیہ السلام حیث قال فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون فلما تم الخطاب ولا یقول یٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الاية فالان خص الخطاب باھل الکتاب بقولہ یٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا الخ ونفی فی ضمنہ عبادۃ الانبیاء علیھم السلام یعنی قصۂ آدم و ابلیس سے ثابت ہوا کہ ابلیس آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کا سخت دشمن ہے اس لئے اس کی عبادت مت کرو اور انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کرو کیونکہ اتباع ہدی کا تم سے عہد لیا جا چکا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے یاایھا الناس الخ میں خطاب عام کے ذریعے مسئلہ توحید ماننے کی تمام بنی آدم کو دعوت دی اس کے بعد یبنی اسرائیل اذکروا الخ سے خاص اہل کتاب کو اس مسئلہ کی طرف متوجہ کیا عوام ہمیشہ تین گروہوں کے تابع ہوتے ہیں۔ عالموں کے، پیروں اور گدی نشینوں کے اور سوم نوابوں کے بنی اسرائیل کا خطابِ عام سب کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو خطاب کر کے فرمایا کہ میری نعمتوں کو یاد کرو اور میرے احکام کی پیروی کرو تم نے جو میرے ساتھ عہد کیا تھا اسے پورا کرو۔ ان دونوں باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ مسئلہ توحید کی مخالفت نہ کرو بلکہ اسے مان لو۔ اس کے عوض میں تم کو مزید نعمتیں دوں گا اور دنیا و آخرت میں تم کو اجرِ عظیم عطا کروں گا۔ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ الخ مسئلہ توحید جو میں نے قرآن میں نازل کیا ہے اس کو مان لو یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں بلکہ تمہاری کتاب تورات میں بھی موجود ہے اگر تم اس مسئلہ کا انکار کرو گے تو تمہاری دیکھا دیکھی تمہارے مرید اور تمہاری رعیت بھی اس کا انکار کرے گی۔ اور اس کا گناہ اور وبال بھی تمہارے سر ہوگا وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ الخ چند روزہ اور حقیر دنیوی منافع، مذہبی اور خانقاہی ریاست کے بدلے مسئلہ توحید کو نہ چھوڑو وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ الخ بے خبر لوگوں سے مسئلہ توحید کو چھپاؤ اور جن کو اس کا تھوڑا بہت علم ہے ان پر اس کو گڈمڈ نہ کرو۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ یہ امر مصلح ہے۔ شرک چھوڑ کر مسئلہ توحید کو مان کر نماز قائم کرو۔ یہودیوں کے مولویوں، ان کے پیروں اور گدی نشینوں کا جو اقتدار ان کے عوام کے دلوں میں جما ہوا تھا، ان کی مذہبی آمریت اور ریاست، عوام سے حاصل ہونے والے مالی اور دنیوی فوائد ان تمام چیزوں کو یکدم چھوڑنا بہت مشکل کام تھا۔ اور مسئلہ توحید کو ماننے سے یہ سب کچھ چھوڑنا پڑتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم فرمایا کیونکہ نماز سے ظاہری اور باطنی طہارت حاصل ہوتی ہے اور زکوٰۃ دینے سے ایثار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور حبِ جاہ و مال میں کمی واقع ہوتی ہے۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اور جب تم مسئلہ توحید کو مان لو گے تو ظاہر ہے کہ تمہاری نذر و نیاز کی تمام آمدنیاں بند ہو جائیں گی۔ اور بہت سے تمہارے مرید اور نیاز مند بھی تم سے منحرف ہو جائیں گے۔ اس لئے اس نقصان کی تلافی کے

لئے نیز اس صدمہ کو برداشت کرنے کے لئے تم صبر اور نماز سے کام لو۔ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا (رکوع ۶) سے لے کر یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا (ع ۱۵) تک اجمال کے بعد تفصیل ہے اور اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ اور اِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ہی کا تفصیلی بیان ہے۔ بنی اسرائیل ایک ایسی قوم تھی جسے اللہ تعالیٰ نے مسئلہ توحید ماننے کی وجہ سے اپنی گوناگوں نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ لیکن جب اس قوم نے توحید کو چھوڑ کر شرک کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے عذاب و عتاب کا نشانہ بنایا۔ اس اجمال کی تفصیل کو آگے پانچ انواع میں بیان کیا گیا ہے۔

نوعِ اوّل ــــ یہ ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہے

اس میں یہود کے آباء و اجداد پر آٹھ نعمتوں اور دو نقمتوں کا ذکر ہے۔ شروع میں اجمالی طور پر ترغیب و ترہیب کا اعادہ ہے اور پھر تفصیل ہے۔ یہ نوع گویا کہ اذکروا نعمتی اور ایای فارھبون کی تشریح و توضیح اور تفصیل ہے۔ **۹۵** یہ ترغیب ہے۔ اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ یہاں عالمین سے مراد صرف اس زمانے کے تمام لوگ ہیں یعنی اس آیت میں نزول قرآن کے وقت موجودہ یہودیوں کے باپ دادوں کی، ان کی تمام ہم عصر اقوام پر فضیلت کا اظہار مقصود ہے۔ المراد فضلتکم علی عالمی زمانکم (کبیر ص۵ ج ۱، قرطبی ص۳۷۶ ج ۱، معالم ص۴۴ ج ۱) المراد بالعالمین سائر الموجودین فی وقت التفضیل (روح ص۲۵۳ ج ۱) لہٰذا اس سے بنی اسرائیل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ اور وجہ افضلیت کے لئے ہمیشہ کوئی امتیازی خوبی ہونی چاہیئے اور وہ عقیدۂ توحید ہے۔ زمانہ فترت میں صرف بنی اسرائیل ہی ایک ایسی قوم تھی جو مسلک توحید کی صدیوں پابند رہی۔ دنیا کی باقی قومیں کم و بیش شرک میں مبتلا تھیں لیکن رفتہ رفتہ قوم بنی اسرائیل بھی توحید سے دور ہوتی گئی۔ تا آنکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک یہودی کئی قسم کے شرکوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا یہ ترہیب ہے یَوْمًا نکرہ ہے۔ اور بعد میں آنے والی اس کی صفات متعین کر رہی ہیں کہ اس سے مراد یوم آخرت ہے۔ دنیا میں جرم کی سزا سے بچنے کیلئے عام طور پر چار ذرائع نجات میں سے کوئی ایک ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے اور اکثر مجرم ان کے ذریعے قرار واقعی سزا سے بچ جاتے ہیں (۱) اگر مجرم کا باپ یا دادا یا اوپر کا کوئی مورث یا کوئی اور دور و نزدیک کا رشتہ دار دین یا دنیا کے لحاظ سے بڑا با اثر اور با رسوخ آدمی ہو۔ لوگ اس کے دنیوی کارناموں سے متاثر ہوں یا اس کی دینی اور مذہبی خدمات کی وجہ سے اسے اللہ کا ولی مانتے ہوں اور اس سے دلی عقیدت رکھتے ہوں تو ایسے شخص سے تعلق رکھنے والے مجرم کو محض اس تعلق اور انتساب کی بنا پر چھوڑ دیا جاتا ہے (۲) کسی با اثر اور صاحبِ اقتدار آدمی کی سفارش سے بھی مجرم کی سزا معاف کر دی جاتی ہے (۳) بعض اوقات کچھ دے دلا کر مجرم بری کرا لیا جاتا ہے (۴) اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طاقت کے بل پر زبردستی مجرم کو چھڑا لیا جاتا ہے۔

یہودیوں میں شرک اور بدعقیدگی اس درجہ راسخ ہو چکی تھی کہ ان کا خیال تھا کہ ان حربوں کے ذریعے آخرت کی سزا سے بھی بچا جا سکے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کر دیا کہ وہاں یہ چیزیں کام نہیں آئیں گی۔ **۹۶** اس میں امر اول کی نفی ہے۔ ای لا یغنی احد عن احد (ابن کثیر ص۸۹ ج ۱) لا تقضی یوم القیامۃ نفس عن نفس شیئا عما وجب علیہا ولا تغنی عنہا ولا تحتمل لما اصابہا (روح ص۲۵۴ ج ۱) وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ۔ یہ امر ثانی کی نفی ہے معتزلہ اور دیگر فرق باطلہ منکرۂ شفاعت نے اس آیت کے عموم سے نفی شفاعت پر استدلال کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مطلق شفاعت کی نفی نہیں بلکہ شفاعت قہری کی نفی ہے جس طرح یہودیوں کا خیال تھا کہ ہمارے باپ دادا ہم کو ہماری بدعنوانیوں کے باوجود خدا کے عذاب سے چھڑا لیں گے اور اللہ کو ان کی سفارش ماننی پڑے گی۔ یا یہ نفی کفار اور مشرکین سے مخصوص ہے اور مطلب یہ ہے کہ کفار اور مشرکین کے حق میں کسی قسم کی شفاعت قبول نہیں ہوگی۔ والجواب انہا خاصۃ بالکفار للاٰیات الواردۃ فی الشفاعۃ والاحادیث المرویۃ فیہا (ابو السعود ص۵۲ ج ۱) وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ یہاں تیسرے ذریعے کے نافع ہونے کی نفی ہے وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ یہ چوتھے ذریعہ کے غیر نافع ہونے کا اعلان ہے۔ آگے انعامات کی تفصیل ہے۔ **۹۷** یہ پہلا انعام ہے۔ آلِ فرعون سے مراد یہاں قوم فرعون ہے جو کفر و شرک کے مسلک میں اس کی ہمنوا تھی۔ اما آل فرعون فلاشك ان المراد منه ھھنا من كان من قوم فرعون وھم الذين عزموا على اھلاك بنی اسرائیل (کبیر ص۵۱۸ ج ۱) آل فرعون قومہ واتباعہ واھل دینہ (قرطبی ص۳۸۱ ج ۱) قوم فرعون سے نجات دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی طرف سے جو مظالم ان پر توڑے جاتے تھے اور جو تکلیفیں اور ایذائیں انہیں دی جاتی تھیں ان سے ان کو بچا لیا۔ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ فرعون کی قوم چونکہ حکمران تھی اور بنی اسرائیل محکوم تھے اس لئے قوم فرعون ان کو بیگار میں پکڑ لیتے اور ان سے سخت محنت و مشقت کراتے۔ اس طرح انہیں جسمانی عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ **۹۸** یہ ذہنی اور روحانی کوفت تھی جو انہیں فرعونیوں کی طرف سے اٹھانی پڑ رہی تھی۔ بنی اسرائیل کے بیٹوں کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ فرعون نے سن رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ انبیاء و سلاطین پیدا ہوتے رہیں گے۔ (یہاں تک کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو جائے) اس سے فرعون نے اپنی سلطنت کیلئے خطرہ محسوس کیا۔ اور بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے لڑکوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ وقع الی فرعون وطبقتہ ما کان اللہ وعد ابراھیم ان یجعل فی ذریتہ انبیاء وملوکا فخافوا علی ذلك واتفقت کلمتہم علی اعداد رجال معہم الشفار یطوفون فی بنی اسرائیل فلا یجدون مولودا ذکرا الا ذبحوہ (کبیر ص۵۱۹ ج ۱)

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ

جو کرتے تھے تم پر بڑا عذاب ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے

نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ

تھے تمہاری عورتوں کو ف۹ اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی ف۱۰ ف۱ اور جب

فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ

پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچا دیا ہم نے تم کو ف۱۱ اور ڈبا دیا فرعون کے لوگوں کو

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

اور تم دیکھ رہے تھے ف۱۲ ف۱ اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے چالیس رات کا ف۱۳

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

پھر تم نے بنا لیا بچھڑا موسیٰ کے بعد اور تم ظالم تھے ف۱۴ ف۲

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

پھر معاف کیا ہم نے تم کو اس پر بھی تاکہ تم احسان مانو ف۱۵

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ

اور جب ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور حق و ناحق کو جدا کرنے والے احکام تاکہ تم

تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ

سیدھی راہ پاؤ ف۳ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے قوم تم نے

ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى

نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا بنا کر سو اب توبہ کرو اپنے

بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ

پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے

بَارِىِٕكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

خالق کے نزدیک پھر متوجہ ہوا تم پر بے شک وہی ہے معاف کرنے والا نہایت مہربان ف۳

ف۱۰ لفظ بلاء نعمت اور مصیبت دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ فیقال للنعمۃ بلاء وللنقمۃ الشدیدۃ بلاء (کبیر ص۵۱۵ ج ۱ وغیرہ) یہاں اگر ذٰلکم کا اشارہ فرعونیوں کے افعال کی طرف ہو تو بلاء کے معنی ابتلا اور مصیبت کے ہوں گے۔ اور اگر اشارہ نجات دینے کی طرف ہو تو اس کے معنی نعمت کے ہوں گے اور یہی زیادہ موزوں ہے۔ البلاء ھھنا ھو المحنۃ ان اشیر بلفظ ذٰلکم الی صنع فرعون والنعمۃ ان اشیر بہ الی الانجاء وحمل علی النعمۃ اولی لانہا ھی التی صدرت من الرب تعالیٰ ولان موضع الحجۃ علی الیھود انعام اللہ تعالیٰ علی اسلافھم (کبیر ص۵۱۵ ج ۱ کذا فی الروح ص۲۵۵ ج ۱ والقرطبی ص۳۸۷ ج ۱ والبیضاوی ص۲۳) ف۱۱ یہ دوسرا انعام ہے۔ بکم میں با بمعنی لام ہے۔ یعنی ہم نے تمہارے لئے سمندر کو چیر کر اس میں راستے بنائے۔ ای فرقنا لکم (معالم ص۴۹ ج ۱، قرطبی ص۳۸۸ ج ۱) یا "باء" سببیت کے لئے ہے۔ فرقناہ بسببکم وبسبب انجاءکم (کبیر ص۵۱۵ ج ۱، روح ص۲۵۶ ج ۱) اور البحر سے مراد یہاں بحر احمر ہے جس کا دوسرا نام بحر قلزم ہے ویذکران البحر ھو بحر القلزم (قرطبی ص۳۸۹ ج ۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام شب و روز تبلیغ میں مصروف رہے مگر فرعون اور اس کی قوم پر ان کی دعوت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ وارشاد اور معجزات کے ذریعے ان پر حجت خداوندی قائم کردی۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے مظلوم بنی اسرائیل کی آہ و بکا سن لی جو مدت ہائے دراز سے فرعونیوں کے ظلم و ستم سہہ رہے تھے اب فرعونیوں پر عذاب الٰہی کے نزول کا وقت آپہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کو ساتھ لے کر ہجرت کر جانے کا حکم دیدیا۔ چنانچہ وہ راتوں رات چل نکلے اور چلتے چلتے سمندر کے کنارے جا پہنچے۔ ادھر فرعون کو خبر ہو گئی۔ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ان کی تلاش میں چل نکلا۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ سامنے سمندر ہے اور پیچھے دشمن اور دائیں بائیں پہاڑ تو گھبرا اٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی پاکر اپنا عصا سمندر میں مارا جس سے فوراً سمندر کا پانی سمٹ گیا اور اس میں بارہ کشادہ راستے بن گئے۔ اسرائیلی ان راستوں کے ذریعے سمندر پار کر کے جزیرہ نمائے سینا میں پہنچ گئے۔ آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ف۱۲ جب فرعون لاؤ لشکر لیکر ساحل سمندر پر پہنچا اور سمندر میں خشک راستے دیکھے تو اس نے بھی اپنا گھوڑا سمندر میں اتار دیا اور اس کے پیچھے سارا لشکر سمندر میں گھس گیا۔ جب سارا لاؤ لشکر سمندر میں اتر گیا تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو جاری کر کے سب کو غرق کر دیا فرعونیوں کے غرق ہونے کا یہ نظارہ اسرائیلیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ف۱۳ یہ تیسرا انعام ہے۔ سمندر پار کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لئے حکم خداوندی سے کوہ طور پر پہنچے۔ وہاں آپ نے چالیس راتیں بسر کیں۔ اور اللہ کی طرف سے تورات حاصل کی۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ ــــ اِتَّخَذْتُمْ کا دوسرا مفعول محذوف ہے ای اتخذتم العجل الٰھًا۔ یعنی تم نے گوسالہ کو معبود بنا لیا (ابو السعود ص۵۳۱ ج ۱، قرطبی ص۳۹۶ ج ۱) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر خود کوہ طور پر چلے گئے تو سامری نے جو ایک منافق تھا، سونے کے زیورات اکٹھے کئے اور ان کو پگھلا کر ان سے بچھڑے کا بت تیار کیا اور حضرت ابن عباس اور معمر کے قول کے مطابق مٹی کی وہ مٹھی جو اس نے جبرئیل علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کی جگہ سے اٹھائی تھی اس میں ڈال دی جس سے اس میں زندگی پیدا ہو گئی اور وہ جاندار بچھڑے کی طرح بولنے لگا۔ فلما جمعوہ القی السامری القبضۃ وقال کن عجلا جسدا لہ خوار فصار کذلک (روح ص۲۶۱ ج ۱، قرطبی ص۳۹۵ ج ۱) اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ بچھڑے کے پیٹ کی ساخت میں

موضح القرآن ف۱ اس کا قصہ سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں بیان کیا گیا ہے۔ ف۳ چکوتی وہ حکم جن سے معاملے فیصل ہوں اور روا ناروا معلوم ہو۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید سبب کشتن پسران آں بود کہ کاہنان فرعون را خبر دادہ بودند کہ در بنی اسرائیل پسرے پیدا شود کہ باعث برافتادن بادشاہی او گردد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید کہ خدائے تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام را وعدہ داد کہ چہل شب در طور معتکف شود تا تورات عطا فرمایم۔ درین مدت بنی اسرائیل باغوائی سامری گوسالہ پرستی اختیار کردند۔ خدائے تعالیٰ بعد عود موسیٰ حکم فرمود کہ بعض ایشاں بعض را بکشند واین توبۂ ایشاں است واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید موسیٰ علیہ السلام ہفتاد کس را از بنی اسرائیل با خود برد تا باوے کلام الٰہی استماع نمایند ایشاں بعد از شنیدن خواہان رؤیت شدند و در طلب آں پا از حد ادب بیروں نہادند۔ خدائے تعالیٰ آں ہمہ را بصاعقہ بسوخت و باز بدعا موسیٰ زندہ ساخت۔ اشارہ بریں قصہ است ایں آیت واللہ اعلم ۱۲

اس قسم کے سوراخ تھے کہ جب ان میں ہوا داخل ہوتی تھی اس وقت ہو بہو بچھڑے کی سی آواز پیدا ہوجاتی خوار ہ وصوته کان بالریح لانه کان عمل فیه خروقًا فاذا دخلت الریح فی جوفه خار ولم تکن فیه حیاة وهذا قول مجاهد (قرطبی ص۲۳۵ ج۱) سامری نے اسرائیلیوں سے کہا کہ یہ تمہارا رب ہے اس کی پوجا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس میں حلول کئے ہوئے ہے۔ یہی عقیدہ عیسائیوں کا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام میں حلول کئے ہوئے ہے۔ یہی عقیدہ آج کل کے بعض غالی مبتدعین کا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے پیرو مرشد میں داخل ہے۔ چنانچہ اسرائیلی حضرت ہارون علیہ السلام کے روکنے کے باوجود گوسالۂ سامری کی پوجا کرنے لگے۔ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ یعنی اس شرک کی وجہ سے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ۔ اس ارتکاب شرک کے بعد جب تم نے سچی توبہ کرلی تو ہم نے تمہارا یہ قصور معاف کردیا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم اس انعام کا شکریہ ادا کرو اور آئندہ کے لئے شرک سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو شعار زندگی بناؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چند دنوں کے لئے ہی اپنی امت سے غائب ہوئے تھے کہ سامری نے مکروفریب سے ان کی امت کو گمراہ کردیا۔ اس قسم کے سامری تقریباً ہر امت میں موجود ہوتے ہیں۔ امتِ محمدیہ میں بھی آج کئی مذہبی اور سیاسی سامری موجود ہیں جنہوں نے کمال عیاری سے سادہ لوح قسم کے لوگوں کو غلط راہ پر ڈال رکھا ہے۔ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ۔ یہ چوتھا انعام ہے۔ الکتاب اور الفرقان سے مراد تورات ہے کیونکہ یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں۔ ان التوراة لها صفتان کونها کتابًا منزلًا وکونها فرقانًا تفرق بین الحق والباطل (کبیر ص۵۲۳ ج۱ کذا فی المعالم ص۵۲ ج۱) لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ تاکہ ایک جامع نظام زندگی تمہارے ہاتھ آجائے اور تم زندگی کے ہر شعبہ میں سیدھی راہ پر چل کر رضائے الٰہی حاصل کرسکو۔ پانچواں انعام۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے اور قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا پایا تو انہیں توبہ کرنے کی تلقین فرمائی فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ یعنی جنہوں نے گوسالہ کی پوجا نہیں کی وہ ان کو قتل کریں جنہوں نے اس کی پوجا کی ہے۔ ای لیقتل بعضکم بعضًا...... وروی انه امر من لم یعبد العجل ان یقتل من عبده (روح ص۲۶۱ ج۱) توبہ کی اصل تو یہ ہے کہ آدمی گذشتہ گناہوں پر نادم ہو اور آئندہ کیلئے گناہوں کے ترک کا عزم مصمم کرے مگر اسرائیلیوں کی توبہ کی قبولیت کے لئے قتل نفس کو شرط قرار دیا گیا۔ لان اللہ تعالیٰ اوحی الی موسیٰ علیه السلام ان شرط توبتهم قتل النفس (کبیر ص۵۲۵ ج۱) ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ یعنی گناہ پر اصرار کرنے سے توبہ بہتر ہے کیونکہ اس سے تم گناہِ شرک سے پاک ہوجاؤ گے اور آخرت میں ابدی زندگی پاؤ گے۔ لما انه طهارة عن الشرك ووصلة الی الحیاة الابدیة والبهجة السرمدیة۔ (ابو السعود ص۳۵ ج۱) فَتَابَ عَلَیْكُمْ جب تم نے سچی توبہ کرلی اور قتل ہونے کے لئے تیار ہوگئے اور تم میں سے کچھ قتل بھی ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے بقیہ سے قتل کا حکم اٹھالیا اور سب کی توبہ قبول کرلی ان اللہ تعالیٰ لما امرهم بالقتل رفع ذلك الامر عنهم قبل فنائهم بالکلیة فکان ذلك نعمة فی حق اولئك الباقین الخ (کبیر ص۵۲۶ ج۱) اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے جب اس نے ان کے دلوں کا اخلاص دیکھا تو ان کی توبہ قبول کرلی اور انہیں معاف کردیا۔ ۱۱۳ یہ چھٹا انعام ہے یعنی جب تک ہم اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اس وقت تک ہم تمہارے بیان کی تصدیق نہیں کریں گے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لیکر اپنی قوم کے پاس آئے اور قبولِ توبہ کے مذکورہ بالا واقعہ کے بعد ان سے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس پر عمل کرو تو ان میں بعض گستاخ اور ضعیف الایمان قسم کے لوگوں نے کہا کہ جب تک ہم خود تورات کے متعلق اللہ کا حکم نہیں سنیں گے اس وقت تک نہیں مانیں گے۔ نیز ان میں سے بعض نے کہا کہ تورات کے احکام مشکل ہیں ہم سے ان پر عمل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی یہ بات ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مشکل احکام نافذ فرمائے جس طرح آج کل نئی روشنی سے متاثر ذہنیت رکھنے والے مسلمان کہتے ہیں کہ جی قرآن کے کئی ایک احکام تو بڑے ہی سخت ہیں جو اسلام کے ابتدائی دور ہی کیلئے موزوں تھے مگر اس ترقی یافتہ زمانہ میں تو وہ بالکل ہی ناقابلِ عمل ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ستر نیک اور برگزیدہ آدمیوں کو چن کر کوہ طور پر لے گئے۔ وہاں انہوں نے پس پردہ اپنے کانوں سے اللہ کا کلام سنا مگر پھر بھی مطمئن نہ ہوئے اور ایک اور مہمل اور ناممکن مطالبہ پیش کردیا کہ اللہ کا کلام تو ہم نے سن لیا مگر ہمیں کامل اطمینان صرف اسی صورت میں ہوگا کہ ہم اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ۔ صاعقہ سے مراد گرجدار آواز ہے۔ صیحة سماویة خرّوا لها صعقین میتین (روح ص۲۶۲ ج۱) یہ مطالبہ چونکہ نہایت گستاخانہ اور محض ضد اور عناد پر مبنی تھا۔ طلبِ ہدایت کے لئے نہیں تھا اسی لئے اس کی پاداش میں ایک گرجدار آواز کے ذریعے ہلاک کردیا گیا۔ لانهم لیسألوا سؤال استرشاد بل سؤال تعنت وعناد (مدارک ص۳۹ ج۱) لفرط العناد والتعنت وطلب المستحیل فانهم ظنوا انه تعالیٰ یشبه الاجسام فطلبوا رؤیته رؤیة الاجسام فی الجهات والاحیاز المقابلة للرائی وهی محال الخ (بیضاوی ص۳۵) وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ یعنی تم نے اپنی آنکھوں سے صاعقہ کے ذریعے ایک دوسرے کو مرتے دیکھا۔ ای ینظر بعضکم لبعض حین اخذکم الموت (معالم ص۵۳ ج۱) ۱۱۴ تاکہ تم دوبارہ جی اٹھنے کی نعمت کی قدر کرو اور میری بھیجی ہوئی تورات کو مانو اور عقیدۂ توحید کے پابند رہو معتزلہ اور روافض نے اس آیت سے امتناع رؤیت باری تعالیٰ پر استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس سے امتناع فی الدنیا ثابت ہوتا ہے نہ کہ مطلق امتناع۔ اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ فی نفسہٖ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں ممکن ہے لیکن دنیا میں اس کا وقوع نہیں ہوگا۔ البتہ آخرت میں مومنین دیدارِ الٰہی سے مشرف و محظوظ ہوں گے۔ واهل السنة والسلف علی جوازها فیهما ووقوعها فی الاخرة (قرطبی ص۴۰۳ ج۱) ۱۱۵ یہ ساتواں انعام ہے۔ بنی اسرائیل کا اصلی وطن ملک شام تھا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر میں آکر آباد ہوگئے تھے۔ جب فرعون غرق ہوگیا اور اسرائیلی بالکل مطمئن ہوگئے تو انہیں قوم عمالقہ سے جو اس وقت ملک شام پر قابض تھے جہاد کرکے اپنا وطن آزاد کرانے کا حکم ملا تو یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں جہاد کے لئے چل نکلے جب قریب پہنچے اور عمالقہ کی طاقت اور قوت کا پتہ چلا تو ہمت ہار بیٹھے اور ان سے لڑنے سے صاف انکار کردیا۔ اس پر اللہ نے ان کو یہ سزا دی کہ وہ پورے چالیس سال میدانِ تیہ میں سرگرداں اور مارے مارے پھرتے رہے۔ یہ جنگل بالکل چٹیل اور بے آب وگیاہ تھا۔ اس میں نہ سایہ کے لئے کوئی درخت تھا نہ پینے کے لئے پانی اور نہ کھانے کے لئے کوئی چیز۔ جب انہوں نے دھوپ کی شکایت کی، اللہ نے ان پر بادل پھیلا کر سایہ مہیا فرمادیا۔ جب بھوک کی شکایت کی، من وسلویٰ کا انتظام کردیا۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اَلْمَنَّ کے معنے ترنجبین کے ہیں وہ گوند کے مشابہ ایک میٹھی چیز ہے جو اوس کی طرح صبح کے وقت پودوں پر گرتی ہے۔ اسرائیلی جب صبح اٹھتے تو پودوں پر انہیں ترنجبین کی بہت بڑی مقدار ملتی جسے وہ مزے سے کھاتے۔ والمشهور انه الترنجبین وهو شیٔ یشبه الصمغ حلو مع شیٔ من الحموضة کان ینزل علیهم کالطل (روح ص۲۶۳ ج۱) اور سلویٰ ایک قسم کی بٹیریں ہیں وهو طیر یشبه السمانی او هو السمانی بعینه (روح ص۲۶۳ ج۱) کان یبعث علیهم الجنوب فتحشر علیهم السلوی وهی السمانی فیذبح الرجل منها ما یکفیه (مدارک ص۳۹ ج۱) یعنی اللہ تعالیٰ جنوب کی طرف سے ہوا چلا دیتا جس کے ساتھ بٹیریں اڑتی چلی آتیں اور وہ انہیں پکڑ کر ذبح کرلیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک سہولت بھی مہیا کی کہ بٹیریں ان سے بھاگتی نہیں تھیں وہ جب چاہتے پکڑ لیتے تھے۔ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ قرآن مجید میں گذشتہ واقعات کے سلسلہ میں جہاں کہیں صیغۂ امر استعمال ہوگا اس سے پہلے قَالَ یا قُلْنَا وغیرہ حسب موقع محذوف ہوگا (رضی ص) وقلنا لهم کلوا من الطیبات (مدارک ص۳۹ ج۱، روح ص۲۶۳ ج۱، قرطبی ص۴۰۶ ج۱) ۱۱۶ اسرائیلیوں نے اللہ کے انعامات کی ناشکری کی اور اس سے اللہ کا انہوں نے کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اپنا ہی نقصان کیا کیونکہ اس ناشکری کا وبال خود انہیں پر پڑا۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ وہ صرف اتنا ہی من وسلویٰ جمع کریں جتنا وہ کھاسکیں اور آئندہ کے لئے جمع نہ کریں مگر وہ حرص ولالچ کے بندے باز نہ آئے اور انہوں نے ذخیرہ اندوزی کرکے اللہ کی نافرمانی کی اور اس طرح انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ ۱۱۷ یہ پہلا عذاب ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تو میدانِ تیہ ہی میں وفات ہوچکی تھی اور حضرت یوشع علیہ السلام آپ کے جانشین ہوچکے۔ ادھر بنی اسرائیل کے وہ بڑے بوڑھے سرکش بھی ختم ہوچکے تھے جنہوں نے جہاد سے انکار کیا تھا۔ اب حضرت یوشع علیہ السلام نے نوجوانوں کی نئی پود کو جہادِ عمالقہ پر آمادہ کیا اور ملکِ شام کو فتح کرلیا اس کے بعد انہیں بیت المقدس کے شہر میں داخل ہونے کا حکم ملا یہاں القریہ سے مراد بیت المقدس کا شہر ہے۔ وهو اختیار قتادة والربیع وابی مسلم الاصفهانی

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ
اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے جب تک کہ نہ دیکھ لیں اللہ
جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (۵۵)
کو سامنے ف۱۰ پھر آلیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے
ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۵۶)
پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تاکہ تم احسان مانو ف۱۱ ف۱
وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ
اور سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من اور
السَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا
سلوی ف۱۲ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دیں۔ اور انہوں نے ہمارا کچھ
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۵۷) وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا
نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے ف۱۳ ف۱ اور جب ہم نے کہا داخل ہو
هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ
اس شہر میں ف۱۸ ف۲ اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے ف۱۸ اور
ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ
داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ بخشدے ف۱۹ تو معاف کر دینگے ہم تمہارے
خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ (۵۸) فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ
قصور اور زیادہ بھی دینگے نیکی والوں کو ف۲ پھر بدل ڈالا
ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى
ظالموں نے بات کو خلاف اس کے جو کہدی گئی تھی ان سے ف۱۳ پھر اتارا ہم نے
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (۵۹) ع
ظالموں پر عذاب آسمان سے ف۱۳ ان کی عدول حکمی پر ف۳ (۵۹)

۶ ع ۳ ۶

انعام سادس ۶

انعام سابع ۷

عذاب اوّل ۸

انّہ بیت المقدس (کبیر ص۵۳۴ ج ۱) ف۱۱ یہاں دنیوی لذائذ سے متمتع ہونے کی اباحت فرمائی۔ وَادْخُلُوا الْبَابَ۔ الباب سے مراد بیت المقدس کا دروازہ ہے والمراد بہا علی المشہور احد ابواب بیت المقدس وتدعی الاٰن باب حطۃ قالہ ابن عباس (روح ص۲۶۵ ج ۱) وھو قول الضحاک ومجاھد وقتادۃ (کبیر ص۵۳۴ ج ۱) اور سجود سے مراد اصطلاحی سجدہ نہیں بلکہ محض انحنا اور جھکنا مراد ہے اور بعض نے اسے تواضع اور خضوع پر محمول کیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد اصطلاحی سجدہ ہو یعنی پیشانی کا زمین پر رکھنا قال الحسن اراد بہ نفس السجود الذی ھو الصاق الوجہ بالارض (کبیر ص۵۳۵ ج ۱) امام رازی رحمہ اللہ نے اس پر اشکال وارد کیا ہے کہ اگر سجدہ سے مراد اصطلاحی سجدہ ہو تو سجدہ کی حالت میں دروازے سے داخل ہونا ناممکن ہے مگر اشکال صرف اسی صورت میں ہے جبکہ دروازے سے فصیل شہر کا دروازہ مراد ہو لیکن اگر دروازہ سے بیت المقدس کی مسجد کا دروازہ مراد ہو جیسا کہ امام نسفی فرماتے ہیں باب القبۃ التی کانوا یصلون الیہا (مدارک ص۳۹ ج ۱) اور سجداً حال مؤکدہ نہ ہو بلکہ حال مقدرہ ہو جیسا کہ یا ایہا النبی انا ارسلنٰک شاہداً میں علامہ زمخشری نے لکھا ہے۔ (کشاف ص۴۴۳ ج ۲) تو اس صورت میں اصل عبارت یوں ہوگی وادخلوا باب المسجد مقدرین لکم السجود وقت حصولکم فیہ۔ اور مقصد یہ ہے کہ اس شہر میں کھانے پینے کی چیزیں کثرت اور فراوانی سے موجود ہیں۔ خوب فراغی سے کھاؤ پیو اور ساتھ بطور شکر نعمت خدا کے گھر میں حاضر ہو کر اس کی عبادت بجا لاؤ۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ اسی معنی کو ترجیح دیتے ہیں ف۱۹ حِطَّۃٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای مسئلتنا حطۃ (مدارک ص۴۰ ج ۱، کبیر ص۵۳۵ ج ۱) یعنی ہماری درخواست گناہوں کی معافی ہے نَغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ یہ ادخلوا اور قولوا دونوں کا جواب ہے۔ یعنی جب تم میری عبادت بجا لاؤ گے اور مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو گے تو میں تمہارے تمام گناہ معاف کر دوں گا۔ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ محسنین سے مخلصین کاملین مراد ہیں جیسا کہ حدیث جبریل میں احسان کی تفسیر میں ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ مطلب یہ کہ گناہوں کی معافی تو ان سب کے لئے ہے جو مذکورہ حکم کی تعمیل کریں گے مگر مخلصین کو مزید انعام واکرام سے نوازا جائیگا۔ یا محسنین سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے ماضی میں خدا کی نافرمانی نہیں کی تھی مثلاً گوسالہ کی پوجا نہیں کی اور من وسلوی کا ذخیرہ نہیں کیا وغیرہ (قرطبی ص۴۱۵ ج ۱)

ف۱۳ ان میں سے جو نافرمان اور بد خود غلط کار تھے انہوں نے اللہ کی طرف سے تلقین کردہ الفاظ کو چھوڑ کر تمسخر واستہزاء کے طور پر کچھ اور ہی الفاظ اپنے شروع کر دیئے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے حِطَّۃٌ کے بجائے حنطۃٌ کی رٹ شروع کر دی (قرطبی ص۴۱۱ ج ۱، روح ص۲۶۶ ج ۱ وغیرہ) قولی مخالفت کے ساتھ ساتھ انہوں نے عملاً بھی اللہ کے حکم کی مخالفت کی۔ چنانچہ دروازے سے جھک کر گذرنے کے بجائے اکڑتے اور اتراتے ہوئے گذرے۔

موضح القرآن ف۱ جب فرعون غرق ہو چکا اور بنی اسرائیل خلاص ہو کر چلے جنگل میں ان کے خیمے پھٹ گئے تو سایہ سے دن ابر رہتا دھوپ کا بچاؤ اور اناج نہ پہنچا تو من وسلوی اترتا کھانے کو من ایک چیز تھی میٹھی دھنئے کے سے دانے رات کو برستی لشکر کے گرد ڈھیر ہو رہتی صبح کو ہر آدمی اپنی قوت کے برابر چن لاتا۔ اور سلوی ایک جانور کا نام ہے شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جانور جمع ہوتے اندھیرا پڑے پکڑ لاتے کباب کر کر کھاتے مدتوں تک یہی کھایا کئے ف۲ اس جنگل میں پھنسے تھے اپنی تقصیر سے سورۂ مائدہ میں اس کا بیان ہے۔ پھر ایک کھانے سے تنگ گئے تب ایک شہر میں پہنچایا اور حکم کیا کہ دروازے میں سجدہ کر کر جاؤ اور حطۃ کہو یعنی گناہ اترے۔ ف۳ یعنی ٹھٹھے سے حطۃٌ کے بدلے کہنے لگے حنطۃٌ یعنی گیہوں اور سجدے کے بدلے لگے سرین پر پھسلنے پھر شہر میں جا کر ان پر طاعون پڑی یعنی وبا پھوڑے کی دو پہر میں قریب ستر ہزار آدمی مرے۔

فتح الرحمٰن ف۱ بنی اسرائیل مامور شدند بجہاد عمالقہ و ایشاں دراں باب تغافل کردند پس معاقب شدند با فتادن در بیابان چہل سال و آنجا چوں آب طعام و خیمہ مفقود شد خدائے تعالی بدعا موسی علیہ السلام من وسلوی نازل ساخت واز سنگے دوازدہ چشمہ رواں کرد و ابر را سایہ بآں گردانید قدر ایں نعمتہا نشناختند و کفر نعمت کردند اشارت بدیں قصہ است ایں آیت ۱۲ ف۲ یعنی دیہی کہ در زمان حضرت موسی فتح شدہ بود ۱۲

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے ١٢٢ تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو
الْحَجَرَؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًاؕ
پتھر پر سو بہہ نکلے اس میں سے بارہ چشمے ١٢٣
قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ ف کھاؤ اور پیو
مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝۶۰
اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے ١٢٤ ف۱
وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ
اور جب کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر ١٢٥
فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ
سو دعا مانگ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے کہ نکال دے ہمارے واسطے جو اگتا ہے زمین سے
مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَاؕ
ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز
قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ
کہا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے بدلے اس چیز کے جو
خَيْرٌؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْؕ وَ
بہتر ہے ١٢٦ اترو کسی شہر میں تو تم کو ملے جو مانگتے ہو اور
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ
ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی ١٢٧ اور پھرے اللہ کا غضب
مِّنَ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
لے کر یہ اس لئے ہوا کہ نہیں مانتے تھے احکام خداوندی کو ١٢٨

انعام ہشتم ۸

عذاب ثانی ۲

١٢١ جن لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی اور اس کے حکم کو تمسخر سے بدل دیا ان پر آسمانی عذاب نازل کیا گیا۔ یہ عذاب طاعون کی بیماری کی صورت میں ان پر مسلط کیا گیا۔ والمراد به الطاعون (بیضاوی ص۲۵) وقال ابن زید بعث اللہ علیہم الطاعون (کبیر ص۵۲۴ ج۱) بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ یہ عذاب ان پر ان کی مسلسل نافرمانی کی وجہ سے نازل کیا گیا۔ بسبب فسقهم المستمر (ابوالسعود ص۵۳۹ ج۱) ١٢٢ یہ آٹھواں انعام ہے۔ یہ واقعہ بھی میدانِ تیہ میں پیش آیا۔ وہاں جب اسرائیلیوں کو پیاس لگی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی کا مطالبہ کیا۔ جمهور المفسرین اجمعوا علی ان هذا الاستسقاء کان فی التیہ (کبیر ص۵۴۸ ج۱) تو انہوں نے خدا کے حکم سے پتھر پر عصا مارا جس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ۔ الحجر میں الف لام عہد کے لئے ہے۔ اور اس سے کسی مخصوص اور معین پتھر کی طرف اشارہ ہے کان حجرا معینا بدلیل انه عرفه بالالف واللام (معالم ص۵۵ ج۱) ١٢٣ اسرائیلیوں کے بارہ قبیلے تھے اور ان میں باہم منافرت اور نا اتفاقی تھی اس لئے ہر قبیلے کے لئے الگ الگ چشمہ جاری کر دیا کہ کہیں پانی پیتے پیتے آپس میں برسرِ پیکار نہ ہو جائیں لکونهم کانوا اثنی عشر سبطا وکان بینہم تضاغن وتنافس فاجری اللہ تعالیٰ لکل سبط عینا یردها لا یشرکه فیها احد من السبط الآخر ففیه الاشارة الی الشحناء۔ (روح ص۲۷۶ ج۱) قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ یعنی ہر قبیلے کو اپنی گھاٹ معلوم ہو گئی اور ہر قبیلے کو بتا دیا گیا کہ وہ صرف اپنی ہی گھاٹ سے پانی پی سکتے ہیں۔ ١٢٤ یعنی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاؤ پیو اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اور اس کا دیا ہوا رزق کھا پی کر اس کی زمین پر اس کی نافرمانی کر کے شر و فساد مت بپا کرو۔ مفسدین حال مؤکدة لعاملها (شرح شذور الذهب ابن ہشام ص۲۴۲) ١٢٥ یہ دوسرا عذاب ہے۔ یہ واقعہ بھی میدانِ تیہ کا ہے۔ جب بنی اسرائیل سالہا سال تک ایک ہی طرز کا کھانا یعنی من و سلویٰ کھا کھا کر اکتا گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی اور کہا کہ وہ اللہ سے درخواست کریں کہ وہ ہمارے لئے مختلف قسم کی ترکاریاں اور غلے پیدا کرے فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرنے کی درخواست کی کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی دعا اقرب الی الاجابۃ ہوتی ہے۔ اس سے زندہ بزرگ سے دعا کرانے کا جواز نکلتا ہے۔ وَفُوْمِهَا۔ فوم کے معنی گیہوں اور لہسن دونوں کے آتے ہیں لیکن یہاں لہسن مراد ہے۔ وهو مروی عن ابن عباس ومجاهد واختيار الكسائي (کبیر ص۵۴۳ ج۱) ١٢٦ استفہام اظہار تعجب کیلئے ہے یعنی تعجب ہے کہ تم عمدہ چیز کے عوض گھٹیا چیز کا مطالبہ کر رہے ہو۔ من و سلویٰ کی ان کی طلب کردہ اشیاء پر ترجیح اور افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ من و سلویٰ ایک قیمتی اور نہایت لذیذ غذا ہے اور ترکاریوں کی نسبت زیادہ مفید بھی ہے نیز ان کے حاصل کرنے میں کوئی تکلیف و دقت نہیں (روح ص۲۷۵ ج۱) اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ان کا مطالبہ منظور ہوا اور انہیں اجازت مل گئی کہ وہ قرب و جوار کے کسی شہر میں چلے جائیں۔ انہیں منہ مانگی چیزیں مل جائیں گی۔ ١٢٧ الذلة سے مراد رسوائی اور المسکنة سے مراد فقر و احتیاج ہے والذلة الذل والصغار والمسكنة الفقر (قرطبی ص۴۳۰ ج۱) اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی اور ضد و عناد کی وجہ سے بنی اسرائیل پر ذلت و رسوائی اور تنگدستی و محتاجی ہمیشہ کے لئے مسلط کر دی گئی۔ دنیا میں یہ قوم جہاں بھی ہے ذلیل و خوار اور فقیر و محتاج ہے۔ اگر ان میں دولتمند ہیں بھی تو گنتی کے چند آدمی باقی سب عوام تو ان کا شمار دنیا کی مفلس ترین اقوام میں ہے اب اسرائیلیوں کی ایک چھوٹی سی حکومت بھی دنیا کے نقشہ پر نمودار ہو گئی ہے مگر یہ حکومت حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ امریکہ نے مشرقِ وسطیٰ میں اپنے مخصوص سیاسی مفادات کے پیش نظر ایک کاغذی ڈھانچہ سا کھڑا کر رکھا ہے اس کی اپنی کوئی طاقت نہیں اور نہ ہی کوئی منفرد پالیسی ہے اگر آج امریکہ اس کی امداد سے دست کش ہو جائے تو سورج ڈھلنے سے پہلے اسرائیلی حکومت کی ہڈی پسلی نہ رہے۔ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ باء کے معنی یہاں استحقوا اور استوجبوا کے ہیں (کبیر ص۵۴۷ ج۱، ابن کثیر ص۱۰۲ ج۱، روح ص۲۷۶ ج۱) یعنی قوم بنی اسرائیل کفر و عصیان اور قتل انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے غضبِ الٰہی کی مستحق ٹھہری

موضح القرآن ف اس جنگل میں پانی نہ ملا تو ایک پتھر سے بارہ چشمے نکلے بارہ قوم تھے کسی میں لوگ زیادہ کسی میں کم ہر قوم کے موافق ایک چشمہ تھا اس سے پہچان لیا جب لشکر کوچ کرتا تو وہ پتھر ساتھ اٹھا لیتے جب مقام ہوتا تو رکھ دیتے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بنی اسرائیل دوازدہ قبیلہ بودند برائے ہر قبیلہ یک چشمہ معین شد ۱۲

۱۲۸ آیات سے اللہ کی توحید کی آیتیں مراد ہیں یا اس سے مراد کتب سماویہ اور معجزات انبیاء ہیں ای یکذبون بآیات اللّٰہ ای بکتابہ ومعجزات انبیائہ کعیسی ویحیی وزکریا ومحمد علیہم السلام یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ یہ مضارع بھی کانوا کے تحت داخل ہے کان ماضی جب کسی فعل مضارع پر داخل ہو تو اس سے عام طور پر فعل میں دوام واستمرار کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ تکذیب آیات اور قتل انبیاء ان کی عادت مستمرہ ہو چکی تھی۔ ایک طرف تو وہ توحید کا انکار کرتے تھے اور دوسری طرف توحید بیان کرنے والے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے۔ اور یہی ان کے استحقاقِ غضب کا سبب بنی بِغَیْرِ الْحَقِّ کی قید سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہوتے ہیں اس لئے ان کا قتل صرف ناحق ہی ہو سکتا ہے پھر بغیر الحق کی قید بڑھانے سے کیا فائدہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قتل انبیاء علیہم السلام ایک بہت بڑا گناہ اور عظیم جرم ہے اس لئے اس کی قباحت اور شناعت کو تاکید کے ساتھ بیان کرنے کے لئے اس قید کی صراحت کی گئی۔ تعظیم للشنعۃ والذنب الذی اتوہ (قرطبی ص ۴۳۲ ج ۱) **۱۲۹ ذٰلِکَ** سے کفر بالآیات اور قتل انبیاء کی طرف اشارہ ہے اشارۃ الی الکفر والقتل الواقعین سبباً لما تقدم (روح ص ۲۷۷ ج ۱) بما میں با سببیہ اور ما مصدریہ ہے خدا کی نافرمانی اور حدود شکنی نے انہیں اس حد تک پہنچا دیا کہ وہ آیاتِ الٰہی کی تکذیب اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے لگے۔ کیونکہ جس طرح چھوٹی چھوٹی نیکیاں بڑی نیکیوں کی طرف لے جاتی ہیں اسی طرح بعض اوقات چھوٹے چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ ای جرھم العصیان والتمادی فی العدوان الی ما ذکر من الکفر وقتل الانبیاء علیہم السلام فان صغار الذنوب اذا دووم علیہا ادت الی کبارھا کما ان مداومۃ صغار الطاعات مؤدیۃ الی تحری کبارھا۔ (ابو السعود ص ۵۲۸ ج ۱ کذا فی البیضاوی ص ۲۰) یہاں تک نوع اول کی تفصیل تھی۔ **۱۳۰** یہ آیت نوعِ اول کا تتمہ ہے اور الذین اٰمنوا سے مراد امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے ای من اٰمن بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم (بحر ص ۲۴۰ ج ۱) وَالَّذِیْنَ هَادُوْا۔ یہودیت کے پیرو یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت وَالنَّصٰرٰی دین عیسوی کے متبعین وَالصَّابِئِیْنَ یہ لوگ بھی اہل کتاب ہی کا ایک گروہ ہیں فرقۃ من اہل الکتاب (ابن کثیر ص ۱۰۴ ج ۱) مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ہر فرقہ اپنے لقب اور نام پر خوش ہے مگر اصل ذریعۂ نجات یہ القاب اور انتسابات نہیں ہیں بلکہ نجات کا مدار تو ایمان اور عملِ صالح پر ہے۔ یہاں یہ شبہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ آیت میں صرف اللہ پر ایمان لانے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صرف اللہ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری نہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔ اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو اس کی تمام صفات کمال اور نعوت جلال میں وحدہٗ لاشریک یکتا اور بے مثل مانا جائے اور اسکے تمام احکام کی تعمیل کی جائے لہٰذا یہ جملہ ایمان بالرسل، ایمان بالکتب، ایمان بالملٰئکۃ وغیرہ سب کو شامل ہے۔ قد دخل فی الایمان باللہ الایمان بما اوجبہ اعنی الایمان برسلہ (کبیر ص ۵۵۵ ج ۱) دوسری بات یہ ہے یہاں ایمان باللہ کا ذکر اجمالی ہے و قرآن مجید کی دوسری آیتوں میں اسکی تفصیل موجود ہے چنانچہ سورۂ حجرات رکوع ۲ میں ارشاد ربانی ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ اس آیت میں صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ مومن صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اللہ کے تمام رسولوں پر بھی ایمان لائیں اور ایمان بھی ایسا لائیں جو ریب وتردد اور ہر قسم کے شکوک وشبہات سے پاک ہو اور پھر ان کی عملی زندگی بھی اس ایمان کے عین مطابق ہو اور رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا
اور خون کرتے تھے نبیوں کا ناحق یہ اس لئے کہ نافرمان تھے
وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (۶۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ
اور حد پر نہ رہتے تھے ۱۲۹ بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے ۱۳۰ اور جو لوگ
هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو ایمان لایا (ان میں سے) اللہ پر
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
اور روز قیامت پر اور کام کئے نیک تو ان کیلئے ہے ان کا ثواب ان کے
رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۶۲) وَ
رب کے پاس اور نہیں ان پر کچھ خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے ف ۱ ف ۱ اور
اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ
جب لیا ہم نے تم سے قرار ۱۳۱ اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو
خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ
کہ پکڑو جو کتاب ہم نے تم کو دی زور سے ۱۳۲ اور یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم
تَتَّقُوْنَ (۶۳) ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْ
ڈرو ف ۲ پھر تم پھر گئے اس کے بعد ۱۳۳ سو اگر
لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (۶۴)
نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی مہربانی تو ضرور تم خراب ہوتے ۱۳۴
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى
اور تم (اے موجودہ اسرائیلیو) خوب جان چکے ہو جنہوں نے تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے
السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ (۶۵) ۚ
دن میں ۱۳۵ تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ بندر ذلیل ۱۳۶

ع ۷

منزل ۱

ختم نوع اول ۱۲

شروع نوع ثانی ۱۲ بنی اسرائیل کے آٹھ جرائم کی تین شقوں میں سے پہلی قباحت ۱۲

موضح القرآن ف ۱ یعنی کسی فرقے پر موقوف نہیں یقین لانا شرط ہے اور عمل نیک اپنے اپنے وقت میں جس نے یہ کیا ثواب پایا یہ اس واسطے فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی پر مغرور رہتے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں ہم ہر طرح خدا کے یہاں بہتر ہیں۔ یہودی کہتے ہیں حضرت موسیٰؑ کی امت کو اور نصاریٰ کہتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کی امت کو، صابئین بھی ایک فرقہ ہیں حضرت ابراہیمؑ کو مانتے ہیں۔ **ف ۲** جب توریت اتری تو کہنے لگے ہم سے اتنے حکم نہ ہو سکیں گے تب پہاڑ اوپر آیا کہ گر پڑے تب ڈر کر قبول کیا۔

فتح الرحمٰن ف ۱ حاصل معنی آیت آنکہ آدمی در اصل از ہر فرقہ کہ باشد چوں ایمان آورد از اہل نجات بود خصوصیت فرقہ معتبر نیست ۱۲

اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لائیں اور سب کو اللہ کے سچے رسول مانیں ایسا نہ ہو کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ (سورۂ نساء ع ۲۱) اس آیت سے دونوں باتیں واضح طور پر معلوم ہو گئیں۔ اول یہ کہ جس طرح اللہ پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ دوم یہ کہ بلا تفریق تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانا ضروری ہے۔ بعض پر ایمان لانا اور بعض پر ایمان نہ لانا نجات اور ایمان کے لئے کافی نہیں ہے بعض پیغمبروں کا انکار تمام پیغمبروں کے انکار کے برابر ہے۔ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یوم آخرت اور اس میں جو کچھ ہونے والا ہے سب پر ایمان لائے۔ تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ یوم آخرت پر ایمان لانا اٰمَنَ بِاللّٰہِ میں داخل ہے لیکن اس کے باوجود اس کا ذکر صراحت سے کیا گیا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اگرچہ آخرت پر ایمان رکھتے تھے مگر ان کا تصور آخرت قرآن کے پیش کردہ تصور سے بالکل جداگانہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ آخرت میں صرف یہودی یا نصرانی ہی جنت میں جائیں گے۔ ان کے سوا اور کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یوم آخر پر ایمان لانے کا علیحدہ ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ آخرت پر اس طرح ایمان لانا ضروری ہے جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعے اس کے احوال بیان فرمائے ہیں کہ آخرت میں کسی قوم یا گروہ کی اجارہ داری نہیں ہوگی بلکہ وہاں صرف ایمان اور عمل صالح کام آئیں گے۔

نوع ثانی

(اس میں نزول قرآن کے وقت موجود بنی اسرائیل کے باپ دادوں کی تین خیانتیں اور شرارتیں بیان کی گئی ہیں۔)

۱۳۱ یہ پہلی خیانت ہے۔ یہاں میثاق سے مراد تورات پر عمل کرنے کا عہد و میثاق ہے بقول ما فی التوریۃ (مدارک ص ۲۲ ج ۱) بالمحافظۃ علی ما فی التوراۃ (ابو السعود ص ۵۵ ج ۱) وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ جب موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے اور بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس پر عمل کرو تو انہوں نے کہا کہ یہ احکام سخت ہیں جب تک اللہ خود ہم سے ہمکلام نہ ہو اور اسے ہم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ہم نہیں مانیں گے جس طرح آج کل مغرب زدہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے احکام سخت ہیں جو موجودہ زمانے کے لئے غیر مفید ہیں اس لئے ان میں ترمیم ہونی چاہئے۔ اس پر انہیں صاعقہ بھیج کر ہلاک کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر انہیں دوبارہ زندہ کر دیا گیا مگر اس کے بعد پھر بھی وہ تورات کو ماننے پر تیار نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں پر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ تورات پر عمل کرنے کا عہد کرو ورنہ پہاڑ گرا کر تمہیں ہلاک کر دیا جائیگا تو اس پر سب نے تورات پر عمل کرنیکا عہد کیا۔ یہاں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ دین میں تو جبر و اکراہ نہیں تو پھر اسرائیلیوں پر پہاڑ لٹکا کر انہیں تورات پر عمل کرنے پر کیوں مجبور کیا گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداءً قبول اسلام پر کسی کو مجبور کرنے کی اسلام میں قطعاً کوئی اجازت نہیں البتہ قبول اسلام کے بعد اگر کوئی شخص اسلام کے دستور حیات سے بغاوت کرے گا تو اسے ہرگز برداشت نہیں کیا جائیگا۔ اسلام صرف چند مذہبی رسوم و احکام کا نام نہیں بلکہ وہ احکم الحاکمین کی حکومت و سلطنت کا کامل دستور اور مکمل آئین ہے اس لئے اسے قبول کرنے کے بعد اس سے بغاوت کو بشرط ضرورت جبر و اکراہ اور قوت و طاقت کے ذریعے روکا جائیگا بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو۔ جیسا کہ دنیا کی تمام حکومتوں کا اصول ہے کہ وہ اپنے دستور اور آئین سے بغاوت و سرکشی کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتیں۔ اسرائیلی چونکہ اسلام قبول کر چکے تھے اور اب اس کے دستور (یعنی تورات) سے جو اس وقت اسلام کا دستور تھا سے بغاوت کر رہے تھے۔ اس لئے اسے برداشت نہیں کیا گیا اور بجبر و اکراہ ان سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لیا گیا۔ **۱۳۲** اس سے پہلے قُلْنَا محذوف ہے یعنی ہم نے کوہ طور ان کے اوپر کھڑا کر کے ان سے کہا کہ تورات کی صورت میں جو احکام ہم نے تمہیں دیئے ہیں ان کی سختی سے پابندی کرو وَاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ اور اس کتاب کو درس و تدریس کے ذریعے یاد رکھو اس میں غور و فکر کرو اور اس کے امر و نہی پر عمل کرو واحفظوا ما فیہ وادرسوہ ولا تنسوہ ولا تغفلوا عنہ (مدارک ص ۲۲ ج ۱، کبیر ص ۵۵۸ ج ۱) ای تدبروہ واحفظوا اوامرہ ووعیدہ ولا تنسوہ ولا تضیعوہ (قرطبی ص ۴۳۷ ج ۱) لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم دنیا کی تباہی اور آخرت کے عذاب سے بچ سکو لکی تنجوا من الھلاک فی الدنیا والعذاب فی العقبی (معالم ص ۴۸ ج ۱) **۱۳۳** یہ اشارہ مذکورہ عہد و پیمان کی طرف ہے یعنی پختہ عہد و پیمان کے بعد بھی تم نے حسب عادت قدیمہ اس سے اعراض کیا۔ اور اسے پس پشت ڈال دیا من بعد اخذ ذلک المیثاق المؤکد (ابو السعود ص ۵۵ ج ۱) ای اعرضتم عن الوفاء بالمیثاق بعد اخذہ وخالفتم (روح ص ۲۸۱ ج ۱) **۱۳۴** لیکن اس عہد شکنی کے باوجود اللہ نے اپنی خاص نوازش و مہربانی سے تمہیں موقع پر فوراً ہلاک نہ کیا اور سنبھلنے کے لئے تمہیں مزید مہلت دیدی اگر وہ ایسا نہ کرتا تو دنیا سے کب کا تمہارا نام و نشان مٹ چکا ہوتا۔ ولولا فضل اللہ تعالیٰ علیکم بالامھال وتاخیر العذاب لکنتم من الھالکین (ابو السعود ص ۵۵ ج ۱) **۱۳۵** سبت یعنی ہفتے کا دن دین یہود میں متبرک و مقدس دن تھا جیسا کہ مسلمانوں کے لئے جمعہ اور عیسائیوں کے لئے اتوار ہے ہفتے کے دن انہیں مچھلی کے شکار سے روکا گیا تھا مگر انہوں نے خدا کے اس حکم کی پرواہ نہ کی اور ہفتہ کے دن بھی شکار سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرتناک سزا دی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں پیش آیا اور جن اسرائیلیوں کا یہ واقعہ ہے وہ ساحل سمندر پر واقع ایلہ نامی گاؤں کے باشندے تھے (روح ص ۲۸۲ ج ۱، کبیر ص ۵۵۳ ج ۱) **۱۳۶** ہم نے ان کی شکلیں مسخ کر دیں اور انہیں ذلیل بندر بنا دیا یہ مسخ حقیقی اور حسی تھا مجازی اور معنوی نہیں تھا اور مسخ کے بعد تین دن کے اندر اندر سب ہلاک ہو گئے۔ وظاھر القرآن انہم مسخوا قردۃ علی الحقیقۃ وعلی ذلک جمھور المفسرین وھو الصحیح ...... ولم یعیشوا اکثر من ثلثۃ ایام (روح ص ۲۸۳ ج ۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موجودہ بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا کہ اپنے اسلاف کے عصیان و عدوان کا یہ واقعہ تو تم اچھی طرح جانتے ہو یہ تمہاری آبائی تاریخ کا ایک مسلم واقعہ ہے اور ان کا جو حشر ہوا وہ بھی تمہیں بخوبی معلوم تو اب اس واقعے سے اندازہ کر لو کہ اگر تم اسی طرح عصیان و عدوان اور تمرد و سرکشی میں رہے تو تم پر بھی قہر خداوندی نازل ہو کر رہے گا۔ انہ تعالیٰ لما اخبرھم بما عامل بہ اصحاب السبت فکانہ یقول لھم اما تخافون ان ینزل علیکم بسبب تمردکم ما نزل علیھم من العذاب فلا تغتروا بالامھال الممدود علیکم (کبیر ص ۵۵۳ ج ۱) **۱۳۷** ھا کی ضمیر مذکورہ سزا کی طرف راجع ہے نَکَالًا نکال کے معنی عبرت کے ہیں نکالا عبرۃ تنکل المعتبر بھا ای تمنعہ وتردعہ (ابو السعود ص ۵۵ ج ۱) لِّمَا بَیْنَ یَدَیْھَا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس واقعہ کے ظہور کے وقت قرب و جوار میں موجود تھے۔ ای لمن قرب منھا (نہر ص ۲۴۷ ج ۱) لما حولھا من القری (بحر ص ۲۴۷ ج ۱) وَمَا خَلْفَھَا وہ لوگ جو اس زمانہ کے بعد ہوں گے۔ ای من جاء بعدھم (نہر) وما یحدث بعدھا من القری التی لم تکن (بحر) یعنی ہم نے اس سزا کو موجودہ لوگوں اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنا دیا کہ وہ اسے یاد کر کے خدا سے ڈرتے رہیں اور اس کی نافرمانی کی جرأت نہ کر سکیں وَمَوْعِظَۃً لِّلْمُتَّقِیْنَ متقین سے بنی اسرائیل کے وہ لوگ مراد ہیں جو اسرائیلیوں کو سبت میں شکار کرنے سے روکتے تھے۔ یہ واقعہ ان کے لئے بھی نصیحت آموز ہے اور اللہ کی اطاعت اور اس کی حدود کی پابندی کرنے کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دیتا ہے یا متقین سے عام پرہیزگار اور خدا ترس لوگ مراد ہیں الذین نھوھم عن الاعتداء من صالحی قومھم او لکل متق سمعھا (مدارک ص ۲۳ ج ۱) **۱۳۸** یہ دوسری خیانت ہے۔ اللہ نے بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا مگر وہ خبث باطن کی وجہ سے اس حکم کو مذاق سمجھنے لگے اور اس معاملہ کو چالیس سال تک ٹالتے رہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ گائے ذبح کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کو اس کے عزیز نے اس کی دولت حاصل کرنے کے لئے رات کی تاریکی میں قتل کر دیا۔ صبح ہوئی تو شور و غل بپا کر دیا اور معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل کر کے انہیں گائے ذبح کر کے اس کا کوئی حصہ مقتول کے جسم سے لگانے کا حکم دیا تاکہ وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کا پتہ بتا دے[1]۔ اس واقعہ کا پہلا حصہ بعد میں وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْھَا میں مذکور ہے اور وَاِذْ قَالَ

---

[1] ان روایات کے متعلق حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں۔ الظاھر انھا ماخوذۃ من کتب بنی اسرائیل وھی مما یجوز نقلھا ولکن لا تصدق ولا تکذب فلھذا لا یعتمد علیھا الا ما وافق الحق عندنا واللہ اعلم (ابن کثیر ص ۱۱۱ ج ۱) س۔ب

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَ
پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو عبرت ۱۳۷ ان لوگوں کے لئے جو وہاں تھے اور جو پیچھے آنے والے تھے اور
مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ
نصیحت ڈرنے والوں کے واسطے ف۱ اور جب کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم سے
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا
اللہ فرماتا ہے تم کو ذبح کرو ایک گائے ۱۳۸ ف۱ وہ بولے کیا تو ہم
هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾
سے ہنسی کرتا ہے ۱۳۹ کہا پناہ خدا کی کہ ہوں میں جاہلوں میں سے
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ
بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بتادے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہے ۱۴۰ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ
يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ
ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی درمیان میں ہے
ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
بڑھاپے اور جوانی کے اب کرڈالو جو تم کو حکم ملا ہے بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے
يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ
کہ بتادے ہم کو کیسا ہے اس کا رنگ ۱۴۱ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے
صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ
زرد خوب گہری ہے اسکی زردی خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو بولے دعا کر
لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ
ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتادے ہم کو کس قسم کی ہے وہ ۱۴۲ کیونکہ اس گائے میں شبہ پڑ گیا ہے ہم کو
وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ
اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور راہ پالیں گے کہا وہ فرماتا ہے

[illegible]

مُوسٰی لِقَوْمِہٖ میں واقعہ کا آخری حصہ مذکور ہے ۔ واقعہ کی ترتیب کو اس لئے بدلا گیا تا کہ ایک ہی واقعہ سے متعلق ان کی دو خباثتوں کی واضح طور پر نشاندہی کی جا سکے اول گائے ذبح کرنے کے سلسلے میں پس وپیش اور ٹال مٹول دوم بے گناہوں پر قتل کا الزام ۔ اگر واقعہ کو اصل ترتیب سے ذکر کیا جاتا تو اس سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا ۔ اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ دو مستقل واقعے ہیں جیسا کہ گذشتہ واقعات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وَاِذْ سے جتنے واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ سب مستقل واقعات ہیں ۔ نیز بعض روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ گائے ذبح کرنے کے حکم اور گائے حاصل کر کے ذبح کرنے کے درمیان چالیس سال کا طویل وقفہ تھا (مدارک ص۴۲ ج ۱ ، کبیر ص۵۶۲ ج ۱) نعش کا اتنا عرصہ بے گور وکفن پڑا رہنا اور پھر متعفن نہ ہونا یہ امور بھی عقل وقیاس سے بعید ہیں ۔ اس سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ دو مستقل واقعے ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ پہلے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہو طویل پس وپیش اور جستجو کے بعد جب وہ مطلوبہ گائے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں تو قتل کا واقعہ پیش آگیا ہو اور انہیں اس گائے کا گوشت مقتول کے بدن سے لگانے کا حکم دیا گیا ہو تا کہ وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کی نشاندہی کرے وقیل انہ یجوز ان یکون ترتیب نزولھا علی موسی علیہ السلام علی حسب تلاوتھا بان یامرھم اللہ تعالیٰ بذبح البقرۃ ثم یقع القتل فیؤمروا ایضرب بعضھا (روح ص۲۹۵ ج ۱ ، قرطبی ص۴۴۵ ج ۱) لیکن ایک سوال باقی رہ جائیگا کہ اس صورت میں گائے ذبح کرنے کے حکم کی وجہ کیا ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک واقعہ ہونے کی صورت میں جس چیز کو مفسرین کرام نے ذبح کیلئے گائے ہی کو منتخب کرنے کی حکمت کہا ہے اس صورت میں وہی ذبح بقرہ کی علت ہوگی بعض لوگ کہتے ہیں کہ مصر میں رہنے کی وجہ سے اسرائیلی بھی گوسالہ پرستی کے شرک میں مبتلا ہو چکے تھے ۔ وہ گائے کی پوجا کرتے اور اس کی تعظیم بجا لاتے تھے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے باوجود انہیں گوسالہ پرستی سے قلبی انس باقی تھا اگرچہ عملی طور پر وہ گائے کی پوجا نہیں کرتے تھے لیکن گوسالہ پرستی سے وہ پورے طور متنفر بھی نہیں تھے جبھی تو سامری کے گوسالہ کو دیکھتے ہی اسکے سامنے سجدہ ریز ہو گئے اس لئے ان کے سابق معبود کو ان کی نظروں میں ذلیل کرنے اور انہیں اس کی عبادت سے کلی طور پر متنفر کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تاکہ توحید کی جڑیں انکے دلوں کی گہرائیوں میں پھیل کر خوب مضبوط ہو سکیں ۔ قیل انما امروا بذبح البقرۃ دون غیرھا من البھائم لانھا افضل قرابینھم ولعبادتھم العجل فاراد اللہ ان یھون معبودھم عندھم (مدارک ص۴۲ ج ۱) وانما اختص البقر من سائر الحیوانات لانھم کانوا یعظمون البقر ویعبدونھا من دون اللہ فاختبروا بذلک الخ (بحر ص۲۵۰ ج ۱) ۱۳۹ اسرائیلی سمجھے کہ گائے تو ایک مقدس اور معظم جانور ہے بھلا اللہ تعالیٰ اسے ذبح کرنے کا حکم کس طرح دے سکتا ہے یا انہوں نے ذبح بقرہ کے ذریعے قاتل کے پتہ لگانے کو بعید از عقل سمجھا اس لئے کہا ہو نہ ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہم سے ہنسی مذاق کر رہے ہیں ۔ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔ کیونکہ احکام خداوندی کی تبلیغ میں تمسخر کرنا جاہلوں اور بیوقوفوں کا کام ہے اور انبیاء علیہم السلام کو یہ چیز زیب نہیں دیتی لان الھزء فی اثناء تبلیغ امر اللہ سبحانہ جھل وسفہ (ابو السعود ص۵۵۵ ج ۱) ۱۴۰ اب یہاں سے اسرائیلیوں کے تعنت اور حکم خداوندی کے امتثال میں لیت ولعل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے یہاں مَا هِيَ کے ذریعے گائے کی حقیقت منقعہ سے سوال نہیں ہے بلکہ یہ سوال محض ایضاح حال کیلئے ہے لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ یعنی وہ نہ بوڑھی ہو اور نہ بچی الفارض اسم للمسنۃ التی انقطعت ولادتھا من الکبر والبکر اسم للصغیرۃ التی لم تلد من الصغر (روح ص۲۹۶ ج ۱) عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ یہ ماقبل کی تاکید ہے عوان اسے کہتے ہیں جو ان دونوں عمروں کے درمیان ہو وسط بین السنین (معالم ص۳۷ ج ۱) ای لا ھی صغیرۃ ولا ھی مسنۃ (قرطبی ص۴۴۸ ج ۱) فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ یعنی حکم کی تعمیل کرو اور زیادہ سوال وجواب نہ کرو ۔ ای من ذبح البقرۃ ولا تکرروا السوال

موضح القرآن ف۱ یہ قصہ سورۂ اعراف میں ہے ۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید شخصے را از بنی اسرائیل کشتہ یافتند و کشندۂ آں معلوم نبود خدا تعالیٰ حکم فرمود کہ گاوے را ذبح کنند و بعضوے از آں مقتول را بزنند تا زندہ شود و از قاتلان خود خبر دہد القصہ گاو را بمبلغ خطیر خریدہ کردند و بزدند مقتول زندہ شد و پسران عم خود را نام برد کہ ایشاں کشتند پس قاتلان را بقصاص رسانیدند و از آں بار قاتل را از میراث محروم ساختند واللہ اعلم ۔

ولا تتعنتوا (روح ص۲۸۵ ج۱) تجديد للامر وتاكيد وتنبيه على ترك التعنت فما تركوه (قرطبی ص۴۴۹ ج۱) ۱۴۱ جب عمر کے متعلق اطمینان ہوگیا تو اب رنگ کے متعلق سوال کر دیا صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا فاقع کے معنی تیز زرد رنگ والے کے ہیں شديد الصفرة تكاد من صفرتها تبيض (ابن کثیر ص۱۱۱ ج۱) تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ یعنی اس کا تیز اور گہرا زرد رنگ بدنما نہ ہو بلکہ ایسا خوشنما ہو کہ دیکھنے والے اسے دیکھ کر لطف اور سرور محسوس کریں

۱۴۲ یہ اسرائیلیوں کی سرکشی اور ان کے خبث باطن کی انتہا ہے کہ حکم خداوندی کی تعمیل میں کیسی چالاکی سے پس و پیش کر رہے ہیں اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا یعنی مذکورہ بالا اوصاف تو بہت سی گایوں میں پائے جاتے ہیں ان سے گائے کی تعیین نہیں ہوتی اس لئے مزید وضاحت فرمائی جائے وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ بار بار سوال کی وجہ سے گائے کے حصول میں دشواری بڑھ رہی تھی اس لئے اب انہوں نے اپنی غلطی محسوس کی اور اس پر نادم ہوئے اور آخری سوال میں اپنی کامیابی کو مشیت ایزدی سے معلق کیا گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم مطلوبہ گائے حاصل کرکے ہی دم لیں گے۔ حدیث میں ہے کہ اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے تو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے تھے (قرطبی ص۴۵۲ ج۱)

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ

وہ ایک گائے ہے محنت کرنے والی نہیں ۱۴۳ جو جوتتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیتی کو

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

بے عیب ہے کوئی داغ اس میں نہیں بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع وَاِذْ قَتَلْتُمْ

پھر اس کو ذبح کیا اور وہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کریں گے اور جب مار ڈالا تھا تم

ع ۸

نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ

نے ایک شخص کو پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے ۱۴۴ اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم

تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ ج فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ

چھپاتے تھے پھر ہم نے کہا مارو اس مُردہ پر اس کا ایک حصہ اسی طرح زندہ کرے گا

اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ

اللہ مُردوں کو ۱۴۵ اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے نمونے تاکہ تم غور کرو ف پھر

قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ

تمہارے دل سخت ہوگئے اس سب کے بعد ۱۴۶ سو وہ ہوگئے جیسے پتھر

اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ

یا ان سے بھی سخت ۱۴۷ (کیونکہ) پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں

مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ

نہریں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے

الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا

پانی اور ان میں ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ

اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے ۱۴۸ اب کیا تم اے مسلمانو توقع رکھتے ہو کہ

نمبر ۲ کی خباثت (۳)

مقتول کو زندہ کرنا [illegible] اسرائیلیوں کی [illegible] کا ذکر (۴)

۱۴۳ یعنی اس سے محنت کا کام نہ لیا جاتا ہو۔ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ یہ ماقبل کی تفسیر ہے۔ مُسَلَّمَةٌ بے عیب ہو بريئة من العيوب (معالم ص۶۱ ج۱) لَا شِيَةَ فِيْهَا وہ یک رنگ ہو اور اس میں کسی دوسرے رنگ کا داغ دھبہ نہ ہو ای ليس فيها لون يخالف معظم لونها هي صفراء كلها لا بياض فيها ولا حمرة ولا سواد (قرطبی ص۴۵۳ ج۱) جِئْتَ بِالْحَقِّ یہاں حق بمعنی حقیقت ہے یعنی اب تم نے مطلوبہ گائے کی ٹھیک ٹھیک حقیقت بیان کی ہے۔ ای اظهرت حقيقة ما امرنا به فالحق هنا بمعنى الحقيقة (روح ص۲۹۰ ج۱) فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ یعنی ان کی طبیعت گائے کے ذبح کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی تھی اس لئے بار بار سوال کرتے تھے۔ ذبح تو کیا مگر بڑی مشکل سے

بنی اسرائیل کو کوئی سی گائے ذبح کرنے کا حکم ملا تھا۔ مگر انہوں نے ازراہ تعنت اس میں موشگافیاں شروع کر دیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذکورہ بالا اوصاف کی گائے کے لئے ایک طرف تو انہیں بہت زیادہ قیمت ادا کرنا پڑی اور دوسرا عرصہ دراز تک اس کی تلاش میں مارے مارے پھرے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر وہ کوئی سی گائے لیکر ذبح کر ڈالتے تو ان کا کام بن جاتا۔ لو ذبحوا اى بقرة ارادوا لاجزأتهم ولكن شددوا على انفسهم فشدد الله تعالى عليهم (روح ص۲۹۰ ج۱)۔

۱۴۴ یہ تیسری خباثت ہے۔ پہلی تفسیر کے مطابق یہ مذکورہ واقعہ کا پہلا حصہ ہے جسے بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور دوسری تفسیر کے مطابق یہ مستقل واقعہ ہے جو پہلے واقعہ کے بعد پیش آیا۔ ادّٰرَءْتُمْ درء سے ماخوذ ہے جس کے معنے ہٹانے اور دفع کرنے کے ہیں اور یہ اصل میں تدارءتم تھا۔ تا کو قرب مخرج کی وجہ سے دال سے تبدیل کیا گیا اور پھر اسے ساکن کرکے دوسرے دال میں ادغام کر دیا گیا اور ابتدا میں ہمزہ وصل کا اضافہ کیا گیا۔ باب تفاعل کا خاصہ مشارکت ہے اس لئے مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے ہر شخص قتل کا الزام دوسرے پر پھینکنے لگا۔ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یعنی جس چیز کو تم مسلسل چھپانے کی کوشش کر رہے تھے اللہ اسے ظاہر کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ہٗ کی ضمیر نفس کی طرف راجع ہے کیونکہ نفس مؤنث معنوی ہے۔ اس کی طرف مذکر و مؤنث دونوں ضمیریں راجع ہوسکتی ہیں اور بَعْضِهَا کی ضمیر گائے کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ گائے کے بدن کا کوئی سا حصہ مقتول کے بدن سے لگا دو تو وہ زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتا دیگا۔ وقال الشيخ رحمه الله تعالى ان الضمير في بعضها راجع الى النفس ايضا ومعناه اضربوا النفس القتيلة ببعض نفسها كاليد ونحوها والله اعلم ۱۴۵ یہ جملہ معترضہ ہے جو اس واقعہ کی عبرت اور موعظت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے۔ اس واقعہ میں منکرین حشر و نشر کے لئے عبرت ہے یعنی جس طرح اللہ نے اس مُردہ کو زندہ کر دیا تھا اسی طرح وہ تمام مُردوں کو زندہ کرے گا۔ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ اللہ تعالیٰ قدرت کے یہ نشانات اس لئے ظاہر فرماتا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور تاکہ تم عقل سے کام لیکر اس کی قدرت کاملہ پر استدلال کرسکو ويريكم اٰيٰته على انه قادر على كل شيء لعلكم تعقلون فتعملون على قضية عقولكم وهو ان من قدر على احياء نفس واحدة قدر على احياء

موضح قرآن ف بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھا۔ اس کا قاتل معلوم نہ تھا۔ اس کے وارث ہر کسی پر دعویٰ کرتے۔ حق تعالیٰ نے اس طرح اس مُردے کو جلایا۔ اُس نے بتایا کہ ان وارثوں ہی نے مارا تھا۔

يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ
وہ مانیں تمہاری بات ۱۴۹ اور ان میں ایک فرقہ تھا کہ سنتا تھا
كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ
اللہ کا کلام پھر بدل ڈالتے تھے اس کو جان بوجھ کر
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا
اور وہ جانتے تھے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم
اٰمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا
مسلمان ہوئے ۱۵۰ اور جب تنہا ہوتے ہیں ایک دوسرے کے پاس تو کہتے ہیں
أَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوْكُمْ
تم کیوں کہہ دیتے ہو ان سے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر تاکہ جھٹلائیں تم کو
بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ أَوَلَا
اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم نہیں سمجھتے ف کیا اتنا بھی نہیں
يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا
جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ
يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ
ظاہر کرتے ہیں ۱۵۱ اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں نہیں خبر رکھتے
الْكِتٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾
کتاب کی ۱۵۲ سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور ان کے پاس کچھ نہیں مگر خیالات
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ۖ ثُمَّ
سو خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر
يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ
کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے ۱۵۳ تاکہ لیویں اس پر تھوڑا سا مول

النصف

سب سے پہلی جماعت (محرفین) ۱۲

سب سے دوسری جماعت (منافقین) ۱۲

سب سے تیسری جماعت (ان پڑھ [illegible]) ۱۲

سب سے چوتھی جماعت (مال حاصل کرنے کی خاطر احکام خداوندی کو تبدیل کرنے والے) ۱۲

جمیعها (مدارک ص۴۴ ج ۱) یعنی جو ذات ایک مردہ کو زندہ کر سکتی ہے وہ سب کو خلعت حیات دوبارہ عطا کر سکتی۔ اس کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں ۱۴۶ ذٰلِکَ سے تمام گذشتہ واقعات، انعامات، آیات اور معجزات کی طرف اشارہ ہے۔ ما سبق من الآیات التی علموها (روح ص۲۹۵ ج ۱) یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان تمام آیات و معجزات اور تخویفات و تبشیرات کے بعد تمہارے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ ان میں خوف پیدا ہو جاتا ہے اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ ــــــ کے احکام کی پیروی کرتے اور سچی نیت سے اس کی اطاعت کرتے مگر اس کے باوجود تمہارے دل سخت ہو گئے اور تم نے بڑھ چڑھ کر حدود اللہ توڑا اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کی۔ ثُمَّ یہاں تراخی بیان کے لئے نہیں بلکہ استبعاد کیلئے ہے۔ ثم لاستبعاد القسوة بعد مشاهدة ما یزیلها (ابو السعود ص۵۳۳ ج ۱) یعنی قبول حق کی طرف ان کے دل ذرا مائل نہ ہوئے مذکورہ بالا عبرتناک اور عبرت انگیز واقعات کے مشاہدہ کرنے کے بعد نرم ہونے کے بجائے ان کے دل اور سخت ہو گئے ۱۴۷ اور سخت بھی کیسے پتھر کی طرح بلکہ پتھر سے بھی سخت وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهٰرُ ؕ کیونکہ پتھر تو کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔ قال الشیخ رحمه الله تعالیٰ الواو تعلیلیة (كذا فی المغنی لابن هشام ص۳۳ ج ۲) وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ اور کچھ پتھر ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے تھوڑا بہت پانی نکل آتا ہے۔ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو خوف خدا کے مارے گر پڑتے ہیں۔ پتھروں سے پانی کا نکلنا تو کوئی بعید نہیں البتہ پتھروں کے خوف خدا سے گرنے پر شبہ کیا جا سکتا ہے مگر یہ بھی کوئی بعید نہیں کیونکہ تمام جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا شعور عطا کیا ہوا ہے جسے شعور بسیط کہتے ہیں۔ اور اس شعور کی بنا پر جمادات میں خوف و مسرت، حُبّ و بُغض اور دیگر اعراض پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں احد پہاڑ کے متعلق آتا ہے۔ احد جبل یحبنا ونحبه یعنی احد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ پتھر تو پھر بھی کسی درجہ میں تأثر قبول کرتے ہیں مگر ان کے دل اتنے سخت ہیں کہ ان میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ والمعنی ان الحجارة تتاثر وتنفعل وقلوب هؤلاء لا تتاثر ولا تنفعل عن امر الله تعالیٰ اصلاً۔

۱۴۸ یہ ان کی بداعمالیوں پر وعید ہے یعنی جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور انہیں ساری بداعمالیوں کی ضرور سزا دیگا۔ یہاں تک نوع ثانی ختم ہوئی جس میں ان کی خباثتوں کا ذکر تھا۔ اب آگے اس نوع کا تتمہ ہے جس میں خباثت کے لحاظ سے یہودیوں کے پانچ گروہوں کا ذکر ہے۔ پہلا گروہ احبار و رہبان یعنی یہودیوں کے علماء اور درویشوں کا ہے جو سمجھ بوجھ کر تورات میں تحریف کرتے تھے۔ دوسرا گروہ منافقین یہود کا تھا۔ تیسرا گروہ ان پڑھ اور جہلاء کا تھا جو مولویوں اور پیروں کی بنائی ہوئی باتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ چوتھا گروہ ان علماء یہود کا تھا جو تحریری طور پر تورات کی تحریف کرتے تھے۔ اور پانچواں گروہ ان صاحبزادگان کا تھا جن کو اپنے آباؤ اجداد پر ناز تھا۔ ۱۴۹ یہاں ہمزۂ استفہام انکار و توبیخ کے لئے اور خطاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہے مطلب یہ کہ آپ ان یہود سے یہ توقع نہ رکھیں کہ یہ ایمان لے آئیں گے کیونکہ ان کے اس وقت یہ پانچ گروہ ہیں اور ان سب کی خباثت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان سے ایمان کی توقع بیکار ہے وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اس فریق سے یہود کے وہ علماء مراد ہیں جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھے۔ المراد بالفریق من کان فی زمن محمد علیه الصلوٰة والسلام (کبیر ص۵۵۵ ج ۱) قال مجاهد الذین یحرفونه والذین یکتمونه هم العلماء منهم (ابن کثیر ص۱۱۵ ج ۱) اور کلام اللہ سے مراد تورات ہے ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ یہود کے علماء اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی آخری

موضح قرآن ف ۱ وہ جو ان میں منافق تھے خوشامد کے واسطے اپنی کتاب میں سے پیغمبر آخر الزمان کی باتیں مسلمانوں کے پاس بیان کرتے اور وہ جو مخالف تھے ان کو اس پر الزام دیتے کہ اپنے علم میں سے ان کے ہاتھ سند کیوں دیتے ہو ۱۲

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ

سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں سے لکھے سے اور خرابی ہے ان کو

مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ

اپنی اس کمائی سے ۱۵۳ ف۱ اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا

چند روز گنے ہوئے ۱۵۴ کہدو کیا تم لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

کہ اب ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے قرار کے یا جوڑتے ہو اللہ پر

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ

جو تم نہیں جانتے کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ ۱۵۵ اور

اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓــــَٔــتُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے سو وہی ہیں دوزخ کے رہنے والے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ۱۵۶ اور جو ایمان لائے اور عمل کئے

الصّٰلِحٰتِ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا

نیک وہی ہیں جنت کے رہنے والے وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ۝۸۲ۧ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

ہمیشہ رہیں گے ف۲ اور جب ہم نے لیا قرار بنی اسرائیل سے

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ

کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی ۱۵۸ اور ماں باپ سے سلوک نیک کرنا اور

ذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ

کنبہ والوں سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے ۱۵۹ اور کہیو سب لوگوں سے

۹ ع ۱۱ ۹

رسول بھی اور توراۃ میں جس آخری پیغمبر کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں مگر جان بوجھکر وہ ان آیتوں میں تحریف کرتے جن میں آپ کے اوصاف مذکور ہوتے تھے۔ ان کی یہ تحریف کسی غلط فہمی پر مبنی نہ تھی بلکہ دیدہ و دانستہ تھی عمدوا الی ما انزل اللہ فی کتابهم من نعت محمد صلی اللہ علیه وسلم فحرفوه عن مواضعه (ابن کثیر ص۱۱۵ ج ۱) یہاں تحریف عام ہے لفظی اور معنوی دونوں کو شامل ہے۔ علماء یہود دونوں طرح کی تحریف کیا کرتے تھے کبھی توراۃ کی آیتوں کے الفاظ ہی تبدیل کر دیتے اور کبھی انکے مضمون کو اس طرح مسخ کرکے بیان کرتے کہ اصل مطلب سے انہیں کوئی تعلق ہی باقی نہ رہ جاتا۔ قرآن مجید کے الفاظ میں تو تحریف ناممکن ہے۔ البتہ قرآن کی معنوی تحریف کرنے والے یہودیوں کے جانشین مولویوں اور پیروں کی آج امت محمدیہ میں بھی کمی نہیں۔ قرآن مجید کی معنوی تحریف کی ایک دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔ پنجاب کے ایک پیر قرآن مجید کی ایک آیت اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی تفسیر یوں کیا کرتے تھے کہ یہاں اَنَا کی خبر محذوف ہے اصل میں یہ آیت یوں تھی انما انا انا بشر مثلکم یعنی میں تو میں ہوں اور بشر تمہاری طرح ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ بڑے بڑے مولویوں اور پیروں کو یہ کہتے ہوئے سنیں گے کہ قرآن میں جہاں کہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی غیر خدا کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے وہاں عبادت سے مراد بندگی ہے۔ غائبانہ دعا اور پکار مراد نہیں۔ اسی طرح مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے مراد بت ہیں نہ کہ اللہ کے نیک بندے حالانکہ عبادت کے معنی صحیح حدیث میں پکار اور دعا کے آتے ہیں۔ نیز من دون اللہ سے خود قرآنی تصریحات کے مطابق کہیں انبیاء اور کہیں فرشتے مراد ہیں کہیں اولیاء اللہ اور کہیں جن مراد ہیں اور کہیں بت بھی مراد ہیں مگر یہ مولوی اور پیر اصل حقیقت کو جانتے بوجھتے ہوئے محض حقیر دنیا کی خاطر عوام کو اصل بات نہیں بتلاتے مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ **۱۵۰** یہ منافقین یہود کا ذکر ہے جو مسلمانوں کے سامنے ایمان کا اظہار کرتے تھے ۔ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ یعنی جب منافقین یہود ان یہودیوں سے ملتے جو منافق نہیں تھے ۔ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ جب منافقین یہود مسلمانوں سے ملتے تو انہیں اپنے ایمان کا یقین دلاتے اور ان کی خوشامد کیلئے ان سے کہہ دیتے کہ حضور علیہ السلام کی صفات و نعوت تورات میں مذکور ہیں اور وہ تمام صفات آپ پر منطبق ہوتی ہیں لیکن یہ منافق اپنے لیڈروں کے پاس جاتے تو وہ انہیں ڈانٹ پلاتے کہ تم وہ اسرار مسلمانوں کو کیوں بتلاتے ہو جو اللہ نے تم کو تورات میں بتائے ہیں ای تخبرون المؤمنین بما بینه اللہ تعالیٰ لکم خاصة من نعت نبیه محمد صلی اللہ علیه وسلم (روح ص۲۹۹ ج ۱) لِيُحَاۗجُّوْكُمْ بِهٖ یعنی قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمہارے ان اقراروں سے تم پر احتجاج کرینگے اس لئے تم عقل سے کام لو اور اس معاملے میں احتیاط برتو۔ **۱۵۱** یعنی اللہ تعالیٰ ان کی ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جانتا ہے اگر ان کے منافقین مسلمانوں کو نہیں بتائیں گے تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی مسلمانوں کو بتا دیگا۔ فحینئذ یظهر اللہ تعالیٰ للمؤمنین ما ارادوا اخفائه بواسطة الوحی الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فیحصل المحاجة (ابو السعود ص۲۹۹) تو مسلمانوں کو پھر بھی احتجاج کا موقع مل جائے گا ۔ **۱۵۲** یہ تیسرا گروہ ہے جاہل اور کندہ ناتراش مریدوں اور عقیدتمندوں کا کہ جو غلط سلط باتیں اپنے علماء اور فقراء کو سن لیں بس انہیں کو دین سمجھ لیا۔ یہ خود تو تورات پڑھ نہیں سکتے تھے اس لئے سنی سنائی باتوں پر ایمان رکھتے تھے ۔ اِلَّآ اَمَانِيَّ من گھڑت قصوں جھوٹی آرزوؤں اور تمناؤں کے بغیر جو انہوں نے اپنے غلط کار اور محرف علماء سے سن رکھی تھیں اور وہ کچھ نہیں جانتے تھے الا اکاذیب اخذوها تقلیدا من شیاطینهم المحرفین (روح ص۳۰۰ ج ۱) اکاذیب مختلقة سمعوها من علمائهم فتقلوها علی التقلید (بحر ص۲۷۶ ج ۱) وہ آرزوئیں اور تمنائیں کیا تھیں وہ بھی سن لیجئے علماء یہود نے عوام کو بتا رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے گناہوں کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ اور ہمارے آباء و اجداد یعنی انبیاء علیہم السلام انہیں بخشوا لیں گے۔ اور جنت ہمارے اور ہمارے مریدین ہی کے لئے ہے۔ اور اگر ہم میں سے کوئی دوزخ میں گیا بھی تو چند ہی دنوں کے لئے جائے گا۔ جس طرح آج کل کے بناوٹی پیروں نے اپنے مریدوں کو یہی کچھ سکھا رکھا ہے۔ چنانچہ ان کے مریدین علانیہ کہتے ہیں۔ ہمیں نماز روزے کی

بکاؤ پیر جماعت ۱۲ (پیر اور صاحبزادے)

تحریف تحریری ۱۲

بشارت تحریری ۱۲

فرقہ ثالث ۱۲ (موجودہ مذہبی لیڈروں کی خباثتیں) ۱۲

موضح قرآن۔ ف۱ یہ وہ لوگ ہیں جو عوام کو انکی خوشی کے موافق باتیں جوڑ کر لکھ دیتے ہیں اور نسبت کرتے ہیں خدا یا رسول کی طرف ۱۲ ف۲ گھیر لیا گناہ نے یعنی گناہ کرتا ہے اور شرمندہ نہیں ہوتا۔ ۱۲

فتح الرحمٰن۔ ف۱ مترجم گوید یعنی از معتقدات باطلہ یہود آں بود کہ می گفتند یہود نباشند در دوزخ مگر روزے چند و ایں خطاء است زیرا کہ دخول جنت موقوف بر ایمان بخدا و روز قیامت و پیغمبر زمانیست جز پیرو غیر آں اعتبار ندارد و اشارت بہمیں معنی است دریں آیت ۱۲

ضرورت نہیں۔ ہم نے اپنا ہاتھ کامل پیر کے ہاتھ میں دے رکھا ہے وہ ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں پلصراط سے پار کر دیں گے۔ اور اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اور یہ بیچارے نمازی تو دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔ وانہم ان الله يعفو عنهم ويرحمهم ولا يؤاخذهم بخطاياهم وان آباءهم الانبياء يشفعون لهم (بحر ص۲۷۵ ج ۱، روح ص۳۰۱ ج ۱) وان الجنة لا يدخلها الا من كان هودا وان النار لا تمسهم الا اياما معدودة (روح ص۳۰۱ ج ۱) وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ مگر یہ سب ان کے اوہام باطلہ اور ظنون فاسدہ ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ **۱۵۳** یہ چوتھا گروہ ہے اور یہ بھی ان کے خواص اور علماء ہی کی ایک جماعت ہے۔ انہوں نے یہ کیا کہ اپنی طرف سے تورات کے چند نسخے تیار کئے اور تورات میں جہاں کہیں توحید کا بیان تھا یا حضور علیہ السلام کا ذکر اور آپ کی نعت تھی اسے اس طرح بدل ڈالا کہ اصل سے اسے کوئی نسبت ہی نہ رہی۔ پھر اصل تورات کے نسخے چھپا ڈالے اور اپنے ہاتھوں سے تیار کئے ہوئے محرف نسخے اپنے عوام اور مشرکین عرب میں تقسیم کر دیئے اور کہتے یہ تھے کہ دیکھو یہ اللہ کی کتاب ہے اس میں تو اس نبی کا کہیں ذکر نہیں اور نہ ہی اس توحید کا بیان ہے جو وہ پیش کرتا ہے (روح ص۳۰۲ ج ۱) اس جرم کی سنگینی اور ان بدکردار علماء کی تحقیر و تذلیل کے پیش نظر ان کا ذکر ویل و ہلاکت اور ذلت و رسوائی کی وعید شدید کے ساتھ کیا ہے۔ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط اس تحریف و تبدیل سے ان کا مقصد کوئی دین کی خدمت نہیں بلکہ محض دولت دنیا کی خاطر انہوں نے ایسا کیا۔ دولت دنیا خواہ ڈھیروں ہو مگر آخرت اور دین کے مقابلے میں وہ بالکل حقیر اور بے حقیقت ہے اس حقارت کے پیش نظر اسے قلیل فرمایا۔ **۱۵۴** یہ ماقبل کی تفصیل ہے پہلے وعید کا صرف اجمالی ذکر تھا اب اس کے ساتھ اس کی علت کا بھی ذکر ہے۔ اور لفظ ویل کے تکرار سے وعید میں شدت اور مبالغہ پیدا ہو گیا ہے۔ الفاء لتفصيل ما اجمل ما فيه من التنصيص بالعلة ولا يخفى ما في هذا الاجمال و التفصيل من المبالغة في الوعيد والزجر والتهويل (روح ص۳۰۳ ج ۱) یعنی ان کی اس وعید کا سبب ان کی تحریف و تبدیل اور وہ حرام کمائی ہے جو وہ تحریف کے ذریعے کماتے ہیں **۱۵۵** یہ پانچواں گروہ صاحب زادگان کا ہے جنہوں نے مکر و فریب سے عوام کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہ چونکہ اللہ کے پیغمبروں کی اولاد ہیں اور ان کی نسل پاک پشتوں سے چلی ہوئی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں کرے گا اور بڑے بڑوں کی طفیل انہیں معاف کر دے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ دعویٰ نقل فرمایا ہے۔ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ ع ۳) اور اگر ہمیں سزا دی بھی گئی تو وہ محض معمولی سی اور چند دنوں کیلئے ہوگی قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا یہ یہودیوں کے مذکورہ دعوی کی تردید ہے یعنی جہنم سے محفوظ رہنے کیلئے تم نے اللہ سے کوئی عہد لیا ہوا ہے جس کی بنا پر وہ تمہیں اس سے محفوظ رکھے گا یعنی اگر اس نے ایسا عہد کیا ہوا ہے تو پھر تو وہ یقیناً اسے پورا کرے گا مگر یہ ظاہر ہے کہ اللہ نے تم سے ایسا کوئی عہد نہیں کیا۔ یا عہد سے مراد عہد توحید ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا تم نے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر کے اللہ سے توحید کا عہد کر لیا ہے کیونکہ جس نے اللہ سے توحید کا عہد کیا ہوا ہے اللہ نے بھی اسے جہنم سے بچانے کا عہد کیا ہوا ہے۔ قال ابن مسعود عهدا بالتوحيد يدل عليه قوله تعالى الا من اتخذ عند الرحمن عهدا يعني قول لا اله الا الله (معالم ص۶۶ ج ۱) وروی عن ابن عباس رضی الله عنهما ان معنى الآية هل قلتم لا اله الا الله وآمنتم واطعتم (روح ص۳۰۴ ج ۱) **۱۵۶** بلیٰ حرف تدارک ہے ماقبل کی نفی اور مابعد کا اثبات کرتا ہے۔ وبلى وبل حرفا استدراك ومعناه هي نفي الخبر الماضي واثبات الخبر المستقبل (معالم ص۶۶ ج ۱) یہ بھی یہودیوں کے غلط دعووں اور ان کی جھوٹی آرزوؤں کی تردید ہے۔ یعنی جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے اور دل میں کئی امیدیں اور آرزوئیں پال رکھی ہیں ایسا نہیں بلکہ ہر بدکردار کو خواہ وہ کوئی ہو اس کے بداعمال کی ضرور سزا ملے گی۔ بقول اللہ تعالیٰ ليس الامر كما تمنيتم ولا كما تشتهون بل الامر من عمل سيئة واحاطت به خطيئته ...... فهذا من اهل النار (ابن کثیر ص۱۱۹ ج ۱) اور سیئہ سے یہاں کفر و شرک مراد ہے۔ وذهب كثير من السلف الى انها ههنا الكفر (روح ص۳۰۶ ج ۱) سيئة شركا عن ابن عباس ومجاهد وغيرهما رضی اللہ عنہم (مدارک ص۴۶ ج ۱) اور ممکن ہے کہ سیئہ سے مراد مطلق معصیت ہو جو سب کو شامل ہو۔ واحاطت به خطيئته اور گناہوں نے اسے گھیر لیا ہو یہاں تک کہ اس پر نیکی کی تمام راہیں بند کر دی ہوں اور اس پر گناہوں کا اس قدر غلبہ ہو کہ اس کے پلے کوئی نیکی نہ ہو یہاں تک کہ ایمان بھی مفقود ہو۔ لہٰذا اس صورت میں یہ آیت مومنین کو شامل نہ ہوگی۔ بلکہ صرف مشرکین اور کفار ہی سے متعلق ہوگی لہٰذا معتزلہ اور خوارج کا اس آیت سے استدلال کہ مومن عاصی مخلد فی النار ہوگا باطل ہو گیا۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور خلود سے یہاں دوام مراد ہے۔ **۱۵۷** کفار و مشرکین کی وعید کے بعد یہاں مومنین صالحین کے لئے خلود فی الجنۃ کی خوشخبری بیان کی ہے اور یہاں بھی خلود سے مراد دوام ہے۔ امام سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں دو لطیف نکتے بیان فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ عمل کا عطف ایمان پر اس بات کی دلیل ہے کہ عمل ایمان کی حقیقت سے خارج ہے اور اس کا جزو نہیں کیونکہ جزو کا عطف کل پر نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ اصحاب نار کی وعید بیان کرتے وقت حرف فاء استعمال کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا مابعد ماقبل پر مرتب اور اس کا نتیجہ ہے لیکن اصحاب جنت کو خلود فی الجنۃ کی خوشخبری سناتے ہوئے حرف فاء استعمال نہیں فرمایا تو اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل نار کا خلود فی النار ان کے اعمال سیئہ کا نتیجہ ہے اور اہل جنت کا خلود فی الجنۃ محض اللہ کی مہربانی اور اس کے لطف و کرم سے ہے (روح ص۳۰۶ ج ۱) یہاں تک نوع ثانی ختم ہوئی۔

نوع ثالث

اس میں نزول قرآن کے وقت موجود بنی اسرائیل کی خباثتیں اور شرارتیں بیان کی گئی ہیں یعنی ضد و عناد اور عدوان و عصیان کوئی تمہارے اسلاف ہی میں منحصر نہیں تھا تم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہو۔ یعنی جو احکام تورات میں تم تمام بنی اسرائیل کو دیئے گئے تھے اور جو عہود تم سے لئے گئے تھے تمہارے اسلاف نے ان احکام کو ٹھکرایا اور ان عہود کو توڑا اب تم بھی اللہ تعالیٰ کے ان احکام سے سرتابی کر رہے ہو اور اس کے عہود مواثیق کو پاش پاش کر رہے ہو۔ **۱۵۸** یہ موجود بنی اسرائیل کی پہلی خباثت ہے۔ بنی اسرائیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے تورات میں ان احکام کی پابندی کا عہد لیا گیا تھا۔ سب سے پہلا عہد جو ان سے لیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، اسی کو کارساز اور مالک و مختار سمجھیں اور اسے ہی حاجات میں پکاریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ توحید چونکہ حق اللہ ہے اور تمام اعمال کی روح و جان ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کا ذکر کیا۔ لَا تَعْبُدُوْنَ بظاہر خبر ہے لیکن معنی کے لحاظ سے امر ہے اور یہ تعبیر اس لئے اختیار کی کہ امر بصورت خبر زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ قال الزمخشری خبر بمعنى الطلب هو اكد (ابن کثیر ص۱۱۹ ج ۱) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کا درجہ ہے اور ان میں پھر والدین کے حقوق سب پر مقدم ہیں اس لئے حق اللہ کے بعد ماں باپ سے حسن سلوک کا حکم دیا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ توحید کے ساتھ ساتھ والدین کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وبالوالدین لا تعبدون پر معطوف ہے۔ اور اس کا متعلق تُحْسِنُوْنَ محذوف ہے اور احسانا اس فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حقوق اللہ کے بعد والدین کے حقوق کما حقہٗ ادا کرو۔ والدین کے حقوق بہت ہیں مثلاً ان کا اکرام و احترام کرنا، ان کے جائز احکام کی تعمیل کرنا، ادب سے اور نرمی سے باتیں کرنا، ان کی مالی اعانت کرنا وغیرہ۔ والدین کے یہ حقوق بہر حال لازم ہیں اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اگر والدین مشرک ہوں اور شرک کرنے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں ان کی اطاعت جائز نہیں البتہ ان سے حسن سلوک فرض ہے۔ **۱۵۹** ان سب کا عطف الوالدین پر ہے۔ والدین کے بعد رشتہ داروں یتیموں اور غریبوں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ یہاں حسن سلوک سے مراد ان کی مالی اعانت ہے۔ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ط اور بنی اسرائیل سے اس امر کا عہد لیا گیا تھا کہ وہ تمام لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئیں حُسْنًا قَوْلًا محذوف کی صفت ہے۔ ای قولوا للناس قولا حسنا اور حسنا کو بطور مبالغہ قولا پر محمول کیا گیا ہے یعنی لوگوں سے ایسی گفتگو کرو جو سراپا حسن اخلاق ہو وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ بنی اسرائیل سے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا عہد بھی لیا گیا تھا۔ یہاں نماز اور زکوٰۃ سے وہی نماز و زکوٰۃ مراد ہے جو بنی اسرائیل پر فرض تھی۔ **۱۶۰** لیکن تم نے یہ عہد پورا نہ کیا بلکہ ان احکام سے روگردانی کی، توحید کو چھوڑ دیا اور شرک

حُسۡنًا وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا
نیک بات اور قائم رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ پھر تم پھر گئے مگر
قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ اِذۡ اَخَذۡنَا
تھوڑے سے تم میں ۱۶۰ اور تم ہو ہی پھرنے والے اور جب لیا ہم نے
مِیۡثَاقَکُمۡ لَا تَسۡفِکُوۡنَ دِمَآءَکُمۡ وَ لَا تُخۡرِجُوۡنَ
وعدہ تمہارا کہ نہ کروگے خون آپس میں اور نہ نکال دوگے
اَنۡفُسَکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَنۡتُمۡ
اپنوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے اقرار کرلیا اور تم
تَشۡهَدُوۡنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ
مانتے ہو ۱۶۱ پھر تم وہ لوگ ہو کہ ویسے ہی خون کرتے ہو
اَنۡفُسَکُمۡ وَ تُخۡرِجُوۡنَ فَرِیۡقًا مِّنۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِهِمۡ ۫
آپس میں ۱۶۲ اور نکال دیتے ہو اپنے ایک فرقہ کو ان کے وطن سے ۱۶۳
تَظٰهَرُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ ؕ وَ اِنۡ
چڑھائی کرتے ہو ان پر گناہ اور ظلم سے ۱۶۴ اور اگر
یَّاۡتُوۡکُمۡ اُسٰرٰی تُفٰدُوۡهُمۡ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیۡکُمۡ
وہی آویں تمہارے پاس کسی کے قیدی ہوکر تو ان کا بدلہ دیکر چھڑاتے ہو ۱۶۵ حالانکہ حرام ہے تم پر
اِخۡرَاجُهُمۡ ؕ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَ
ان کا نکال دینا بھی تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور
تَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ
نہیں مانتے بعض کو سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام
مِنۡکُمۡ اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ
کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں ۱۶۶ اور قیامت کے دن

۱۔ پہلی خباثت

۲۔ دوسری خباثت

اختیار کرلیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام اور اپنے دوسرے بزرگوں کو خدا کے نائب اور کارساز مانا ۔ انسانی حقوق پامال کئے۔ نماز وزکوٰۃ سے لاپرواہی کی اور تم میں سے بہت تھوڑے اس عہد پر قائم رہے ۔ وَ اَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۔ یہ اعراض اور عہد شکنی تم سے کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے تمہاری عادتِ قدیمہ ہی یہی ہے ۔ تمہارے آباء واجداد کا بھی یہی شیوہ تھا۔ اب تمہارا دستور بھی یہی ہے ای وانتم قوم عادتکم الاعراض والتولی عن المواثیق (روح ص۳۱۵ ج ۱) آج اگر دیکھا جائے تو بنی اسرائیل کے یہ تمام حالات مسلمانوں میں بھی پیدا ہو چکے ہیں جس طرح وہ اللہ کے نبیوں اور ولیوں کو خدا کا شریک بناتے اور پکارتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حدیں توڑتے تھے بالکل اسی طرح آج اہل اسلام بھی کر رہے ہیں ۔ ۱۶۱ یہ دوسری خباثت ہے ۔ بنی اسرائیل سے تورات میں یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ وہ آپس میں اتفاق سے رہیں اور خانہ جنگیوں سے اجتناب کریں اپنے کسی بھائی کو اس کے گھر سے نہ نکالیں اور نہ ہی کسی کو قتل کریں ۔ ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ۔ اور تم نسلاً بعد نسل اس عہد و پیمان کا اقرار کرتے چلے آئے ہو اور آج بھی تم معترف ہو کہ تم نے اس عہد کا اقرار کیا اور اسے قبول کیا ۔ ۱۶۲ یہاں سے اسرائیلیوں کی عہد شکنی کا بیان ہے ۔ یعنی تمہیں خانہ جنگی سے منع کیا تھا مگر تم پختہ اقرار کے باوجود باز نہ رہے اور اپنے بھائی بندوں کو قتل کرنا شروع کردیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کے دو مشہور قبیلے اوس اور خزرج صدیوں سے ایک دوسرے کے دشمن چلے آرہے تھے ۔ مدینہ میں اور اس کے گرد ونواح کی بستیوں میں یہودی بھی ایک اقلیت کی حیثیت سے آباد تھے اور ان کے دو قبیلے بنی قریظہ اور بنی نضیر مشہور تھے ۔ اقلیت کو ہمیشہ دوسروں کے سہارے جینا پڑتا ہے اس لئے بنی قریظہ نے قبیلہ اوس سے معاہدہ کرلیا اور بنی نضیر قبیلہ خزرج کے حلیف بن گئے ۔ اوس اور خزرج کے درمیان آئے دن خونریز لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اس لئے ان کے معاہد یہودیوں کو بھی اپنے اپنے حلیف قبیلہ سے مل کر ان لڑائیوں میں حصہ لینا پڑتا تھا اور اس طرح ایک طرف کے یہودیوں کے ہاتھوں دوسری طرف کے کئی یہودی قتل ہو جاتے تھے ۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے ۔ ۱۶۳ مذکورہ جنگ وجدال اور قتل وغارت کے دوران فریقین میں سے کئی خاندانوں کو اپنے گھر چھوڑ کر بے خانماں ہونا پڑتا ۔ ہر فریق کی اپنے گھروں سے بے دخلی کا سبب دوسرے فریق کے یہودی بنتے کیونکہ یہودیوں کا ایک فریق اپنے حلیف کافروں سے مل کر فریق ثانی کے حلیف یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکال دیتا ۔ اس لئے اخراج کو ان کی طرف منسوب کیا ۔ ۱۶۴ تظاہرون اصل میں تتظاہرون تھا ایک تاء بغرض تخفیف حذف کردی گئی ہے اور یہ تخرجون کی ضمیر سے حال ہے ۔ علیھم میں ھم ضمیر فریقًا کی طرف راجع ہے جو معنًی جمع ہے ۔ اِثۡمٌ سے مراد خدا کی نافرمانی اور عدوان سے مراد ظلم ہے ۔ بالاثم والعدوان بالمعصیۃ والظلم (معالم ص۶۲ ج ۱) مطلب یہ ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے خلاف غیر اقوام کی مدد کرتے ہو اور یہ مدد بھی کسی نیک اور تعمیری کام کے لئے نہیں ہوتی ۔ اس میں ایک طرف تو تم خدا کی نافرمانی کرتے ہو کیونکہ اس نے تمہیں اپنے بھائی بندوں کے قتل اور اخراج سے منع کیا ہے اور دوسری طرف قتل و اخراج کے ذریعے اپنے بھائیوں پر ظلم کرتے اور ان کی حق تلفی کرتے ہو۔ ۱۶۵ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ یہودیوں کے ایک فریق کے آدمی دوسرے فریق کے ہاتھوں قید ہو جاتے تو یہ لوگ فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کو چھڑا لیتے جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو وہ لوگ کہتے کہ خدا نے ہمیں فدیہ دیکر قیدیوں کو چھڑا لینے کا حکم دیا ہے ہم اس لئے ایسا کرتے ہیں ۔ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیۡکُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ ط یہ جملہ بھی تخرجون کی ضمیر سے حال ہے ۔ یعنی فدیہ دیکر قیدی کو چھڑانے کے حکم پر تو تم عمل کرتے ہو مگر اپنے بھائیوں کو ان کے گھروں سے نکالتے وقت یہ خیال نہیں کرتے ہو کہ ایسا کرنا تم پر حرام ہے ۔ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَ تَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ط استفہام تہدید اور دھمکی کے طور پر ہے اور الکتاب سے مراد تورات ہے کیونکہ خطاب بنی اسرائیل سے ہے یعنی تم نے تورات کے ایک حصے کو مان لیا اور ایک حصہ کو ٹھکرا دیا فدیہ دینے کے حکم پر عمل کرلیا اور قتل و اخراج سے نہی کی پرواہ نہ کی ۔ ۱۶۶ خدا کے بعض حکموں کو ماننا اور بعض کو رد کر دینا یہ بہت بڑا جرم ہے اور خدائی احکام کے ساتھ ایک قسم کا تمسخر اور استہزاء ہے اس آیت میں اس جرم کی سزا بیان فرمائی ہے کہ تم میں سے جو شخص ایسا کرے گا وہ دنیا و آخرت میں مغضوب اور مقہور ہوگا ۔ دنیا میں ذلت و رسوائی کے سوا اسے کچھ نہیں ملیگا ۔ چنانچہ یہودیوں کا یہی حشر ہوا کہ اس کے چند ہی سال بعد بنی نضیر کو ذلت و خواری سے جلاوطن کیا گیا اور بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کیا گیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو

غلام بنایا گیا۔ ۱۶۷ اور قیامت کے دن انہیں بہت ہی سخت عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ اشد العذاب سے مراد جہنم کا ابدی عذاب ہے اور وہ سب سے سخت اس لحاظ سے ہوگا کہ وہ کبھی ختم نہیں ہوگا والمراد به الخلود فی النار واشدیته من حیث انه لا انقضاء له (روح ص۳۱۲ ج ۱) ۱۶۸ یہ گذشتہ وعید کے لئے ایک قسم کی تاکید ہے یعنی اللہ تعالیٰ گھات میں ہے۔ وہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں وہ تمہارے اعمال کی تم کو پوری پوری سزا دیگا۔ ان آیتوں کے مخاطب وہ بنی اسرائیل ہیں جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے لیکن اب پوری امت محمدیہ بھی ان احکام کی مخاطب اور مکلف ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال ان بنی اسرائیل قد مضوا وانتم تعنون بهذا یا امة محمد وبما یجری مجراه (روح ص۳۱۲ ج ۱) ۱۶۹ ان لوگوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی حالانکہ آخرت حاصل کرنیکا پورا پورا سامان ان کے پاس موجود تھا۔ خدا کی کتاب تورات ان کے پاس موجود تھی مگر انہوں نے اس پر عمل کرکے سامانِ آخرت تیار کرنیکے بجائے اسے دُنیا حاصل کرنیکا ذریعہ بنایا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ ان کے عذاب میں قطعاً کوئی تخفیف نہیں ہوگی نہ دنیوی سزا میں نہ اخروی میں وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ فعل مجہول لاکر اور فاعل کا ذکر نہ کرکے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مذکورہ عذاب سے بچانے کے لئے انہیں کسی طرف سے کسی قسم کی مدد نہیں پہنچے گی نہ دولتِ دنیا کے ذریعے انہیں عذاب سے چھڑا جاسکے گا، نہ ان کے اسلاف کی وجاہت اور بزرگی کام آسکے گی اور نہ ہی انہیں اپنے ان بزرگوں کی سفارش اور کارسازی سے نجات مل سکیگی جن کو انہوں نے خدا کے نائب اور کارساز سمجھے رکھا۔ یہ بات کوئی بنی اسرائیل ہی سے مخصوص نہیں بلکہ یہ تو اللہ کا ایک عالمگیر اور اٹل قانون ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے اور اس کی طرف سے آنیوالی تکلیفوں سے کسی کو کوئی بھی نہیں بچاسکتا۔

يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں ۱۶۷ اور اللہ بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ

تمہارے کاموں سے ۱۶۸ ف ۱ یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

آخرت کے بدلے ۱۶۹ سو نہ ہلکا ہوگا ان پر عذاب

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

اور نہ ان کو مدد پہنچے گی اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب ۱۷۰

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ

اور پے درپے بھیجے اس کے پیچھے رسول اور دیئے ہم نے عیسیٰ

مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ

مریم کے بیٹے کو معجزے صریح ۱۷۱ اور قوت دی اس کو روح پاک سے

اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ

پھر بھلا کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو

اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا

تو تم تکبر کرنے لگے ۱۷۲ پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو

تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ

تم نے قتل کر دیا ۱۷۳ ف ۲ اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ لعنت کی ہے

اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا

اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں ۱۷۴ اور جب

جَاۗءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا

پہنچی ان کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے ۱۷۵ جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو

ع ۱۰

ختم نوع ثالث ۱۲

نوع رابع۔ احکام کا ماننا نہ ماننا ایک طرف رہا تمہارے اسلاف نے تو خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی تکذیب کی اور ان کو قتل کیا ۱۲

ختم نوع رابع ۱۲

نوع خامس [illegible] پیغمبر کی تکذیب [illegible] ۱۲

نوع رابع

اس میں بنی اسرائیل کے آباء واجداد کی انتہائی کج روی اور سنگدلی کی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اول تکذیب رسل، دوم قتل انبیاء، یعنی احکام کا ماننا نہ ماننا ایک طرف رہا تمہارے اسلاف کی کج روی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے خدا کے احکام لانے والے اس کے پیغمبروں کی تکذیب کی اور سرے سے انہیں مانا ہی نہیں اور پھر تکذیب ہی پر بس نہیں کی بلکہ بعض انبیاء علیہم السلام کو تو وہ سنگدل قتل کرنے سے بھی نہ چوکے۔ ۱۷۰ تمہاری ہدایت اور رہنمائی کے لئے حضرت موسیٰ ؑ کو شریعت کا ایک دستور دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ اور اس کے علاوہ اور بہت سے احکام دیئے گئے۔ الکتٰب سے تورات مراد ہے۔ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں تمہیں تورات پر عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد بھی انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری رکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہزاروں کی تعداد میں پیغمبر بھیجے وکانوا الی زمن عیسی علیه السلام اربعة الاف (روح ص۳۱۶ ج ۱) بعض نے اس سے بھی زیادہ لکھے ہیں مثلاً حضرات یوشع، شمعون، داؤد، سلیمان، عزیر، حزقیل، الیاس، یونس، زکریا اور یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ ۱۷۱ البیّنات یعنی واضح اور کھلے دلائل، اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، کوڑھی اور مادر زاد اندھے کو تندرست کرنا وغیرہ یا البینات سے انجیل مراد ہے کیونکہ اس کی آیتیں بھی رُشد وہدایت کی واضح نشانیاں تھیں۔ المعجزات الواضحات من احیاء الموتی وابراء الاکمه والابرص والاخبار بالمغیبات او الانجیل (ابو السعود ص۶۱۲ ج ۱) قرآن مجید میں کسی پیغمبر کو اس کے باپ کی طرف منسوب کرکے ذکر نہیں کیا گیا البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اکثر والدہ کی نسبت سے ذکر کیا گیا ہے اس میں ایک طرف تو ان لوگوں کے خیال کی تردید ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

موضح قرآن ف ۱ یعنی اپنی قوم غیر کے ہاتھ پھنسے تو چھوڑانے کو موجود ہوتے ہو اور آپ ان کے ستانے میں قصور نہیں کرتے اور خدا کے حکم پر چلتے ہو تو دونوں جگہ چلو۔ ف ۲ روح القدس کہتے ہیں حضرت جبرئیل کو ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے۔

فتح الرحمن ف ۱ منع کردہ شدند از کشتن وجلاء وطن کردن ودر ظلم مددگاری نمودن وفرموده شدند بفداء اسیران وایشان از ینہم احکام بفداء اسیران عمل کردند وبس زیرا کہ موافق نفس ایشاں افتاد ودریں طاعت نفس است طاعت خدا نیست ۱۲

کے لئے باپ تجویز کرتے ہیں۔ اگر ان کا کوئی باپ ہوتا تو انہیں اس کی طرف منسوب کیا جاتا نہ کہ والدہ کی طرف، دوسری طرف ان عیسائیوں کی تردید ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں فرمایا وہ نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا یا جزو، بلکہ وہ ایک انسان اور بشر ہے۔ اور ایک عورت کا بیٹا ہے۔ ہاں اپنی پیغمبرانہ عظمت و شان کے لحاظ سے خدا کا محبوب اور مقرب پیغمبر ہے۔ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ روح قدس سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں اور روح القدس سے تائید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نفخہ سے ان کا حمل قرار پایا، ولادت کے وقت ان کی موجودگی کی وجہ سے شیطان کے اثر سے محفوظ رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں جاتے روح القدس ساتھ ہوتے۔ اسی طرح یہودیوں کی سازشِ قتل سے ان کو بچایا۔ یہ روح القدس سے تائید بھی ایک معجزہ تھا یہاں بھی واضح فرما دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود علوِ مرتبت اور صاحب عزم پیغمبر ہونے کے ہماری تائید و تقویت کے محتاج تھے۔ جب وہ خود محتاج تھے تو اوروں کی کیا مدد کریں گے۔ **۱۷۲** تمہیں سمجھانے کے لئے ہم نے ہزاروں پیغمبر بھیجے۔ تورات و انجیل میں واضح دلائل کے ساتھ تمہیں مسئلہ توحید سمجھایا، تمہارے اطمینانِ قلب کی خاطر پیغمبروں نے معجزے دکھائے مگر اس کے باوجود جب بھی کوئی پیغمبر دعوتِ توحید لیکر آیا اور خدا کی طرف سے دوسرے احکام تمہیں دیئے جو تمہاری خواہش کے مطابق نہیں ہوتے تھے تو تم نے فوراً ان کا انکار کیا اور غرور و تکبر سے پیش آئے۔ تمہارا یہ رویہ کسی ایک پیغمبر کے ساتھ نہیں تھا بلکہ تم نے ہر پیغمبر کی آمد پر یہی کچھ کیا۔ **۱۷۳** خدا کا ہر پیغمبر پیغامِ توحید لیکر آیا اور پیغامِ توحید جھوٹے پیروں غلط کار مولویوں، دنیا پرست سرمایہ داروں اور نوابوں کے لئے پیغامِ موت ہے کیونکہ پیغامِ توحید کو ماننے سے نذریں نیازیں جاتی ہیں، عوام پر سے خود ساختہ تقدس اور مصنوعی اقتدار کا اثر باطل ہو جاتا ہے یہودیوں میں یہ طبقے موجود تھے اس لئے جب بھی کوئی پیغمبر آتا یہ لوگ اس کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے اور ڈٹ کر اس کی مخالفت اور تکذیب کرتے۔ اور اگر موقع مل جاتا تو اسے قتل کر ڈالتے یہ ان کی انتہائی خباثت اور سنگدلی تھی (کبیر بتغییر یسیر) **۱۷۴** یہ نوع رابع کا تتمہ ہے۔ اور موجودہ یہودیوں کا مقولہ ہے۔ غُلْفٌ اغلف کی جمع ہے اور اغلف اسے کہتے ہیں جس پر غلاف چڑھا ہوا ہو۔ مطلب یہ کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے تمہاری دعوت اور وعظ و تبلیغ کا اثر ان تک نہیں پہنچ سکتا حضرت ابن عباسؓ کی قرات میں یہ لفظ غُلُفٌ ہے جو غلاف کی جمع ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے دل تو پہلے ہی سے علم و حکمت سے بھرے ہوئے ہیں ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن کے علوم کی ضرورت نہیں۔ قال ابن عباس ای قلوبنا ممتلئة علما لا تحتاج الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا غیرہ (قرطبی ص۲۵ ج۱) بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ۔ بَلْ اضراب کے لئے ہے یعنی ایمان سے ان کی نفرت کی وجہ وہ نہیں جو انہوں نے بیان کی ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے مسلسل انکار اور ضد و عناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں راندۂ درگاہ کر دیا ہے۔ انہیں اپنی رحمت سے دور کر کے ان سے ایمان کی توفیق چھین لی ہے۔ اس سے مراد مہر جباریت ہے فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ قلیلاً مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے۔ اور مَا معنیٰ قلت کی تاکید کیلئے ہے (روح ص۳۱۹ ج۱) مطلب یہ ہے کہ وہ بہت ہی تھوڑا ایمان لاتے ہیں۔ اس تھوڑے سے ایمان سے مراد وہ ایمان ہے جو وہ بعض چیزوں پر لاتے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ یا یہاں قلت عدم پر محمول ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ ملعون و مقہور ہونے کی وجہ سے وہ ذرا ایمان نہیں لائیں گے۔ معناہ لا یؤمنون اصلا لا قلیلا ولا کثیرا (کبیر ص۵۱۲ ج۳)

مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ
جو ان کے پاس ہے اور پہلے (سے اس بارے میں) بتایا کرتے تھے
كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ز
کافروں کو پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہو گئے ۱۷۱
فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ
سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر ف۱ بُری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے
اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ
اپنے آپ کو ۱۷۲ کہ منکر ہوئے اس چیز کے جو اتاری اللہ نے اس ضد پر کہ
يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ
اتارے اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے
فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ
سو کما لائے غصہ پر غصہ اور کافروں کے واسطے عذاب ہے
مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
ذلت کا اور جب کہا جاتا ہے ان سے مانو اس کو جو اللہ نے بھیجا ہے تو
قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا
کہتے ہیں ہم مانتے ہیں جو اترا ہے ہم پر ۱۷۴ اور نہیں مانتے اس کو جو
وَرَآءَهٗ ۤ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ
سوا اسکے ہے حالانکہ وہ کتاب بھی ہے تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو کہہ دو
فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ
پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے سے اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ
ایمان رکھتے تھے ۱۷۵ اور آچکا تمہارے پاس موسیٰ صریح معجزے لے کر ۱۷۶

[illegible]

[illegible] نوع خامس کے بعد یہود کے ایک قول باطل کا شکوہ ۱۲ [illegible]

[illegible]

موضح قرآن ف جب غلبہ کافروں کا دیکھتے تو دعا مانگتے کہ نبی آخر الزمان شتاب پیدا ہو، جب پیدا ہوا تو آپ ہی منکر ہوئے۔

فتح الرحمٰن ف۱ تعریض است بآں قصہ کہ یہود خیبر با غطفان جنگ می کردند و ہزیمت می یافتند آخر دعا کردند بحق محمد نبی امی کہ خروج او در آخر الزمان موعود است مارا نصرت دہ بعد ازاں فتح یافتند ۱۲

نوع خامس

نوع رابع میں یہودیوں کے اسلاف کی کج روی اور سنگدلی کا نمونہ پیش کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تلقین و تبلیغ معجزات انبیاء علیہم السلام اور تورات و انجیل کی آیات بینات کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اب یہاں موجودہ یہودیوں کی کج روی اور شرارت کا ذکر ہے جو اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ رُشد و ہدایت کے مذکورہ دلائل اور افہام و تفہیم کے معتبر ذرائع کی موجودگی میں کفر و انکار کے ساتھ ساتھ ان کے خبثِ باطن کا یہ حال ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور قرآن کے نزول سے قبل یہ لوگ ان دونوں کو مانتے تھے مگر جب ان کی جانی پہچانی ہوئی یہ چیزیں سامنے آئیں تو بغض و حسد اور ضد و عناد کی وجہ سے دونوں کا انکار کر دیا۔ **۱۷۵** کتاب سے مراد قرآن ہے اور تنوین اظہارِ عظمت کیلئے ہے۔ ھو القرآن و تنکیرہ للتفخیم (ابو السعود ص ۱۶۰ ج ۱) مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ـــــ مَا مَعَهُمْ سے مراد تورات ہے یعنی قرآن مسئلہ توحید میں، تردید شرک میں، نبوت میں اور دیگر کئی احکام میں تورات کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔ قرآن کی صداقت کی ایک دلیل تو یہ ہوئی وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ یہاں یستفتحون بمعنی یفتحون ہے کیونکہ باب استفعال کی ایک خصوصیت موافقت مجرد ہے جیسے استقر بھی بمعنی قر ہے اور فَتْحٌ کے معنی بتلانے اور خبر دینے کے بھی آتے ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے من قولھم فتح علیہ اذا علمہ و وقفہ کما فی قولہ تعالیٰ۔ اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (روح ص ۳۲۰ ج ۱) یعنی یہی یہودی اس سے پہلے کفار اور مشرکین کو بتایا کرتے تھے۔ عرب میں جو آخری نبی پیدا ہونے والا ہے اس کے ظہور کا وقت قریب آ پہنچا ہے اور اس نبی پر اللہ کی طرف سے ایک کتاب نازل ہوگی۔ ای یعرفون المشرکین ان نبیا یبعث منھم وقد قرب زمانہ (روح ص ۳۲۰ ج ۱، بحر ص ۳۰۳ ج ۱) یہ قرآن اور حضرت قرآن کی صداقت پر دوسری دلیل ہے۔ **۱۷۶** جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب آگئی اور خدا کا وہ رسول بھی آگیا جن کو وہ اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے تو انہوں نے محض بغض و حسد اور ضد و عناد کی وجہ سے اور اپنے تقدس و اقتدار کی حفاظت اور حرص دنیا کی خاطر ان دونوں کا انکار کر دیا۔ بغیا و حسدا و حرصا علی الریاسة (مدارک ص ۴۳ ج ۱) كَفَرُوْا لَمَّا اولیٰ کا جواب ہے اور لما ثانیہ اولیٰ کی تاکید ہے یا لما اولیٰ کا جواب محذوف ہے اور یہ لما ثانیہ کا جواب ہے فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ ان کافروں کے لئے کفر و انکار کی وجہ سے خدا کی رحمت سے دوری ہے۔ نہ دنیا میں ایمان کی توفیق نصیب ہوگی نہ آخرت میں نجات نصیب ہوگی۔ **۱۷۷** یہاں اشتراء کے معنے بیچنے کے ہیں یعنی جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانیں بیچ دی ہیں اور جس کام کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے وہ بہت برا ہے۔ یہ نوع خامس کا تتمہ ہے۔ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یہ بئس کا مخصوص بالذم ہے یعنی جس برے کام کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ آیات بینات کا کفر و انکار ہے اور بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ سے مراد قرآن ہے جس کا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ کے الفاظ میں پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ و المراد بما انزل اللہ کتب مصدق (روح ص ۳۲۲ ج ۱) بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ ـــــ بَغْيًا، اَنْ يَّكْفُرُوْا کا مفعول لہ ہے اور ان کے کفر و انکار کی علت بیان کر رہا ہے اور مِنْ فَضْلِهٖ سے وحی مراد ہے۔ اور مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب نے قرآن کا انکار کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں کیا وہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کو اچھی طرح جانتے ہیں اور انکار محض بغض و حسد کی بنا پر کر رہے ہیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ آخری نبی بھی ہمارے خاندان بنی اسرائیل ہی میں سے ہوگا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو گیا ہے تو حسد کرنے لگے کہ بنی اسمٰعیل کے پیغمبر پر کیوں وحی نازل ہوئی ہے۔ ای انھم ظنوا ان ھذا الفضل العظیم بالنبوة المنتظرة یحصل فی قومھم فلما وجد فی العرب حملھم ذلک علی البغی والحسد (کبیر ص ۶۲۰ ج ۱) یعنی وہ دوہرے غضب کے مستحق ہوگئے ایک غضب تو توحید کو چھوڑ شرک کرنے اور گوسالہ پرستی کی وجہ سے نازل ہوا، اور دوسرا غضب آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے کی وجہ سے وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ اور ان کافروں کے لئے ایسا عذاب تیار ہے جو ان کے بغض و عناد اور کبر و غرور کو توڑ کر انہیں ذلیل و خوار کر دے گا۔ اب آگے یہود کے دعوائے ایمان کی تردید و تکذیب ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے پانچ دلیلیں قائم فرمائی ہیں۔

یہود کے ایک قول باطل کی تردید

یہاں تک افہام و تفہیم اور تبلیغ و ارشاد کے تمام ذرائع اور طریقے استعمال کرنے کے بعد آگے یہودیوں کی انتہائی ضد اور ہٹ دھرمی کا شکوہ کیا جا رہا ہے اور ان کی غلط بیانی کا مسکت جواب دیا جا رہا ہے۔ **۱۷۸** جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کتاب اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے اس پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی تو خدا کی کتاب کو مانتے ہیں۔ ہم کب اس کا انکار کرتے ہیں؟ مگر صرف اس کو جو ہم پر نازل ہوئی۔ یعنی ہم تو صرف اپنی کتاب تورات کو مانتے ہیں اس کے سوا کسی اور کتاب کو نہیں مانیں گے۔ وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ق یہ قَالُوْا پر معطوف اور قول یہود کے لئے بطور تتمہ لایا گیا ہے وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ یہ یہود کے کذب دعویٰ کی پہلی اور دوسری دلیل ہے اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو قرآن پر ضرور ایمان لاتے۔ کیونکہ قرآن خود تعلیمات حقہ کا حامل اور اصول دین میں پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے لیکن ان کی ضد اور عصبیت کی حد یہ ہے کہ قرآن باوجودیکہ حق ہے اور پھر قرآن کوئی نئی اور غیر مانوس بات بھی پیش نہیں کرتا بلکہ وہ وہی دعوتِ توحید پیش کرتا ہے جو ان کی تورات میں موجود ہے مگر چونکہ یہ قرآن ان کی قوم کے کسی آدمی پر نازل نہیں ہوا اس لئے وہ اسے نہیں مانتے **۱۷۹** یہ یہودیوں کے دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہونے کی تیسری دلیل ہے یعنی تمہارا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تم اپنی قوم کے انبیاء کو مانتے ہو۔ نیز اس وحی اور کتاب کو مانتے ہو جو تم پر نازل ہوئی ہے اگر تمہارا اپنی قوم کے انبیاء اور اپنی کتاب پر ایمان ہوتا تو تم نے اللہ کے پیغمبروں کو کیوں قتل کیا ہوتا؟ کیونکہ تورات تو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ بلکہ وہ تو انبیاء علیہم السلام کے اتباع کا حکم دیتی ہے۔ اس سے یہودیوں کے ایمان بالانبیاء اور ایمان بالنبوۃ کے دعویٰ کی حقیقت معلوم ہوگئی **۱۸۰** یہ یہودیوں کے کذب دعویٰ کی چوتھی دلیل ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس توحید باری کے واضح دلائل لیکر آئے کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں اور اس کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ الاظھر ان یراد بھا الدلائل الدالة علی الوحدانیة فانه ادخل فی التفریع بما بعد (روح ص ۳۲۵ ج ۱) ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ ـــــ بَعْدِهٖ کی ضمیر کا مرجع جملہ ماقبل کا مضمون ہے۔ ای بعد مجیٔ موسیٰ علیہ السلام بھا (روح ص ۳۲۵ ج ۱) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توحید کے دلائل واضحہ کے ساتھ آمد کے بعد تم نے گوسالہ کو معبود اور کارساز بنا لیا۔ اور اس کی نذریں اور منتیں دینا شروع کر دیا۔ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ اور اس شرک اور گوسالہ پرستی کی وجہ سے اس سے ان کے دعویٰ توحید کا پول اور کذب ظاہر ہو گیا۔ **۱۸۱** یہ یہودیوں کے کذب دعویٰ کی پانچویں دلیل ہے یعنی تورات کو بھی تم نے ہرگز نہیں مانا جب تورات تمہارے سامنے پیش کی گئی تو تم نے اسے ماننے اور اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ تورات کو منوانے کے لئے ہم نے کوہ طور کو اٹھا کر تمہارے سروں پر کھڑا کیا، تمہارے سروں پر پہاڑ کھڑا کرکے تمہیں یہ حکم دیا گیا تورات کے احکام کو قبول کرو اور ان پر مضبوطی سے عمل کرو۔ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ق تو ان ظالموں نے زبان سے تو ماننے کا اقرار کر لیا لیکن عملی طور پر نافرمانی کی اور اسے نہ مانا۔ یا واؤ مطلق جمع کے لئے ہے۔ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا دونوں باتیں انہوں نے مختلف اوقات میں کہی تھیں سمعنا تو اس وقت کہا جب پہاڑ ان کے سر پر لا کر کھڑا کیا گیا اور عصینا اس وقت کہا جب پہاڑ ہٹا دیا گیا۔

۱۸۲ یہ لوگ تورات پر ایمان لانے کا دعوی کرتے ہیں حالانکہ کفر و شرک سے انہیں خاص انس رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سامری کے گوسالہ کی محبت ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور شرک و بت پرستی کی محبت ان کے رگ و پے میں اس طرح جاری و ساری تھی جس طرح کپڑے میں رنگ اور جسم کی گہرائیوں میں پانی سرایت کر جاتا ہے۔ کما یتداخل الصبغ الثوب الشراب اعماق البدن (بیضاوی ص۱۳) اس گوسالہ پرستی کی گہری محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم ملا تو انہوں نے اس میں پس و پیش کیا تو کیا تورات شرک اور بت پرستی کی اجازت دیتی ہے؟ ۱۸۳ اگر واقعی تم مومن ہو تو بھلا ایمان ہے جو تم سے ایسے ناشائستہ اور برے افعال کا ارتکاب کرا رہا ہے یعنی قتل انبیاء، شرک اور گوسالہ پرستی اور تورات کا انکار یہ تمام امور قبیحہ اور افعال شنیعہ مقتضائے ایمان کے خلاف ہیں۔ لہذا تمہارا اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل شدہ ہدایت اور وحی پر بھی ایمان نہیں ہے۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾
پھر بنا لیا تم نے بچھڑا اس کے گئے پیچھے اور تم ظالم ہو

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ
اور جب ہم نے لیا قرار تمہارا اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو ۱۸۱

خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا
پکڑو جو ہم نے تم کو دیا زور سے اور سنو۔ بولے سنا ہم نے

وَعَصَیْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ
اور نہ مانا اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی بسبب ان کے کفر کے ۱۸۲

قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
کہہ دے کہ بری باتیں سکھاتا ہے تم کو ایمان تمہارا اگر تم

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ
ایمان والے ہو ۱۸۳ کہہ دے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر

عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا
اللہ کے ہاں تنہا سوا اور لوگوں کے ۱۸۴ تو تم مرنے کی

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ یَّتَمَنَّوْهُ
آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو والے اور ہرگز آرزو نہ کریں گے موت

اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ
کی کبھی بھی بسبب ان گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ ۱۸۵ اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ
گنہگاروں کو اور تو دیکھے گا ان کو سب لوگوں سے زیادہ حریص

عَلٰی حَیٰوةٍ ۛۚ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۛۚ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ
زندگی پر ۱۸۶ اور زیادہ حریص مشرکوں سے بھی ۱۸۷ چاہتا ہے ایک ایک ان کا

معانقة ۲

[illegible]

۳ انواع تفہیم اور قول باطل کی تردید کے بعد مباہلہ کا چیلنج ۱۳

یہود کو مباہلہ کا چیلنج

جس طرح آج کل کے بعض پیشہ ور گدی نشین اپنے مریدوں کے سامنے یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ چونکہ بزرگوں کی اولاد ہیں اس لئے وہ اور ان کے مرید خیر و عافیت سے ضرور جنت میں جائیں گے اسی طرح یہودیوں کے مولوی اور پیر بھی دعوی کرتے تھے کہ جنت میں صرف وہی اور ان کے پیروکار جائیں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے افہام و تفہیم کی انواع کے بیان اور ان کے ایک باطل قول کی تردید کے بعد ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے۔ یہ چیلنج ان کے اسی سب سے بلند بانگ دعوی کے جواب میں ہے کہ ہم اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں کی اولاد ہیں اس لئے ہم خدا کے چہیتے اور محبوب ہیں اور جنت میں ہمارے سوا کوئی نہیں جائے گا۔ سبب نزولها قولهم لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ الخ وَنَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ الخ وَلَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ الخ (روح ص۳۲۲ ج۱، قرطبی ص۳۲ ج۲، معالم ص۷۱ ج۱، ابن کثیر ص۱۲۷ ج۱) تو اس کا جواب مباہلہ سے دیا گیا۔

۱۸۴ الدار الآخرة سے مراد جنت ہے اور الناس سے مراد تمام وہ لوگ ہیں جو ان کے دین پر نہیں تھے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ یعنی ہر فریق دوسرے کی موت کی تمنا کرے یعنی موت کی بددعا کرے جیسا کہ مباہلہ میں ہوتا ہے۔ ای ادعوا بالموت علی الکاذب من الفریقین والمراد منه المباهلة کما صح عن ابن عباس رضی الله عنهما وغیره من السلف (جامع البیان ص۱۶، قرطبی ص۳۳ ج۱) اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ اگر تم اس دعوی میں سچے ہو کہ جنت صرف تمہارے ہی لئے ہے تو آؤ مباہلہ کرو۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں تمنی موت سے اپنی موت کی تمنا مراد ہے یعنی اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو اللہ سے اپنے لئے موت مانگو کیونکہ جس شخص کو یقین ہو کہ وہ جنت میں جائے گا اس کی دلی خواہش یہ ہوگی کہ وہ اس دنیا کے جھمیلوں سے نجات پائے اور آخرت کی طرف منتقل ہو کر جنت میں اپنا بسیرا کرے۔ ۱۸۵ یہودیوں کو اپنی سابقہ بداعمالیوں کی بنا پر اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے اس دعوی میں جھوٹے ہیں اس لئے وہ مباہلہ پر کبھی تیار نہ ہوں گے اور نہ ہی موت کی آرزو کریں گے۔ انهم فی دعواهم كاذبون (معالم ص۷۱ ج۱، قرطبی ص۳۳ ج۲) وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے اور ان کی تدبیروں اور ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہے۔ ۱۸۶ تجد میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور ھم کی ضمیر ان یہودیوں کی طرف ہے جن کا پہلے ذکر ہو رہا ہے یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ موت کی تمنا کبھی نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ لوگ زندگی پر بڑے حریص ہیں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر انہیں زندگی پیاری ہے کیونکہ انہیں اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اپنا بد انجام معلوم ہے یا ان کی حرص کی وجہ یہ تھی کہ عوام الناس پر ان کے تقدس و اقتدار کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور نذر و نیاز کی بے حساب آمدنی کا سلسلہ جاری تھا۔ اس مفت کے عیش و عشرت کی وجہ سے وہ چاہتے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں ۱۸۷ من حیث المعنی اس کا عطف الناس پر ہے یعنی یہ یہودی تو مشرکوں سے بھی بڑھ کر زندگی پر حریص ہیں کیونکہ مشرکوں کو آخرت میں عذاب کا کوئی ڈر نہیں تھا اس لئے کہ وہ آخرت کے قائل ہی نہیں تھے اور نہ ہی یہودیوں کے مولویوں اور پیروں کی طرح انہیں نذر و نیاز کی آمدنیاں وصول ہوتی تھیں۔ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ هُمْ کی ضمیر بھی ان یہودیوں کی طرف راجع ہے یہ ان کی حرص کی زیادتی کا مزید بیان ہے۔

موضح قرآن ف۱ کہتے تھے کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جاوے گا اور ہم کو عذاب نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یقیناً بہشتی ہو تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو؟ فتح الرحمٰن : ف۱ یعنی گمان از تحریف یہود آں بود کہ گفتند داخل نہ خواہد شد در بہشت ہیچ کس مگر یہود و ایں خطا است زیرا کہ علامت بہشتیاں مشتاق شدن بملاقات خدا است و ایشان از مرگ ہراساں بودند و اشارت بہمیں معنی است دریں آیت ۱۲

یعنی ان میں سے ہر ایک کی یہ آرزو ہے کہ اسے ایک ہزار سال زندگی ملے وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ — ما نافیہ ہے هُوَ اسکا اسم اور بِمُزَحْزِحِهٖ اس کی خبر ہے اور اَنْ يُّعَمَّرَ مبتدا کا بیان ہے۔ یعنی طویل عمر کا دیا جانا عذاب سے نہیں بچا سکتا کیونکہ ہزار سال کے بعد آخر موت ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ؏ اللہ تعالیٰ ان کی ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے اور ان کے تمام ظاہری و باطن اعمال سے باخبر ہے اسلئے لا محالہ انہیں ان کے اعمال کی سزا دے گا۔

یہودیوں کے شبہات کا ازالہ

(افہام و تفہیم کے دوران مخاطب کے ذہن میں بعض شبہات کا پیدا ہونا ناگزیر ہے جب تک ان شبہات کا ازالہ نہ کیا جائے اس وقت تک مخاطب کو اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ گذشتہ سات رکوعات میں یہودیوں کو سمجھانے اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے افہام و تفہیم کے تمام ممکنہ ذرائع اختیار کئے گئے ہیں۔ اب آخر میں انکے تین شبہات کا جواب دیا جا رہا ہے۔

پہلا شبہ:۔ یہودیوں کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں تو کہنے لگے کہ جبریلؑ فرشتہ تو ہمیشہ عذاب ہلاکت اور خط سالی کا پیغام لایا کرتا ہے۔ بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا اس وقت جبریلؑ ہی تھا جس نے اس ظالم بادشاہ کی مدد کی اور اس نے یہودیوں کو تہس نہس اور بیت المقدس کو برباد کر دیا۔ اسی طرح یہ جبریلؑ ہمارے اندرونی راز اور پوشیدہ بھید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا ہے اس لئے یہ فرشتہ ہمارا دشمن ہے۔ (بحر ص۳۱۹ ج۱، روح ص۳۳۱ ج۱) چونکہ توحید کا پیغام یہ فرشتہ لایا ہے ہم اسے ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ہاں اگر يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ کا پیغام، يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ، وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ اور دیگر احکام میکائیل فرشتہ نے لائے ہوتے تو ہم انہیں خوشی قبول کر لیتے۔ یہ اگرچہ حقیقت میں محض ضد بے تکی اور نہ ماننے کا ایک لنگڑا بہانہ تھا لیکن باہمہ حکیم جل مجدہٗ نے اس کا بھی نہایت متین اور معقول جواب دیا ہے۔

دوسرا شبہ:۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہود سے بار بار فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس پر نازل کی گئی کتاب کوئی نیا مسئلہ نہیں پیش کر رہے بلکہ وہی پیغام توحید پیش کر رہے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کے ذریعے پیش فرمایا اور ان کے بعد آنے والے ہزاروں انبیائے کرام علیہم السلام جس کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے ہیں تو اس پر یہودیوں کے علماء نے کہا کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن نے جو نظریہ پیش کیا ہے وہی تورات کا اور ہمارے پیغمبروں کا بھی یہی نظریہ تھا کیونکہ ہمارے اوراد و وظائف اور تورات میں تو غیر اللہ کو پکارنے کی اجازت موجود ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام (عیاذاً باللہ) غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے اور اسی وجہ سے جن و انس پر انکی حکومت قائم تھی۔ اگر تورات میں اس کی اجازت نہ ہوتی تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے اور عوام کو گمراہ کرنے کیلئے جادو کی پوتھیاں ان کو دکھاتے جو شیطانوں نے گھڑ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذمہ لگا دی تھیں (کبیر ص۶۳۰ ج۱) یعنی یہ پوتھیاں لوگوں کو دکھاتے اور کہتے دیکھو یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاص یادداشتیں ہیں اور ان میں غیر اللہ کو پکارنا لکھا ہے۔

تیسرا شبہ:۔ تیسرا شبہ ان کا یہ تھا کہ اگر غیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ دو مقرب فرشتوں ہاروت اور ماروت کو جادو سکھلانے کے لئے کیوں دنیا میں بھیجتا حالانکہ جادو میں غیر اللہ ہی کو پکارا جاتا ہے اور اسی سے استمداد و استعانت کی جاتی ہے (اس کی مزید تحقیق آگے آ رہی ہے) تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا اور غیر اللہ سے استعانت کرنا جائز ہے۔ اب ترتیب وار تینوں شبہات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ
کہ عمر پاوے ہزار برس اور نہیں اس کو بچانے والا عذاب سے

اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (96) قُلْ مَنْ
اس قدر جینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں تو کہہ دے جو کوئی

كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ
ہووے دشمن جبریل کا ف۱ سو اس نے تو اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر

بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّ
اللہ کے حکم سے کہ سچا بتانے والا ہے اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے اور راہ دکھاتا ہے اور

بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (97) مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ
خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو کوئی ہووے دشمن اللہ کا اور اسکے فرشتوں کا

وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (98)
اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل اور میکائیل کا ف۲ تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا ف۳

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا
اور ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں روشن اور انکار نہ کرینگے ان کا مگر

الْفٰسِقُوْنَ (99) اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ
وہی جو نافرمان ہیں ف۴ کیا جب کبھی باندھیں گے کوئی قرار تو پھینک دیگی اسکو ایک جماعت

مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (100) وَلَمَّا جَاۗءَهُمْ
ان میں سے ف۵ بلکہ ان میں اکثر یقین نہیں کرتے اور جب پہنچا ان کے پاس

رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ
رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو انکے پاس ہے ف۶ تو پھینک دیا

فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ
ایک جماعت نے اہل کتاب سے اللہ کی کتاب کو

۱۱ ع ۱۰ ۱۱

سورہ تبلیغ تمام ہونے کے بعد آخر میں دعویٰ توحید کے بارے میں یہود کے تین شبہات کا جواب

جواب شبہ اولیٰ

مع شبہ اولیٰ یہ تحقیق کہ دعویٰ توحید لانے والا فرشتہ جبرائیل ہمارا دشمن ہے

یہ دوسری وجہ ہے ۲

یہ تیسری وجہ ہے ۳

یہ چوتھی وجہ ہے ۴

یہ پانچویں وجہ ہے ۵

یہ زجر اول ہے ۱

یہ زجر ثانی ہے ۲

یہ شبہ ثانیہ کا جواب

منزل ۱

موضح قرآن ف یہود نے کہا کہ یہ کلام لاتا ہے جبریل اور وہ ہمارا دشمن ہے کئی بار ہمارے دشمنوں کو ہم پر غالب کر گیا کوئی اور فرشتہ لاتا تو ہم مانتے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے تو کرتے ہیں بے حکم نہیں کرتے جو ان کا دشمن ہو اللہ بے شک اس کا دشمن ہے (۱)

فتح الرحمٰن ف۱ دیگر از ہفوات یہود آں بود کہ جبرئیل را دشمن می داشتند کہ عذاب بر امم سابقہ فرود آورد و ایں خطا است کہ جبرئیل مامور است اسباب حق عز وجل دے را چہ اختیار (۲)

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ وَاتَّبَعُوْا
اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ۱۹۱ھ اور پیچھے ہو لئے
مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ
اس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان سلیمانؑ کی بادشاہت کے وقت ۱۹۳ھ اور کفر نہیں کیا
سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ
سلیمان نے ۱۹۴ھ لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ سکھاتے تھے
النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ
لوگوں کو جادو اور اس علم کے پیچھے ہولئے جو اترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں
هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى
جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے ۱۹۵ھ اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو جب تک
يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ
یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں سو تو کافر مت ہو ۱۹۶ھ پھر ان سے سیکھتے
مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَ
وہ جادو جس سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اس کی عورت میں ۱۹۷ھ اور
مَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَ
وہ اس سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر حکم اللہ کے اور
يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا
سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان کرے ان کا اور فائدہ نہ کرے ۱۹۸ھ اور وہ خوب جان چکے ہیں
لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ
کہ جس نے اختیار کیا جادو کو نہیں اسکے لئے آخرت میں کچھ حصہ اور بہت ہی بری
مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَوْ اَنَّھُمْ
چیز ہے جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو ۱۹۹ھ اگر ان کو سمجھ ہوتی اور اگر وہ

پہلے شبہ کا جواب :- ۱۸۸ھ مَنْ شرطیہ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ای فعلہ اولا وجہ لہا او ما اشبہ ھٰذا التقدیر (بحر صفحہ ۳۱۸ ج ۱) ای من کان عدوا فلا انصاف لہٗ (جامع صفحہ ۱) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا کہ آپؐ ان کے شبہ کا جواب دیں کہ جو شخص حضرت جبریلؑ کا دشمن ہے اس کی دشمنی بلا وجہ ہے اور انصاف پر مبنی نہیں آگے اس کی پانچ علتیں اور دلیلیں بیان کی گئی ہیں فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ یہ جزاء محذوف کی پہلی علت ہے یعنی جبریلؑ سے عداوت رکھنا تو بالکل بے معنی اور غیر منصفانہ حرکت ہے اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ آپؐ کے قلب پر نازل کیا ہے وہ اپنے پاس سے اور اپنی مرضی سے نازل نہیں کیا بلکہ وہ تو اللہ کا کلام ہے اور انہوں نے اللہ ہی کے حکم سے نازل کیا ہے اس لئے حضرت جبریلؑ سے دشمنی سراسر حماقت ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ یہ جزاء محذوف کی دوسری علت ہے اور مُصَدِّقًا، نَزَّلَهٗ کی ضمیر منصوب سے حال ہے یعنی جو کتاب حضرت جبریلؑ نے اللہ کے حکم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے وہ بھی کوئی نئی اور انوکھی نہیں بلکہ پہلی کتابوں کے بنیادی اور اصولی مضامین کی تصدیق کرتی ہے۔ اور وہی دعوت توحید پیش کرتی ہے جو اس سے پہلے خود تورات نے پیش کی تھی هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ * دونوں مُصَدِّقًا پر معطوف ہیں۔ یہاں قرآن کی دو صفتیں اور بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ سیدھی راہ دکھاتا ہے اور کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور توحید کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔ دوسری یہ کہ وہ ماننے والوں کو آخرت میں ابدی زندگی کی خوشخبری سناتا ہے تو ایسی کتاب لانے والے سے عداوت سراسر بے انصافی اور حماقت ہے۔ ۱۸۹ھ پچھلی آیت میں تو دلائل سے عداوت جبریلؑ کی غیر معقولیت بیان کی گئی تھی اب اس آیت میں جبریلؑ اور دوسرے فرشتوں سے عداوت رکھنے والوں کا انجام بیان کیا ہے اس لئے یہ عداوت جبریلؑ کی غیر معقولیت کی پانچویں دلیل ہے۔ عَدُوٌّ عداوت سے اسم ہے اور عداوت محبت اور دوستی کی ضد ہے اور اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جو دوستی اور محبت کے منافی ہو۔ تمام فرشتوں کے ذکر کے بعد جبریلؑ اور میکائیلؑ کی تخصیص باقی فرشتوں پر ان کی فضیلت اور برتری کے اظہار کے لئے ہے یا دونوں کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ یہودیوں نے ان دونوں کا ذکر کیا تھا اور انہیں کے سبب سے یہ آیت نازل ہوئی۔ لان الیہود ذکرھما ونزلت الاٰیۃ بسببھما (روح صفحہ ۳۳۴ ج ۱) من شرطیہ ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیرہ فھو کافر مجزی باشد العذاب (روح صفحہ ۳۳۴ ج ۱) یعنی جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں اور رسولوں کا خصوصاً جبریلؑ اور میکائیلؑ کا دشمن ہو وہ کافر ہے اور اسے سخت سزا دی جائے گی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ یہ جواب شرط محذوف کی علت ہے یعنی ان کی سزا کی علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے اور ان کے کفر کی وجہ سے انہیں سزا دیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں سے دشمنی خدا کی ناراضی اور اسکے غضب کا موجب ہے آگے اہل کتاب کیلئے زجر و تنبیہ ہے۔ ۱۹۰ھ ہم نے آپؐ کو ایسے واضح دلائل اور ایسی کھلی نشانیاں دی ہیں کہ ان کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے ضد و عناد کی وجہ سے فسق و فجور کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے المتمردون فی الکفر الخارجون عن الحدود (روح صفحہ ۳۳۵ ج ۱) یہ یہودی ضد و عناد اور تمرد و سرکشی میں اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ ایسے واضح دلائل کا بے کھٹکے انکار کر دیتے ہیں۔ ۱۹۱ھ ان کے طغیان و عصیان کا یہ حال ہے کہ انہوں نے جب کبھی کوئی عہد کیا اسے پورا نہ کیا بلکہ ان میں ہمیشہ ایک بہت بڑی جماعت عہد شکنی پر کمربستہ رہی۔ گویا عہد شکنی، غداری اور نافرمانی ان کی عادت قدیمہ اور قومی خصوصیت ہے۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ بلکہ ان کی اکثریت کا تو اپنی کتاب پر بھی مخلصانہ ایمان نہیں تھا صرف منافقانہ طور پر زبانی اقرار تھا لیکن ان کا عمل اسکے خلاف تھا۔ (کبیر صفحہ ۶۳۴ ج ۱) تو جن کے خبث باطن کا یہ حال ہو کہ اپنی کتاب اور اپنے رسول کو بھی نہ مانیں بھلا وہ دوسری قوم کے نبی اور اس کی کتاب کو کیوں ماننے لگے۔

* ھُدًی [illegible] اور بُشْرٰی [illegible]

دوسرے شبہ کا جواب :- ۱۹۲ھ رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب ان اسرائیلیوں کے پاس خدا کا پیغمبر ایسا پیغام لے کر آیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کی تصدیق کرتا ہے اور جو دعوت توحید اور اصول دین انہوں نے بیان کئے ہیں ان کی تائید و توثیق کرتا ہے۔ صدق ما فیہا من قواعد التوحید واصول الدین واخبار الامم والمواعظ والحکم (روح صفحہ ۳۳۶ ج ۱) نَبَذَ فَرِيْقٌ

فتح الرحمٰن - ف ۱ دیگر از هفوات یہود آن بود کہ سحر میکردند و سلیمان علیہ السلام را ساحر میدانستند و این افترا بود بر سلیمان علیہ السلام و اشارت بہمیں معنیٰ است درین آیت ۱۲

مِنَ الَّذِيْنَ یہ لَمَّا کا جواب ہے اور اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ سے مراد یہی یہودی ہیں اور كِتٰبَ اللّٰهِ سے تورات مراد ہے اور یہ نَبَذَ کا مفعول ہے یعنی جب اللہ کا سچا پیغمبر تورات کی تصدیق کرتا ہوا ان کے پاس آیا تو ان تورات پر ایمان کے دعویداروں نے تورات کے احکام کو ٹھکرا دیا اور ان کی ذرا پرواہ نہ کی۔ تورات میں اس آخری نبی کے ظہور کی پیشگوئی اور آپ کی صفات وعلامات موجود تھیں اور تورات میں یہ حکم بھی موجود تھا کہ جب یہ نبی ظاہر ہو تو اس پر ایمان لانا۔ اور یہودیوں کے علماء اچھی طرح جانتے تھے کہ تورات میں جس پیغمبر کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں مگر اس کے باوجود آپ کو نہ مانا اور تورات کے حکم کو پس پشت ڈال دیا۔ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ انہوں نے تورات کے حکم کی اس طرح لاپرواہی کی اور اسے اس طرح ٹھکرا دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ **۱۹۳** شیاطین سے سرکش جن اور ابلیس کے چیلے مراد ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ والمتبادر من الشیاطین مردۃ الجن وھو قول الاکثرین (روح ص۳۳۷ ج ۱) ان یہودیوں نے تورات میں آخری نبی پر ایمان لانے کے حکم ہی کو نہیں ٹھکرایا بلکہ انہوں نے تو تورات کی دعوت توحید کو بھی پامال کر دیا اور اسے چھوڑ کر شیطانی جادو اور ٹونے ٹوٹکوں کے پیچھے پڑ گئے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں شیطانوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے گھڑے تھے جب یہودیوں نے قرآن کی دعوت توحید کے مقابلہ میں غیر اللہ کی پکار کا جواز ثابت کرنے کے لئے تورات پیش کی تو تورات مسئلہ توحید پر قرآن سے متفق نکلی تو اب یہودی اپنی خفت مٹانے کے لئے جادو کی وہ پوتھیاں نکال لائے جو شیطانوں نے لکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے مومن وزیر آصف بن برخیا اور ہاروت وماروت فرشتوں کے ناموں سے مشہور کر رکھی تھیں اور نسلاً بعد نسلٍ موجودہ یہود تک پہنچی تھیں۔ قال السدی عارضت الیھود محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بالتوراۃ فاتفقت التوراۃ والقرآن فنبذوا التوراۃ واخذوا بکتاب آصف وسحر ھاروت وماروت (قرطبی ص۴۲ ج ۲، کبیر ص۶۳۵ ج ۱، نیشاپوری ص۳۴۴ ج ۱) **۱۹۴** جادو میں چونکہ غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے اس لئے ایسا جادو صریح شرک اور کفر ہے جب یہودی جادو، اور ٹوٹکوں کی پوتھیاں نکال لائے اور کہا دیکھو، یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاص نوشتے ہیں اور وہ جادو کیا کرتے اور غیر اللہ کو پکارا کرتے تھے بلکہ اسی کی بنا پر وہ جنوں پر حکومت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس دعوے کی تردید وتکذیب فرما کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس کفر وشرک سے براءت کا اعلان فرمایا کہ سلیمان پیغمبر نے تو ایسا کفر وشرک کبھی نہیں کیا جو یہ لوگ ان کے ذمے لگا رہے ہیں۔ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا ــــ لکن ماقبل کی نفی اور مابعد کے اثبات کے لئے آتا ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ جادو، اور کفر وشرک نہیں کیا بلکہ یہ سب شیطانوں کی کارستانیاں ہیں حضرت قتادہؒ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں شیطانوں نے ایک کتاب تیار کی جس میں جادو اور شرک تھا۔ اور لوگوں میں اس کی اشاعت کی اور اس میں لکھا ہوا جادو لوگوں کو سکھانے لگے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے وہ کتابیں حاصل کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیں۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو جنوں نے وہ کتابیں پھر سے نکال لیں اور لوگوں میں مشہور کرنا شروع کر دیا کہ یہ حضرت سلیمانؑ کے مخصوص نوشتے اور ان کا خاص علمی خزانہ ہے جسے انہوں نے ہم سے چھپایا ہوا تھا اور بعض نوشتوں کی ابتداء میں تو ان خبیثوں نے یہ الفاظ بھی بڑھا دیئے تھے۔ ھذا ما کتب آصف بن برخیا للملک سلیمان بن داود من ذخائر کنوز العلم یعنی یہ علم کے ذخیروں میں سے وہ خزانہ ہے جسے آصف بن برخیا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے لکھا تھا۔ جنوں نے یہ کتابیں نکال کر لوگوں میں پھیلانا۔ اور انہیں سکھانا شروع کر دیا۔ (ھذا اکلہ من ابن جریر ص۳۳۹ ج ۱) رفتہ رفتہ یہی نوشتے اور پوتھیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کے پاس بھی پہنچ گئیں۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں شیاطین آسمان کے قریب جا کر آئندہ کاموں سے متعلق فرشتوں کی باتیں سنتے اور ان میں اپنی طرف سے سینکڑوں جھوٹ ملا کر کاہنوں اور نجومیوں کو بتاتے اور وہ ان تمام باتوں کو کتابوں میں لکھ کر لوگوں میں پھیلاتے اور انہیں سکھاتے۔ اور چونکہ کوئی بات سچی بھی ہو جاتی تھی اس لئے انہوں نے لوگوں میں مشہور کر رکھا تھا کہ جن غیب جانتے ہیں۔ اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خاص علم ہے اور اسی علم کے ذریعے انہوں نے جن وانس اور ہوا کو تابع کر رکھا ہے (مدارک ص۵۵ ج ۱، نیشاپوری ص۳۴۳ ج ۱) اگر اس روایت کو پیش نظر رکھا جائے تو شیاطین سے شیاطین الجن اور شیاطین الانس دونوں مراد ہونے چاہئیں کیونکہ اس کام کو شروع تو شیاطین الجن نے کیا تھا لیکن لوگوں میں اس کی تعلیم واشاعت شیاطین الانس کے ذریعے ہوئی۔

تحقیق السحر :- اس آیت میں جادو کو کفر کہا گیا ہے اس لئے جادو سے یہاں دواؤں کے ذریعے یا ہاتھ کی صفائی سے عجیب وغریب کرتب دکھانے مراد نہیں کیونکہ بعض لوگ ان پر بھی جادو، اور سحر کا اطلاق کر دیتے ہیں اور یہ کفر بھی نہیں بلکہ اس سے جادو کی وہ تمام قسمیں مراد ہیں جن میں غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے اور ارواح خبیثہ سے استعانت کی جاتی ہے اور اس میں شرکیہ وظائف پڑھے جاتے ہیں۔ ویستعان فی تحصیلہ بالتقرب الی الشیطان بارتکاب القبائح قولا کالرقی التی فیھا الفاظ الشرک الخ (روح ص۳۳۸ ج ۱) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جادو کی تیرہ قسمیں ہیں اور سب کا خلاصہ غیر اللہ کو پکارنا، غیر اللہ کو قادر اور عالم الغیب سمجھنا ہے اس کے بعد فرمایا ہے کہ جادوگر کی سزا قتل ہے اور قتل کے بعد نہ اس کا جنازہ پڑھا جائے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اے برادر! دعا لغیر اللہ کردہ آثار عجیبہ ظاہر می شود سحر است ہمیں است ماہیت در الفاظ دعوت قمری ای مرسل الرحمۃ ومنزل النعمۃ ودر دعوت عطارد کل ما حصل لی من الخیر فھو منک ونیز گویند ایتھا العالم بخفیات الامور ومطلع علی السرائر و در تفسیر عزیزی است اگر در سحر قولی یا فعلی کہ موجب کفر باشد مثل ذکر نام بتاں وارواح خبیثہ بہ تعظیمیکہ شایان رب العزت است مثل اثبات عموم علوم وقدرت وغیب دانی ومشکل کشائی یا ذبح لغیر اللہ یا سجدہ لغیر اللہ وغیر ذلک واقع شود بلا شبہ آں سحر کفر است وصاحب آں مرتد شود۔ انتہی مختصرا فی التوسل لابن تیمیہ ص۱۳۰ استغاثہ لغیر اللہ واقسام لغیر اللہ سحر است۔"

اسی طرح امام ابن تیمیہ "قاعدہ جلیلہ" میں فرماتے ہیں کہ جادو میں غیر اللہ کو پکارنا لازم ہے۔

جس طرح یہودیوں نے اللہ کے معصوم پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذمہ جادو، اور غیر اللہ کو پکارنے جیسا شرک لگا دیا تھا اور ثبوت میں غیر مستند نوشتے پیش کئے تھے۔ اسی طرح آجکل بھی قرآن کی خالص توحید کے مقابلہ میں شرک پسند پیر اور بدعت نواز مولوی اپنے شرکیہ اعمال وعقائد اور بدعات کو جائز ثابت کرنے کے لئے امام ابو حنیفہؒ، شیخ عبد القادر جیلانیؒ، امام شعرانیؒ اور دیگر بزرگان دین کا نام لیتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ حضرات بھی غیر اللہ کو نہ صرف پکارنے کی اجازت دیتے تھے بلکہ خود بھی پکارا کرتے تھے اور ثبوت "قصیدۂ نعمانیہ، قصیدۂ غوثیہ، لطائف المنن اور بہجۃ الاسرار" ایسی غیر مستند اور بے سروپا کتابیں پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ بزرگان دین اس قسم کی خرافات سے بالکل بری تھے۔ اگر قرآن کے مقابلہ میں ایسی عبارتیں اور کتابیں بزرگوں کی طرف منسوب کر کے پیش کی جائیں تو اگرچہ وہ بزرگ اور اولیاء اللہ تھے جیسے مذکورہ بزرگان تو اس نسبت کا صاف انکار کر دینا چاہئے جس طرح وضاعوں اور کذابوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جھوٹی حدیثیں لگا دی ہیں اسی طرح توحید کے غداروں اور سنت کے باغیوں نے یہ من گھڑت خرافات ان بزرگوں کے ذمہ لگا دی ہیں اور اگر ان عبارتوں کی نسبت ان بزرگوں کی طرف صحت سے ثابت ہو جائے تو ان میں تاویل کی جائے اور ان کا ایسا محمل بیان کیا جائے جو قواعد شرعیہ کے موافق ہو، اور اگر الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہ ہو تو کہا جائے کہ یہ کلمات اس شخص سے غلبۂ حال کی حالت میں صادر ہوئے ہوں گے جس میں وہ معذور رہے بہرحال قواعد شرعیہ کے خلاف کسی کا کوئی قول قابل قبول نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا ولی اور امام کیوں نہ ہو۔ شریعت اماموں اور ولیوں کے تابع نہیں بلکہ امام اور ولی شریعت کے تابع ہیں۔ **۱۹۵** وَمَآ اُنْزِلَ میں مَا موصولہ ہے نافیہ نہیں جیسا کہ بعض کو غلطی لگی ہے اس کا عطف مَا تَتْلُوْا پر ہے یعنی یہودیوں نے تورات کا پیغام توحید چھوڑ چھاڑ کر شیطانی ٹوٹکوں اور ہاروت وماروت کے جادو کی اتباع اور پیروی شروع کر دی۔ یہاں انزل سے مراد وحی نہیں بلکہ الہام کے ذریعے تعلیم مراد ہے۔ الانزال بمعنی الالھام والتعلیم (معالم ص۴۵ ج ۱) الملکین میں مشہور قرأت لام کے فتحہ سے ہے۔ القراءۃ المشھورۃ بفتح اللام (کبیر ص۶۴۵ ج ۱) اسی بنا پر محققین کی رائے یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت دونوں فرشتے تھے جنہیں لوگوں کے امتحان اور ابتلا کے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا تھا۔ ذھب کثیر من السلف الی انھما کانا ملکین من السماء وانھما انزلا الی الارض (ابن کثیر ص۱۴۰ ج ۱) وھذا الملکان

انزلا لتعلیم السحر ابتلاء من اللہ تعالیٰ للناس (روح ص۳۳۸ ج ۱)

ان فرشتوں کو زمین پر اتارنے کی وجہ کے متعلق علمائے محققین نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں سحر اور جادو کا چرچا عام تھا اور جادوگر بکثرت تھے بعض دفعہ جادوگر نبوت کا دعویٰ کر دیتے اور جادو کے عجیب و غریب کرتب دکھا کر لوگوں سے اپنی جھوٹی نبوت منوا لیتے۔ جادوگر لوگوں کو ایسے ایسے شعبدے دکھاتے کہ وہ حیران رہ جاتے۔ سفلی عملیات اور جادو کے ٹوٹکوں سے عوام اس قدر متاثر ہوئے کہ انہیں حق سمجھنے لگے اور ان کے ذہنوں میں ایسی الجھنیں پیدا ہو گئیں کہ وہ جادو اور معجزہ کے درمیان امتیاز نہیں کر پاتے تھے۔ اس طرح جادو کے ذریعہ روز بروز گمراہی پھیل رہی تھی۔ لوگ انبیاء علیہم السلام، اللہ کے نیک بندوں اور جادوگروں اور شعبدہ بازوں کو ایک ہی سمجھنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کا فیصلہ کرنے اور جادو اور معجزہ میں امتیاز قائم کرنے کے لیے ان فرشتوں کو جادو کی حقیقت سے آگاہ کر کے زمین پر بھیجا تاکہ لوگ جادو اور معجزہ کی حقیقت اور باہمی امتیاز کو سمجھ کر جادوگروں کے مکر و فریب سے بچ سکیں۔ (من الکبیر ص۴۵۲ ج ۱، والروح ص۳۴۱ ج ۱، والبحر ص۳۲۹ ج ۱)

یہودیوں نے ہاروت و ماروت کے متعلق ایک عجیب و غریب اور جھوٹا قصہ مشہور کر رکھا تھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ نے ان دونوں فرشتوں کو بطور آزمائش بشری لوازمات دے کر زمین پر بھیجا تو انہوں نے ایک کنجری زہرہ کے ورغلانے پر بت کو سجدہ کیا، شراب نوشی کی، ایک آدمی کو ناحق قتل کیا۔ اور زہرہ کنجری سے منہ کالا کیا۔ اس کے بعد انہوں نے زہرہ کنجری کو اسم اعظم بتا دیا اور وہ اس کے ذریعے آسمان پر چلی گئی تو اللہ نے اسے زہرہ سیارہ بنا دیا۔ ہاروت و ماروت اپنے گناہوں کی وجہ سے آسمان پر نہ جا سکے اور اب انہیں الٹا لٹکا کر عذاب دیا جا رہا ہے۔ تعجب ہے کہ بعض مفسرین نے یہ جھوٹا قصہ بلا نکیر اپنی کتابوں میں درج کر دیا ہے لیکن محققین مفسرین نے اس پر شدید انکار کیا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں۔ واعلم ان ھذہ الروایۃ فاسدۃ مردودۃ غیر مقبولۃ لانہ لیس فی کتاب اللہ ما یدل علی ذلک بل فیہ ما یبطلھا (کبیر ص۴۵۲ ج ۱) قرطبی لکھتے ہیں۔ قلنا ھذا کلہ ضعیف وبعید عن ابن عمر وغیرہ لا یصح منہ شئ (قرطبی ص۵۲ ج ۲) امام ابوحیانؒ رقمطراز ہیں۔ وھذا کلہ لا یصح منہ شئ والملائکۃ معصومون لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون (بحر ص۳۲۹ ج ۱) علامہ خازنؒ لکھتے ہیں۔ فبان بھذہ الوجوہ رکۃ ھذہ القصۃ (ص۸۲ ج ۱) علامہ سید محمود آلوسی حنفیؒ۔ امام رازیؒ کا مذکورہ بالا قول نقل کر کے عراقی سے نقل فرماتے ہیں۔ ونص الشہاب العراقی علی ان من اعتقد فی ہاروت وماروت انھما ملکان یعذبان علی خطیئتھما مع الزھرۃ فھو کافر باللہ تعالیٰ العظیم (روح ص۳۴۱ ج ۱) یہ واقعہ "موضح قرآن" میں بھی ہے جو شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے نام پر کتابی صورت میں چھپی ہوئی ہے مگر محققین مثلاً محدث العصر حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ تفسیر شاہ عبدالقادر کی نہیں ہے کسی نے لکھ کر ان کے نام منسوب کر دی ہے۔ حضرت شاہ صاحب کی "موضح قرآن" صرف وہی حواشی ہیں جو قرآن مجید کے حاشیہ پر چھپے ہوئے ہیں بعض ناشرین نے اب ان میں بھی کچھ رد و بدل کر دیا ہے۔ **۱۹۶** یُعَلِّمٰنِ تعلیم سے ہے۔ اور تعلیم کے معنی یہاں درس و تدریس کے نہیں ہیں بلکہ یہاں تعلیم بمعنی اعلام ہے۔ انہ من الاعلام لا من التعلیم فیعلمان بمعنی یُعْلِمَانِ (قرطبی ص۵۴ ج ۲) وقرأ طلحۃ بن مصرف یُعْلِمَانِ من الاعلام لان التعلیم علیہا حمل بعضھم قراءۃ التشدید (روح ص۳۴۳ ج ۱) اور مِن زائدہ ہے تاکید استغراق کے لیے۔ (روح ص۳۴۳ ج ۱) فتنہ کے معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں۔ واما الفتنۃ فی ھذا الموضع فان معناھا الاختبار والابتلاء (ابن جریر ص۳۴۸ ج ۱) الفتنۃ الاختبار والامتحان (ابوالسعود ص۶۵۳ ج ۱) یعنی جب کوئی ان دونوں فرشتوں کے پاس جادو سیکھنے کے لیے آتا تو وہ پہلے ازراہِ خیرخواہی اس پر واضح کر دیتے تھے کہ دیکھو جادو پر اعتقاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا کفر ہے اور ہم تو محض اس لیے بھیجے گئے ہیں تاکہ جادو اور معجزہ کا فرق لوگوں پر واضح کر دیں لہٰذا جادو کے جو اصول ہم تمہیں بتلائیں گے ان کو ناجائز طور پر استعمال نہ کرنا اور اس طرح ہم تمہارے لیے امتحان اور آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ دیکھنا کہیں جادو کے پیچھے پڑ کر اپنا ایمان نہ ضائع کر بیٹھنا۔ مذکورہ بیان سے ہاروت و ماروت فرشتوں کا دامن بھی شرک اور جادو سے پاک ہو گیا جو کہ یہودیوں نے ان کے ذمہ لگایا تھا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ خود جادو نہیں کیا کرتے تھے اور نہ ہی غیر اللہ کو پکارتے تھے وہ تو اللہ کے حکم سے محض لوگوں کے امتحان کے لیے جادو کی حقیقت واضح کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ **۱۹۷** فرشتوں کے روکنے کے باوجود لوگ اس جادو کو ناجائز طور پر استعمال کرنے لگے اور زیادہ تر خاوند بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے اسے استعمال کرتے تھے۔ وَمَا ھُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ جادو ٹوٹکے اور تعویذ گنڈے سے جو بھی آثار ظاہر ہوتے ہیں وہ اللہ کے حکم اور اس کی قضا سے ہوتے ہیں کیونکہ فاعل اور مؤثر حقیقی وہی ہے نہ کہ یہ چیزیں۔ یہ چیزیں تو محض اسباب کا درجہ رکھتی ہیں۔ قال سفیان الثوری الا بقضاءہ وقدرتہ ومشیتہ (معالم ص۸۲ ج ۱) اس لیے ضروری نہیں کہ ہر ٹوٹکے اور تعویذ گنڈے کا اثر ظاہر ہو۔ **۱۹۸** یہ بدبخت یہودی جو کچھ سیکھ رہے ہیں اس کے ذریعہ دوسروں کو نقصان پہنچانا تو ان کے بس کی بات نہیں البتہ یہ جادو دنیا اور آخرت میں ان کے لیے سراسر نقصان ہی نقصان ہے اور اس میں انہیں ذرہ برابر فائدہ نہیں۔ وَلَقَدْ عَلِمُوْا ــــ علموا کا فاعل یہودیوں کے علماء ہیں ــــ قیل عائد علی علماء الیھود (بحر ص۳۳۳ ج ۱) اشْتَرٰہُ میں ضمیر مفعول مَا تَتْلُوْا کی طرف راجع ہے جس سے مراد جادو ہے۔ اور اشتراء سے مراد استبدال ہے۔ ای استبدال ما تتلوا الشیاطین بکتاب اللہ (ابوالسعود ص۶۵۵ ج ۱) یعنی ان یہودیوں کے مولویوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جس نے خدا کی کتاب کو چھوڑ کر اس پر جادو اور سحر کی پوتھیوں کو ترجیح دی اور توحید سے منہ موڑ کر شرک اور غیر اللہ کو پکارنے میں لگ گیا وہ آخرت میں سخت بدنصیب ہوگا۔ خدا کی کتاب سے تورات یا قرآن مراد ہے۔ علامہ ابوحیانؒ ایک صورت یہ بھی لکھتے ہیں کہ اشتراہ کی ضمیر تورات یا قرآن شریف کی طرف عائد ہو۔ اور اشترا بمعنی بیع ہو یعنی جس نے تورات یا قرآن کو چھوڑ اس کے عوض جادو کی کتابوں پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ او کتابھم الذی باعوہ بالسحر او القرآن لانہ تعوضوا عنہ بکتب السحر (بحر ص۳۳۳ ج ۱) **۱۹۹** بِئْسَ کا مخصوص بالذم محذوف ہے یعنی السحر اور شَرَوْا بمعنی بَاعُوْا ہے اور اَنْفُسَھُمْ سے پہلے لفظ حظوظ محذوف ہے یعنی یہ جادو جس کے عوض انہوں نے اپنی آخرت کا حصہ بیچ ڈالا ہے وہ بہت ہی بُری چیز ہے۔ ای بئس ما باعوا بہ حظوظ انفسھم السحر (من البحر ص۳۳۴ ج ۱، والنہر ص۳۳۶ ج ۱) لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۔ وہ اس سودے کے خسارے کو جانتے تھے مگر چونکہ انہوں نے اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کیا اس لیے ان سے علم کی نفی کی ہے۔ **۲۰۰** اگر یہ یہودی اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لے آتے اور جادو کو چھوڑ کر قرآن کے مطابق عمل کرتے۔ یہاں معاندین کے لیے ترغیب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی رحمت و شفقت ہے کہ وہ ایسے سرکشوں اور ضدیوں کے لیے بھی رشد و ہدایت کی تمام راہیں کھولتا ہے۔ لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ خَیْرٌ یہ معنیً لَو کا جواب ہے یعنی اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو انہیں اللہ کی طرف سے اجر ملتا اور اللہ کا ثواب یقیناً سحر اور کفر سے بہتر ہے۔ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۔ کاش کہ وہ اس حقیقت کو جانتے ہوتے۔

یہاں تک تو یہودیوں کے شبہات کا جواب تھا۔ اب آگے مسلمانوں کو یہودیوں کے ہتھکنڈوں اور ان کے ناپاک عزائم سے آگاہ کیا گیا ہے۔ یہودی تحریف و تلبیس کے ماہر تو تھے ہی جس کی قرآن نے بھی شہادت دی ہے اور خود موجودہ تورات بھی ان کی تحریف اور تلبیس حق کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ یہودیوں نے سوچا کہ مسلمانوں میں علانیہ طور پر اور براہ راست شرک کا داخل کرنا تو بہت مشکل ہے لہٰذا کسی تدبیر اور سازش سے کام لینا چاہیے۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اپنی طرف منعطف کرانے کے لیے لفظ "رَاعِنَا" استعمال کرتے تھے اس لفظ کے چونکہ دو معنی تھے ایک صحیح اور ایک موہم شرک اس لیے منافقین یہود نے بھی آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر آپ کو "رَاعِنَا" کے لفظ سے مخاطب کرنا شروع کر دیا۔ بظاہر اس لفظ کے معنی بہت عمدہ تھے یعنی ہمارا بھی خیال فرمائیے یہودیوں نے سوچا کہ جب یہ لفظ مسلمانوں میں رائج ہو چکا ہے تو ہمیں اس سے اپنا مطلب نکالنا چاہیے۔ کیونکہ اس لفظ کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ ہماری نگہبانی اور حفاظت فرمائیے۔ راعنا فی اللغۃ ارعنا ولنرعک لان المفاعلۃ من اثنین فتکون من رعاک اللہ ای احفظنا ولنحفظک وارقبنا ولنرقبک (قرطبی ص۵۷ ج ۲) اس لفظ سے ان کا مقصد مسلمانوں میں غیر اللہ کے حافظ و ناصر ہونے کا خیال ڈالنا تھا تاکہ غیر شعوری طور پر مسلمانوں میں شرک کا عقیدہ رائج ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے موہم شرک لفظ سے منع فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موہم شرک الفاظ کا استعمال جائز نہیں۔ ان سے ہر حال میں اجتناب ہی کرنا چاہیے۔ جیسا کہ آج کل بعض جاہلوں میں اسی قسم کے موہم شرک الفاظ رائج ہیں مثلاً "جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول نے چاہا" اور "یا پیر استاد" اور "یا رسول اللہ" اور "یا خواجہ معین الدین اجمیری" وغیرہ وغیرہ۔ **۲۰۱** اللہ نے مسلمانوں کو "راعنا" کے لفظ سے منع فرما دیا کیونکہ یہ لفظ موہم شرک تھا اور اس کے تحت یہودیوں کی ناپاک نیتیں

نقیض اور لمس کی جگہ انظرنا کا لفظ استعمال کرنے کا حکم دیا۔ وَاسْمَعُوْا ۔ میرے امر و نہی کو غور سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ ای ما امرتکم به ونهیتکم عنه بجد (روح ص ۳۴۹ ج ۱) اس سے ایسے الفاظ کہنے اور ایسی رسموں کی بنا رکھنے کی ممانعت ثابت ہوئی جو مبدأ شرک ہوں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ الاية کا اعلان کرنے کا حکم دیا تاکہ نصاریٰ کی طرح مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب اور مالک و مختار نہ سمجھنے لگیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ میری قبر ظاہر نہ ہونے پائے تاکہ وہ شرک کا اڈہ نہ بن جائے کذا فی الخازن ص وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اس کا تعلق لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ سے ہے یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا تو وہ اس کے مقابلے میں جادو منتر پیش کرتے ہیں۔ اب یہاں فرمایا گیا کہ وہ تو مشرک ہیں ہی اب تمہارے اندر بھی موہم شرک الفاظ کے ذریعے شرک پھیلانا چاہتے ہیں۔ اَلْكٰفِرِيْنَ میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے مراد وہ سازشی یہود ہیں جنہوں نے بدنیتی سے لفظ راعنا استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ اب آگے اہل کتاب و مشرکین کی ایک دوسری اور ناپاک خواہش کا ذکر کیا ہے۔ ۲۰۳ يَوَدُّ ۔۔۔ وَدٌّ سے ہے جس کے معنی چاہنے اور پسند کرنے کے ہیں۔ اور مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ میں من بیانیہ ہے اور وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ کا عطف اَهْلِ الْكِتٰبِ پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہل کتاب دوسرے مشرکین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تمام اہل کتاب کافر ہیں جب تک وہ آخری رسول اور آخری کتاب پر ایمان نہ لائیں اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہو سکتے۔ من الاولی للبیان لان الذین کفروا جنس تحته نوعان اهل الکتب والمشرکون (مدارک ص ۵۳ ج ۱ و کبیر ص ۶۴۵ ج ۱) اور "خیر" کو بعض مفسرین نے بعض معانی کے ساتھ مخصوص کیا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اسے عام رہنے دیا جائے تاکہ وہ تمام انواع خیر کو شامل ہو جائے۔ ادعام فی انواع الخیر کلها لان المذکورین لا یودون تنزیل جمیع ذلک علی المؤمنین عداوۃ وحسدا وخوفا من فوات الدراسة وزوال الریاسة (روح ص ۳۵۱ ج ۱) اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ یہودیوں کے خبث باطن اور تمہاری بدخواہی کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو وہ تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور وہ یہودی اور اسی طرح نصاریٰ اور مشرکین اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتے کہ تم پر اللہ کی طرف سے کوئی انعام و اکرام یا کسی قسم کی بہتری اور بھلائی نازل ہو۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ تم پر قرآن نازل ہو تمہیں

اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا
ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو بدلہ پاتے اللہ کے ہاں سے بہتر اگر ان کو
يَعْلَمُوْنَ (۱۰۳) ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ
سمجھ ہوتی ف ۱ اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور
قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ
کہو انظرنا ف ۲ اور سنتے رہو اور کافروں کو عذاب ہے
اَلِيْمٌ (۱۰۴) مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
دردناک ف ۳ نہیں دل چاہتا ان لوگوں کا جو کافر ہیں اہل کتاب میں
وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
اور نہ مشرکوں میں اس بات کو کہ اترے تم پر کوئی نیک بات تمہارے رب کی طرف سے ف ۴
وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے ف ۵ اور اللہ بڑے فضل
الْعَظِيْمِ (۱۰۵) مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ
والا ہے جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں ف ۶ تو بھیج دیتے ہیں اس
مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
سے بہتر یا اس کے برابر کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر
قَدِيْرٌ (۱۰۶) اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
قادر ہے ف ۷ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور
الْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (۱۰۷)
زمین کی اور نہیں تمہارے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار
اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ
کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کر دو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے

ع ۱۳ / ۱۲

۱۔ ربط ازالۂ شبہات کے بعد مسلمانوں کو یہود کی سازش (مسلمانوں میں کلمۂ موہم شرک کی ترویج) سے آگاہ کیا گیا ہے ۱۲

۲۔ راعنا کی جگہ انظرنا کہنے کا حکم ۱۲

۳۔ ماقبل سے بھی متعلق ہے اور مابعد کی تمہید سے بھی ۱۲

موضح قرآن ف ۱ یعنی یہود نے اپنے دین اور کتاب کا علم چھوڑ دیا اور لگے تلاش میں اعمال سحر کے اور سحر لوگوں میں دو طرف سے آیا ایک حضرت سلیمان کے عہد میں آدمی اور شیطان ملے رہتے تھے، ان شیطانوں سے سیکھا اور وہ یہود اس کو نسبت کرتے حضرت سلیمان کی طرف کہ ہم کو انہیں سے پہنچا ہے اور ان کو حکم جن اور انس پر اسی کے زور سے تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ یہ کام کفر کا ہے سلیمان کا نہیں اس کے عہد میں شیطانوں نے سکھایا ہے اور دوسرے ہاروت و ماروت کی طرف سے وہ شہر بابل میں دو فرشتے تھے خوبصورت آدمی ہو رہتے تھے ان کو علم سحر معلوم تھا جو کوئی طالب اس کا جاتا اول کہہ دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہیگا۔ پھر اگر وہ چاہتا تو سکھا دیتے اللہ تعالیٰ کو آزمائش منظور تھی سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے علموں سے آخرت کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہے اور دنیا میں بھی ضرر پاتے ہیں اور بغیر حکم خدا کچھ کر نہیں سکتے اور علم دین اور کتاب سیکھتے تو اللہ کے یہاں ثواب پاتے۔ ف ۲ یہود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کلام فرماتے بعضی بات جو سنی ہوتی چاہتے کہ پھر تحقیق کریں تو کہتے "راعنا" یعنی ہماری طرف متوجہ ہو ان سے مسلمان بھی سیکھ کر کبھی یہ لفظ کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہے تو اُنْظُرْنَا کہو اس کے بھی معنی یہی ہیں اور آگے سنتے رہو کہ پوچھنا ہی نہ پڑے۔ یہود کو اس لفظ کے کہنے میں دغا تھی اس کو زبان دبا کر کہتے تو رَاعِيْنَا ہو جاتا یعنی ہمارا چرواہا اور ان کی زبان میں راعنا احمق کو بھی کہتے ہیں۔ ف ۳ یہ بھی یہود کا طعن تھا کہ تمہاری کتاب میں بعضی آیت نسخ ہوتی ہیں اگر اللہ کی طرف سے تھی تو پھر کیا عیب دیکھا جو موقوف کی۔ اللہ نے فرمایا کہ عیب پہلی میں تھا نہ پچھلی میں بلکہ حاکم ہر وقت جو چاہے سو حکم کرے۔

فتح الرحمٰن ف ۱ دیگر از سخرات یہود آں بود کہ در مجلس پیغمبر آمدہ لفظ راعنا میگفتند و ایں لفظ دو معنی است یکے آنکہ رعایت کن ما را و شفقت کن برما۔ دیگر رعونت دارندہ یعنی ابلہ و قصد ایشاں سب بود حق سبحانہ مسلمانرا از ایں کلمہ نہی کرد برائے سد باب فساد و اشارت ہمیں معنی است دریں آیت۔ ف ۲ دریں آیت تعریض است بجواب یہود کہ انکار نسخ می کردند۔ ۱۲

ص حافظ ابن کثیر نے امام ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راعنا سے خطاب کیا جائے اس لئے ایمان والوں کو اس سے منع فرمایا۔ والصواب من القول فی ذلک عندنا ان اللہ نهی المؤمنین ان یقولوا لنبیه صلی اللہ علیه وسلم "راعنا" لانها کلمة کرهها اللہ تعالى لهم ان یقولوها لنبیه صلى اللہ علیه وسلم نظیر الذی ذکر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال لا تقولوا للعنب الکرم ولکن قولوا الحبلة ولا تقولوا عبدی ولکن قولوا فتای وما اشبه ذلک۔ (ابن کثیر ص ۱۴۹ ج ۱)

دشمنوں کے مقابلہ میں فخر حاصل ہو یا کسی قسم کا کوئی فائدہ اور نفع پہنچے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ تمام انواعِ خیر کے مستحق ہم ہی ہیں۔ اور ان کی یہ خواہش محض عداوت اور بغض و حسد پر مبنی تھی۔ نیز انہیں یہ خطرہ تھا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی وحی نازل ہو گئی تو ہمارے مدرسے اور ہماری آمدنی کی دکانیں بند ہو جائیں گی اور ہماری شان و شوکت خاک میں مل جائے گی۔ ۱۰۳ یہاں بھی لفظ رحمت عام ہے اور ان تمام انواعِ رحمت کو شامل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی وقت اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ الرحمۃ فی ھذہ الآیۃ عامۃ لجمیع انواعہا قد منحہا اللہ عبادہ قدیما وحدیثا (قرطبی ص ۶۲ ج ۲) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی رحمت کا مستحق ہے اور جسے وہ چاہتا ہے اپنی نوازشات کے لئے منتخب کر لیتا ہے لوگوں کی خواہشات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بعض مفسرین نے خیر اور رحمت سے وحی مراد لی ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ پہلے انبیاء بنی اسرائیل میں پیدا ہوتے رہے۔ جب آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسمٰعیل سے پیدا ہوئے تو یہودیوں نے تعصب و حسد کی وجہ سے اسے ناپسند کیا۔ وقیل معنی الآیۃ ان اللہ تعالیٰ بعث الانبیاء من ولد اسحٰق فلما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ولد اسمٰعیل لم یقع ذلک بود الیہود ومحبتہم (معالم ص ۸۹ ج ۱) لیکن مشرکین کے بغض و حسد کیلئے یہ وجہ موزوں نہیں بلکہ یہ چیز تو ان کے لئے باعث فخر ہے کیونکہ وہ سب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تو بہت وسیع ہے اس لئے بعض کی محرومی اس کی مشیت اور حکمت کے تحت ہے نہ کہ اس کے فضل اور مہربانی کی کمی کی وجہ سے۔ وان حرمان بعض عبادہ لیس لضیق فضلہ بل لمشیتہ وما عرف فیہ من حکمتہ (روح ص ۳۵۱ ج ۱)

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو اصل عداوت تو دعوتِ توحید سے تھی اور وہ اس عداوت کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے تھے کبھی تو راعنا جیسے موہم شرک الفاظ مسلمانوں کی زبانوں سے کہلا کر ان میں شرک داخل کرنے کی کوشش کرتے اور کبھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈہ اور بے جا اعتراضات کرتے کبھی کہتے یہ لوگ اس قابل نہیں کہ اللہ کی طرف سے ان پر وحی یا کوئی بھلائی نازل ہو اور کبھی کہتے کہ اگر یہ قرآن خدا کا کلام ہے تو اس کے احکام کیوں بدلتے رہتے ہیں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ایک حکم دیتا ہے پھر اس کے خلاف دوسرا حکم صادر کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محمد کا اپنا کلام ہے خدا کا کلام نہیں۔ نزلت لما قال المشرکون او الیہود الا ترون الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یامر اصحابہ بامر ثم ینہاہم عنہ ویامرہم بخلافہ ...... ما ھذا الا کلام محمد صلی اللہ علیہ ویقولہ من تلقاء نفسہ (روح ص ۳۵۱ ج ۱) اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے غلط پروپیگنڈے کا جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر اور مالک و مختار ہے اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ ۱۰۴ نسخ سے مراد یہ ہے کہ آیت کا حکم اٹھ جائے لیکن اس کی تلاوت باقی رہ جائے۔ اور انساء سے مراد یہ ہے کہ حکم اور تلاوت دونوں اٹھ جائیں (بحر ص ۳۴۳ ج ۱) یہ راعنا کو منسوخ کر کے اس کی جگہ انظرنا کہنے کے حکم کی طرف اشارہ ہے۔ نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔ یعنی اگر ہم کسی حکم کو منسوخ کر دیتے ہیں تو وہ بھی ہماری حکمت اور مصلحت کے عین مطابق ہوتا ہے اور ہم منسوخ شدہ حکم کی جگہ اس سے زیادہ مفید اور زیادہ آسان یا نفع اور سہولت میں اس کے برابر دوسرا حکم نازل کر دیتے ہیں۔ ای بما ھو انفع لکم واسہل علیکم واکثر لاجرکم او مثلہا فی المنفعۃ والثواب الخ (معالم ص ۸۹ ج ۱) اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یہاں استفہام تقریری ہے اور اس کا مخاطب ہر سامع ہے۔ ھذا الاستفہام معناہ التقریر ...... والاولی ان یکون المخاطب السامع (بحر ص ۳۴۳ ج ۱) مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب تو اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اپنے بندوں پر احکام میں رد و بدل اور محو و اثبات کا اسے پورا پورا اختیار ہے۔ لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ اس سے اصل دعویٰ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے اور وہ انسانوں کی تمام حاجتیں اور ضرورتیں پوری کر سکتا اور ان کی تمام مشکلات آسان کر سکتا ہے۔ تو پھر اس کے سوا کیوں کسی اور کو پکارا جائے اور کیوں کسی اور سے استعانت کی جائے۔ اس آیت کا دوسرا ربط یہ ہے کہ اگر ہم کوئی ایسی رسم منسوخ کر دیں جو موہم شرک ہو تو اس کی جگہ اس سے بہتر طریقہ رائج کر دیتے ہیں جس طرح راعنا کا لفظ منسوخ کر کے اس کی جگہ انظرنا کا لفظ کہنے کا حکم دیا ہے۔

فائدہ۔ متقدمین حضرات نسخ کو اس کے وسیع معنوں میں لیتے تھے یعنی وصفِ آیت کے مطلق تغیر کو نسخ کہتے تھے۔ اس لئے ان کے نزدیک پانچ سو سے بھی زیادہ آیتیں منسوخ ہیں لیکن متاخرین نے نسخ کو محدود معنی میں استعمال کیا یعنی آیت کا حکم مع التلاوۃ یا بدون التلاوۃ اٹھا دینے کو نسخ کہتے ہیں۔ اس لئے اس مفہوم کے پیش نظر بیس سے زیادہ آیتیں منسوخ نہیں ہیں۔ جیسا کہ علامہ سیوطی نے اتقان میں بسط و تفصیل سے ذکر کیا ہے لیکن امام ولی اللہ دہلوی نے الفوز الکبیر کے باب دوم فصل دوم میں اس مفہوم کے تحت صرف پانچ آیتوں کو منسوخ مانتے ہیں اور باقی تمام آیتوں کی توجیہہ فرماتے ہیں لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان پانچ آیتوں کو بھی منسوخ نہیں مانتے تھے اور حضرت شاہ صاحب کی طرز پر ان پانچوں آیتوں کی ایسی توجیہہ فرماتے تھے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پانچوں آیتوں کا حکم بھی تا قیامت باقی ہے۔ ان پانچوں آیتوں کی توجیہہ اپنی اپنی جگہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ بعض لوگ نسخ پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ پہلے ایک حکم دیکر پھر اسے واپس کیوں لیتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ کے معنی پہلا حکم واپس لینے کے نہیں بلکہ اس سے پہلے حکم کی مدت کی انتہا کا بیان مقصود ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف اس مدت تک تھا۔ اس کے بعد کے لئے نہیں۔ ۱۰۵ یہاں بھی استفہام تقریر کے لئے ہے اور خطاب ہر سامع کو ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ــــ ملک السموٰت والارض مبتدا مؤخر اور لہ خبر مقدم ہے۔ اور اس کی تقدیم افادۂ حصر کیلئے ہے یعنی زمین و آسمان کی سلطنت اور زمین و آسمان میں ہونے والے تمام امور کا اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ یہ جملہ انَّ کی خبر پر معطوف ہے۔ پہلا من ابتدائیہ اور استغراق عموم نفی کے لئے ہے (روح ص ۳۵۴ ج ۱، ابو سعود ص ۱۷۶ ج ۱) یعنی اللہ کے سوا کوئی بھی تمہارا حامی اور یار و مددگار نہیں۔ نہ کوئی نوری نہ ناری نہ خاکی۔ یہ آیت اصل دعویٰ یعنی اعبدوا ربکم سے متعلق ہے اور اس پر عقلی دلیل ہے یعنی جب زمین و آسمان کی سلطنت اللہ ہی کے قبضہ میں ہے اور اس کے سوا کوئی حامی اور مددگار نہیں تو حاجات و مشکلات میں غائبانہ طور پر صرف اسے ہی پکارو اور اس کی عبادت اور دعا میں کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی حافظ و ناصر اور نگہبان نہیں۔ اس لئے غیر اللہ کے لئے کوئی ایسا لفظ مت استعمال کرو جس سے اس قسم کے شرک کا وہم بھی ہو مثلاً حضور علیہ السلام کو راعنا سے خطاب کرنا وغیرہ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بے جا سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ مشرکین مکہ ایک درخت کو مقدس مانتے تھے۔ اس درخت پر کھانے پینے کی اشیاء کے چڑھاوے چڑھاتے تھے اور اس کی تعظیم بجا لاتے اور پوجا کرتے تھے اور اسے ذات انواط کہتے تھے بعض مسلمانوں نے بھی حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ہمارے لئے بھی ایک ایسا درخت مقرر فرما دیں تاکہ ہم بھی اس پر نذریں منتیں ڈالا کریں۔ مسلمانوں کا یہ سوال بعینہ ان اسرائیلیوں کی طرح تھا جنہوں نے ایک بت پرست قوم کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سفارش کی تھی کہ آپ ہمارے لئے بھی ایک ایسا بت بنا دیں تاکہ ہم اس کی پوجا کریں۔ اس لایعنی سوال پر اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں تنبیہ فرمائی (من الکبیر ص ۶۶۵ ج ۱ والنیشاپوری ص ۳۵۸ ج ۱) مگر اس روایت میں ایک بات کھٹکتی ہے اور اور وہ یہ کہ جن صحابہ کرام کا خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سالہا سال تزکیہ فرمایا ہو۔ اور جنہوں نے براہِ راست شمعِ محمدی سے اپنے سینے نورِ توحید سے روشن کئے ہوں۔ ان سے یہ سوال بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے یہ آیت چونکہ مدنی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ مدینہ ہی میں پیش آیا۔ مدینہ میں سینکڑوں یہود منافقانہ طور پر مسلمان تھے۔ کیونکہ ان کا اصل مقصد اسلام کا جامہ اوڑھ کر اسلام کی تخریب کرنا تھا۔ اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ان یہودیوں نے راعنا کا لفظ رائج کر کے مسلمانوں میں شرک داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی تھی اسی طرح ان منافقین یہود نے بھی حضور علیہ السلام سے یہ ذات انواط مقرر کرنے کا سوال کیا تھا گویا کہ مسلمانوں میں شرک داخل کرنے کے لئے انہوں نے یہ ایک اور حربہ استعمال کیا۔ جو اس وقت کامیاب نہ ہو سکا۔ ۱۰۶ یہاں "اَمْ" منقطعہ بمعنی "بَلْ" ہے اور مفید اضراب ہے یعنی ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال کے لئے (بحر ص ۳۴۶ ج ۱) اور تریدون سے خطاب بتفصیل بالا منافقین یہود کو ہے یعنی تم نے اس بات میں غور نہ کیا کہ اللہ کے سوا کوئی یار و مددگار اور حافظ و ناصر نہیں اور تم نے راعنا کے ذریعے مسلمانوں میں شرک پھیلانے کی کوشش ترک نہ کی بلکہ شرک کی

بنیادِ دین رکھنے کے لئے لئے سیدھے مطالبات پیش کر دیئے۔ تمہارے یہ مطالبات بالکل ویسے ہی ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے تھے ۲۰۷ کفر کو ایمان سے تبدیل کرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو ترجیح دے اور بجائے ایمان کے کفر کو اختیار کرے۔ ای یختارہ ویاخذہ لنفسہ (ابو السعود ص۲۶۶ ج ۱) یعنی جس شخص نے پیغمبر پر معاندانہ سوالات کر کے کفر اختیار کیا وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ ۲۰۸ اہل کتاب سے بعض مفسرین نے علماء یہود مراد لئے ہیں لیکن یہ کوئی علماء یہود ہی سے مخصوص نہیں۔ عیسائی پادریوں کی بھی ہمیشہ سے یہی خواہش رہی ہے اور آج پادری لوگ جس سرگرمی سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں وہ اس بات کا بین ثبوت ہے۔ آیت میں لَوْ مصدریہ ہے اور کُفَّارًا یَرُدُّوْنَ کا مفعول ثانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ یہ اہل کتاب تمہیں اسلام سے پھیر کر دوبارہ کافر بنانے کی خواہش رکھتے ہیں کبھی تو موہم شرک الفاظ تمہاری زبانوں سے کہلواتے ہیں اور کبھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری مشرکانہ رسوم جاری کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ ۲۰۹ حَسَدًا — وَدَّ کا مفعول لہٗ ہے یعنی وہ مسلمانوں کا ارتداد محض ذاتی بغض و عداوت اور حسد کی وجہ سے چاہتے ہیں اور اس بغض و حسد کا سرچشمہ ان کی نفسانی خواہشات ہیں۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ یعنی مسلمانوں کو مرتد کرنے کے سلسلے میں ان کی سرگرمیاں کسی غلط فہمی یا نادانی پر مبنی نہیں ہیں بلکہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں دیدہ دانستہ کر رہے ہیں۔ تورات کے بیانات اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے حق ان پر واضح ہو چکا ہے۔ اس لئے اب وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں محض رشک و حسد کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔ امر سے مراد حکم جہاد ہے۔ والمراد بہ الامر بالقتال (روح ص۳۵۴ ج ۱) اہل کتاب کی مذکورہ حرکتوں پر مسلمانوں کا اشتعال لازمی تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انتقامی کارروائی سے فی الحال منع فرمایا۔ اور عفو و درگذر کا حکم دیا یعنی جہاد کا حکم آنے تک صبر و سکون اور عفو و درگذر سے کام لو۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وہ جب چاہے گا ان سرکشوں اور معاندوں سے انتقام لے گا اور اسلام اور اہل اسلام کی مدد کرے گا ۲۱۰ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ جب تک جہاد کا حکم نہیں آتا اس وقت تک نماز، زکوٰۃ اور دوسرے اسلامی احکام کی پابندی کرتے رہو۔ نماز اور زکوٰۃ وغیرہ امور مصلحہ میں سے ہیں ان سے باطن کی اصلاح ہوتی ہے جس سے ایک طرف تو دشمنوں کی تکالیف و اذیت پر صبر و سکون کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف ان سے عقیدۂ توحید میں پختگی اور استواری پیدا ہوتی ہے جو مسلمان کو دشمنانِ توحید اور باغیانِ اسلام سے جہاد کرنے کے لئے تیار کرتی ہے۔ ۲۱۱ پہلے عفو و درگذر اور نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ یہاں انہیں احکام کی ترغیب فرمائی کہ اگر تم ان میں سے کوئی سا نیک کام کرو گے تو وہ ضائع نہیں کیا جائیگا بلکہ اس کا ثواب اللہ کے پاس محفوظ رہیگا جسے تم آخرت میں اللہ کے یہاں پاؤ گے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ یہ بھی ماقبل کی تاکید ہے یعنی تمہیں تمہاری چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا بدلہ بھی ملیگا کیونکہ تمہاری ہر نیکی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے لہٰذا نیکی کے ضائع ہونے کا وہاں ادنیٰ احتمال بھی نہیں۔

قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ

اس سے پہلے ۲۰۶ اور جو کوئی کفر لیوے بدلے ایمان کے تو وہ بہکا

سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ (١٠٨) وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

سیدھی راہ سے ۲۰۷ ف۱ دل چاہتا ہے بہت سے اہل کتاب کا

لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ښ حَسَدًا

کہ کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر بنا دیں ۲۰۸ بسبب اپنے دلی حسد

مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

کے ۲۰۹ بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ہے ان پر

الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ

حق سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم ف۱

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (١٠٩) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور قائم رکھو نماز کو اور

اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

دیتے رہو زکوٰۃ ۲۱۰ اور جو کچھ آگے بھیجو گے اپنے واسطے بھلائی

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

پاؤ گے اس کو اللہ کے پاس ۲۱۱ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب

بَصِيْرٌ (١١٠) وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ

دیکھتا ہے اور کہتے ہیں کہ ہرگز نہ جاویں گے جنت میں مگر جو

كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا

ہوں گے یہودی یا نصرانی ۲۱۲ یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے کہہ دے لے آؤ

بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (١١١) بَلٰي ۤ مَنْ اَسْلَمَ

سند اپنی اگر تم سچے ہو کیوں نہیں جس نے تابع کر دیا

الثلث

۱۳ موبعض یکجان

۲۱ فائدہ بحث پر پانچ شکووں کا بیان ہے پہلا شکوہ سے ۱۲

اہل کتاب اور مشرکین مسلمانوں کے خلاف ہر حربہ استعمال کر چکے۔ ان پر شرک پھیلانے اور انہیں گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کر چکے انہیں ہر موقع پر ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑا تو اب انہوں نے پینترا بدل کر ایک اور پروپیگنڈہ شروع کر دیا یعنی اپنے غلط اور مشرکانہ عقائد اور اعمال کو عجیب رنگ آمیزی اور ملمع سازی سے مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے لگے۔ چنانچہ اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی ان ناشائستہ حرکات کا شکوہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ معقول وجوہ سے انکی اصلاح بھی فرما دی ہے

پانچ شکوے

پہلا شکوہ ۲۱۲ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ آخرت میں نجات صرف یہودیوں کی ہوگی اور عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ ان کے بغیر جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے

موضح قرآن ف۱ یعنی یہود کے بہکائے سے تم اپنے نبی پاس شبہے نہ لاؤ جیسے وہ اپنے نبی پاس لائے تھے۔ شبہے نکالنے گویا یقین چھوڑ کر انکار پکڑنا ہے ۱۲ **فتح الرحمٰن** ف۱ یعنی امر کند بجہاد ایشاں ۱۲

گناہوں کا کفارہ اور نجات دہندہ سمجھتے تھے اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو۔ دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ وہ ہی زادے اور پیغمبر زادے ہیں۔ اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں۔ اس لئے جنت صرف انہی کے لئے ہے۔ درحقیقت یہود و نصاریٰ اس دعویٰ سے اسلام پر ضرب لگانا چاہتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں اسلام سے برگشتگی پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نجات تو صرف ان کے دین سے وابستہ ہے۔ لہٰذا ان کے دین کی موجودگی میں دین اسلام کی کیا ضرورت ہے۔ آگے اس دعویٰ کی تردید ہے۔ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ۔ امانی کی تحقیق پہلے گذر چکی ہے کہ اس سے مراد ان کی باطل اور جھوٹی خواہشات ہیں اور ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ای شھواتھم الباطلة التی تمنوھا (معالم وخازن ص۹۳ ج۱) یعنی یہ محض آرزوئیں ہی آرزوئیں ہیں قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ یہود و نصاریٰ کی تبکیت اور انہیں لاجواب کرنے کے لئے ان سے ان کے دعویٰ پر دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے یعنی اگر تم اپنے مذکورہ دعویٰ میں سچے ہو تو اس پر کوئی دلیل پیش کرو۔ اس کے بعد نجات اخروی کا اصل قانون بیان فرمایا ہے۔ **ف۲۱۳** بلیٰ یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کی تردید و تکذیب کے لئے لایا گیا ہے وَجْهَهٗ کے معنی چہرہ کے ہیں لیکن یہاں مجازاً اس سے مراد ذات یا ارادہ و قصد ہے۔ یعنی اپنی ذات کو خدا کے سپرد کر دیا۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا۔ اخلص له نفسه او قصده فلم يشرك به تعالىٰ غيره او لم يقصد سواه۔ (روح ص۳۶۱ ج۱) وَهُوَ مُحْسِنٌ اَسْلَمَ کے فاعل سے حال ہے۔ جب یہود اور نصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ ان کے سوا کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ تو اس کا جواب دیا گیا کیوں نہیں جس نے بھی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا اور صرف اسی کا ہو کر رہ گیا اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا۔ اور ہر کام میں صرف اللہ کی رضا کو مدنظر رکھا تو اس کا اجر ہرگز ضائع نہیں ہوگا بلکہ خدا کے یہاں محفوظ رہیگا۔ تو معلوم ہوا جنت میں صرف وہ جائے گا۔ جو شرک نہ کرے لہذا یہود و نصاریٰ کا دعویٰ غلط ہے کہ ان کے سوا جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔ کیونکہ وہ تو حضرت عزیر اور حضرت مسیح کی عبادت کرتے اور ان کو پکارتے ہیں۔ **ف۲۱۴** اس جملے کی تینوں ضمیریں مَنْ کی طرف راجع ہیں کیونکہ وہ معنیً جمع ہے یعنی ان لوگوں کو آخرت میں نہ گذشتہ زمانہ پر افسوس ہوگا نہ آئندہ کا غم ستائے گا۔

دوسرا شکوہ۔ **ف۲۱۵** یہودیوں نے کہا کہ نصاریٰ کا دین باطل ہے کیونکہ وہ تثلیث اور الوہیت مسیح کے قائل ہیں۔ انہوں نے شرک کو اپنا دین بنایا ہوا ہے لہذا ان کا دین غلط ہے وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ اور عیسائی بولے کہ یہودیوں کا دین باطل ہے اور غلط ہے کیونکہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام اور انجیل مقدس کو نہیں مانتے۔ وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ۔ الکتاب میں الف لام جنس کے لئے ہے اور اس سے مراد تورات اور انجیل ہے۔ یعنی یہ دونوں فریق اپنی اپنی کتاب پڑھتے ہیں اور پھر ایسا دعویٰ کرتے ہیں جس کی تردید خود ان کی اپنی کتاب کرتی ہے یا الکتاب سے مراد تورات ہے کیونکہ تورات کو نصاریٰ بھی مانتے ہیں مطلب یہ کہ دونوں فریق ایک ہی کتاب کو مانتے ہیں پھر اس کے باوجود ایک دوسرے کے دین کا ابطال کرتے ہیں۔ **ف۲۱۶** اَلَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی جو لوگ علم نہیں رکھتے جن کے پاس کتاب اور اللہ کا دیا ہوا رشد و ہدایت کا علم نہیں ہے۔ یہاں اس سے مراد مشرکین عرب ہیں۔ وھم مشرکوا العرب فی قول الجمھور روح

وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪

منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیک کام کرنیوالا ہے تو اسی کے لئے ہے ثواب اسکا اپنے رب کے پاس ف۲۱۳

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ

اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ف۲۱۴ ف۱ اور یہود تو کہتے ہیں کہ

الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى

نصاریٰ نہیں کسی راہ پر ف۲۱۵ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ

لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ

یہود نہیں کسی راہ پر باوجودیکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ

اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو جاہل ہیں ف۲۱۶ ان ہی کی سی بات

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

اب اللہ حکم کریگا ان میں قیامت کے دن جس بات میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ

جھگڑتے تھے ف۲۱۷ ف۲ اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں

اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ

کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا ف۲۱۸ اور کوشش کی ان کے اجاڑنے میں ایسوں کو

مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ

لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے ف۲۱۹ ان کیلئے

فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ف۲۲۰ ف۳

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ

اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ ف۲۲۱

۱۳ ع ۹ ۱۳

ف۱ دوسرا شکوہ ۱۲

ف۲ تیسرا شکوہ ۱۲

ف۳ متعلق بمن اظلم ممن منع مساجد اللہ ۱۲

مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ ان اہل کتاب اور اہل علم کی طرح مشرکین عرب بھی ایسے ہی دعاوی کیا کرتے تھے۔ اور اپنے دین جاہلیت اور شرک کے سوا باقی تمام ادیان کو باطل سمجھتے تھے۔ قالوا ان اھل کل دین لیسوا علی شیء۔

موضح قرآن **ف۱** جن پاس علم نہیں وہ عرب لوگ ہیں کہ آگے حضرت ابراہیمؑ کا دین۔ رکھتے رکھتے پھر آخر بہک بت پوجنے لگے۔ ایسے شخص کو مشرک کہئے وہ اپنی ہی راہ حق بتاتے تھے۔ **ف۲** نصاریٰ آپ کو منصف جانتے تھے اور یہود کو ظالم کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ سے دشمنی کی اور ہم نے ان کو مانا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب نصاریٰ نے غلبہ پایا تو مسجد بیت المقدس کو ویران کیا اور یہود کی مسجدیں اُجاڑیں یہود کی ضد سے یہ کیا انصاف ہے کہ آدمیوں کی ضد سے اللہ کی مسجدیں ویران کریں اور فرماتا ہے کہ یہ بھی لائق نہیں کہ اس ملک میں حاکم رہیں۔ آخر اللہ نے وہ ملک شام مسلمانوں کے ہاتھ لگایا۔

فتح الرحمٰن **ف۱** دیگر از مغوات اہل کتاب آں بود کہ ہر فرقہ از یہود و نصاریٰ دیگر را انکار میکرد و اشارت بہمیں معنی است ایں آیت ۱۲ **ف۳** درآیت تعریض است بکفار مکہ و اشارت بمغلوب شدن ایشاں واللہ اعلم۔ دیگر از مغوات یہود آں بود کہ چوں استقبال بیت المقدس منسوخ شد استہزا می کردند اشارت بہمیں معنی است دریں آیت ۱۲

(مدارک ص۵۵ ج ۱) قالوا فی نبیہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ انہم لیسوا علی شیء من الدین (معالم ص۱۳ ج ۱) جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کا یہ دعویٰ بھی عرب کے جاہل مشرکوں کے دعویٰ کیطرح سراسر جاہلانہ اور احمقانہ ہے۔ **۲۱۷** بینہم کی ضمیر یہود ونصاریٰ کی طرف راجع ہے۔ یوم القیمۃ فیما دونوں ظرفیں یحکم کے متعلق ہیں۔ فیہ یختلفون کے متعلق ہے یعنی دنیا میں تو یہ جھگڑتے ہی رہیں گے۔ ان کے جھگڑوں کا دوٹوک فیصلہ تو قیامت کے دن خدا ہی کریگا۔

تیسرا شکوہ۔ ۲۱۸ من یہاں استفہام انکاری کیلئے ہے یعنی خدا کے گھروں سے روکنے والوں سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ ولا یراد بالاستفہام حقیقتہ وانما ھو بمعنی النفی فیؤل الی الخبر ای لا احد اظلم من ذلک (روح ص۳۶۶ ج ۱) من منع ادر مساجد اللہ میں مفسرین نے بعض روایات کی بنا پر تخصیص کی ہے بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں جنہوں نے یہودیوں کو بیت المقدس سے نکالا۔ اور بیت المقدس کو مسمار کیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مقام حدیبیہ پر بیت اللہ سے روکا لیکن بہتر یہ ہے کہ آیت اپنے عموم پر رہے اور اس سے مراد ہر وہ شخص ہو جو مسجدوں کو غیر آباد کرے خواہ انہیں گرا کر خواہ ان میں خالص توحید کے ذکر سے روک کر خواہ ان میں شرک کی تبلیغ اور غیر اللہ کی پکار کے ذریعے۔ وظاھر الآیۃ العموم فی کل مانع وفی کل مسجد وخصوص السبب لا یمنعہ (روح ص۳۶۶ ج ۱) مساجد اللہ مبدل منہ ہے اور ان یذکر فیہا اسمہ بدل الاشتمال ہے۔ اور اللہ کے ذکر سے یہاں مطلق ذکر مراد نہیں کیونکہ اس سے تو دنیا کا کوئی کافر سے کافر انسان بھی نہیں روک سکتا۔ بلکہ ذکر اللہ سے نفی شرک اور توحید کے ساتھ اللہ کا ذکر مراد ہے۔ ای ان یذکر فیہا اسمہ وحدہ قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ مطلب یہ ہے کہ جو شخص خدا کے گھروں میں خالص توحید کے ساتھ خدا کے ذکر سے روکتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی یا مشرک اور خواہ کوئی آج کل کا نام نہاد مسلمان۔ وَسَعٰى فِي خَرَابِهَا تخریب عام ہے۔ خواہ عمارت کے گرانے سے ہو خواہ خالص توحید کے ساتھ خدا کے ذکر اور نماز سے روکنے کے ذریعہ ہو۔ **۲۱۹** انہیں تو خدا کے گھروں میں ان کی تعظیم حرمت کی بنا پر ڈرتے ڈرتے داخل ہونا چاہیئے تھا۔ چہ جائیکہ یہ ظالم ان کی تخریب کے درپے ہو جاتے۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ایسے ظالموں کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب جہنم ہے۔ **۲۲۰** اس آیت میں خطاب مسلمانوں کو ہے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے کہ اگر کفار و مشرکین تمہیں مسجدوں سے روکیں تو تم فکر مت کرو مشرق و مغرب اور باقی تمام اطراف اللہ ہی کی ہیں۔ تم جہاں کہیں بھی ہوا کرو وہیں سے قبلہ رخ ہو کر میری عبادت کر لیا کرو اور نماز پڑھ لیا کرو کیونکہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ تم جہاں بھی اسے پکارو گے وہ تمہاری پکار سنے گا۔ ای ففی ای مکان فعلتم التولیۃ شطر القبلۃ (روح ص۳۶۶ ج ۱ مدارک ص۵۵ ج ۱) اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ کی حکومت اور رحمت بہت وسیع ہے اور وہ بندوں کے مصالح سے بخوبی واقف ہے اسی لئے اس نے عبادت کے معاملہ میں کسی جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی کہ یہاں عبادت کرو اور یہاں نہ کرو۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (١١٥) وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ
بیشک اللہ بے انتہا بخشش کرنیوالا سب کچھ جاننے والا ہے اور کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد ۲۲۱
سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ
وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ۲۲۲ سب
لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (١١٦) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا
اسی کے تابعدار ہیں نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین کا ۲۲۳ اور جب
قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (١١٧) وَ
حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اس کو کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے اور
قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ
کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے ۲۲۴ کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا کیوں نہیں آتی
اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ
ہمارے پاس کوئی آیت اسی طرح کہہ چکے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے انہی کی سی بات ۲۲۵
تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (١١٨)
ایک سے ہیں دل ان کے بیشک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کے واسطے جو یقین لاتے ہیں ف
اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔـلُ عَنْ
بیشک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دیکر ۲۲۶ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں
اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا
دوزخ میں رہنے والوں کی ف۳ اور ہرگز راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہود اور نہ
النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ
نصاریٰ جب تک تو تابع نہ ہو ان کے دین کا تو کہہ دے جو راہ اللہ بتاوے
هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ
وہی راہ سیدھی ہے۔ اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس

چوتھا شکوہ ۱۲

پانچواں شکوہ مشرکین مکہ ۱۲

یہ تسلی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

چوتھا شکوہ۔ ۲۲۱ قالوا کا فاعل یہود، نصاریٰ اور مشرکین عرب تینوں گروہ ہیں۔ کیونکہ تینوں کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے اور مشرکین عرب کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اتخذ اللہ ولدا سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کے لئے حقیقی اولاد ثابت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کو اس قدر پیارے

موضح قرآن ف یہ بھی یہود و نصاریٰ کا جھگڑا تھا کہ ہر کوئی اپنے قبلہ کو بہتر بتاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخصوص ایک طرف نہیں اس کے حکم سے جس طرف منہ کرو وہ متوجہ ہے۔ ۱۲ **ف۲** یعنی اگلی امت جو موجود تھے وہ بھی اپنے نبی سے یہی کہتے تھے جواب کے لوگ کہنے لگے ۱۲ **ف۳** یعنی تجھ پر الزام نہیں کہ ان کو مسلمان کیوں نہیں کیا ۱۲

فتح الرحمن ف۱ دیگر از سفوات اہل کتاب آں بود کہ یہود عزیر را و نصاریٰ عیسیٰ را پسر خدا می گفتند خدا تعالیٰ نازل کرد ۱۲

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾
علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنیوالا اور نہ مددگار ۲۳۱؎
الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اسکے پڑھنے کا ۲۳۲؎ وہی
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع
اس پر یقین لاتے ہیں ۲۳۳؎ اور جو کوئی منکر ہوگا اس سے تو وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں ۲۳۴؎ ف۱ ف۲
يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ
اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان ہمارے جو ہم نے تم پر کئے
وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ
اور اس کو کہ ہم نے تم کو بڑائی دی اہل عالم پر ۲۳۵؎ اور ڈرو اس دن سے کہ نہ کام آوے
نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْــــًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا
کوئی شخص کسی کی طرف سے ذرا بھی اور نہ قبول کیا جاوے گا اس کی طرف سے بدلہ اور نہ
تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى
کام آوے اس کو سفارش اور نہ ان کو مدد پہنچے ۲۳۵؎ ف۳ اور جب آزمایا
اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَـمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ
ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں ۲۳۶؎ پھر اس نے وہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھ کو کرونگا
لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ
سب لوگوں کا پیشوا ۲۳۷؎ بولا اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا نہیں پہنچے گا
عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً
میرا قرار ظالموں کو ۲۳۸؎ ف۴ اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ
لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ
لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی ۲۳۹؎ اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو

منزل ۱

ع ۹ ۱۴

سرا ذیل نقل از مومنین اہل کتاب ۱۲

سر فاتحہ بحث توحید سرّی بنی اسرائیل کو دیباچہ یاددہانی ۱۲

مع تمہید بلکہ بیان صداقت رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

ہیں کہ اس نے ان کو بیٹے بنالیا ہے اور بیٹے سے ان کی مراد نائب و مختار ہوتی یعنی جس طرح بیٹا اپنے باپ کا نائب ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے اختیارات میں سے کچھ اختیارات دیکر اور اپنے نائب بنا کر دنیا میں بھیجا ہوا ہے۔ اب وہ اللہ کے عطائی اختیارات مثلاً علمِ غیب، حاجت روائی، مشکل کشائی وغیرہ کے ذریعہ لوگوں کے حالات سے واقف رہتے ہیں۔ ان کی غائبانہ پکار سنتے اور ان کی حاجات و مشکلات میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ اب آگے اس کا جواب ہے ۲۲۲؎ زمین و آسمان کی ہر مخلوق خدا کی مملوک اور ہر چیز اس کی ملکیت ہے خواہ انبیاء ہوں یا ملائکہ۔ خواہ اللہ کے نیک بندے اور دیگر اشیاء۔ لہٰذا یہ سب خدا کے مملوک ہوئے تو پھر اسکے بیٹے کس طرح بن سکتے ہیں۔ نیز بیٹے کی ضرورت تو اسکو ہوتی ہے جو محتاج ہو اور فانی ہو تاکہ اس کا نام زندہ رہے اور اس کا کوئی وارث ہو سکے۔ تو اللہ تعالیٰ تو محتاج نہیں اور نہ وہ فانی ہے وہ زمین و آسمان کا تنہا مالک و بادشاہ ہے۔ زمین و آسمان کے تمام اختیارات اس کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے اسے کسی نائب یا وارث کی ضرورت نہیں۔ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق جن میں حضرت عزیرؑ حضرت مسیحؑ اور ملائکہ کرام بھی شامل ہیں سب خدا کے فرمانبردار اور مطیع ہیں۔ اور اس کی ربوبیت کے مقر اور اسکے دربار میں اپنی عبدیت کے معترف ہیں۔ اور اپنی حاجات میں اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ اس لئے وہ اس کے بیٹے کیونکر بن سکتے ہیں بلکہ وہ تو اس کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ۲۲۳؎ وہ زمین و آسمان کو بغیر کسی کی مدد کے اور بغیر کسی سابقہ مثال کے از سر نو پیدا کرنے والا ہے اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا۔ یہاں قضی بمعنی اراد ہے۔ ای اراد شیئًا (روح ص۳۷۶ ج۱) یعنی وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ تو بس ارادہ کرتے ہی وہ چیز وجود میں آجاتی ہے کُنْ کہنے سے ہو جانا یہ سرعت اور جلدی سے کنایہ ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ لفظ کن بولتا ہے تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ وہاں تو صرف ارادہ کی دیر ہوتی ہے کہ چیز پیدا ہو جاتی ہے وھٰذا مجاز عن سرعۃ التکوین وتمثیل لا قول ثم (مدارک ص۵۷ ج۱) تو جو اللہ اتنا زبردست اور قادر ہو کہ صرف ارادہ کرے اور کام ہو جائے تو تم ہی بتاؤ کہ اسے نائبوں کی کیا ضرورت ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی ولد اور نائب نہیں۔

پانچواں شکوہ

۲۲۴؎ چوتھا شکوہ توحید میں گڑبڑ کرنے سے متعلق تھا۔ اور یہ رسالت پر جرح و قدح سے متعلق ہے۔ الذین لا یعلمون۔ سے بعض نے مشرکین عرب مراد لئے ہیں اور بعض نے یہود و نصاریٰ لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سے تینوں گروہ مراد ہوں کیونکہ بے جا اور معاندانہ سوال تینوں گروہوں سے ثابت ہیں مشرکین کے مطالبہ کیا تھا فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (انبیاء ع۱) اور یہود و نصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے يَسْــَٔــلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَاۗءِ (نساء ع۲۲) باقی رہی یہ بات کہ مشرکین تو بے علم

موضح قرآن

ف۱ یعنی یہود میں کم لوگ بانصاف بھی تھے کہ اپنی کتاب کو پڑھتے تھے سمجھ کر وہ اس قرآن پر ایمان لائے ایک ان کے عالم تھے عبداللہ بن سلام ان کے ساتھ کئی اور بھی مسلمان ہوئے۔ ف۲ بنی اسرائیل بہت مغرور اس پر تھے کہ ہم اولاد ابراہیمؑ میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو وعدہ دیا کہ نبوت اور بزرگی تیرے گھر میں رہے گی اور ہم ابراہیمؑ کے دین پر ہیں اور اس کا دین ہر کوئی مانتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتا ہے کہ اللہ کا وعدہ ابراہیمؑ کی اولاد کو ہے جو نیک راہ پر چلیں اور اس کے دو بیٹے تھے پیغمبر ایک مدت اسحٰقؑ کی اولاد میں بزرگی تھی۔ اب اسمٰعیلؑ کی اولاد کو پہنچی اور اس کی دعا ہے دونوں کے حق میں اور فرماتا ہے کہ دین اسلام ہمیشہ ایک ہے۔ سب پیغمبر اور سب امتیں اسی پر گذریں وہ یہ کہ جو حکم اللہ کا پہنچے پیغمبر کے ہاتھ سو قبول کرنا۔ اب مسلمان ہیں اسی راہ پر اور تم اس سے پھر گئے ہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید از ینجا تا سیقول السفہاء خدائے تعالیٰ اثبات می فرماید نبوت پیغمبر ما را صلی اللہ علیہ وسلم از قصہ دعائے ابراہیمؑ کہ در توریت مذکور است و ترجیح می دہد ملت حنیفیہ را کہ حضرت پیغامبر ما برائے او مبعوث شدند و رد میکند قول یہود را کہ حضرت یعقوب ما را بیہودیت وصیت کردہ است و از تفریق در انبیاء نہی میفرماید یعنی معتقد بعضے باشد و منکر بعضے واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی آنان کہ تورات می فہمند تصدیق شریعت محمدیہ می کنند و آنانکہ تصدیق آں نمی کنند تورات را نفہمیدہ اند ۱۲

ہوئے۔ کیونکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب نہیں تھی۔ اہل کتاب کیسے لایعلمون کے تحت داخل ہوں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی جاہلانہ حرکات اور بدعملی کی بنا پر ان کے علم کی نفی کی گئی ہے وعلی الاخیرین لتجاھلھم اولعدم علمھم بمقتضاہ (روح ص۳۶۷ ج ۱) لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کلام کرتا ہے یا جس طرح انبیاء کی طرف وحی بھیجتا ہے اس طرح وہ براہِ راست یا بذریعہ وحی ہم سے کیوں ہمکلام نہیں ہوتا۔ اور براہِ راست ہمیں ہی ہدایت نامہ کیوں نہیں دیدیتا اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ط آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل مراد ہے۔ یہ سوالات ان کی انتہائی سرکشی اور ضد و عناد کا نتیجہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے واضح دلائل ان کے سامنے تھے۔ وہ کئی ایک معجزات بھی دیکھ چکے تھے مگر اس کے باوجود مزید دلائل کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس لیے کہ ماننا مقصود نہیں تھا بلکہ محض ضد و عناد اور بغض وحسد کا اظہار مدنظر تھا۔ **٢٢٥** یعنی یہ سرکشانہ اور معاندانہ رویہ کوئی ان کے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ ان سے پہلے ان کے آباؤ اجداد بھی ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ (نساء ع ۲۲) تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ بے بصیرتی اور ضد و عناد میں ان کے اور ان کے بڑے بڑوں کے دل ملے ہوئے ہیں۔ نہ ان کے سوالات طلب حق پر مبنی تھے نہ ان کے مطالبات کسی نیک غرض پر مبنی ہیں۔ ای قلوب ھؤلاء ومن قبلھم فی العمی والعناد (روح ص۳۶۷ ج ۱) قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ ان لوگوں کا مقصد محض سرکشی اور ضد ہے۔ ورنہ دلائل و آیات کو تو ہم کھول کھول کر بیان کر چکے ہیں۔ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ جو لوگ صدق نیت کے ساتھ حق و یقین کی جستجو کرنے والے ہیں ان کے اطمینان کے لئے تو وہ آیات کافی وشافی ہیں۔ الطالبون معرفة حقائق الاشیاء علی یقین وصحة (ابن جریر ص۳۸۹ ج ۱) ای یطلبون الیقین (بیضاوی ص۳۶) البتہ ضد و عناد کا کوئی علاج نہیں۔ **٢٢٦** حق سے مراد قرآن اور دین اسلام ہے اور ظرف ارسلنا کے متعلق ہے (کبیر ص۵۷۱ ج ۱) بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا یہ ضمیر خطاب سے حال ہے وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ○ جو لوگ کفر وانکار کر کے جہنم میں چلے گئے ان کے متعلق آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ آپ کی تبلیغ کا ان پر اثر کیوں نہیں ہوا، وہ ایمان کیوں نہیں لائے اور جہنم میں کیوں چلے گئے۔ جب اہل کتاب و مشرکین کا کفر و انکار، ضد اور عناد کی حد تک پہنچ گیا۔ تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محض شفقت علی الخلق کی بنا پر رنج اور افسوس ہوا۔ کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ اس فکر میں کیوں گھلتے ہیں۔ ہم نے آپ کو قرآن جیسی حق وصداقت اور رشد وہدایت سے لبریز کتاب دے کر بھیجا ہے اور آپ کا فرض صرف یہ ہے کہ آپ تبلیغ کا حق ادا کر دیں اور ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو ڈراوا سنا دیں۔ باقی رہا منوانا تو یہ آپ کا فرض نہیں اور نہ ہی یہ آپ کے بس کی بات ہے۔ اس لئے جو لوگ کفر وانکار کر کے جہنم میں جاتے ہیں جائیں ان کے متعلق آپ سے کوئی سوال نہیں ہوگا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے عدم ایمان کا آپ کی طرف سے عذر بیان فرما دیا کہ اس بدانجام کا سبب وہ خود ہیں۔ آپ کی تبلیغ کا قصور نہیں۔ بے بسی و بیچارگی کی حد ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالک و مختار اور متصرف ہوتے تو دنیا میں کوئی کافر نظر نہ آتا بلکہ آپ سب کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیتے۔ اب آگے یہود و نصاریٰ کی اسلام سے شدت عداوت اور صلابت علی الکفر کا بیان فرمایا ہے۔ **٢٢٧** یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور زجر و تنبیہ فرمایا کہ وہ شرک وگمراہی میں اس قدر پختہ ہیں کہ کبھی توحید کو نہیں مانیں گے اس لئے آپ ان کی خواہشات کا اتباع نہ کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود و نصاریٰ کے مسلمان ہو جانے کی انتہائی خواہش تھی اور آپ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ فرماتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس معمولی ملاطفت سے یہ راضی ہونے کے نہیں۔ یہ تو آپ سے صرف اسی صورت میں راضی ہو سکتے ہیں کہ آپ ان کی شریعت کی اتباع کر لیں اور ان کا دین اپنا لیں۔ یہودی حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت مسیح علیہما السلام کو خدا کا نائب اور متصرف و مختار سمجھ کر پکارتے ہیں، آپ بھی ان کو پکارنا شروع کر دیں اور ان کی دیگر مشرکانہ اور جاہلانہ رسمیں بجا لائیں تو بس یہ لوگ آپ سے راضی ہو جائیں گے۔ اس طرح آپ کے دل میں ان کے ایمان لانے کی جو ادنیٰ سی امید تھی اسے بھی ختم کر دیا گویا ان کا ایمان لانا امکان سے باہر ہے کیونکہ اسے ایک امر محال پر معلق کیا گیا ہے۔ نہ حضور علیہ السلام ان کے دین کی پیروی کر سکتے ہیں نہ وہ ایمان لا سکتے ہیں۔ ملت سے مراد شریعت اور دین ہے۔ **٢٢٨** یہود و نصاریٰ کے گذشتہ مقالات وحالات ان کے اس دعویٰ پر مبنی تھے کہ صرف ان کا دین ہی حق ہے اور ہدایت صرف یہودیت اور عیسائیت میں ہے تو اس کا جواب دیا کہ ان کا دعویٰ باطل ہے بلکہ اصل ہدایت تو دین اسلام میں ہے۔ ہُدَی اللہ سے مراد اسلام ہے — " هُدَى اللّٰهِ ...... وھو الاسلام الذی انت علیه وھو الھدی (بحر ص۳۶۸ ج ۱) یعنی اے پیغمبر! اللہ کی ہدایت یعنی دین اسلام جس پر آپ ہیں اور جس کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں۔ اصل ہدایت یہی ہے جو اللہ کو پسند ہے اور جو آخرت میں کام آنے والی ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام اور آپ کی امت کو متنبہ اور خبردار کیا گیا ہے کہ کہیں یہود و نصاریٰ کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنی عاقبت نہ خراب کر لیں۔ **٢٢٩** اَهْوَاءَ ہوٰی کی جمع ہے جس کے معنی نفس کی خواہش کے ہیں۔ اہواء سے مراد ان کے وہ باطل عقائد ہیں جو انہوں نے محض خواہشات نفسانیہ کے پیچھے لگ کر بنائے ہوئے تھے اور جنہیں وہ ملت اور دین کے نام سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ ای اٰراءھم الزائغة المنحرفة عن الحق الصادرة عنھم بتبعیة شھوات انفسھم (روح ص۳۷۰ ج ۱) جس طرح آج کل کے بعض پیروں اور مولویوں نے نفسانی خواہشات اور شیطانی وساوس کو دین بنایا ہوا ہے اور جو ان کے خانہ ساز دین کو نہ مانے وہ ان کے نزدیک مردود اور راندۂ خدا ہے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر آپ کی وساطت سے یہ خطاب آپ کی امت کو بھی شامل ہے۔ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ۔ علم سے مراد وحی ہے یعنی اللہ کی طرف سے وحی کے ذریعے حق و باطل واضح ہو جانے کے بعد اور یہود و نصاریٰ کے عقائد کا بطلان و فساد آشکارا ہو چکنے کے بعد اگر تم میں سے کسی نے ان کی خواہشات باطلہ کی پیروی کر لی۔ **٢٣٠** یہ لَئِن کا جواب ہے یعنی اگر تم میں سے کسی نے ان کی پیروی کر لی تو اس کا کوئی حمایتی اور یار و مددگار نہیں ہوگا۔ جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی طرف تو ادنیٰ ساجھکاؤ بھی متصور نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کو مخاطب کر کے یہ تنبیہ کیوں کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی امت کو دین باطل اور شرک و بدعت کے اتباع کے خوفناک اور دردناک انجام سے شدت ومبالغہ کے ساتھ روکنا مقصود ہے تاکہ ان کے ذہن میں یہ بات جاگزین ہو جائے کہ شرک و بدعت کا اتباع اتنا بڑا گناہ اور سنگین جرم ہے کہ اگر بفرض محال وہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی (نعوذ باللہ) سرزد ہو جائے تو اس کی سزا سے انہیں بھی مستثنا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے حق میں کسی پیغمبر، فرشتے یا پیر کی سفارش قبول کی جائے گی تو پھر ہم کس باغ کی مولی ہیں۔ اس سے امت محمدیہ کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ فیه تھدید ووعید شدید للامة عن اتباع طرائق الیھود والنصاری بعد ما علموا من القرآن والسنة (ابن کثیر ص۱۶۳ ج ۱) افسوس کا مقام ہے کہ آج توحید وسنت کی جگہ شرک وبدعت کو دین سمجھ کر اس کی اتباع کی جا رہی ہے۔ غیر اللہ کو پکارنا، بزرگوں کی نذریں منتیں دینا، قبروں پر عرس لگانا، قبروں پر غلاف ڈالنا اور چراغ جلانا وغیرہ آج دین اسلام کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔ العیاذ باللہ العظیم۔

دعوٰی توحید پر نقلی دلیل

یہاں تک تو اہل کتاب میں سے نہ ماننے والوں کا ذکر تھا اب آگے ان لوگوں کا ذکر ہے جو ان میں سے ایمان لے آئے جنہوں نے تورات کو کما حقہٗ پڑھا، اس میں کسی قسم کی تحریف نہ کی اور پھر اس کی تعلیم کے مطابق عمل بھی کیا۔ اس آیت کا تعلق اصل دعویٰ اُعْبُدُوْا رَبَّكُمُ سے ہے اور یہ اس دعویٰ کی نقلی دلیل ہے۔ **٢٣١** موصول عہد کے لئے ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لا چکے تھے مثلاً عبداللہ بن سلام، ابن صوریا اور ابن یامین وغیرہ قال الضحاک ھم من اٰمن من الیھود کابن سلام وابن صوریا وابن یامین (بحر ص۳۶۹ ج ۱) الکتٰب سے مراد تورات وانجیل ہے علی ارادۃ الجنس اور تلاوت کے معنی یہاں اتباع اور پیروی کے ہیں جیسا کہ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا میں تلا بمعنی اتبعھا وذھب علی اثرھا کے ہیں۔ ای یتبعونه حق اتباعه ... . قال عکرمة اما سمعت

قول اللہ تعالیٰ والقمر اذا تلاها (قرطبی ص۹۵ ج۲) یعنی وہ اہل کتاب اپنی کتاب کی اتباع کا حق ادا کرتے ہیں حق اتباع یہ ہے کہ وہ اس کے تمام اوامر و نواہی کی تعمیل کرتے ہیں اور اس میں لفظی یا معنوی تحریف نہیں کرتے اور اگر تلاوت بمعنی قرأت ہو تو مطلب پھر بھی یہی ہوگا کہ وہ اسے اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح وہ نازل ہوئی ہے اور اس میں تحریف نہیں کرتے۔ یقرؤنہ کما انزل اللہ، ولا یحرفون الکلم عن مواضعہ ولا یبتاء ولونہ علی غیر الحق (کبیر ص۲۳ ج۱) **٢٣٢** اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۔ بہ کی ضمیر کو بعض مفسرین نے الکتاب کی طرف راجع کیا ہے اور اسے راجح قرار دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ اس صورت میں يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اور اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہوگا اور تنوع عبارت اور تاکید کے بغیر جملہ ثانیہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ یہ ضمیر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو کیونکہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ میں آپ کا ذکر گذر چکا ہے تو اس صورت میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہوگا۔ یا ضمیر ھُدَى اللّٰهِ کی طرف راجع ہو۔ (بحر ص۳۷۰ ج۱) تو دونوں صورتوں میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو اہل کتاب اپنی کتاب کو کما حقہٗ پڑھتے ہیں اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں کرتے وہ تو اس آخری نبی کو مانتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں یا اس کی لائی ہوئی ہدایت کو مانتے ہیں۔ جب تمہارے یہ علماء تسلیم کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ پیغمبر سچا ہے اور جو دعویٰ توحید اس نے پیش کیا ہے وہ بھی صحیح اور درست ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس پیغمبر کی صداقت اور اس کی پیش کردہ دعوت توحید کی حقانیت خود ان کی اپنی کتاب میں بھی مذکور ہے جبھی تو انہوں نے ان کی تصدیق کی ہے اس طرح یہ آیت دعویٰ توحید کی نقلی دلیل ہوگی۔ **٢٣٣** جن لوگوں نے اس پیغمبر صلی اللہ علیہ اور ان کی لائی ہوئی ہدایت کا انکار کیا وہ سخت خسارے میں رہیں گے کیونکہ انہوں نے ایمان کے عوض کفر خرید کر سودا ہی ایسا کیا ہے جس میں سراسر خسارہ ہی خسارہ ہے۔

یہاں تک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے انعامات و احسانات کا ایک ایک کر کے ذکر کیا ہے پھر ان کی شرارتوں اور خباثتوں کو واضح فرمایا ہے۔ ان کی سرکشی اور ضد و عناد کی مثالیں بیان کی ہیں سب کچھ یاد دلا کر آخر میں انعامات یاد کرنے اور عذاب و انتقام سے ڈرنے کا حکم دیا ہے اس مکرر ترغیب و ترہیب کے بعد اس سلسلہ مضامین کو ختم کر دیا ہے نیز یہ ترغیب و ترہیب آئندہ مضامین کیلئے بطور تمہید لائی گئی ہے۔ **٢٣٤** میرے ان تمام انعامات کو یاد کرو جو ابھی ابھی تمہیں یاد دلائے ہیں خصوصاً اس نعمت توحید کو جس کی وجہ سے تمہارے اسلاف کو دنیا میں سب سے اونچا اور ممتاز مقام حاصل ہوا۔ **٢٣٥** میرے پیغمبر پر ایمان لے آؤ اور دعوت توحید مان لو ورنہ قیامت کے دن تیرے عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں اس آیت کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔

حصہ دوم ۔ رسالت و ما یتعلق بہا

یہ حصہ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ سے شروع ہو کر پانچویں رکوع میں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ پر ختم ہوا ہے۔ پہلے مختصر سی تمہید ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور حقیقت نبوت پر یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے مسلمات سے دلائل پیش کئے گئے ہیں پھر رسالت پر چند شبہات کے جوابات اور آخر میں پیغام رسالت یعنی مسئلہ توحید کی مزید عقلی دلائل سے وضاحت کی گئی ہے۔ نزول قرآن کے وقت عرب میں مذہبی لحاظ سے تین گروہ زیادہ مشہور و معروف تھے (۱) مشرکین عرب (۲) یہودی (۳) نصاریٰ ـــــ یہ تینوں گروہ نسلی اور روحانی اعتبار سے اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسلک کرتے تھے۔ مشرکین عرب بت پرستی کے باوجود اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متبع ہونے کے مدعی تھے اور پھر نرا دعویٰ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ شریعت ابراہیمی کے بعض اعمال بھی بجا لاتے تھے۔ گو ان اعمال کی شکل و صورت مسخ کر ڈالی تھی۔ مثلاً حج کرنا، قربانی دینا، ڈاڑھی رکھنا، ختنہ کرانا وغیرہ اور حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام سے محبت و عقیدت غلو کے درجے تک پہنچی ہوئی تھی۔ چنانچہ ان دونوں بزرگوں کے بت بنا کر بیت اللہ میں رکھے ہوئے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ ان کی نذریں منتیں دیتے، ان کے نام پر سانڈ چھوڑتے اور انہیں حاجت روا، مشکل کشا اور عالم الغیب سمجھ کر غائبانہ پکارتے تھے۔ اسی طرح یہودی اور عیسائی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ اور ہر دو فریق کا دعویٰ تھا کہ وہ ان کے مذہب پر ہیں اور ان کا مذہب انہیں سے چلا ہے۔ ان کے علاوہ یہود و نصاریٰ حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ علیہم السلام اور اس سلسلے کے باقی تمام پیغمبروں کو بھی مانتے تھے۔ نصاریٰ ان سب کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی قائل اور متبع تھے۔

مخاطبین کے نزدیک ان مسلّم شخصیات کی تصدیقات کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دو دلیلیں بیان کی گئی ہیں پہلی دلیل تو یہ ہے کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس کی آمد و بعثت کیلئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے بیت اللہ میں کھڑے ہو کر خدا کی جناب سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اس شہر مکہ میں ایک ایسا رسول بھیج جو ان کو تیرے احکام سنائے، تیرا دین سکھلائے اور ان کے ظاہر و باطن کا تزکیہ کرے۔ اب وہ رسول آگیا ہے اور بالکل انہیں صفات سے متصف ہے جو دعائے ابراہیمی میں مذکور تھیں۔ لہٰذا اگر تم ابراہیمی ہونے کے دعویٰ میں سچے ہو تو اس پیغمبر کو مان لو جو ان کی دعا کا ثمرہ ہے۔ دوسری دلیل یہ دی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب علیہم السلام اور ان کے سلسلہ کے باقی تمام پیغمبر خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کے سب دین توحید کے پابند تھے، صرف ایک خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ صرف اسے ہی حاجات و مشکلات میں پکارا کرتے تھے۔ مرتے وقت اپنی اولاد کو بھی توحید پر پابند رہنے کی وصیت کیا کرتے تھے۔ یہ تمام بزرگ شرک و بت پرستی سے سخت بیزار تھے۔ چونکہ نظریہ توحید کے اعتبار سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے ان تمام بزرگوں سے متفق ہیں اور اسی نظریہ توحید کی دعوت دیتے اور تبلیغ و اشاعت کرتے ہیں جو خود تمہارے ان روحانی اور جسمانی آباء و اجداد کا تھا۔ لہٰذا جس طرح یہ چیز اس نظریہ کے حق ہونے کی دلیل ہے اسی طرح یہ اس توحید کو پیش کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی بھی دلیل ہے۔ رسالت پر مخالفین کے جو شبہات تھے ان کی تقریر ان کے مواقع پر آئے گی۔

تمہید

تمہید میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے اور سب کے مذہبی پیشوا تھے۔ انہوں نے ہی خانہ کعبہ تعمیر کیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت سے آباد کیا۔ اس تمہید پر اگلے دلائل کی بنا ہے نیز آگے تحویل قبلہ کا حکم آرہا ہے یہ اس کے لئے بھی تمہید ہے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے اس لئے اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے پر اعتراض بے جا ہے۔

٢٣٦ اِذْ کا عامل قال ہے جو آگے آرہا ہے۔ والاختیار ان یکون العامل فیہ ملفوظا بہ وھو قال انی جاعلک (بحر ص۳۷۳ ج۱) ابتلا کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے تو اس سے اس کا مقصد بندوں کے احوال کو جاننا نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو پہلے بھی جانتا ہے بلکہ اس سے ان کے احوال کا خود ان کے لئے اور دوسرے لوگوں کے لئے اظہار مقصود ہوتا ہے تاکہ خود ان بندوں پر اپنی حقیقت واضح ہو جائے اور دوسروں کو اس سے سبق حاصل ہو سکے۔ وابتلاء اللہ العباد لیس لیعلم احوالھم بالابتلاء لانہ عالم بھم ولکن لیعلم العباد احوالھم (معالم ص۸۶ ج۱) کلمات کلمۃ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ امور اور احکام ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا تھا۔ ان کلمات کے بارے میں مفسرین نے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں۔ بعض نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس سے مراد خصائل فطرت ہیں یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، ناخن تراشنا، بغلوں اور زیر ناف کے بال صاف کرنا وغیرہ۔ بعض نے اسی قسم کے کچھ اور احکام ذکر کئے ہیں لیکن اتنے بڑے جلیل القدر پیغمبر کا ابتلا اور پھر ایسے آسان احکام میں، یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی۔ یہ صحیح ہے کہ ان خصائل کو حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر حدیث میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ جن کلمات میں ان کا امتحان لیا گیا تھا وہ یہ خصائل ہیں۔ اس لئے

قریبِ قیاس یہ ہے کہ اس سے مراد پیارے بیٹے اور پیاری جان کی قربانی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے کی قربانی دینے کا اشارہ فرمایا تو اس کے لئے تیار ہوگئے۔ اللہ کی توحید کی خاطر انہیں آگ میں ڈالا گیا مگر اس شدت میں بھی انہوں نے صبر کیا اور صرف اللہ کو مدد کے لئے پکارا اور غیر اللہ کی مدد کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ العاشرهی ما ابتلاه به فی ماله وولده ونفسه فسلم ماله للضیفان وولده للقربان ونفسه للنیران وقلبه للرحمٰن فاتخذه الله خلیلا (بحر ص۳۷۵ ج ۱) فَاَتَمَّهُنَّ ط وہ امتحان میں پورے اترے اور تمام باتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق کر دکھایا۔ ۲۳۷ یہاں امام سے مراد صاحبِ شریعت رسول ہے یعنی وہ رسول جو پہلے کسی نبی کا متبع نہ ہو بلکہ اس کے بعد آنے والے تمام انبیاء اس کا اتباع کریں۔ اس سے مراد شیعوں کا اصطلاحی امام نہیں ہے۔ قال اهل التحقیق والمراد بالامام هٰهنا النبی ای صاحب شرع متبع (بحر ص۳۷۶ ج ۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے ابتلاء میں کامیابی پر اعزاز و اکرام کے طور پر آپ کو قیامت تک آنے والی نسلوں کا اصلِ دین اور عقائدِ توحید میں امام و پیشوا بنا دیا۔ قیامت تک جو رسول اور نبی آئیں گے وہ انہی کی نسل سے ہونگے اور انہی کی ملت کے متبع ہوں گے۔ واما منه علیه السلام عامة مؤبدة اذ لم یبعث نبی بعده الا کان من ذریته مامورا باتباعه علیه (ابو السعود ص۱۶۸ ج ۱) قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي یہ جَاعِلُكَ کے کاف پر معطوف ہے اور عطفِ تلقین کے قبیل سے ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام لوگوں کی پیشوائی کا اعزاز ملا تو خواہش ظاہر کی کہ ان کی اولاد سے بھی دین کے پیشوا اور انبیاء پیدا ہوں ۲۳۸ عہد سے مراد وہی عہدِ امامت ہے جس سے نبوت مراد ہے۔ فالمتبادر من العهد الامامة ولیست هی هنا الا النبوة (روح ص۳۷۶ ج ۱) اور ظالمین سے مراد نافرمان ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہاری اولاد سے جو نافرمان ہونگے وہ اس نعمت سے محروم رہیں گے اور فرمانبرداروں میں سے جنہیں اللہ چاہے گا مرتبہ نبوت عطا فرمائے گا حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگ دین میں تیری اقتدا کریں گے۔ اور فائدہ اٹھائیں گے عرض کیا میری اولاد سے بھی کوئی فائدہ اٹھائے گا فرمایا جس نے انابت کی اور ضد نہ کی وہ فائدہ اٹھائیگا۔ الحاصل اے یہود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاندین کو کوئی فائدہ نہیں اور تم معاند ہو اس لئے ومن ذریتی سے مراد ہے ومن ینتفع من ذریتی ـــــ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ای بالنفع لمن عاند۔ مطلب یہ جو ظالم اور مشرک ہوگا اور ضد کریگا وہ نفع نہیں اٹھائے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ جو ظالم نہیں ہوگا وہ پیشوا بنے گا۔ ۲۳۹ البیت سے مراد خانہ کعبہ ہے مثابةً اسم ظرف ہے اور تا مبالغہ کے لئے ہے یعنی وہ مقام جہاں لوگ بار بار آئیں۔ امن مصدر ہے جس سے مراد موضع امن یعنی امن کی جگہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ابتلاء میں کامیابی کے ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے مرجع و مامن بنا دیا ہے کہ دور دور سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں خصوصاً حج کے موقع پر وہاں جمع ہوتے ہیں اور جو لوگ حرم کعبہ کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں وہ اللہ کی پناہ اور اس کے حفظ میں ہوتے ہیں۔ انسان تو انسان ان حدود میں پرندوں اور جانوروں کا شکار بھی جائز نہیں۔ وہ بھی وہاں محفوظ و مامون ہیں۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اس گھر کو جہاں دور دور سے لوگ میری عبادت کے لئے آتے ہیں اور خائفین پناہ لیتے ہیں ہر قسم کی شرک کی گندگی سے پاک رکھنا۔ ۲۴۰ اس میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور مقام ابراہیم سے وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے ہو کر انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔ وهو قول جمهور المسلمین (روح ص۳۷۹ ج ۱) حج کے موقع پر اس جگہ دو رکعت نفل ادا کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسی حکم کے تحت ہیں۔ اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک واجب ہیں۔ ۲۴۱ لفظ عہد کا صلہ جب الیٰ ہو تو اس کے معنی وصیت کرنے کے ہوتے ہیں اور اس سے مجازاً امر مراد ہوتا ہے۔ العهد اذا تعدی بالی یکون بمعنی التوصیة ویتجوز به عن الامر (روح ص۳۸۰ ج ۱) لہٰذا یہاں عَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ کے معنی ہوں گے۔ امرنا ابراهیم واسمعیل یعنی ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا۔ اَنْ ماموربہ کے بیان کے لئے ہے اور تطہیر کعبہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اسے بتوں اور بت پرستی سے پاک رکھیں اور اس میں خالص اللہ کی عبادت کریں اور اس میں شرک نہ ہونے دیں۔ والمعنی انه لا ینصب فیه وثن ولا یعبد فیه غیر الله (بحر ص۳۸۲ ج ۱) کیونکہ پہلے جب کبھی خانہ کعبہ آباد تھا اس وقت مشرکین نے اپنے بزرگوں کی مورتیاں بنا کر اس میں رکھی ہوئی تھیں اور ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ذکروا انه کان عامرًا علی عهد نوح و انه کان فیه اصنام علی اشکال صالحیهم وانه طال العهد فعبدت من دون الله فامر الله بتطهیره من تلك الاوثان قاله جبیر ومجاهد وعطاء ومقاتل (روح ص۳۸۰ ج ۱، بحر ص۳۸۲ ج ۱)

مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ
نماز کی جگہ ۲۴۰ اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ
طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَ
پاک کر رکھو میرے گھر کو واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور
الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ
رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے ۲۴۱ اور جب کہا ابراہیم نے اے رب میرے
اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ
بنا اس کو شہر امن کا ۲۴۲ اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو
مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
میوے جو کوئی ان میں سے ایمان لاوے اللہ پر اور قیامت
الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ
کے دن پر ۲۴۳ فرمایا اور جو کفر کرے اس کو بھی نفع پہنچاؤں گا تھوڑے دنوں ۲۴۴ پھر
اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾
اس کو جبراً بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں اور وہ بری جگہ ہے رہنے کی
وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ
اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں خانہ کعبہ کی
وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ
اور اسمٰعیل اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے ۲۴۵ بیشک تو ہی ہے
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ
سننے والا جاننے والا اے پروردگار ہمارے اور کر ہم کو حکم بردار
لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا
اپنا ۲۴۶ اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو

دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
۱۲

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
قاعدے حج کرنے کے اور ہم کو معاف کر بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا
الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ
مہربان اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول ۲۴۷ انہی میں کا کہ
یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھاوے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں
وَیُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۲۹﴾ وَمَنْ
اور پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا ۲۴۸ اور کون ہے جو
یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ
پھرے ابراہیم کے مذہب سے مگر وہی جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو ۲۴۹
وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ
اور بیشک ہم نے ان کو منتخب کیا دنیا میں اور وہ آخرت میں
لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ
نیکوں میں ہیں یاد کرو جب اسکو کہا اس کے رب نے کہ حکمبرداری کر ۲۵۰ تو بولا
اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ
کہ میں حکمبردار ہوں تمام عالم کے پروردگار کا اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم
بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ
اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی ۲۵۱ کہ اے بیٹو بیشک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو
الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ؕ اَمْ
دین سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان کیا
كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ
تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت ۲۵۲ جب کہا

۱۵ ع ۸ ۱۵

لا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں ۱۲

۳۲ قرآنی تعلیم ابراہیمی پر لانے کی ترغیب اور وہ ملت ابراہیمی کا مستنبع ہے ۱۲

بیتی یعنی میرا گھر اس میں اضافت محض کعبہ کا شرف ظاہر کرنے کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا تو کوئی رہائشی گھر نہیں ہے یا یہ اضافت ایسی ہی ہے جس طرح مملوک یا مخلوق کی اضافت مالک اور خالق کی طرف ہوتی ہے اضاف البیت الی نفسه اضافة تشریف وتکریم وهی اضافة مخلوق الی خالق ومملوك الی مالك (قرطبی ص۱۱۱ ج ۲) للطائفین میں لام تعلیلیہ ہے۔ ای لاجلهم فاللام تعلیلیة (روح ص۳۸۱ ج ۱)۔ طائفین سے مراد وہ بیرونی لوگ ہیں جو وہاں جائیں اور عاکفین سے وہاں کے باشندے مراد ہیں اور الرکع السجود سے مراد نمازی ہیں مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ باہر سے آنے والوں، وہاں کے باشندوں اور دیگر تمام عبادت گزاروں کی خاطر میرے گھر کو شرک اور بت پرستی سے پاک رکھو اور وہاں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کا طریقہ جاری کرو تاکہ ہر شخص کو توحید سے دلبستگی پیدا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں مشرک لوگ موقع پا کر بیت اللہ میں پتھر اور غیروں کی مورتیاں رکھ کر شرک کرنا شروع کر دیں اور بیت اللہ میں آنے جانے والے لوگوں میں شرک کے جراثیم پھیل جائیں۔ اس تمہید کے بعد اہل مکہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا ذکر ہے آپ نے ان کے لئے دو دعائیں کی تھیں ایک مادی اور دنیوی زندگی کیلئے اور دوسری روحانی اور اخروی زندگی کے لئے۔ **۲۴۲** یہاں بھی اذ کا فاعل محذوف ہے یعنی اذکر هذا۔ بَلَدًا سے مکہ مکرمہ مراد ہے۔ اٰمِنًا فاعل نسبت کے لئے ہے جیسا کہ تامر ولابن ای ذا امن۔ یہ پہلی دعاء کا پہلا حصہ ہے اس میں مکہ شہر کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کی دعا ہے کہ اس شہر اور اس کے مضافات کو ڈاکوؤں، چوروں اور غارت گروں سے محفوظ رکھنا تاکہ وہاں کے باشندے امن و چین سے تیری خالص عبادت کر سکیں اور تیری توحید پھیلا سکیں۔ **۲۴۳** یہ پہلی دعاء کا دوسرا حصہ ہے مکہ اور اس کے مضافات پہاڑوں اور ریگستانوں سے گھرے ہوئے ہیں جہاں کھیتی باڑی کا کوئی امکان نہیں اس لئے ان کے معاشی اطمینان کے لئے بھی دعاء کی کہ انہیں پھلوں سے روزی مہیا کی جائے۔ مَنْ اٰمَنَ، اَهْلَهٗ سے بدل البعض ہے یعنی اہل مکہ میں سے جو مومن ہوں ان کو روزی عطا کر یا پہلے لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ کا فیصلہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ شاید اس روحانی نعمت کی طرح یہ دنیوی نعمت بھی اللہ کے فرمانبرداروں کے ساتھ مخصوص ہوگی اس لئے آپ نے دعا میں مومنین کی تخصیص کر دی لیکن اس شبہ کا اگلی آیت میں ازالہ کر دیا گیا ہے ایمان کے تمام اجزاء کا ذکر کرنے کی بجائے صرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت یعنی مبدأ و معاد پر اس لئے اکتفا کیا ہے کہ ان دونوں پر ایمان لانا باقی پر ایمان لانے کو مستلزم ہے اور باقی تمام اجزائے ایمان اس کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ واقتصر فی متعلق الایمان بذکر المبدأ والمعاد لتضمن الایمان بهما بجمیع ما یجب الایمان به (روح ص۳۸۴ ج ۱، بحر ص۳۸۳ ج ۱) **۲۴۴** وَمَنْ كَفَرَ کا معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای ارزق من اٰمن ومن كفر (روح ص۳۸۴ ج ۱) یعنی جو ایمان لائے گا اس کو بھی روزی دوں گا اور جو کفر کریگا اس کو بھی۔ فَاُمَتِّعُهٗ — مَنْ كَفَرَ پر معطوف ہے اور قَلِیْلًا — زمانًا محذوف کی صفت ہے اور اس سے مراد اس کی پوری زندگی کا زمانہ ہے وہ چونکہ آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے اس لئے اسے قلیل فرمایا۔ یعنی جو شخص کفر کریگا اسے بھی دنیا کی چند روزہ زندگی میں دنیوی رزق سے فائدہ اٹھانے کا موقع دوں گا۔ فنبه سبحانه وتعالیٰ علی ان الرزق رحمة دنیویة تعم المؤمن والكافر بخلاف الامامة والتقدم فی الدین (بیضاوی ص۲۲ ج ۲)۔ ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ۔ لیکن آخرت میں کافر کو جہنم میں دھکیل دیا جائیگا جس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ اب آگے اپنے لئے دعا مانگتے ہیں **۲۴۵** وَاِذْ یَرْفَعُ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ پر معطوف ہے اور اذ کا عامل یَقُوْلَانِ ہے جو رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا سے پہلے محذوف ہے (روح ص۳۸۵ ج ۱) ویجوز ان یکون القول المحذوف هو العامل فی اذ (بحر ص۳۸۵ ج ۱) قواعد قاعدۃ کی جمع ہے جس کے معنی بنیاد کے ہیں۔ اسمٰعیلُ کا عطف ابراہیم پر ہے یعنی جب دونوں باپ بیٹا بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو اس وقت دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ محض اپنے فضل و رحمت سے ہمارے اعمال قبول فرما۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ما انت ضمیر فصل اور خبر کا معرفہ ہونا حصر پر دلالت کرتا ہے اور جملہ کا اسمیہ اور انّ سے مؤکد ہونا دونوں بزرگوں کی قوت یقین اور پختگی ایمان کو ظاہر کرتا ہے یعنی بیشک یقینًا صرف تو ہی ہماری دعاء کو قبول کرنے والا اور ہماری نیتوں کو جاننے والا ہے۔ **۲۴۶** مُسْلِمَیْنِ لَكَ — اَسْلَمَ وَجْهَهٗ سے ماخوذ ہے۔ ای مخلصین موحدین لك

روح ص۳۸۵ ج۱) ای موحدین مخلصین لا نعبد الا ایاك (کبیر ص۳ ج۱) یعنی ہمیں مزید اخلاص نصیب فرما اور اپنی توحید اور خالص عبادت پر ثبات ودوام عنایت کر کہ ہمیشہ دل وجان اور زبان سے ہر نفع اور نقصان میں تجھے ہی پکاریں اور مالی بدنی اور زبانی عبادتیں تیری ہی بجا لائیں یعنی ہمیں صفت اخلاص اپنی توحید اور خالص عبادت پر قائم رکھ۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا کا عطف اجْعَلْنَا کی ضمیر مفعول پر ہے مطلب یہ کہ ہماری اولاد میں بھی ہمیشہ ایک ایسی جماعت برقرار رہے جو توحید کی پابند ہو صرف تیری ہی عبادت کرے اور صرف تجھے ہی پکارے، توحید کی اشاعت کرے اور شرک سے روکے وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا۔ یہاں ارات بمعنی تعلیم ہے اور مناسک سے مراد احکام شریعت اور امور حج ہیں۔ علمنا وعرفنا..... شرائع دیننا واعلام حجنا (معالم ص۹۴ ج۱) یعنی ہمیں احکام شرعیت اور امور حج تعلیم فرما وَتُبْ عَلَيْنَا۔ یہاں توبہ سے مراد وہ عوام کی توبہ نہیں جو گناہوں سے ہوتی ہے بلکہ یہ توبہ خواص الخواص کی ہے جس کا مقصد درجات کی بلندی اور مقامات کی رفعت کے لئے دعا والتجا ہوتا ہے۔ وتوبة خواص الخواص لرفع الدرجات والترقی فی المقامات (روح ص۳۸۵ ج۱) اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ کیونکہ توبہ قبول کرنے والا اور اپنی رحمت کے سایہ میں لینے والا تو ہی تو ہے۔ اب آگے دوسری یعنی روحانی دعا کا ذکر ہے۔ ۲۴۷ هُمْ ضمیر کا مرجع اُمَّةً مُّسْلِمَةً ہے رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یہاں بھی ہُم کا مرجع اُمَّةً مُّسْلِمَةً ہے اور اُمَّةً مُّسْلِمَةً کے ساتھ ذُرِّيَّتِنَا کی قید گذر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں کی اولاد میں جو امت مسلمہ ہو ان میں سے ایک رسول برپا کرنا یہ دعا صرف اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے جب کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ان صفات کا حامل رسول مبعوث ہو لہٰذا حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہونے والے انبیاء کے ذریعے یہ دعا پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ ذُرِّيَّتِنَا میں نَا سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اسلئے کہ بنائے کعبہ کے وقت یہی دونوں وہاں موجود تھے۔ مِنْهُمْ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ امت مسلمہ چونکہ انسان ہیں، خاکی ہیں، بشر اور بنی آدم ہیں لہٰذا ان میں سے جو رسول پیدا ہو گا وہ بھی انسان اور بشر ہی ہو گا نہ کہ کسی اور جنس اور نوع کا ہو گا۔ آگے اس رسول کی چند صفات بیان کی ہیں۔

پہلی صفت۔ یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وہ انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کے الفاظ بلا کم وکاست ان تک پہنچائے۔ **دوسری اور تیسری صفت**۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ان کو کتاب و حکمت سکھلائے۔ کتاب سکھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے الفاظ انہیں سمجھائے، ادائے الفاظ کی کیفیت بتائے، اس کی آیات کے مطالب و معانی اور حقائق و اسرار سے آگاہ کرے۔ بان یفہمهم الفاظه ویبین لهم کیفیة ادائه ویوقفهم علی حقائقه واسراره (روح ص۳۸۶ ج۱) اور حکمت سے مراد سنت اور احکام شریعت کی تشریح وتبیین ہے۔ وقال قتادة الحکمة السنة وبیان النبی للشرائع (قرطبی ص۱۳۱ ج۲، بحر ص۳۹۳ ج۱) یعنی اللہ کی کتاب کے احکام کی خدا کا پیغمبر جو زبانی تشریح وتفسیر کرے گا یا ان احکام کی کیفیت تعمیل بتائے گا حکمت سے یہ سب کچھ مراد ہے اور اسے ہی اصطلاح شریعت میں سنت کہا جاتا ہے اس کی مزید تشریح رکوع ۱۸ میں آئے گی۔ وَيُزَكِّيْهِمْ یہ پیغمبر کی چوتھی صفت ہے یعنی وہ پیغمبر انہیں کفر وشرک کی نجاستوں، بدعملی کی آلائشوں اور بد اخلاقی کی آلودگیوں سے پاک وصاف کرے۔ ۲۴۸ یقیناً تو ہی سب پر غالب اور ہر حکمت کو جاننے والا ہے تجھے کسی دعا کے رد وقبول پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور ہر دعا کا رد وقبول بھی تیری حکمت کے عین مطابق ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ظہور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہوا۔ اس دعاء کو یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے سامنے حضور علیہ السلام کی صداقت پر بطور دلیل پیش کیا کہ یہی وہ پیغمبر ہے جس کے ظہور کے لئے تمہارے روحانی اور جسمانی باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور اس کی لائی ہوئی دعوت توحید کو مانو کیونکہ یہ دعوت بھی وہی ہے جو خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے سامنے پیش کی اور مرتے وقت اس پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔ ۲۴۹ رغب کا صلہ جب عن آتا ہے تو اس کے معنی اعراض کرنے کے ہوتے ہیں۔ سَفِهَ نَفْسَهٗ کے معنی ہیں جعلها مهانة ذليلة (روح ص۳۸۸ ج۱) یعنی جس نے اپنے آپ کو شرک وبدعت کی وجہ سے ذلیل وخوار کر رکھا ہو۔ اور یا اس کے معنی ہیں خسر نفسه (بحر ص۳۹۴ ج۱، معالم ص۹۶ ج۱) یعنی جس نے اپنے آپ کو شرک کی وجہ سے خسارے میں ڈال رکھا ہو یا اس کے معنی حمق رأیه کے ہیں (ایضاً) یعنی جس کی رائے احمقانہ ہو اور وہ بے وقوف ہو مطلب یہ ہے کہ ملت ابراہیمی تو سراسر اخلاص وتوحید سے لبریز ہے اور اس کے تمام احکام عقل وفطرت کے مطابق ہیں اس لئے ایسی ملت سے صرف وہی اعراض کر سکتا ہے جو شرک میں ڈوبا ہوا ہو یا جس کی عقل میں فتور ہو۔ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا اسی ملت وحدت اور دین توحید کی پیروی کی بنا پر تو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں سب کی پیشوائی کے لئے منتخب کیا تھا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ صالح فی الآخرت کے معنی ہیں کامیاب اور فائز المرام۔ الصالح فی الآخرة هو الفائز (قرطبی ص۱۳۳ ج۲) ملت ابراہیمی ایک ایسی چیز ہے جس کے اتباع کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کمالات دنیویہ اور مقاصد اخرویہ حاصل ہوئے لہٰذا ایسی ملت سے اعراض کرنے والا شخص یقیناً سرپھرا اور احمق ہے۔ امام قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے ملت ابراہیمی کو چھوڑ کر یہودیت ونصرانیت اختیار کی۔ (قرطبی ص۱۳۳ ج۲) اور اپنے بزرگوں کو خدا کا شریک ونائب ٹھہرایا اور انہیں حاجات میں غائبانہ پکارنے لگے۔ نیز ان مشرکوں کا رد ہے جنہوں نے ابراہیمی ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ اللہ کی توحید سے بغاوت کی اور اس کے ساتھ شرک کیا (ابن کثیر ص۱۸۵ ج۱) اب آگے ملت ابراہیمی کی امتیازی خصوصیت اور اس کے خصوصی وصف یعنی توحید کا بیان ہے۔ ۲۵۰ اِذْ کا عامل اصْطَفَيْنٰهُ ہے اَسْلِمْ اسلام مصدر سے ہے جس کے معنی تفویض اور حوالے کرنے کے ہیں جیسے اسلم وجهه یہاں بھی اس لفظ کا معنی یہی ہے یعنی اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دے اور بالکل اسی کا ہو جا۔ اسی سے امیدیں وابستہ رکھ، اسی سے مانگ، اسی کو پکار اور اسی پر بھروسہ رکھ۔ معناه اسلم نفسك الی اللہ تعالیٰ وفوض امرك الیه (خازن ص۹۶ ج۱) بعض نے اس کے معنی اخلاص کے لئے ہیں یعنی خالص اللہ کی عبادت کر اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کر اور اپنی عبادت کو شرک سے بچا کر رکھ۔ اخلص دینك وعبادتك للہ واجعلها سلیمة (خازن ص۹۶ ج۱) قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بلا تأمل اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور فوراً مکمل اطاعت وانقیاد اور کامل فرمانبرداری کا اقرار کیا کہ میں نے اپنے آپ کو رب العلمین کے سپرد کیا اور اس کی پوری پوری اطاعت وفرمانبرداری قبول کی اور ہمیشہ اسکی توحید اور خالص عبادت پر کاربند رہنے کا اعتراف کیا۔ ۲۵۱ بِهَآ کی ضمیر کا مرجع ملت ہے اور یعقوب کا عطف ابراہیم پر ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام جو سب کے جد اعلیٰ ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے جد اعلیٰ ہیں ان دونوں حضرات نے بوقت وفات اپنی اپنی اولاد کو ملت توحید پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ۔ نیز انہوں نے اپنی اپنی اولاد کو یہ بھی بتایا کہ اللہ نے تمہارے واسطے دین اسلام کو منتخب اور پسند فرمایا ہے۔ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ لہٰذا تم مرتے دم تک اسی دین اسلام اور ملت توحید پر قائم رہنا اور اللہ کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنانا۔ لہٰذا اے یہود ونصاریٰ اور مشرکین عرب اپنے اسلاف کرام اور آباء واجداد کا حال سن لو کہ وہ توحید کے کس قدر پابند اور شرک سے کس قدر متنفر تھے کہ موت کے وقت بھی توحید کو نہ بھولے اور اپنی اولادوں کو مرتے دم تک توحید پر قائم رہنے کی وصیت کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ تمہارا ابھی دعویٰ ہے کہ تم ان بزرگوں کو مانتے ہو مگر تم نے اس توحید کو چھوڑ دیا جس کے وہ قائل تھے اور خود انہیں بزرگوں کو خدا کے نائب اور شریک بنا کر پوجنے اور پکارنے لگے لہٰذا اس شرک کو چھوڑو اور میرے پیغمبر کے پیش کردہ دعویٰ توحید کو مانو کیونکہ یہی توحید تمہارے باپ دادوں کی وراثت ہے۔ ۲۵۲ یہودیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تو اپنی اولاد کو یہودیت پر رہنے کی وصیت فرمائی تھی اس لئے ہم ان کی وصیت کو چھوڑ کر دین اسلام کو کس طرح قبول کریں؟ قالوا للنبی صلی اللہ علیه وسلم الست تعلم ان یعقوب لما مات اوصی بنیه بالیهودیة (روح ص۳۹۰ ج۱، جامع ص۲۱) تو ان یہودیوں کے کذب وافتراء کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی یہاں اَمْ منقطعہ ہے بمعنی بَلْ اضرابیہ واستفہام انکاری مطلب یہ کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ حضرت

لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ
اپنے بیٹوں کو تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد ۲۵۳ بولے ہم بندگی کریں گے تیرے رب کی
وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا
اور تیرے باپ دادوں کے رب کی جو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق ہیں وہی ایک معبود
وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۱۳۳) تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ
ہے ۲۵۴ اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں وہ ایک جماعت تھی جو
خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا
گذر چکی ۲۵۵ ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم
تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۳۴) وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا
سے پوچھ نہیں ان کے کاموں کی اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی
اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَ
یا نصرانی تو تم پالو گے راہ راست ۲۵۶ کہدے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا ۲۵۷ اور
مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۳۵) قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ
نہ تھا شرک کرنے والوں میں تم کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر ۲۵۸ اور جو
اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق
وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ
اور یعقوب ۲۵۹ اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو ۲۶۰ اور جو
اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ
ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۱۳۶) فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ
اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے

منزل ۱

یعقوب علیہ السلام نے یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی کیونکہ تم اس وقت وہاں موجود ہی نہ تھے جب ان کی وفات کا وقت قریب تھا اور وہ اپنی اولاد کو وصیت کر رہے تھے ای ما کنتم حاضرین حین احتضارہ الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام وسؤالہ بنیہ عن الدین فلم تدعون ما تدعون (روح ص۳۹۵ ج ۱) اور ہو سکتا ہے کہ اَمْ متصلہ ہو اور استفہام تقریری ہو اور مطلب یہ ہو کہ تمہارے اسلاف تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھے جب وہ اپنی اولاد کو اسلام اور توحید پر قائم رہنے کی وصیت کر رہے تھے اور انہیں بخوبی معلوم تھا اور ان کی وساطت سے تم بھی جانتے ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہودیت کی کوئی وصیت نہیں کی تھی پھر کیوں جان بوجھ کر ان پر الزام لگاتے ہو۔ ؟ وذلک ان تجعل لاستفہام التقریر ای کانت اوائلکم حاضرین حین وصی بنیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالاسلام والتوحید وانتم عالمون بذلک فما لکم تدعون علیہ خلاف ما تعلمون (روح ص۳۹۵ ج ۱) اِذْ حَضَرَ میں اِذْ شُہَدَآءَ سے متعلق ہے۔ **۲۵۳** اِذْ قَالَ۔ اِذْ حَضَرَ سے بدل ہے۔ والعامل فی اذ الاولیٰ معنی الشہادۃ واذ الثانیۃ بدل من الاولیٰ۔ (قرطبی ص۱۳۸ ج ۲) یعنی کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب ؑ نے بوقت وفات اپنی اولاد سے امتحاناً پوچھا تھا کہ تم میری موت کے بعد کس کی پوجا کرو گے۔ **۲۵۴** اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ اِلٰهَكَ سے بدل ہے جو تاکید اور احتمال التعدد کو قطع کرنے کے لئے لایا گیا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے سعادت مند فرزندوں نے بیک زبان جواب دیا کہ ہم تو اسی خدائے واحد کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور جو آپ کے آبائے کرام حضرت ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاق علیہم السلام کا معبود ہے۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اور ہم مرتے دم تک اسی کے مطیع فرمان اور منقاد رہیں گے اور اسی کی خالص عبادت کریں گے اور اسی کی عبادت اور پکار میں، اس کی نذر و منت میں کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔ یہودیو اب بتاؤ تم تو کہتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہودیت کی وصیت کی تھی حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ انہوں نے مرتے وقت اپنی اولاد سے اسلام اور توحید پر قائم رہنے کا عہد اقرار لیا تھا۔ **۲۵۵** تِلْكَ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی طرف اشارہ ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو اپنے بزرگوں پر ناز تھا اور وہ اپنی صاحبزادگی کے غرور میں مسرور تھے اور کہتے تھے کہ اچھا اگر ہم بدکار ہیں تو کیا ہوا ہمارے آباء و اجداد تو نیک اور توحید پرست تھے جب وہ جنت میں جائیں گے تو ہم بھی ان کے طفیل بخش دیئے جائیں گے اور ہمیں بھی جنت میں جگہ مل جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا غرور شکن جواب دیا کہ وہ جماعت تو گذر چکی اور ان کے کمالات بھی ان کے ساتھ ہی گئے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ان کا کیا ان کے آگے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے آگے۔ لہٰذا دل سے یہ بات نکال ڈالو کہ ان کے نیک اعمال کی بدولت تم بھی جنت میں چلے جاؤ گے۔ محض اس انتساب سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ ان جیسے عمال کرو گے تو اس سے یقیناً نفع پاؤ گے۔ بعینہٖ یہی حال آج کل کے بعض گدی نشینوں کا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کے سامنے فخر کرتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارے آباء و اجداد بہت نیک اور اللہ کے پیارے تھے۔ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور تم سے ان کے اعمال کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ تم سے تمہارے اپنے اعمال کی پرسش ہوگی۔ توحید و رسالت کو دلائل سے مدلل اور واضح کرنے کے بعد یہود و نصاریٰ کے بعض غلط نظریات کی تردید کی ہے۔ **۲۵۶ شکوہ**۔ باوجود اس کے کہ یہود و نصاریٰ کے آباء و اجداد جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے وہ سب کے سب دینِ اسلام اور ملتِ توحید کے پابند تھے لیکن یہ خود بھی شرک پر ڈٹے ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی شرک کی دعوت دیتے ہیں اور خود بھی مشرکانہ عقائد کو عین ہدایت تصور کرتے ہیں چنانچہ یہودی کہتے تھے کہ تم یہودی بن جاؤ اور حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا نائب اور متصرف سمجھو اور نصاریٰ کہتے تھے کہ تم عیسائی ہو جاؤ اور حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا نائب اور نجات دہندہ سمجھو تو تمہیں راہ ہدایت مل جائے گی۔ **۲۵۷ جواب شکوہ**۔ مِلَّةَ منصوب ہے اور اس کا عامل نتبع محذوف ہے اور خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یعنی آپ انہیں جواب دیں کہ ہم یہودیت اور نصرانیت قبول نہیں کریں گے بلکہ ہم تو ملت ابراہیمی کی پابندی کریں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دینِ توحید کی پیروی کریں گے جو باطل اور مشرکانہ ادیان سے کنارہ کش اور دور تھے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ یہ مدعی یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب تو مشرک و بت پرست ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک سے دور تھے لہٰذا ہم تو انہی کی پیروی کریں گے۔ یہ ان جھوٹے مدعیانِ ابراہیمیت کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جنہوں نے توحید کو چھوڑ کر شرک کو دین بنایا ہوا تھا اور بزرگوں کو خدا کا نائب اور متصرف سمجھ کر انہیں پکارتے تھے۔ والمقصود التعریض باہل الکتاب

۲۵۵ ایک شبہ کا جواب کہ ہمارے باپ دادا پیغمبر تھے اس لئے ہم بھی بخشے جائیں گے ۲۵۶ شکوہ ۱۲ ۲۵۷ جواب شکوہ ۱۲

یہ جملہ مقصود کی ہے یعنی ایمان تو تم [illegible] پر لائیں گے لیکن [illegible] مفرد لفظ [illegible] ۱۲

والعرب الذين يدعون اتباعه۔۔۔۔۔ فان في كل طائفة منهم شركا فاليهود قالوا عزير ابن الله والنصارى المسيح ابن الله والعرب عبدوا الاصنام وقالوا الملائكة بنات الله (روح ص۳۹۲ ج۱) یہ اہل کتاب کے غلط نظریے کا الزامی جواب تھا یعنی انہوں نے کہا کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو جواب دیا گیا کہ ہم تو ابراہیمی ہونگے یہودی یا نصرانی نہیں ہونگے۔ اب آگے اس کا تحقیقی جواب دیا گیا ہے کہ آبائی نسبت یا قبائلی عصبیت پر ایمان کا مدار نہیں بلکہ ایمان تو اللہ کی توحید، اس کے رسولوں کی رسالت اور اس کے دیگر احکام ماننے کا نام ہے۔ **۲۵۸** یہ خطاب مسلمانوں سے ہے کہ تم انہیں جواب دو کہ ہم یہودیت یا نصرانیت کو نہیں جانتے۔ ہم تو خدائے واحد کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا اور اپنے آخری رسول کی وساطت سے جو کچھ اس نے ہم پر اتارا ہے، ہم اسے بھی مانتے ہیں۔ **۲۵۹** حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں مختلف خاندانوں کو قبائل کہا جاتا ہے اسی طرح بنی اسرائیل کے خاندان اسباط کہلاتے تھے۔ والسبط في بني اسراءيل بمنزلة القبيلة في ولد اسمٰعيل (قرطبی ص۱۴۱ ج۲) یعنی ہم ان تمام صحائف کو بھی مانتے ہیں جو حضرت ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام پر نازل ہوئے نیز ان صحائف کو جو بنی اسرائیل میں ہونے والے باقی تمام انبیاء کرام پر اترے۔ **۲۶۰** اور ہم تورات وانجیل کو بھی مانتے ہیں۔ تورات وانجیل کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھیں اور اپنے اپنے وقت میں سرچشمہ ہدایت اور واجب العمل تھیں۔ اب ان پر عمل واجب نہیں۔ یہود ونصاریٰ کی وجہ سے اسباط کے بعد حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ان کے علاوہ باقی تمام نبیوں پر جو کچھ اترا ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ تمام انبیاء علیہم السلام کو برحق مانتے ہیں اور ان میں کسی نسلی یا قبائلی بنیاد پر تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں جیسے یہود ونصاریٰ نے کیا ہے۔ ای کما فرق اهل الكتاب فامنوا ببعض وكفروا ببعض بل نؤمن بهم جميعا (روح ص۳۹ ج۱) وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۔۔۔ لَهٗ کی تقدیم کی وجہ سے اس میں حصر پیدا ہو گیا۔ یعنی ہم ایمان تو ان تمام انبیاء پر لاتے ہیں اور جو کچھ ان پر اترا اسے بھی مانتے ہیں لیکن انقیاد وعبودیت کو صرف اللہ کے ساتھ ہی مخصوص کرتے ہیں اور اپنی تمام ضروریات وحاجات کو اسی کے سپرد کرتے ہیں اور اسی کو مختار ومتصرف سمجھتے ہوئے خاص اس کی عبادت کرتے اور اسے ہی پکارتے ہیں جیسا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ **۲۶۱** یہود ونصاریٰ مدعی تھے کہ ہدایت کا مدار یہودیت اور نصرانیت ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا اصل معیار بیان فرمایا کہ اصل ہدایت تو انبیاء کرام اور ان کی تعلیمات کی پیروی کا نام ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین اگر ایسا ہی ایمان لے آئیں جیسا کہ تمہارا ایمان ہے یعنی تمام انبیاء پر ایمان تو پھر یقیناً وہ بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ اور اگر وہ تم جیسا ایمان لانے سے پہلو تہی کریں اور اس سے انکار کریں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ بغض وحسد اور ضد وعناد میں گرفتار ہیں طلب ہدایت یا احقاق حق ان کا مقصد نہیں ہے۔ ای فما هم الا في خلاف وعداوة وليسوا من طلب الحق في شيء (مدارک ص۶۰ ج۱) ليس غرضهم طلب الدين والانقياد للحق وانما غرضهم المنازعة واظهار العداوة (کبیر ص۵۷ ج۱) فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ۔ یہ دشمنان توحید کی مخالفت اور عداوت کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام کے لئے تسلی اور مدد کا وعدہ ہے کہ آپ ان کی شدید مخالفت اور کثرت عدد کی پرواہ نہ کریں اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ وہ سب کچھ جاننے والا ہے ۔ وہ ان کے کفر وانکار اور ضد وعناد

یہ جملہ بھی مقصود [illegible] یعنی ایمان [illegible] انبیاء [illegible]

زجر برائے اہل کتاب [illegible] جملہ بھی مقصود [illegible] شکوہ ۱

جواب شکوہ ۲ زجر برائے اہل کتاب جواب شکوہ ۳

علاوہ جواب شبہ [illegible]

بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ

ہدایت پائی انہوں نے بھی ۲۶۱ اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی ہیں

شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾

ضد پر سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ

ہم نے قبول کر لیا رنگ اللہ کا ۲۶۲ ف۱ اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے ۲۶۳ اور

نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ

ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں ف۲ کہدے کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے اللہ کی نسبت ۲۶۴ حالانکہ وہی

رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَ

ہے رب ہمارا اور رب تمہارا اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور

نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ

ہم تو خالص اسی کے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا

اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد تو یہودی تھے

اَوْ نَصٰرٰى ۭ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ

یا نصرانی ۲۶۵ کہدے کہ تم کو زیادہ خبر ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے

كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

چھپائی وہ گواہی جو ثابت ہو چکی اس کو اللہ کی طرف سے ۲۶۶ اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ

کاموں سے ۲۶۷ وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا

وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ع

اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی ۲۶۸ ف۳

ع ۱۶ / ۱۶

موضح القرآن ف۱ نصاریٰ کے پاس دستور تھا کہ جس کو اپنے دین میں داخل کرتے ایک زرد رنگ بناتے اور اس کے کپڑے بھی رنگ دیتے اور اس پر ڈال بھی دیتے۔ یہ ان کے مقابل فرمایا

فتح الرحمن ف۱ یعنی دین او را ۱۲ **ف۳** مترجم گوید چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمدینہ ہجرت فرمود شانزدہ ماہ یا ہفدہ ماہ بطرف بیت المقدس نماز می گذارد و آرزو میکرد کہ خدا تعالیٰ کعبہ را قبلہ وے سازد خدا تعالیٰ نازل کرد۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ الی آخرہ بعد ازاں جواب شبہ سفہا در ایں مسئلہ نازل کرد سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ بعد ازاں امر فرمود بیمبر بر مشاق جہاد در بسیاری از احکام توحید وقصاص حج وصوم وحیض ونکاح وطلاق کہ اہل جاہلیت تحریف کردہ بودند بارعایت انصاف بمیکرد وبدبیان حقیقت حال فرمود وبدد وابطال شبہات مخالفین کرد وسوالہائے ایشاں را جواب داد وایں سیاق ممتد است تا آخر اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا

کو بھی جانتا ہے۔ اور آپ کے خلوص اور طہارت باطن سے بھی واقف ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان معیاری اور عند اللہ مقبول تھا۔ اور وہ ہدایت یافتہ تھے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا ہدایت یافتہ ہونا ان جیسا ایمان لانے پر موقوف کیا گیا ہے۔ ٢٦٢ یہ منصوب ہے اور اس کا عامل محذوف ہے۔ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا کی مناسبت سے یہاں قَبِلْنَا کو حذف ماننا زیادہ موزوں ہے۔ ای قبلنا صِبْغَةَ اللّٰهِ اور صِبْغَةَ اللّٰهِ سے مراد دین توحید اور ملتِ حقہ ہے۔ نصرانی اپنے بچوں اور ان کے مذہب میں داخل ہونے والوں کو ایک خاص قسم کے زرد رنگ میں نہلایا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اب یہ پاکیزہ اور پکا نصرانی بن گیا ہے اور گناہوں سے پاک ہو گیا ہے اس فعل کو وہ بپتسمہ کہتے ہیں تو اس کے جواب میں مسلمانوں کو ارشاد ہوا کہ تم کہو کہ ہم نے تو اللہ کے دین اور اس کی توحید کا رنگ قبول کر لیا ہے جس سے ہر قسم کی نجاست دور ہو جاتی ہے۔ ٢٦٣ یہاں استفہام انکار کے لئے ہے یعنی اللہ کے رنگ سے کسی کا رنگ اچھا نہیں اللہ کا رنگ تو اسلام اور توحید کا رنگ ہے۔ جسے قبول کر لینے سے ظاہر و باطن طاہر و طیب ہو جاتا ہے۔ اور اس مصنوعی اور بناوٹی رنگ میں یہ خوبی کہاں؟

الربع

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ
اب کہیں گے بیوقوف ٢٦٥ لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے

الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ
جس پر وہ تھے ٢٦٦ تو کہہ اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب ٢٦٧

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٤٢﴾ وَكَذٰلِكَ
چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ ف١ اور اسی طرح

جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
کیا ہم نے تم کو امتِ معتدل ٢٦٨ تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا
اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا ٢٦٩ ف٢ اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے

الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ
وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا ٢٧٠ مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا

الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ
رسول کا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں ٢٧١ ف٣ اور بے شک یہ بات

لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
بھاری ہوئی مگر ان پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں

لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٣﴾
کہ ضائع کرے تمہارا ایمان ٢٧٢ بیشک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے ف١

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً
بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف ٢٧٣ سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ

تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ
کی طرف تو راضی ہے ٢٧٤ اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ

١ بیان حالت شبہ ١٢
٢ شبہ کا جواب پہلی اجمالی علت کے ساتھ
٣ جواب شبہ کی تفصیلی علت کے ساتھ اور کافی بیان کمال کے لئے ہے ١٢

وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ ہم نے اللہ کے دین اور توحید کے رنگ کو قبول کر لیا ہے۔ اس لئے ہم تو ہر قسم کی عبادت صرف اللہ ہی کے لیے بجا لائیں گے تمام مالی، بدنی اور زبانی عبادتیں اسی کے ساتھ مخصوص کریں گے۔ اسی کی نذریں منتیں دیں گے۔ اسی کے سامنے سجدہ کریں گے۔ اور اسی کو پکاریں گے۔ یہ جملہ اول کا خلاصہ اور مقصود ہے۔ ٢٦٤ یہ خطاب یہود و نصاریٰ سے ہے اور فی اللہ میں مضاف محذوف ہے۔ ای فی دینه او القرب منه (قرطبی ص١٤٦ ج٢)

حضرت شیخ نے فرمایا یعنی تم ہم سے اللہ کے دین اور اس کی توحید کے بارے میں جھگڑتے ہو کہ اللہ کا سچا دین یہودیت اور نصرانیت ہے اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے نائب اور مختار اور متصرف مانے بغیر خدا راضی نہیں ہو سکتا۔ نیز ہم چونکہ اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں۔ اس لئے ہم خدا سے زیادہ قریب ہیں۔ قالوا نحن اولی بالله منکم لانا ابناء الله واحباؤه (قرطبی ص١٤٦ ج٢) وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ۔ لیکن یہ تمہارا جھگڑا بالکل لغو ہے۔ اس لئے کہ جس طرح وہ تمہارا رب ہے اسی طرح وہ ہمارا رب ہے۔ ہمارا تمہارا پروردگار اور آقا وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی آقا اور داتا نہیں اور اس کی ربوبیت کسی قوم اور قبیلے کے ساتھ مخصوص بھی نہیں ہے۔ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور ہمارے اعمال ہمارے ساتھ۔ خدا کا قرب تو انسان کو اس کے اعمال کے مطابق حاصل ہوتا ہے۔ اگر اس کے اعمال شرک اور ریاء سے پاک ہوں گے تو مقبول ہوں گے۔ اور اسے قرب خداوندی حاصل ہوگا۔ اور اگر اس کے اعمال شرک کی نجاست سے آلودہ ہوں گے تو وہ راندۂ درگاہ ہوگا اور سیدھا جہنم میں جائے گا وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ اس لیے ہم تو اپنے اعمال کو محض خدا کی رضامندی کے لیے بجا لاتے ہیں۔ اور ان کو شرک اور ریاکاری سے پاک رکھتے ہیں۔ قال سعید بن جبیر الاخلاص ان لا تشرك فی دینه ولا ترائی احدا فی عمله (روح ص٣٩٩ جلد ١)۔ یہ جملہ بھی مقصودی ہے۔ یہاں تین مقصودی جملے یکے بعد دیگرے آئے ہیں۔ یعنی نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ اور نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ اور نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ مقصد یہ ہے کہ اے ایمان والو اس بات کا اعلان کر دو کہ ایمان تو ہم تمام پیغمبروں پر لائے ہیں اور سب کی نبوت کا اقرار کیا ہے۔ لیکن جھکیں گے صرف اللہ کے آگے اور عبادت بھی صرف اسی ہی کی کریں گے اور پکاریں گے بھی خالصاً صرف اسی ہی کو ان کلمون

موضح قرآن ف١ حضرت جب مکے سے مدینے آئے ایک سوا برس نماز پڑھی بیت المقدس کی طرف پھر حکم آیا کہ پڑھو کعبے کی طرف تب یہود اور بعضے کچھ مسلمان ان کے بہکانے سے شبہے لگے ڈالنے کہ وہ قبلہ تھا سب نبیوں کا اس کا چھوڑنا نشان نبی کا نہیں اللہ تعالیٰ نے آگے ہی فرمایا کہ لوگ کہیں گے ف٢ یعنی جس طرح ان دونوں باتوں میں دیکھا کہ تمہارے پاس ہے پوری بات اور مخالفوں کے پاس ناقص ایک یہ کہ تم سب نبیوں کو مانتے ہو اور یہود اور نصاریٰ کسی کو نہیں دوسرا یہ کہ تمہارا قبلہ کعبہ ہے کہ ابراہیم کے وقت سے مقرر ہوا ہے۔ ابراہیم پیشوا ہے سب کا۔ یہود اور نصاریٰ کا قبلہ پیچھے ثابت ہوا اسی طرح ہر بات میں تم پورے ہو اور وہ ناقص ان کو حاجت ہے کہ تم بتاؤ اور تم کو حاجت نہیں کہ کوئی بتاوے
ف٣ یعنی تمہارا قبلہ ابراہیم کے وقت سے کعبہ مقرر ہے اور چندے روز بیت المقدس ٹھہرایا۔ ایمان آزمانے کو اور اس میں جو لوگ ایمان پر قائم رہے ان کو ثمرہ دیا ہے۔

فتح الرحمان ف١ یعنی آنچہ در سابق علم الٰہی متقرر شدہ آنست کہ قبلہ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ باشد و توجہ به بیت المقدس یک چندے بنا بر حکمت امتحان است ١٢

میں کسی پیغمبر کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے۔ **۲۶۵** جب یہود و نصاریٰ کو ہر طرح کے دلائل سے لاجواب کر دیا گیا اور کہا گیا کہ اگر توحید معیار صداقت ہے تو ہم موحد ہیں۔ اور اگر اتباع معیار حق ہے تو ہم تمام انبیاء پر ایمان لاتے اور ان کے پیغام توحید کو مانتے ہیں۔ مگر جب ان سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو انھوں نے یہ غلط پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ کہ پہلے تمام انبیاء علیہم السلام تو ان کے مذہب پر تھے۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ وہ سب یہودی تھے اور نصاریٰ کا دعویٰ تھا کہ وہ سب نصرانی تھے تو اللہ تعالیٰ نے بطور زجر فرمایا کہ کیا اب تم یہ کہتے ہو کہ تمام انبیاء علیہم السلام تمہارے مذہب پر تھے اور تمہاری طرح عیاذاً باللہ مشرک تھے۔ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ

جوابِ شکوہ | کیا ان انبیاء کے دین اور مذہب کو تم خدا سے زیادہ جانتے ہو، ظاہر ہے کہ اللہ کا علم تم سے زیادہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے پہلے واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ ان تمام انبیاء علیہم السلام کا دین دینِ اسلام تھا اور وہ سب کے سب توحید پر قائم تھے۔ اور مشرک نہیں تھے **۲۶۶** یہ اہل کتاب کے لیے زجر ہے اور شکوہ کا جواب بھی ہے۔ استفہام انکار کے لیے ہے اور شہادت سے اللہ تعالیٰ کی وہ شہادت مراد ہے جو تورات اور انجیل میں موجود ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام توحید پر تھے اور مذاہب باطلہ سے کوسوں دور تھے۔ شھادۃ التوراۃ والانجیل علی الانبیاء کانوا علی التوحید والحنیفیۃ (کبیر ص۵۵۳ ج۱) یعنی سب سے بڑا ظالم وہ ہے جس نے اللہ کی اس شہادت کو چھپایا جو اس کے پاس موجود ہے۔ جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے کیا۔ ان کے پاس تورات و انجیل میں انبیائے کرام کے توحید پرست ہونے کی شہادت موجود تھی لیکن اس کے باوجود انھوں نے ان کو یہودی اور نصرانی ظاہر کیا **۲۶۷** یہ ان کے لیے وعید شدید ہے کہ اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں، انبیائے کرام پر تمہارے غلط افتراءات اور خدا کی شہادت کا کتمان اور تمہارے دوسرے اعمال سب اس کی نظر میں ہیں وہ تمہیں اس کی پوری پوری سزا دے گا۔ **۲۶۸** یہود اور نصاریٰ کے دلوں میں اپنے آباؤ اجداد پر فخر و غرور مضبوطی سے بیٹھ چکا تھا۔ اور وہ اپنی نجات کے لیے بس اپنے اسلاف ہی کے اعمال کو کافی سمجھتے تھے اس لیے ان کے اس بے فائدہ فخر کو توڑنے کے لیے اور انھیں اس غلط خیال کے بدانجام سے ڈرانے کے لیے اس آیت کا اعادہ کیا گیا تکریر لما تقدم للمبالغۃ فی التحذیر عما استحکم فی الطباع من الافتخار بالآباء والاتکال علیہم (روح ص۴۰۱ ج۱)

یہاں تک تو توحید و رسالت کے نقلی دلائل کا بیان تھا اب آگے رسالت کے متعلق یہود اور نصاریٰ اور مشرکین کے بعض شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

پہلا شبہ | جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ سولہ یا سترہ ماہ بعد آپ کو خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل گیا۔ تحویل قبلہ کا حکم دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بطور پیش گوئی آپ کو بتا دیا کہ مستقبل قریب میں جب آپ کو تحویل قبلہ کا حکم ملے گا اس وقت احمق اور بیوقوف لوگ اس بات پر اعتراض کریں گے کوئی کہے گا کہ اس نے بیت المقدس کو جو تمام انبیاء کا قبلہ تھا چھوڑ دیا ہے اس لیے یہ پیغمبر نہیں، کوئی کہے گا کہ بیت المقدس سے بیت اللہ کا رخ کیا ہے شاید وطن کی یاد نے ستایا ہے اور دیکھو عنقریب مدینہ چھوڑ کر مکہ واپس آنے والا ہے غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ یا اعتراض کا جواب دیا ہے **۲۶۹** یقول کو بعض مفسرین نے ماضی کے معنوں میں لیا ہے ان کا خیال ہے کہ یہ آیت تحویل قبلہ کے بعد نازل ہوئی لیکن جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ سَیَقُوْلُ مستقبل کے لیے ہے اور یہ آیت تحویل قبلہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے بے وقوفوں کے اعتراض کی پہلے ہی سے آپ کو اطلاع دے دی تھی۔ سیقول ظاھر فی الاستقبال وانہ اخبار من اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یصدر منہم ھذا القول فی المستقبل وذلک قبل ان یؤمروا باستقبال الکعبۃ (بحر ص۴۱۷ ج۱) السفہاء سے بعض نے یہود مراد لیے ہیں۔ اور بعض نے مشرکین مکہ اور بعض نے منافقین ـــ لیکن لفظ اپنے عموم کے لحاظ سے سب کو شامل ہے اس لیے اسے عموم پر محمول کرنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ یہ سب دشمن تھے تحویل قبلہ کی آڑ میں موقع پا کر سب نے اعتراضات کیے تھے۔ الاصوب ان یکون الکل قد قال ذلک لان الاعداء مجبولون علی القدح والطعن فاذا وجدوا مجالا لم یترکوا مقالا (کبیر ص۳ ج۲) **۲۷۰** یہ سُفَہَآءُ کا مقولہ ہے اور مَا استفہامیہ ہے اور استفہام طنز اور استہزاء کے لیے ہے۔ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ استھزاء وأب لمسلمین (قرطبی ص۱۴۸ ج۲) **قبلتھم** سے مراد بیت المقدس ہے جو پہلے مسلمانوں کا قبلہ تھا۔ یعنی کم عقل اور احمق لوگ اعتراض کریں گے۔ اور بطور طنز کہیں گے کہ ان مسلمانوں کو اپنے پہلے قبلے سے کس چیز نے ہٹا دیا ہے؟ یعنی ایک طرف تو یہ شخص پہلے انبیاء کے اتباع کا دعویٰ کرتا ہے۔ دوسری طرف انبیاء کا قبلہ چھوڑ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حیران و سرگرداں ہے اور اس پر حق مشتبہ ہو گیا ہے ان کے اس اعتراض کے اللہ تعالیٰ نے چار جواب دیے ہیں۔ دو اجمالی اور دو تفصیلی ـــ اس اعتراض کے جوابات کا سلسلہ انیسویں رکوع میں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ تک چلا گیا ہے۔ **۲۷۱** **پہلا اجمالی جواب** یعنی تمام سمتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ اور کسی سمت میں کوئی تقدس نہیں رکھا ہوا۔ وہ جس طرف چاہے منہ کرنے کا حکم دے دے۔ اور ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو ادھر منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ملا ہے تو اس حکم کی تعمیل کریں گے کیونکہ اس کے احکام کی تعمیل ہی اصل ہدایت ہے۔ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ اور اس کا ہر حکم سیدھی راہ ہے **۲۷۲** مفسرین نے کذالک کو تشبیہ کیلئے قرار دیا ہے لیکن حضرت شیخ نے فرمایا کہ کذالک یہاں تشبیہ متعارف کے لیے نہیں ہے لہذا مشبہ اور مشبہ بہ مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہاں کمال کے لیے ہے۔ وسط کے معنی خیار اور بہتر کے ہیں تو مطلب یہ ہے کہ اس طرح ہم نے تم کو بہترین اور خیر امت بنا دیا ہے یعنی یہ ہمارا کمال ہے اسی طرح اور بھی کئی جگہوں میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں بلکہ بیان کمال کیلئے ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا (رعد ع۵) یعنی قرآن کو ایسا حکم عربی بنانا ہمارا کمال ہے۔ چونکہ دنیا کی رہنمائی اور پیشوائی تمہارے سپرد ہونے والی ہے اس لیے کعبہ کو جو جغرافیائی اعتبار سے ساری دنیا کے سینٹر میں واقع ہے تمہارا مرکز بنا دیا ہے۔ **۲۷۳** یہ مرکزیت تمہیں اس لئے عطا کی ہے تاکہ میرا پیغمبر تم کو میری توحید بتائے۔ اور میرے احکام سے تم کو آگاہ کرے اور تم دوسرے لوگوں کو توحید بتاؤ اور ان تک میرے احکام پہنچاؤ۔ اس میں خطاب صحابہ کرام سے ہے۔ اور شہداء، شہید کی جمع ہے۔ جو شہادت سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں بیان کرنا اس لئے شہید اور اسی طرح شاہد کے معنے ہوں گے اللہ کی توحید بیان کرنے والا اور راہ حق بتانیوالا۔ جیسا کہ علامہ ابن صفی حنفی نے لکھا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا اللہ بالوحدانیۃ (جامع ص۳۹۳) یعنی آپ کو ہم نے توحید بیان کرنے والا بنا کر بھیجا اسی طرح سورہ مائدہ میں وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ کے تحت علامہ موصوف لکھتے ہیں رقباء لئلا یبدل (جامع ص۱۰۱) یعنی علماء یہود تورات کے محافظ تھے کہ اس میں تبدیلی نہ ہونے پائے اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے سورہ مزمل میں شَاهِدًا کا ترجمہ بتانے والا کیا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ (ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا۔ شاہ عبدالقادر) لیکن شرک پسند اور بدعت نواز مولوی کہتے ہیں کہ یہاں شہید کے معنی گواہ کے ہیں اور گواہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو امت پر گواہ فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر امتی کے ساتھ موجود ہوتے ہیں اور ان کی تمام حرکات و سکنات کو دیکھتے ہیں ورنہ گواہ نہیں بن سکتے تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہیں۔

پہلا جواب | لفظ شہید یہاں بمعنی گواہ نہیں بلکہ جیسا کہ پہلے جامع البیان اور ترجمہ موضح قرآن کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں شہید کے معنی بیان کرنے والے اور بتانے والے کے ہیں۔ اور سیاق و سباق کے اعتبار سے بھی یہی معنی موزوں ہیں کیوں کہ اسی آیت میں صحابہ کرام کے لئے بھی لفظ شہداء استعمال کیا گیا ہے اور یہ لفظ بعینہ وہی مفہوم ادا کر رہا ہے۔ جو سورہ آل عمران رکوع ۳ میں ایک پوری آیت میں بیان کیا گیا ہے یعنی كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔

دوسرا جواب اگر مان لیا جائے کہ اس آیت میں شہید بمعنی گواہ ہی ہے لیکن یہ دعویٰ غلط ہے کہ گواہ صرف وہی شخص بن سکتا ہے جو موقع پر موجود ہو اور واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھے کیونکہ فقہائے حنفیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ گواہی کے لئے واقعہ کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنا ضروری نہیں کیونکہ قرآن مجید میں وارد ہے۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ الآیۃ یہاں اس شخص کو شاہد (گواہ) فرمایا جس نے زلیخا کی دست اندازی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کیا تھا بلکہ محض علامات کی بنا پر گواہی دی تو معلوم ہوا کہ گواہی کے لیے مشاہدہ ضروری نہیں اسی طرح اگر ایک شخص موقعہ پر موجود نہ ہو۔ لیکن واقعہ کی خبر اس تک کسی ایسے معتبر اور قابلِ وثوق ذریعے سے پہنچ جائے جس سے اس کو واقعہ کی صداقت کا یقین ہو جائے تو اس کیلئے گواہی دینا جائز ہے۔ چنانچہ ہدایہ ج ۳ صفحہ ۱۵۷ پر ہے انما یجوز للشاهد ان یشهد بالاشتهار وذلك بالتواتر او اخبار من یثق به

تیسرا جواب شہید کے معنی یہاں نگہبان اور رقیب کے ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ خدا کا رسول تم پر (یعنی صحابہ کرام پر) نگہبان ہو تا کہ تم دین اسلام سے نہ ہٹنے پاؤ اور دین میں تحریف نہ ہونے پائے۔ اور تم ان لوگوں پر نگہبان ہو جو تم سے دین سیکھیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں دیکھوں گا۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ لائے جا رہے ہوں گے لیکن قبل اس کے کہ وہ مجھ تک حوض کوثر پر پہنچیں انہیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ تو میں کہوں گا کہ یہ تو میرے امتی ہیں۔ تو مجھے جواب ملے گا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے آپ کو معلوم نہیں تو:۔

فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم شهیدا ما میں اس کے جواب میں وہی کچھ کہوں گا جو اللہ کا نیک بندہ عیسیٰ علیہ السلام کہے گا۔ کہ جب تک میں ان میں موجود
دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم (صحیح بخاری ص۶۶۵) تھا ان پر نگران رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے خود بیان فرما دیا کہ جب تک میں ان میں موجود رہا ان کے حالات سے آگاہ رہا تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا گواہ ہونا صحابہ کے لیے ہے اور بعد والوں پر آپ گواہ نہیں ہیں اور نہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

چوتھا جواب یا گواہ سے مراد یہ ہے کہ جب قیامت کے دن آپ کی امت پہلی امتوں پر گواہی دے گی کہ ان کے پیغمبروں نے ان کو اللہ کے احکام پہنچائے ہیں اور آپ اپنی امت پر تبلیغ رسالت کی گواہی دیں گے۔ جیسا کہ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں۔ لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ لتكون هذه الامة شهداء على الناس ان الرسل قد بلغتهم ويكون الرسول على هذه الامة شهيدا ان قد بلغ ما ارسل به (ابن جریر صفحہ ج ۲) جیسا کہ حدیث میں ہے۔ یجاء بنوح علیه السلام یوم القیمة فیقال له هل بلغت فیقول بلغت یعنی نعم یا رب فیسئل امته هل بلغکم فیقولون ما جاءنا من نذیر فیقال من شهودك فیقول محمد وامته فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیجاء بکم فتشهدون (صحیح البخاری ص۶۴۵ ج ۲) یعنی قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام سے سوال ہوگا کیا تو نے میرے احکام اپنی امت تک پہنچائے تو وہ جواب دیں گے کہ اے میرے رب میں نے پہنچا دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی امت سے سوال فرمائے گا کیا اس نے تم کو میرے احکام پہنچائے تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ تو حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا۔ تیرے گواہ کون ہیں تو وہ جواب دیں گے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت میری گواہ ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا چنانچہ پھر تمہیں بلایا جائے گا اور تم گواہی دو گے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ قوم نوح امت محمدیہ پر اعتراض کرے گی کہ تم کس طرح گواہی دے سکتے ہو تم اس وقت موجود ہی نہیں تھے۔ تو امت محمدیہ جواب دے گی کہ ان اللہ تعالیٰ بعث الینا رسولا وانزل علیه الکتاب فکان فیما انزل الینا خبرکم یعنی اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا اور اس پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں تمہارا ذکر بھی فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی توحید اور اس کے احکام کما حقہ پہنچائے تھے۔

پانچواں جواب اگر بالفرض مان لیا جائے کہ تمام دلائل قطعیہ اور نصوص صریحہ کے خلاف یہاں لفظ شہید کے معنی حاضر و ناظر ہی کے ہیں اور اس سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو رہا ہے تو پھر صرف حضور علیہ السلام ہی کو نہیں بلکہ ساری امت محمدیہ کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا کیونکہ اسی آیت میں امت محمدیہ کے لیے بھی لفظ شہداء استعمال کیا گیا ہے جو شہید کی جمع ہے۔ بلکہ اس صورت میں تو امت کا رتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جائے گا کیونکہ آپ تو صرف اپنی امت کے گواہ ہیں اور یہ امت پہلی تمام امتوں پر گواہ ہے جیسا کہ لتکونوا شهداء علی الناس سے ظاہر ہے۔

چھٹا جواب اگر شہید کے وہی معنی تسلیم کر لیے جائیں جو مبتدعین کہتے ہیں تو اس آیت اور قرآن مجید کی دوسری آیتوں کے درمیان ایسا اختلاف اور تضاد رونما ہوگا جس کا اٹھانا ممکن نہیں ہوگا۔ مثلاً سورۂ بقرہ جس میں یہ آیت ہے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اس کے بعد تقریباً ۱۶، ۱۷ سورتیں اور نازل ہوئیں اور ان کے بعد سورۂ منافقون نازل ہوئی جس کا شانِ نزول صحیح روایتوں کے مطابق یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے موقع پاکر اپنے ساتھی منافقین سے کہا کہ اس پیغمبر اور اس کے ساتھیوں نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے۔ ان کی وجہ سے ہمیں بہت تکلیف ہے جب ہم مدینہ واپس پہنچیں گے تو (العیاذ باللہ) ان کمینوں کو شہر سے نکال دیں گے۔ عبداللہ کی یہ باتیں ایک کم سن صحابی حضرت زید بن ارقم نے سن لیں اور اپنے چچا سے کہہ دیں۔ انہوں نے سارا ماجرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا۔ تو آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلا کر پوچھا تو اس نے قسمیں کھا کر حضور علیہ السلام کو یہ باور کرا دیا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ چنانچہ آپ نے زید بن ارقم کو جھٹلا دیا اور عبداللہ بن ابی کو سچا مان لیا تو اس پر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس سے آپ پر حقیقتِ حال منکشف ہوئی۔

اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو یقیناً آپ کو عبداللہ بن ابی کی باتیں معلوم ہو جاتیں اور آپ زید بن ارقم کی تصدیق فرماتے اور عبداللہ کی قسموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کو جھٹلا دیتے۔ اس لئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید کے معنی یہاں حاضر و ناظر کے نہیں ہیں جیسا کہ فریق مخالف کا زعم ہے۔

ایک شبہ بعض مبتدعین یہاں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی ایک عبارت پیش کر کے اس سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے "یعنی وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دینِ من رسیدہ الخ (تفسیر عزیزی ص۶۳۶)" یعنی اور ہو رسولؐ تمہارا تم پر گواہ کیونکہ آپ نور نبوت سے اپنے ہر امتی کا رتبہ جانتے ہیں کہ وہ کس درجہ پر پہنچا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر امتی کے تفصیلی حالات سے آگاہ ہیں اور حاضر و ناظر ہیں۔

جواب یہ عبارت حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں ہے بلکہ مدرج ہے بعد میں کسی نے بڑھائی ہے کیونکہ اس کے بعد آگے چل کر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "شہادت درینجا یعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع ونگہبانی است تا از جادۂ حق بیرون نروند چنانچہ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔ ودر مقولہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کہ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (تفسیر عزیزی ص۶۲) یعنی اس آیت میں شہادت کے معنی گواہی کے نہیں بلکہ اطلاع اور نگہبانی کے ہیں تاکہ وہ راہ حق سے باہر نہ جاسکیں جیسا کہ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ میں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قول كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا میں شہید بمعنی گواہ نہیں بلکہ اس کے معنی نگران اور نگہبان کے ہیں یہ عبارت اس بات کا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ پہلی عبارت حضرت شاہ صاحب کی نہیں ہے کیونکہ دوسری عبارت میں انھوں نے لفظ شہید کا جو مفہوم بیان فرمایا ہے وہ پہلی عبارت کے بالکل منافی ہے۔

دوسرا جواب یہ دوسرا جواب ہے اور پہلے جواب کی تفصیل ہے یعنی تحویل قبلہ کا حکم ہم نے اس لیے دیا ہے "تاکہ کھرے کھوٹے اور مخلص ومنافق میں امتیاز ہو جائے۔ مکہ معظمہ میں تو آپ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے ہجرت کے بعد بیت المقدس قبلہ مقرر کیا گیا۔ اور پھر سولہ سترہ ماہ کے بعد دوبارہ کعبہ ہی کو قبلہ مقرر کیا گیا اس طرح نسخ قبلہ دو دفعہ واقع ہوئی ہے۔ یہاں جَعَلَ بمعنی صیّر ہے لہٰذا اس کے دو مفعول ہونے چاہئیں چنانچہ اس کا مفعول اوّل محذوف ہے یعنی الكعبة اور القبلة مفعول ثانی ہے۔ اور التی كنت علیها، الكعبة کی صفت ہے والمعنی وما جعلنا الكعبة التی كانت قبلة لك اوّلا ثم صرفت عنها الی بیت المقدس قبلتك الأن الا لِنَعْلَمَ (بحر ص۴۲۳ ج۱) — یعنی کعبہ کو جو پہلے آپ کا قبلہ تھا۔ اور جس کے بعد بیت المقدس کو آپ کا قبلہ بنایا گیا اب دوبارہ آپ کا قبلہ صرف اس لیے مقرر کیا گیا ہے "تاکہ فرمانبردار اور نافرمان میں امتیاز ہو جائے ۵ **عکہ** لِنَعْلَمَ استقبال کے لئے ہے لہٰذا اس سے شبہ پڑتا ہے۔ کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں تھا کہ کون مانے گا اور کون نہیں مانے گا۔ حالانکہ یہ چیز اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ازل سے ابد تک تمام کلیات وجزئیات کا علم رکھتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں علم سے مراد خارج میں تمیز اور اظہار ہے۔ اما یراد به التمییز فی الخارج (روح ص۶ ج۲) فوضع العلم موضع التمییز لان به یقع التمییز (مدارك ص۶۳ ج۱) یعنی ہم نے تحویل قبلہ اس لیے کی ہے "تاکہ ہمارے پیغمبر کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں امتیاز ہو جائے جو لوگ تحویل قبلہ کے حکم کو بخوشی مان لیں گے وہ فرمانبردار ہوں گے اور جو نہ مانیں گے بلکہ اس کی پھبتی اڑائیں گے وہ نافرمان ہوں گے۔ چنانچہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس موقع پر کئی مسلمان مرتد ہو گئے۔ مگر یہ وہی مسلمان تھے جو بظاہر مسلمان کہلاتے تھے لیکن حقیقت میں مسلمان نہیں تھے یعنی منافقین یہ لوگ پہلے تو پوشیدہ طور پر مخالفت کرتے تھے مگر تحویل قبلہ کے موقع پر علانیہ اس کا تمسخر اڑانا شروع کر دیا۔ تاکہ مخلص مسلمانوں کے دلوں میں بھی شبہات پیدا ہو جائیں تحویل قبلہ بھی مخلص ومنافق اور طیب وخبیث کے درمیان امتیاز کرنے کا ایک ذریعہ ہے وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ۔ ہدایت سے مراد ایمان ہے لے خلق الهدی الذی هو الایمان فی قلوبهم (قرطبی ص۱۵۸ ج۲) یعنی تحویل قبلہ ایک بھاری آزمائش تھی مگر جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان پیدا کر دیا تھا ان کے لئے اس کا مقابلہ کرنا آسان تھا۔ کیونکہ وہ نہ مصلحتوں کو دیکھتے ہیں نہ حکمتوں کو۔ ان کی زندگی کا ماحصل تو بس ایمان وتسلیم ہے جہاں حکم ہوا وہیں سر جھکا دیا **عکہ** ایمان سے مراد نماز ہے، جیسا کہ صحیح روایتوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ تحویل قبلہ کے بعد بعض مسلمانوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ جو مسلمان بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھتے ہوئے فوت ہو گئے ہیں ان کی نمازوں کا کیا ہوگا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز کو ضائع نہیں کرے گا۔ بیت المقدس کی طرف تمہاری پڑھی ہوئی نمازیں سب درست ہیں کیونکہ وہ بھی ہمارے حکم کے مطابق پڑھی گئی تھیں۔ اس طرح یہ سوال مقدر کا جواب ہے اور ممکن ہے ایمان اپنے ہی مفہوم یعنی تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان - پر باقی ہو۔ تو اس صورت میں اس آیت میں مسلمانوں کے اس شبہ کا ازالہ ہوگا۔ کہ جب اصل قبلہ کعبہ تھا تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنے اور اسے اپنا قبلہ سمجھنے سے ہمارے ایمان میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوا اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۵ - اللہ تعالیٰ ایسا شفیق ومہربان ہے کہ اس کے تمام احکام شفقت ورحمت پر مبنی ہیں چنانچہ تحویل قبلہ کا حکم بھی اسی قبیل سے ہے۔ اور وہ کسی کا اخلاص وایمان کے ساتھ کیا ہوا عمل کبھی ضائع نہیں کرتا **عکہ** آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ کعبہ کو آپ کا قبلہ بنا دیا جائے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ نیز اہل عرب کے لیے اس میں زیادہ کشش تھی۔ اور انھیں اسلام سے قریب لانے کا ایک عمدہ ذریعہ تھا۔ اہل کتاب میں سے جنھوں نے ایمان لانا تھا وہ لا چکے تھے اور جو باقی تھے ان کے ایمان سے آپ مایوس تھے جیسا کہ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ الأیة اور وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى الأیة سے واضح ہے اور آپ کو یہ توقع بھی تھی کہ تحویل قبلہ ہو جائے گی۔ کیوں کہ اب دین کی امامت وسیادت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔ اس لیے اب ضروری تھا کہ قبلہ وہی مقرر ہو۔ جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا تھا اس لئے آپ وحی کی آمد کی توقع پر بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم آپ کی بے چینی اور انتظار کو دیکھ رہے ہیں مگر بعض حکمتوں کے تحت اب تک آپ کو تحویل قبلہ کا حکم نہیں دیا۔ آیت کا مذکورہ بالا مطلب اس روایت کی بنا پر ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وحی کی آمد کے منتظر رہتے تھے اور بوجہ اشتیاق بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے لیکن حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ لفظ تقلب باب تفعل سے ہے جس کا خاصہ تکلف ہے صراح میں ہے تقلب الشیء ظهرا لبطن كالحیة تتقلب فی الرمضاء یعنی سخت گرمی میں سانپ کے تکلیف کے ساتھ چلنے پر تقلب کا لفظ بولتے ہیں۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دیکھ رہے ہیں تکلیف اور ناگواری کے ساتھ آپ کے بار بار آسمان کی طرف دیکھنے کو کہ کہیں تحویل قبلہ کا حکم نہ آجائے کیونکہ آپ کی خواہش یہ تھی۔ ابھی تحویل قبلہ نہ ہو اور بیت المقدس ہی قبلہ رہے تاکہ اس معاملہ میں یہودیوں سے موافقت رہے۔ اور شاید وہ اسی وجہ سے ایمان قبول کرلیں آیت کا یہ مفہوم حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے یہ مفہوم چونکہ لغت اور عرف کے بھی مطابق ہے اور اس سے اسلام کے کسی منصوص اور قطعی حکم کی مخالفت بھی نہیں ہوتی اس لئے آیت کی یہ تفسیر وتاویل، تفسیر بالرائے کے دائرہ میں داخل نہیں بلکہ یہ اس تاویل کے زمرہ میں داخل ہے جس کی شرعاً اجازت ہے جیسا کہ علماء تفسیر نے لکھا ہے التاویل صرف الأیة الی معنی موافق لما قبلها وبعدها تحتمله الأیة غیر مخالف للكتاب والسنة من طریق الاستنباط (الاتقان فی علوم القرآن ص۲۳ وتفسیر خازن ص۳ ج۱) یعنی تاویل یہ ہے کہ آیت کو ایک ایسے معنی پر محمول کیا جائے جو سیاق وسباق کے مطابق ہو اور آیت میں (لغتًہ وعرفًا) اس کی گنجائش بھی ہو اور وہ کتاب وسنت سے مستنبط احکام کے خلاف بھی نہ ہو۔ اور پھر اس تفسیر کی تائید میں دو قرینے بھی موجود ہیں۔ پہلا قرینہ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر زجر فرمایا کہ یہ لوگ اس قدر حاسد اور ضدی ہیں کہ کبھی آپ کا اتباع نہیں کریں گے اس لئے آپ ایسے لوگوں کا اس قدر کیوں خیال فرماتے ہیں دوسرا قرینہ وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ۔ یہ بھی اس پر شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود کو دین کی طرف مائل کرنے اور ان کے قلوب کی تالیف کے لئے ان سے کسی قدر ظاہری

موافقت (مثلاً اتحاد قبلہ) قائم رکھنے کے متمنی تھے لیکن اللہ تعالے نے آپ کو اس سے روک دیا۔ باقی رہی وہ روایت جس کی بنا پر پہلا مطلب بیان کیا گیا ہے تو اس کے بارے میں گذارش ہے کہ اکثر حدیثیں روایۃ بالمعنی کے طریق پر روایت کی گئی ہیں بحقیقت تمام محدثین کے نزدیک تسلیم شدہ ہے۔ اور زیر بحث روایت بھی اسی طریق پر نقل کی گئی ہے۔ اور اکثر ایسا ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶ میں ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتے تطلع الشمس من مغربھا فاذا طلعت وراٰھا الناس اٰمنوا اجمعون وذلک حین لاینفع نفسًا ایمانھا ثم قرأ الاٰیۃ۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہیں ہوگا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی اور جب لوگ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کا ایمان ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا الخ

اس حدیث میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ جب قیامت کی ایسی نشانیاں ظاہر ہوجائیں گی جنہیں دیکھ کر لوگ ایمان لانے پر مجبور اور مضطر ہوجائیں گے اس وقت کا ایمان لانا مفید نہیں ہوگا۔ اس پر بطور استشہاد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اس سے آپ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے لیکن بعض راویوں نے اس حدیث سے اپنے فہم کے مطابق یہی سمجھا اور روایت بالمعنی کے ذریعہ بیان کردیا کہ بعض آیات ربک سے طلوع شمس از جانب مغرب مراد ہے۔ حالانکہ یہ تعبیر حضور علیہ السلام کے منشا کے خلاف ہے اسی طرح حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بے سینگ کے جانور کو سینگ والے جانور سے بدلا دلایا جائے گا۔ اس کو بعض لوگوں نے حقیقت پر محمول کرلیا حالانکہ علماء اور ذی القرن کمزور اور طاقتور سے کنایہ ہے کیونکہ جانوروں کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ بس ان کا حشر ان کی موت ہی کا نام ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضہ سے منقول ہے :-

حشر کل شیئ الموت سوی الجن والانس (جامع البیان [illegible])

یعنی ہر چیز کا حشر او ر انجام موت ہے سوا جنوں اور انسانوں کے کیونکہ ان کو موت کے بعد جزا سزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اسی طرح زیر تفسیر آیت کے سلسلہ میں پیش آیا۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا یہاں اللہ تعالے نے آپ سے وعدہ فرما کر آپ کو مطمئن کردیا کہ آپ کو ایسے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا جائیگا جسے آپ پسند کریں گے۔ اور دوسرے مفہوم کی بنا پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس قبلہ کو آپ پسند کرتے ہیں، ہم ادھر ہی منہ کرنے کی اجازت دے دیں گے۔ اور حضرت شیخ کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کو ایسے قبلہ کیطرف منہ کرنے کا حکم دیا جائے گا جسے آپ پسند کریں گے ۲۷۸ یہ پہلے وعدہ کا ایفا اور تحویل قبلہ کا حکم ہے۔ شطر کے معنی طرف اور جانب کے ہیں۔ المسجد الحرام کے معنی عزت وحرمت والی مسجد کے ہیں کیونکہ اس مسجد میں اور اس کی حدود میں جنگ وجدال اور شکار وغیرہ جائز نہیں اور وجہ سے مراد سارا بدن ہے المراد من الوجہ ھھنا جملۃ بدن الانسان (کبیر ص [illegible] ج ۲) مفسرین نے لکھا ہے کہ قبلہ تو خانہ کعبہ ہے مگر آیت میں مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مسجد حرام سے دور دوسرے علاقوں میں رہتے ہیں ان کے لئے مسجد حرام کی سمت کی طرف منہ کرلینا کافی ہے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا واجب نہیں وذکر المسجد الحرام دون الکعبۃ دلیل علی ان الواجب مراعاۃ الجھۃ دون العین (مدارک ص [illegible] ج ۱) البتہ جو لوگ خانہ کعبہ کے پاس موجود ہوں ان کے لئے عین کعبہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ پہلے حضور علیہ السلام کو خطاب فرمایا اس سے حضور علیہ السلام کی یا مکہ کی خصوصیت مفہوم ہوسکتی تھی کیونکہ یہ آیتیں مدنی ہیں۔ اب اس آیت میں صراحت کے ساتھ اس حکم کو تمام افراد کے لئے اور تمام جگہوں کے لئے عام کردیا ہے یعنی تم جہاں کہیں ہو نماز میں مسجد حرام

مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

تم ہوا کرو پھیرو منہ اسی کی طرف اور جن کو

اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ

ملی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے انکے رب کی طرف سے [illegible]

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ (۱۴۴) وَلَئِنْ اَتَيْتَ

اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں ف اور اگر تو لائے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ

اہل کتاب کے پاس ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو ف۲۸۰

وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ

اور نہ تو مانے ان کا قبلہ اور نہ ان میں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ

بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ

اور اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا

مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۴۵) اَلَّذِيْنَ

تو بے شک تو بھی ہوا بے انصافوں میں ف۲۸۱ جن کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ

ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اسکو۔ جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو ف۲۸۲ اور

اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۱۴۶)

بیشک ایک فرقہ ان میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر ف۲۸۳

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (۱۴۷) ع وَلِكُلٍّ

حق وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والا اور ہر کسی کے واسطے

وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا

ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ وہ منہ کرتا ہے اس طرف ف۲۸۴ سو تم سبقت کرو نیکیوں میں جہاں کہیں تم ہوگے

کی سمت منہ کرلیا کرو۔ **۲۷۹** یہ تحویلِ قبلہ کی دوسری اجمالی دلیل ہے۔ الذین اوتوا الکتٰب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور انّہٗ کی ضمیر تحویلِ قبلہ کی طرف راجع ہے یعنی امر القبلۃ وتحویلہ الی الکعبۃ (خازن ومعالم ص۱۱۱ ج ۱) وَاِنَّہُ لَلْحَقُّ میں خبر کی تعریف نے حصر کے معنی پیدا کر دیئے ہیں یعنی اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ قبلہ کے بارے میں یہی حکم حق ہے کہ حضور علیہ السلام کا قبلہ خانہ کعبہ ہو کیونکہ ان کو تورات و انجیل کے ذریعے معلوم تھا کہ آخری پیغمبر دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھے گا اور آخر میں اس کا قبلہ وہی ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ جو کچھ یہ سب لوگ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں جن لوگوں نے تحویلِ قبلہ کے معاملہ میں تسلیم و انقیاد سے کام لیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بھی جانتا ہے اور جنہوں نے ان کا استہزا کیا ہے وہ ان کے اعمال سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اس لئے وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ الضمیر علی القراءتین لجمیع النّاس فیکون وعدا و وعیدا للفریقین من المومنین والکافرین (روح ص۱۰ ج ۲)

۲۸۰ یہاں بھی اہل کتاب کی ضد و عناد کا بیان ہے یعنی اس کے باوجود کہ یہ لوگ تحویلِ قبلہ کے حق ہونے کو جانتے ہیں مگر ضد و عناد اور حسد کی وجہ سے اپنا قبلہ چھوڑ کر آپ کا اتباع نہیں کریں گے۔ اگرچہ آپ تحویلِ قبلہ کی حقیقت کے تمام دلائل ان کے سامنے پیش کردیں۔ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَھُمْ۔ اہل کتاب حضور علیہ السلام کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے تھے کہ اے محمد پھر سے بیت المقدس کو اپنا قبلہ مان لے تو ہم تجھے نبی مان لیں گے اور تیرا اتباع کریں گے (روح ص۱۲ ج ۲) تو اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی اس آرزو کو ختم کردیا کہ یہ امر محال ہے کہ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قبلہ کو دوبارہ قبول کرلے اس لئے انہیں اس قسم کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیئے وَمَا بَعْضُھُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَۃَ بَعْضٍ یعنی اہل کتاب کی ضد و عناد اور بغض و حسد کا معاملہ کوئی آپ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں یہ لوگ تو آپس میں بھی ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور ان میں آپس میں بھی بغض و حسد کی آگ شعلہ زن ہے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ آپس میں بھی ایک دوسرے کا قبلہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہود، نصاریٰ کے دین اور قبلہ کو غلط سمجھتے ہیں اور نصاریٰ یہود کے دین اور قبلہ کو۔ یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس اور عیسائیوں کا قبلہ مشرق کی سمت تھی۔ فالیھود تستقبل بیت المقدس والنصاریٰ مطلع الشمس (مدارک ص۶۴ ج ۱) **۲۸۱** آیت میں خطاب آنحضرت ؐ سے ہے۔ آپ کی خواہش تھی کہ قبلہ کے معاملہ میں فی الحال یہود سے موافقت رہے اس سے شاید ان کے دل دینِ اسلام کی طرف مائل ہوجائیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر فرمایا۔ اگر بفرضِ محال آپ ان کی خواہشات کا اتباع کرنے لگے تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل کتاب کی اہواء باطلہ کی طرف رجحان ایک امر محال ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اہلِ باطل کی پیروی کی قباحت اور شناعت کو مؤکد کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر اگر بفرضِ محال آپ بھی جاننے پہچاننے کے باوجود ان کی خواہشات نفس کا اتباع کریں گے تو آپ کا شمار بھی اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں میں ہوگا۔ خواہشاتِ نفس سے مراد اہل باطل کا دین ہے کیونکہ وہ ان کی نفسانی خواہشات اور خود ساختہ آرزوؤں ہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو اور خصوصاً ان علماء کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو رواداری کے جنون میں مشرکین اور اہل باطل کے بعض مشرکانہ اور جاہلانہ عقائد و اعمال کی تحسین کر بیٹھتے ہیں۔ یا کم از کم مداہنت سے کام لیتے ہوئے خاموش ہوجاتے ہیں۔

۲۸۲ الذین سے اہل کتاب کے اہل علم لوگ مراد ہیں۔ وان کان عامًّا بحسب اللفظ لکنہ مختص بالعلماء منھم (کبیر ص۳۲ ج ۲) یعرفونہ کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جن کا ذکر بطور خطاب پہلی آیت میں موجود ہے یعنی علماءِ اہل کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تورات و انجیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف اس وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں کہ علماء اہلِ کتاب کو پورا پورا یقین ہے کہ یہ اوصاف صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی منطبق ہوتے ہیں اور وہی ان کا مصداق ہیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یَعْرِفُوْنَہٗ کی ضمیر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بنانا اگرچہ فی نفسہٖ صحیح ہے لیکن سیاق و سباق کے مناسب نہیں لہٰذا یعرفونہ کی ضمیر امرِ قبلہ کی طرف راجع ہے۔ القول الثانی الضمیر فی قولہ یعرفونہ راجع الی امر القبلۃ (کبیر ص۳۳ ج ۲) تو مطلب یہ ہوگا کہ تحویل قبلہ کے حق ہونے کو اہل کتاب اسی طرح یقینی طور پر جانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بچوں کو جانتے ہیں۔ **۲۸۳** مگر اس کے باوجود ان کی ایک جماعت حق کو چھپاتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے بیان شدہ اوصاف یا تحویلِ قبلہ کے معاملہ پر پردہ ڈالتی ہے۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان میں سے ایمان نہیں لائے تھے۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ ۔۔۔ الحق میں الف لام عہد کے لئے ہے یعنی جس حق کو وہ چھپا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس سے حضور علیہ السلام کی صفت و نعت علیہ السلام یا تحویلِ قبلہ کا معاملہ۔ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ۔ یعنی اہل کتاب کے جان بوجھ کر حق کو چھپانے کی وجہ سے حق کی حقانیت میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور ان کے کتمان کے باوجود حق پھر بھی حق ہی ہے اور اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ **۲۸۴** کُلٍّ کی تنوین عوض کے لئے ہے۔ ای لکل قوم اور وجھۃ کے معنی قبلۃ کے ہیں (مدارک ص۶۵ ج ۱) مطلب یہ ہے کہ ہر قوم کا ایک علیحدہ قبلہ ہے اور ہر مذہب و ملت کے متبعین اپنے اپنے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ خطاب مسلمانوں سے ہے یعنی ہر قوم اپنے اپنے قبلہ کا اتباع کرتی ہے تم اللہ کے حکم کے مطابق نیکی کے کاموں میں سب پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو اور جس طرف اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اسی طرف منہ کرو۔ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا۔ یہ تخویف اخروی ہے تم سب مسلمان اور تمہارے دشمن جہاں کہیں بھی ہونگے وہ تمہیں قیامت کے دن ایک جگہ جمع کردیگا اور تمہارے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرے گا۔ لہٰذا فضول جھگڑوں اور بحثوں کو چھوڑو اور خدا کی عبادت کرو اور اس کے احکام کا اتباع کرو جو اصل نیکی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ مارنا اور پھر منتشر اجزاء کو جمع کرکے ان میں دوبارہ جان ڈالنا بھی اس کی قدرت کے تحت داخل ہے۔ **۲۸۵** تحویلِ قبلہ سے متعلق پہلا حکم بھی اگرچہ عام تھا لیکن یہاں اس بات کی صراحت فرما دی کہ یہاں حکم قیامِ مدینہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام احوال سفر و حضر کو شامل ہے۔ وَاِنَّہٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ اور یہ استقبالِ کعبہ کا حکم اللہ کی طرف سے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ استقبال ھذہ القبلۃ ھو الحق ای الثابت الذی لا یعرض لہ نسخٌ ولا تبدیل (بحر ص۴۳۹ ج ۱) ای الثابت الموافق للحکمۃ (روح ص۱۶ ج ۲) وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ تمہارے تمام اعمال اس کی نگاہ میں ہیں اور وہ تمہارے نیک و بد اعمال کے مطابق تمہیں جزا دے گا۔ **۲۸۶** آگے چونکہ تحویلِ قبلہ کی چوتھی دلیل کا بیان تھا جو دوسری اجمالی دلیل کی تفصیل ہے اس لئے تحویلِ قبلہ کے حکم کا یہاں پھر اعادہ فرمایا تاکہ دلیل بلا فصل حکم سے متعلق ہوسکے لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃٌ۔ یہ تحویلِ قبلہ کی دوسری تفصیلی علت ہے۔ الناس سے مراد تمام مخالفین ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب، تورات اور انجیل میں یہ مذکور تھا کہ آخری نبی کا قبلہ کعبہ ہوگا تو اگر تحویلِ قبلہ کا حکم نہ دیا جاتا تو اہلِ کتاب کا اعتراض باقی رہتا کہ ہماری کتابوں میں اس کا قبلہ کعبہ لکھا ہوا ہے مگر یہ بیت المقدس کی طرف منہ کرتا ہے۔ لہٰذا یہ نبی موعود نہیں۔ المنعوت فی التوراۃ قبلتہ الکعبۃ لا الصخرۃ وھذا النبی یصلی الی الصخرۃ فلا یکون النبی الموعود (روح ص۱۷ ج ۲) مشرکین کا یہ اعتراض تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ وہ ملت ابراہیمی پر ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی مخالفت کرتا ہے لہٰذا وہ ملت ابراہیمی پر بھی نہیں۔ اب تحویلِ قبلہ سے مشرکین کا یہ اعتراض بھی رفع ہوگیا۔ وتندفع احتجاج المشرکین بانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یدعی ملۃ ابراھیم ویخالف قبلتہ (روح ص۱۷ ج ۲) یعنی ہم نے تحویلِ قبلہ کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ مخالفین کو ان معقول اعتراضات کا موقع بھی نہ مل سکے **۲۸۷** یہ الناس سے استثناء ہے۔ اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا سے مراد معاندین اور ضدی لوگ ہیں۔ الا المعاندین منھم (مدارک ص۶۵ ج ۱) یعنی تمام مخالفین میں سے جو لوگ ضدی نہیں ہیں تحویلِ قبلہ کے بعد ان کے پاس تو کوئی معقول اعتراض باقی نہیں رہے گا۔ البتہ جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے مخالفت کر رہے ہیں وہ تو تحویلِ قبلہ کے بعد بھی حجت بازی سے باز نہیں آئیں گے۔ چنانچہ یہودی یہ کہیں گے محض اپنے آبائی شہر کی محبت اور آبائی دین کی طرف رغبت کی وجہ سے اس پیغمبر نے کعبہ کو قبلہ بنایا ہے۔ مشرکین معاندین کہیں گے کہ اب اسے سمجھ آئی ہے اس نے اپنے باپ دادا کا قبلہ مان لیا ہے، اور عنقریب ہی اپنے دین کو چھوڑ چھاڑ ہمارے دین میں واپس آنا چاہتا ہے وغیر ذالک فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِیْ لہٰذا تم ان کی مخالفت سے مت ڈرو اور تحویلِ قبلہ کے بارے میں ان کے اعتراضات کی پرواہ مت کرو اور میرے عذاب سے ڈرو اور میرے احکام کی تعمیل کرو فلا تخافوا مطاعنھم فی قبلتکم فانھم لا یضرونکم (مدارک ص۶۵ ج ۱) وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ اس کا عطف لِئَلَّا یَکُوْنَ پر ہے۔ اتمامِ نعمت سے یہاں مراد تعیین قبلہ ہے و اتمام النعمۃ

يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (۱۴۸)
کر لائے گا تم کو اللہ اکٹھا بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ف
وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
اور جس جگہ سے تو نکلے سو منہ کر اپنا مسجد
الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
حرام کی طرف ف۲۸۵ اور بیشک یہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۴۹) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
تمہارے کاموں سے ف اور جہاں سے تو نکلے منہ کر اپنا
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا
مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو منہ کرو
وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ
اسی کی طرف ف۲۸۶ تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم سے
حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۙ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
جھگڑے کا موقع مگر جو ان میں بے انصاف ہیں ف۲۸۷ سو ان سے (یعنی انکے
وَاخْشَوْنِيْ ۙ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ
اعتراضوں سے) مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس واسطے کہ کامل کروں تم پر فضل اپنا اور تاکہ تم پاؤ
تَهْتَدُوْنَ (۱۵۰) ۛ كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ
راہ سیدھی ف جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا
يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ
پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری اور پاک کرتا ہے تم کو اور سکھاتا ہے تم کو کتاب
وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۱۵۱) ؕ
اور اس کے اسرار اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے

الهداية الى القبلة. (قرطبی ص۱۶۸ ج۲) تحویل قبلہ اس لئے کی ہے کہ تم پر دنیوی اور روحانی نعمتوں کا اتمام کروں۔ دنیا میں اس طرح کہ کعبہ کو تمہارا مرکز اور قبلہ بنا دینے کی وجہ سے تمہیں وہ شرف اور برتری حاصل ہوگی جو اور کسی کو حاصل نہیں۔ ما حصل للعرب من الشرف بتحويل القبلة الى الكعبة (بحر ص۴۴۳ ج۱) کعبہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات وتجلیات کا مرکز ہے اس لئے نماز جیسی عبادت کے لئے جو مومنین کے لئے معراج کا درجہ رکھتی ہے۔ خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کرنا سب سے بڑی اخروی اور روحانی نعمت ہے وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ تاکہ تمہیں ملت ابراہیمی کی سیدھی راہ مل جائے۔ كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ اس کی تفسیر رکوع ۱۵ میں گذر چکی ہے۔ کاف تشبیہ کے لئے ہے اور ما مصدریہ ہے۔ یعنی جس طرح ہم نے ان خوبیوں والا پیغمبر تم میں بھیج کر تم پر بہت بڑا انعام واحسان کیا۔ اسی طرح تعیین قبلہ سے ہم نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ اور وہ پیغمبر تمہیں وہ باتیں بتاتا ہے جن کو نہ تم جانتے ہو اور نہ وحی کے بغیر ان کو معلوم کر سکتے ہو۔ مما لا طريق الى معرفته سوى الوحى (روح ص۱۹ ج۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفتیں یا پانچ حیثیتیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) آپ کتاب اللہ کی آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں (۲) آپ لوگوں کو کتاب اللہ کے الفاظ کی کیفیت ادا، اس کے مطالب ومعانی اور اسرار ورموز سکھاتے ہیں۔ (۳) اپنی سنت اور اسوۂ حسنہ کے ذریعے کتاب اللہ کے احکام کی صحیح تعبیر وتصویر اور ان کا عملی نمونہ بتاتے ہیں (۴) ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ لوگوں کی روحانی تربیت کر کے ان کے عقائد، اعمال اور اخلاق کا تزکیہ بھی فرماتے ہیں (۵) تمام امور دین جن کا لوگوں کو علم نہ ہو، اور نہ ہی وہ کسی ذریعہ سے ان کا علم حاصل کر سکیں۔ خدا کا پیغمبر ایسے تمام امور میں اللہ کی طرف سے ان کی راہنمائی کرتا ہے اور اس آیت میں یہ تمام افعال رَسُوْلًا سے حال ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام صفات وحیثیات سے اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو متصف کر کے بھیجا ہے۔ یہ نہیں کہ لوگوں نے اور سوسائٹی کے افراد نے یہ ڈیوٹیاں آپ کے ذمہ لگا دی تھیں جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی خدا کی طرف سے ڈیوٹی صرف یہ تھی کہ آپ آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں اور بس۔ باقی کام آپ نے اپنے طور پر کئے۔ یا لوگوں کی درخواست پر آپ ایسا کرتے تھے مگر قرآن مجید کی یہ آیت اس خیال کی تردید کرتی ہے اور واضح طور پر اعلان کرتی ہے کہ یہ تمام ذمہ داریاں خدا کی طرف سے آپ کے سپرد تھیں لہٰذا آپ کے ہر قول وفعل اور آپ کی ہر سنت پر عمل واجب ہے بشرطیکہ وہ صحت کے ساتھ ہم تک پہنچ جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کی سنت اور آپ کے اسوہ کے بغیر قرآن کا سمجھنا ناممکن ہے۔ فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ لہٰذا تم میرے انعامات کے شکریہ کے طور پر ہر وقت مجھے یاد رکھو۔ میرے احکام مانو۔ صرف میری ہی عبادت کرو اور صرف مجھے ہی پکارو تو میں بھی تمہیں اجر وثواب اور مزید انعام واکرام سے نوازوں گا وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔ توحید کی پابندی اور احکام کی تعمیل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو۔ کفر وشرک اور طغیان وعصیان سے میری نعمتوں کی ناقدری نہ کرو۔ امام ابن جریر رح فرماتے ہیں۔ واشكروا لى ايها المؤمنون فيما انعمت عليكم من الاسلام والهداية للدين الذى شرعته لانبيائى واصفيائى (ابن جرير ص۲۲ ج۲) یعنی اے ایمان والو میری اس نعمت کا شکر ادا کرو کہ میں نے تم کو اسلام اور دین توحید کی توفیق دی ہے جسے میں نے اپنے تمام انبیاء اور برگزیدہ بندوں کے لئے مقرر کیا تھا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ مسلمانوں کو آئے دن دشمنان اسلام کی طرف سے مصائب وتکالیف کا سامنا تو ہوتا ہی

موضح قرآن ف۱ یعنی یہ ضد کرنی کہ ہمارا قبلہ بہتر یا تمہارا، عبث ہے۔ بہتری اس کو جو نیکیوں میں زیادہ۔ ہر امت کو ایک ایک قبلے کا حکم ہوا تھا۔ آخر سب کو ایک جگہ جمع ہونا ہے۔ ف۲ مسجد الحرام کہتے ہیں مکے کی مسجد کو۔ حرم کے معنی جس جگہ بند رہنا چاہئے اس مکان میں کئی باتیں منع ہیں۔ آدمی کو مارنا اور جانور کو ستانا اور درخت اور گھاس اکھاڑنا اور پڑا مال اٹھانا۔

فتح الرحمٰن ف۱ در تورات مذکور است کہ امتی از بنی اسماعیل پیدا خواہد شد کہ تعظیم کعبہ کنند پس توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکعبہ حجت باہرہ است بر صدق نبوت آنحضرت نزدیک احبار یہود واگرچہ سفہائے یہود طعن کنند کہ قبلۂ انبیاء را گذاشت ۱۲

۱؎ میں زیادہ لفظ کے ساتھ بطور تاکید تحویل قبلہ کا اعادہ کیا گیا ہے۔ ۱۲

۲؎ دوبارہ اعادہ کیا گیا ہے تو تحویل کی علت بیان کرنے کے لئے ۱۲ ۳؎ اگرچہ آپ مدینہ منورہ میں ہوں گے ساتھ جواب شبہ دوسری تفصیلی علت کے ساتھ ۱۲

رہتا تھا۔ اب تحویلِ قبلہ کی وجہ سے معاندین کو ایذا رسانی کا ایک اور بہانہ ہاتھ آگیا۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ وہ ہر قسم کی مشکلات اور مصائب میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھیں اسی کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے رکھیں اور اسی کے آگے جھکیں۔ صبر و صلوٰۃ کی پابندی ان میں ایسا استقلال اور سکون پیدا کرے گی کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز اور ہر خطرہ سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ صبر کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ خصوصی مدد فرماتا ہے۔ یہ اس خصوصی نصرت و یاری ہی کے آثار تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کئی معرکوں میں قلتِ عدد اور بے سروسامانی کے باوجود فتحیاب ہوئے۔

(بقیہ ص۷۱) وَ الصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (نساء ع۹) جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو ایسے اشخاص بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔ قال الجمهور من المفسرين انه اراد صراط النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وانتزعوا ذلك من قوله تعالىٰ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الخ (قرطبی ص۱۴۹ ج۱)

ایک شبہ اگر الصراط المستقیم سے مندرجہ بالا چار گروہوں کی راہ مراد ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں ان چاروں جماعتوں کے درجات حاصل کرنے کی درخواست کی گئی ہے اور اس میں النبیین کا درجہ بھی شامل ہے تو اس کے حاصل کرنے کی درخواست بھی اس میں شامل ہوگی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اب بھی درجہ نبوت حاصل کرنے کا امکان موجود ہے۔

جواب اول تو یہی غلط ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم میں ان چاروں جماعتوں کے درجات حاصل کرنے کی درخواست کی گئی ہے بلکہ اس میں تو صرف ان جماعتوں کی راہ پر چلنے کی اور قائم رکھنے کی درخواست ہے نیز درخواست اور دعاء ہمیشہ ایسی چیز کے حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے جس کا حصول کسب اور محنت سے ممکن ہو اور جس فضل و کمال کا حصول کسب اور محنت سے ناممکن ہو، اس کے لئے درخواست کرنا بالکل بے معنی اور عبث ہے۔ اس لئے اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ اھدنا الصراط المستقیم میں ان چاروں جماعتوں کے درجات حاصل کرنے کی درخواست کی گئی ہے تو درجہ نبوت چونکہ کسب و ریاضت سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ نبوت ایک محض وہبی چیز ہے اور اس کے بارے میں قانونِ خداوندی یہ ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام ع۱۵) لہٰذا درخواست کا تعلق نبوت سے نہیں بلکہ درخواست صرف صدیقین، شہداء اور صالحین کے کمالات کے لئے ہے۔

ئلہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ یہ اَلَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے بدل ہے یا اس کی صفت ہے اور ولا الضالین ـــــ غیر المغضوب علیہم پر معطوف ہے۔ اور لا تاکید نفی کے لئے ہے جو لفظ غیر سے مفہوم ہے۔ بدل من الذين انعمت عليهم او صفة له ۔ ولا مزيدة لتاكيد ما فى غير من معنى النفى (مظہری ج۱ ص۱۰) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ مغضوب علیہم سے یہود اور ضالین سے نصاریٰ مراد ہیں، اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے (ابن جریر ص۶۱ ج۱ ص۶۲ ص۶۳) غضب کے معنی شدید غصے کے ہیں اور یہ ایک نفسانی کیفیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات میں غضب کے معنی ارادہ عقوبت اور قصدِ سزا کے ہیں۔ ومعنى الغضب فى صفة الله تعالىٰ ارادته العقوبة فهو صفة ذات وارادة الله تعالىٰ من صفات ذاته (قرطبی ص۱۵۰ ج۱) اور ضلال کے معنی سیدھی راہ سے بھٹک جانا اور راہِ ہدایت سے علیحدہ ہو کر چلنا۔ الضلال فى الدين الذهاب عن الحق (روح ص۹۶ ج۱)

ان آیتوں کا حاصل یہ ہے اے اللہ ہم کو ان لوگوں کی راہ پر قائم رکھ جن پر تو نے انعام فرمایا اور جن پر نہ تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔ جن لوگوں پر تیرا غضب ہوا مثلاً یہود اور جو لوگ راہِ حق سے گمراہ ہوئے مثلاً نصاریٰ ان کی راہ سے ہم کو بچا۔ مغضوب علیہم کی تفسیر یہود سے اور ضالین کی نصاریٰ سے بطور تمثیل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ مغضوب علیہم صرف یہود ہی ہیں اور ضالین سے صرف نصاریٰ ہی ہیں اس لئے یہود و نصاریٰ کے علاوہ مشرکین اور منافقین بھی ان دونوں لفظوں میں داخل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت چونکہ یہود و نصاریٰ مذہب اور خانقاہیت کے اجارہ دار تھے اور ساتھ ہی راہِ حق سے گمراہ اور بھٹکے ہوئے تھے اور خداوند تعالیٰ کے قہر و غضب کے مستحق تھے اس لئے المغضوب علیہم اور الضالین کی تفسیر ان دونوں گروہوں سے کی گئی۔

ہدایت کی طرح گمراہی کے بھی چار درجے ہیں (۱) ریب وشک۔ یہ درجہ گمراہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ پہلے آدمی کے دل میں توحید اور دینِ حق کے بارے میں شبہات و شکوک پیدا ہوتے ہیں جو اسے صراطِ مستقیم اور راہِ ہدایت سے بھٹکاتے ہیں۔ (۲) ضلالت (گمراہی) توحید اور دینِ حق سے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ نہ کیا جائے اور وہ کسی کے دل میں جاگزیں ہو جائیں تو آدمی ضلالت اور گمراہی میں جا گرتا ہے اور راہِ حق کو چھوڑ کر باطل کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ (۳) جدال۔ ضلالت کے بعد جدال کا درجہ ہے گمراہی کے بعد گمراہ شخص اپنے باطل نظریات اور غلط عقائد کو حق اور صحیح ثابت کرنے کے لئے اہلِ حق سے جھگڑا اور مجادلہ و منازعہ کرتا ہے اور ضد و عناد سے ہر حق بات کو رد کر دیتا ہے۔ (۴) مہرِ جباریت یا طبع علی القلب یا ختم علی القلب۔ گمراہی کے بعد جب آدمی حق کے مقابلہ میں جھگڑا اور جدال شروع کرتا ہے اور تمام عقلی اور نقلی دلائل سے حق کے واضح اور ثابت ہو جانے پر بھی حق کو نہیں مانتا اور اپنی ضد اور عناد پر ڈٹا رہتا ہے تو اب اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے یعنی اس کے دل میں جو کفر و نفاق اور شرک ہے وہ دل سے باہر نہیں نکل سکتا اور جو چیز اس کے دل سے باہر ہے یعنی ایمان و یقین اور توحید و اخلاص وہ اس کے دل میں داخل نہیں ہو سکتی۔ جب آدمی گمراہی کے اس درجہ میں پہنچ جاتا ہے تو اس کا راہِ راست پر آنا ناممکن ہو جاتا ہے، اس درجہ میں اس سے ہدایت کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کو مہرِ جباریت سے تعبیر فرماتے تھے۔ قرآن میں یہ چاروں درجے کہیں جدا جدا اور کہیں دو دو یا اس سے زیادہ یکجا مذکور ہیں۔ سورہ مومن ع۴ میں دو آیتوں کے اندر چاروں درجے ایک ساتھ مذکور ہیں۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۝ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ اور یقیناً اس سے قبل یوسف علیہ السلام، تمہارے پاس دلائل (توحید و نبوت) لے کر آچکے ہیں سو تم ان امور میں برابر شک میں رہے جو تمہارے پاس لائے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم کہنے لگے کہ بس اللہ اب ان کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں اور توحید میں شک کرنے والوں کو گمراہ کر دیتا ہے جو محض ضد و عناد کی وجہ سے، بلا کسی دلیل کے جو ان کے پاس موجود ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ یہ کج بحثی اور جھگڑا، خدا تعالیٰ کو بھی سخت ناپسند ہے اور ایمان والوں کو بھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ہر مغرور اور جابر کے پورے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ اس آیت میں کذلک میں دونوں جگہ کاف تعلیلیہ ہے اور بمعنی لام ہے جیسا کہ ترجمہ میں ظاہر کر دیا گیا ہے اس آیت میں چاروں درجات بالتدریج مذکور ہیں۔ پہلے وہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے لائے ہوئے دلائل توحید و نبوت کے بارے میں ریب و شک میں پڑے رہے اس وجہ سے گمراہ ہوئے اور راہِ ہدایت اور جادۂ توحید سے بھٹک گئے، اس کے بعد انہوں نے ضد و عناد سے جھگڑا اور مجادلہ شروع کر دیا اور توحید اور دینِ حق سے دور بھاگنے لگے اس لئے اللہ نے ان کے دلوں پر مہرِ جباریت لگا دی۔ ضلالت کے یہ چار درجے ہدایت کے چاروں درجوں کے مقابلے میں ہیں۔ اوّل انابت کے مقابلہ میں ریب و شک دوم ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت سوم استقامت کے مقابلہ میں جدال و مخاصمت چہارم ربط علی القلب کے مقابلہ میں طبع علی القلب۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں ضلالت کے چاروں درجات مذکور ہیں۔ پہلے تینوں درجے الضالین میں اور چوتھا درجہ مغضوب علیہم میں۔ (آگے ص۱۳۱ پر ملاحظہ ہو)

۱۸
ع ۵
۲

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ع

سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو اور احسان مانو میرا اور نا شکری مت کرو ف

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط

اے مسلمانو مدد لو صبر اور نماز سے

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (۱۵۳) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ

بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ف اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا

خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں ف ۲۸۸ بلکہ وہ زندے ہیں لیکن

تَشْعُرُوْنَ (۱۵۴) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ

تم کو خبر نہیں اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور

الْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط

بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے ف ۲۸۹

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ (۱۵۵) الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ لا

اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے انہیں کچھ مصیبت

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (۱۵۶) ط اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ

تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ف ۲۹۰ ایسے ہی لوگوں پر

صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں

الْمُهْتَدُوْنَ (۱۵۷) اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ

سیدھی راہ پر ف ۲ بیشک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں

اللّٰهِ ج فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ

اللہ کی ف ۲۹۱ سو جو کوئی حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ تو کچھ گناہ نہیں اس کو

ف ۱ اللہ نے تم کو دو قبلوں والا کردیا ہے لہٰذا اسے یاد کرو اور اس کا شکر بجا لاؤ۔ ۱۲ ف ۲ اہل کتاب کا قبلہ ترک کرنے پر ان کی طرف سے آمدہ مصائب قتل وغیرہ پر صبر کرنے کی تلقین اور صابرین کے لئے بشارت ۱۲

ف ۳ رسالت پر شبہ ثانیہ کا جواب ۱۲

ف ۲۸۸ پہلے مصائب پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی۔ اب یہاں بیان فرمایا کہ تحویل قبلہ کے معاملہ میں اگر کوئی مسلمان یہودیوں کے ہاتھوں شہید ہو جائے تو اس کی موت چونکہ اللہ کی راہ میں واقع ہوئی ہے اس لئے اسے مردہ مت کہو اسی طرح جو لوگ اللہ کے دین کی خاطر کافروں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو کر داغ جدائی دے گئے کیونکہ وہ بھی اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں۔ انہیں بھی مردے مت کہو۔ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا ادراک نہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شہداء کی ایک بہت بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ ان کو دنیا سے رخصت ہو جانے اور فی سبیل اللہ مقتول ہو کر طبعی موت پا جانے کے بعد عالم برزخ میں ایک امتیازی زندگی اور حیات عطا کی جاتی ہے جو دوسرے غیر شہداء مومنین کو حاصل نہیں ہوتی اور اس حیات کا تعلق چونکہ عالم برزخ سے ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ تم اپنے حواس و مشاعر سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق سورۂ آل عمران میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ

ف ۲۸۹ ابتلاء کے معنی آزمانے اور امتحان لینے کے ہیں۔ والمعنی لنمتحننکم (قرطبی ص ۱۷۳ ج ۲) یعنی ہم تمہارا امتحان لیں گے خوف سے مراد دشمن کا خوف ہے اور اس میں وہ تمام ڈراوے دھمکیاں اور مشکلات و مصائب بھی داخل ہیں جو تحویل قبلہ کے سلسلہ میں ان کو یہود کی طرف سے پہنچیں گی۔ اور بھوک سے قحط سالی مراد ہے۔ اموال کی کمی سے مویشیوں اور کھیتیوں کا ضائع ہونا، جانوں کی کمی سے عزیزوں اور دوستوں کی موت اور پھلوں کی کمی سے باغات کی تباہی یا بچوں کی موت مراد ہے۔ کیونکہ بچہ انسان کا ایک عمدہ نتیجہ اور پیارا پھل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ تم پر اللہ کی طرف سے امتحان و ابتلاء کے طور پر مشکلات و مصائب آئیں گی تا کہ کھرے کھوٹے میں امتیاز ہو جائے۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۔ یہاں حضور علیہ السلام کو مخاطب فرمایا کہ آپ مصائب میں صبر کرنے والوں اور اللہ پر بھروسہ رکھنے والوں کو خوشخبری سنا دیں (اس سے معلوم ہوا کہ مصائب و مشکلات کے ذریعے مسلمانوں کا امتحان لے کر انہیں صبر و استقلال کا سبق سکھانا مقصود ہے **ف ۲۹۰** اگر تحویل قبلہ کے سلسلہ میں انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اس پر صبر کرتے ہیں۔ یہ الصابرین کی صفت ہے اور اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اجر و ثواب کے مستحق صرف وہی صابر ہیں، جو مصیبت کی ابتداء میں صبر کرتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ نزول مصیبت کے وقت انتہائی بے صبری اور جزع و فزع کا اظہار کریں اور بعد میں صبر کریں وہ اس اجر کے مستحق نہیں ہیں کیونکہ مصیبت کے بھول جانے پر تو صبر کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اصل صبر جس پر اجر و ثواب ملتا ہے وہ تو صدمہ کی ابتداء میں ہوتا ہے۔ اشارۃ الی ان الاجر لمن صبر وقت اصابتھا کما فی الخبر انما الصبر عند اول صدمۃ (روح ص ۲۳ ج ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر تو یہ ہے کہ مصیبت کے وقت زبان سے واویلا اور جاہلیت کی باتیں کرنے کی بجائے انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا چاہیئے۔ یعنی ہم اللہ کے مملوک اور غلام ہیں وہ ہمارا مالک و آقا ہے۔ ہمارے امور میں اسے ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے اور ہم اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ دنیا میں اگرچہ ہم مصائب میں مبتلا رہے ہیں اور کفار کی ایذائیں سہی ہیں۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ ہمیں چین و آرام عنایت فرمائے گا پہلے حصہ میں بندگی اور مملوکیت کا اعتراف ہے اور دوسرے حصہ میں بعث بعد الموت کا اقرار ہے۔ وللہ معناہ الاقرار بالملک والعبودیۃ للہ فھو المتصرف فینا بما یرید من الامور وانا الیہ راجعون اقرار بالبعث (بحر ص ۴۵۱ ج ۱) اُولٰٓئِكَ یہ مذکورہ بالا صابرین کی طرف اشارہ ہے یعنی جو لوگ مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہتے ہیں عَلَيْهِمْ

موضح قرآن ف یہاں سے اشارہ ہے کہ جہاد میں محنت اٹھاؤ اور مضبوطی اختیار کرو۔

فتح الرحمن ف ۱ بعد ازیں خدائے تعالیٰ امر می فرماید بصبر بر مشقتہائے جہاد و ثواب صبر ذکر میکند ۱۲ ف ۲ بعض اہل اسلام صفا و مروہ را از شعائر طواغیت گمان کردہ از آں دست باز داشتند پس نازل شد ایں آیت ۱۲

أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللَّهَ

کہ طواف کرے ان دونوں میں ۲۹۲ اور جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو اللہ

شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ

قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ۲۹۳ بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارے

الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي

صاف حکم اور ہدایت کی باتیں ۲۹۴ بعد اسکے کہ ہم اس کو کھول چکے لوگوں کے واسطے

الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿١٥٩﴾

کتاب میں ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنیوالے ف

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ

مگر جنہوں نے توبہ کی اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کردیا حق بات کو ف تو ان کو معاف کرتا

عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ

ہوں اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان۔ بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور

مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ

مرگئے ۲۹۵ کافر ہی انہی پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ رہیں گے اسی لعنت میں نہ ہلکا ہوگا ان پر سے

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿١٦٢﴾ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ

عذاب اور نہ ان کو مہلت ملے گی ۲۹۶ اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے ۲۹۷

لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ

کوئی معبود نہیں اس کے سوا ۲۹۸ بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا بیشک آسمان اور زمین کے پیدا

وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي

کرنے میں ۲۹۹ اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ

ع ۱۹ ۱۱ ۳

صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ صلوٰت صلوٰۃ کی جمع ہے جس سے دنیا و آخرت میں اللہ کی عفو و درگذر، رحمت و برکت اور اس کا اعزاز و اکرام مراد ہے۔ وصلوٰۃ اللہ علی عبدہ عفوہ ورحمتہ وبرکتہ وتشریفہ ایاہ فی الدنیا والاخرۃ (قرطبی ص ۱۸۴ ج ۲) اور رحمۃ کا لفظ تاکید اور مزید تعمیم کے لئے ہے یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور اس کی عنایات خاصہ کے مستحق ہوں گے۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔ یہاں مھتدون سے فائزون مراد ہے کیونکہ جن لوگوں کی خدا نے صفائی دیدی اور انہیں اپنی رحمت خاصہ سے نواز دیا ان سے بڑھ کر کون کامیاب ہے۔ والمعنی اولٰئک ھم الفائزون بمطالبھم الدینیۃ والدنیویۃ فان من نال تزکیۃ اللہ تعالیٰ ورحمتہ لم یفتہ مطلب (روح ص ۲۴ ج ۲) **۲۹۱** یہ دوسرے شبہ کا جواب ہے۔ یہ صفا و مروہ وہی دونوں پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے معصوم بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں سات چکر کاٹے تھے۔ بعد میں مشرکین نے ان پہاڑیوں پر دو بت نصب کردیئے اور ان کی پوجا پاٹ شروع کردی۔ صفا پر اساف کا بت اور مروہ پر نائلہ کا بت تھا۔ مشرکین صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے وقت ان بتوں کو بھی ہاتھ لگاتے اور چومتے تھے۔ غلبۂ اسلام کے بعد ان بتوں کو توڑ دیا گیا لیکن ان بتوں کی وجہ سے اور گذشتہ زمانے میں ان دونوں پہاڑیوں کے مشرکوں کا تیرتھ بنے رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے کراہت اور انقباض سا پیدا ہوگیا تو انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنے اس شبہ کا اظہار کیا۔ ممکن ہے کہ یہود اور مشرکین نے بھی عناداً یہ اعتراض کیا ہو کہ ان پہاڑیوں پر تو آج تک شرک اور بت پرستی ہوتی رہی ہے اور یہ پیغمبر ان پہاڑیوں کی تعظیم کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ دونوں اللہ تعالیٰ کی توحید کی یادگاریں ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم کی تھیں۔ اسلئے ان کا طواف بھی کیا کرو تاکہ ملت ابراہیم کی اتباع پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

۲۹۲ یہ ماقبل پر مرتب ہے اور جُناح کے معنی گناہ کے ہیں یعنی جب صفا اور مروہ خدا کی توحید کی یادگاریں ہیں تو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اسے ان کے طواف کرنے میں قطعاً کوئی گناہ نہیں۔ اور نہ ہی گذشتہ زمانہ میں ان پہاڑیوں کے شرک گاہ ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں کسی قسم کا انقباض ہونا چاہیئے اور یہاں طواف سے دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی اور دوڑ مراد ہے جو حج اور عمرہ کے موقع پر کی جاتی ہے۔ یہ سعی حضرت امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک واجب اور باقی ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ فریقین کے دلائل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ بعض لوگوں نے لا جناح کے لفظ سے سعی کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے کیونکہ جناح کی نفی سے عدم لزوم متبادر ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جُناح کی نفی مطلق جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جو واجب اور غیر واجب کے درمیان قدر مشترک ہے۔ لہٰذا نفی وجوب پر اس کی کوئی دلالت نہیں۔ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ لفظ خیر عام ہے۔ اور ہر نیکی کو شامل ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خوشی خوشی نیکی کے کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اور وہ بڑا قدردان ہے۔ ان کے اخلاص پر مبنی اعمال کی ضرور انہیں جزا دے گا۔ وقال الحسن المراد منہ جمیع الطاعات وھذا اولی لانہ اوفق لعموم اللفظ (کبیر ص ۱۶۲ ج ۲) **۲۹۳** یہاں اہل کتاب کو زجر اور وعید سنائی جا رہی ہے جنہوں نے امر قبلہ اور صفا و مروہ کے بارے میں تورات و انجیل کے احکام کو چھپا یا تھا۔ اَلَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ نزلت فی اھل الکتاب من الیھود والنصاریٰ (کبیر ص ۱۶۵ ج ۲) والاقرب انھا نزلت فی الیھود والحکم عام (روح ص ۲۶ ج ۲) یعنی یہ آیت نازل تو علماء یہود کے حق میں ہوئی ہے لیکن اس کا حکم عام ہے۔ اگر امت محمدیہ کے علماء بھی علماء یہود کی روش پر چل کر خدا کی آیات بینات کو چھپانے لگیں گے تو وہ بھی انہی کے ساتھی ہوں گے۔ بینات کا مطلب ہے واضح دلائل اور کھلے نشانات مراد حضور علیہ السلام کی صفات ہیں جو تورات

خلاصہ ما سبق ازالہ شبہات
کا جواب دینے کے بعد
زجر علمائے احبار و رہبان
یہود کو تحویل قبلہ کے
کو چھپاتے تھے یا انکار
کرتے تھے ۱۲

مقصد چہارم توحید کا اعادہ
مع دلیل عقلی برائے نفی
شرک فعلی۔ اس مسئلہ
توحید کو چھپانے والے
اور اس کا انکار کرنے
والے علماء یہود پہلے بھی
ان الذین یکتمون
سے زجر ہو چکی ہے ۱۲
مع دلیل عقلی نمبر ۲
۱۳

موضح قرآن ف صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں مکے کے شہر میں۔ عرب لوگ حضرت ابراہیم کے وقت سے ہمیشہ حج کرتے رہے ہیں لیکن کفر کے وقت میں اکثر غلطیاں پڑ گئی تھیں ان دو پہاڑوں پر دو بت دھرے تھے حج میں وہاں بھی طواف کرتے تھے جب لوگ مسلمان ہوئے جانا کہ یہ بھی کفر کی غلطی تھی اب وہاں نہ جایا چاہیئے۔ اس پر یہ آیت اتری ۱۲ ف یہ ان کے حق میں ہے جن کو حکم خدا کا پہنچا اور غرض دنیا کے واسطے چھپا رکھا ۱۲

اور انجیل میں مذکور تھیں۔ اور عموم کی صورت میں بینات سے مراد قرآن کی وہ آیات ہونگی جن سے مسئلہ توحید کو خوب واضح کرکے بیان کیا گیا ہے اور جن میں مثالیں دے دے کر شرک کی تردید اور توحید کا اثبات کیا گیا ہے اور ہُدٰی سے مراد توحید اور احکام کی آیتیں ہیں مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ۔ الکتاب جنس ہے اور اس سے مراد تورات و انجیل ہے اور عموم کی صورت میں قرآن مجید بھی اس میں شامل ہوگا۔ یعنی ہم نے آیات بینات اور رشد وہدایت کی باتیں کھول کھول کر اس لئے بیان کیں تاکہ انہیں لوگوں تک پہنچایا جائے۔ لیکن ان لوگوں نے محض نفسانی خواہشات کی خاطر انہیں چھپا ڈالا اور لوگوں پر ان کو ظاہر نہ کیا۔ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔ خدا کی لعنت یہ ہے کہ وہ ان کو اپنی رحمت سے محروم کردے گا۔ اور ان کو دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا اور فرشتوں اور جنوں اور انسانوں کی لعنت سے لعنت کی بددعا مراد ہے۔ ای یبعدھم عن رحمتہ ویذیقھم الیم نقمتہ.... ان لعنۃ اللّٰعنین بمعنی الدعاء علیھم بالابعاد عن رحمۃ اللہ تعالیٰ (روح ص۲۸ ج ۲) یعنی حق چھپانے والوں پر خدا کی بھی لعنت اور پھٹکار پڑتی ہے اور انسان اور جن وملک بھی ان پر لعنت کی بددعا کرتے ہیں۔ **۲۹۴** یہ ماقبل سے استثناء ہے اور تَابُوْا سے مراد یہ ہے کہ امر قبلہ اور صفا و مروہ کے معاملہ میں انہوں نے حق بات چھپانے سے توبہ کرلی اور اَصْلَحُوْا کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اصلاح کرلی اور حق بات کو مان لیا اور بَیَّنُوْا سے مراد یہ ہے کہ جس حق کو چھپاتے رہے یعنی امر قبلہ اور معاملہ صفا و مروہ۔ اب اسے خوب بیان کیا اور اس کی خوب اشاعت کی۔ فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ یعنی میں ایسی توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرلیتا ہوں وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ اور نہ صرف توبہ ہی قبول کرتا ہوں بلکہ پچھلے گناہ معاف کرکے اس کو اپنی رحمت میں لے لیتا ہوں یہ تو ان علماء کا حکم تھا جو تحویل قبلہ اور صفا ومروہ کے شعائر اللہ میں سے ہونے کو حق جانتے تھے اور پھر جان بوجھ کر حق چھپاتے تھے لیکن بعد میں توبہ کرلی۔ اب آگے ان لوگوں کا حکم بیان فرمایا جو سرے سے ان باتوں کو مانتے ہی نہ تھے اور ان کا انکار کرتے تھے۔ **۲۹۵** حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اسم موصول عموم کے لئے ہے اور کفروا سے تمام منکرین اور کفار مراد ہیں کذا قال الامام الرازی (کبیر ص۲۰ ج ۲) اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ جملہ اسمیہ استمرار اور دوام کے لئے ہے یعنی ایسے لوگوں پر ہمیشہ خدا کی لعنت برستی رہتی ہے اور فرشتے اور تمام انسان بھی ان پر لعنت بھیجتے رہیں گے **۲۹۶** وہ لعنت و پھٹکار میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے عذاب میں نہ کمی کی جائے گی اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔

یہاں تک تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات اور شبہات کا جواب تھا اور کتمانِ حق کے انجام بد کا ذکر تھا۔

ربط گذشتہ آیتوں کا ماقبل سے تو ربط یہ ہے کہ ان میں تحویل قبلہ اور صفا و مروہ سے متعلقہ احکام کو چھپانیوالوں اور سرے سے ان کا انکار کرنے والوں کے لئے وعید شدید اور کتمانِ احکام سے توبہ کرنے والوں، اپنی اصلاح کرنے والوں اور ان کو بیان کرنے والوں کے لئے بشارت کا بیان تھا اور مابعد والی آیتوں سے ان کا ربط اس طرح ہے کہ اگلی آیتوں میں دعوٰی توحید کا اعادہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا مسئلہ توحید کو چھپانے والوں اور اس کا انکار کرنے والوں کا بھی وہی حشر ہوگا جو پہلے بیان ہوا۔ **۲۹۷** یہاں دعوٰی توحید کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس سے یہ اشارہ بھی ہوگیا کہ سب سے پہلے جس چیز کا اظہار واجب ہے اور جس کا چھپانا کسی حال میں بھی جائز نہیں وہ توحید ہے۔ لما حذر تعالیٰ من کتمان الحق بین ان اول ما یجب اظہارہ ولا یجوز کتمانہ امر التوحید (قرطبی ص۱۹۰ ج ۲) اور اعادہ دعوٰی کی وجہ پہلے بیان ہوچکی ہے کہ شروع میں تو شرک فی الدعاء کی نفی تھی۔ اب یہاں سے شرک فعلی کی نفی مقصود ہے یعنی جس طرح اللہ کے سوا کوئی پکارنے کے لائق نہیں اسی طرح اللہ کے سوا نذر ومنت کا مستحق بھی کوئی نہیں اور نہ ہی کسی کی تعظیم کے لئے سانڈ وغیرہ چھوڑنے جائز ہیں جیسا کہ آگے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ الخ میں غیر اللہ کی نذر ونیاز اور كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا الخ میں تحریمات لغیر اللہ کا بیان آرہا ہے۔ اِلٰهٌ سے مراد وہ ذات ہے جو عالم الغیب، قادر علی الاطلاق، مالک ومختار، حاجت روا و مشکلکشا ہونے کی وجہ سے تمام عبادات مالیہ، بدنیہ، اور لسانیہ کی مستحق ہو جسے حاجات میں پکارا جائے، مصائب وبلیات میں جس کی پناہ ڈھونڈی جائے جس کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی نذریں اور منتیں دی جائیں۔ اور رنج وبلا اور قحط و وبا میں جس کی دوہائی دی جائے اس سے مدد طلب کی جائے۔ اور واحد سے مراد یہ ہے کہ وہ بے مثل اور یگانہ ہے۔ ذات وصفات میں بے نظیر ہے، اور استحقاق عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ واکثر الناس علی ان الواحد ھنا بمعنی لا نظیر لہ ولا شبیہ فی ذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی افعالہ.... واصح الاقوال عند ذوی العقول السلیمۃ انہ الذی لا نظیر لہ ولا شبیہ لہ فی استحقاق العبادۃ (روح ص۳۰ ج ۲) فرد فی الوھیتہ لا شریک لہ فیھا ولا یصح ان یسمی غیرہ الٰھًا (مدارک ص۶۶ ج ۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ لا نفی جنس کے لئے ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور اِلَّا بمعنی غَیْرُ ہے ای لا الٰہ موجود غیرہ یعنی نفس الامر اور عالم وجود میں اللہ کے سوا کسی الٰہ کا نام ونشان تک موجود نہیں۔ پہلے جملے سے اس بات کی نفی کی ہے کہ دنیا میں مستحق عبادت صرف اللہ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ تو شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید دنیا میں اللہ کے سوا کوئی اور بھی الٰہ ہو لیکن مستحق عبادت نہ ہو تو اس جملہ میں سرے سے وجود الٰہی کی نفی فرمادی۔ وصرح علی ما قیل لما عسی ان یتوھم ان فی الوجود الٰھا لکن لا یستحق العبادۃ (روح ص۳۰ ج ۲) **۲۹۸** یہ دونوں صفتیں دعوائے توحید پر بطور دلیل لائی گئی ہیں۔ کیونکہ رحمٰن تو وہ ہے جس نے ہمیں دنیوی انعامات سے مالا مال فرمایا ہے۔ اور رحیم وہ ہے جو آخرت میں ہم پر اپنی رحمت خاصہ کے دروازے کھولے گا۔ جب دنیا و آخرت میں وہی ہمارا ولی نعمت اور محسن ومربی ہے اور باقی ساری کائنات ارضی وسماوی اور مخلوقات نوری وناری اور خاکی سب اس کی محتاج ودست نگر ہے تو وہی رحمٰن ورحیم ہی ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے۔ اس کے سوا کوئی علوی یا سفلی ارضی یا سماوی، نوری، ناری یا خاکی عبادت کا مستحق نہیں۔ نہ پکارنے کے لائق نہ نذر ومنت کے۔ یہاں تک تو دعوٰی توحید کا اعادہ تھا۔ آگے اس کے اثبات کے لئے عقلی دلیل بیان کی گئی ہے جو مختلف سات دلیلوں پر مشتمل ہے۔ **۲۹۹** اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور خَلْقِ السَّمٰوٰتِ معطوفات اِنَّ کی خبر ہے۔ زمین وآسمان کا پیدا کرنا اور نہ صرف ان کی ذوات کو بلکہ ان کے دیگر متعلقات کو اور پھر فضائے آسمانی اور بطن ارضی میں بے بہا خزانوں کو پیدا کرنا یہ اس کی توحید کی پہلی عقلی دلیل ہے۔ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ یعنی رات دن کی آمدورفت، روشنی اور تاریکی میں، کمی اور زیادتی میں ان کا یہ اختلاف یہ دوسری دلیل ہے۔ تیسری دلیل وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ یہ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ پر معطوف ہے۔ لفظ فُلک مفرد وجمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ یہاں بطور جمع استعمال ہوا ہے۔ بِمَا میں مَا مصدریہ ہے یا موصولہ۔ یعنی جو بحری جہاز سمندروں میں مال تجارت لے کر نقل وحرکت کرتے ہیں، یہ بھی خدا کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔ چوتھی دلیل وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ ــــ الفلك پر معطوف ہے۔ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا آسمانوں سے بارش کا اتارنا، پھر اس کے ذریعے خشک اور بنجر زمین کو سرسبز اور شاداب کرنا اور اس میں ہر قسم کی سبزیاں، غلے، پھل پھول اور جڑی بوٹیاں پیدا کرنا یہ سب اس کی وحدانیت کے منہ بولتے دلائل ہیں۔ پانچویں دلیل وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ یہ اَنْزَلَ پر معطوف ہے۔ یعنی ہر قسم کے چوپائے اور جانور زمین میں پھیلادیئے۔ چھٹی دلیل۔ وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ یہ مَآ اَنْزَلَ پر معطوف ہے۔ اور تصریف الریاح سے ہواؤں کا مختلف سمتوں سے چلنا اور مختلف اوصاف سے متصف ہونا مثلاً سرد، گرم، تیز اور آہستہ وغیرہ۔ ساتویں دلیل وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ بادل کے زمین وآسمان کے درمیان

مسخر اور تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو زمین پر اتر آتا ہے اور نہ ہی آسمانوں میں اتنی بلندی پر چلا جاتا ہے جہاں ہمارے لئے اس میں کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ وہ فضا میں معلق رہتا ہے اور خدا کے حکم سے ہوائیں اسے ادھر ادھر لئے پھرتی ہیں (قرطبی ص۲۰۱ ج ۲، روح ص۳۳ ج ۲) لَاٰیٰتٍ یہ اِنَّ کا اسم ہے اور اس کی تنکیر تفخیم شان کیلئے ہے یعنی امور مذکورہ میں بہت زیادہ اور بہت بڑی دلیلیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ، رحمت واسعہ اور زبردست حکمت ودانائی پر دلالت کرتی ہیں اور ان سب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عبادت، کا مستحق صرف اللہ ہی ہے لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ یعنی دلائل صرف غور وفکر اور سوچ بچار کرنے والوں کے لئے ہیں۔ بلاشبہ اگر ان دلائل میں فکر وتامل کیا جائے تو ان سے خداوند دانا کی وحدانیت کا پورا پورا یقین ہوجاتا ہے اور دل اس حقیقت پر مطمئن ہوجاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر قسم کی عبادت اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زبردست قدرت گہری حکمت اور وسیع علم کا مالک ہے۔ اس کی رحمت وشفقت کائنات کے ذرہ ذرہ کو شامل ہے۔

تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ

لے کر چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو کہ اتارا اللہ

مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا

نے آسمان سے پھر جلایا اس سے زمین کو اس کے مر گئے پیچھے

وَبَثَّ فِیْہَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ ص وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ

اور پھیلائے اس میں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے میں اور

السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ

بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا درمیان آسمان و زمین کے بیشک ان

لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ

سب چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے اور بعضے لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں

دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ

اللہ کے برابر اوروں کو ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی ن۳۱۲ اور

اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ

ایمان والوں کو اس سے زیادہ تر ہے محبت اللہ کی ن۳۱۳ اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم اس وقت کو جبکہ

یَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا وَّاَنَّ اللّٰہَ

دیکھیں گے عذاب کہ قوۃ ساری اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا

شَدِیْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ

عذاب سخت ہے ن۳۱۴ جبکہ بیزار ہو جائیں گے وہ کہ جن کی پیروی کی تھی ان سے کہ

الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِہِمُ

جو ان کے پیرو ہوئے تھے اور دیکھیں گے عذاب اور منقطع ہو جائیں گے انکے

الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً

سب علاقے ن۳۱۵ اور کہیں گے پیرو کیا اچھا ہوتا جو ہم کو دنیا کی طرف لوٹ جانا ملتا

زجر لئے مشرکین جو شرک اعتقادی کے ساتھ شرک فعلی بھی کرتے ہیں ۱۲

پھر ان تمام صفات وافعال میں وہ واحد ویکتا ہے۔ ان افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ حصر مخاطبین کے عقائد کے مطابق ہی، کیونکہ مشرکین مکہ ان تمام امور کو خدا ہی کے ساتھ مخصوص مانتے تھے اور ان افعال میں وہ کسی کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ خود قرآن میں اس کی صراحت موجود ہے۔ تو جب ان تمام صفات وافعال میں وہ یکتا وبے ہمتا ہے تو پھر استحقاقِ عبادت میں بھی اسے واحد ویکتا ہی سمجھو۔ اسی کے سامنے جھکو، اسی کو پکارو اور اسی کی رضا جوئی کے لئے نذریں اور منتیں دو۔

یہاں دعوٰی توحید کے اعادہ سے شرک فعلی یعنی غیر اللہ کی نذر نیاز اور تحریمات لغیر اللہ کی تردید مقصود ہے اور اسی پر یہ سات عقلی دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ یہ ساتوں دلائل نہایت لطیف اور دلنشیں پیرایہ میں اس دعوٰی پر منطبق ہوتے ہیں۔ نذر ومنت ہمیشہ تین چیزوں سے دی جاتی ہے۔ (۱) زمین کی پیداوار مثلاً غلے، پھل، میوے اور کپڑے وغیرہ (۲) جانور۔ (۳) نقد روپیہ اللہ تعالیٰ نے یہ عقلی دلیل اس بات پر قائم فرمائی ہے کہ تینوں چیزوں میں سے کسی چیز کی نذر ومنت خدا کے سوا کسی کے لئے عقلاً جائز نہیں اور صرف خدا ہی ہر قسم کی نذر ومنت کا مستحق ہے۔ دلیل کے دعوٰی پر انطباق کی صورت حسب ذیل ہے۔ غلے پھل وغیرہ سب زمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ زمین اپنی قوت نامیہ کے ذریعہ ان کی پرورش کرتی ہے۔ بارش کے ذریعہ زمین کی قوتِ نامیہ میں اضافہ ہوتا ہے اور بارش ہی سے یہ قوت زمین میں محفوظ رہتی ہے اور بارش ہی سے کھیتیاں سرسبز و شاداب ہوتی ہیں۔ رات کے وقت چاند اور ستاروں کے اثرات سے پھلوں اور میووں کے ذائقوں اور رنگوں کی تکمیل ہوتی ہے دن کی گرمی اور رات کی شبنم، کھیتوں، پھلوں اور میووں کو پختگی کی حد تک پہنچاتی ہے اور پھر ہر جاندار اور ذی روح (جس کا پیدا کرنیوالا اللہ ہی ہے) کی زندگی اور حیات زمین کی مذکورہ بالا پیداوار پر ہی موقوف ہے۔ اس کے بعد زمین کی اس پیداوار اور ان جانوروں کے ذریعہ ہی تم اپنے ملک میں اور بحری جہازوں کے ذریعہ دوسرے ملکوں میں تجارت کرکے دولت کماتے ہو۔ تو یہ تینوں چیزیں زمین کی پیداوار جانور اور دولت تم جن جن ذرائع واسباب سے حاصل کرتے ہو ان تمام ذرائع اور اسباب کا خالق تم بھی مانتے ہو کہ اللہ ہی ہے اور یہ تمام اسی کے قبضۂ قدرت اور اختیار میں ہیں اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ اور تم نے جو خدا کے سوا معبود بنا رکھے ہیں ان میں سے کسی نے ان چیزوں میں سے ایک چیز بھی نہیں بنائی اور نہ ہی ان کو ان چیزوں کا علم ہے۔ تو اب عقل ودانش اور جذبۂ شکر گذاری ونعمت شناسی کا تقاضا یہ ہے کہ اس رحمٰن ورحیم اور محسن ومنعم کے ان بے پایاں احسانات وانعامات کا شکر ادا کرنے اور اس کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے اسی کی نذریں، نیازیں اور منتیں دی جائیں۔ زمین کی پیداوار میں اسی کے نام کا حصہ مقرر کیا جائے۔ روپیہ اسی کے نام پر خرچ کیا جائے۔ جانور اسی کا تقرب ڈھونڈنے کیلئے، اسی کی تعظیم کے لئے، اسی کے نام پر قربان کئے جائیں ن۳۱۲ یہ مشرکین کے لئے زجر ہے توحید پر عقلی دلائل قائم کرنے کے بعد ان لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے جو ان واضح اور روشن دلائل کے ہوتے ہوئے پھر شرک کرتے ہیں اور اپنے معبودوں کے ساتھ خدا کی محبت کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ اَنْدَادًا۔ نِدٌّ کی جمع ہے جس کے معنی مثل اور مشابہ کے ہیں اور یہاں انداد سے مراد اوثان ہیں یعنی پتھر کی وہ مورتیاں جو مشرکین نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شکل وصور

پر بنا رکھی تھیں اور ان سے محبت اور تعظیم کا وہی معاملہ کرتے تھے جو انہیں خدا سے کرنا چاہیئے تھا۔ خداوند تعالیٰ چونکہ خالق و مالک اور محسن و منعم ہے لہٰذا اس کی محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے جھکا جائے، اسی سے مانگا جائے اور اسی کی نذر و منت دی جائے۔ مگر مشرکین یہی معاملات اپنے انداد سے کرتے ہیں جنہیں انہوں نے خدا کے سوا کارساز بنا رکھا ہے۔ ان کی عبادت کو خدا کے تقرب کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔ ان سے نفع و نقصان کی امید رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں ان کے لئے نذریں مانتے اور ان کی خوشنودی اور تعظیم کے لئے بحیرہ، سائبہ چھوڑتے ہیں۔ انہا ھی الاوثان التی اتخذوھا آلھۃ لتقربھم الی اللہ زلفًا ورجوا من عندھا النفع والضر وقصدوھا بالمسائل ونذروا لھا النذور وقربوا لھا القرابین وھو قول اکثر المفسرین (کبیر ص ۱۰۵ ج ۲)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں انداد اور اوثان و اصنام سے پتھر کے تراشیدہ بت مراد ہیں مشرکین انہیں کو سب کچھ سمجھتے تھے اور انہیں کے لئے سب کچھ کرتے تھے مگر یہ سمجھنا نادانی ہے کیونکہ بت تو انہوں نے محض توجہ کی یکسوئی اور یادگار کے طور پر رکھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ عبادت و تعظیم کا جو سلوک کرتے تھے وہ محض اس لئے کرتے تھے کہ وہ ان کے بزرگوں کے مجسمے اور ان کی یادگاریں ہیں اور اس عبادت و تعظیم سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ہمارے بزرگوں کی ہمیں خوشنودی حاصل ہو جائے اور وہ ہماری حاجت روائی اور مشکل کشائی کر دیں۔ اگر کوئی شخص بت نہ بنائے اور بت کے بغیر ہی اللہ کے نیک بندوں سے محبت و عقیدت اور عبادت و تعظیم کا وہی برتاؤ کرے جو اسے اللہ سے کرنا چاہیئے مثلاً اسے عالم الغیب، مالک و مختار، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھے اور اس کی خوشنودی کے لئے اس کے نام کی نذریں نیازیں دے اور اس سے نفع و نقصان کی توقع رکھے تو اس شخص نے بھی اس اللہ کے نیک بندے کو خدا کا ند بنایا اور اسے اس وحدہٗ لاشریک کا مثیل اور شریک ٹھہرایا۔ کیونکہ اس نے اس سے محبت کا وہ معاملہ کیا جو اسے صرف خدا ہی سے کرنا چاہیئے تھا۔ اس لئے یہاں انداد کے تحت ہر وہ شخص اور ہر وہ چیز مندرج ہے جس سے خدا کی محبت کا سا سلوک کیا جائے۔ **۳۰۱** مشرکین نے تو خدا کی محبت میں کئی ایک شریک بنا رکھے ہیں لیکن مومنین خدا کی محبت میں کسی کو اس کا مثیل اور شریک نہیں سمجھتے اور نہ غیر خدا کے ساتھ خدا کی محبت کا سا سلوک نہیں کرتے اور خدا کی محبت ان کے دلوں میں ہر چیز کی محبت سے بڑھ کر ہے۔ محبت کے درجات مختلف ہیں۔ خدا کی محبت، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، بزرگان دین کی محبت، ماں باپ کی محبت، بھائی بہنوں کی محبت، اولاد کی محبت وغیرہ۔ ہر ایک سے محبت کا وہی سلوک کیا جائے گا جو اس کے شایانِ شان اور مناسب حال ہو۔ خدا کی محبت یہ ہے کہ اسی کی عبادت بجا لائے، اسی کو پکارے، اسی سے مانگے، اسی کی نذر و منت دے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ پیغمبر علیہ السلام کی محبت یہ ہے کہ آپ کو خدا کا سچا اور آخری رسول مانے۔ دل و جان سے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرے، آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے اور اسی میں اپنی سعادت اور نجات سمجھے۔ بزرگانِ دین کی محبت یہ ہے کہ انہیں اپنے پیشوا سمجھے اور ان کے نقش قدم پر چلے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اب کوئی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرنے لگے۔ آپ کو مالک و مختار سمجھ کر پکارنے لگے۔ آپ کی نذریں منتیں دینے لگے تو وہ محب رسول نہیں بلکہ مشرک ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے پیر و مرشد کو مثیل رسول سمجھنے لگے اور شریعت کے احکام میں اسے پیغمبر کی طرح اتھارٹی ماننے لگے تو وہ بھی اس اندھی محبت کی وجہ سے۔

فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ

تو پھر ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے یہ ہم سے بیزار ہو گئے ۳۰۳ اسی طرح پر دکھلائیگا

اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ

اللہ ان کو ان کے کام حسرت دلانے کو ۳۰۴ اور وہ ہرگز نکلنے والے نہیں

مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ

نار سے ۳۰۵ ف۱ اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے

حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

حلال پاکیزہ ۳۰۶ اور پیروی نہ کرو شیطان کی ۳۰۷

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ

بے شک وہ تمہارا دشمن ہے صریح ف۲ وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو کہ برے کام

وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

اور بے حیائی کرو ۳۰۸ اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جو تم نہیں جانتے ۳۰۹ ف۳

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ

اور جب کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو

نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ

تابعداری کریں گے اس کی جس پر دیکھا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ۳۱۱ بھلا اگرچہ ان کے باپ دادے

لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ ف۴ اور مثال ان

كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً

کافروں کی ایسی ہے جیسے پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے

وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّ ۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور چلانے کے ۳۱۳ بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے ف۵

۲۰ ع ۴

یعنی تحریمات مشرکین کا بیان ۱۲

یعنی بحیرہ، سائبہ نہ بنایا ۱۲

مراد ننگے ہو کر طواف کرنا ۱۲

موضح قرآن ف۱ جن کو لوگ پوجتے ہیں سوا اللہ کے وہ اس روز پوجنے والوں کو جواب دیں گے اور ان کی امید سب طرف سے ٹوٹے گی اور افسوس کھاویں گے اس وقت کچھ فائدہ نہیں افسوس کا یہاں سے بت پرستوں کا احوال ہے **ف۲** عرب کے لوگوں نے دین ابراہیم کی طرح بگاڑا تھا اول سوا خدا اوروں کو پوجنے لگے اور ان کی نیاز جانور ذبح کرتے کہ وہ مردار ہوتا ہے اور کفر ہے اور مویشی میں سے کئی چیزیں حرام ٹھہرالیں۔ سورۂ مائدہ اور انعام میں جن کا بیان ہے اور گوشت خوک حلال سمجھا ان باتوں پر اللہ تعالیٰ ان کو الزام دیتا ہے۔ **ف۳** یعنی مسئلے اپنی طرف سے بنالو جیسے اب بھی غلط العام بہت ٹھہر رہے ہیں ۱۲ **ف۴** یعنی جب معلوم ہوا کہ باپ دادوں کی رسم خلاف حکم خدا ہے پھر اس پر نہ چلئے **ف۵** یعنی ان کافروں کو سمجھانا ایسا ہے جیسا کوئی جنگل کے جانوروں کو بلاوے وہ سوائے آواز کچھ نہیں سمجھتے یہی حال ہے جو شخص کہ آپ علم نہ رکھے اور علم والوں کی بات قبول نہ کرے ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید اہل جاہلیت چیزہا از نزد خویش حرام ساختہ بودند مانند بحائر و سوائب خدائے تعالیٰ در ردّ ایشاں نازل کرد واللہ اعلم ۱۲

کا فر ہو جائے گا۔ اس لئے پیرایہ سے اس کے مناسب حال محبت کرنی لازم ہے۔ **۳۰۲** یہ مشرکین کے لئے تخویف ہے۔ اس آیت میں دو ترکیبیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ لَوْ شرطیہ ہے اور اس کا جواب شدید العذاب کے بعد محذوف ہے یعنی لما فعلوا اور یری کا مفعول حال انفسہم محذوف ہے اور اذ یرون العذاب ظرف یری کے متعلق ہے اور عذاب سے اخروی عذاب مراد ہے اور ان القوۃ سے پہلے باء سببیہ محذوف ہے اور یہ اذ یرون کا سبب ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ قیامت میں جب وہ اللہ کا عذاب دیکھیں گے اس وقت ان کا کیا حال ہوگا تو وہ ہرگز شرک نہ کریں اور وہ عذاب اس لئے پائیں گے کہ قیامت کے دن سارا زور اور اختیار صرف اللہ کا ہوگا اور اس کا عذاب نہایت سخت ہوگا اور جن کو مشرکوں نے اپنے سفارشی اور حیلہ ساز سمجھا ہوا تھا وہ سب بے بس اور عاجز ثابت ہوں گے۔ اس صورت میں اذ تبرأ، اذ یرون العذاب سے بدل ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ لَوْ تمنی کے لئے ہے جس کا جواب نہیں ہوتا۔ یری بمعنی یعلم ہے (قرطبی ص۲۰۵ ج ۲) اور عذاب سے دنیوی عذاب مراد ہے ان القوۃ الخ اور ان اللہ الخ منصوب بنزع خافض۔ یری کے دونوں مفعولوں کے قائم مقام ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کاش یہ مشرک جب دنیا میں مصائب و آلام کی صورت میں خدا کا عذاب دیکھتے تھے اس وقت وہ اس بات کا یقین کر لیتے کہ ہر قسم کی قوت و طاقت اور تصرف و اختیار صرف خدا ہی کو حاصل ہے اور اس کی گرفت نہایت زبردست ہے اور یہ بات ان کی سمجھ میں آجاتی کہ اللہ کے سوا کوئی پیغمبر یا ولی یا جن و فرشتہ ناصر و مددگار اور مختار و متصرف نہیں اور نہ اللہ کے عذاب سے کوئی بچا سکتا ہے۔ اس صورت میں اِذْ تَبَرَّاَ تخویف اخروی کے لئے استیناف ہوگا۔ **۳۰۳** یہ تخویف اخروی ہے۔ قیامت کے دن جب مشرکین اپنے معبودوں اور مشرک پیشواؤں اور پیروں کو مدد کے لئے پکاریں گے تو وہ ان سے جدا ہو جائیں گے اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اس آیت میں قیامت کا یہ حسرتناک منظر پیش کیا گیا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا (یعنی متبوعین) سے یہاں مشرک علماء اور رؤسا مراد ہیں جو دنیا میں اپنے ماننے والوں اور ماتحتوں کو شرک سکھایا کرتے تھے اور توحید سے انہیں دور رکھا کرتے تھے۔ انہم السادۃ من مشرکی الانس (کبیر ص۱۱۱ ج ۲) بِہِمُ میں ب بمعنی عن ہے اور اسباب سے مراد محبت، نسل اور دین کے وہ تعلقات ہیں جن کو مشرکین نے اپنی نجات کے لئے کافی سمجھ رکھا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ منظر بھی سامنے لاؤ جب متبوعین یعنی شرک کے داعی اور مبلغ اپنے ماننے والوں سے بیزار ہو کر ان سے جدا ہو جائیں گے۔ اپنا بد انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان کے تمام باہمی مزعومہ رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ چنانچہ متبوعین ان سے صاف کہہ دیں گے اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ (سورۃ السبا ع ۴) **۳۰۴** مشرکین انتہائی حسرت و یاس کے عالم میں آرزو کریں گے کہ کاش ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے اور ہم ان سے اسی طرح بیزاری کا اظہار کریں جس طرح آج انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تو ہم کبھی شرک نہیں کریں گے اور صرف اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور ان گمراہ کرنے والوں کی باتوں میں نہیں آئیں گے فلا نلتفت الیہم بل نوحد اللہ وحدہ بالعبادۃ (ابن کثیر ص۲۰۳ ج ۱) **۳۰۵** کذلک یہاں ویسا ہی ہے جیسا کہ کذلک جعلنکم امۃ وسطًا میں ہے اور رؤیت سے رؤیت بصری مراد ہے اور حسرات، اعمالہم سے حال ہے و حال من اعمالہم ان کانت بصریۃ (روح ص۳۶ ج ۲) یعنی اس طرح ان کے مزعومہ اسباب نجات کو باطل کر کے اور ان کی آرزوؤں پر پانی پھیر کر ہم ان کے اعمال کو سراپا حسرت و ندامت بنا کر ان کو دکھائیں گے یعنی ان کی وہ تمام عبادتیں جو دنیا میں انہوں نے کی تھیں شرک کی وجہ سے سب رائیگاں جائیں گی اور آخرت میں حسرت و ندامت کے بغیر انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ **۳۰۶** اور وہ کفار و مشرکین کبھی جہنم سے نہیں نکل سکیں گے یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ کفار اور مشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ دلیل علی خلود الکفار فیہا وانہم لا یخرجون منہا (قرطبی ص۲۰۸ ج ۲) وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ کی ترکیب مسند الیہ میں نفی حصر کا فائدہ دیتی ہے یعنی خروج من النار کی نفی کفار میں محصور ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جو مومن گنہگار اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے دوزخ میں جائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ جیسا کہ معتزلہ و خوارج کا خیال ہے۔ المتبادر فی امثالہ حصر النفی فی المسند الیہ ...... ففیہ اشارۃ الی عدم خلود عصاۃ المؤمنین الداخلین فی قولہ تعالیٰ والذین اٰمنوا اشد حبا للہ فی النار (روح ص۳۷ ج ۲) **۳۰۷** دلائل توحید اور مشرکین کے لئے تخویف اخروی کے بعد اب آگے شرک فعلی کی دونوں قسموں یعنی تحریم لغیر اللہ اور نذر لغیر اللہ یا بالفاظ دیگر تحریمات مشرکین اور نیازات مشرکین کی تردید کی گئی ہے۔ مشرکین اپنے معبودوں کو خوش کرنے کے لئے دو قسم کا شرک فعلی کیا کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ جانوروں کو اپنے معبودوں کے لئے نامزد اور معین کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ وہ جہاں چاہیں بلا روک ٹوک گھومیں پھریں اور کھائیں پئیں۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس سے ہمارے معبود ہم پر خوش اور مہربان ہو جائیں گے اور آڑے وقت ہماری مدد کریں گے اور ہمارے مال و جان میں برکت دیں گے اور ہم سے بیماری اور تکلیف دور کریں گے۔ ایسے جانوروں کے متعلق انہوں نے یہ عقیدہ بنایا ہوا تھا کہ ان کا کھانا، ان کا دودھ پینا اور ان سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں۔ وہ اس کے کھانے اور اس سے انتفاع کو حرام سمجھتے تھے اور ڈرتے تھے کہ اگر ہم نے اس جانور کو استعمال کیا یا اسے کوئی تکلیف پہنچائی تو ہمارے معبود ہم پر ناراض ہو جائیں گے اور ہمیں تکلیف پہنچائیں گے تو یہ مشرک اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے معبودوں کی خوشی کے لئے محض اپنے وہم باطل اور خیال خام کے تحت حرام کر دیتے تھے حالانکہ انہیں اس کا کوئی حق نہیں تھا۔ یہ تو تحریمات مشرکین یا تحریمات لغیر اللہ ہیں۔ شرک فعلی کی دوسری قسم یہ تھی کہ وہ مصائب سے نجات اور مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اپنے معبودوں کی نذریں اور منتیں مانتے تھے مثلاً کہتے تھے کہ اگر ہمارا فلاں کام ہو گیا یا فلاں مصیبت ٹل گئی تو ہم فلاں معبود کے استھان اور اس کی عبادت گاہ پر غلہ، نقدی، کپڑا یا کوئی جانور بطور نذر و نیاز لے جائیں گے یا وہاں لے جائے بغیر ہی غرباء میں تقسیم کر دیں گے۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے تھے کہ حاجت اور مصیبت کے بغیر ہی اپنے مال مویشی میں اپنے معبودوں کا حصہ مقرر کر دیتے تھے اور اس سے ان کا یہ مقصد ہوتا تھا کہ ہمارے معبود ہم سے خوش رہیں گے اور ہمارے مال و جان میں برکت دیں گے اور ہمارے مال و جان کو مصائب اور بیماریوں سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ نذور مشرکین یا نذور لغیر اللہ کہلاتی ہیں اور ان کے متعلق مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ان کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے حالانکہ یہ چیزیں تقرب بغیر اللہ کیلئے نامزد ہو جانے کی وجہ سے حرام ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قسم کی تعیینات اور تخصیصات کا حکم بیان فرمایا۔ جو مشرکین نے اپنے زعم میں جائز کر رکھی تھیں۔ چنانچہ فرمایا کہ جن حلال و طیب چیزوں کو تم نے اپنی طرف سے حرام کر رکھا ہے وہ حلال ہیں ان کو کھاؤ اور جو نذریں نیازیں تم نے غیر اللہ کی خوشنودی اور تعظیم کے لئے مقرر کر رکھی ہیں اور انہیں تم حلال سمجھتے ہو، وہ قطعاً حرام ہیں انہیں مت کھاؤ۔ چنانچہ پہلے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا سے اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ تک تحریمات مشرکین یعنی تحریم لغیر اللہ کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اِنَّمَا حَرَّمَ سے لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ تک نذر لغیر اللہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ان جانوروں کی حلت کا اعلان کرنے کے لئے نازل ہوئی جن کو بعض لوگوں نے بالکل حرام کر رکھا تھا یعنی بحیرہ سائبہ وغیرہ قال ابن عباس رض نزلت الاٰیۃ فی الذین حرموا علی انفسہم السوائب والوصائل والبحائر (کبیر ص۱۱ ج ۲) انہا نزلت فی ثقیف وخزاعۃ وبنی مدلج فیما حرموہ علی انفسہم من الانعام (قرطبی ص۲۰۹ ج ۲) اس آیت میں حلالاً طیباً سے وہ حلال جانور مراد ہیں جو مشرکین نے اپنی طرف سے حرام کر رکھے تھے مثلاً بحیرہ، سائبہ وغیرہ وقد فسرها بعضہم بالبحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام یعنی کلوا البحیرۃ واخواتہا ولا تاکلوا المیتۃ واخواتہا (تفسیر احمدی ص۳۰) اس مسئلہ کی مزید تحقیق سورۂ مائدہ ع ۱۴ میں آئے گی۔ اس آیت سے تمام

حلال اشیا سے انتفاع کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔ **۳۰۸؎** خطوات خطوۃ کی جمع ہے یعنی نقوش قدم ای اثارہ کما حکی عن الخلیل (روح ص۲۹ ج ۲) اور اس سے وہ تمام گمراہی کے طریقے مراد ہیں جو شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے۔ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ اور اس کے جاری کیے ہوئے طریقوں مثلاً تحریمات لغیر اللہ وغیرہ سے پرہیز کرو۔ وھی طرائقہ ومسالکہ فیما اضل اتباعہ فیہ من تحریم البحائر والسوائب والوصائل ونحوھا (ابن کثیر ص۲۰۳ ج ۱) یہ شیطان سے نفرت دلانے کے لیے فرمایا۔ یعنی شیطان تو تمہارا علانیہ دشمن ہے وہ ہمیشہ تمہیں ہلاکت وتباہی کی راہ ہی بتائیگا۔ **۳۰۹؎** اِنَّمَا کلمہ حصر ہے اور مطلب یہ ہے کہ شیطان ہمیشہ شیطنت ہی کرے گا۔ اس سے بھلائی یا خیر خواہی کی کوئی توقع نہیں۔ السُّوْءِ سے مراد وہ افعال ہیں جو عقلاً برے اور قبیح ہوں اور الفحشاء وہ جنکو شریعت نے بھی برا ٹھہرایا ہو۔ یہاں الفحشاء سے طواف بحالت عریانی مراد ہے۔ مشرکین ننگا طواف کرنے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ
اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو
وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (۱۷۲) اِنَّمَا
اور شکر کرو اللہ کا ۳۱۳؎ اگر تم اسی کے بندے ہو اس نے تم پر
حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ
یہی حرام کیا ہے مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور کا
وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ
اور اس جانور پر پکارا جائے اللہ کے سوا کسی کا نام ۳۱۴؎ پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے
لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۷۳)
نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں ۳۱۵؎ بے شک اللہ ہے بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ف ف۱
اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ
بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے
الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ
کتاب ۳۱۶؎ اور لیتے ہیں اس پر تھوڑا سا مول وہ
مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ
نہیں بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ ۳۱۷؎ اور نہ بات کریگا ان سے
اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اللہ قیامت کے دن ۳۱۸؎ اور نہ پاک کریگا ان کو اور ان کے لئے ہے عذاب
اَلِيْمٌ (۱۷۴) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ
دردناک یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو
بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَاۤ اَصْبَرَهُمْ عَلَى
بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں وہ

کو بھی اپنے معبودوں کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے تھے اس لئے باقی امور شرکیہ کے ساتھ اس سے بھی منع فرمایا۔ **۳۱۰؎** یہ السُّوْءِ پر معطوف ہے۔ قول بغیر علم سے یہاں خدا پر افترا مراد ہے یعنی جس طرح شیطان دیگر برے اور بے حیائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی طرح وہ دین کے بارے میں خدا پر بہتان تراشی پر اکساتا ہے۔ جو لوگ اپنی خواہشات نفس کو دین کہتے ہیں وہ خدا پر افترا کرتے ہیں کیونکہ ان کی خواہشات کو خدا نے دین نہیں بنایا۔ چنانچہ خدا کی حلال چیزوں کو حرام کرنا اور حرام چیزوں کو حلال ٹھہرانا اور برہنہ ہو کر طواف کرنے کو عبادت سمجھنا یہ سب خدا پر افترا اور شیطان کا فریب ہے **۳۱۱؎** مشرکین اپنے باپ دادا کی دیکھا دیکھی شرک کرتے تھے اور انہی کی تقلید میں اپنی طرف سے اشیاء کی تحریم کرتے تھے۔ جب انہیں کہا جاتا کہ ان آبائی رسموں کو چھوڑ کر خدا کی کتاب کی پیروی کرو تو ان کا جواب یہ ہوتا کہ ہم تو اپنے باپ داوا کے دین ہی کی پیروی کرینگے اور اس کے مقابلہ میں کسی اور دین کو نہیں مانیں گے۔ یہ ان کی جہالت اور ضد وجمود کی حد تھی تو اللہ تعالیٰ نے آگے اس کا جواب دیا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ یعنی اگر ان کے آباء واجداد صاحب علم ہوتے، توحید کو جانتے ہوتے اور راہ ہدایت پر ہوتے اور پھر یہ لوگ ان کا اتباع کرتے تو کوئی بات بھی تھی۔ تو کیا اگرچہ وہ دین سے ناواقف اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں پھر بھی یہ ان کا اتباع کریں گے۔ **۳۱۲؎** یہ کفار و مشرکین کی مثال ہے جو اندھا دھند اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ مَا اسم موصول ہے، اور اس سے مراد چوپائے ہیں جو آواز تو سنتے ہیں مگر سمجھتے کچھ نہیں۔ یہ مشرکین کی نادانی اور بے حسی کی مثال ہے یعنی جس طرح ایک چوپائے کو آواز دی جائے تو وہ آواز تو سن لے گا لیکن جو کچھ اس کو کہا گیا ہے اس کا مطلب نہیں سمجھے گا۔ اسی طرح ان کا حال ہے کہ یہ آواز تو سن لیتے ہیں مگر سمجھتے کچھ نہیں۔ عن مجاھد کمثل الذی ینعق مثل ضربہ اللہ لمن یسمع مایقال لہ ولا یعقل کمثل البھیمۃ تسمع النعیق ولا تعقل (ابن جریر ص۴۶ ج ۲) یہ آوازِ حق سے بہرے ہیں کیونکہ اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے اور حق بات کا اقرار کرنے کے لئے ان کی زبانیں گونگی ہیں اور وہ سیدھی راہ سے اندھے ہیں۔ جب علم کے تمام راستے ہی بند ہیں تو کیا خاک سمجھیں گے۔ **۳۱۳؎** پہلے عام انسانوں سے خطاب تھا۔ اب مسلمانوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ مشرکین کی طرح حلال وحرام کے بارے میں من مانی نہ کریں اور جن چیزوں کو ہم نے حلال کیا ہے ان کو نہ صرف حلال سمجھیں بلکہ ان کو کھائیں اور اس طرح اپنے عمل سے بھی اپنے اعتقاد کی تصدیق کر دیں بعض اوقات انسان ایک چیز کو عقیدے کی حد تک تو مان لیتا ہے لیکن اس پر عمل کرنے سے جھجکتا ہے اس لئے ایمان والوں سے

[illegible]

موضح قرآن ف یعنی مواشی میں اتنی ہی چیزیں حرام ہیں سو بھی جب آدمی بھوک سے مرنے لگے تو یہ بھی معاف ہیں بشرطیکہ بے حکمی نہ کرے یعنی نوبت اضطرار کی نہیں پہنچی اور کھانے لگے اور زیادتی نہ کرے قدر ضرورت کھاوے ۱۲

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید اگر کوئی گوید دریں آیت حصر کردہ شد تحریم را در اشیاء مذکورہ حالانکہ در حدیث سباع وحمار و مانند آنہا نیز حرام شمردہ شدہ است پس وجہ تطبیق چہ باشد گوییم حصر اضافی است بہ نسبت بحائر و سوائب کہ آنہا می دانستند پس در بہیمۃ الانعام ہیچ چیز حرام نیست غیر اشیاء مذکورہ و در خبائث و سباع مانند آں سخن نداشتند ۱۲

ارشاد فرمایا کہ اگر واقعی دل و جان سے تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو اور تحریمات لغیر اللہ کے ذریعے شرک سے سچی توبہ کر چکے ہو تو اس بات کا عملی ثبوت بھی دو اور وہ یہ ہے کہ سائبہ بحیرہ وغیرہ کو کھاؤ اور ان سے فائدہ اٹھاؤ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ ابھی تم خالص اللہ کی عبادت نہیں کر رہے ہو بلکہ تمہارے اعمال میں ابھی شرک کا شائبہ موجود ہے۔ اور پھر اللہ کا شکر بھی بجا لاؤ جس نے تم کو یہ حلال چیزیں عطا فرمائی ہیں کیونکہ اس کا شکر بھی ایک بہت بڑی عبادت ہے اور اس کے بغیر عبادت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی دی ہوئی حلال چیزوں کا ایک شکریہ یہ بھی ہے کہ انہیں شرک کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور اپنی طرف سے ان کو حرام نہ کیا جائے۔ ۳۱۴؎ اب یہاں سے ان چیزوں کی حرمت کا بیان شروع ہوتا ہے جن کو مشرکین حلال سمجھتے تھے۔ اس آیت میں حصر کے طور پر چار چیزوں کی حرمت بیان کی گئی ہے (۱) مردار (۲) بہنے والا خون (۳) خنزیر (۴) نذر لغیر اللہ۔ اب ایک اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اِنَّمَا کلمۂ حصر استعمال کر کے حرام چیزوں کو صرف چار میں بند کر دیا ہے حالانکہ ان چار چیزوں کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں حرام ہیں جن کی حرمت خود قرآن میں اپنی اپنی جگہ مذکور ہے تو پھر اس حصر کا کیا مطلب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں چوپایوں کی حلت و حرمت کا کوئی قانون بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود صرف مشرکین کی خود ساختہ تحلیل کی تردید ہے۔ مشرکین نے بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ وغیرہ کو جن کا ذکر سورۂ مائدہ میں آئے گا، اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن چیزوں کو تم نے حرام ٹھہرا رکھا ہے وہ حرام نہیں ہیں بلکہ حرام تو صرف یہ اشیاء ہیں۔ لیس المراد من الآیۃ قصر الحرمۃ علیٰ ما ذکر مطلقاً کما ھو الظاھر ..... بل مقید بما اعتقدوہ حلالاً (روح ص۴۳ ج ۲) مَیۡتَۃ سے مراد مردہ جانور ہے جو ذبح کئے یا ہلاک کئے بغیر از خود مر جائے یا اسے ذبح تو کیا جائے لیکن وہ ذبح شرعی طریقے کے مطابق نہ ہو۔ وھی التی ماتت من غیر ذکوۃ شرعیۃ (روح ص۴۲ ج ۲) جس طرح مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اسی طرح اس کے باقی تمام اجزاء سے فائدہ اٹھانا بھی جائز نہیں۔ البتہ اس کے بال، ہڈی بشرطیکہ اسے تمام رطوبتوں سے پاک صاف کر لیا گیا ہو اور اس کا چمڑہ دباغت (رنگائی) کے بعد پاک ہیں۔ ان کا استعمال جائز ہے اور دَم (خون) سے مراد دم مسفوح ہے یعنی وہ خون جو جانور کے بدن کے کسی حصے سے بہہ کر نکلے جیسا کہ ذبح کے وقت رگوں سے خون نکلتا ہے۔ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ خنزیر کے تمام اجزاء یعنی گوشت کھال، ہڈی، چربی، بال وغیرہ سب حرام ہیں۔ اس کے بدن کے کسی حصے سے انتفاع جائز نہیں کیونکہ وہ نجس العین ہے اور گوشت کی تخصیص صرف اس لئے کی گئی ہے کہ گوشت ہی جانور کا مقصودی اور ضروری حصہ ہوتا ہے جب وہ حرام ہے تو باقی اجزاء بطریق اولیٰ حرام ہوں گے۔ ان محرمات میں سے چوتھی چیز مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ ہے اُهِلَّ اِهۡلَال سے ہے جس کے معنے آواز بلند کرنے اور شہرت دینے کے ہیں۔ الاھلال اصلہ رفع الصوت (کبیر ص۲۳۵ ج ۲) یعنی وہ جانور بھی حرام ہیں جنہیں غیر اللہ کے نام پر شہرت دیدی جائے۔ اور غیر اللہ کی تعظیم اور خوشنودی کے لئے نامزد کر دیا جائے ـــــــ مثلاً اگر کسی مشرک نے اپنے معبود کے لئے بکرا یا مرغا نامزد کر دیا یا کسی مسلمان نے کسی نبی یا ولی کے لئے کوئی جانور نامزد کر دیا اور مقصد یہ رکھا کہ یہ راضی ہو جائیں گے اور میری حاجت پوری کر دیں گے یا مشکل آسان کر دیں گے تو یہ جانور حرام ہیں اگر اسی نیت سے ان کو ذبح کیا گیا اور ذبح کے وقت خدا ہی کا نام لے کر ان کی گردن پر چھری چلائی تو پھر بھی یہ حلال نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اس مشرکانہ نیت کی وجہ سے وہ جانور حرام ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے وہ حلال اور پاک نہیں ہوگا جس طرح کتا اور خنزیر پر خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح غیر اللہ کی تعظیم اور خوشنودی کی خاطر نامزد کیا ہوا جانور بھی خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو سکتا۔ جو شخص غیر اللہ کے تقرب اور رضا کے لئے ایسا کرتا ہے یعنی غیر اللہ کے لئے جانور کو نامزد کر کے پھر اسی نیت پر اسے ذبح بھی کر ڈالتا ہے تو وہ شخص مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ ذبیحہ حرام ہوتا ہے۔ قال العلماء لو ان مسلماً ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد (کبیر ص۲۳۶ ج ۲) (نیشاپوری ص۱۰۳ ج ۲) حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی فتاویٰ عزیزیہ میں رقمطراز ہیں کہ:-

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ ملعونٌ من ذبح لغیر اللہ یعنی ہر کہ بذبح جانور تقرب بغیر خدا نماید ملعون است خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیرد یا نہ۔ زیرا کہ چوں شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلاں است ذکر نام خدا بوقت ذبح فائدہ نہ کرد چہ آں جانور منسوب باں غیر گشت و خبثے دراں پیدا شد کہ زیادہ از خبث مردار است وہر گاہ ایں خبث در وے سرایت کرد دیگر بذکر نام خداوند حلال نمی شود مانند سگ و خوک کہ اگر بنام خداوند مذبوح شوند حلال نمی گردند۔ (فتاویٰ عزیزی ص۵۶ ج ۱)

صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص جانور ذبح کرنے سے غیر اللہ کا تقرب چاہے وہ ملعون ہے ذبح کے وقت خدا کا نام لے یا نہ لے کیونکہ جب اس نے مشہور کر دیا کہ یہ جانور فلاں غیر خدا کے لئے ہے تو ذبح کے وقت خدا کا نام لینے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا جب وہ جانور بطور نذر و منت غیر خدا کی طرف منسوب ہو گیا تو اس میں مردار سے بھی بڑھ کر نجاست پیدا ہو گئی اور اس میں اس طرح گھس جائے گی کہ اب وہ خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوگا۔ جس طرح کتا اور خنزیر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتے۔

اس کی مزید تحقیق سورۂ مائدہ میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۳۱۵؎ اس آیت میں اضطراری حالت کا حکم بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص بھوک سے مر رہا ہو اور کھانے کے لئے کوئی حلال چیز موجود نہ ہو یا کسی کو کسی ظالم و جابر نے حرام چیز کھانے پر مجبور کیا ہو اور نہ کھانے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں مذکورہ بالا حرام چیزوں مثلاً غیر اللہ کی نیاز وغیرہ میں سے بقدر ضرورت کھا لے تو اسے گناہ نہیں ہوگا وھذہ الضرورۃ لھا سببان احدھما الجوع الشدید وان لا یجد ماکولا حلالا یسد بہ الرمق فعند ذلک یکون مضطرا الثانی اذا اکرھہ علی تناولہ مکرہ فیحل لہ تناولہ (کبیر ص۲۳۷ ج ۲) مگر اس اجازت کے ساتھ دو قیدیں بھی لگا دیں ایک غَیۡرَ بَاغٍ کی اور دوسری وَلَا عَادٍ کی۔ غیر باغ کا مطلب یہ ہے کہ صرف بوقت ضرورت کھائے اور بلا ضرورت نہ کھائے اور ولا عاد کا مطلب ہے کہ بقدر سد رمق کھائے اور ساتھ نہ لے جائے مگر آج کل عرسوں میں کیا ہوتا ہے غیر اللہ کی نیازیں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں اور پھر بطور تبرک باندھ کر ساتھ گھر لے جاتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔ جو تمہارے گناہوں پر بھی بعض اوقات مواخذہ نہیں کرتا اور مشکل اوقات میں آسانیاں بہم پہنچا دیتا ہے ۳۱۶؎ نذر غیر اللہ کے احکام بیان کرنے کے بعد اب ان لوگوں کے لئے زجر اور تخویف اخروی بیان فرمائی جو نہ صرف یہ کہ نذر غیر اللہ کے احکام چھپاتے ہیں بلکہ خود غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھاتے بھی ہیں جن کو اللہ نے صاف صاف حرام فرمایا ہے۔ آج کل جو مولوی اور گدی نشین نذر و نیاز کا صحیح مسئلہ بیان نہیں کرتے بلکہ خود غیر اللہ کی نیازیں مزے سے کھاتے ہیں ان کے لئے بھی آخرت میں یہی سزا مقرر ہے۔ یہ آیت اگرچہ یہود کے حق میں نازل ہوئی تھی جو تورات میں بیان کئے ہوئے حلت و حرمت وغیرہ کے احکام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تورات میں بیان کردہ اوصاف چھپاتے تھے لیکن اس کا حکم عام ہے اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کو بھی شامل ہے جو خدا کی کتاب کے احکام کما حقہ لوگوں تک نہیں پہنچاتے خصوصاً توحید کے اثبات اور شرک و بدعت اور نیازات غیر اللہ کی تردید کے متعلق قرآنی آیات کو لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرتے۔ اور اس حق پوشی سے ان کا مقصد صرف دنیا کی حقیر دولت کمانا اور اپنی گدیوں کو محفوظ کرنا ہوتا ہے کیونکہ حق بتانے سے ناجائز نذر و نیاز کی تمام آمدنیاں بند ہو جاتی ہیں اس لئے ان دنیوی منافع اور آمدنیوں کو بحال رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نذر غیر اللہ کے خدائی احکام لوگوں سے چھپائیں کیونکہ اگر عوام کو معلوم ہو جائے کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز دین میں ناجائز اور حرام ہے تو پھر وہ کیوں انہیں نذریں نیازیں پیش کریں گے۔ ۳۱۷؎ حق چھپانے کی وجہ سے جو قیمتیں، نذریں اور ہدیے ان کو ملتے ہیں۔ یہ سب جہنم کی آگ ہیں اور یہ ظالم دنیا میں یہ چیزیں کھا کر جہنم کی آگ سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ چونکہ یہ چیزیں جہنم کی آگ میں جلنے کا سبب اور موجب ہیں تو گویا یہی جہنم کی آگ ہیں۔ لانہ لما اکل ما یوجب النار فکانہ اکل النار (کبیر ص۲۳۹ ج ۲) ۳۱۸؎ ان سے کلام

نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ قیامت کے دن خدا کی رحمت وشفقت سے محروم کردیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ مہربانی اور رحمت کے ساتھ ان سے کلام نہیں کرے گا بلکہ حکم ہوگا اخسئوا (دفع ہو جاؤ) اور انہیں نیازیں کھلانے اور دوسرے گناہوں کی میل اور گندگی سے پاک نہیں کرے گا۔ ای لا یطہرھم من دنس الذنوب (روح ص۴۳ ج۲) أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ۔ ان لوگوں نے تو حق چھپا کر ہدایت کے عوض گمراہی خریدلی۔ کتاب اللہ جس کے احکام سراسر حق و ہدایت تھے اور جس میں نذر و نیاز غیر اللہ کی حرمت موجود تھی اسے چھپایا اور ہدایت کی جگہ گمراہی پھیلائی محض دنیا کی حقیر دولت اور گدیوں کی حفاظت کی خاطر۔ بسبب کتمانھم الحق للمطامع الدنیة والاغراض الدنیویة (روح ص۴۴ ج۲) اگر یہ لوگ نذر غیر اللہ کا مسئلہ جس کی حرمت ان کی کتاب میں بصراحت مذکور ہے اور اسی طرح دیگر مسائل کو بیان کرتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے تو ان کے لئے مغفرت تھی لیکن انہوں نے یہ مسئلہ چھپایا اور عملاً اس کی خلاف ورزی کی اس وجہ سے ان کے لئے عذاب ہے انہوں نے دنیا میں تو ہدایت کے بجائے گمراہی اختیار کی اور آخرت کی زندگی کے لئے جو سب سے بڑی

النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ

دوزخ پر ف۳۱۹ یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی ف۳۲۰ اور

الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع لَيْسَ

جنہوں نے اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بیشک ضد میں دور جا پڑے ف۳۲۱ ف نیکی کچھ یہی

الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ

نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف ف۳۲۲ ف۱ لیکن

الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ

بڑی نیکی ف۲ تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور

الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى

سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر ف۳۲۳ اور دے مال اس کی محبت پر ف۳۲۴ رشتہ داروں کو

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ

اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور

فِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ

گردنیں چھڑانے میں ف۳۲۵ ف۳ اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنیوالے

بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

اپنے اقرار کو جب عہد کریں ف۳۲۶ اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں

وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اور لڑائی کے وقت ف۳۲۷ یہی لوگ ہیں سچے ف۳۲۸ اور یہی ہیں

الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ

پرہیزگار اے ایمان والو فرض ہوا تم پر

الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ

(قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں ف۳۲۹ ف۴ آزاد کے بدلے آزاد ف۵ اور غلام کے بدلے غلام ف۶

ع ۲۱ ۹ ۵

ف۱ یعنی یہ دنیا میں گمراہی اور آخرت میں عذاب اس لئے ہے کہ محض عناد کی وجہ سے کتاب اللہ کے حکم کو چھوڑ رکھا ہے ۱۲

ف۲ بحث کے خاتمہ پر تحویل قبلہ کے مسئلہ کی مزید تنویر ۱۲

ف۳ اے امدح الصابرین منصوب علی المدح ہے حمایت حق کی وجہ سے آنے والی تکلیفوں پر صبر کرنے والوں کی امتیازی شان ظاہر کرنے کے لئے الصّٰبرین میں عنوان تعبیر رفع سے نصب کی طرف تبدیل کیا گیا ۱۲

ف۴ سورت کے دوسرے حصہ کی ابتداء ۱۲

ف۵ پہلا انتظامی حکم قصاص لیا کرو تاکہ ملک قتل و خونریزی سے محفوظ ہو جائے ۱۲

نعمت ہدایت یافتہ ہونے کی صورت میں ان کے لئے مقدر تھی اسے گمراہی اختیار کرکے عذاب دائمی سے تبدیل کرلیا۔ **ف۳۱۹** یہ فعل التعجب ہے یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کا عذاب برداشت کرنے کے لئے وہ بہت دلیر ہیں جبھی تو وہ بے کھٹکے کتمان حق کئے جارہے ہیں۔ اور خدا کے عذاب کی ذرا پرواہ نہیں کرتے ما اشجعھم علی النار اذ یعملون عملا یؤدی الیھا (قرطبی ص۲۳۶ ج۲) **ف۳۲۰** ذٰلِكَ سے مذکورہ عذاب کی طرف اشارہ ہے اور بان۔ لیستیقنوا محذوف کے متعلق ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ (حج ع۱) ای لتستیقنوا بان اللہ الخ اور ایک جگہ فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (انفال ع۲) اور الْكِتٰبَ سے جنس کتاب مراد ہے۔ الکتب جنس ہے۔ الحق سے مراد سچائی یا دلیل اور حجت ہے۔ بالحق ای بالصدق وقیل بالحجة (قرطبی ص۲۳۶ ج۲) اور بالحق میں با بمعنی لام ہے اور اس کے بعد مضاف محذوف ہے ای لاظھار الحق (مدارک) یعنی یہ عذاب اس لئے دیا جائے گا تاکہ ان کو یقین ہوجائے کہ اللہ نے ان پر اظہار حق کے لئے کتاب نازل فرمائی جس میں نیازات غیر اللہ کی حرمت کا بیان تھا مگر وہ باز نہ آئے کیونکہ وہ محض ضدی اور معاند تھے۔ **ف۳۲۱** اب جن لوگوں نے ہماری کتابوں میں اختلاف پیدا کیا ہے اور ان کے تمام احکام کو قبول کرنے میں تامل کیا ہے ان لوگوں کے پاس نہ کوئی صحیح دلیل ہے اور نہ کوئی معقول عذر۔ انہوں نے محض شدید مخالفت کی بناء پر ایسا کیا ہے اور یہ مخالفت قبول حق سے بہت دور ہے اور ضد و عناد کی حد تک پہنچی ہوئی ہے تو جو لوگ محض ضد و عناد کی وجہ سے حق کو چھپائیں اور گمراہی کی راہ اختیار کریں۔ ان کی یہی سزا ہے۔ چنانچہ یہودی علماء اور ان کے پیر خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ نذر غیر اللہ کی حرمت ان کی تورات میں موجود ہے مگر اس کے باوجود وہ اس کو چھپاتے ہیں وہ محض ضد اور عناد کی بناء پر ایسا کر رہے ہیں اور اسی وجہ سے وہ اس عذاب شدید کے مستحق ٹھہرائے گئے ہیں۔ یہی حال بعض موجودہ پیروں اور گدی نشینوں کا ہے جو محض ضد و عناد کی وجہ سے گمراہ ہو رہے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ جنہوں نے اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے محض ضد و عناد کی وجہ سے اختلاف کیا ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ اختلاف صرف بڑے بڑے عالموں اور پیروں نے کیا ہے وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ (بقرہ ع۲۶) اور ایک اور جگہ فرمایا کہ ان علماء اہل کتاب نے اختلاف جان بوجھ کر کیا وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ (آل عمران ع۲) **ف۳۲۲** لفظ برّ عام ہے اور نیکی کی تمام انواع کو شامل ہے۔ البر جامع لانواع الخیر والطاعات المقربة الی اللہ تعالیٰ والخطاب لاھل الکتابین (روح ص۴۶ ج۲) اس آیت میں یہود و نصاریٰ کو خطاب ہے۔ بحث رسالت کے اختتام

موضح قرآن ف یہود نے اپنی کتاب میں سے نبی آخر زمان کی صفت چھپا ڈالی اور بہت آیتوں کے معنی بدل ڈالے غرض دنیا کے واسطے ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی توجہ بجہت مشرق ومغرب چنانکہ یہود ونصاریٰ زعم میکنند نیکوکاری نیست بلکہ منسوخ شدہ است ۱۲ ف۲ یعنی صاحب آن نیکوکاری کہ ملتہائے ولہا اختلاف ندارند آنست ۱۲ ف۳ یعنی در آزادی بندگان یا خلاصی مکاتب ۱۲ ف۴ یعنی اعتبار مماثلت در کشتگان ۱۲ ف۵ یعنی مثل اوست در حکم ۱۲ ف۶ یعنی مثل اوست در حکم ۱۲

پر تحویل قبلہ کے متعلق دوبارہ اہل کتاب کے خیال کی تردید فرمادی ہے۔ تحویل قبلہ کے معاملہ کو اہل کتاب بڑے شدومد کے ساتھ بیان کرتے تھے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاکیداً ان کا دوبارہ رد فرمایا ہے۔ یہودی مغرب کی طرف بیت المقدس کو صحیح قبلہ سمجھتے تھے اور عیسائی جانب مشرق کو کیونکہ حضرت مریم دردِ زہ کے وقت شہر سے مشرق کی جانب نکلی تھیں اور دونوں گروہوں کا عقیدہ تھا کہ ان کا قبلہ صحیح ہے باقی تمام قبلے غلط ہیں۔ اور اصل نیکی یہ نہیں ہے بلکہ اصل نیکی تو خالص ایمان اور عمل صالح یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننا اور ان کی تعمیل ہے وہ جس سمت منہ کرنے کا حکم دیدے بس وہی اصل قبلہ ہے نیز اس میں ان مشرک اقوام کی بھی تردید ہے جو ان سمتوں کو خیر و شر اور موت و حیات کا منبع و مصدر سمجھ کر مقدس جانتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔ ۳۲۳ البرّ چونکہ معنی ہے اور مَنْ اٰمَنَ ذات ہے جو اس پر محمول نہیں ہوسکتی اس لئے یہاں یا تو البر سے پہلے ذا ــــ محذوف ہے یا مَنْ آمَنَ سے پہلے بِرّ مضاف محذوف ہے یعنی ولکن ذا البر من اٰمن یا ولکن البر بر مَنْ اٰمَنَ یہود و نصاریٰ کے باطل خیال کی تردید کے بعد اصل نیکی کا بیان فرمایا کہ اصل نیکی تو ایمان اور عمل صالح ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ایمان کا ذکر ہے یعنی اللہ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، خدا کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر۔ لیکن ایمان سے مراد وہ ایمان ہے جو خالص ہو اور شرک سے پاک ہو۔ یہود و نصاریٰ کے ایمان کی

وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ

اور عورت کے بدلے عورت ۳۲۸ پھر جس کو معاف کیا جائے ۳۲۹ اس کے بھائی کی طرف سے ۳۳۰ کچھ بھی ف تو تابعداری کرنی چاہیے

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ

موافق دستور کے ف اور ادا کرنا چاہیئے اس کو خوبی کے ساتھ ۳۳۱ ف یہ آسانی ہوئی تمہارے

رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے ہے عذاب

اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ

دردناک ف اور تمہارے واسطے قصاص میں زندگی ہے اے عقلمندو

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَیْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

تاکہ تم بچتے رہو ۳۳۴ ف ف فرض کر دیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں

الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَیْرَا ۖۚ الْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَ

موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال ۳۳۵ وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور

الْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ

رشتہ داروں کے واسطے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے پرہیزگاروں پر ف پھر جو کوئی

بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَی الَّذِیْنَ

بدل ڈالے وصیت کو بعد اس کے جو سن چکا تو اس کا گناہ انہی پر ہے جنہوں نے

یُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ

اس کو بدلا بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف پھر جو کوئی خوف کرے

مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ

وصیت کرنے والے سے طرفداری کا یا گناہ کا پھر ان میں باہم صلح کرادے ۳۳۶ تو اس پر کچھ گناہ

عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

نہیں بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ف اے ایمان والو ف

۲۲ ع ۶

۳۲۴ بالباطل سے مال حرام کھانے سے منع فرمایا اور رمضان میں روزہ کا ذکر کیا کیونکہ وہ اکل حرام سے مانع ہے ۱۲

[illegible]

موضح قرآن ف صاحب کے بدلے صاحب اور غلام کے بدلے غلام اسی طرح عورت یعنی ہر صاحب دوسرے صاحب کے برابر ہر غلام دوسرے غلام کے برابر ہے۔ اشراف اور کم ذات کا فرق و دولت مند اور فقیر کا فرق نہیں جیسے کفر میں معمول ہو رہا تھا جس کو معاف ہوا یعنی مقتول کے وارث اگر قصاص موقوف کرکے مال پر راضی ہوں تو قاتل کو چاہیئے کہ ان کو راضی کرے اور منت اٹھا کر خون بہا پہنچا دے یہ آسانی ہوئی یعنی اگلی امت پر قصاص ہی مقرر تھا اس امت پر معاف کرنا اور مال پر صلح کرنا بھی ٹھہرا۔ پھر جو کوئی زیادتی کرے یعنی صلح کرکے مبلغ خون بہا لے کر پھر مارنے کا قصد کرے۔ ف یعنی حاکموں کو چاہیئے کہ قصاص دلانے میں قصور نہ کریں تا آئندہ خون کرنا بند ہو۔ ف۳ کفر کی رسم میں مردے کا وارث اولاد کے سوا کوئی نہ تھا اور اولاد میں بھی فقط بیٹا سو اول اللہ صاحب نے وارث اولاد ہی رکھی ہے مردے کو ضرور ہوا کہ ماں باپ کو اور ناتے والوں کو موافق ان کی حاجت کے روبرو دلوا جاوے۔ ف۴ یعنی اگر مردہ کہہ مرا تھا اور دینے والوں نے نہ دیا مردے پر گناہ ہے وہی ہیں گنہگار۔ ف۵ یعنی کسی نے دیکھا کہ مردہ بے انصافی سے دلوا گیا اولاد کو بہت تھوڑا بچا تو اوروں کو سمجھا کر صلح کروا دے ویسا بدلنا گناہ نہیں۔ اول اللہ صاحب نے یہ حکم فرمایا تھا بعد اس کے سورۂ نساء میں وارثوں کے حصے آپ ہی ٹھہرا دیئے اب مردے کا دلوانا موقوف ہوا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی چیزے از خون مسلمان مقتول ۱۲ ف۲ یعنی ولی دم را مطالبہ کنند نہ بدرشتی ۱۲ ف۳ یعنی قاتل بخوشخوئی ادا نماید نہ بصعوبت ۱۲ ف۴ مترجم گوید اہل جاہلیت شریف در مقابلہ وضیع نمی کشتند و در مقابلہ شریف چند کس از وضیع می کشتند۔ خدائے تعالیٰ نازل فرمود کہ حکم الٰہی باعتبار مماثلت ہے در اجناس کشتگان کہ بایں معنی کہ احرار را حکم جدا است کہ ہر حر مثل حر دیگر است در ان حکم و عبید را حکم جدا است کہ ہر عبد مثل عبد دیگر است در ان حکم و زنان را حکم جدا است و ہر زن مثل زن دیگر است در ان حکم و امتیاز حکم زنان در باب دیات است نہ در باب قود پس ہر فردے ازیں جنس مساوی است با فرد دیگر ہر چند بعضے شریف باشد و بعضے وضیع بعضے جمیل و بعضے ذمیم و بعضے عالم و بعضے فقیر و سنت زیادہ کردہ است دو جنس دیگر کہ مسلمان در مقابلہ مسلمان است و کافر در مقابلہ کافر پس اگر بعضے ورثہ عفو کنند از کشتن گذشتہ خون بہا قبول نمایند و ولی دم را باید کہ بحسن معاملہ مطالبہ کنند نہ بدرشتی و قاتل را باید کہ بخوشخوئی ادا کند نہ بدخوئی واللہ اعلم ۱۲ ف۵ مترجم گوید حکم وصیت منسوخ است بآیت مواریث واللہ اعلم ۱۲ ف۶ مترجم گوید مضمون این آیت تخییر است در صوم و فدیہ و این معنی منسوخ شد بآیتی کہ متصل می آید۔ مترجم گوید شاید کہ معنی آیت چنیں باشد و واجب است بر آناں کہ می توانند داد فدیہ ادا دن فدیہ کہ عبارت از طعام یک درویش است مراد صدقۃ الفطر است و سنت آں را مقدم کردہ بیک صاع جو یا نیم صاع از گندم پس این آیت محکم باشد نہ منسوخ و شاید کہ معنی آیت چنیں باشد واجب است بر آناں کہ می توانند قضا کردن یعنی و قضا نہ کردند تا آنکہ رمضان دیگر در آمد واللہ اعلم ۱۲

طرح نہ ہو جو خدا پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے شریک سمجھتے تھے اور انہیں پکارتے تھے والمراد بھذا الایمان ایمان خالٍ عن شائبة الاشراک لا کایمان الیہود والنصاریٰ القائلین عزیر ابن اللہ والمسیح ابن اللہ (روح ص۴۸ ج ۲) اسی طرح فرشتوں، پیغمبروں اور کتابوں پر بھی بلا تفریق ایمان لائے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض فرشتوں اور پیغمبروں کو مانے اور بعض سے عداوت رکھے اسی طرح بعض کتابوں کو مانے اور بعض کو نہ مانے۔ ایسا ایمان قابلِ قبول نہیں **۳۲۴** اب یہاں سے اعمال صالحہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اعمال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق مال خرچ کرنے سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق انسان کے بدن سے ہے۔ حُبِّهٖ کی ضمیر المال کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کی محبت کے باوجود وہ اسے خرچ کرے۔ ذوی القربیٰ۔ یہ اٰتی کا مفعول ہے اور رشتہ دار سے مراد غریب اور محتاج رشتہ دار ہیں۔ و الیتامیٰ یتیم کی جمع ہے اور یتیم ہر اس نابالغ کو کہتے ہیں جس کا باپ مرچکا ہو جب یتیم کا اپنا کوئی مال نہ ہو۔ تو اس کی پرورش بھی اسکے قریبی رشتہ داروں پر لازم ہے۔ وَالْمَسٰكِيْنَ مسکین کی جمع ہے یعنی حاجت مند اور محتاج وابن السبیل یعنی مسافر جب سفر میں بے خرچ ہو جائے اگرچہ اس کے گھر میں مال موجود ہو وَالسَّآئِلِيْنَ اس سے مراد بھی حاجت مند لوگ ہی ہیں تو مساکین اور سائلین میں یہ فرق ہو کہ مساکین وہ ہیں جو کسی سے نہ مانگیں اور سائلین وہ ہیں جو مانگ لیں۔ اھل الحاجة ثم ھم ضربان منھم من یکف عن السؤال وھو المراد ھٰھنا ومنھم من یسأل وینبسط وھو المراد بقولہ والسائلین (کبیر ص۲۱ ج ۲) **۳۲۵** رَقَبَةٌ کی جمع ہے اور رقبہ سے مجازاً شخص مراد ہے۔ الرقبة مجاز عن الشخص (روح ص۴۷ ج ۲) رقاب میں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں چھڑایا جائے۔ ای فی تخلیص الرقاب وفکاکہا (روح ص۴۷ ج ۲) یہاں فک رقاب سے بعض مفسرین نے غلاموں کو آزاد کرانا اور بعض نے قیدیوں کو چھڑانا مراد لیا ہے مگر عمومِ لفظ اس بات کا مقتضی ہے کہ اس سے یہ دونوں مراد ہوں اور ان کے علاوہ وہ مقروض جو موحد ہو اور مشرک نہ ہو اس کی امداد کرنا بھی اس میں شامل ہو یہاں تک مالی صدقات کا ذکر تھا۔ اب آگے نماز کا ذکر ہے جو تمام عبادات بدنیہ میں سب سے اعلیٰ ہے۔ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اقامت صلوٰۃ کا مفہوم وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ کے تحت گذر چکا ہے۔ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ پہلے نفل صدقات کا ذکر تھا یہاں فرضی صدقہ یعنی زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے۔ والمراد بالصلوٰۃ المفروضة كالزكوٰة فی واتی الزکوٰۃ بناءً علی ان المراد بما مر من ایتاء المال نوافل الصدقات (روح ص۴۷ ج ۲) **۳۲۶** عقائد و اعمال کی تصحیح کے بعد اب حسنِ اخلاق کا ذکر کیا جارہا ہے اور عہد سے یہاں کوئی خاص عہد مراد نہیں بلکہ اس سے ہر وہ عہد مراد ہے جو کسی انسان نے کسی دوسرے انسان سے کیا ہو یا اللہ تعالیٰ سے کیا ہو۔ ای فیما بینھم وبین اللہ تعالیٰ وفیما بینھم وبین الناس (قرطبی ص۲۴۲ ج ۲) والظاہر حمل العہد علی ما یشمل حقوق الحق وحقوق الخلق (روح ص۴۷ ج ۲) انسانوں سے کئے گئے صرف ان وعدوں کا پورا کرنا جائز اور لازم ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ خلافِ شریعت کام کے متعلق وعدہ پورا کرنا جائز نہیں۔ خدا سے کئے ہوئے عہد میں خدا کے نام کی نذر اور خدا کے نام کی قسم بھی شامل ہیں۔ اگر خدا کے لئے نذر مانی ہے تو اسے پورا کرنا واجب ہے البتہ غیر اللہ کی نذر و منت ناجائز اور شرک ہے اور کوئی جہالت سے مان بیٹھے تو اس سے توبہ کرے اور اس کو پورا نہ کرے۔ اسی طرح اگر کسی نے خدا کے نام کی قسم کھائی ہے اگر وہ ناجائز کام پر نہیں تو اسے ضرور پورا کرے اگر ناجائز کام پر ہے تو قسم توڑ دے۔ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانی درست نہیں۔ **۳۲۷** الصّٰبِرِيْنَ منصوب علی المدح اور اس کا عامل محذوف ہے یعنی امدح۔ الصابرین کو ماقبل سے اس لئے جدا کیا گیا ہے تاکہ صابرین کی مزید فضیلت ثابت ہو جائے البأساء والضراء دونوں کے معنی شدت اور تکلیف کے ہیں لیکن بأساء کا تعلق مال سے ہے یعنی فقر و فاقہ وغیرہ اور ضراء کا تعلق بدن سے ہے جیسے بیماری البأساء فی الاموال کالفقر والضراء فی الانفس کالمرض (بیضاوی ص۴۶) اور البأس سے مراد جنگ و جہاد ہے ای وقت القتال وجہاد العدو (روح ص۴۸ ج ۲) مطلب یہ کہ صرف آرام سے نماز پڑھنے ہی سے کام نہیں چلے گا بلکہ جہاد بھی کرنا پڑے گا۔ اور مال و جان میں تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑیں گی اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے۔ **۳۲۸** اُولٰٓئِكَ سے مذکورہ بالا صفات سے متصف لوگ مراد ہیں یعنی نیکی کے سچے طالب تو وہ لوگ ہیں جن میں ایمان و عمل (یعنی اللہ کے احکام کو دل و جان سے ماننے) اور حسنِ اخلاق کی مذکورہ بالا تمام خوبیاں موجود ہوں نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے کو ہی نیکی سمجھ رکھا ہے اور اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔ یہ آیت تمام اعمالِ خیر کی جامع ہے۔ اس میں تمام بنیادی عقائد اور ضروری اعمال آگئے ہیں اس لحاظ سے یہ آیت اصولِ دین میں سے ایک بہت بڑی اصل ہے۔

حصّہ دوم

(۱) جہاد فی سبیل اللہ (۲) انفاق فی سبیل اللہ

تمہید یہاں تک سورۂ بقرہ کا پہلا حصہ جس میں توحید و رسالت کا بیان تھا ختم ہوگیا۔ اب آگے دوسرا حصہ شروع ہو رہا ہے۔ اس حصہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق عمل سے ہے۔ ایک جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں اللہ کی توحید اور اس کے دین کی خاطر لڑنا اور دوسرا انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے دین کی خاطر اپنی دولت خرچ کرنا۔

اصل مسائل شروع کرنے سے پہلے امور انتظامیہ بیان فرمائے ہیں۔ کیونکہ باہمی نظم و ضبط اور محبت و انس کے بغیر اجتماعی قوت کے ساتھ جہاد ناممکن ہے اور امور انتظامیہ کی پابندی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ انسان کے دل میں خدا کا خوف اور اس کا باطن درست اور اس کی نیت نیک ہو اس لئے امور انتظامیہ کے ساتھ اور ان کے درمیان چند امور مصلحہ کا ذکر فرما دیا۔ مثلاً نماز، روزہ، حج۔ اس کے بعد جہاد کا ذکر ہے اور جہاد کے حکم کے ساتھ ساتھ امور مصلحہ بھی ذکر ہو رہے ہیں۔ تاکہ روزہ سے باطن کی صفائی حاصل ہو جائے اور حج کے موقع پر بیت اللہ میں حاضر ہو کر اللہ سے فتح کے لئے دعا کرو کیونکہ وہاں دعا قبول ہوتی ہے اور نماز سے باہمی محبت پیدا ہوگی۔ **۳۲۹** امور انتظامیہ میں سے یہ پہلا امر انتظامی ہے۔ یہودیوں کے مذہب میں قتل کی سزا صرف قتل ہی تھی۔ معافی کی صورت کوئی نہیں تھی۔ عیسائیوں کے یہاں بس ایک ہی عفو و درگذر کا قانون تھا۔ قصاص نہیں تھا۔ عرب میں قصاص اور عفو دونوں چیزیں موجود تھیں لیکن ان میں بہت افراط و تفریط سے کام لیا جاتا تھا۔ اگر قاتل کوئی معمولی آدمی ہوتا اور مقتول بڑا خاندانی تو اس کے عوض قاتل کے قبیلہ سے کئی آدمی قتل کر دیئے جاتے تھے۔ اس طرح بڑے لوگ اپنے زخموں کے عوض بھی دگنی تگنی دیتیں وصول کرتے تو اللہ تعالیٰ نے قصاص اور دیت کے احکام نازل فرما کر ان تمام بے اعتدالیوں کی اصلاح فرما دی۔ قصاص کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہو (کبیر ص۱۵ ج ۲، روح ص۴۹ ج ۲) یہاں مراد یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے اور قصاص صرف حکومت ہی لے سکتی ہے عوام کو اختیار نہیں ہے کہ وہ خود اپنے مقتولین کا قصاص لینے پھریں کیونکہ اس سے بہت بڑی بے اعتدالیوں کا دروازہ کھل جائے گا۔ عداوتیں بڑھ جائیں گی اور زمین میں دنگا فساد برپا ہو جائے گا۔ اتفق ائمة الفتوىٰ علی انہ لا یجوز لاحد ان یقتص من احد حقہ دون السلطان ولیس للناس ان یقتص بعضھم من بعض (قرطبی ص۲۵۶ ج ۲) **۳۳۰** حنفیہ کے نزدیک اگر کسی آزاد نے غلام کو یا کسی مرد نے عورت کو قتل کر دیا تو غلام کے بدلے آزاد اور عورت کے بدلے مرد کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما، سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابن ابی لیلیٰ، قتادہ، و حکم بن عتیبہ کا بھی یہی مسلک ہے (قرطبی ص۲۴۶ ج ۲) امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک غلام کے بدلے آزاد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ عورت کے بدلے مرد سے قصاص لیا جائے گا۔ اس آیت

میں چونکہ آزاد کا آزاد سے اور غلام کا غلام سے اور عورت کا عورت سے تقابل کیا گیا ہے اس لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد کو آزاد کے بدلے، غلام کو غلام کے بدلے اور عورت کو عورت کے بدلے تو قتل کیا جائے گا لیکن آزاد کو غلام کے بدلے اور مرد کو عورت کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس تقابل کا مفہوم مخالف یہی ہے ۔ اس طرح یہ آیت فریقین کے خلاف جاتی ہے ۔ امام شافعیؒ نے تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس آیت کا ایک حصہ یعنی الانثیٰ بالانثیٰ حدیث سے منسوخ ہے حنفیہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آزاد کے بدلے غلام قتل نہ کرنے کا حکم آیت کے مفہوم مخالف سے لیا گیا ہے حالانکہ مفہوم مخالف احکام شرعیہ میں حجت نہیں ہے ۔ قالہ صاحب المدارك ۔ **فائدہ** :- حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفہوم مخالف اثبات احکام از قسم حلال وحرام کے لئے تو معتبر نہیں البتہ تقدیم و تاخیر یا حصر وغیرہ کا نکتہ بیان کرنے کے لئے اسے ذکر کیا جا سکتا ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ الحر بالحر میں حصر مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد صرف قصاص میں مساوات بیان کرنا ہے یعنی جاہلیت کے زمانہ میں قصاص کے بارے میں جو زیادتیاں کی جاتی تھیں ان کی روک تھام مقصود ہے ۔ قالہ الامام ولی اللہ الدہلوی رحؒ تیسرا جواب یہ ہے کہ قصاص کے معنوں میں عموم ہے کہ یہ لفظ قتل اور جراحت دونوں پر بولا جاتا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کسی آدمی کے ساتھ وہی کچھ کرنا جو اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہو ۔ اما القصاص فہو ان یفعل بالانسان مثل ما فعل (کبیر ص۸۶ ج ۲) نیز صراح میں قصاص کے یہ معنی لکھے ہیں "کشندہ را باز کشتن وجراحت کردن عوض جراحت"، تو آیت میں قصاص بالنفس اور قصاص بالاطراف دونوں کا ذکر ہے چنانچہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى میں قصاص بالنفس کا حکم ہے ۔ اور الحر بالحر میں قصاص فی الاطراف کا حکم ہے ۔ اب اگر مفہوم مخالف بھی مراد لے لیا جائے تب بھی یہ آیت حنفیہ کے خلاف نہیں جاتی کیونکہ قصاص فی الاطراف میں آزاد کے اعضاء کو غلام کے بدلے اور مرد کے اعضاء کو عورت کے بدلے قطع نہیں کیا جاتا ۔ قالہ الشیخ روح اللہ تعالیٰ روحہ یہ تو قصاص کا حکم تھا یعنی قصاص نفس اور قصاص اطراف ۔ اب آگے فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ سے دیت اور خون بہا کا بیان ہے (دیت نفس اور دیت اطراف) **۳۳۱** مَن سے مراد قاتل ہے اور لہٗ کی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے ۔ اور مِنْ اَخِيْهِ میں ضمیر مجرور مَنْ کی طرف راجع ہے اور اَخِيْهِ سے مراد مقتول ہے اور مقتول کی طرف سے معافی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ورثا معاف کردیں ۔ مقتول کو قاتل کا بھائی کہہ کر اس لئے ذکر کیا کہ قاتل کے دل میں شفقت اور ندامت کے جذبات پیدا ہوں کہ جسے اس نے قتل کیا ہے وہ کوئی غیر نہیں تھا بلکہ دین اور بشریت میں اس کا بھائی تھا ۔ سماہ اخا استعطافا بتذکیر اخوۃ البشریۃ والدین (روح ص۵۰ ج ۲) **۳۳۲** شَيْءٌ کی تنوین تنکیر کے لئے ہے مطلب یہ ہے کہ مقتول کے ورثا کی طرف سے سب کچھ نہ سہی کچھ ہی معافی دیدی جائے مثلاً قصاص معاف کردیا جائے اور دیت لے لی جائے ۔ **۳۳۳** صلح ہو جانے کی صورت میں قاتل اور مقتول کے ورثا، دونوں کو حسن سلوک کی تلقین فرمائی یعنی مقتول کے ورثا بھی معقول طریقے سے خون بہا کا مطالبہ کریں ۔ ایسا نہ ہو کہ فریق ثانی کو تنگ کرنے کے لئے خون بہا کے مطالبہ میں سختی کریں اور نہ زیادہ کا مطالبہ کریں اسی طرح قاتل کو بھی چاہیئے کہ وہ مقررہ رقم معاہدے کے مطابق ادا کرے اور ٹال مٹول نہ کرے ۔ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ــــ ذٰلِكَ کا اشارہ حکم مذکور کی طرف ہے یعنی عفو اور دیت کی مشروعیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف اور مہربانی ہے کہ اس نے معافی اور خون بہا کی سہولتیں پیدا کردی ہیں کیونکہ عفو کی صورت میں قاتل کو سہولت ہے اور دیت کی صورت میں مقتول کے ورثا کا فائدہ ہے ۔ لما فی مشروعیۃ العفو تسہیل علی القاتل وفی شرعیۃ الدیۃ نفع لاولیاء المقتول (روح ص۵۱ ج ۲) فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو حدود اللہ کے واضح ہو جانے کے بعد ان سے تجاوز کریں ۔ مثلاً قاتل کے بجائے کسی بے گناہ کو قتل کردیں یا معافی اور خون بہا وصول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کردیں یا بے گناہ پر قتل کا الزام لگا کر اس پر جھوٹا دعویٰ دائر کر دیں **۳۳۴** قصاص اگرچہ بظاہر بہت دشوار اور برا معلوم ہوتا ہے مگر عقلمند اور صاحب ہوش لوگ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ قصاص تو زندگی کا باعث ہے کیونکہ قصاص کے خوف سے قاتل قتل سے رک جائے گا اور اس طرح قاتل اور مقتول کی جان بچ جائے گی ۔ اسی طرح قتل سے قاتل اور مقتول کے قبیلوں میں عداوت اور انتقام کی جس آگ کے بھڑکنے کا اندیشہ ہے وہ بھی نہیں بھڑکے گی۔ اور اس طرح دونوں خاندان قتل و خونریزی سے بچ کر آرام اور چین کی زندگی بسر کریں گے ۔ اس لئے ارشاد فرمایا ۔ اے دانشورو! قصاص بری چیز نہیں بلکہ یہ تو تمہاری جانوں کی حفاظت کی ضمانت اور تمہاری زندگی کا بیمہ ہے ۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ قصاص سے ایک طرف تو تم دنیا میں قتل اور خون خرابہ سے بچ جاؤ گے اور دوسری طرف آخرت میں قتل اور فساد فی الارض کے عذاب سے بچ جاؤ گے ۔

۳۳۵ كُتِبَ عَلَيْكُمْ الخ خیر سے مراد یہاں مال ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ (بقرہ ع ۳۷) اور معروف سے مراد عدل اور انصاف ہے یعنی وصیت کرنے میں باقی ورثا کا بھی خیال رکھے کہ ان کی حق تلفی نہ ہو ۔ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ متقین سے مراد مومنین ہیں اور متقین کی تعبیر سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ حکم وصیت اور اسی طرح دیگر احکام الٰہی کی رعایت متقیوں و پرہیزگاروں کا شیوہ ہے ۔ وضع المظہر موضع المضمر للدلالۃ علی ان المحافظۃ علی الوصیۃ والقیام بہا من شعائر المتقین الخائفین من اللہ (روح ص۵۵ ج ۲) فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ الخ بدّلہ اور سمعہ کی منصوب ضمیریں ایصاء کی طرف راجع ہیں جو ما قبل سے مفہوم ہے ۔ اِثْمُهٗ کی ضمیر تبدیل کی طرف راجع ہے جو بَدَّلَهٗ میں مذکور ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص میت کا وصی ہے یا وصیت کا شاہد ہے اگر یہ لوگ بعد میں میت کی وصیت میں ردوبدل کردیں یا سرے سے وصیت کا انکار ہی کردیں تو اس تبدیل وتغییر کا گناہ ان تبدیل کرنے والوں پر ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ وصیت کرنے والوں اور وصیت میں ردوبدل کرنے والوں کے اقوال وافعال کو سنتا اور جانتا ہے ۔ اور وہ ان کے مطابق ہر ایک کو جزا دیگا ۔ **۳۳۶** جنف کے معنی حق سے ناحق کی طرف میلان کے ہیں ۔ یہاں اس سے بلا قصد غلطی سے میلان عن الصواب مراد ہے اور اثماً سے قصداً میلان عن الصواب مراد ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے آدمی کو ڈر ہو کہ وصیت کرنے والا غلطی سے یا عمداً وصیت میں شرعی ضابطہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے یا دوسرے ورثا کی حق تلفی کر رہا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ وصیت کرنے والے کی رہنمائی کرے اور اسے حق اور انصاف کی راہ بتائے ۔ یہ شخص گنہگار نہیں ہوگا بلکہ اجر وثواب کا مستحق ٹھہرے گا ۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ وہ گنہگاروں کو بھی معاف کردیتا ہے جو نیک نیتی سے اصلاح کرنے والے ہیں ۔ ان کو اپنی رحمت سے کیوں نہیں نوازے گا ۔ والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا مگر آیت میراث سے یہ حکم منسوخ ہوگیا ماں باپ والدین کے لئے اور اسی طرح دوسرے ورثاء کے لئے وصیت جائز نہیں ۔ ثم ان ھذا الحکم کان فی بدء الاسلام ثم نسخ بآیۃ المیراث (روح ص۵۳ ج ۲) حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جن پانچ آیتوں کو منسوخ مانا ہے ان میں سے ایک یہ ہے لیکن بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں چنانچہ صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ یہ آیت مشرک ماں باپ اور رشتہ داروں کے حق میں نازل ہوئی تھی اور حکم استحبابی ہے وجوب کے لئے نہیں ہے وقیل غیر منسوخۃ لانہا نزلت فی حق من لیس بوارث بسبب الکفر . . . . فشرعت الوصیۃ فیما بینہم قضاءً لحق القرابۃ ندباً (مدارك ص۷۲ ج ۱) اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کی توجیہ اس طرح فرماتے ہیں کہ یہاں وصیت والدین اور اقربین کے لئے نہیں بلکہ والدین اور اقربین کو ہے اور المعروف سے مراد حکم شرعی ہے اور مطلب یہ ہے کہ مرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ماں باپ اور رشتہ داروں کو اس بات کی وصیت کرے کہ وہ اس کا ترکہ حکم شرعی کے مطابق تقسیم کریں **۳۳۷** یہاں سے امور مصلحہ کا بیان شروع ہوتا ہے ۔ سب سے پہلے روزہ کا حکم فرمایا ۔ اس سے پہلے وصیت میں گڑبڑ کرکے کسی کا حق مارنے سے منع فرمایا اور آگے چل کر وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ سے دوبارہ مال حرام کھانے سے ممانعت فرمائی ۔ ان دونوں انتظامی امور کے درمیان ایک امر مصلح یعنی روزہ کا ذکر فرمایا کیونکہ روزہ مال حرام سے اجتناب میں مدد ومعاون ہے بایں طور کہ روزہ سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے ۔ خدا کی محبت اور نیکی کی رغبت بڑھتی ہے ۔ باطن پاک صاف ہو جاتا ہے اور دل گناہوں سے پاک اور مال حرام سے متنفر ہو جاتا

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
فرض کیا گیا تم پر روزہ ۳۳۷ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر ۳۳۸
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ
تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ ف۱ چند روز ہیں گنتی کے پھر جو کوئی
مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ
تم میں سے بیمار ہو یا مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں
وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ
اور ۳۳۹ جن کو طاقت ہے روزہ کی ان کے ذمہ بدلا ہے ایک فقیر کا کھانا ۳۴۰ ف۲ پھر جو کوئی
تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ
خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اسکے واسطے اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لئے
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ
اگر تم سمجھ رکھتے ہو ف۳ ف۱ مہینہ ۳۴۱ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا
فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ
قرآن ۳۴۲ ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور
الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ
حق کو باطل سے جدا کرنے کی ف۴ ف۲ سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اسکے اور جو
كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ
کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہئے اور دنوں سے
يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا
اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اسواسطے کہ تم پوری
الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو ۳۴۳

ہے۔ چنانچہ اسی نکتہ کیلئے احکام روزہ کے درمیان فرمایا وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ الخ کیونکہ ایک روزہ سے انسان ستر سال کی مسافت سے بھی زیادہ خداوند تعالیٰ سے نزدیک ہو جاتا ہے

ف۳۳۸ یعنی روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں کئے گئے بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض تھے اور یہ تشبیہ تمام اوصاف میں نہیں ہے بلکہ نفس وجوب میں ہے۔ روزہ ہر پیغمبر کی شریعت میں فرض رہا ہے۔ البتہ روزوں کی تعداد اور وقت میں فرق تھا۔ علی الانبیاء والامم من لدن اٰدم علیہ السلام الی عہدکم فہو عبادۃ قدیمۃ (مدارک ص۷۹ ج۱) لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ یہاں روزہ کی غرض وغایت بیان فرمائی ہے کہ روزہ بظاہر فاقہ اور تکلیف معلوم ہوتا ہے مگر اس میں تمہارے لئے روحانی فوائد ہیں اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تم روزے رکھنے سے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے۔ کیونکہ روزہ رکھنے سے قوت شہوانیہ ضعیف ہو جائے گی اور نفس کی خواہش مرغوبات نفسانیہ کی طرف کم ہو جائے گی جس کا نتیجہ گناہوں سے بچنے اور نیکی کے کاموں میں رغبت کی صورت میں ظاہر ہوگا اور یہی تقویٰ ہے اس روحانی تزکیہ کے علاوہ روزہ سے بدن کی اصلاح بھی ہوتی ہے اس لئے مادی اور روحانی دونوں قسم کے فوائد کا حامل ہے اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ یہ كُتِبَ کا مفعول فیہ ہے۔ نصب علی الظرف لکتب ای کتب علیکم الصیام فی ایام (قرطبی ص۲۷۴ ج۲) اور ایامًا معدودٰت (گنتی کے چند دن) سے مراد ماہ رمضان ہے۔ اور یہ حوصلہ بڑھانے کے لئے فرمایا کہ روزے کوئی زیادہ نہیں ہیں بلکہ گنتی کے چند دن ہیں۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ الخ روزہ کی فرضیت کا حکم دینے کے بعد معذورین کے لئے رعایت کا اعلان فرمادیا کہ جو مسلمان بیمار ہو اور روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو یا کسی شخص کو رمضان میں لمبا سفر پیش آئے تو ان کو اجازت ہے کہ وہ رمضان میں روزہ نہ رکھیں اور جتنے روزے ان سے چھوٹ جائیں رمضان کے بعد ان کی قضا دے کر ماہ رمضان کے روزوں کی تعداد پوری کرلیں۔

ف۳۳۹ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ شروع میں روزے علی التخییر فرض تھے یعنی ہر آدمی کو اختیار تھا کہ چاہے وہ روزے رکھے یا اگر طاقت ہو تو ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا بعض کا خیال ہے یہاں لا مقدر ہے اور اصل میں عبارت یوں ہے وَعلی الذین لا یطیقونہ یا ہمزہ افعال سلب ماخذ کیلئے ہے اور ضمیر منصوب سے مراد روزہ ہے اور اس میں شیخ فانی، حاملہ اور دودھ پلانیوالی عورت کا حکم بیان کیا گیا ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں کہ یطیقونہ میں ضمیر منصوب فدیہ کی طرف راجع ہے جو بعد میں مذکور ہے لیکن رتبۃً مقدم ہے کیونکہ وہ مبتدا مؤخر ہے اور اس آیت سے مراد صدقۃ الفطر کا حکم ہے یعنی جو لوگ صدقۃ الفطر کی طاقت رکھتے ہیں ان پر صدقۃ الفطر واجب ہے (الفوز الکبیر) اور مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ایام بیض کے روزوں کا ذکر ہے اور یہ حکم انہی سے متعلق ہے اور اب بھی یہ حکم باقی ہے۔ ایام بیض کے روزوں میں تخییر ہے چاہے روزے رکھے یا ہر روزہ کے عوض فدیہ دیدے۔ کیونکہ ابھی تک رمضان کی فرضیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ وھذا الحکم ایضًا یتعلق بالایام البیض ولا تعلق لہ برمضان الخ (فیض الباری ج۳ ص۱۸۵) دوسری توجیہ یہ فرمائی کہ اطاق یطیق کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی چیز بڑی مشقت سے برداشت کی جائے مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ مشکل اور مشقت سے روزہ رکھ سکیں۔ وہ فدیہ

یہ تشبیہ نفس وجوب میں ہے تمام اوصاف میں نہیں ۱۲

مفعول فیہ لکتب ۱۲

الصیام ۱۲

ای فعلیکم العدۃ ۱۲

جو لوگ بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے میں بہت محنت و مشقت اٹھاتے ہیں جیسے شیخ فانی

ای اعادہ [illegible]

ہو معطوف علی محذوف ای لیسہل الامر علیکم ولتکملوا العدۃ ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی روزے سے سلیقہ آجاوے جی روکنے کا تو ہر جگہ روک سکو۔ ف۲ اول یہی حکم اترا کہ مریض ومسافر چاہیں تو پھر قضا کرلیں اور جن کو طاقت ہے یعنی بے عذر ہیں وہ چاہیں کہ قضا کریں تو بالفعل روزے کے بدلے ایک فقیر کو کھلادیں اور تو بھی بہتر ہے روزہ ہی پھر اس کے بعد جو آیت اتری اس میں فقط مریض ومسافر کو رخصت ملی قضا کی اور کسی کو نہیں ف۳ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ اسی سے ٹھہرا کہ اس میں اترا قرآن پس قرآن کی خدمت اس مہینے میں پہلے چاہئے اسی سبب سے رسول خدا نے تقید کیا تراویح کا اور آپ چند روز جماعت کرکر پھر نہ کروائی کہ قرآن میں اشارات میں صریح فرض نہ ہو جاوے ۱۲

فتح الرحمن ف۱ فدیہ دادن کہ عبارت از یک طعام مسکین است بیک مد و ایں حکم منقول است از قاسم وسعید بن جبیرؒ ہمیں است مذہب شافعی و در یں صورت نیز محکم است غیر منسوخ ۱۲ ف۲ یعنی در رمضان یکدفعہ ازلوح محفوظ بآسمان دنیا فرود آمد و از انجا بدفعات برآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرود آمد در چند سال ۱۲

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ
اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں ۳۴۴ قبول کرتا ہوں دعا مانگنے
الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ
والوں کی دعا کو ۳۴۵ جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیئے کہ وہ حکم مانیں میرا ۳۴۶ اور یقین لائیں مجھ پر
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ
تاکہ نیک راہ پر آئیں ف حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں
الرَّفَثُ اِلٰى نِسَاۗىِٕكُمْ ۭ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ
بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے ۳۴۷ وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم
لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
پوشاک ہو ان کی ۳۴۸ اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے
فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـــٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ
سو معاف کیا تم کو ۳۴۹ اور درگذر کی تم سے پھر ملو اپنی عورتوں سے اور
ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ
طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے ۳۵۰ اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے
لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ
تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے فجر کی ۳۵۱
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ
پھر پورا کرو روزہ کو رات تک ۳۵۲ اور نہ ملو عورتوں سے جب
اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں ۳۵۳ یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو ان
تَقْرَبُوْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
کے قریب نہ جاؤ ف اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ

[illegible] قریب الی کلا ذکر سے [illegible] فرا کو زیادہ [illegible] بکار سو ۲

ویدیں تو اس صورت میں اس سے مراد رمضان کے روزے ہوں گے۔ اور یہ آیت شیخ فانی کے حق میں ہوگی اور اس صورت میں لا کو مقدر کرنے یا ہمزہ کو سلب ماخذ کے لئے ماننے کی ضرورت نہ رہے گی یہ علامہ سے منقول ہے۔ قال الزمخشری ما حاصلہ ان فعل الاطاقۃ بمادتہ لا یستعمل الا فیما ٭ یتعذر او یتعسر الخ (فیض الباری ص۹۵ ج ۳) ۳۴۰ فدیہ کی معین مقدار تو بہر حال لازم ہے اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے اس کی مقدار میں اضافہ کر دے یا ایک کی بجائے دو مسکین کو کھانا کھلا دے تو یہ اس کے لئے اور بہتر اور مزید اجر و ثواب کا موجب ہے ای زاد علی مسکین واحد فاطعم مکان کل یوم مسکینین فاکثر وقیل من زاد علی القدر الواجب علیہ فاعطی صاعا وعلیہ مد (معالم ص۱۳۷ ج ۱) وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اَنْ مصدریہ ہے اور ان تصوموا بتاویل مفرد مبتدا ہے اور خیر لکم اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سفر اور بیماری کی حالت میں اگرچہ رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن اگر سفر میں زیادہ تکلیف کا احتمال نہ ہو اور بیماری بھی زیادہ شدید نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے وان تصوموا فی السفر والمرض غیر الشاق (قرطبی ص۲۹۰ ج ۲) اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اِنْ کا جواب محذوف ہے ای اخترتموہ یعنی اگر تمہیں معلوم ہو کہ روزہ رکھنے میں کیا فضیلت ہے تو تم سفر اور بیماری میں بھی روزہ رکھو۔ ۳۴۱ شہر مبتدا ہے اور الَّذِیْ الخ اس کی صفت اور فَمَنْ شَهِدَ الخ اس کی خبر ہے اور شَهْرُ رَمَضَانَ کی صفت چونکہ اسم موصول ہے اور اس وجہ سے وہ متضمن معنی شرط ہے اس لئے اس کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہے۔ شہر رمضان مبتدأ خبرہ الموصول بعدہ او فمن شہد و الفاء لتضمنہ معنی الشرط لکونہ موصوفا بالموصول (روح ص۶۰ ج ۲) یہاں ماہِ رمضان کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جس مہینے کے روزوں کا حکم دیا جا رہا ہے۔ وہ بہت ہی فضیلت والا مہینہ ہے۔ اس میں قرآن مجید اتارا گیا۔ رمضان میں قرآن مجید اتارنے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان میں اس کے نزول کی ابتدا ہوئی۔ کیونکہ سارا قرآن تو تقریباً تئیس سال میں نازل ہوا تھا۔ ای ابتدی فیہ انزالہ وکان ذلک لیلۃ القدر (روح ص۶۱ ج ۲) ۳۴۲ ھدی اور بینات دونوں القرآن سے حال ہیں یعنی قرآن تمام دنیا جہان والوں کے لئے ہدایت کا ایک جامع پروگرام ہے اور پھر اس کے دلائل انتہائی روشن اور واضح ہیں جو ہدایت کی تمام راہوں کو روشن کرتے ہیں اور حق و باطل کے درمیان امتیاز قائم کرتے ہیں۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ بعض کے نزدیک پہلے روزے کی جگہ فدیہ دینا جائز تھا۔ ان کے نزدیک یہ آیت اس حکم کی ناسخ ہے۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ الخ مریض اور مسافر کا حکم اگرچہ پہلے بیان ہو چکا تھا لیکن فمن شہد کی صراحت سے اس حکم کے نسخ کا احتمال ہو سکتا تھا اس لئے اس حکم کا اعادہ فرما دیا وتکریرہ لئلا یتوھم نسخہ کما نسخ قرینہ (روح ص۶۲ ج ۲) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی مہربانی اور وسعتِ رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ اس نے عذر کی حالت میں روزہ کی معافی دیدی اور ہمارے لئے آسانی پیدا کر دی۔ ۳۴۳ اس سے پہلے تین احکام بیان فرمائے ہیں یہاں تینوں کی الگ الگ علتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلے ایک حکم تو یہ تھا کہ رمضان کے پورے روزے رکھو۔ سفر اور بیماری کی حالت میں جو روزے رہ جائیں۔ رمضان کے بعد ان کی قضا دو۔ دوسرا حکم چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کے طریقہ کے متعلق تھا اور تیسرا حکم بیماری اور سفر کی حالت میں رخصت کا تھا۔ اب یہاں ترتیب وار تینوں کی علتیں بیان فرمائی ہیں یعنی رمضان کے روزوں کی گنتی کا خیال رکھنے کا حکم اس لئے دیا تاکہ تمہاری گنتی پوری ہو جائے۔ اور کوئی روزہ کم نہ رہے۔ اور قضا کا طریقہ تمہیں بتایا تاکہ تم اللہ کے اس احسان پر اس کی عظمت اور برتری کا اقرار کرو۔ اور عذر کی حالت میں تمہیں روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی تاکہ تم اس کے اس انعام کا شکریہ ادا کرو۔ فقولہ لتکملوا علۃ الامر بمراعاۃ العدۃ ولتکبروا علۃ ما علم من کیفیۃ القضاء والخروج عن عہدۃ الفطرۃ ولعلکم تشکرون علۃ الترخیص (مدارک ص۷۶ ج ۱)

موضح قرآن ف اوپر کی آیت میں فرمایا کہ بڑائی کرو اللہ کی یعنی عید کے دن جو تکبیر کہتے ہیں باواز بلند اس واسطے دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ دور نہیں بلند آواز سے اور فائدے کے واسطے ہے۔ ایک شخص نے حضرت سے یہی پوچھا کہ ہمارا رب دور ہے تو ہم اس کو پکاریں یا نزدیک ہے تو آہستہ بات کہیں، اس پر یہ آیت اتری۔

۳۴۴ یہ جملہ معترضہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے قرب کا بیان ہے روزہ چونکہ قربِ الٰہی حاصل کرنے کا موجب ہے اس لئے روزہ کے بعد قربِ الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے نیز پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور بڑھائی کا بیان تھا اس لئے اس سے اللہ کے بُعد کا تصور آسکتا تھا۔ اس لئے صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمارا خدا دور ہے یا نزدیک۔ اگر دور ہے تو اس کو زور زور سے پکاریں اور اگر نزدیک ہے تو آہستہ پکاریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ عَنِّیۡ کے معنی ہیں میرے قُرب اور بُعد کے متعلق یعنی اے پیغمبر جب میرے بندے آپؐ سے میرے متعلق پوچھیں کہ آیا ہمارا رب قریب ہے یا دور، تو آپ ان سے فرمائیں کہ میں نزدیک ہوں دُور نہیں ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ہر جگہ قریب ہے جہاں چاہو اس کی عبادت کرو اور جہاں سے چاہو پکارو لیکن مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی قبروں پر جا کر ان کو مافوق الاسباب حاجت روائی اور مشکلکشائی کے لئے پکارتے ہیں وہ اللہ کے بندے وہاں بھی ان سے دور ہوتے ہیں اور ان کی دعاء و پکار کو نہ سن سکتے ہیں اور نہ ان کی حاجت روائی کی قدرت رکھتے ہیں

۳۴۵ اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کی دلیل بیان فرمائی ہے۔ یہاں اجابت کے معنی قبول کرنے کے ہیں اور دعا کے معنی عبادت کے اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خالص میری عبادت کرتے ہیں اور توحید کے پابند ہیں ان کی عبادت اور پکار قبول کر لیتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی عبادت اور دعا مردود ہوتی ہے ای اقبل عبادة من عبدنی فالدعاء بمعنے العبادة والاجابة بمعنی القبول (قرطبی ص۳۰۸ ج ۲)

۳۴۶ جس طرح وہ مجھے حاجات میں پکارتے ہیں اور میں ان کی پکار سنتا ہوں اسی طرح انہیں بھی چاہیئے کہ وہ میری دعوتِ ایمان و توحید قبول کریں اور میری اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ فلیستجیبوا لی اذا دعوتھم للایمان والطاعة کما انی اجیبھم اذا دعونی لحوائجھم (مدارک ص۵۷ ج ۱، روح ص۶۳ ج ۲) وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ اور خالص ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اس میں شرک کی ملاوٹ نہ کریں۔ امر بالثبات والمداومة علی الایمان (روح ص۶۳ ج ۲) لَعَلَّهُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ تاکہ ان پر رشد و ہدایت کے دروازے کھل جائیں اور وہ دین و دنیا کی مصالح کو سمجھ سکیں۔ ای یھتدون لمصالح دینھم و دنیاھم (روح ص۶۳ ج ۲)

۳۴۷ شروع شروع میں جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی اس وقت جس طرح دن کو کھانے پینے اور جماع سے علیحدگی کا حکم تھا اسی طرح رات کو بھی ان چیزوں سے بچنا لازم تھا۔ صرف اس قدر اجازت تھی کہ غروب آفتاب کے وقت روزہ افطار کرنے کے بعد سے لے کر سو جانے تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی۔ ایک دفعہ سو جانے کے بعد اجازت نہیں تھی اس تنگی کی وجہ سے بعض دفعہ صحابہ کرام کو بہت تکلیف اٹھانی پڑتی۔ چنانچہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری کا واقعہ ہے کہ وہ روزہ سے تھے اور دن بھر ایک باغ میں مزدوری کرتے رہے افطار کے وقت گھر آئے اور بیوی سے کھانے کی کوئی چیز طلب کی چونکہ کوئی چیز موجود نہیں تھی اس لئے ان کی بیوی کہیں سے کوئی چیز لینے کے لئے گئی۔ جب لے کر واپس آئی تو وہ دن کے تھکے ماندے سو چکے تھے اس لئے اب کچھ نہیں کھا سکے۔ صبح پھر روزہ رکھنا تھا۔ اگلے دن جب دوپہر ہوئی تو بیہوش ہو گئے۔ یہ واقعہ حضور علیہ السلام سے بیان کیا گیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (قرطبی ص۳۱۴ ج ۲) لَیۡلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ کا مفعول فیہ ہے اور الرفث سے جماع مراد ہے۔ والرفث کنایة عن الجماع لان اللہ عزوجل کریم یکنی (قرطبی ص۳۱۵ ج ۲) یعنی اب روزوں کی راتوں میں بیویوں سے مشغول ہونا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے

۳۴۸ یعنی اب رات کے وقت میاں بیوی کا باہمی اختلاط جائز ہے۔ عربی زبان میں لباس کے معنی راحت اور سکون کے بھی آتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے یہاں یہی منقول ہے ای ھن سکن لکم وانتم سکن لھن قال ابن عباسؓ (روح ص۶۵ ج ۲) یعنی عورتیں تمہارے لئے آرام اور سکون کا باعث ہیں اور تم ان کے لئے۔

۳۴۹ خیانت دراصل عہد پورا نہ کرنے سے عبارت ہے الخیانة عبارة عن عدم الوفاء بما یجب علیہ (کبیر ص۱۲۳ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اگر رمضان کی راتوں میں حرمت جماع کا حکم باقی رہتا تو تم اس کو پورا نہ کر سکتے اور تم سے اس حکم کی خلاف ورزی ہو جاتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حرمتِ جماع کا حکم اٹھا لیا اور بوقتِ شب بیوی سے مباشرت کی اجازت دیدی اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک صحابہ کرامؓ سے اس حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی۔ ان المراد علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم لو دامت تلک الحرمة ومعناہ ان اللہ یعلم انہ لو دام ذلك التکلیف الشاق لوقعوا فی الخیانة وعلی ھذا التفسیر ما وقعت الخیانة (کبیر ص۱۲۳ ج ۲) فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ وَعَفَا عَنۡکُمۡ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر مہربانی فرمائی اور سابقہ حکم اٹھا لیا وسع علیکم ان اباح لکم الاکل والشرب والمباشرة فی کل اللیل (کبیر) بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض صحابہؓ سے خیانت یعنی حکم کی خلاف ورزی ہو گئی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے وہ حکم اٹھا لیا اور گذشتہ خیانت کا گناہ معاف کر دیا۔

۳۵۰ مباشرت سے مراد جماع ہے اور مَا کُتِبَ لَکُمۡ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے) سے مراد اولاد ہے قال ابن عباس ومجاھد والحکم بن عتیبة وعکرمة والحسن والسدی والربیع والضحاک معناہ وابتغوا الولد (قرطبی ص۳۱۸ ج ۲) یعنی اب اجازت ہے رات کو اپنی بیویوں سے مباشرت کرو اور خدا نے جو اولاد تمہاری قسمت میں لکھی ہے۔ اس کی تلاش کرو۔ اس آیت سے اس طرف اشارہ ہے کہ مباشرت سے جنسی تسکین کے علاوہ سب سے بڑا مقصد افزائشِ نسل ہے۔ وَکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا یعنی اب رات کے وقت عورتوں سے مباشرت کے علاوہ تمہیں کھانے پینے کی بھی اجازت ہے۔

۳۵۱ اس آیت میں تینوں چیزوں یعنی مباشرت، کھانے اور پینے کی آخری غایت اور حد بیان کر دی ہے جس تک یہ تینوں کام جائز ہیں غایة الثلاثة الاشیاء من الجماع والاکل والشرب (بحر ص۵۰ ج ۲) خیط ابیض (سفید دھاری) سے، روشنی کی وہ لمبی لکیر مراد ہے جو صبح کے وقت افق کے ساتھ ساتھ نمودار ہوتی ہے اور خیط اسود (سیاہ دھاری) سے مراد رات کی تاریکی ہے۔ الخیط الابیض ھو اول ما یبدو من الفجر المعترض فی الافق کالخیط الممدود من الخیط الاسود وھو ما یمتد من سواد اللیل (مدارک ص۷۷ ج ۱) مِنَ الۡفَجۡرِ یہ الخیط الابیض کا بیان ہے اور اس بیان سے اس طرف اشارہ ہے کہ سفیدی سے بیاض معترض یعنی صبح صادق کی سفیدی مراد ہے جو زمین کے ساتھ ساتھ پھیلتی ہے اور بیاض مستطیل یعنی صبح کاذب کی سفیدی مراد نہیں جو صبح صادق سے پہلے ایک لمبے خط کی صورت میں آسمان پر ظاہر ہوتی ہے۔ سیاہ دھاری سے سفید دھاری کے نمودار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رات کی تاریکی سے صبح صادق کی روشنی افق کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو جائے بس اس حد تک یعنی طلوع صبح صادق تک مباشرت اور کھانا پینا جائز ہے۔

۳۵۲ پہلے روزے کی ابتدا بیان کی۔ اب یہاں اس کی غایت کا ذکر ہے یعنی صبح صادق سے لے کر رات کی ابتدا تک روزہ پورا کرو۔ معلوم ہوا کہ رات روزہ میں داخل نہیں اور رات غروب آفتاب سے شروع ہوتی ہے لہٰذا غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ ختم ہو جاتا ہے۔ غروب آفتاب کے بعد سرخی کے غائب ہونے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ مکروہ ہے جیسا کہ جہلاء میں مشہور ہے۔ فظاھر الآیة ان الصوم ینتھی عند دخول اللیل (کبیر ص۲۰۵ ج ۲)

۳۵۳ اس آیت میں اعتکاف کا حکم بیان فرمایا ہے یعنی ویسے روزوں میں رات کے وقت بیوی سے مباشرت جائز ہے مگر اعتکاف کی صورت میں رات کو بھی مباشرت جائز نہیں۔ مباشرت سے مراد جماع ہے۔ اگر رات کے وقت معتکف نے بیوی سے صحبت کر لی تو اس کا اعتکاف باطل ہو گیا۔ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ۔ تِلۡكَ سے مذکورہ احکام کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ احکام اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ ان کے قریب بھی مت جاؤ۔ ای ھذہ الاحکام حدود اللہ فلا تخالفوھا (قرطبی ص۳۳۷ ج ۲)

۳۵۴ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے روزے کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے احکام اوامر و نواہی کا علم ہو جائے اور وہ اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت سے بچ کر پرہیزگار بن جائیں۔

اعتکاف کے مسائل

حنفیہ کے نزدیک رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کسی ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے جس میں پانچوں نمازیں باجماعت پڑھی جاتی ہوں۔ اگر ایک محلہ میں ایک آدمی اعتکاف بیٹھ جائے تو دوسروں سے اعتکاف ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ سنت کفایہ ہے۔ اعتکاف کے لئے مسجد اور روزہ شرط ہے۔ اعتکاف کی حالت میں طبعی حاجات

مثلاً کھانا پینا اور قضائے حاجت کے بغیر مسجد سے نکلنا جائز نہیں بعض شرعی ضروریات کے لئے بھی مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔ مثلاً دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے جانا اگر اعتکاف والی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ اور نماز جنازہ وغیرہ۔ اگر کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر نکلے تو ضرورت سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے۔ اگر بلا ضرورت مسجد سے باہر رہا تو اس سے اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان سے اعتکاف بھی باطل ہو جاتا ہے۔ اعتکاف کی حالت میں نہ بلا ضرورت دنیوی باتیں جائز ہیں اور نہ ہی بالکل خاموش رہنا جائز ہے بلکہ ذکر اللہ، تلاوت قرآن اور صلوٰۃ و سلام میں مصروف رہنا چاہئے۔

قصاص اور وصیت دو انتظامی امر بیان کرنے کے بعد ایک امر مصلح یعنی روزہ کا بیان فرمایا۔ روزہ چونکہ تقویٰ و طہارت کی ترغیب دیتا ہے اور باطن کا تزکیہ کرتا ہے کیونکہ روزہ کے ذریعہ مسلمان کو حلال مرغوبات سے باز رہنے کا عادی بنایا جا رہا ہے۔ یعنی روزہ میں خدا کے حکم سے طلوع صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان اکل و شرب اور جماع ممنوع ہے حالانکہ یہ چیزیں فی نفسہ حلال ہیں روزہ میں حلال چیزوں سے روک کر حرام چیزوں سے دور رہنے اور بچنے کا جذبہ پیدا کیا گیا ہے چنانچہ اسی مناسبت سے روزہ کے بعد اکل حرام کی ممانعت فرمائی۔ ف۳۵۵ یہاں کھانے سے لینا اور قبضہ کرنا مراد ہے۔ المراد من الاکل ما یعم الاخذ والاستیلاء وعبر بہ (روح ص۶۹ ج۲) باطل سے مراد ہر وہ طریقہ ہے جو حرام ہو اور شریعت کی نظروں میں ناپسندیدہ ہو۔ والمراد من الباطل الحرام کالسرقۃ والغصب وکل ما لم یاذن باخذہ الشرع (روح ص۶۹ ج۲) تو اس تفسیر کے مطابق توحید اور حق چھپانے کی بنا پر جو نذریں نیازیں اور تحفے تحائف

يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾ وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَ

بچتے رہیں ف۳۵۴ ف۱ اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق ف۳۵۵ اور

تُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ

نہ ان کو پہنچاؤ حاکموں تک ف۳۵۶ کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں

النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ

سے ظلم کرکے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے ف۳۵۷ ف۲ تجھ سے پوچھتے ہیں حال

الْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ

نئے چاند کا ف۳۵۸ کہہ دے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے ف۳۵۹ ف۳ اور

الْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ

نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ ان کی پشت کی طرف سے ف۳۶۰ اور لیکن

الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا

نیکی یہ ہے کہ جو کوئی ڈرے اللہ سے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے ف۳۶۱ اور اللہ سے

اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ

ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ف۳۶۲ ف۴ اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے

يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾

جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی نہ کرو ف۳۶۳ بیشک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنیوالوں کو ف۵

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ

اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ ف۳۶۴ اور نکال دو ان کو جہاں

حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا

سے انہوں نے تم کو نکالا اور دین سے بچلانا قتل کرنے سے زیادہ سخت ہے ف۳۶۵ ف۳ اور نہ

تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۚ

لڑو ان سے مسجد حرام کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ

ع ۲۳ ۶ ۷

ر۱ امر مصلح روزہ کے بعد مال کے متعلق امر انتظامی کا ذکر ۱۲ ر۲ لا تاکلوا پر معطوف ہے ر۳ متفرع و نفی ۱۲ ر۴ امر مصلح سے متعلق ایک سوال روزہ جب قریب آیا تو ایک ذریعہ ہے کیا ماہ رمضان کی تخصیص ضروری ہے یا کوئی سے تیس دن روزے رکھ لو تو کافی ہے ۱۲ ر۵ یہ سوال ابہامی ہے جب کہ گھروں میں پچھواڑے سے داخل ہونا اپنے سوالوں سے بہتر کرو ۱۲ ر۶ امور انتظامیہ مصلح کے بعد اصل مقصد (امر جہاد) کا بیان پہلی بار ۱۲ ر۷ قتال کی پہلی علت ۱۲ ر۸ تعلیمیہ ۱۲ ر۹ اور لڑکی قتال کی دوسری علت ۱۲

موضح قرآن ف۱ جب روزہ فرض ہوا تو مسلمان سارے رمضان عورت کے پاس نہ جاتے اور پہلی امت کی طرح رات کو سو کر پھر نہ کھاتے۔ اس بیچ میں بعضے شخص نہ رہ سکے پھر حضرت کے پاس عرض کیا تب یہ آیت اتری یعنی تم اپنی چوری کرتے تھے اللہ نے منع نہیں کیا اور کھانا صبح تک رخصت ہے جب دھاری سفید پڑے وہی صبح صادق ہے اور جب تک روشنی اونچی رہے ستون سی وہ صبح کاذب ہے مگر اعتکاف میں رات دن عورت پاس نہ جاوے ف۲ نہ پہنچاؤ حاکموں تک یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو یا رشوت نہ دو کہ حاکم کو شریک کر کر کسی کا مال کھا جاؤ۔ ف۳ لوگوں نے حضرت سے پوچھا کیا سبب ہے چاند ایک حالت پر نہیں رہتا اللہ صاحب نے جواب فرمایا کہ اس پر حال بدلتے رکھے ہیں تا مہینے کی حد ٹھہرے پھر مہینوں سے برس ٹھہرے اس پر خلق کے معاملے اور اللہ کی عبادت کو وقت مقرر ہو عبادت جو برس پر مقرر ہے ایک روزہ ہے جس کا حکم مذکور ہوا دوسرے حج اس کا حکم آگے شروع ہوتا ہے۔ کفر کی غلطیوں میں ایک یہ تھی کہ جب گھر سے نکل کر احرام باندھا حج کا پھر کچھ ضرورت ہوئی کہ گھر میں جائے تو دروازے سے نہ جاتے چھت پر چڑھ کر آتے اللہ نے اس کو غلط کیا۔ ف۴ حج کے ساتھ یہ مذکور بھی ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے جائے امان تھی اگر یہاں دشمن کو دشمن پاتا تو بھی کچھ نہ کہتا اور حج کے اول اور آخر تین مہینے ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا رجب کہ وہ بھی وقت زیارت تھا یہ چار مہینے وقت امان تھے کہ تمام عرب میں راہیں جاری ہوتیں اور لڑائی موقوف رہتی اللہ تعالیٰ ان کا حکم فرماتا ہے اس بیچ میں اور بھی لڑائی کے حکم اور جہاد کے آداب فرماتا ہے۔ یہ جو فرمایا کہ جو تم سے لڑیں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ ماریئے لڑنے والوں کو ماریئے ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید ظاہر نزدیک ایں بندہ آنست کہ سوال کردند از اشہر حج کہ شوال و ذیقعدہ و دہ روز از ذی الحجہ باشند کہ ایام حج موقت است بآنہا یا نہ و دیگر از تحریفات جاہلیت آن بود کہ از حال احرام از بالائے دیوار جستہ و یا از نقب دیوار گذشتہ بہ خانہ می آمدند و از راہ دروازہ نمی آمدند پس نازل شد ایں آیت واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی با مردمان احرام حج بندند ۱۲
ف۳ یعنی در مقابلہ او قتل جائز است ۱۲

وصول ہوں گے۔ وہ بھی باطل ذریعے کے تحت داخل ہوں گے۔ اسی طرح رشوت جھوٹے مدعی کی وکالت اور دیگر غیر شرعی پیشوں سے جو کمائی حاصل ہو گی وہ سب اس کے تحت آئے گی۔
ف۳۵۶ اس کا عطف تاکلوا پر ہے یعنی نہ غیر شرعی اور حرام ذریعے سے ایک دوسرے کا مال کھاؤ اور نہ ہی اپنا مال بطور رشوت حاکموں کو دو۔ لتاکلوا فریقًا من اموال الناس بالاثم حکام کو رشوت
دینے کا مقصد ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے کہ جو فیصلہ اپنے خلاف جاتا ہو اسے اپنے حق میں فیصل کرا لیا جائے اور اس طرح ناجائز طور پر ایک اصل حقدار کی حق تلفی کر کے غیر شرعی طریقے سے اس پر قبضہ کیا جائے رشوت
دینے کے اس گھٹیا مقصد کو اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کیا ہے۔ یعنی اس گھٹیا اور غیر شرعی مقصد کی خاطر حاکموں کو رشوت نہ دو۔ ف۳۵۷ اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تم دوسرے بھائی کی حق تلفی کر رہے ہو۔
اور اس کے مال پر ناجائز قبضہ کر رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص رشوت دے کر یا اپنی چرب زبانی کے ذریعے جج یا قاضی سے اپنے حق میں فیصلہ کرا کر دوسرے کا مال حاصل کر لیتا ہے تو
قاضی کا فیصلہ اگرچہ بظاہر نافذ ہو جائے گا مگر عند اللہ وہ شخص سخت مجرم اور اس کا مال لینا اس کے لئے حرام ہے کیونکہ قاضی یا جج کے فیصلہ سے حرام چیز حلال نہیں ہو سکتی ومن الاکل بالباطل
ان یقضی القاضی لك وانت تعلم انك مبطل فالحرام لا یصیر حلالا بقضاء القاضی لانه انما یقضی بالظاهر وهذا اجماع فی الاموال (قرطبی ص۳۳۸ ج۲) ف۳۵۸ اَهِلَّةً
ہلال کی جمع ہے جس کے معنی نئے چاند کے ہیں بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے بارے میں سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ چاند سورج کی طرح ایک حال پر نہیں رہتا ہر ماہ کا
چاند پہلے باریک سا ہوتا ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے چودھویں تاریخ کو پورا ہو جاتا ہے اور پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دوبارہ پہلے کی طرح باریک رہ جاتا ہے۔ ذکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سئل عن زیادة الاهلة ونقصانها فی اختلاف احوالها (ابن جریر ص۱۰۱ ج۲) ف۳۵۹ یہ اس سوال کا جواب ہے یعنی یہ چاند لوگوں کے لئے اپنے معاملات میں تعیین اوقات کا ذریعہ ہے نیز ان
کے سب سے بڑے مذہبی اور سماجی اجتماع حج کی تعیین بھی اسی کے ذریعہ ہوتی ہے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق چونکہ سوال نامناسب اور موقع اور محل کے مطابق نہیں تھا
اس لئے ان کے سوال کے مطابق جواب نہیں دیا گیا بلکہ جواب میں چاند کی کمی بیشی کی حکمت بیان کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ ایسے بیکار اور بے فائدہ سوالوں اور کاموں سے اجتناب چاہیئے۔ چنانچہ
مثال کے طور پر ان کی ایک فضول رسم آگے بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ ایسے فضول کام نیکی میں داخل نہیں ہیں لیکن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ پوچھا تھا کہ حج کیلئے
اشہر حج کی تعیین ضروری ہے یا حج دوسرے مہینوں میں بھی کیا جا سکتا ہے تو اس کا جواب دیا گیا کہ اشہر حج کی تعیین ضروری ہے۔ مگر اس طرح بھی آیت کا ماقبل سے کوئی ربط ظاہر نہیں ہوتا اس لئے ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ سوال یہ تھا کہ روزہ بذاتِ خود قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اس کے لئے ماہ رمضان کا چاند دیکھنے کی تخصیص کیا ضروری ہے چاند دیکھے بغیر کوئی سے تیس دنوں کے روزے رکھ لئے جائیں
تو کیا حرج ہے تو جواب دیا گیا کہ رمضان کی تخصیص ضروری ہے۔ اور اسی لئے چاند کی کمی بیشی سے بارہ ماہ معین کئے گئے ہیں تاکہ ہر شخص آسانی سے ایک ماہ کا اختتام اور دوسرے ماہ کی ابتدا سمجھ سکے۔
ف۳۶۰ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ حج کے احرام کی حالت میں اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ مکان کی پچھلی دیوار توڑ کر یا اسے پھاند کر گھر میں آتے تھے اور اس کو وہ بہت
بڑی عبادت سمجھتے تھے اسلام کے بعد نو مسلموں نے بھی اپنی عادتِ قدیمہ کے مطابق ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس غلط روش سے منع فرمایا اور ان پر واضح فرما دیا کہ یہ غیر معقول حرکت نیکی
اور ثواب کا کام نہیں۔ ان ناسًا من العرب کانوا اذا احجوا لم یدخلوا بیوتهم من ابوابها کانوا ینقبون فی ادبارها الخ (ابن جریر ص۱۰۶ ج۲) ف۳۶۱ یعنی نیکی یہ نہیں کہ تم اس قسم کی جاہلانہ رسوم
کی پابندی کرو بلکہ نیکی کی حقیقت تو تقویٰ ہے اس لئے تم تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لاؤ۔ اور جن کاموں سے اس نے روکا ہے ان سے بچو۔ یہ ماقبل کے لئے ایک تمثیل تھی یعنی چاند کے
بارے میں سوال کرنا بالکل بے معنیٰ اور الٹا سا سوال ہے بلکہ اسی طرح جیسا کہ حج کے موقع پر گھروں میں پچھلی طرف سے داخل ہونا ایک الٹا کام ہے۔ ف۳۶۲ دنیا اور آخرت میں فلاح اور کامیابی کا راز خوفِ
خدا ہی میں مضمر ہے خدا سے ڈر کر اس کے مقرر کئے ہوئے آئینِ حیات کے اتباع ہی سے دین و دنیا میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہو سکتی ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ سے
لے کر یہاں تک تین امور انتظامیہ قصاص، وصیت، مالِ غیر سے اجتناب اور ایک امر مصلح یعنی روزہ کا بیان تھا اب آگے جہاد کا حکم ہے۔ ربط ف۳۶۳ دوسرے حصہ میں پہلے تین امور انتظامیہ بیان
فرمائے کیونکہ نظم و نسق اور اتحاد باہمی کے بغیر جہاد ناممکن ہے۔ پھر ایک اور امر مصلح بیان فرمایا کہ باطن کی صفائی ہو اور امور انتظامیہ پر بخوشی عمل کیا جا سکے اب آگے اصل مضمون کا ذکر ہے یعنی امر قتال اور یہ
قتال محض اللہ کی توحید کو بلند کرنے کے لئے ہے مسلمانوں نے مکہ میں پورے تیرہ برس انتہائی مظلومی کی حالت میں گذارے مشرکین کی طرف سے ہر قسم کی ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر مدینہ کی
طرف ہجرت کر کے چلے گئے مگر دشمنوں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی اپنی مدافعت کے لئے جنگ کرنے کی اجازت دیدی لیکن ساتھ ہی تین شرطیں بھی عائد فرما دیں۔ اول یہ کہ لڑائی
میں پہل نہ کریں اور صرف اس صورت میں لڑیں جبکہ کفار خود لڑائی کا آغاز کریں۔ ظاهره من بنا جزکم القتال ابتداء او دفعًا عن الحق (بحر ص۶۵ ج۲) دوم لڑائی صرف انہیں سے کی جائے جو میدان
جنگ میں تم سے لڑ رہے ہیں یا دشمن کو کمک پہنچا رہے ہیں یا انہیں جنگ کی تدبیریں بتا رہے ہیں۔ اور جو لوگ لڑائی میں کسی قسم کا حصہ نہیں لے رہے ان سے تعرض نہ کیا جائے یہ دونوں شرطیں الذین
یقاتلونکم سے مفہوم ہیں تیسری شرط ولا تعتدوا کہ حد سے تجاوز نہ کرو۔ اس کے متعلق حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول ہے لا تقاتل من لا یقاتلك یعنی النساء والصبیان والرهبان (ابن جریر
ص۱۱۰ ج۲) یعنی جو لوگ لڑنے کے قابل نہیں یا لڑائی میں شریک نہیں ہیں مثلاً عورتیں، بچے اور ان کے مذہبی رہنما وغیرہ انہیں مت قتل کرو۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ میں) یہاں سبیل سے مراد اللہ کا دین
اور اس کی توحید ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین کو عزت حاصل ہو اور کلمہ توحید سربلند ہو۔ ای جاهد والاعزاز الدین واعلاء کلمته (روح ص۷۵ ج۲)، اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔
یہ حکم ماقبل کی علت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ف۳۶۴ هُمْ کی ضمیر اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ کی طرف راجع ہے ضمیر المفعول عائد علی الذین یقاتلونکم وهذا امر بقتلهم حیث
عم عامًا فی کل مکان حلا وحرما الخ (بحر ص۶۶ ج۲) یعنی جو مشرکین تمہارے ساتھ برسرپیکار ہیں جب وہ تم سے لڑنے کے لئے نکل پڑیں تو جہاں کہیں بھی تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو جائے تم ان سے لڑو اور
قتل کرو خواہ حرم ہی میں مقابلہ کیوں نہ ہو جائے وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ۔ حَیْثُ یہاں تعلیلیہ ہے یعنی ان کو مکہ سے نکالو کیونکہ انہوں نے تم کو نکالا ہے یا ظرفیہ ہے یعنی جہاں سے انہوں
نے تم کو نکالا ہے۔ وہاں سے تم ان کو نکالو ______ یعنی مکہ مکرمہ سے یا حیث تشبیہ کے لئے ہے یعنی جس طرح انہوں نے تم کو سرزمین مکہ سے نکالا ہے اسی طرح تم ان کو وہاں سے
نکال دو مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے قتل و اخراج میں سے جو ممکن ہو اس پر عمل کرو۔ والمراد افعلوا کل ما یتیسر لکم من هذین الامرین فی حق المشرکین (روح ص۷۵ ج۲) ف۳۶۵ یہ اقتلوهم کی
علت ہے اور فتنہ سے مراد شرک ہے۔ مشرکین نے مسلمانوں پر طنز کی تھی کہ انہوں نے حرم کعبہ کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور اس میں جنگ و قتال شروع کر دیا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو بیت اللہ
میں شرک اور بت پرستی کرتے ہو وہ گناہ تو قتل اور خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے اور اس سے زیادہ برا ہے۔ اللہ نے تو اپنے خلیل حضرت ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ وہ بیت اللہ کو شرک سے پاک رکھیں تم نے
بیت اللہ کو شرک و بت پرستی کا مرکز بنا دیا ہے۔ ای شرکهم باللہ اشد حرامًا من القتل الذی عیروکم به فی شان ابن الحضرمی (بحر ص۶۶ ج۲) وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ الخ اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرما دی کہ وہ حدود حرم میں مشرکین سے لڑنے میں پہل نہ کریں۔ ہاں اگر مشرکین حدود حرم میں داخل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے لگیں تو اب مسلمانوں

کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے ان سے لڑیں۔ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ایسے ضدی اور معاند کفار کی یہی سزا ہے کہ جب وہ حرم کعبہ میں بھی شر و فساد اور قتل و خونریزی سے باز نہ آئیں تو وہیں ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ **۳۶۶** یعنی اگر وہ ایمان لے آئیں اور شرک چھوڑ دیں اور جنگ و قتال سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گذشتہ گناہ معاف فرما کر انہیں اپنی رحمت میں شامل فرمالے گا ای عن قتالکم بالایمان فان اللہ یغفر لہم جمیع ما تقدم و یرحم کلا منہم بالعفو عما اجترموا (قرطبی ص۳۵۳ ج ۲) وَ قٰتِلُوْهُمْ الخ یہاں بھی ھُمْ کی ضمیر ان مشرکین عرب کی طرف راجع ہے اور فتنۃ سے مراد شرک ہے یعنی مشرکین عرب سے اس وقت تک جہاد جاری رکھو جب تک کہ سرزمین عرب سے شرک کا بالکل خاتمہ ہو جائے اور ہر طرف صرف اللہ ہی کی عبادت اور پکار ہونے لگے۔ ضمیر المفعول عائد علی من قاتلہ وھم کفار مکۃ والفتنۃ ھٰھنا الشرك وما تابعہ من اذی المسلمین امروا بقتالہم حتی لا یعبدوا غیر اللہ ولا یسن بہم سنۃ اھل الکتاب فی قبول الجزیۃ قالہ ابن عباس (بحر ص۶۶ ج ۲) یعنی لا یکون شرك باللہ وحتی لا یعبد دونہ احد (ابن جریر ص۱۰۰ ج ۲) **۳۶۷** اگر وہ کفر و شرک سے باز آجائیں اور تم سے لڑائی بند کر دیں اور دین اسلام اور توحید کو قبول کرلیں تو پھر ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے۔ البتہ ان میں سے جو ظالم ہوں یعنی کفر و شرک پر قائم ہوں اور تم سے برسر پیکار ہوں ان سے بیشک لڑو اور انہیں قتل کرو۔ فان انتہوا عن قتالکم ودخلوا فی ملتکم واقروا بما الزمکم اللہ من فرائضہ وترکوا ما ھم علیہ من عبادۃ الاوثان (ابن جریر ص۱۰۱ ج ۲) اور عدوان سے یہاں جنگ اور سزائے قتل مراد ہے۔ والمراد بالعدوان ھٰھنا المعاقبۃ والمقاتلۃ (ابن کثیر ص۲۲۷ ج ۱) **۳۶۸** سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے یعنی محرم، رجب، ذیقعدہ اور ذی الحجہ اشہر الحرم کہلاتے تھے اور ان میں جنگ و قتال جائز نہیں تھا۔ ذیقعدہ کے مہینے میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ بقصد عمرہ مکہ مکرمہ پہنچے تو مشرکین مکہ نے آپ کو مقام حدیبیہ میں روک دیا اور مسلمانوں پر تیراندازی اور سنگباری کے ذریعہ اس عزت والے مہینہ میں جنگ کی ابتدا کی۔ اس وقت دونوں فریقوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کریں۔ جب اگلے سال مسلمان عمرہ کے لئے روانہ ہوئے تو دل میں تردد پیدا ہوا کہ اگر کفار نے پہل کی اور لڑائی شروع کر دی تو پھر ہم کیا کریں اگر جوابی کاروائی نہ کریں تو یہ بھی مناسب نہیں اگر لڑیں تو عزت والے مہینے کی بے حرمتی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جوابی کاروائی میں تم پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ عزت والا مہینہ تو عزت والے مہینے کے بدلے ہوتا ہے۔ اگر انہوں نے اس مہینے کی

فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾
پھر اگر وہ خود ہی لڑیں تم سے تو ان کو مارو یہی ہے سزا کافروں کی ف
فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ
پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۳۶۶ ف اور لڑو ان سے
حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ
یہاں تک کہ نہ رہے باقی فساد اور حکم رہے خدا تعالیٰ ہی کا پھر اگر
انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ
وہ باز آئیں تو کسی پر زیادتی نہیں مگر ظالموں پر ۳۶۷ ف عزت والا
الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ
مہینہ بدلا (مقابل) ہے عزت والے مہینے کا ۳۶۸ اور ادب رکھنے میں بدلا ہے پھر جس نے
اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى
تم پر زیادتی کی ۳۶۹ تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی
عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾
تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ف
وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى
اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں ۳۷۰ اور نہ ڈالو اپنی جان کو
التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾
ہلاکت میں اور نیکی کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ف
وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا
اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے لئے ۳۷۱ ف پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ
اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ
کہ میسر ہو قربانی سے ۳۷۲ اور حجامت نہ کرو اپنے سروں کی جب تک پہنچ نہ چکے

مع عند المتقدمین ۱۲

سا مراد شرک ہے ۱۲ سا مشرکین مکہ سے یا اسلام سے یا قتال ۱۲ [illegible] جنگ کرو ۱۲ سے جہاد کے ساتھ متعلق [illegible]

موضح قرآن ف۱ یعنی مکہ جائے امان ہے لیکن جب انہوں نے ابتدا کی اور تم پر ظلم کیا اور ایمان لانے پر ستانے لگے کہ یہ مار ڈالنے سے زیادہ ہے اب ان کو امان نہ رہی جہاں جاؤ مارو آخر جبکہ مکہ فتح ہوا تو حضرت نے بھی حکم کیا کہ جو ہتھیار سامنے کرے اسی کو مارو اور باقی سب کو امن۔ ف۲ یعنی اس سب پر اگر اب بھی مسلمان ہوں تو توبہ قبول ہے ف۳ یعنی لڑائی کافروں سے اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور دین سے گمراہ نہ کر سکیں اور حکم اللہ کا جاری رہے۔ اگر تابع ہو کر رہیں تو لڑائی کی حاجت نہیں اور ایمان تو دل پر موقوف ہے زور سے مسلمان کرنا کیا حاصل ۱۲ ف۴ یعنی اگر کوئی کافر ماہِ حرام کو مانے کہ اس مہینے میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی اس سے نہ لڑو اور مکے کے لوگ انہیں مہینوں میں ظلم کرتے رہے مسلمانوں پر پھر مسلمان پر کیوں قصور کریں بلکہ سفر حدیبیہ میں ماہ ذیقعدہ تھا حضرت عمرے کو گئے اور کافر لڑنے کو موجود ہوئے یہ آیت اسی واسطے اتری کہ مسلمان خطرہ کرتے تھے کہ اگر ماہِ حرام میں کافر لڑنے لگیں تو ہم کیا کریں ۱۲ ف۵ یعنی جہاد نہ چھوڑ بیٹھو اسی میں تمہاری ہلاکت ہے۔

فتح الرحمن ف۱ حاصل این آیت آنست که در مسجد حرام ابتداءً قتال نہ باید کرد و چوں کافراں ابتدا کنند در مقابلہ ایشاں باید جنگ کردن که این معنی با حرمت مسجد و شہر منازع نہ دارد چنانچه ابتدا کشتن مسلمان درست نیست واگر خون ناحق ریخته باشد بقصاص بتواں کشت و فقہا ربآں سبب تصریح نہ کردند که اقامت حربیاں بمکہ بعد فتح مکہ بودنی است ۱۲ ف۲ یعنی بشروع لازم می شود ۱۲

حرمت کو قائم نہیں رکھا اور تم سے لڑنے لگے ہیں تو تم پر سے بھی اس کا احترام ساقط ہے۔ قاتلھم المشرکون عام الحدیبیۃ فی ذیقعدۃ قتالا خفیفا بالرمی بالسھام والحجارۃ فاتفق خروجھم لعمرۃ القضاء فیہ فکرھوا ان یقاتلوھم لحرمتہ فقیل ھذا الشھر بذلک وھتکہ بھتکہ فلا تبالوا بہ (روح ص ۷۵ ج ۲) وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ اور عزت و حرمت والی چیزیں تو برابر اور عوض و معاوضہ کی چیزیں ہیں۔ اگر وہ انکا احترام کریں تو تم بھی احترام کرو اور اگر وہ احترام نہ کریں تو تم پر بھی لازم نہیں۔ ۳۶۹ یہ ما قبل پر متفرع ہے یعنی اگر وہ تم پر زیادتی کریں مثلاً شہر حرم میں تمہارے ساتھ لڑائی کی ابتدا کریں تو تم بھی جوابی کارروائی کرو مگر تمہاری جوابی کارروائی ان کے ظلم و عدوان سے بڑھ کر نہ ہو۔ عربی محاورات میں فعل کی جزا کو نفس فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی محاورے کے مطابق یہاں مسلمانوں کی جوابی کارروائی کو جو مشرکین کی زیادتی کی جزا تھی اعتدا اور زیادتی سے تعبیر کیا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۔ کیسا زریں اصول ہے یہ اسلام کا کہ دشمن سے انتقام لینے میں بھی خوفِ خدا کو بیچ میں رکھ دیا کہ کہیں دشمن پر زیادتی نہ ہو جائے اور پھر ساتھ ہی مسلمانوں کو اطمینان دلا دیا کہ اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو ہمیشہ میری مدد تمہارے شاملِ حال رہے گی۔ ۳۷۰ جہاد کے حکم کے بعد اب یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے کیونکہ خرچ کے بغیر جہاد ناممکن ہے۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ سے بخل کر کے اور جہاد سے جی چرا کر اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ بترک الغزو والانفاق فیہ (روح ص ۷۸ ج ۲) کیونکہ خرچ کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا اور جہاد کے بغیر نہ توحید قائم ہو سکتی ہے اور نہ مشرکین کا زور ٹوٹ سکتا ہے۔ وَاَحْسِنُوْا اور اپنے تمام اعمال کو اخلاص اور حسنِ نیت سے بجا لاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلصین کو بہت پسند کرتا ہے۔

ربط ۳۷۱ جہاد اور انفاق کے بعد اب یہاں سے دوسرے مصلح کا بیان شروع ہوتا ہے۔ امور مصلحہ کا ذکر ساتھ چل رہا ہے تاکہ باطن کی اصلاح ہوتی رہے اور خدا کے احکام کی تعمیل طبیعت پر گراں نہ گزرے۔ جہاد کے بعد حج کا ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم میرے گھر میں حاضر ہو کر مجھ سے دعا مانگو اور مدد کی درخواست کرو میں تمہاری مدد کروں گا اور مشرکین پر تم کو غلبہ دوں گا۔ اور تمہیں قیامت تک قائم رکھوں گا۔ کیونکہ بیت اللہ کی حاضری لوگوں کے لئے قیام کا باعث ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (مائدہ ع ۱۳)

الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى

قربانی اپنے ٹھکانے پر ۳۷۲ ف۱ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو

مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ

سر کی ۳۷۳ ف۱ تو بدلا دیوے روزے یا خیرات یا قربانی ۳۷۴

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۪ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا

پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو جائے تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر ۳۷۵ حج کے ساتھ تو اس پر ہے

اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ

جو کچھ میسر ہو قربانی سے ۳۷۶ پھر جس کو قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین

اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ

حج کے دنوں میں اور سات روزے جب لوٹو ۳۷۷ یہ دس روزے

كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ

ہوئے پورے ۳۷۸ یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں ۳۷۹ مسجد

الْحَرَامِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

الحرام کے پاس اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ

سخت ہے ف۱ حج کے چند مہینے ہیں معلوم ۳۸۰ ف۲ پھر جس نے لازم کر لیا

فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ

ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ڼ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ

اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور زادِ راہ لے لیا کرو کہ بیشک

خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾

بہتر فائدہ زادِ راہ کا بچنا ہے سوال سے ۳۸۱ اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو ف۳

ع ۸ ۸

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

موضح قرآن ف۱ یہاں سے حکم ہیں حج کے طریق یہ ہیں کہ احرام باندھے پھر عرفے کے دن عرفات میں حاضر ہو پھر وہاں سے چلے تو رات رہے مشعر الحرام میں پھر عید کی صبح منا میں پہنچ کر کنکر پھینکے اور حجامت کر کر احرام اتارے پھر مکے میں جا کر طواف کعبہ کرے پھر صفا اور مروہ کے بیچ دوڑے پھر منا میں آوے تین دن رہے ہر روز کنکر پھینکے پھر مکے میں جا کر طواف رخصت کرے اور چلا جاوے اور عمرے کے طریق یہ کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف کعبہ کرے اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کر کر احرام اتارے اور حج و عمرہ میں قربانی ضرور نہیں مگر کسی سبب سے یہاں اللہ تعالیٰ نے تین سبب فرمائے ایک یہ کہ احرام کر کر وہ شخص روکا گیا مرض سے یا دشمن سے تو کسی کے ہاتھ قربانی بھیج دیوے جب مکے میں قربانی ذبح ہو تب یہ احرام سے نکلے پہلے حجامت نہ کرے دوسرا یہ کہ آزار سے یا سر کے بالوں سے عاجز ہو کر احرام کے بیچ حجامت کرے تو اس کا بدلہ ہے یا قربانی پہنچاوے یا تین روزے رکھے یا چھ محتاجوں کو کھلاوے۔ تیسرا یہ کہ حج و عمرہ جدا جدا نہ کرے ایک ہی سفر میں دونوں ادا کرے تو قربانی ضرور ہے۔ یہ قربانی پیدا نہ ہو تو دس روزے تین حج کے دنوں میں اور سات پیچھے اور قربانی کم سے کم ایک بکری ایک شخص کو اور ایک گائے یا اونٹ سات شخص کو اور حج و عمرہ ملنے سے جو قربانی آئی سو مکے کے ساکنوں پر نہیں ۱۲ ف۲ حج کے واسطے احرام باندھنے کا وقت غرۂ شوال سے تا شب عید قربان اس سے پہلے بہتر نہیں اور حج اور عمرہ لازم کر لینا احرام سے ہے احرام یہ کہ نیت کرے شوق کرنے کی اور زبان سے کہے لبیک تمام پھر جب احرام میں داخل ہوا تو پرہیز رکھے مرد عورت کی صحبت سے اور ہر گناہ سے اور آپس کے جھگڑے سے اور بدن کے بال اتارنے اور ناخن تراشنے اور خوشبو ملنے اور شکار مارنے اور مرد بن سیے کپڑے نہ پہنے اور سر نہ ڈھانکے اور عورت کپڑے پہنے سر ڈھانکے لیکن منہ پر کپڑا نہ ڈالے اور کفر کی ایک غلطی یہ تھی کہ بغیر خرچ حج جانا ثواب گنتے تھے اور توکل پر مقدور ہوتے ہوئے خرچ نہ لیتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مقدور ہو تو

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در حج رمی جمرۃ العقبہ کند یعنی و در عمرہ از سعی بین الصفا والمروہ فارغ شوند بمکہ ۱۲ ف۲ یعنی پس اینجا سبب حق کند پیش از محل ۱۲ ف۳ یعنی با امور ممنوعہ احرام [illegible] مترجم گوید در این آیت [illegible]

علامہ نسفی رحمہ نے لکھا ہے کہ اگر ایک سال کوئی آدمی حج کو نہ جائے تو تمام جہان تباہ ہو جائے ۔ قیل لو ترکوہ عاماً لم ینظروا ولم یؤخروا (مدارک ص ۱۳۵ ج ۱) اور حج و عمرہ کے اتمام سے مراد یہ ہے کہ انکو ان کے فرائض و واجبات کے ساتھ ادا کیا جائے اور ان میں سستی نہ کی جائے اور لِلّٰہِ کا مطلب یہ ہے کہ حج محض اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے حج سے تجارت یا نمائش مقصود نہ ہو وادوھما تامین بشرائطھما وفرائضھما لوجہ اللّٰہ تعالیٰ بلا توان ونقصان (مدارک ص ۸۰ ج ۱) اب آگے احکام کی جزوی تفصیلات کا ذکر ہے ۔ ۳۷۲ یہاں مَا موصولہ ہے اور مِنَ الْھَدْیِ اس کا بیان ہے اور ف کے بعد علیکم اسم فعل محذوف ہے اور یہ جملہ شرطیہ کی جزاء ہے اس آیت میں احصار کا حکم بیان فرمایا احصار سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص احرام باندھ کر بغرض حج یا عمرہ بیت اللہ کی طرف جا رہا ہو لیکن راستے میں کسی دشمن یا بیماری کی وجہ سے راستے کی کسی رکاوٹ کی بنا پر وہ بیت اللہ تک نہ پہنچ سکے تو اب وہ حج تو کر نہیں سکتا لیکن احرام سے بھی باہر آنا ہے ۔ اس لئے یہاں ایسے عازم حج کو احرام کھولنے کا طریقہ بتایا ہے کہ وہ قربانی کا ایک جانور حرم میں بھیج دے تاکہ وقت مقررہ پر اسے اس کی طرف سے ذبح کر دیا جائے ۔ ھدی اس جانور کو کہتے ہیں جو بیت اللہ میں بطور ہدیہ بھیجا جائے ۔ اور اس میں وہ تمام جانور جائز ہیں جو قربانی میں جائز ہیں ۔ ۳۷۳ محل سے حدود حرم مراد ہیں کیونکہ حاجیوں کے لئے قربانی کی وہی جگہ ہے ۔ ای مکانہ الذی یجب نحرہ فیہ وھو الحرم (مدارک ص ۸۰ ج ۱) سر منڈانا چونکہ احرام سے باہر آنے کی علامت ہے اس لئے ارشاد فرمایا کہ جب تک تمہیں یقین نہ ہو جائے کہ تمہاری ہدی حدود حرم تک پہنچ گئی ہے اس وقت تک تم سر منڈا کر احرام سے باہر مت نکلو ۔ ۳۷۴ یہ ولا تحلقوا پر متفرع ہے یہاں بیمار کا حکم بیان فرمایا کہ اگر کوئی عازم حج بیمار ہو جائے اور ایسی بیماری لاحق ہو جس کی وجہ سے قبل از وقت سر منڈانے کی ضرورت پیش آجائے " یا اس کے سر میں پھوڑے پھنسیاں نکل آئیں جن کی وجہ سے سر منڈانا پڑے ۔ ۳۷۵ تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ قبل از وقت سر منڈا لے لیکن اسے اس کا شرعی فدیہ ادا کرنا پڑے گا ۔ اور فدیہ تین چیزوں میں سے ایک چیز ہے یا تو تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کے اندازے کے مطابق غلہ دے اور یا پھر ایک جانور کی قربانی کرے خواہ بکری ہو خواہ گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ ۔ ۳۷۶ اب یہاں سے حالت امن کے احکام کا بیان شروع ہوتا ہے ۔ امن سے مراد یہ ہے کہ احصار کی حالت نہ ہو ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمتع کا حکم بیان فرمایا ہے ۔ حج اور عمرہ کرنے کے تین طریقے ہیں ۔ (۱) افراد یعنی پہلے حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے اور اس کا احرام شرعی طریقہ سے ختم کر کے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کیا جائے ۔ والافراد وھو ان یحرم بالحج وبعد الفراغ منہ بالعمرۃ (روح ص ۸۲ ج ۲) یا برعکس کیا جائے یعنی پہلے عمرہ کیا جائے اور اس کا احرام ختم کر کے پھر حج کا احرام باندھ کر حج بجا لائے لیکن یہ ضروری نہیں کہ دونوں ایک ساتھ ہوں ۔ (۲) قران ۔ قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے ۔ احرام باندھتے وقت دونوں کی نیت کرے اور دعا میں بھی دونوں کا نام لے اور پھر حج کے احکام ادا کرے اور ان کے ساتھ ہی عمرہ کے احکام بجا لائے القران ھو ان یحرم بھما معاً ویاتی بمناسک الحج فیدخل فیھا مناسک العمرۃ (روح) (۳) تمتع اور وہ یہ ہے کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھ اور اس کے احکام بجا لائے اور پھر مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھ لے اور اس کے مناسک ادا کرے اور پھر حج کا احرام کھول دے وھو ان یحرم بالعمرۃ فی اشھر الحج ویاتی بمناسکھا ثم یحرم بالحج من جوف مکۃ ویاتی باعمالہ (روح) پھر تمتع کی دو قسمیں ہیں ایک مع سوق الہدی یعنی قربانی کا جانور ساتھ ہو ۔ دوم بغیر سوق الہدی یعنی قربانی کا جانور ساتھ نہ ہو پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ عمرہ بجا لانے کے بعد احرام نہ کھولے بلکہ مناسک حج ادا کرنے کے بعد دونوں احرام اکٹھے کھولے ۔ اور دوسری صورت میں عمرہ ادا کرنے کے بعد سر کے بال ترشوا کر عمرہ کے احکام سے حلال ہو جائے اور پھر مکہ میں مقیم رہے اور یوم ترویہ یا اس سے پہلے مکہ مکرمہ ہی سے حج کا احرام باندھے اور حج ادا کر کے اس کا احرام کھول دے ۔ اس آیت میں تمتع کا حکم بیان فرمایا ہے کہ جو شخص تمتع کرے اس پر ایک جانور کی قربانی لازم ہے بعض مفسرین نے یہاں تمتع کو لغوی معنوں پر محمول کر کے قران کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے مگر آیت کے الفاظ اس کے متحمل نہیں کیونکہ آیت میں اِلَی انتہاء کے لئے ہے اور اس میں عمرہ سے حج کی طرف منتقل ہونے کا ذکر ہے اور یہ چیز صرف تمتع پر صادق آسکتی ہے نہ کہ قران پر کیونکہ قران میں حج اور عمرہ دونوں اکٹھے ادا کئے جاتے ہیں اس لئے یہاں صرف تمتع کا ذکر ہے اور قران کا ذکر واتموا الحج والعمرۃ للّٰہ میں آچکا ہے کیونکہ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اس لئے آیت افراد اور قران دونوں کو شامل ہے ۔ قالہ الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ ۳۷۷ جو شخص تمتع کرے مگر ہدی دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو ۔ تو اس کے لئے یہاں ایک رخصت کی صورت بیان فرما دی کہ وہ اس کی جگہ دس روزے رکھ لے ان میں سے تین روزے تو ایام حج ہی میں رکھے اور سات حج سے فارغ ہونے کے بعد ۔ واپس لوٹنے سے گھر واپس آنا مراد نہیں بلکہ اعمال حج سے فراغت مراد ہے ۔ وقال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ المراد من الرجوع الفراغ من اعمال الحج والاخذ فی الرجوع (کبیر ص ۱۴۳ ج ۲) لہٰذا اگر کوئی حج سے فارغ ہو کر مکہ ہی میں سات روزے بھی رکھ لے تو جائز ہے ۔ ۳۷۸ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ محض تاکید ہے یا کاملۃ سے فضیلت اور ثواب میں کامل مراد ہے اور یہ اس شبہ کے ازالہ کے لئے فرمایا کہ اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ قربانی کی جگہ دس روزے کس طرح کام دے سکیں گے ۔ یہ تو اس کے مقابلہ میں بہت کم ہیں ۔ تو فرمایا کم نہیں ہیں بلکہ یہ دس روزے فضیلت اور ثواب کے لحاظ ہدی کے برابر ہوں گے ۔ اور ہدی کا پورا پورا بدل ہوں گے ۔ ۳۷۹ ذٰلِکَ کا اشارہ تمتع کی طرف ہے جو فمن تمتع کے ضمن میں مذکور ہے ای التمتع بالعمرۃ الی الحج لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام (ابن جریر ص ۱۴۴ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ تمتع اور اسی طرح قران صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو مکہ مکرمہ میں نہ رہتے ہوں یعنی باہر سے آنے والوں کے لئے مکہ یعنی حدود حرم میں رہنے والوں کے لئے جائز نہیں ہیں ۔ امام شافعیؒ ذٰلِکَ کا اشارہ ہدی اور بدل ہدی کی طرف راجع کرتے اور ہدی یا بدل ہدی کو آفاقی متمتع پر ایک جنایت کی وجہ سے واجب قرار دیتے ہیں ۔ آفاقی پر اپنے میقات سے حج کا احرام باندھنا واجب تھا لیکن تمتع کی صورت میں اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا اور بیت اللہ میں آکر عمرہ ادا کیا ۔ اب چونکہ حج کا احرام اس نے حرم سے باندھا ہے اور اس طرح ترک واجب کا ارتکاب کیا ہے لہٰذا اس جنایت کی وجہ سے اس پر ہدی واجب ہے لیکن ٹھیک نہیں کیونکہ اس صورت میں ذٰلک علیٰ من ہونا چاہئیے تھا نہ کہ لمن کیونکہ ہدی واجب ہے اور واجب کا صلہ علیٰ آتا ہے ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ اللہ کے اوامر و نواہی میں اس سے ڈرتے رہو اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ نافرمانوں کے لئے اس کا عذاب بڑا سخت ہے تاکہ تم اس کی نافرمانی سے بچے رہو ۔ ۳۸۰ الحج سے پہلے وقت مضاف محذوف ہے یعنی حج کا وقت مشہور و معروف مہینے ہیں اور وہ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں ۔ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فرض کے معنے یہاں مقرر اور لازم کر لینے کے ہیں اور حج لازم کر لینے سے مراد یہ ہے کہ حج کا احرام باندھ لے ای الزم نفسہ فیھن الحج بالاحرام (روح ص ۸۵ ج ۲) رفث سے فحش کلامی، جماع اور اس کے محرکات مثلاً بوسہ اور لمس وغیرہ مراد ہیں ۔ ای لا جماع ولا فحش فی الکلام (روح ص ۸۶ ج ۲) الجماع ودواعیہ محظورۃ علی المحرم (ابوبکر جصاص) اور فسوق سے ہر قسم کے غیر شرعی افعال کا ارتکاب مراد ہے ۔ ولا خروج عن حدود الشرع بارتکاب المحظورات (روح ص ۸۶ ج ۲) اور جدال سے ساتھیوں اور نوکروں سے جھگڑا اور سخت کلامی مراد ہے ولا خصام مع الخدم والرفقۃ (روح ص ۸۶ ج ۲) اور فِي الْحَجِّ سے ایام حج مراد ہیں ۔ یعنی جو شخص احرام باندھ کر حج پر روانہ ہو جائے، ایام حج میں اسے ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئیے وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ط اس لئے تمہاری کوئی نیکی ضائع اور رائیگاں نہیں جائے گی بلکہ تمہارے درجات اخلاص کے مطابق تمہیں ہر نیکی کا صلہ ملے گا ۔ ۳۸۱ کچھ لوگ زاد سفر کے بغیر ہی سفر حج پر نکل پڑتے اور اپنے آپ کو متوکل کہتے لیکن راستہ میں گداگری کرتے اور لوگوں پر بوجھ بن جاتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ گھر سے سفر خرچ لے کر چلو ۔ وکان اھل الیمن لا یتزودون ویقولون نحن متوکلون فیکونون کلا علی الناس فنزل فیھم (مدارک ص ۹۰ ج ۱) فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى یہاں گداگری اور سوال کرنے سے بچنا مراد ہے ۔ یعنی سب سے اچھا زاد راہ اپنی عزت نفس اور خودداری کی حفاظت کی خاطر گداگری اور سوال سے بچنا ہے ۔

وتزودوا ما تبلغون به فان خير الزاد ما تكفون به وجوهكم عن السوال (كبير ص۲۵۳ ج ۲) اور یہ وہی زادِ راہ ہے جو انسان اپنے گھر سے لے کر چلے اور وہ نام نہاد توکل وَاتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ تمام احکام میں میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔ اور میرے سوا کسی سے مت ڈرو۔ کیونکہ عقلِ کامل کا یہی تقاضا ہے۔ ای اخصوالی التقوی فان مقتضی العقل الخالص عن الشوائب ذٰلك (روح ص۸۶ ج ۲) ف۳۸۲ یہاں فضل سے مراد تجارت اور تلاشِ معاش ہے وهوالربح والنفع بالتجارة والكراء (مدارک ص۸۳ ج ۱) بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حج کے موقع پر تجارت کرنا، مزدوری وغیرہ کرنا جائز نہیں۔ ایسا کرنے سے حج باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے اخلاص میں فرق آجاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی تردید فرما دی اور ایامِ حج میں مکہ مکرمہ میں طلبِ معاش کے لئے تجارت اور مزدوری کی اجازت دیدی۔ هٰذه الاٰية نزلت ردا على من يقول لا حج للتجار والاجراء والجمالين (كبير ص۲۵۵ ج ۲) ف۳۸۳ مکہ مکرمہ سے تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ایک بہت بڑا میدان ہے اس کا نام عرفات ہے ۹ ذی الحجہ کو پچھلے پہر تمام حاجی یہاں پہنچ جاتے ہیں اور آخر وقت عصر تک تکبیر و تہلیل اور ذکر اللہ میں مصروف رہتے ہیں۔ اس کا نام اصطلاحِ شرع میں وقوفِ عرفہ ہے اور یہ حج کا بہت بڑا رکن ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے مزدلفہ کے لئے روانگی ہوتی ہے اور مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانے کو افاضہ کہتے ہیں اور مشعر الحرام اصل میں تو وہ میدان ہے جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے مگر ذکر اللہ کے حق میں سارا میدان مزدلفہ مشعر حرام ہے اور مشعر حرام کی تخصیص شرف و فضیلت کے لئے ہے۔ اور یہ میدان مکہ مکرمہ سے کوئی چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ویسے تو تمام اعمالِ حج میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم ہے لیکن مزدلفہ کی رات میں خصوصیت سے حکم دے کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ رات اپنی قومی بڑائی اور خاندانی برتری کے اظہار کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی عیش و طرب اور جشن میلہ کے لئے ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا کہ مختلف قبیلوں کے شعراء اور خطباء اپنی قومی برتری کے اظہار کے لئے قصیدے اور خطبے پڑھا کرتے تھے۔ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ پھر اللہ کی یاد اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرو۔ اپنی مرضی اور خواہش سے نئے نئے طریقے ایجاد نہ کرو۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ یعنی خدا کی ہدایت اور رہنمائی سے پہلے تم بالکل دین و ایمان سے غافل اور بے خبر تھے۔ والمراد من الضلال الجهل بالايمان ومراسم الطاعات (روح ص۸۹ ج ۳) تو اللہ نے اپنا پیغمبر بھیج کر تمہیں مناسکِ حج اور دیگر احکام سے آگاہ فرمایا۔ ف۳۸۴ قریش نے زمانہ جاہلیت سے اپنے لئے ایک امتیاز قائم کیا ہوا تھا اور وہ یہ تھا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے برتر سمجھتے تھے اور حج کے موقع پر مزدلفہ ہی سے واپس آجاتے تھے۔ جبکہ دوسرے تمام لوگ عرفات تک جاتے۔ اور وہاں وقوف کرکے واپس آتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر یہ بات بھی یاد رکھو کہ واپس وہیں سے لوٹا کرو جہاں سے عام لوگ واپس آتے ہیں یعنی عرفات سے۔ اخرج البخاری عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت كانت قريش ومن دان دينها يقفون بالمزدلفة وكانوا يسمون الحمس وكانت سائر العرب يقفون بعرفات (روح ص۹۰ ج ۲) اس آیت میں ثُمَّ تعقیب حکمی کے لئے نہیں بلکہ محض تعقیب ذکری کے لئے ہے کیونکہ افاضہ یعنی عرفات سے مزدلفہ جانے کا ذکر تو پہلے ہو چکا ہے۔ اب یہاں تاکید کے لئے فرمایا پھر سن لو کہ مزدلفہ سے مت واپس آجاؤ بلکہ جہاں تک دوسرے لوگ جاتے ہیں یعنی عرفات تک تم بھی وہاں تک جاؤ اور وہیں سے تمہاری واپسی ہونی چاہیئے۔ ف۳۸۵ اگر مناسک حج کی ادائیگی میں یا موقف کے سلسلے میں کوئی غلطی ہو جائے تو اس کے لئے اللہ تعالے

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا ۳۸۲ ف۱
فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ
پھر جب طواف کے لئے لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر
الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ
الحرام کے ۳۸۳ اور اس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھایا اور بے شک تم تھے
مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ
اس سے پہلے ناواقف ف۱ پھر طواف کے لئے پھرو جہاں
حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
سے سب لوگ پھریں ۳۸۴ ف۲ اور مغفرت چاہو اللہ سے بیشک اللہ تعالیٰ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ
بخشنے والا ہے مہربان ۳۸۵ ف۲ پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ
تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ ۳۸۶ پھر کوئی
النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ
آدمی تو کہتا ہے ف۳ اے رب دے ہم کو دنیا میں اور اس کے لئے
فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ
آخرت میں کچھ حصہ نہیں ۳۸۷ اور کوئی ان میں کہتا ہے
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً
اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ النصف اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ۳۸۸ انہی لوگوں کے واسطے حصہ ہے اپنی

منزل ۱

ثُمَّ برائے تعقیب ذکری ۱۲

حجاج کی قسم اول ۱۲

حجاج کی قسم ثانی ۱۲

النصف

موضح قرآن ف۱ گناہ نہیں کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا یعنی حج کے سفر میں مالِ تجارت بھی لے جاؤ روزی کمانے کو منع نہیں۔ لوگوں نے اس میں شبہ کیا تھا کہ شاید حج قبول نہ ہو اس واسطے فرمایا۔ ف۲ یہ بھی کفر کی غلطی تھی کہ مکے کے ساکن عرفات تک نہ جاتے کہ عرفات حرم سے باہر ہے حرم کی حد پر کھڑے رہتے سو فرمایا کہ جہاں سے سب لوگ چلیں طواف کو تم بھی چلو اور اگلی تقصیر پر نادم ہو

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی تجارت ۱۲ ف۲ یعنی از عرفات نہ از مزدلفہ چنانکہ قریش تحریف کردہ بودند ۱۲ ف۳ بعد ازیں خدا تعالیٰ تصویر میفرماید حال کافر و مومن را ۱۲

معاف کردیگا کیونکہ وہ توبہ کرنے والوں سے رحمت اور مغفرت سے پیش آتا ہے۔ ۳۸۶ زمانہ جاہلیت میں مشرکین عرب حج سے فارغ ہو کر بیٹھتے اور اپنے آباء و اجداد کی تعریفیں کرتے اور اپنی خاندانی بڑائی بیان کرتے اور اپنے بڑوں کے کارناموں پر فخر کرتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح پہلے تم لوگ اپنے آباء کی بڑائی بیان کرتے تھے اس طرح اب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کیا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو تم اپنے باپ دادا سے بھی بڑھ کر کیا کرو۔ اب آگے حاجیوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ۳۸۷ پہلی قسم کے حاجی تو وہ ہیں کہ جس طرح ان کی زندگی کی ساری تگ و دو کا مطلب صرف حصولِ دنیا ہوتا ہے اسی طرح حج بھی وہ دنیوی اغراض ہی کے لئے کرتے ہیں جیسا کہ مشرکین عرب۔ یہ لوگ حج اس لئے کرتے تھے کہ حج کے موقع پر اور حج سے فارغ ہو کر اپنے آبائی مفاخر بیان کریں اور اپنی عظمت اور بڑائی کا اظہار کریں۔ نیز ان مقامات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ سے دولت، مال مویشی اور دشمنوں پر فتحمندی کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ یہ لوگ وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ کے وقت اللہ تعالیٰ سے اونٹ گائے اور بھیڑ بکری کے لئے دعائیں کرتے مگر اللہ سے بخشش اور انعام آخرت کی دعا کبھی نہ کرتے عن ابن عباس رض ان المشرکین کانوا یقولون اذا وقفوا اللّٰھم ارزقنا ابلًا و بقرًا و غنمًا و عبیدًا و اماءً او ما کانوا یطلبون التوبة والمغفرة (کبیر ص۲۲۲ ج ۲) کانوا یسئلون الابل والغنم والظفر بالعدو ولا یطلبون الاٰخرة (قرطبی ص۴۳۳ ج ۲) تو ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بس جو کچھ ہم نے دینا تھا دنیا میں دیدیا۔ آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں البتہ جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ۳۸۸ یہ حاجیوں کی دوسری قسم ہے۔ یہ لوگ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ سے دینوی مقاصد کے لئے دعا کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ آخرت میں کامیابی اور جہنم کے عذاب سے بچانے کی دعا کرتے ہیں۔ اور حسنة سے دونوں جگہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں مراد ہیں۔ والذی علیه اکثر اهل العلم ان المراد بالحسنتین نعم الدنیا والاٰخرة وھذا ھو الصحیح (قرطبی ص۴۳۳ ج ۲) یہ گروہ مومنین کا ہے جو حج کے موقع پر اللہ سے دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کی تمام نعمتیں مانگتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر صرف دنیا ہی نہیں ہوتی اور یہی مومن کی شان ہونی چاہیئے بلکہ مومن کا اصل مقصد تو طلب آخرت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے دینوی منافع حاصل کرنے کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ دنیا طلب آخرت کی راہ میں حائل نہ ہو جاوے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا یہ دوسری قسم کے حاجیوں کی جزاء ہے یعنی انہیں ان کی نیکی اور دعا کی جزاء آخرت میں ملے گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُولٰئک کا اشارہ دونوں فریقوں کی طرف ہو کہ فریقین میں سے ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزاء ملے گی (مدارک ص۸۹ ج ۱، البحر ص۱۰۶ ج ۲) وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ وہ لوگوں کی کثرت کے باوجود تھوڑے سے وقت میں سب کا حساب لے لیگا۔ یا مطلب یہ ہے کہ وہ جلدی ہی حساب لینے والا ہے کیونکہ قیامت قریب ہے اس لئے نیکی کی طرف توجہ کرو۔ ۳۸۹ ایام معدودات سے مراد تین ایام تشریق ہیں یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ۔ ۹ ذی الحجہ کی رات مزدلفہ میں گذار کر علی الصباح حجاج کرام منیٰ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ
کمائی سے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے اور یاد کرو اللہ کو

فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ
گنتی کے چند دنوں میں ۳۸۹ پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ
تو اس پر گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں

لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ
جو کہ ڈرتا ہے ۳۹۰ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بیشک تم سب اسی کے پاس

تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ
جمع ہو گے ۳۹۱ ف۲ اور بعضا آدمی وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اس کی بات

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ
دنیا کی زندگانی کے کاموں میں ۳۹۲ اور گواہ کرتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر

وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ
اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پھرے تیرے پاس سے تو دوڑتا پھرے ملک میں

لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ
تاکہ اس میں خرابی ڈالے ۳۹۳ اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ

لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ
ناپسند کرتا ہے فساد کو اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو

الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾
غرور گناہ پر ۳۹۴ تو کافی ہے اس کو دوزخ اور وہ بیشک برا ٹھکانا ہے ف۳

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ
اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے جو بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا جوئی میں ۳۹۵

سے مراد ایام تشریق ہیں

پر جہاد کی پہلی ترغیب ۱۲

پر جہاد کی دوسری ترغیب ۱۲

موضح قرآن ف۱ ان آیتوں میں فرمایا کہ کفر کے وقت دستور تھا حج سے فارغ ہو کر تین دن اور عید کے بعد خوشی کرتے اور بازار لگاتے اور اپنے باپ دادوں کے ساکھے بیان کرتے اب اللہ صاحب نے اس کے بدلے تین دن ٹھہرنا مقرر کیا کہ اللہ کو یاد کرو ان دنوں میں دوپہر کو کنکر پھینکتے ہیں اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہتے اور سوائے نماز ہر وقت اور کوئی چاہے تو دو ہی دن رہ کر رخصت ہو اور تین دن رہے تو بہتر ہے اور یہ فرمایا جن کو رغبت تری دنیا ہے وہ آخرت سے محروم ہیں۔ اب حج کا مذکور ہو چکا ف۲ یہ حال ہے منافق کا ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ رکھے کہ میرے دل میں تمہاری محبت ہے اور جھگڑے کے وقت کمی نہ کرے اور قابو پاوے تو لوٹ اور مار مچاوے اور منع کرنے سے اور ضد چڑھے زیادہ گناہ کرے۔ ایک شخص اخنس بن شریق تھا اس نے بھی حضرت سے یہی سلوک کیا۔

یہ مقام مکہ مکرمہ سے کوئی چار میل کے فاصلے پر شمال سے ذرا مغرب کی طرف ہٹ کر واقع ہے۔ اس جگہ ۱۰ سے لیکر ۱۲ کو غروب آفتاب تک قربانیاں کی جاتی ہیں اور جمرات کی رمی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہ ایام، تکبیر و تہلیل اور میری حمد و ثنا اور دعا و پکار ہی میں گذارو۔ **۳۹۰** منیٰ میں قیام کے دوران تین جگہوں پر جنہیں جمرات کہتے ہیں۔ کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ پہلے دن یعنی ۱۰ کو طلوع صبح کے بعد جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں پھینکے۔ اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔ دوسرے اور تیسرے دن زوال شمس کے بعد تینوں جمروں پر رمی کرے۔ پہلے مسجد خیف کے ساتھ والے جمرہ کو پھر اس کے ساتھ والے پر اور سب سے آخر میں جمرہ عقبہ پر۔ ہر جمرہ پر سات کنکریاں پھینکے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منیٰ میں قیام کی دو صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ دسویں تاریخ کے بعد دو دن ٹھہرے اور ۱۲ کی شام کو مکہ مکرمہ چلا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ۱۳ کو بھی وہاں ٹھہرے اور جمرات کی رمی کرے مگر ۱۳ کو رمی کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد نہیں بلکہ پہلے دن کی طرح طلوع صبح کے بعد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں صورتوں کا اختیار دیا ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے کوئی گناہ نہیں مگر یہ گناہ و ثواب تو اس کے لئے ہے جسے خدا کا خوف ہو اور گناہ و ثواب کا احساس ہو جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں اسے گناہ و ثواب کی کیا پرواہ ہے۔

۳۹۱ اپنے تمام اعمال میں خدا سے ڈرتے رہو اور اس بات کا یقین رکھو کہ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد تم خدا کے یہاں اکٹھے کئے جاؤ گے اور تمہارے تمام اعمال کا حساب ہوگا۔

ربط: یہاں تک تو حج کے ضروری احکام کا بیان تھا۔ حکم جہاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم میرے گھر کی اس طریقے سے حاضری دو اور اس طریقے سے مجھ سے دعا مانگو تو میں تمہیں فتح دوں گا۔ اب آگے پھر جہاد کا حکم آرہا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت سے جہاد کی دوسری بار ترغیب و تحضیض شروع ہو رہی ہے۔ ومن الناس من یعجبك سے لے کر فان اللہ بہ علیم تک ترغیب الی الجہاد ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کئی طریقوں سے جہاد کی ترغیب دی ہے۔ (۱) شر و فساد برپا کرنے والے اور فتنہ انگیز عناصر جنہوں نے زمین کو فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا رکھا ہے ایسے لوگوں کا خاتمہ کیوں نہیں کر دیتے ہو۔ ایسے شریر لوگوں سے جہاد نہ کرنا بھی اتباع شیطان میں داخل ہے۔ (۲) جہاد کے ذریعے خدا کی رضا حاصل کرو۔ (۳) اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور اس کے تمام احکام مانو ان میں سے ایک جہاد بھی ہے۔ (۴) اگر خدا کے احکام سے سرتابی کرو گے تو سخت سزا ملے گی بنو اسرائیل کا حال دیکھ لو خدا کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کا کیا حشر ہوا۔ (۵) مشرکین اور کفار دولت دنیا کے نشہ میں بدمست ہو کر اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لہٰذا ان سے جہاد کرو۔ (۶) اللہ کے فطری دین توحید میں ان لوگوں نے اختلاف پیدا کر رکھا ہے ان کی بیخ کنی کرو۔ (۷) جنت میں جانا آسان کام نہیں۔ اس کی خاطر تمہیں مال و جان کی قربانی دینی پڑے گی۔ (۸) اللہ کے دین کی خاطر جہاد میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا۔ **۳۹۲** یہ پہلی ترغیب ہے یعنی کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو محض دنیوی اغراض و مقاصد کے پیش نظر آپ سے ایسی میٹھی اور فصیح و بلیغ باتیں کرتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں کو بہت وقعت دینے لگتے ہیں اور ان کو پسند کرتے ہیں۔ المعنی ومنہم من یروقك ویعظم فی نفسك ما یقولہ (روح ص۹۵ ج ۲، مدارك ص۸۱ ج ۱) بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد اخنس بن شریق ہے جو بہت بڑا منافق تھا مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت ہر اس آدمی کے حق میں ہے جو ان آیات میں مذکورہ اوصاف کا حامل ہو۔ القول الثانی وھو اختیار اکثر المحققین والمفسرین ان ھذہ الایۃ عامۃ فی حق کل من کان موصوفا بھذہ الصفات المذکورۃ (کبیر ص۲۷۷ ج ۲) وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ اللہ کو گواہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قسمیں کھاتے ہیں یا مطلب یہ ہے کہ وہ ”خدا شاہد ہے“ ”خدا گواہ ہے“ وغیرہ الفاظ کہتے ہیں یعنی وہ اپنے مافی الضمیر کی سچائی پر خدا کو گواہ بناتے ہیں۔ اور قسمیں کھا کھا کر آپ کو اپنے اخلاص کا یقین دلاتے ہیں حالانکہ وہ آپ کے شدید ترین مخالف ہوتے ہیں۔ **۳۹۳** جب تک آپ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں اس وقت تک تو چکنی چپڑی باتیں کرتے رہتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی مخلص ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے اٹھ جاتے ہیں تو شر و فساد برپا کرنے کی سعی اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ شر و فساد سے یا تو کھیتوں اور مویشیوں کی تباہی مراد ہے اور یا مراد یہ ہے کہ آپ کے پاس سے اٹھ کر مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی بابت شبہات پیدا کرتا ہے اور کفر و شرک کی تائید میں عجیب و غریب حیلے نکالتا ہے۔ انہ کان بعد الانصراف من حضرۃ النبی علیہ السلام یشتغل بادخال الشبہ فی قلوب المسلمین وباستخراج الحیل فی تقویۃ الکفر (کبیر ص۲۷۵ ج ۲) وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ جیسا کہ اخنس نے کیا تھا کہ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھ کر اسلام سے محبت کا اظہار کرتا رہا جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلا تو مسلمانوں کے ایک کھیت کے پاس سے گذرا تو کھیت کو جلا دیا اور ان کے مویشی قتل کر دیئے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اللہ تعالیٰ شر و فساد کو پسند نہیں کرتا اس لئے فساد سے اجتناب کرو ورنہ اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا۔ **۳۹۴** اصل میں ذِلّۃ کی ضد ہے مگر یہاں اس سے نخوت اور غرور مراد ہے۔ العزۃ فی الاصل خلاف الذل واريد بها الانفة والحمية مجازا (روح ص۹۶ ج ۲) اور پھر اس نفاق اور فطری خباثت کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی درجہ کا ضدی اور متکبر بھی ہے یہاں تک کہ جب کوئی خیر خواہ از راہِ نصیحت اسے خدا سے ڈرنے اور شر و فساد سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے تو نخوت اور غرور اسے اور آمادۂ گناہ کر دیتا ہے۔ اور وہ پہلے سے بھی بڑھ کر شر و فساد میں حصہ لیتا ہے۔ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ کسی ناصح مشفق کی نصیحت اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ اسے جہنم کی آگ سیدھا کرے گی جو بہت ہی بری جگہ ہے۔ **۳۹۵** یہ دوسری ترغیب ہے یشری شراء سے ہے جس کے معنی یہاں بیچنے کے ہیں اور اس سے جہاد میں جان دینا مراد ہے۔ ابتغاء یشری کا مفعول لہ ہے۔ ای یبیعھا ببذلہا فی الجہاد (روح ص۹۶ ج ۲) یعنی منافقین کے مقابلہ میں کچھ ایسے مخلص اور جان نثار لوگ بھی ہیں جو محض اللہ کی رضا کے لئے جہاد میں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ عباد سے مراد مؤمنین ہیں مؤمنین پر اللہ تعالیٰ خاص طور پر مہربان ہے کہ انہیں بلند درجات حاصل کرنے کے لئے اپنی راہ میں پیاری جانیں تج دینے کی راہ دکھائی اور اپنی رضامندی کے حصول کے طریقے انہیں بتائے۔ **۳۹۶** یہ جہاد کی تیسری ترغیب ہے۔ کَآفَّۃً ادخلوا کی ضمیر سے حال ہے اور سلم کے معنی استسلام اور اطاعت کلی کے ہیں یعنی تم سارے کے سارے مکمل طور پر اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ اور کوئی اس اطاعت سے باہر نہ رہے۔ ای استسلموا للہ واطیعوہ ..... کافۃ لا یخرج احد منکم یدہ عن طاعتہ (مدارك ص۸۲ ج ۱) یا اس کے معنی امن اور صلح و آشتی کے ہیں اور اس سے مراد دین اسلام ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ایمان والوں کو حکم ہو رہا ہے کہ تم دین اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور عقائد سے لیکر اعمال تک اور عبادات سے لیکر اخلاق تک کے متعلق اسلام کی تمام ہدایات پر عمل کرو اور شیطان کے پیچھے لگ کر اسلامی احکام کی جگہ جاہلانہ رسوم کی پابندی مت کرو۔ اور نہ ہی ایسا کرو کہ اسلام کے بعض احکام کو مانو اور بعض احکام کو نہ مانو۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ تمہیں گمراہ کرنے کے متعلق ہی سوچتا رہتا ہے اور تمہارے دلوں میں نئے نئے خیالات اور نئی نئی بدعتیں پیدا کرتا ہے تاکہ تمہارے عقائد و اعمال کو خراب کر ڈالے بعض نو مسلم جنہوں نے یہودیت ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا انہوں نے بعض سابقہ رسموں کو ترک نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ **۳۹۷** یہ زجر اور تخویف ہے اور چوتھی ترغیب ہے یعنی جب دلائل واضحہ تمہارے پاس آچکے ہیں۔ اور دین اسلام کی صداقت و حقانیت تم پر واضح ہو چکی ہے تو اب بھی اگر تم پھسل گئے اور ڈگمگا گئے یعنی اسلام کے بعض احکام پر عمل نہ کیا مثلاً جہاد کرنا چھوڑ دیا تو پھر سن لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست اور صاحب حکمت ہے اسے سزا دینے سے کوئی نہیں روک سکتا اور بمقتضائے حکمت جو سزا دینا چاہے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ **۳۹۸** یہ تخویف دنیوی ہے۔ وہ شریر لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر وقت شرارتوں میں مصروف رہتے ہیں اور جن کی شرارت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب وہ قیامت سے پہلے شر و فساد سے باز نہیں آئیں گے۔ ان سے کیوں جہاد نہیں کرتے ہو۔ يَنْظُرُوْنَ کی ضمیر یہود کی طرف راجع ہے (روح ص۹۹ ج ۲) یہودی اللہ تعالیٰ کے تجسم کے قائل تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جب ٹھاٹھ اور شان و شوکت سے آتا ہے تو بادلوں پر سواری کر کے آتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی ڈالی تھی بادلوں ہی سے ڈالی تھی۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں کے خیال کے مطابق فرمایا کہ یہ یہودی جو اسلام کو قبول نہیں کر رہے یہ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے بادلوں پر سوار ہو کر آئیں اور قیامت قائم

ہو جائے تو پھر انہیں اسلام کی صداقت کا یقین ہو جائے گا۔ اور وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ وذلك لان اليهود كانوا على مذهب التشبيه وكانوا يجوزون على الله المجئ والذهاب وكانوا يقولون انه تعالى تجلى لموسى عليه السلام على الطور في ظلل من الغمام (کبیر ص ۲۹۳ ج ۲) اور تورات میں ہے "دیکھو خداوند ایک تیز رو بادل پر سوار ہو کر مصر میں آتا ہے اور مصر کے بت اس کے حضور لرزاں ہوں گے" (کتاب یسعیاہ باب ۱۹، فقرہ ۱)

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا

اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر اے ایمان والو داخل ہو جاؤ

فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ

اسلام میں پورے ۳۹۶ اور مت چلو قدموں پر شیطان کے

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ

بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے پھر اگر تم بچلنے لگو بعد اس کے کہ

مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

پہنچ چکے تم کو صاف حکم تو جان رکھو کہ بیشک اللہ زبردست ہے

حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ

حکمت والا ۳۹۷ کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ

فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ

ابر کے سائبانوں میں ف۱ اور فرشتے ۳۹۸ اور طے ہو جاوے قصہ

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام ف۲ پوچھ بنی اسرائیل سے

ع ۲۵
۹

كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ

کس قدر عنایت کیں ہم نے ان کو نشانیاں کھلی ہوئیں ۳۹۹ اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت

اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

بعد اس کے کہ پہنچ چکی ہو وہ نعمت اس کو تو اللہ کا عذاب سخت ہے ۴۰۰

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ

فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

ایمان والوں کو ۴۰۱ اور جو پرہیزگار ہیں وہ ان کافروں سے بالاتر ہوں گے قیامت کے دن ۴۰۲

وقف لازم

سے جہاد کی تیسری ترغیب، اسلام کے تمام احکام پر عمل کرو ان میں سے ایک جہاد بھی ہے۔ سے ترکِ جہاد پر تخویف سے اور یہ جہاد کی چوتھی ترغیب ہے جہاد ترک کرو گے تو خدا کا عذاب سخت ہوگا۔ سے تخویف اُخروی [illegible]

سے جہاد کی پانچویں ترغیب [illegible]

تنبیہ ۱:۔ اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے اور نہ کسی جسم کے مشابہ ہے۔ اور آنا جانا جسم کی صفات میں سے ہے اس لئے اللہ تعالیٰ آمد و رفت سے منزہ اور پاک ہے۔ اس لئے بہت سے مفسرین نے اس آیت کو متشابہات میں سے قرار دیا ہے اور اس کی تفسیر سے سکوت اختیار کیا ہے۔ اور بعض نے یہاں مضاف محذوف مانا ہے یعنی امر الله یا عذاب الله۔ جو توجیہ ہم نے اوپر لکھی ہے اسے امام رازی رحمہ نے ترجیح دی ہے۔ وَقُضِيَ الْاَمْرُ اور بندوں کے حساب و کتاب کا معاملہ طے ہو جائے اور نیک و بد اپنے اپنے انجام کو پہنچ جائیں۔ ای اتم امر العباد وحسابهم فاثيب الطائع وعوقب العاصي (روح ص ۹۹ ج ۲) وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ **۳۹۹** یہ نافرمانی کے انجام اور تخویف دنیوی کا ایک نمونہ بیان فرمایا ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے حق واضح ہو جانے کے بعد جو لوگ نہیں مانتے ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے انہیں حق سمجھانے کے لئے کس قدر واضح نشانیاں دیں۔ تورات نازل کی پیغمبروں کے معجزے ان کو دکھلائے مگر انہوں نے ضد و عناد سے ان کا انکار کیا پھر ان کو کیسے کیسے عذابوں میں مبتلا کیا گیا۔ **۴۰۰** نعمت سے مراد اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور وہ دلائل ہیں جو رشد و ہدایت کا سبب تھے کیونکہ ہدایت اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اور تبدیل نعمت سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے ان اسباب ہدایت سے کام نہ لیا اور جو ہدایت ان سے حاصل کرنی چاہئیے تھی اسے حاصل نہ کیا اور انہی اسباب کے ذریعے کفر اور گمراہی خریدی مثلاً تورات میں تحریف کر کے، اس کے احکام کو ٹھکرا کر اور معجزات کا انکار کر کے۔ المراد آياته ودلائله وهي من اجل اقسام نعم الله لانها اسباب الهدى والنجاة من الضلالة ...... المراد بتبديلها ان الله تعالى اظهرها لتكون اسباب هداهم فجعلوها اسباب ضلالتهم (کبیر ص ۲۹۶ ج ۲) یعنی جو شخص رشد و ہدایت کے اسباب و ذرائع کو غلط استعمال کر کے ان سے گمراہی اور فسق و فجور کا کام لے اسے خدا کی گرفت سے غافل نہیں ہونا چاہئیے کیونکہ اس کی گرفت سخت اور اس کا عذاب عبرتناک ہے۔ یہ بھی ترکِ جہاد پر تخویف ہے۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کی تنبیہ مقصود ہے کہ دیکھو اللہ کی نافرمانی کا یہ انجام ہے۔ **۴۰۱** یہ ماقبل کی علت ہے یعنی جن لوگوں نے خدا کی ہدایت سے منہ موڑا، اس کے انبیاء کی تکذیب کی، اس کی آیات کو جھٹلایا اور اس کی توحید کا انکار کیا انہیں اس سرکشی پر کس چیز نے آمادہ کیا اور اس کا سبب کیا تھا؟ فرمایا ان لوگوں کے دلوں میں دنیا کی دولت اور ظاہری شان و شوکت کی محبت بس چکی ہے۔ دین کے مقابلہ میں دنیوی وقار و اقتدار، زندگی کی مادی آسائشیں اور ٹھاٹھ باٹھ انہیں بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو قبول کیا ہے جس سے انہیں تمام دنیوی مقاصد اور مادی خواہشات کے پورا ہو جانے کی قوی امید ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام قبول کر کے ان لوگوں نے کیا حاصل کیا ہے۔ ان کے پاس دولت ہے، نہ زمینیں —— محلات ہیں، نہ باغات۔ کیونکہ ان کوتاہ نظروں اور کج فہموں نے ان چیزوں ہی کو زندگی کا ماحصل سمجھا ہوا ہے۔ **۴۰۲** واؤ حالیہ ہے حالانکہ یہ غرباء جو خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کے تمام احکام کی تعمیل کرتے ہیں قیامت کے دن ان کافروں

موضح قرآن ف۱ یہ حال ہے صاحب ایمان کا کہ اللہ کی رضا پر اپنی جان دیوے۔ ف۲ یعنی پیغمبر اور قرآن پر یقین نہیں لاتے تو اب منتظر ہیں اللہ آوے اور ہر کسی کو اس کے عمل کے موافق جزا دیوے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بیاید عذاب او۔ ۱۲

سے بہت بلند درجات میں ہوں گے کیونکہ ایسے ضدی اور معاند کفار و منافقین کا ٹھکانا جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوگا اور یہ خدا سے ڈرنے والے فقراء مومنین اعلیٰ علیین میں ہوں گے۔ فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ای فی الدرجة لانہم فی الجنة والکفار فی النار (قرطبی ص۳۱ ج ۳) لان الفقراء فی علیین والکفار والمنافقین فی اسفل السافلین (معالم ص۱۶۸ ج ۱) **۴۰۳** باقی رہا دنیا میں کثرتِ رزق اور مال و زر کی فراوانی کا سوال تو یہ چیز خدا کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے بے حساب دولت دیدے کسی مسلمان کو دیدے یا کسی کافر کو اس لئے وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت جسے چاہتا ہے دنیا کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ دولت کی کمی بیشی سے حق و باطل کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس آیت نے اس شبہ کا ازالہ بھی کر دیا جس کے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ کہ اگر کافر حق پر نہیں ہیں تو اللہ نے انہیں اتنی دولت کیوں دی ہے تو فرمایا کہ یہ دولت تو چند روزہ ہے اور محض دنیا کی زینت اور رونق ہے آخرت میں تو صرف یہی ایمان اور تقویٰ کام آئے گا۔

۴۰۴ یہاں وحدت سے دین اور عقیدے کی وحدت مراد ہے۔ یعنی شروع میں لوگ ایک ہی دین پر تھے۔ اور سارے کے سارے دین اسلام کے پابند اور توحید پرست تھے۔ متفقین علی دین الاسلام (مدارک ص۹۳ ج ۱) متفقین علی التوحید مقرین لعبودیته (روح ص۱۰۰ ج ۲) اس سے معلوم ہوا کہ آغاز فطرت میں انسان توحید پرست تھا۔ اور شرک کی بیماری بعد میں پھیلی ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی مسئلہ توحید موجود تھا بعض پلیدوں نے بسبب بغاوت توحید کی مخالفت کی اور پچھلے لوگ باغیوں کی عبارتیں دیکھ کر مسئلہ توحید کے بارے میں شبہات میں پڑ گئے۔ لیکن ان کا شبہ خدا کے یہاں کتاب اللہ کی موجودگی میں قبول نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرو۔ **۴۰۵** یہ ماقبل پر مرتب ہے۔ لیکن اس میں بظاہر اشکال ہے کیونکہ جب سب لوگ دین توحید پر متفق تھے تو پھر پیغمبر بھیجنے کی کیا ضرورت تھی تو اس کا حل یہ ہے کہ اس سے پہلے فَاخْتَلَفُوْا محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ شروع میں تو سب لوگ توحید پر متفق تھے لیکن بعد میں ان کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے تاکہ وہ انہیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں ماننے والوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور نہ ماننے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اور اس حذف پر آیت کا اگلا حصہ شاہد ہے کیونکہ آگے ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم نے پیغمبروں کو کتابیں بھی دیں تاکہ وہ اللہ کی نازل کی ہوئی ہدایت کی روشنی میں لوگوں کے باہمی اختلاف فی التوحید کا فیصلہ کریں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی آمد سے پہلے ان میں توحید کے بارے میں اختلاف پیدا ہو چکا تھا جسے مٹانے کے لئے پیغمبر بھیجے گئے۔ نیز اسی مضمون کی ایک دوسری آیت میں فَاخْتَلَفُوْا کی صراحت موجود ہے جیسا کہ سورۂ یونس ع۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا۔ اور چونکہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ
اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار ۴۰۳ تھے سب لوگ
اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ
ایک دین پر ۴۰۴ ف۱ پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور
مُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ
ڈرانے والے ۴۰۵ اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے
بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ط وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ
لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں ۴۰۶ اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں
اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی اس کے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم
بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ج فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا
آپس کی ضد سے ۴۰۷ پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ط وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ
کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے ۴۰۸ اور اللہ بتلاتا ہے جس کو
يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ
چاہے سیدھا راستہ ۴۰۹ ف۲ کیا تم کو یہ خیال ہے کہ
تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا
جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر نہیں گذرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے
مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا
تم سے پہلے ۴۱۰ کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑجھڑائے گئے
حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى
یہاں تک کہ کہنے لگے رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے کب آوے گی

ف۱ اس سے پہلے [illegible] تھے ای فاختلفوا بغیاً بینہم [illegible] جادو کی [illegible] سب لوگ [illegible] توحید میں اختلاف [illegible] سے ان کی [illegible] کی گئی ۱۲

ف۲ میں ترغیب و ترہیب جنت میں جانا آسان کام نہیں بلکہ اس کے لئے مصیبت مال و جان کی قربانی دینی پڑتی ہے جیسی کہ پہلی امتوں کے مومنوں کا حال دیکھ لو ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ نے کتابیں اور نبی متعدد بھیجے اس واسطے نہیں کہ ہر فرقے کو جدی راہ فرمائی اللہ کے یہاں سب خلق کو ایک ہی راہ کا حکم ہے جس وقت اس راہ سے کسی طرف بچلے اللہ نے نبی بھیجا کہ سمجھا دے اور کتاب بھیجی کہ اس پر چلے جاویں پھر کتاب والے کتاب میں بچلے تب دوسری کتاب کی حاجت ہوئی سب نبی اور سب کتابیں اسی ایک راہ کے قائم کرنے کو آئی اس کی مثال جیسے تندرستی ایک ہے اور مرض بیشمار جب ایک مرض پیدا ہوا ایک دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا۔ جب دوسرا مرض ہوا دوسری دوا اور پرہیز اسکے موافق فرمایا اب آخری کتاب میں ایسی راہ فرمائی کہ ہر مرض سے بچا دے۔ یہ سب کے بدلے کفایت ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی پیش از آمدن ہر پیغامبرے باشند متفق بودند بایکدیگر در دین او اختلاف نہ داشتند ۱۲ ف۲ مترجم گوید حاصل آنست کہ سنت اللہ جاری شدہ است باآنکہ بعد بعثت ہر پیغمبر در امت دعوت اختلاف واقع می شود آن تبدیل نباید شد ۱۲

کی تفسیر کرتے ہیں اس لئے یہاں بھی فاختلفوا محذوف ہے وَاَنۡزَلَ مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ الکتاب میں لام جنس کیلئے ہے بالحق الکتاب سے حال ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کے ساتھ ایک کتاب بھیجی جس میں دین حق کا بیان تھا ۔ **۲۰۶** یہ بعثتِ انبیاء اور انزالِ کُتُب کی علت ہے اور یحکم کا فاعل اللہ ہے یعنی جب لوگوں نے توحید پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف شروع کر دیا ، کچھ لوگ توحید پر قائم رہے اور کچھ لوگوں نے خدا کے سوا غیروں کی عبادت اور پکار شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نامے دیکر پیغمبر بھیجے تاکہ اس طرح ان کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کرے ۔ فیصلے سے یہاں دلائل و براہین سے حق و باطل میں واضح اور کھلا ہوا امتیاز پیدا کرنا مراد ہے ۔ اب جس کا جی چاہے توحید قبول کرے اور جس کا جی چاہے شرک کرکے اپنی عاقبت برباد کرلے ۔ دونوں راستے دلائل سے   کے سامنے واضح کر دیئے گئے ہیں **۲۰۷** اُوۡتُوۡهُ میں ضمیر مفعول الکتاب کی طرف راجع ہے ۔ الذین اوتوہ سے اس کتاب کے عالم اور اس کا درس و تدریس کرنے والے اور پیشوایانِ قوم مراد ہیں ۔ الذین اوتوہ ارباب العلم به والدراسة له (بحر ص۱۳۳ ج ۲) اور البینات سے مراد دلائل عقلیہ ہیں یعنی کتاب کے ساتھ ساتھ ہم نے توحید پر عقلی دلائل بھی قائم کر دیئے تھے ۔ وهذه البینات لا یمکن حملها علی شیٔ سوی الدلائل العقلیة التی نصبها اللہ تعالیٰ (کبیر ص۱۳ ج ۲) اور بغیًا اختلف کا مفعول لہ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ حق میں ہمیشہ اختلاف انہیں لوگوں نے ڈالا جو خدا کی کتاب کا علم رکھتے اور قوم کے پیشوا اور رہنما تھے ۔ یعنی علماء سوء اور پیرانِ سوء اور اختلاف بھی انہوں نے کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں ڈالا بلکہ عقلی اور نقلی دلائل سے حق کو سمجھ بوجھ کر محض ضد اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا ۔ ایک حصر تو یہاں مذکور ہے کہ اختلاف ڈالنے والے صرف پیشوایانِ سوء ہی ہیں اور کوئی نہیں اور دوسرا حصر کہ ان علماء سوء نے اختلاف ہمیشہ جان بوجھ کر ڈالا ہے کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہے یہ سورۂ جاثیہ ع ۲ میں مذکور ہے فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ بَغۡيًاۢ بَيۡنَهُمۡ ۔ اس آیت میں تین چیزیں بیان ہوئیں (۱) اختلاف کن لوگوں نے کیا ، (۲) کب کیا اور (۳) کیوں کیا ۔؟ یعنی اختلاف ہمیشہ علماء سوء نے ڈالا ، اور جان بوجھ کر ڈالا اور محض ضد و عناد کی وجہ سے ڈالا ۔ **۲۰۸** من الحق ما کا بیان ہے اور اذن سے مراد اللہ کی توفیق ہے ۔ ای بتوفیقه وتیسیره (روح ص۱۰۲ ج ۲) اور اٰمنوا سے تصدیق الایمان مراد ہے یعنی جو لوگ صدقِ دل سے ایمان کے طالب اور حق کے جویا تھے ۔ علماء سوء تو ہمیشہ دین حق میں اختلاف ڈالنے میں مصروف رہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ طالبانِ حق کو محض اپنی مہربانی اور توفیق سے توحید کی راہ دکھائی اور فسادِ ماحول کے باوجود دینِ حق پر قائم رہے اور اگر الذین اوتوہ سے اہل کتاب مراد ہوں تو الذین اٰمنوا سے امت محمدیہ مراد ہوگی ۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ جن امور میں اہل کتاب کے درمیان اختلاف رہا ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان میں صحیح راستہ دکھا دیا مثلاً یہود و نصاریٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا کہ وہ یہودی تھے یا نصرانی تو اللہ نے ہمیں بتایا کہ وہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ حنیف و مسلم تھے ۔ اسی طرح یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور عیسائیوں نے انہیں خدا بنا لیا ۔ مسلمانوں کو خدا نے بتایا کہ وہ خدا کے پیغمبر اور اس کے بندے تھے ۔ وغیر ذٰلک ۔ **۲۰۹** وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور اس کی مشیت ہمیشہ ان لوگوں کی ہدایت سے متعلق ہوتی ہے ۔ جو ضد اور عناد نہ کریں اور صدقِ دل اور اخلاص عمل کے ساتھ راہِ حق کے طالب ہوں ۔ اس آیت میں بھی جہاد کی ترغیب ہے ۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ اختلافات میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صحیح راہنمائی فرماتا ہے ۔ نیز جہاد اس لئے بھی کرنا ضروری ہے تاکہ دینِ حق کے مٹانے والوں کا قلع قمع کیا جائے ۔ یہاں ایک شبہ ہے کہ اختلاف تو اگلوں نے ڈالا تھا پچھلوں کا کیا قصور ہے کہ ان سے جہاد کیا جائے ۔ انہوں نے تو اگلوں کی تقلید کی ہے ۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ اگلوں کی اندھا دھند پیروی میں معذور نہیں ہیں کیونکہ عقلی اور نقلی دلائل ان کے سامنے موجود ہیں ۔ انہوں نے ان میں غور و فکر کرکے اور انصاف سے کام لے کر حق سمجھنے کی کوشش نہیں کی ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔ والذین یحاجون فی الله من بعد ما استجیب له حجتهم داحضة عند ربهم (شوریٰ ع ۲) جبکہ علماء ربانیین اللہ کی توحید دلائل سے مان چکے ہیں ۔ اللہ کی طرف سے کتاب بھی نازل ہو چکی ہو تو اب باغیوں کے اقوال سے احتجاج مردود ہے ۔ **۲۱۰** مثل سے گذشتہ انبیاء کی امتوں کے سے شدائد اور مصائب مراد ہیں ۔ ای حالهم التی هی مثل فی الشدة (مدارک ص۸۴ ج ۱) اس میں خطاب صحابہ کرام سے ہے ۔ اور یہ بھی ترغیب الی الجہاد ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ جنت کے جن بلند مقامات کے تم طالب ہو ۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم تکلیفوں اور آزمائشوں میں پڑے بغیر ہی وہاں تک پہنچ جاؤ گے ۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ۔ بلند درجات حاصل کرنے کے لئے تمہیں مال و جان کی قربانی دینی پڑے گی تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں گی ۔ مال و جان اور اولاد کے ذریعے جہاد کرنا پڑے گا ۔ **۲۱۱** یہ امم سابقہ کے حال کا بیان ہے ۔ باساء سے مالی نقصان اور معاشی بدحالی مراد ہے ۔ اور ضراء سے جانی نقصان اور جسمانی تکلیفیں اور بیماریاں مراد ہیں ۔ البأساء الفقر والضراء السقم (ابن کثیر ص۲۵۱ ج ۱) اور زلزلوا کے معنی ہیں ازعجوا ازعاجًا شدیدًا بانواع البلایا (روح ص۱۰۴ ج ۲) یعنی مصائب و تکالیف کی شدت اور کثرت سے ان کے دل دہل گئے ۔ اور شدت و اضطراب اور بے چینی کی حالت میں پیغمبر اور مؤمنین طلب نصرت کے طور پر کہنے لگے ۔ آخر اللہ کی نصرت کب آئے گی ۔ اللہ تعالیٰ نے مصائب و شدائد میں ان سے مدد کا وعدہ کیا ہوا تھا ۔ جب کفار اور مشرکین کے ہاتھوں ان کی مصیبتیں اور تکلیفیں انتہا کو پہنچ جاتیں تو انبیاء و مؤمنین یہ سمجھتے کہ اب تو تکلیفیں انتہا کو پہنچ چکی ہیں اب تو اللہ کی مدد ضرور آنی چاہیئے ۔ پھر شدتِ اضطراب میں اللہ کی مدد پہنچنے کی تمنا کرتے ۔ **۲۱۲** اس تمنا اور طلب کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا کہ ثابت قدم رہو ۔ ہماری مدد اور نصرت پہنچنے ہی والی ہے ۔ اس سے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کہ تکلیفیں اور آزمائشیں ان پر بھی آئیں گی ۔ لہٰذا انہیں ان کے لئے تیار رہ جانا چاہیئے ۔ **۲۱۳** مضمونِ انفاق کا دوسری بار بیان ۔ آیت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سوال منفق کے متعلق ہے ۔ یعنی کیا اور کس قدر خرچ کریں اور جواب میں خرچ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں ۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس بات کو چھوڑ دو کہ کیا اور کتنا خرچ کرنا چاہیئے ۔ اصل چیز تو مصرف ہے ۔ اس لئے تم جو کچھ بھی خرچ کرو ۔ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ وہ صحیح مصرف میں خرچ ہو ۔ ظاهر الآیة انه سئل عن المنفق فاجاب ببیان المصرف صریحًا لانه اهم فان اعتداد النفقة باعتباره (روح ص۱۰۵ ج ۲) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ سوال یہ تھا کہ کتنا خرچ کریں تو جواب ملا کہ جتنا خرچ کرو مجھے تو کچھ نہیں دینا بلکہ اپنے والدین وغیرہ ہی کو دینا ہے ۔ **۲۱۴** ان الفاظ کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے اور ابن السبیل کے عموم میں جہاد فی سبیل اللہ کا مسافر بھی شامل ہے ۔ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ یعنی نیکی خواہ کوئی ہو مالی ہو یا بدنی چھوٹی ہو یا بڑی ہو اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے ۔ اس لئے وہ ہر نیکی کی پوری پوری جزا دے گا ۔ یہاں تک انفاق کا ذکر تھا ۔ **۲۱۵** مضمون جہاد کا تیسری بار ذکر ۔ کُرۡهٌ سے طبعًا ناپسندیدہ چیز مراد ہے ۔ مال و جان کا ضیاع ہمیشہ انسانی طبیعت کو گراں محسوس ہوتا ہے ۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کا امر بالجہاد ناپسند تھا ۔ ای شاق علیکم قال بعض اهل المعانی هذا الکره من حیث نفور الطبع عنه لما فیه من مؤنة المال ومشقة النفس وخطر الروح لا انهم کرهوا امر الله تعالیٰ (معالم ص۱۷۵ ج ۱) عَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ یعنی ہو سکتا ہے کہ بعض چیزیں اپنے ظاہری اور مادی نقصانات کی وجہ سے تمہیں ناپسند ہوں اور تم انہیں اچھا نہ سمجھتے ہو مگر انجام کے لحاظ سے اور پوشیدہ فوائد کے لحاظ سے وہ تمہارے لئے خیر و برکت اور فلاح دارین کا باعث ہوں ۔ مثلاً جہاد ہی کو لے لیجئے جو بظاہر قتل و خونریزی اور مال و جان کے ضیاع کی وجہ سے تمہیں ناپسند ہے مگر اس کا انجام بہتر ہے ۔ کیونکہ جہاد ہی سے تم اپنا اور اپنے دین کا نام دنیا میں سربلند کر سکتے ہو ۔ اس کا وقار اور اس کی شان و شوکت کو قائم رکھ سکتے ہو ۔ جہاد ہی سے تم اپنی عزت و آبرو اور اپنے مال و جان کی حفاظت کر سکتے ہو اور جہاد ہی سے تم غازیوں اور شہیدوں کے درجات حاصل کر سکتے ہو ۔ اس سے بھی مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا مقصود ہے ۔ **۲۱۶** اسی طرح یہ بھی عین ممکن ہے کہ ایک چیز کے ظاہری فوائد کی وجہ سے تم اسے پسند کرو مگر حقیقت میں

وہ چیز تمہارے حق میں سخت مضر ہو۔ مثلاً جہاد میں شرکت نہ کرنے اور آرام و راحت سے گھر بیٹھے رہنے کو تم پسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ اس طرح مال و جان محفوظ رہے گا۔ لیکن در اصل ترک جہاد میں تمہارا سراسر نقصان اور خسارۃ دارین ہے۔ کیونکہ اس طرح تم کافروں کے ہاتھوں ذلیل ہو جاؤ گے۔ وہ تمہارا ستیاناس کر دیں گے۔ مال لوٹ لیں گے۔ عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیں گے۔ تمہارے شہروں پر قبضہ کر لیں گے۔ اور تمہارا دین دنیا سے مٹا ڈالیں گے۔ یہ دوسری طرز پر جہاد کی ترغیب ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور ہر چیز پر حاوی ہے۔ انسان کا علم ناقص اور محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے فوائد اور نقصانات سے بخوبی آگاہ اور ہر کام کی حکمتوں کو جانتا ہے۔ لہٰذا اس نے جو جہاد کا حکم دیا ہے اس میں یقیناً مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری ہے۔ ۲۱۷ قتال فیہ، الشھر الحرام سے بدل الاشتمال ہے اور الشھر الحرام سے مراد یہاں رجب ہے اور یسئلون کا فاعل مشرکین ہیں۔

نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا

اللہ کی مدد ۲۱۲ سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے ۲۱۳ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز

يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ

خرچ کریں ۲۱۴ کہدو کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کیلئے

وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ

اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے ۲۱۵ اور

مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ

جو کچھ کرو گے تم بھلائی سو وہ بیشک اللہ کو خوب معلوم ہے ف۱ فرض ہوئی

عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا

تم پر لڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو ۲۱۶ اور شاید کہ تم کو بری لگے

شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ

ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں ۲۱۶ اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور

هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

ع ۲۶ ۱۰

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ

تجھ سے پوچھتے ہیں مہینہ حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا ہے ۲۱۷ ف۲ تو کہدے

قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ

لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے ۲۱۸ اور اس کو نہ

بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ

ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں سے

اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ

اس سے بھی بڑا گناہ ہے اللہ کے نزدیک ۲۱۹ اور لوگوں کو دین سے بچلانا ف۳ قتل سے بھی بڑھ کر ہے ف۳

ایک دفعہ مقام نخلہ میں مسلمانوں کا مشرکین سے مقابلہ ہو گیا جس میں ایک مشرک عمرو بن الحضرمی مارا گیا مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ آج جمادی الآخر کی آخری یعنی تیس تاریخ ہے مگر اتفاق سے چاند انتیس کا تھا اور اس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ کانوا یظنون تلک اللیلۃ من جمادی وکانت اول رجب ولم یشعروا (ابن جریر ص۱۹۷ ج ۲) جب اس واقعہ کا علم مشرکین قریش کو ہوا تو ان کا ایک وفد حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے سوال کیا کہ کیا رجب جو کہ شہر حرام ہے اس میں قتال جائز ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سوال مسلمانوں نے کیا تھا۔ کیونکہ اس واقعہ کی وجہ سے انہیں ندامت ہوئی کہ ہم نے شہر حرام میں قتل کر کے بڑا گناہ کیا ہے۔ قُلْ قِتَالٌ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ واقعی شہر حرام میں قتال (لڑائی کرنا) بہت بڑا گناہ ہے۔ ۲۱۸ یہاں سے شہر حرام میں قتال کے جواز کی پانچ دلیلیں بیان کی گئی ہیں۔ صَدٌّ اور قِتَالٌ دونوں نکرے ہیں اور چونکہ دونوں کے ساتھ جار مجرور متعلق ہے اس لئے ان میں تخصیص پیدا ہو گئی ہے اور ان کا مبتدا ہونا صحیح ہے۔ جیسا کہ امام ابن مالک نے الفیہ میں اس کی مثال یوں دی ہے۔ ورغبۃ فی الخیر خیر سبیل اللہ سے مراد اسلام ہے۔ عن سبیل اللہ وھو الاسلام (روح ص۱۰۹ ج ۲) یعنی اسلام سے اور توحید سے روکنا اور یہ پہلی علت ہے وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اس کا عطف سبیل اللہ پر ہے یعنی مسلمانوں کو مسجد الحرام سے روکنا یہ دوسری علت ہے۔ ۲۱۹ اور مسجد حرام کے اہل کو وہاں سے نکالنا اور اہل سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور مومنین ہیں۔ یہ لوگ مسجد حرام کے اہل اس لئے تھے کہ یہ اس کی آبادی کے پورے پورے حقوق ادا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کا سب سے بڑا حق تو یہی تھا کہ اس میں صرف خدائے واحد کی عبادت کی جائے اور اس میں شرک نہ کیا جائے۔ اور اس حق کو وہ کماحقہٗ ادا کرتے تھے۔ وھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمؤمنون وانما کانوا اھلہ لانھم القائمون بحقوقہ (روح ص۱۱۰ ج ۲) یہ تیسری علت ہے۔ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ فتنہ سے مراد شرک ہے۔ والفتنۃ التی انتم علیہا مقیمون یعنی اللہ کے نزدیک شہر حرام میں یہ گناہ قتل کی نسبت زیادہ سنگین ہیں۔ یعنی الشرک اکبر من القتل (ابن جریر ص۱۹۵ ج ۲) اسی طرح شرک جو تم شہر حرام میں کرتے ہو وہ قتل سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ یہ چوتھی علت ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ مسلمانوں نے رجب کے مہینہ میں جو قتل کیا ہے وہ عمداً اور قصداً اس ماہ میں نہیں کیا بلکہ غلطی سے کیا ہے اور تم جو یہ گناہ ہمیشہ عزت والے مہینوں میں کرتے رہتے ہو وہ قتل سے کہیں بڑھ کر ہیں تم ان کا خیال نہیں کرتے ہو۔ اور اگر سوال مسلمانوں

۲۱ مضمون انفاق کا دوسری بار بیان ۱۲

دوسری علت جواز قتال کی ۱۲

تیسری علت جواز قتال کی ۱۲

چوتھی علت ۱۲

موضح قرآن ف۱ لوگوں نے پوچھا تھا کہ مالوں میں سے کس مال کا خرچ کرنا بہت ثواب ہے جواب فرمایا کہ مال کوئی ہو لیکن مال جسقدر ٹھکانے پر خرچ ہو ثواب زیادہ ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی رجب و ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم کہ در شریعت ابراہیم جنگ کردن بایں ہا حرام بود پس سوال کردند کہ در شریعت محمدیہ حکم تحریم باقی ماند یا نہ ۱۲ ف۲ یعنی ترویج شرک ۱۲ ف۳ حاصل جواب آنست کہ قتال کفار جائز است و تحریم قتال مسلمین مغلظ میشود ۱۲

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ
اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے ف۴۲۰
اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ
اگر قابو پا دیں اور جو کوئی پھرے تم میں سے اپنے دین سے
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ
پھر مر جاوے حالت کفر ہی میں تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
دنیا اور آخرت میں ف۴۲۱ اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۲۱۷) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ف۴۲۲ ف۱ بے شک جو لوگ ایمان لائے ف۴۲۳ اور جنہوں نے
هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ
ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ
يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۱۸)
امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۴۲۴
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ
تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا ف۴۲۵ کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے
كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ
اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو ف۴۲۶ ف۱ اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے
نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ
فائدے سے ف۲ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں ف۴۲۷ کہہ دے
الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
جو بچے اپنے خرچ سے ف۳ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم

نے کیا تھا۔ تو پھر جواب کی نوعیت تسلیہ کی ہوگی۔ یعنی مسلمان کو تسلی دی کہ اگر تم سے رجب میں قتل ہوگیا ہے تو یہ کوئی زیادہ بڑی گناہ کی بات نہیں خود مشرکین اشہر حرم میں جو جو کرتوت کرتے ہیں وہ قتل سے بھی بڑے گناہ ہیں۔ ف۴۲۰ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ یعنی اگر تمہیں مشرکین سے اشہر حرم میں لڑنا پڑے تو بے کھٹکے ان سے لڑو۔ کیونکہ مشرکین تو اس بات کا تہیہ کر چکے ہیں کہ وہ علانیہ اشہر حرم ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ تمہیں دین اسلام سے پھیر کر دوبارہ کافر بنالیں۔ یہ اشہر حرم میں جواز قتال کی پانچویں علت ہے۔ الغرض اشہر حرم میں قتال نہ کرنے کی تو صرف ایک علت ہے مگر قتال کے جواز کی پانچ علتیں ہیں اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ یعنی اگر ان کے اختیار میں اور قابو میں ہو۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بات بعید ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں اور تمہیں دوبارہ کافر بنا سکیں۔ قولہ ان استطاعوا استبعاد لاستطاعتهم کقول الرجل لعدوہ ان ظفرت بی فلا تبق علی (کبیر ص۳۲۳ ج۲، مدارک ج۱) ف۴۲۱ یہ مسلمانوں کے لیے تخویف اور ڈراوا ہے فالاٰیۃ تهدید للمسلمین لیثبتوا علی دین الاسلام (قرطبی ص۴۶ ج۳) یعنی تم میں سے اگر کوئی مشرکین کے کہنے سننے سے اپنے دین یعنی اسلام سے پھر گیا۔ اور توبہ کے بغیر کفر پر مر گیا تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت جائیں گے اور ان کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مرتد کے دنیا میں اعمال ضائع ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی وجہ سے جو اسے فوائد حاصل تھے وہ ان سے محروم ہو جائے گا۔ اور آخرت میں اس کے اسلام پر جو اجر و ثواب مرتب ہونے والا تھا۔ وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ لبطلان ما تخیلوہ و فوات ما للاسلام من الفوائد فی الاولیٰ وسقوط الثواب فی الاُخریٰ (روح ص۱۱۰ ج۲) ف۴۲۲ یعنی مرتدین کی وہی سزا ہے جو دوسرے کافروں کی ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اور ان کا گذشتہ ایمان ان کے کام نہیں آئے گا۔ کسائر الکفرۃ ولا یغنی عنهم ایمانهم السابق علی الردۃ شیئًا (روح ص۱۱۰ ج۲) اب آگے جہاد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب بیان کر کے جہاد کی مزید ترغیب فرمائی ہے اور جن مسلمانوں سے رجب میں غلطی سے قتل ہوگیا تھا۔ اور انہوں نے مذکورہ بالا جواب سے یہ تو سمجھ لیا تھا کہ وہ گناہ سے بچ گئے ہیں۔ مگر ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید اس مہم کے سر کرنے میں وہ ثواب سے محروم رہیں گے تو اگلی آیت میں انہیں خوشخبری دی کہ انہیں اللہ کی رحمت سے ضرور حصہ ملے گا۔ انہیں ناامید نہیں ہونا چاہیے ف۴۲۳ ایمان چونکہ تمام اعمال کی قبولیت کی شرط ہے اور اس کے بغیر نہ ہجرت مفید ہے نہ جہاد۔ اس لیے پہلے اس کا ذکر فرمایا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا اللہ کے دین اور اس کی توحید کی خاطر اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے اپنا وطن چھوڑا۔ وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے دین اور اس کی توحید کو سربلند کرنے کے لیے کفار سے جہاد کیا۔ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ۔ اُولٰٓئِكَ سے صفات بالا کے حاملین کی طرف اشارہ ہے اور رجاء سے قطع اور یقین مراد ہے۔ المراد من الرجاء القطع والیقین۔ (کبیر ص۳۲۶ ج۲) اور خبر بمعنی امر ہے۔ یعنی یہ لوگ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بلکہ اس کی رحمت کا یقین رکھیں۔ ف۴۲۴ مغفرت کے ساتھ صفت رحمت کا ذکر کر کے ایمان والوں کو مزید اطمینان دلا دیا کہ گناہ کی معافی کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب بھی ملے گا۔

۱۔ جواز قتال کی پانچویں علت ۱۲

۲۔ تخویف اخروی و زجر برائے مومنین ۱۲

۳۔ بشارت اخروی

۴۔ پہلا ذو جہتین مسئلہ ۱۲

۵۔ دوسرا ذو جہتین مسئلہ ۱۲

موضح قرآن ف۱ حضرت نے ایک فوج بھیجی جہاد پر انہوں نے کافروں کو مارا اور لوٹ لائے مسلمانوں کو خبر تھی کہ وہ دن جمادی الثانی کا ہے اور وہ غرہ رجب تھا کافروں نے اس پر بہت طعن کیا اور مسلمانوں کو شبہ پڑا اس پر یہ آیت اتری یعنی ان مہینوں میں ناحق کی لڑائی اشد گناہ ہے اور جن کافروں نے مسلمانوں سے ان مہینوں میں قصور نہ کیا ان سے لڑنا منع نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در دنیا ۱۲ ف۲ یعنی حرام اند و بمنافع آنہا التفات نباید کرد ۱۲ ف۳ یعنی از حاجت ضروری ۱۲

ربط: حرمت والے مہینوں میں قتال کی دو جہتیں تھیں۔ ایک جہت سے ناجائز اور ایک جہت سے جائز۔ اگر مہینوں کی عزت اور نفوس کی حرمت کو دیکھا جائے تو جن افعال کا ارتکاب مشرکین ان مہینوں میں کرتے تھے ان کی روک تھام کے پیش نظر ان مہینوں میں قتال ناجائز ہے۔ حرمت نفوس و اشہر کے مقابلہ میں چونکہ توحید زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا شرک کے استیصال کے لئے ان مہینوں میں قتال کرو۔ آگے اسی مناسبت سے پانچ اور ذو جہتین مسائل بیان فرمائے ہیں۔ اور ہر مسئلہ کا تعلق دفع شرک سے ہے جن کا خلاصہ پانچویں مسئلہ کے بعد آرہا ہے۔ **۴۲۵** پہلا مسئلہ یعنی آپ سے شراب کی حلت و حرمت کے متعلق پوچھتے ہیں اور شراب سے مراد ہر وہ سیال ہے جو مسکر ہو اور عقل میں فتور پیدا کرے۔ خواہ کسی چیز سے تیار کیا گیا ہو اور خواہ اس کا کوئی سا نام رکھ دیا گیا ہو۔ الحق الذی لا ینبغی العدول عنہ ان الشراب المتخذ مما عدا العنب کیف کان وبای اسم سمی کان بحیث یسکر من لم یتعودہ حرام وقلیلہ ککثیرہ ویحد شاربہ الخ (روح ج ۲ ص ۱۱۳) اسی طرح میسر سے بھی جوئے کی تمام قسمیں مراد ہیں۔ خواہ وہ لاٹری کی صورت میں ہو یا امدادی کمیٹی کی شکل میں یا ان کے سوا جو کھیلوں پر یا گھوڑوں کی دوڑ وغیرہ پر بازی لگائی جاتی ہے یہ سب میسر میں داخل ہیں۔ وفی حکم المیسر انواع القمار من النرد والشطرنج وغیرھما (مدارک ج ۱ ص ۸۶) **۴۲۶** یعنی شراب اور جوئے میں ایک طرف تو بہت بڑا گناہ ہے مگر ساتھ ہی ان میں لوگوں کیلئے جسمانی اور مالی فوائد بھی ہیں۔ مثلاً شراب میں لذت و سرور کے علاوہ بدن کو تقویت پہنچتی ہے اور اس کی تجارت سے نفع ہوتا ہے اور جوئے سے بغیر محنت و مشقت کے مال ہاتھ آجاتا ہے وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا لیکن ان سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ ان کے فوائد سے کہیں زیادہ بڑی ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والے فوائد تو محض مادی اور گھٹیا قسم کے ہیں مگر ان کے نقصانات دین و دنیا کے لئے تباہ کن ہیں۔ یہاں سے اشارہ نکلا کہ معمولی مادی فوائد کے لئے دین و دنیا کو برباد نہ کرو اور شراب اور جوئے سے پرہیز کرو۔

نکتہ: اپنے مالی اور بدنی منافع کے لئے کسی کو ادنیٰ مار پیٹ اور مالی نقصان نہ پہنچاؤ لیکن شرک باللہ کے مقابلہ میں کسی کی جان تک نہ چھوڑو اور بے خوف مار ڈالو۔

۴۲۷ دوسرا ذو جہتین مسئلہ۔ یہ مسئلہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ وہاں اس کے جواب میں مصارف کا ذکر کیا گیا اور یہاں مقدار کا ذکر ہے۔ کہ کتنا مال خرچ کرنا ہے۔ قُلِ الْعَفْوَ۔ عفو سے مراد وہ مال ہے جو ضروری حوائج سے زائد ہو۔ فالمعنیٰ انفقوا ما فضل عن حوائجکم (قرطبی ص ۶۱ ج ۳)

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ

فکر کرو دنیا اور آخرت کی باتوں میں اور تجھ سے پوچھتے ہیں

عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ

یتیموں کا حکم ۴۲۸ کہہ دے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے ف۲ اور اگر

تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ

ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں ۴۲۹ اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے کو

مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور سنوارنے والے کو ۴۳۰ اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بیشک اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى

زبردست ہے تدبیر والا ف۳ اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جب تک

يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ

ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان ۴۳۱ بہتر ہے مشرک بی بی سے

وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى

اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے اور نکاح نہ کرو مشرکین سے ف۲ جب تک

يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ

وہ ایمان نہ لے آویں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ

اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ

تم کو بھلا لگے ۴۳۲ ف۳ وہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف ۴۳۳ اور اللہ

يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ

بلاتا ہے جنت کی اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور بتلاتا ہے

اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ

اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں ف۴ اور تجھ سے پوچھتے ہیں

۲۷ ع ۵ ۱۱

مراد یتیم از دو جہتین مسئلہ یتامیٰ کے واسطے اصلاح بہتر ہے۔ یعنی ان کا مال نہ لو اگرچہ ان کو کچھ بھی نہ دو لیکن ان کے مال کی حفاظت کرو لیکن قتال فرض یعنی تم کی نشانی سے دے ان کا مال بھی ترقی کرے

سے مراد تھا دو جہتین مسئلہ مشرکین سے نکاح نہ اگرچہ حسن اور دنیوی مال ہو لیکن شرک سے متعلق ہے چھوڑ دو

موضح قرآن ف ۱ شراب اور جوئے کے حق میں کئی آیتیں اتریں ہر ایک میں ان کی برائی ہے۔ آخر سورۂ مائدہ کی آیت اتری کہ صاف حرام ہو گئی۔ جو چیز نشہ لاوے سب حرام ہے اور شرط بدی جاوے اس پر مال کیا جاوے سب حرام ہے اور پوچھا لوگوں نے کہ مال کس قدر خرچ کریں حکم ہوا کہ اپنی حاجت کر افزود ہو تب خرچ کرو جیسا آخرت کا فکر ضرور ہے دنیا کا فکر بھی ضرور ہے سارا مال اٹھا ڈالو تو دنیا کی حاجت میں عاجز رہو اور یتیموں کے حق میں پہلے تقید اترا کہ جو کوئی ان کا مال کھاوے وہ اپنے پیٹ میں آتش بھرے پھر جو کوئی یتیموں کے رکھنے والے تھے ان کے مال اور خرچ کھانے پینے کا جدا رکھنے لگے کہ ہمارے خرچ میں کوئی چیز نہ آجاوے پھر سخت مشکل پڑی کہ ایک چیز یتیم کے واسطے تیار اس کے کام نہ آئی ضائع ہوئی تب یہ حکم اترا خرچ اپنا اور ان کا ملا رکھو تو مضائقہ نہیں کہ ایک وقت ان کی چیز آپ خرچ کی تو دوسرے وقت اپنی چیز ان کے کام لگائی لیکن نیت چاہئے سنوارنے کی اللہ نیت کو دیکھتا ہے۔ **ف ۲** پہلے کافر و مسلمان میں نسبت ناتا جاری تھا اس آیت سے حرام ٹھہرا اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے اس کو ہر ایک بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اس سے حاجت مانگے اس کو مختار جان کر باقی یہود و نصاریٰ کی عورت سے نکاح درست ہے ان کو مشرک نہیں فرمایا۔

فتح الرحمٰن: ف ۱ یعنی بغیر شرکت ۱۲ ف ۲ یعنی زنان مومنہ ۱۲ ف ۳ یعنی ہر بندہ از بندگان خدا کہ مومن باشد و ہر داہ از داہان خدا کہ مومنہ باشد بہتر است از مشرک و مشرکہ ۱۲

ای انفقوا ما فضل عن قدر الحاجۃ (مدارک ۱؍ ۱۰۶) كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ جملے یہاں خرچ کرنے کا حکم بیان کیا ہے کہ ضرورت سے زائد خرچ کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمام احکام بیان کرتا ہے۔ اور ان میں تمہاری سہولت اور تمہارے فائدے کو مدنظر رکھتا ہے۔ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ظرف تَتَفَكَّرُوْنَ کے متعلق ہے یعنی یہ سہولت کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ تم دین و دنیا کے معاملہ میں غور کرو اور اپنی دولت کا ایک حصہ اصلاح معاش پر خرچ کرو اور باقی ماندہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ فتحبسون من اموالکم ما یصلحکم فی معاش الدنیا وتنفقون الباقی فیما ینفعکم فی العقبیٰ (قرطبی ج۳) انفاق میں بھی دو جہتیں تھیں۔ ایک مالی نقصان۔ دوسرا اخروی نفع۔ اخروی نفع دنیوی نقصان کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے اس لئے ضروریات زندگی سے زائد رقم اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ لیکن اگر جہاد فرض ہو جائے تو شرک کو مٹانے کے لئے سارا مال خرچ کر ڈالو۔ ۴۲۸ف تیسرا مسئلہ قرآن مجید میں یتیموں کا مال کھانے کی سخت ممانعت وارد ہوئی تو صحابہ کرام میں سے جس جس کے زیر کفالت کوئی یتیم تھا۔ انہوں نے یتیموں کے کھانے پینے کا انتظام اپنے سے الگ کر دیا۔ اگر کسی یتیم کا کچھ بچ رہتا تو وہ دوسرے وقت یتیم کو دیدیا جاتا بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ کھانا خراب ہو جاتا۔ نیز ان کا کھانا علیحدہ تیار کرنے میں بھی بہت دقت تھی۔ اس لئے صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیا یتیموں کے کھانے کا علیحدہ انتظام رکھا جائے یا اپنے ساتھ ملانے کی اجازت ہے؟ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ تو اس کا جواب دیا گیا کہ وہ طریقہ اختیار کرو جس میں یتیموں کی اصلاح ہو اور ان کا فائدہ ہو۔ یعنی یتیموں کو مال دینا واجب نہیں البتہ ان کی خیر خواہی ضروری ہے۔

قاعدہ:۔ قرآن مجید میں جہاں دو مسئلے بیان کرنے ہوں اور ان میں سے ایک سیاق سے معلوم ہو جائے اور ایک سیاق سے معلوم نہ ہو تو جو مسئلہ سیاق سے معلوم ہو جائے اس کی صراحت نہیں کی جاتی اور جو سیاق سے معلوم نہ ہو اسے صراحۃً بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہے۔ یہ بات سیاق سے معلوم تھی کہ یتامیٰ کو مال دینا ضروری نہیں اس کا ذکر نہیں کیا گیا اور ان کی اصلاح کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴۲۹ف اور اگر تم ان کے کھانے پینے کا انتظام اپنے ساتھ مخلوط رکھو تو اس کی بھی اجازت ہے کیونکہ وہ بھی تمہارے بھائی ہیں اگر بھائیوں بھائیوں میں رضامندی سے تھوڑا بہت ادھر ادھر ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ غرض یہ ہے کہ یتیموں کا مال ناحق نہ کھایا جائے۔ اس آیت میں بہ شرط اصلاح یتیموں کو ساتھ رکھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ ۴۳۰ف اللہ تعالیٰ تو جانتا ہی ہے کہ یتیموں کا خرچ اکٹھا کرنے سے کس کی نیت نیک ہے اور کس کی نیت خراب ہے۔ کون یتیموں کے مال کی اصلاح اور حفاظت چاہتا ہے۔ اور کون ان کے مال میں خیانت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ الذی یقصد بالمخالطۃ الخیانۃ وافساد مال الیتیم واکلہ بغیر حق عن الذی یقصد الاصلاح (معالم ج۱ ص۱۹۸) وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ مخالطت کی اجازت دے کر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سہولت پیدا کر دی ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اس کی اجازت نہ دیتا اور تم پر اس معاملہ میں تنگی پیدا کر دیتا۔ ای لضیق علیکم ولم یجوز لکم مخالطتھم (روح ج۲ ص۱۱۵) اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ وہ جو چاہے حکم دے سکتا ہے۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ مگر وہ صرف وہی احکام صادر فرماتا ہے جو اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوں۔ اس کی بھی دو جہتیں تھیں۔ اگر یتیموں کا مال علیحدہ رکھا جائے تو اس میں حرج ہے اور اگر

عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي
حکم حیض کا ف کہدے وہ گندگی ہے ف سو تم الگ رہو عورتوں سے

الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا
حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہوویں پھر جب

تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ
خوب پاک ہو جاویں ف تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے ف بیشک اللہ کو

يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ
پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے ف تمہاری عورتیں

حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا
تمہاری کھیتی ہیں ف سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو ف اور آگے کی تدبیر

لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ
کرو اپنے واسطے ف اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو اس سے ملنا ہے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً
اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ

لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ
اپنی قسمیں کھانے کیلئے ف کہ سلوک کرنے سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے

النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ
بچ جاؤ ف اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف ف نہیں پکڑتا تم کو اللہ

بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا
بیہودہ قسموں پر تمہاری ۴۴۵ف ف لیکن پکڑتا ہے تم کو ان قسموں پر جن کا

كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ
قصد کیا تمہارے دلوں نے اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے ف جو لوگ

موضح قرآن ف۱ حیض کہتے ہیں خون کو جو عورتوں کی عادت ہے اور خلاف عادت آوے سو آزار ہے حکم ہوا کہ اس وقت پرے رہو عورت سے۔ رسول خدا نے فرمایا کہ ازار سے آگے نہ چلے۔ پھر جب پاک ہوں تو جاوے جہاں سے حکم دیا اللہ نے یعنی دوسری جگہ جو ناپاک ہے اس کا تو حکم کبھی نہیں۔ ف۲ یعنی جس راہ سے چاہو جاؤ لیکن کھیتی ہی میں کھیتی وہی جہاں تخم ڈالے تو اگے اور آگے کی تدبیر کرو یعنی اس صحبت میں نیت چاہیے اولاد کی تا ثواب ہو۔ ف۳ یعنی خدا کی قسم اچھے کام چھوڑنے پر نہ کھائے مثلاً ماں باپ سے نہ بولونگا یا اس فقیر کو نہ دونگا اور اگر کھا بیٹھے تو قسم توڑے اور کفارہ دیوے ف۴ تا کاری قسم وہ جو منہ سے نکلے اور دل کو خبر نہ ہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی غسل بجا آرند ۱۲ ف۲ یعنی بہر صفت کہ جماع کنید شاید غلطانده داند پس پشت وغیر آں بعد ازانکه در قبل باشد ۱۲ ف۳ یعنی اعمال صالحه ۱۲ ف۴ یعنی سوگند برائے موقوف کردن کار نیک جائز نیست ۱۲

ملایا جائے تو احتیاط نہیں رہتی۔ **نکتہ:۔** اگر یتامی کے پاس اپنا مال موجود ہو تو ان پر اپنا مال خرچ کرنا ضروری نہیں البتہ ان کے مال کی اصلاح اور حفاظت ضروری ہے لیکن مشرکین کے مقابلہ میں شرک مٹانے کے لئے جہاد میں سب مال خرچ کرنا نہایت ضروری ہے۔ **۴۳۱** چوتھا مسئلہ۔ یہاں ایک طرف تو حسن وجمال اور دنیوی مال ودولت ہے اور دوسری طرف مشرک یا مشرکہ کی رفاقت سے اپنے دین کی بربادی کا خطرہ ہے۔ دوسری جہت کو ترجیح دیکر مشرک مرد سے مومنہ کا اور مشرک عورت سے مومن مرد کا نکاح حرام قرار دیدیا۔ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ حُسْنُ جمال اور دنیوی مال دین اور ایمان کے مقابلہ میں بے حقیقت ہیں اس لئے ایماندار لونڈی جو ظاہری حسن اور دنیوی مال سے محروم ہو اس آزاد عورت سے بہتر ہے جو حسینہ وجمیلہ ہونے کے ساتھ دولتمند بھی ہو مگر مشرکہ ہو حسن اور دنیوی مال کو شرک کے مقابلہ میں ٹھکرا دو اور مشرکین سے رشتہ نکاح مت جوڑو۔ **۴۳۲** جس طرح مومن مرد کا نکاح مشرک عورت سے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مومن عورت کا نکاح مشرک مرد سے جائز نہیں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں اگر مرد یا عورت نے شرک کیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت غیر میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم غیر پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے اس کو مختار جان کر۔" **۴۳۳** مشرک مرد اور مشرک عورتیں باہمی میل جول اور رہن سہن کے ذریعے شرک اور کفر کی طرف بلاتے ہیں۔ جس کا انجام جہنم کا عذاب ہے۔ ای الی الاعمال الموجبۃ للنار (قرطبی ص ۷۲ ج ۳) اسلئے ان کے ساتھ رشتہ ناطہ مت کرو۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صحبت ورفاقت اور ان کے میل جول کے ذریعے اعتقاد حق اور عمل صالح کی دعوت دیتا ہے جن کا ثمرہ اور نتیجہ اللہ کی بخشش اور جنت ہے۔ ای الی اعتقاد الحق والعمل الصالح الموصلین الیہما (روح ص ۱۲۰ ج ۲) بِاِذْنِهٖ۔ ای بتوفیقہ الذی من جملتہ ارشاد المؤمنین لمقاربیہم الی الخیر (روح ص ۱۲۱ ج ۲) یعنی اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے کہ وہ ایمان والوں کے ذریعے ان کے متعلقین کو سیدھی راہ دکھا دیتا ہے اس لئے مسلمانوں کو رشتہ ناطہ کرتے وقت ہمیشہ ایمان اور عمل صالح کو معیار قرار دینا چاہئے نہ کہ ظاہری شان وشوکت اور مال ودولت کو۔ **۴۳۴** پانچواں مسئلہ۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ حیض والی عورت اپنی منکوحہ ہے تو اس سے صحبت جائز ہے لیکن اگر حالت حیض کو مدنظر رکھا جائے تو صحبت جائز نہیں کیونکہ عورت کا بدن ناپاک ہے نیز فریقین کے بیمار ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے اس لئے ترجیح اس شق کو دے کر اس حالت میں صحبت کو حرام قرار دیدیا گیا جس کی وجہ سے وطی کی حرمت عارضی ہے اور حیض سے طہارت کے بعد وطی جائز ہے۔ استلذاذ کو اذی کے مقابلہ میں ترک کردو۔ اگر ایذا بدنی ہو تو چند روز بیوی سے مقاربت نہ کرو لیکن اگر بیوی مشرکہ ہو تو اسے سرے سے چھوڑ ہی دو۔ **۴۳۵** قُلْ هُوَ اَذًى۔ یعنی حیض کی حالت میں وطی عورت کے لئے باعث تکلیف ہونے کے ساتھ ساتھ مرد کے لئے بھی بدبو اور نجاست کی وجہ سے موجب تکلیف ہے۔ ای ھو شیء تتأذی بہ المرأۃ وغیرھا ای برائحۃ دم الحیض (قرطبی ص ۸۵ ج ۳) فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ مقصد یہ ہے کہ زمانہ حیض میں بیوی کی مجامعت سے پرہیز کیا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ حالت حیض میں عورتوں سے بالکل ہی علیحدگی اختیار کی جائے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے سے بھی پرہیز کیا جائے۔ والمراد من اعتزال النساء اجتناب مجامعتہن (روح ص ۱۲۱ ج ۲) والمراد من ھذا الاعتزال ترک المجامعۃ لا ترک المجالسۃ او الملامسۃ فان ذلک جائز (فتح البیان ص ۲۸۵ ج ۱)

خلاصہ:۔ دوسروں کو نقصان نہ پہنچاؤ اور ان کی خاطر اپنے مالی اور بدنی منافع قربان کردو لیکن جہاد میں مشرک کو بے خوف مار ڈالو۔ انفاق میں اگرچہ دنیاوی نقصان ہے لیکن اخروی نفع کی وجہ سے ضرورت سے زائد مال خرچ کرو لیکن شرک کے مقابلہ میں تمام مال خرچ کر ڈالو۔ دفع شرک کے موقع کے بغیر بھی یتیم کا مال اس کے سپرد کرنا ضروری نہیں البتہ ان کے مال کی اصلاح ضروری ہے خواہ علیحدہ رکھو یا اپنے ساتھ ملاؤ لیکن مشرکہ بیوی سے مخالطت اور میل جول حرام ہے اور اگر مشرکہ نہیں تو بوجہ حیض چند روز اس سے قربان نہ کرو۔

۴۳۶ یہ حکم سابق کی تاکید ہے۔ نصاریٰ حالت حیض میں عورتوں سے جماع بھی کر لیا کرتے تھے اور یہودی اس حالت میں بالکل ہی عورتوں سے قطع تعلق کر لیتے۔ یہاں تک کہ ان کا کھانا پینا بھی الگ کر لیتے۔ مگر اسلام نے اس افراط وتفریط کے درمیان ایک عمدہ راہ بتائی کہ اس حالت میں جماع سے پرہیز کرو مگر اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے میں ان کے ساتھ ہی رہو سہو۔ اور جماع سے ممانعت صرف اس وقت تک ہے کہ وہ حیض سے پاک ہو جائیں اور انہیں حیض کا آنا بند ہو جائے۔ **۴۳۷** تَطَهَّرْنَ باب تفعّل سے ہے جو مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے یہاں اس سے طہارت بالماء یعنی غسل مراد ہے۔ فاذا تطہرن یعنی بالماء (قرطبی ص ۸۸ ج ۳) یہاں ایک شبہ کیا جا سکتا ہے کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے عدم قربان کی غایت مطلق طُہر بیان فرمائی ہے یعنی جماع کی ممانعت صرف حیض سے پاک ہونے تک ہے۔ جب حیض آنا بند ہو جائے تو جماع جائز ہے مگر فاذا تطہرن جو اپنے ماقبل پر متفرع ہے یہاں جواز جماع تطہر بالماء یعنی غسل پر موقوف کیا ہے یعنی جب وہ غسل کر لیں تو ان سے جماع کی اجازت ہے تو آیت کے پہلے حصہ سے معلوم ہوا کہ صرف انقطاع حیض سے وطی جائز ہو جاتی ہے مگر آیت کا دوسرا حصہ اس امر کا مقتضی ہے کہ غسل کے بعد وطی جائز ہے۔ دونوں حصوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حیض منقطع ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ حیض پورے دس دن جاری رہنے کے بعد بند ہو۔ دس دن چونکہ حیض کی اکثر مدت ہے۔ اس لئے اس کے بعد حیض آنے کا کوئی امکان نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حیض دس دن سے کم مدت جاری رہنے کے بعد بند ہو۔ دونوں صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ پہلی صورت میں خون حیض بند ہو جانے کے بعد غسل سے پہلے بھی وطی جائز ہے لیکن دوسری صورت میں غسل سے پہلے جماع جائز نہیں۔ تو اس آیت میں دونوں صورتوں کے احکام بیان کر دیئے گئے ہیں اور آیت میں صنعت احتباک ہے یعنی ایک لفظ آیت کے پہلے حصے سے محذوف ہے اور ایک دوسرے حصہ سے جو لفظ پہلے حصے میں مذکور ہے وہ دوسرے حصہ میں لفظ محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ اور جو دوسرے حصہ میں مذکور ہے وہ پہلے حصہ میں لفظ محذوف پر دلالت کرتا ہے اور اصل عبارت یوں تھی ولا تقربوھن حتی یطہرن ویطّہّرن فاذا طہرن وتطہرن فاتوھن تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ عورتوں سے جماع مت کرو یہاں تک کہ وہ خون حیض سے پاک ہو جائیں اور انہیں خون آنا بند ہو جائے (یہ پہلی صورت کا حکم ہے) اور یہاں تک کہ وہ غسل کر لیں (یہ دوسری صورت کا حکم ہے) پس جب وہ خون حیض سے پاک ہو جائیں (یہ حتی یطہرن پر متفرع ہے) اور غسل کر لیں۔ (یہ یطّہّرن بالتشدید پر متفرع ہے) تو تمہیں ان سے جماع کی اجازت ہے۔ یہ تقریر حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ جو انہوں نے درس بخاری میں بیان فرمائی تھی۔ فاتوھن جماع سے کنایہ ہے اور من حیث امرکم اللہ میں مقام وطی کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی طہارت کے بعد جس مقام میں وطی کرنے کی اللہ نے اجازت دی ہے اس مقام میں تم وطی کر سکتے ہو اور اس سے مراد عورت کا قُبل ہے۔ کیونکہ وطی کا فطری اور طبعی مقام یہی ہے اور اس کے فطری ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ چوپائے جن کی رہنمائی صرف فطرت ہی کرتی ہے، وہ اپنی جنس کے اسی مقام میں فعل جماع کرتے ہیں۔

ف۴۳۸ توابین سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے مذکورہ بالا احکام کی تعمیل میں کوتاہی ہو جائے اور وہ فوراً اس سے سچی توبہ کرلیں مما عسی یندر منهم من ارتکاب بعض الذنوب کالاتیان فی الحیض (روح ص۱۲۵ ج ۲) اور متطہرین سے وہ لوگ مراد ہیں جو حالت حیض اور غیر فطری مقام میں بیوی کی وطی سے پرہیز کرتے ہیں۔ المراد لایاتیھا فی زمان الحیض وان لایاتیھا فی غیر المأتی اھ (کبیر ص۳۰۸ ج ۲) **ف۴۳۹** حرث مصدر ہے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ ای مواضع حرث لکم (روح ص۱۲۵ ج ۲) یعنی تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی اور زراعت کی جگہیں ہیں۔ عورتوں کو کھیتوں سے تشبیہ دی ہے۔ کیونکہ جس طرح کھیتوں میں بیج ڈالنے سے اس میں مختلف قسم کے پھل میوے اور غلے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح عورت کے رحم میں تخم ریزی کرنے سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ بیوی سے اگرچہ اور بھی کئی منافع حاصل کئے جاتے ہیں لیکن نکاح کا اصل مقصد نسل کشی اور توالد و تناسل ہے۔ جو لوگ خاندانی منصوبہ بندی کے لئے بچوں کی پیدائش روکنے کے درپے ہیں وہ شادی کی اصل غرض و غایت ہی سے نابلد ہیں۔ شاید انہوں نے شادی کی غرض و غایت صرف جنسی تسکین ہی سمجھ رکھی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر اس معاملہ میں انسان اور دیگر حیوانات میں کوئی حد امتیاز باقی نہیں رہیگی۔ **ف۴۴۰** اَنّٰی یہاں کَیْفَ کے معنوں میں ہے۔ یعنی تم اپنی کھیتی میں جاؤ جس طرف سے چاہو۔ یہودیوں میں مشہور تھا کہ اگر بیوی سے پشت کی طرف سے جماع کیا جائے تو اس طرح حمل قرار پا جانے کی صورت میں جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ بھینگا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ جس کیفیت اور جس ہیئت سے تم چاہو اپنی بیویوں سے جماع کرسکتے ہو لیکن یہ خیال رہے کہ جماع ہو مقام حرث ہی میں اس سے تجاوز کرکے مقام فرث (یا خانہ کی راہ) کی طرف مت بڑھنا یہاں بھی فاتوھن کی بجائے فاتوا حرثکم سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ صرف اسی مقام میں وطی جائز ہے جو کھیتی اور نسل کشی کی جگہ ہے۔ اس سے عورتوں سے غیر فطری فعل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنی بیوی سے غیر فطری فعل کیا اس نے مجھ پر نازل کئے گئے اللہ کے احکام کی تکذیب کی۔ تو اللہ کا جو حکم اس بارے میں آپ پر نازل ہوا ہے وہ یہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صرف مقام حرث میں وطی کی اجازت دی ہے۔ **ف۴۴۱** یعنی اپنے لئے کوئی عمل صالح آگے بھیجدو۔ اس سے جماع کے وقت اللہ کا نام لینا اور شیطان سے پناہ مانگنا مراد ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ دعا پڑھ کر بیوی سے صحبت میں مشغول ہوگا تو اگر اس صحبت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا کیا تو وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ دعا یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا (روح ص۱۲۵ ج ۲) وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کرتے رہو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ۔ اور یہ حقیقت ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ ایک نہ ایک دن ضرور اس کے سامنے جزا و سزا کے لئے حاضر ہونا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تاکہ یہ چیز خوف خدا پیدا کرنے میں ممد اور معاون ہو۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ جن مومنوں نے مذکورہ بالا احکام کو قبول کرلیا اور ان کی تعمیل کی انہیں بے حد و بے اندازہ انعام و اکرام کی خوشخبری دے دیجئے۔ **ف۴۴۲ ربط ۱۔** پانچ ذوجہتین مسائل کے بعد امور انتظامیہ کا دوبارہ ذکر۔ جب بیویاں حیض سے پاک ہو جائیں تو ان سے مخالطت کرو۔ اگر تم ان سے صحبت نہ کرنے کی قسم بھی کھا چکے ہو تو اسے توڑ ڈالو۔ اور قسم توڑنے کا کفارہ دیدو۔ زمانہ جاہلیت میں ایک بُری رسم یہ تھی کہ لوگ نیک کاموں پر خدا کی قسم کھا لیتے تھے مثلاً فلاں رشتہ دار سے نیک سلوک نہیں کرینگے۔ فلاں دو آدمیوں کے درمیان صلح نہیں کرائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ اور پھر ان قسموں کی پابندی کرتے۔ اور اس طرح خدا کے نام کو نیک کام کے نہ کرنے کا بہانہ بنا لیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کیونکہ اس سے بہت سے امور انتظامیہ میں تعطل پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ عُرْضَةً کے معنی ہدف اور نشانہ کے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے معنی حاجز اور مانع کے بھی ہیں اور یہاں یہی معنی زیادہ چسپاں ہیں۔ العرضة عبارة عن المانع (کبیر ص۳۲۵ ج ۱) لِاَيْمَانِكُمْ کا لام تعلیل کیلئے ہے۔ **ف۴۴۳** اَنْ مصدریہ ہے اور اس سے پہلے حرف جار مِنْ مقدر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نام کو اپنی قسموں کی وجہ سے نیکی اور تقویٰ کے کاموں اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے مانع نہ بناؤ۔ تقدیر الاٰیة ولا تجعلوا ذکر اللہ مانعا بسبب ایمانکم من ان تبروا الخ (کبیر ص۳۲۵ ج ۲) حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایمان سے ما علیہ الایمان مراد ہے یعنی وہ امور جن پر قسم کھائی جائے۔ مطلب یہ کہ اللہ کے نام کو نیکی اور تقویٰ اور اصلاح بین الناس سے روکنے کا ذریعہ نہ بناؤ اور اگر کہیں ایسی قسم کھا بیٹھو تو اسے فوراً توڑ ڈالو۔ **ف۴۴۴** اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال و اعمال کو بخوبی سنتا اور جانتا ہے اس لئے ہر بات سوچ سمجھ کر منہ سے نکالو۔ اور ہر کام خدا کی رضا کیلئے کرو۔ اس آیت میں یمین منعقدہ کا ایک حکم بیان کیا ہے کہ نیکی کے کاموں پر قسمیں مت کھایا کرو اور قسموں کے بہانے نیکی کے کام مت چھوڑو۔ آگے یمین لغو اور یمین غموس کا ذکر ہے۔ **ف۴۴۵** یہ یمین لغو کا حکم ہے۔ کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ نہ دنیا میں کفارہ ہے نہ آخرت میں سزا۔ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک لغو کی صورت یہ ہے کہ کسی نہ کسی گذشتہ واقعہ کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کے متعلق قسم کھائی کہ ایسا ہوا ہے حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں تھا۔ فعندنا ھو ان یحلف علی شئ یظنه علی ما حلف علیه ثم یظهر خلافه فانه لا قصد فیه الی الکذب (ابو السعود ص۲۵۸ ج ۲) مثلاً زید کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ خالد لاہور چلا گیا ہے اور اس نے کسی کو بتاتے وقت اس پر قسم کھائی کہ خالد لاہور چلا گیا ہے حالانکہ یہ خبر غلط تھی مگر زید نے اس خبر کو صحیح سمجھ کر قسم کھائی تو یہ یمین لغو ہوگی اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں حضرت ابن عباس، حسن، مجاہد، نخعی، زہری، قتادہ، سلیمان بن یسار وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔ وقول ابی حنیفة ھو قول ابن عباس والحسن والمجاھد والنخعی والزھری وسلیمان بن یسار وقتادة والسدی ومکحول (کبیر ص۳۳۵ ج ۲) وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ یہ یمین غموس کا حکم ہے۔ اور یمین غموس یہ ہے کہ عمداً اور قصداً کسی گذشتہ واقعہ کے متعلق جھوٹی قسم کھائی جائے یعنی یمین لغو پر تو کوئی مواخذہ نہیں البتہ دل کے ارادہ اور قصد سے تم جو جھوٹی قسمیں کھاؤ گے ان پر مواخذہ ہوگا۔ اور یہ مواخذہ اخروی عذاب کی صورت میں ہوگا۔ دنیا میں اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ وہ بخشنے والا ہے۔ چنانچہ غیر ارادی اور لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا۔ اور بُرد بار ہے۔ ارادۃً جھوٹی قسموں پر فوراً مواخذہ نہیں کرتا بلکہ بندوں کو توبہ کرنے اور گناہوں پر نادم ہونے کا موقع دیتا ہے۔ **ف۴۴۶ ربط۔** قسم کی جاہلی رسموں میں سے ایک ایلاء کا غلط استعمال تھا۔ اس لئے یمین کے بعد جاہلی ایلاء کی اصلاح فرمائی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہو جاتا اور اس کو ناپسند کرتا تو وہ اس سے ایلاء کر لیتا یعنی قسم کھا لیتا کہ میں اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کروں گا۔ اور ایلاء کی ان کے رواج میں کوئی مدت مقرر نہیں تھی۔ اس لئے ایک طرف تو خاوند ایلاء کی وجہ سے ساری عمر اپنی بیوی سے تعلقات زوجیت منقطع رکھتا دوسری طرف وہ عورت اس کی زوجیت سے خارج بھی نہ ہوتی تاکہ وہ دوسرے آدمی سے نکاح کرلے۔ اس طرح وہ بیچاری ساری عمر معلق رہتی تھی اور تکلیف اٹھاتی تھی۔ اسلام نے ان خرابیوں کو دور کرنے کیلئے جاہلیت کے ایلاء میں اصلاح کی اور اس کے لئے چار ماہ مدت مقرر کردی تاکہ خاوند ایلاء کے بعد اس عرصہ میں اپنی بیوی کے متعلق آخری فیصلہ کرنے سے پہلے ٹھنڈے دل سے سوچ سمجھ کر کوئی رائے قائم کرے اگر سوچ بچار کے بعد اس فیصلہ پر پہنچے کہ اسے اپنی بیوی سے صلح کرلینی چاہیئے اور دوبارہ اس سے تعلقات زوجیت استوار کرلینے چاہئیں تو اسے چاہیئے کہ وہ ایلاء کے دن سے چار ماہ کے اندر اندر اس سے ہمبستری کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے اور اگر اس عرصہ میں اس نے یہی طے کیا ہے کہ وہ دوبارہ اپنی اس بیوی سے تعلقات برقرار رکھنا نہیں چاہتا تو وہ چار ماہ تک اس کے قریب نہ جائے اور اس سے صحبت نہ کرے۔ چار ماہ کا عرصہ گزرنے پر خود بخود عورت کو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی جس کی عدت گذارنے کے بعد وہ جہاں چاہے نکاح کرلے۔ یؤلون

إِيْلَآءٌ سے ہے۔ جس کے لغوی معنی مطلق قسم کھا لینے کے ہیں۔ مگر اصطلاح شرع میں بیوی سے ترک صحبت پر قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں۔ اما فی عرف الشرع فھو یمین علی ترك الوطئ (کبیر ص۳۵۹ ج ۲) ایلاء کے مختلف الفاظ ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ یہ جملہ خبر مقدم ہے۔ تربصوا اربعۃ اشھر۔ تربص کے معنی انتظار اور توقف کے ہیں اور یہ جملہ مبتدا مؤخر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کر لیتے ہیں (یعنی ان سے ہمبستری نہ کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں) ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے تاکہ وہ اس معاملہ میں اچھی طرح غور و فکر کر لیں۔ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ فَآءُوْ کے معنی رَجَعُوْا کے ہیں یعنی حلف اٹھانے کے بعد اگر وہ چار ماہ کے اندر اندر ترک جماع سے رجوع کر لیں۔ اور عورت کو تکلیف دینے اور اسے چھوڑنے کے ارادے سے باز آجائیں اور اپنی قسم توڑ ڈالیں تو اللہ تعالیٰ قسم توڑنے اور عورت کو بلا وجہ تکلیف پہنچانے کا گناہ معاف کر دیگا اور آئندہ کے لئے اصلاح احوال کے ارادے کی تکمیل میں اپنی رحمت اور مہربانی سے مدد دیگا۔ اور اگر عورت کو چھوڑنے ہی کا ارادہ ہو تو اس کا حکم اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے۔ **۲۲۷** اور اگر وہ اپنی بیویوں کو چھوڑنے اور انہیں طلاق دینے ہی کا عزم کر لیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو خوب سنتا اور ان کی نیتوں کو خوب جانتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مدت ایلاء کے بعد تفریق قاضی کی ضرورت ہے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تفریق قاضی کی ضرورت نہیں بلکہ چار ماہ گذرنے پر خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔ کما ھو منقول عن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وزید بن ارقم وابن مسعود رضی اللہ عنہم رواہ الامام محمد بن الحسن رحمہ اللہ فی المؤطا ص۲۶۳ آگے چار امور انتظامیہ کا ذکر فرمایا ہے۔ (۱) طلاق (۲) عدت (۳) رضاعت اور (۴) نکاح۔ ایلاء کے ذکر میں چونکہ طلاق کا ذکر آگیا تھا۔ اس لئے اس مناسبت سے پہلے طلاق کے اور عدت کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ **۲۲۸** عدت کے اعتبار سے عورت کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) صغیرہ جو ابھی تک بالغ نہ ہوئی ہو۔ (۲) جو عمر سے بالغ ہوئی ہو اور ابھی تک حیض نہ آیا ہو۔ (۳) بڑھاپے کی وجہ سے جس کو حیض آنا بند ہو چکا ہو۔ ان کو اگر طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ اس کا بیان سورہ طلاق پارہ ۲۸ میں ہے۔ (۴) حاملہ عورت اگر اسے طلاق مل جائے یا اس کا خاوند مر جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کا بیان بھی سورۂ طلاق میں ہے۔ (۵) وہ عورت جو حاملہ نہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔ اس کا بیان سورۃ البقرہ ع ۳۰ میں ہے۔ (۶) وہ عورت جو نہ حاملہ ہو نہ صغیرہ اور نہ آئسہ اگر اسے طلاق مل جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے اس آیت میں اس کی عدت کا ذکر ہے۔ (۷) وہ عورت جسے خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق مل جائے اس کی کوئی عدت نہیں۔ اس کا حکم سورۂ احزاب ع ۶ میں بیان کیا گیا ہے۔ قروٓء، قرءٌ کی جمع ہے۔ یہ لفظ حیض اور طُہر دونوں معنوں میں مشترک ہے مگر یہاں اس سے مراد حیض ہے کیونکہ اس آیت میں ثلٰثۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے خاص ہے اور کتاب اللہ کے خاص پر عمل فرض ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس آیت میں قروٓء سے مراد طُہر لیا جائے تو خاص پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ طلاق بحال طُہر میں دی جائے گی۔ حالتِ حیض میں طلاق دینی جائز نہیں۔ اب جب طُہر میں طلاق دی گئی ہے۔ اگر اس کو شمار کیا جائے تو طلاق کے بعد تین طُہر پورے نہیں ہوتے بلکہ دو پورے اور تیسرے کا کچھ حصہ

يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ
قسم کھا لیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کے لئے مہلت ہے چار مہینے کی ۲۲۶
فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا
پھر اگر باہم مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر ٹھہرا لیا
الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ
چھوڑ دینے کو تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۲۲۷ ف۱ اور طلاق والی عورتیں
يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ
انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک ۲۲۸ اور ان کو حلال
لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ
نہیں کہ چھپا رکھیں ۲۲۹ جو پیدا کیا اللہ نے ان کے پیٹ میں
اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَبُعُوْلَتُهُنَّ
اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر ۲۳۰ اور ان کے خاوند
اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۗ
حق رکھتے ہیں ان کے لوٹا لینے کا اس مدت میں ۲۳۱ اگر چاہیں سلوک سے رہنا
وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَ
اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق ۲۳۲ ف۲
لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع
اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا ف۳
اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ
طلاق رجعی ہے دو بار تک ۲۳۳ اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا
بِاِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ
بھلی طرح سے اور تم کو روا نہیں کہ لے لو کچھ

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ کی مناسبت سے مطلقہ عورتوں کا بیان ہے ۱۲ یا طلاق دینے اور رجوع کرنے کا حق مرد کو ہے عورتوں کو نہیں ۱۲ یا طلاق اور رجوع کے سوا عورتوں کے بھی مردوں پر حقوق ہیں وہ فوقیت [illegible] نہیں ۱۲ یہ دو طلاق [illegible]

ع ۲۸
۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی جس نے قسم کھائی کہ اپنی عورت پاس نہ جاوے تو چار مہینے میں جاوے اور قسم کی کفارت دے نہیں تو طلاق ٹھہرے۔ ف۲ جب مرد نے عورت کو طلاق کہی ابھی اس عورت کو اور نکاح روا نہیں جب تک تین بار حیض آوے یا حمل ہوئے تو معلوم ہو جاوے کسی کا بیٹا کسی کو نہ لگ جاوے اسی واسطے عورت پر فرض ہے کہ اس وقت حمل ہو تو ظاہر کر دے۔ اس مدت کا نام ہے عدت اس مدت تک مرد چاہے تو پھر عورت کو رکھ لے اگرچہ عورت کی خواہش نہ ہو۔ اسی واسطے فرمایا کہ عورتوں کے حق بھی مرد پر بہت ہیں۔ لیکن اس جگہ مرد ہی کو درجہ دیا۔

ف۳ یعنی زناں را بر مرداں حق است چنانچہ مرداں را بر زناں حق است ۱۲

اٰتَیْتُمُوْھُنَّ شَیْـًٔا اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیْمَا

اپنا دیا ہوا عورتوں سے مگر جب خاوند عورت دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم

حُدُوْدَ اللّٰہِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ ۙ

رکھ سکیں گے حکم اللہ کا ۴۵۲ پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کا حکم

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ؕ تِلْکَ حُدُوْدُ

تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جاوے ۴۵۳ یہ اللہ کی باندھی ہوئی

اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۚ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ

حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلَا تَحِلُّ

سو وہی لوگ ہیں ظالم ف۱ پھر اگر اس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب حلال نہیں

لَہٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ ؕ فَاِنْ

اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا ۴۵۵ ف۲ پھر اگر

طَلَّقَھَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَآ اَنْ یَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ

طلاق دیدے دوسرا خاوند ۴۵۶ تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ

اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ ؕ وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ یُبَیِّنُھَا

کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی بیان فرماتا ہے ان کو

لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ

واسطے جاننے والوں کے ف۳ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پہنچیں

اَجَلَھُنَّ فَاَمْسِکُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْھُنَّ

اپنی عدت تک ف۴ تو رکھ لو ان کو موافق دستور کے یا چھوڑ دو ان کو

بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِکُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ

بھلی طرح سے اور نہ روکے رکھو ان کو ستانے کے لئے تاکہ ان پر زیادتی کرو ۴۵۹

[illegible] دو طلاق کے بعد مرد کو رجوع کا حق ہے لیکن رجوع سے [illegible] مقصود [illegible]

اور اگر اس طہر کو نظر انداز کر دیا جائے تو عدت تین طہروں سے بڑھ جائے گی لیکن اگر قرُوٓءٌ سے حیض مراد لیا جائے تو اس قسم کی کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی اور طلاق والے طہر کے بعد والے پورے تین حیض عدت ہو گی ۴۴۹ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مَا سے مراد حمل اور حیض ہے یعنی اگر معتدہ حاملہ ہو یا اسے حیض آجائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ حمل یا حیض کو چھپائے اور کسی پر ظاہر نہ کرے۔ قال ابن عمرؓ الحمل والحیض ای لا یحل لھا ان کانت حاملۃ ان تکتم حملھا ولا ان کانت حائضًا ان تکتم حیضھا الخ (روح ص۱۳۳ ج ۲) زمانۂ جاہلیت میں بعض طلاق یافتہ عورتیں زمانہ عدت میں بعض اغراض کے تحت ایسا کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ بعض حاملہ عورتیں جن کو طلاق مل جاتی وہ اپنا حمل ظاہر نہ کرتیں۔ کیونکہ اگر وہ حمل ظاہر کر دیتی ہیں تو بچہ پیدا ہونے تک کوئی ان سے نکاح نہیں کریگا۔ اور یہ بچہ پہلے خاوند کا قرار پائے گا اور دوسرا خاوند اس کی پرورش کے سلسلے میں مناسب توجہ اور شفقت سے کام نہیں لیگا۔ اس لئے وہ حمل کا کسی سے ذکر نہ کرتیں اور ویسا اسے کہہ دیتیں کہ ہماری عدت گذر چکی ہے اور دوسرے خاوند سے نکاح کر لیتیں اس طرح وہ بچہ دوسرے خاوند کے نکاح میں پیدا ہوتا اور اسی سے ملحق ہو جاتا اور بعض معتدہ عورتیں جو حاملہ نہ ہوتیں وہ آخری حیض ختم ہونے سے پہلے ہی کہہ دیتیں کہ ان کا حیض بند ہو چکا ہے اور وہ پاک ہو چکی ہیں تاکہ خاوند کا حق رجعت باطل ہو جائے اور وہ رجوع نہ کر سکے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس ناشائستہ حرکت سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں خاوند کی حق تلفی ہوتی ہے۔ جو کسی طرح جائز نہیں۔ پہلی صورت میں ایک شخص کا بیٹا دوسرے سے ملحق ہو جاتا ہے۔ اور دوسری صورت میں خاوند کا حق رجعت باطل ہو جاتا ہے۔ ۴۵۰ اِنْ شرطیہ ہے مگر یہ شرط تعلیق کے لئے نہیں ہے۔ یعنی مذکورہ بالا نہی ایمان کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ ایمان والی عورتوں کے لئے تو حمل اور حیض کو چھپانا جائز نہیں اور غیر مؤمنہ مثلاً کتابیہ کے لئے چھپانا جائز ہے۔ بلکہ یہ شرط محض وعید و تہدید کیلئے اور حرمت کتمان کی تاکید کیلئے ہے یعنی جو عورتیں خدا پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں ان کی شان نہیں کہ وہ خدا کے احکام کی مخالفت کریں۔ ھٰذا وعید عظیم شدید لتاکید حرمۃ الکتمان (قرطبی ص۱۱۹ ج ۳) لیس المراد ان ذٰلک النھی مشروط بکونھا مؤمنۃ ...... ولا شک ان ھٰذا تھدید شدید علی النساء (کبیر ص۳۶۹ ج ۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ایمان کا کامل درجہ بیان کیا گیا ہے یعنی جن عورتوں کا ایمان کامل ہے وہ تو ما فی الارحام کو نہیں چھپائیں گی۔ اور اللہ کے اس حکم کی پوری پوری تعمیل کریں گی ۴۵۱ بُعُوْلَۃٌ بَعْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی خاوند کے ہیں البعولۃ جمع البعل وھو الزوج (قرطبی ص۱۱۹ ج ۳) رَدٌّ مصدر ہے جو اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے اور اس سے مطلقہ عورتوں کو نکاح اور زوجیت میں واپس لے آنا مراد ہے اور یہ صرف رجعی طلاق سے مخصوص ہے۔ احق بردھن الی النکاح والرجعۃ الیھن، وھٰذا اذا کان الطلاق رجعیًا للاٰیۃ بعدھا (روح ص۱۳۴ ج ۲) اور ذٰلک سے زمانۂ عدت کی طرف اشارہ ہے۔ ای فی زمان التربص (ابو السعود ص۳۶۹ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ طلاق رجعی کے بعد اگر خاوند رجوع کرنا چاہے تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اگر عورت رضامند نہ ہو تو بھی خاوند کو ایسا کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ وصیغۃ التفضیل لافادۃ ان الرجل اذا اراد الرجعۃ والمرأۃ تاباھا وجب ایثار قولہ علیٰ قولھا (ابو السعود)

موضح قرآن ف۱ یعنی عدت تک مرد چاہے تو عورت کو پھیر رکھے۔ یہ بات پہلی طلاق میں ہے اور دوسری میں۔ بعد اس کے نہ پھر سکے گی تو موافق شرع اس کے حق ادا کر سکے تو رکھے کہ پھر قضیہ نہ ہو۔ اور نہ رکھ سکے تو رخصت کرے اس نیت سے نہ اٹکاوے کہ عاجز ہو کر جو میں نے دیا تھا وہ پھیر جاوے یہ جب روا ہے کہ ناچاری ہو اور دونوں کی خو نہ ملے اور مرد کی طرف سے ادائے حق میں قصور نہ ہو۔ اس وقت سب لوگ مل کر عورت سے کچھ پھروا دیں اور مرد کو راضی کر کر طلاق دلوا دیں اس کو خلع کہتے ہیں۔ ف۲ یعنی تیسری طلاق کے بعد پھیر نہیں سکتے بلکہ دونوں کی خوشی ہو تو بھی نکاح نہیں بندھ سکتا جب تک نہ بیچ میں اور خاوند کی صحبت نہ ہو چکے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی حلال نیست کہ بدل طلاق از مہر بگیرید ۱۲ ف۲ یعنی در معاشرت ۱۲ ف۳ یعنی او دخول کنند ۱۲ ف۴ یعنی نزدیک رسیدند بانقضاء عدت ۱۲

إِنْ أَرَادُوْٓا إِصْلَاحًا یہاں بھی صحت رجعت کے لئے ارادۂ اصلاح کا اشتراط مراد نہیں بلکہ قصد اصلاح اور ارادۂ اصلاح کی ترغیب مقصود ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ رجعت سے خاوند کی نیت اصلاح احوال کی ہونی چاہیئے نہ کہ عورت کو تکلیف دینے اور ضرر پہنچانے کی۔ ولیس المراد بہ شرطیۃ قصد الاصلاح لصحۃ الرجعۃ بل ھو الحث علیہ والزجر عن قصد الضرار (ابوالسعود ص۲۳۱ ج ۲) لیس المراد من التعلیق اشتراط جواز الرجعۃ بارادۃ الاصلاح ۔ ۔ ۔ بل المراد تحریضھم علی قصد الاصلاح (روح ص۱۳۳ ج ۲) آیت کے پچھلے حصہ میں عورت پر خاوند کی فوقیت اور برتری کی طرف اشارہ تھا۔ اب اگلے حصے میں صراحت کردی گئی کہ جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی مردوں کے ذمے ہے تاکہ مرد اس بھول اور غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کے ذمہ عورتوں کا کوئی حق نہیں۔ **۴۵۲** یعنی جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے حقوق کی یہ مماثلت کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ محض وجوب کے اعتبار سے ہے جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح مردوں پر عورتوں کے حقوق کا ادا کرنا فرض ہے۔ والمراد بالمماثلۃ المماثلۃ فی الوجوب لا فی جنس الفعل (روح ص۱۳۴ ج ۲) بِالْمَعْرُوْفِ سے اس طرف اشارہ ہے کہ خاوند بیوی کے یہ حقوق شریعت اور عقل سلیم کے مطابق ہوں گے جو حقوق اپنی طرف سے گھڑ کر بنائے گئے، یا رسوم جاہلیت کی پیداوار ہوں ان کی ادائیگی ضروری نہیں۔ بالمعروف بالوجہ الذی لا ینکر فی الشرع وعادات الناس (مدارک ص۹۰ ج ۱) وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ البتہ مردوں کا حق عورتوں کی نسبت کچھ زائد ہے۔ اور انہیں عورتوں پر فضیلت ہے کیونکہ وہ گھر کے منتظم ہوتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اس لئے وہ جو چاہے حکم دے۔ کوئی اس کا مزاحم نہیں۔ نیز اس کے تمام احکام ضرور کسی نہ کسی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔ **۴۵۳** یہاں الطلاق بمعنی مصدر یعنی التطلیق ہے وھو بمعنی التطلیق الذی ھو فعل الرجل (روح ص۱۳۵ ج ۲) یعنی طلاق دینے کا فعل جس کے بعد رجوع کیا جا سکتا ہے اور نکاح کے بغیر عورت کو دوبارہ اپنی زوجیت میں رکھا جا سکتا ہے وہ دو بار طلاق ہے۔ بشرطیکہ طلاق لفظ صریح کے ساتھ ہو۔ نہ کہ کنایہ کے ساتھ اگر خاوند نے اپنی بیوی کو دو صریح طلاقیں دیدی ہوں تو یہ رجعی ہونگی۔ اور ان کے بعد عدت کے اندر اندر وہ رجوع کر سکتا ہے اور اپنی بیوی کو بغیر نکاح دوبارہ اپنے گھر میں آباد کر سکتا ہے۔ اور اگر عدت گذر گئی تو اب بھی اسے واپس لا سکتا ہے مگر اب نکاح کی ضرورت ہوگی۔ زمانۂ جاہلیت میں طلاق کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی جو شخص جتنی چاہتا اپنی بیوی کو طلاقیں دیتا۔ اور پھر عدت گذرنے سے پہلے رجوع کر لیتا بعض لوگ عورتوں کو تنگ کرنے کے لئے بار بار ایسا کیا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کا سدباب کیا۔ اور رجوع کرنے کی اجازت کو دو طلاقوں تک محدود فرما دیا۔ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ فا فصیحہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے۔ یعنی دو طلاقیں دینے کے بعد خاوند کو اختیار ہے۔ اگر چاہے تو عدت کے اندر رجوع کرلے یا اس کی عدت گذر جانے دے تاکہ عدت گذر جانے سے خود بخود رشتہ نکاح منقطع ہو جائے مگر رشتۂ نکاح منقطع کرنے سے نیت بخیر ہو یعنی باہمی نزاع و خلاف کو ختم کرنا مقصود ہو۔ عورت کی دل شکنی اور اس کو تکلیف دینا مقصود نہ ہو بعض لوگوں نے ایک روایت کی بنا پر اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ سے تیسری طلاق مراد لی ہے۔ یعنی دو طلاقوں کے بعد یا تو عدت کے اندر رجوع کرلے یا دوسرے طہر میں اسے تیسری طلاق دیدے تاکہ وہ بائن ہو جائے تو اس صورت میں فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ الاٰیۃ اس کا بیان ہوگا اور علیحدہ طلاق نہیں ہوگی مگر پہلا معنیٰ راجح ہے۔ اور حضرت ابن مسعود، ابن عباس، مجاہد، عروہ اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے (ابن جریر ص۲۵۹ ج ۲) اور جس روایت کی بنا پر تسریح باحسان سے تیسری طلاق مراد لی گئی ہے اس کے متعلق علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے کہ وہ ثابت نہیں۔ وذکر الکیا الطبری ھذا الخبر وقال انہ غیر ثابت من جھۃ النقل (قرطبی ج ۳ ص۱۲۷) لیکن الطلاق مرتان عام ہے اس سے کہ یہ دونوں طلاقیں بلا بدل ہوں یا ان میں سے ایک بطور خلع ہو لہٰذا طلاق بصورت خلع جو اس کے بعد مذکور ہے وہ تیسری طلاق نہیں بلکہ ان دو ہی میں شامل ہے لہٰذا فان طلقھا سے تیسری طلاق کا ذکر ہے۔ **۴۵۴** زمانۂ جاہلیت کی ایک ظالمانہ رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو جو کچھ اسے دیا ہوا ہوتا وہ بھی اس سے چھین لیتا تو اللہ تعالیٰ نے اس بدسلوکی سے منع فرمایا کہ جو کچھ تم اپنی بیویوں کو دے چکے ہو طلاق کے بعد اس میں سے کچھ بھی مت واپس لو۔ البتہ ایک صورت میں طلاق کے عوض کچھ مال لینے کی اجازت دیدی اور وہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کے تعلقات اس قدر کشیدہ ہو جائیں کہ ان کے درمیان صلح کی کوئی صورت نہ نکل سکے اور عورت کی طرف سے شرعی حدود کے مطابق حقوق زوجیت ادا کرنے کی کوئی توقع باقی نہ رہے اور طلاق ناگزیر ہو جائے تو اس صورت میں جائز ہے کہ عورت کچھ دیکر خاوند سے طلاق حاصل کرلے۔ طلاق کی اس صورت کو شریعت کی اصطلاح میں خلع کہتے ہیں۔ **۴۵۵** یہ ماقبل کی تفصیل ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت فرما دی کہ خلع کی صورت میں عورت کے لئے خاوند کو مال دینا اور خاوند کو اس کا لینا ہر دو جائز ہیں۔ اور خلع حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طلاق بائن ہے۔ حضرت عثمان، علی، ابن مسعود، ثوری، اوزاعی اور تابعین کی ایک جماعت سے یہی منقول ہے۔ روی عن عثمان وعلی وابن مسعود وجماعۃ من التابعین ھو طلاق وبہ قال مالک والثوری والاوزاعی وابو حنیفۃ واصحابہ والشافعی فی احد قولیہ (قرطبی ص۱۴۳ ج ۳) لیکن شوافع کے نزدیک خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک ولا جناح سے فیما افتدت بہ تک جملہ معترضہ ہے بیان خلع کے لئے اور فان طلقھا سے تیسری طلاق مراد ہے۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا یعنی احکام مذکورہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی حدود ہیں ان سے تجاوز مت کرو۔ جو لوگ اللہ کی حدود توڑتے ہیں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ **۴۵۶** اس کا تعلق الطلاق مرتٰن سے ہے اور اس میں تین طلاقوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ دو طلاقوں کے بعد تو اگر رجعی ہوں، خاوند رجوع کر سکتا ہے اور اگر ایک بصورت خلع ہو تو دوبارہ نکاح کر سکتا ہے لیکن اگر اس نے عدت کے اندر تیسری طلاق بھی دیدی تو اب وہ اس سے نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح ہی کر سکتا ہے۔ البتہ ایک طریقہ ہے جس سے وہ عورت دوبارہ اس کے نکاح میں آ سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ عورت انقضاء عدت کے بعد کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے اور وہ آدمی اس سے صحبت کے بعد اسے طلاق دیدے اور اس کی عدت گذر جائے تو پہلا خاوند اس سے نکاح کر سکتا ہے مذکورہ آیت میں یہی حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی اجازت سے نکاح منعقد ہو سکتا ہے کیونکہ یہاں فعل نکاح کو عورت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۴۵۷ یہ ماقبل کی تفصیل ہے اور طَلَّقَ کا فاعل دوسرا خاوند ہے یعنی اگر دوسرا خاوند بھی اس کو طلاق دیدے تو یہ عورت اور اس کا پہلا خاوند اگر یہ سمجھتے ہوں کہ اب وہ شرعی حدود کے مطابق ایک دوسرے کے حقوق ادا کر سکیں گے تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہ دوبارہ نکاح کرکے تعلقات زوجیت استوار کرلیں۔ مگر اس مطلقہ کے پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کے جواز کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ (۱) پہلے خاوند کی عدت پوری کرے (۲) عدت کے بعد دوسرے خاوند سے شرعی عقد کرے۔ (۳) دوسرا خاوند اس سے وطی کرے (۴) وطی کے بعد دوسرا خاوند اسے طلاق دے دے (۵) دوسرے خاوند کی طلاق کی عدت پوری کرے۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ

اور جو ایسا کرے گا وہ بیشک بڑا ہی نقصان کریگا ف۴۶۰ اور

لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا

مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو ہنسی اور یاد کرو

نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور اس کو جو اتاری تم پر

مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا

کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اس کے ساتھ اور ڈرتے

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا

رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور جب

۲۹ ع ۱۳

طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے

اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ

کہ نکاح کر لیں اپنے خاوندوں سے ف۴۶۱ جبکہ راضی ہو جاویں آپس میں ف۲

بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ

موافق دستور کے یہ نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو کہ تم میں سے

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ

ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اس میں تمہارے لئے بڑی ستھرائی ہے

وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اور بہت پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۱

وَالْوٰلِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو دو برس پورے

تو پہلے شوہر سے اس کا نکاح جائز نہیں ہوگا۔ مذهب جمهور المجتهدين ان المطلقة بالثلاث لاتحل لذلك الزوج الا بخمس شرائط تعتد منه وتعقد لثاني ويطأها ثم يطلقها ثم تعتد منه (کبیر ص۳۷۹ ج ۲) وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ٥ حدود اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکام اور قوانین ہیں اللہ تعالیٰ علم و بصیرت رکھنے والوں کے لئے اپنے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر ان پر عمل کریں اور ان کی پابندی کریں۔ ف۴۵۸ اَجَلَهُنَّ میں اجل سے مراد عدت ہے اور بلوغ اجل سے عدت کا قریب الاختتام ہونا مراد ہے بقرینۂ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ الخ کیونکہ رجعت تو عدت کے اندر ہی ہو سکتی ہے۔ اختتام عدت کے بعد نہیں ہو سکتی المراد مقاربته دون انقضائه (احکام القرآن جصاص) طلاق رجعی کے بعد خاوند کو دو اختیار دیئے گئے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو عدت کے اندر رجوع کر کے مطلقہ بیوی کو پھر اپنے گھر میں آباد کر لے۔ یا عدت میں رجوع نہ کرے اور اسے چھوڑ دے مگر اللہ تعالیٰ کو یہ ہرگز پسند نہیں کہ عورت کو کسی صورت میں تنگ کیا جائے۔ اگر دوبارہ اس سے زوجیت کے تعلقات استوار کئے جائیں تو اسے دوبارہ اپنی زوجیت میں لا کر تنگ کرنا مقصود نہ ہو۔ اسی طرح اگر اسے چھوڑ دینے ہی کا فیصلہ کیا جائے تو بھی شرعی حدود کی پابندی سے باہمی نزاعات کو ختم کرنے کے لئے کیا جائے نہ کہ عورت کو ذلیل کرنے اور اس کی دلشکنی کے لئے اور ممکن ہے کہ تسریح بمعروف سے مطلقہ کو ثیاب متعہ دینے کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اس آیت کا مفہوم بعینہ وہی ہے جو اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ میں مذکور ہو چکا ہے۔ پھر اس کا اعادہ کیوں کیا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تو عام حکم دیا کہ رجعی طلاق کے بعد عدت کے دوران اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو اور یہاں یہ فرمایا کہ عدت کے زمانہ میں جو تم نے مطلقہ کے متعلق فیصلہ کیا ہے۔ اختتام عدت کے قریب اس پر ایک دفعہ پھر غور و فکر کر لو ممکن ہے کہ پہلے فیصلہ کی نسبت اب تم زیادہ بہتر اور زیادہ مفید فیصلہ کر سکو۔ هذا التفصيل مما اشار اليه الشيخ رحمه الله تعالیٰ ف۴۵۹ یہ حکم ماقبل کی تاکید اور توضیح ہے زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی بیویوں کو تنگ کرنے کیلئے انہیں طلاق دے دیتے۔ جب ان کی عدت قریب الاختتام ہوتی تو رجوع کر لیتے پھر کچھ عرصہ بعد طلاق دیدیتے اور رجوع کر لیتے یہ سلسلہ جاری رکھتے تاکہ وہ بیچاری نہ اس کے پاس آرام اور سکون کی زندگی گذار سکے اور نہ ہی کسی دوسرے خاوند سے نکاح کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ اگر مطلقہ رجعیہ کو واپس لانا چاہو تو حسن معاشرت کی نیت سے واپس لاؤ تنگ کرنے اور اسے تکلیف پہنچانے کی غرض سے ایسا نہ کرو۔ روی مالك عن ثور بن زيد الديلي ان الرجل كان يطلق امرأته ثم يراجعها ولا حاجة له بها ولا يريد امساكها كيما يطول بذلك العدة وليضارها فانزل الله تعالى وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا الاٰية (قرطبی ص۱۵۶ ج ۳) نقله ابن كثير ص۲۸۱ ج ۱ عن ابن عباس ومجاهد ومسروق والحسن و قتادة والضحاك والربيع ومقاتل بن حيان وغير واحد۔ ف۴۶۰ حقوق زوجیت میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے یہ ایک وعید شدید ہے یعنی جو بیوی کو محض تنگ کرنے کی غرض سے اپنے پاس روکے گا وہ ظالم ہے اور اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ اس بدسلوکی کی دنیا یا آخرت یا دونوں میں سخت سزا پائے گا۔ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا اور اللہ کی آیتوں کو ہنسی کھیل یا مذاق نہ سمجھو کہ جس پر جی چاہا عمل کر لیا اور جسے چاہا ٹھکرا دیا۔ بلکہ ان پر جی لگا کر عمل کرو۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ نعمت سے دین اسلام اور آئین معاشرت کا تفصیلی بیان مراد ہے۔ ای بالاسلام وبيان الاحكام (قرطبی ص۱۵۷ ج۳) وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ما انزل، نعمت اللہ پر معطوف ہے۔ کتاب و حکمت سے مراد قرآن حکیم ہے کیونکہ اس

ف۲ رضاع یعنی بچوں کو دودھ پلانے کا بیان ۱۲

ف۳ فقہاء کے نزدیک دو سال [illegible] اور دودھ پلانا [illegible] یعنی نہایت [illegible] جیسا کہ [illegible] اختلاف ہے [illegible] ثلثون شہرا ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہ حکم ہے عورت کے ولیوں کو کہ اس کے نکاح میں اسی کی خوشی رکھیں جہاں وہ راضی ہو وہاں کر دیں اگرچہ اپنی نظر میں اور جگہ بہتر معلوم ہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی با شوہران دیگر کہ بایشاں رغبت پیدا کردند ۱۲

ہیں یہ دونوں وصف موجود ہیں۔ یا کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے والمراد بھما القرآن الجامع للعنوانین او القرآن والسنۃ (روح ج۲) والحکمۃ ھی السنۃ المبینۃ علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد اللہ فیما لم ینص علیہ فی الکتاب (قرطبی ص۱۵۲ ج۳) یَعِظُکُمْ بِہٖ، انزل کے فاعل سے حال ہے۔ یعنی کتاب و سنت میں جو احکام تمہاری نصیحت کے لئے نازل کئے جاتے ہیں۔ ان کو ہر وقت پیش نظر رکھا کرو۔ اور ان کے مطابق عمل کیا کرو۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ اور اس کے احکام کی مخالفت سے باز آجاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمام احکام کی حکمتیں جانتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے۔ نیز وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کون اس کی اطاعت کرتا ہے اور کون اس کا نافرمان ہے۔ فلا یخفی علیہ شیئ مما تأتون وما تذرون فلیحذر من جزائہ وعقابہ (روح ص۱۴۳ ج۲، ابو السعود ص۲۳۸ ج۲) او انہ علیم بکل شیئ فلا یأمر الا بما فیہ الحکمۃ والمصلحۃ فلا تخالفوہ (روح ص۱۴۳ ج۲) ف۴۶۱ یہاں بلوغ اجل سے انقضاء اجل اور اختتام عدت مراد ہے۔ بقرینۃ فلا تعضلوھن الخ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ بعض لوگ اپنی مطلقہ بیویوں کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور اسے اپنی ذلت سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس رسم کو توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تمہاری مطلقہ بیویوں کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنی مرضی کے مطابق منتخب کئے ہوئے خاوندوں کے ساتھ شادی کرنے سے مت روکو۔ الخطاب للازواج المطلقین حیث کانوا یعضلون مطلقاتھم بعد مضی العدۃ ولا یدعوھن ان یتزوجن ظلما وقسرا لحمیۃ الجاھلیۃ (روح ص۱۴۴ ج۲) اس آیت میں بھی اشارہ نکلتا ہے کہ عورتوں کے الفاظ سے نکاح منعقد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں بھی فعل نکاح کو عورتوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی بشرطیکہ عورتیں اپنے نئے خاوندوں کا انتخاب شرعی احکام اور مروت کے تقاضوں کے طریقوں کے مطابق کریں۔ مثلاً غیر کفو کا شوہر منتخب نہ کریں۔ اور مہر مثل میں کمی نہ کریں۔ اگر ایسا کریں تو ان کے اولیاء کو اعتراض کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ بالمعروف بما یحسن فی الدین والمروءۃ من الشرائط او بمھر المثل والکفوء لان عند عدم احدھما للاولیاء ان یتعرضوا (مدارک ص۹۲ ج۲) ذٰلِکَ یُوْعَظُ بِہٖ۔ یہ احکام تو سب مومنوں کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں مگر ان احکام پر دل وجان سے عمل کرنے والے اور ان کی قدر و منزلت پہچاننے والے صرف مومنین کاملین ہی ہیں۔ اس لئے ان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ خصہ بالذکر لانہ المسارع الی الامتثال اجلالا للہ تعالیٰ وخوفا من عقابہ (روح ص۱۴۵ ج۲) ذٰلِکُمْ اَزْکٰی لَکُمْ وَاَطْھَرُ ذلکم سے مذکورہ احکام کے مطابق عمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ ای الاتعاظ بہ والعمل بمقتضاہ (روح ص۱۴۵ ج۲) یعنی مذکورہ احکام پر عمل کرنا تمہارے لئے برکت و پاکیزگی کا باعث ہے۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ان احکام کی حکمتیں اور مصلحتیں صرف اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔ اس لئے تمہیں ہر حال میں ان پر عمل کرنا چاہیے۔ ف۴۶۲ یہاں سے احکام رضاعت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ یُرْضِعْنَ لفظاً خبر ہے مگر معناً امر ہے اور یہ امر استحباب کیلئے ہے۔ ہاں اگر بچہ والدہ کے سوا کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا۔ یا اس کے لئے دودھ پلانے والی نہیں ملتی یا مل تو سکتی ہے لیکن باپ اس کا معاوضہ ادا کرنے سے قاصر ہے تو ان

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ
جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت ف۴۶۲ اور لڑکے والے یعنی
لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ
باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے ف۴۶۳ تکلیف نہیں دی
نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا
جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ نقصان دیا جاوے ماں کو اسکے بچہ کی وجہ سے
وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ
اور نہ اسکو جس کا وہ بچہ ہے ف۴۶۴ یعنی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور وارثوں پر بھی یہی لازم
فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ
ہے پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں ف۱ یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور مشورے سے
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا
تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم لوگ چاہو کہ دودھ پلاؤ کسی
اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ
دایہ سے اپنی اولاد کو تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں جبکہ حوالہ کردو جو تم نے
اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے ف۴۶۵ اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو
اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۲۳۳) وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ
کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے ف۱ اور جو لوگ مرجاویں
مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو
اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
چار مہینے اور دس دن پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو ف۴۶۶

ل متوفی عنہا زوجہا یعنی جن عورتوں کے خاوند فوت ہوجاویں اس کی عدت واجبہ کا بیان

موضح قرآن ف۱ اگر مرد و عورت میں طلاق ہووے اور لڑکا رہا دودھ پیتا تو ماں دو برس بند ہے اس کے دودھ پلانے کو اور باپ اس کا خرچ اٹھاوے اور اگر باپ اس کا مر گیا تو وارث اس کے خرچ اٹھاویں اور جو دو برس سے کم میں چھڑاویں اپنی خوشی سے تو بھی روا ہے اور اگر باپ کسی سے پلواوے ماں کو بند نہ رکھے تو بھی روا ہے لیکن اس کے بدلے میں ماں کا کچھ حق نہ کاٹ رکھے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی پیش از دو سال ۱۲

حالتوں میں والدہ پر دودھ پلانا واجب ہے۔ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ سے اس طرف اشارہ ہے کہ دودھ پلانے کی پوری اور کامل مدت دو سال ہے اس سے زیادہ نہیں مطلب یہ ہے کہ دو سال سے زیادہ دودھ پلانا جائز نہیں۔ البتہ اگر بعض وجوہ کی بنا پر دو سال سے کم دودھ پلایا جائے تو جائز ہے۔ فقہاء اسلام نے اس آیت سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جو رضاعت حرمت نکاح میں مؤثر ہے وہ وہی ہے جو دو سال کے اندر ہو۔ دو سال کے بعد کی رضاعت کا حرمت نکاح میں کوئی اعتبار نہیں۔ واستدل بالآیۃ علی ان اقصی مدۃ الارضاع حولان ولا یعتد بہ بعدھما فلا یعطے حکمہ وانہ یجوز ان ینقص عنھما (روح ص۱۴۲ ج ۲) الرضاعۃ المحرمۃ الجاریۃ مجری النسب انما ھی ما کان فی حولین لانہ بانقضاء الحولین تمت الرضاعۃ ولا رضاعۃ بعد الحولین معتبرۃ (قرطبی ص۱۶۲ ج ۳) حنفیہ میں سے صاحبین کا یہی مسلک ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ وکان الاصح قولھما وھو مختار الطحاوی (فتح القدیر [illegible])

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيٓ اَنْفُسِهِنَّ

تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ کریں وہ اپنے حق میں

بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ

قاعدہ کے موافق ۴۶۶ اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے ف۱ اور کچھ گناہ نہیں

عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ

تم پر اس میں کہ اشارہ میں کہو پیغام نکاح ان عورتوں کو

اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيٓ اَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ

یا پوشیدہ رکھو اپنے دل میں ۴۶۷ اللہ کو معلوم ہے کہ تم البتہ

سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ

ان عورتوں کا ذکر کرو گے ف۲ لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو چھپ کر مگر

تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ

یہی کہ کہہ دو کوئی بات رواج شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو

النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۚ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ

نکاح کا یہاں تک کہ پہنچ جاوے عدت مقررہ اپنی انتہا کو ۴۶۹ اور جان رکھو کہ

اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوٓا

اللہ کو معلوم ہے جو کچھ تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ع لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ

کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنیوالا ہے ف۱ کچھ گناہ نہیں تم پر اگر

طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوا

طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ اور نہ مقرر کیا ہو

لَهُنَّ فَرِيضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهٗ

ان کے لئے کچھ مہر ۴۷۰ ف۲ اور ان کو کچھ خرچ دو ف۳ مقدور والے پر اس کے موافق ہے

ع ۳۰ ۱۴

یعنی عدت میں نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں البتہ اشارۃ اور تعریض یعنی کنایۃ سے خطبہ کرنا جائز ہے ۱۲

مطلقہ عورتوں کی چار قسموں کا بیان دو کا صراحۃ اور دو کا ضمناً ۱۲

۴۶۳ مولود لہٗ سے مراد باپ ہے کیونکہ بچہ اسی کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ بچے کی ماں کا خرچ از قسم خوراک لباس باپ کے ذمہ ہے۔ اور معروف سے مراد یہ ہے کہ خرچ میں نہ اسراف ہو اور نہ تنگی۔ بلکہ مرد کی مالی حالت کے مناسب ہو۔ ای بلا اسراف وتقتیر (روح ص۱۴۳ ج ۲، مدارک ج ۱ ص۹۲) ای بالمتعارف فی عرف الشرع من غیر تفریط ولا افراط (قرطبی ص۱۶۳ ج ۳) یدل علی ان الواجب من النفقۃ والکسوۃ ھو علی قدر حال الرجل فی اعسارہ ویسارہ (احکام القرآن للجصاص) لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا۔ امام نسفی رح فرماتے ہیں کہ یہ جملہ معروف کی تفسیر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے نہ تو خاوند کو اس کی وسعت سے زیادہ خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے اور نہ ہی عورت کو تنگدستی کی زندگی گذارنے پر۔ ای لا تکلف المرأۃ للصبر علی التقتیر فی الاجرۃ ولا یکلف الزوج ما ھو اسراف بل یراعی القصد (قرطبی ص۱۶۶ ج ۳) **۴۶۴** بیٹے کی وجہ سے خاوند کی طرف سے عورت کو اور عورت کی طرف سے خاوند کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے مثلاً اگر ماں کسی بیماری یا جسمانی کمزوری کی وجہ سے دودھ نہ پلا سکتی ہو تو اسے مجبور نہ کیا جائے۔ یا اگر وہ دودھ پلانا چاہتی ہو تو بلا وجہ اس سے بچہ نہ چھینا جائے اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے اور ماں کی طرف سے تکلیف دینے کی صورت یہ ہے کہ وہ خاوند کو تنگ کرنے کے لئے بچہ کو دودھ نہ پلائے یا اس کی وسعت سے زیادہ اس پر اخراجات کا بوجھ ڈالے۔ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اگر بچے کا باپ مر جائے تو بچے کے ورثا پر وہ تمام حقوق ادا کرنے واجب ہوں گے جو باپ پر واجب تھے مثلاً اس کی والدہ کی خوراک، اس کا لباس اور اسے تکلیف نہ دینا وغیرہ علیہ مثل ما علی والد الطفل من الانفاق علی والدۃ الطفل والقیام بحقوقھا وعدم الاضرار بھا وھو قول الجمھور (ابن کثیر ص۲۸۴ ج ۱) یہ اس صورت میں ہے جب بچے کا اپنا مال موجود نہ ہو۔ اگر اس کا اپنا مال ہو تو اس کے اور اس کی والدہ کے اخراجات اس کے مال ہی سے ادا کئے جائیں گے۔ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا مدتِ رضاعت (دو سال) کی تکمیل سے پہلے اگر خاوند بیوی بچے کی ضرورت اور مصلحت کو سامنے رکھ کر باہمی رضامندی اور مشورے سے اس کا دودھ چھڑا دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ **۴۶۵** اٰتَيْتُمْ میں ایتاء سے مقررہ اجرت دینے

موضح قرآن ف۱ طلاق کی عدت تین حیض قرآنی اور موت کی عدت چار مہینے دس دن۔ دونوں جب ہیں کہ حمل معلوم نہ ہو اور اگر حمل معلوم ہوا تو حمل تک ۱۲ ف۲ یعنی عورت ایک خاوند سے چھوٹی ہے اور عدت میں ہے تب تک کسی اور کو روا نہیں کہ اس سے نکاح باندھ لیوے یا صاف وعدہ کر رکھے تا اس سے پہلے اور کوئی نہ کہہ بیٹھے پر وہ یہ کہ ایک بات کہہ دے مروج سے مثلاً عورت کو کہے کہ تجھ کو کوئی عزیز کر لے گا یا کہے کہ مجھ کو ارادہ نکاح کا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بتصریح بعد عدت ۱۲ ف۲ یعنی مہر را ۱۲ ف۳ یعنی پوشاک ۱۲

کی ذمہ داری اور ضمانت اٹھانا مراد ہے اور معروف سے شرعًا اور مروۃً اچھا اور مستحسن طریقہ مراد ہے۔ اور بعض دفعہ والدہ کی موجودگی میں بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر بچے کو کسی دوسری عورت کا یا دایہ کا دودھ پلانے کی ضرورت پیش آجاتی ہے تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ بوقت ضرورت ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ دایہ کی مقررہ اجرت جو شرعًا اور عرفًا مناسب ہو ٹال مٹول اور کمی بیشی کے بغیر اس کے حوالے کر دی جائے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی حدود کو مت توڑو اور یقین رکھو کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔ اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اس لئے تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزاء و سزا ملے گی۔ یہاں احکام رضاع کا بیان تھا۔ آگے بیوہ کی عدت اور اس سے متعلق بعض دوسرے احکام کا بیان ہے۔ **۲۶۶** پہلے گذر چکا ہے کہ بیوہ کی عدت چار ماہ اور دس دن صرف اسی صورت میں ہے جب وہ حاملہ نہ ہو۔ اگر وہ حاملہ ہوگی تو اس کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ سورۂ طلاق میں مذکور ہے۔ **۲۶۷** اس آیت میں بیوہ عورتوں کے نکاح کا حکم بیان ہوا ہے کہ عدت کے بعد اگر وہ اپنی مرضی سے کسی آدمی سے شرعی عقد کرنا چاہیں تو ان کے اولیا کو انہیں اس سے نہیں روکنا چاہیئے بشرطیکہ وہ اپنے کفو میں نکاح کریں۔ غیر کفو میں نکاح کرنے سے رشتہ داروں کو روکنے کا حق ہے۔ آج کل بیوہ عورتوں پر انتہائی ظلم کیا جاتا ہے بعض عورتیں عین جوانی میں بیوہ ہو جاتی ہیں مگر انہیں عمر بھر خاوند کے بغیر رہنا پڑتا ہے اور ورثا انہیں عقد ثانی کی اجازت نہیں دیتے اور اس میں اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر جہالت اور خدا کی نافرمانی ہے اور اس بیوہ کی حق تلفی ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے اس لئے اس کے احکام کی مخالفت مت کرو۔ **۲۶۸** بیوہ عورت کے سامنے اس سے نکاح کرنے کے ارادے کا اظہار عدت کے دوران صراحۃً جائز نہیں۔ البتہ اشارۃً ایسا کرے تو جائز ہے مثلاً بیوہ یا اس کے ولی کے سامنے یوں کہے کہ "خدا کرے کہ میرا گھر بھی آباد ہو جائے" یا اس قسم کا کوئی اور جملہ۔ اسی طرح اگر دل میں ارادہ کرلے کہ عدت کے بعد اس سے نکاح کروں گا مگر اس کا صراحۃً اظہار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا ۔ اللہ کو معلوم تھا کہ تم ضرور ان کا ذکر کرو گے۔ اور دل میں ان کی طرف دھیان کرو گے اور اس سلسلے میں اپنے اوپر پورا کنٹرول نہیں کر سکو گے۔ اس لئے تمہیں اشارۃً ذکر کرنے کی اجازت دیدی لیکن نکاح کرنے کا صریح وعدہ اس کی

ملا معاملات کے بعد تہذیب امر مصلح نماز کا بیان ۱۲

تمام امر مصلح کے بعد امور انتظامیہ سیاسیہ کے متعلق ایک استثنائی شق کا بیان ۱۲

وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

اور تنگی والے پر اس کے موافق جو خرچ کہ قاعدے کے موافق ہے لازم ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

نیکی کرنے والوں پر ف۱ اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے

تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ

سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کے لئے مہر تو لازم ہوا آدھا

مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ

اس کا کہ مقرر کر چکے تھے ف۲ مگر یہ کہ درگذر کریں عورتیں یا درگذر کرے وہ شخص کہ اس کے اختیار

عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ

میں ہے گرہ نکاح کی یعنی خاوند ف۳ اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور نہ بھلا دو احسان کرنا آپس میں بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو

بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۤ

خوب جانتا ہے ف۴ خبردار رہو سب نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے ف۵

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ

اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے ف۶ پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا ف۷ تو پیادہ پڑھ لو یا

رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ

سوار پھر جس وقت تم امن پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جس طرح کہ تم کو سکھایا ہے

مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ

جس کو تم نہ جانتے تھے ف۸ اور جو لوگ تم میں سے مر جاویں

وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو وہ وصیت کر جاویں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا

موضح قرآن

ف۱ اگر نکاح کے وقت مہر کہنے میں نہ آیا تو بھی نکاح درست ہے مہر پیچھے ٹھہر رہیگا۔ پھر اگر بن ہاتھ لگائے عورت کو طلاق دے تو مہر کچھ لازم نہ آیا لیکن کچھ خرچ دینا ضرور ہے خرچ کیا کہ ایک جوڑا پوشاک کا موافق حال کے۔۱۲ ف۲ یعنی اگر مہر ٹھہر چکا تھا پھر بن ہاتھ لگائے طلاق دے تو پھر آدھا مہر لازم ہوا۔ مگر عورتیں درگذر کریں کہ بالکل چھوڑ دیویں یا مرد درگذر کرے تو بہتر ہے کیونکہ اللہ نے بڑائی دی ہے مرد کو اور اس کو مختار کیا نکاح رکھنے اور توڑنے کا اپنی بڑائی رکھے۔ فائدہ:۔ چار صورتیں ہو سکتی ہیں یہاں دو کا حکم فرمایا۔ ایک یہ کہ مہر نہ ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دوسری یہ کہ مہر ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے اور دو صورتیں باقی رہیں ایک یہ کہ مہر ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگا کر طلاق دے تو پورا مہر لازم ہوا یہ سورہ نسا میں مذکور ہے۔ دوسری یہ کہ مہر نہ ٹھہرا تھا اور ہاتھ لگا کر طلاق دے اس میں مہر مثل پورا دیا چاہیئے یعنی جو اس عورت کی قوم میں رواج ہے اور جب خلوت ہو چکی تو گویا ہاتھ لگایا۔ ف۳ بیچ والی نماز عصر ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے اس کا تقید زیادہ کیا اور طلاق کے حکموں میں نماز کا حکم فرما دیا کہ دنیا کے معاملے میں غرق ہو کر بندگی نہ بھول جاؤ اسی واسطے عصر کا تقید زیادہ ہے کہ اس وقت دنیا کا شغل کثیر ہے۔ فرمایا کہ کھڑے رہو ادب سے تو جو حرکت جس سے معلوم ہو کہ آدمی نماز میں نہیں ہے اسی سے نماز ٹوٹتی ہے جیسا کھانا پینا یا کسی سے بات کرنی اور سوائے اس کے۔۱۲ ف۴ یعنی لڑائی کا وقت ہو تو نا چاری کو سواری پر بھی اور پیادہ بھی اشارہ سے نماز روا ہے گو کہ قبلہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی زوج خود گذاشتہ تمام دہد ۱۲ ف۲ یعنی از حد و مانند آں ۱۲

نہ علانیہ اجازت ہے اور نہ ہی پوشیدہ طور پر۔ اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ط قولاً معروفاً سے وہی اشارہ اور کنایہ مراد ہے۔ **۴۶۹** یہ ماقبل کی تاکید و تفصیل ہے۔ اور عزم سے مراد وہ پختہ ارادہ ہے جو مقارن فعل ہو۔ والمراد بہ العزم المقارن (روح ص۱۵۰ ج ۲) یعنی عدت گذرنے سے پہلے عزم نکاح کا اظہار مت کرو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ ج وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ اپنے باطن کو درست رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی باتیں بھی جانتا ہے۔ اور جو اس سے معافی مانگے وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ اور معافی نہ مانگنے والوں کا بھی جلدی مواخذہ نہیں فرماتا بلکہ انہیں توبہ کرنے کے لئے مہلت دیتا ہے۔

بیوہ کی عدت اور اس کے نکاح کے احکام بیان کرنے کے بعد آگے طلاق کے مزید کچھ احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں **۴۷۰** تَفْرِضُوْا لَھُنَّ کا عطف تَمَسُّوْھُنَّ پر ہے اور وہ بھی نفی کے تحت داخل ہے یعنی جن عورتوں کو مس نہ کیا گیا ہو اور نہ ہی ان کے لئے مہر مقرر کیا گیا ہو۔ اگر ان کو طلاق دیدی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وَمَتِّعُوْھُنَّ یعنی جن عورتوں کیلئے نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں کیا گیا۔ ان کو اگر مس سے پہلے طلاق دیدی جائے تو ان کو متعہ کے کپڑے دینے واجب ہیں۔ متعہ کے کپڑے تین ہیں قمیص، دوپٹہ اور چادر۔ قال الامام ابو حنیفۃ ھی درع وخمار وملحفۃ (روح ص۱۵۳ ج ۲) مس (ہاتھ لگانے) سے یہاں وطی مراد ہے خواہ حقیقۃً ہو خواہ حکماً۔ حقیقی وطی تو ظاہر ہے۔ حکمی وطی سے خلوت صحیحہ مراد ہے۔ اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کسی ایسی تنہائی کی جگہ موجود ہوں۔ جہاں کوئی چیز مانع وطی موجود نہ ہو۔ مس اور تقدیر مہر کے لحاظ سے مطلقہ کی چار قسمیں ہیں (۱) یہ کہ مطلقہ کا مہر نکاح کے وقت مقرر کیا تھا۔ اور مس حقیقی یا حکمی کے بعد اسے طلاق دیدی گئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے مقررہ مہر دیا جائے گا اور اس میں سے کچھ واپس لینا جائز نہیں۔ اس کا حکم پہلے رکوع ۲۹ میں بیان ہو چکا ہے (۲) وہ عورت جسے دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ ہو۔ اس کے لئے مہر نہیں ہے۔ البتہ اسے ثیابِ متعہ دیئے جائیں گے۔ اس آیت میں اسی عورت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ (۳) وہ عورت جسے وطی سے پہلے طلاق دیدی جائے لیکن اس کا مہر مقرر ہو۔ تو اس کا حکم اگلی آیت میں آرہا ہے کہ اسے مقررہ مہر کا نصف دیا جائے (۴) وہ عورت جسے وطی کے بعد طلاق دی جائے مگر اس کا مہر مقرر نہ ہو تو اسے مہر مثل دیا جائے گا۔ جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ ج یعنی ثیاب متعہ کی مالیت کا انحصار خاوند کی مالی حالت پر ہے۔ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ مَتَاعًا بمعنی تمتیعًا متعوھن کا مفعول مطلق ہے بِالْمَعْرُوْفِ ظرف مستقر ہے جو متلبسًا محذوف سے متعلق ہے۔ اور متاعًا کی صفت اولیٰ ہے یعنی ثیاب متعہ ایسے طریقہ سے دو جو شرعًا اور عرفًا مستحسن ہو۔ حَقًّا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ یہ متاعًا کی صفت ثانیہ ہے اور حقًّا کے معنی واجبًا کے ہیں صفۃ لمتاعًا ای متاعًا واجبًا علیھم (مدارک ص۹۴ ج ۱) یعنی خوش معاملہ اور حسن سلوک کرنیوالے لوگوں پر متعہ واجب اور لازم ہے محسنین کی تخصیص ترغیب و تحضیض کے لئے فرمائی۔ **۴۷۱** یہ اس عورت کا حکم ہے جسے دخول سے پہلے طلاق دیدی گئی ہو اور اس کا مہر بوقت نکاح مقرر ہو چکا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے مقررہ مہر کا نصف دیا جائے گا اِلَّآ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ۔ ہاں اگر عورت اپنا حق معاف کر دے اور نصف مہر جو اس کا حق ہے اس سے بھی دستبردار ہو جائے یا خاوند فیاضی سے کام لے اور مہر معجل کی صورت میں جو اسے نصف واپس لینے کا حق ہے وہ واپس نہ لے یا مہر مؤجل کی صورت میں پورا مہر مطلقہ کو دیدے تو یہ صورت ماقبل سے مستثنیٰ ہے اور یہ اقدام دونوں طرف سے مستحسن اور قابلِ تعریف ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ حسن سلوک اور باہمی لطف و احسان کو طلاق کے موقع پر بھی نہ بھولو۔ بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ عفو اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ مثلاً مہر کا معاف کر دینا یا مہر میں اضافہ کر دینا یا مہر مقرر ہونے کی صورت میں متعہ کے کپڑے دینا وغیرہ۔ . . . . . سب حسن سلوک اور احسان میں داخل ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ہ اس لئے تمہارا کوئی عمل رائیگاں نہیں جائیگا۔ اور تمہیں ہر نیکی کی جزا ملے گی۔ **۴۷۲** حسن سلوک اور احسان کی ترغیب کے بعد نمازوں کی پابندی کا حکم دیا کیونکہ نماز ایک امر مصلح ہے جس سے ظاہر و باطن کی طہارت ہوتی ہے۔ اور اخلاق رذیلہ سے باطن پاک ہو کر اخلاق حسنہ سے معمور ہو جاتا ہے۔ نیز نماز کو با جماعت ادا کرنے سے باہمی محبت و الفت اور اتحاد و اتفاق کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے نماز حسن معاشرت حسن سلوک اور احسان کے لئے بہت بڑی معاون ہے۔ صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اکثر صحابہ، تابعین اور ائمہ دین اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔ الثانی انھا العصر لانھا بین صلاتی النھار وصلاتی اللیل وھو المروی عن علی والحسن وابن عباس وابن مسعود وخلق کثیر وعلیہ الشافعیۃ . . . . والاکثرون صححوا انھا صلوٰۃ العصر (روح ص۱۵۶ ج ۲) اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اس سے نماز عصر مراد ہے کیونکہ وہ دن کی دو نمازوں اور رات کی دو نمازوں کے درمیان ہے۔ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ۔ قانتین کے معنی خاشعین کے ہیں۔ یعنی نماز میں خشوع اور عجز و انکساری سے قیام کیا کرو۔ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا۔ یعنی اگر جنگ میں نماز کا وقت آجائے اور دشمن کی طرف سے حملے کے خطرہ کی وجہ سے اطمینان سے باقاعدہ نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو پاپیادہ یا سواری کی حالت میں جس طرح بھی ممکن ہو اسی طرح سے نماز ادا کر لو مگر ایسی خوف و ہراس کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں۔ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ لیکن اگر خوف زائل ہو جائے اور حالت امن ہو تو پھر معمول کے مطابق نماز پڑھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے امن اور خوف کی مختلف حالتوں کے احکام بیان فرمائے ہیں جن کا نزول وحی سے قبل تمہیں کوئی علم نہیں تھا۔ **۴۷۳** وَصِیَّۃً فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی لیوصوا، اور متاعًا، وصیۃً کا بیان ہے۔ اور غَیْرَ اِخْرَاجٍ ماقبل کی تاکید ہے یعنی جو لوگ فوت ہو جائیں۔ اور ان کی بیوائیں پیچھے رہ جائیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ مرنے سے قبل ورثاء کو ان کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک انھیں گھر سے نہ نکالا جائے اور سال بھر انہیں اس کے ترکہ سے خرچ دیا جائے۔ **۴۷۴** یعنی اگر وہ عدت واجبہ چار ماہ اور دس دن گذارنے کے بعد اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر چلی جائیں اور کسی مناسب جگہ عقد شرعی کر لیں تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے اور وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اس کا ہر حکم حکمت اور مصلحت کے ماتحت ہوتا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب میراث کے احکام ابھی نازل نہیں ہوئے تھے۔ اب یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ اب خاوند کے ترکہ میں بیوہ کا حصہ مقرر ہو چکا ہے۔ اس لئے اب اس کے حق میں وصیت کا حکم باقی نہیں منسوخ کلہ عند جمھور العلماء (قرطبی ص۲۲۷ ج ۳) ثم ان اللّٰہ نسخ ھذین الحکمین اما الوصیۃ بالنفقۃ والسکنی فلان القراٰن دل علی ثبوت المیراث لھا والسنۃ دلت علی انہ لا وصیۃ لوارث فصار مجموع القراٰن والسنۃ ناسخًا للوصیۃ للزوجۃ بالنفقۃ والسکنی فی الحول (کبیر ص۴۳۳ ج ۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس وصیت کو استحباب پر محمول کیا جائے تو اس آیت کو منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں اور یہ حکم استحبابی اب بھی باقی ہے یعنی اگر بیوہ ایک سال تک رہتی ہے تو تم اس کو تنگ کر کے نہ نکالو۔ ہاں اگر خود بخود چار ماہ اور دس دن والی عدت واجبہ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے گذارنے کے بعد کسی مناسب جگہ نکاح کر لیتی ہے تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سال تک بیٹھنا وجوبی حکم نہیں بلکہ استحبابی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے وَصِیَّۃً اور غَیْرَ اِخْرَاجٍ اور مَتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ اور فَاِنْ خَرَجْنَ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لئے اس آیت کو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں **۴۷۵** مَتَاعٌ کا یہ حکم تمام مطلقات کے لئے ہے۔ اور یہ حکم استحبابی ہے البتہ جس عورت کو دخول سے پہلے طلاق ہو جائے اور اس کا مہر مقرر نہ ہو اس کو متعہ کے کپڑے دینے واجب ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ہ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے معاشرت کے احکام کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم انہیں سمجھو اور سمجھ کر ان پر عمل کرو۔ **۴۷۶** یہاں سے پھر اصل موضوع یعنی مسئلہ جہاد کا بیان شروع کیا جا رہا ہے۔ درمیان میں امور انتظامیہ اور

امورِ مصلحہ بیان کئے گئے ہیں۔ مسئلہ جہاد کو دوبارہ ذکر کرنے سے پہلے ایک قدیم واقعہ بطور عبرت اور تخویف بیان فرمایا ہے۔ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے کسی قبیلہ کا ہے۔ جب ان کو جہاد کا حکم ملا تو وہ گھروں سے بھاگ نکلے کہ کہیں وہ جہاد میں شریک ہو کر لقمۂ اجل نہ بن جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کر دی اور وہ مر گئے۔ وہ نکلے تھے جان بچانے کے لئے مگر یہ تدبیر ان کے کام نہ آئی جس موت سے بھاگے تھے۔ اسی کا لقمہ بن گئے۔ ھم قوم من بنی اسرائیل دعاھم ملکھم الی الجھاد فھربوا حذر الموت فاماتھم اللہ تعالیٰ ثمانیة ایام ثم احیاھم (ابو السعود ج ۲ ص ۲۳۲) ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اللہ نے پھر انہیں زندہ کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر لیں اور انہیں یقین ہو جائے کہ خدا کی قدرت کے سامنے کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ واقعہ نقل کر کے مسلمانوں کو ڈر سنایا کہ وہ جہاد سے جی نہ چرائیں کیونکہ موت تو بہرحال آئے گی۔ جہاد سے بھاگ کر موت سے کوئی نہیں بچ سکتے۔ ۴۷۶ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ ایسے احکام نازل فرماتا ہے جن میں لوگوں کا فائدہ ہو مگر وہ ان احکام کو پامال کرتے ہیں اور ان کی قدر نہیں کرتے۔ اب آگے حکم جہاد کا اعادہ فرمایا ہے۔ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ خطاب امت محمدیہ سے ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور ان اسرائیلیوں کی طرح بزدلی نہ دکھاؤ جو موت کے ڈر سے گھر چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں سنتا ہے۔ اس لئے اسے معلوم ہے کون تم میں سے دوسروں کو جہاد کی ترغیب دیتا ہے اور کون جہاد سے متنفر کرتا ہے اور وہ دل کے بھید جانتا ہے۔ اس لئے اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کون دین کی خاطر جہاد کرتا ہے۔ اور کون مال غنیمت اور نیک نامی حاصل کرنے کی نیت سے جہاد میں شریک ہوتا ہے۔ ای ھو یسمع کلامکم فی ترغیب الغیر فی الجھاد و فی تنفیر الغیر عنه وعلیم بما فی صدورکم من البواعث و الاغراض فان ذلك الجھاد لغرض الدین او لعاجل الدنیا (کبیر ص۲۳۳ ج ۲) ۴۷۷ حکم جہاد کے بعد یہ جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے اور اللہ کو قرض دینے سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہے۔ والمراد النفقة فی الجھاد لانه لما امر بالقتال فی سبیل اللہ ویحتاج فیه الی المال حث علی الصدقة لیتھیأ اسباب الجھاد (مدارک ص۹۲ ج۱) فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً اللہ کی راہ میں دیا ہوا تمہارا مال ضائع نہیں کیا جائے گا بلکہ اصل استحقاق سے کہیں زیادہ تمہیں اس کا اجر و ثواب دیا جائے گا۔ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ جہاد میں خرچ کرنے کی وجہ سے دولت کی کمی کا خطرہ محسوس نہ کرو۔ کیونکہ دولت کی کمی بیشی اور رزق کی فراخی و تنگی تو خدا کے اختیار میں ہے جب اس نے دولت دی ہے تو اسے اس کی راہ میں خرچ کرو۔ وہ تمہیں اور زیادہ دیگا پہلے خرچ کرنے پر ثوابِ آخرت کا وعدہ فرمایا۔ اور یہاں دنیا میں وسعتِ رزق کی امید دلائی۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ انجام کار خدا کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے اور تم سے سوال کیا جائیگا کہ تم نے خدا کی دی ہوئی دولت کہاں کہاں خرچ کی وہاں ایک ایک پائی کا حساب

اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

ایک برس تک بغیر نکالنے کے گھر سے ۴۷۲ ف۱ پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو کچھ گناہ نہیں تم پر

فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ

اس میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات ۴۷۳ ف۲ اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٤٠﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

زبردست ہے حکمت والا ف اور طلاق دی ہوئی عورتوں کیواسطے خرچ دینا ہے قاعدہ کے موافق

حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٤١﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

لازم ہے پرہیزگاروں پر ۴۷۴ ف۳ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے واسطے

اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٤٢﴾ ۧ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا

اپنے حکم تاکہ تم سمجھ لو ف۴ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو نکلے

مِنْ دِيَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ

اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر فرمایا

لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ

ان کو اللہ نے کہ مرجاؤ ۴۷۵ پھر ان کو زندہ کر دیا بیشک اللہ فضل

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٢٤٣﴾

کرنے والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ۴۷۶ ف۵ ف۶

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ بے شک خوب سنتا

عَلِيْمٌ ﴿٢٤٤﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

جانتا ہے کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض ۴۷۷

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَ

پھر دوگنا کر دے اللہ اس کو کئی گنا اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے اور

۳۱ ع ۷ ۱۵

ف۱ یہ آیت منسوخ نہیں کیونکہ یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبابی ہے ف۲ یعنی غیر اخراج ف۳ امور انتظامیہ کے بعد ترغیبی بار اصل مضمون جہاد کی تمہید۔ ف۴ اصل مضمون جہاد سے بعد عہد کی وجہ سے الحدیث کی تجدید اعتبار کی گئی ۱۲

ف۵ تیسری بار اصل مضمون جہاد کا بیان ف۶ جہاد کے بعد انفاق کا ذکر ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہ حکم جب تھا کہ مرنے کے اختیار پر رکھا تھا وارثوں کو دلوانا۔ اب جو سب کے حصے اللہ صاحب نے ٹھہرا دیئے عورت کا بھی ٹھہرا دیا اب مرنے کا دلوانا موقوف ہوا۔ ف۲ یعنی خرچ فرمایا تھا یعنی جوڑا دینا اس طلاق پر کہ مہر نہ ٹھہرا ہو اور ہاتھ لگایا ہو یہاں سب پر حکم فرمایا سب طلاق والیوں کو جوڑا دینا بہتر ہے اور اس پہلی کو ضرور ہے۔ ف۳ یہاں حکم نکاح و طلاق کے تمام ہوئے ف۴ یہ پہلی امت میں ہوا کہ کئی ہزار شخص گھر بار لیکر اپنے وطن کو چھوڑ نکلے ان کو ڈر ہوا غنیم کا اور لڑنے سے جی چھپایا یا ڈر ہوا وبا کا اور یقین نہ ہوا تقدیر کا۔ ایک منزل پر پہنچ کر سارے مر گئے۔ پھر سات دن کے بعد پیغمبر کی دعا سے زندہ ہوئے کہ آگے کو توبہ کریں یہاں اس واسطے فرمایا کہ جہاد سے جی چھپانا عبث ہے موت نہیں چھوڑتی ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی نیکی غیر برآوردن ۱۲ ف۲ یعنی نکاح بطور شرع ۱۲ ف۳ مترجم گوید ایں آیت نزدیک جمہور منسوخ است بہ آیت اربعة اشھر و عشرا واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید ایشاں قومی از بنی اسرائیل بودند کہ از ترس وبا بصحرا رفتند و آنجا بغضب الٰہی یکبارہ ہلاک شدند و باز بدعاء حزقیل علیہ السلام زندگانی یافتند واللہ اعلم ۱۲

يَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ
وہی کشائش کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ف کیا نہ دیکھا تو نے ایک جماعت
بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ
بنی اسرائیل کو موسیٰ کے بعد جب انہوں نے کہا اپنے نبی سے
ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ
مقرر کر دو ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم لڑیں اللہ کی راہ میں ف۴۷۹ پیغمبر نے کہا کیا
عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ
تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تو تم اس وقت نہ لڑو ف۴۸۰
قَالُوْا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ
وہ بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم تو
اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ
نکال دیئے گئے اپنے گھروں سے اور بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا ان کو
الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾
لڑائی کا تو وہ سب پھر گئے مگر تھوڑے سے ان میں کے ف۴۸۱ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو
وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ
اور فرمایا ان سے ان کے نبی نے بیشک اللہ نے مقرر فرمادیا تمہارے لئے طالوت کو
مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ
بادشاہ ف۴۸۲ کہنے لگے کیونکر ہو سکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم
اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ
زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے اس سے اور اس کو نہیں ملی کشائش
الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ
مال میں ف۴۸۳ پیغمبر نے کہا بیشک اللہ نے پسند فرمایا اس کو تم پر اور زیادہ

م وقف لازم

ترغیب الی الجہاد [illegible]

ہوگا اس لئے اب وقت ہے اپنی دولت کو خدا کے پسندیدہ مصارف میں خرچ کرلو جن میں سب سے بہتر مصرف جہاد ہے۔ ف۴۷۹ بنی اسرائیل کا یہ واقعہ ترغیب الی الجہاد کے لئے ذکر فرمایا ہے۔ نیز اس واقعہ سے یہ سبق دیا کہ جہاد امیر اور اطاعت امیر کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ یہ واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریبًا ایک ہزار سال قبل کا ہے۔ اور جس نبی کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد حضرت شموئیل علیہ السلام ہیں۔ قال ابو عبیدۃ ھو اشمویل بن حنۃ بن العاقر و علیہ الاکثر (روح ص ۱۶۶ ج ۲) اس زمانہ میں قوم عمالقہ کا غلبہ ہوچکا تھا انہوں نے بنی اسرائیل کے کئی علاقوں پر قبضہ کرکے ان کو وہاں سے نکال دیا تو قوم کے شرفا اور اصحاب الرائے نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ ہمارے لئے ایک امیر مقرر فرمائیں تاکہ ہم اس کی ماتحتی میں دشمنانِ دین سے جہاد کریں۔ ف۴۸۰ حضرت شموئیل علیہ السلام کو یقینًا بنی اسرائیل کی گذشتہ تاریخ اور ان کی سابقہ کج روی کی روایات معلوم تھیں اس لئے فرمایا کہ سوچ سمجھ کر بات کہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اصرار پر تم پر جہاد فرض کردیا جائے اور پھر تم جہاد کرنے سے پس و پیش کرنے لگو اور بزدل بن جاؤ۔ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم جہاد نہ کریں جبکہ ہمیں اپنے گھروں سے نکال بے گھر کردیا گیا ہے اور ہمیں اپنے بیٹوں سے جدا کردیا گیا ہے یعنی ایک طرف تو جہاد کے متعلق خدا کا حکم ہوگا اور دوسری طرف یہ صورت حال ہے تو اب اس سے بڑھ کر جہاد کا اور کیا محرک ہوسکتا ہے۔ ف۴۸۱ مگر وہی کچھ ہوا جس کا حضرت شموئیل علیہ السلام کو اندیشہ تھا۔ شروع میں تو ان لوگوں نے بڑی جرأت اور دلیری کا مظاہرہ کیا مگر دشمن کی تعداد، اس کی شان شوکت اور اس کا لاؤ لشکر دیکھ کر ان میں سے اکثر ہمت ہار بیٹھے۔ ہزاروں میں سے صرف تین سو تیرہ ثابت قدم رہے۔ ف۴۸۲ یہ ماقبل کی تفصیل ہے۔ یہاں سے اس واقعہ کی تفصیل شروع ہوتی ہے کہ کس طرح ان پر قتال فرض ہوا اور کس طرح انہوں نے اس حکم سے روگردانی کی۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے خدا کے حکم سے بنی اسرائیل کے سامنے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا امیر لشکر مقرر کیا ہے لہٰذا تم اس کی اطاعت کرو اور متحد ہو کر اس کی کمان میں جہاد کرو۔ ف۴۸۳ حضرت شموئیل علیہ السلام کا یہ اعلان سنتے ہی دولت مند اسرائیلی بول اٹھے اور تعجب اور حیرت سے کہنے لگے کہ طالوت جو ایک غریب اور مفلس آدمی ہے اسے ہم پر امارت اور ریاست کا کس طرح حق حاصل ہوسکتا ہے جبکہ ہم دولتمند اور اہل ثروت قوم میں موجود ہیں۔ نیز طالوت نہ تو سبط نبوت یعنی لاوی بن یعقوب کی اولاد میں سے ہے اور نہ سبط مملکت یعنی یہودا کی اولاد سے کیونکہ طالوت حضرت یعقوب علیہ السلام کے سب سے چھوٹے بیٹے بنیامین کی اولاد سے تھا۔ اس لئے اس کے مقابلہ میں ہم امیر بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ استفہام اظہار تعجب و حیرت کے لئے ہے۔ اس سے ان کا مقصد پیغمبر کی تکذیب و تردید نہیں تھی۔ بلکہ اس انتخاب پر حیرت و تعجب مقصود تھا۔ والاستفہام حقیقی او للتعجب لا لتکذیب نبیہم ولا انکار علیہ فی رائہ (روح ص ۱۶۶ ج ۲) ف۴۸۴ اللہ کے پیغمبر نے ان کے شبہ کے تین طرح کے جواب دیئے (۱) یہ انتخاب انسانی نہیں بلکہ خدائی ہے۔ اس لئے جو حکمتیں اور مصلحتیں اس میں پوشیدہ ہیں۔ وہاں تک تمہارے سطحی ذہنوں کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ اسے بلا چون و چرا مان لو۔ (۲) تم نے جو امارت و سیادت کا معیار مقرر کیا ہوا ہے کہ امیر وہی ہوسکتا ہے جو دولتمند ہو اور خاندانِ امارت سے تعلق رکھتا ہو تو دراصل یہ کوئی معیار نہیں۔ ان دو صفتوں کی جگہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو دو ایسی خوبیاں عطا فرمائی ہیں جن کا امیر میں ہونا نہایت ضروری ہے اور جو ان پہلی دو صفتوں سے کہیں زیادہ اہم ہیں۔

موضح قرآن ف اللہ کو قرض دے یعنی جہاد میں خرچ کرے اسی طرح فرمایا مہربانی سے اور تنگی کا اندیشہ نہ رکھے اللہ کے ہاتھ کشائش ہے۔ ف بعد حضرت موسیٰ کے ایک مدت بنی اسرائیل کا کام بنا رہا پھر جب ان کی نیت بری ہوگئی ان پر غنیم مسلط ہوا۔ جالوت بادشاہ کافر نے ان کے اطراف کے شہر چھین لئے اور لوٹا اور بندی پکڑ لے گیا وہاں کے بھاگے لوگ شہر بیت المقدس میں جمع ہوئے حضرت شموئیل پیغمبر سے چاہا کہ کوئی بادشاہ با اقبال مقرر کردو کہ بغیر سردار با اقبال ہم لڑ نہیں سکتے۔

بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ
فراخی دی اس کو علم اور جسم میں اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا
مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ
جس کو چاہے اور اللہ ہے فضل کرنیوالا سب کچھ جاننے والا ف۴۸۵ اور کہا بنی اسرائیل سے
نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ
ان کے نبی نے کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق
فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ
کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو
اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ اِنَّ
چھوڑ گئی تھی موسیٰ اور ہارون کی اولاد اٹھا لاویں گے اس صندوق کو فرشتے بیشک
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع
اس میں پوری نشانی ہے تمہارے واسطے اگر تم یقین رکھتے ہو ف
فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ
پھر جب باہر نکلا طالوت فوجیں لے کر کہا بیشک اللہ
مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ
تمہاری آزمائش کرتا ہے ایک نہر سے ف۴۸۷ سو جس نے پانی پیا اس نہر کا تو وہ
مِنِّىْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا مَنِ
میرا نہیں اور جس نے اس کو نہ چکھا تو وہ بیشک میرا ہے مگر جو کوئی
اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا
بھرے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی لیا سب نے اس کا پانی مگر تھوڑوں
مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ
نے ان میں سے ف۴۸۸ پھر جب پار ہوا طالوت اور ایمان والے اس کے ساتھ

ع ۳۲ ۱۶

ایک علم دوسری جسمانی طاقت۔ یہ دونوں خوبیاں تم سے بڑھ کر طالوت میں موجود ہیں (۳) حکومت اور امارت خدا کے اختیار میں ہے اور تمام بندے بھی اسی کے مخلوق و مملوک ہیں اس لئے وہ جسے چاہتا ہے امارت وسیادت سے سرفراز فرماتا ہے اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں۔ ف۴۸۵ جب اسرائیلیوں نے طالوت کی امارت پر حیرت اور تعجب کا اظہار کیا تو حضرت شموئیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی سے اعلان فرمایا کہ طالوت کے من جانب اللہ امیر ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تابوت سکینہ جو کبھی تمہارے پاس تھا مگر فلسطینی اسے تم سے چھین کر لے گئے تھے جس میں تمہارے لئے اطمینان قلب کا سامان ہے اور اس میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے باقیماندہ تبرکات ہیں وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ جب سے فلسطینی وہ تابوت چھین کر لے گئے وہ چین سے نہ بیٹھے کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہے۔ آخر تنگ آ کر اس صندوق کو بیل گاڑی پر لادا اور اسے چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرشتوں کو متعین کر دیا جو بیلوں کو ہانک کر بنی اسرائیل کے علاقے میں لے آئے۔ (کذا فی البحر المحیط ص۲۶۳ ج۲ وتفسیر ابن کثیر ج ا ص۳۰۲) لیکن حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ فرشتے اس صندوق کو ہوا میں اڑا کر لائے تھے۔ اور لا کر طالوت کے سامنے رکھدیا۔ تمام لوگ یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ قال ابن عباس جاءت الملائکۃ تحمل التابوت بین السماء والارض حتی وضعتہ بین یدی طالوت والناس ینظرون (ابن کثیر ص۳۰۲ ج۱) سَكِيْنَةٌ (یعنی سکون واطمینان کا باعث اور سبب) سے مراد تورات ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کا ایک نسخہ بطور تبرک اس صندوق میں محفوظ کیا ہوا تھا۔ بوقت جہاد اسے اپنے ساتھ رکھتے تھے جس سے بنی اسرائیل کے دل مطمئن رہتے تھے۔ وھو التوراۃ المودعۃ فیہ بناء علی ما مر من ان موسیٰ علیہ السلام اذا قاتل قدمہ فتسکن الیہ نفوس بنی اسرائیل (ابو السعود ص۲۴۳ ج۲) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بقیہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کچھ تبرکات مراد ہیں اور اس کا عطف سکینہ پر تفسیری ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ یعنی اس طریقے سے تابوت کے واپس آ جانے میں تمہارے لئے ایک دلیل اور نشانی ہے جو طالوت کی امارت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر خدا پر تمہارا ایمان ہے تو اطمینان کے لئے یہ دلیل کافی وشافی ہے۔ ف۴۸۶ جس فوج کو طالوت لیکر دشمن کے مقابلہ میں نکلے تھے ان میں کچھ مخلص تھے مگر اکثریت ان لوگوں کی تھی جو اخلاص کی خوبیوں سے محروم تھے اور اتنی بڑی فوج جو ہزاروں سپاہیوں پر مشتمل تھی اس میں منافقین بھی ہوں گے اس لئے ضروری تھا کہ منافقین اور مخلصین میں امتیاز کیا جائے اور میدان جنگ میں پہنچنے سے پہلے ہی غیر مخلصین کو الگ کر دیا جائے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی جنگ میں موجودگی ہمیشہ نقصان کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اس لئے راستہ میں واقع ہونیوالے ایک دریا کے ذریعے ان کا امتحان کیا گیا ف۴۸۷ یہ امتحان کی تفصیل ہے یعنی جو شخص اس میں سے پیٹ بھر کر پانی پی لے گا وہ میرے ساتھیوں اور رفیقوں میں سے نہیں ہے۔ اور وہ میرے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہو سکیگا۔ نفی صرف رفاقت کی کی ہے۔ ان کو ایمان سے خارج قرار دینا مقصود نہیں ای لیس من اصحابی فی ھذہ الحرب ولم یخرجھم (قرطبی ص۲۵۳ ج۳) وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ۔ اور جس نے پانی کو نہ چکھا وہ میرے ساتھیوں میں سے ہوگا۔ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ اصل حکم تو وہی تھا کہ اس پانی میں سے کوئی چکھے تک نہیں مگر ساتھ رخصت دیدی کہ اگر کوئی ایک ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لے تو مضائقہ نہیں مگر پیٹ بھر پانی پینے کی اجازت نہیں۔ معناہ الرخصۃ فی اغتراف الغرفۃ بالید دون الکرع (مدارک ص۹۶ ج۱)

موضح قرآن ف طالوت کی قوم میں آگے سے سلطنت نہ تھی اور کسب کرتا تھا ان کی نظر میں وہ حقیر لگا۔ نبی نے کہا کہ سلطنت حق کسی کا نہیں ہے اور بڑی لیاقت ہے عقل اور بدن کی کشائش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبر کو ایک عصا بتایا کہ جس کا قد اس کے برابر ہو سلطنت اس کو ہے اس کے برابر قد اسی کا آیا۔ ف اس قوم میں ایک صندوق چلا آتا تھا اس میں تبرکات تھے حضرت موسیٰ اور ہارون کے لڑائی کے وقت سردار کے آگے لے چلتے اور دشمن پر حملہ کرتے تو اس کو آگے دھر لیتے پھر اللہ فتح دیتا۔ جب بدنیت ہو گئے وہ صندوق ان سے چھینا گیا غنیم کے ہاتھ لگا۔ اب جو طالوت بادشاہ ہوا وہ صندوق خود بخود رات کے وقت اس کے گھر کے سامنے موجود ہوا۔ سبب یہ کہ غنیم کے شہر میں جہاں رکھا تھا اس پر بلا پڑی پانچ شہر ویران ہوئے تب ناچار انہوں نے دو بیلوں پر لاد کر ہانک دیا پھر فرشتے بیلوں کو ہانک کر یہاں لے آئے۔

قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ

تو کہنے لگے طاقت نہیں ہم کو آج جالوت اور اس کے لشکروں کو لڑنے کی ۴۸۹

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ

کہنے لگے وہ لوگ جن کو خیال تھا کہ ان کو اللہ سے ملنا ہے بارہا

فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے ۴۹۰

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ

اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ف اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور

جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ

اس کی فوجوں کے تو بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر اور

ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس کافر

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ قف وَقَتَلَ

قوم پر ۴۹۱ پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا

دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ

داؤد نے جالوت کو اور دی داؤد کو اللہ نے سلطنت اور حکمت اور سکھایا ان کو

مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ

جو چاہا ۴۹۲ اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے

لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

تو خراب ہو جاتا ملک ۴۹۳ لیکن اللہ بہت مہربان ہے جہان کے لوگوں پر ف

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

یہ آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں ٹھیک ٹھیک اور تو بیشک ہمارے رسولوں میں ہے ۴۹۴ ف

---

۴۸۸ موسم چونکہ گرمی کا تھا اور انہیں سخت پیاس لگی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا البتہ کچھ لوگوں نے جو ۳۱۳ تھے اللہ کے حکم کا احترام کیا اور پانی نہ پیا یا بس ایک چلو بھر ہی اکتفا کیا جسکی اللہ نے اجازت دی تھی۔ ۴۸۹ اکثر مفسرین کا خیال ہے والذین آمنوا سے وہ مومن مراد ہیں جنہوں پانی نہیں پیا تھا کیونکہ صرف یہی طالوت کیساتھ دریا کو عبور کیا تھا۔ اور جنہوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا تھا وہ تو اس قابل ہی نہیں تھے کہ فوج کے ساتھ مارچ کر سکیں اسلئے وہ وہیں رہ گئے۔ ذکر المفسرین علی انہ انما جاوز معہ النھر من لم یشرب جملۃ (قرطبی ص۲۵۵ ج ۳) لیکن دریا عبور کرنے کے بعد جب ان لوگوں کا دشمن کی فوج سے آمنا سامنا ہوا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے بتقاضائے بشریت کمزوری دکھائی۔ دشمن فوج کا سردار جالوت بڑا قوی ہیکل شہ زور اور بہادر تھا اور اس کی فوج ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھی جو سارے کے سارے جنگی ساز و سامان سے لیس تھے اسلئے بعض مسلمانوں نے یہ منظر دیکھ کر کہدیا کہ جالوت اور اسکے لشکر سے لڑنے کی ہم میں تو طاقت نہیں کیونکہ وہ ہمارے مقابلہ میں تعداد کے لحاظ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں اور سامان جنگ کے اعتبار سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ۴۹۰ ظن یہاں یقین کے معنوں میں ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے والظن ھنا بمعنی الیقین (قرطبی ص۲۵۵ ج ۳) یظنون ای یستیقنون (روح ص۱۷۱) یعنی ان میں سے جو لوگ اصحاب عزم پختہ ایمان والے تھے جب انہوں نے یہ صورتحال دیکھی تو مسلمانوں کو سمجھانے لگے کہ فتح و شکست کا مدار فوج اور سامان کی کثرت و قلت پر نہیں بلکہ یہ معاملہ تو خدا کے اختیار میں ہے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کئی چھوٹے چھوٹے لشکروں کو محض اپنی مدد اور توفیق سے بڑی بڑی فوجوں پر فتح دی ہے اس لئے تم ہمت مت ہارو اور جم کر استقلال کے ساتھ دشمن سے لڑو اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہاری قلت کے باوجود تم کو دشمن کی کثیر فوج پر فتح دیگا۔ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کیونکہ وہ صبر و استقلال کا دامن تھامنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ ۴۹۱ بَرَزُوْا کے معنی ہیں صاروا فی البراز وھو الفیح من الارض المتسع (قرطبی ص۲۵۶ ج ۳) یعنی وہ جب کھلے میدان میں جالوت اور اسکے لشکر کے سامنے ہوئے تو چونکہ دشمن کی فوج ۹۰ ہزار اور بروایتے تین لاکھ سواروں پر مشتمل تھی اور مسلمان صرف ۳۱۳ تھے اس لئے انہوں نے گڑگڑا کر نہایت ہی عاجزی اور تضرع سے خدا سے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں صبر و استقلال اور ثابت قدمی عطا کرنا اور کافروں کی اس فوج پر ہمیں فتح نصیب فرمانا فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی مدد فرمائی چنانچہ انہوں نے اللہ کی توفیق و نصرت سے ان کو شکست دیدی اس واقعہ میں یہ جملہ تعقیبی ہے یعنی ان کی قلت کے باوجود اللہ نے ان کو کثیر لشکر پر فتح دی اس لئے تم بھی اللہ پر بھروسہ کر کے جہاد کرو۔ ۴۹۲ داؤد سے حضرت داؤد بن ایشا پیغمبر مراد ہیں اور حکمت سے مراد نبوت ہے یا عام ہے جو حکومت و سلطنت کیلئے ضروری دانائی اور نبوت کو بھی شامل ہے اور مِمَّا يَشَآءُ ان تمام جنگی اور صنعتی علوم و فنون کو شامل ہے جو اللہ نے ان کو عطا فرمائے تھے فلسطینی عمالقہ کا سردار جالوت حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں مارا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بنی اسرائیل کی حکومت دی اور نبوت سے سرفراز فرمایا اور مختلف علوم و فنون سکھلائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ابھی کمسن نوجوان تھے۔ اور اپنی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ طالوت کی فوج میں پہلے شامل نہیں تھے البتہ انکے سات بڑے بھائی شریک جہاد تھے۔ یہ تو محض لڑائی دیکھنے کیلئے وہاں چلے گئے لیکن جب وہاں پہنچے تو جالوت اپنے مقابلہ میں مبارز طلب کر رہا تھا۔ بنی اسرائیل میں سے جب کوئی اسکے مقابلے میں نہیں نکلا تھا تو حضرت داؤد نے ایک پتھر سے اس کا کام تمام کردیا (قرطبی ص۲۵۷ ج ۳ وغیرہ) ۴۹۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکومتوں کے انقلابات اور فتح و شکست کی تکوینی مصلحت و حکمت بیان فرمائی ہے کہ جب کسی قوم یا حکومت کی طرف سے دوسروں پر ظلم و ستم اور جبر و تشدد کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم و تشدد کو ختم کرنے کیلئے دوسری قوم کو کھڑا کر دیتا ہے اور اس طرح ظلم و تعدی اور شر و فساد سے زمین کو بچا لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ظالم و جابر کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تو زمین شر و فساد کا گہوارہ بن کر رہ جاتی۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ لیکن دنیا والوں پر اللہ کی بہت بڑی مہربانی ہے کہ وہ ایسے انقلابات سے عدل و انصاف اور امن و سکون کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔ ۴۹۴ یہ جملہ معترضہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے یعنی گذشتہ واقعات کا صحیح صحیح علم جو ہم آپ کو بتا رہے ہیں یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ سچے پیغمبر ہیں کیونکہ ان کا علم وحی الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ نبہ اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذہ الایات التی تقدم ذکرھا لا یعلمھا الا نبی مرسل (قرطبی ص۲۵۷ ج ۳) حیث تخبر بتلک الآیات وقصص القرون الماضیۃ واخبارھا علی ما ھی علیہ من غیر مطالعۃ کتاب ولا اجتماع باحد یخبر بذلک (روح

علامہ [illegible] یعنی [illegible] جو قلیل تھے ان کو فتح دی ۱۲

یہ جملہ [illegible] ہے جہاد ۱۲

یہ جملہ معترضہ ہے بیان صداقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان واقعات کی آپ کو خبر نہیں تھی۔ وحی کے ذریعے ہوئی ۱۲

[illegible]

موضح قرآن ف طالوت کے ساتھ نکلنے کو سب تیار ہوئے ہوس سے اس نے تقید کیا کہ جو شخص جوان اور بے فکر ہو وہی نکلے ایسے بھی اسی ہزار نکلے اس نے چاہا کہ ان کو آزمائے ایک منزل پانی نہ ملا بعد اس کے ایک نہر ملی اسنے تقید کیا کہ ایک چلو سے زیادہ جو کوئی پیوے وہ میرے ساتھ نہ آوے تین سو تیرہ آدمی رہ گئے باقی سب موقوف ہوئے۔ ف تین سو تیرہ آدمیوں میں حضرت داؤد کے باپ اور ان کے چھ بھائی تھے۔ ان کو راہ میں

الجزء الثالث ۳

وقف لازم

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ
یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے
مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ
کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے ف۹۵ اور
اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ
دیئے ہم نے عیسےٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح
الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ
القدس یعنی جبریل سے ف۹۶ اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ جو ہوئے ان پیغمبروں
بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ
کے پیچھے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کے پاس (توحید کے) واضح دلائل ف۹۷ لیکن
اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ
ان میں اختلاف پڑ گیا پھر کوئی تو ان میں ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ قف وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ
اور اگر چاہتا اللہ تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ کرتا ہے
مَا يُرِيْدُ (۲۵۳) ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا
جو چاہے ف۹۸ اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ
ہم نے تم کو روزی دی پہلے اس دن کے آنے سے کہ جس میں نہ خرید و فروخت
وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ
ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش ف۹۹ کیونکہ جو کافر ہیں وہی ہیں
الظّٰلِمُوْنَ (۲۵۴) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ
ظالم (مشرک)، ف۱ اللہ اس کے سوا کوئی عبادت (پکار) ف۱۰۰ کے لائق نہیں (وہی ہے) زندہ سب

۱ تمہید برائے علت ثانیہ قتال ۱۲

۲ قتال کی علت ثانیہ (ابتلاء) ۱۲

ع ۳۳ ۱

۳ ذکر مضمون انفاق پانچویں بار ۱۲

۴ ذکر دعوای توحید تیسری بار لئے نفی شفاعت قہری ۱۲

۵ چھ سات دلیلوں پر مشتمل توحید کی تیسری عقلی دلیل ۱۲

ف۹۵ امام رازی امام ابو مسلم سے ناقل ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلیہ کے لئے ہے۔ پہلے اللہ نے اسرائیلیوں اور عیسائیوں کی کجروی اور کج بحثی کا ذکر کیا۔ چنانچہ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہم کو خدا کی ذات کا آنکھوں سے مشاہدہ کرا دو اور بت پرستوں کی طرح ہمارے لئے بھی ایک معبود مقرر کردو (یہ مطالبہ سورہ اعراف ع ۱۶ میں جو پہلے نازل ہو چکی تھی مذکور ہے) اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے باوجود ان کی تکذیب کرنا حضرت شمویل سے امیر مقرر کرنے کا مطالبہ کرنے کے بعد طالوت کی امارت پر اعتراض کرنا وغیرہ۔ یہ تمام واقعات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام بڑی شان اور بزرگی والے تھے۔ ان کی قوموں کا رویہ آپ نے دیکھ لیا۔ لہٰذا اگر آپ کی قوم بھی قیام معجزات اور وضوح دلائل کے باوجود ایمان نہیں لاتی تو اس پر غمگین اور دلگیر ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمام انبیاء اور اقوام عالم میں اللہ کا دستور یہی ہے (من الکبیر ملخصاً ص۱۵۴ ج۲) حضرات انبیاء علیہم السلام اللہ کی تمام نوری، ناری اور خاکی مخلوق سے افضل و برتر ہیں۔ البتہ ان کے درجات باہم متفاوت ہیں۔ ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی ایسی خصوصیت حاصل ہے جو دوسرے کو حاصل نہیں۔ آگے اس کی تمثیل ہے۔ من کلم اللہ سے حضرت موسےٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ جن سے اللہ نے کوہ طور پر بلا واسطہ کلام فرمایا اور رفع بعضھم درجت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ المکلم موسیٰ علیہ السلام (قرطبی ص۲۶۴ ج۳، مدارک ص۹۹ ج۱) والمراد ببعضھم ھنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما ینبئ عنہ الاخبار بکونہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم (روح ص۲ ج۳، مدارک قرطبی)

ف۹۶ بینات سے معجزات اور انجیل کی آیات واضحہ مراد ہیں۔ روح القدس اور تائید کی تفسیر رکوع ۱۱ میں گذر چکی ہے۔ امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ بعض انبیاء کو بعض پر جزوی فضیلت ہے۔ لیکن تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم ہیں۔ اجمعت الامۃ علی ان بعض الانبیاء افضل من بعض وعلی ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم افضل من الکل (کبیر ص۱۵۴ ج۲)

ف۹۷ اگر اللہ چاہتا تو وہ دین حق کے واضح ہو جانے کے بعد تمام لوگوں کو توحید پر قائم رکھتا اور ان میں اختلاف واقع نہ ہونے دیتا اور اس طرح جنگ و جدال کی نوبت ہی نہ آتی۔ ولکن اختلفوا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اللہ نے لوگوں سے اختیار چھین کر ان کو توحید قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ کیونکہ جبری ایمان مطلوب نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ بندے کو ایمان قبول کرنے پر مجبور کرتا تو ثواب و عقاب کا سلسلہ خدا کی حکمت بالغہ کے سراسر منافی اور بالکل بے معنی ہوتا نیز اس طرح ابتلاء اور آزمائش کی حکمت فوت ہو جاتی۔ جو رسالت و نبوت کا اصل مدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام کو بھیج کر اور ان کے ذریعے ایمان و توحید کا راستہ دلائل و بینات سے واضح فرما کر بندوں کا امتحان کیا کہ کون مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اس لئے اللہ نے بندوں پر جبر نہیں کیا۔ بلکہ انہیں اختیار دیا ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے اختیار اور پسند کے مطابق حق و باطل میں سے کوئی ایک راستہ منتخب کریں۔ اس لئے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کسی نے ایمان اور توحید کی راہ اختیار کی اور کسی نے شرک و کفر کا راستہ لیا۔ ولو شاء اللہ ما اقتتلوا حضرت شیخ نے فرمایا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الخ

موضح قرآن ف۱ یعنی عمل کا وقت ابھی ہے۔ آخرت میں نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔

ے لیسا اس جملے کا اعادہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اس پر مرتب ہو سکے۔ یہ اعادہ، اعادہ لبعد العہد کے قبیل سے ہے۔ لوگوں میں دین کا اختلاف اور پھر اس اختلاف کی بناء پر جنگ و قتال یہ سب کچھ خدا کے تصرف و اختیار سے باہر نہیں۔ اگر وہ چاہتا تو اس اختلاف اور باہمی قتال کو روک سکتا تھا۔ مگر اس نے چاہا کہ لوگوں کو ایک راہ پر چلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ بلکہ انہیں موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اختیار سے جونسی راہ چاہیں اختیار کریں۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وجوب اور مشروعیت قتال کی ایک علت وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ میں بیان ہو چکی ہے اور یہ مشروعیت قتال کی دوسری علت ہے یعنی اگر اللہ چاہتا تو جہاد و قتال کے بغیر ہی سب لوگوں کو دین حق اور توحید پر متفق کر دیتا۔ لیکن اس نے بندوں کے ابتلاء و امتحان کے لئے ان پر قتال واجب کر دیا ہے۔ ان آیات کا خلاصہ ربط یہ ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ سے مشروعیت جہاد کی علت بیان فرما کر تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ الآیۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت بیان کی کیونکہ ان مذکورہ واقعات کی خبر آپ کو نہ تھی۔ یہ سب کچھ آپ وحی من جانب اللہ کے ذریعے بتا رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ کے ذکر مبارک کی مناسبت سے اسکے بعد تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ الآیۃ میں باقی انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا سے يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ تک میں قتال کی دوسری علت بیان فرمائی۔ یعنی ہم نے تمام رسولوں کو فضیلت اور برتری عطا فرمائی اور بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ لیکن اس تفاوت درجات کے باوجود ان سب کا دین ایک تھا اور سب نے اپنے اپنے وقت میں دلائل و بیّنات سے دین توحید کو واضح فرمایا مگر ان کے بعد پیچھے لوگوں نے اس میں اختلاف کیا۔ کچھ توحید پر قائم رہے اور کچھ توحید کو چھوڑ کر شرک کرنے لگے یہاں تک کہ نوبت جنگ و قتال تک پہنچی اگر اللہ چاہتا تو تمام مشرکوں کو خود ہلاک کر دیتا یا ان کو ایمان اور توحید قبول کرنے پر مجبور کر دیتا تو جہاد و قتال کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ابتلاء اور آزمائش کے لئے قتال واجب کر دیا۔ ف۴۹۸ اس کا ہر فعل اس کے اپنے ارادے کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کا فعل نہ کسی دوسرے کے ارادہ کے ماتحت ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے۔ اور امر بالقتال سے اس کا ارادہ بندوں کی آزمائش ہے کہ کون قتال و جہاد میں حصہ لیتا ہے اور کون نہیں لیتا۔ امر بالقتال اور ترغیب الی الجہاد کے بعد آئے پھر پانچویں بار جہاد کے لئے مال خرچ کرنے کا حکم ہے۔ ف۴۹۹ یعنی نیکی کمانے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع اس دنیا

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
کا تھامنے والا۔ نہیں پکڑ سکتی اسکو اونگھ اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور
مَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا
زمین میں ہے ف ایسا کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر
بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ
اجازت سے (وہی) جانتا ہے جو کچھ ان (سفارش کرنیوالوں) کے روبرو ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے ف
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ
اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اس کی معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ
گنجائش ہے اس کی کرسی (علم اور قدرت) میں تمام آسمانوں اور زمین کو ۱ اور گراں نہیں اسکو
حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَآ اِكْرَاهَ فِي
تھامنا ان کا اور وہی ہے سب سے برتر عظمت والا زبردستی نہیں
الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ
دین کے معاملہ میں ف بیشک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے اب جو کوئی انکار
بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
کرے غیر اللہ (کے معبود ہونے) سے اور یقین لاوے (صرف) اللہ (کی عبادت) پر تو اس نے پکڑ لیا
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں ف اور اللہ سب کچھ سنتا
عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ
جانتا ہے ف اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا ۳ نکالتا ہے ان کو
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اندھیروں سے روشنی کی طرف ف اور جو لوگ کافر ہوئے

۱ ذکر قتال چھٹی بار ۱۲

۲ قانون اول برائے مومنین ۱۲

۳ قانون ثانی برائے مشرکین ۱۲

موضح قرآن ف۔ یعنی جہاد کرنا یہ نہیں کہ زور سے اپنا دعویٰ قبول کرواتے ہیں بلکہ جس کام کو سب نیک کہتے ہیں اور کرتے نہیں وہی کرواتے ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی حجت اسلام ظاہر شد پس گویا جبر کردن نیست اگرچہ فی الجملہ جبر باشد ۱۲

اُولِيٰۗـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ
ان کے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں ان کو روشنی سے
اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
اندھیروں کی طرف یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ
خٰلِدُوْنَ (۲۵۷) ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰهٖمَ
رہیں گے ف کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے
فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ
اس کے رب کی بابت اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اس کو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب
الَّذِيْ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ
وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں ف۱ کہا
اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ
ابراہیم نے کہ بیشک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے
فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَ
اب تو لے آ اس کو مغرب کی طرف سے ۵۱۰ تب حیران رہ گیا وہ کافر اور
اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۲۵۸) ج اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ
اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو ف۲ یا نہ دیکھا تو نے اس
عَلٰي قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ
شخص کو کہ گزرا وہ ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر ف۲ ۵۱۱ بولا
اَنّٰى يُـحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ
کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے ۵۱۲ پھر مردہ رکھا اس
اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ
شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو کہا تو کتنی دیر یہاں رہا

ع ۳۴ ۲ وقف لازم

۱ پہلا قصہ متفرع بر قانون ثانی ۱۲

۲ دوسرا قصہ متفرع بر قانون اول ۱۲

ہی میں ہے۔ دنیا میں کی ہوئی نیکی اور دنیا میں دی ہوئی خیرات ہی آخرت میں کام آئے گی۔ آخرت میں نہ تو تجارتی کاروبار ہو گا کہ عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ کی رقم کما لے۔ نہ وہاں دوست کام آئیں گے اور نہ ہی کسی کی سفارش کام آسکے گی۔ یہاں اس شفاعت کے نافع ہونے کی نفی ہے۔ جس کے مشرکین قائل تھے یعنی شفاعت قہری۔ والکفرون هم الظلمون ٥ یہاں واؤ تعلیلیہ ہے۔ مطلب یہ کہ جہاد میں خرچ کرو کیونکہ یہ کافر مشرک ہیں اور شرک کو دنیا سے مٹانا ہے۔ اللہ کے مقرر کئے ہوئے اصول عقائد اور آئین حیات کو نہ ماننے والے ہی اصل ظالم ہیں۔ جو خدا کی نافرمانی سے اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

یہاں دعویٰ توحید کا دوبارہ اعادہ کیا گیا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے یہاں اعادہ دعویٰ سے مقصد شفاعت قہری کی نفی ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا خیال تھا کہ ہمارے آباؤ اجداد جو اللہ کے پیارے اور برگزیدہ پیغمبر تھے وہ ہمیں خدا کے عذاب سے بچا لیں گے اور ہمارے حق میں خدا کو ان کی سفارش ماننی پڑے گی تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح اللہ کے سوا کوئی کارساز اور فریادرس نہیں۔ جس کو پکارا جائے یا جس کی تعظیم اور رضا جوئی کے لئے نذریں نیازیں دی جائیں اسی طرح اس کے سامنے کوئی شفیع غالب بھی نہیں کہ دنیا و آخرت میں مصیبت کے وقت اس کی پناہ ڈھونڈی جائے اور اسے سفارشی بنایا جائے۔ لہٰذا کسی کو شفیع غالب سمجھ کر نہ پکارا جائے۔ اس جگہ دعوائے توحید کا اعادہ ماقبل کی دلیل بھی ہے۔ یعنی کافروں کے اصل ظالم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شرک کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ دعوائے توحید پر یہاں چھ عقلی دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی دلیل الحیّ وہ زندہ ہے ایسا زندہ کہ زندگی اس کی صفت ذاتی ہے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ جس پر کبھی عدم نہیں آیا اور نہ ہی کبھی اس پر موت آئے گی جیسا کہ سورۂ فرقان میں ہے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ۔ دوسری دلیل القیوم وہ خود بھی قائم و دائم ہے۔ اور ہر چیز کو بھی اس نے سہارا دے رکھا اور قائم کر رکھا ہے وہ سب کا رازق اور نگہبان ہے۔ القائم الحافظ لکل شیٔ و المعطی له ما به قوامه (روح ص ۸ ج ۳) تیسری دلیل لا تاخذه سنة و لا نوم وہ ہر وقت خبردار اور بیدار رہتا ہے اور اپنی مخلوق سے کبھی غافل نہیں ہوتا اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

لوم انبیاء علیہم السلام کے بارے میں محدثین کرام

موضح قرآن ف۱ یعنی جہاد ہے کافروں کی ضد توڑنے کو ہدایت اللہ کرتا ہے جس کی قسمت میں رکھی ہے۔ ان کو شبہ آیا تو ساتھ ہی اس پر خبردار کر دیا ف۲ ایک بادشاہ تھا وہ اپنے تئیں سجدہ کرواتا تھا سلطنت کے غرور سے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو سجدہ نہ کیا۔ اس نے پوچھا۔ انہوں نے کہا میں اپنے رب ہی کو سجدہ کرتا ہوں۔ اس نے کہا رب تو میں ہوں۔ انہوں نے کہا میں رب حاکم کو نہیں کہتا۔ رب وہ ہے جو جلاوے اور مارے۔ اُنے دو قیدی منگائے جس کو جلانا پہنچتا تھا مار ڈالا۔ جس کو مارنا پہنچتا تھا۔ چھوڑ دیا تب انہوں نے آفتاب کی دلیل سے اس کو لاجواب کیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بستم مستحق کشتن را می گذارم و کسی را کہ مستحق کشتن نیست می کشم ۱۲ ف۲ آن شخص عزیر بود ۱۲

کا مسلک یہ ہے کہ وہ ناقض وضو نہیں۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رات اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں بسر کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا ادا کرکے حضرت میمونہؓ کے گھر تشریف لائے اور چار رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر سو گئے۔ رات کے آخری حصہ میں آپ بیدار ہوئے اور وضو فرما کر نماز تہجد، وتر اور فجر کی سنتیں ادا کیں۔ اس کے بعد پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن نے آپ کو اطلاع دی اور آپ نے جاکر نماز فجر ادا کی۔ لیکن وضو نہیں فرمایا۔ اس موقع پر روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ فصلى فی تلك الليلة ثلث عشرة ركعة ثم نام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى نفخ و كان اذا نام نفخ ثم اتاه المؤذن فخرج فصلى ولم يتوضأ اور بعض روایتوں میں ہے ثم نام حتى سمعت غطيطه (صحیح مسلم صفحہ ۲۶۰ ج ۱) اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے قالت عائشة فقلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال يا عائشة ان عينى تنامان ولا ينام قلبى (جامع ترمذی وغیرہ) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا رہتا ہے لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس کا یہ واقعہ کئی راویوں نے بیان کیا ہے اور اس ایک ہی واقعہ کی تفصیلات بیان کرنے میں راویوں کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ حضرت شیخؒ نے اس واقعہ کے اکثر طرق نقل کرکے انکے باہمی اختلافات کی نشاندہی فرما دی ہے۔ ملاحظہ ہو آپ کی تصنیف تحریرات حدیث از صفحہ ۶۴ تا صفحہ ۶۶ مثلاً ایک روایت میں ہے کہ نماز عشا کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت میمونہؓ کے گھر چار رکعت نماز ادا کی اور پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ ایک روایت میں سونے اور خراٹوں کا ذکر نماز تہجد اور صبح کی سنتوں کے درمیان کیا گیا ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ دونوں چیزیں صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان مذکور ہیں۔ اسی طرح بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس رات آپ تہجد کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد سوتے اور پھر اٹھ کر وضو فرمایا۔ لیکن دوسری روایتوں میں ہر دو رکعتوں کے بعد نیند اور وضو کا ذکر

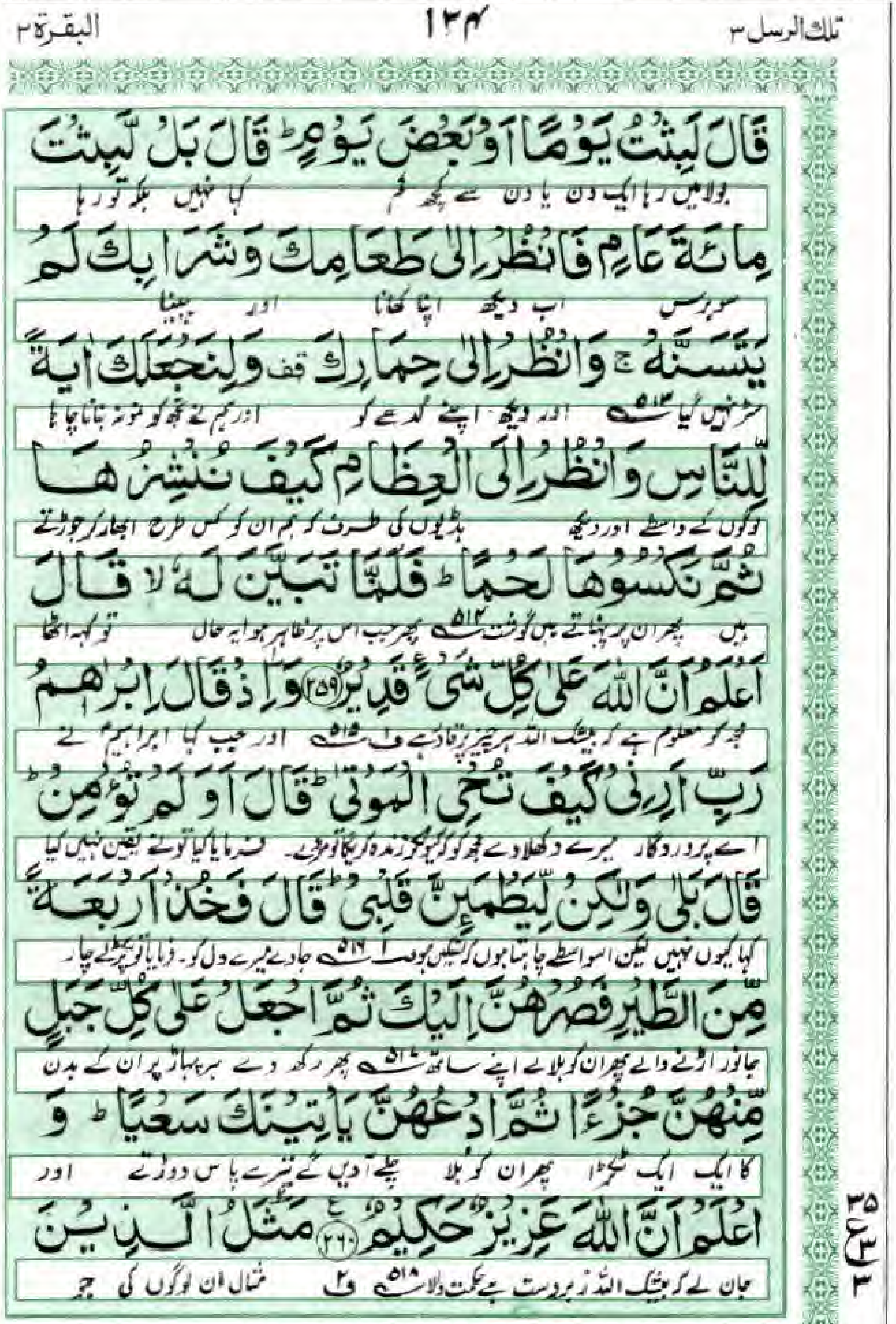

تلك الرسل ۳ ۱۲۴ البقرة ۲

قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ

بولا میں رہا ایک دن یا دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا

مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ

سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا

يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ قف وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً

سڑ نہیں گیا ف۱ اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا

لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا

لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑتے

ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ

ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت ف۵۱۲ پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا

اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۵۹) وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ

مجھ کو معلوم ہے کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۵۱۳ اور جب کہا ابراہیمؑ نے

رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ

اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کیونکر زندہ کریگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا

قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۭ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً

کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے میرے دل کو ف۵۱۴ فرمایا تو پکڑ لے چار

مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰي كُلِّ جَبَلٍ

جانور اڑنے والے پھر ان کو ہلا لے اپنے ساتھ ف۵۱۵ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کے بدن

مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَ

کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو بلا چلے آویں گے تیرے پاس دوڑتے اور

اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۶۰) مَثَلُ الَّذِيْنَ

جان لے کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۵۱۶ ف۲ مثال ان لوگوں کی جو

ع ۳۵ ۳

منزل ۱

م۱ : ای تصر مقرع برقانون اول ۱۲

م۲ ذو مضمون اتفاق یعنی بار دبالتفصیل ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہ شخص حضرت عزیر تھے بخت نصر ایک بادشاہ تھا کافر بنی اسرائیل پر غالب ہوا۔ شہر بیت المقدس کو ویران کیا تمام لوگ بندی میں پکڑے گئے۔ تب حضرت عزیر اس شہر پر گذرے تعجب کیا کہ یہ شہر کیونکر آباد ہو۔ اسی جگہ انکی روح قبض ہوئی۔ سو برس کے بعد زندہ ہوئے۔ انکا کھانا اور پینا پاس دھرا تھا اسی طرح اور سواری کا گدھا مرکر ہڈیاں اسی شکل میں دھری تھیں وہ انکے روبرو زندہ ہوا۔ اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہوئے اور شہر پھر آباد ہو رہا۔ انہوں نے زندہ ہو کر آباد ہی دیکھا۔ **ف۲** چار جانور لائے ایک مرغ ایک مور ایک کوا ایک کبوتر انکو اپنے ساتھ ہلایا۔ کہ پہچان رہے پھر ذبح کیا ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھے ایک پر پر ایک پر دھڑ ایک پر پاؤں۔ بیچ میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا اسکا سر اڑ کر ہوا میں کھڑا ہوا پھر دھڑ ملا پھر پر لگے پھر پاؤں وہ دوڑتا چلا آیا اسی طرح چاروں آئے۔ فائدہ یہ تین قصے فرمائے اس پر کہ اللہ آپ ہدایت کرنیوالا ہے جس کو چاہے اگر شبہ پڑے تو ساتھ ہی جواب بھیجے اب آگے پھر جہاد کا مذکور ہے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی عین الیقین می خواهم ۱۲

ندارد ہے۔ ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ بعض روایتوں میں فجر کی سنتوں کے بعد مطلق نیند اور خراٹوں کا ذکر ہے بعض میں اضطجاع (یعنی پہلو کے بل لیٹنا) اور بعض میں احتباء (یعنی گھٹنوں کو کھڑے کرکے دونوں ہاتھوں کا دائرہ بنا کر ان کے سہارے بیٹھنا) کا ذکر ہے۔

یہ واقعہ چونکہ ایک ہی دفعہ پیش آیا ہے اس لئے اس کی تفصیلات میں اس قدر متضاد اختلافات کا وجود نا ممکن ہے۔ لیکن مختلف طرق میں غور و فکر سے تطبیق و ترجیح کی حسب ذیل صورت نظر آتی ہے۔ اصل روایت میں نیند اور خراٹوں کا ذکر صرف ان چار رکعتوں کے بعد ہے۔ جو نماز عشاء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ادا کی تھیں لیکن بعض راویوں نے تہجد کے بعد یا فجر کی سنتوں کے بعد بھی اس کا ذکر کر دیا۔ اسی طرح اصل واقعہ میں یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احتباء فرمایا۔ اور اسی حالت میں آپ کو خفیف سی نیند آگئی اور سانس نکلنے کی آواز سنائی دینے لگی جس کو راوی نے نفخ سے تعبیر کیا ہے اور نفخ ہی کو بعض راویوں نے غطیط یا خطیط (خراٹے) سے تعبیر کر ڈالا ہے۔ جیسا کہ حافظ بدر الدین عینی فرماتے ہیں۔ نفخ بالخاء المعجمة ای من خیشومه وھو المعبر عنه بالغطیط (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ثانی صہ ۲۵۵) اور اس طرح احتباء کی حالت میں نیند کسی کے حق میں بھی ناقض وضو نہیں۔ اصل بات تو یہ تھی۔ پھر اسی مفہوم کو بعض راویوں نے روایت بالمعنی کرکے ثم اضطجع فنام سے ادا کر دیا۔

باقی رہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت تو اس کے الفاظ تو بظاہر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بحالت خواب نیند سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بند ہو جاتی تھیں لیکن آپ کا دل ہمیشہ بیدار رہتا تھا لیکن درحقیقت یہ قاعدہ کلیہ نہیں تھا۔ بلکہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اور قلب مبارک دونوں چیزیں نیند سے متاثر ہو جاتی تھیں اور بعض اوقات ایسا ہوتا کہ صرف آنکھیں نیند سے بند ہو جاتیں۔ لیکن دل بیدار رہتا۔ چنانچہ لیلۃ التعریس میں جس کی طرف پہلے اشارہ گزر چکا ہے۔ جب نیند کی وجہ آپ کی اور آپ کے ہم سفر صحابہ کی نماز فجر فوت ہوگئی۔ تو آپ نے از سر نو وضو کرکے نماز ادا فرمائی۔ اس واقعہ کی توجیہ کرتے ہوئے بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ اس موقع پر آپ کی آنکھوں کے ساتھ دل پر بھی نیند طاری ہوگئی تھی۔ اس لئے آپ وقت پر بیدار نہ ہو سکے اور اسی لئے آپ نے وضو کی تجدید فرمائی جیسا کہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک صہ ۱۴۸۔ ج ۱ میں ہے۔ انه کان فی وقت ینام وفی وقت لا ینام فصادف الوادی لنومه۔

لہ یہ چوتھی دلیل ہے زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کو اسی نے پیدا کیا اور سب کچھ اسی کے قبضہ اور اختیار و تصرف میں ہے۔ پھر کون ہے جو اس پر جبر کر سکے اور اس سے اپنی بات منوا سکے۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یہ پانچویں دلیل ہے۔ استفہام انکاری ہے مطلب یہ کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا اور نہ ہی اس کی مرضی کے خلاف کسی مجرم کو سفارش کرکے سزا سے بچا سکتا ہے۔ جیسا کہ عام مشرکوں کا خیال تھا کہ جن بزرگوں کو ہم پکارتے ہیں وہ ہمیں بخشوا لیں گے۔ اور خدا سے ہمارے تمام کام بھی کرا دیں گے۔ وفی ذالك تایئس للکفار حیث زعموا ان الھتھم شفعاء لھم عند اللہ تعالی (روح صہ ۹ ج ۳)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شفاعت کا مسئلہ قرآن مجید میں مختلف عنوانات سے بیان کیا گیا ہے۔ کہیں فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (بقرہ ع ۳۴) کہیں فرمایا لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا (طٰہٰ ع ۶) کہیں ارشاد ہے اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی (انبیاء ع ۲) کہیں فرمایا اِلَّا مَنْ شَھِدَ بِالْحَقِّ (زخرف ع ۷) کہیں ارشاد ہے لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (نباء ع ۲) ان کے علاوہ اور بہت سی آیتوں میں مسئلہ شفاعت مذکور ہے۔ ان تمام آیتوں کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ ان میں شفاعت قہری کی نفی کی گئی ہے۔ جس کے مشرکین معتقد تھے اور اس کے سوا شفاعت کی ایک اور قسم کا اثبات کیا گیا ہے یعنی شفاعت بالاذن۔ پھر اس جائز شفاعت کی دو قسمیں ہیں ایک شفاعت فی الدنیا اور دوم شفاعت فی الآخرت۔ شفاعت فی الدنیا یعنی دنیا میں شفاعت مومن اور کافر دونوں کے لئے جائز ہے۔ مومن کے لئے دنیا میں شفاعت یہ ہے کہ اس کے گناہوں کی بخشش اور حق پر اس کی استقامت کے لئے دعا کرے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امر ہوا۔ وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم واستغفر لھم اللہ (توبہ ع ۱۳) اور کافر کے لئے شفاعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے راہ راست پر آجانے کی دعا کرے۔ لیکن یہ صرف اسی وقت تک جائز ہے جب تک اس کے دل پر مہر جباریت نہ لگ جائے اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے دل پر مہر جباریت لگ چکی ہے۔ اس وقت اس کے حق میں دنیا میں شفاعت نہ کی جائے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ۔ باقی رہی آخرت میں شفاعت تو وہ قبل العلم مومنوں اور کافروں دونوں کے لئے جائز ہے۔ لیکن بعد العلم صرف مومنوں کے لئے جائز ہے اور کافروں کے لئے جائز نہیں۔ اور علم سے مراد یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مشفوع لہٗ مومن ہے یا کافر۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن قبل العلم کافروں کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو فرشتے جہنم کی طرف لے جائیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی اصحابی پکار کر ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس پر اللہ کی طرف سے آپکو جواب ملے گا کہ آپ کو معلوم نہیں۔ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اس پر آپ خاموش ہو جائیں گے اور پھر ان کی شفاعت نہیں کریں گے۔

ان آیتوں کے الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں پہلے شفاعت کرنے والوں کو باقاعدہ اذن دیا جائے گا کہ فلاں فلاں کے لئے شفاعت کرو تو قبول ہوگی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے (صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آخرت میں شفاعت کبریٰ کا اذن ملنا ثابت ہے) اس لئے من اذن لہ اور لمن اذن لہ وغیرہ سے اذن کا متبادر مفہوم یعنی اجازت مراد نہیں ہے۔ بلکہ دوسری آیتوں کی روشنی میں اس آیت میں مشفوع لہٗ سے مراد مومن ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے الا من شھد بالحق۔ جس نے حق کی شہادت دی یعنی مومن۔ اس کی تائید ایک دوسری آیت سے ہوتی ہے۔ الا لمن ارتضی جس کو خدا پسند کرے اور وہ صرف مومن ہی ہو سکتا ہے جن آیتوں میں بلا اجازت کلام کی نفی ہے۔ وہاں آخرت کی شفاعت مراد ہے۔ اور مشفوع لہٗ صرف ایمان والے ہیں اور جن آیتوں میں کلام کی نفی کی گئی ہے ان میں دنیا کی شفاعت سے متعلق ہیں اور بعض آخرت سے اور بعض دونوں کی محتمل ہیں مسئلہ شفاعت کی پوری تحقیق سورۂ یونس کی تفسیر میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

یہ چھٹی دلیل ہے اور یہ محاورہ ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علمی کا بیان مقصود ہے یعنی وہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کے تمام ظاہر و باطن اور گذشتہ و آئندہ حالات و واقعات کو خوب جانتا ہے دلیل علی احاطة علمه بجمیع الکائنات ماضیھا وحاضرھا ومستقبلھا (ابن کثیر صہ ۳۰۹ ج ۱) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ

مابین ایدیہم وما خلفہم میں ضمیر غائب من ذا الذی کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ لوگ جن کو مشرکین اپنے شفعاء غالب سمجھتے تھے ولا یحیطون بشیٔ من علمہ اور اس کی مخلوق میں سے کوئی جن و بشر، کوئی پیغمبر یا کوئی فرشتہ اللہ کے معلومات میں سے کسی ایک چیز کی حقیقت اور کنہ کو بھی نہیں جانتا۔ ہاں جو تھوڑا بہت علم اللہ نے ان کو دیدیا ہے۔ اس سے آگے ان کے علم کی حدود نہیں بڑھ سکتیں۔ وسع کرسیہ السمٰوات والارض کرسی سے یا تو اس کا حقیقی معنی مراد ہے۔ لیکن اس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا اس سے مراد علم ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے یا یہ قدرت اور سلطنت سے کنایہ ہے۔ کرسیہ ملکہ وسلطانہ (معالم ص ۲۲۶ ج ۱) اصل الکرسی السلطان والقدرۃ والملک (کبیر ص ۴۷۰ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ اس کی قدرت اور حکومت پوری کائنات پر حاوی ہے۔ سب اس کے محکوم و مملوک ہیں اور کوئی اس کا شریک اور ہمسر نہیں۔ ولا یؤدہ حفظہما زمین و آسمان کی حفاظت اور نگہبانی سے وہ تھکتا اور اکتاتا نہیں۔ یہ ساتویں دلیل ہے۔ وھو العلی العظیم ○ وہ ہر چیز سے بلند تر اور بزرگ تر، ہر چیز اس کے سامنے ہیچ اور حقیر ہے۔ یہ آیت کریمہ آیۃ الکرسی کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی تمام آیتوں سے افضل ہے اس لئے کہ اس میں اللہ کی توحید اور اس کی صفات کا کامل اور جامع بیان ہے۔ آیت الکرسی کی ابتدا میں بھی حصر ہے۔ یعنی ھو الحی القیوم میں اور آخر میں بھی یعنی ھو العلی العظیم میں۔ کیونکہ دونوں جگہوں میں خبریں معرفہ ہیں اسلئے آیت کے باقی تمام حصے بھی حصر پر ہی محمول ہوں گے۔ کیونکہ یہ قانون ہے کہ کلام کے کسی ایک حصہ میں جب حصر ہو تو اس کے باقی حصے بھی حصر پر ہی محمول ہوتے ہیں ششہ یہ آیت جہاد سے متعلق ہے اور اس میں جہاد سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے یعنی جہاد کا مقصد یہ نہیں کہ کافروں کو بزور شمشیر مسلمان بنایا جائے۔ بلکہ اس کا مقصد جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے یہ ہے کہ دنیا کو فتنہ و فساد سے پاک کیا جائے۔ اور کفار کو مومنوں کو جبراً کافر بنانے سے روکا جائے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ای حتی لا یفتن مومن (مدارک) ایمان کا تعلق چونکہ دل سے ہے اور دل پر جبر نہیں ہو سکتا کیونکہ دل اسی بات کو مانتا ہے۔ جسے وہ اپنے اختیار سے پسند کرتا ہے اس لئے اسلام میں کسی کو جبراً مومن بنانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اس طرح انسان مجبور ہو جائے گا۔ اور اس سے اس کا اختیار چھن جائے گا اور ابتلاء و امتحان کی حکمت فوت ہو جائے گی۔ نیز جبر کا مطلب تو یہ ہوتا ہے۔ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف ایسے فعل پر مجبور کیا جائے۔ جس میں فی نفسہ کوئی بہتری نہ ہو یا اگر ہو تو اس کو نظر نہ آتی ہو۔ مگر یہاں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام سرتاپا خیر ہی خیر ہے۔ نیز اسلام کی راہ اس قدر واضح ہو چکی ہے کہ کفر کی راہ سے اس کا امتیاز بالکل آسان ہے۔ ادنیٰ تامل سے اسلام کی خوبیاں اور کفر کی برائیاں سمجھ میں آسکتی ہیں اور انسان رضا و رغبت سے اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس لئے جبر و اکراہ کی ضرورت ہی نہیں۔ ہاں اگر کوئی مسلمان عیاذاً باللہ دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف چلا جائے تو وہ چونکہ اسلام کا باغی ہے۔ اس لئے اسے دوبارہ اسلامی آئین قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اگر اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا تو اسے مسلمانوں کی جماعت میں شامل کر لیا جائیگا۔ ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ قد تبین الرشد من الغی یہ ماقبل کی علت ہے تعلیل صدر بکلمۃ التحقیق لزیادۃ تقریر مضمونہ (روح ص ۱۳ ج ۳)

ششہ حضرت عمرؓ، حسین بن علی، مجاہد اور قتادہ سے منقول ہے کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ امام مالک اور امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا ہر معبود طاغوت ہے۔ وعن مالک بن انس کل ما عبد من دون اللہ تعالیٰ (روح ص ۱۳ ج ۳) والصواب من القول عندی فی الطاغوت انہ کل ذی طغیان علی اللہ فعبد من دونہ اما بقھر منہ لمن عبدہ و اما بطاعۃ ممن عبدہ انسانا کان ذالک المعبود او شیطانا او وثنا او صنما او کائنا ما کان من شیٔ (ابن جریر ص ۱۲ ج ۳) اور العروۃ الوثقی سے مراد ایمان اور خالص توحید ہے بالعروۃ الوثقی قال مجاھد العروۃ الایمان (قرطبی ص ۲۸۲ ج ۳) یعنی جس نے شیطان کا اتباع ترک کر دیا اور ہر غیر اللہ کی عبادت چھوڑ دی اور کفر و شرک سے توبہ کر کے خدائے واحد پر دل و جان سے ایمان لے آیا اس نے ایک ایسی مضبوط اور محکم کڑی کو تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ یہ مضبوط کڑی ایمان اور اسلام ہے۔ جسے تھام لینے کے بعد دنیا اور آخرت میں خدا کی راہنمائی اور دستگیری حاصل ہو جاتی ہے دل مطمئن ہو جاتا ہے اور تمام کام آسان ہو جاتے ہیں۔ آگے اللہ تعالیٰ نے دو تکوینی قانون بیان فرمائے ہیں۔ پہلا قانون یہ ہے کہ اگر کسی وقت مومنوں کے دلوں میں توحید کے بارے میں کوئی ادنیٰ سا شبہ بھی واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فوراً شبہات کے اندھیروں کو نور ہدایت سے دور فرما کر ان کے دلوں کو مطمئن کر دیتا ہے اور دوسرا قانون یہ ہے کہ اگر کبھی کسی مشرک کے دل میں دلائل توحید کو دیکھ کر توحید کی طرف میلان سا پیدا ہو جاتا ہے تو جھٹ شیاطین ان کو شبہات کی الجھنوں میں ڈال کر ان کے راہ راست پر آنے کے امکان کو ختم کر دیتے ہیں۔ ششہ یہ پہلے قانون کا بیان ہے۔ ولی کے معنی ناصر اور مددگار کے ہیں۔ ظلمات سے کفر و شرک اور شبہات کے اندھیرے مراد ہیں اور نور سے مراد یقین و ایمان کی روشنی ہے اور الذین آمنوا سے وہ لوگ مراد ہیں جو حق کے متلاشی اور ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ والمراد بہم من اراد الایمان (روح ص ۱۴ ج ۳) یعنی جو لوگ حق کے طالب ہوں اللہ کی طرف انابت کریں اور ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری فرماتا اور ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں کفر و شرک اور شکوک و شبہات کی الجھنوں سے نکال کر ان کے دلوں کو نور ایمان سے منور اور دولت یقین سے مالا مال کر دیتا ہے ششہ یہ دوسرا قانون ہے۔ لیکن جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے کفر پر رہنا چاہتے ہیں اور اپنے اختیار سے کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے ایمان کی توفیق چھین کر شیطانوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے جو ان کے دلوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے دل شبہات کی سیاہی سے بالکل ڈھک جاتے ہیں اور ان سے فطری نور چھین لیا جاتا ہے اور ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے۔ ششہ اولئک کا اشارہ الذین کفروا کی طرف ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے عناداً اور اختیاراً کفر قبول کیا ہے۔ وہ جہنمی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس کے بعد اللہ نے تین قصے بیان فرمائے ہیں۔ جو ان دونوں قاعدوں پر لف و نشر غیر مرتب کے طور پر متفرع ہیں۔ ششہ یہ پہلا واقعہ ہے جو دوسرے قاعدے پر متفرع ہے۔ اور اس پر بطور تمثیل ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ضدی اور معاند آدمی کو وضوح حق کے باوجود قبول حق کی توفیق نہیں ملتی۔ جیسا کہ نمرود کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ٹھوس اور اطمینان بخش دلائل سے خدا کی توحید واضح کر کے اس پر حجت خداوندی قائم کر دی۔ مگر اس کے باوجود اس نے اسے قبول نہ کیا کیونکہ وہ ضد و عناد کی وجہ سے قبول حق کی استعداد سے محروم ہو چکا تھا۔ جس شخص سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناظرے کا یہاں ذکر ہے۔ مفسرین نے اس سے نمرود مراد لیا ہے۔ جو اس زمانے کا بڑا ظالم و جابر اور سرکش بادشاہ تھا اور اپنے کو خدا کا اوتار سمجھتا تھا۔ ھذا الذی حاج ابراھیم فی ربہ وھو ملک بابل نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح (ابن کثیر ص ۳۱۴ ج ۱، قرطبی ص ۲۸۳ ج ۳) اٰتٰہ سے پہلے لام تعلیلیہ محذوف ہے۔ یعنی خدا کے بارے میں اس کے جھگڑنے کا سبب یہ تھا کہ خدا نے اس کو حکومت دی، اقتدار بخشا اور وہ نشۂ اقتدار سے مخمور ہو کر غرور کرنے لگا اور خدا کا شریک بن بیٹھا۔ لان آتاہ اللہ یعنی ان ایتاء الملک ابطرہ واورثہ

المکبر محاج لذالک (مدارک صہ ۱۰۲ ج ۱) ف۵۰۹ اذ ظرف حاج کے متعلق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول نمرود کے سوال کا جواب ہے۔ نمرود نے سوال کیا تھا۔ کہ وہ رب کونسا ہے۔ جس کی توحید کی تو دعوت دیتا ہے۔ قالہ اثر قول نمرود من ربک الذی تدعو الیہ؟ (روح صہ ۱۴ ج ۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں اللہ کی دو ایسی صفتوں کا ذکر کیا جو بالکل واضح تھیں اور جن کا روزمرہ کی زندگی میں نمرود بھی مشاہدہ کرتا تھا۔ یعنی زندہ کرنا (پیدا کرنا) اور مارنا۔ موت وحیات خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے زندگی سلب کرلیتا ہے قال انا احی و امیت۔ اس ضدی ملعون نے ان کے قول کو غلط مفہوم میں لیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ جس کو زندگی دیتا یا جس سے زندگی چھینتا ہے۔ وہ ظاہری اسباب ہی کے ذریعے ایسا کرتا ہے اور اسطرح ظاہری اسباب کے ذریعے تو میں بھی ایسا کرسکتا ہوں۔ مثلاً جسے چاہوں معاف کردوں اور جسے چاہوں قتل کرادوں۔ نمرود خوب جانتا تھا۔ کہ موت وحیات اس کے قبضہ میں نہیں۔ مگر محض ضد و عناد اور ڈھٹائی کی بنا پر اس نے یہ جواب دیا۔ و انما اراد ان یدعی لنفسہ ھذا المقام عنادا و مکابرۃ۔ (ابن کثیر صہ ۳۱۳۔ ج ۱) ف۵۱۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ وہ ضد اور ڈھٹائی پر تلا ہوا ہے۔ اس لئے فوراً ایسی دلیل پیش کردی جس کے سامنے وہ بالکل بے بس ہوگیا۔ اور اس کی ضد اور ڈھٹائی کی بھی پیش نہ چل سکی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا ان کی پہلی دلیل اس سرکش پر کارگر نہیں ہوئی تو فوراً دوسری دلیل پیش فرمادی۔ جس طرح طبیب حاذق جب دیکھتا ہے کہ مریض کو ایک نسخہ سے فائدہ نہیں ہوا تو اس کیلئے دوسرا نسخہ تجویز کردیتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے اگر تو خدا ہے تو اسے مغرب کی طرف سے نکال کر دکھا دے۔ فبھت الذی کفر اس پر وہ کافر جھگڑالو حیرت زدہ ہوگیا اور اپنا سامنہ لیکر رہ گیا۔ واللہ لا یھدی القوم الظلمین۔ جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے حق قبول نہیں کرتے اور اپنے لئے عذاب جہنم کا سامان مہیا کرتے ہیں ایسے ظالموں کو خدا ہدایت قبول کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں یعنی جو لوگ ضد اور عناد کی وجہ سے توحید کی مخالفت کرتے ہیں اور اللہ کی طرف انابت نہیں کرتے ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے اور وہ کسی صورت میں راہ راست پر نہیں آسکتے ف۵۱۱ یہ دوسرا واقعہ ہے جو پہلے قاعدہ پر متفرع ہے اور او تنویعیہ ہے۔ یعنی دوسری نوع کے بیان کے لئے ہے۔ یہ قصہ پہلے قاعدہ پر متفرع ہے اور اس کی تمثیل ہے کہ۔ جو لوگ اللہ کی طرف انابت کرتے ہیں۔ حق و صداقت اور اطمینان باطن کے متلاشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کس طرح ان کی دستگیری کرتا اور ان کے اطمینان کا سامان مہیا کرتا ہے۔ استشھاد علی ماذکر من ولایتہ تعالیٰ للمومنین و تقریرلہ (ابوالسعود صہ ۲۸۳ ج ۲) کالذی میں کاف تمثیل کے لئے ہے یعنی اس کے منجملہ شواہد میں سے ایک یہ ہے۔ اس قسم کے اور بھی کئی واقعات ہوچکے ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ پارہ دوم میں الم ترالی الذین خرجوا میں مذکور ہوا ہے کہ بعض مومنوں کو قتال نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مار کر پھر زندہ فرمایا۔ یا کاف زائدہ ہے۔ الذی مر کے بارے میں اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ والمار ھو عزیر بن شرخیا کما اخرجہ الحاکم عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و اسحٰق بن بشر عن ابن عباس و عبد اللہ بن سلام والیہ ذھب قتادۃ و عکرمۃ و الربیع والضحاک والسدی و خلق کثیر (روح صہ ۲۰ ج ۳) اور قریہ سے مراد بیت المقدس ہے جسے بخت نصر نے تباہ و برباد کردیا تھا۔ وقال عکرمۃ والربیع و وھب ھی بیت المقدس و کان قد خربھا بختنصر و ھذا ھو الاشھر (روح صہ ۲۱ ج ۳، بحر صہ ۲۹۱، ج ۲) ف۵۱۲ انہوں نے جب اس کی تباہی کا منظر دیکھا تو اظہار تاسف کے طور پر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا مطلب یہ نہیں کہ انہیں ان کے دوبارہ جی اٹھنے کا یقین نہیں تھا بلکہ وہ کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ فاماتہ اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کیفیت احیاء کا مشاہدہ کرانے کے لئے ان پر موت وارد کردی اور وہ پورے سو سال اسی حالت میں زمین کے اوپر ہی پڑے رہے اور سو سال کا عرصہ گذر جانے کے بعد اللہ نے ان کو زندہ کیا۔ قال کم لبثت یہ سوال و جواب احاطۂ صفات سے انکے عجز کے اظہار کے لئے کیا گیا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے حالت موت کی مدت صرف ایک دن یا اس سے بھی کم بتائی یہ محض ان کا اندازہ اور تخمینہ تھا۔ سو سال کا عرصہ انہیں یک روزہ خواب کی طرح معلوم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حالت موت میں یہ جلیل القدر پیغمبر علیہ السلام اختلاف لیل و نہار اور انقلابات زمانہ سے بالکل بے خبر تھا۔ اگر انہیں ان چیزوں کا احساس ہوتا تو مدت کا وہ یہ تخمینہ بیان نہ کرتے بلکہ ان کو پوری مدت کا ٹھیک ٹھیک علم ہوتا۔ اس واقعہ سے سماع موتی کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت عزیر علیہ السلام دنیا میں ہونے والے تمام انقلابات سے بے خبر تھے۔ سو سال کے عرصہ میں نہ تو رات دن کے اختلاف کا ان کو پتہ چلا اور نہ ہی انہیں بیرونی آوازیں سنائی دیں۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ ان کے ابدان مبارکہ میں موجود نہیں رہتیں اور ان کی حیات دنیوی ناسوتی نہیں ہوتی بلکہ برزخی ہوتی ہے۔ ف۵۱۳ یعنی تم تو پورے سو سال حالت موت میں رہے ہو۔ مگر دیکھو تو اس کے باوجود تمہارا کھانا پینا خراب نہیں ہوا۔ اس میں کسی قسم کا تغیر اور بو پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ آج بھی اسی طرح تر و تازہ ہے۔ جس طرح آج سے سو سال پہلے تھا۔ وانظر الی حمارک۔ الخ۔ حضرت عزیر علیہ السلام جب یہاں سے گذرے تھے اس وقت گدھے پر سوار تھے۔ آرام کرنے کے لئے گدھے کو وہاں چھوڑ کر لیٹ گئے۔ اور حالت نوم ہی میں ان کی روح قبض کرلی گئی۔ ادھر گدھا بھی مرگیا اور اس اثنا میں اس کا گوشت پوست تو مٹی نے کھالیا۔ مگر ہڈیوں کا ڈھانچہ صحیح سلامت پڑا رہا۔ تو اللہ نے فرمایا اپنے گدھے کی طرف بھی دیکھو ہم اسے کس طرح زندہ کرتے ہیں تاکہ ہم تمہیں بعث بعد الموت یعنی دوبارہ جی اٹھنے پر لوگوں کے لئے دلیل اور برہان بنادیں۔ ولنجعلک اٰیۃ للناس و دلالۃ علی البعث بعد الموت (قرطبی صہ ۲۹۴۔ ج ۳) ف۵۱۴ انشاز کے معنی ہلانے اور جنبش دینے کے ہیں۔ ہماری قدرت کاملہ کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرلو اور مشاہدہ کرلو کہ ہم کس طرح گدھے کی ہڈیوں کو گوشت پوست پہنا کر اور اس میں روح پھونک کر اسے دوبارہ زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دیکھتے دیکھتے ہی گدھے کو زندہ کردیا۔ ف۵۱۵ علم سے یہاں علم مشاہدہ اور معائنہ مراد ہے۔ کیونکہ خدا کی قدرت کا علم و یقین تو انہیں پہلے بھی حاصل تھا۔ مگر وہ علم شہود نہیں تھا۔ قال مکی انہ اخبر عن نفسہ عندما عاین من قدرۃ اللہ تعالیٰ فی احیائہ الموتی فتیقن ذالک بالمشاھدۃ (قرطبی صہ ۲۹۶۔ ج ۳) ف۵۱۶ یہ واقعہ بھی پہلے قاعدہ پر متفرع ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اگرچہ اللہ کی قدرت علی الاحیاء کا پورا پورا یقین تھا۔ وہ اس کی کیفیت کا مشاہدہ کرکے مزید اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا۔ کیونکہ جو علم مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے وہ بدیہی اور ضروری ہوتا ہے اور علم استدلالی سے زیادہ محکم اور پائیدار ہوتا ہے۔ معناہ بلی اٰمنت و لکن لازید سکونا و طمانیۃ بمضامۃ علم الضرورۃ علم الاستدلال و تظاھر الادلۃ اسکن للقلوب و ازید للبصیرۃ (مدارک صہ ۱۰۳۔ ج ۱) لم یکن ابراہیم علیہ السلام شاکا۔ احیاء اللہ الموتی قط و انما طلب المعاینۃ (قرطبی صہ ۲۹۰۔ ج ۳) اللہ تعالیٰ کا یہ سوال کہ کیا تمہیں میری قدرت علی الاحیاء پر ایمان نہیں۔

يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ

خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ

أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ؕ

اس سے اگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے ف۵۲۰

وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ؕ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾

اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنیوالا ہے سب کچھ جانتا ہے

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر

يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى ۙ لَهُمْ أَجْرُهُمْ

خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں ف۵۲۱ انہی کیلئے ثواب انکا

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٦٢﴾

اپنے رب کے یہاں اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ غمگین ہوں گے۔

قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ

جواب دینا نرم اور درگذر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس

يَتْبَعُهَا أَذًى ۗ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿٢٦٣﴾ يَا أَيُّهَا

کے پیچھے ہو ستانا ف۵۲۲ اور اللہ بے پرواہ ہے نہایت تحمل والا ف۱ اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ

ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور

الْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ

ایذا دے کر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ

رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ف۵۲۳ سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب کہ ایمان تو ہے۔ لیکن آنکھوں سے مشاہدہ کرکے مزید اطمینان چاہتا ہوں۔ اس سوال وجواب سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود ہے۔ تاکہ سامعین میں سے کسی کو حضرت خلیل علیہ السلام کے ایمان کے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی نہ پیدا ہو۔ ف۵۱۸ ھو صار یصور صوراً سے امر ہے جس کے معنی ہلانے اور مائل کرنے کے ہیں یعنی چار پرندے لو اور انہیں اپنے ساتھ خوب مانوس کرلو اور ہلالو تاکہ بعد میں پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ المعنی املھن الیک ای اضممھن و اجمعھن الیک (قرطبی ص ۳۰۱ ج ۳) ثم اجعل علی کل جبل منھن جزء۔ پھر انہیں ذبح کرکے اور ان کے ٹکڑے کرکے ان کے اجزاء کو قرب وجوار کے پہاڑوں پر رکھ دو۔ فقولہ "الیک" علی تاویل الامالۃ و الضم متعلق بصرھن وفی الکلام متروک فاملھن الیک ثم قطعھن (قرطبی ص ۳۰۱ ج ۳) ثم ادعھن یاتینک سعیا پھر انہیں اپنی طرف بلاؤ تو وہ زندہ ہوکر صحیح سلامت دوڑتے ہوئے تمہارے پاس چلے آئیں گے ف۵۱۹ یہ کیفیت دیکھ کر تمہیں علم شہود حاصل ہوجائے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ مگر وہ کرتا وہی کچھ ہے۔ جو حکمت کے عین مطابق ہو

ف۱ ترغیب اخلاص فی الانفاق ۱۲

اب آگے پھر انفاق فی سبیل اللہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا پہلے بھی بیان ہوچکا ہے مگر پہلے جہاد کا مضمون زیادہ تھا اور انفاق کا کم تھا۔ اب یہاں سے انفاق کا مضمون تفصیل سے بیان ہوتا ہے۔ یہ تفصیل مثل الذین ینفقون سے لے کر وھم لا یظلمون تک چلی گئی ہے۔ یعنی پورے تین رکوعات پر مشتمل ہے۔ پہلے رکوع میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب بیان فرماکر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ریاکاری سے بچنے اور اخلاص کو اپنا معمول بنانے کا حکم دیا ہے۔ اخلاص اور ریاکاری کی مثالیں دے کر اخلاص کا اجر اور ریا کا برا نتیجہ واضح فرمایا ہے۔ دوسرے رکوع میں حلال اور طیب مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور تیسرے رکوع میں انفاق بطور قرض کی ایک مذموم اور ناجائز صورت سے منع فرمایا ہے۔

ف۲ انفاق میں منّ و ریا سے اجتناب کا حکم ۱۲

ف۵۲۰ یہ اخلاص نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ جسے ایک مثال سے سمجھایا گیا ہے یعنی جو لوگ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک آدمی زمین میں ایک دانہ بو دیتا ہے۔ اس ایک دانہ سے سات شاخوں والا پودا پھوٹ نکلتا ہے۔ اور ہر شاخ پر ایک ایک خوشہ ہوتا ہے اور ہر خوشہ میں ایک سو دانہ ہوتا ہے۔ اس طرح ایک دانہ سے سات سو دانہ حاصل ہوا۔ تو جس طرح ایک دانہ زمین میں کاشت کرنے سے سات سو گنا بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کی ہوئی دولت کی ایک اکائی (پیسہ۔ آنہ۔ روپیہ وغیرہ) خدا کے یہاں سات سو گنا بڑھ جاتی ہے مثلاً ایک روپیہ خرچ کرنے سے سات سو روپیہ خرچ کرنیکا ثواب ملیگا۔ واللہ یضاعف لمن یشاء۔ جہاد میں اخلاص نیت کے ساتھ خرچ کرنے والوں کو سات سو گنا ثواب تو ہر حال میں ملے گا لیکن اگر خرچ کرنے والے کا تقویٰ، اخلاص نیت اور مال کی طہارت اور پاکیزگی عام سطح سے بلند ہوگی تو اسے سات سو گنا سے بھی زیادہ ثواب ملے گا۔ ای بحسب اخلاصہ فی عملہ (ابن کثیر ص ۳۱۰ ج ۱) المتصدق اذا کان صالحا والمال طیبا یضعہ موضعہ فیصیر الثواب اکثر (قرطبی ص ۳۰۳ ج ۳) واللہ واسع علیم ○ وہ بڑی وسعت والا ہے اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں وہ جتنا چاہے دے سکتا ہے اور وہ خرچ کرنے والوں کی نیتوں سے بھی آگاہ ہے

موضح قرآن ف۱۔ یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کی بدخوئی پر درگذر کرنی بہتر ہے۔ اس سے کہ دیوے پھر اس کو بار بار یاد دے۔ یہ سمجھے کہ میں نے اللہ کو دیا ہے۔ اس کو کیا پروا ہے۔ مگر اپنا بھلا کرتا ہوں۔

تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا

ہے کچھ مٹی پھر برسا اس پر زور کا مینہ تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف ۲۶۲؎ کچھ

يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا

ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں

يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو ف ف اور مثال ان کی جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ

خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور

تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ

اپنے دلوں کو ثابت کر کر ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر اس پر

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ

پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دوچند اور اگر نہ

يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے ۲۶۵؎ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے ف ف

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ

کیا پسند آتا ہے تم میں سے کسی کو یہ کہ ہووے اس کا باغ کھجور اور

اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا

انگور کا بہتی ہوں نیچے اس کے نہریں اس کو اس باغ میں

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ

اور بھی سب طرح کا میوہ حاصل ہو اور آگیا اس پر بڑھاپا اور اس کی

ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

اولاد ہیں ضعیف تب آپڑا اس باغ پر ایک بگولا جس میں آگ

ف ۱ مثال برائے اخلاص فی الانفاق ۱۲

اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ کون کتنے ثواب کا مستحق ہے۔ ۲۶۲؎ خرچ کرنے کی ترغیب اور خرچ کا ثواب بیان کرنے کے بعد اب ان امور کو بیان کیا جاتا ہے جو مذکورہ بالا ثواب کے استحقاق کے لئے ضروری ہیں۔ مَنّ کے معنی احسان جتلانے کے ہیں اور اذی کے معنی تکلیف دینے کے ہیں اور اس سے مراد ہر وہ قول وفعل ہے جس سے متصدق علیہ (جس کو خیرات دی جائے) کو تکلیف پہنچے مثلاً اسے یہ کہے کہ "یار بڑا جھگڑالو ہے۔ چمٹ ہی گیا ہے چھوڑتا ہی نہیں"۔ "کیسا ہٹا کٹا ہے کماتا کیوں نہیں"۔ صدقہ کرنے کے بعد لینے والے سے کام کرانا بھی اذی میں داخل ہے۔ اس لحاظ سے احسان جتلانا بھی اذی میں داخل ہے۔ مگر احسان جتلانے کی بیماری چونکہ عام تھی۔ اس لئے اسے علیحدہ ذکر کیا۔ لهم اجرهم عند ربهم۔ یعنی جو لوگ صدقہ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ ہی کسی اور طریقے سے سائل کو تکلیف دیتے ہیں صدقہ وخیرات کا ثواب صرف انہیں لوگوں کو ملتا ہے۔ کیوں کہ من اور اذی دونوں ایسی برائیاں ہیں کہ ان کی وجہ سے صدقہ اللہ کی رضا کے لئے نہیں رہتا۔ اس لئے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اللہ کے یہاں سے اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ملتا ۲۶۳؎ قول معروف سے مراد ہے سائل کو نرمی سے ٹال دینا اور مغفرۃ سے مراد یہ ہے کہ اگر سائل درشتی سے پیش آئے تو اس سے درگذر کیا جائے اور ناشائستہ الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ ای کلام جمیل یرد بہ السائل مثلا یرحمک اللہ و یرزقک اللہ ان شاء اللہ تعالیٰ اعطیک بعد هذا ومغفرۃ ای ستر لما وقع من السائل من الالحاف فی المسئلۃ وغیرہ مما یثقل علی المسئول وصفح عنہ (روح صہ ۴۳ ج ۳) واللہ غنی حلیم ۝ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے تمہاری ہی اصلاح مقصود ہے اور وہ بردبار ہے۔ گناہوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔

۲۶۴؎ اب یہاں نہایت تاکید کے ساتھ من اور اذی سے منع فرمایا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ من اور اذی سے صدقہ باطل ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ الذی ینفق سے مراد منافق یا مشرک ہے۔ وغالب المفسرین علی ان المراد بہ المنافق (روح صہ ۳۵ ج ۳) رئاء۔ ینفق کا مفعول لہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک منافق ریاکار کی مثال دے کر ایمان والوں کو سمجھایا کہ جس طرح وہ منافق محض لوگوں کے دکھلاوے کے لئے خیرات کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان ہے اور نہ محاسبہ آخرت پر تو ظاہر ہے کہ رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کی طلب کا تو اس نے دل میں کھٹکا تک نہیں ہوگا تو جس طرح اس ریاکار منافق کی خیرات بالکل رائیگاں اور اکارت ہے اور اس کیلئے کوئی ثواب نہیں۔ اے ایمان والو! اسی طرح تم بھی اپنے صدقات

موضح قرآن ۔ ف ۱ اوپر مثال فرمائی خیرات کی جیسے ایک دانہ بویا اور سات بالیں نکلیں سات سو دانے ملے یہاں فرمایا کہ نیت شرط ہے اگر دکھاوے کی نیت سے خرچ کیا تو جیسے دانہ بویا پتھر میں جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی جب مینہ پڑا وہ صاف رہ گیا اس بیج سے کیا اُگے گا۔ ف ۲ مینہ سے مراد بہت مال خرچ کرنا اور اوس سے مراد تھوڑا مال سو اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کا بہت ثواب اور تھوڑا بھی کام آتا ہے۔ جیسے خالص زمین پر باغ ہے جتنا مینہ برسے اسکو فائدہ ہے بلکہ اوس بھی کافی ہے اور نیت درست نہیں تو جسقدر زیادہ خرچ کرے ضائع ہے کیونکہ زیادہ مال دینے میں دکھاوا بھی زیادہ ہے۔ جیسے پتھر پر دانہ جتنا زور کا مینہ برسے اور ضرر کرے کہ مٹی دھوئی جاوے۔

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید حاصل این مثل آنست کہ عمل منان ومرائی در دنیا می نماید کہ عمل است ودر آخرت حبط می شود و ہیچ فائدہ نمی دہد چنانکہ بر سنگی خاک افتادہ باشد و بظاہر چنان می نماید کہ قابل زراعت است وچوں باران بارد دھو شود واللہ اعلم ۱۲ ف ۲ مترجم گوید حاصل این مثل آنست کہ عمل اہل اخلاص فائدہ بامید ہا از سابقین باشد یا از اصحاب یمین ۱۲

کو من اور اذی کے ذریعے باطل نہ کرو جس طرح اس ریاکار نے ریاکاری سے اپنا عمل باطل کر دیا۔ ۵۲۳ فمثلہ کی ضمیر سے ریاکار خرچ کنندہ مراد ہے۔ صفوان کے معنی ہموار اور صاف پتھر وابل۔ شدید بارش اور صلد۔ وہ صاف پتھر جس پر کوئی گرد و غبار نہ ہو۔ جو شخص ریاکاری سے مال خرچ کرتا ہے۔ اس کے عمل کے رائیگاں اور بے نتیجہ ہونے کی مثال یہ ہے کہ جس طرح ایک بالکل صاف اور نرم پتھر ہو اور اس پر معمولی سی مٹی ہو پھر اس پر سخت زور کی بارش ہو جائے تو وہ پتھر مٹی سے بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا ایک ذرہ بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ یہی حال ریاکاروں کے غیر مخلصانہ اور ریاکارانہ اعمال کا ہے کہ وہ ریاکاری کے سیلاب میں بہ کر ضائع ہو جاتے ہیں اور ان پر کوئی ثواب نہیں ملتا۔ لا یقدرون علی شیء مما کسبوا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ کیا ہے۔ مگر آخرت میں کوئی چیز ہاتھ نہیں آئے گی۔ واللہ لا یھدی القوم الکفرین جن کو اللہ نے عقل و بصیرت کی دولت دی مگر انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور جان بوجھ کر کفر اختیار کیا۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالےٰ ایمان کی توفیق چھین لیتا ہے اور انہیں ہدایت نہیں دیتا۔ ۵۲۴ ریاکاروں اور منافقوں کی مثال بیان کرنے کے بعد ان مومنین کے صدقات کی مثال بیان فرمائی جو محض اللہ کی رضا جوئی اور تزکیہ نفوس حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ابتغاء مفعول لہ ہے۔ تثبیتا اس پر معطوف ہے۔ من انفسھم میں من ابتدائیہ ہے۔ یعنی وہ اللہ کی رضا جوئی اور دل کے کامل یقین اور ایمان کی وجہ سے خرچ کرتے ہیں۔ وقال الشعبی والسدی وقتادۃ ایضا و ابن زید و ابو صالح وغیرھم وتثبیتا معناہ وتیقنا ای ان نفوسھم لھا بصائر فھی تثبتھم علی الانفاق فی طاعۃ اللہ تعالیٰ تثبیتا (قرطبی ص ۳۱۴ - ج ۳)۔ ربوۃ کے معنی ہیں ٹیلہ یعنی وہ جگہ جو دوسری زمین کی نسبت کچھ اونچی ہو۔ اور طل سے یہاں شبنم مراد نہیں۔ بلکہ ہلکی اور خفیف بارش مراد ہے۔ والطل المطر الضعیف المستدق من القطر الخفیف قالہ ابن عباس وغیرہ (قرطبی ص ۳۱۰ ج ۳) تمثیل کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے اور پورے ایمان و اخلاص کے ساتھ مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے صدقات اس طرح پھولتے پھلتے اور بارآور ہوتے ہیں جس طرح ٹیلے پر ایک باغ ہو اور اس پر موسلا دھار بارش برسے تو اس باغ کے درخت دگنا پھل دیتے ہیں۔ اور اگر موسلا دھار بارش نہ ہو بلکہ خفیف بارش ہی پڑ جائے تو بھی وہ باغ کافی پھل دیتا ہے۔ اسی طرح اخلاص نیت سے کئے ہوئے صدقات کا اجر خدا کے یہاں کئی گنا ملتا ہے اگر اخلاص اعلیٰ درجہ کا نہ بھی ہو تو مطلق ایمان اور نیت کی درستی بھی صدقات کا ثواب بڑھانے کے لئے کافی ہے۔ واللہ بما تعملون

فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
تھی جس سے وہ باغ ۵۲۵ جل گیا۔ یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں تاکہ تم
تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ
غور کرو ف۱ اے ایمان والو خرچ کرو
طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ
ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے
الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ
زمین سے ۵۲۶ اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اس میں سے کہ اس کو خرچ کرو
لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا
حالانکہ تم اس کو کبھی نہ لوگے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ ۵۲۷ اور جان رکھو
اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ
کہ اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا ف۲ شیطان ڈراتا ہے تم کو تنگ دستی سے
وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً
اور حکم کرتا ہے فحشاء (بخل) کا ۵۲۸ اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش
مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ
اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے ف۳ عنایت کرتا ہے سمجھ
مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ
جس کسی کو چاہے۔ اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی
خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾
خوبی ملی ۵۲۹ اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں ۵۳۰
وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ
اور جو خرچ کروگے تم خیرات یا قبول کروگے کوئی منت

ع ۳۶ ۴

۱ ترغیب انفاق مال طیب ۱۲

۲ منع از انفاق مال خبیث ۱۲

موضح قرآن ف۱ اب مثال فرمائی احسان رکھنے والے کی جو اپنی اچھی خیرات کو ضائع کرے۔ جیسے جوانی کے وقت باغ حاصل کیا توقع سے کہ بڑی عمر میں کام آوے۔ عین کام کے وقت جل گیا۔ ف۲ یعنی خیرات قبول ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ مال حلال کمایا ہو۔ حرام کا نہ ہو اور بہتر چیز اللہ کی راہ میں دیوے۔ یہ نہیں کہ بری چیز خیرات میں لگا دے کہ لینے دینے میں آپ ویسی چیز قبول نہ کرے مگر ناچار ہو کر کیونکہ اللہ بے پرواہ ہے محتاج نہیں اور خوبیوں والا ہے خوب سے خوب پسند کرتا ہے۔ ف۳ یعنی جب دل میں خیال آوے کہ مال خیرات میں دے ڈالوں تو میں مفلس رہ جاؤں اور ہمت آوے بیجا پر کہ اللہ کی تاکید سنکر پھر بھی خرچ نہ کرے تو جان لیوے کہ یہ شیطان کی طرف سے آیا اور جب خیال آوے کہ خیرات سے گناہ بخشے جاویں گے اور اللہ کے ہاں کمی نہیں جاہے گا تو اور دے گا تو جان کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا۔

فتح الرحمن ف۱ حاصل این مثل آنست کہ عمل منان و مرائی در وقت شدت احتیاج حبط شود چنانکہ بوستان این شخص در وقت شدت احتیاج بسوخت ۱۲

بصیرۃ اس لئے وہ مخلص اور ریا کار کو خوب جانتا ہے اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ ۵۲۵ یہ ریا کاروں کے اعمال کے ضائع اور بے نتیجہ ہونے کی دوسری تمثیل
ہے یعنی ایک آدمی جو بوڑھا ہو چکا ہو اور روزی کمانے کے لائق نہ رہا ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوں جو ابھی کمانے کے قابل نہ ہوں۔ اس کا ایک کھجوروں اور انگوروں کا سرسبز و شاداب باغ
ہو اور اسے کوئی بگولا جلا دے یعنی عین اس وقت وہ باغ جل کر تباہ ہو جائے۔ جب کہ مالک اس کے پھل کا سخت محتاج ہو۔ یہی ریا کاروں کے اعمال کا حشر ہوگا۔ کہ میدان حشر میں جب ان کی سخت ضرورت
ہوگی۔ وہ کام نہیں آسکیں گے۔ کیونکہ وہ تو دنیا ہی میں ریا کاری کے بگولوں سے جل کر راکھ ہو چکے ہوں گے۔ کذالک یبین اللہ۔ اللہ تعالےٰ اس طرح تمثیلات کے ذریعے اپنے احکام کھول کر بیان
کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو اور انجام سوچ کر کوئی قدم اٹھاؤ۔ ۵۲۶ یہاں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں حلال و طیب اور عمدہ چیزیں خرچ کرو۔ مال حرام اور نکمی چیزیں خدا کی راہ میں نہ دو۔
یہاں امر وجوب کے لئے ہے اور اس سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبیدہ سلمانی اور ابن سیرین سے منقول ہے۔ عن عبیدۃ السلمانی قال سألت علیا
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عن ھذہ الآیۃ فقال نزلت فی الزکاۃ المفروضۃ (روح ص ۳۹ - ج ۳) فقال علی بن ابی طالب
وعبیدۃ السلمانی وابن سیرین ھی الزکاۃ المفروضۃ (قرطبی ص ۳۲۰ - ج ۳) ما کسبتم سے مال تجارت اور ما اخرجنا لکم
من الارض سے زمین کی پیداوار مثلاً غلہ اور معدنیات وغیرہ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ جس طرح مال تجارت میں فرض ہے۔ اسی طرح زمین کی پیداوار میں بھی فرض ہے۔ والتفصیل فی کتب الفقہ
۵۲۷ لا تیمموا۔ "تیمم" سے ہے۔ جس کے معنی قصد اور ارادہ کرنے کے ہیں یہ اصل میں لا تتیمموا تھا۔ ایک "تا" بطور تخفیف حذف کر دی گئی ہے۔ منہ تنفقون کے متعلق ہے اور یہ
تیمموا کے فاعل سے حال مقدرہ ہے۔ ای لا تقصدوا الخبیث قاصدین الانفاق منہ اور ولستم باخذیہ تنفقون کی ضمیر سے حال ہے اور الخبیث سے
بیکار اور ردی چیز مراد ہے۔ الخبیث ای الردی (روح ص ۳۹ - ج ۳) یعنی ردی اور گھٹیا چیزیں خدا کی راہ میں دینے کا ارادہ تک مت کرو۔ اپنا حال ہی دیکھ لو اگر تمہیں تمہارے حقوق
کی ادائیگی کے سلسلے میں کوئی ردی چیز دے دی جائے تو تم اسے لینے کے لئے تیار نہیں ہو اور بطیب خاطر اسے قبول نہیں کرتے ہو تو پھر خدا کی راہ میں ایسی ناپسندیدہ چیزیں کیوں دیتے ہو۔ واعلموا ان
اللہ غنی حمید ○ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ کو تمہارے صدقات کی ضرورت نہیں وہ ان سے بے نیاز ہے یہ احکام محض تمہاری بھلائی اور بہبود کے لئے نازل کرتا ہے۔ اور وہ صفات
کمال سے متصف ہے۔ اس لئے اس کامل کے نام پر عمدہ سے عمدہ اور پاکیزہ تر چیزیں قربان کرو۔ نہ کہ گھٹیا اور بے کار چیزیں۔ ۵۲۸ یعد۔ وعد سے مشتق ہے اور وعد اصل لغت کے اعتبار سے
خیر و شر دونوں میں مستعمل ہے۔ یہاں بقرینہ مابعد شر کے لئے ہے اور اس کے معنی تخویف یعنی ڈرانے کے ہیں اور الفحشا ہر بری خصلت کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں اس سے بخل مراد ہے۔ ای الخصلۃ
الفحشاء وھی البخل وترک الصدقات (روح ص ۴۰ جلد ۳) المراد بھا فی ھذا الموضع البخل (جصاص) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فحشاء سے یہاں
بخل مراد ہے اور باقی اکثر جگہوں میں اس سے زنا مراد ہے مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر مال خرچ کریں گے تو دولت کم ہو جائے گی اور مفلس ہو جاؤ گے۔ اس قسم کے وسوسے ڈال کر
بخل اور کنجوسی پر اکساتا ہے۔ واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مال خرچ کرنے پر گناہوں کی معافی اور دولت میں اضافہ کا وعدہ فرماتا ہے۔ واللہ واسع علیم ○ اللہ تعالیٰ وسعت
والا ہے وہ خرچ کرنے کی ہمت اور خرچ کرنے پر فراخی عطا کرتا ہے۔ اور وہ غیب و شہادت کا جاننے والا ہے اسے معلوم ہے کہ کون خرچ کرتا ہے اور کہاں اور کس نیت سے خرچ کرتا ہے۔ والمراد ھنا انہ سبحانہ وتعالیٰ
یعطی من سعۃ ویعلم حیث یضع ذالک ویعلم الغیب والشھادۃ (قرطبی ص ۳۲۹ - ج ۳) ۵۲۹ حکمت سے مراد دین و دنیا کی صحیح سمجھ ہے جو ہر قول اور عمل میں انسان کی صحیح راہنمائی کرے
قال مجاھد الاصابۃ فی القول والفعل (قرطبی ص ۳۳۰ ج ۳) وعن مجاھد انھا الاصابۃ فی القول والعمل (روح ص ۴۱ ج ۳) دولت کو صحیح مصارف میں خرچ کرنے اور دیگر اعمال و اقوال
میں ہر لحاظ سے صحیح اور سیدھی راہ اختیار کرنے کی سمجھ اور ملکہ اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس سے سرفراز فرماتا ہے۔ یہ ایک ایسی دولت ہے کہ اس کے ذریعے سے انسان دینی اور دنیوی فوائد
حاصل کر سکتا اور دونوں قسم کے نقصانات سے بچ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکمت کو خیر کثیر فرمایا۔ ۵۳۰ پند و نصیحت سن تو ہر کوئی لیتا ہے مگر اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھاتے ہیں جنکو اللہ نے حکمت اور عقل دی۔ ۵۳۱ تم جو صدقہ کرتے
ہو خواہ فرضی ہو خواہ نفلی۔ اللہ کی راہ میں یا شیطان کی راہ میں تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اسی طرح تم جو نذریں مانتے ہو خواہ وہ اللہ کی تعظیم و رضا کے لئے ہوں خواہ غیر اللہ کی تعظیم اور خوشنودی کیلئے۔ اللہ ان سے بیخبر نہیں سب کو جانتا ہے اور
ہر ایک پر اسکے مطابق جزا دے گا۔ وما انفقتم من نفقۃ فی سبیل اللہ او فی سبیل الشیطن او نذرتم من نذر فی طاعۃ اللہ او فی معصیۃ فان اللہ یعلمہ لا یخفی علیہ وھو مجازیکم
علیہ (مدارک ص ۱۰۶ ج ۱) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نذر کے دو معنی آتے ہیں ایک معنی مشہور جس کا صلہ علیٰ آتا ہے۔ دوسرا معنی عہد و پیمان کرنا جس کا صلہ الیٰ ہوتا ہے یہاں معنی ثانی مراد ہے تاکہ حدیث کی مخالفت
لازم نہ آئے کہ نذر سے بخیل کا مال خرچ کرایا ہوتا ہے لہذا معنی یوں ہونگے کہ تم جو عہد و پیمان کرتے ہو کہ ہم خدا کے واسطے دیں گے لہذا عہد پورا کرو اور مال دو۔ ۵۳۲ خدا کے احکام کو ٹھکرا کر اپنے حق میں ناانصافی اور ظلم کرنیوالوں کا کوئی
مددگار نہیں جو انہیں اس ظلم کے بد انجام یعنی عذاب الٰہی سے بچا سکے نہ بذریعہ طاقت نہ بذریعہ سفارش ای اعوان ینصرونہ من باس اللہ تعالیٰ لا بشفاعۃ ولا مدافعۃ (روح ص ۴۳ ج ۳) ظالمین کا لفظ عام
ہے تمام ریا کار خیرات کرکے احسان جتلانے والے، اللہ کی راہ میں گھٹیا چیزیں دینے والے، ناجائز مصارف میں دولت خرچ کرنیوالے خلاف شریعت نذریں منتیں ماننے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنیوالے وغیرہ سب اس میں شامل
ہیں۔ فیشمل المنفقین بالریاء والمن والاذی والمتحرین للخبیث فی الانفاق والمنفقین فی باطل والناذرین فی معصیۃ والممتنعین عن اداء ما نذروا فی حق والباخلین بالصدقۃ
مما اتاھم اللہ تعالیٰ من فضلہ (روح ص ۴۳ ج ۳) ۵۳۳ صدقات سے یہاں جمہور کے نزدیک نفلی صدقات مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر نفلی صدقات علانیہ غریبوں کو دیئے جائیں تو یہ بھی اچھا ہے کیونکہ اس سے
دوسروں کے دلوں میں بھی خیرات کا جذبہ بیدار ہوگا۔ اور اگر نفلی صدقات پوشیدہ طور پر مستحقین کو دے دیئے جائیں تو یہ علانیہ دینے سے بہتر ہے کیونکہ اس طرح عمل ریا کاری سے محفوظ رہتا ہے لیکن اعمال مفروضہ مثلاً زکوٰۃ۔ صوم
رمضان اور فرض نماز کا اظہار بہتر ہے۔ تاکہ ترک فرض کے الزام سے محفوظ رہے۔ والمراد من الصدقات علی ما ذھب الیہ جمہور المفسرین صدقات التطوع (روح ص ۴۴ ج ۳) ذھب جمہور المفسرین

الٰی ان ہذہ الآیۃ فی صدقۃ التطوع لان الاخفاء فیہا افضل من الاظہار وکذالک سائر العبادات الاخفاء افضل فی تطوعہا لانتفاء الریاء عنہا ولیس کذالک الواجبات قال الحسن اظہار الزکوۃ احسن واخفاء التطوع افضل (قرطبی ص۳۳۲ ج ۳) القول الاول وھو قول الاکثرین ان المراد منہ صدقۃ التطوع قالوا لان الاخفاء فی صدقۃ التطوع افضل والاظہار فی الزکاۃ افضل (کبیر ص۵۱۹ ج ۲) ویکفر عنکم من سیاتکم ان نیکیوں کی برکت سے اللہ تمہاری خطائیں معاف کردے گا۔ واللہ بما تعملون خبیر ○ اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم الغیب خبیر و بصیر اور حاضر و ناظر ہونے کے نظریے کو بار بار دہرایا ہے کیونکہ گناہوں سے بچنے کا سب سے زیادہ موثر اور اکسیری نسخہ یہی ہے [534] بعض مسلمان اس خیال سے اپنے کافر رشتہ داروں کو صدقہ نہیں دیتے تھے کہ شاید تنگدستی اور مفلسی کی وجہ سے ایمان لے آئیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ انکو صدقہ دیا کرو۔ باقی رہی انکی ہدایت تو تم اسکے ذمہ دار نہیں ہو۔ وہ اللہ کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ کان ناس من الانصار لھم قرابات من بنی قریظۃ والنضیر وکانوا لا یتصدقون علیھم رغبۃ منھم فی ان یسلموا اذا احتاجوا فنزلت الآیۃ بسبب اولئک (قرطبی ص۳۳۷ ج ۳) [535] تمہارے صدقات سے اگرچہ محتاجوں کو فائدہ پہنچتا ہے مگر یہ فائدہ دنیوی اور عارضی ہے ان کا اصل فائدہ تو تم اٹھاؤ گے جب آخرت میں ان صدقات کا ثواب تمہیں ملیگا۔ وما تنفقون یہ لفظاً خبر ہے مگر معنی نہی ہے یعنی تم اللہ کی رضا جوئی کے سوا کسی اور غرض مثلاً ریاکاری وغیرہ کے لئے خیرات مت کرو۔ الثانی انہ وان کان ظاہرہ خبرا الا ان معناہ نہی ای ولا تنفقوا الا ابتغاء وجہ اللہ (کبیر ص۵۲۲ ج ۲) وما تنفقوا۔ الخ۔ یہ جملہ ماقبل کی تاکید ہے اور اس میں اخلاص نیت کی ترغیب ہے۔ مطلب یہ کہ اخلاص نیت سے تمہارا خرچ کیا ہوا مال رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ تمہیں اسکا پورا پورا اجر و ثواب ملے گا اور تمہاری ذرہ برابر حق تلفی نہیں ہوگی۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ
تو بیشک اللہ کو سب معلوم ہے [531] اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ف۱ [532] اگر
تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا
ظاہر کرکے دو خیرات [533] تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ
وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ
اور فقیروں کو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور دور کرے گا
عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾
کچھ گناہ تمہارے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے ف۲
لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ
تیرا ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو
يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا
چاہے [534] اور جو کچھ خرچ کروگے تم مال سو اپنے ہی واسطے [535] جب
تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ
تک کہ خرچ کروگے اللہ ہی کی رضا جوئی میں اور جو کچھ خرچ کروگے
خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ
خیرات سو پوری ملے گی تم کو اور تمہارا حق نہ رہے گا خیرات ان فقیروں
الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا
کے لئے ہے جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں ف۱ چل پھر نہیں سکتے
فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ
ملک میں [536] سمجھے ان کو ناواقف مالدار انکے سوال نہ کرنے سے
تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَ
تو پہچانتا ہے انکو ان کے چہرے سے نہیں سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر اور

[536] للفقراء۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ہذہ الصدقات للفقراء (مدارک ص۱۰۶ ج ۱) یعنی ان صدقات کے اصل مستحق تو وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ مراد مجاہدین اور طالبان علوم دین ہیں جنہیں دین کے کاموں سے اتنی فراغت نہیں ملتی کہ وہ خود روزی کما سکیں۔ اصل میں یہ آیت اصحاب صفہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ یہ کم و بیش تین سو فقراء مہاجرین تھے جن کا کوئی کاروبار نہیں تھا یہ لوگ ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے اور علم دین حاصل کرتے تھے اور اگر ضرورت ہوتی تو جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے۔ یحسبھم الجاھل یہ فقیر اور محتاج مجاہد اور طالب علم چونکہ گداگری نہیں کرتے اور لوگوں سے بھیک نہیں مانگتے، اس لئے جو لوگ ان کے حال سے واقف نہیں ہیں وہ انہیں دولت مند سمجھتے ہیں۔ تعرفھم بسیماھم۔ سیما کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ اور الحاف کے معنی ہیں اصرار اور الحاح یعنی مانگنے میں ضد کرنا اور لئے بغیر نہ ٹلنا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی مفلسی ان کے چہرے کی ظاہری حالت، ان کی عاجزی اور انکساری سے معلوم ہوسکتی ہے۔ مگر وہ کسی سے ہرگز سوال نہیں کرتے۔ الحافا۔ سوالا محذوف کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ الحاح واصرار سے سوال نہیں کرتے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر بوقت ضرورت بغیر الحاح سوال کیا جائے تو جائز ہے جیسا کہ سورۃ توبہ کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما

موضح قرآن ف۱ یعنی منت قبول کی تو واجب ہوگئی۔ اب ادا نہ کرے تو گنہگار رہے۔ نذر اللہ کے سوا کسی کی نہ چاہیئے۔ مگر یہ کہے کہ اللہ کے واسطے فلاں شخص کو دوں تو مختار ہے۔ ف۲ اگر نیت دکھاوے کی نہ ہو تو خیرات کھلی بھی بہتر ہے اوروں کو شوق آوے اور چھپی بھی بہتر ہے کہ لینے والا نہ شرماوے

فتح الرحمن ف۱ یعنی بسبب اشتغال بجہاد کسب کردن نمی توانند ۱۲

اَحَلَکُمْ عَلَیْہِ (توبہ ع ۱۴) وما تنفقوا من خیر فان اللّٰہ بہ علیم○ جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ اللّٰہ کے علم میں ہے وہ تمہیں اس کی پوری پوری جزا دے گا۔ ۳۶ اس آیت میں اللّٰہ تعالیٰ نے ہر وقت اور ہر حال میں خیرات کرنے اور خدمت دین میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے لیل و نہار سے عموم اوقات اور سر و علانیہ سے عموم احوال مراد ہے لیل کو نہار پر اور سر کو علانیہ پر مقدم کر کے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ صدقہ میں اخفاء اور چھپا کر دینا افضل و بہتر ہے۔ المراد باللیل و النہار جمیع الاوقات کما ان المراد بما بعدہ جمیع الاحوال وقدم اللیل علی النہار و السر علی العلانیۃ للایذان بمزیۃ الاخفاء علی الاظہار (روح ص ۴۸ ج ۳) ۳۷ یہاں سے ان لوگوں کا بیان شروع ہوتا ہے جو اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے کسی کو قرض حسنہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں اگر کسی کو قرض دیتے ہیں تو وہ بھی سود پر۔ یہ ان لوگوں کیلئے زجر ہے جو دنیا میں سود لیتے ہیں قیامت کے دن ان کا حشر اس طرح ہوگا کہ جب وہ قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے حواس باختہ ہوں گے اور وہ اس شخص کی مانند دیوانہ وار لڑکھڑاتے ہوئے میدان حشر کی طرف چلیں گے جسے شیطان نے ہاتھ لگا کر دیوانہ کر دیا ہو۔ قیامت کے دن میدان حشر میں سود خواروں کی یہ خصوصی علامت ہوگی جس سے ہر ایک انہیں پہچان لے گا اور یہ میدان حشر میں انہیں رسوا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ ولعل اللّٰہ تعالیٰ جعل ذالک علامۃ لہ یعرف بہا یوم الجمع الاعظم عقوبۃ لہ کما جعل لبعض المطیعین امارۃ تلیق بہ یعرف بہا کرامۃ لہ (روح ص ۴۹ ج ۳) وقالوا کلہم یبعث کالمجنون عقوبۃ لہ وتمقیتا عند جمیع اہل المحشر (قرطبی ص ۳۵۴ ج ۳) امام سید محمود آلوسی فرماتے ہیں کہ شیطان کے مس سے جنون کا پیدا ہونا اطباء کی اس تحقیق کے خلاف نہیں ہے کہ جنون غلبۂ سوداء سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ ایک چیز کے کئی سبب ہو سکتے ہیں جنون کا سبب قریب تو غلبہ سوداء ہے مگر سبب بعید مس شیطان ہے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے مثلاً یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی کے اخلاط فاسدہ میں جنون پیدا کرنے کی استعداد اپنے کمال تک پہنچ جائے اور اسکے بعد مس شیطانی سے جنون بالفعل پیدا ہو جائے لیکن ضروری نہیں کہ ہر مس شیطانی موجب جنون ہو اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ ہر جنون میں مس شیطانی کا دخل ہو (روح ص ۴۹ ج ۳) ۳۹ ذالک سے گذشتہ عذاب کی طرف اشارہ ہے ذالک العقاب (مدارک ص ۱۰۵ ج ۱) ذالک اشارۃ الی الاکل او الی ما نزل بہم من العذاب (روح ص ۵۰ ج ۳) یہ انہیں اس جرم کی سزا دی جائے گی کہ انہوں نے تجارتی کاروبار اور سودی کاروبار کو یکساں قرار دیا واحل اللّٰہ البیع وحرم الربوا حالانکہ یہ دونوں چیزیں برابر نہیں ہیں۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے چنانچہ تجارت کو تو اللّٰہ نے جائز اور حلال کیا ہے مگر ربا اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے جب ربا کی حرمت نازل ہوئی تو کافر سود خواروں نے اسکے جواب میں الزامی طور پر یہ کہا کہ بیع بھی تو ربا ہی کی طرح نفع کمانے کا ایک طریقہ ہے لہٰذا اگر ربا حرام ہے پھر بیع و شراء کے ذریعے نفع کمانا بھی حرام ہونا چاہئے۔ یہ انہوں نے الزاماً کہا حالانکہ انہیں کہنا یوں چاہیئے تھا کہ ربا بھی بیع ہی کی طرح ہے لہٰذا جس طرح بیع جائز ہے اسی طرح ربا بھی جائز ہونا چاہئے۔ ۴۰ حرمت سود نازل ہونے کے بعد جس نے سود لینے اور اسے جائز ٹھہرانے سے توبہ کر لی اب گذشتہ گناہ پر اسکو مواخذہ نہیں ہوگا اور جو سود وہ لے چکا ہے اسے واپس کرنا ضروری نہیں جو لے چکا سو لے چکا ای ما تقدم اخذہ قبل التحریم لا یسترد منہ (روح ص ۵۱ ج ۳) وامرہ الی اللّٰہ اور آخرت کا معاملہ خدا کے سپرد ہے چاہے تو اسے معاف فرما دے۔

مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ
جو کچھ خرچ کرو گے کام کی چیز وہ بیشک اللّٰہ کو معلوم ہے۔ ف۱ جو لوگ

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً
خرچ کرتے ہیں اپنے مال کو اللّٰہ کی راہ میں رات کو اور دن کو چھپا کر اور ظاہر میں

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
تو انکے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا
اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۳۸ جو لوگ کھاتے ہیں سود

لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ
نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیئے ہوں جن نے

مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ
لپٹ کر ۳۹ یہ حالت ان کی اس واسطے ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے

الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ
سود لینا ۴۰ حالانکہ اللّٰہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو پھر جس کو

جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ
پہنچی نصیحت اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آ گیا تو اسکے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا ۴۱

وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
اور معاملہ اسکا اللّٰہ کے ف۱ حوالے ہے اور جو کوئی پھر سود لیوے ف۲ تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي
وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ف۲ مٹاتا ہے اللّٰہ سود کو اور بڑھاتا ہے

الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ اِنَّ
خیرات کو ۴۲ اور اللّٰہ خوش نہیں کسی ناشکر گنہگار سے ف۳ جو

ع ۳۷ ۵

وقف لازم

وقف لازم

ف۱ زجر ان لوگوں کیلئے جو اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے سود لیتے ہیں ۱۲

ف۲ تخویف اخروی ۱۲

ف۳ درجہ کا الزامی ہے ۱۲

ف۴ بشارت اخروی ان کے لئے جو سود نہیں لیتے بلکہ زکوٰۃ دیتے ہیں ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی بڑا ثواب ہے ان کا دینا جو اللّٰہ کی راہ میں اٹک گئے ہیں کما نہیں سکتے اور اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے حضرت کے اصحاب تھے اہل صفہ گھر بار چھوڑ کر حضرت کی صحبت پکڑی تھی علم سیکھنے کو اور جہاد کرنے کو اسی طرح اب بھی جو کوئی حفظ قرآن کو یا علم دین میں مشغول ہو لوگوں کو لازم ہے کہ انکی مدد کریں۔ ف۲ یہاں تک خیرات کا بیان تھا آگے سود کو حرام فرمایا۔ جب خیرات کا تقید ہوا تو قرض دینا اولیٰ ہے۔ قرض پر سود کا ہے کو لیا جائے یعنی منع سے پہلے جو لیا دنیا میں پھروانا نہیں پہنچتا اور آخرت میں اللّٰہ کا اختیار ہے چاہے تو بخشے۔ باقی بعد منع کے جو کوئی لیوے وہ دوزخی ہے اور خدا کے حکم کے سامنے عقل لانی اسکی یہی سزا ہے جو فرمائی۔ ف۳ یعنی مال دار ہو کر محتاج کو قرض بھی مفت نہ دے جب تک سود نہ رکھ لے یہ نعمت کی ناشکری ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی سودے کہ قبل آیت تحریم گرفتہ باز گردانیدنش لازم نیست ۱۲ ف۲ یعنی بعد از تحریم ۱۲

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھا نماز کو

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا

اور دیتے رہے زکوٰۃ ان کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

ان کو خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۵۴۲ اے ایمان

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ

والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا

تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا ۵۴۳ ف۱ پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ

بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ

لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے ۵۴۴ اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے

رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾ وَاِنْ

ہے اصل مال تمہارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ۵۴۵ ف۲ اور اگر

كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا

ہے تنگدست تو مہلت دینی چاہیئے کشائش ہونے تک ۲ اور بخش دو تو

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو ۵۴۶ ف۳ اور ڈرتے رہو اس دن سے

تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا

کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائیگا ہر شخص کو جو کچھ

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ۵۴۷ اے ایمان والو

ع ۳۸ ۶

ر۱ سود خوروں کے لئے تخویف دنیوی ۱۲

ر۲ تخویف اخروی ۱۲

ر۳ مضمون جہاد او انفاق بعض کے بعد مسئلہ یاد اپور انتظامیہ کا بیان ۱۲

منزل ۱

ومن عاد فاولٰئك الخ۔ حرمتِ سود کے نزول کے بعد جو شخص پھر سود لینے لگے اور اسے جائز سمجھنے لگے تو اس کی سزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ نافرمانی کا کامل درجہ ہے تو قرآن ہمیشہ کفر وایمان کے کامل درجے بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك هم الکافرون مسند احمد میں ہے کہ ومن لم یحکم کے معنی ہیں من لم یعتقد تو اس سے بھی اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں عدم حکم کا کامل درجہ مراد ہے یعنی انکار اسی لئے اس پر کفر کا اطلاق کیا گیا۔ ۵۴۱ محق کے معنی باطل کرنے اور گھٹانے کے ہیں والمحق النقص والذھاب (قرطبی ۳۶۲ ج ۳) مطلب یہ ہے کہ ربا سے کمائی ہوئی دولت میں برکت نہیں ہوتی اگرچہ مقدار میں وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو اور جس مال میں سودی ملاوٹ ہو جائے گی اس کا انجام ضیاع ہوگا اور وہ مال کبھی نہ کبھی ضائع اور برباد ہو کر رہے گا یذھب ببرکتہ ویھلك المال الذی یدخل فیہ (مدارک ص ۱۰۸ ج ۱) اسکے برعکس اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور خیرات دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور مال بڑھتا ہے۔ ینمیھا ویزیدھا ای یزید المال الذی اخرجت منہ الصدقۃ ویبارك فیہ (مدارک ص ۱۰۸ ج ۱) واللہ لا یحب کل کفار اثیم ○ کفار، کافر کا مبالغہ ہے یعنی جو لوگ سود کو حلال سمجھنے کے کفر عظیم کے مرتکب ہیں اور ساتھ ہی سودی کاروبار کے گناہ میں ملوث ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا۔ عظیم الکفر باستحلال الربا متماد فی الاثم باکلہ (مدارک ص۱۰۸ ج ۱) سودخوروں اور سود کو حلال سمجھنے والوں کو عذاب کی خوشخبری سنانے کے بعد آگے ان لوگوں کیلئے اجر آخرت کی خوشخبری کا بیان ہے۔ جو ایمان لانے کے بعد تمام بدنی اور مالی عبادتیں ادا کرتے ہیں اور سود لینا تو درکنار وہ اللہ کی راہ میں دل کھول کر مال خرچ کرتے ہیں۔ ۵۴۲ اس آیت کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔ ۵۴۳ قبیلہ ثقیف کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے بنو مغیرہ کو سود پر قرض دیا ہوا تھا۔ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد ثقیف کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ نزول حرمت سے پہلے جو سودی معاہدے ہو چکے ہیں ان پر اس حرمت کا اطلاق نہیں ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کوئی سودی کاروبار کا معاہدہ نہ کیا جائے۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر انہوں نے بنو مغیرہ سے سودی رقموں کا مطالبہ کیا لیکن بنو مغیرہ نے یہ کہہ کر سود دینے سے انکار کر دیا کہ اسلام میں سود حرام ہو چکا ہے اور اس کی ادائگی ساقط ہو چکی ہے جب یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی جب قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے یہ آیت سنی تو وہ فوراً اس مطالبہ سے دستکش ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم وارضاھم (قرطبی ص۳۶۳ ج ۱، روح ص۵۳ ج ۳ کبیر ص ۵۴۰ ج ۲) مطلب یہ ہے کہ جو ربا تم پہلے لے چکے ہو اس کی واپسی کا تم سے اسلام مطالبہ نہیں کرتا لیکن جو ربا قرضدار کے ذمہ باقی ہے اسے لینے کی اجازت نہیں۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ خدا کے حکم کے سامنے گردنیں جھکا دو اور اس کی نافرمانی سے باز آجاؤ ۵۴۴ سودخوروں کیلئے یہ وعید شدید اور زبردست زجر ہے یعنی اے سودخوارو! اگر تم سود لینے سے باز نہیں آتے تو تمہیں خدا اور خدا کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے اب ان سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ چونکہ اسلامی حکومت کا سربراہ احکام شریعت اور آئین اسلام نافذ کرنے میں خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے اسلئے سودخوروں سے جنگ کو عملی جامہ پہنانا اس کا فرض ہے اگر سودخور سود کو حلال سمجھتے ہیں تو وہ مرتد ہیں کیونکہ انہوں نے خدا کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال سمجھ لیا اسلئے بوجہ ارتداد ان سے جنگ کی جائے اور اگر انہوں نے سود کو حلال تو نہیں سمجھا لیکن سود لینا ترک نہیں کیا تو وہ اسلامی حکومت کے آئین کے باغی ہیں اسلئے بوجہ بغاوت ان سے جنگ لازم ہے۔ فان لم تفعلوا ای ما امرتم بہ من الاتقاء وترك البقایا اما مع انکار حرمتہ واما مع الاعتراف فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وھو کحرب المرتدین علی الاول وکحرب البغاۃ علی الثانی (روح ص۵۳ ج ۳، قرطبی ۳۶۴ ج ۳، خازن ص۲۵۴ ج ۱) ۵۴۵ اگر تم نے آئندہ کیلئے سود لینے سے توبہ کر لی ہے تو تم اپنا راس المال لے سکتے ہو مگر اس سے زائد لینے کی اجازت نہیں تاکہ نہ مقروض پر ظلم ہو۔ اور نہ تم پر آجکل بعض لوگ جنکے ہاتھوں پر بینک کا سود حلال کرنیکا جنون

ب کرلے تو تم پر ظلم ہے اور منع کے بعد اگلا چڑھا ہوا سود تم مانگو تو تمہارا ظلم ہے ف۳ یعنی جب دنیا

إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَ
جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو ۵۴۸ف اور
لْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ
چاہیئے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے ۵۴۹ف اور انکار نہ کرے لکھنے والا
أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ
اس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اس کو اللہ نے سو اسکو چاہیئے کہ لکھ دے۔ اور بتلاتا جاوے وہ شخص کہ
الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ
جس پر قرض ہے اور ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے۔ اور کم نہ کرے
مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا
اس میں سے کچھ ۵۵۰ف پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے۔ بے عقل ہے
أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا۔ تو بتلا دے
وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ
کارگذار اسکا انصاف سے ۵۵۱ف اور گواہ کرو دو شاہد اپنے
رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ
مردوں میں سے پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا
لوگوں میں سے کہ جنکو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو
فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا
یاد دلا دے اس کو وہ دوسری ۵۵۲ف اور انکار نہ کریں گواہ جس وقت
مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا
وہ بلائے جاویں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ یا بڑا

سوار ہے وہ کہتے ہیں کہ سود صرف وہی حرام ہے جس میں کسی فریق پر ظلم ہو اور بینک کے سود میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے لہٰذا یہ جائز ہے خدا جانے ان لوگوں کے ذہنوں میں ظلم کا کونسا تصور جاگزیں ہے۔ قرآن مجید نے تو اصل رقم سے زائد رقم وصول کرنے ہی کو ایک فریق کے حق میں ظلم قرار دیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرضخواہ کو حکم دیا کہ تم اپنا اصل مال لے سکتے ہو مگر اس سے زائد لینے کی اجازت نہیں اور نہ ہی اصل رقم چھوڑنے کا مطالبہ ہے تاکہ تم دونوں فریق ظلم سے بچ جاؤ کیونکہ مقروض سے مقدار قرض سے زائد رقم وصول کرنا اسکے حق میں ظلم ہے اور قرضخواہ کے راس المال میں کمی کرنا اسکے حق میں ظلم ہے۔ لا تظلمون غرماءکم باخذ الزیادۃ ولا تظلمون انتم من قبلهم بالنقص من رأس المال (روح ص ۵۳ ج ۳) یہاں کان تامہ ہے اور ذو عسرۃ اسکا فاعل ہے فنظرۃ میں فاء جزائیہ ہے اور نظرۃ مصدر ہے اور اسکے معنی مہلت دینے کے ہیں اور یہ مبتدا ہے اور اسکی خبر محذوف ہے یعنی فعلیکم نظرۃ (روح ص ۵۴ ج ۳) مطلب یہ ہے کہ اگر مقروض تنگدست ہو اور فوری طور پر تمہارا راس المال واپس نہ کرسکتا ہو تو اسے مہلت دیدو اور جب وہ قرض ادا کرنے کے قابل ہوجائے اسوقت اس سے اپنا حق وصول کرلو ۵۴۶ف

اَنْ مصدریہ ہے اور جملہ بتاویل مفرد مبتدا ہے اور خیر لکم اسکی خبر ہے۔ پہلے قرض کا مطالبہ کرنے میں نرمی برتنے کی تلقین فرمائی اب یہاں سرے سے اصل مطالبہ سے ہی دستبردار ہوجانے کی ترغیب دی یعنی اگر مقروض اتنا غریب ہو کہ قرض ادا نہ کرسکتا ہو تو تم اسے معاف کردو اسطرح تمہیں اور زیادہ ثواب ملیگا یعنی مہلت دینے کی نسبت اس میں زیادہ ثواب ہے ای اکثر ثوابا من الانظار (روح ص ۵۴ ج ۳) یعنی ان التصدق خیر لکم وافضل لان فیہ الثناء الجمیل فی الدنیا والثواب الجزیل فی العقبی (خازن ص ۲۵۴ ج ۱) یہ تبشیر اخروی تھی اب آگے تخویف اخروی ہے ۵۴۷ف اس آیت کے پہلے حصے میں برے اعمال سے بچنے اور دوسرے حصے میں نیک اعمال بجالانے کی ترغیب ہے۔ یوماً سے مراد قیامت کا دن ہے یوم قیامت کی دہشتناکی کے پیش نظر گناہوں سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ شعور کہ وہاں بے انصافی نہیں ہوگی بلکہ اعمال کی پوری پوری جزا دی جائیگی۔ دل میں نیک اعمال کا مزید شوق پیدا ہوتا ہے۔

یہاں تک جہاد اور انفاق کا مضمون مع متعلقات ختم ہوا۔ اب آگے تیسری بار امور انتظامیہ کا ذکر کیا جارہا ہے۔ اگلے رکوع میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر ادھار پر لین دین کیا جائے تو اسے لکھ لینا چاہیئے۔ اس ضمن میں تحریر لکھنے شہادت اور رہن کے احکام بھی بیان کئے گئے ہیں یہ سب امور انتظامیہ ہیں یہ احکام اسلئے ذکر کئے گئے ہیں تاکہ مسلمانوں کے باہمی معاملات کا انتظام حسن وخوبی سے چلتا رہے اور باہمی نزاع اور جھگڑا پیدا نہ ہو ۵۴۸ف یہاں لفظ اِنْ جو شک کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے کے بجائے لفظ اِذَا استعمال کیا گیا ہے جو وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ لین دین کا معاملہ جب بالفعل واقع ہو اسوقت وثیقہ لکھنے کی ضرورت ہے اس سے پہلے نہیں۔ یہاں لفظ دین عام ہے۔ ثمن اور مبیع دونوں کو شامل ہے تمام تجارتی معاملات چار قسموں میں منحصر ہیں (۱) بیع العین بالعین یعنی سودا دست بدست ہو اسکا حکم آگے اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً حَاضِرَۃً میں آرہا ہے (۲) بیع الدین بالدین یعنی سودے کی مجلس میں نہ خریدار قیمت ادا کرے اور نہ فروخت کنندہ مال حوالے کرے دونوں چیزیں ادھار ہوں یہ بیع ناجائز ہے (۳) بیع العین بالدین یعنی خریدار مال وصول کرلے لیکن رقم بعد کو ادا کرنے کا وعدہ کرے (۴) بیع الدین بالعین یعنی خریدار رقم پہلے ادا کردے لیکن مال بعد میں وصول کرے اسے اصطلاح شریعت میں بیع سلم کہتے ہیں ان دونوں قسموں کا حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جب تم کوئی ایسا سودا کرو جسمیں قیمت یا مبیع (فروخت شدہ چیز) ادھار ہو اسکو لکھ لیا کرو۔ القول الثالث وھو قول اکثر المفسرین ۔۔۔۔ یبقی ھھنا قسمان بیع العین بالدین وھو ما اذا باع شیئا بثمن مؤجل وبیع الدین بالعین وھو المسمی بالسلم وکلاھما داخلان تحت ھذہ الآیۃ (کبیر ص ۴۸۵ ج ۲) یہ معاملہ لکھنے کا حکم اسلئے دیا ہے تاکہ بعد میں کسی قسم کا نزاع اور جھگڑا پیدا نہ ہو۔ جمہور کے نزدیک یہ تحریر مستحب ہے۔ بقرینہ ما بعد فان امن بعضکم بعضا یعنی اگر کسی نے کسی پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے تحریر نہ لکھوائی ہو تو مؤخر الذکر ادائے حق میں کوتاہی نہ کرے۔ والجمھور علی استحبابہ (ابو السعود ص ۴۶۵ ج ۲، روح ص ۵۵ ج ۳) ۵۴۹ف یہ لکھنے کے شرعی طریقے کا بیان ہے بالعدل یکتب سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ تحریر لکھے وہ عدل وانصاف سے کام لے اور فریقین میں سے کسی ایک کی طرفداری کرکے دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے ولا یاب کاتب ان یکتب

اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ

اس کی میعاد تک ۵۵۳ اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو

اَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو ۵۵۴ مگر یہ کہ سودا ہو ہاتھوں ہاتھ

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ

لیتے دیتے ہو اس کو آپس میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اس کو نہ لکھو

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا

اور گواہ کر لیا کرو جب تم سودا کرو ۵۵۵ اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ

شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا

گواہ اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو

اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنْ

اللہ سے اور اللہ تم کو سکھلاتا ہے۔ اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے ۵۵۶ ف اور اگر

كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ

تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو گرو

مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ

ہاتھ میں رکھنی چاہیئے ۵۵۷ پھر اگر اعتبار کرے ایک دوسرے کا تو چاہیئے کہ پورا ادا

الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا

کرے وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا اپنی امانت کو اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اسکا ۵۵۸ اور

تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ

مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص اس کو چھپا دے تو بیشک گنہگار ہے

قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ لِلّٰهِ مَا فِي

دل اسکا ۵۵۹ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے اللہ ہی کا ہے جو

ع ۹
۷

را توحید پر چوتھی دلیل عقلی ۱۲۰

یہ کاتب کیلئے دوسری ہدایت ہے یعنی اگر کاتب سے ایسی تحریر لکھنے کو کہا جائے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیئے ۵۵۰ یہاں یہ ہدایت فرمائی کہ تحریر لکھوانے کی ذمہ داری اس شخص پر عائد ہوتی ہے جس نے دوسرے کا حق دینا ہو کیونکہ یہ تحریر بمنزلۂ اقرار ہے اور اقرار اسی کی طرف سے ہوتا ہے جسکے ذمہ کچھ واجب الادا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی تلقین فرمادی کہ جسکے ذمہ حق ہو۔ دستاویز لکھواتے وقت اسے خدا خوفی سے کام لینا چاہیئے اور ٹھیک ٹھیک اس نے دوسرے کا دینا ہے وہ ٹھیک صحیح لکھانا چاہیئے اور اس میں ذرہ برابر کمی نہیں کرنی چاہیئے ۵۵۱ جسکے ذمہ حق ہو اگر وہ کم فہم ہو یا بہت بوڑھا ہو یا کسی اور وجہ سے دستاویز نہ لکھوا سکتا ہو مثلاً گونگا ہو یا زبان نہ جانتا ہو وغیرہ تو پھر اسکی طرف سے اسکا ولی عدل و انصاف سے دستاویز لکھوا کر صاحب حق کے حوالے کرے ۵۵۲ یہاں شہادت کے احکام بیان فرمائے ہیں یعنی مذکورہ بالا معاملہ میں تحریر پر دو گواہ بھی بنالو۔ آیت میں خطاب مومنوں کو ہے اور ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مردوں میں سے دو گواہ منتخب کریں اس سے اسطرف اشارہ ہے کہ گواہوں کا مسلمان ہونا، بالغ مرد اور آزاد ہونا شرط ہے وفی ذکر الرجال مضافا الی ضمیر المخاطبین دلالۃ علی اشتراط الاسلام والبلوغ والذکورۃ فی الشاهدین والحریۃ لان المتبادر من الرجال الکاملون (روح ص۵۵ ج ۳) ای من رجال المومنین والحریۃ والبلوغ مشروط مع الاسلام (مدارک ص۱۰۹ ج ۱) اگر گواہی کیلئے دو مرد میسر نہ آسکیں تو ایک مرد کیساتھ ایسی دو عورتوں کو گواہ بنالیا جائے جو قابل اعتماد ہوں۔ عورتوں پر چونکہ نسیان غالب ہوتا ہے اسلئے دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیا تاکہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے شہداء کا لفظ یہاں عام ہے اور جو لوگ کسی معاملہ میں گواہ بن چکے ہوں یا انہیں گواہ بننے کیلئے کہا جائے دونوں کو شامل ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ اذا مادعوا لاداء الشہادۃ او لتحملها (روح ص۵۶ ج ۳) مطلب یہ ہے کہ اگر گواہوں کو گواہی دینے کیلئے یا کسی معاملہ میں گواہ بننے کیلئے بلایا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیئے ۵۵۳ تکتبوہ میں ضمیر مفعول دین یا حق کیطرف راجع ہے اور صغیراً او کبیراً دونوں اس سے حال ہیں یعنی دین، ادھار کا معاملہ ہر حال میں لکھ لیا کرو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا محض سستی کی وجہ سے اس میں کوتاہی نہ کرو الی اجلہ میں الی بمعنی مع ہے یعنی تحریر میں ادا حق کی آخری مدت بھی لکھو ۵۵۴ ذالکم سے لکھنے کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ایسے معاملہ کو لکھ لینا زیادہ سے زیادہ قرین انصاف ہے اور اسطرح گواہی بھی ہر قسم کے ردوبدل سے محفوظ رہے گی اور معاملہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر رہیگا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ یہ ماقبل سے استثناء ہے۔ پہلے بیان فرمایا کہ اگر کسی لین دین کے معاملہ میں قیمت یا مبیع ادھار ہو تو اسکے متعلق ایک دستاویز لکھ لو یہاں فرمایا کہ اگر سودا دست بدست ہو اور کوئی چیز ادھار نہ ہو تو پھر لکھنا ضروری نہیں۔ امام عاصم کے علاوہ باقی قراء نے تجارۃ کو مرفوع پڑھا ہے اس صورت میں کان تامہ ہوگا اور تجارۃ اسکا فاعل ہوگا۔ امام عاصم کی قرات میں تجارۃ منصوب ہے اور تکون کی خبر ہے اسکا اسم اسمیں ضمیر مستتر ہے جسکا مرجع فراء کے نزدیک تجارۃ مؤخر ہے بعض کے نزدیک اسکا مرجع معاملہ ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہے (روح ص۶۱ ج ۳) وقال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ الضمیر یعود الی المبیع والثمن جمیعا حمل التجارۃ علیها بتقدیر مضاف ای الا ان تکون ذات المبیع تجارۃ حاضرۃ۔ ۵۵۵ بعض مفسرین نے اس حکم کو معاملہ بالدین سے مخصوص کیا ہے اور بعض نے اسے عموم پر محمول کیا ہے بہرحال یہ حکم جمہور کے نزدیک استحبابی ہے ولا یضار کاتب ولا شہید یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ کسی کو ضرر نہ پہنچایا جائے۔ دستاویز لکھنے والے اور گواہ کو اس سلسلہ میں تکلیف نہ دی جائے مثلاً اگر کوئی کاتب یا گواہ کسی مجبوری کی بنا پر یہ خدمت انجام دینے سے قاصر ہو تو اسے اس پر مجبور نہ کیا جائے یا کاتب اور گواہ کو بعد میں کوئی یہ نہ کہے کہ تم نے یہ معاملہ کیوں لکھا یا تم نے اس بارے میں کیوں گواہی دی ۵۵۶ اگر تم ایسا کروگے اور دوسروں کو ضرر پہنچانے سے باز نہیں رہو گے تو یہ تمہاری طرف سے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی ہوگی اسلئے تم اللہ کے احکام کے بارے میں اس سے ڈرتے رہو اور یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ تمہیں احکام دین سکھاتا ہے اور اسکا اسے حق پہنچتا ہے کیونکہ

موضح قرآن ف اس آیت میں دو چیز کا تقید فرمایا ایک تو وعدے کے معاملے کو لکھ رکھنا کہ اسمیں پھر قضیہ نہ ہو اور اپنے تئیں شبہہ نہ پڑے اور شاہد کو دیکھ کر یاد آوے۔ دوسرے یہ کہ شاہد کر لینا ہر معاملہ پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جنکو ہر کوئی پسند رکھے اور تقید فرمایا کہ نویسندہ اور شاہد نقصان کسی کا نہ کریں جو حق واجبی ہے سو ہی ادا کریں اور لکھتے ہیں جو دیوالا اپنی زبان سے کہے سو لکھیں یا اس کا کوئی بزرگ کہے اگر اس کو عقل نہ ہو۔

وہ دین و دنیا کی تمام مصلحتیں بخوبی جانتا ہے۔ ف۵۵۷ یعنی اگر حالتِ سفر میں تم کسی سے معاملہ بالدین کرو (ادھار خرید و فروخت کرو) اور دستاویز لکھنے والا نہ مل سکے تو پھر جسکے ذمہ حق ہے اس سے کوئی چیز مثلاً زیور وغیرہ رہن رکھ لو تاکہ تمہیں اطمینان ہو جائے۔ اور حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے رھن کے بعد فتما سبب ذالک محذوف ہے یہاں سفر کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے۔ کیونکہ سفر میں یہ احتمال قوی ہے کہ کاتب میسر نہ آسکے اسلئے رہن رکھنا حالت سفر سے مخصوص نہیں بلکہ حالت حضر میں بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر لکھنے والا بھی مل جائے تو بھی رہن رکھنا اور لینا جائز ہے اتفقت الفقہاء الیوم علی ان الرھن فی السفر والحضر سواء وفی حال وجود الکاتب وعدمہ (کبیر ص ۵۵ ج ۲) ف۵۵۸ امانت سے یہاں وہ حق مراد ہے جو مدیون کے ذمہ واجب الادا ہے یعنی اگر ایک شخص دوسرے کو امین سمجھ کر اس سے ادھار خرید و فروخت کرتا ہے اور اس سے کسی قسم کی دستاویز نہیں لیتا۔ نہ کسی کو گواہ بناتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز بطور رہن اس سے لیتا ہے اپنے پاس بلکہ اسکی امانت و دیانت پر اعتماد کرتے ہوئے معاملہ کرے تو دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ اسکا حق ادا کرے اور خدا سے ڈرے نہ اسکے حق میں کمی کرے اور نہ ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے الذی اؤتمن۔ فلیؤد کا فاعل اور امانتہ اسکا مفعول ہے۔

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ
کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ف۵۶۰ اور اگر ظاہر کروگے اپنے جی کی بات ف
اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ
یا چھپاؤگے اس کو حساب لے گا اسکا تم سے اللہ ف۵۶۱ پھر بخشے گا جس کو چاہے
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۸۴
اور عذاب کرے گا جس کو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف
اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ
مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور
الْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
مسلمانوں نے بھی ف۵۶۲ سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اسکی کتابوں کو
وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا
اور اسکے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اسکے پیغمبروں میں سے ف۵۶۳ اور کہہ اٹھے
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۲۸۵
کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے ف۵۶۴
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جسقدر اسکی گنجائش ہے ف۵۶۵ اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا
مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ
ہے جو اس نے کیا۔ اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں ف۵۶۶
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ
اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلے
مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
لوگوں پر ف۵۶۷ اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا جسکی ہم کو طاقت نہیں ف۵۶۸

ف۱ عقائد مراد ہیں بقرینہ ماقبل ومابعد ۱۲

ف۲ یعنی اس مسئلہ توحید پر پیغمبر اور مومنین بھی ایمان رکھتے ہیں ۱۲

ف۳ مسئلہ توحید ماننے کے بعد اللہ سے دعا مانگنے کے طریقہ کی تعلیم ۱۲

ف۵۵۹ یہ گواہوں کیلئے ہدایت ہے کہ جب وہ کسی معاملہ میں گواہ بن جائیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ صحیح صحیح گواہی دیں اور اسکا کوئی حصہ چھپا کر یا اس میں ترمیم کرکے کسی کو نقصان نہ پہنچائیں۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ کوئی معمولی گناہ نہیں کرتا بلکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شخص کا دل مجرم ہے کیونکہ جبتک دل میں کسی فعل کا ارادہ پیدا نہ ہو اسوقت تک اعضاء سے کوئی فعل سرزد نہیں ہو سکتا اور دل چونکہ تمام بدن کا مدبر اور بادشاہ ہے اسلئے اسکا جرم بھی بہت بڑا ہوگا۔ لانہ اشرف الاجزاء ورئیسہا وفعلہ اعظم من افعال سائر الجوارح فیکون فی الکلام تنبیہ علی ان الکتمان من اعظم الذنوب (روح ص ۶۳ ج ۳) اللہ تعالیٰ تمہارے ہر فعل سے باخبر اور واقف ہے وہ تمہارے ارادے کو بھی جانتا ہے اسلئے وہ ضرور تمہارے اعمال کی تمہیں جزا دیگا یہاں پر امور انتظامیہ کا بیان ختم ہو گیا اب آگے توحید پر چوتھی دلیل عقلی پیش کی گئی ہے۔

توحید پر چوتھی عقلی دلیل

اس سے پہلے سورت کے مختلف حصوں میں تین دفعہ دعویٰ توحید مذکور ہو چکا ہے اور ہر جگہ اسے عقلی دلائل سے مدلل کیا گیا ہے دعویٰ توحید کو بار بار دہرانے کی وجہ بھی مذکور ہو چکی ہے یہاں سورت کے آخری رکوع کی ابتداء میں دعویٰ توحید عقلی دلیل پیش کی گئی ہے ف۵۶۰ یہ ایک ایسا جامع جملہ ہے کہ یہ ساری کائنات کو شامل ہے اور کوئی چیز اس سے باہر نہیں رہتی اور للہ خبر ہے جسے افادۂ حصر کیلئے مبتدا پر مقدم کیا گیا ہے یعنی ساری کائنات پر تنہا اللہ ہی کا قبضہ ہے اور ہر چیز اسی ہی کے تصرف و اختیار میں ہے اور اسمیں کوئی اسکا شریک نہیں لہٰذا عبادت بھی اسی کی کرو اور حاجات و مشکلات میں صرف اسی ہی کو پکارو ف۵۶۱ یہاں ما سے مراد اعتقادات اختیاریہ ہیں نہ کہ وساوس کیونکہ ابداء اور اخفاء دونوں میں اختیار فاعل کو دخل ہے۔ اور وساوس خود بخود دل میں آتے ہیں ان میں فاعل کو کوئی دخل نہیں ہوتا اسلئے وساوس پر کوئی مؤاخذہ نہیں کیونکہ وہ اس آیت کے تحت داخل ہی نہیں ہیں فیغفر لمن یشاء الخ۔ محاسبہ کے بعد جسے وہ چاہے گا محض اپنے فضل و احسان سے معاف کر دیگا اور جسے چاہے گا قانون عدل و حکمت کے تحت تولیگا ف۵۶۲ اس سورۂ جلیلہ میں اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت، نماز، زکوٰۃ، حج، نکاح، طلاق، جہاد، انفاق اور حرمت ربا وغیرہ کے احکام بیان فرمائے ہیں اب سورت کے اختتام پر ارشاد فرمایا کہ خدا کا پیغمبر اور تمام مومنین ان احکام

موضح قرآن ف یہاں سے معلوم ہوا کہ دل کے خیال پر بھی حساب ہوگا یہ سنکر اصحاب نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ حکم سخت مشکل ہے۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل کی طرح انکار مت کرو۔ بلکہ قبول رکھو اور اللہ سے مدد چاہو۔ پھر لوگوں نے کہا کہ ہم ایمان لاتے اور قبول کیا۔ اللہ کے ہاں یہ بات پسند ہوئی تب اگلی دو آیتیں اتریں۔ ان میں حکم آیا کہ مقدور سے باہر چیز کی تکلیف نہیں اب جو کوئی دل میں خیال کرے گناہ کا اور عمل میں نہ لائے اس کو گناہ نہیں لکھتے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از قسم نفاق و اخلاص و حسد و نصیحت و مثل آن از قسم حدیث نفس ۱۲ ف۲ یعنی بعض را معتقد و بعض را منکر نمی باشیم ۱۲

کودل وجان سے تسلیم کر چکے ہیں۔ اور عملی زندگی میں ان پر عمل پیرا ہیں آگے اسکی قدرے تفصیل ہے۔ کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ الخ۔ خدا کا پیغمبر اور سارے کے سارے مومن خدا کی توحید پر ایمان لا چکے ہیں۔ خدا کے فرشتوں، اسکی کتابوں اور اسکے تمام رسولوں کے برحق ہونے پر بھی ایمان لا چکے ہیں۔ رسولوں کے درمیان تفریق کی نفی سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام رسولوں کو مانتے ہیں ایسا نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں جس طرح عیسائیوں نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم اور یہودیوں نے آپ کے ساتھ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بھی انکار کیا ۵۶۶ قالوا کا عطف امن پر ہے پہلے انکے ایمان کا ذکر فرمایا۔ یہاں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا تذکرہ کیا۔ وھو حکایۃ لامتثالھم الاوامر والنواھی اثر حکایۃ ایمانھم (روح ص ۶۸ ج ۳) سمعنا کے معنی اجبنا کے ہیں اور غفرانک سے پہلے طلبنا فعل محذوف ہے قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ بعض مفسرین نے اغفر محذوف مانا ہے یعنی وہ سب زبان سے اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم نے تیرے تمام احکام قبول کئے اور تیری مکمل اطاعت کا عہد کیا اور ہم تجھ سے عفو و درگذر کی درخواست کرتے ہیں اور اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر ہم نے تیرے سامنے حاضر ہونا ہے ۵۶۷ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عام قانون ہے کہ وہ کسی انسان کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور اس سے ایسے احکام کی تعمیل کا مطالبہ نہیں کرتا جو اسکی طاقت سے باہر ہوں۔ اس سورت کے تمام احکام انسان کے دائرۂ قدرت میں داخل ہیں اور اسمیں کوئی ایسا حکم نہیں جس کی تعمیل انسان کیلئے ناممکن ہو کیونکہ تمام مومنین ان احکام کو دل وجان سے قبول کر کے انہیں عملی زندگی میں اپنا معمول بنا چکے ہیں لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت یہ ایک دوسرا قانون ہے کہ ہر آدمی کو اسکے اپنے ہی نیک اعمال کا نفع پہنچے گا اور ہر شخص اپنے ہی بد اعمال کی سزا پائے گا ۵۶۸ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ بھی قالوا کے تحت داخل ہے اور مومنین کی بقیہ دعاؤں کی حکایت ہے اور بعض کا خیال ہے کہ دعا کی تعلیم ہے اور اس سے پہلے قولوا محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو تعلیم دے رہا ہے کہ اسطرح دعا مانگا کرو۔ اور نسیان سے یہاں ترک اور خطأ سے عصیان مراد ہے۔ المراد من الاول الترک ..... والمراد من الثانی العصیان (روح ص ۶۹ ج ۳) والقول الثانی فی تفسیر النسیان ان یحمل علی الترک (کبیر ص ۵۷۴ ج ۲) کذا فی مشکل القرآن یعنی اے اللہ اگر ہم سے عمداً یا خطأً تیری نافرمانی ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہ فرمانا مومنین کی پہلی دعا ہے جسمیں گناہوں کی مغفرت کی درخواست ہے۔ ۵۶۹ اصر سے مراد وہ احکام ہیں جو مشکل ہوں اور جنہیں انسان مشقت سے برداشت کر سکے والمراد بہ التکالیف الشاقۃ (روح ص ۶۹ ج ۳، ابو السعود ص ۵۰۵ ج ۲) جس طرح یہودیوں پر تھے مثلاً مال سے چوتھا حصہ زکوٰۃ دینا اور ناپاک کپڑے کا پانی سے پاک نہ ہونا وغیرہ قال المفسرون ان اللہ تعالیٰ امرھم باداء ربع اموالھم فی الزکوٰۃ ومن اصاب ثوبہ نجاسۃ امر بقطعھا الخ (کبیر ص ۵۷۴ ج ۲) ۵۷۰ یہ مومنوں کی تیسری دعا ہے اور اس میں درخواست کی گئی ہے کہ انہیں ایسی مصائب اور آزمائشوں میں نہ ڈالا جائے جو انکی طاقت اور بساط سے بڑھ کر ہوں۔ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا الخ۔ یہ آخری دعا ہے مومنین ایک طرف اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اللہ سے عفو و درگذر کی التجا کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ سے اسکی رحمت مانگتے ہیں مشرکوں اور کافروں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اسباب مہیا کرنے کے بعد محض اللہ کی رحمت اور اسکی مدد پر اعتماد کرتے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر ختم ہوئی والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی جمیع عبادہ الصالحین۔

وَاعْفُ عَنَّا ٚ وَاغْفِرْ لَنَا ٚ وَارْحَمْنَا ٚ اَنْتَ مَوْلٰىنَا
اور درگذر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا رب ہے
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾
مدد کر ہماری کافروں پر ف

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَا اٰيَةٍ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا
سورۃ آل عمران مدینہ میں نازل ہوئی اس میں دو سو آیتیں ہیں اور بیس رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ
ف ۲ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا اتاری
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
تجھ پر کتاب سچی ف ۳ تصدیق کرتی ہے اگلی کتابوں کی اور
اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى
اتارا توریت اور انجیل کو اس کتاب سے پہلے لوگوں کی
لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
ہدایت کے لئے اور اتارے فیصلے ف ۴ بے شک جو منکر ہوئے
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
اللہ کی آیتوں سے انکے واسطے سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست ہے
ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ
بدلہ لینے والا ف ۵ اللہ پر چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں
وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۵﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ
اور نہ آسمان میں ف ۶ وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس

سورۂ بقرہ میں آیات توحید

۱۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (ع ۳) دعویٰ توحید مع دلیل عقلی۔

۲۔ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (ع ۳) متعلق بدلیل عقلی

۳۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (ع ۱۳) متعلق بدعویٰ توحید

۴۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۚ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (ع ۱۴)

۵۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (ع ۱۶)

۶۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ (ع ۱۶)

۷۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (ع ۱۹) نفی شرک فعلی

۸۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (ع ۳۴) نفی شفاعت قہری

۹۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۗ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (ع ۴۰) توحید پر چوتھی عقلی دلیل

سورۃ آل عمران

نام اس سورت کے چوتھے رکوع میں آل عمران کا ذکر ہے۔ اس لئے اسی مناسبت سے اس کا نام سورۃ آل عمران رکھا گیا ہے۔

شانِ نزول مفسرین نے لکھا ہے کہ نجران کے نصاریٰ کا ایک وفد مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو ساٹھ چیدہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ وفد میں تین آدمی سرکردہ تھے یعنی عاقب، سید اور ابو حارثہ۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے لگے اور کہا کہ وہ اللہ کے ولد اور نائب ہیں اور حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہمارے معبود ہیں لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا رب تو زندہ جاوید اور سارے جہان کا نگہبان اور رازق ہے زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں وہ ماں کے رحم میں اپنی مرضی کے مطابق بچے کی شکل بناتا ہے، وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ اب تم بتاؤ کیا ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔ جب ان صفات میں سے کوئی صفت بھی ان میں نہیں تو پھر وہ معبود کس طرح بن سکتے ہیں اس پر سورۃ آل عمران کی ابتدائی اسی آیتیں نازل ہوئیں (خازن۔ ج ۱ ص ۲۷۶ و حاشیہ شاہ عبدالقادرؒ)

ربط سورۃ آل عمران کو سورۂ بقرہ سے تین طرح کا ربط ہے۔
ربط اولؔ (نامی) سورۂ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے اقرار لیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، صرف اسی کو پکاریں اور صرف اسی ہی سے حاجات و مشکلات میں مافوق الاسباب مدد مانگیں۔ سورۂ بقرہ میں گائے کی عبادت اور تعظیم سے نفرت دلائی اور سورۂ آل عمران میں تلقین فرمائی کہ اللہ کی عبادت اور پکار میں اللہ کے نیک بندوں کو شریک نہ کریں جس طرح نصاریٰ نے آل عمران کی عبادت کی حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام کو الٰہ بنایا۔ ربط دومؔ۔ سورۂ بقرہ کے آخر میں فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ سے مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں اللہ سے مدد اور نصرت طلب کرنے کی تعلیم دی گئی۔ سورۂ آل عمران میں بتایا وہ کونسے کفار ہیں جنکے خلاف اللہ سے مدد مانگنے کا حکم ہوا ہے یعنی اس سے مراد مشرکین ہیں جو اللہ کے بندوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اللہ کے بندوں کو مالک و مختار سمجھ کر مصیبتوں میں پکارتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ جو حضرت عیسےٰ اور مریم علیہما السلام کو معبود سمجھتے اور انکو مافوق الاسباب پکارتے ہیں۔ ربط ثالثؔ۔ سورۂ بقرہ میں قرآن مجید کے تمام مضامین کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے اور سورۂ آل عمران میں ان میں سے چار زیادہ اہم مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ اولؔ۔ توحید جسکے ساتھ ساتھ نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد کا رد بھی کیا گیا ہے اور زیادہ زور شرک اعتقادی کی نفی پر دیا گیا ہے۔ دومؔ۔ رسالت یعنی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت سومؔ جہاد فی سبیل اللہ اور چہارمؔ انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا

خلاصۂ مضامین اس سورت کے خلاصۂ مضامین کی دو تقریریں ہیں۔
تقریر اول۔ اس سورت میں مشرکین نصاریٰ کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ انہیں کچھ شبہات توحید کے بارے میں تھے اور کچھ رسالت کے بارے میں۔ توحید کے متعلق انکے دلوں میں پانچ شبہات تھے

شبہات متعلقہ توحید

پہلا شبہہ۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں روح اللہ، کلمۃ اللہ اور ابن اللہ (کمافی الانجیل قالہ الخازن ص) وغیرہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اللہ تعالےٰ سے خصوصی تعلق ہے اور وہ اللہ کے نائب ہیں۔ اللہ نے ان کو تصرف کا اختیار دے رکھا ہے۔ اس لئے ان کو پکارنا چاہیئے۔

دوسرا شبہہ۔ حضرت مسیح علیہ السلام مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست اور چنگا بھلا کر دیتے تھے مردوں کو زندہ کر دیتے مٹی کے بے جان پتلے میں پھونک مار کر اسے جاندار بنا دیتے اور گھر میں رکھی ہوئی چیزیں بتا دیتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ متصرف و مختار، کارساز اور غیب دان تھے۔

تیسرا شبہ ہمیں اپنے بڑوں کی کچھ ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبادت اور پکار کا حکم دیا تھا اور اسی وجہ سے ہمارے اکابر ان کو پکارتے تھے۔

چوتھا شبہ۔ حضرت مریم ؑ کے پاس ہر وقت بے موسم کے پھل موجود رہتے تھے حالانکہ انکو کوئی لاکر نہیں دیتا تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا وہ خود صاحب اختیار و تصرف تھیں اور جب چاہتیں بے موسم کے میوے حاصل کر لیتی تھیں اس لئے حاجتوں اور مشکلوں میں انہیں مدد کے لئے پکارنا چاہیے۔

پانچواں شبہ۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں انکے انتہائی بڑھاپے کے زمانے میں بیٹا پیدا ہوا جب کہ انکی بیوی صاحبہ بھی ولادت کے قابل نہ تھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اختیار اور تصرف حاصل تھا اور وہ کارساز تھے جبھی تو بے موسم بیٹا پیدا کر لیا۔

شبہات کے جوابات

پہلے شبہ کا جواب۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ الآیۃ میں اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں اور انکا حکم یہ ہے کہ ان کی تاویل محکمات کے مطابق کی جائے گی۔ اگر انکی تاویل سمجھ میں نہ آئے تو ان میں زیادہ بحث و کرید کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ان پر اسقدر اجمالی ایمان کافی ہے کہ ان سے اللہ کی جو مراد ہے وہ برحق ہے۔ لہٰذا ایسے موہم شرک الفاظ سے استدلال کرنا جائز نہیں۔ جس طرح بنی اسرائیل سامری کے بچھڑے کی آواز سے دھوکہ کھا کر اسے الٰہ سمجھنے لگے تھے مگر اللہ نے انکو اسمیں معذور قرار نہیں دیا تھا چنانچہ ارشاد فرمایا اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا (طٰہٰ ع ۴)

دوسرے شبہ کا جواب۔ رکوع ۵ میں اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ الخ سے اس شبہ کا جواب دیا کہ مٹی سے پرندہ پیدا کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا اور بعض غائب چیزوں کی اطلاع دے دینا یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے معجزہ کے طور پر تھا اسمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی قدرت اور طاقت کو کوئی دخل نہیں تھا کیونکہ معجزات محض اللہ کے حکم سے اور اسکی قدرت سے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں انکا ظاہر کرنا انکے اختیار میں نہیں ہوتا یہاں پہلے چار کاموں کے ساتھ باذن اللہ کی قید لگائی اور پانچویں کے بعد فرمایا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ مطلب یہ کہ سارے کام محض اللہ کے حکم سے بطور معجزہ ظہور پذیر ہوئے ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرت کو دخل نہیں تھا۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اپنی قوم سے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ (ع ۵) یعنی میرا اور تمہارا رب اور کارساز اللہ ہے۔ لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور اسی ہی کو پکارو۔ اس کے بجائے انہوں نے اپنی قوم سے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میں تمہارا رب اور کارساز ہوں لہٰذا جو شخص خود اللہ کو اپنا کارساز مانتا ہو وہ اوروں کا کارساز کس طرح بن سکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح علیہ السلام نے جب محسوس کیا کہ یہود ان کا دین قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ شرارت اور دشمنی پر آمادہ ہو چکے ہیں تو اعلان فرمایا کہ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ یعنی اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے اگر وہ خود کارساز اور مالک و مختار ہوتے تو اس طرح اپنے عجز کا اظہار نہ فرماتے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو یہودیوں کے شر سے بچانے کے لئے فرمایا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ (ع ۶) تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کے شر سے محفوظ رہنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیار اور قبضہ میں نہ تھا۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ مالک و مختار اور متصرف و کارساز نہیں تھے اور نہ ہی ان کو پکارنا جائز ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ تا اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ع ۸) اس میں تیسرے شبہ کا جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان اور بشر کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرما کر اسے کتاب و حکمت عطا کرتا اور اسے دعوت توحید کو عام کرنے کا حکم دیتا ہے تو پھر یہ ناممکن ہے کہ وہ پیغمبر اپنی رسالت و نبوت کے تقاضوں اور اللہ کے احکام کے خلاف توحید کی اشاعت و تدریس کی بجائے شرک کی تلقین و تبلیغ فرمانے لگے اور اللہ کی عبادت اور پکار کی بجائے اپنی عبادت اور پکار کی تعلیم دینے لگے اسلئے جو شرکیہ کلمات اللہ کے سچے رسول حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب غلط ہیں اور عیسائیوں کے گذشتہ علماء اور ان کے بڑے بڑوں کا افتراء ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام ان سے بری ہیں۔

چوتھے شبہ کا جواب۔ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (ع ۴) حضرت مریم صدیقہ کے پاس بے موسم کے میووں کا موجود ہونا ان کے قبضہ و اختیار میں نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے حضرت مریم کے لئے اظہار کرامت کے طور پر بھیج دیتا تھا۔

پانچویں شبہ کا جواب۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ تا وَ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ (ع ۴) حضرت زکریا علیہ السلام نے تو بیٹے کیلئے اللہ سے دعا اور التجا کی تھی اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو بیٹا عطا کیا اس میں ان کو کوئی اختیار اور تصرف حاصل نہیں تھا۔

ان پانچوں شبہات کے دو مشترک جواب بھی دیئے ہیں۔ اوّل۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى تا ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ (ع ۴) یہ تمام حضرات بلاشبہ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے لیکن معبود بننے کے لائق نہیں تھے کیونکہ ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے اور مخلوق تھے لہٰذا جو خود اپنے وجود میں دوسروں کا محتاج ہو دوسرے کا حاجت روا اور کارساز کس طرح بن سکتا ہے۔ دوم۔ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (ع ۴) سمیع بکل شیئ (سب کچھ سننے والا) اور علیم بکل شیئ (سب کچھ جاننے والا) صرف اللہ ہی ہے یہ حضرات ان صفات سے متصف نہیں ہیں لہٰذا وہ الٰہ اور معبود بننے کے لائق بھی نہیں ہیں کیونکہ معبود کے لئے ان دونوں صفتوں سے متصف ہونا ضروری ہے۔

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ نصاریٰ زیادہ زور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر دیتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی الوہیت کی نفی پر زیادہ دلائل قائم فرمائے ہیں۔

شبہات متعلقہ رسالت

مشرکین عرب کی طرح مشرکین نصاریٰ کو اصل ضد تو مسئلہ توحید سے تھی اسلئے اسکے انکار کیلئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر طعن کرتے اور اس میں شبہات پیدا کرتے تھے چنانچہ نصاریٰ اور مشرکین نے آپکی رسالت میں تین شبہات کا اظہار کیا۔ پہلا شبہ:۔ پہلے انبیاء علیہم السلام پر اونٹ کا گوشت حرام تھا مگر اس نبی نے اسے حلال کر دیا ہے یہ تو پہلے نبیوں کی مخالفت کرتا ہے اس لئے سچا نبی نہیں ہے۔

دوسرا شبہ:۔ قدیم سے بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ چلا آرہا ہے مگر اس نبی نے تمام انبیاء کا قبلہ چھوڑ کر ایک نیا قبلہ بنا لیا ہے۔

تیسرا شبہ:۔ جنگ احد میں مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں شکست ہوئی اور انہیں شدید جانی اور مالی نقصان ہوا اگر یہ پیغمبر ہوتا اور یہ مسلمان سچے دین پر ہوتے تو کیوں شکست کھاتے اور مارے جاتے

شبہات کے جوابات

پہلے شبہ کا جواب۔ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ تا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (ع ۱۰) نصاریٰ کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ پہلے انبیاء پر اونٹ کا گوشت حرام تھا بنی اسرائیل کے لئے کھانے کی

سب چیزیں جن میں اونٹ کا گوشت بھی شامل ہے حلال تھیں۔ البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اطباء کے مشورے کی بنا پر اونٹ کے گوشت سے پرہیز کر رکھی تھی۔

دوسرے شبہ کا جواب۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ تا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (ع ۱۰) دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ (ع ۱۳) تا وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (جنگ احد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حسب وعدہ فتح دی جیسا کہ ارشاد ہے وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ الآیہ (ع ۱۶) لیکن ان سے ایک غلطی سرزد ہوگئی جس کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل کر دی گئی۔ اس لئے یہ وقتی شکست محض ابتلاء اور امتحان کے لئے تھی ورنہ جنگ بدر میں باوجود اس کے کہ مسلمان کافروں کی نسبت تعداد میں بہت تھوڑے تھے اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو کافروں پر فتح دی۔

خلاصۂ مضامین کی دوسری تقریر

سورۂ آل عمران میں چار مضامین بیان کئے گئے ہیں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) جہاد اور (۴) انفاق۔ ابتداء سورت سے اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ع ۸) تک توحید کا بیان ہے اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (ع ۹) سے فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ع ۱۰) تک رسالت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (ع ۱۱) سے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ع ۱۹) تک جہاد فی سبیل اللہ کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ شروع میں ترغیب الی الجہاد ہے اور جہاد کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا بھی ذکر ہے۔

چاروں مضامین کا اعادہ

پھر وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ میں مضمون توحید کا بالاجمال اعادہ کیا گیا ہے اور رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ (ع ۲۰) میں مضمون رسالت اور فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا الخ میں جہاد اور انفاق کا اجمالی ذکر دہرایا گیا ہے۔

مضامین اربعہ کا اجمالی اعادہ

پھر آخری آیت میں چاروں مضمونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں توحید کیطرف صراحۃً اور رسالت کیطرف تبعاً اور اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا میں جہاد کیطرف صراحۃً اور انفاق کیطرف اجمالاً اشارہ کیا گیا ہے۔

توحید

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سورت میں نصاریٰ کے مشرکیہ عقائد کی تردید کے ساتھ ساتھ چھ بار توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔

پہلی بار پہلے سورت کی ابتداء میں اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے دعویٰ توحید پیش کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ یعنی پکارے جانے کے لائق نہیں پھر اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ سے هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (ع ۱) تک جو آیات توحید ہیں۔ ان میں توحید کی تین دلیلیں بیان کی گئی ہیں ۱۔ دلیل وحی نَزَّلَ عَلَیْكَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ سے ۲۔ دلیل نقلی وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًی لِّلنَّاسِ سے اور ۳۔ دلیل عقلی اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ الخ میں بیان کی گئی ہے اور لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ میں تینوں دلیلوں کا نتیجہ اور ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔

دوسری بار پھر شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ تا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (ع ۲) میں مضمون توحید بیان کیا گیا ہے اس جگہ توحید پر تین دلائل نقلیہ پیش کئے گئے ہیں۔ ۱۔ دلیل نقلی کتب سابقہ سے شَهِدَ اللّٰهُ سے اسی طرف اشارہ ہے ای شھد اللہ فی الکتب السابقۃ انہ لا الٰہ الا ھو یعنی اللہ نے پہلی کتابوں میں گواہی دی ہے (بیان کیا ہے) کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ ۲۔ دلیل نقلی فرشتوں سے اور ۳۔ دلیل نقلی انبیاء سابقین اور علماء ربانیین سے وَ الْمَلٰٓئِکَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ میں اسی کا بیان ہے۔

تیسری بار تیسری بار قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (ع ۳) میں توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے یہ توحید کی پہلی تمام دلیلوں کا ثمرہ ہے یعنی جب دلیل وحی۔ دلیل نقل اور دلیل عقل سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا عبادت اور پکار کے لائق اور کوئی نہیں تو پھر اللہ سے اسطرح دعا کیا کرو کہ اے اللہ ہماری حاجتیں پوری فرما یہاں مقصود بالندا محذوف ہے ای اقض حاجتی

چوتھی بار اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ سے وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (ع ۴) تک میں چوتھی بار توحید کا مضمون بیان کیا گیا ہے یعنی اگرچہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین اللہ کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندے ہیں لیکن معبود یا حاجت روا بننے کے لائق نہیں ہیں کیونکہ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وہ مخلوق ہیں اور ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔ اس لئے وہ خود محتاج ہیں اور عبادت اور پکار کے لائق نہیں نیز سمیع لکل شئی (سب کچھ سننے والا) اور علیم بکل شئی (سب کچھ جاننے والا) بھی اللہ ہی ہے وہ نہیں ہیں۔

پانچویں بار وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (ع ۱۱) میں پانچویں بار توحید کا ذکر آیا ہے یعنی زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور تمام اختیارات اور تصرفات اللہ کے قبضہ میں ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مائی مریم علیہا السلام کے قبضہ میں۔ لہٰذا نہ ان کی عبادت کرو اور نہ ان کو پکارو۔

چھٹی بار پھر آخر میں وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (ع ۱۹) میں مضمون توحید کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلی دفعہ مضمون توحید کا ذکر کرکے دو شبہوں کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلا شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کلمۃ اللہ، روح اللہ اور ابن اللہ جیسے موہم شرک کلمات ملتے ہیں۔ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْکِتٰبَ الخ سے اسکا جواب دیا گیا کہ یہ متشابہات میں سے ہیں ان پر اجمالی ایمان لانا کافی ہے ان کا علم خدا کے حوالے کرنا ضروری ہے اور انکے معانی کے درپے ہونا جائز نہیں۔ اسکے ضمن میں دنیوی اور اخروی تخویف بھی ہے۔

دوسرا شبہ یہ تھا کہ کافروں کے پاس مال بہت ہے اگر کافر اللہ کو ناپسند ہوتے تو ان کو اس قدر دولت کیوں دیتا۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِیْنَ الخ (ع ۲) سے اسکا جواب دیا کہ یہ محض چند روزہ ٹھاٹھ اور عارضی زیب و زینت ہے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں تو اللہ کے یہاں ہیں اور صرف انہیں لوگوں کو ملیں گی جنہوں نے ایمان کے بعد شرک نہ کیا اور اعمال صالحہ بجا لائے۔ اس کے ضمن میں دنیادار عالموں اور پیروں کے مسئلہ توحید کو نہ ماننے کی وجہ بھی فرما دی کہ وہ چند روزہ دولت سے فریب خوردہ ہوگئے ہیں اور توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دوسری بار ذکر توحید کے بعد فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ الخ یعنی جب دلائل نقلیہ سے ثابت ہوگیا کہ مسئلہ توحید تمام پہلی کتابوں میں موجود تھا۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور سچے عالموں نے بھی مسئلہ توحید بیان کیا اور اللہ کو بھی یہی توحید والا دین (اس کو پسند ہے پھر اس سے اہل کتاب کے عالموں نے محض ضد اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا اور اسکے خلاف لکھ گئے اور اب پچھلے ان کی عبارتیں دیکھ دیکھ کر دھوکے میں مبتلا ہو رہے ہیں تیسری بار ذکر توحید کے بعد فرمایا کہ جب مسئلہ توحید کی مخالفت صرف ضدی اور عناد کے باعث عالموں ہی نے کی ہے تو ان سے پورا پورا بائیکاٹ کیا جائے اور مسلمان ایسے باغیوں اور گمراہوں سے دوستی نہ کریں۔ چنانچہ فرمایا لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ (ع ۳) چوتھی بار ذکر توحید کے بعد چند شبہات متعلقہ توحید کا ازالہ فرما کر واضح کیا کہ عمران کی بیوی حضرت مریم صدیقہ، حضرت عیسےٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام عبادت اور پکار کے لائق نہیں شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر اب بھی نہیں مانتے تو انہیں مباہلہ کا چیلنج دیجئے۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ الآیہ (ع ۶) اگر وہ مباہلہ کے لئے بھی میدان میں نہ آئیں تو آپ ایک بار پھر توحید کا اعلان فرما دیں وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ۔

اسکے بعد قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الخ (ع ۷) سے اہل کتاب کو توحید کی دعوت دی۔ پھر اہل کتاب کے پانچ شکوے ہیں۔

پہلا شکوہ: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ تا وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (ع ۷) دوسرا شکوہ: يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ تا وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (ع ۷) تیسرا شکوہ: وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ تا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (ع ۸) چوتھا شکوہ: وَمَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ تا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ع ۸) پانچواں شکوہ: وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ تا وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (ع ۸)

اس کے بعد مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ تا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ع ۸) میں توحید سے متعلق تیسرے شبہ کا جواب دیا ہے۔ شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کچھ ایسے کلمات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو پکارنا چاہیئے۔ جواب دیا کہ یہ ان پر بہتان ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ کا پیغمبر شرک کی تعلیم دے۔

رسالت

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الخ (ع ۹) سے رسالت کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ وہ رسول آگیا جو پہلے انبیاء کی دعوت توحید کی تصدیق کرتا ہے اور جس پر ایمان لانے کی تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو تلقین کی تھی۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور اس کی دعوت یعنی توحید کو مانو۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (ع ۱۰) ایمان کے درجۂ کمال کو تم اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم مسئلہ توحید کو نہ مان لو اور اس کی خاطر اپنی محبوب ترین دنیوی ریاست، شان و شوکت اور گدیاں نہ چھوڑ دو۔ اس کے بعد كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ سے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ تک میں رسالت سے متعلق پہلے شبہ کا جواب ہے۔ اور اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ سے دوسرے شبہ کا جواب دیا گیا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (ع ۱۱) سے آخر تک جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا مضمون مذکور ہے ابتدا میں جہاد کی ترغیب ہے اس کے بعد چار دفعہ جہاد کا اور چار دفعہ انفاق کا ذکر ہے۔

رکوع ۱۱ کی مذکورہ بالا آیت سے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ع ۱۳) تک مضمون جہاد ہے اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا (ع ۱۴ کی ابتدا) سے وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (ع ۱۴) تک مضمون انفاق کا ذکر ہے کہ اپنا روپیہ سود میں نہ لگاؤ بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ پھر وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (ع ۱۴) سے وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ع ۱۸) تک جہاد کا ذکر ہے اور اسکے بعد وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ سے جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (ع ۱۸) تک انفاق کا مضمون مذکور ہے اسکے بعد كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ الآیہ اور لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ الآیہ (ع ۱۸) میں جہاد اور انفاق کی طرف اشارہ ہے مضمون جہاد کے سلسلے میں مشرکین اور نصاریٰ کے ایک شبہ کا جواب دیا ہے۔ شبہ یہ تھا کہ اگر یہ پیغمبر سچا ہوتا اور مسلمانوں کا دین خدا کا پسندیدہ دین ہوتا تو جنگ احد میں ان کو شکست نہ ہوتی اس شبہ کا جواب اللہ تعالےٰ نے تدریجاً دیا ہے۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ الخ (ع ۱۳) میں فرمایا کہ اللہ نے کب مسلمانوں کو چھوڑا ہے۔ جنگ احد میں دو قبیلے ہمت ہارنے کا ارادہ کر رہے تھے تو اللہ نے ان کی امداد فرمائی اور انکے دلوں سے وہ غلط ارادہ محو ہوگیا اور انکے دلوں میں اخلاص اور ہمت پیدا ہوگئی اور پھر جنگ بدر کا واقعہ دیکھ لو اسمیں قلت عدد اور قلت سامان کے باوجود اللہ نے مسلمانوں کی مدد کی اور انکو فتح دی۔

پھر فرمایا اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ (ع ۱۴) جنگ احد میں اگر مسلمانوں کا جانی اور مالی نقصان ہوا ہے۔ تو یہ کونسی بڑی بات ہے۔ کافر بھی تو جنگ بدر میں اتنا بڑا نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اسکے بعد اصل جواب دیا کہ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (ع ۱۶) یعنی اللہ نے تو مسلمانوں کو فتحیاب کرنیکا وعدہ پورا فرما دیا تھا، چنانچہ مسلمان کافروں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ یہاں تک کہ مسلمانوں سے ایک غلطی ہوگئی کہ انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مورچہ چھوڑ دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتح شکست میں بدل گئی ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ اور یہ محض مسلمانوں کے امتحان اور ابتلاء کے لئے تھا نہ اسلئے کہ ان کا دین سچا نہیں۔ اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی یہ غلطی معاف کر کے وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ کا سرٹیفکیٹ فرما دیا۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الخ (ع ۱۷) ان لوگوں کے فضائل اور درجات بیان فرمائے جو اس جہاد میں شہید ہوئے اور اس سے پہلے اور اسکے بعد ان منافقین کو زجر کیا گیا ہے جو مجاہدین کو طعن دیتے تھے۔ آخر میں لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ الخ اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ (ع ۱۹) میں مشرکین اہل کتاب پر زجر ہے جو اللہ پر افترا کرتے تھے اور جن سے مسئلہ توحید بیان کرنے کا عہد لیا گیا تھا مگر انہوں نے دولت دنیا کی خاطر اللہ کے عہد کو پس پشت ڈال دیا اور حق کو چھپایا مضمون جہاد کی ابتداء میں لَيْسُوْا سَوَآءً الخ (ع ۱۲) اور سورت کے اختتام پر وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ الخ (ع ۲۰) میں فرمایا کہ اہل کتاب سب یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں اچھے لوگ بھی ہیں جو اپنی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لا چکے ہیں۔ انکو آخرت میں نجات کی خوشخبری بھی دی ہے

سورۂ آل عمران کا مختصر خلاصہ

آخری پیغمبر آچکا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا لایا ہوا پیغام توحید مان لو اور حضرت عیسٰی اور حضرت مریم علیہما السلام کی عبادت اور پکار چھوڑ دو۔ آخری پیغمبر کے ساتھ مل کر اشاعتِ توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد کرو۔

پہلا حصہ - توحید

ذکر مضمون توحید بار اوّل

[1] اس پر کلام سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یہ دعوئے توحید ہے۔ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ مبتدا محذوف کی خبر ہے (مدارک ج ۱ ص ۱۱۳) یہاں سے لے کر الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تک [2] سے توحید کی پہلی دلیل ہے۔ جو تین ضمنی دلیلوں پر مشتمل ہے۔ (۱) دلیل وحی (۲) دلیل نقلی اور (۳) دلیل عقلی۔ پہلی دونوں دلیلوں کا ذکر اشارۃً ہے اور تیسری کا صراحۃً۔ [3] یہ دلیل وحی کی طرف اشارہ ہے یعنی آپ کا یہ دعویٰ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ وحی ربانی کے تابع ہے۔ اللہ نے آپ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے اس میں آپکو یہ دعویٰ پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے [4] مصدقا

الکتاب سے حال مؤکدہ ہے (روح ج ۳ ص ۷۶، بحر ج ۲ ص ۳۷۶) ما بین یدیہ سے کتب سابقہ مراد ہیں۔ قرآن مجید کے کتب سابقہ کی تصدیق کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ کتب سابقہ میں توحید و رسالت، نفی شرک اور عدل و احسان کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن ان سے اختلاف نہیں کرتا بلکہ انکی تصدیق کرتا ہے المراد منہ انہ لم یبعث نبیا قط الا بالدعاء الی توحیدہ والایمان وتنزیہہ عما لا یلیق بہ والعدل والاحسان والشرائع التی ھی صلاح اھل کل زمان فالقرآن مصدق تلک الکتب فی کل ذالک (بحر ج ۲ ص ۳۷۷) اور الفرقان سے مراد قرآن ہے۔ کیونکہ اس سے حق و باطل اور حلال و حرام میں امتیاز ہوتا ہے (روح ج ۳ ص ۸۰، خازن ج ۱ ص ۲۶۹) اس آیت میں دلیل نقلی من الکتب السابقۃ کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ دعوٰے صرف قرآن ہی میں نہیں بلکہ تمام کتب سابقہ جو اپنے اپنے زمانہ میں لوگوں کیلئے ذریعہ ہدایت تھیں انہیں بھی یہ دعوٰی توحید موجود تھا۔ جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل ع ۱ میں ہے۔ وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس دعوٰی توحید کیلئے اپنی آخری کتاب حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی [۵] یہ دعوٰی توحید کو مدلل بیان فرمانے کے بعد نہ ماننے والوں کیلئے تخویف اخروی ہے [۶] یہ عقلی دلیل ہے معبود اور مستعان صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو عالم الغیب ہو ہر چیز کو جانتا ہو اور کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ ہو اور وہ قادر مطلق ہو اور ہر کام اسکی قدرت کے تحت داخل ہو اس آیت میں پہلی شق بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی چیز اسکے علم محیط سے باہر نہیں اسکے برعکس حضرت عیسٰی اور حضرت مریم علیہما السلام میں یہ صفت موجود نہیں تھی۔ اسلئے وہ معبود و مستعان نہیں بن سکتے۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ یہ عقلی دلیل کا دوسرا حصہ ہے۔ جسمیں دوسری شق کیطرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر مطلق ہے کہ ماں کے پیٹ میں اپنے اختیار سے بچے کی صورتگری کرتا ہے۔ حضرت عیسٰی اور ان کی والدہ محترمہ علیہما السلام تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتے تھے بلکہ انکی صورتیں بھی اللہ ہی نے انکی ماؤں کے رحموں میں بنائی تھیں۔ اسلئے وہ معبود و مستعان نہیں بن سکتے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یہ دلیل عقلی کا نتیجہ ہے۔ نتیجہ کا بیان صراحت سے فرما کر اسطرف اشارہ کیا ہے کہ تقریب تام ہے اور دلیل دعوے کے عین مطابق ہے

ر۱ ترویدِ دلائل گزشتہ ۱۲

ر۲ جوابِ شبہ ۱۲

نصاریٰ کے شبہ کا جواب

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عیسائیوں کے دلوں میں توحید و رسالت سے متعلق بعض شبہات تھے جنہیں ایک ایک کرکے اس سورت میں دور کیا گیا ہے۔ انکا پہلا شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں روح اللہ، کلمۃ اللہ، ابن اللہ جیسا کہ انجیل میں ہے اور اس قسم کے اور کئی الفاظ وارد ہوئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ایک خاص نسبت ہے جسکی بنا پر وہ اللہ کے نائب ہیں اور اللہ نے انکو غیب دانی اور حاجت روائی کے خصوصی اختیارات دے رکھے ہیں چنانچہ اگلی آیت میں انکے اسی شبہ کا جواب دیا گیا ہے۔ [۷] اسمیں شک نہیں کہ یہ کتاب تو خدا ہی نے نازل کی ہے جسمیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق روح اللہ اور کلمۃ اللہ کے الفاظ موجود ہیں مگر اسکی آیتیں اپنے مفہوم و معنی کے اعتبار سے دو قسم کی ہیں ایک محکم دوم متشابہ۔ محکم تو وہ ہیں جنکا معنی متفق علیہ اور مفہوم معقول اور قابل فہم ہو اور متشابہ وہ ہیں جنکی تاویل مختلف فیہ ہو اور انکا ظاہر فہم سے بالا ہو۔ مثلاً حروف مقطعات اور ید اللہ، روح اللہ اور کلمۃ اللہ وغیرہ المحکمات ھی المتفق علی تاویلہا والمعقول معناھا والمتشابہات ھی المختلف فی تاویلہا (المعتصر من مختصر مشکل الآثار طحاوی ج ۲ ص ۱۹۴) ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ یعنی کتاب کی اصل اور مرکزی حصہ اور احکام کا محور یہی محکمات ہیں احکام انہیں سے ثابت ہونگے نہ کہ متشابہات سے بلکہ متشابہات کا مفہوم محکمات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا۔ ای اصلہ والعمدۃ فیہ یرد الیہا غیرھا (روح ج ۲ ص ۸۰) [۸] زیغ سے دل کی کجی، حق سے روگردانی اور ہوائے نفس کی طرف میلان

ر۳ یہ بھی یقولون کے تحت داخل ۱۲

ر۴ یقولون کے تحت ۱۲

ر۵ تخویف اخروی

يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑥ هُوَ الَّذِيْۤ
طرح چاہے۔ کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا زبردست ہے حکمت والا وہی ہے جس نے
اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ
اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی انکے معنی واضح ہیں وہ اصل
اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جنکے معنی معلوم یا متعین نہیں [۸] سو جن کے دلوں میں
زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ
کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے
وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ
اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے [۹] اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے [۱۰] اور
الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ
مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے سب ہمارے رب کی
عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦ رَبَّنَا
طرف سے اتری ہیں [۱۱] اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے۔ ف اے رب
لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ
نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس
لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ⑧ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ
سے رحمت تو ہی سب کچھ دینے والا ہے [۱۲] اے رب تو
جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
جمع کرنیوالا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کچھ شبہ نہیں بیشک اللہ خلاف نہیں
يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ⑨ ع اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ
کرتا وعدہ [۱۳] بیشک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے

وقف غفران

وقف النبی صلعم

ع ۱/۸ ۹

موضح قرآن ف۔ اس سورت میں نصاریٰ کو سمجھانا منظور ہے۔ کہ حضرت مریم کو خدا کی عورت کہتے اور حضرت عیسٰی کو خدا کا بیٹا اور وہ بہکے تھے۔ اس پر کہ اللہ کی مہربانی کے الفاظ انکے حق میں سنے تھے ایسے کہ بندگی سے زیادہ مرتبہ چاہیں اس واسطے اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جنکے معنی صاف نہیں کھلتے تو جو گمراہ ہو انکے معنی عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ ان کے معنی اور آیتوں سے ملا کر سمجھے۔ جو کتاب کی جڑ ہے۔ اس کے موافق سمجھ پاوے تو سمجھے اور جو نہ پاوے تو اللہ پر چھوڑے کہ وہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے۔

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۭ وَ
ان کو ان کے مال اور نہ انکی اولاد اللہ کے سامنے کچھ ۱۳؎ اور

اُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ⑩ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ
وہی ہیں ایندھن دوزخ کے ۱۴؎ جیسے دستور فرعون والوں کا اور

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ
جو ان سے پہلے تھے ۱۵؎ جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو پھر پکڑا ان کو

اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑪ قُلْ
اللہ نے ان کے گناہوں پر اور اللہ کا عذاب سخت ہے ۱۶؎ کہہ دے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ
کافروں کو اب تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤگے دوزخ کی طرف

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ
اور کیا برا ٹھکانا ہے ۱۷؎ ابھی گذر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں

الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ
مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں

يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ
کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند صریح آنکھوں سے ۱۸؎ اور اللہ زور دیتا ہے

بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ⑬
۳ اپنی مدد کا جس کو چاہے۔ اسی میں ہے عبرت دیکھنے والوں کو ف

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ
فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے

وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے کے اور چاندی کے

منزل۱

مراد ہے۔ ای میل عن الحق الی الاھواء (ابوالسعود ج ۲۔ ص ۱۰۶) فتنہ سے مراد شر و فساد ہے یعنی جن لوگوں کے دل حق سے متنفر اور باطل کی طرف مائل ہیں وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جس سے انکا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کریں۔ وہ متشابہات کے اصل مفہوم کی کرید میں لگ جاتے ہیں۔ جب انکا اصل مفہوم حاصل نہیں کر پاتے تو مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں ۹؎ یہ جملہ یتبعون کی ضمیر سے حال ہے یعنی یہ بدباطن لوگ متشابہات کا اصل مفہوم معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ ناممکن ہے کیونکہ متشابہات کا صحیح علم تو صرف خدا کو ہے انکو اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ انکا علم اللہ تعالےٰ نے اپنے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر وقف لازم ہے۔ اور اسکے بعد جملہ مستانفہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ متشابہات کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں جیسا کہ ابن عباس، عائشہ، ابن عمر، ابن مسعود، ابی بن کعب، عمر بن عبدالعزیز، عروۃ بن الزبیر، امام مالک، ابو عبید، کسائی، فراء اور اخفش وغیرہم سے منقول ہے وعلی ھذا القول لا یعلم المتشابہ الا اللہ وھذا قول ابن عباس وعائشۃ والحسن ومالک بن انس والکسائی والفراء ومن المعتزلۃ قول ابی علی الجبائی وھو المختار عندنا (کبیر ج ۲ ص ۴۶۲) ھذا قول ابن عمر و ابن عباس وعائشۃ وعروۃ بن الزبیر و عمر بن عبدالعزیز وغیرہ وھو مذھب الکسائی والاخفش والفراء وابی عبید وغیرھم ..... وروی ذالک عن ابن مسعود وابی بن کعب (قرطبی ج ۴ ص ۱۶) یہی حنفیہ کا مسلک ہے اور یہی راجح ہے۔ وھو الذی ذھب الیہ الحنفیۃ ..... و رجح الثانی (ای الوقف علی الا اللہ) بانہ مذھب الاکثرین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والتابعین واتباعھم خصوصاً اھل السنۃ وھو اصح الروایات عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (روح ج ۳ ص ۸۴) ۱۰؎ وہ تو زائغین کا حال تھا اب راسخین کا حال بھی سن لیجئے۔ راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو علم دین میں پختہ کار اور فہم سلیم اور طبع مستقیم کے مالک ہیں وہ متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ یہ متشابہات اللہ کی طرف سے ہیں اور ان سے اللہ کی مراد برحق ہے راسخ فی العلم زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ متشابہات کو محکمات کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اگر محکمات کی روشنی میں انکا کوئی مفہوم انکی سمجھ میں آجائے تو محکمات کی طرح اس پر بھی عمل کر لیتے ہیں لیکن اگر کوئی مفہوم سمجھ میں نہ آئے تو پھر خاموش ہو جاتے ہیں اور صرف ایمان بالمتشابہات پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور ظن وتخمین سے انکا کوئی مفہوم متعین کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ فاھل الحق یردون المتشابہ الی عالمہ ثم یلتمسون تاویلہ من المحکم الذی ھو ام الکتب فان وجدوہ فیہ عملوا بہ کما عملوا بالمحکم فان لم یجدوا المقصود لم یتجاوزوا فی ذالک الایمان بہ ولا استحلوا فیہ الظنون المحرم استعمالھا فی غیرہ فکیف بہ (المعتصر من مختصر مشکل الآثار للطحاوی ج ۲ ص ۱۹۵) اور لفظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی چونکہ متشابہات میں سے ہیں اسلئے انکا صحیح مفہوم خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ ظن وتخمین سے عیسائیوں نے جو ان الفاظ کا مفہوم سمجھ رکھا ہے اور جسکی بناء پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو معبود اور الٰہ ٹھہرا لیا ہے۔ یہ سب انکی کجروی اور کور باطنی کا نتیجہ ہے۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ نصیحت صرف وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جن کی عقلیں سلیم اور جنکے ذہن صاف ہوں۔ اس سے راسخین فی العلم کی مدح وثنا کی طرف اشارہ ہے ۱۱؎ یہ راسخین فی العلم کی دعا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم متشابہات پر ایمان لائے اور انکے صحیح علم کو تیرے حوالے کیا اور ظن وتخمین سے ان پر رائے زنی سے اجتناب کیا اے اللہ ہمیں ہدایت کی اسی راہ پر قائم رکھنا اور ہمارے دلوں کو باطل کی طرف مائل نہ کرنا اور اپنی رحمت سے دستگیری فرمانا۔ ۱۲؎ یہ بھی راسخین کی دعا ہی کا حصہ ہے۔ اس میں اعتراف ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور اللہ تعالیٰ تمام بنی آدم کو حشر میں جمع کرے گا۔ اور سب سے حساب لیگا۔ اللہ کے نیک بندے ہر وقت فکر آخرت میں لگے رہتے ہیں اور خدا کے سامنے حساب وکتاب کے تصور سے ہر وقت ترساں اور لرزاں رہتے ہیں۔ ۱۳؎ عیسائیوں کو انکے شبہ کا معقول جواب دینے کے بعد دنیوی اور اخروی تخویف سنائی کہ ان معقول اور واضح دلائل کے بعد بھی اگر تم اپنی ضد پر قائم رہوگے اور اللہ کی توحید کی واضح آیات کا انکار کرتے رہوگے تو تم قوم فرعون کی سے بدانجام

ر۱ تخویف دنیوی ۱۲

ر۲ تخویف دنیوی کا ایک نمونہ ۱۲

ر۳ نصاریٰ کے علماء کے مسئول جواب کو نہ ماننے کی وجہ ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی جنگ بدر میں جسکا قصہ سورۂ انفال میں ہے مسلمانوں سے کافر تین برابر تھے پر اللہ دو ہی برابر دکھاتا تھا کہ خوف نہ کھاویں۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس سے چاہیئے کہ سب کافر عبرت پکڑیں۔

کے لئے تیار ہو جاؤ جنہیں دنیا میں عذاب غرق سے ہلاک کیا گیا اور آخرت میں بھی سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور جب اللہ کا عذاب آپہنچے گا۔ اسوقت مال و دولت اور اولاد و انصار کام نہیں آئینگے ف۱۴ جو لوگ توحید کے دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کے باوجود آیات الہی کا انکار کریں، توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کریں، غیر اللہ کی عبادت کریں اور حاجات و مشکلات میں غیر اللہ کو پکاریں۔ انکی سزا اسکے سوا کیا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہونگے اور ہمیشہ اسمیں رہیں گے ف۱۵ کداب آل فرعون مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای دأبھم کدأب آل فرعون اور دأبٌ کے معنی حال کے ہیں یعنی تکذیب و انکار میں ان کافروں کا حال اور رویہ بالکل وہی ہے جو فرعونیوں اور ان سے پہلے کافروں کا تھا۔ اسیطرح عذاب میں بھی انکا وہی حال ہوگا جو انکا ہوا۔ دأب ھؤلاء الکفرۃ فی تکذیب الحق کدأب من قبلھم من آل فرعون وغیرھم (مدارک ج ۱ ص ۱۱۵) ای حال ھؤلاء فی الکفر و استحقاق العذاب کحال آل فرعون (روح۔ ج ۳ ص ۹۳) ف۱۶ یہ انکے دأب اور حال کی تفسیر ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے انہیں ان

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ
اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی ف۲۰ یہ فائدہ
مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ⑭
اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا ٹھکانا
قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا
کہہ دے کیا بتاؤں میں تم کو اس سے بہتر ف۲۱ پرہیزگاروں کے لئے
عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں نہریں
خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ
ہمیشہ رہیں گے ان میں اور عورتیں ہیں ستھری اور رضامندی
مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۚ الَّذِينَ
اللہ کی ف۲۲ اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے وہ جو
يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ⑯ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ
اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے ف۲۳ وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے
وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ⑰
اور حکم بجالانے والے ہیں اور خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں ف۲۴
شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو
اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم
الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ
والوں نے بھی وہی حاکم انصاف کا ف۲۵ کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے زبردست ہے

ف۱ مشرکین کے دولت و ثروت سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے وہ قلیل بھی ہے اور حقیر بھی ہے ۱۲

ف۲ بشارت ۱۲

ف۳ ذکر مضمون توحید بار دوم ۱۲

ف۴ مژدۂ دیگر ۱۲

کے جرائم کی وجہ سے مبتلائے عذاب کر دیا اور ایسے لوگوں کیلئے خدا کا عذاب بہت سخت ہے۔ آیات سے مراد یہاں کتب الہی کی آیتیں ہیں یا مراد اللہ کی توحید اور انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے دلائل ہیں۔ والمراد بالآیات اما المتلو فی کتب اللہ تعالی او العلامات الدالۃ علی توحید اللہ تعالی وصدق الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام (روح۔ ج ۳ ص ۹۴، بحر ج ۲ ص ۳۹۰) یحتمل ان یرید الآیات المتلوۃ ویحتمل ان یرید الآیات المنصوبۃ للدلالۃ علی الوحدانیۃ (قرطبی ج ۴ ص ۲۳) ف۱۷ یہ تخویف دنیوی کا ایک نمونہ ہے۔ اس میں کفار کی مغلوبیت اور انکا مستحق عذاب ہونا بیان کیا گیا ہے ف۱۸ یہ ماقبل کا تتمہ ہے اور قل کے تحت داخل ہے اور اسمیں جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے۔ اسمیں مسلمانوں کی تعداد کافروں کے مقابلہ میں بہت کم تھی مگر مسلمانوں کے رعب اور انکی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ کافروں کو مسلمان اپنے سے دوگنا نظر آتے تھے۔ مسلمانوں کا کافروں کو دوگنا نظر آنا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اللہ تعالی نے کافروں کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت بٹھانے کے لئے اسکا اظہار فرمایا۔ اس آیت سے جنگ بدر میں شریک ہونیوالے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالے نے انکے متعلق ارشاد فرمایا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ یعنی وہ ایک ایسی جماعت تھی جو محض اللہ کے دین کی خاطر لڑ رہی تھی۔ اللہ کی طرف سے یہ انکے اخلاص اور ایمان کامل کی زبردست شہادت ہے ف۱۹ اللہ تعالی جبکی چاہے ظاہری اسباب کے بغیر بھی مدد کر سکتا ہے جس طرح بدر میں مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں کفار پر غلبہ عطا کیا حالانکہ تعداد اور ظاہری اسباب میں وہ مسلمانوں سے زیادہ تھے۔ اس واقعہ میں عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لئے کافی عبرت ہے اسلئے اے یہودیو! تم اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو اور اب بھی موقع ہے تکذیب و انکار سے باز آجاؤ اور اسلام قبول کرلو۔ ف۲۰ یہ عیسائیوں کے علماء اور گدی نشینوں کے مسئلہ توحید کو نہ ماننے کی وجہ ہے وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے مسئلہ توحید کو مان لیا تو یہ ساری شان و شوکت جاتی رہتی ہے اور سونے چاندی کے لبریز خزانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل کے بہت سے مولوی اور گدی نشین بھی حق بیان نہیں کرتے کیونکہ اسطرح دنیوی ٹھاٹھ اور اندھی آمدنی ہاتھ سے جاتی ہے۔ نیز اس میں ایک شبہ کا جواب بھی ہے۔ شبہ یہ ہے کہ اگر مشرکین مبغوض اور مستحق عذاب ہیں تو انکے پاس اس قدر دولت کیوں ہے۔ تو اسکا جواب دیا کہ یہ دنیا کی دولت چند روزہ اور بالکل حقیر چیز ہے۔ اسکی وجہ سے تمہیں دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے۔ جیسے دوسری جگہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد متاع قلیل (آل عمران ع ۲۰) نیز ارشاد ہے۔ واعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد (حدید ع ۳) ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ یہ مذکورہ چیزیں تو دنیوی زندگی کا ایک حقیر سا سامان ہے۔ دائمی راحت اور حسن انجام صرف اللہ کی رضا جوئی میں ہے۔ ومعنی الآیۃ تقلیل الدنیا وتحقیرھا والترغیب فی حسن المرجع الی اللہ تعالی فی الآخرۃ (قرطبی ج ۴ ص ۳۰) ف۲۱ یہ ماقبل ہی کی تقریر و تاکید ہے۔ دنیوی سامان اور فانی منافع بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ آخرت کی نعمتیں اور جنت کے منافع کمیت و کیفیت کے اعتبار سے نیز دوام و بقاء کے اعتبار سے دنیوی ساز و سامان سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ انہ تعالی لما عدد نعم الدنیا بین ان منافع الآخرۃ خیر منھا (کبیر۔ ج ۲ ص ۶۳۰) خیر الکم کا اشارہ مذکورہ ساز و سامان

فتح الرحمن ف۱ ازینجا خدا تعالی شروع میفرماید در مناظرہ اہل کتابین و رد شبہات ایشان و تعداد تحریفات ایشان و این قصہ ممتد است تا قولہ و اذ غدوت من اہلک ۱۲

کی طرف سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تبشیر بنعم الجنۃ وترغیب فی الآخرۃ بعد التزہید فی الدنیا یعنی دنیوی سازوسامان سے نفرت دلانے کے بعد یہاں اخروی نعمتوں کی بشارت اور ترغیب دی ہے کذا فی المدارک ج ۱ ص ۱۱۶) ۲۲ للذین اتقوا خبر مقدم ہے اور جنات تجری الخ مع معطوفات مبتدا مؤخر ہے اور یہ ماقبل کی تفصیل ہے۔ کلام مستانف فیہ دلالۃ علی بیان ما ھو خیر من ذالکم فجنات مبتدأ وللذین اتقوا خبرہ (مدارک ج ۱ ص ۱۱۶) یعنی دنیوی منافع سے جو چیزیں بہتر ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ سے ڈرنے والوں کو آخرت میں نہروں اور چشموں والے دائمی اور غیر فانی باغات اور پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور انہیں اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی اس سے معلوم ہوگیا کہ خیر سے مراد جنات ہیں وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھتا ہے کسی بندے کا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ اسلئے ہر شخص کو اسکے ہر عمل کی جزا ملے گی۔ ۲۳ الذین یقولون محل جر میں ہے اور اعرابًا الذین اتقوا کی نعت یا اس سے بدل ہے۔ وان یکون فی حیز الجر علی انہ تابع للذین اتقوا نعتا او بدلا (روح ج ۳ ص ۱۰۳) یعنی جن لوگوں کے لئے مذکورہ اخروی نعمتیں ہیں وہ اپنے ایمان اور اعمال پر نازاں و شاداں نہیں رہتے بلکہ ہر وقت

الْحَكِيْمُ ⑱ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ قف وَمَا
حکمت والا ۲۶ بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکمبرداری ۲۷ اور مخالف

اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ
نہیں ہوئے کتاب والے مگر جب ان کو معلوم ہو چکا

الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ
آپس کی ضد ف۱ اور حسد سے ۲۸ اور جو کوئی انکار کرے اللہ کے حکموں کا تو اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ
جلدی حساب لینے والا ہے پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا

وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں ۲۹ اور کہہ دے کتاب والوں کو

وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ
اور ان پڑھوں کو ف کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر وہ تابع ہوئے تو انہوں نے راہ پائی سیدھی ۳۰ اور اگر

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ع
منہ پھیریں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے ف

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ
جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں

بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ
کو بغیر حق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا لوگوں

النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉑ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ
میں سے سو خوشخبری سنا دے انکو عذاب دردناک کی ۳۱ یہی ہیں جن کی

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ
محنت ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں

النصف

ف۱ مراد منو توحید ۱۲

ف۲ ان دلائل توحید کی موجودگی میں صرف ضدی لوگ مخالفت کرینگے ۱۲

ف۳ تخویف اخروی ۱۲

ع ۲ ۱۰

ف۴ تخویف اخروی ۱۲

اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے اور اسکی رحمت کی پناہ ڈھونڈتے رہتے ہیں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت میں نفس ایمان پر طلب مغفرت کو متفرع کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس ایمان ہی سے بندہ اللہ کی رحمت و مغفرت اور جہنم سے رستگاری کا مستحق ہوجاتا ہے اور باقی طاعات اس کیلئے موقوف علیہ نہیں ہیں۔ ودل ھذا علی ان العبد یجی والایمان یستوجب الرحمۃ والمغفرۃ من اللہ تعالیٰ (کبیر ج ۲ ص ۶۲۲ و کذا فی الروح۔ ج ۳ ص ۱۰۲، البحر ج ۲ ص ۳۹۹) ۲۴ الصبرین محل جر میں ہے اور مع معطوفات الذین اتقوا ہی کا تابع ہے اَلصّٰبِرِیْنَ مسئلہ توحید بیان کرنے میں ہر تکلیف اور مصیبت میں صبر و استقلال سے کام لینے والے۔ اَلصّٰدِقِیْنَ ظاہر و باطن میں سچے باتوں میں بھی اور دل کے ارادوں میں بھی۔ اَلْقٰنِتِیْنَ اللہ کی اطاعت اور عبادت پر ہمیشہ قائم رہنے والے۔ اَلْمُنْفِقِیْنَ اللہ کی دی ہوئی دولت سے توحید اور دین اسلام کی اشاعت میں خرچ کرنے والے اَلْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ بوقت سحر نماز پڑھنے والے اور مسئلہ توحید کے بیان میں کوتاہی اور دوسرے گناہوں کیلئے اللہ سے بخشش مانگنے والے۔ الکل من الروح

ذکر مضمون توحید بار دوم

۲۵ یہ دلیل نقلی کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ کی شہادت کتب سابقہ میں اور فرشتوں کی شہادت انبیاء علیہم السلام کے پاس اور علماء ربانیین بھی لکھ گئے ہیں۔ اور قائما بالقسط تینوں سے حال ہے۔ اس میں توحید پر دلیل نقلی کی تین قسموں سے استدلال کیا گیا ہے (۱) دلیل نقلی کتب سابقہ سے (۲) دلیل نقلی فرشتوں سے اور (۳) دلیل نقلی انبیاء علیہم السلام اور علماء ربانیین سے شھد اللہ سے مراد ہے اللہ کی شہادت کتب سابقہ میں اس سے قسم اول کی طرف اشارہ ہے اور شہادت ملائکہ سے قسم دوم اور شہادت اولی العلم سے قسم سوم مراد ہے ۲۶ یہ دلائل ثلثہ کا نتیجہ اور ثمرہ ہے اور دونوں صفتیں ذکر کرکے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ چونکہ قوت کے اعتبار سے وہ سب پر غالب اور تدبیر و حکمت کے لحاظ سے ہر چیز پر حاوی ہے اسلئے اسے کسی شریک اور معاون کی ضرورت بھی نہیں ۲۷ یہ ماقبل ہی کی تاکید و تائید ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے یہاں پسندیدہ دین صرف اسلام ہی ہے پہلے انبیاء علیہم السلام کا دین بھی اسلام ہی تھا اور کتب سابقہ میں بھی یہی دین پیش کیا گیا ہر قسم کی عبادت اور اطاعت کو خالصًا اللہ کے لئے کرنے اور صرف اللہ ہی کو عبادت و طاعت کا مستحق سمجھنے کا نام اسلام ہے۔ قال ابن الانباری المسلم معناہ المخلص للہ عبادتہ ۔۔۔۔۔ فالاسلام معناہ اخلاص الدین والعقیدۃ للہ تعالیٰ (کبیر ج ۲ ص ۶۲۸) سورۃ انعام ع ۲۰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۝ لا شریک لہ ج وبذالک امرت وانا اول المسلمین ۝ ۲۸ الذین اوتوا الکتاب سے یہود و نصاریٰ کے علماء مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتب سابقہ میں دین اسلام اور مسئلہ توحید کو کھول کر بیان کردیا تھا چنانچہ

موضح قرآن ف۔ ان پڑھے کہتے تھے عرب کے لوگوں کو کہ ان کے پاس اگلے پیغمبروں کا علم نہ تھا۔
فتح الرحمٰن۔ ف۱ یعنی حقیقت حال دانستند ۱۲۔

علماء اہل کتاب بھی اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں۔ باقی توحید کے بارے میں انکے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے یا تورات و انجیل میں توحید کے خلاف جو مواد ملتا ہے۔ یہ علماء یہود و نصاریٰ کی ضد اور بغض و حسد کا نتیجہ ہے اور تورات و انجیل میں تحریف بھی انہی کے ہاتھوں کی کارروائی ہے۔ یہاں تک دلیل عقل و نقل اور دلیل وحی سے ثابت کیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ اور یہ بات کتب سابقہ میں اللہ کی شہادت سے اور فرشتوں، انبیاء سابقین اور علماء ربانیین کی شہادت سے بھی ثابت ہو چکی ہے اسکے بعد اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ سے مضمون بالائی تاکید اور تائید فرمائی کہ اللہ کی خالص عبادت اور اسکی خالص پکار والا دین ہی اللہ کے یہاں پسندیدہ ہے اسکے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے اس مسئلہ توحید میں اختلاف کیا۔ مسئلہ توحید میں اختلاف کرنیوالوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ اس اجماعی اور اتفاقی مسئلہ میں اختلاف کرنے والے صرف اہل کتاب کے علماء ہی ہیں۔ سب سے پہلے اختلاف ان علماء ہی نے کیا ہے۔ اسکے بعد انکے پیروکار انکے پیچھے لگ گئے۔ چنانچہ سورہ بقرہ ع ۲۶ میں اختلاف کو الذین اوتوا الکتاب (یعنی اہل کتاب کے علماء) میں منحصر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ

ان کا مددگار ۳۲ کیا نہ دیکھا تونے ان لوگوں کو جن کو ملا کچھ ایک حصہ

الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

کتاب کا ان کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ کتاب ان میں حکم کرے پھر منہ

يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (۲۳) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

پھیرتے ہیں بعضے ان میں سے تغافل کرکے ۳۳ یہ اس واسطے کہ

قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ

کہتے ہیں وہ ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر چند دن گنتی کے ۳۴ اور بہکے ہیں

فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ

اپنے دین میں اپنی بنائی باتوں پر ف پھر کیا ہوگا حال جب ہم انکو جمع کرینگے

لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ قف وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

ایک دن کہ اسکے آنے میں کچھ شبہ نہیں اور پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۲۵) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي

اور ان کی حق تلفی نہ ہوگی ۳۵ تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے

الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ز وَتُعِزُّ

جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت

مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰي

دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جسکو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی ۳۶ بیشک تو

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۶) تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ

ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرے دن

فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ

کو رات میں ۳۷ اور نکالے زندہ مردے سے اور نکالے مردہ

۱ زجر ۱۲

۲ من گھڑت قصے بے سند باتیں ۱۲

۳ ذکر توحید بار سوم در ثرہ اولہ سابقہ ۱۲

وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ الآیۃ۔ دوم یہ کہ مسئلہ توحید میں انکا اختلاف جہالت و نادانی یا کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ وہ مسئلہ توحید کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں اور انہیں اس کا پورا پورا علم ہے اسلئے انہوں نے یہ اختلاف جاننے اور سمجھنے کے بعد کیا ہے جیسا کہ آیت زیر تفسیر میں ہے اسمیں اللہ تعالیٰ نے انکے اختلاف کو اس وقت سے مخصوص کیا ہے جب کہ اللہ کے پیغمبروں اور اس کی کتابوں کے ذریعے توحید کا صحیح علم انکے پاس آچکا تھا۔ سوم یہ کہ مسئلہ توحید میں ان کا اختلاف دیانت اور تحقیق پر مبنی نہ تھا بلکہ محض بغض و حسد اور ضد و عناد کی وجہ سے تھا چنانچہ سورہ شوریٰ (ع ۲) میں ہے وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۔ یہاں بَغْيًا۔ تَفَرَّقُوْا کا مفعول لہ ہے اور تفرق و اختلاف کی علت بیان کر رہا ہے اور آیت زیر تفسیر میں بھی بَغْيًا اِخْتَلَفَ کی علت بیان کر رہا ہے مطلب یہ کہ اہل کتاب کا تفرق و اختلاف محض بغض و حسد کی وجہ سے تھا نہ کسی اور وجہ سے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ توحید کو مذکورہ بالا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے واضح کر دینے کے بعد اب کسی کا انکار مسموع نہیں ہوگا اور ان دلائل قطعیہ کے مقابلہ میں گمراہ مولویوں اور پیروں کے اقوال اور مجانین کی تحریفات حجت نہیں ہوں گی اور جو لوگ ان کی تقلید کرینگے وہ معذور نہیں ہوں گے جیسا کہ سورۃ شوریٰ (ع ۲) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتھم داحضۃ عند ربھم۔ اسلئے اب اللہ کی توحید اور اسکی آیات کا انکار کرنیوالوں کو حساب و کتاب کے انجام سے خبردار رہنا چاہیئے یہ تخویف اخروی ہے ۲۹ اگر عوام اہل کتاب اپنے گمراہ اور ضدی مولویوں اور پیروں کے شرکیہ اقوال اور عبارتیں پیش کریں تو آپ اسکا صاف صاف جواب دیدیں کہ توحید کے عقلی اور نقلی قطعی دلائل کے مقابلے میں یہ شرکیہ عبارتیں ناقابل تسلیم ہیں اسلئے میں اور میرے تمام متبعین صرف اللہ ہی کو اپنا حاکم اور معبود سمجھتے ہیں۔ صرف اسی کی عبادت کرتے اور صرف اسے ہی پکارتے ہیں ۳۰ اَسْلَمْتُمْ صورۃً استفہام ہے لیکن معنیٰ امر ہے ھو استفھام فی معرض التقریر والمقصود منہ الامر (کبیر ج ۲ ص ۶۳۱) اور امیین سے مراد مشرکین عرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اہل کتاب اور مشرکین عرب سے فرمائیں کہ وہ اسلام قبول کریں اور اللہ کی عبادت و اطاعت اور دعا و پکار میں کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں اور ضدی لوگوں کی شرکیہ عبارتیں چھوڑ کر مسئلہ توحید کو مان لیں تو وہ بھی آپ اور آپ کے متبعین کی طرح ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ اسلام ہی حق اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۔ اور اگر وہ اعراض کریں اور اسلام قبول نہ کریں اور ضدی لوگوں کی عبارتیں چھوڑ کر مسئلہ توحید نہ مانیں تو اسمیں آپ کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ آپ کے ذمہ حکم پہنچانا تھا وہ آپ نے کما حقہٗ پہنچا دیا۔ ای لا یضرک شیئا اذ ما علیک الا البلاغ وقد ادیتہ علی اکمل وجہ وابلغہ (روح ج ۳ ص ۱۰۹) اور اللہ اپنے بندوں کے حالات بخوبی جانتا ہے اسلئے وہ انہیں انکے اعمال پر پوری پوری جزا دیگا۔ ۳۱ یہ منکرین اور توحید کے مبلغین کے قاتلوں کیلئے زجر اور اخروی تخویف ہے الذین یکفرون سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضد اور عناد کیوجہ سے حق کو قبول نہیں کرتے اور مسئلہ توحید کو نہیں مانتے

موضح قرآن ف۔ یہ ذکر یہود کا ہے کہ قضیے میں اپنی کتاب پر بھی عمل نہیں کرتے اور گناہ پر دلیر ہیں اس غرّے پر کہ اسکے اگلے جھوٹ بنا کر کہہ گئے ہیں کہ ہم میں اگر کوئی بہت بڑا گنہگار بھی ہوگا تو سات دن سے زیادہ عذاب نہ پاوے گا

۳۲ اولئک کا اشارہ مذکورہ صفات شنیعہ (کفر بآیات اللہ، قتل انبیاء علیہم السلام وقتل آمرین بالقسط) کے حاملین کی طرف ہے۔ اور دنیا میں اعمال کے بے نتیجہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں وہ ان تمام حقوق سے محروم رہیں جنکا ایک مسلمان مستحق ہوتا ہے۔ مثلاً مال وجان کی حفاظت اور استحقاق مدح وغیرہ اور آخرت میں اعمال کے ضائع ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ آخرت میں انکے اعمال بے اثر ثابت ہونگے۔ اور دفع عذاب اور جلب ثواب کا سبب نہیں بن سکیں گے۔ ای اولئک المتصفون بتلک الصفات الشنیعۃ الذین بطلت اعمالھم وسقطت عن حیز الاعتبار وخلت من الثمرۃ فی الدنیا حیث لم تحقن دماؤھم واموالھم ولم یستحقوا بھا مدحا وثناء وفی الآخرۃ حیث لم تدفع عنھم العذاب ولم ینالوا بھا الثواب (روح۔ ج ۳ ص ۱۰۹) ۳۳ اس آیت میں اہل کتاب کے غایت تمرد اور انکی انتہائی سرکشی کا شکوہ کیا گیا ہے یعنی اللہ کی کتاب سے بعض لوگ گمراہ اور ضدی مولویوں کی عبارتوں سے تمسک کرتے ہیں الذین اوتوا نصیبا من الکتب سے اہل کتاب کے عالم مراد ہیں۔ اور کتاب اللہ سے مراد تورات وانجیل ہے وکانوا یدعون الی حکم التوراۃ والانجیل وکانوا یابون (کبیر ج ۲ ص ۶۳۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو دین اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا دین کونسا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں دین ابراہیم علیہ السلام پر ہوں جو شرک وباطل سے بیزار اور توحید کے داعی اور پرستار تھے اس پر وہ کہنے لگے کہ وہ تو یہودی تھے تو آپ نے فرمایا کہ تورات لاؤ اور اسی سے اس کا فیصلہ کر لو مگر وہ اس پر تیار نہ ہوتے اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے (قرطبی ج ۴ ص ۵۰) ۳۴ ذالک کا اشارہ تولی اور اعراض کیطرف ہے جو یتولی کے ضمن میں مذکور ہے یعنی کتاب اللہ کے فیصلے سے اعراض اور روگردانی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف چند دنوں کے لئے عذاب دیا جائے گا۔ اسلئے خدا کی نافرمانی اور کتاب اللہ سے روگردانی کا جرم ان کی نگاہوں میں بالکل معمولی چیز ہے۔ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ نیز ان یہودیوں کے ضدی اور معاند مولویوں اور پیروں نے جو من گھڑت باتیں اور اپنی شرکیہ عبارتیں دین کا جزو بنا رکھی تھیں۔ انکی وجہ سے وہ دھوکے اور فریب میں مبتلا تھے کہ چونکہ ہم اللہ کے لاڈلے اور چہیتے ہیں اسلئے ہمیں ہمارے گناہوں پر معمولی سی گرفت ہوگی۔ ای غرھم افتراءھم علی اللہ وھو قولھم نحن ابناء اللہ واحباؤہ فلا یعذبنا بذنوبنا الا مدۃ یسیرۃ (مدارک ج ۱ ص ۱۰۸) ۳۵ یہ ان فریب خوردہ یہودیوں کے لئے اخروی تخویف ہے۔ لیوم میں لام بمعنی فی ہے (قرطبی ج ۴ ص ۵۱ روح ج ۳ ص ۱۱۲) یعنی دنیا میں تو وہ کتاب اللہ کی طرف آنے سے انکار کر رہے ہیں اور جھوٹی آرزوؤں سے دل بہلا رہے ہیں۔ مگر اسوقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ان سب کو ایک ایسے دن میں جمع کریں گے۔ جس کی آمد میں کوئی شک نہیں اور انکی آرزوؤں کے علی الرغم ہر شخص کو اسکے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائیگی اور اپنے ذاتی اعمال صالحہ کے بغیر بزرگوں سے انتساب کسی کام نہیں آئے گا۔ اور وہاں کسی پر ظلم بھی نہیں ہوگا۔ نہ کسی کے اعمال صالحہ کی جزا میں کمی کی جائے گی اور نہ کسی کے گناہوں کی واجبی سزا میں اضافہ کیا جائیگا اور نہ کسی کو ناکردہ گناہ کی سزا دی جائے گی۔

مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ لَا يَتَّخِذِ
زندہ سے اور تو رزق دے جسکو چاہے بے شمار ف ۱ ۔ نہ بناویں
الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ
مسلمان کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر ۳۸
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ
اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اس کو اللہ سے تعلق مگر اس حالت
تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَ
میں کہ کرنا چاہو تم ان سے بچاؤ ۳۹ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے اور
اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ
اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۴۰ تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے جی کی بات
اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
یا اسے ظاہر کرو گے جانتا ہے اس کو اللہ ۴۱ اور اسکو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو
فِي الْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ يَوْمَ تَجِدُ
کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن موجود
كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۛ وَّمَا عَمِلَتْ
پاوے گا ہر شخص جو کچھ کی ہے اس نے نیکی اپنے سامنے اور جو کچھ کی
مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا ۗ
ہے اس نے برائی ۴۲ آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس میں فرق پڑ جاوے دور کا
وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ع
اور اللہ ڈراتا ہے تم کو اپنے سے اور اللہ ۳ بہت مہربان ہے بندوں پر ۴۳
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ

ع ۳ ۱۰ ۱۱

۱ یہاں مقصود بالذات محذوف است یعنی اتقی حاجتی ۲

۲ [illegible] کے بعد مشرکین سے قطع تعلق کا حکم ۱۲

۳ ہمیں طرح بیگانہ مشرک رشتہ دار را نیز قطع تعلق کرد ۱۲

ذکر توحید بار سوم

۳۶ قل اللھم جب دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں تو اب اسکا ثمرہ بیان فرمایا کہ غائبانہ حاجات میں صرف اللہ ہی کو پکارو اور پکارتے وقت یوں کہا کرو اے اللہ ان صفات کے مالک میری فلاں حاجت پوری کر۔ اللھم۔ خلیل اور سیبویہ اور بصرہ کے نحویوں کی رائے میں اصل میں یا اَللّٰهُ تھا۔ حرف ندا کو حذف کرکے اسکے عوض میں میم مشددہ مفتوحہ کا آخر میں اضافہ کردیا گیا۔ مٰلِكَ الْمُلْكِ۔ امام مبرد اور زجاج کے نزدیک یہ اللھم کی صفت ہے اور اسی لئے منصوب ہے کیونکہ منادی مفرد مبنی علی الضم کی صفت جب مضاف ہو تو وہ منصوب ہوتی ہے وانتصاب مالک علی انہ صفتہ عند المبرد والزجاج (روح ج ۳ ص ۱۱۳، کبیر ج ۲ ص ۶۳۸) اور ملک بضم میم سے کامل قدرت واختیار اور مکمل غلبہ واقتدار مراد ہے تو مالک الملک کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی متصرف اور

موضح قرآن ف ۱ یعنی یہود جانتے ہیں کہ جو اول ہم میں بزرگی تھی وہی ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کی قدرت سے غافل ہیں وہ جس کو چاہے عزیز کرے اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لیوے اور ذلیل کرے اور جاہلوں میں سے کامل پیدا کرے اور کاملوں میں سے جاہل اور جس کو دینا چاہے بے حساب دیوے۔

فتح الرحمٰن۔ ف ۱ مترجم گوید در امر این دعا بشارت است بمغلوب شدن کافران واللہ اعلم ۱۲

ہر قسم کے اختیار و اقتدار کا واحد مالک ہے۔ تمام تصرفات اور اختیارات اسی کے قبضہ میں ہیں اور ان میں کوئی اسکا شریک نہیں۔ فمالک الملک ھو الملک الحقیقی المتصرف بما شاء کیف شاء ایجادا و اعداما واحیاء و اماتۃ و تعذیبا و اثابۃ من غیر مشارک ولا ممانع (روح ج ۳ ص ۱۱۳) جب یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک الملک علی الاطلاق ہے تو اس کے بعد کچھ تصرفات کا ذکر کیا۔ جو اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ۔ یہ جملہ مع معطوفات منادی سے حال ہے۔ کیونکہ منادی معنیً مفعول ہوتا ہے۔ یا یہ جملہ مع معطوفات منادی کی صفت ہے اور جملہ (جو اگرچہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے) جب کسی مفرد معرفہ کے ساتھ مخصوص ہو تو وہ معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے اور معرفہ کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔ کما فی المرضی قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ اور یہاں ملک سے مراد حکومت و سلطنت ہے مطلب یہ ہے کہ تو جسے چاہتا ہے۔ دنیا کی حکومت دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جیسا کہ آئے دن حکومتوں میں ردوبدل اور انقلاب رونما ہوتا رہتا ہے الْخَیْرُ۔ مبتدا مؤخر ہے اور اس میں الف لام استغراق کے لئے ہے بِیَدِکَ خبر مقدم ہے تاکہ حصر اور تخصیص کا فائدہ دے اور ید سے یہاں قدرت اور قبضہ مراد ہے یعنی ہر قسم کی خیر اور بھلائی صرف تیری ہی قدرت اور صرف تیرے ہی قبضہ و اختیار میں ہے اور متصرف علی الاطلاق تو ہی ہے تیرے سوا کوئی مالک و مختار، قادر و کارساز، حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ تعریف الخیر للتعمیم و تقدیم الخبر للتخصیص ای بقدرتک الخیر کلہ لا بقدرۃ احد من غیرک تتصرف فیہ قبضا وبسطا حسبما تقتضیہ مشیئتک (ابو السعود ج ۲ ص ۱۴۲) ۳۷ یہ بھی مع معطوفات منادی سے حال یا اس کی صفت ہے۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے سے دن رات کا چھوٹا بڑا ہونا مراد ہے۔ مثلاً اگر رات کا کچھ حصہ دن میں داخل ہو جائے جیسا کہ موسم گرما میں ہوتا ہے تو دن بڑا ہو جاتا ہے اور اگر دن کا کچھ حصہ رات میں شامل ہو جائے تو رات بڑی ہو جاتی ہے۔ یہ حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور حسن وغیرہم سے منقول ہے ای تدخل ما نقص من احدھما فی الآخر الخ (قرطبی ج ۴ ص ۵۵) اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے لیل و نہار کا اختلاف اور رات دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا مراد ہے۔ وتخرج الحی من المیت حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ زندہ سے مراد مومن اور مردہ سے مراد کافر ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا کرتا ہے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام سے کنعان اور آزر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ یخرج المومن من الکافر کابراھیم من آزر والکافر من المومن مثل کنعان من نوح علیہ السلام (کبیر ج ۲ ص ۴۳۳، قرطبی ج ۴ ص ۵۶) اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ مردہ سے مراد نطفہ اور انڈا ہے جو جاندار سے نکلتے ہیں اور زندہ سے مراد جاندار ہیں جو نطفہ اور انڈے سے پیدا ہوتے ہیں (کبیر، قرطبی وغیرہ) وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ؀ یہاں تک صفتیں تمام ہوئیں اور مقصود بالندا محذوف ہے ای اقض حاجتی یعنی ای مالک الملک الخ میری ہر حاجت پوری کر ۳۸ اس آیت میں مسلمانوں کو کافروں سے قطع تعلق کا حکم دیا جا رہا ہے۔ پہلے بیان فرمایا کہ مالک الملک، معز و مذل اور قادر مطلق صرف اللہ ہی ہے اس لئے اسی پر بھروسہ رکھو اور ان کافروں کی پرواہ نہ کرو۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ جو محض ضد و عناد کی وجہ سے توحید کو نہیں مانتے اور اسلام قبول نہیں کرتے چنانچہ وفد نجران باوجود بے دلیل ہونے کے شرک پر اڑا رہا اور یہودیوں کو کتاب اللہ (تورات) کے فیصلہ کی طرف بلایا گیا مگر وہ محض ضد کی وجہ سے تورات کا فیصلہ ماننے سے بھی انکاری ہو گئے اس لئے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان سے ہر قسم کے دوستانہ تعلقات منقطع کریں۔ ۳۹ یہ مومنوں کے لئے زجر ہے یعنی جو مسلمان ان کافروں سے دوستی رکھے گا۔ خدا کی دوستی کا رشتہ اس سے منقطع ہو جائے گا اور خدا کی جماعت میں اس کا شمار نہیں ہوگا ای فلیس من حزب اللہ ولا من اولیائہ فی شیء (قرطبی ج ۴ ص ۵۷) کافروں سے معاملات اور دلی دوستی تو کسی صورت میں جائز نہیں البتہ اگر ان سے جان کا خطرہ ہو یا اس کے علاوہ کسی بھاری نقصان کا اندیشہ ہو تو ظاہری طور پر میل ملاقات اور خاطر مدارت میں کوئی حرج نہیں ۴۰ اس لئے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رہو ۴۱ یہ تخویف دنیوی ہے یعنی اللہ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اگر تم خفیہ طور پر ان کافروں سے تعلقات رکھو گے تو بھی اس کے علم میں ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ہی تمہیں اسکی سزا دے دے۔ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ یہ ماقبل کی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے تمام معلومات اور حقائق پر حاوی اور ہر چیز پر قادر بھی ہے اس لئے وہ کافروں سے تمہاری پوشیدہ دوستی کو جانتا اور اس پر سزا بھی دے سکتا ہے۔ ۴۲ یوم کا عامل تَوَدُّ ہے جو بعد میں آ رہا ہے اور یہ تخویف اخروی ہے۔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِیْدًا قیامت کے دن جب ہر آدمی کے نیک اور برے اعمال اس کے سامنے کر دیئے جائیں گے اور اعمال کا حساب کتاب ہوگا تو ہر آدمی تمنا کرے گا کہ کاش! اس کے اور اس کے بد اعمال کے درمیان بہت فاصلہ ہوتا اور وہ ان کو نہ دیکھ پاتا۔ فیکون الضمیر فی بینہ عائد الی ما عملت من سوء (بحر ج ۲ ص ۴۲۷) ۴۳ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عین رحمت اور مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ وہ اس کی نافرمانیوں سے باز رہیں اور اسی کی اطاعت کریں اور اسی میں ان کی دینی اور دنیوی بھلائی ہے ۴۴ یہ فان اللہ لا یحب الکفرین تک تخویف علی سبیل الترقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ مسلمانوں سے کہہ دیں کہ کافروں سے دوستی مت کرو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو اپنی محبت کا مرکز بناؤ اور اللہ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو اگر پیغمبر کی اطاعت سے روگردانی کرو گے تو اسلام سے خارج ہو کر کافروں میں شامل ہو جاؤ گے اور کافروں کا انجام سب سے بدتر ہوگا۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یہ امر کا جواب ہے یعنی جب تم میری اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے گا اور تم سے محبت کرے گا۔ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ یہ یُحْبِبْکُمْ پر معطوف ہے۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ؀ لیکن اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا اور انہیں اپنے انعام و اکرام سے نہیں نوازتا۔

ذکر توحید بار چہارم

۴۵ ذریۃ آلین سے بدل یا حال واقع ہے۔ نصب علی البدلیۃ من الآلین او الحالیۃ منہما (روح ج ۳ ص ۱۳۲) یہود و نصاریٰ اس شبہ میں گرفتار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو باقی مخلوق سے منتخب کر کے سب سے اونچا مقام اور مرتبہ عطا فرمایا ہے اور انہیں خاص خاص اختیارات بھی عطا کئے ہیں چنانچہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کارساز اور معبود سمجھ کر پکارنا اور پوجنا شروع کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام باوجود علو مرتبت اور رفعتِ شان کے انسان اور بشر تھے اور باہم ایک دوسرے کی اولاد اور نسل تھے اور اپنی پیدائش اور بقا میں محتاج تھے۔ اس لئے وہ معبود اور کارساز نہیں ہو سکتے۔ ان نصاریٰ نجران لما غلوا فی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وجعلوہ ابن اللہ سبحانہ و اتخذوہ الٰہا نزلت ردا علیہم واعلاما لہم بانہ من ذریۃ البشر المنتقلین فی الاطوار المستحیلۃ علی الالٰہ (روح ج ۳ ص ۱۳۰، بحر ج ۲ ص ۴۳۴) وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ؀ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جن بزرگوں سے متعلق معبود ہونے کا شبہ تھا اسے دو طرح سے رفع کیا گیا۔ اول اس طرح کہ یہ حضرات باہم والد و مولود ہیں۔ دوم۔ یہ حضرات ہر چیز کو جاننے اور سننے والے نہیں ہیں۔ سمیع بکل شیء اور علیم بکل شیء صرف اللہ کی صفت ہے۔ اس لئے وہی معبود برحق ہے۔ اور اس کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں۔ ۴۶ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت مریم صدیقہ کو بھی معبود مانتے تھے۔ انہیں شبہ اسلئے ہوا کہ بچپن میں بے موسم کے پھل ان کے پاس موجود ہوتے تھے۔ تو اس سے انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کو کچھ مافوق الاسباب اختیار حاصل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو سہی حضرت مریم کتنی دعاؤں کے بعد پیدا ہوئیں اور کس طرح ان کی پرورش کی گئی بھلا جو اپنی پیدائش اور پرورش میں دوسروں کی محتاج ہو وہ کس طرح معبود بن سکتی ہے۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ
اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱ تو کہہ

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
حکم مانو اللہ کا اور رسول کا ف۲ پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں

الْكٰفِرِينَ ﴿٣٢﴾ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَنُوحًا وَّاٰلَ
ہے کافروں سے ف۲ ف۱ بیشک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم

إِبْرٰهِيمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا
کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہان سے ف۳ ۳ جو اولاد تھے ایک دوسرے

مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٤﴾ إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ
کی ۴۵ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے جب کہا عمران کی عورت

عِمْرٰنَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا
نے کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد

فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۚ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا
رکھ کر سو تو مجھ سے قبول کر بیشک تو ہی ہے اصل سننے والا اور جاننے والا ۴۶ ف۴ پھر جب

وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَآ أُنْثٰى ۗ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ
اس کو جنا بولی اے رب میں نے تو اس کو لڑکی جنی ۴۷ اور اللہ کو خوب

بِمَا وَضَعَتْ ۗ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثٰى ۚ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا
معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی ۴۸ ف۵ اور میں نے اس کا

مَرْيَمَ وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ
نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسکو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود

الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّأَنْۢبَتَهَا
سے ۴۹ ف۳ پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول ۵۰ اور بڑھایا

ف۱ ذکر توحید بار چہارم انبیاء علیہم السلام اللہ کے برگزیدہ ہیں لیکن پکارے جانے کے لائق نہیں ۱۲

ف۲ یہ قید مقصودی ہے ۱۲

ف۳ مائی مریم اور انکی والدہ معبود نہیں بن سکتیں ۱۲

جب حضرت مریم کی والدہ امید سے ہوئیں تو انہوں نے نذر مانی کہ اے اللہ میرے بطن سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ تیری عبادت اور تیرے گھر کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ لَکَ میں لام تعلیل کے لئے ہے واللام من لك للتعلیل والمراد لخدمة بیتك (روح ۔ ج ۳ ص ۱۳۳) ومعنی لك ای لعبادتك (قرطبی ج ۴ ص ۶۶) ان کی شریعت میں اس قسم کی نذر ماننا جائز تھا ۴۷ جب لڑکی پیدا ہوئی تو انہیں افسوس ہوا اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے لگیں کہ یہ تو لڑکی ہے اب میں اپنی نذر پوری نہیں کرسکتی اگر لڑکا ہوتا تو اسے تو اللہ کے گھر کی خدمت کے لئے وقف کردیا جاتا۔ کیونکہ اسرائیلی شریعت میں لڑکی سے یہ خدمت نہیں لی جاسکتی تھی ۴۸ یہ جملہ معترضہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ حضرت مریم کی والدہ کا مقولہ نہیں ہے یعنی اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس کے لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اس لڑکی کی جگہ اگر لڑکا پیدا ہوتا تو وہ اس لڑکی کے برابر نہ ہوتا کیونکہ جو اسرار و رموز اس لڑکی سے وابستہ ہیں۔ وہ اس کے لڑکا ہونے کی صورت میں مفقود ہوتے۔ ولیس الذکر الذی طلبت کالانثی التی وھبت لھا واللام فیھما للعھد (مدارک ج ۱ ص ۱۲۰) ۴۹ یہ حضرت مریم کی والدہ کا مقولہ ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتی ہوئی کہتی ہیں کہ اے اللہ میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا ہے اور اسے اور اس کی اولاد کو شیطان کے شر سے تیری پناہ اور حفاظت میں دیتی ہوں۔ کس قدر خالص توحید کا جذبہ ہے۔ بلاشبہ ہر قسم کے شر سے صرف اللہ ہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسکے پہلو میں انگلی سے چوکا لگاتا ہے جس کی وجہ سے وہ چیخ اٹھتا ہے لیکن مریم اور اس کے بیٹے کو اللہ نے شیطان کے چوکے سے محفوظ رکھا (قرطبی ج ۴ ص ۶۹ روح ج ۳ ص ۱۳۶ وغیرہ) ۵۰ اسرائیلی شریعت میں اگرچہ خدمت مسجد کے لئے باشعور اور عاقل لڑکے ہی کی نذر قبول ہوسکتی تھی اور لڑکی کی نذر قبول نہیں ہوتی تھی لیکن حضرت مریم کی والدہ کا اخلاص اور ان کی تضرع و زاری اللہ کو پسند آئی۔ اس لئے اس نے حضرت مریم کی کمسنی ہی میں نذر قبول فرمائی (کبیر ج ۲ ص ۶۵۸، روح ج ۳ ص ۱۳۸) وَ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا اور جسمانی روحانی اور اخلاقی اعتبار سے اس بچی کی بہت عمدہ تربیت فرمائی۔ عبارۃ عن حسن النشأۃ والجودۃ فی خلق وخلق فانشأھا علی الطاعۃ والعبادۃ (بحر ج ۲ ص ۴۴۱) ۵۱ محراب کے معنی حجرے اور خلوت گاہ کے ہیں۔ رزق سے کھانے پینے کی چیزیں مراد ہیں اور رزقا کی تنوین تفخیم کے لئے ہے اور کلما تکرار فعل پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت مریم کے والد ان کے بچپن ہی میں وفات پاچکے تھے اسلئے ان کی پرورش کا سوال پیدا ہوا تو اس کا فیصلہ قرعہ کے ذریعے کیا گیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا آپ رشتہ میں حضرت مریم کے خالو بھی تھے اسلئے وہی انکے کفیل ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی حضرت مریم کے حجرہ میں آتے انکے پاس بے موسم کے ترو تازہ پھل دیکھتے۔ تواترت الروایات بان زکریا علیہ السلام کان یجد عندھا فاکھۃ الشتاء فی الصیف وفاکھۃ الصیف فی الشتاء (کبیر ج ۲ ص ۶۶۰) ۵۲ حضرت زکریا علیہ السلام ان سے پوچھتے کہ اے مریم یہ ترو تازہ پھل کہاں سے آئے ہیں۔ تو وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور اللہ نے کسی انسان کے واسطہ کے بغیر مجھے دیئے ہیں میں اپنے اختیار سے کہیں سے نہیں لائی ہوں۔ اس سے عیسائیوں کے اس شبہ کا ازالہ کردیا۔ کہ

موضح قرآن۔ ف۱ یعنی کوئی کسی کی محبت کا دعویٰ کرے تو اس طرح محبت کرے جس طرح محبوب چاہے نہ جس طرح اپنا جی چاہے اور اسی طرح چاہے تو محبوب اسکو چاہے اور بندوں کو چاہے تو بھی کہ ان پر مہربان ہو اور گناہ پر نہ کھٹے اور خیالات عبث ہیں ف۲ یعنی بندے کی محبت یہی کہ شوق سے اللہ کے کام پر اور حکم پر دوڑے اب آگے سے مذکور ہے کہ اللہ نے حضرت مریم کو اور حضرت عیسیٰ کو محبت کے پابند کے لفظ فرمائے ہیں۔ سو محبت اللہ کی بندوں پر تو وہی ہے جو سن چکے اور بندے کے لفظ اکثر مقربوں کو فرمائے ہیں ایسے لفظوں سے شبہ نہ کھانا چاہیئے۔ ف۳ عمران حضرت موسےٰ کے باپ کا نام بھی ہے اور حضرت مریم کے باپ کا نام بھی ہے شاید یہاں یہی منظور ہے ف۴ اس امت میں دستور تھا کہ بعضے لڑکوں کو ماں باپ اپنے حق سے آزاد کرتے اور اللہ کی نیاز کرتے پھر تمام عمر انکو دنیا کے کام میں نہ لگاتے اور ہمیشہ مسجد میں وہ عبادت کیا کرتے عمران کی عورت کو حمل تھا اس نے آگے سے یہی نذر کر رکھی ف۵ یہ بیچ میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ کو بہتر معلوم ہے اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی۔ باقی اسکا کلام ہے وہ ناامید ہوئی کہ میری نذر پوری نہ پڑی کیونکہ دستور لڑکی کے نیاز کرنے کا نہ تھا ـــــــ فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید کہ نصاریٰ با حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم در باب عیسےٰ علیہ السلام گفتگو کردند حق سبحانہ وتعالیٰ این آیات نازل ساخت بعد از نزول آیتہا نصاریٰ را بمباہلہ دعوت کرد مذہب عاجز شدہ جزیہ قبول نمودند واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی دختر خدمت بیت المقدس را نمی شاید ۱۲

حضرت مریم اپنے اختیار سے بے موسم کے پھل حاصل کرتی تھیں۔ ٥٣ اللہ کو یہ قدرت اور اختیار حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے بلاحساب فراخی سے روزی عطا کرے اس میں کسی فرد بشر کو اختیار حاصل نہیں حضرت مریم صدیقہ پیغمبر نہیں تھیں بلکہ اولیاء اللہ میں سے تھیں۔ اسلئے بلا واسطہ بشر اس عجیب وغریب رزق کا اللہ کی طرف سے انکے پاس آنا انکی کرامت تھی۔ یہ آیت کرامات اولیاء کے حق ہونے کی واضح دلیل ہے۔ واستدل بالآیۃ جواز الکرامۃ للاولیاء لان مریم لا نبوۃ لها علی المشهور و هذا هو الذی ذهب الیه اهل السنة والشیعة وخالف فی ذالك المعتزلة (روح ج ۳ ص ۱۴۰)

ایک شبہ کا جواب: ٥٤ حضرت زکریا علیہ السلام کے یہاں ایسی عمر میں بچے کے پیدا ہونے سے جس میں عادۃً بچہ پیدا نہیں ہو سکتا عیسائی اس شبہ میں پڑ گئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کچھ تصرف اور اختیار حاصل تھا جس کی وجہ سے ان کے یہاں بڑھاپے میں بیٹا پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید فرمائی۔ هنالك ظرف ہے زمان اور مکان دونوں کے لئے یہاں مکان کی طرف اشارہ ہے یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے پاس بے موسم کے میوے دیکھے تو وہیں اللہ سے دعا کی اور خیال کیا کہ جو اللہ مریم کو بے موسم کا پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی اس بڑھاپے میں فرزند عطا کر سکتا ہے (روح ج ۳ ص ۱۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ انکے تصرف و اختیار میں تو کچھ نہیں تھا۔ بیٹے کے لئے تو وہ اللہ سے دعا کر رہے تھے۔ اسلئے وہ مالک و مختار یا متصرف کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۞ یہ بھی انکی دعا ہی کا حصہ ہے حرف تاکید اور جملہ اسمیہ لا کر حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ کے سامنے اعتراف کیا اے اللہ دعائیں قبول کرنے والا اور آرزوئیں بر لانے والا صرف تو ہی ہے تیرے سوا اور کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ بھلا جو اس طرح اللہ سے التجا کرے وہ کس طرح معبود اور کارساز ہو سکتا ہے ٥٥ فا تعقیب کیلئے ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی دعا کی تو اسکے نتیجہ میں اللہ نے انکی دعا قبول فرمائی اور بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لئے فرشتے انکے پاس بھیجے۔ چنانچہ جب حضرت زکریا علیہ السلام اپنے حجرہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اس وقت فرشتوں نے آپ کو خوشخبری دی ٥٦ مصدقا مع معطوفات یحییٰ سے حال ہے اور کلمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں چنانچہ یہی حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور اجلہ مفسرین سے منقول ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اسلئے کہا گیا کہ انکی پیدائش اسباب عادیہ کے بغیر محض لفظ کن سے ہوئی۔ والمراد بالکلمة عیسیٰ علیه السلام وهو المروی عن ابن عباس ومجاهد وقتادة وعلیه اجلة المفسرین وانما سمی عیسیٰ علیه السلام بذالك لانه وجد بكلمة كن من دون توسط سبب عادی الخ (روح ج ۳ ص ۱۴۷) یعنی عیسیٰ علیه السلام فی قول اکثر المفسرین وسمی عیسیٰ کلمة لانه کان بکلمة الله تعالیٰ التی هی کن فکان من غیر اب (قرطبی ج ۴ ص ۷۶) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی حیثیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے نقیب اور تصدیق کنندہ کی تھی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی اس بات کی تصدیق کی جو کتب سابقہ میں لکھی ہوئی تھی کہ میں ایک شخص کو بغیر باپ کے پیدا کروں گا بعض مفسرین نے تصدیق سے ایمان مراد لیا ہے۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور اس بات کی تصدیق کی کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ وارید بهذا التصدیق الایمان وهو اول من آمن بعیسیٰ علیه السلام

۱ جواب شبہ متعلقہ مائی مریم ۱۲

۲ جواب شبہ متعلقہ حضرت ذکریا علیہ السلام ۱۲

نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

اس کو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی ذکریا کو جس وقت آتے اس کے پاس ذکریا

الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى

حجرے میں ۱ پاتے اس کے پاس کچھ کھانا ٥٢ ف۱ کہا اے مریم کہاں سے آیا

لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ

تیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے ۲ پاس سے آتا ہے ٥٣ اللہ رزق دیتا ہے۔ جس

يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ

کو چاہے بے قیاس ٥٤ ف۱ وہیں دعا کی ذکریا نے اپنے رب سے کہا

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ

اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ ٥٥ بیشک تو سننے والا ہے

الدُّعَآءِ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي

دعا کا پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں

الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی ٥٦ جو گواہی دے گا اللہ کے

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾

ایک حکم کی ف۲ اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جاوے گا اور نبی ہوگا صالحین سے ف۲ ٥٧

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ

کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اور

امْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ

عورت میری بانجھ ہے ٥٨ فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے ٥٩ کہا

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۖ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ

اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی ف۳ کہا نشانی تیرے لئے یہ ہے کہ نہ بات کرے گا تو لوگوں سے

موضح قرآن ف۱ ان کی ماں نے خواب دیکھا کہ اگرچہ یہ لڑکی ہے اللہ نے یہی نیاز میں قبول کی اسکو مسجد میں لے جا وہ لے گئی۔ مسجد کے بزرگوں نے پہلے کہا کہ لڑکی کا رکھنا دستور نہیں جب اسکا خواب سنا تب قبول کیا اور حضرت زکریا کی عورت انکی خالہ تھی۔ وہی رکھنے لگی انکے واسطے الگ مسجد میں ایک حجرہ بنایا۔ دن کو یہ وہاں عبادت کرتیں۔ رات کو حضرت زکریا اپنے ساتھ گھر لے جاتے ان سے یہ کرامت دیکھی کہ بے موسم میوہ خدا کے یہاں سے آیا تب حضرت زکریا جو ساری عمر اولاد سے نا امید تھے اب امیدوار ہوئے کہ شاید میوہ جیسے بے موسم مجھ کو بھی ملے اسی جگہ اولاد کی دعا کی ف۲ گواہی دے گا اللہ کے حکم کی یعنے مسیح کی جو حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے۔ حضرت یحییٰ لوگوں کو آگے سے خبر دیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کو اللہ نے خطاب دیا ہی اپنا حکم یعنے محض حکم سے پیدا ہوئے بغیر باپ کے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی میوہ زمستان در تابستان و میوہ تابستان در زمستان ۱۲ ف۲ یعنی عیسیٰ علیہ السلام را باور دارد ۱۲ ف۳ یعنی نشان حمل آں فرزند ۱۲

وصدق انه بکلمة اللہ تعالی و روح منه فی المشھور (روح ج ۳ ص ۱۴۰، کبیر ج ۲ ص ۶۶۴) سیدا سے مراد ہے دین کے معاملات میں راہنما اور پاکبازی میں سب سے فائق اور برتر۔ حصورا جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو اور لذات و شہوات اور گناہوں سے کنارہ کش ہو۔ نبیا کے ساتھ من الصالحین کی قید بظاہر زائد معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر نبی لازمی طور پر صالح ہوتا ہے لیکن یہ قید صلاح کا اعلے درجہ بیان کرنے کے لئے ذکر کی گئی ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو صلاح و تقوے کا درجۂ اتم حاصل تھا۔ یہانتک کہ انہوں نے زندگی بھر گناہ کا خیال تک نہیں کیا۔ کذافی الکبیر ج ۲ ص ۶۶۵ ۵۷ انّٰی بمعنی کیف ہے اور وقد بلغنی الکبر اور وامرأتی عاقر دونوں جملے حالیہ ہیں اور لی میں یائے متکلم سے حال ہیں۔ خوشخبری سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کو اس پر تعجب ہوا کہ بیٹا پیدا ہونے کے ظاہری اسباب مفقود ہیں۔ میں ہوں تو ننانوے سال کا بوڑھا۔ بیوی ہے تو وہ سرے سے قابل ولادت ہی نہیں۔ اسلئے ان حالات میں ہمارے ہاں بیٹے کا پیدا ہونا بلاشبہ اللہ تعالے کی عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالے کی قدرت کاملہ پر ان الفاظ میں تعجب کا اظہار کرتے ہیں ۵۸ اللہ تعالے نے جواب دیا کہ میری قدرت کاملہ کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح خلاف عادت بلا اسباب عادیہ میں جو چاہوں کرسکتا ہوں۔ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ط اب اللہ سے دعا کی کہ کوئی ایسی علامت مقرر کی جائے۔ جس سے معلوم ہوجائے کہ بیوی امید سے ہے تاکہ اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کا سامان پہلے ہی سے کیا جاسکے اور ظہور عادی تک اس میں تاخیر نہ ہو نیز بطور شکر نعمت پہلے سے زیادہ عبادت کروں ای علامة اعلم بہا وقت حمل امرأتی فازید فی العبادة شکرا لک (معالم و خازن ج ۱ ص ۲۹۰) لیتلقی تلک النعمة بالشکر حین حصولها ولا یؤخر حتی تظہر ظہورا معتادا (روح ج ۳ ص ۱۵۰) ۵۹ چنانچہ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے گھر میں حمل کی علامت یہ ہوگی کہ تم متواتر تین دن تک لوگوں سے بات چیت نہیں کرسکو گے۔ تمہاری زبان بند ہو جائے گی اور تین دن صرف اشاروں ہی سے کام چلاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انه تعالی حبس لسانه ثلثة ایام فلم یقدر ان یکلم الناس الا رمزا (کبیر ج ۲ ص ۶۶۸) ۶۰ زوال آفتاب سے غروب تک کو عشی اور صبح صادق سے چاشت تک کو ابکار کہتے ہیں۔ تسبیح سے بعض مفسرین نے نماز مراد لی ہے اور بعض نے ذکر سے ذکر قلبی اور تسبیح سے ذکر لسانی مراد لیا ہے۔ مطلب یہ کہ ان ایام میں شکر نعمت کے طور پر صبح شام زیادہ سے زیادہ اللہ تعالے کا ذکر کرنا۔

نتیجہ: حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی اللہ سے دعا کی جب بیٹے کی خوشخبری ملی تو اللہ کی قدرت کاملہ پر تعجب کا اظہار کیا یہ چیزیں عجز و احتیاج اور نقصان قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر بیوی کے حاملہ ہونے کی اللہ سے علامت دریافت کرتے ہیں جو نقصان علم کی دلیل ہے۔ اس لئے وہ معبود و مستعان بننے کے لائق نہیں ہیں۔ ۶۱ حضرت عیسے علیہ السلام چونکہ قدرت خداوندی سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور بچپن میں ہی باتیں بھی کی تھیں اور پھر جب بڑے ہوئے تو ان کے ہاتھوں بڑے عجیب و غریب معجزے ظاہر ہوئے مثلاً مٹی کے پرندے میں جان ڈالنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا اور لوگوں کو ان کی پوشیدہ باتیں بتانا۔ تو ان تمام چیزوں سے یہود و نصاریٰ کے دلوں میں مختلف شبہات پیدا ہوئے

أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا ۗ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَ

تین دن مگر اشارہ سے ۵۹ اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور

الْإِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ

صبح ۶۰ ف اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا

وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿۴۲﴾ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي

اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں پر ۶۱ اے مریم بندگی کر

لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ذَٰلِكَ

کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنیوالوں کے ساتھ ۶۲ یہ خبریں

مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ

غیب کی ہیں۔ ہم جو بھیجتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا ان کے پاس

إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص وَمَا كُنْتَ

جب ڈالنے لگے اپنے قلم ف۱ کہ کون ۲ پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا

لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ

ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے ۶۳ ف۲ جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ

اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ

تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسے بیٹا

مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۵﴾

مریم کا مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں ۶۴ ف۳

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۴۶﴾

اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہو گا اور جبکہ پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں ۶۵

قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۖ قَالَ

ف۴ میں ہے۔ بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے ۶۶ فرمایا

۴ ع ۱۱ ۱۲

۱ حق تو یہ ہے لیکن معبود نہیں بن سکتیں ۱۲

۲ جملہ معترضہ برائے بیان صداقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

۳ جواب شبہ متعلقہ حضرت مسیح علیہ السلام ۱۲

موضح قرآن ف۱ پھر جب حضرت یحیےٰ ماں کے پیٹ میں پڑے تو حضرت زکریا کی تین روز یہی حالت رہی کہ آدمی سے کلام نہ کرسکے اسوقت انکی عمر ایک کم سو برس کی تھی اور انکی عورت کی عمر دو کم سو اور انہی دنوں میں حضرت مریم کے پیٹ میں حضرت عیسے پیدا ہوئے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی ف۲ مسجد کے بزرگوں نے جب حضرت مریم کی ماں کا خواب سنا تو سب لگے چاہنے کہ ہم پالیں مریم کو فیصل اس پر ہوا کہ ہر ایک نے اپنا قلم جس سے لکھتے تھے۔ بہتے پانی میں ڈالا سب کے قلم بہاؤ پر بہے اور حضرت زکریا کا قلم الٹا اوپر بہا تب ان ہی کیطرف انکا پالنا ٹھہرا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۳ حضرت عیسے کی بشارت پہلے نبیوں نے دی تھی کہ مسیح پیدا ہوگا۔ جس سے بنی اسرائیل کا عروج ہوگا۔ مسیح کے معنی جسکے ہاتھ لگانے سے بیمار اچھے ہوں یا جسکو کہیں وطن نہ ہو ہمیشہ سیاحی میں رہے سو حضرت عیسے پیدا ہوئے اور یہود انکو نہیں مانتے۔ جب یہود میں دجال پیدا ہوگا وہ آپ کو مسیح کہے گا یہود اس کو مسیح جانیں گے ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۴ یعنی ہدایت کی باتیں سکھاوے گا لوگوں کو سو وہ باتیں حضرت عیسے نے ماں کی گود میں کہیں یا پختی ہوکر کہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی

فتح الرحمن ف۱ یعنی قرعہ انداختند ۱۲

یہودیوں نے حضرت مریم صدیقہ کے بارے میں زبان طعن دراز کی اور ان پر بدکاری کی تہمت لگائی۔ دوسری طرف عیسائیوں نے افراط سے کام لے کر حضرت مریم اور حضرت عیسٰے علیہما السلام کو مافوق الاسباب قدرت اور تصرف و اختیار کا مالک قرار دیا اور انہیں حاجات اور مشکلات میں پکارنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے یہ تمام شبہات دور فرمائے پہلے حضرت مریم صدیقہ کی عفت اور پاکدامنی کی شہادت دی کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کی پیدائش محض قدرت خداوندی سے بغیر باپ کے ہوئی ہے اور حضرت مریم صدیقہ عفیفہ اور پاکدامن ہیں۔ اس کے بعد حضرت عیسٰے علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ تمام معجزے محض اللہ کے حکم سے ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ان کے ظہور میں انکے تصرف اور اختیار کو کوئی دخل نہ تھا۔ اسکے ضمن میں حضرت مریم کی الوہیت کی بھی تردید فرمادی۔ اصطفٰک تجھے باقی تمام خدام بیت اللہ پر فوقیت دی اور خصوصی خوبیوں سے ممتاز فرمایا۔ وطہرک اخلاق ذمیمہ عادات قبیحہ کفر و معصیت یا حیض و نفاس وغیرہ سے پاک رکھا و اصطفٰک علی نساء العلمین یہاں نساء العلمین سے حضرت مریم کے زمانہ کی عورتیں مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اس زمانہ کی عورتوں پر فوقیت اور بزرگی عطا کی اسلئے اس سے ان کا حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہن سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ والتفصیل فی روح المعانی ج ۳ ص ۱۰۵-۷ - [۶۲] اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مریم اللہ کی طرف سے اللہ کی عبادت کرنے اور اسکے آگے رکوع اور سجدہ کرنے پر مامور تھیں لہٰذا وہ معبود اور الٰہ نہیں ہو سکتیں [۶۳] یہ جملہ معترضہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ واقعات جو آپ بیان کر رہے ہیں۔ یہ سب سینکڑوں برس پہلے کے ہیں۔ ان واقعات میں آپ موجود نہیں تھے لیکن اس کے باوجود آپ ان کی صحیح صحیح تفصیلات بیان فرما رہے ہیں۔ لہٰذا یہ اس بات کی یقینی دلیل ہے کہ یہ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی بتائی ہیں اور آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ فیہ دلالۃ علی نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیث اخبر عن قصۃ زکریا و مریم ولم یکن قرا الکتب و اخبر عن ذالک وصدقہ اھل الکتاب بذالک (قرطبی ج ۴ ص ۸۵) حضرت مریم کے والد چونکہ پہلے ہی فوت ہو چکے تھے اسلئے ان کی پرورش کا سوال پیدا ہوا تو ہیکل سلیمانی کے تمام خدام باہم جھگڑنے لگے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ حضرت مریم کی کفالت اس کے سپرد ہو چنانچہ اس جھگڑے کو قرعہ کے ذریعے طے کیا گیا۔ قرعہ ڈالنے کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ہر دعویدار اپنا اپنا قلم لائے ان سب قلموں کو بہتے ہوئے پانی میں ڈالا جائے۔ جس کا قلم ٹھہرا رہے اور پانی کے ساتھ بہہ نہ جائے اسے کفالت کا حقدار قرار دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس طرح قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام پڑا۔ (قرطبی ج ۴ ص ۸۶) بعض نے لکھا ہے کہ جو حقدار ہو گا اس کا قلم پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت کو حرکت کرے گا (کبیر ج ۲ ص ۶۷۶) بہرحال یہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا [۶۴] یہاں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو انسانی شکل میں حضرت مریم کے پاس بیٹے کی خوشخبری سنانے کے لئے بھیجا چنانچہ حضرت جبریل نے خوشخبری کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ محض کلمۂ "کن" سے پیدا ہو گا اور اس کا نام عیسٰے اور لقب مسیح ہو گا اور وہ ماں کی طرف منسوب ہو گا کیونکہ وہ باپ کے بغیر ہو گا۔ دنیا اور آخرت میں بڑی شان والا اور خدا کے مقربین میں سے ہو گا۔ [۶۵] یہ بھی فرشتے کا کلام ہے یعنی وہ بچہ شیر خوارگی کے زمانہ میں بھی باتیں کرے گا اور بڑھاپے میں بھی اور صالحین میں سے ہو گا شیر خوارگی کے زمانہ میں باتیں کرنا تو ایک معجزہ تھا۔ اسلئے اس کا ذکر کرنے کی وجہ تو سمجھ میں آتی ہے مگر بڑھاپے میں باتیں کرنا تو کوئی کمال نہیں پھر اسکے ذکر کی آخر کیا وجہ ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسٰے علیہ السلام کی عمر تینتیس برس کی ہوئی اس وقت اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا چنانچہ ابھی تک حضرت عیسٰے علیہ السلام آسمان پر ہیں اور ان کا کہولت میں باتیں کرنا ابھی باقی ہے کیونکہ کہولت چالیس سال کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ اسلئے وہ آسمان سے اتریں گے اور دوبارہ زمین پر آکر چوبیس سال زندگی بسر کریں گے اور اس طرح کہولت میں باتیں کرنے کا خدائی وعدہ پورا ہو گا۔ وعلی ما ذکر فی سن الکھولۃ یراد بتکلیمہ علیہ السلام کہلا تکلیمہ لھم کذالک بعد نزولہ من السماء وبلوغہ ذالک السن بناء علی ما ذھب الیہ سعید بن المسیب و زید بن اسلم وغیرھما انہ علیہ السلام رفع الی السماء وھو ابن ثلاث وثلثین سنۃ و انہ سینزل الی الارض ویبقی حیا فیھا اربعا وعشرین سنۃ کما ورد (ابن جریر بسند صحیح (روح ج ۳ ص ۱۶۴، کبیر ج ۲ ص ۶۷۷، قرطبی ج ۴ ص ۹۰) ویکلم الناس فی المھد و کھلا قال (ابن زید) رفعہ اللہ الیہ قبل ان یکون کھلا قال وینزل کھلا (ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۴) یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء کی واضح دلیل ہے۔ نیز یہ آیت حضرت عیسٰی علیہ السلام کی الوہیت کے بطلان پر نص صریح ہے کہ اس سے ان کے تغیر احوال کا پتہ چلتا ہے مثلاً ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا۔ طفل ہونا اور کہل ہونا وغیرہ اور جو ذات اس قدر متغیر اور انقلاب زمانہ سے متاثر ہو وہ معبود اور الٰہ بننے کے لائق نہیں جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ المراد منہ بیان کونہ متنقلا فی الاحوال من الصبا الی الکھولۃ والتغیر علی الالٰہ تعالیٰ محال و المراد منہ الرد علی وفد نجران فی قولھم ان عیسٰی کان الٰھا (کبیر ج ۲ ص ۶۷۷) [۶۶] حضرت مریم چونکہ ابھی کنواری تھیں۔ اور نہایت ہی عفیفہ اور پاکدامن تھیں۔ اسلئے یہ خوشخبری سن کر تعجب اور حیرت سے بولیں کہ مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں۔ میرے بیٹا کس طرح پیدا ہو گا۔ [۶۷] اس پر فرشتے نے کہا کہ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ظاہری اسباب کے بغیر جو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے۔ اس کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔ تو بس اس کام کے مکمل ہو جانے کے لئے صرف اس کا ارادہ ہی کافی ہوتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ یہ بھی فرشتے کا مقولہ ہے اور یبشرک پر معطوف ہے۔ فرشتے نے مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ اس ہونے والے بچے کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کا علم دے گا۔ یہاں الکتاب میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے قرآن مراد ہے۔ اور حکمت سے سنت رسول اللہ یا پختہ باتیں مراد ہیں۔ جب حضرت عیسٰے علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اس وقت قرآن و سنت کا علم ان کو اللہ کی طرف سے وہبی طور پر عطا ہو گا۔ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ۔ رسولا کا عامل ناصب محذوف ہے ای یجعلہ رسولاً (روح ج ۳ ص ۱۶۶) انی میں رسولا عامل ہے۔ یعنی وہ بچہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو گا اور ان سے کہے گا کہ میں اللہ کی طرف سے تمہارے پاس اپنی صداقت کی نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ [۶۸] یہ انی قد جئتکم سے بدل ہے اور اذن اللہ سے مراد امر اللہ ہے اور یہاں سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کے معجزات کی تفصیل شروع ہوتی ہے ان کا ایک معجزہ تھا کہ وہ مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں دم کر دیتے تو وہ زندہ ہو جاتا۔ باذن اللہ کا اضافہ کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مٹی کے بت کا زندہ ہو جانا یہ محض اللہ کے حکم سے تھا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اس میں کوئی تصرف یا اختیار نہیں تھا۔ والمراد بامر اللہ واشار بذالک الی ان احیاءہ من اللہ تعالیٰ ولکن بسبب النفخ ولیس ذالک لخصوصیۃ فی عیسٰی علیہ السلام الخ (روح ج ۳ ص ۱۶۸) [۶۹] یہ اخلق پر معطوف ہے۔ اکمہ اسے کہتے ہیں۔ جو ماں کے پیٹ سے ہی اندھا پیدا ہوا ہو اور ابرص کوڑھی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی حضرت عیسٰے علیہ السلام کے معجزات تھے۔ جب انکے پاس کوئی علاج کے لئے آتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے۔ تو اللہ شفا عطا کر دیتا۔ اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے کے لئے بھی خدا سے دعا مانگتے اور یہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور اسکے حکم سے ہوتا تھا۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو ان کاموں کا اختیار نہیں تھا۔ اسلئے وہ الٰہ اور معبود نہیں تھے۔ وکان یداویھم بالدعاء الی اللہ تعالیٰ بشرط الایمان (روح ج ۳ ص ۱۶۹) [۷۰] یہ بھی ان کا معجزہ تھا۔ وہ لوگوں کو بتادیتے تھے کہ وہ کیا کھا کر آئے ہیں۔ اور کیا گھر بچا کر رکھا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے بتانے سے انہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ خود غیب نہیں جانتے تھے۔ [۷۱] حضرت عیسٰے علیہ السلام مذکورہ معجزات دکھا کر اپنی قوم سے کہیں گے کہ اگر ایمان لانا چاہو اور میری تصدیق کرنی چاہو تو یہ معجزات میری رسالت و نبوت کی بہت بڑی دلیل ہیں۔ کیونکہ یہ خارق عادت امور پیغمبر کے سوا کسی جھوٹے مدعی کے ہاتھ پر ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے۔ [۷۲] مصدقا کا عطف رسولا پر ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا ایک فریضہ یہ بھی تھا کہ وہ تورات کی تصدیق کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ تورات خدا کی کتاب ہے اور اسکی تعلیمات پر ایمان لانا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ۔ تورات کے بعض احکام حضرت عیسٰے علیہ السلام کے ذریعے منسوخ بھی کئے گئے مثلاً کئی چیزیں جو تورات میں حرام تھیں حلال کر دی گئیں۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ مذکورہ دلائل میری نبوت و رسالت پر کافی ہیں۔ اسلئے خدا سے ڈرو میرا انکار نہ کرو اور میری اطاعت کرو [۷۳] اور میرے ان حیرت انگیز اور تعجب خیز معجزات سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا اور مجھے متصرف و مختار اور کارساز نہ سمجھ بیٹھنا میں خدا کا شریک نہیں ہوں بلکہ اللہ کا بندہ ہوں جو خدائے واحد تمہارا پروردگار ہے۔ وہی میرا پروردگار اور کارساز ہے۔ اسلئے صرف اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی پکارو اور یہی صراط مستقیم اور سیدھی راہ ہے جس کی طرف تمام انبیاء علیہم السلام دعوت دیتے رہے۔ [۷۴] یہاں کلام میں اندماج ہے یعنی فلما سے پہلے کچھ عبارت محذوف ہے ای فولد عیسٰی کما بشرہ وبلغ قومہ الرسالۃ۔ یعنی جب حضرت عیسٰے علیہ السلام حسب بشارت پیدا ہو چکے اور تبلیغ رسالت کا فریضہ انجام دیدیا تو یہودیوں نے ان کے خلاف حسد و بغض

کی وجہ سے سازشیں شروع کر دیں۔ جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ان کے کفر و انکار اور عداوت کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے ماننے والوں کو اپنی مدد اور نصرت کی دعوت دی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے کا قول ورسولا الی بنی اسرائیل تک اور اس کے بعد اندماج ہو اور مذکورہ عبارت اس کے بعد محذوف ہو (کذا فی الروح ج ۳ ص ۱۷۴) اس سے بھی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید ہو گئی کہ جو شخص خود عالم اسباب میں مدد اور نصرت کا طالب ہے وہ کس طرح الٰہ بن سکتا اور دوسروں کی مشکل کشائی اور حاجت برآری کر سکتا ہے ۶۵ حواریین حواری کی جمع ہے یہ لوگ اپنے علاقہ کے سردار تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر نہایت اخلاص سے ایمان لا چکے تھے وہ یوں اٹھے کہ ہم اللہ کے دین کی خاطر آپ کی مدد کریں گے۔ آپ اس پر گواہ رہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اور دل وجان سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ وقیل کانوا ملوکا ..... قالہ ابن عون (قرطبی ج ۴ ص ۹۸ وکذا فی الکبیر ج ۲ ص ۴۸۶) ۶۶ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے وعدہ نصرت کے بعد حواریوں نے اللہ سے مناجات شروع کر دی اور صدق نیت سے اقرار کر لیا کہ وہ اللہ کے نازل کردہ تمام احکام پر ایمان لے

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا
اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ
کہتا ہے اس کو کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے ۶۷ اور سکھا دے گا اس ف ۱ کو کتاب اور
الْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا
تہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور کرے گا اسکو پیغمبر
اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ
بنی اسرائیل کی طرف بیشک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لیکر
مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ
تمہارے رب کی طرف سے کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے پرندہ کی شکل
الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ
پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے ۶۸
وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى
اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا
اللہ کے حکم سے ۶۹ اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو
تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
رکھ کر آؤ اپنے گھروں میں ۷۰ اس میں نشانی پوری ہے۔
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا
تم کو اگر تم ایمان رکھتے ہو ف ۷۱ اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی
بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ
کتاب کو جو توراۃ ہے ۷۲ اور اس واسطے کہ حلال کر دوں تم کو بعض

مر ۱
ای ویجعلہ رسولا ۱۲

آئے ہیں اور اسکے پیغمبر کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اسلئے انہیں بھی ان لوگوں کی فہرست میں شامل فرما لیا جائے جو اللہ کی توحید اور اس کے پیغمبروں کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں ای اکتبنا فی جملۃ من شہد لک بالتوحید ولانبیاءک بالتصدیق (کبیر ج ۲ ص ۴۸۷) اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے صحابی جو مسیحی تھے وہ تو صرف اللہ ہی کو معبود مانتے تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق ان کا صرف یہی نظریہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اتباع ان پر لازم ہے ان کو الٰہ یا ابن اللہ کہنا وغیرہ خرافات تو انکے تصور میں بھی نہ تھیں ۶۷ مکر عربی کا لفظ ہے جس کے معنی گہری اور خفیہ تدبیر سوچنے کے ہیں۔ اور یہ چیز اپنے اصل کے اعتبار سے بری اور معیوب نہیں ہے اسلئے اللہ کی طرف اس کی نسبت بے کھٹکے جائز ہے۔ البتہ خفیہ تدبیر اگر کسی ناجائز کام کے لئے ہو گی تو معیوب و مذموم ہو گی۔ مکروا کا فاعل یہودی ہیں یہ لوگ چونکہ مشرک اور بد عقیدہ تھے اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توحید پرستی اور حق بیانی سے برہم ہو کر ان کے دشمن بن چکے تھے اس لئے انہوں نے ان پر الحاد اور بے دینی کا الزام لگا کر اپنی مذہبی عدالت سے ان کے کافر اور واجب القتل ہونے کا فیصلہ حاصل کر لیا۔

یہودی چونکہ رومیوں کی مشرک اور بت پرست حکومت کے ماتحت تھے اور رومی حکومت کی منظوری کے بغیر کسی کو قتل کی سزا نہیں دے سکتے تھے۔ اسلئے انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر بغاوت کا ایک جھوٹا مقدمہ بھی قائم کر دیا اور رومی عدالت سے ان کے قتل کے احکام حاصل کر لئے اس وقت سزائے موت صلیب کے ذریعے دی جاتی تھی۔ اس لئے اب وہ ان کو سولی پر لٹکانے کی تیاریاں کرنے لگے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام تدبیریں خاک میں ملا دیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کو ان سے بچا کر آسمان پر اٹھا لیا جب یہودی حضرت کو سولی کے لئے پکڑنے آئے تو جس آدمی کو اندر بھیجا اللہ نے اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کا ہمشکل بنا دیا اور ان کو اوپر اٹھا لیا چنانچہ یہودیوں نے اسی شخص کو مسیح سمجھ کر سولی پر لٹکا دیا۔ ۶۸ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے بھی عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام الٰہ اور متصرف و مختار ہوتے تو یہودیوں کے مکر سے خود بخود بچ جاتے لیکن اس میں وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے محتاج تھے متوفی توفی سے اسم فاعل ہے اور توفی کے معنی کسی چیز کو پورے طور پر لینے اور وصول کرنے کے ہیں۔ التوفی اخذ الشیء وافیا (کبیر ج ۲ ص ۴۸۹) اور رافعک ماقبل کی تفسیر ہے اور اذ ظرف مکروا کے متعلق ہے یعنی یہودی جب حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں سوچ رہے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ خوشخبری سنا دی کہ میں تم کو پورا پورا یعنی روح مع الجسد آسمانوں پر اٹھا لوں گا۔ اور ان کافروں کے ناپاک منصوبوں سے تم کو بچا لوں گا۔ المراد آخذک وافیا بروحک وبدنک فیکون ورافعک الی کالمفسر لما قبلہ (روح ج ۳ ص ۱۷۹) اللہ تعالیٰ نے رافعک کے ساتھ اس سے پہلے متوفیک کا اضافہ فرمایا ہے۔ حالانکہ رفع الی السماء پر دلالت کرنے کے لئے رافعک الی ہی کافی تھا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسکی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر صرف رافعک الی پر ہی اکتفا کیا جاتا تو اس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی روح کا رفع ہوا ہے جسد کا نہیں ہوا۔ اس لئے متوفیک لا کر صراحت فرما دی کہ رفع روح مع الجسد ہوا ہے نہ کہ صرف روح کا۔

موضح القرآن۔ ف ۱۔ حضرت عیسےٰ کو توریت اور ہر کتاب بغیر پڑھے آتی تھی۔ اور یہ سب معجزے ہوتے تھے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ولما علم الله ان من الناس من يخطر بباله ان الذي رفعه الله هو روحه لا جسده ذكر هذا الكلام ليدل على انه عليه الصلوة والسلام رفع بتمامه الى السماء بروحه وبجسده الخ (کبیر ج ٢ ص ٤٨٩)

یہ آیت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کی صریح اور واضح دلیل ہے اس کے علاوہ اور کئی آیتوں میں بھی اس کی صراحت ہے اور نزول مسیح کے بارے میں حدیثیں تو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ جیسا کہ امام ابن جریر اور دیگر مفسرین نے کہا ہے۔ قال ابو جعفر واولی ھذہ الاقوال بالصحۃ عندنا قول من قال معنی ذالک انی قابضک من الارض ورافعک الی لتواتر الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ینزل عیسی بن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض۔ الخ (ابن جریر ج ٣ ص ١٨٣) چنانچہ ایک مرفوع روایت میں ہے جیسے حضرت ابوہریرۃ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ حضرت عیسےٰ ابن مریم ضرور بالضرور تم میں حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے الخ۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ان سعید بن المسیب سمع ابا ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ الخ (صحیح بخاری ج ١ ص ٢٩٦، ج ١ ص ٣٣٢، ج ١ ص ٤٩٠) یہ روایت حدیث کی تمام متداول کتابوں میں موجود ہے۔ نزول کے بارے میں کتب حدیث میں جتنی بھی روایتیں موجود ہیں ان سب میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی شخصیت کی صراحت موجود ہے کسی ایک روایت میں بھی مثیل عیسےٰ کا لفظ نہیں آیا اور نہ ہی کسی مرفوع حدیث میں اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین اور اتباع تابعین کے کسی اثر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر آیا ہے۔ بلکہ صحابہ اور تابعین سے حیات مسیح تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ حضرت ابن عباس سے جو متوفیک کا معنی ممیتک بخاری میں منقول ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو یہ روایت منقطع ہے اور اسکے مقابلہ میں حضرت ابن عباس سے جو روایت صحت کے ساتھ منقول ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ چنانچہ علامہ قرطبی رقمطراز ہیں۔ والصحیح ان اللہ تعالی رفعہ الی السماء من غیر وفاۃ ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصحیح عن ابن عباس وقالہ الضحاک (قرطبی ج ٤ ص ١٠٠) ثانیاً اگر روایت صحیح بھی ہو تو بھی اس کا مفہوم یہ نہیں کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس صورت میں آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگی کیونکہ واؤ مطلق جمع کے لئے آتی ہے ترتیب لازم نہیں اور مطلب یہ ہوگا کہ تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پھر آخر زمانہ میں زمین پر اتار کر تجھے موت دینے والا ہوں۔ جیسا کہ حضرت قتادہؓ سے منقول ہے۔ عن قتادۃ قال ھذا من المقدم والمؤخر ای رافعک الی ومتوفیک (روح ج ٣ ص ١٧٩)

لفظ توفی کے معنی تمام اہل لغت کے نزدیک اخذ الشئ وافیا کے ہیں اور قرآن مجید میں یہ لفظ حیات کے مقابلہ میں کہیں استعمال نہیں ہوا

الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ قف

وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٥٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ

سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا

فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٥١﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ

سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے ف ١ ف ١ پھر جب معلوم کیا

عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ

عیسےٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ

کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کی ہم یقین لائے اللہ پر

وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ

اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا ف ٢ اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تو نے

وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٣﴾

اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے ہم کو ماننے والوں میں

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٥٤﴾ ع

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے ف ٢ اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ف ٣

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ

جس وقت کہا اللہ نے اے عیسےٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ

اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے

اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ

تابع ہیں غالب ان لوگوں پر جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک

ع ٥ ١٣ ٣

ف ١ اس سے پہلے مذکور ہے یعنی القصہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے اور انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔ ١٢

موضح قرآن۔ ف ١ حضرت عیسےٰ کے وقت توریت میں سے کئی حکم جو مشکل تھے۔ موقوف ہوئے باقی وہی توریت کا حکم تھا۔ ١٢ منہ رحمہ اللہ تعالی ف ٢ حضرت عیسےٰ کے بارہ یار کا خطاب تھا حواری۔ حواری اصل کہتے ہیں دھوبی کو۔ ان میں پہلے دو شخص جو ان کے تابع ہوئے دھوبی تھے۔ حضرت عیسےٰ نے کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھادوں وہ انکے ساتھ ہوئے اسطرح سب کا یہی خطاب ٹھہر گیا۔ **فائدہ** اس آیت کے معنی یہ کہ حضرت عیسےٰ اصل رسول تھے واسطے بنی اسرائیل کے۔ جب معلوم کیا کہ یہ میرا دین قبول نہ کرینگے چاہا کہ اور کوئی میرے دین کو رواج دے حواریوں کے ہاتھ سے غیروں کو دین پہنچا۔ اب تک بنی اسرائیل انکے دین میں کم ہیں ١٢ منہ ف ٣ یہود کے عالموں نے اسوقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے توریت کے حکم سے خلاف بتاتا ہے اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لادیں جب وہ پہنچے۔ حضرت عیسیٰ کے یار سرک گئے اس تنہائی میں حق تعالی نے حضرت عیسےٰ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور ایک صورت ان کی رہ گئی اسی کو پکڑ لائے پھر سولی پر چڑھایا ١٢ منہ

فتح الرحمٰن۔ ف ١ القصہ ایں بشارت در حق عیسےٰ علیہ السلام متحقق شد و یہود را بدین خود دعوت نمودند ١٢۔ ف ٢ یعنی با کافراں ١٢

ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ
پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کردوں گا تم میں جس بات میں تم

فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ
جھگڑتے تھے ف سو وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کروں گا

عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ز وَمَا لَهُمْ
سخت عذاب دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں

مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
ان کا مددگار ؁ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام نیک

الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ
کئے سو ان کو پورا دے گا ان کا حق ؁ اور اللہ کو خوش نہیں آتے

الظّٰلِمِیْنَ ۝ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَ
بے انصاف یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو آیتیں اور

الذِّكْرِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ
بیان تحقیقی ؁۸۲ بیشک عیسےٰ کی مثال اللہ کے نزدیک

كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ
جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ ہو جا

فَیَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ
وہ ہو گیا ف۲ ؁۸۳ حق وہ ہے جو تیرا رب کہے پھر تو مت رہ شک

الْمُمْتَرِیْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا
لانے والوں سے ؁۸۴ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا
کہ آ چکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہدے آؤ بلا دیں ہم اپنے بیٹے

حیات کے مقابلہ میں لفظ موت آیا ہے مثلاً کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم (بقرہ ع ۳) الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا (مرسلات ع ۱) بلکہ توفی کے مقابلہ میں ہونا اور رہنا آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم (مائدہ ع ۱۶) البتہ اس لفظ کا اطلاق موت پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں بھی اخذ الشئ وافیا ہوتا ہے تو موت بھی توفی کا ایک فرد ہے ۔ جس طرح بدن کے ساتھ اٹھا لینا بھی اس کا فرد ہے مگر اس آیت میں رفع روح مع الجسد مراد ہے نہ کہ موت۔ مرزائیوں کی طرف سے ایک قاعدہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب توفی سے باب تفعل ہو اور فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں قبض روح کے سوا کوئی معنی نہیں ہوتا یعنی رفع مع الجسد مراد نہیں ہوتا یہ امت مرزائیہ کی طرف سے سراسر فریب اور دھوکہ ہے۔ اوّل تو اسلئے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے سوا کسی کا رفع روح مع الجسد ثابت نہیں اسلئے یہ الفاظ کسی دوسرے کے لئے وارد نہیں ہوتے۔ ثانیاً یہ قاعدہ من گھڑت اور جعلی ہے کسی لغت کی کتاب میں اس کا کوئی مذکور نہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ جب رفع کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی جسد ہو اور اس کا صلہ الی ہو تو وہاں رفع جسد کے سوا کوئی معنی نہیں ہو سکتا۔ قرآن سے حدیث اور محاورات عرب سے اسکے خلاف کوئی ثبوت نہیں مل سکتا۔ والتفصیل فی رسالۃ عقیدۃ الاسلام للسید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ ؁۷۹ پہلے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات سے مخصوص تھے اور یہ وعدہ انکے متبعین اور ان پر ایمان لانے والوں کے ساتھ ہے۔ الذین اتبعوک سے مسلمان اور سچے عیسائی مراد ہیں اور الذین کفروا سے مراد یہود ہیں۔ جنہوں نے حضرت عیسے علیہ السلام کا انکار کیا اور ان کے قتل کے درپے ہوئے۔ فوقیت اور غلبہ سے معنوی اور قوت دلائل کے اعتبار سے غلبہ مراد ہے۔ چنانچہ اس حیثیت سے یہودی ہمیشہ مغلوب رہے ہیں اگر مادی اور سیاسی حیثیت سے فوقیت مراد ہو تو اس اعتبار سے بھی یہودی ہمیشہ ذلیل وخوار اور مقہور ومحکوم ہی رہے ہیں۔ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ۔ اور جب تم سب میدان حشر میں میرے سامنے حاضر آؤ گے تو عملی اور حتمی فیصلہ تمہارے اختلافات کا میں خود کروں گا ؁۸۰ الذین کفروا سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت عیسے علیہ السلام کو نہیں مانتے تھے اور انہیں قتل کرنا چاہتے تھے یا جنہوں نے ان کو معبود بنا لیا تھا۔ آخرت کا عذاب تو ظاہر ہے اور دنیا کے عذاب سے قید و بند اور قتل کا عذاب مراد ہے۔ چنانچہ دنیا میں بھی ان لوگوں کو عذاب دیا گیا اور آخرت میں بھی دیا جائیگا وکذالک فعل بمن کفر بالمسیح من الیہود او غلا فیہ او اطراہ من النصاری عذبہم فی الدنیا بالقتل والسبی واخذ الاموال وازالۃ الایدی عن الممالک وفی الدار الآخرۃ عذابہم اشد واشق۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۷) اور ان کافروں کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا جن کو انہوں نے اپنے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ رکھا ہے وہ انہیں نہ دنیا میں خدا کے عذاب سے بچا سکیں گے اور نہ آخرت میں ؁۸۱ اور جن لوگوں نے اللہ کے تمام پیغمبروں کو مانا اور ان کے لائے ہوئے پیغام توحید کو تسلیم کیا اور عیسائیوں کیطرح اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا اور اعمال صالحہ بجا لا کر ایمان کے تمام تقاضے پورے کئے تو انہیں انکے اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ مطلب مومنین کے اجر و ثواب میں کمی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مزدور کو اسکی مزدوری نہ دینا یا اس میں کمی کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا۔ اسلئے اس بات کا ادنےٰ احتمال بھی نہیں ہے کہ وہ کسی کے اجر میں کمی کرے گا۔ ؁۸۲ یہ جملہ معترضہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اظہار کیلئے لایا گیا ہے ذالک مبتدا ہے اور نتلوہ علیک اسکی خبر ہے من الآیات و الذکر الحکیم خبر بعد خبر ہے یا نتلوہ میں ضمیر منصوب سے حال ہے اور ذکر حکیم سے مراد قرآن ہے یعنی جو کچھ ہم آپ پر نازل کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی نبوت کے واضح دلائل ہیں اور حکمت سے بھرپور قرآن کی آیتیں ہیں جنکا علم وحی کے بغیر ناممکن ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ ای الحجج الدالۃ علی صدق نبوتک اذ اعلمتہم بما لا یعلمہ الا قاری کتاب او معلم ولست بواحد منہما فلم یبق الا انک عرفتہ من طریق الوحی (روح ج ۳ ص ۱۸۹)

سر۱ تخویف دنیوی و اخروی برائے منکرین ۱۲

سر۲ بشارت برائے مومنین ۱۲

سر۳ جملہ معترضہ برائے صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

موضح قرآن ف ۔ حضرت عیسے کے تابع اول نصاریٰ تھے اب مسلمان ہیں۔ سو ہمیشہ یہود پر غالب رہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسے بندہ نہیں اللہ کا بیٹا ہے آخر کہنے لگے کہ اگر وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو بتاؤ کس کا بیٹا ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ آدم کو تھا نہ ماں نہ باپ بیٹے کو باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے ۱۲ منہ رح

وَ اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَ

اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور

اَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى

تمہاری جان پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان

الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ج وَمَا

پر جو جھوٹے ہیں ۸۵ ف بیشک یہی ہے بیان سچا ۸۶ اور کسی

مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

کی بندگی نہیں ہے سوائے اللہ کے اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾

حکمت والا ۸۷ پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہیں فساد کرنے والے ۸۸

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا

تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں

وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ

اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہراویں اس کا

شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ

کسی کو اور نہ بناوے کوئی کسی کو رب سوائے

دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا

اللہ کے ۸۹ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ ۹۰ اے اہل کتاب کیوں

تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ

جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت ف۲ اور توریت

منزل ۱

ع ۶ ۱۴

۱ خلاصہ بحث اور نتیجہ دلائل سابقہ ۱۲

۲ آخر میں اہل کتاب کو دعوت الی التوحید مع زجر ۱۲

۳ پہلا شکوہ ۱۲

۸۳ یہ سابقہ شبہ کے جواب کی تکمیل ہے یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ان کے معبود ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام قدرت خداوندی کے سامنے مشکل یا عجیب ہے ان کی پیدائش قدرت خداوندی کا ایک نمونہ ہے۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ماں اور باپ دونوں کے بغیر قدرت خدا کا نمونہ تھی۔ جس طرح حضرت آدم کی پیدائش محض اللہ کی قدرت اور اس کے ارادے سے ہوئی اسی طرح حضرت عیسےٰ کی پیدائش ہوئی۔ ۸۴ الحق خبر ہے اور اس کا مبتدا ھو محذوف ہے یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی طرح محض ہماری قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور الٰہ نہیں تھے۔ اور ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ پاکباز عورت تھی یہ سب حق ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اس کے مقابلے میں یہود و نصاریٰ کے نظریات غلط اور باطل ہیں مثلاً نصاریٰ نے کہا کہ حضرت عیسےٰ معبود اور کارساز ہیں اور یہودیوں نے حضرت مریم کو زنا کی تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے خیالات کا ابطال فرمایا قال ابو مسلم المراد ان ھذا الذی انزلت علیک ھو الحق من خبر عیسٰی علیہ السلام لا ما قالت النصاریٰ و الیھود فالنصاریٰ قالوا ان مریم ولدت الٰھا والیھود رموا مریم علیہا السلام بالافک (کبیر ج ۲ صد ۹۹)۔ ۸۵ فیہ کی ضمیر حضرت عیسےٰ کی طرف راجع ہے الوہیت مسیح کو دلائل قطعیہ سے باطل کرنے کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ حضرت مسیح کے الٰہ (معبود) نہ ہونے اور اللہ کا بندہ اور رسول ہونے کے قطعی اور یقینی دلائل کے واضح ہوجانے کے بعد بھی اگر وفد نجران الوہیت مسیح کے بارے میں آپ سے اختلاف اور جھگڑا کریں تو آپ انہیں مباہلہ کا چیلنج کر دیں کیونکہ دلائل سے تو مسئلہ واضح ہوچکا ہے اور ان سے کہیں کہ تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کو لے آؤ اور ہم بھی لے آتے ہیں۔ اور پھر عاجزی اور خشوع سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں لیکن وفد نجران کے پادری اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ سچے رسول ہیں اور آپ کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے سے وہ تباہ ہوجائیں گے اسلئے وہ مباہلہ پر آمادہ نہ ہوئے اور آپ سے صلح کر لی۔ یہ آیت مباہلہ کے نام سے مشہور ہے جس کا شان نزول اور صحیح مفہوم اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ شیعہ حضرات اول تو قرآن مجید کو صحیح مانتے ہی نہیں بلکہ اس میں بیسیوں غلطیاں اور خامیاں نکالتے ہیں اور اگر مانتے ہیں تو خواہ مخواہ قرآن کی آیتوں سے کھینچ تان کر اماموں کی امامت اور حضرت علی کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ آیت مباہلہ سے بھی شیعوں نے حضرت علی کی خلافت بلا فصل پر استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی اسوقت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین کو ساتھ لیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ انفسنا سے حضرت علی اور ابناءنا سے حضرات حسنین اور نساءنا سے حضرت فاطمہ مراد ہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت علی نفس رسول ہیں اور نفس رسول کی موجودگی میں اور کوئی خلافت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

جواب: یہ شیعوں کی طرف سے ایک سراسر مغالطہ ہے اور اس آیت سے ان کا استدلال از سر تا پا باطل ہے۔ اول اسلئے کہ ان کا استدلال اس آیت سے نہیں بلکہ ایک روایت سے ہے کیونکہ روایت کو ساتھ ملائے بغیر ان کا مطلب آیت سے نہیں نکل سکتا۔ بلکہ آیت میں اس طرف ادنیٰ سا اشارہ بھی موجود نہیں۔ دوم اسلئے کہ انفسنا سے صرف حضرت علی کو مراد لینا یہ مفسرین کی تصریحات کے خلاف ہے۔ بلکہ اس سے خود حضور علیہ السلام کی ذات یا آپ کے ساتھ حضرت علی اور دوسرے مسلمان مراد ہیں۔ چنانچہ مفسر طبری فرماتے ہیں۔ لا نسلم ان المراد بانفسنا الامیر بل المراد نفسہ الشریفۃ صلی اللہ علیہ وسلم (ج ۳ صد ۱۹۲) اور معالم میں ہے عنی نفسہ و علیا رضی اللہ عنہ والعرب تسمی ابن عم الرجل نفسہ کما قال اللہ تعالیٰ ولا تلمزوا انفسکم یرید اخوانکم وقیل ھو علی العموم لجماعۃ اھل الدین۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ حضرات چونکہ آپ سے علیحدہ گھر میں رہتے تھے اسلئے مباہلہ میں ان کو شریک کرنے کے لئے آپ نے ان کو اپنے گھر بلایا

موضح قرآن ف اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ اس قدر سمجھائے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو انکے ساتھ قسم کرو یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں طرف اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے پھر حضرت آپ اور حضرت فاطمہ اور امام حسن اور امام حسین اور حضرت علی کو لے کر گئے ان نصاریٰ میں جو دانا تھے انہوں نے مقابلہ نہ کیا اور جزیہ دینا قبول رکھا۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن۔ ف۲ یعنی بعضی گفتند یہودی بود و بعضی گفتند نصرانی بود ۱۲

لیکن مباہلہ کی نوبت ہی نہ آئی اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کرتے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو بھی یقیناً ساتھ لے جاتے اور تمام مسلمانوں کو اپنے اہل وعیال سمیت مباہلہ کے لئے نکلنے کا حکم دیتے۔ علامہ ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں۔ ولوعزم نصاریٰ نجران علی المباھلۃ وجاءوا لھا لامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمین ان یخرجوا باھالیھم لمباھلۃ (بحر ج ۲ صہ ۴۷۹) اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں کہ مباہلہ کے لئے تو حضور علیہ السلام خلفاء ثلاثہ کو بھی مع اہل وعیال ساتھ لے چلے تھے جیسا کہ امام ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ عن جعفر بن محمد عن ابیہ فی ھذہ الایۃ تعالوا ندع ابناءنا الایۃ قال فجاء بابی بکر و ولدہ وبعمر وولدہ وبعثمان وولدہ وبعلی وولدہ (در منثور ج ۲ صہ ۴۰، روح ج ۳ صہ) اسلئے اس آیت سے شیعہ حضرات کا استدلال سراسر باطل ہے اس آیت سے نہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل ثابت ہوتی ہے اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مباہلہ میں حضرت علی۔ فاطمہ۔ حسن حسین رضی اللہ عنہم کے سوا کوئی اور شریک نہیں ہوا۔ بلکہ معلوم ہوگیا کہ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو بھی مباہلہ میں شریک ہونے کے لئے مع اولاد بلایا گیا اور اگر مباہلہ ہوجاتا تو تمام مسلمانوں کو مع اہل وعیال مباہلہ میں شریک ہونے کا حکم دیا جاتا۔ **۸۶** ہذا کا اشارہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں مذکورہ تفصیلات کی طرف ہے ای المذکور فی شان عیسی علیہ السلام قالہ ابن عباس (روح ج ۳ صہ ۱۹۰) یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں تمام مذکورہ تفصیلات ہی صحیح اور درست ہیں اور نصاریٰ کا الوہیت اور ابنیت مسیح کا دعویٰ سراسر باطل ہے ان ھذا ھو الحق لاما یدعیہ النصاریٰ من کون المسیح علیہ السلام الٰھا وابن اللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یقولہ الظالمون علوا کبیرا (روح ج ۳ صہ ۱۹۰) **۸۷** یہ تمام گذشتہ بحث کا نتیجہ اور ماحصل ہے جب دلائل واضحہ سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا محض اللہ کی قدرت کاملہ سے تھا اس سے ان کا الٰہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اسی طرح ان سے جو خارق عادت امور ظاہر ہوئے وہ ان کے معجزات تھے اور اللہ کے حکم سے انکے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ان میں انکے اختیار اور تصرف کو کوئی دخل نہیں تھا۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے معبود اور الٰہ نہیں تھے۔ اسلئے اللہ کے سوا کوئی بندگی اور پکار کے لائق نہیں اور قدرت وحکمت کے اعتبار سے وہ سب پر فائق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں **۸۸** اتنی واضح تصریحات کے بعد بھی جو لوگ حق قبول نہ کریں اور توحید سے سرتابی کریں اور شرکیہ عقائد پھیلا کر شر و فساد برپا کرنے میں مصروف رہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے مفسدین کو خوب جانتا ہے ان کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں وہ ان کو ان کے اعمال کی پوری پوری سزا دے گا۔ **۸۹** توحید سے متعلق نصاریٰ کے تمام شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد تمام اہل کتاب کو توحید کی دعوت عام دی ہے۔ سواء مصدر بمعنی اسم فاعل ہے اور کلمہ سے بطور مجاز مرسل کلام مراد ہے یعنی اہل کتاب کو ایک ایسی بات کی دعوت دو۔ جو تمہارے اور ان کے درمیان متفق علیہ ہے اور جس میں تورات، انجیل اور قرآن کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ای لاتختلف فیھا التوراۃ والانجیل والقرآن (روح ج ۳ صہ ۱۹۳) الا نعبد مع معطوفات کلمۃ کی تفسیر ہے اور اس سے بدل ہے وقد فسرھا بقولہ تعالیٰ الا نعبد الا اللہ فموضع ان خفض علی البدل من کلمۃ (قرطبی ج ۴ صہ ۱۰۶) یعنی وہ بات جس کی طرف اہل کتاب کو دعوت دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب مل کر صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اسکا شریک نہ بنائیں اور نہ ہی آپس میں ایک دوسرے کو رب اور مالک ومختار سمجھیں۔

وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا
اور انجیل تو اتریں اس کے بعد کیا تم کو
تَعْقِلُوْنَ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ حَاجَجْتُمْ
عقل نہیں ف۹۱ سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں
فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاۤجُّوْنَ
تم کو کچھ خبر تھی اب کیوں جھگڑتے ہو
فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں ۹۲ اور اللہ جانتا ہے
وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ
اور تم نہیں جانتے ف۱ نہ تھا ابراہیم
يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا
یہودی اور نہ نصرانی لیکن تھا حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں
مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾
سے بیزار اور حکم بردار اور نہ تھا مشرک ۹۳ ف۲
اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ
لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی جو ساتھ
اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ
اس کے تھے اور اس نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر ۹۴
وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّاۤىِٕفَةٌ
اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا ف۲ آرزو ہے بعضے
مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا
اہل کتاب کو کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو ۹۵ اور

موضح قرآن۔ ف۱ یہود ونصاریٰ کا ایک جھگڑا یہ تھا کہ ہر کوئی کہتا تھا کہ ابراہیم ہمارے دین پر تھا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ اللہ صاحب نے فرمایا کہ ابراہیم کو یہودی یا نصرانی اگر اس معنی سے کہتے ہو کہ توریت اور انجیل پر عمل کرتا تھا یہ تو صریح بے عقلی ہے توریت اور انجیل اس سے بعد نازل ہوئی ہیں اور اگر یہ غرض ہے کہ اس وقت بھی اہل ہدایت کا نام یہود تھا یا نصاریٰ تو بھی غلط ہے بلکہ ابراہیم نے اپنے تئیں حنیف کہا ہے یا مسلم حنیف کے معنی جو کوئی ایک راہ حق پکڑے اور سب راہیں باطل چھوڑ دے اور مسلم کے معنی حکم بردار اور اگر یہ غرض ہے کہ دینوں میں یہود کے دین کو یا نصاریٰ کے دین کو زیادہ مناسبت ہے ابراہیم کے دین سے سو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زیادہ مناسبت ابراہیم سے اس وقت کی امت کو تھی یا پچھلی امتوں میں اس نبی کی امت کو ہے تو یہ امت نام میں بھی اور راہ میں بھی ابراہیم سے مناسبت زیادہ رکھتی ہے پھر فرمایا کہ اپنی راہ کے حق ہونے پر کسی کی موافقت سے دلیل جب پکڑے کہ اپنے اوپر وحی نہ آئی ہو سو یہ اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔ کہ یہ اس کے حکم پر چلتے ہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در مسائل منصوصہ در توریت اختلاف کردید تا بغیر منصوصہ چہ رسد ۱۲ ف۲ مترجم گوید حنیف آن را گویند کہ استقبال کعبہ کند و ختنہ نماید و از جنابت غسل کند حاصل آنکہ نام کسی بود کہ بشریعت ابراہیمی متدین باشد ۱۲

اورنہ ہی اپنے عالموں اور درویشوں کی خود ساختہ تحلیلات اور تحریمات کو مانیں۔ ای لانطیع احبارنا فیما احدثوا من التحریم والتحلیل (مدارک ج ۱ صـ ۱۲۶) نصاریٰ میں چونکہ یہ تینوں باتیں موجود تھیں اسلئے ان تینوں کا ذکر کیا۔ وہ خالص اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے سوا مسیح کی عبادت بھی کرتے تھے اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ فیعبدون غیر اللہ وھو المسیح ویشرکون بہ غیرہ (کبیر ج ۲ صـ ۴۰۷) نیز وہ اپنے مولویوں اور پیروں کو حلال وحرام کا مختار سمجھتے تھے اور نذرونیاز اور سجدوں سے ان کی عبادت بھی کرتے تھے۔ انھم اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ فیدل علیہ وجوہ احدھا انھم کانوا یطیعونھم فی التحلیل والتحریم والثانی انھم کانوا یسجدون لاحبارھم الخ (کبیر ج ۲ صـ ۵۰۰) بالکل اسی طرح جس طرح آجکل بدعتی لوگ اپنے مولویوں اور پیروں کی ہر بات پر وحی کی طرح ایمان لاتے ہیں اگرچہ وہ کتاب وسنت کے صریح خلاف ہو۔ ۹۰ لیکن اگر یہود ونصاریٰ اس دعوت توحید کو قبول نہ کریں تو پھر آپ ان سے کہہ دیں، کہ اچھا تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں اور اللہ کی خالص توحید کو دل وجان سے ظاہراً و باطناً ماننے والے ہیں۔

يُضِلُّونَ اِلَّآ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿٦٩﴾

گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے ۹۶

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو اللہ کے کلام کا

وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ﴿٧٠﴾ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ

اور تم قائل ہو ۹۷ ف۱ اے اہل کتاب کیوں

تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ

ملاتے ہو سچ میں جھوٹ ۲ اور چھپاتے ہو سچی بات

وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٧١﴾ ع وَقَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ

جان کر ۹۸ ف۲ اور کہا بعضے

اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اٰمِنُوۡا بِالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ عَلَى الَّذِيۡنَ

اہل کتاب نے مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر

اٰمَنُوۡا وَجۡهَ النَّهَارِ وَاكۡفُرُوۡۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمۡ

دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں شاید وہ

يَرۡجِعُوۡنَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّا لِمَنۡ تَبِعَ

پھر جاویں ۹۹ ۳ اور نہ مانیو مگر اسی کی جو چلے

دِيۡنَكُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ

تمہارے دین پر کہدے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے

اَنۡ يُّؤۡتٰٓى اَحَدٌ مِّثۡلَ مَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ اَوۡ يُحَآجُّوۡكُمۡ

اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا وہ غالب

عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤۡتِيۡهِ

کیوں آگئے تم پر رب کے آگے تلہ تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دیتا ہے

ع ۸ ۱۵

پانچ شکوے

۹۱۔ پہلے عقلی اور نقلی دلائل سے توحید کا اثبات فرمایا اور ساتھ ساتھ عیسائیوں کے شبہات متعلقہ توحید کا ازالہ کیا۔ اب یہاں سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر پانچ شکوے بیان فرماتے ہیں۔ پہلا شکوہ: یہود و نصاریٰ آپس میں جھگڑتے تھے اور ہر فریق دعوے کرتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے نیز یہود و نصاریٰ یہ پراپیگنڈا بھی کرتے تھے کہ ہمارا دین سچا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے دین پر تھے اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ دین اسلام سے متنفر ہو جائیں جب مسئلہ توحید دلائل سے واضح ہو گیا اور اہل کتاب کو اس کے نہ ماننے پر مباہلہ کا چیلنج بھی دیدیا گیا تو اب انہوں نے اسلام کے خلاف یہ پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ ان کا دین ابراہیمی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ فرما دیا کہ وہ انکے غلط پروپیگنڈے سے ہوشیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے دعوے کی تردید کی ہے اور اہل کتاب سے فرمایا کہ جن کتابوں کو تم اپنی مزعومہ یہودیت اور نصرانیت کی بنیاد قرار دیتے ہو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سینکڑوں برس بعد نازل کی گئیں اسلئے یہ نہایت ہی بے عقلی کی بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی تھے۔ ۹۲ یہاں اہل کتاب کی حماقت کا مزید اظہار فرمایا کہ پہلے تو تم حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں جھگڑتے تھے لیکن خیر ان کے بارے میں تو تمہیں کچھ ناقص سا علم تھا۔ لیکن اب یہ کیا حماقت ہے کہ تم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں جھگڑا شروع کر دیا حالانکہ تمہیں ان کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ○ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں تم بالکل بے خبر ہو اور اللہ تعالیٰ کو ان کے دین کا خوب علم ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ کا اس بارے فیصلہ سن لو۔ ۹۳ اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ تو حنیف مسلم تھے اور مشرک بھی نہیں تھے۔ یہاں نفی اس یہودیت اور نصرانیت کی ہے جس کے مدعی یہود و نصاریٰ تھے کیونکہ ان لوگوں نے تورات وانجیل کو محرف اور دین موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو مسخ کرکے اسکی اصلی شکل بالکل بگاڑ کر رکھ دی تھی اور شرک و بدعت کو دین کا حصہ بنا ڈالا تھا البتہ اصل دین جو حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام نے پیش کیا تھا وہ سراسر دین اسلام اور توحید پر مبنی تھا مگر موجودہ یہود و نصاریٰ کو اس اصل دین سے سخت دشمنی تھی جس طرح آجکل کے غلط کار عالموں اور پیروں نے اصل دین کو بگاڑ کر اس میں نئی نئی من گھڑت باتیں داخل کر ڈالی ہیں۔ یہودیت اور نصرانیت کی نفی کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں اور تینوں سے یہود و نصاریٰ کے دعوے کی تردید و تکذیب ہوتی ہے اوّل یہ کہ وہ حنیف تھے یعنی ادیان باطلہ اور عقائد فاسدہ سے الگ تھے۔ دوم یہ کہ وہ مسلم تھے یعنی خدا کی توحید کے معتقد اور احکام خداوندی کے فرمانبردار تھے۔ سوم یہ کہ وہ مشرک نہیں تھے۔ حنیفا ای مائلا عن العقائد الزائغۃ مسلما ای منقادا لطاعۃ الحق اوموحدا لان الاسلام یرد بمعنی التوحید ایضا (روح ج ۳ صـ ۱۹۵) اور مشرکین سے مراد یہود و نصاریٰ ہی ہیں کیونکہ وہ حضرت عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے نائب سمجھتے تھے اور انہیں پکارتے تھے۔ کانہ ارادبالمشرکین الیہود والنصاریٰ لاشراکھم بہ عزیرا والمسیح (مدارک ج ۱ صـ ۱۲۷، بحر ج ۲ صـ ۴۸۴) وقیل ارادبھم الیہود والنصاریٰ لقول الیہود عزیر ابن اللہ وقول النصاریٰ

۱ دوسرا شکوہ ۱۲

۲ تیسرا شکوہ ۱۲

۳ جواب از قول یہود ۱۲

۴ یہود کے دوسرے مقولہ کی تردید

موضح قرآن ف۱ یعنی توراۃ کے قائل ہو پھر اسی کے خلاف کہتے ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲۔ توریت کے بعض حکم تو موقوف ہی کر ڈالے تھے۔ غرض کے واسطے اور بعضی آیتوں کے معنی پھیر ڈالے تھے اور بعضی چیز چھپا رکھی تھی۔ ہر کسی کو نہ خبر کرتے تھے جیسے بیان پیغمبر آخر الزماں کا منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (73) يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ

جس کو چاہے ۔ اور اللہ بہت گنجائش والا ہے ف ۱۰۱ خاص کرتا ہے اپنی مہربانی

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۞ وَمِنْ

جس پر چاہے ۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے ف۱ اور بعضے

اَھْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ

اہل کتاب میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے

يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

ڈھیر مال کا تو ادا کردیں تجھ کو اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت

لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ

رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اس کے سر پر کھڑا ف ۱۰۲

ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ

یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر اُمی لوگوں کے حق

سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ

لینے میں کچھ گناہ ف ۱۰۳ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ

يَعْلَمُوْنَ (75) بَلٰي مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى

جانتے ہیں ف ۱۰۴ کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور وہ پرہیزگار ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (76) اِنَّ الَّذِيْنَ

تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے ف۲ ف ۱۰۵ جو لوگ

يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَــمَنًا

مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا

قَلِيْلًا اُولٰۗىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

سا مول ان کا کچھ حصہ نہیں آخرت میں

منزل ۱

ف۱ پوتوڑنا ٹکرہ ۱۲

ف۲ یعنی جو کچھ انہوں نے سمجھا ہے وہ صحیح نہیں ہوا سو یوں ہے ۱۲

ف۳ تخریف فزوی ۱۲

المسیح ابن اللہ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا (روح ج ۳ صہ ۱۹۶) بعض نے کہا ہے کہ مشرکین سے مشرکین عرب مراد ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اس بات کے مدعی تھے کہ وہ دین ابراہیم پر ہیں تو اللہ تعالے نے انکے دعویٰ کی بھی تردید فرمادی کہ تم مشرک ہو ابراہیم مشرک نہیں تھے اسلئے تم کس طرح انکے دین پر ہو سکتے ہو۔ اسی عبدۃ الاصنام کالعرب الذین کانوا یدعون انہم علی دینہ (روح ج ۳ صہ ۱۹۵) ف۹۴ انکے دعووں کی تکذیب کے بعد فرمایا کہ ابراہیمی ہونے اور ابراہیم سے زیادہ قریب ہونے کا صرف وہی لوگ حق رکھتے ہیں جو انکے دین کے صحیح متبع تھے اسی طرح یہ پیغمبر یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قریب تر ہیں۔ کیونکہ یہ سب ان کی ملت کے متبع ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار اور ناصر ہے اہل باطل کی ریشہ دوانیوں سے دنیا میں انہیں محفوظ رکھے گا بشرطیکہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں کیونکہ اللہ کی ولایت اور نصرت وامداد وصف ایمان سے متعلق ہے ف۹۵ لو مصدریہ ہے اور یہ ودت کا مفعول ہے۔ یہود ونصاریٰ گمراہی میں اسقدر آگے نکل چکے تھے کہ ان میں سے کچھ لوگ تو مسلمانوں کو بھی اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اسلام سے ہٹا کر اپنے دین پر لے آئیں۔ اسی لئے وہ یہ غلط پروپیگنڈا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے ف۹۶ لیکن مسلمانوں کو تو وہ اسلام سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اسلئے اپنا ہی نامۂ اعمال سیاہ کر کے اپنی ہی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور انکی نادانی کا یہ عالم ہے کہ اس کا انہیں شعور تک نہیں۔ ف۹۷ دوسرا شکوہ امام رازی فرماتے ہیں۔ کہ پہلے اس طائفہ کا ذکر کیا جو جاہل اور نادان تھا۔ اب یہاں ان علماء اہل کتاب کو مخاطب فرمایا جو اللہ کی ان آیات کو جانتے تھے جو توراۃ میں موجود تھیں اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ آیات سے توراۃ وانجیل کی وہ آیتیں مراد ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالے کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام اور توحید ہے۔ لم تکفرون بمافی کتبکم من ان الدین عند اللہ الاسلام وانتم تشاھدون ذالک (روح ج ۳ صہ ۱۹۹) یعنی جب تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھتے ہو کہ توحید حق اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا سچا پیغمبر ہے تو پھر دیدہ ودانستہ کیوں اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہو ف۹۸ لبس کے معنی چھپانے اور غلط کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اپنی باطل تاویلوں اور تحریفوں کے ذریعے حق بات (توحید) کو کیوں چھپاتے ہو۔ نیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر جو تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ اس پر کیوں پردہ ڈالتے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں ف۹۹ تیسرا شکوہ طائفۃ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں۔ اور آمنوا میں ایمان لانے سے مراد بطور نفاق اظہار ایمان ہے اور الذین آمنوا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مراد ہیں۔ وجہ النہار سے دن کا پہلا حصہ اور آخر النہار سے دن کا آخری حصہ یعنی شام مراد ہے۔ یہودی اسلام کی بڑھتی ہوئی شان وشوکت دیکھ کر حسد وبغض سے جل اٹھے تھے اور ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے اور اسلام کا وقار انکے دلوں میں کم کرنے کے لئے اجتماعی منصوبہ تیار کیا اور اس منصوبے کے کرتے دھرتے یہود کے بڑے بڑے عالم تھے چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ صبح کے وقت ظاہری طور محض زبانی زبانی اسلام

موضح قرآن ف۱ یعنی یہود نے آپس میں مشورت کی کہ تم صبح کو جا کر ظاہر میں مسلمان ہو جاؤ اور شام کو پھر جاؤ تو شاید مسلمان بھی پھر جاویں جانیں کہ یہ لوگ منصف تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارے دین میں آئے تھے پھر کچھ ایسی ہی غلطی پائی کہ پھر گئے اور آپس میں کہا کہ دل سے ہرگز نہ یقین کرو مگر اپنے دین والوں کی بات تاکسی کے دل میں سچا اسلام نہ آجائے سو اللہ تعالے نے ان کا فریب کھول دیا فرمایا کہ توکہہ ہدایت وہی ہے جو اللہ دے تمہارے فریب سے کوئی گمراہ نہ ہوگا مگر تم یہ حسد کرتے ہو کہ آگے نبوت اور بزرگی نبی اسرائیل میں تھی اب اور فرقے میں کیوں ہوئی یا دین کی مددگاری میں ہمارے مقابل اور کوئی کیوں ہوا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہا دیا کسی کا حق نہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ ف۲ یہ اللہ صاحب مسلمانوں کو سناتا ہے کہ جس کی نیت یہ ہے کہ پرایا حق کھانے کو یہ مسئلہ بنا لیا کہ ہم کو غیر دین والوں کی امانت میں خیانت کرنی روا ہے۔ ان کی بات دین کے مقدمہ میں کیا سند ہو سکے ہمارے ہاں بھی کافر حربی کا مال زور سے لینا روا ہے۔ لیکن امانت میں خیانت روا نہیں ۱۲ منہ رح

فتح الرحمن ف۱ یعنی مادار برمال عرب کہ ہم در دین مانیستند تو اخذہ نخواہد شد ۱۲

قبول کرلیا کریں اور شام کو دین اسلام سے بیزاری کا اعلان کردیا کریں اور اسکے ساتھ یہ بھی واضح کردیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نے اپنی کتابوں کو دیکھا اور اپنے علماء سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ دین (عیاذاً باللہ) سچا نہیں اس لئے ہم نے اس کو چھوڑ کر پھر سے اپنا پہلا دین قبول کرلیا ہے نیز وہ کہتے سارا دن اس پیغمبر کے پاس گذارا ہے پیغمبروں اور ولیوں کی بے ادبی کے سوا اس سے اور کچھ نہیں سنا وہ صاف کہتا ہے کہ نبی اور ولی نہ کارساز ہیں نہ حاجت روا۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب ہم اسلام کو چھوڑ کر اسکے بارے میں مذکورہ بالا ریمارکس دینگے تو مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال پیدا ہوگا کہ جب پہلی کتابوں کے اتنے بڑے عالم اسلام سے برگشتہ ہوگئے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ دین سچا نہیں۔ اس طرح مسلمانوں میں بھی اسلام سے بیزاری اور برگشتگی پیدا ہوجائے گی اور اسلام کی ترقی رک جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ جو غیب وشہادت کا جاننے والا ہے اس نے مسلمانوں پر یہودیوں کا یہ منصوبہ منکشف کرکے اسے ناکام بنادیا۔ ومعنی الآیۃ ان الیہود قال بعضھم لبعض اظہروا الایمان بمحمد اول النہار ثم اکفروا بہ آخرہ فانکم اذا فعلتم ذالک ظہر لمن یتبعہ ارتیاب فی دینہ فیرجعون عن دینہ الی دینکم ویقولون ان اھل الکتاب اعلم بہ منا (قرطبی ج ۴ ص ۱۱۱) قال الحسن والسدی تواطأ اثنا عشر رجلا من احبار یہود خیبر وقری عرینۃ وقال بعضھم لبعض ادخلوا فی دین محمد اول النہار باللسان دون الاعتقاد واکفروا آخر النہار وقولوا انا نظرنا فی کتبنا وشاورنا علماءنا فوجدنا محمدا لیس بذالک وظہر لنا کذبہ وبطلان دینہ فاذا فعلتم ذالک شک اصحابہ فی دینہم وقالوا انہم اھل الکتاب وھم اعلم بہ فیرجعون عن دینہم الی دینکم (روح ج ۳ ص ۲۰۰) ف۱ یہ بھی ان منصوبہ باز احبار یہود ہی کا قول ہے۔ البتہ قل ان الھدی ھدی اللہ جملہ معترضہ ہے جو قول یہود کا جواب ہے اور ان یوتی جملہ استفہامیہ ہے اور ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ اصل ءَ اَنْ یُّؤْتٰی تھا جیسا کہ ابن کثیر کی قراءت میں ہے لیکن یہ استفہام انکاری ہے۔ اور اویحاجوکم، یُؤْتٰی پر معطوف ہے مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے آپس میں طے کیا کہ ظاہری طور پر اسلام کا اظہار تو مسلمانوں کے سامنے کردینا لیکن صدق دل سے اس کو نہ ماننا اور نہ ہی اپنے دین کے متبعین کے علاوہ کسی کی یہ بات ماننا کہ تمہارے دین کی طرح کسی اور کا دین ہے یا تمہاری کتاب کی طرح کسی اور دین والوں کے پاس بھی کوئی سچی کتاب ہے یا یہ کہ کسی دوسرے دین والے خدا کے پاس تم پر قیامت کے دن دلیل اور حجت سے غالب آجائینگے۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ والاولیٰ ان یقال ان قولہ لَا تُؤْمِنُوا مقولۃ اھل الکتاب وقولہ تعالیٰ قل ان الھدی جملۃ واقعۃ بین کلامھم وان یوتی بحذف ھمزۃ الانکار مقولۃ الیہود ف۲ یہ یہودیوں کے قول کی تردید ہے یہودیوں نے جو یہ فرض کررکھا تھا کہ رسالت ونبوت بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے اسلئے انکے علاوہ اور کسی قوم میں نہ کوئی نبی پیدا ہوسکتا ہے اور نہ اللہ کی کوئی کتاب نازل ہوسکتی ہے۔ اصل میں یہودیوں کے مولویوں اور گدی نشینوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا یہ ایک بہانہ تراشا تھا۔ اصل غرض تو انکو مسئلہ توحید سے تھی کیونکہ اس سے ان کی گدیوں اور آمدنیوں پر زد پڑتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکے اس خیال کا ابطال فرمایا کہ فضل ورحمت کے خزانے جن میں رسالت ونبوت بھی شامل ہے۔ سارے کے سارے خدا کے قبضے میں ہیں وہ ان میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اس کی رحمت صرف بنی اسرائیل ہی سے مخصوص نہیں اسکی رحمت نہایت وسیع اور بے پایاں ہے جسے وہ اپنی رحمت کے کسی عطیہ کا مستحق سمجھتا ہے اسے اس سے نواز دیتا ہے۔ ف۳ چوتھا شکوہ۔ یہودیوں میں دو قسم کے لوگ تھے کچھ دیانتدار اور امین جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے دوسرے ساتھی جو مسلمان

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ

اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے

الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ

دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے واسطے عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ

ہے دردناک ف۱۔ اور ان میں ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں

بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ

کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں

الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ

کتاب میں ف اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور

مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

وہ نہیں اللہ کا کہا ف۲ اور اللہ پر جھوٹ بولتے

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ

ہیں جان کر ف۳ کسی بشر کا کام

لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ

نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت

وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا

اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے

لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ

ہوجاؤ اللہ کو چھوڑ کر ف لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہوجاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا

جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے

ف۱ خودساختہ اعتقادی مسائل اپنی طرف سے درج کرلیے ہیں۔ ۱۲

ف۲ ایک شبہ کا جواب شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود فرماگئے ہیں کہ حاجات میں مجھے پکارا کرو ۱۲

موضح قرآن. ف۱ یہ یہود میں صفت تھی کہ ان سے اللہ نے قرار لیا تھا اور قسمیں دی تھیں کہ ہر نبی کے مددگار رہیو پھر غرض دنیا کے واسطے پھر گئے اور جو کوئی جھوٹی قسم کھادے دنیا ملنے کے واسطے اسکا یہی حال ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ یعنی بن پڑھوں کو دغا دیتے ہیں اپنی عبارت بنا کر قرآن کی طرح پڑھنے لگے کہ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بتکلف از خود چیزی نوشتہ در کتاب خلط ساختہ می خوانند۔ ۱۲

ہو چکے تھے اور جو لوگ یہودیت پر قائم تھے وہ پرلے درجہ کے خائن اور بد دیانت تھے۔ پہلے گروہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ اس قدر امین ہیں کہ اگر دولت کا ڈھیر بھی انکے سپرد کر دیا جائے تو وہ اس میں ایک پائی کی خیانت نہیں کرینگے اور پوری امانت واپس کر دینگے لیکن اس کے برعکس دوسرے گروہ کی بد دیانتی اور حبِ مال کا یہ عالم ہے کہ اگر صرف ایک دینار ہی انکے حوالے کردو تو وہ اسے بھی ہضم کر جائیں گے۔ اور واپس کرنے کا نام نہیں لیں گے ہاں اگر آپ انکے سر پر چڑھے رہیں تو البتہ واپسی کی امید ہو سکتی ہے ان پر کھڑے رہنے سے بار بار تقاضا کرنا مراد ہے۔ آجکل بھی ایسے متعصب پیر اور گدی نشین موجود ہیں اگر انکو کسی طریقہ سے توحید پرستوں کا مال ہاتھ آجائے تو اسے ہضم کر جائیں اور واپس کرنے کا نام تک نہ لیں۔ ۱۰۳ اُمّیین۔ اُمّی کی جمع ہے اور وہ ام القریٰ کی طرف منسوب ہے۔ ام القریٰ مکہ کا نام ہے اور اُمّیین سے یہاں عرب کے لوگ مراد ہیں۔ اس بد دیانتی خیانت اور بد معاملگی کی وجہ وہ یہ بیان کرتے کہ عرب کے لوگوں کے جو اموال ہمارے ہاتھ لگ جائیں انہیں خرد برد کرنے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ عتاب ہے۔ بلکہ ہمیں اسکا پورا پورا حق ہے ای لیس علینا فیما اصبناہ من اموال العرب عتاب وخم درج۔ ج ۳ صہ ۲۰۲) اور پھر انکے ساتھ یہودیوں کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ یہ حکم ان کی کتاب تورات میں موجود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے انکو اس طرح لوگوں کا مال خرد برد کرنے کا حکم دیا ہے اس طرح ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ پر افترا کیا جسے اللہ تعالیٰ نے آیت کے اگلے حصے میں بیان فرمایا ہے ۱۰۴ یعنی ان کا یہ دعویٰ کہ یہ حکم اللہ کی کتاب تورات میں موجود ہے سراسر جھوٹ اور اللہ تعالےٰ پر افترا ہے اور پھر ان ظالموں کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ بات تورات میں نہیں ہے۔ مگر اسکے باوجود جان بوجھ کر عمداً قصداً خدا پر افترا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے تو ناجائز طریقہ سے کسی کا مال کھانا ان پر بھی حرام کیا تھا۔ ای وقد اختلقوا ھذہ المقالۃ وائتفکوھا بھذہ الضلالۃ فان اللہ حرم علیھم اکل الاموال الا بحقھا وانما ھم قوم بھت (ابن کثیر ج ۱ صہ ۳۷۴) ۱۰۵ بلیٰ ماقبل کی نفی کے لئے ہے۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ امیین کے اموال میں ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں تو اس کا رد فرمایا کہ کیوں نہیں۔ ذمہ داری تو ہر شخص پر عائد ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی سے کوئی عہد کرتا ہے تو اسکی پابندی اس پر لازم ہے لہذا جو شخص اپنے عہد کی پابندی کرے اور خدا سے ڈرے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ پسند کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح تم نے سمجھ رکھا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یوں ہے۔ ۱۰۶ **تخویف اخروی** عہد اللہ سے مراد ایمان و اطاعت کا عہد ہے۔ یہ عہد شکنی پر وعید اخروی ہے یعنی جو لوگ دنیا کے معمولی سے مفاد کی خاطر اللہ کے عہد اطاعت اور آپس کے حلفی معاملات کی پرواہ نہیں کرتے، اللہ سے کئے ہوئے عہد اور بندوں سے طے شدہ معاہدوں کو توڑتے ہیں۔ آخرت میں ان لوگوں کا کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے ایفائے عہد اور محافظت یمین پر دنیا کے حقیر مفاد کو ترجیح دی اور ایفاء و محافظت کی صورت میں جو آخرت کا اجر و ثواب ان کیلئے مقدر تھا اس سے محروم ہو گئے ۱۰۷ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے خطاب مشفقانہ محبت اور اسکی نگاہ رحمت سے بھی محروم رہیں گے اور اسکے عفو عام سے بھی کوئی حصہ نہیں پائیں گے۔ اسلئے وہ گناہوں کی نجاست اور آلودگی سے پاک نہیں ہو سکیں گے اور نار جہنم کا دردناک عذاب پائیں گے۔ ۱۰۸ پانچواں شکوہ۔ ان خائنین اہل کتاب میں ایک جماعت (یعنی ان کے علماء کی جماعت) ایسی بھی تھی جو اللہ کی کتاب میں تحریف کرتی تھی اور اپنی گھڑی ہوئی عبارت کو تورات سے ملا کر اسطرح پڑھتی تھی کہ سننے والے سمجھیں کہ یہ سب کچھ خدا کی کتاب ہی سے پڑھ رہے ہیں۔ من اھل الکتاب الخائنین لجماعۃ یلون السنتھم بالکتب ای یحرفونہ

كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ
کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اُسے ۱۱۳ اور نہ یہ کہے تم کو کہ
تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ
ٹھہراؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو رب ۱۱۴ کیا تم کو
بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۠ وَاِذْ
کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو ۱۱۵ ف۱ اور جب
اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ
لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ ف۲ جو کچھ میں نے تم کو دیا
مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ
کتابیں اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول
مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ
کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی
لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ
مدد کرو گے ۱۱۶ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر
عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ
میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا۔
قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ
فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ۱۱۷ ف۱
فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾
پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان ۱۱۸
اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ
اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوائے دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو

ع ۸ ۹ ۱۶

توحید کے بعد بحث رسالت کی ابتدا ۱۲

موضح قرآن - ف یہود مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تمہارا نبی ہم کو کہتا ہے کہ بندگی کرو اللہ کی ہم تو آگے سے اسی کی بندگی کرتے ہیں۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ میری بندگی کرو سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو اللہ نبی کرے اور وہ لوگوں کو کفر سے نکال کر مسلمانی میں لاوے پھر کیونکر انکو یہ بات سکھاوے مگر تم کو یہ کہنا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں رہی اب میری صحبت میں وہی کمال حاصل کرو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ اللہ نے قرار لیا نبیوں کا یعنی نبیوں کے مقدمہ میں بنی اسرائیل سے قرار لیا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالےٰ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از بنی آدم پیمان گرفت برائے پیغامبران ۱۲

قالہ مجاہد (روح ج ۳ صـ ۲۰۴) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علماء اہل کتاب نے خود ساختہ اعتقادی مسائل اپنی طرف سے اللہ کی کتاب میں درج کر دیئے تاکہ سننے والا سمجھے کہ یہ مسئلہ اللہ کی کتاب کا ہے بالکل اسی طرح جیسا کہ آجکل کے شرک پسند مولوی شرکیہ عقائد کے ساتھ قرآن مجید کی آیتیں اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ سننے والے سمجھیں کہ یہ سب کچھ قرآن میں لکھا ہے۔ ۱۰۹ علماء یہود ونصاری کبھی تو اپنی بنائی ہوئی عبارتوں کو تورات وانجیل کی آیتوں سے اس طرح خلط ملط کرکے پڑھتے کہ سننے والا سمجھے کہ یہ سب اللہ کی کتاب کی آیتیں ہیں جس کا پہلے ذکر فرمایا اور کبھی اپنی من گھڑت عبارتوں اور خود ساختہ شرکیہ عقیدوں کے متعلق صاف صاف کہہ دیتے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اسی کو یہاں بیان فرمایا۔ ویقولون مع ماذکر من اللی والتحریف علی طریقۃ التصریح لا بالتوریۃ والتعریض الخ (ابو السعود ج ۲ صـ ۲۱ ، روح ج ۳ صـ ۲۰۵) جیسا کہ آجکل مشرک لوگ قل لا املک لکم ضرا ولا رشدا ایں اور قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب میں بالذات کی قید لگا کر کہتے ہیں کہ یہاں ذاتی اختیار اور ذاتی علم غیب کی نفی ہے ۱۱۰ یہ تحریف اور کذب وافترا کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ وہ عمداً قصداً یہ کارروائی کر رہے ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود ونصاری نے تورات وانجیل کو بدل دیا تھا اور ان میں اپنی طرف سے بہت کچھ شامل کر دیا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی عن ابن عباس ان الآیۃ نزلت فی الیہود والنصاری جمیعا وذالک انہم حرفوا التوراۃ والانجیل والحقوا بکتاب اللہ ما لیس منہ (معالم وخازن ج ۱ صـ ۳۱۲)

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّ

کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے اور

اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ

اسی کی طرف سب پھر جائیں گے ۱۱۹ ف تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ

اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم پر

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اسکی اولاد پر ۱۲۰

وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ

اور جو ملا موسے کو اور عیسے کو اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے سا

رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ

پروردگار کی طرف سے ۱۲۱ ہم جدا نہیں کرتے ان میں کسی کو ۱۲۲ اور ہم اسی

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ

کے فرماں بردار ہیں اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے

دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ

اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا

خراب ہے ۱۲۳ کیونکر راہ دے گا اللہ ایسے لوگوں کو

كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ

کہ کافر ہوگئے ایمان لا کر اور گواہی دے کر کہ بیشک رسول

الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ

سچا ہے اور آئیں ان کے پاس نشانیاں روشن ۱۲۴ اور اللہ

منزل ۱

ایک شبہ کا جواب

۱۱۱ نصاری نجران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ دعوی کیا کہ حضرت عیسے علیہ السلام خود انہیں فرما گئے ہیں کہ انکو رب بنا لینا اور انکی عبادت کرنا اور انکو پکارنا جیسا کہ آجکل کے پیر پرست حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرما کر حضرت عیسے اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف سے صفائی دی۔ ان نصاری نجران کانوا یقولون ان عیسی امرھم ان یتخذوہ ربا فقال اللہ تعالی ردا علیہم ما کان لبشر الخ (معالم وخازن ج ۱ صـ ۳۱۳) یعنی جب اللہ تعالی کسی انسان کو کتاب اور نبوت عطا کرے اور اسے علم وفہم سے نوازے تو اس سے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ تو اسے بھیجے توحید کی دعوت دینے کے لئے اور وہ لگ جائے اپنی عبادت کی دعوت دینے میں یہ ایک ناممکن بات ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام ایسی صفات سے متصف ہوتے ہیں کہ وہ الوہیت اور ربوبیت کا دعوے نہیں کرسکتے ان الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام موصوفون بصفات لا یحسن معہ تلک الصفات ادعاء الالہیۃ والربوبیۃ الخ (کبیر ج ۲ صـ ۲۳۷) وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ۔ یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی پیغمبر لوگوں کو اپنی بندگی اور عبادت کی طرف بلائے بلکہ ہر پیغمبر لوگوں سے یہی کہے گا کہ تم سب اللہ والے بن جاؤ اللہ کے دین کو مانو اور اس پر عمل کرو چنانچہ حضرت عیسے علیہ السلام نے بھی اپنی امت کو یہی تلقین کی تھی۔ ۱۱۳ یہ کونوا سے متعلق ہے باء سببیہ اور ما مصدریہ ہے یعنی تم لگاتار اللہ کی کتاب کے پڑھنے، پڑھانے اور درس وتدریس میں لگے رہتے ہو اسلئے تمہیں تو ہر حال میں باطل اور شرکیہ عقائد سے بچنا چاہیئے اور صرف خدائے واحد کی عبادت کرنی چاہیئے۔

سا یہ جملہ معطوفی ہے مطلب یہ کہ ایمان تو تمام پیغمبروں پر لاتے ہیں لیکن جھکیں گے صرف اللہ کے سامنے ۱۲

سا زجر مع تخویف اخروی ۱۲

سا پہلے بھی کتنے رہے کہ محمد رسول اللہ کا آنا حق ہے ۱۲

---

۱۱۴ یعنی جس طرح خدا کا کوئی پیغمبر لوگوں کو اپنی پکار اور عبادت کی دعوت نہیں دے سکتا اسی طرح وہ اللہ کے سوا دوسرے پیغمبروں اور فرشتوں کی پکار اور عبادت کی تلقین وتبلیغ بھی نہیں کرسکتا۔ ۱۱۵ استفہام تعجب اور انکار کیلئے ہے یعنی یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جب تم توحید کا اقرار کرچکے ہو تو کوئی پیغمبر تمہیں کفر اور شرک کرنے کا حکم دے اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی کو (خواہ وہ پیغمبر ہو یا فرشتہ) خدائی صفات میں شریک ماننا، خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنا اور حاجات میں پکارنا کفر ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کی طرف شرکیہ عقائد کی نسبت کے بارے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع قاعدہ بیان فرمایا جو حسب ذیل ہے یہ تو ناممکن ہے کہ قرآن مجید یا اللہ کی کسی دوسری کتاب میں اللہ کے کسی نیک بندے کی طرف کوئی شرکیہ عبارت منسوب ہو کیونکہ اللہ کی تمام کتابیں مسئلہ توحید بیان کرنے کے لئے نازل ہوئیں اور سب میں مسئلہ توحید کے خلاف کوئی چیز نہیں

موضح قرآن ف۱ یعنی ہر عہد کا جو حکم فرمایا اس کے سوا اور دین قبول نہیں۔

ہاں اگر کوئی عبارت متشابہات میں سے ہو تو اسکا حکم پہلے گذر چکا ہے کہ اسکا مطلب محکمات کی روشنی میں بیان کیا جائے اگر اس طرح بھی اسکا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو اس کا علم خدا کے سپرد کیا جائے اور اگر ایسی شرکیہ عبارت قرآن یا آسمانی کتاب کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں منسوب کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ جس نیک بندے کی طرف وہ عبارت منسوب کی گئی ہے حقیقت میں وہ نیک ہے ہی نہیں اسلئے وہ عبارت مردود ہے۔ دوم یہ کہ وہ بندہ تو واقعی بزرگ اور نیک ہے۔ اسلئے اب یا تو یہ کہا جائیگا کہ اس شرکیہ عبارت کی نسبت اس نیک بندے کی طرف صحیح نہیں شرک پسند لوگوں نے اس پر افترا کیا ہے لہٰذا وہ عبارت قابل رد ہے۔ جس طرح حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک شرکیہ قصیدہ منسوب کر دیا گیا ہے جو قطعاً حضرت شیخ کا نہیں ہے اور اگر اس عبارت کی نسبت اس بزرگ کی طرف صحت سے ثابت ہو جائے تو اس عبارت میں مناسب تاویل کر کے کتاب و سنت کے مطابق اس کا مطلب بیان کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ عبارت قابل تاویل بھی نہ ہو اور اسکا کوئی صحیح مطلب نہ نکل سکتا ہو تو اس عبارت کو بھی رد کر دیا جائے گا اور سمجھا جائیگا کہ یہ بات اس بزرگ کی زبان سے غلبۂ حال میں صادر ہوئی ہوگی جو احکام شرعیہ میں حجت نہیں۔ یہاں تک توحید کا بیان تھا آگے رسالت کا بیان ہے۔

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (٨٦) اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ
راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف۱۲۴ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے
اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ
کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی
اَجْمَعِيْنَ (٨٧) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
سب کی ف۱۲۶ ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ ہلکا ہوگا ان سے
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (٨٨) اِلَّا الَّذِيْنَ
عذاب اور نہ ان کو فرصت ملے ف۱۲۷ مگر جنہوں نے
تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ
توبہ کی اسکے بعد اور نیک کام کئے تو بیشک اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (٨٩) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ
غفور رحیم ہے ف۱۲۸ جو لوگ منکر ہوتے مان کر
ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ
پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ ف۱۲۹ اور
اُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ (٩٠) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا
وہی ہیں گمراہ ف۱ جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے
وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ
کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا ف۱ کسی ایسے سے زمین بھر
الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ
کر سونا اور اگرچہ بدلا دیوے اس قدر سونا ان کو
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (٩١) ع
عذاب دردناک ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار

ع ۹ / ۱۱ / ۱۷

سازجر مع تخویف اخروی ۱۲

حصہ دوم

ف۱۱۶ حصہ اول میں توحید کو عقلی اور نقلی دلائل سے واضح کیا گیا اور ساتھ ہی توحید سے متعلق اہل کتاب کے شبہات کا جواب دیا گیا۔ اب یہاں سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اثبات شروع ہوتا ہے آپ کی صداقت کے دلائل کے ساتھ ساتھ ان تمام شبہات و اعتراضات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے جو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی طرف سے آپکی رسالت پر وارد کئے جاتے تھے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس عہد کا ذکر فرمایا جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی پیشگوئی کرنے کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آخر الزمان پیغمبر پر ایمان لائے یعنی اسے اللہ کا سچا نبی مانے اور اپنی امت کو اس کی آمد کی اطلاع دے اور انہیں حکم دے کہ اگر وہ اس کا زمانہ پائیں تو اس پر ایمان لائیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد نبوت ملنے کے ساتھ ساتھ لیا گیا۔ یہ عہد و میثاق آپ کی سچائی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ اہل کتاب کے سامنے پہلے اسے ہی پیش فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ پیغمبر ہیں جن پر ایمان لانے کا عہد تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں سے لیا گیا۔ سو اے اہل کتاب تورات و انجیل میں تمہارے پیغمبروں سے بھی یہ عہد لیا جا چکا ہے اور تورات و انجیل پر ایمان لانے کا دعویٰ کر کے تم بھی اس پیغمبر پر ایمان لانے کا عہد کر چکے ہو وہ معہود پیغمبر اب آ چکا ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان لاؤ اور ہر طریقہ سے اس کی نصرت اور مدد کرو۔ ف۱۱۷ اِصْرٌ کے لغوی معنی بوجھ کے ہیں اور مراد اس سے عہد ہے۔ اقررتم سے انبیاء علیہم السلام کا اپنا اقرار مراد ہے اور اخذتم علی ذالکم اصری سے امتوں سے عہد لینا مراد ہے۔ معناہ ھل اخذتم علی ذالکم اصری علی الامم والاصر بکسر الھمزۃ العھد (روح ج ۳ ص ۲۰۲) تمام انبیاء علیہم السلام سے اللہ نے پختہ عہد و اقرار لیا اور آخر میں فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے اقرار پر گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے اقرار و شہادت پر گواہ ہوں۔ فلیشھد بعضکم علی بعض بالاقرار وانا علی اقرارکم واشہاد بعضکم بعضا من الشاھدین (کبیر ج ۲ ص ۳۱۷) ف۱۱۸ مذکورہ عہد چونکہ انبیاء علیہم السلام کی تبعیت میں ان کی امتوں سے بھی لیا گیا تھا۔ اسلئے یہاں اعراض کرنے والوں اور عہد توڑنے والوں سے امتیں ہی مراد ہیں۔ کیونکہ عہد شکنی کبیرہ گناہ ہے۔ جس کا صدور انبیاء علیہم السلام سے ناممکن ہے۔ ف۱۱۹ دین اللہ سے یہاں دین اسلام مراد ہے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام سے جس آخری پیغمبر علیہ السلام کے متعلق عہد لیا گیا تھا۔ اب وہ آ چکا اور اس نے بھی اللہ کا وہی دین پیش کیا ہے جو ان سے پہلے تمام انبیاء نے پیش کیا تھا تو معلوم ہوا کہ دین اسلام تمام انبیاء سابقین کا متفق علیہ دین ہے ان کے علاوہ زمین و آسمان کی ساری مخلوقات خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار اور خواہ وہ ذی عقل ہو یا غیر ذی عقل سب کا دین اسلام ہے۔ جب تمام انبیاء علیہم

موضح قرآن ۔ ف یعنی یہود پہلے اقرار کرتے تھے کہ یہ نبی تحقیق ہے جب ان سے مقابلہ ہوا تو منکر ہو گئے اور بڑھتے گئے انکار میں یعنی لڑائی کو مستعد ہوئے انکی توبہ ہرگز قبول نہ ہو گی یعنی انکو توبہ کرنا نصیب ہی نہ ہو گا کہ قبول ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے

فتح الرحمٰن ف۱ : یعنی اصرار کردند تا وقت غرغرہ ۱۲

السلام تمام فرشتے۔ اور تمام مؤمنین جن وانس اپنے ارادہ اور اختیار سے دین اسلام کے پابند ہیں اور صرف اللہ ہی کو اپنا معبود و مستعان سمجھتے ہیں اور اسے ہی دن رات پکارتے ہیں اور اسی طرح زمین و آسمان کی باقی تمام جاندار اور غیر جاندار مخلوق بھی اللہ کے تکوینی قوانین کی مطیع و فرمانبردار ہے۔ تو پھر یہ لوگ اللہ کے دین کو چھوڑ کر باطل دین کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں اور اللہ کے سوا غیروں کو کیوں پکارتے ہیں۔ جب انجام کار سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ تو چاہیئے کہ اللہ کے دین کی پیروی کرکے اس وقت کے لئے کچھ سامان کیا جائے۔ ۱۲۰؎ پہلے بیان فرمایا کہ وہ معبود پیغمبر اپنے سے پہلے تمام پیغمبروں کی تصدیق کرے گا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت کو اس تصدیق کے اعلان واظہار کا حکم دیا گیا۔ یعنی اعلان کرو کہ اللہ نے جو احکام ہم پر نازل فرمائے۔ ہمارا اس پر بھی ایمان ہے اور پہلے انبیاء پر جو کچھ اترا ہم اسے بھی برحق مانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب کا مشن ایک تھا اور سب کو دین توحید ہی دے کر بھیجا گیا۔ ۱۲۱؎ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اگرچہ اسباط میں شامل تھے مگر خطاب چونکہ یہود و نصاریٰ سے ہے اسلئے ان کا ذکر اہتمام سے کیا گیا ۱۲۲؎ یہاں تفریق سے تکذیب و تصدیق میں تفریق مراد ہے یعنی یہ کہ بعض کو مانا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا دونوں گروہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی انکار کیا۔ باقی رہی رتبے اور فضیلت کے اعتبار سے تفریق تو وہ جائز بلکہ نفس الامر میں واقع ہے۔ اللہ تعالے نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ای بالتصدیق و التکذیب کفعل الیہود والنصارٰی و التفریق بغیر ذالک بالتفضیل جائز (روح ج ۳ صہ ۵ ۲) وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ یہ جملہ مقصوری ہے اور ظرف کی تقدیم افادۂ حصر کیلئے ہے اور مسلمون کے معنی ہیں خالص اللہ کی عبادت کرنے والے اور شرک نہ کرنے والے ای مخلصون لہ فی العبادۃ (روح ج ۳ صہ ۵ ۲) موحدون مخلصون انفسنا لہ لانجعل لہ شریکا فی عبادتنا (مدارک ج ۱ صہ ۱۳۱، خازن ج ۱ صہ ۳۱۵، ابوالسعود ج ۲ صہ ۳۶) ونحن لہ منقادون بالطاعۃ متذللون بالعبودیۃ منفردون لہ بالالوھیۃ والربوبیۃ وانہ لا الہ غیرہ (ابن جریر ج ۳ صہ ۲۲۳) حاصل یہ کہ ایمان تو ہمارا تمام انبیاء علیہم السلام پر ہے اور ہم سب کو برحق سمجھتے ہیں مگر معبود صرف خدا کو سمجھتے ہیں، اسی کی عبادت کرتے، اسی کے آگے جھکتے، اسی سے مانگتے اور حاجات و مشکلات میں اسی کو اور صرف اسی کو پکارتے ہیں اللہ تعالے کے ان انبیاء اور برگزیدہ بندوں کو اس کا شریک نہیں مانتے۔ نہ علم میں نہ قدرت میں، نہ سمع میں نہ بصر میں اور نہ اس کی دوسری صفات میں۔ تعالیٰ شانہٗ۔ ۱۲۳؎ دین اسلام کی حقانیت اور اسکے پسندیدہ حق ہونے کا اعلان کرنے کے بعد اسلام سے اعراض کرنے والوں کو تخویف اخروی کے ساتھ زجر فرمایا کہ جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے اور توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کرے تو وہ عند اللہ مقبول نہیں ہوگا اور اسکے تمام اعمال رائیگاں ہونگے اور وہ آخرت میں ان اعمال سے محروم ہوکر دائمی عذاب میں مبتلا ہوگا یہی خسران آخرت کا مفہوم ہے۔ والخسران فی الآخرۃ ھو حرمان الثواب وحصول العقاب (روح ج ۳ صہ ۲۱۹) ۱۲۴؎ یہاں قوم سے مراد اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تو ان کا آپ پر ایمان تھا اور وہ آپ کے بارے میں تورات کی بیان کردہ صفتیں اور پیشگوئیاں پڑھ کر سنایا کرتے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا (بقرہ ع) انہوں نے اس بات کا کئی بار اقرار کیا اور اسکی شہادت دی اس کے علاوہ پیغمبر کی صداقت کے عقلی و نقلی دلائل بھی ان کے سامنے آگئے۔ ان تمام باتوں کے باوجود جب انہوں نے جان بوجھ کر عمداً قصداً انکار کیا اور باختیار خود کفر کو ترجیح دی تو بھلا اب ان کے ایمان لانے اور راہ راست پر آنے کی بھی کوئی توقع ہوسکتی ہے کیونکہ جب یہود و نصاریٰ نے دیکھا کہ جس پیغمبر کی پیشگوئی تورات و انجیل میں موجود ہے اور جس کے متعلق انہیں توقع تھی کہ وہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوگا۔ وہ تو عرب کے قبیلہ بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو گیا ہے تو بغض و حسد کیوجہ سے انکار کر دیا ۱۲۵؎ جو لوگ اپنی جانوں پر اس طرح ظلم کریں کہ اللہ کی دی ہوئی عقل سے ذرا کام نہ لیں اور محض ضد و عناد اور بغض و حسد کی بنا پر حق سے آنکھیں بند کرلیں اور اسے قبول کرنیکے بجائے اسکا انکار کردیں تو اللہ تعالے ایسے لوگوں کو دنیا میں یہ سزا دیتا ہے کہ انکے دلوں پر مہر جباریت لگا کر ان سے توفیق ہدایت ہی سلب کرلیتا ہے اور وہ کبھی راہ اسلام پر نہیں آسکتے۔ الظلمین الذین ظلموا انفسہم بالاخلال بالنظر (روح ج ۳ صہ ۲۱۶) ای ماداموا مختارین الکفر (مدارک ج ۱ صہ ۱۳۱) ۱۲۶؎ یہ تخویف اخروی ہے۔ اولٰئک سے مذکورہ بالا صفات شنیعہ کے حاملین کی طرف اشارہ ہے یعنی جو لوگ حق کو سمجھ بوجھ کر محض ضد حسد کی وجہ سے کفر و انکار کرتے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ کی لعنت تو یہ ہے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے دور اور جنت سے محروم اور عذاب میں مبتلا کردے۔ فرشتوں اور انسانوں کی لعنت سے مراد یہ ہے کہ وہ زبان سے ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لعنتہ بالابعاد عن الجنۃ و انزال العقوبۃ والعذاب واللعنۃ من الملائکۃ ھی بالقول وکذا من الناس الخ (کبیر ج ۲ صہ ۳۸۰) اور الناس سے مراد تمام انسان ہیں خواہ مسلمان ہوں خواہ کافر کیونکہ کافر بھی جھوٹے اور باطل پرست پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اگرچہ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خود بھی جھوٹے اور باطل پرست ہیں۔ ۱۲۷؎ فیھا میں ضمیر لعنت کی طرف راجع ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں لگاتار ان پر لعنت کا نزول ہوتا رہے گا۔ اور آخرت میں ان کے عذاب میں نہ کمی کی جائے گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ ۱۲۸؎ یہ ماقبل سے استثناء ہے یعنی جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور کفر و ارتداد کے بعد پھر توبہ کرلی اور آئندہ کے لئے اپنا رویہ درست کرلیا اللہ تعالے ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور ان کے گذشتہ گناہ معاف کرکے انہیں مزید فضل و رحمت سے نوازے گا ۱۲۹؎ پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جنہوں نے ارتداد اور کفر بعد الایمان کے بعد توبہ کرلی اور صلاح و تقویٰ کا راستہ اختیار کرلیا۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور پھر دیدہ و دانستہ کفر پر ڈٹے رہے۔ یہاں تک کہ کفر ان کے دلوں میں راسخ ہوگیا تو ایسے لوگوں کے دلوں پر چونکہ مہر جباریت لگ جاتی ہے اسلئے ان سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ اور انہیں توبہ کی کبھی ہمت نہیں ہوتی یہاں سلب ہمت ہی کو عدم قبول توبہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ توبہ بڑے سے بڑے مجرم کی بھی عند اللہ مقبول ہے۔ جب تک وہ سکرات الموت میں داخل نہ ہوجائے۔ قالہ الشیخ روح اللہ روحہ۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝ اور یہی لوگ درحقیقت گمراہ ہیں کیونکہ مہر جباریت کی وجہ سے وہ کبھی ہدایت یافتہ نہیں ہوں گے فلن یقبل یعنی جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور توفیق توبہ کے بغیر ہی مرگئے۔ وہ آخرت میں عذاب الٰہی سے کسی صورت نہیں بچ سکیں گے اگر بالفرض قیامت کے دن زمین بھر سونا انکے ہاتھ آجائے اور وہ اسے بطور فدیہ دے کر عذاب سے بچنا چاہیں تو یہ فدیہ ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے۔ الکلام ورد علی سبیل الفرض والتقدیر والمعنی لو ان للکافر قدر ملء الارض ذھبا یوم القیامۃ لبذلہ فی تخلیص نفسہ من العذاب (خازن ج ۱ صہ ۲۷۱، کبیر ج ۲ صہ ۴۴۱) اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ انہیں بہرحال دردناک عذاب دیا جائے گا۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ اگر فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ تو ویسے ہی معافی مل جائے۔ وفی تعقیب ماذکر بھذہ الجملۃ مبالغۃ فی التحذیر والاقناط لان من لا یقبل منہ الفداء ربما یعفی عنہ تکرما (روح ج ۳ صہ ۲۲۰) وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ نہ فدیہ دے کر بچ سکیں گے نہ معافی مل سکے گی اور نہ ہی کسی یار و مددگار کی نصرت و یاری اور نہ ہی کسی سفارشی کی سفارش سے نجات مل سکے گی۔ انہ تعالیٰ لما بین انہ لا خلاص لھم عن ھذا العذاب الالیم بسبب الفدیۃ بین ایضا انہ لا خلاص لھم عنہ بسبب النصرۃ والاعانۃ والشفاعۃ الخ (کبیر ج ۲ صہ ۴۴۱)

ف۱۳۰ یہ خطاب بھی حسب سابق اہل کتاب ہی سے ہے اور اس سے انہیں اسلام لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور بر سے ایمان و تقوی کا وہ درجہ مراد ہے جس کے حاصل ہونے پر آدمی ابرار کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے ان الابرار لفی علیین میں ذکر فرمایا ہے۔ ماتحبون سے دنیوی ریاست و دولت اور ظاہری شان و شوکت مراد ہے۔ اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تک تم اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب چیز کی قربانی نہیں دو گے یعنی دنیوی شان و شوکت اور ریاست کو نہیں چھوڑ دو گے اس وقت تک حقیقت خیر اور اصل تقوی کو نہیں پا سکو گے اس لئے ان دنیوی منافع کو چھوڑ کر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرو۔ اور مسئلہ توحید کو مانو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رح لکھتے ہیں یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو۔ اس کا خرچ کرنا بہت درجہ ہے اور ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے۔ جب تک دین نہ چھوڑیں اللہ کی راہ میں درجہ ایمان نہ پاویں ف۱۳۱ اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کرو گے خواہ وہ محبوب ہو یا غیر محبوب بہر حال اللہ کو اسکا علم ہے اور وہ اسکے مطابق اسکی جزا دیگا۔ باقی رہا خیر کامل کا اعلیٰ درجہ تو وہ صرف محبوب ترین چیز ہی کی قربانی سے حاصل ہو سکتا ہے والحاصل لا وصول الی المطلوب الا باخراج المحبوب (مدارک)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا
ہر گز نہ حاصل کرسکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے ف۱۳۰ اور جو
تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ
چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم ہے ف۱ ف۱۳۱ سب
الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا
کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر وہ جو
حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ
حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنے اوپر توریت نازل ہونے
التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ
سے پہلے ف۱۳۲ تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ
سچے ہو ف ف۱۳۳ پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر جھوٹ
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ
اس کے بعد تو وہی ہیں بڑے بے انصاف ف۲ ف۱۳۴ تو کہہ
صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَمَا
سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ
نہ تھا شرک کرنے والا ف۱۳۵ بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا
لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ۚ
لوگوں کے واسطے یہی ہے جو کہ میں ہے۔ برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو ف۱۳۶
فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ
اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم ف۲ ف۱۳۷ اور جو کوئی اس کے اندر آیا

الجزء الرابع

وقف جبرائیل علیہ السلام

ف۱ اہل کتاب کے علماء کو ترغیب الی الاسلام ۱۲

ف۲ رسالت پر شبہ اور اس کا جواب ۱۲

شبہات متعلقہ رسالت

ف۱۳۲ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے جسکے معنی ہیں عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے احبار و رہبان یعنی انکے مولوی اور پیر اور سجادہ نشین حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نت نئے اعتراضات سوچتے رہتے اور مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے چنانچہ وہ کہتے تھے کہ یہ پیغمبر اوپر سے تو ملت ابراہیمی کا متبع ہونے کا دعوی کرتا ہے لیکن اندر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مخالف ہے۔ کیونکہ یہ اونٹ کا گوشت کھاتا ہے۔ حالانکہ ابراہیمی مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام تھا۔ اسی طرح یہ پیغمبر اوپر سے تمام انبیاء علیہم السلام کو ماننے کا دعویدار مگر اندر سے سب کا مخالف ہے چنانچہ اس نے انبیاء بنی اسرائیل کے قبلے بیت المقدس کو چھوڑ کر خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے حالانکہ بیت المقدس، خانہ کعبہ سے بھی پہلے کا ہے اس لئے اس لحاظ سے خانہ کعبہ سے افضل اور بہتر بھی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے اعتراض کا جواب دیا کہ یہود کا کہنا سراسر غلط اور ان کا دعویٰ باطل ہے کھانے کی جن چیزوں کے بارے میں یہودی جھگڑتے ہیں اور انہیں ملت ابراہیمی میں حرام بتاتے ہیں وہ ساری کی ساری حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب میں حلال تھیں اور انکے بعد بنی اسرائیل کیلئے بھی بدستور حلال ہی رہیں البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النسا (ایک بیماری) کی وجہ سے اطباء نے مشورہ دیا تھا کہ وہ اونٹ کا گوشت نہ کھایا کریں چنانچہ وہ اسی بنا پر اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتے تھے اور یہ پرہیز محض بیماری کی وجہ سے تھا نہ کہ حرمت شرعیہ کی وجہ سے اشارت علیہ الاطباء باجتنابہ ففعل ذالک باذن من اللہ (کشاف ج۱ ص۳۰۲) اور یہ سب کچھ نزول تورات سے پہلے ہوا۔ اگر ابراہیمی مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام تھا تو اس کا ذکر تورات میں ضرور ہوتا۔ اسی طرح بعض چیزیں یہودیوں پر بطور سزا حرام کر

موضح قرآن ف۱ یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اس کا خرچ کرنا بڑا درجہ ہے اور ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے جب تک دین نہ چھوڑیں اللہ کی راہ میں درجہ ایمان نہ پاویں ف۲ یہود کہنے لگے کہ تم کہتے ہو ہم ابراہیم کے دین پر ہیں اور ابراہیم کے گھرانے میں جو چیزیں حرام ہیں سو کھاتے ہو جیسے اونٹ کا گوشت اور دودھ اللہ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں ابراہیم کے وقت حلال تھیں جب تک توریت نازل ہوئی توریت میں خاص بنی اسرائیل پر حرام ہوئی ہیں مگر ایک اونٹ توریت سے پہلے حضرت یعقوب نے اس کے کھانے سے قسم کھائی تھی ان کی تبعیت سے انکی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا اس قسم کا سبب یہ تھا کہ ان کو ایک مرض ہوا تھا۔ انہوں نے نذر کی کہ اگر میں صحت پاؤں تو جو میری بہت بھاوت کی چیز ہو وہ چھوڑ دوں انکو یہی گوشت بہت بھاتا تھا سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یہود بر حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طعن میکردند کہ شما دعوی ملت ابراہیم کنید و آنچہ در خاندان ابراہیم نمی خوردند مانند گوشت شتر و شیر آن می خورید حق تعالیٰ جواب داد کہ ہمہ چیز حلال بود پیش از نزول توریت الا گوشت و شیر شتر و تحریم گوشت و شیر ملت ابراہیم نیست خاصہ بنی اسرائیل بود بسبب تحریم جد ایشان ۱۲ ف۲ یعنی نقشے کہ در سنگ ظاہر شدہ ۱۲

دی گئی تھیں ابراہیمی شریعت سے ان کو بھی کوئی واسطہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وعلی الذین ھادوا حرمنا علیھم کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما الا ما حملت ظھورھما اوالحوایا اوما اختلط بعظم ذلک جزینھم ببغیھم وانا لصدقون (انعام ع ۱۸) ۱۳۳ؔ اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو تورات لاؤ اور اس میں سے یہ حکم نکال کر دکھاؤ حالانکہ تورات میں اس کا کوئی ذکر نہیں بلکہ تورات میں تو ان چوپایوں کی حلت کا حکم موجود ہے چنانچہ کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۳ میں ہے "ہر چلتا پھرتا جاندار تمہارے کھانے کو ہوگا ہر سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو دے دیا۔" ۱۳۴ؔ اللہ تعالیٰ کے اس واضح بیان سے یہودیوں کے جھوٹ اور کذب و افترا کا بھانڈا پھوٹ گیا اب اگر اس کے بعد بھی وہ غلط بیانی سے باز نہ آئیں اور بدستور انبیاء علیہم السلام اور آسمانی کتابوں پر افترا کرتے اور بہتان تراشتے رہیں تو یہ بہت بڑے ظالم ہیں کیونکہ وہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے ۱۳۵ؔ اللہ تعالیٰ نے توحید اور دفع شبہات کے سلسلے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ سب حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے لہٰذا تم توحید پر قائم ہو جاؤ اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا اتباع کرو جو باطل دینوں سے یکسو اور شرک سے بیزار تھے اور ملت ابراہیمی سے مراد اسلام ہے حنیفا مائلا عن الباطل وھی ملة الاسلام (جامع البیان ص۵۶) بیان بالا سے معلوم ہو گیا کہ اونٹ کا گوشت ابراہیمی مذہب میں حرام نہیں تھا اور نہ بنی اسرائیل پر حرام تھا اب اس اعتراض کو چھوڑ دو اور حق بات کو قبول کر لو اور ملت ابراہیمی کا پورا پورا اتباع کرو۔ شرک کو چھوڑ دو اور توحید کو قبول کرو۔ ۱۳۶ؔ بکہ مکہ ہی کا دوسرا نام ہے قال مجاہد بکة ہی مکة (قرطبی ج۴ ص۱۳۸) بکة من اسماء مکة علی المشھور (ابن کثیر ج۱ ص۳۸۲) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ دنیا میں سب سے پہلا گھر جسے لوگوں کے لیے معبد اور عبادت گاہ بنایا گیا وہ وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے یعنی خانہ کعبہ ای لعموم الناس لعبادتھم ونسکھم یطوفون به ویصلون به ویعتکفون عنده (ابن کثیر ج۱ ص۳۸۳) ان ھذا البیت وضعه اللہ موضعا للطاعات والخیرات والعبادات (کبیر ج۳ ص...) صحیح حدیث میں وارد ہے کہ زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ مسجد حرام ہے ثبت فی صحیح مسلم عن ابی ذر قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن اول مسجد وضع فی الارض قال المسجد الحرام (قرطبی ج۴ ص۱۳۷) مبارکا اور ھدی وضع کی ضمیر سے حال ہیں یعنی خانہ کعبہ خیر و برکت کی جگہ ہے اور تمام بنی آدم کے لیے مرکز ہدایت ہے بیت اللہ کے مبارک ہونے کا ایک اثر یہ ہے کہ جو عمل وہاں ادا کیا جائے اس کا اجر و ثواب دوسری جگہوں کی نسبت کئی گنا زیادہ ملتا ہے جعله مبارکا لتضاعف العمل فیه فالبرکة کثرة الخیر (قرطبی ج۴ ص۱۳۹) وقیل لان الطاعات وسائر العبادات تتضاعف ویزداد ثوابھا عنده (خازن ج۱ ص۳۲۲) اور خانہ کعبہ چونکہ تمام جہان کے مسلمانوں کا قبلہ نماز ہے نیز وہاں حج اور عمرہ ادا کیا جاتا ہے اس لیے وہی ساری دنیا کیلئے رشد و ہدایت کا مرکز ہے لانه قبلتھم ومتعبد ھم (مدارک ج۱ ص۱۳۲) ۱۳۷ؔ فیه کی ضمیر کا مرجع بیت (یعنی خانہ کعبہ) ہے اور آیات سے بیت اللہ کی فضیلت اور حرمت کی نشانیاں مراد ہیں جن میں سے کچھ تو اس سے پہلے مذکور ہو چکی ہیں مثلاً بیت اللہ کا مبارک اور مرکز ہدایت ہونا اور کچھ کا ذکر آرہا ہے مثلاً اس میں داخل ہونیوالوں کا امن اور محفوظ ہو جانا اور اس کے حج کا فرض ہونا والجملة اما مستأنفة جیٔ بھا بیانا وتفسیرا للھدی (روح ج۴ ص۶) قال الزجاج ان قوله ومن دخله کان آمنا من بقیة تفسیر الآیات الخ (کبیر ج۳ ص۱۴) اور مقام ابراہیم مبتدا ہے اور اس کی خبر منھا محذوف ہے (روح) یعنی منجملہ ان آیات بینات کے مقام ابراہیم ہے اور مقام ابراہیم سے مشہور تفسیر کے مطابق وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے

كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ

اس کو امن ملا ۱۳۸ؔ اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص

اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ

قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی ۱۳۹ؔ اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ

جہان کے لوگوں کی ف۱ ۱۴۰ؔ تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ

اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو ۱۴۱ؔ تو کہہ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ

اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان

اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ

لانیوالوں کو کہ ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور تم خود جانتے ہو ف۲ ۱۴۳ؔ اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ

بے خبر نہیں تمہارے کام سے اے ایمان والو اگر

تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ

تم کہا مانو گے بعضے اہل کتاب کا تو پھیر کر دینگے وہ

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ

تم کو ایمان لائے پیچھے کافر ۱۴۴ؔ اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر

تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ

پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے ۱۴۵ؔ اور جو کوئی مضبوط پکڑے

بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ يٰۤاَيُّهَا

اللہ کو تو اس کو ہدایت ہوئی سیدھے رستہ کی ۱۴۶ؔ اے

ع ۱۰ ۱

م۱ ازالہ شبہ دوم و شبہات کے بعد زجر اول برائے اہل کتاب ۱۲

م۲ زجر ثانی برائے اہل کتاب ۱۲

م۳ یعنی اللہ کی توحید میں شبہات ڈالتے ہو

م۴ تنبیہ برائے مومنین باجتناب شبہات و اتباع رسول ۱۲

م۵ زجر برائے مومنین ۱۲

سورت کا دوسرا حصہ تمہید برائے ترغیب الی الجہاد ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہ بھی یہود کا شبہ تھا کہ ابراہیم کا گھرانہ ہمیشہ سے شام میں رہا اور بیت المقدس کو قبلہ رکھا اور تم کے میں ہو اور کعبہ کو قبلہ کرتے ہو تم کیونکر اس ابراہیم کے وارث ہوئے سو اللہ نے فرمایا کہ ابراہیم کے ہاتھ سے اول عبادت خانہ اللہ کے نام پر یہی بنا اور اس میں بزرگی کی نشانیاں اور خوارق ہمیشہ دیکھتے رہے ہیں اصل مقام ابراہیم کا یہی ہے۔ ف۲ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے شبہوں کا جواب دے کر مسلمانوں کو فرمایا کہ ان کی بات مت سنو یہی علاج ہے یعنی تو شبہے سنتے سنتے اپنی راہ سے نکل جاؤ گے اب بھی ہر مسلمان کو چاہیے کہ شبہے والوں کی بات نہ سنے اسی میں دین کی سلامتی ہے اور جھگڑنے سے شبہے پڑتے ہیں

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی شبہات می آرید تا نزدیک مردماں ظاہر شود کہ کج است ۱۲

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ

ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو تم

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا

مسلمان ۱۴۷ اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی ۱۴۸ سب

وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ

مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس

اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ

میں دشمن ف۱ پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے

اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

بھائی ۱۴۹ اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے

فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

پھر تم کو اس سے نجات دی ۱۵۰ اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ

تاکہ تم راہ پاؤ ف۲ ف اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے

اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی

الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا

سے ۱۵۱ اور وہی پہنچے اپنی مراد کو ف۳ ۱۵۲ اور مت ہو ان

كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ

کی طرح جو متفرق ہو گئے۔ اور اختلاف کرنے لگے۔ بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو

الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ ۙ يَّوْمَ

حکم صاف ۱۵۳ اور ان کو بڑا عذاب ہے ف۴ جس دن

منزل ۱

تمسک بالقرآن اور توحید میں اختلاف سے اجتناب کی تلقین ۱۲

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی رسم جاری رکھنے کا حکم اور تفرقہ سے تحذیر اخروی ۱۲

ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر فرمایا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان لگ گئے تھے جو اب تک باقی ہیں۔ ۱۳۱ے یہ بھی منجملہ آیات بینات کے ہے۔ قال قتادۃ ذالک ایضا من آیات الحرم قال النحاس وھو قول حسن لان الناس کانوا یتخطفون من حوالیہ ولا یصل الیہ جبار و قد وصل الی بیت المقدس وخرب (قرطبی ص۱۴۰ ج۴) جو شخص حدود حرم میں داخل ہو جائے۔ وہ محفوظ الدم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ قاتل اور مستوجب حد ہی کیوں نہ ہو جب تک وہ حدود حرم کے اندر ہے۔ اس وقت تک اس سے قصاص نہیں لیا جاتا اور نہ ہی اس پر حد قائم کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ولھذا المعنی قال الامام السابق النعمان بن ثابت من اقترف ذنبا واستوجب بہ حدا ثم لجأ الی الحرم عصمہ لقولہ تعالی ومن دخلہ کان آمنا (قرطبی ص۱۴۰ ج۴) بیت اللہ کا جائے امن ہونا کوئی انسانوں ہی سے مخصوص نہیں۔ بلکہ حدود حرم میں ہر جاندار کی جان محفوظ ہے اور علاوہ ازیں وہاں سے ہری گھاس اور درختوں کا کاٹنا بھی ممنوع ہے۔ لہذا لفظ مَن اگرچہ ذوی العقول کے لئے آتا ہے لیکن یہاں علی سبیل التغلیب غیر ذوی العقول کو بھی شامل ہے ومن اما للعقلاء او لھم ولغیرھم علی سبیل التغلیب لان یامن فیہ الوحش والطیر والنبات الخ (روح ص۶ ج۴) من دخلہ کان آمنا یہ خوبی تو صرف اللہ کے گھر کو حاصل تھی۔ لیکن آج کل کے پیر پرستوں نے اپنے پیروں کی خانقاہوں اور ان کے مزاروں کو بھی یہ درجہ دے رکھا ہے چنانچہ پاک پٹن کا جنتی دروازہ اس بات کا گواہ ہے۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں پیر پرست اور ضعیف الاعتقاد لوگ اس میں سے گذرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ جنتی ہو گئے ہیں۔ اس دروازے پر من دخلہ کان آمنا لکھا ہوا ہے۔ ۱۳۲ے للہ خبر مقدم اور حج البیت مبتدا مؤخر ہے اور من استطاع، الناس سے بدل البعض ہے خانہ کعبہ کی حرمت وفضیلت کی آیات بینات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے۔ یعنی جو لوگ خانہ کعبہ تک آمد و رفت کا خرچ برداشت کر سکتے ہیں۔ ان پر حج فرض ہے۔ فرضیت حج کی اور بھی کئی شرطیں ہیں مثلاً عاقل و بالغ ہونا، تندرست ہونا، راستے کا پُر امن ہونا اور عورت کے ساتھ خاوند یا محرم کا ہونا وغیرہ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ خانہ کعبہ کی مذکورہ بالا خوبیاں اور خصوصیتیں ایسی ہیں جو بیت المقدس میں نہیں پائی جاتیں اس لئے خانہ کعبہ کو اس پر فوقیت اور برتری حاصل ہے ۱۳۳ے کفر سے فرضیت حج کا انکار مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس اور دوسرے حضرات سے منقول ہے۔ ای جحد فرضیۃ الحج وھو قول ابن عباس والحسن وعطاء (مدارک ص۱۳۴ ج۱) اور ممکن ہے کہ کفر سے مراد کفران نعمت اور ناشکری ہو ویجوز ان یکون من الکفران ای ومن لم یشکر ما انعمت علیہ من صحۃ الجسم وسعۃ الرزق ولم یحج (مدارک) یعنی جس نے فرضیت حج کا انکار کر دیا یا اللہ کی دی ہوئی جسمانی صحت اور فراخی رزق کا شکر ادا نہ کیا اور فریضہ

موضح قرآن ف۱ ایک مجلس میں مسلمان تھے اور یہود نے مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا اور قریب ہوا کہ شمشیر چلے حضرت آپ وہاں پہنچے اور صلح کرا دی۔ لڑا دیا اس طرح کہ مدینے کے لوگ دو فرقے تھے اسلام سے پہلے آپس میں لڑ چکے تھے اور دونوں طرف بہت لوگ مرے تھے اس وقت یہود نے دونوں کو وہی لڑائی یاد دلا کر غصہ دلایا حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس کا اتفاق غنیمت سمجھو اور یہود کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو۔ ف۲ معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں فرض ہے ایک جماعت ان کی قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کی باتوں کا تقید رکھنے کو تا دین کے خلاف کوئی نہ کرے اور جو اس کام پر قائم رہیں وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانی کی نہیں

فتح الرحمن ف۱ یعنی اوس و خزرج و عرب سعدیہ و عرب و عجم بایکدیگر دشمنی داشتند ۱۲ ف۲ یعنی تفرق در اصول دین حرام است کہ جمعی معتزلی شدند و جمعی شیعہ و علی ہذا القیاس ۱۲ ف۳ یعنی واجب بالکفایۃ است کہ جمعی بامر معروف و نہی از منکر قیام نمایند ۱۲ ف۴ یعنی مانند یہود و نصاری مشوید کہ ہفتاد و چند فرقہ گشتند ۱۲

حج بجا نہ لایا اس نے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑا اس نے اپنا ہی نقصان کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی عبادت کی ضرورت نہیں وہ ان کی عبادت وطاعت سے مستغنی ہے۔ ۱۴۱ـه پہلے اہل کتاب کے شبہات کا جواب دیا۔ اب یہاں سے انہیں زجر فرمایا۔ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ تمہیں تمہاری بداعمالیوں پر پوری پوری سزا دے گا۔ اور اہل کتاب سے یہود ونصاریٰ کے علماء مراد ہیں جیسا کہ حضرت حسن سے مروی ہے۔ قال الحسن ھم علماء اھل الکتاب (کبیر ص ۲۰ ج ۲) ۱۴۲ـه سبیل اللہ سے مراد توحید اور دین اسلام ہے جو لوگ دین اسلام کو قبول کر لیتے تھے یہود ونصاریٰ کے علماء مختلف حیلوں اور بہانوں سے ان کے دلوں میں شبہات ڈال کر انہیں اسلام سے روکنے کی کوشش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس پر ملامت فرمائی وھو الاسلام وکانوا یبغون من اراد الدخول فیہ بجھدھم وحیل (مدارک ص ۱۳۳ ج ۱)، وکانت صدھم عن سبیل اللہ بالقاء الشبہ والشکوک فی قلوب الضعفۃ من المسلمین (کبیر ص ۲۰ ج ۲)، ۱۴۳ـه تبغونها میں ضمیر منصوب سبیل اللہ کی طرف راجع ہے اور اس سے پہلے لام محذوف ہے۔ تطلبون لھا فحذف اللام مثل واذا کالوھم (قرطبی ص ۱۵۴ ج ۴) ای تبغون لھا (روح ص ۱۵ ج ۴)۔ عوج سے ٹیڑھا پن اور حق سے انحراف مراد ہے اور وانتم شھداء تصدون یا تبغون کے فاعل سے حال ہے مطلب یہ ہے کہ تم دین اسلام مثلاً توحید اور صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح جانتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ تورات وانجیل میں جس آخری نبی کی بشارت ہے وہ یہی ہے جس کو آج تم جھٹلا رہے ہو۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ دین اسلام ہی دین حق ہے۔ اور توحید تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ اس لئے تم جان بوجھ کر لوگوں کو دین اسلام سے کیوں روکتے ہو۔ اور ان کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈال کر انہیں اسلام اور توحید سے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں بدگمان کرتے ہو۔ وانتم شھداء ان فی التوراۃ مکتوبا ان دین اللہ الذی لا یقبل غیرہ الاسلام وان فیہ نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ص ۱۵۵ ج ۴) ای کیف تفعلون ھذا وانتم علماء عارفون بتقدم البشارۃ بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم مطلعون علی صحۃ نبوتہ (روح ص ۱۵ ج ۴) ۱۴۴ـه یہودیوں کے عالم اور پیر فقیر مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے انہیں توحید اور دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں ہر وقت لگے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراضات اور شبہات کا جواب دے کر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ وہ ان کی چالوں سے ہشیار رہیں۔ اور ان کے کہنے میں نہ آئیں۔ بلکہ اللہ کی کتاب پر عمل کریں اور اس کے رسول کا اتباع کریں اور اس قسم کے مولویوں اور گدی نشینوں سے دور رہیں ۱۴۵ـه یہ مومنین کے لئے زجر ہے کہ دیکھو ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ تم پر اللہ کی آیتیں بھی نازل ہو رہی ہوں جن میں توحید کے تمام پہلوؤں اور اسلام کے دوسرے احکام کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے اور اللہ کی آیتوں کا صحیح مفہوم اور منشا بیان کرنے کے لئے اور دل میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لئے تم میں اللہ کا رسول بھی موجود ہو اور پھر تم اہل کتاب کے جھانسے میں آکر دین اسلام سے پھر جاؤ۔ ایک شبہہ۔ بریلوی صاحبان اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ (یعنی اللہ کا رسول تم میں موجود ہے) میں خطاب تمام مسلمانوں سے ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام آج بھی ہر جگہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود اور حاضر وناظر ہیں۔

جواب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ اس کے مخاطب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جن کو اللہ نے براہ راست یہ احکام دیئے ساری امت مخاطب نہیں اور اگر فرض کر

تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
سفید ہونگے بعضے منہ اور سیاہ ہونگے بعضے منہ ۱۵۳ـه سو وہ لوگ کہ
اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ
سیاہ ہوئے منہ ان کے ان سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہوگئے ایمان لا کر ۱۵۵ـه
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا
اب چکھو عذاب بدلا اس کفر کرنے کا ۱۵۶ـه اور وہ
الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ
لوگ کہ سفید ہوئے منہ انکے سو رحمت میں ہیں اللہ کی ۱۵۷ـه وہ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ
اس میں ہمیشہ رہیں گے ف یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجھ کو
بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا
ٹھیک ٹھیک ۱۵۸ـه اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا خلقت پر ف ۱۵۹ـه اور اللہ ہی
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں ۱۶۰ـه اور اللہ کی طرف رجوع ہے ہر
الْاُمُوْرُ ۝ ع كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
کام کا ف ۱۶۱ـه تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں ف ۱۶۲ـه
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ
ایمان لاتے ہو اللہ پر ۱۶۳ـه اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لئے
خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ
بہتر تھا ۱۶۴ـه کچھ تو ان میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر ان میں

ع ۱۱
۸
۲

۱ بشارت اخروی ۱۲

۲ دلیل توحید نقلی بنزہ اور تشجیع علی الجہاد ۱۲

۳ اشاعت توحید اور تردید شرک جاری رکھنے کی ترغیب ۱۲

۴ زجر مع ترغیب الی التوحید ۱۲

موضح قرآن ف معلوم ہوا کہ سیاہ منہ ان کے ہیں جو مسلمانی میں کفر کرتے ہیں یعنی منہ سے کلمہ اسلام کہتے ہیں اور عقیدہ خلاف اسلام رکھتے ہیں سب فرقے گمراہ یہی حکم رکھتے ہیں ف ۲ یعنی جہاد اور امر معروف کا جو حکم فرمایا بے ظلم نہیں خلق پر اس میں ان کی تربیت ہے ف ۳ یعنی جہاد میں خلق کی جان و مال تلف ہو تو مالک کے حکم سے ہے سب چیز مال اللہ کا ہے

فتح الرحمٰن ف یعنی مقرر کردہ شدہ ۱۲

لیا جائے کہ خطاب ساری امت سے ہے۔ تو رسول کے ان موجود ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ آپ کی نبوت کے دلائل اور آپ کا اسوۂ حسنہ اور آپ نے امت میں جو قرآن چھوڑا ہے۔ وہ ان میں موجود ہے اس لئے اس آیت کا بریلویوں کے اس عقیدہ باطلہ یعنی حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ علامہ قرطبی نے امام زجاج سے نقل کیا ہے یجوز ان یکون ھذا الخطاب لاصحاب محمد خاصة لان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان فيهم وهم يشاهدونه ويجوز ان يكون هذا الخطاب لجميع الامة لان آثاره وعلاماته والقرآن الذي اوتي فينا مكان النبي صلى الله عليه وسلم فينا وان لم نشاهده (قرطبی ج۴ ص۱۵۶) اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں والاکثرون علی تخصیص ھذا الخطاب باصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اولا الاوس والخزرج منهم ومنهم من جعله عاما لسائر المؤمنين وجميع الامة وعليه معنى كونه صلى الله عليه وسلم فيهم ان آثاره وشواهد نبوته فيهم لانها باقية حتى يأتي امر الله (روح ج۴ ص۱۶) **۱۴۶ـــہ** اعتصام سے مراد ہے اللہ پر ایمان لانا اور اس کے دین پر مضبوطی سے قائم رہنا المراد بالاعتصام بالله الايمان به سبحانه والتمسك بدينه كما قاله ابن جریج (روح ج۴ ص۱۸) یہاں اہل کتاب کی طرف سے ڈالے جانیوالے شبہات کے اثر بد سے محفوظ رہنے کا اکسیری نسخہ بیان فرما دیا اور وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کے دین پر مضبوطی سے قائم ہو جائے تو وہ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی شبہات سے اسکا ایمان متزلزل ہو سکتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اعتصام سے اللہ پر بھروسہ اور توکل کرنا مراد ہو۔ جیسا کہ ابو العالیہ سے منقول ہے المراد منه الثقة بالله تعالى والتوكل عليه والالتجاء الیہ (روح) تو مطلب یہ ہوگا۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے اور اسی کو اپنا ملجا و ماوی سمجھے وہ اسے تمام شبہات سے محفوظ رکھے گا۔ ومن يجعل ربه ملجأ ومفزعا عند الشبه يحفظه عن الشبه (مدارک ج۱ ص۱۳۵)

حصہ دوم

یہ تین امور پر مشتمل ہے (۱) جہاد (۲) انفاق (۳) جہاد سے متعلق ایک شبہ کا جواب۔ ابتداء میں یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ رکوع ۱۱ سے ان اللہ بما یعملون محیط (رکوع ۱۲) تک ترغیب الی الجہاد کا بیان ہے کافروں کی طرف سے یہ شبہ کیا گیا تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو جنگ احد میں شکست ہوئی اور انہیں شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر واقعی وہ سچا پیغمبر ہوتا تو اس کو شکست نہ ہوتی اور نہ ہی اسے نقصان اٹھانا پڑتا۔ آگے چل کر اس کا تفصیلی جواب فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے تو حسب وعدہ فتح دے دی تھی لیکن مسلمانوں سے کوتاہی ہوگئی کہ انہوں نے مورچہ چھوڑ دیا۔ اور ان کی فتح وقتی شکست سے بدل گئی **۱۴۷ـــہ** یہ تمہید ہے اس میں حکم دیا کہ تم ظاہر و باطن میں اور سر و علانیہ میں اللہ سے ڈرو اور اس کے تمام احکام کی پیروی کرو اور مرتے دم تک توحید اور دین اسلام پر قائم رہو اور صرف اللہ کی عبادت کرتے رہو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ ای مخلصون نفوسکم للہ عز وجل لا تجعلون فیھا شرکۃ لسواہ اصلا (روح ج۴ ص۱۸) کیونکہ جب تک دل میں خدا کا خوف نہ ہو اور سینہ میں توحید اور دین اسلام کو زندہ رکھنے کی سچی تڑپ نہ ہو اس وقت تک کوئی آدمی جہاد پر آمادہ نہیں ہو سکتا **۱۴۸ـــہ** حبل اللہ (اللہ کی رسی) سے مراد یہاں قرآن ہے جیسا کہ صحیح سند کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ ھو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض (ابن جریر ج۴ ص۲۰) اور اعتصام کے معنی تمسک اور مضبوطی سے پکڑنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان پر مضبوطی سے قائم رہو ولا تفرقوا جس کتاب اور دین حق پر تمہیں قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے علیحدگی مت اختیار کرو۔ ولا تتفرقوا عن الحق الذی امرتم بالاعتصام به (روح ج۴ ص۱۹) یا مطلب یہ ہے کہ آپس میں اتفاق اور محبت سے رہو۔ شقاق و عداوت سے پرہیز کرو۔ (نهی عن المعاداة والمخاصمة فانهم كانوا في الجاهلية مواظبين على المحاربة والمنازعة فنهاهم الله عنها (کبیر ج۳ ص۲۵) کیونکہ جب تک آپس میں اتفاق اور ہم آہنگی نہیں ہوگی اس وقت تک جہاد میں کامیابی نہیں ہو سکتی **۱۴۹ـــہ** اس آیت میں اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت کی باہمی عداوت اور دشمنی کی طرف اشارہ ہے زمانہ کفر کی عداوتیں اور لڑائیاں جو پشتہا پشت سے چلی آرہی تھیں اسلام کی برکت سے وہ یکسر ختم ہو گئیں۔ انصار کے دو قبیلے خزرج اور اوس تھے ان کے مابین کئی پشتوں سے جنگ و جدال اور قتل و خون کا سلسلہ چلا آرہا تھا جب ان دونوں قبیلوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کی دشمنی ختم ہو گئی۔ جنگیں موقوف ہو گئیں اور آپس میں بھائیوں کی طرح محبت اور الفت سے رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کی پرانی عداوت کا ذکر کر کے اسلام کے ذریعے محبت و الفت پیدا کرنے کی نعمت کا ذکر فرمایا ہے تاکہ انہیں اس نعمت کی قدر کا اچھی طرح احساس ہو سکے۔ اور یہاں نعمت سے مراد اسلام ہے جس کی برکت سے محبت اور الفت پیدا ہوئی امر تعالى بتذكير نعمه واعظمها الاسلام واتباع نبيه محمد عليه السلام فان به زالت العداوة والفرقة وكانت المحبة والالفة الخ (قرطبی ج۴ ص۱۶۲) **۱۵۰ـــہ** شفا کے معنی کنارے کے ہیں اور حفرة من النار سے مراد جہنم ہے وہ لوگ چونکہ پہلے مشرک تھے اس لئے وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے صرف مرنے کی دیر تھی۔ مرتے ہی جہنم میں پہنچ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نعمت اسلام سے ان کو مالا مال کر دیا اور اس طرح انہیں جہنم سے بچا لیا۔ ای وکنتم علی طرف حفرة من جهنم اذ لم یکن بینکم وبینها الا الموت (روح ج۴ ص۲۰) وکنتم مشفين على ان تقعوا في نار جهنم لما كنتم عليه من الكفر فانقذكم منها بالاسلام (مدارک ج۱ ص۱۳۵) اللہ تعالیٰ نے یہاں صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ان پر دو نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ایک دنیوی یعنی دنیا میں باہمی محبت و اتفاق کا پیدا ہونا اور دوسری اخروی یعنی آخرت میں جہنم سے نجات پانا۔ فائدہ اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے دشمنان صحابہ نے مشہور کر رکھا ہے کہ ان کے درمیان باہمی عداوت اور دشمنی تھی لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ اسلام لانے کے بعد صحابہ میں عداوت اور دشمنی باقی نہیں رہی تھی بلکہ ان میں محبت اور الفت پیدا ہو گئی تھی وہ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے تھے۔ اور دوسرا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ انہیں جہنم کی آگ سے بچا کر جنت کا مستحق بنا دیا گیا ہے۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء **۱۵۱ـــہ** لفظ خیر عام ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں کو شامل ہے اس لئے تعمیم کے بعد تخصیص ان دونوں کاموں کی اہمیت اور مزید فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔ معروف ہر وہ کام ہے جو کتاب و سنت کے مطابق ہو اور منکر وہ کام ہے جو ان کے مخالف ہو۔ المعروف ما وافق الكتاب والسنة والمنكر ما خالفهما (مدارک ج۱ ص۱۳۵) پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان اور تقویٰ کے ذریعے اپنی اصلاح کا حکم دیا پھر ارشاد فرمایا کہ اپنی اصلاح کے بعد اب دوسروں کی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ لما انتقل الى مخاطبة المؤمنين اصلحهم اولا بالتقوى والايمان ثم امرهم بالسعي في القاء الغير في الايمان والطاعة (کبیر ج۳ ص۲۶) اور مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو سلسلہ تمہارے اندر جاری ہے اسے قائم رکھو یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اب یہ سلسلہ شروع کرو کیونکہ یہ سلسلہ تو پہلے سے موجود تھا۔ بقرینة کنتم خیر امة حضرت شاہ عبد القادر فرماتے ہیں مسلمانوں پر فرض ہے ان کی ایک جماعت قائم رہے جہاد کرنے کو اور دین کی باتوں کا خیال رکھنے کو تاکہ دین کے خلاف کوئی کچھ نہ کرے۔ جو اس پر قائم رہیں۔ وہی کامیاب ہیں اور یہ کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے۔ موسیٰ بدین خود اور عیسیٰ بدین خود یہ راہ مسلمانوں کی نہیں۔ **۱۵۲ـــہ** یہاں حصر فلاح کامل کے اعتبار سے ہے نہ کہ فلاح مطلق کے اعتبار سے ای ھم الاخصاء بالفلاح الکامل (مدارک ج۱ ص۱۳۶) **۱۵۳ـــہ** یہ مسلمانوں کے لئے زجر ہے اور ساتھ ہی اخروی تخویف ہے۔ اصلاح احوال کا حکم دینے کے بعد دوبارہ تفرق و اختلاف سے منع فرمایا اور اختلاف کی صورت میں عذاب اخروی کی دھمکی دی تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اتفاق اور محبت کی جڑیں مضبوط ہو جائیں اور میدان جنگ میں ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کر سکیں۔ تفرقوا اور اختلفوا کو بعض مفسرین نے ایک ہی معنی میں لیا ہے۔ اور تکرار لفظ کو

تاکید پر محمول کیا ہے۔ اور اختلاف سے توحید باری تعالیٰ اور دیگر اصول دین میں اختلاف مراد ہے اور بعض مفسرین نے تفرقوا سے باہمی عداوت اور اختلاف سے مذہبی اختلافات مراد لئے ہیں۔ واختلفوا فی التوحید والتنزیہ واحوال المعاد قیل وھذا معنی تفرقوا وکررہ للتاکید وقیل التفرق بالعداوۃ والاختلاف بالدیانۃ (روح ج ۴ ص ۲۴) اور الذین سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے توحید اور دیگر اصول دین میں اختلاف کیا۔ وھم الیھود والنصاریٰ فانھم اختلفوا وکفر بعضھم بعضا (مدارک ج ۱ ص ۱۳۶) یعنی الیھود والنصاریٰ فی قول جمھور المفسرین (قرطبی ج ۴ ص ۱۶۶) اور بینات سے تورات و انجیل کی وہ صریح اور واضح آیتیں مراد ہیں جن میں دین اسلام، توحید، صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کا تفصیلی ذکر موجود ہے اور جن کے بعد انہیں کسی قسم کا اختلاف نہیں کرنا چاہئے تھا۔ من بعد ما جاءھم فی التوراۃ والانجیل تلک النصوص الظاھرۃ الخ (کبیر ج ۳ ص ۲۰) واولئک لھم عذاب عظیم ہ اولئک سے انہی اختلاف کرنے والوں کی طرف اشارہ ہے یعنی جن لوگوں نے دین میں اختلاف و تفرقہ ڈالا ہے ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس طرح اس میں مسلمانوں کے لئے زجر ہے ۱۵۴؎ یوم منصوب علی الظرفیۃ ہے اور عذاب عظیم سے متعلق ہے ای انہ نصب علی الظرف والتقدیر ولھم عذاب عظیم فی ھذا الیوم الخ (کبیر ج ۳ ص ۲۰) یعنی یہ عذاب اس دن میں ہوگا جس میں کچھ چہرے سفید اور نورانی ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جس میں مومنین کے چہرے چمکدار ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ اور یہ اس لئے ہوگا تاکہ میدان حشر میں ہر شخص مومن اور کافر سعید اور شقی اور نیک بخت اور بدبخت کو ان علامتوں سے پہچان لے۔ والحکمۃ فی بیاض الوجوہ وسوادھا ان اھل الموقف اذا رأوا بیاض وجہ المؤمن عرفوا انہ من اھل السعادۃ واذا رأوا سواد وجہ الکافر عرفوا انہ من اھل الشقاوۃ (خازن ج ۱ ص ۳۳۶) ۱۵۵؎ یہاں دونوں گروہوں کے انجام کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور اکفرتم سے پہلے فیقال لھم محذوف ہے ۱۵۶؎ العذاب سے عذاب معہود مراد ہے یعنی وہ عذاب جو صفت عظیم سے متصف ہے فذوقوا میں ف فصیحیہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل پر مرتب ہے اور اس کا نتیجہ ہے اور بما میں ب سببیہ ہے مطلب یہ کہ یہ عذاب ان کے کفر و انکار کا نتیجہ ہے ان پر ظلم نہیں ہے ۱۵۷؎ یہ مومنوں کے لئے خوشخبری ہے اور رحمۃ اللہ سے مراد جنت ہے جنت کو لفظ رحمت سے تعبیر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مومن اگرچہ تمام عمر عبادت الٰہی میں بسر کر ڈالے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرے تو آخرت میں جو انعام اسے ملے گا۔ وہ محض اس کی رحمت اور اس کے فضل سے ملے گا۔ وانما عبر عن ذالک بالرحمۃ اشعارا بان المؤمن وان استغرق عمرہ فی طاعۃ اللہ تعالیٰ فانہ لاینال ماینال الا برحمتہ تعالیٰ (روح ج ۴ ص ۲۶) ھم فیھا خالدون ہ اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے نہ انہیں موت آئے گی اور نہ جنت اور اس کی نعمتوں پر فنا آئے گا۔ فی جنتہ و کرامتہ خالدون باقون (قرطبی ج ۴ ص ۱۶۹) ۱۵۸؎ تلک سے گذشتہ آیات کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ آیتیں ہم آپ پر اصل حقیقت واضح کرنے کے لئے نازل کرتے ہیں ای نکشف ما الامر علیہ فی الدنیا والآخرۃ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۰) ۱۵۹؎ پہلے کفار کے لئے سخت سزا کا اعلان تھا۔ اس لئے ساتھ ہی اعلان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے وہ بلا وجہ کسی کو سزا نہیں دیتا وہ حاکم عادل ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ وہ مالک و مختار اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اور سب کچھ جانتا ہے۔ اس لئے اسے اپنی مخلوق پر ظلم کرنے کی کیا ضرورت ہے ۱۶۰؎ یہ توحید پر پانچویں عقلی دلیل ہے۔ اور للہ میں جار مجرور کی تقدیم افادہ حصر کے لئے ہے یعنی زمین و آسمان کی ساری کائنات صرف اللہ ہی کی ہے، ساری کائنات کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا اور وہی ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز میں متصرف اور مختار ہے ای لہ سبحانہ وحدہ ما فیھما من المخلوقات ملکا وخلقا وتصرفا (روح ج ۴ ص ۲۷) ۱۶۱؎ تمام معاملات کا فیصلہ اور تمام امور کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے جب زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق و مالک اور متصرف و مختار اللہ ہی ہے تو پھر وہی عبادت اور پکار کے لائق ہے اس لئے عبادت صرف اسی کی کرو اور ضرورتوں اور مصیبتوں میں صرف اسے ہی پکارو قال الشیخ۔ اس میں تشجیع علی الجہاد ہے۔ یعنی سب کچھ خدا ہی کے قبضہ میں ہے اور فتح و شکست اس کے اختیار میں ہے۔ تو پھر اس پر بھروسہ کرتے ہوئے کفار سے جہاد کرو اور ہمت نہ ہارو۔ وہ ضرور تمہیں فتح دے گا ۱۶۲؎ للناس خیر امۃ سے متعلق ہے جیسا کہ ابن عباس، ابوہریرہ، مجاہد، عطاء، عکرمہ اور ربیع رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ یعنی خیر الناس للناس والمعنی انھم خیر الامم وانفع الناس للناس۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۱) یعنی تم ایک ایسی امت ہو جو سب امتوں سے بہتر ہو اور تمام امتوں سے بڑھ کر لوگوں کے لئے مفید اور نفع رساں ہو۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں یہاں فلتکونوا علی ذالک محذوف ہے یعنی تم اسی پر قائم رہو اور تمہارا شیوہ یہی رہے کہ توحید بیان کرتے رہو اور توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد میں مصروف رہو ۱۶۳؎ یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس میں امت مسلمہ کے افضل اور خیر الامم ہونے کی علت بیان کی گئی ہے۔ ھذا الکلام مستانف والمقصود منہ بیان علۃ تلک الخیریۃ وکونھم خیر امۃ (خازن ج ۱ ص ۳۳۲) اس آیت میں معروف اور منکر سے اگرچہ بعض مفسرین نے توحید اور شرک مراد لیا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ دونوں لفظوں کو عموم پر محمول کیا جائے اور معروف سے وہ تمام نیک کام مراد ہوں جو شرعاً معروف اور جائز ہوں اور منکر سے مراد تمام گناہوں والظاھر فی المعروف والمنکر العموم (بحر ج ۳ ص ۲۹) او المتبادر من المعروف الطاعات ومن المنکر المعاصی التی انکرھا الشرع (روح ج ۴ ص ۲۸) اس طرح توحید سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا نیک کام معروف میں داخل ہے اور شرک سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا گناہ منکر کا فرد ہے موجودہ زمانہ کی نئی تہذیب نے اب تو اتنے دیگر منکرات میں اضافہ کر دیا ہے مثلاً سینما تھیٹر ناچ گھر، جم خانے، شراب خانے، میوزک سکول، فوٹو اسٹوڈیو وغیرہ سب منکرات کے اڈے ہیں۔ اور ان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب منکرات ہیں اور ان سے منع کرنا علماء وقت پر فرض ہے۔ جن مفسرین نے معروف اور منکر کو توحید اور شرک سے مخصوص کیا ہے انہوں نے معروف اور منکر سے فرد کامل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایمان چونکہ تمام امتوں میں مشترک تھا اور اس امت کی خصوصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھی اس لئے اس خصوصیت کو ذکر میں ایمان پر مقدم کیا نیز اس سے اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگرچہ بعض پہلی امتوں پر بھی فرض تھا لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو نظام عطا فرمایا ہے وہ پہلی امتوں کی نسبت ہر لحاظ سے کامل و مکمل اور جامع ہے اور اس کا دائرہ عمل انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اعتقادات سے لے کر اعمال تک اور اخلاقیات و معاشیات سے لے کر سیاسیات تک تمام شعبوں کی تنظیم و اصلاح کی ذمہ داری اس امت پر ڈالی گئی ہے اور اسے خبردار کیا گیا ہے کہ دنیا میں نظام حق کو قائم رکھنے اور اسے چلانے کے لئے شریعت حقہ کا اتباع کیا جائے اور کوئی قدم اس کے خلاف نہ اٹھایا جائے۔ آیت میں خطاب تو اگرچہ صحابہ کرام سے ہے مگر بقرینہ علت اس سے ساری امت مراد ہے قال الزجاج قولہ کنتم خیر امۃ الخطاب فیہ مع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکنہ عام فی کل امۃ الخ (خازن ج ۱ ص ۳۳۲) اور ایمان باللہ سے مراد یہ ہے کہ دل و جان سے اس کی ہستی کا یقین کیا جائے اور بلا شرکت غیرے اس کی خالص اطاعت اور عبادت کی جائے اور اس کے دئے ہوئے نظام حیات کے سامنے سر انقیاد خم کر دیا جائے۔ ای وتصدقون باللہ وتخلصون لہ التوحید والعبادۃ (خازن ج ۱ ص ۳۳۳) ۱۶۴؎ یہ اہل کتاب کے لئے اس دین کو قبول کرنے کی ترغیب ہے۔ جس کی وجہ سے اس امت کو باقی تمام امتوں پر افضلیت کا درجہ ملا یعنی اہل کتاب ایمان لے آئیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کریں تو یہ دنیوی ریاست اور شان و شوکت کے مقابلہ میں ان کے لئے دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بہت بہتر اور مفید ہوگا۔ کیونکہ ایمان لانے کی صورت میں ایک طرف تو وہ افضل امت میں شامل ہو جائیں گے اور دوسری طرف آخرت میں اجر عظیم اور ثواب جزیل کے مستحق ہوں گے اور ان میں جو علماء ہیں ان کو عوام پر دنیا میں دینی سیادت و ریاست بھی حاصل رہے گی۔ ولو آمنوا لحصلت لھم ھذہ الریاسۃ فی الدنیا مع الثواب العظیم فی الآخرۃ فکان خیرا لھم مما قنعوا بہ (کبیر ج ۳ ص ۲۴) ۱۶۵؎ یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
نا فرمان ہیں ف ۱۶۵ وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر ستانا زبان سے ف۱ اور اگر تم سے لڑیں گے

يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ
تو پیٹھ دیں گے ف۱۶۶ پھر ان کی مدد نہ ہو گی ماری گئی

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ
ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دستاویز اللہ کے

وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ
اور دستاویز لوگوں کے ف۱۶۷ ف۲ اور کمایا انہوں نے غصہ اللہ کا اور

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
لازم کر دی ان کے اوپر حاجتمندی ف۱۶۸ یہ اس واسطے کہ وہ انکار

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ
کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو

حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا
ناحق ف۱۶۹ یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے ف۱۷۰ ف۳ وہ سب

سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ
برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں

اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ
آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں ف۳ ف۱۷۱ ایمان لاتے ہیں

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَ
منع کرتے ہیں برے کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر ف۱۷۲ اور

ستائش متقین اہل
مومنین اہل کتاب

اہل کتاب کے کچھ ذی علم اور صاحب فہم ایمان لا چکے ہیں جیسا کہ یہودیوں میں سے عبداللہ بن سلام ان کے بھائی اور ان کے دوسرے ساتھی اور عیسائیوں میں سے نجاشی، عدی بن حاتم وغیرہ لیکن ان کی اکثریت کفر پر ہے اور وہ تورات و انجیل کی ان آیتوں سے جن میں آخری پیغمبر پر ایمان لانے کے احکام ہیں روگردانی پر تلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے جو ایمان لا چکے ہیں۔ منکرین کو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

لن یضروکم الا اذی یہ ترغیب الی الجہاد ہے، اذی ضرر کے مقابلہ میں ہلکی اور معمولی سی تکلیف کو کہتے ہیں۔ الاذی بمعنی الضرر الیسیر (روح ج۴ ص۲۸) اور اس سے مراد گالی گلوچ طعن و تشنیع اور دھمکی وغیرہ ہے۔ الا ضررا مقتصرا علی اذی بقول من طعن فی الدین او تھدید او نحو ذالک (مدارک ج۱ ص۱۳۶) یعنی اہل کتاب تم کو مالی یا جانی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور نہ ہی انہیں تم پر غلبہ حاصل ہو سکے گا۔ بس زیادہ سے زیادہ وہ تمہارے خلاف زبانی پروپیگنڈا کریں گے اور اللہ کی آیتوں کی تکذیب و تحریف کرتے رہیں گے۔ یعنی کذبھم و تحریفھم وبھتھم لا ا تکون لھم الغلبۃ (قرطبی ج۴ ص۱۷۴) ف۱۶۶ یہ ماقبل کا تتمہ ہے۔ مسلمان مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلا دیا کہ اہل کتاب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اول تو وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں گے ہی نہیں اور اگر کبھی جرأت کر کے مقابلہ میں آ بھی گئے تو شکست کھا کر پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگ نکلیں گے اور مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے ثم لا ینصرون مغلوب اور شکست خوردہ ہونے کے بعد پھر انہیں کبھی نصرت و غلبہ اور شوکت و قوت حاصل نہیں ہوگی ای انھم بعد صیرورتھم منھزمین لا یحصل لھم شوکۃ ولا قوۃ البتۃ (کبیر ج۳ ص۱۷) یا مطلب یہ ہے کہ جن مشرکین عرب کی مدد پر ان کو اعتماد ہے شکست کی صورت میں کوئی ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی منافقین ان کی مدد کو پہنچیں گے۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح نکلی اہل کتاب نے ہر معرکہ میں شکست کھائی۔ اور ہر میدان میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ وکل ھذہ الاخبار وقعت کما اخبر اللہ عنھا فان الیھود لم یقاتلوا الا انھزموا وما اقدموا علی محاربۃ وطلب ریاسۃ الا خذلوا الخ (کبیر) ف۱۶۷ حبل کے معنی عہد اور ذمہ کے ہیں والحبل العھد والذمۃ (مدارک ج۱ ص۱۳۶) حبل من اللہ سے مراد عقد ذمہ اور ادائے جزیہ ہے اور حبل من الناس سے لوگوں کی طرف سے امان نفس اور حفاظت مال وغیرہ کا عہد مراد ہے۔ ای بذمۃ من اللہ وھو عقد الذمۃ لھم وضرب الجزیۃ علیھم والزامھم احکام الملۃ و حبل من الناس ای امان منھم لھم کما فی المھادن والمعاھد الخ (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۶) حاصل یہ کہ یہودیوں پر ذلت و رسوائی مسلط کر دی گئی ہے۔ اور ہر جگہ ان کا مال اور ان کی جان بے وقعت ہیں اور سوائے دو صورتوں کے نہ ان کا مال و جان محفوظ ہے۔ اور نہ ہی ان کو عزت اور وقار کی زندگی نصیب ہے۔ اول یہ کہ وہ کسی مسلم حکومت کے ذمی بن کر رہیں ان کو جزیہ ادا کریں اور اس طرح وہ حقوق ذمہ حاصل کر لیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ دوم یہ کہ کسی دوسری قوم سے دوستی اور نصرت و مدد کا کوئی معاہدہ کر لیں اور اس طرح ان کو زندگی میں کچھ چین نصیب ہو جائے ان دونوں صورتوں کے سوا دنیا میں نہ ان کی کوئی خود مختار حکومت قائم ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی ان کا مال و جان محفوظ ہو سکتا۔ آج اگر دنیا کے ایک مختصر سے حصے میں یہودیوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے تو حقیقت میں اس کا اپنا کوئی وجود نہیں وہی حبل من الناس کے تحت امریکہ کے سہارے جی رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے۔ اسرائیلی حکومت کا وجود مغرب کے ان سیاسی جوڑ توڑ بازوں کے اپنے ذاتی مفادات کا نتیجہ ہے۔ اور کچھ نہیں ف۱۶۸ یہ ان کی بد اعمالیوں

موضح قرآن ف یہ امت ہر امت سے بہتر ہے اسی دو صفت سے امر معروف یعنی جہاد اور ایمان یعنی توحید کا عقیدہ اس قدر اور دین میں نہیں ہے ف سوائے دستاویز یہود دنیا میں کہیں اپنی حکومت سے نہیں رہتے بغیر دستاویز اللہ کے کہ بعضی رسمیں توریت کی عمل میں لاتے ہیں اس کے طفیل سے پڑے ہیں اور بغیر دستاویز لوگوں کے یعنی کسی رعیت میں اس کی پناہ میں پڑے ہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی بسبب زبان درازی ۱۲ ف۲ یعنی مگر بعہد و ذمہ ۱۲ ف۳ یعنی آنانکہ از ایشان مسلمان شدہ اند مانند عبداللہ بن سلام ۱۲

کی سزا ہے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ یعنی ان بداعمالیوں کی وجہ سے وہ غضب الٰہی کے مستحق ہو چکے ہیں اور دنیا میں ان پر غضب الٰہی کا ظہور ابدی ذلت اور رسوائی کی صورت میں ہو چکا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہیں ذلیل وخوار اور دوسروں کے محتاج ہیں۔ مسکنۃ سے اکثر مفسرین نے جزیہ مراد لیا ہے جو ذلت ورسوائی کی علامت ہے والاکثرون حملوا المسکنۃ علی الجزیۃ وھو قول الحسن (الخ (کبیر ص۲۳ ج۳) اور بعض نے اس لفظ کو فقر اور تنگدستی پر محمول کیا ہے۔ یہودیوں میں جو مالدار ہیں وہ معدودے چند ہیں اور ان کی اکثریت فقر اور تنگدستی ہی میں مبتلا ہے اور جو مالدار ہیں وہ بھی اپنا غنا ظاہر نہیں کرتے۔ فھم فی الغالب مساکین وقلما یوجد یھودی یظھر الغنی (روح ص۲۹ ج۴) ۱۶۹ ذالک سے مذکورہ سزاؤں کی طرف اشارہ ہے اور آیات سے تورات کی وہ آیتیں مراد ہیں جن میں مسئلہ توحید کا بیان تھا۔ اور جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں (روح ص۲۹ ج۴) یعنی ان کو مذکورہ سزائیں اس لئے دی گئیں کہ ایک تو وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے

اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ

وہی لوگ نیک بخت ہیں اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام

فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی ۱۷۲ اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی ف۱ وہ لوگ جو

كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ

کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال اور نہ اولاد

مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا

اللہ کے آگے کچھ ۱۷۳ اور وہی لوگ رہنے والے ہیں آگ میں دوزخ کی وہ اسی آگ

خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ ھٰذِهِ الْحَيٰوةِ

میں ہمیشہ رہیں گے ۱۷۴ جو خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ

میں اس کی مثال جیسے ایک ہوا کہ اس میں ہو پالا جا لگی کھیتی کو اس قوم کی

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاَھْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَ

کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اسکو نابود کر گئی ۱۷۵ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

لٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ۱۷۶ ف۲ ع۲ اے ایمان والو نہ

تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ

بناؤ بھیدی کسی کو ع۲ اپنوں کے سوا ۱۷۷ وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ

انکی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے ۱۷۸

وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

اور جو مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ ہم نے بتا دیئے تم کو

۱؎ تخویف اخروی برائے مشرکین اہل کتاب ۱۲

۲؎ مشرکین کا مال خرچ کرنا ضائع ہے اور شبہ کا جواب ۱۲

۳؎ زجر برائے مومنین ایسے مشرکین سے دلی دوستی مت رکھو ۱۲

دوم اس لئے کہ وہ اللہ کی توحید بیان کرنے والے پیغمبروں کو بیدردی سے قتل کیا کرتے تھے ۱۷۰ ذالک سے کفر اور قتل انبیاء کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کو قتل اس لئے کیا کرتے تھے کہ خدا کی لگاتار نافرمانی اور اس کی مسلسل حدود شکنی کی وجہ سے ان کے دل سیاہ اور سخت ہو چکے تھے۔ کفر و عصیان ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ اور ضد و عناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت ہو چکی تھی اس لئے ایمان واطاعت کی تو ان سے توقع ہی نہیں تھی۔ ان سے اگر صادر ہو سکتے تھے۔ تو کفر وعصیان اور قتل انبیاء ایسے برے افعال اور سنگین جرائم ہی صادر ہو سکتے تھے لیسوا سواء حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب قوموں پر خدا کا غضب آتا ہے تو ان کا ہر ہر فرد بدکار نہیں ہوتا بلکہ ان میں بعض نیکوکار بھی ہوتے ہیں اور ان کنکریوں کے ڈھیروں میں کوئی کوئی سچا موتی بھی ہوتا ہے یہی حال اہل کتاب کا تھا۔ جہاں ان کے عالموں، پیروں، درویشوں اور سجادہ نشینوں کی اکثریت دنیا دار، غلط کار اور حق پوش تھی وہاں ان میں خال خال خدا سے ڈرنے والے۔ حق کہنے اور توحید بیان کرنیوالے عالم بھی موجود تھے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کے باطل پرست اور شرک پسند عالموں کی شرارتوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر فرمایا اب یہاں سے یہود کے ان عالموں اور پیروں کا ذکر شروع ہوتا ہے جنہوں نے دین توحید یعنی اسلام قبول کر لیا تھا اور پھر توحید کی تبلیغ و اشاعت بھی کرتے تھے اور خود بھی توحید پر قائم تھے چنانچہ فرمایا کہ اہل کتاب سب یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قبول حق کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور دین توحید اسلام کو قبول کر کے نہ صرف خود اس پر قائم ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی تبلیغ واشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں۔ ۱۷۱ یہ استیناف لیسوا سواء کا بیان ہے۔ امۃ قائمۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ توحید اور دین اسلام پر ثابت قدم ہیں، ان کا ایمان نہایت مضبوط ہے، ان کے دل شک و اضطراب سے خالی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی پر قائم ہیں۔

انھا ثابتۃ علی التمسک بالدین الحق ملازمۃ لہ غیر مضطربۃ فی التمسک بہ (کبیر ص۲۵ ج۳) ای امۃ مستقیمۃ علی طاعۃ اللہ تعالیٰ ثابتۃ علی امرہ الخ (روح ص۳۳ ج۴) اور یتلون آیات اللہ الخ قال الشیخ ای یبینون التوحید ویسجدون للہ خاصۃ یعنی وہ توحید بیان کرتے اور صرف اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں یا اس سے کثرت نماز کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ وھم یسجدون یتلون کی ضمیر سے حال ہے اور یسجدون کے معنی یصلون کے ہیں کیونکہ تلاوت

موضح قرآن ف یہود میں پانچ سات آدمی حق پرست تھے وہ مسلمان ہو گئے ان کے سردار عبداللہ بن سلام تھے حق تعالیٰ ہر جگہ اہل کتاب کی مذمت میں سے ان کو نکال لیتا ہے یہ بھی انہیں کا مذکور تھا۔ ۲؎ یعنی جو مال خرچ کیا اور اللہ کی رضا نہ چاہی آخرت میں وہ ریا نہ دیا برابر ہے

فتح الرحمٰن ف۱ حاصل آنست کہ صدقات ایشاں حبط میشود ۱۲ ف۲ یعنی از غیر مسلمانان ۱۲

سجدے میں نہیں ہوتی۔ اور نماز سے تہجد کی نماز یا نماز عشاء مراد ہے۔ وعبر بالتلاوۃ فی ساعات اللیل عن التہجد بالقرآن (بحر ج۳ ص۳۴) عبر بالسجود عن الصلاۃ لان التلاوۃ لاتکون فی السجود وقیل ھی صلاۃ التہجد وقیل ھی صلاۃ العشاء الخ (خازن ج۱ ص۳۴۰) ای یقیمون اللیل ویکثرون التہجد ویتلون القرآن فی صلواتھم (ابن کثیر ج۱ ص۳۹۷) ۱۷۲؎ مومنین اہل کتب کی مزید مدح اور تعریف فرمائی کہ وہ اللہ پر اور آخرت پر ٹھیک ٹھیک شریعت مصطفویہ کے مطابق ایمان لاتے ہیں اور اپنے گذشتہ شرکیہ عقائد مثلاً ابنیت مسیح اور عزیز سے تائب ہو چکے ہیں نیز اپنے سابقہ تصور آخرت سے بھی دستبردار ہو چکے ہیں۔ کیونکہ پہلے وہ آخرت میں شفاعت قہری کے قائل تھے۔ وذالک لان ایمان اھل الکتاب فیہ شرک ویصفون الیوم الآخر بخلاف ما یصفہ المؤمنون (خازن ج۱ ص۳۴۰) اور پھر صرف یہی نہیں کہ خود ہی ایمان لا کر نیک اعمال میں مصروف ہو گئے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ایمان اور اعمال صالحہ کی دعوت دیتے اور کفر اور منکرات سے ان کو منع کرتے ہیں اور رضائے الٰہی کی خاطر اس کی طاعت اور بندگی میں دوسروں سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں واولئک من الصلحین ۝ یعنی اہل کتاب میں سے جو لوگ مذکورہ بالا صفات جلیلہ سے متصف ہیں اللہ کے نزدیک ان کا شمار نیکوکار لوگوں میں ہے ای من جملۃ الصلحین الذین صلحت احوالھم عند اللہ عزوجل (خازن ج۱ ص۳۴۰) یہاں تک تو ان کی مدح و ثنا تھی آگے ان کے اعمال صالحہ کی جزا کا ذکر ہے ۱۷۳؎ ایمان لانے کے بعد اب وہ جو بھی نیک عمل بجا لائیں گے اس کے اجر و ثواب سے وہ محروم نہیں رہیں گے بلکہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اور ان کا سابقہ کفر اور ان کے گذشتہ برے اعمال اس پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ ای لن یحرموا ثوابہ البتۃ (روح ج۴ ص۳۵) وما تفعلوا من خیر فلن تجحدوا ثوابہ بل یشکر لکم وتجازون علیہ (قرطبی ج۴ ص۱۷۷) واللہ علیم بالمتقین پرہیزگار لوگ اللہ سے چھپے ہوئے نہیں وہ ان کی نیکی اور پرہیزگاری کی ضرور جزا دے گا۔ اس میں متقین کے لئے اخروی جزا کا وعدہ ہے۔ ومعنی علیم بھم انہ مجازیھم علی تقواھم ففی ذالک وعد للمتقین ووعید للمفرطین (بحر ج۳ ص۳۶) ۱۷۴؎ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنین اہل کتاب کا ذکر فرمایا ان کی خوبیاں گنائیں اور انہیں بشارت اخروی سے نوازا اب یہاں سے کفار اہل کتاب کا ذکر کر کے انہیں اخروی تخویف فرمائی۔ قال مقاتل لما ذکر تعالیٰ مومنی اھل الکتاب ذکر کفارھم وھو قولہ ان الذین کفروا (قرطبی ج۴ ص۱۷۷) اور کفار اہل کتاب سے یہاں مراد عام ہے خواہ عوام ہوں یا خواص، مریدین اور متبعین ہوں یا ان کے علماء، سجادہ نشین اور متبوعین جس طرح مریدین اپنے پیروں اور سجادہ نشینوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں نذرانے اور شیرینیاں پیش کرتے اور ان نذرانوں کے ذریعے اپنے پیروں سے آخرت میں نفع کی امید رکھتے ہیں اور اس توقع میں رہتے ہیں کہ ان نیازوں اور نذرانوں کے عوض ان کے پیر قیامت کے دن ان کی سفارش کریں گے اور خدا کے عذاب سے ان کو چھڑا لیں گے اسی طرح پیر اور سجادہ نشین بھی دنیا میں بزعم خود اپنی دولت نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً بزرگوں کے مزارات اور ان کی خانقاہیں تعمیر کراتے ہیں، مریدوں اور مزارات پہ نذرانے لانے والوں کے لئے سرائیں بنواتے اور لنگر جاری کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کے ان مولویوں اور سجادہ نشینوں اور اسی طرح ان کے مریدوں کا اس طرح دنیا میں دولت خرچ کرنا بالکل بیکار ہے اس کا ان کو سر مو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیونکہ انفاق اور دوسرے اعمال صالحہ کا آخرت میں مفید اور نفع بخش ہونا ایمان خالص اور توحید پر موقوف ہے اور یہ شرک اور کفر میں منہمک ہیں۔ ۱۷۵؎ لہٰذا انجام کار ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ خلود فی النار ان کے کفر و شرک پر قائم رہنے کا نتیجہ ہے۔ اس آیت سے معتزلہ کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ فساق المومنین مخلد فی النار ہوں گے۔ کیونکہ اولئک اصحاب النار کی ترکیب مفید حصر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ صرف کفار ہی ایسے جہنمی ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اس سے کبھی نہیں نکلیں گے تو معلوم ہوا کہ مومن گنہگار جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے۔ ولما افادت ھذہ الکلمۃ معنی الحصر ثبت ان الخلود فی النار لیس الا للکافر (کبیر ج۸ ص۱۹۴) ۱۷۶؎ صِرٌّ کے معنی شدید سردی کے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے الصر البرد الشدید (قرطبی ج۴ ص۱۷۷، روح ج۴ ص۳۶، کبیر ج۳ ص۵۱) اور ظلموا انفسھم میں ظلم سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے شرک اور کفر و عصیان کے ذریعے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور ہلاکت و خسران کے مستحق ہوئے۔ ظلموا انفسھم بالکفر والمعاصی ومنع حق اللہ تعالیٰ فیہ (معالم وخازن ج۱ ص۳۴۲) حضرت شیخ کی تفسیر کے مطابق انفاق سے یہاں یہودیوں کے پیروں کا مریدوں پر اور مریدوں کا پیروں پر خرچ کرنا مراد ہے نفقۃ الیھود علی علمائھم (جامع البیان ص۵۹) پہلے گذر چکا ہے کہ آخرت میں کفار کو ان کے مال و منال سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا تو یہاں ایک شبہ پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ اگر کفار دنیا میں اپنی دولت نیک کاموں میں خرچ کر ڈالیں تو شاید آخرت میں اس کا انہیں ثواب مل جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس شبہہ کا ازالہ فرما دیا کہ کافروں کا دنیا میں صدقہ و خیرات کرنا اور نیک کاموں میں اپنی دولت کو لگانا اجر آخرت کے اعتبار سے بالکل بے سود ہے آخرت میں انہیں اس کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اعمال صالحہ کے عند اللہ مقبول اور باعث اجر و ثواب ہونے کے لئے ایمان اور اخلاص توحید شرط ہے اور کفار اس سے محروم ہیں اس لئے ان کے تمام اعمال باطل اور رائیگاں ہیں۔ کافروں کی خیرات کے بے سود ہونے کو اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہی آسان مثال کے ذریعے واضح فرمایا ہے جس طرح کافر اور مشرک قوم کی سرسبز و شاداب کھیتی ہو لیکن انہوں نے اسے برف اور پالے سے محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہ کیا ہو اور وہ اس کی شادابی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں۔ اور اس کی پیداوار کے بارے میں بہت پر امید ہوں کہ اچانک ہوا کا طوفان آ جائے جس میں شدت کی سردی اور برف اور پالا ہو اور اس لہلہاتی ہوئی کھیتی کو بالکلیہ تباہ و برباد کر کے رکھ دے اور کھیتی والے کف افسوس ملتے رہ جائیں اور ان کی اس کھیتی سے غلہ اور دیگر منافع حاصل کرنے کی تمام امیدیں خاک میں مل جائیں بالکل یہی حال کفار کی خیرات کا ہے جس طرح ان کھیتی والوں کو اس کے نفع کی بڑی امید تھی مگر طوفان باد و برد نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اسی طرح کافر دنیا میں رفاہ عامہ کے کاموں میں اور دیگر کارہائے خیر میں اپنی دولت خرچ کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو انہیں اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ لیکن کفر و شرک کی وجہ سے ان کے تمام اعمال باطل اور رائیگاں ہیں مثل نفقۃ الکافرین فی بطلانھا وذھابھا و عدم منفعتھا کمثل زرع اصابہ ریح باردۃ او نار فاحرقتہ واھلکتہ فلم ینتفع اصحابہ بشیء بعد ما کانوا یرجون فائدتہ ونفعہ (قرطبی ج۴ ص۱۷۸) مثال میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی کھیتی کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ کافروں کی خیرات کی ایسی چیز سے تشبیہ مقصود تھی جو بالکلیہ تباہ و برباد ہو چکی ہو اور یہ بات صرف کافروں کی کھیتی ہی میں پائی جا سکتی ہے کیونکہ دنیا میں تو وہ اس کے منافع سے محروم ہو ہی گئے آخرت میں بھی انہیں اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ لیکن مسلمان کے دنیا میں مالی نقصان کا معاملہ اس سے جداگانہ ہے دنیا میں مالی نقصان کی وجہ سے اگرچہ وہ اس کے فوائد و منافع سے محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس نقصان کے عوض آخرت میں اجر و ثواب کی صورت میں اسے اس کا صلہ ضرور ملے گا۔ (کبیر ج۲ ص۵۹) ۱۷۷؎ ان کے نفقات و صدقات کو اللہ تعالیٰ نے باطل اور مردود کر کے ان پر ظلم نہیں کیا یہ ان کی اپنی ہی بے راہ روی کا نتیجہ ہے کیونکہ انہوں نے ایمان و طاعت اور توحید خالص سے اعراض کیا جو صدقات اور دیگر اعمال کے قبول ہونے کی شرط اولین ہے اور شرک و طغیان اور کفر و عصیان کی راہ اختیار کر لی جو غضب الٰہی کی طرف لے جاتی ہے۔ لان عملھم لم یکن للہ وھم بالوحدانیۃ دائنون ولامرہ متبعون ولرسلہ مصدقون بل کان ذالک منھم وھم بہ مشرکون ولامرہ مخالفون ولرسلہ مکذبون بعد تقدم منہ الیھم انہ لا یقبل عملا من عامل الا مع اخلاص التوحید لہ الخ (ابن جریر ج۴ ص۳۴) ۱۷۸؎ یہ آیت مومنین کے لئے زجر ہے اس میں ماقبل سے ترقی کر کے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرتے رہو اور غیر مسلموں سے پوشیدہ اور گہری دوستی بھی مت رکھو قال الشیخ بطانۃ کے معنی رازدار دوست یعنی جس کے

سامنے آدمی اپنے تمام ملی اور ذاتی راز کہہ ڈالے وبطانۃ الرجل خاصتہ الذین یستبطنون امرہ (قرطبی ج۴ ص۱۷۸) اسلام سے پہلے انصار کے بعض قبیلوں کے کچھ قرب وجوار کی بنا پر اور کچھ مابین القبائلی معاہدات کی بنا پر یہود سے دوستانہ تعلقات تھے یہ تعلقات اسلام کے بعد بھی انصار نے بدستور قائم رکھے ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ دارالاسلام بن گیا۔ اور اسلام دن بدن ترقی کرنے لگا تو ان یہودیوں نے انصار سے دوستانہ تعلقات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر ہی اندر مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کردیں ظاہری طور پر مسلمانوں کے گہرے دوست بنے ہوئے تھے لیکن دلوں میں مسلمانوں کے خلاف سخت عداوت رکھتے تھے اور مسلمانوں سے ان کے پوشیدہ راز حاصل کرکے کافروں کو پہنچاتے رہتے اور ہر ممکن طریق سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صورت حال سے آگاہ فرمایا اور ان کو یہودیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے روک دیا۔ قال ابن عباس کان رجال من المسلمین یواصلون الیہود لما بینہم من القرابۃ والصداقۃ والحلف والجوار والرضاع فانزل اللہ عزوجل ھذہ الایۃ ونہاھم عن مباطنتہم خوف الفتنۃ (خازن ج۱ ص۳۴۲) لا یالونکم خبالاً خبال کے معنی فساد اور شرارت کے ہیں۔ یعنی یہ یہودی اگرچہ ظاہری تعلقات کی بنا پر تمہارے خلاف جنگ میں علانیہ شریک نہیں ہوں گے لیکن خفیہ طور پر تمہارے خلاف مکر و فریب اور سازشیں کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑیں گے ۱۷۹ ظاہر میں تو وہ تمہارے جانی دوست بنے ہوئے ہیں اور تمہاری خیرخواہی کرتے ہیں لیکن ان کی دلی آرزو اور خواہش یہ ہے کہ تمہیں کوئی فائدہ اور آرام و راحت میسر نہ ہو اور تم سخت تکلیف اور مشقت میں مبتلا رہو ان کی دلی عداوت اور اور ان کا اندرونی بغض وحسد ان کی زبانوں سے کئی بار ظاہر ہو چکا ہے یہودی اگرچہ اپنے مبغضانہ جذبات کو چھپانے کی کوشش کرتے لیکن شدت عداوت کی بنا پر بعض دفعہ غیر اختیاری اور غیر شعوری طور پر ان کی زبانوں سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے ان کی خفیہ عداوت ظاہر ہو جاتی وما تخفی صدورھم اکبر زبان سے تو وہ کھل کر عداوت و تکذیب کا اظہار نہیں کرتے ان کی باتوں سے جو بغض و عداوت کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ اس عداوت اور بغض وحسد کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ جو تمہارے خلاف ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ یعنی من العداوۃ والغیظ اکبر اعظم مما یظہرونہ (خازن ج۱ ص۳۴۲) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے عالموں اور پیروں کے جو حالات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں وہ آج کل کے علماء سوء اور پیران سیاہ کار پر پوری طرح منطبق ہیں اس طرح ان آیات کا حل آسان ہو جاتا ہے ۱۸۰ کفار سے ترک موالات کے بارے میں ہم نے کھلے الفاظ میں اپنے احکام دے دیئے ہیں اور وہ آیتیں کھول کر بیان کردی ہیں جن میں کفار کی دوستی سے روکا گیا ہے ای اظہرنا لکم الایات الدالۃ علی النہی عن موالات اعداء اللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (روح ج۴ ص۳۶) یا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان یہودیوں کے بغض و عناد اور حسد و عداوت کی نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں تاکہ ان کو فوراً پہچان لو اور ان سے علیحدہ رہو۔ او قد اظہرنا لکم الدلالات الواضحات التی یتمیز بہا الولی من العدو (روح ج۴ ص۳۶) قومی اور ملی دشمنوں سے دوستانہ تعلقات سیاسی نتائج کے لحاظ سے بہت ہی خطرناک ہوتے ہیں بعض اوقات دشمن کو کسی کلیدی رازوں کا پتہ چل جاتا ہے جس سے کئی اہم جنگی اور دوسرے تعمیری منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں۔ جنگ جیتنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی خفیہ جنگی تدبیروں کو دشمن کی رسائی سے بالاتر رکھا جائے۔ یہ وقت چونکہ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں کا تھا اس لئے مسلمانوں کو خبردار کردیا گیا تاکہ وہ محتاط رہیں ۱۸۱ الکتاب میں لام جنس کا ہے اور مراد اس سے تمام آسمانی کتابیں ہیں اور ضمیر غائب سے منافقین یہود مراد ہیں یہ مسلمانوں کی نیک دلی اور یہودیوں کے روائتی بغض و عداوت کا بیان ہے مطلب یہ کہ تم تو ان سے دوستی بھی رکھتے ہو اور تمام آسمانی کتابوں کو حتی کہ تورات اور انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ تم سے دوستی اور محبت تو درکنار وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر بھی ایمان نہیں رکھتے حاصل یہ کہ وہ تمہارے ساتھ کسی وجہ سے انس اور محبت نہیں رکھتے ۱۸۲ عض انامل یعنی انگلیاں کاٹنا یہ ایک محاورہ ہے اور اس وقت بولا جاتا ہے۔ جب آدمی شدت غیظ سے دیوانہ ہو رہا ہو اور غصے کو عملی جامہ نہ پہنا سکتا ہو۔ والعض عبارۃ عن شدۃ الغیظ مع عدم القدرۃ علی انفاذہ (قرطبی ج۴ ص۱۸۲) یہاں ان کے نفاق کا بیان ہے مطلب یہ کہ ان سے دوستی اور خیرخواہی کی امید بالکل بیکار ہے کیونکہ انکے دلوں میں کفر و عناد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور ان کا دعویٰ ایمان سراسر منافقانہ ہے تمہارے سامنے تو وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو تمہارے خلاف شدت غیظ وغضب سے دانت پیستے ہیں۔ مسلمانوں کی شوکت و کثرت اور اسلام کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی مگر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کچھ کر بھی نہیں سکتے اس لئے شدت غیظ سے جھنجھلا اٹھتے ہیں والمعنی اذا خلا بعضہم ببعض اظہروا شدۃ العداوۃ وشدۃ الغیظ علی المومنین حتی تبلغ تلک الشدۃ الی عض الانامل الخ (کبیر ج۳ ص۵۶)

۱۸۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملا ہے کہ آپ منافقین سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے اور اس نے تمہارے اندرونی کینہ اور بغض کی ہم کو اطلاع دے دی ہے باقی تمہاری یہ خواہش کہ اسلام مغلوب ہو جائے اور مسلمان ناکام ہو جائیں۔ یہ کبھی پوری نہیں ہوگی تم بیشک شدت غضب میں مرتے رہو۔ ۱۸۴ خطاب مسلمانوں سے ہے اور اس میں اسلام کے خلاف منافقین کے بغض وحسد اور کینہ پروری کا مزید بیان ہے یعنی ان کی عداوت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ تمہاری خوشحالی اور تمہارے نفع کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کرسکتے اگر تمہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہو جائے یا تم پر خوشحالی کا دور آجائے تو اس سے ان کے دل رنجیدہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے یا تم مشقت میں پڑ جاؤ تو اس سے انہیں بہت خوشی ہوتی ہے ان تمام آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ ایمان والوں کے خلاف جن لوگوں کی کینہ پروری اور ان کے بغض و عداوت کا یہ حال ہو وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ انکو اپنا رازدار بنایا جائے خصوصاً جب کہ جہاد کا معاملہ درپیش ہو جس پر مسلمانوں کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کا مدار ہے والمعنی فی الایۃ ان من کان ھذہ صفتہ من شدۃ العداوۃ والحقد والفرح بنزول الشدائد علی المومنین لم یکن اھلا لان یتخذ بطانۃ لاسیما فی ھذا الامر الجسیم من الجہاد الذی ھو ملاک الدنیا والاخرۃ (قرطبی ج۴ ص۱۸۳) ۱۸۵ یہاں مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کی تلقین فرمائی۔ فرمایا کہ دشمنوں کے مکر و فریب اور ان کی چالوں سے محفوظ رہنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ تم صبر و استقلال سے کام لو۔ ان کی طرف سے تمہیں جو تکلیفیں دی جاتی ہیں انہیں برداشت کرو۔ دین اسلام پر قائم رہو۔ اور خدا کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ۔ اور خدا سے ڈرتے رہو اور اس کی نافرمانی سے بچو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی پرفریب چالوں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان چند کلمات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں کامیابی حاصل کرنے اور دشمنوں کے مکر و فریب سے محفوظ رہنے کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ دو زریں اصول بیان فرمائے ہیں ایک استقلال دوم خدا کا خوف ھذا تعلیم من اللہ وارشاد الی ان یستعان علی کید العدو بالصبر والتقویٰ (مدارک ج۱ ص۱۳۶) ان اللہ بما یعملون محیط ۰ منافقین جو کرتے ہیں وہ اللہ کے علم میں ہے اس لئے وہ اپنے کرتوتوں کی سزا ضرور پائیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تسلی دی ہے اور منافقین کو عذاب اخروی کی تخویف فرمائی ہے۔ ۱۸۶ یہاں سے جنگ احد کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ والجمہور علی انہا غزوۃ احد (قرطبی ج۴ ص۱۸۴) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا تعلق اِنْ تَصْبِرُوْا الخ سے ہے یعنی اگر تم ہمت و استقلال، صبر و استقامت سے کام لوگے تو کافر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ آگے صبر و تقویٰ کے نتائج اور اس کے لئے دو نمونوں کا بیان ہے۔ جنگ بدر میں مشرکین کو مسلمانوں کے ہاتھوں انتہائی ذلت و رسوائی کی شکست اٹھانا پڑی۔ ان کے ستر سردار اور جنگجو بہادر قتل ہو گئے اور ستر گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قیدی ہوئے مالی نقصان اس کے علاوہ تھا اور ذلت و رسوائی اتنی ہوئی کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اب وہ شکست خوردہ مشرکین انتقامی جنگ کی تیاری کرنے لگے چنانچہ واقعہ بدر سے ایک سال بعد ۳ھ کے اواخر میں جنگی تیاریاں مکمل کرلیں۔ اب ان کی تعداد تین ہزار تھی جن میں سات سو زرہ پوش دو سو گھڑ سوار اور باقی شتر سوار تھے۔ اور ان کا کوئی لڑاکا خالی ہاتھ نہ تھا۔ مشرکین چونکہ جوش انتقام میں دیوانے ہوئے جارہے تھے اس لئے تمام قبیلوں کے سرداروں نے بھی جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا حتیٰ کہ مشرکین کی عورتوں نے بھی اس جنگ میں شرکت کی جو باجوں اور ڈھولکوں کیساتھ مقتولین بدر کے مرثیے گا گا کر اپنے جوانوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہی تھیں اور مسلمانوں کے ساز و سامان

الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ

پتے اگر تم کو عقل ہے ف۱۸۰ سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو

وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا

اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو ف۱۸۱ اور جب

لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ

تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں

الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ

تم پر انگلیاں غصہ سے ف۱۸۲ تو کہہ مرو تم اپنے غصہ میں اللہ کو

اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اِنْ تَمْسَسْكُمْ

خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں ف۱۸۳ اگر تم کو ملے

حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ

کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی

يَّفْرَحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ

تو خوش ہوں اس سے ف۱۸۴ اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑے گا

كَيْدُهُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ۱۲ ۱۱ ۳

تمہارا ان کے فریب سے ف۱۸۵ بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے ف ۱

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھانے لگا مسلمانوں کو

مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ هَمَّتْ

لڑائی کے ٹھکانوں پر ف۱۸۶ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے جب قصد کیا

طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ

دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا ف۱۸۷

مجاہدین کی کامیابی کے دو دم ہونے کا بیان ۱۲

دونوں قبیلوں کا پہلا نمونہ ۱۲

کا یہ حال تھا کہ مجاہدین کی تعداد صرف ایک ہزار تھی اور پوری فوج میں صرف دو گھوڑے تھے اور تمام مجاہدین کے پاس تلواریں بھی نہیں تھیں اور پھر عین اس وقت جب کہ دشمن سامنے آیا اور مسلمان ابھی نماز صبح ہی میں مصروف تھے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو ساتھیوں کو ساتھ لے کر میدان جنگ سے واپس آ گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے پہلے تمام مجاہدین کی صفیں مناسب جنگی ترتیب کے مطابق بنائیں اور مختلف فوجی دستوں کو مختلف مورچوں پر متعین فرمایا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی صف بندی کی حالت کا ذکر فرمایا ہے واللہ سمیع علیم ف۱۸۷ **پہلا نمونہ** یہ اذ غدوت سے بدل ہے۔ اور طائفتان سے انصار کے دو قبیلے مراد ہیں یعنی قبیلہ خزرج کے بنو سلمہ اور قبیلہ اوس کے بنو حارثہ والطائفتان بنو سلمۃ من الخزرج وبنو حارثۃ من الاوس (قرطبی ج۴ ص۱۸۵) اور ھَمَّ بمعنی ارادہ اور حدیث نفس یعنی وسوسہ دونوں میں مستعمل ہے۔ لیکن یہاں وسوسہ اور حدیث نفس مراد ہے والظاہر ان ھذا الہم لم یکن عن عزم...... بل کان میل وحدیث نفس ووسوسۃ (روح ج۴ ص۴۵) اور فَشَل کے معنی بزدلی اور کم ہمتی دکھانے کے ہیں۔ ہوا یوں کہ جب عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو منافق ساتھیوں کو لے کر میدان جنگ سے یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ جب ہماری بات نہیں مانی گئی تو ہم کیوں ان کا ساتھ دیں اور مفت میں اپنی جانیں ضائع کریں (عبداللہ بن ابی نے بھی حضور علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ جنگ کے لئے مدینہ سے باہر نہ جائیں بلکہ شہر ہی میں رہیں اگر مشرکین نے شہر پر حملہ کیا تو ہمیں ان سے جنگ کریں گے) تو مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں کو قلت سامان اور قلت عدد کی بنا پر خیال گذرا کہ وہ بھی آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹ جائیں۔ غرضیکہ ان کی بزدلی اور کم ہمتی دکھانے کی وجہ شک و نفاق یا ضعف ایمان نہیں تھا۔ بلکہ مادی وسائل کی کمی کی وجہ سے ان کے ارادے میں ضعف آ گیا۔ وذالک انہ انما کان ذالک منہما عن ضعف ووھن اصابہما غیر شک فی دینہما (سیرت ابن ہشام ج۲ ص۱۱۱) لیکن ابھی یہ ارادہ وسوسہ کی حد سے آگے نہیں بڑھا تھا اور نہ ہی انہوں نے اس پر عمل کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری فرمائی۔ اور ان کی ہمتیں پھر سے مضبوط کر دیں۔ اور اپنی مدد اور نصرت سے ان کو تھام لیا۔ اور دونوں قبیلے نئے جوش شجاعت کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی لغزش سے درگذر فرمایا۔ یہ کم ہمتی کے اظہار کا ارادہ وقتی طور پر صبر و تقویٰ سے ذہول کا نتیجہ تھا۔ ادھر خدا پر بھروسہ اور تقویٰ سے ذہن مادی وسائل کی قلت و کثرت کی طرف منتقل ہوا۔ ادھر فوراً ہی اس کا برا نتیجہ سامنے آ گیا۔ ف۱۸۸ یہاں اللہ تعالیٰ نے تمام ایمان والوں کو نصیحت فرمائی کہ انہیں صرف خدا کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہیے نہ کہ مادی وسائل پر۔ مادی وسائل اور ظاہری ساز و سامان کو اسباب عادیہ کی حد تک اختیار کرنا چاہیے اور ان کو کامیابی اور ناکامی میں مؤثر حقیقی نہیں سمجھنا چاہیے۔ بعض جاہل صوفی ترک اسباب کا نام توکل رکھتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ اور خود حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کے بھی مخالف ہے قال سہل من قال ان التوکل یکون بترک السبب فقد طعن فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ج۴ ص۱۸۹) توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرے اور یقین رکھے کہ

موضح قرآن ف یعنی مسلمانوں کو کافروں سے دوستی نہ کرنی چاہیے وہ ہر طرح دشمن ہیں ف اکثر منافق بھی یہود ہی میں سے تھے اس واسطے ان کے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر بھی فرمایا اب آگے جنگ احد کی باتیں مذکور ہیں کہ اس میں مسلمانوں نے بعضے کافروں کا کہا مان لیا تھا اور لڑائی سے پھر چلے تھے اور منافقوں نے اپنے نفاق کی باتیں ظاہر کی تھیں۔

فتح الرحمن ف۱ در غزوہ احد اہل نفاق میل کردند باآنکہ در شہر متحصن شوند و اصحاب خواستند کہ بیرون آمدہ جنگ کنند بعد از آنکہ ہزیمت واقع شد منافقان ایں را محل طعن گرفتند و وقت حرب حضرت پیغامبر بر شعبی جماعہ مقید ساختند کہ از منہا نہ جنبند چوں آثار فتح ظاہر شدن گرفت آں جماعت در پی غارت افتادند و عصیان پیغامبر کردند لشتوی ایں عصیان ہزیمت بر مسلمانان افتاد و ہم فرار کردند الا ماشاء اللہ در خلال خبر شہادت حضرت پیغامبر شائع شد منافقان فقد التذاذ کردند پس در جواب طعن منافقان و عتاب خلاف امر کنندگان و تشنیع بے وفایان حق سبحانہ نازل کرد ۱۲

اللہ کی مدد پوری ہو کر رہے گی اور ہر کام کے لیے اللہ نے تکوینی طور پر جو اسباب عادیہ مقرر فرمائے ہیں ان کو عمل میں لائے اور ان کو محض عادی وسائل خیال کرے اور موثر حقیقی صرف خدا کو جانے ۱۸۹ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا کا دوسرا نمونہ ہے۔ یعنی صبر و تقویٰ اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید غیبی اور نصرت آسمانی کے سامان بہم پہنچ جاتے ہیں چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر ایسا ہی ہوا تم تعداد میں بہت قلیل تھے اور سامان جنگ بھی بالکل معمولی تھا۔ اذلۃ ذلیل کی جمع ہے جس کے معنی حقیر اور پست کے ہیں یعنی تعداد اور سامان کی قلت کے باعث تھی ما کانوا علیہ من الضعف وقلۃ السلاح والمال والمرکوب (بحر ص ۴۷ ج ۳) ای بقلۃ العدد والسلاح (جامع البیان ص ۵۹) چنانچہ مسلمانوں کی کل تعداد ۳۱۳ تھی اور پوری فوج کے پاس سواری کے لیے صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور تلواریں بھی صرف آٹھ تھیں اور باقی سامان جنگ بھی نہایت قلیل اور ناکافی تھا۔ لیکن اس بے سرو سامانی کے باوجود انہوں نے ہمت نہ ہاری اور نہ ہی صبر و تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد اور نصرت بھی فوراً آ پہنچی۔ بدر کا واقعہ یاد دلا کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد میں ثابت قدم رہنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی تعلیم فرمائی ہے نیز اس میں کافروں کے شبہ کے جواب کی طرف بھی اشارہ ہے کافروں کا شبہ یہ تھا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور انہیں نقصان اٹھانا پڑا اگر اسلام سچا دین ہوتا تو اس کے ماننے والے کیوں اس طرح ذلیل ہوتے یہاں اشارہ فرمایا کہ اگرچہ دنیا میں فتح و شکست صداقت کا معیار نہیں۔ فتح کی مثال کنویں کے ڈول کی سی ہے کبھی کسی کے ہاتھ کبھی کسی کے ہاتھ اس لیے اے ایمان والو احد کی وقتی شکست سے دلگیر اور افسردہ خاطر نہ ہونا اگر احد میں ایسا ہو گیا ہے تو ہوا کیا جنگ بدر میں جب کہ تم بالکل بے سرو سامان تھے کیا اس وقت میں نے تم کو غیبی امداد سے منصور و مظفر نہیں کیا تھا۔ اس شبہ کا اصل جواب آگے آ رہا ہے۔ **۱۹۰** یعنی تقویٰ اور خوف خدا سے شکر گزاری کے جذبہ کو تقویت پہنچتی ہے اور شکر گزاری ایک ایسا مبارک عمل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام نعمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ (ابراہیم ع ۱)

۱۹۱ اذ ظرف نصرکم سے متعلق ہے۔ اور یہ تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتوں کے اتارنے کے وعدے بھی جنگ بدر ہی سے متعلق ہیں۔ جنگ بدر میں بالفعل مشرکین کی تعداد کے مطابق صرف ایک ہزار فرشتے اتارے گئے تھے جنہوں نے مسلمانوں کے دوش بدوش کافروں سے جنگ کی جیسا کہ سورۂ انفال ع ۱ میں ہے۔ اِذۡ تَسۡتَغِيۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَكُمۡ اَنِّىۡ مُمِدُّكُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُرۡدِفِيۡنَ ۝ لیکن اس کے بعد جب کافروں نے یہ افواہ اڑا دی کہ کرز بن جابر محاربی مزید دو ہزار سپاہیوں کی کمک لے کر پہنچ رہا ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں کی کمک نازل کرنے کا وعدہ فرمایا تاکہ مسلمان مطمئن اور ثابت قدم رہیں۔ اس آیت میں اسی وعدہ کا ذکر ہے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۱۲۲) وَلَقَدْ
اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسہ کریں مسلمان ف ۱ ۱۸۸ اور تمہاری

نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا
مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے ۱۸۹ سو ڈرتے رہو

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۱۲۳) اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
اللہ سے تاکہ تم احسان مانو ۱۹۰ جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ
کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے رب تمہارا تین

اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ (۱۲۴) بَلٰٓى ۙ اِنْ
ہزار فرشتے آسمان سے اترنے والے ۱۹۱ البتہ اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا
تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے

مُسَوِّمِيْنَ (۱۲۵) وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ
نشان دار گھوڑوں پر ۱۹۲ ف ۲ اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ
اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو اس سے اور مدد ہے صرف

عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (۱۲۶) لِيَقْطَعَ طَرَفًا
اللہ ہی کی طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا ۱۹۳ تاکہ ہلاک کرے بعضے

مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا
کافروں کو یا ان کو ذلیل کرے تو پھر جاویں

۱۸۹ دونوں شرطوں کا دوسرا نمونہ ۱۲

۱۹۰ شبہ متعلقہ جہاد کا پہلا جواب ۱۲

۱۹۱ ایک ہزار کا وعدہ حتمی تھا اور تین ہزار اور پانچ کا مشروط، عدم شرط کی وجہ سے تین ہزار اور پانچ ہزار نازل نہ ہوئے ۱۲

الربع

۱۹۲ اس کے بعد جب یہ خبر پھیلی کہ پانچ ہزار سپاہیوں کی مزید کمک مشرکین کو پہنچ رہی ہے تو مسلمان اس خبر سے ذرا دلگیر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مزید

موضح قرآن ف ۱ حضرت مکے سے مدینہ میں آئے اس کے ایک برس چھ مہینے بعد جنگ بدر ہوئی مکے کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے فتح دی مسلمانوں کو ستر آدمی کافر مارے گئے اور ستر اسیر آئے۔ اگلے سال کافر جمع ہو کر مدینے پر چڑھ آئے حضرت نے مسلمانوں سے مشورت کی اکثر کہنے لگے کہ ہم شہر میں لڑیں گے حضرت کی مرضی بھی یہی تھی۔ اور بعضے کہنے لگے کہ یہ عار ہے۔ بلکہ ہم میدان میں مقابل ہوں گے آخر یہی مشورت قبول ہوئی جب حضرت شہر سے باہر چلے عبداللہ ابن ابی کافر تھا مدینے کا ساکن وہ بھی شریک جنگ تھا ناخوش ہو کر پھر گیا کہ ہمارے قول پر عمل نہ کیا اور اس کے بہکانے سے دو قبیلے انصار کے بھی پھر چلے آخر ان کے سردار عوام کو سمجھا کر لے آئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تقویت دیتا ہے کہ اللہ پر توکل چاہیے اطاعت حکم میں اندیشہ نہ کریے۔

فتح الرحمن ف ۱ یعنی بنی سلمہ و بنی حارثہ کہ داعیہ فرار بخاطر ایشان گذشتہ بود باز خدا تعالیٰ ایشاں را از این محفوظ داشت ۱۲ ف ۲ یعنی خود را و اسپان خود را بنشانے آراستہ ۱۲

پانچ ہزار فرشتے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا لیکن جب کرز نے مشرکین کی شکست کی خبر سنی تو امداد دینے کا ارادہ ترک دیا اس لئے پانچ ہزار فرشتے بھی نازل نہ ہوئے قال الشعبی بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یوم بدر ان کرز بن جابر المحاربی یرید ان یمد المشرکین فشق ذالک علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی المسلمین فانزل اللہ تعالیٰ (الن یکفیکم الی قولہ مسومین) فبلغ کرزا الھزیمۃ فلم یمد ھم ورجع فلم یمد ھم اللہ ایضا بالخمسۃ الاٰف وکانوا قد امدوا بالف (قرطبی ص ۱۹۵ ج ۴) اور مسومین کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے مخصوص نشانات اور امتیازی علامات کے ساتھ نازل ہوں گے۔ آیت کا حاصل یہ ہوا کہ تین ہزار پر ہی بس نہیں اگر تم صبر وتقویٰ پر قائم رہے اور مشرکین کے امدادی دستے آپہنچے۔ اور انہوں نے تم پر اچانک حملہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ بھی فوراً امتیازی علامتوں والے پانچ ہزار فرشتے تمہاری امداد کے لئے بھیج دے گا۔ چونکہ مشرکین کو تین ہزار اور پانچ ہزار کی کمک نہیں پہنچی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی تین ہزار اور پانچ ہزار فرشتے نازل نہیں فرمائے تھے کیونکہ فرشتوں کی ان دونوں جماعتوں کا نزول مشرکین کو ان کی موعودہ کمک پہنچنے پر معلق تھا۔ اس لئے نہ ان کو کمک پہنچی نہ فرشتے نازل ہوئے۔ البتہ ایک ہزار فرشتے پہلے ہی نازل ہو چکے تھے

ف۱۹۳ جعلہ میں ضمیر غائب مذکورہ مدد کی طرف راجع ہے۔ جو ایک ہزار فرشتوں کے بالفعل انزال اور تین ہزار اور پانچ ہزار کے وعدہ انزال کی صورت میں نمودار ہوئی۔ العزیز یعنی ایسی قدرت وقوت والا جو ظاہری اسباب کے سوا بھی غلبہ اور فتح دلا سکتا ہے۔ الحکیم جو اپنی حکمت بالغہ کے مطابق تمام کاموں کو ظاہری اسباب پر مرتب فرماتا ہے یعنی جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تائید غیبی سے جو تمہاری کامیابی اور فتحمندی کے ظاہری اسباب مہیا فرمائے تھے یہ محض تمہاری خوشی اور دلجمعی کی خاطر تھے۔ باقی رہی فتح ونصرت تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھی جو ایسا زبردست ہے کہ ان اسباب کا محتاج نہیں لیکن اپنی تکوینی حکمت کے تحت ہر کام کو اس کے سبب سے متعلق فرماتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے صاف اعلان فرمایا ہے کہ حقیقت میں کارساز اور ناصر ومختار اللہ تعالیٰ ہی ہے فتح وظفر اور امداد ونصرت نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے اور نہ ہی فرشتوں کے۔ جنگ بدر اور جنگ احد کے واقعات ہمارے سامنے ہیں صحابہ کرام کی مقدس جماعت مشرکین کے مقابلہ میں صف آرا ہے اور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگترین ہستی بنفس نفیس ان میں موجود ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ امداد خداوندی کے محتاج ہیں بدر میں ایک ہزار فرشتے بالفعل امداد کے لئے میدان جنگ میں موجود ہے اور آٹھ ہزار آنے کے لئے حکم ربانی کے منتظر کھڑے ہیں مگر ان سب کی حیثیت ظاہری سبب سے بڑھ کر کچھ نہیں اور حقیقی مؤثر اور ناصر ومدد گار صرف اللہ ہے جل جلالہ وتعالیٰ مجدہ۔ یعنی لا تحیلوا النصر علی الملائکۃ والجند وکثرۃ العدد فان النصر من عند اللہ لا من غیرہ والغرض ان یکون توکلھم علی اللہ لا علی الملائکۃ الذین امد وابھم (خازن ومعالم ص ۳۴۹ ج ۱)

ف۱۹۴ لیقطع میں لام نصرکم سے متعلق ہے۔ قطع کے معنی قتل کے ہیں اور طرفٌ جماعت اور گروہ کے معنی میں ہے لیھلک طائفۃ منھم بالقتل والاسر (مدارک ص ۱۴۲ ج ۱) یعنی جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری غیب سے امداد اس لئے فرمائی تاکہ کافروں کی ایک جماعت تمہارے ہاتھوں ماری جائے اور وہ ذلیل وخوار ہو جائیں اور نامراد ہو کر گھروں کو لوٹیں اور اس طرح کفر کا زور ٹوٹ جائے۔ اور کافروں کی شان وشوکت اور ان کا رعب ووقار مسلمانوں کے ہاتھوں خاک میں مل جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بدر میں کفر وشرک کے ستر لیڈر اور سرغنے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے

ف۱۹۵ اس آیت کا تعلق جنگ احد سے ہے صحیح مسلم میں ہے کہ۔ جنگ احد میں حضور علیہ السلام کا سامنے کا ایک دانت شہید کر دیا گیا۔ اور آپ کے سر مبارک میں بھی زخم آیا۔ آپ زخم سے خون پونچھ رہے تھے اور ساتھ یہ بھی فرماتے جا رہے تھے کیف یفلح قوم شجوا نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم وکسروا رباعیتہ وھو یدعوھم الی اللہ تعالیٰ (صحیح مسلم ص ۱۰۸ ج ۲) یعنی اس قوم کو کس طرح ہدایت نصیب ہو گی۔ جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ ان کو خدا کی طرف بلاتا ہے گویا کہ آپ نے ان کے لئے توفیق ایمان کو مستبعد سمجھا اور ان کی ہلاکت کے لئے بد دعا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کا استبعاد دور فرما دیا اور آپ کو ان کے اسلام لانے کی امید دلا دی۔ استبعاد لتوفیق من فعل ذالک بہ وقولہ تعالیٰ لیس لک من الامر شئ تقریب لما استبعدہ واطماع فی اسلامھم (قرطبی ص ۱۹۹ ج ۴) او یتوب اور او یعذبھم میں او بمعنی الا ان ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ایمان سے مایوس ہو کر ان پر بد دعا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مشرکین کی عاقبت اور انجام کار کو میں جانتا ہوں نیز ان کے تمام امور اور معاملات میرے اختیار وتصرف میں ہیں کیونکہ میرا علم محیط اور قدرت ہر چیز پر حاوی ہے آپ کا نہ علم ہر چیز پر محیط ہے اور نہ قدرت اس لئے آپ کو بد دعا کرنے کا اختیار نہیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض کو میں توبہ کی توفیق دیدوں اور وہ اسلام قبول کر لیں اور جو کفر پر قائم رہیں ان کو دائمی عذاب میں مبتلا کروں ومعنی الایۃ لیس لک من امر مصالح عبادی شئ الا ما اوحی الیک فان اللہ تعالیٰ ھو مالک امرھم فاما ان یتوب علیھم ویھدیھم فیسلموا او یھلکھم ویعذبھم ان اصروا علی الکفر (خازن ص ۳۵۰ ج ۱) یا یہ دونوں لیقطع پر معطوف ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں اس لئے تمہاری امداد فرمائی تاکہ وہ کافروں کو ہلاک کرے یا ذلیل کرے یا ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دائمی میں مبتلا کرے والمعنی ان مالک امرھم علی الاطلاق وھو اللہ تعالیٰ نصرکم علیھم لیھلکھم او یکبتھم او یتوب علیھم ان اسلموا او یعذبھم ان اصروا ولیس لک من امرھم شئ ان انت الا عبد مامور بانذارھم وجھادھم (روح ص ۵۴ ج ۴) بعض روایات کے مطابق آپ بعض مشرکین پر چالیس دن بد دعا کرتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی بہر حال شان نزول جو بھی ہو یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ غیب دان تھے اور نہ مختار کل

ف۱۹۶ قال الشیخ یہ توحید کی پانچویں عقلی دلیل کا اعادہ ہے۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے ہر چیز اس کی ملکیت میں اور اس کے اقتدار وتصرف کے ماتحت ہے وہ کسی کو معاف کرنے یا سزا دینے میں نہ کسی خاص سبب کا محتاج ہے اور نہ مجبور ہے وہ عام قانون رحمت کے تحت جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا اور اپنے خاص قانون عدل وانصاف کے تحت جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے لیکن اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ وفی تخصیص التذییل بہ اشارۃ الی ترجیح جھۃ الاحسان والانعام (روح ص ۵۶ ج ۴) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یغفر لمن یشاء من المنیبین منھم ویعذب من یشاء من المصرین المعاندین منھم یعنی ان میں سے جو لوگ خدا کی طرف انابت کریں گے اور توحید اور دین اسلام قبول کر لیں گے ان کے گذشتہ گناہ معاف فرما دے گا۔ اور جو لوگ ضد وعناد سے کفر پر اصرار کریں گے۔ ان کو اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔

ف۱۹۷ حضرت شیخ نے فرمایا کہ ترغیب الی القتال کے بعد یہاں سے لیکر وھم یعلمون تک ترغیب الی الانفاق ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے خرچ کرنا تو درکنار تم تو کسی کو قرض بھی سود کے بغیر نہیں دیتے ہو آؤ اللہ کی راہ میں خرچ کرو کیونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا دوزخ کی آگ سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کے استحقاق اور دخول جنت کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں انفاق فی سبیل اللہ کی طرف ایک عجیب انداز سے ترغیب فرمائی ہے پہلے مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کی سپرٹ پیدا کی اس کے بعد اچانک سود خوری سے ممانعت کے احکام نازل فرما دیئے۔ سودی کاروبار سے ممانعت بھی دراصل روح جہاد کی تقویت کے لئے ہے جہاد میں جان کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اور جو شخص اس قدر بخیل اور کنجوس ہو کہ اگر کسی کو قرض دے تو اس پر بھی سود وصول کرے اور خدا کے لئے قرض حسنہ کے طور پر ذرہ بھر کسی سے ہمدردی نہ کر سکے تو اس سے یہ توقع کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ پیاری جان کی قربانی دے گا۔ اس لئے سود پر قرض دینے سے منع فرمایا اور اس کے ضمن میں ہمجنسوں سے ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا سبق دیا۔ اضعافا مضاعفۃ (دونے پر دونا) کی قید سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہاں سود مرکب سے منع کیا گیا ہے اور سود مفرد سے منع نہیں کیا گیا بلکہ یہ قید مراعات واقع کیلئے ہے کیونکہ جاہلیت میں سود مرکب (سود در سود) ہی کا زیادہ رواج تھا۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔ لہٰذا اس قید سے سود مفرد کی حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا (روح ص ۵۵ ج ۴، کبیر ص ۲ ج ۳) یا یہ صفت سود خوری کی مزید قباحت ظاہر کرنے کے لئے ہے قال الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۝ سود خوری سے ممانعت کے بعد خدا سے ڈرنے کا حکم دیا گیا تاکہ پہلے تقویٰ کو مخدوش کرنے والے اعمال کا سدباب ہو جائے اور پھر تقویٰ اپنی کامل صورت میں جلوہ گر ہو۔ امید فلاح کو خوف خدا پر مرتب کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ مومن کو امید وبیم اور خوف ورجا کے درمیان رہنا چاہئے۔ ایک طرف خدا کے عذاب سے ڈرتا رہے اور دوسری طرف

خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ

محروم ہو کر ۱۹۴ھ تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے خدا تعالیٰ

اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں ۱۹۵ھ ف۱ اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمین میں ہے۔ بخش دے جس کو چاہے۔

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۹۶ھ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠

ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا ۱۹۷ھ

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ

اور ڈرو اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو ف۲ اور بچو اس آگ

الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

سے جو تیار ہوئی ہے کافروں کے واسطے ۱۹۸ھ اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ

تاکہ تم پر رحم ہو ۱۹۹ھ اور دوڑو بخشش کی طرف

رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ

اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان اور زمین ۲۰۰ھ تیار ہوئی

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ

ہے واسطے پرہیزگاروں کے جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں ۲۰۱ھ

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ

اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

ع ۱۳ / ۴

اس کی رحمت و مغفرت کی امید بھی رکھے نہ بیباک ہو جائے اور نہ نا امید ۱۹۸ھ یہ سود خوری پر وعید شدید ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ سود خوری کبیرہ گناہ ہے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن میں سب سے زیادہ ڈراوے کی آیت ہے کیونکہ اس میں خدا کے محارم سے نہ بچنے والوں کو جہنم کے اس طبقہ میں عذاب دینے کی دھمکی دی گئی ہے جو در اصل کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے کان ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ یقول ھی اخوف اٰیۃ فی القراٰن حیث اوعد اللہ المؤمنین بالنار المعدۃ للکافرین ان لم یتقوہ فی اجتناب محارمہ (مدارک ج۱ ص۱۴۲، روح ج۴ ص۵۶) اور آگ سے بچنے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام اعمال سیئہ سے بچا جائے جو عذاب نار کے موجب ہوں ۱۹۹ھ نہ صرف سود کے احکام میں بلکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت کرو اور اللہ کی اطاعت کا طریقہ وہی اختیار کرو جو اس کے رسول نے اپنے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ عمل سے قائم کیا ہے لہٰذا اللہ کی اطاعت کے لئے اس کے رسول کی اطاعت نہایت ضروری اور لابدی ہے اور رسول کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے۔ امید اور استحقاق رحمت کو اطاعت سے متعلق فرما کر بتا دیا کہ رحمت کی امید صرف فرمانبرداروں کو رکھنی چاہیئے نہ کہ نافرمانوں کو۔ ان آیتوں سے اہل سنت کے مسلک کی تائید اور فرقۂ مرجئہ کے خیال باطل کی تردید ہوتی ہے اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کا بجا لانا اور گناہوں سے بچنا بھی ضروری ہے اور معاصی کا ارتکاب کرنے والے مومنوں کو عذاب ہوگا۔ اور مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد کوئی گناہ مضر نہیں اور کسی مومن کو آگ کا عذاب نہیں ہوگا یہاں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو سود خوری سے منع فرمایا اور باز نہ رہنے والوں کو عذاب نار کی دھمکی دی اور پھر اپنی رحمت کے استحقاق کے لئے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو موقوف علیہ قرار دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ نافرمانی اور معصیت غضب الٰہی کا موجب ہے وفیہ رد علی المرجئۃ فی قولہم لا یضر مع الایمان ذنب ولا یعذب بالنار اصلا (مدارک ج۱ ص۱۴۲) ۲۰۰ھ وجنۃ مخفوض پر معطوف ہے اور اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای الی اسبابھا من الاعمال الصالحۃ (روح ج۴ ص۵۷) یعنی بخشش اور جنت کی طرف دوڑنے سے ایسے اعمال صالحہ کی طرف دوڑنا اور مسابقت کرنا مراد ہے جو استحقاق مغفرت اور دخول جنت کا موجب ہوں۔ مثلاً اخلاص توحید، جہاد، انفاق وغیرہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہاں موجب مغفرت سے اخلاص عبادت اور توحید مراد ہے ما قالت انہ الاخلاص وھو قول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ووجہہ ان المقصود من جمیع العبادات الاخلاص کما قال وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ (کبیر ج۳ ص۳۶) اور جنت کا آسمانوں اور زمین کے برابر چوڑا ہونا اپنے ظاہر پر محمول ہے یعنی اس جنت کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمین کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر بچھانے سے جس قدر پھیلاؤ پیدا ہوگا۔ اس کے برابر ہوگی اور ظاہر ہے عرض ہمیشہ طول سے کم ہوتا ہے جب اس جنت کا عرض اس قدر ہے تو اس کا طول اس سے کہیں زیادہ ہوگا جس کا اندازہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قال ابن عباس تقرن السموات والارض بعضہا الی بعض کما تبسط الثیاب ویوصل بعضہا ببعض فذلک عرض الجنۃ ولا یعلم طولہا الا اللہ وہذا قول الجمہور (قرطبی ج۴ ص۲۰۴) اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے خصوصیت کے ساتھ چوڑائی کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ جنت کی غایت وسعت اور کشادگی سے کنایہ ہے فلیس المقصود تحدید عرضہا۔۔۔ بل الکلام کنایۃ عن غایۃ السعۃ بما ھو فی تصور السامعین (روح ج۴ ص۵۶) اعدت للمتقین ۂ حضرت

۱۹۵ اعادہ دلیل توحید عقلی ۱۲

۱۹۶ جہاد کے بعد منع انفاق کا بیان ۱۲

۱۹۷ تخویف اخروی ۱۲

۱۹۸ ... رحیم کا بیان ۱۲

۱۹۹ بشارت اخروی ۱۲

۲۰۰ ترغیب الی العمل ۱۲

موضح قرآن ف۱ حق تعالیٰ نے پیغمبر کو تربیت فرمائی کہ بندے کو اختیار نہیں اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے اگرچہ کافر تمہارے دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن چاہے انکو ہدایت دے اور چاہے عذاب کرے اپنی حضرت سے بد دعا نہ کرو ف۲ شاید سود کا ذکر یہاں اس واسطے فرمایا کہ اوپر مذکور تھا جہاد میں نامردی کا سود کھانے سے نامردی آتی ہے دو سبب سے ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیق طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے دوسرے یہ کہ سود دینا کمال بخل ہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لے یا بیچ میں کسی کا کام نکلا یہ بھی مفت نہ چھوڑے اس کا بدلہ چاہے تو جس کو مال پر اتنا بخل ہو وہ جان کیا دیا چاہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا
اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ
فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا
کھلا گناہ یا برا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں
لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠
اپنے گناہوں کی ۲۰۲ اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے ۲۰۳
وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ
اور اڑتے نہیں اپنے کیے پر اور وہ جانتے ہیں انہی کی
جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
جزا ہے بخشش ان کے رب کی اور باغ جن کے نیچے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں گے وہ لوگ ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنیوالوں کی ۲۰۴
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ
ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں
فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا
اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ف۱ ۲۰۵ یہ بیان
بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾
ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو ۲۰۶ اور
وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ
سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
ایمان رکھتے ہو ۲۰۷ اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے ان کو بھی

۳۔ فریق ادنیٰ کا ذکر ۱۲

۴۔ دونوں فریقوں کے لیے بشارت اخروی ۱۲

۵۔ [illegible] ۱۲

شیخ علام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا وسیع اور کشادہ جنت جن متقی لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے وہ دو فریق ہیں۔ الذین ینفقون سے واللہ یحب المحسنین تک پہلے فریق کا ذکر ہے اور یہ فریق اعلیٰ ہے۔ اور والذین اذا فعلوا سے وھم یعلمون تک دوسرے فریق کا ذکر ہے اور یہ پہلے کی نسبت ادنیٰ ہے ۲۰۱ یہ المتقین کی نعت ہے اور فریق اعلیٰ کی پہلی صفت ہے۔ اس میں ترغیب الی الانفاق کا پہلی بار اعادہ کیا گیا ہے۔ ظرف ینفقون کی ضمیر سے حال ہے اور سراء سے فراخی اور ضراء سے تنگدستی مراد ہے۔ عن ابن عباس فی العسر والیسر (ابن جریر ج۴ ص۵۹) یعنی وہ ہر حال میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خواہ دولت مند ہوں یا مفلوک الحال ہوں والکاظمین الغیظ یہ فریق اعلیٰ کی دوسری صفت ہے۔ کظم الغیظ کے معنی غصہ پی جانے اور ضبط کرنے کے ہیں یعنی وہ لوگ غصے کی حالت میں مغلوب الغضب نہیں ہو جاتے بلکہ غصے کو پی جاتے ہیں اور اس پر قابو پا لیتے ہیں اور اسکو عملی جامہ نہیں پہناتے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے الکاظمین الغیظ فرمایا ہے الفاقدین الغیظ نہیں فرمایا کیونکہ غصہ غیرت وحمیت اور حرارت طبیعیہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا پیدا ہونا ایک طبعی امر ہے اس لیے غصہ کا بالکل پیدا ہی نہ ہونا یہ کوئی خوبی نہیں بلکہ عیب ہے خوبی تو یہ ہے کہ غصہ آئے لیکن اسے ضبط کر لیا جائے والعافین عن الناس یہ فریق اعلیٰ کی تیسری صفت ہے یعنی وہ قصوروار لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور دل میں کسی قسم کی ناراضگی نہیں رکھتے یہ درجہ الکاظمین الغیظ سے بلند تر ہے یعنی وہ نہ صرف یہ کہ غصہ پی جاتے ہیں۔ اور انتقام نہیں لیتے بلکہ سرے سے قصوراً اور خطاءً ہی کو معاف کر دیتے ہیں اور خطاکار کے متعلق دل میں کوئی کدورت نہیں رکھتے واللہ یحب المحسنین یہ ماقبل کا تکملہ ہے اور احسان سے یہاں انعام مراد ہے اور یہ درجہ پہلے دونوں درجوں سے بلند تر ہے یعنی وہ عفو و درگذر سے آگے بڑھ کر انعام واکرام اور حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ ۲۰۲ اس کا عطف الذین ینفقون پر ہے۔ اور یہ متقین کے فریق ادنیٰ کا ذکر ہے۔ ذکر اللہ تعالیٰ فی ھذہ الایۃ صنفا ھم دون الصنف الاول فالحقھم بہ برحمتہ ومنہ فھؤلاء ھم التوابون (قرطبی ج۴ ص۲۰۹) فاحشۃ اور ظلم نفس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں بعض نے کہا ہے کہ فاحشہ سے کبیرہ گناہ اور ظلم نفس سے صغیرہ گناہ مراد ہے۔ الفاحشۃ ھی الکبیرۃ وظلم النفس ھی الصغیرۃ (کبیر ج۳ ص۹، بحر ج۳ ص۵۹، مدارک ج۱ ص۱۴۲) اور بعض نے کہا ہے کہ فاحشہ مطلق گناہ کو کہتے ہیں اس کا تعلق خواہ بندے کی حق تلفی سے ہو یا خدا کی حق تلفی سے الفاحشۃ تنطلق علی کل معصیۃ (قرطبی ج۴ ص۲۱۰) اور ظلم نفس سے حقوق اللہ کا اتلاف مراد ہے۔ وظلم النفس ما بین العبد وبین ربہ (بحر ج۳ ص۵۹) بہر تقدیر فاحشہ میں اس تیر انداز دستے کا جرم بھی داخل ہے جن کو جنگ احد میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑی راستے پر متعین فرمایا تھا۔ اور ان کو حکم دیا تھا کہ اگرچہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہو جائے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ مگر ان سے اس معاملہ میں کوتاہی ہو گئی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ وایا ما کان فباطلاق اللفظ ینتظم ما فعلہ الرماۃ انتظاما اولیا (روح ج۴ ص۶۰) یہ آیت ان دو گروہوں کو بھی شامل ہے۔ جو منافقین کی دیکھا دیکھی ہمت ہارنے لگے تھے۔ مگر اللہ نے ان کو سنبھلنے کی توفیق دے دی۔ اسی طرح جو مسلمان جنگ احد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے تھے اور بعد میں تائب ہو گئے تھے۔ وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ ذکروا اللہ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ بغاوت وانکار کے جذبہ کے تحت خدا کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ احکام الٰہی سے ذہول اور وعید اخروی سے غفلت کی وجہ سے ان سے معصیت کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ مگر جونہی ان کو خدا کا حکم اور اس کی وعید یاد آتی ہیں وہ فوراً نادم ہو جاتے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں ۲۰۳ یہ جملہ معترضہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ فرما دی کہ اللہ کے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا نہ کوئی پیغمبر نہ کوئی ولی اور نہ کوئی فرشتہ اس لیے اللہ کے سوا کسی کے سامنے گناہ کی معافی کی درخواست نہ کی جائے۔ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون۔ یعنی جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے

موضح قرآن ف۱ یعنی کافروں کا مقابلہ نبیوں سے قدیم دستور ہے ہر ملک کی خبر تحقیق کرو تو جانو کہ اول نبیوں پر بھی تکلیفات گذری ہیں۔ آخر جھٹلانے والے خراب ہوئے جنگ احد میں ستر مسلمان کامل شہید ہوئے اور لڑائی بگڑ گئی اس واسطے حق تعالیٰ تقویت فرماتا ہے۔

تو وہ فوراً پشیمان ہو کر خدا سے استغفار کرتے ہیں۔ اور جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہیں کرتے۔ اصرار یہ ہے کہ انسان بار بار گناہ کرے اور دل سے ہر دفعہ یوں کہے کہ اچھا اب کہ گناہ کر لیا ہوں کل توبہ کر لوں گا
والاصرار ھو التسویف والتسویف ان یقول اتوب غدا (قرطبی ص۲۱۱ ج۴) تو اس اصرار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسے کبھی توبہ کی توفیق نہیں ملتی اور وہ اسی طرح گناہوں میں ملوث ہی دنیا سے چل
بستا ہے ۲۰۴ـه یہ دونوں فریقوں کے لئے مشترکہ اخروی بشارت ہے کہ ان کو گناہوں کی معافی مل جائے گی۔ اور بطور انعام جنت کی پُرعیش اور دائمی زندگی نصیب ہوگی اس معافی نامہ میں وہ تمام مسلمان
بھی داخل ہیں جن سے جنگ احد میں مختلف شکلوں میں غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہو گئی تھیں ۲۰۵ـه یہ تخویف دنیوی ہے اور سُنَنٌ سے مراد گذشتہ مکذبین کے واقعات ہیں ای وقائع فی الامم
المکذبة (روح ص۶۶ ج۴) یعنی اللہ کی توحید اور خدا کے پیغمبروں کو جھٹلانے والوں کی تباہی و بربادی کے کئی واقعات تم سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے ہیں ان سے اندازہ لگاؤ کہ مکذبین کا کیا حشر ہوا
اس سے مسلمانوں کو گناہوں (مثلاً سود خوری، میدان جنگ میں بزدلی دکھانے اور امیر کی اطاعت سے سرتابی کرنے وغیرہ) سے بچنے اور طاعات (مثلاً جہاد، انفاق، اطاعت امیر وغیرہ) بجا لانے کی ترغیب
دینا مقصود ہے (روح) ۲۰۶ـه ھذا کا اشارہ قرآن کی طرف ہے قال الحسن وقتادة وابن جریج والربیع الاشارة الی القرآن (بحر ص۶۱ ج۳) قرآن کی صفت بیان کو تمام لوگوں
کے لئے عام کیا۔ اور ہدایت و موعظت کو متقین سے مخصوص کر دیا کیونکہ یہ قرآن اعلان و اظہار اور ابلاغ و بیان تو تمام دنیا کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت اور پند و نصیحت سے نفع صرف وہی لوگ
اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہو اور وہ اللہ کی طرف انابت کریں اور ضد و عناد سے بچیں یا ھذا سے پہلے تمام مذکورہ واقعات کی طرف اشارہ ہے ۲۰۷ـه یہاں پھر مضمون جہاد کا
اعادہ کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ رکوع ۱۸ میں فلکم اجر عظیم تک چلا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تشجیع علی القتال اور ترغیب الی الجہاد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو جنگ احد کے نقصانات کے بارے
میں تسلی بھی دی ہے اور انہیں صبر و استقامت کی تلقین فرمائی ہے۔ عزّاھم وسلّاھم بما نالھم یوم احد من القتل والجراح وحثھم علی قتال عدوھم ونھاھم عن العجز
والفشل (قرطبی ص۲۱۶ ج۴) لا تَھِنُوْا وَھَنٌ سے ہے۔ جس کے معنی کمزوری دکھانے کے ہیں یعنی اے ایمان والو دشمن کے مقابلہ میں کمزوری اور بزدلی مت دکھاؤ اور احد میں جو کچھ ہو چکا اب اس کا غم
اور افسوس چھوڑ دو اور یاد رکھو اگر تم ایمان کے تمام تقاضے صحیح معنوں میں پورے کرو گے۔ تو دنیا میں ہمیشہ سربلند اور غالب رہو گے اور دنیا کی کوئی طاقت تم کو مغلوب و مقہور نہیں کر سکے گی۔ ہاں اگر
کبھی وقتی طور پر شکست بھی ہو گئی تو وہ اللہ کی طرف سے آزمائش اور امتحان کے طور پر ہوگی ۲۰۸ـه یہ جہاد سے متعلق مذکورہ شبہ کا علی سبیل الترقی جواب ہے اور القوم سے مشرکین مراد ہیں۔ اور فقد مس القوم جزائے
محذوف کے قائم مقام ہے مثلاً فلا تحزنوا یعنی اگر احد میں تم نے مشرکین کی طرف سے زخم کھائے اور شکست اٹھائی ہے تو اس کا غم مت کرو وہ بھی تو بدر میں تمہارے ہاتھوں شکست کھا چکے ہیں۔ اگر احد میں تم کو شکست
ہوئی تو یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جزائے محذوف فلا تضعفوا ہو (بحر ص۶۳ ج۳) مدارک ص۱۴۲ ج۱ یعنی اگر احد میں تم کو شکست ہوئی ہے تو تم اس سے شکستہ خاطر ہو جاؤ اور آئندہ کے لئے
جہاد میں کمزوری دکھاؤ تم دیکھتے نہیں کہ بدر میں مشرکین کو تمہارے ہاتھوں بری طرح شکست ہوئی مگر اس کے باوجود وہ کمزور نہیں ہوئے اور احد میں تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے لاؤ لشکر لے کر پہنچ گئے۔ جنگ احد
میں ستر مسلمان شہید اور ستر زخمی ہوئے تھے ۲۰۹ـه ولیعلم میں واو عاطفہ ہے۔ اور اس کا معطوف علیہ محذوف ہے ای یکون کیت وکیت ولیعلم الخ اور معطوف علیہ محذوف اس لئے کیا گیا ہے
تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ مداولت ایام سے مقصد صرف کھرے کھوٹے کا اظہار ہی نہیں۔ بلکہ اس میں اور بھی کئی مصلحتیں ہیں (کبیر ص۲۳ ج۳) لیکن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ واؤ زائدہ ہے اور
لیعلم ماقبل کی علت ہے۔ اور یتخذ لیعلم پر معطوف ہے اور علم سے یہاں اظہار اور تمییز مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ازل ہی سے سب کو جانتا ہے اور شہداء سے شہداء احد مراد ہیں واراد بھم شھداء احد کما قالہ
الحسن وقتادة وابن اسحٰق (روح ص۶۹ ج۴) حاصل آیت یہ ہوا کہ ہم فتح و شکست کو تمہارے دشمنوں کے درمیان اس لئے گھماتے ہیں تاکہ مومنوں اور منافقوں کو ظاہر کر کے ایک دوسرے سے ممتاز اور الگ
کر دیں۔ اور خوش قسمت مومنوں کو درجہ شہادت سے سرفراز کریں۔ ای لیری اللہ الذین آمنوا ای لیمیز المؤمن من المنافق ویتخذ منکم شھداء ای یکرم اقواما بالشھادة (معالم ص۳۵۷ ج۱)
واللہ لا یحب الظلمین یعنی ان کافروں ظالموں کی وقتی فتح سے ان کے حق پر ہونے کا تو کسی کے دل میں وسوسہ بھی نہ آئے اللہ تعالیٰ تو ان کو پسند ہی نہیں کرتا۔ کافروں کی یہ ہنگامی کامیابیاں تو اللہ کی تکوینی
مصلحتوں کے تحت رونما ہو رہی ہیں ۲۱۰ـه یہ بھی لیعلم پر معطوف ہے تمحیص کے معنی ہیں خالص کرنا اور یہاں مراد ہے گناہوں سے پاک و صاف کرنا اور محق سے مراد مٹانا اور فنا کرنا ہے یعنی فتح و شکست
کے الٹ پھیر کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے تاکہ ایمان والوں کو گناہوں کی میل سے پاک و صاف کیا جائے اور کافروں کا استیصال کر کے ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں
کہ اگر فتح کافروں کی ہو تو اس سے مومن اور منافق میں امتیاز ہوتا ہے۔ اور مسلمان مقتولین شہادت کا درجہ پاتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ مومنوں کو گناہوں سے پاک کرتا ہے اور اگر فتح مسلمانوں کی ہو
تو اس سے کافروں کا استیصال ہو جاتا ہے یعنی ان کانت الدولة علی المؤمنین فللتمییز والاستشھاد والتمحیص وان کانت علی الکافرین فلمحقھم ومحو آثارھم (مدارک ص۱۴۳ ج۱)
۲۱۱ـه ترغیب الی الجہاد کے بعد یہ مومنوں کے لئے زجر و توبیخ ہے اور علم سے یہاں بھی بدستور اظہار اور تمییز مراد ہے اور خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں نے احد میں کمزوری دکھائی اور شکست خوردہ ہو کر
بھاگ نکلے تھے یہاں فتح و شکست کے الٹ پھیر کا اصل مقصد بیان کیا گیا ہے جو مداولت کی مذکورہ تینوں علتوں کا نتیجہ ہے۔ خطاب للمنھزمین یوم احد وھو کلام مستأنف لبیان ما ھی الغایة
القصوی من المداولة والنتیجة لما ذکر من العلل الثلث الاولی (روح ص۷۰ ج۴) یعنی تم احد کی شکست و ریخت اور جراحات سے اس قدر کیوں دلگیر ہو گئے تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم
جنت کے اعلیٰ درجات ابتلاء و امتحان، میدان جنگ میں کشت و خون اور صبر و استقامت کے بغیر ہی حاصل کر لو گے ہرگز نہیں بلکہ تم کو بڑے بڑے مشکل اور دشوار امتحانات سے گذرنا ہوگا
میدان جنگ میں ہمت و استقلال سے محض اللہ کی رضا کی خاطر اور توحید کو سربلند کرنے کے لئے جہاد کرنا ہوگا۔ اور پھر جہاد میں تمہارا مالی نقصان بھی ہوگا تمہیں زخم بھی آئیں گے اور احباب و
اقارب کی شہادت کا صدمہ بھی اٹھانا ہوگا ۲۱۲ـه ان تلقوہ اور رأیتموہ میں ضمیر منصوب الموت کی طرف راجع ہے اور الموت سے موت شہادت مراد ہے۔ المراد بالموت ھنا الموت فی
سبیل اللہ تعالیٰ وھی الشھادة (روح ص۷۰ ج۴) اس آیت میں روئے سخن ان مسلمانوں کی طرف ہے جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور بعد میں اس غیر حاضری پر سخت نادم ہوئے اور
تمنا کرنے لگے کاش کہ اب ہمیں اللہ کی راہ میں جہاد کا موقع ملے اور ہم بھی شہادت کی سعادت عظمیٰ حاصل کر لیں۔ لیکن جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے جنگ احد میں اپنی تمنائے شہادت پورا کرنے کا
موقع دیا تو ان میں سے بہت سوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ثابت قدم نہ رہ سکے اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر و عتاب فرمایا کہ تم تو شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا کرتے تھے لیکن جب اللہ نے تم کو موقع دیا اور تم نے
اپنی آنکھوں سے اس کا معائنہ کر لیا تو میدان چھوڑ بھاگے فالآیة عتاب فی حق من انھزم لا سیما وکان منھم حمل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الخروج من المدینة (قرطبی ص۲۲۱ ج۴)
۲۱۳ـه یہ بھی مومنین کے لئے زجر ہے۔ جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی امارت میں پچاس تیراندازوں کا دستہ لشکر کی پشت پر متعین فرمایا تاکہ دشمن پیچھے سے آ کر حملہ نہ کر سکے۔
اور ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست وہ ہر حال میں اسی جگہ ڈٹے رہیں اور یہاں سے ہرگز نہ ہلیں ادھر جنگ شروع ہو گئی اور حضور علیہ السلام اور صحابہ نے مشرکین پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان کے
پاؤں اکھڑ گئے اور وہ سب بھاگ نکلے۔ جب تیرانداز دستہ نے دیکھا کہ میدان مشرکین سے خالی ہو چکا ہے اور مسلمان فتحیاب ہو کر مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہماری فتح ہو چکی ہے اسلئے

اب یہاں ٹھہرے رہنے کی ضرورت نہیں چنانچہ وہ اپنے امیر کے روکنے کے باوجود مورچہ چھوڑ کر میدان کی طرف چلے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے صرف چند تیر انداز حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ باقی رہ گئے چنانچہ جب سپاہ مشرکین کے دائیں بازو کے امیر خالد بن ولید نے دیکھا کہ مسلمانوں کی پشت خالی ہے تو اڑھائی سو سواروں کے دستے سے فوراً پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ادھر عبداللہ بن قمیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا حضرت مصعب بن عمیر جن کے ہاتھ میں مسلمانوں کا جھنڈا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے سامنے ہو گئے اور ابن قمیئہ شقی کے ہاتھوں شہید ہو گئے ابن قمیہ نے سمجھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالا ہے اس لئے چلا کر کہا کہ میں نے محمد کو قتل کر دیا اس پر ابلیس لعین نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ محمد قتل ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مسلمانوں کی ہمتیں پست ہو گئیں کچھ ان میں سے بھاگ نکلے اور کچھ مشرکین سے صلح کی سوچنے لگے ادھر اس افواہ سے منافقین نے فائدہ اٹھایا۔ اور بعض ضعیف الایمان مسلمانوں سے کہنے لگے کہ اگر محمد قتل ہو گئے ہیں تو تم اپنے پہلے دین

قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ
زخم ایسا ہی ۲۰۸ اور یہ دن باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان
النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ
لوگوں میں اور اس لئے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے۔ اور کرے تم
مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝
میں سے شہید اور اللہ کو محبت نہیں ظلم کرنیوالوں سے ۲۰۹
وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
اور اس واسطے کہ پاک صاف کرے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دیوے کافروں کو ف ۲۱۰
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ
کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا
الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو ۲۱۱
وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ
اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی اس کی ملاقات سے
تَلْقَوْهُ ۪ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ع ۱۴ ۵
پہلے سو اب دیکھ لیا تم نے اس کو آنکھوں کے سامنے ۲۱۲
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے اس سے پہلے بہت
الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى
رسول ۲۱۳ پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے
اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ
الٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز نہ

میں واپس آجاؤ وذالک ان المنافقین قالوا لضعفۃ المسلمین ان کان محمد قتل فالحقوا بدینکم (کبیر ج ۳) اس پر بعض انصاریوں نے ان سے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں تو محمد کا رب تو قتل نہیں ہوا۔ آؤ اسی مقصد اور مشن کی خاطر لڑو جس کی خاطر محمد صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے رہے یعنی دین اسلام اور رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں ہیں کہ ان پر موت نہ آئے بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو ہمیشہ اور موت تو ہر جاندار کے لئے مقدر ہے جو اپنے وقت پر ضرور آئے گی۔ تو کیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا شہید کر دئے جائیں تو تم دین اسلام کو چھوڑ کر پھر سے پہلا دین قبول کر لو گے؟ آپ سے پہلے بھی تو ہزاروں پیغمبر گذرے ہیں۔ لیکن جب وہ دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کی امتوں نے ان کی وفات کے بعد ان کے دین کو چھوڑا نہیں۔ بلکہ وہ ان کے بعد بھی انہیں کے ادیان پر قائم رہے۔ حاصل یہ کہ پیغمبر کی وفات سے اس کا دین ختم نہیں ہو جاتا۔ اور نہ باطل ہو جاتا ہے ۲۱۴ لیکن اس فہمائش کے باوجود اگر کوئی دین اسلام سے پھر جائے تو وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور نہ ہی اس کے ارتداد سے مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر کچھ اثر پڑے گا۔ بلکہ اس سے وہ اپنی ہی عاقبت خراب کرے گا۔ بل یضر نفسہ بتعریضھا للعقاب بسبب المخالفۃ واللہ تعالیٰ لا تنفعہ الطاعۃ ولا تضرہ المعصیۃ نفعا و (قرطبی ج ۴) وسیجزی اللہ الشاکرین اور جو لوگ نعمت اسلام کی قدر کریں گے اور دین توحید پر قائم اور ثابت قدم رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو اس کی عمدہ جزا دے گا۔ الذین لم ینقلبوا وسماھم شاکرین لانھم شکروا نعمۃ الاسلام فیما فعلوا (مدارک ج ۱) ۲۱۵ پھر مضمون جہاد کا اعادہ ہے یہاں سے واللہ یحب المحسنین تک مختلف طریقوں سے ترغیب الی القتال ہے۔ ھذا حض علی الجہاد واعلام ان الموت لا بد منہ (قرطبی ج ۴) یعنی موت کے ڈر سے جہاد مت ترک کرو کیونکہ موت تو ہر حال میں اپنے مقررہ وقت پر آئے گی خواہ تم گھر ہی کیوں نہ بیٹھے رہو اس لئے پھر بہتر یہی ہے کہ تم خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے مارے جاؤ اور رتبہ شہادت حاصل کرو ۲۱۶ جہاد کرنے سے گھاٹے میں کوئی بھی نہیں رہتا کیونکہ موت تو ہر حال میں آکر رہے گی۔ خواہ گھر میں بیٹھا رہے یا جہاد میں شریک ہو۔ جہاد سے اگر کسی کی غرض ثواب دنیا یعنی مال غنیمت ہو تو اسے اس سے جو اس کا مقدر ہے مل جاتا ہے اور اگر کسی کی غرض محض اللہ کے دین کو سربلند کرنا اور آخرت میں اجر و ثواب پانا ہو تو اللہ کے یہاں اس کی بھی کمی نہیں اس آیت میں تیر اندازوں کے فعل سے تعریض ہے جنہوں نے مال غنیمت کی خاطر اپنا مورچہ چھوڑا۔ نیز ان لوگوں کی مدح ہے جو مورچہ پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے وھذا تعریض بما شغلھما الغنائم یوم احد عن مصابرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... واشارۃ الی مدح الثابتین مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روح ج ۴) وسنجزی الشاکرین جنگ احد میں جو لوگ ثابت قدم رہے اور اپنے فرائض سے غافل ہو کر مال غنیمت کی طرف مائل نہیں ہوئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مزید انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور جزا کی ایت دکیفیت

۲۱۱ کمزوری دکھانے والے مومنین کیلئے زجر ۲

زجر برائے مومنین ۳

موضح قرآن ف یعنی فتح اور شکست بدلتی چیز ہے اور مسلمانوں کو شہادت کا درجہ ملتا تھا اور مومن اور منافق کا پرکھنا منظور تھا اور سدھارنا۔ اس واسطے اتنی شکست ہوئی ہیں۔ تو اللہ کا فردوں سے راضی نہیں۔

کو مبہم چھوڑ کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی جزا اس قدر جزیل وجمیل ہوگی کہ اس کا اندازہ سوا اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں وسنجزی الجزاء المبھم الذی تشکر والنعمۃ اللہ فلم یتخلھم نبی عن الجھاد (مدارک ص۱۴۵ ج۱) ۲۱۷ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کے مخلص اور بہادر مجاہدین کی ہمت وشجاعت اور ان کے عزم واستقلال کا ذکر کرکے زجر آمیز انداز سے مسلمانوں کو غیرت وجرات دلائی ہے اور انبیاء سابقین کے متبعین کی طرح ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ہے ومعنی الآیۃ تشجیع المؤمنین والامر بالاقتداء بمن تقدم من خیار اتباع الانبیاء (قرطبی ص۲۲۹ ج۴) ربیون۔ ربی کی جمع ہے جو ربّ کی طرف منسوب ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام کے مخلص اللہ والے اور فرمانبردار لوگ مراد ہیں والربیون الربانیون (مدارک ص۱۴۵ ج۱) اور بعض نے کہا ہے کہ ربی ربۃ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی جماعت کے ہیں اور ربابۃ کے معنی مطلق جماعت کثیرہ یا دس ہزار افراد پر مشتمل جماعت کے ہیں تو اس طرح ربیون کے معنی ہوں گے بہت سی جماعتیں یا ہزارہا افراد پر مشتمل جماعتیں والربیۃ الالوف الکثیرۃ ...... وقال ابان بن تغلب الربی عشرۃ آلاف (قرطبی ص۲۳۰ ج۴) ما وھنوا انہوں نے جہاد کی مشقتوں اور تکلیفوں کے پیش نظر بزدلی نہیں دکھائی وما ضعفوا یعنی سست اور کمزور نہیں ہوئے وما استکانوا اور دشمن کے سامنے جھکے نہیں نہ صلح کے لئے اور نہ اس کا دین قبول کرنے کے لئے ای ما جبنوا ..... وما فتروا عن الجھاد ...... وما خضعوا لعدوھم (روح ص۸۴ ج۴) واللہ یحب الصبرین اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔ جو اس کی راہ میں اس قدر تکلیفیں اٹھائیں اور صبر واستقامت دکھائیں ۲۱۸ یہ ماقبل کا تتمہ اور تاکید ہے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کے جان نثار مجاہدین جہاد میں سستی بزدلی اور کمزوری دکھانے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے اس طرح صبر واستقامت کی دعائیں اور گناہوں کی معافی کے لئے درخواستیں کیا کرتے تھے اس لئے تمہارا طرز عمل بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔ ۲۱۹ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر واستقلال کے عوض اور ان کی دعا وزاری کی بنا پر ان کو دنیا کی جزا (یعنی فتح ونصرت اور مال غنیمت) بھی دی اور آخرت میں بھی ان کو اجر جزیل ثواب جمیل اور جنات نعیم عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا اور یہ سب کچھ ان لوگوں کے اخلاص نیت اور احسان عمل کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ مخلص اور محسن لوگوں کو پسند فرماتا ہے ۲۲۰ یہ مومنوں کو کافروں کے اتباع سے زجر ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ الذین کفروا سے مشرکین مراد ہیں جو مسلمانوں کو شرک کی طرف بلاتے اور ان کو جہاد میں شریک ہونے سے روکتے تھے قال السدی ھم ابو سفیان واصحابہ من عباد الاوثان (البحر ص۷۱ ج۳) یعنی اے ایمان والو مشرکین کی اطاعت مت کرو اور جہاد میں سستی اور کمزوری مت دکھاؤ یا۔ الذین کفروا سے وہ منافقین مراد ہیں جنہوں نے شکست احد کے وقت مسلمانوں سے کہا تھا کہ اپنے آبائی دین میں واپس آجاؤ۔ قال علی رضی اللہ عنہ یعنی المنافقین فی قولھم للمؤمنین عند الھزیمۃ ارجعوا الی اخوانکم وادخلوا فی دینکم (معالم ص۳۶۲ ج۱) یعنی اگر تم ان منافقوں کی بات مان لوگے تو وہ تمہیں پھر سے کفر وشرک کی طرف دھکیل دیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دنیا اور آخرت کی خیر وسعادت سے محروم ہوجاؤگے اور یہ سب سے بڑا خسارہ ہے ۲۲۱ یہ مشرکین اور منافقین تمہارے خیر خواہ نہیں ہیں یہ کبھی آڑے وقت میں تمہارے کام نہیں آئیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ جو تمہارا دوست اور بہترین ناصر ومددگار ہے۔ جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور جو زندہ جاوید ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اس کے ہوتے ہوئے تم کیوں کمزوری دکھاتے اور نصرت ویاری اور پناہ جوئی کے لئے غیروں کی طرف جھکتے ہو ان آیتوں کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن ان کا حکم قیامت تک کے لئے عام ہے اگر مسلمان کسی بھی زمانے میں کفار ومشرکین کی اطاعت کریں گے اور اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہبی معاملات، ملکی اور سیاسی مسائل، معاشی اور معاشرتی امور میں غیر مسلموں کی تقلید کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غیر شعوری طور پر اسلام سے بالکل بیگانہ ہوجائیں گے۔ نام اسلام کا ہوگا مگر کام سارے کافرانہ ہوں گے جیسا کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ۲۲۲ یہ آیت ماقبل کا تتمہ ہے الرعب خوف وہراس بما میں با سببیہ ہے اور بہ میں ضمیر دوسرے ما کی طرف راجع ہے جو معبودان باطل سے کنایہ ہے۔ اور اس کا مضاف محذوف ہے ای بعبودیتہ سلطانا حجت اور دلیل حجۃ وبیانا وعذرا وبرھانا (قرطبی ص۲۳۳ ج۴) یعنی کافروں کی اطاعت مت کرو اور کمزوری مت دکھاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے اور دیکھو ہم بھی ان مشرکین کے دلوں پر تمہارا رعب اور خوف مسلط کئے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بزدلانہ انداز میں شکست کھا کر بھاگ نکلیں گے اور یہ اس لئے کہ وہ اللہ کے ساتھ اس کی عبادت میں ایسے معبودوں کو شریک کرتے ہیں جن کے معبود ہونے اور غائبانہ دعا وپکار کے لائق ہونے پر اللہ نے کوئی دلیل اور حجت نازل نہیں فرمائی یعنی ان کی بزدلی اور خوف وہراس کی وجہ اور علت شرک ہے کیونکہ مشرک کا اعتماد اور بھروسہ غیر اللہ کے کمزور ترین سہاروں پر ہوتا ہے اور کمزور سہاروں پر اعتماد کا اثر نفسیاتی اور تکوینی طور پر ہمیشہ خوف، کمزوری اور بزدلی ہوتا ہے۔ اور یہ القاء رعب کا واقعہ عین جنگ احد میں نہایت معجزانہ طریقے سے پیش آیا۔ احد میں جب مشرکین نے تیر انداز دستہ کی غلطی سے فائدہ اٹھا کر پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور حضور علیہ السلام کے شہید ہونے کی افواہ پھیلا دی۔ اس پر مسلمان بددل ہوکر منتشر ہوگئے اور ایک جماعت آپ کے ساتھ ثابت قدم رہی اس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہوکر مسلمانوں کو آواز دی جب ان کو پتہ چلا کہ آپ تو زندہ ہیں اور شہید نہیں ہوئے تو سب واپس آکر آپ کے گرد جمع ہونے لگے اس وقت مشرکین کے دلوں پر مسلمانوں کا اس قدر رعب چھایا کہ سب میدان چھوڑ بھاگے حضور علیہ السلام نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا چنانچہ مسلمان مجاہدین نے حمراء الاسد (ایک جگہ) تک مشرکین کا تعاقب کیا۔ ان الکفار لما استولوا علی المسلمین وھزموھم اوقع اللہ الرعب فی قلوبھم فترکوھم وفروا منھم من غیر سبب (کبیر ص۹۲ ج۳) وبئس مثوی الظلمین۔ دنیا میں تو ان کو تمہارے ہاتھوں ذلیل کرواں ہی گا۔ آخرت میں بھی ان کے لئے بدترین ٹھکانا ہے یعنی جہنم ۲۲۳ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ احد کی ہنگامی شکست کی وجہ سے دشمنوں نے مسلمانوں کے سامنے جس شبہ کا اظہار کیا اور جس کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ واقعی اللہ نے تو ہمیں مدد اور نصرت کا وعدہ دیا تھا۔ تو پھر ہمیں شکست کیوں ہوئی قال ناس من اصحابہ من این اصابنا ھذا وقد وعدنا اللہ النصر (مدارک ص۱۴۶ ج۱) اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کا اصل جواب ارشاد فرمایا ہے اور مسلمانوں کی اس ہنگامی شکست کی اصل وجہ بیان فرمائی ہے اس سے پہلے دو دفعہ اس شبہ کا جواب گذر چکا ہے جس کا حاصل صرف تسلی اور دلاسا ہے۔ صدق راست کر دی یعنی سچ کر دکھایا ای حقق (مدارک) الحس کاٹنا اور قتل کرنا۔ باذنہ یعنی اللہ کی توفیق اور اس کی طرف سے اسباب کی آسانی سے ای بتیسیرہ وتوفیقہ (روح ص۹۰ ج۴) اور وعدہ سے مراد نصرت وامداد کا وعدہ ہے جو ان تصبروا وتتقوا الخ (رکوع ۱۳) میں مذکور ہے یعنی اللہ نے تو اپنے وعدہ کے مطابق تمہاری مدد کی اور تمہیں ہمت اور توفیق عطا فرمائی چنانچہ یہ اللہ کی مدد اور اس کی طرف سے ہمت افزائی ہی کا اثر تھا کہ تم جنگ میں مشرکین کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کر رہے تھے۔ اور کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے ۲۲۴ یہ شکست کی اصل وجہ کا بیان ہے حضور علیہ السلام نے عبد اللہ بن جبیر کی سرکردگی میں ۵۰ تیر اندازوں کا دستہ ایک گھاٹی میں متعین فرمایا تھا جب مسلمانوں کی فتح ہوگئی تو ان تیر اندازوں میں اختلاف واقع ہوگیا اکثر نے کہا اب ہمارا یہاں ٹھہرنا ضروری نہیں کیونکہ ہماری فتح ہوچکی ہے۔ امیر دستہ اور تقریباً دس اور سپاہیوں نے کہا کہ ہمیں ہر حال میں یہیں کھڑے رہنے کا حکم ہے اس لئے اپنے مورچہ کو مت چھوڑو لیکن وہ نہ مانے اور حضور علیہ السلام کے احکام نیز اپنے امیر کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے گھاٹی چھوڑ کر چلے گئے اور مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہوگئے ما تحبون مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست مطلب یہ کہ اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا فرمادیا۔ یہاں تک کہ تم نے اپنا محبوب مقصد (یعنی فتح و ظفر) پا لیا مگر اس کے بعد تم نے کمزوری ہمت کا ثبوت دیا اور پیغمبر کے حکم کی تعمیل میں جھگڑنے لگے اور آخر امر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم امیر کی خلاف ورزی کی اور درہ چھوڑ دیا اور نتیجہ میں تمہاری فتح شکست میں بدل گئی حاصل یہ کہ جو کچھ ہوا محض تمہاری اپنی غلطی کی بنا پر ہوا۔ اللہ کے وعدہ نصرت میں کوئی تخلف نہیں ہوا۔ ۲۲۵ یہ ان مومنوں کے لئے زجر وعتاب ہے۔ جنہوں نے طمع مال کی خاطر درہ چھوڑ دیا اور جو اپنے امیر کے ساتھ ثابت قدم رہے اور محض ثواب آخرت کی خاطر اس درہ پر ہی اپنے امیر کے ہمراہ حملہ آور مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے ان کے حسن صنیع کی طرف اشارہ ہے

يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا
بگاڑے گا اللہ کا کچھ ۲۱۴ اور اللہ ثواب دے گا شکرگزاروں کو ف۱ اور
كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ
کوئی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے۔ لکھا ہوا ہے ایک وقت مقرر ۲۱۵
وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ
اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا کا دیویں گے ہم اسکو دنیا ہی سے ۲۱۶ اور جو
يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي
کوئی چاہے گا بدلہ آخرت کا اس میں دے دیں گے ہم اسکو اور ہم ثواب دیں گے
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ
احسان ماننے والوں کو ف۲ اور بہت نبی ہیں جن کے ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے
كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ
وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾
سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں ۲۱۷ اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے
وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کر اے رب ہمارے بخش
ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا
ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے
وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ
اور مدد دے ہم کو قوم کفار پر ۲۱۸ پھر دیا اللہ نے ان کو
ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ
ثواب دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ

العتاب مع من انہزم لا مع من ثبت فان من ثبت فاتہ بالثواب (قرطبی ج۴ ص۲۳۷) ثم صرفکم عنہم جب تم نے یہ غلطی کی تو اللہ نے تم کو کافروں سے پھیر دیا اور تم منہزم ہو کر منتشر ہو گئے۔ لیبتلیکم اللہ نے یہ وقتی شکست بھی تمہیں نیچا دکھانے اور مشرکین کے سامنے ذلیل کرنے کے لئے نہیں دی تھی۔ بلکہ اس سے تمہارا ابتلاء وامتحان مقصود تھا۔ یہ اللہ کی طرف سے درہ چھوڑنے والوں اور میدان سے بھاگنے والوں کیلئے عام معافی نامہ ہے جب اس غلطی اور کوتاہی کے بعد وہ سخت نادم ہوئے اور گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے از رہِ تفضل و ترحم ان کی دعائیں قبول کیں اور ان کو معافی عطا فرمائی لہٰذا اب آخرت میں ان کو اس پر گرفت نہیں ہوگی۔ المراد بذالک العفو عن الذنب وھو عام لسائر المنصرفین (روح ج۴ ص۹۰) ۲۲۶ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مسلمانوں پر متفضل اور مہربان ہے اگر ان کو شکست دیتا ہے تو امتحان وابتلاء میں ثابت قدم رہنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے کیونکہ اس سے ان کا ابتلاء مقصود ہوتا ہے جو ان کے حق میں سراسر رحمت ہے امتحان وابتلاء میں ثابت قدم رہنے سے ان کے ایمان میں پختگی آتی ہے اور ان کے دل شکوک وشبہات کی میل کچیل سے صاف اور مجلّٰی ہو جاتے ہیں۔ ھو متفضل علیھم فی جمیع الاحوال سواء ادیل لھم او ادیل علیھم لان الابتلاء رحمۃ کما ان النصرۃ رحمۃ (مدارک ج۱ ص۱۴۴) یہ مومنین اور حضرات صحابہ کرام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت کی انتہا ہے ۲۲۷ اذ ظرف صرفکم سے متعلق ہے اذ تصعدون متعلق بصرفکم (ابو السعود ج۳ ص۹۸) تصعدون جب تم وادیوں میں سے ہو کر بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔ (قرطبی ج۴ ص۲۳۹) اتلوٗن۔ لَیٌّ سے ہے جس کے معنی گردن موڑ کر ادھر ادھر دیکھنے کے ہیں۔ فی اخرٰکم پیچھے سے یدعوکم من ورائکم (روح ج۴ ص۹۱) جب اللہ نے تم کو کافروں سے پھیر کر منہزم کر دیا تو تمہارا یہ حال تھا کہ تم بدحواسی کے عالم میں میدان سے وادیوں میں بھاگ رہے تھے اور خوف وہراس کی وجہ سے ادھر ادھر گردن موڑ کر کسی طرف نہیں دیکھتے تھے اور خدا کا رسول تمہیں پیچھے سے واپس بلا رہا تھا۔ اس میں بھاگنے والوں کے لئے زبردست زجر اور توبیخ ہے کہ خدا کا رسول جس کے حکم کی تعمیل تم پر فرض تھی وہ تمہیں بلا رہا تھا لیکن تم سیدھے بھاگے جا رہے تھے ۲۲۸ غم اول سے مراد قتل و ہزیمت کا غم ہے اور غم ثانی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنج مراد ہے جو مسلمانوں کی وجہ سے آپ کو اٹھانا پڑا۔ ای اثابکم غما بسبب غم اذقتموہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعصیانکم لہ ومخالفتکم امرہ (روح ج۴ ص۹۲) لکیلا اگر اثابکم سے متعلق ہو تو بظاہر مفہوم غیر مرتبط سا ہو جاتا ہے کیونکہ غم کی جزا غم سے دینا حزن کا سبب تو بن سکتا ہے نہ کہ عدم حزن کا اس لئے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ لکیلا اثابکم سے متعلق نہیں بلکہ اس کا متعلق محذوف ہے ای اخبرکم بذالک الخبر لکیلا تحزنوا الخ اور یہاں پہلی تمام زجریں بیان کرنے کی وجہ بتائی ہے مطلب یہ کہ ان تمام مذکورہ واقعات کی اطلاع تم کو اس لئے دے رہا ہوں تاکہ تم فوت شدہ منافع اور جو تکلیفیں تم کو پہنچی ہیں ان پر افسوس اور غم نہ کرو حضرت شاہ ولی اللہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں این پند دادن برائے آنست کہ اندوہناک نشوید۔ اللہ تمہارے ظاہری اعمال اور باطنی اغراض ونیات کو بخوبی جانتا ہے اس لئے ظاہر وباطن میں اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو اس طرح اس میں نیک کاموں کی ترغیب اور برے کاموں سے ترہیب ہے وفیہا ترغیب فی الطاعۃ وترھیب عن المعصیۃ (مدارک ج۱ ص۱۴۴) ۲۲۹ نعاسا۔ امنۃ سے بدل ہے جب مسلمانوں کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی جو مخلص مسلمان میدان میں باقی تھے ان پر ایک دم غنودگی طاری ہو گئی

ف۱ ترغیب الی العمل ۱۲

ف۲ جہاد میں سستی نہ دکھاؤ بلکہ اللہ سے یوں دعائیں مانگو ۱۲

موضح قرآن ف۱ اس جنگ احد میں بعضے مسلمان کامل بھی بہت ہٹ گئے تھے اس واسطے کہ ایک کافر نے اپنی فوج میں پکارا کہ محمد کو مار آیا اور حضرت کے زخم سے خون بہت گیا تھا ضعف آکر گڑھے میں گر رہے تھے مسلمانوں نے حضرت کو نہ دیکھا یہ بات یقین ہو گئی جب حضرت ہوشیار ہوئے تو میدان میں جو لوگ حاضر رہے تھے ان کو جمع کر کر پھر لڑائی قائم کی تب کافر پھر کر چلے گئے سو اللہ نے فرمایا کہ رسول زندہ رہے یا نہ رہے دین اللہ کا ہے اس پر قائم رہو اس سے اشارت نکلتی ہے کہ حضرت کی وفات پر بعضے لوگ پھر جاویں گے اور جو قائم رہیں گے انکو بڑا ثواب ہے اسی طرح ہوا کہ بہت لوگ حضرت کے بعد مرتد ہوئے اور حضرت صدیق ہوئے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعضوں کو مارا ف۲ یعنی جو لوگ دین پر ثابت رہیں گے ان کو دین بھی ملے گا اور دنیا بھی لیکن جو کوئی اس نعمت کی قدر جانے ۱۲

اور وہ کھڑے کھڑے ہی اونگھنے لگے۔ اور ان کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ چھوٹ کر زمین پر گرنے لگیں۔ عین لڑائی اور ہنگامہ کارزار میں نیند کا آجانا یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی اس کا تتمہ یہ ہوا کہ تھکے ہارے، زخموں سے چور اور سہمے ہوئے مجاہدین کے دلوں سے خوف وہراس کا اثر کافور ہوگیا اور وہ تازہ دم ہوکر ازسرِنو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ طائفۃ منکم۔ یہ غنودگی تمام مسلمانوں طاری نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف مخلص مؤمنین پر۔ ان ھذہ الطائفۃ ھم المؤمنون الذین کانوا علی البصیرۃ فی ایمانھم (کبیر ص۱۰۳ ج۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے انعام واحسان کا ذکر فرمایا کہ کس طرح اس نے شکست وخذلان کے بعد دوبارہ فتح عطا کی اور کس طرح ان کے خوف وہراس کو سکون واطمینان سے تبدیل کیا۔ جو لوگ صادق الایمان تھے ان پر عین معرکہ جنگ میں غنودگی ڈال دی جس سے خوف وہراس جاتا رہا۔ ۲۳؎ اس طائفۃ سے منافقین مراد ہیں اجمع المفسرون علی ان ھذہ الطائفۃ ھم المنافقون (بحر ص۸۴ ج۳) قد اھمتھم انفسھم ان کو تو بس اپنی جانوں کی فکر تھی۔ نہ اسلام کی فکر تھی، نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا اور نہ مسلمانوں کا۔ کیونکہ یہ لوگ تو آئے ہی مال غنیمت کی خاطر تھے نہ کہ اسلام کے لئے۔ غیر الحق خلاف حقیقت اور ایسا گمان جو خدا کے شایانِ شان نہ ہو۔ یظنون باللہ غیر الظن الحق الذی یجب ان یظن بہ (کبیر ص۱۰۵ ج۳) ظن الجاھلیۃ یہ مفعول مطلق ہے، تشبیہ کے لئے یا ماقبل سے بدل ہے اور لفظ جاہلیت محاورہ قرآنی میں اسلام سے پہلے کے دورِ شرک کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اہل اخلاص پر تو ہلکی سی نیند طاری کردی جو ان کے لئے زوال خوف اور ثبات واستقامت کا باعث ہوئی لیکن منافقین اس رحمت خاص سے محروم رہے اس لئے ان کی گھبراہٹ اور بزدلی بحال رہی اور لگے وہ اپنے کفر ونفاق کا اظہار کرنے اور اللہ کی ذات منزہ صفات سے متعلق ایسی بدگمانیاں کرنے لگے جو سراسر اس کی شان بے پایاں کے خلاف اور بالکل دورِ جاہلیت کے مشرکوں اور جاہلوں کے خیالات باطلہ سے ملتی جلتی تھیں مثلاً وہ یہ گمان کرنے لگے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے تائید ونصرت اور فتح وظفر کا وعدہ کرے اور پھر اسے پورا نہ کرے ای یظنون ان اخلاف وعدہ سبحانہ حاصل (روح ص۹۴ ج۴) ۲۳؎ وہ تو ان کے باطن کا حال تھا۔ اب ظاہر کا حال بھی سن لو۔ استفہام انکار کے لئے ہے اور امر سے فتح ونصرت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ منافقین آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ جس فتح ونصرت کا محمد ہم سے وعدہ کرتا ہے وہ ہرگز نہیں آئے گی۔ المعنی یقول لیس لنا من الظفر الذی وعدنا بہ محمد شیء (قرطبی ص۲۴۲ ج۴) یا استفہام اپنے اصل پر ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ منافقین بطور رسول نیازمندانہ حضور علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ حضور! جس فتح ونصرت کا اللہ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کیا وہ آئے گی؟ یقول العاض دون منھم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صورۃ الاسترشاد ھل لنا من الامر من اللہ تعالیٰ ووعدہ بالنصر شیء (روح ص۹۵ ج۴) تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ جواب دینے کا حکم دیا کہ فتح ونصرت کا معاملہ مکمل طور پر خدا کے اختیار میں ہے جب اس نے اپنے رسول سے وعدہ کیا تو وہ ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔ یخفون فی انفسھم مالا یبدون لک ان کی یہ ساری نیازمندیاں اور چاپلوسیاں محض منافقانہ ہیں وہ اپنے دلوں میں ایسی ایسی باتیں چھپائے ہوئے ہیں جن کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتے ۲۴؎ یہ ماقبل سے بدل ہے یا سوال مقدر کا جواب ہے۔ اور منافقین جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے پھرتے تھے اس کا بیان ہے والجملۃ اما بدل من یخفون او استئناف وقع جوابا عن سؤال نشأ مما قبلہ کانہ قیل ما الذی اخفوہ؟ فقیل ذالک (روح ص۹۶ ج۴) اور الامر سے وہی فتح ونصرت کا وعدہ مراد ہے منافقین آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے وعدہ وغیرہ نہیں اگر واقعی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

ع ۱۵ ۵ ۶

يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (١٤٨) ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنْ تُطِيعُوا

دوست رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں کو ۱۹؎ اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے

الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا

کافروں کا تو وہ تم کو پھیر دیں گے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان

خٰسِرِينَ (١٤٩) بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

میں ف۱ ۲۰؎ بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد

النّٰصِرِينَ (١٥٠) سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا

سب سے بہتر ہے ۲۱؎ اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں

الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ

ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری ۲۲؎

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۗ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِينَ (١٥١) وَلَقَدْ

اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے ظالموں کا ف۲ اور اللہ

صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى

تو سچا کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے انکو اسکے حکم سے ۲۳؎ یہاں تک

اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ

کہ جب تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد

بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّونَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ الدُّنْيَا

اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز ۲۴؎ کوئی تم میں چاہتا تھا دنیا

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت پھر تم کو الٹ دیا ان پر سے تاکہ تم کو

لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ

آزماوے ۲۵؎ اور وہ تم کو معاف کر چکا اور اللہ کا فضل ہے

ل؎۱ کفار کی اطاعت مت کرو بلکہ اللہ کی اطاعت کرو تم پھر بہت بہتر ہے ان سے ۱۲

ل؎۲ ای معبودیتہا

ل؎۳ یہ تحریر وشبہ متعلقہ جہاد کا علی سبیل التنزل میرا جواب یہی اصل جواب ہے ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی اس جنگ میں جو مسلمانوں کے دل ٹوٹے تو کافروں نے اور منافقوں نے وقت پایا لینے الزام دینے لگے۔ بعضے خیر خواہی کے پردے میں سمجھانے لگے تا آگے لڑائی پر دلیری نہ کریں۔ حق تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ دشمن کا فریب نہ کھاؤ۔ ف۲ یعنی وہ چور ہیں خدا کے اور چور کے جی میں ڈر ہوتا ہے اسواسطے اللہ انکے دل میں ہیبت ڈالیگا۔

ذریعے اللہ نے ہم سے فتح و نصرت کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو ہم یوں بری طرح شکست نہ کھاتے اور نہ ہی اس طرح ہمارے عزیز و رشتہ دار قتل ہوتے دوسرے لفظوں میں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب تھی بعض مفسرین نے الامر سے تدبیر اور مشورہ مراد لیا ہے من الامر قیل من الرأی والتدبیر (بحر ج۳ ص۸۹) یعنی وہ آپس میں کہتے ہیں کہ ہماری تو کسی نے نہیں ہم نے تو کہا تھا کہ ہم مدینہ سے باہر نکلیں ہی نہیں اپنے گھروں ہی میں رہیں اگر ہماری رائے مان لی جاتی اور ہمارے مشورہ پر عمل کر لیا جاتا تو نہ ہمیں یہ ہزیمت ہوتی اور نہ ہمارا اس قدر خون ہوتا **۲۳۳** مضاجع جمع مضجع کی ہے اور اس سے قتل ہو کر گرنے کی جگہ مراد ہے جہاں اللہ کے علم میں ان کا قتل مقدر تھا ای مصارعھم التی علم اللہ تعالیٰ وقدر قتلھم فیھا (روح ج۴ ص۹۶) یہ منافقین کے مذکورہ بالا قول کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ موت کا وقت مقدر کسی صورت میں نہیں ٹل سکتا اور نہ تدبیر و احتیاط سے قضاء و قدر کو بدلا جا سکتا ہے۔ اے منافقین! اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلتے اور گھروں ہی میں بیٹھے رہتے تو جن لوگوں کا قتل اللہ کے علم ازلی

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ

ایمان والوں پر ۲۲۶ ف۱ جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو

وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ

اور رسول پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے ۲۲۷ پھر پہنچا تم کو غم عوض میں غم کے

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ

تاکہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اس پر جو کچھ پیش آجاوے ۲۲۸ اور اللہ

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

کو خبر ہے تمہارے کام کی ف۲ پھر تم پر اتارا تنگی کے بعد

الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ وَ

امن کو جو اونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس اونگھ نے بعضوں کو تم میں سے ۲۲۹ اور

طَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ

بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا اپنی جان کا خیال کرتے تھے اللہ پر

غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا

جھوٹے خیال جاہلوں جیسے ۲۳۰ کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے

مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ

ہاتھ میں ف ۲۳۱ تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ وہ اپنے

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا

جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں اگر کچھ کام ہوتا

مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ

ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ ۲۳۲ تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے

بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى

گھروں میں البتہ باہر نکلتے جن پر لکھ دیا تھا مارا جانا

میں غزوہ احد میں مقدر ہو چکا تھا وہ اللہ کے تکوینی اور تقدیری قانون کے ماتحت ضرور اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوتے اور اپنی قتل گاہوں میں پہنچ کر یقیناً قتل ہو جاتے بھلا اللہ کے تکوینی احکام بھی کسی سے ٹل سکتے ہیں! ومعنی الایۃ ان الحذر لا ینفع من القدر والتدبیر لا یقاوم التقدیر فالذین قدر علیھم القتل وقضاہ وحکم بہ علیھم لابد وان یقتلوا الخ (خازن ج۱ ص۳۶۶) **۲۳۴** ولیبتلی میں واؤ عاطفہ ہے اور اس کا معطوف علیہ محذوف ہے ای فعل ذالک لمصالح جمۃ وللابتلاء والتمحیص (مدارک ج۱ ص۱۴۹) اور یہ خطاب عام ہے مومنین اور منافقین دونوں کو شامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر جہاد فرض کیا اور پھر جنگ احد میں تھوڑی دیر کے لئے امداد و نصرت کو روک لیا اور تمہیں شکست دے دی یہ سب کچھ بہت سی حکمتوں کے تحت کیا جن میں سے ایک یہ تھی کہ تا کہ تمہارے صبر و استقلال کا امتحان لیا جائے اور تمہارے دلوں کے پوشیدہ رازوں کو منکشف کیا جائے یعنی مخلصین کا اخلاص اور منافقین کا نفاق ظاہر کیا جائے لیختبر اللہ تعالیٰ ما فی صدورکم باعمالکم …… ای یکشف ما فی قلوبکم من مخفیات الامور من الیقین والنفاق ویمیزھا (روح ج۴ ص۹۷) **۲۳۵** اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی سے دلوں کے بھید جانتا ہے اس لئے اسے تو ابتلاء و امتحان کی ضرورت نہیں البتہ بعض مصلحتوں کی بنا پر وہ اپنے بندوں کو امتحان میں مبتلا کرتا ہے مثلاً مخلص مومنین کی تمرین و تثبیت اور منافقین کے نفاق کا کشف و اظہار وغیرہ **۲۳۶** الجمعان دو لشکر یعنی مسلمانوں کا اور مشرکوں کا جنگ احد میں جن صحابیوں سے لغزش ہو گئی تھی اور وہ مشرکین کے اچانک حملے پر بدحواس ہو کر بھاگ نکلے تھے اس آیت میں ان کی مزید تسکین و تسلی فرمائی اور آئندہ کے لئے محتاط رہنے کی تلقین فرمائی۔ بعض ما کسبوا سے یا تو تیر اندازوں کا اپنے مورچہ کو چھوڑ دینا مراد ہے کیونکہ احد میں مسلمانوں کی شکست اس لغزش کا سب سے زیادہ دخل ہے یا اس سے ان کے بعض گذشتہ گناہ مراد ہیں کیونکہ بعض اوقات انسان اپنی شامت اعمال کی وجہ سے بھی خدا کی تائید و نصرت سے محروم ہو جاتا ہے اور ایک گناہ سے دوسرے گناہ کیلئے آمادہ کرنے کا شیطان کو بھی موقع مل جاتا ہے یعنی جنگ احد میں جو مسلمان شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے تھے انہے کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے ان کو بہکا پھسلا کر ان کے قدم ڈگمگا دیئے اور وہ میدان سے ہٹ گئے۔ اس سے چند آیتیں پہلے بھی اللہ نے ان مومنین کے لئے معافی کا اعلان فرمایا ہے اب ان کی مزید تسکین و تشفی کے لئے دوبارہ معافی کا اعلان فرما دیا اللہ کا فضل و کرم اور اس کی شفقت و رحمت سے بھرپور الفاظ کے ساتھ۔ تیر اندازوں یا میدان سے ہٹنے والوں سے جو لغزش ہوئی اس پر صرف تنبیہ فرمائی اور اس کی پاداش میں کوئی تباہ کن شکست بھی نہیں دی۔ اور پھر ان کا قصور بھی ایسا معاف فرمایا کہ آخرت میں اس پر ان کو کوئی دارو گیر نہیں ہوگی اس لئے اب اس قصور کی بنا پر دنیا میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و ملامت زیبا بھی کسی کو نہیں **۲۳۷** ۔ جو لوگ اللہ سے اپنے گناہوں کی

مر۲ زجر برائے منافقین ۱۲

مر۲ شکوہ ۱۲

مر۳ جواب شکوہ ۱۲

مر۴ شکوہ ۱۲

مر۴ جواب شکوہ ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی اول فتح مسلمانوں کی تھی کافروں کو مارتے تھے اور وہ بھاگتے تھے اور آثار فتح کے نظر آتے تھے کسی کو خوشی تھی مال کی لوٹ کی کسی کو غلبہ اسلام کی جب کافروں سے بے خبری بے حکمی ہوئی تب مقدمہ اٹھ گیا وہ بے حکمی ایک یہ کہ حضرت نے پچاس آدمی تیر انداز بٹھائے تھے ایک درہ پر کھڑے رہتے تھے کہ جب باقی لشکر لوٹنے لگا جب ان تیر اندازوں نے فتح اور غلبہ دیکھا اس جگہ سے جا ملے کہ چلے آویں جنھوں نے منع کیا پر نہ مانا وہاں دس آدمی رہ گئے اسطرف سے کافروں کی فوج پھٹ کر آ پڑی دوسری یہ کہ جب کافر بھاگنے لگے مسلمان دوڑتے تعاقب کو حضرت پیچھے سے پکارتے رہے کہ میری طرف آؤ نہ آئے تعاقب اسطرف جو غنیمت نظر آئی لوٹنے پھرے اس بے حکمی سے شکست پڑی **ف۲** یعنی تم نے رسول کا دل تنگ کیا اس کے بدلے تم پر تنگی آئی تا کہ آگے کو یاد رکھو کہ غم رہے کچھ ہاتھ سے جاوے یا کچھ بلا سامنے آوے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی درین کار مارا اختیار نیست و تدبیر ما کارے نکرد ۱۲

معافی مانگ لیتے ہیں اللہ ان کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور آخرت میں ان پر مواخذہ نہیں فرمائے گا اور جو مجرم اور گنہگار اس سے معافی نہیں مانگتے ان پر فوراً گرفت نہیں فرماتا بلکہ انہیں توبہ استغفار کا موقع دیتا ہے ۲۳۸ الذین کفروا سے منافقین مراد ہیں وھم المنافقون کعبد اللہ بن ابی واصحابہ (روح ج ۴ ص ۹۹) کاخوانھم میں لام بمعنی فی ہے اور اخوان سے یہاں مذہبی بھائی مراد ہیں یعنی منافقین اور اگر اخوت سے نسبی اخوت مراد ہو تو اس میں وہ مخلص مومنین بھی شامل ہوں گے جو ان کے ہم نسب تھے ای فی حق اخوانھم فی النسب او فی النفاق (مدارک ج ۱ ص ۱۴۸) اس آیت سے ۱۷ الی اللہ تحشرون تک ایمان والوں کو خطاب ہے اور انکو ان منافقین کی طرح ہونے سے روکا گیا ہے جن کا تقدیر پر بھی ایمان نہیں تھا اور وہ اپنے ان مذہبی بھائیوں (منافقوں) یا نسبی بھائیوں (مسلمانوں) کے حق میں جو کسی تجارتی یا دوسرے سفر میں مر گئے یا کسی غزوہ میں شہید ہو گئے یوں کہتے تھے کہ اگر یہ ہمارے بھائی سفر پر نہ جاتے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوتے تو موت اور قتل سے بچ جاتے اور زندہ رہ کر خوب مزے کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب فرمایا کہ محی اور ممیت تو میں خود ہوں موت و حیات میرے اپنے قبضہ میں ہے اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو گے تو وہاں بھی موت تمہیں اپنے معین وقت پر آ کر دبوچ لے گی اس لئے اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جس کو جہاں چاہے مارے اور پھر اللہ کی راہ میں اور پھر جہاد کرتے ہوئے مر جانا تو سراسر اللہ کی رحمت و مغفرت کا موجب ہے ان آیتوں میں خطاب مومنوں سے ہے لیکن اس کے ضمن میں منافقوں کو زجر بھی کیا گیا ہے ۲۳۹ لیجعل میں لام عاقبت کا ہے اور قالوا سے متعلق ہے ای قالوا ذالک واعتقدوا لیکون ذالک حسرۃ فی قلوبھم (مدارک ج ۱ ص ۱۴۸) یعنی ان منافقوں نے مذکورہ بالا بات کہی کہ اگر وہ گھر رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے اور دل میں بھی یہ اعتقاد جما لیا کہ واقعی گھر میں رہنا موت اور قتل سے بچا سکتا ہے تو اس اعتقاد کا نتیجہ اور انجام یہ ہوگا کہ ان کے دلوں میں حسرت و افسوس اور ندامت و پشیمانی پیدا ہوگی اور اس سے ان کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچے گی والاشارۃ الی القول لکن باعتبار ما فیہ من الاعتقاد واللام لام العاقبۃ (روح ج ۴ ص ۱۰۱) اور اگر لام کا متعلق محذوف مانیں یعنی القی اللہ ذالک الاعتقاد فی قلوبھم تو اس صورت میں لام عاقبت کا نہیں بلکہ تعلیلیہ ہوگا ۲۴۰ یہ منافقوں کے قول مذکور کا رد ہے کہ موت و حیات اللہ کے اختیار میں ہے سفر و حضر کو اس میں کوئی دخل نہیں وہ جب چاہے مسافر اور مجاہد کو زندہ سلامت واپس لے آئے اور جب چاہے گھر میں بیٹھے بٹھائے اور جہاد میں شریک نہ ہونے والوں کو لقمہ اجل بنا دے ۲۴۱ لئن قتلتم کی جزا محذوف ہے یعنی فلا تخافوا اور لمغفرۃ الخ جزاء محذوف کی علت ہے اور یجمعون کی ضمیر الذین کفروا کی طرف راجع ہے کفار اور منافقین چونکہ دنیا کے بندے تھے ان کی ساری دوڑ دھوپ بس صرف دنیوی فوائد کے لئے تھی اور ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ان کی عمریں بہت لمبی ہوں اور وہ دنیا میں رہ کر خوب مزے کریں۔ سفر میں مرنے والوں اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں

سرانکو موذ جر بود منافقین ۱۲

ع ۱۶ / ۷

مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ

اپنے پڑاؤ پر ۲۳۲ اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے

وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور صاف کرنا تھا اس کا جو تمہارے دل میں ہے ۲۳۳ اور اللہ جانتا ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ

دلوں کے بھید ۲۳۴ جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ

جس دن لڑیں دو ۲۳۶ فوجیں سو ان کو بہکا دیا

الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا

شیطان نے ان کے گناہ کی شامت سے اور ان کو بخش چکا

اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ يٰۤاَيُّهَا

اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنے والا ۲۳۷ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ

ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو کافر ہوئے اور

قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ

کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلیں ملک میں

اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا

یا ہوں جہاد میں اگر رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے

وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ

اور نہ مارے جاتے ۲۳۸ تاکہ اللہ ڈالے اس گمان سے افسوس

قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا

ان کے دلوں میں ۲۳۹ اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ

موضح قرآن ف۱ اس شکست میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے اور جن کو بھٹنا تھا ہٹ گئے اور جو میدان میں باقی رہے ان پر اونگھ آئی اس کے بعد رعب و دہشت دفع ہو گئی اور اتنی دیر حضرت کو غشی رہی پھر جب ہوشیار ہوئے سب نے حضرت پاس جمع ہو کر پھر لڑائی قائم کی اور سست ایمان والے کہنے لگے کہ کچھ بھی کام ہمارے ہاتھ ہے ظاہر یہ معنی کہ اس شکست کے بعد کچھ بھی ہمارا کام بنا رہے گا یا بالکل بگڑ چکا یا یہ معنی کہ اللہ نے چاہا سو کیا ہمارا کیا اختیار اور نیت میں یہ معنی تھے کہ ہماری مشورت پر عمل نہ کیا سو اتنے لوگ مرے اللہ تعالیٰ نے دونوں معنوں کا جواب فرما دیا اور بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس میں حکمت منظور تھی تا صادق اور منافق معلوم ہو جاویں۔ ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ اس جنگ میں جو لوگ ہٹ گئے ہیں ان پر گناہ نہیں رہا۔

فتح الرحمٰن ف۱ و این کار برائے آن گروہ شد کہ در علم الٰہی مقدر بود ۱۲

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
تمہارے سب کام دیکھتا ہے ۲۴۰ف اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں
اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
یا مر گئے تو بخشش اللہ کی اور مہربانی اسکی بہتر ہے اس چیز سے جو وہ
يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ
جمع کرتے ہیں ۲۴۱ف اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے
تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ
اکٹھے ہوگے تم سب ۲۴۲ف سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو
وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ
اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس
حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ
سے ۲۴۳ف سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور
شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى
ان سے مشورہ لے کام میں ۲۴۴ف پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ
اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ
کر اللہ پر اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے ف ۲۴۵ اگر اللہ تمہاری مدد
اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا
کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون
الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
ہے جو مدد کرے تمہاری اس کے بعد ۲۴۶ف اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ
مسلمانوں کو اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے ۲۴۷ف اور جو کوئی

کے بارے میں ان کا یہ قول جہاں ان کے باطنی خیالات اور قلبی رجحانات کو طشت از بام کرتا ہے وہاں اس سے یہ بھی ممکن تھا کہ کہیں مسلمانوں کے دلوں میں کم ہمتی یا جہاد سے جی چرانے کا وسوسہ پیدا ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب فرمائی اور اللہ کی راہ میں ان کو جو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں ان کے بارے میں ان کی تسلی اور تشفی فرما دی وفیہ ترغیب المؤمنین فی الجہاد.... وتعزیۃ لہم وتسلیۃ مما اصابہم فی سبیل اللہ تعالیٰ اثر ابطال ما عسی ان یثبطہم عن اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ (روح ج ۴ ص ۱۰۲) یعنی اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے یا کسی اور دینی کام میں موت طبعی سے مر جائے تو غم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ کی رحمت ومغفرت ان نفسانی حظوظ اور دنیوی منافع سے کہیں بہتر ہے جن کو حاصل کرنے میں یہ کفار اور منافقین دن رات مصروف ہیں ۲۴۲ف اگر تم طبعی موت مر جاؤ یا اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاؤ تو تمہارے لئے خوف وہراس کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ تم موت اور قتل کے بعد خدائے غفور ورحیم کی بارگاہ میں حاضر کئے جاؤ گے جو تمہیں اپنی رحمت اور بخشش سے نوازے گا آخرت میں خدا کی رحمت ومغفرت کے امید وار صرف تم ایمان والے ہو کفار ومشرکین اور منافقین آخرت میں رحمت ومغفرت کے بجائے خدا کے غضب وعقاب کا مورد بنیں گے۔ یا ایہا الذین آمنوا سے یہاں تک خطاب ایمان والوں سے ہے لیکن اس سے منافقین کا زجر بھی مقصود ہے ۲۴۳ف یہاں سے وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے فبما میں ما زائدہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے جنگ احد میں جن صحابہ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نہایت ہی مشفقانہ سلوک فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے نیک سلوک کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ کا یہ سلوک محض اللہ کی مہربانی اور اسکی توفیق کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کے دل میں القا فرمایا کہ آپ ان سے رفق اور مہربانی کا سلوک کریں اگر اس موقعہ پر آپ ان صحابہ کا سختی سے نوٹس لیتے اور درشتی سے پیش آتے تو ان کے دل ٹوٹ جاتے اور ان کے دلوں میں نفرت کے جذبات انگڑائیاں لینے لگتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ آپ سے علیحدہ ہو جاتے انہ علیہ السلام لما رفق بمن تولی یوم احد ولم یعنفہم بین الرب تعالیٰ انہ انما فعل ذالک بتوفیق اللہ تعالیٰ ایاہ (قرطبی ج ۴ ص ۲۴۸) فظ بد زبان غلیظ القلب سخت دل ۲۴۴ف صحابہ کرام سے مزید رحمت وشفقت سے پیش آنے کی تلقین فرمائی کہ ان سے جو غلطی ہوئی اس سے آپ بھی درگذر فرمائیں اور اللہ سے بھی ان کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ اور ان میں جو اصحاب رائے ہیں ان سے تو آپ جنگی معاملات اور دیگر امور جن کے بارے وحی سے کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو ان سے مشورہ بھی فرمایا کریں اس سے ان کے دلوں میں مزید خوشی اور راحت پیدا ہوگی نیز ان کی قدر دانی ہوگی۔ وشاورہم ای فی امر الحرب ونحوہ مما لم ینزل علیک فیہ وحی تطییبا لنفوسہم وترویحا لقلوبہم ورفعا لاقدارہم (مدارک ج ۱ ص ۱۴۸) ۲۴۵ف جب مشورہ وغیرہ ہو اور آپ کسی کام کا عزم اور پختہ ارادہ کر لیں تو اس میں کامیابی کے لئے آپ کا اعتماد اور بھروسہ محض اللہ پر ہونا چاہیئے نہ کہ اسباب وذرائع پر اور مشوروں پر المعنی اذا حصل الرای المتأکد بالمشورۃ فلا یجب ان یقع الاعتماد علیہ بل یجب ان یکون الاعتماد علی اعانۃ اللہ وتسدیدہ وعصمتہ الخ (کبیر ج ۳ ص ۱۲۲) کیونکہ اسباب میں تاثیر پیدا کرنا اور باہمی صلاح ومشورہ سے سوچی ہوئی تدبیروں اور سکیموں کو کامیاب کرنا اور مقاصد وحاجات کو بر لانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لانہ سبحانہ السند الاقوم والملجأ الاعظم الذی لا تؤثر الاسباب الا بہ ولا تنقضی الحاجات الا عند بابہ (روح ج ۴ ص ۱۰۸) اس لئے جنگ وقتال سے پہلے تمام ممکنہ اسباب مہیا کرو اور باہمی مشورہ کرنے کے بعد کامیابی کے لئے محض اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے میدان جنگ میں کود پڑو اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے گا۔ کیونکہ جو لوگ ظاہری اسباب مہیا کرنے کے بعد اللہ

مر۱ بشارت برائے مومنین ۱۲

مر۲ زجر برائے منافقین جنہوں نے نبی علیہ السلام پر خیانت کا الزام دھرا تھا

موضح قرآن ف۱ یعنی نیک کام پر نکلے یا مارے گئے تو نکلنے پر افسوس نہ کرے اس میں انکار آتا ہے تقدیر کا اور آخرت کا فائدہ نہ دیکھنا دنیا کے جینے کو عزیز رکھنا یہ سب خصلت ہے کافروں کی ف۲ شاید حضرت کا دل مسلمانوں سے خفا ہوا ہوگا اور چاہا ہوگا کہ اب سے انکی مشورت نہ پوچھے سو حق تعالیٰ نے سفارش کی اور فرمایا کہ دل مشورت لینی بہتر ہے جب ایک بات ٹھہر چکے تو پھر پس وپیش نہ کرے

بھروسہ کرتے اور تمام نتائج کو اس کے سپرد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا اور انکی مدد فرماتا ہے ف۲۴۶ فتح و شکست اور نصرت و خذلان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ مدد کرنے پر آتا ہے تو بے سرو سامانی کے باوجود غلبہ عطا فرما دیتا ہے اور بڑی بڑی طاقت ور اور کثیر فوجوں کو مغلوب کر دیتا ہے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا بے سرو سامان اور مٹھی بھر مسلمانوں نے اللہ کی تائید و امداد سے مشرکین کی عظیم فوج کو شکست فاش دیدی لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمہاری امداد اور نصرت سے دست کش ہو جائے تو پھر زمین و آسمان میں کوئی تمہارا ناصر و غمخوار اور یار و مددگار نہیں ہوگا جیسا کہ جنگ احد میں ہوا۔ اس لئے حقیقی اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ہونا چاہئے وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے کیونکہ انہوں نے صرف ایک اللہ کو اپنا معبود، عبادت و پکار کے لائق، کارساز، حاجت روا اور مشکل کشا مانا ہے اور ان کا ایمان ہے کہ صرف اللہ پر توکل و اعتماد ہی سے ان کو ہر کام میں کامیابی اور ہر میدان میں غلبہ حاصل ہوگا اور وہ جانتے ہیں کہ قضاء و قدر اسی کے ہاتھ میں ہے اور کارگاہ عالم کا ہر معاملہ اسی کے قبضہ میں ہے۔ یعنی لما ثبت ان الامر کلہ بید اللہ وانہ لا راد لقضائہ ولا دافع لحکمہ وجب ان لا یتوکل المؤمن الا علیہ (کبیر ج ۳ ص ۱۲۳) ف۲۴۷ یہاں سے لے کر واللہ بصیر بما یعملون تک منافقین کے لئے زجر اور ان کا شکوہ ہے جنگ بدر کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کیا جا رہا تھا اس وقت ایک جبہ یا چادر ذخیرہ غنیمت سے غائب پایا گیا تو بعض منافقین نے کہہ دیا کہ رسول نے لے لیا ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بطور زجر فرمایا کہ مال غنیمت سے اس طرح بلا اطلاع کوئی چیز لے لینا تو صریح خیانت ہے اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرے جواب کے اس طرز سے اشارہ فرما دیا کہ نبوت اور خیانت کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ خیانت ایک جرم اور کبیرہ گناہ ہے اور انبیاء علیہم السلام ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں الی ان النبوة والخیانة لا یجتمعان (کبیر ج ۳ ص ۱۲۴) المعنی انہ لا یمکن ذلک منہ لان الغلول معصیة والنبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم من المعاصی فلا یمکن ان یقع فی شیء منہا وھذا النفی اشارة الی انہ لا ینبغی ان یتوھم فیہ ذلک (روح ج ۴ ص ۱۰۶) قرآن مجید کے اس مختصر اور بلیغ جملے نے ان تمام غلط خیالات کی تردید کر دی جو نبوت کے بارے میں کسی کے دل میں پیدا ہو سکتے تھے مشرکین اور منافقین تو ویسے ہی مرتبہ نبوت کے شرف و فضل سے نا واقف اور بے خبر تھے اہل کتاب اگرچہ نبوت سے آشنا تھے مگر رفتہ رفتہ ان کے خیال میں نبی کی حیثیت صرف کاہن کی سی رہ گئی۔ اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ نبی ایک کاہن ہوتا ہے جو آئندہ کی خبریں دیتا ہے اور عصمت کو وہ لازمہ نبوت نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ بائبل میں جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی طرف کئی کبیرہ گناہ منسوب کئے گئے ہیں اس آیت میں ان تمام غلط خیالات کی تردید فرما دی ف۲۴۸ جو شخص دنیا میں خیانت کرے گا قیامت کے دن وہ مال خیانت

يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ
چھپا دے گا۔ وہ لائے گا اپنی چھپائی ہوئی چیز دن قیامت کے پھر پورا پا دے گا
نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ
ہر کوئی جو اس نے کیا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ف۱ ف۲ ف۲۴۸ کیا ایک شخص جو تابع ہے
رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ
اللہ کی مرضی کا برابر ہو سکتا ہے اسکے جس نے کما یا غصہ اللہ کا اور اس کا ٹھکانا
جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ
دوزخ ہے۔ اور کیا ہی بری جگہ پہنچا۔ ف۲۴۹ لوگوں کے مختلف درجے ہیں اللہ
اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ
کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے۔ جو کچھ کرتے ہیں ف۳ اللہ نے احسان کیا
عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ
ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا
اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
ف۲۵۰ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ
وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ
گمراہی میں تھے ف۲۵۱ کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ
اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ
تم پہنچا چکے ہو اس سے دو چند تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ دے یہ تکلیف
عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾
تم کو پہنچی تمہاری ہی طرف سے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۳ ف۲۵۲

ف۱ بشارت اخروی ۱۲

ف۲ تخویف اخروی ۱۲

ف۳ اس قسم کے خیالات دل میں مت لاؤ بلکہ شکر ادا کرو اللہ نے تم پر احسان فرمایا

ف۴ زجر برائے مومنین ۱۲

النصف

موضح قرآن ف۱ اس سے مراد مسلمانوں کی خاطر جمع کرنی ہے یہ نہ جانیں کہ حضرت نے ہم کو ظاہر معاف کیا اور دل میں خفا ہیں پھر کبھی خفگی نکالیں گے یہ نبیوں کا کام نہیں کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ یا مسلمانوں کو کچھ سمجھانا ہے کہ حضرت پر گمان نہ کریں کہ غنیمت کا مال کچھ چھپا رکھیں شاید اس واسطے فرمایا کہ وہ تیر انداز مورچہ چھوڑ کر دوڑے غنیمت کو کیا حضرت ان کو حصہ نہ دیتے یا بعضی چیز چھپا رکھتے اور کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں غنیمت سے ایک چیز گم ہو گئی کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی ف۲ یعنی نبی اور سب خلق برابر نہیں طمع کے کام اوروں کے کام نبیوں سے نہیں ہوتے ف۳ یعنی تم بدر کی لڑائی میں ستر کافروں کو مار چکے ہو اور ستر کو پکڑ لائے تھے اسی لڑائی میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوئے تو بد دل کیوں ہوتے ہو۔ سو یہ بھی اپنے قصور سے کہ بے حکمی سے لڑے یا قصور یہ کہ بدر کے اسیروں کو مار نہ ڈالا مال لے کر چھوڑ دیا اور حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر ان کو چھوڑتے ہو تو تم میں ستر آدمی شہید ہوں گے لوگوں نے قبول کر کے مال لیا اور ان کو چھوڑا

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متصرف بودند در غنیمت این آیت نازل شد تا کسی گمان خیانت نکند واللہ اعلم ۱۲

اٹھائے ہوئے عدالت خداوندی میں حاضر ہوگا ۲۴۹ یہ آیت پہلی ہی کا تتمہ ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی جو شخص اپنے ہر قول و فعل میں رضائے الٰہی کا طالب و متلاشی ہے جیسا کہ ہر پیغمبر کی شان ہے کیا وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو غضب الٰہی کا مستحق ہو کر جہنمی ہو چکا ہو جیسا کہ خائن اور دوسرے مجرموں کا حال ہے مطلب یہ کہ یہ دونوں ایک جیسے نہیں ہیں تو پھر یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ کا پیغمبر جس کی زندگی کا مقصد ہی رضائے الٰہی کی طلب ہو وہ خیانت جیسے جرم کا ارتکاب کرے جو سراسر غضب الٰہی اور عذاب خداوندی کا موجب ہے هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے یہاں ان کے درجات مختلف ہیں جو لوگ اللہ کی رضا پر چلنے والے ہیں ان کے انعام و اکرام اور درجات محبوبیت ہوں گے اور جو راہ حق کی مخالفت کر کے غضب خداوندی کے خریدار ہوئے ان کے لئے ذلت و رسوائی اور درجات مبغوضیت ہوں گے اس طرح یہ آیت اخروی بشارت اور تخویف پر بھی مشتمل ہے هُمْ دَرَجٰتٌ میں چونکہ دَرَجٰتٌ کا حمل هُمْ پر صحیح نہیں اس لئے یا هُمْ سے پہلے لام مقدر ہے یا دَرَجٰتٌ سے پہلے ذَوُوْ۔ ای ھم ذوو درجات ای منازل ...... وھذا معنی قول مجاھد والسدی لھم درجات (روح ج ۴ ص ۱۱۲) ۲۵۰ یہ بھی وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ہی سے متعلق ہے۔ یعنی پیغمبر کی بعثت تو اللہ تعالیٰ کی ایک بہترین نعمت اور اس کا عظیم احسان ہے جو اس نے مومنین پر فرمایا ہے اس لئے انہیں تو اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کرنا اور اللہ کے پیغمبر کا اتباع کرنا چاہیے نہ کہ اس قسم کی غلط باتیں پیغمبر کی ذات کی طرف منسوب کرتے لگو۔ حضور علیہ السلام کی بعثت اگرچہ سارے جہان کے لئے بہترین نعمت تھی لیکن اس نعمت سے فائدہ اٹھانے والے چونکہ صرف مومنین ہی ہیں اسلئے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ اور پھر مِنْ اَنْفُسِهِمْ کا اضافہ کر کے اپنی مزید رحمت و شفقت کی طرف اشارہ فرمایا۔ رسول کی بعثت بھی اللہ کی رحمت اور نعمت تھی کیونکہ اس کے ذریعے انسان آخرت کی ابدی اور آرام و چین کی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن پھر رسول انسانوں ہی کی جنس سے مبعوث فرمانا یہ اس کی مزید شفقت اور رحمت ہے ہم جنس ہونے کی وجہ سے وہ۔ خوف و تکلیف اس سے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں نیز اس صورت میں پیغمبر کی طبعی خواہشیں اور فطری ضرورتیں دوسرے انسانوں سے ملتی جلتی ہوں گی اس لئے اس کی زندگی ان کے لئے اسوۂ حسنہ بن سکے گی، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں ہی کی جنس سے تھے۔ اراد بہ المؤمنین کلھم ومعنی من انفسھم انہ واحد منھم وبشر مثلھم (قرطبی ج ۴ ص ۲۶۴) ۲۵۱ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں انہیں رسالت کے تین فرائض کہہ لیجئے۔ اول یہ کہ وہ لوگوں پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ان کے الفاظ پڑھ کر ان کو سناتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ ماننے والوں کی عملی تربیت کرتے ہیں اور اخلاق رذیلہ، عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ مثلاً شرک و کفر اور آبائی رسم و رواج سے ان کے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہیں۔ سوم یہ کہ وہ ان کو کتاب اللہ کے مطالب و معانی اور اس کے اسرار و رموز سکھاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈیوٹی صرف یہی نہیں تھی کہ آپ اللہ سے کتاب حاصل کر کے لوگوں کو دے دیں اور لوگ خود ہی اسے پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں جیسا کہ منکرین حدیث کا خیال ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ اللہ کی کتاب کو پڑھ کر لوگوں کو سنانا کتاب اللہ کے اسرار و معانی ان کو سمجھانا اور کتاب اللہ کی تعلیمات کے مطابق ان کی عملی تربیت کرنا یہ بھی پیغمبر علیہ السلام کے فرائض میں سے ہے اور یہ تمام فرائض اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذمہ لگائے ہوئے تھے۔ جیسا کہ قرآن کے اسلوب بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہم نے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا صفات سے متصف اور مندرجہ بالا فرائض کا ذمہ دار بنا کر بھیجا قرآن کا انداز بیان اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ بالا کام اپنے طور پر یا لوگوں کی درخواست اور تفویض کی بنا پر سرانجام دیتے تھے جیسا کہ پرویزیوں کا زعم ہے

فائدہ۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کا تعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست اور بلا واسطہ تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس ان کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ ان کو کتاب اللہ کے اسرار و معارف سمجھائے اور ان کا تزکیہ فرمایا تو اس آیت میں جس طرح حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم کے فضائل و مناقب اور محامد و محاسن بیان کئے گئے ہیں اسی طرح اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی بہت بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور اخلاق رذیلہ اور اعمال ذمیمہ سے مطہر و مزکی تھے

آخر میں وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین کی جامع تعبیر سے اس ناپاک ماحول کی تصویر بھی پیش فرما دی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے تھے ان کے اکثر عقائد و اعمال اور اخلاق و شمائل خدا کے یہاں پسندیدہ نہیں تھے وہ لوگ انسان ہونے کے باوجود انسانیت سے کوسوں دور حیوانیت و بربریت سے قریب تر تھے اس ناپاک ماحول کے ذکر سے بعثت رسول کے احسان عظیم کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے ۲۵۲ یہ مومنین کے لئے زجر ہے جنگ احد میں مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے اور ذہنی طور پر ان کو شکست بھی ہوئی تو اس پر مسلمانوں نے حیرت و استعجاب سے کہا کہ یہ شکست کہاں سے آگئی ہم اللہ کے مسلمان بندے، اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اس کی توحید کی خاطر مشرکین سے جہاد کرنے والے ہم مومن ہمارے مدمقابل مشرک اور ہم میں خدا کا نبی موجود پھر ہم سے اللہ کا وعدۂ فتح و نصرت بھی لیکن ان سب باتوں کے باوجود پھر بھی شکست ہم کو ای من این اصابنا ھذا الانھزام والقتل ونحن نقاتل فی سبیل اللہ ونحن مسلمون وفینا النبی والوحی وھم مشرکون (قرطبی ج ۴ ص ۲۶۵) اس پر اللہ تعالیٰ نے بطور زجر فرمایا کہ جب تم پر مصیبت آئی یعنی احد میں تمہارے ستر آدمی مارے گئے تو تم بول اٹھے کہ یہ مصیبت ہم پہ کہاں سے آگئی حالانکہ تم کافروں کو اس سے پہلے جنگ بدر میں اس سے دگنا نقصان پہنچا چکے تھے، بدر میں تم نے ان کے ستر آدمی قتل کئے اور ستر قید کئے قل ھو من عند انفسکم مسلمانوں کو ان کی حیرت و استعجاب کا جواب دیا گیا کہ یہ شکست تمہاری اپنی ہی عملی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے تم نے مرکز کو چھوڑ دیا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پروا نہ کی اور مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے ای انہا السبب لہ حیث خالف الرماۃ امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بترکھم المرکز وحرصوا علی الغنیمۃ فعاقبھم اللہ تعالیٰ بذالک (روح ج ۴ ص ۱۱۶) ۲۵۳ یوم التقی الجمعان (جس دن دو جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی) سے جنگ احد مراد ہے اور اذن اللہ سے اللہ کے ارادہ اور اس کی قضاء و قدر کی طرف اشارہ ہے۔ پہلے فرمایا کہ احد کی شکست تمہاری اپنی ہی بعض عملی خامیوں کا نتیجہ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شکست کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی شفقت و رحمت سے اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے فرمایا کہ احد میں جو وقتی شکست ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں اللہ کا ارادہ اور فیصلہ یہی تھا کہ وہ واقع ہو کیونکہ اس میں کئی مصلحتیں پوشیدہ تھیں ۲۵۴ دوسرا لیعلم پہلے لیعلم پر معطوف ہے اور اس کا عطف باذن اللہ پر ہے از قبیل عطف سبب بر مسبب اور علم سے مراد اظہار ہے عطف علی باذن اللہ من عطف السبب علی المسبب والمراد لیظھر للناس وثبت لدیھم ایمان المؤمنین (روح ج ۴ ص ۱۱۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے احد میں مسلمانوں کی شکست کا قضاء و قدر میں اس لئے فیصلہ فرمایا تاکہ مخلص مومن اور منافق ظاہر ہو جائیں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کون لوگ خلوص دل سے ایمان لائے ہیں اور کون لوگ منافق ہیں ۲۵۵ وقیل لھم کا عطف نافقوا پر ہے یا یہ استیناف ہے اور ھم ضمیر الذین نافقوا کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے وہ تین سو ساتھی ہیں جو احد میں مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے گئے جب وہ واپس جانے لگے تو عبد اللہ بن عمرو بن حرام اور دوسرے مسلمانوں نے ان کو سمجھا بجھا کر واپس لانے کی کوشش کی اور ان منافقین سے کہا کہ واپس کیوں جاتے ہو آؤ ہمارے ساتھ آگے بڑھو اور تعالوا قاتلوا فی سبیل اللہ اللہ کے دین اور اس کی توحید کو سربلند کرنے کے لئے مشرکین سے جہاد کرو اوادفعوا اور اگر تم اللہ کی خوشنودی اور ثواب آخرت کے لئے نہیں لڑنا چاہتے تو کم از کم اپنے مال و جان اور اپنے شہر سے مدافعت ہی کے لئے کافروں سے لڑو اوادفعوا عن اھلکم وبلدکم وحریمکم ان لم تقاتلوا فی سبیل اللہ تعالیٰ (ابو السعود ج ۳ ص ۱۳۰) وقیل انھم خیروا بین ان یقاتلوا للاخرۃ اولا فع الکفار عن انفسھم واموالھم (روح ج ۴ ص ۱۱۹) ۲۵۶ یہ منافقین

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ

اور جو کچھ تم کو پیش آیا اس دن کہ ملیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے ف۲۵۳ اور

لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ

اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے ف۲۵۴

وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ

اور کہا گیا ان کو کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن کو ف۲۵۵

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۭ هُمْ لِلْكُفْرِ

بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں ف۱ ف۲۵۶ وہ لوگ اس دن کفر

يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ

کے قریب ہیں بہ نسبت ایمان کے کہتے ہیں اپنے منہ

بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

سے جو نہیں ان کے دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو

يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا

کچھ چھپاتے ہیں ف۲۵۸ ف وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں

لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ

اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے ف۲۵۸ تو کہہ دے اب ہٹا دیجو اپنے اوپر سے

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

موت کو اگر تم سچے ہو ف۲۵۹ اور تو نہ سمجھ ان لوگوں

قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب

يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ

کے پاس کھاتے پیتے ف۲۶۱ خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے

کا جواب ہے مسلمانوں کی پند و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ کہنے لگے کہ اگر یہ جنگ کسی ڈھنگ کی ہوتی تو ہم ضرور اس میں تمہارا ساتھ دیتے مگر یہ جنگ نہیں یہ تو خودکشی ہے۔ دشمن کی فوج زیادہ اس کے پاس تم سے سامان جنگ زیادہ اور پھر اپنے شہر سے باہر نکل کر ایسے زبردست دشمن سے لڑنا یہ کونسی دانشمندی ہے ای لو نعلم ما یصح ان یسمی قتالا لاتبعناکم ولکن ما انتم فیہ خطأ رأیکم لیس بشیء ولا یقال لمثلہ قتال انما هو القاء النفس فی التهلکة (مدارک ج ۱ ص [illegible]) لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس کو جہاد سمجھتے تو ضرور اس میں شریک ہوتے اور تمہارا ساتھ دیتے لیکن یہ تو جہاد ہے ہی نہیں یہ تو ظلم اور خونخواری ہے۔ ھم للکفر یومئذ اقرب منهم للایمان یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق اور پوشیدہ کفر کو واضح تر الفاظ میں بیان فرما دیا ہے کہ جب انہوں نے یہ باتیں کہیں اس وقت وہ ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب ہو گئے۔ پہلے تو وہ اپنے اقوال و افعال میں پوری احتیاط سے کام لیتے تھے جس سے ان کا نفاق پوشیدہ اور مخفی تھا لیکن ان کے جہاد میں شریک نہ ہونے اور ان کی مذکورہ بالا باتوں سے ان کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور وہ بالکل ننگے ہو گئے انهم کانوا یظهرون الایمان ولم تکن تظهر لهم امارة تدل علی الکفر فلما انخذلوا عن عسکر المؤمنین وقالوا ما قالوا اتضح و تباعد واعن الایمان (بحر ج ۳ ص۱۱۰) ف۲۵۷ یہ جملہ مستانفہ ہے جو منافقین کا مطلق حال بیان کر رہا ہے یعنی وہ زبانوں سے ایک ایسی بات کا اقرار کرتے ہیں جو ان کے اندرونی اور باطنی عقیدہ کے خلاف ہے زبان سے تو وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں تو وہی کفر و شرک کا اعتقاد ہے ای ان السنتهم مخالفة لقلوبهم فهم وان کانوا یظهرون الایمان باللسان لکنهم یضمرون فی قلوبهم الکفر (کبیر ج ۳ ص۱۳۶) واللہ اعلم بما یکتمون اللہ تعالیٰ ان کے نفاق اور ان کی پوشیدہ خباثتوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی نسبت زیادہ جانتا ہے کیونکہ ان کو تو ظاہری علامتوں سے کچھ تھوڑا بہت معلوم ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کی پوری حقیقت کو تمام تفصیلات کے ساتھ جانتا ہے ف۲۵۸ یہ الذین نافقوا سے بدل ہے اور منصوب ہے کیونکہ مبدل منہ محل نصب میں ہے منصوب علی الذم او علی انہ نعت للذین نافقوا او بدل منہ (روح ج ۴ ص۱۳) اور لاخوانهم میں اخوت سے نسبی یا قرب و جوار اور وطنیت کی اخوت مراد ہے اور اخوان سے وہ مومنین مراد ہیں جو جنگ احد میں شہید ہوئے معناہ لاجل اخوانهم وهم الشهداء المقتولون من الخزرج وهم اخوة نسب ومجاورة لا اخوة الدین ای قالوا لهؤلاء الشهداء لو قعدوا ای بالمدینة ما قتلوا (قرطبی ج ۴ ص۲۶۸) یعنی منافقوں نے ان شہداء کے بارے میں جو احد میں شہید ہوئے اور جو نسب کے اعتبار سے ان کے قبیلہ اور بھائی بند تھے یہ کہا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے اور اس جنگ میں شریک نہ ہوتے اور مدینہ ہی میں بیٹھ رہتے تو ان کی جانیں بچ جاتیں اور وہ مارے نہ جاتے ف۲۵۹ یہ منافقین کے مذکورہ قول کا جواب ہے۔ قل میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یعنی آپ منافقین سے فرما دیں کہ اگر تمہاری یہ بات درست ہے کہ گھر میں بیٹھ رہنا موت سے بچاؤ اور زندگی کی ضمانت ہے تو تم جو گھروں میں بیٹھے رہے ہو اور جنگ میں شریک نہیں ہوئے پھر تم اپنی جانوں سے موت کو روک لو یہ گویا کہ منافقین کی ان کے دعوی میں تکذیب ہے ای ان کان القعود یسلم بہ الشخص من القتل والموت فینبغی انکم لا تموتون والموت لا بد آت الیکم ولو کنتم فی بروج مشیدة (ابن کثیر ج ۱ ص۴۲۵) مفسرین نے لکھا ہے کہ جس دن منافقین نے یہ بات کہی تھی اس دن ان کے ستر آدمی مر گئے تھے روی انہ مات یوم قالوا هذه المقالة سبعون منافقا

موضح قرآن ف۱ یہ بھی منافقوں کا کلام تھا کہ ہم کو معلوم ہو لڑائی یعنی ظاہر میں کہا جس وقت لڑائی دیکھیں گے تو شامل ہوں گے یا کہا کہ ہم لڑائی کے قاعدے سے واقف نہیں اور دل میں طعن دیا کہ ہماری مشورت نہیں مانتے ان کو معلوم نہیں کہ ایسے لفظ سے کفر کے قریب ہو گئے اور ایمان سے دور۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مصلحت میدانستیم ۱۲

مدارک ج ۱ ص۱۵۱، قرطبی ج ۴ ص۲۶۷) ص۲۶۸ ولا تحسبن سے لا یضیع اجر المؤمنین تک شہداء کے لئے اخروی بشارت ہے پہلے منافقین کی اس بات کا رد فرمایا کہ حذر اور احتیاط کے ذریعے موت ٹل سکتی ہے اب یہاں فرمایا کہ جس قتل سے تم ڈر رہے ہو وہ تو ڈرنے کی چیز نہیں وہ تو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور دین و دنیا کی بہت بڑی سعادت ہے جن لوگوں کو یہ شہادت کی موت نصیب ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں تو قتل ہو جانے کے بعد برزخ میں ان کو ایک امتیازی حیات حاصل ہوتی ہے جو عامۃ المسلمین کو حاصل نہیں ہوتی اس لئے شہادت کی موت تو ایسی چیز نہیں کہ اس سے بچنے اور بھاگنے کی تدبیریں سوچی جائیں بلکہ اسے تو حاصل کرنے کی تمنا ہر ایک کے دل میں ہونی چاہیئے۔ القتل الذی یحذرونہ ویحذرون منہ لیس مما یحذر بل ھو من اجل المطالب التی یتنافس فیھا المتنافسون (روح ج ۴ ص۱۲۱)

تحقیق حیات شہداء

حیات شہداء کے بارے میں قرآن مجید کی دو آیتیں ہیں ایک تو یہی زیر تفسیر آیت اور دوسری آیت سورۂ بقرہ ع ۱۹ میں گذر چکی ہے یہاں فرمایا کہ شہداء کو مردے مت سمجھو اور وہاں فرمایا کہ ان کو مردہ مت کہو۔ حالانکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شہداء قتل کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی روحیں ان کے ابدان عنصریہ سے پرواز کر جاتی ہیں اور ان کے ابدان سے اس طرح جدا ہو جاتی ہیں کہ ان سے ان کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا جیسا کہ علامہ بیضاوی کا قول آگے آرہا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ شہداء کرام کی دنیوی زندگی تو اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے اور روح کے بدن سے نکل جانے کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ شہادت کے بعد جو ان کو زندگی اور حیات حاصل ہوتی ہے وہ دنیوی نہیں ہوتی بلکہ اس سے مختلف ہوتی ہے جب وہ دنیا میں زندہ تھے تو ان کی زندگی بھی دنیوی تھی یعنی روح اور بدن دونوں کے ملاپ سے وہ زندہ تھے لیکن موت سے دنیوی زندگی ختم ہو گئی اور برزخ کا زمانہ شروع ہو گیا اس لئے اب اس زندگی کو برزخی زندگی کہا جائے گا اور یہ زندگی بلا مشارکت بدن عنصری صرف روح کے لئے ہو گی یہ معاملہ چونکہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ برزخ عالم غیب کی چیز ہے اس لئے اس برزخی حیات کی کیفیت کے بارے میں عقل و فکر، رائے اور قیاس سے کچھ کہنے کا کسی کو کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں نصوص کتاب و سنت سے جو کچھ ثابت ہوا اس سے تجاوز کرنا جائز ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی سورۂ بقرہ میں ولکن لا تشعرون کے تحت فرماتے ہیں۔ ای لا تحسون ولا تدرکون ما حالھم بالمشاعر لانھا من احوال البرزخ التی لا یطلع علیھا ولا طریق للعلم بھا الا بالوحی (روح ج ۲ ص۲۱) حیات شہداء کی کیفیت کی طرف قرآن مجید میں تو چند اجمالی اشارات ہی ہیں۔ تفصیل نہیں ہے مثلاً قرآن مجید میں اس طرف اشارہ ہے کہ قتل کے بعد شہداء کو جو حیات ملتی ہے وہ دنیوی نہیں بلکہ برزخی اور عالم غیب کی ایک حالت ہے۔ احیاء عند ربھم میں عند ربھم سے اسی طرف اشارہ ہے وہ اپنے مہربان رب کے پاس اور عالم غیب میں زندہ ہیں۔ علامہ خازن لکھتے ہیں۔ انھم احیاء عند اللہ تعالیٰ فی عالم الغیب لانھم صاروا الی الآخرۃ (تفسیر خازن ج ۱ ص۴۹۱) قرآن مجید میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ شہداء عالم برزخ میں کھاتے پیتے بھی ہیں۔ حیات شہداء کی تفصیلی کیفیت سب سے عمدہ اور صحیح ترین وہی ہے جو خود صاحب وحی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ کس طرح زندہ ہیں ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ وہ قتل ہو چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا وہ اس طرح زندہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرما کر ان کو جنت میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں آتے جاتے اور سیر کرتے ہیں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

وقال آخرون ارواحھم فی اجواف طیر خضر وانھم یرزقون فی الجنۃ ویأکلون ویتنعمون وھذا ھو الصحیح من الاقوال لان ما صح بہ النقل فھو الواقع (قرطبی ج ۴ ص۲۶۷) اور علامہ ابو السعود حنفی امام واحدی سے ناقل ہیں الاصح فی حیاۃ الشھداء ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ان ارواحھم فی اجواف طیر خضر وانھم یرزقون ویأکلون ویتنعمون (ابو السعود ج [illegible])

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ بن مسعود سے آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا ارواحھم فی جوف طیر خضر لھا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح من الجنۃ حیث شاءت ثم تأوی الی تلک القنادیل الحدیث (صحیح مسلم ج ۲ ص۱۳۵، جامع ترمذی ج ۲ ص۱۲۶، ابن ماجہ ص۲۰۲، تفسیر ابن جریر ج ۴ ص۱۶۶، ص۱۷۰) اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ارواح الشھداء فی طیر خضر تعلق من ثمر الجنۃ او شجر الجنۃ (جامع ترمذی ج ۱ ص۱۹۷، ابن ماجہ ص۲۰۱، ص۳۱۶، نسائی ج ۱ ص۲۹۲۔ موطا امام مالک ص۹۲، مسند احمد ج ۶ ص۳۸۶) اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی اجواف طیر خضر ترد انھار الجنۃ وتأکل من ثمارھا وتأوی الی قنادیل من ذھب فی ظل العرش الحدیث (مستدرک حاکم ج ۲ ص۸۸، ص۲۹۷، تفسیر ابن جریر ج ۴ ص۱۰۱، مسند احمد ج ۱ ص۲۶۶، ابو داؤد ج ۱ ص۳۴۳) اسی طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک مرفوع حدیث مروی ہے ملاحظہ ہو۔ در منثور ج ۲ ص۹۶۔

ان حدیثوں کے الفاظ میں اگرچہ خفیف سا اختلاف ہے لیکن ماحصل سب کا وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے ان حدیثوں میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت وضاحت سے شہداء کی برزخی زندگی کی حقیقت بیان فرما دی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے بھی یہی کچھ منقول ہے اور اسی کو محققین مفسرین نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، کعب الاحبار، عکرمہ، سدی کبیر، ابو العالیہ، قتادہ، ربیع وغیرہم کے اقوال کے لئے ملاحظہ ہو۔ تفسیر ابن جریر ج ۴ ص۱۳۳ ج ۴ ص۱۶۶ و ص۱۰۱ و تفسیر در منثور ج ۱ ص۱۵۵، ج ۲ ص۹۶۔ حاصل کلام یہ کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ارواح کو پرندوں کی شکلیں عطا ہوتی ہیں جن میں داخل ہو کر وہ جنت میں گھومتے پھرتے اور کھاتے پیتے ہیں اور رات کو عرش کے نیچے قنادیل میں بسیرا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ طیوری اجسام مثالی ہیں۔ نہ کہ عنصری کیونکہ شہداء کے عنصری ابدان تو قبروں میں مدفون ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں شہداء کی حیات محض روحانی اور برزخی ہے جسمانی نہیں ان کے ابدان قبروں میں ہیں۔ لیکن ان کی ارواح طیوری قالبوں میں نعیم جنت سے متمتع ہو رہی ہیں۔ علامہ بیضاوی سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں۔ ولکن لا تشعرون ما حالھم وھو تنبیہ علی ان حیاتھم لیست بالجسد ولا من جنس ما یحس بہ من الحیوانات وانما ھی امر لا یدرک بالعقل بل بالوحی (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص۱۰۲) لیکن تم نہیں جانتے کہ وہ کس حال میں ہیں اور یہ اس امر پر تنبیہ ہے کہ ان (شہداء) کی حیات جسمانی نہیں اور نہ زندوں کی مانند ظاہری حواس سے محسوس قسم کی زندگی ہے اور نہ اس کا ادراک عقل سے ہو سکتا ہے بلکہ اس کی کیفیت کا ادراک صرف وحی سے ہو سکتا ہے۔ اور مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی فرماتے ہیں حیات شہداء بمعنی تعلق ارواح با ابدانست برائے استیفاء لذاتی کہ موقوف برآلات بدنیست نہ تعلق ارواح با ابدان سابقہ و نہ بقای روح با ادراک و شعور (عزیزی ص۶۸۵) یعنی حیات شہداء کا مطلب یہ ہے کہ وہ لذات حاصل کرنے کیلئے جن کا حصول آلات پر موقوف ہے ارواح ابدان مثالیہ سے متعلق ہو جائیں یہ مطلب نہیں کہ ارواح سابقہ (عنصری) ابدان سے متعلق ہو جائیں اور نہ یہ کہ روح کا ادراک و شعور باقی رہے

حیات انبیاء علیہم السلام

اس دنیائے آب و گل سے رحلت و انتقال کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے لئے ایک ہی مقرر فرمائی ہے اور وہ ہے موت اور اس سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں جیسا کہ ارشاد ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (انبیاء ع ۳) یعنی ہر جی موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ خواہ پیغمبر ہو یا غیر پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا حضرات کے تمام پیغمبر ساغر موت نوش فرما چکے ہیں حضرات ادریس الیاس اور خضر علیہم السلام کے بارے میں محقق اور صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں، چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ (البقرہ ع ۱۶) کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب پر موت کا وقت آیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا حَتّٰى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُولًا (مومن ع ۴) یہاں تک جب وہ فوت ہو گئے تم کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهٗ (سبا ع ۲) پس جب ہم نے اس (سلیمان) پر موت کا حکم جاری کر دیا تو ان (جنوں) کو اس کی موت کا پتہ کسی نے نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھاتا تھا اور خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (زمر ع ۳) آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی ہو چکا ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں موجود ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس صدمہ جانکاہ کی شدت کو برداشت نہ کر سکے اور از خود رفتہ ہو کر اعلان کرنے لگے خبردار کوئی یہ مت کہے کہ حضور فوت ہو گئے ہیں۔ ورنہ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صورت حال دیکھی تو آپ نے تمام صحابہ کرام کے سامنے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اس کا اقتباس ملاحظہ ہو من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت وقال انک میت وانہم میتون (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۵) تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ آپ تو فوت ہو گئے اور آپ پر موت وارد ہو چکی اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا سو اللہ زندہ جاوید ہے اور یہ آیت بھی پڑھی بیشک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب خطبہ دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی ان کی کسی بات پر انکار نہیں کیا اور حضرت عمر نے بھی تسلیم کر لیا کہ واقعی آپ وفات پا چکے ہیں چنانچہ تمام صحابہ کرام نے یہی سمجھ کر کہ آپ وفات پا چکے ہیں آپ کے جسد اطہر کو قبر مبارک میں دفن کیا الغرض موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام بنی آدم اسی دروازے سے گذر کر عالم برزخ میں پہنچے اور جو باقی ہیں وہ بھی اسی دروازے سے گذریں گے۔ اور موت کے معنی ہیں روح کا بدن عنصری سے نکل جانا اور اس سے جدا ہو جانا۔ امام راغب اصفہانی اس آیت میں موت کا مفہوم اس طرح بیان فرماتے ہیں وقولہ کل نفس ذائقۃ الموت فعبارۃ عن زوال القوۃ الحیوانیۃ وابانۃ الروح عن الجسد (مفردات ص ۴۹۴) یعنی موت قوت حیات کے زائل ہو جانے اور روح کے بدن سے جدا ہو جانے کا نام ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی لکھتے ہیں واجل الموت ھو الوقت الذی فی معلومہ سبحانہ ان الروح تفارق الجسد (قرطبی ج ۴ ص ۲۲۶) اجل موت اس وقت کا نام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق جاندار کی روح اس کے بدن سے جدا ہو گی۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقتہ وحیلولۃ بینہما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار (شرح الصدور ص ۵ وبشری الکئیب ص ۱۵) علماء نے کہا ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف کا نام نہیں بلکہ موت بدن سے تعلق روح کے منقطع ہو جانے، روح اور بدن میں جدائی اور پردہ حائل ہو جانے اور ایک دار (دنیا) سے دوسرے دار (عالم برزخ) کی طرف منتقل ہونے سے عبارت ہے اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی رقمطراز ہیں الاماتۃ بمعنی اخراج الروح وسلب الحیاۃ (روح ج ۳ ص ۱۷۲) اماتت کے معنی ہیں روح کا نکال لینا اور زندگی کا سلب کر لینا۔ اور پھر موت کی یہ کیفیت مذکورہ بالا مفہوم کے ساتھ سب کے لئے یکساں ہے اور تمام بنی آدم انبیاء علیہم السلام ہوں یا شہداء اور عامۃ المسلمین پر موت اخراج روح از بدن اور امانت روح از جسد ہی کے طریق پر وارد ہوتی ہے البتہ اعزاز و اکرام اور تحقیر و تذلیل کا فرق ضرور ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام، شہداء اور دیگر مومنین سے قبض روح کا معاملہ علی حسب المراتب اعزاز و اکرام سے کیا جاتا ہے اور کفار و مشرکین سے تذلیل و اہانت کے ساتھ شہداء کے بارے میں تو پہلے گذر چکا ہے کہ ان کی روحیں ان کے ابدان عنصریہ سے نکال کر پرندوں کے مثالی قالبوں میں داخل کر دی جاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ بھی ان کے ابدان طاہرہ سے نکال کر جدا کر لی جاتی ہیں چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ کی وفات بھی اللہ تعالیٰ کی عادت مستمرہ اور دستور متعارف کے مطابق اسی طرح واقع ہوئی کہ آپ کی روح طیبہ و طاہرہ آپ کے بدن مبارک سے نکالی گئی جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے ان جمیع الانبیاء تقبض ارواحہم ملک الموت وھو الذی سیقبض روحی — (قرطبی ج ۴ ص ۲۲۶) یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کی روحیں ملک الموت نے قبض کیں اور وہی میری روح کو بھی قبض کرے گا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ فقبضہ اللہ وان راسہ لبین سحری ونحری (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۰) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپکی روح قبض فرمائی اس وقت آپکا سر مبارک میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وفی روایۃ ھمام عن ھشام بھذا الاسناد عند احمد [illegible] فلما خرجت نفسہ لم اجد ریحا قط اطیب منہا (فتح الباری ج ۸ ص ۱۰۷) اس روایت کو امام احمد نے بھی اس اسناد کے ساتھ ہشام سے بواسطہ ہمام روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) جب آپ کی روح مبارک (بدن سے) نکلی تو ایسی خوشبو آئی کہ میں نے اس سے عمدہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ یہ خوشبو آپ کی روح طیبہ کی تھی۔ اور حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اخرجت الینا عائشۃ کساء وازارا غلیظا فقالت قبض روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذین (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۵) حضرت عائشہ نے ہمیں ایک چادر اور ایک موٹا تہبند دکھایا اور کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ ان دو کپڑوں میں قبض ہوئی۔ باقی رہی یہ بات کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کے ابدان سے نکلنے کے بعد کہاں رہتی ہیں اور ان کا مستقر کہاں ہے تو اس بارے میں صحیح مسلک یہ ہے کہ عالم برزخ میں ان کی ارواح کو ان کے عنصری بدنوں کے ہمشکل اور مماثل مشک و کافور کے مثالی اجسام عطا کئے جاتے ہیں اور ان کا مقام و مستقر جنت کا اعلیٰ ترین اور سب سے اونچا درجہ اعلیٰ علیین ہے ویسے جنت میں وہ جہاں چاہیں آتے جاتے اور جنت کے میوے تناول فرماتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی اور علامہ سید محمود آلوسی امام نسفی سے ناقل ہیں ارواح الانبیاء تخرج من جسدھا وتصیر مثل جسدھا مثل المسک والکافور وتکون فی الجنۃ تاکل وتشرب وتتنعم الخ (شرح الصدور ص ۹۳ بشری الکئیب ص ۱۳۲ روح المعانی ج ۵ ص ۱۶۲ تفسیر مظہری ج ۱ ص ۲۲۳) یعنی انبیاء علیہم السلام کی ارواح ان کے بدنوں سے نکل کر ان کے مماثل مشک و کافور کے جسموں میں متشکل ہو جاتی ہیں اور جنت میں کھاتی پیتی ہیں۔ اسی طرح علامہ ابن القیم اور حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں الانبیاء علیہم السلام فلا شک ان ارواحہم عند اللہ فی اعلیٰ علیین وقد ثبت فی الصحیح ان آخر کلمۃ تکلم بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موتہ انہ قال اللھم الرفیق الاعلیٰ (روح ج ۱ ص ۱۶۱ شرح الصدور ص ۱۰۳) ان روایتوں اور عبارتوں سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ شہداء اور دیگر اموات کی طرح انبیاء علیہم السلام کی ارواح بھی ان کے ابدان سے نکالی جاتی ہیں دوم یہ کہ ان کی ارواح کو ان کے اصلی ابدان کے مماثل مشک و کافور کے مثالی اجسام دیئے جاتے ہیں۔ سوم یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا مستقر اعلیٰ علیین ہے نہ کہ ان کے ابدان کیونکہ ان کے ابدان مبارکہ تو قبور ارضی میں مدفون ہوتے ہیں لیکن دیگر اموات کے برعکس ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت اور شرف عطا فرمایا ہے کہ ان کے ابدان قبروں میں بالکل اسی طرح صحیح سالم رہیں گے جس طرح رکھے گئے تھے اور مٹی ان کو نہیں کھائے گی ان کے ابدان کو محفوظ رکھنے کی اللہ کی طرف سے ضمانت ہے

لیکن غیر انبیاء علیہم السلام خواہ شہداء ہوں یا عامۃ المسلمین ان کے لئے ایسی کوئی ضمانت نہیں اور اگر کسی صدیق و شہید کا یا کسی اور برگزیدۂ خدا کا بدن قبر میں محفوظ رہے اور مٹی اسے نہ کھائے تو یہ بھی کوئی بعید نہیں۔ بلکہ عین ممکن ہے۔ باقی رہا ارواح کا تعلق ابدان کے ساتھ تو اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور نہ ہی صحابہ کرام۔ تابعین، اتباع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات و اقوال میں تعلق روح بجسم عنصری کا کوئی نفیاً و اثباتاً ذکر اذکار ہے۔ برزخ میں حیات انبیاء علیہم السلام اور حیات شہداء کرام کی جو کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ قرون ثلثہ میں یہ اسی طرح منقول ہو کر پہنچے تک چلی آئی ہے لیکن تعلق کا قصہ کسی نے نہیں چھیڑا۔ البتہ چوتھی صدی کے بعد سے شارحین حدیث نے بعض حدیثوں میں تطبیق کے سلسلے میں تعلق روح بجسد عنصری کا مختلف عنوانات سے ذکر کیا ہے کسی نے اتصال معنوی سے کسی نے اشراق سے کسی نے اشراف سے اور کسی نے مثل تعلق صاحب خانہ بخانہ و عاشق بمعشوق وغیرہ الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ البتہ اس پر سب متفق ہیں کہ یہ تعلق ایسا نہیں جیسا کہ حیاتِ دنیا میں تھا بلکہ یہ تعلق بے کیف ہے اور اس کی حقیقت و کنہہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں اس لئے عالم برزخ میں تعلق ارواح با ابدان عنصریہ کے بارے میں سکوت سب سے احوط مسلک ہے کیونکہ قرونِ ثلثۃ مشہود لہا بالخیر میں تعلق کا کوئی ذکر اذکار نہیں لیکن اگر کوئی شخص غیر معلوم الکیفیت تعلق کا اثبات کرتا ہے تو وہ بھی قابل ملامت نہیں کیونکہ متقدمین میں ایک کثیر تعداد مختلف عنوانات کے ساتھ اس کی قائل ہے لیکن اس تعلق کے باوجود ان کے مدفون فی القبور ابدان میں کسی قسم کی حرکت یا جنبش پیدا نہیں ہوتی اور نہ قیامت سے پہلے ان کے یہ ابدان قبروں سے باہر نکلیں گے یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل اور تسلیم شدہ ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ کہ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہے وہ ہمارے ادراک و حواس سے بالاتر ہے لیکن حیات شہداء سے بہت بلند و اعلیٰ ہے اور پھر حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت ارفع و اعلیٰ اور اتم و اکمل ہے والمراد تبلک الحیاۃ نوع من الحیاۃ غیر معقول لنا وھی فوق حیاۃ الشھداء بکثیر وحیاۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکمل واتم من حیاۃ سائرھم علیھم السلام (روح ج ۲۲ ص۳۵)

ایک اشکال

یہاں ایک اشکال ہے جس نے بڑے بڑوں کو متحیر و سرگرداں کر رکھا ہے اور جسے حل کرنے کے لئے بڑے بڑے شہسواران قلم رہوار قلم دوڑا چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا مقام و مستقر اعلیٰ علیین ہے اور وہ نہ ان کے عنصری ابدان میں موجود ہیں اور نہ قبروں کے قرب و جوار میں اور ان کے ابدان قبروں میں مدفون و محفوظ ہیں اور ارواح کا ابدان میں اعادہ نفخۂ ثانیہ پر ہوگا اور اس وقت وہ قبروں سے نکلیں گے اس سے پہلے نہیں، لیکن صحیح حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں مختلف آسمانوں پر کئی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم کی امامت بھی فرمائی نیز حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے کثیب احمر کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا نیز آپ نے فرمایا میں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اونٹنی پر سوار تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور وادی میں اتر رہے ہیں اور بعض کاملین نے حالت بیداری میں حضور علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔ بعینہٖ یہی اشکال غیر انبیاء کے بارے میں ہے۔ کیونکہ بعض کاملین کو بھی بیداری کی حالت میں دیکھا گیا ہے تو ان مشاہدات اور منصوصات سے بظاہر یہ قاعدہ ٹوٹتا ہوا نظر آرہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر اموات کے ابدان عنصریہ میں نہ قبروں میں جنبش ہوتی ہے اور نہ ہی قیامت سے پہلے وہ قبروں سے باہر نکلیں گے۔

اشکال کا حل

اس اشکال کے کئی حل پیش کیے گئے ہیں لیکن بیشتر توجیہات دل کو مطمئن نہیں کر سکتیں بلکہ ان سے مزید پیچ در پیچ اشکالات پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں صرف ایک حل ایسا ہے جس سے یہ اشکال نہایت عمدہ طریقے سے حل ہو جاتا ہے اور کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔ محققین علماء اور صوفیاء نے بھی اسے ترجیح دی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح حیات دنیا میں، ارواح ابدان عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی اور تمام اعمال و تصرفات بجا لاتی ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی ارواح وفات کے بعد عالم برزخ میں مثالی اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت کرتی اور نماز، تلاوت قرآن، حج اور کئی دوسرے اعمال بجا لاتی ہیں اگر کسی **کامل** بزرگ کو حالت بیداری میں کسی پیغمبر یا کسی فوت شدہ ولی کی زیارت بشکل انسانی نصیب ہو جائے تو یہ شکل اس کی مثالی شکل ہے اور اس کی روح مثالی جسم میں متشکل ہو کر اس کے سامنے آئی ہے اور اس کا عنصری جسم قبر میں بلا حرکت و جنبش موجود ہوگا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں وعندی ان الحیاۃ فی البرزخ ثابتۃ لکل من یموت من شہید وغیرہ وان الارواح وان کانت جواھر قائمۃ بانفسھا مغایرۃ لما یحس بہ من البدن لکن لا مانع من تعلقھا ببدن برزخی مغایر لھذا البدن الکثیف (روح ج ۲ ص۳۱) یعنی میرے نزدیک برزخ میں ہر میت کو حیات حاصل ہے اور ارواح اگرچہ جواہر ہیں اور قائم بانفسہا ہیں اور ابدان محسوسہ کے مغایر ہیں لیکن اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ ارواح کا تعلق برزخی جسم سے ہو جائے جو اس عنصری بدن کے مغایر ہو اور دوسری جگہ فرماتے ہیں الارواح المقدسۃ قد تظھر متشکلۃ وتجتمع بھا الکاملون من العباد وقد صح انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ورآہ فی السماء ورآہ یطوف بالبیت (روح ج ۵ ص۳۲) پاکیزہ روحیں کبھی متشکل ہو کر ظاہر ہوتی ہیں اور کامل بندے ان سے ملاقات کرتے ہیں اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور (شب معراج میں) انکو آسمان پر بھی دیکھا اور انہیں خانہ کعبہ کا طواف کرتے بھی دیکھا اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کے بارے میں آپ کا اپنا ارشاد ہے جس کی امام ابو یعلیٰ نے مسند میں امام طبرانی نے کبیر میں تخریج کی ہے قال مثل لی النبیون فصلیت بھم (بیضاوی ج ۳ ص۱۱۳ و مظہری ج ۵ ص۳۹۹) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میرے لئے مثالی اجسام میں حاضر کئے گئے اور میں نے انہیں نماز پڑھائی علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔ لکن تمام ھذا التوجیہ ان یقال ان المنظور الیہ ھی ارواحھم فلعلھا مثلت لہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا کما مثلت لہ لیلۃ الاسراء واما اجسادھم فھی فی القبور قال ابن المنیر وغیرہ یجعل اللہ لروحہ مثالا فیری فی الیقظۃ کما یری فی النوم (فتح الملہم ج ۱ ص۳۳۳) یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے اور ان کو اور حضرت یونس علیہ السلام کو حج کرتے دیکھنے کی پوری توجیہ یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے دیکھا وہ ان کی ارواح تھیں تو شاید دنیا میں آپ کے لئے ان کو مثالی شکلیں دی گئی ہوں جیسا کہ شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آپ نے مثالی اجسام میں دیکھا لیکن ان کے ابدان عنصریہ قبروں میں موجود تھے اور وہ قبروں سے نہیں نکلے ابن منیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی روح کو مثالی جسم عطا فرماتا ہے اور وہ جس طرح خواب میں دکھائی دیتا ہے اسی طرح بیداری میں بھی نظر آتا ہے۔ اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں وکان الذی رآہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الانبیاء فی لیلۃ الاسراء فی السموات الصحیح انہ رای فیھا الارواح فی مثل الاجسام (شرح الصدور ص۱۰۱) اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھنا تو اس کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ وہاں آپ نے ان کی ارواح کو دیکھا تھا۔ جو مثالی اجسام میں متمثل تھیں۔ اسی طرح اگر کسی خوش بخت انسان کو بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے تو اکثر صوفیہ یہ فرماتے ہیں کہ اس نے آپ کے جسم مثالی کی زیارت کی ہے نہ کہ جسم عنصری کی جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں لیس المراد انہ یری جسمہ وبدنہ بل مثالا لہ صار ذالک المثال آلۃ یتادی

بھا المعنی الذی فی نفسہ (روح المعانی ج ۲۲ ص۳) اور شیخ علاء الدین قونوی فرماتے ہیں "وسادہ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالمی متوسط در عالم اجساد و ارواح اثبات کردہ اند کہ آنرا عالم مثال گویند الطف از عالم اجساد و اکثف از عالم ارواح و ظہور ارواح در صور مختلفہ مبنی بر ان ساختہ و ظہور جبریل علیہ السلام بصورت دحیہ کلبی و تمثل او در مریم را بصورت بشر سوی التخلق از ان عالم میدانند و نماز علیہ جائز بود کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود استقرار در آسمان ششم شبح و پیکر مثالی در قبر متمثل باشد و آنحضرت او را دیدہ در دو مکان مشاہدہ فرمودہ و بجہاز اثبات عالم مثال جواب از مسائل کثیرہ بیرون آید و اشکالات بسیار حل بیان سعت جنت و رؤیت او در عرض حائط مثلاً منحل گردد انتہی کلام الشیخ (جذب القلوب ص۲۰۹) صوفیائے کرام عالم اجساد اور عالم ارواح کے درمیان ایک اور عالم تسلیم کرتے ہیں جسے وہ عالم مثال کہتے ہیں جو عالم اجساد سے زیادہ لطیف لیکن عالم ارواح کے مقابلہ میں کثیف ہے اور ارواح کا مختلف شکلوں میں ظاہر ہونا ان کے نزدیک اسی عالم مثال کے وجود پر مبنی ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں اور حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بشر سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی قبیل سے ہے اور اس بنا پر یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر موجود ہونے کے ساتھ ساتھ پیکر مثالی کے ساتھ قبر میں بھی متمثل ہو کر نماز پڑھ رہے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں، ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو اور عالم مثال کا وجود تسلیم کر لینے سے بہت سے مسائل کا جواب نکل آتا ہے اور بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں مثلاً جنت کی وسعت کا بیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں جنت کو دیوار کی عرض میں دیکھنا وغیرہ یہ سب عالم مثال کی چیزیں ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں طویل بحث و تمحیص کے بعد اصل حقیقت کی اس طرح ترجمانی فرماتے ہیں "وحقیقت آنست کہ تحقیق مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام و غیر ایشان موقوف بمعرفت این عالم است و تحقیق دیدن آنحضرت موسیٰ و یونس را علیہ وعلیہما السلام بمعرفت زمان و مکان روحانیات و تمیز و فرق آنہا از زمان و مکان جسمانیات چنانچہ محققین صوفیہ کردہ اند دست دہد الخ (جذب القلوب ص۲۰۹) اور حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء کی عالم برزخ میں حیات کا مسئلہ اس عالم (عالم مثال) کی پہچان پر منحصر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ اور یونس علیہما السلام کو دیکھنے کی تحقیق روحانیات کے زمان و مکان کی معرفت اور محققین صوفیہ کے بیان کے مطابق جسمانیات کے زمان و مکان سے ان کے امتیاز ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے

اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کو کئی بزرگوں نے عالم بیداری میں دیکھا ہے تو چونکہ قول محقق اور مسلک صحیح کے مطابق ان کی وفات ہو چکی ہے اس لئے صوفیائے کرام میں سے ہی بعض کاملین نے فرمایا ہے کہ خضر علیہ السلام کی رؤیت مثالی اور عالم مثال کی چیز ہے جسد عنصری کے ساتھ نہیں جیسا کہ حضرت شیخ صدر الدین اسحاق قونوی اپنی کتاب تبصرۃ المبتدی و تذکرۃ المنتہی میں فرماتے ہیں۔ ان وجود الخضر علیہ السلام فی عالم المثال (روح ج۵ ص۳۲۶) **۲۶۱** فرحین یرزقون کی ضمیر سے حال ہے اور فضلہ سے وہ انعام و اکرام مراد ہے جو شہادت کے بعد جنت میں ان کو عطا کیا گیا ہے جنت کی یہ خاص نعمتیں اور یہ اعزاز و اکرام چونکہ شہادت کی جزا ہے اس لئے نعمتِ شہادت بھی فضلہ میں داخل ہے۔ وھو فی الشہادۃ وما ساق الیہم من الکرامۃ والتفضیل علی غیرہم من کونہم احیاء مقربین معجلا لہم رزق الجنۃ ونعیمہا (مدارک ج ۱ ص۱۵۰) یعنی بما اعطاہم من الثواب والکرامۃ والاحسان والافضال فی دار النعیم (خازن ج ۱ ص۳۷۶) مطلب یہ کہ درجہ شہادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ میں ان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے۔ وہ ان میں خوش و خرم ہیں۔ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ الخ یہ یرزقون پر معطوف ہے اور الذین لم یلحقوا بہم سے وہ مجاہدین مراد ہیں جن کو یہ شہداء جہاد میں مصروف چھوڑ کر آئے تھے جب شہداء نے عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعام و اکرام اور وہاں کی عیش و عشرت اور نعیم مقیم کو دیکھا تو انہیں مجاہدین کے حق میں بہت خوشی ہوئی کہ جب وہ شہادت پاکر وہاں پہنچیں گے تو ان کو بھی اسی اعزاز و انعام سے نوازا جائے گا۔ ھم الشہداء الذین یاتونہم بعد من اخوانہم المؤمنین الذین ترکوھم بما ھدوت فیستشھدون فرحوا لانفسھم ولمن یلحق بھم من الشھداء اذ یصیرون الی ما صاروا الیہ من کرامۃ اللہ تعالیٰ (بحر ج ۳ ص۱۱۷) بعض مفسرین کا خیال ہے کہ الذین لم یلحقوا بہم میں تمام ایمان والوں کی طرف اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب شہداء عالم برزخ میں پہنچے اور اللہ کے انعام و احسان کا معاینہ کیا تو ان کو عین الیقین حاصل ہو گیا کہ دین اسلام ہی دین حق ہے اس شان کو تمام مومنین کے بارے میں خوشی ہوئی کہ اگر ان کا خاتمہ ایمان اور دین اسلام پر ہی ہوا تو ان کا انجام بہت عمدہ ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ثواب جزیل حاصل کریں گے۔ الاشارۃ بالاستبشار للذین لم یلحقوا بہم الی جمیع المؤمنین وان لم یقتلوا ولکنہم لما عاینوا ثواب اللہ وقع الیقین بان دین الاسلام ھو الحق الذی یثیب اللہ علیہ فہم فرحون لانفسہم بما اتاھم اللہ من فضلہ مستبشرون للمؤمنین الخ (قرطبی ج ۴ ص۲۷۵) **۲۶۲** یہ الذین لم یلحقوا بہم سے بدل الاشتمال ہے یا منصوب بنزع خافض ہے اور اصل میں بان لا یا بان لا ہے اور یستبشرون کے مفعول لہ کی جگہ واقع ہے (روح ج ۴ ص۱۲۳) بہر صورت اس میں شہداء کی خوشی کا اصل متعلق بیان کیا گیا ہے یعنی شہداء کو زندہ مجاہدین یا قیامت تک ہونے والے تمام مومنین کے بارے میں خوشی اس لئے ہوگی کہ آخرت میں ان (مجاہدین اور مومنین) کو نہ کسی قسم کا خوف لاحق ہوگا اور نہ غم تو خوشی کا منشا مجاہدین اور مومنین کی ذوات و اشخاص نہیں بلکہ ان کا نیک انجام اور آخرت کی نعیم مقیم ہے۔ خوف (ڈر) کا اطلاق آنیوالے نقصان یا مستقبل میں نازل ہونے والی کسی ناپسندیدہ بات پر ہوتا ہے اور حزن (غم) گذشتہ منفعت کے فوت ہونے پر ہوتا ہے مطلب یہ کہ ان شہداء اور مومنین کو آخرت میں نہ تو قیامت کے احوال اور عذاب وعقاب کا ڈر ہوگا۔ اور نہ ہی دنیا کی عیش و عشرت کے ہاتھ سے جانے کا غم۔ لاخوف علیہم فیما یأتیہم من احوال القیامۃ ولا حزن لہم فیما فاتہم من نعیم الدنیا (کبیر ج ۳ ص۱۴۳) **۲۶۳** پہلے بیان فرمایا کہ شہداء کو اپنے بھائیوں (بعد میں شہید ہونے والوں یا جملہ مومنوں) کے نیک انجام کی بنا پر انتہائی خوشی ہوگی اب یہاں ان کی اپنی خوشی کو بیان فرمایا ہے نعمۃ من اللہ اور فضل سے وہ تمام نعمتیں اور اللہ کی وہ تمام نوازشیں مراد ہیں جو عالم غیب میں شہداء پر ہوتی ہیں۔ مثلاً جب شہید زخموں سے گھائل اور خاک و خون میں لت پت ہو کر اپنی جان آفریں کے سپرد کرتا ہے اس وقت اس کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ اسے جنت میں اپنا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ اسے عذاب قبر سے مامون و محفوظ کر دیا جاتا ہے قیامت کے دن وہ فزع اکبر (سب سے بڑی گھبراہٹ) سے محفوظ رہے گا۔ اسے عزت اور وقار کا تاج پہنایا جائے گا اور اسے گنہگاروں کے حق میں شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ وغیر ذالک (قرطبی ج ۴ ص۲۷۶) اور وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین یہ نعمۃ پر معطوف ہے قیامت کے دن یہ حقیقت بھی شہداء کی خوشی اور مسرت میں اضافہ کا باعث ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے کسی عمل کو اکارت اور رائیگاں نہیں فرمارہا۔ بلکہ ان کے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل پر بھی اجر و ثواب اور جزاء جمیل عطا فرمارہا ہے۔ اس سے اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ آخرت کا اجر و ثواب کوئی شہداء ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام مومنین کو ان کے تمام اعمال صالحہ پر اجر و ثواب ملے گا۔ یعنی کما انہ تعالیٰ لا یضیع اجر المجاھدین والشہداء کذالک لا یضیع اجر المؤمنین (خازن ج ۱ ص۳۷۶) **۲۶۴** الذین استجابوا سے ذو فضل عظیم تک مومنوں کے لئے اخروی بشارت ہے اور اس کے ضمن میں کفار کے لئے تخویف اخروی کی طرف اشارہ ہے الذین مبتدا اور للذین تا اجر عظیم اس کی خبر ہے او استجابوا بمعنی اجابوا ای اطاعوا اللہ والرسول بامتثال الاوامر (روح ج ۴ ص۱۲۳) یعنی انہوں نے اللہ کے رسول کے احکام کی تعمیل کی القرح (زخم) سے وہ چوٹیں اور جراحتیں مراد ہیں جو مسلمانوں کو جنگ احد میں آئیں۔ للذین احسنوا منہم واتقوا جملہ خبر مقدم ہے اور اجر عظیم مرکب توصیفی مبتدا مؤخر ہے۔ اور جملہ الذین استجابوا کی خبر ہے کما مر۔ احسنوا انہوں نے پورے اخلاص باطن سے احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کی واتقوا اور مخلصانہ اطاعت کے بعد معصیت اور نافرمانی سے اجتناب کیا۔ احسنوا فیما اتوا بہ من طاعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واتقوا ارتکاب شیء من المنہیات بعد ذالک (کبیر ج ۳ ص۱۲۵) منہم میں من تبعیضیہ نہیں

بلکہ بیانیہ ہے کیونکہ جنہوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی وہ سارے کے سارے محسن اور متقی تھے اس لئے یہ دو صفتیں بیان کرنے سے علت مدح کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے یعنی الذین استجابوا اس لئے لائق مدح ہیں کہ وہ صفت احسان اور اتقاء سے متصف ہیں وذھب غیر واحد الی انہا لبیان ..... المقصود من الجمع بین الوصفین المدح والتعلیل لا التقیید لان المستجیبین کلہم محسنون ومتقون (روح ج ۴ ص ۱۲۴) لان الذین استجابوا للہ والرسول قد احسنوا کلہم واتقوا لا بعضہم مدارک ج ۱ ص ۱۵۱ و بحر ج ۳ ص ۱۱۸) حاصل مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے زخموں سے چور ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے محسن اور متقی ہیں اس آیت میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو جنگ احد سے دوسرے ہی دن پیش آیا تھا۔ جب ابوسفیان اپنے شکست خوردہ ساتھیوں سمیت جنگ احد سے واپس جا رہے تھے

وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ
اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے ۲۶۱
اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ
اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر نہ ان کو غم ۲۶۲ خوش وقت ہوتے ہیں
بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ
ایمان والوں کی ۲۶۳ ف جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا
مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ
بعد اس کے پہنچ چکے تھے ان کو زخم جو ان میں نیک ہیں
وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ
اور پرہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے ۲۶۴ ف جن کو کہا لوگوں نے کہ مکہ والے
اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کو سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا
اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾
ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور خوب کارساز ہے ۲۶۵ ف ۳
فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ
پھر چلے آئے مسلمان اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ نہ پہنچی ان کو برائی
وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا
اور تابع ہوئے اللہ کی مرضی کے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ۲۶۶ یہ جو ہے
ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ
سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم ان سے مت ڈرو

وقف لازم

ع ۱۷ ۸

مع ۲

مومنین مجاہدین احد کو بشارت (غزوی ۱۲)

تخویف بلانے مومنین از شیطان

تو مقام روحاء میں پہنچ کر ان کو خیال آیا کہ ہم نے غلطی کی ہے ہمیں نہیں آنا چاہیے تھا ہم نے ان کے ستر آدمی تو مار ڈالے تھے۔ بقیہ کا بھی صفایا کرنا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی واپسی پر نادم ہوئے اور دوبارہ واپس جا کر لڑنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسی طرح ان کے ارادے کی اطلاع مل گئی تو آپ نے بھی کافروں کو مرعوب کرنے کے لئے انہیں راستے ہی میں جا لینے کا ارادہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرما دیا کہ میرے ساتھ صرف وہی مجاہدین جائیں گے جو کل معرکہ احد میں شریک تھے چنانچہ آپ ستر آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ کافروں کی طرف روانہ ہوئے جب آپ مقام حمراء الاسد میں پہنچے۔ جو مدینہ سے صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے تو ابوسفیان اور اس کے لشکر کو اس بات کا علم ہو گیا جس سے ان کے دلوں پر لشکر اسلام کا رعب چھا گیا اور وہ بددل ہو کر واپس ہو گئے (کبیر۔ روح۔ بحر۔ ابن کثیر۔ خازن وغیرہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ستر مجاہدین کو ـــــ جو گذشتہ دن کی جنگ کے زخم خوردہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل کی اور حضور علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہو گئے ـــــ محسن اور متقی فرمایا اور ان کو آخرت میں اجر عظیم کی خوشخبری سنائی ۲۶۵ الذین قال لہم الخ یہ الذین استجابوا سے بدل ہے حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ابوسفیان نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ سال پھر بدر میں ہماری تمہاری جنگ ہو گی لیکن اس میعاد مقررہ سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں خوف اور رعب ڈال دیا۔ اور اس نے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ ابوسفیان نے کچھ آدمیوں کے ذریعے مسلمانوں سے کہلا بھیجا کہ ابوسفیان نے تو بہت بڑا بھاری لشکر تیار کیا ہوا ہے۔ اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بالکل مستعد ہے اس سے اس کا

موضح قرآن ف۱ شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک طرح کی زندگی ہے کہ اور مردوں کو نہیں کھانا پینا عیش و خوشی بھی ان کو پوری ہے اوروں کو قیامت کے بعد ہو گی ف۲ جب جنگ احد تمام ہوئی ابوسفیان سردار تھا۔ کافروں کا کہہ گیا کہ اگلے سال بدر پر لڑائی ہے اور حضرت نے قبول کر لیا۔ جب اگلا سال آیا حضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ چلو لڑائی کو اس وقت جنہوں نے رفاقت کی اور تیار ہوئے ان کو یہ بشارت ہے کہ شکست کے بعد پھر جرأت کی ف۳ ابوسفیان نے چاہا کہ حضرت وعدے پر نہ آویں تو الزام انہیں پر رہے اور لڑائی سے خوف کھایا۔ ایک شخص مدینے کی طرف جاتا تھا۔ اسکو کچھ دینا کیا کہ وہاں اس طرف کی ایسی خبریں کہیو کہ وہ خوف کھاویں اور جنگ کو نہ آویں وہ شخص مدینے میں پہنچ کر کہنے لگا کہ کے لوگوں نے بڑی جمعیت کی ہے تم کو لڑنا بہتر نہیں۔ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے استقلال دیا۔ انہوں نے یہی کہا کہ ہم کو اللہ بس ہے آخر بدر پر گئے تین روز رہ کر تجارت کر کے نفع لے کر پھر آئے اگلی آیتوں میں بھی یہی ذکر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید در احد مسلمانان وکفار باہم عہد بستند کہ وعدہ گاہ امسال میان ایشان سال آئندہ سوق بدر باشد چون موسم سوق بدر رسید کفار شخصی را فرستادند تا جمعیت ایشان بیان کرد و مسلمانان را در سیر توقف اندازد باوجود آن جماعہ از مسلمانان ہمراہ آنحضرت برآمدند و به بدر رسیدند و در تجارت سود یافتند و ہیچ یک از کفار مزاحم ایشان نشد ہمین غزوہ را غزوہ بدر صغری میگویند خدا در مدح ایشان میفرماید ۱۲

وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ
اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ف۱ ۲۶۶ اور غم میں نہ ڈالیں تجھ کو
الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ
وہ لوگ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف وہ نہ بگاڑیں گے اللہ
شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ
کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو فائدہ نہ دے آخرت میں
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ
اور ان کے لئے عذاب ہے بڑا ف۲ ۲۶۸ جنہوں نے مول لیا کفر کو ایمان
بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
کے بدلے وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور ان کے لئے عذاب ہے
أَلِيمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي
دردناک ۲۶۹ اور یہ نہ سمجھیں کافر کہ ہم جو مہلت دیتے ہیں ان کو کچھ
لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا
بھلا ہے ان کے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں ان کو تاکہ ترقی کریں وہ گناہ میں
إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ
اور ان کیلئے عذاب ہے خوار کرنے والا ف۳ ۲۷۰ اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے مسلمانوں
الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ
کو جس حالت پر تم ہو جب تک کہ جدا نہ کر دے ناپاک کو
مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ
پاک سے ۲۷۱ اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر کر دے غیب کی
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ ص
لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے۔ اپنے رسولوں میں جس کو چاہے ۲۷۲ ف۴

ف۱ نہی برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ف۲ تخویف اخروی برائے کفار ۱۲

ف۳ جواب سوال مقدر ۱۲

ف۴ دوسرے سوال مقدر کا جواب ۱۲

مقصد یہ تھا کہ مسلمان اس خبر سے بددل ہو جائیں گے اور مقابلہ میں نہیں آئیں گے۔ تو اس طرح اس پر وعدہ خلافی اور بزدلی کا الزام نہ آئے گا۔ لیکن جب مسلمانوں کے پاس یہ خبر پہنچی تو ان کے ایمان میں مزید جوش پیدا ہو گیا۔ ان کے ارادے اور مضبوط ہو گئے اور اللہ پر ان کے توکل اور بھروسے میں مزید قوت اور پختگی پیدا ہو گئی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اسی پختگی ایمان اور ان کے عزم و توکل کا ذکر فرمایا ہے۔ الناس میں دونوں جگہ الف لام عہد کے لئے ہے۔ پہلے الناس سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جنہیں ابوسفیان نے بطور جاسوس مسلمانوں کے پاس بھیجا تھا اور دوسرے الناس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ (مدارک ج ۱ ص۱۵۲، کبیر ج ۳ ص۱۰۵) سید محمود آلوسی اور کئی دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ جنگ احد سے دوسرے دن جب ابوسفیان دوبارہ بغرض جنگ واپس مسلمانوں کی طرف جانے کا منصوبہ بنا رہا تھا اس وقت کسی نے اسے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھاری جمعیت کے ساتھ تمہارے تعاقب میں نکل پڑے ہیں، تو وہ مرعوب ہو گیا۔ ادھر قبیلہ عبدالقیس کے چند سوار جو مدینہ جا رہے تھے ابوسفیان کے پاس سے گذرے تو اس نے ان کے ہاتھ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام دے بھیجا کہ ہم نے دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور ہم ان کو بالکل مٹانے کا عزم کر چکے ہیں جس کے جواب میں مسلمانوں نے حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا نعرہ بلند کیا۔ اس صورت میں الناس اول سے عبدالقیس کے وہ سوار مراد ہوں گے جو ابوسفیان کا پیغام مسلمانوں کے پاس لائے تھے ۲۶۶ فانقلبوا میں فاء عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے ای فخرجوا فانقلبوا (کبیر ج۳ ص۱۲۴) یعنی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان بدر صغریٰ کی طرف ابوسفیان کے وعدہ کے مطابق نکل پڑے اور خیر و عافیت سے واپس آئے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی اور نہ کوئی نقصان اٹھانا پڑا۔ واتبعوا رضوان اللہ جب مسلمانوں کو لشکر کفار کی کثرت تعداد اور کثرت ساز و سامان کی خبر ملی تو انہوں نے کسی قسم کی کمزوری اور بزدلی کا اظہار نہ کیا بلکہ اللہ پر توکل اور بھروسہ کیا۔ اور اس کی رضا جوئی کو ہر چیز پر ترجیح دی اور جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوئے لما بلغھم کثرۃ جموعھم لم یفتروا ولم یفشلوا و توکلوا علی اللہ و رضوا بہ کافیا و معینا فلھم اجر عظیم (کبیر) ۲۶۷ یہ جملہ مستأنفہ ہے اس میں شیطان کی شرارت و شیطنت کا ذکر فرمایا نیز ایمان والوں کو نصیحت فرمائی کہ جس طرح اس موقع پر وہ شیطان کے پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوئے اور نہ اس سے ڈرے ہیں اسی طرح آئندہ بھی وہ شیطان کے چیلوں سے مت خوف کھائیں اور صرف مجھ سے ڈریں۔ ذالکم میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور اشارہ اس پروپیگنڈا کرنے والے کی طرف ہے جو مسلمانوں سے کفار کی جمعیت اور کثرت سامان کا ذکر کر کے ان کی ہمتیں پست کرنا چاہتا تھا۔ اور یخوف کا پہلا مفعول محذوف ہے اصل میں تھا یخوفکم اولیاءہ (روح ج ۴ ص۱۳۹، کبیر ج ۳ ص۱۲۵) اور اولیاءہ میں ضمیر الشیطن کی طرف راجع ہے اور اولیاء الشیطن سے یہاں ابوسفیان اور اس کے ساتھی مراد ہیں۔ اولیاءہ ھم الکفار ابوسفیان ومن معہ (کبیر ج۳ ص۱۲۵) شیطان جب بھی بنی آدم کو غلط راستہ پر ڈالنا چاہتا ہے تو اپنے انسانی چیلوں کو سامنے کر دیتا ہے جو شیطان کی پوری پوری نمائندگی کرتے ہیں چنانچہ ابوسفیان کی طرف سے جن لوگوں (عبدالقیس کے سواروں یا نعیم بن مسعود ثقفی علی اختلاف القولین) نے مسلمانوں کو بددل کرنے کی کوشش کی تھی وہ شیطان ہی کے ایجنٹ تھے اور اسی کے سیکھے سکھائے تھے تو آیت کا مطلب یہ ہوا اے ایمان والو! یہ تمہیں بددل کرنیوالا اور تمہاری ہمت پست کرنے کی کوشش کرنیوالا دراصل شیطان ہے جو اپنے دوستوں (ابوسفیان وغیرہ) سے تم کو خوفزدہ کرتا ہے اور

موضح قرآن ف۱ یعنی وہ شخص جو خبر کہتا تھا۔ اس کو شیطان سکھاتا تھا۔ ف۲ یعنی منافق لوگ کہ جہاں مسلمانوں کے بیچ آ بیٹھے اور کفر کی باتیں کرنے لگے ف۳ یعنی حق تعالیٰ مومن اور منافق اسی طرح جدا کرتا ہے اور غیب سے خبر کسی کو نہیں پہنچاتا مگر رسولوں کو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی ضعیف الاسلام ۱۲

مرعوب کرنا چاہتا ہے لیکن تم خدا پر بھروسہ رکھو اور جس طرح اس موقع پر تم نے استقامت اور جرأت دکھائی ہے اور شیطان کے دوستوں سے مرعوب نہیں ہوئے اسی طرح آئندہ بھی کبھی ان سے خوفزدہ مت
ہونا اور ہمیشہ صرف مجھ سے ڈرنا اور میرے احکام کی تعمیل کرنا کیونکہ ایمان کا تقاضا بھی ہے لان الایمان یقتضی ان یؤثر العبد خوف اللہ علی خوف غیرہ (مدارک ج ۱ ص ۱۵۲) **۲۶۸** یہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کافروں کے لئے تخویف اخروی ہے الذین یسارعون سے مراد وہ منافقین ہیں جنہوں نے جنگ احد کے موقع پر اپنے قول و عمل سے کھلم کھلا کفر کا اظہار
کر دیا تھا۔ والمراد بالموصول المنافقون من المتخلفین (ابو السعود ج ۳ ص ۱۲۸) ادھر مسلمانوں کو معمولی سی شکست ہوئی ادھر وہ علانیہ کفر میں جا پڑے اور الٹے مسلمانوں کو بھی بہکانے لگے۔ یہاں بظاہر معلوم ہوتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کے علانیہ کفر میں پڑنے پر غم کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن یہ مناسب نہیں کیونکہ کفر قبیح ہے اور اس پر حضور علیہ السلام کا غمگین ہونا آپ کی شان رحمت اور حرص علی الایمان
کے عین مطابق تھا۔ بلکہ یہاں آپ کو اس خوف پر غم کرنے سے منع فرمایا کہ یہ منافقین جو اب علانیہ کفر کا اظہار کر رہے ہیں کہیں دوسرے کافروں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش نہ کریں اور انہیں نقصان
نہ پہنچائیں۔ جیسا کہ انهم لن یضروا اللہ شیئا اس پر دال ہے والمعنی لا یحزنک خوف ان یضروک ویعینوا علیک ویدل علی ذالک ایلاء قولہ تعالیٰ انهم لن یضروا اللہ
شیئا (روح ج ۴ ص ۱۳۳) اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا یہاں لن یضروا کے بعد مضاف محذوف ہے ای لن یضروا بذالک اولیاء اللہ البتۃ (ابو السعود ج ۳ ص ۱۲۸) یعنی وہ اللہ کے دوستوں
(حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہ مذکورہ نہی کی علت اور تسلیہ کی تکمیل ہے یرید اللہ ان لا یجعل لهم حظا فی الاخرۃ یعنی ان کے کفر
میں دوڑ دوڑ کر گرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت مضمر ہے کہ دنیا میں وہ اپنے اعمالنامے خوب سیاہ کر لیں اور جو کچھ نیکی ان کے پلے میں ہے اس کا بدلہ ان کو دنیا ہی میں دے دیا جائے اور آخرت میں ان کے لئے
صرف عذاب عظیم ہو اور اجر و ثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو۔ ای حکمتہ فیهم انہ یرید بمشیتہ وقدرتہ ان لا یجعل لهم نصیبا فی الاخرۃ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۳۲)
۲۶۹ یہ آیت عام ہے اور تمام کفار کو شامل ہے الآیۃ الاولی فیمن نافق من المتخلفین .... والثانیۃ فی جمیع الکفار او علی العکس (مدارک ج ۱ ص ۱۵۲)
۲۷۰ انما نملی لهم میں ما مصدریہ ہے اور وہ اپنے ما بعد کے ساتھ بتاویل مفرد مبتدا ہے اور خیرا لانفسهم اس کی خبر ہے ما مع ما بعدها فی تقدیر المصدر والتقدیر لا یحسبن
الذین کفروا ان املاء لهم خیر (کبیر ج ۳ ص ۱۵۱) اور یہ جملہ لا یحسبن کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے اور الذین کفروا اس کا فاعل ہے والفعل مسند الی الموصول وان بما
فی حیزها سادۃ مسد مفعولیہ (ابو السعود ج ۳ ص ۱۵۱) یعنی دنیا میں ہم نے کافروں کو زندہ رہنے اور عیش و عشرت میں منہمک رہنے کی مہلت دے رکھی ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری طرف سے
یہ مہلت ان کے حق میں اچھی اور عمدہ نتائج کی حامل ہے بلکہ انما نملی لهم لیزدادوا اثما ان کو ہمارا مہلت دینا ان کے لئے خیر اور بہتر نہیں ہے یہ مہلت ان کو صرف اس لئے دی جا رہی ہے تا کہ وہ
زیادہ سے زیادہ گناہ کر کے آخرت میں اپنے کیفر کردار کو پہنچیں ولهم عذاب مہین اور وہ ذلت آمیز عذاب کے مستحق ہیں اور ان کفار کے لمبی عمر کے ساتھ گناہوں میں اضافہ ہونا اور ان کا ذلت
آمیز عذاب کے مستحق ہونا یہ سب چیزیں ان کے کفر اختیاری کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ جب ایک شخص سمجھ بوجھ کر محض ضد و عناد کی وجہ سے حق کا انکار کرتا ہے تو اسے قبول حق کی توفیق سے محروم کر دیا
جاتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت ہوتا ہے **۲۷۱** حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ مومنوں پر اللہ کی آزمائشیں کیوں آتی ہیں تو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ
اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ مومن اور منافق آپس میں ملے جلے رہیں اور ان میں کوئی امتیاز نہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو مختلف آزمائشوں میں مبتلا فرما دیتا ہے تا کہ منافق ظاہر ہو کر مخلص مومنوں سے جدا
ہو جائیں ما انتم علیہ سے وہ حالت مراد ہے جس میں مخلص مومنین میں منافقین ملے ہوئے ہوں من اختلاط المومنین المخلص والمنافقین (مدارک ج ۱ ص ۱۵۳) الخبیث سے منافق اور
الطیب سے مخلص مومن مراد ہے منافق کو اس کے کفر و نفاق کی باطنی نجاست و خباثت کی بنا پر الخبیث فرمایا اور مخلص مومن کا قلب اخلاص اور نور ایمان کی طہارت و نورانیت کی وجہ سے طیب و طاہر
ہوتا ہے اور پھر باطنی طہارت کے ساتھ اسے عملی اور اخلاقی طہارت بھی حاصل ہوتی ہے اس لئے اسے الطیب سے تعبیر فرمایا **۲۷۲** یہ ما قبل پر معطوف ہے اور لیطلعکم میں خطاب مومنوں سے
ہے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ خطاب عام ہے مومنوں اور کافروں سب کو شامل ہے والاول اولی یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے۔ مومنوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ انہیں کوئی علامت دی جائے جس
سے وہ مومن اور منافق میں پہچان کر سکیں۔ ان المومنین سألوا ان یعطوا علامۃ یفرقون بها بین المومن والمنافق فنزلت (روح ج ۴ ص ۱۳۸) حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نہ تو ایسا کرے گا کہ مومنوں
اور کافروں کو باہم ملا جلا رہنے دے اور ان میں حد امتیاز قائم نہ کرے بلکہ وہ ضرور منافقین کو مومنین سے جدا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرے گا کہ تم کو غیب کا علم دے دے اور تم دل کی پوشیدہ باتوں پر
مطلع ہو جاؤ اور اس طرح مومن اور منافق کو پہچان لیا کرو بلکہ تمہارے لئے ایک ہی صورت ہے کہ امتحان و ابتلاء اور تکلیف و محنت کے ذریعے بطور استدلال تم مومن اور منافق میں امتیاز کرو جیسا کہ احد میں
واقع ہوا یا معشر المومنین ای ما کان اللہ لیعین لکم المنافقین حتی تعرفوهم ولکن یظهر ذالک لکم بالتکلیف والمحنۃ وقد ظهر ذالک فی یوم احد فان المنافقین تخلفوا واظهروا
الشماتۃ (قرطبی ج ۴ ص ۲۸۹) باقی رہا اطلاع علی الغیب کے ذریعے مومن و منافق میں امتیاز کرنا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو منتخب کرتا ہے اور بذریعہ وحی ان کو اطلاع دیتا ہے۔

تحقیق مزید

جہاں تک آیت کے نفس مفہوم کا تعلق تھا وہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے اب یہاں اہل بدعت کے ایک مغالطہ کا رد مقصود ہے مبتدعین اس آیت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لئے کلی علم غیب ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں الغیب میں الف لام استغراق کیلئے ہے اس آیت میں غیر انبیاء سے الغیب یعنی کلی غیب کی نفی کی
گئی ہے اور پھر لکن سے برگزیدہ رسولوں کے لئے الغیب یعنی کلی غیب کو ثابت کیا گیا ہے لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔ اولاً اس لئے کہ الف لام بلاشبہ استغراق کے لئے بھی آتا ہے لیکن یہ اس کا حقیقی معنی
نہیں بلکہ مجازی ہے اور الف لام عہد خارجی میں اصل اور حقیقت ہے چنانچہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں التعریف لا یلزم ان یکون للاستغراق بل العهد هو الاصل (التلویح ص ۱۶) یعنی لام تعریف
کے لئے ضروری نہیں کہ وہ استغراق کے لئے ہو بلکہ اصل تو عہد خارجی ہے اور مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں۔ انما الفرق بان الجنس لا یحتاج الی مؤنۃ المقام الخطابی بخلاف الاستغراق (حاشیہ
عبد الغفور ص ۳) یعنی جنس اور استغراق میں فرق بایں طور ہے کہ جنس کے لئے مقام خطابی کے قرینہ کی ضرورت نہیں لیکن استغراق قرینہ کا محتاج ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ استغراق میں الف لام کا استعمال مجازی
ہے۔ کیونکہ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ قرینہ کے محتاج ہمیشہ مجازی معنی ہوتے ہیں۔ اور حقیقی معنی محتاج قرینہ نہیں ہوتے۔ اور فاضل مدقق مولانا نور محمد لکھتے ہیں قال العلامۃ التفتازانی فی بعض تصانیفہ
انهم اختلفوا فی اللام المزید بعد رفع الاسم بالابتداء کما فی سلام علیک مذهب بعضهم الی انها تعریف الجنس اذ لا عهد ههنا ولا ثالث لمعنی
اللام باتفاق ائمۃ اللغۃ اس کے بعد صاحب لباب الاعراب سے نقل کیا ہے۔ اللام لا یفید الا التعریف والاسم لا یدل الا علی الجنس فاذن لا یکون ثمہ الاستغراق
نعم یصار الیہ بقرینۃ المقام لا ان یکون مدلول اللام (حاشیہ عبد الغفور ص ۳) دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ الف لام باتفاق ائمہ لغت عہد خارجی اور جنس میں اصل اور حقیقت
ہے اور استغراق میں اس کا استعمال مجازی اور محتاج قرینہ ہے، ہکذا فی المتن المتین وغیرہ۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ استغراق الف لام کا مجازی استعمال ہے تو بلا قرینہ صارفہ حقیقت یعنی عہد خارجی کو

چھوڑ کر استغراق مراد لینا ہرگز جائز نہیں لان المجاز فرع الحقیقۃ اور مجازی معنی صرف اسی وقت مراد لئے جاتے ہیں جب حقیقت متعذر ہو کما قیل اذا تعذر الحقیقۃ ارید المجاز لیکن یہاں تو حقیقی معنی متعذر نہیں ہیں بلکہ ممکن اور عین مراد ہیں کما سیأتی ثانیاً اس آیت میں الف لام کو استغراق پر محمول کرنا ویسے بھی مقام کے مناسب نہیں کیونکہ مقام تو عہد خارجی کا مقتضی ہے اس لئے کہ سوال تو غیب کے ایک خاص معاملہ کے بارے میں تھا یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں صاف صاف بتا دے کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے یعنی ان کے دلوں میں نفاق ہے اس لئے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس غیب کی بات پر مطلع فرما دے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کو اس غیب کی اطلاع دیدے۔ اس لئے الغیب میں الف لام عہد خارجی کے لئے ہے اور اس سے وہ مخصوص غیب مراد ہے یعنی منافقوں کی نشاندہی بذریعہ وحی الٰہی ثالثاً تمام مفسرین حضرات نے یہاں الغیب سے بعض علم غیب مراد لیا ہے ما کان و ما یکون اور جمیع مغیبات کا کلی اور تفصیلی علم کسی نے بھی مراد نہیں لیا۔ تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ الف لام استغراق کے لئے نہیں۔ چنانچہ علامہ قاضی بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیوحی الیہ ویخبرہ ببعض المغیبات (بیضاوی ج ۱ ص۵۶) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے تو اس کی طرف وحی کرتا ہے اور اسے بعض مغیبات کی خبر دیتا ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی بعض علم الغیب (معالم ج ۱ ص۳۸۳) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب فرما لیتا ہے تو اسے بعض علم غیب پر مطلع فرما دیتا ہے علامہ خازن لکھتے ہیں یعنی ولکن اللّٰہ یصطفی ویختار من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی ما یشاء من غیبہ (خازن ج ۱ ص۳۸۳) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اپنے جس بعض غیب کی چاہتا ہے اسکو اطلاع دے دیتا ہے اور علامہ ابن صفی لکھتے ہیں ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء فیخبرہ ببعض المغیبات (جامع البیان ص۶۶) اور مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔ فیطلعہ علی البعض من علوم الغیب احیاناً (تفسیر مظہری ج ۲ ص۱۸۵) یعنی اللہ تعالیٰ جس کو رسول منتخب کرتا ہے اسے بعض غیوب کی اطلاع دیتا ہے اور وہ بھی احیاناً یعنی کبھی کبھی۔ رابعاً اگر یہاں تمام قواعد عربیت اور اصول تفسیر کے خلاف الف لام استغراق کے لئے مان لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا کلی اور تفصیلی علم غیب تھا تو اس سے مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ قرآن مجید کی ان بہت سی آیتوں کی تکذیب لازم آئے گی جن میں نہایت صراحت سے حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے کلی علم غیب کی نفی کی گئی ہے مثلاً وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں جو نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ بھی ان کو نہیں جانتے (کہ یہ منافق ہیں بس) ہم ان کو جانتے ہیں۔ اس آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً مدینہ کے ان منافقین کی پہچان کی نفی کی گئی ہے جو اپنا نفاق چھپانے میں انتہائی حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے جو سورہ آل عمران کے بعد نازل ہوئی تھی تو اگر آل عمران کی آیت سے حضور علیہ السلام کے لئے کلی علم غیب ثابت کیا جائے تو سورۂ توبہ کی بعد میں نازل ہونے والی آیت اس کی نفی کرتی ہے اور یہ کھلا ہوا تضاد ہے جس کا خدا کے کلام میں پایا جانا محال ہے۔ لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ زیر تفسیر آیت میں نہ الف لام استغراق کیلئے ہے اور نہ ہی اس سے حضور علیہ السلام کے لئے ما کان و ما یکون کا کلی علم غیب ثابت ہے۔

۲۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (توبہ ع ۷) اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف (تو) کر دیا (لیکن) آپ نے انکو (ایسی جلدی) اجازت کیوں دے دی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو جنگ میں شریک نہ ہونے کی اجازت دے دی آپ نے ان کی چکنی چپڑی باتوں سے واقعی ان کو معذور سمجھ لیا حالانکہ وہ جھوٹے اور مکار تھے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ نازل فرمائی کہ آپ نے تمام عذر کرنے والوں کو کیوں اجازت دے دی۔ یہاں تک کہ آپ کو عذر میں سچے اور جھوٹے کا علم ہو جاتا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو عذر میں سچے اور جھوٹے کی پہچان نہ تھی۔ یہ آیت بھی سورہ توبہ کی ہے۔

۳۔ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ (تحریم ع ۱) اے نبی کیوں حرام کرتا ہے تو اس چیز کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے (اور وہ بھی) اپنی بیویوں کی رضا جوئی کے لئے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بعض ازواج مطہرات کی خاطر شہد نہ کھانے کی قسم کھائی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کو قسم سے دستبردار ہونے کا حکم دیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک آپکو ما کان و ما یکون کا کلی غیب حاصل نہیں تھا۔ اگر آپ کو کلی غیب ہوتا تو آپ ایک ایسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہ فرماتے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہوتی یہ سورت بھی آل عمران کے بعد نازل ہوئی تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں الغیب میں استغراق ہرگز مراد نہیں۔

۴۔ سورۂ منافقون جو آل عمران کے بعد نازل ہوئی ہے اس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس واقعہ کی تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے چنانچہ صحیح بخاری ج ۲ ص۷۲۸ پر ہے حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ایک غزوہ میں میں نے عبداللہ بن ابی منافق کو کہتے سنا کہ پیغمبر کے ساتھیوں کی مالی امداد مت کرو تاکہ وہ بھوکے مرتے اس کا ساتھ چھوڑ دیں اور اب جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو العیاذ باللہ ان کمینوں کو شہر سے نکال باہر کریں گے۔ میں نے یہ باتیں حضور علیہ السلام تک پہنچائیں تو آپ نے اس منافق کو بلا کر اس سے پوچھا تو وہ صاف مکر گیا۔ اور اس نے قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی کا انکو یقین دلا دیا چنانچہ آپ نے میری تکذیب اور اس کی تصدیق فرما دی جس سے مجھے بہت صدمہ ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقون کی ابتدائی آیتیں نازل فرما کر اصل حقیقت واضح فرمائی کہ ان منافقوں نے یہ باتیں کہی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لفظ بلفظ ان باتوں کی تصدیق فرمائی جو میں نے بیان کی تھیں اور حضور علیہ السلام نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری باتوں کی تصدیق فرما دی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اس واقعہ تک بھی کلی غیب حاصل نہیں تھا۔ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے جو ۹ھ میں پیش آیا۔ تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آل عمران کی آیت میں استغراق مراد نہیں اور نہ ہی اس آیت میں آپ کے کلی علم غیب کا کوئی ثبوت ہے۔

۵۔ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ط وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (توبہ ع ۱۳) اور جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ اسلام کو ضرر پہنچائیں اور اس میں بیٹھ کر کفر کی باتیں کریں۔ اور ایمان والوں میں تفریق ڈالیں اور ان لوگوں کو گھات کی جگہ مہیا کریں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں اور وہ قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے ہماری اور کوئی نیت نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ اس میں کبھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہوں۔ ابو عامر ایک نہایت ہی خبیث اور مکار پادری تھا۔ جو خود تو قیصر روم کے پاس پہنچا تاکہ اسے مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کرے اور ادھر مدینہ کے منافقین کو لکھا کہ وہ مسجد کے نام پر ایک عمارت بنائیں اور نماز کے بہانے اس میں جمع ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں کیا کریں اور اس کے خفیہ خطوط بھی انکو اسی جگہ ملا کریں گے نیز اگر کبھی وہ مدینہ

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ

سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تم کو

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ

بڑا ثواب ہے ۲۷۳ اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس

اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ

چیز پر جو اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کے حق میں بلکہ یہ بہت برا ہے

شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

ان کے حق میں ۲۷۴ طوق بنا کر ڈالا جائیگا انکے گلوں میں وہ مال جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ۲۷۵ ف

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا۔ اور اللہ جو کرتے ہو سو

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ

جانتا ہے ۲۷۶ ف بیشک اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا

کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں ۲۷۷ اب لکھ رکھیں گے

قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ

ہم ان کی بات اور جو خون کئے ہیں انہوں نے انبیاء کے ناحق اور کہیں گے

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

چکھو عذاب جلتی آگ کا ف یہ بدلہ اس کا ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ ع

بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں

ع ۸ ۹ وقف لازم

آیا تو اس کا قیام بھی نہیں ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لئے ایک مسجد نما عمارت بنالی اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر قسمیں کھانے لگے کہ حضرت ہمارا ارادہ نیک ہے ہم صرف یہ چاہتے تھے کہ مسجد قبا ہم سے دور ہے اور بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کا وہاں تک پہنچنا دشوار ہے اس لئے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے تاکہ یہ لوگ اس میں آسانی سے نمازیں ادا کر سکیں۔ اور ہماری دلی خواہش ہے کہ اس مسجد کا افتتاح آپ کی نماز سے ہو اس لئے آپ اس میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے چلیں۔ اس وقت حضور علیہ السلام غزوہ تبوک کی مہم پر جا رہے تھے اس لئے آپ نے ان سے وعدہ فرمالیا کہ تبوک سے واپسی پر میں تمہاری نئی مسجد میں آؤں گا۔ اور اس میں نماز بھی پڑھوں گا۔ چنانچہ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں ولو قدمنا ان شاء الله تعالى اتينا كم فصلينا لكم فيه (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص۳۸۸) یعنی اگر انشاء اللہ اس مہم سے بخیریت واپس آ گئے تو تمہاری مسجد میں جا کر نماز پڑھیں گے۔ جب آپ غزوہ تبوک سے بخیریت واپس تشریف لے آئے تو دل میں ایفائے عہد کا خیال آ گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو اصل حقیقت حال سے آگاہ فرمادیا تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع مغیبات کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو کلی غیب ہوتا تو ان منافقین کی مکاری اور عیاری کا بھی آپ کو علم ہوتا اور آپ مسجد ضرار میں تشریف لے جا کر نماز پڑھنے کا وعدہ نہ فرماتے۔ مندرجہ بالا پانچ آیتیں سورۂ آل عمران کے بعد نازل شدہ سورتوں کی ہیں اور ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلی علم غیب کی صاف صاف نفی ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ آل عمران کی اس آیت میں الغیب کا الف لام استغراق کے لئے نہیں ہے اور نہ ہی یہاں الغیب سے ماکان ومایکون کا کلی علم غیب مراد ہے بلکہ الف لام یہاں عہد کے لئے ہے اور الغیب سے احد میں بیوفائی کرنے والے منافقین کی پہچان مراد ہے حاصل یہ کہ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کرنا سراسر غلط اور باطل ہے ۲۷۳ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ تم کو اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع نہیں کرتے کا تو اب تمہارے لئے صرف یہی چیز باقی رہ جاتی ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور اس پر قائم رہو تمہارا کام ایمان و تصدیق ہے نہ کہ علم غیب حاصل کرنے کی تگ کرنا۔ ای علیکم التصدیق لا التشوف الی اطلاع الغیب (قرطبی ج ۴ ص۲۹)

جہاد کے بعد ترغیب الی الانفاق ۱۲

یہاں اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کو قادر مطلق مانو اور صرف اسے ہی عالم الغیب اور پوشیدہ باتیں جاننے والا سمجھو اور رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں اللہ نے ان کو اپنی رسالت کے لئے چنا ہے اور وہ عالم الغیب نہیں ہیں ان کو صرف اتنا ہی غیب معلوم ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو بتا دیا اور وہ اللہ کی طرف سے وحی کے بغیر دین میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ فامنوا بالله ورسله بان تقدروه حق قدره وتعلموه وحده مطلعا على الغيوب وان تنزلوهم منازلهم بان تعلموهم عبادا مجتبين لا يعلمون الا ما علمهم الله ولا يخبرون الا بما اخبرالله به من الغيوب وليسوا من علم الغيب في شيئ (بحر ج ۳ ص۱۲۷) المراد من الايمان بالله تعالى ان يعلموه وحده مطلعا على الغيب ومن الايمان برسله ان يعلموهم عبادا مجتبين لا يعلمون الا ما علمهم الله تعالى ولا يقولون الا ما يوحى اليهم في امر الشرائع (روح ج ۴ ص۱۳۳) وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا الخ اور اگر تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر کما حقہ ایمان لے آؤ گے اور پھر اللہ کے اوامر و نواہی میں اس کی مخالفت سے بچو گے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و احسان سے تم کو اتنا بڑا اجر اور ثواب عطا کرے گا جو اندازے اور حساب سے باہر

موضح قرآن ف جو کوئی زکوٰۃ نہ دے گا، اس کا مال اژدہا بن کر گلے میں پڑے گا۔ اور اسکے کلے چیرے گا اور اللہ وارث ہے یعنی آخر تم مر جاؤ گے اور مال اسی کا ہو رہے گا تم اپنے ہاتھ سے دو تو ثواب پاؤ ف یہود نے جو یہ آیت سنی کہ اقرضوا اللہ کہنے لگے کہ اللہ ہم سے قرض مانگتا ہے تو اللہ محتاج ہے اور ہم دولتمند ہیں۔

فتح الرحمن ف یعنی آں مال را بصورت مار در گردن ایشان اندازند ۱۲ ف یعنی چوں یہود شنیدند اقرضوا اللہ گفتند ما غنی ایم و خدا فقیر است ۱۲

ہوگا۔ لا یکلمہ ولا یحدثہ فی الدنیا والآخرۃ (روح ج ۴ ص ۱۳۹) خلاصہ ماقبل۔ شبہ متعلقہ جہاد کا بالتدریج جواب ارشاد فرمایا۔ پہلے اذ ہمت طائفتٰن سے لعلکم تشکرون (ع ۱۳) تک فرمایا کہ تم کو کب بے یار و مددگار چھوڑا ہے۔ میدان احد میں بھی تمہاری مدد کی تم میں سے دو قبیلوں نے بزدلی دکھانے اور جنگ میں شریک ہونے کا ارادہ کر لیا تو اللہ نے ان کو تھام لیا اور ان کی ہمتیں مضبوط کر دیں اور اس سے پہلے جنگ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تم تعداد میں کم اور بے سر و سامان تھے۔ لیکن پھر بھی اللہ نے تم کو فتحیاب فرمایا۔ اس کے بعد ع ۱۴ میں علیٰ سبیل الترقی فرمایا وتلک الایام نداولہا بین الناس ولیعلم اللہ الذین اٰمنوا الخ یہ شکست اللہ کی حکمت بالغہ کا عین مقتضا تھی اللہ تعالیٰ مخلص مومنوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اگر احد میں تمہیں مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ تو ہوا کیا تمہارے دشمن بھی تو تمہارے ہاتھوں اس قدر نقصان اٹھا چکے ہیں۔ آخر میں اس سے ترقی کر کے فرمایا ولقد صدقکم اللہ وعدہ الخ (ع ۱۶) یہ شبہ کا اصل جواب ہے یعنی اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا فرما دیا اور وعدہ کے مطابق تمہاری امداد فرمائی اور تم کو فتح بھی دے دی۔ لیکن تمہاری کوتاہی اور امر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے تمہاری فتح شکست میں بدل گئی۔

اب تک چار فریقوں کا ذکر آچکا ہے (۱) مومنین مخلصین (۲) منافقین طاعنین (۳) شہداء اور (۴) حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ولا تھنوا ولا تحزنوا الخ (ع ۱۴) سے یغشیٰ طائفۃ منکم (ع ۱۶) تک مخلصین کا ذکر ہے جس میں ان کو زجریں بھی ہیں اور قتال و انفاق کی ترغیبیں بھی ان کی کوتاہیوں پر عفو و درگذر کا اعلان بھی تاکہ ان کی ان فروگذاشتوں کی بنا پر کوئی ان کے خلاف زبان طعن نہ کھولے اس لئے ایک ہی رکوع میں دو دفعہ اعلان فرمایا ولقد عفا عنکم اور ولقد عفا اللہ عنھم (ع ۱۶) پھر فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم الخ (ع ۱۷) سے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مشفقانہ برتاؤ کی تعریف و تحسین فرمائی کہ جن کی غلطی شکست کا سبب بنی اور اسی طرح جو مسلمان شکست خوردہ ہو کر بھاگے ان پر سختی نہیں فرمائی۔ بلکہ پیار و محبت سے ان کی دلجوئی کی نہ دل میں ان کے بارے میں کدورت باقی رکھی اور نہ زبان سے سختی کی۔ فرمایا آپ کی نرم خوئی اور مشفقانہ برتاؤ یہ سب آپ پر اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو ایسے کریمانہ اخلاق کی دولت عطا فرمائی ہے اگر آپ ان سے سختی کا برتاؤ کرتے تو وہ سب بددل ہو کر آپ سے برگشتہ ہو جاتے آخر میں ارشاد ہوا کہ آپ ان سے درگذر فرمائیں اور آئندہ کے لئے امور مہمہ میں ان سے مشورہ کریں تاکہ مزید ان کی دلجوئی ہو جائے اس سے یہ مسئلہ معلوم ہو گیا کہ اگر ماتحتوں سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ان سے سختی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ان سے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اور طائفۃ قد اھمتھم انفسھم (ع ۱۶) سے ان کنتم صدقین تک منافقین کے مختلف حالات بیان کئے ہیں اور درمیان میں ان کو زجر فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مشفق و مہربان ہستی جو نہ دل میں کسی کے خلاف کینہ رکھے اور نہ زبان سے سختی کرے۔ کیا اس پر خیانت کا طعن کرتے ہو لقد من اللہ علی المؤمنین الخ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے اس پر طعن کرنے کی بجائے تمہیں تو اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا سے لا یضیع اجر المؤمنین تک اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی فضیلت اور ان کے ثواب کا ذکر ہے پھر الذین استجابوا سے منھم اجر عظیم (ع ۱۸) تک تین چیزیں بیان کی گئی ہیں پہلے تمام مومنین مخلصین کی شان اور ان کی تعریف فرمائی جو اللہ کی راہ میں لڑے۔ زخموں پر زخم کھائے اور عزیزوں کی شہادت کے صدمات برداشت کئے۔ پہلے ان کو زجریں کی تھیں یہاں ان کی دلجوئی فرمائی تاکہ ان کے زخمی دلوں کی مرہم پٹی ہو جائے پھر ولا یحزنک سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ ان شریر منافقوں کا غم نہ کریں یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اس کے بعد منافقین اور مشرکین کو زجر فرمایا اور ان کو عذاب اخروی سے تخویف فرمائی ۲۷۲ ولا یحسبن سے واللہ بما تعملون خبیر تک مضمون انفاق کا پہلی بار اعادہ ہے۔ یہاں جہاد میں خرچ کرنے کی ترغیب فرمائی ہے یعنی تم اللہ کی راہ میں خرچ کیوں نہیں کرتے ہو۔ یہ سب کچھ دیا ہوا تو اللہ ہی کا ہے پھر اس کا دیا ہوا مال اسی کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرنا بہت بری بات ہے۔ آخر تم مرو گے اور سب کچھ دنیا میں چھوڑ جاؤ گے۔ باقی تو صرف اللہ ہی رہے گا۔ سورۃ آل عمران اور سورہ بقرہ میں مضمون انفاق کی آیتوں سے اس آیت کا ربط اس طرح ہے۔ سورہ بقرہ میں ایک جگہ فرمایا وانفقوا فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو پھر فرمایا من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ آل عمران میں علیٰ سبیل الترقی فرمایا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تو درکنار تم تو قرضہ بھی سود کے بغیر نہیں دیتے ہو۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا کہ تم ہر حال میں (فی السراء والضراء) اللہ کی توحید اور اس کے دین کی خاطر مال خرچ کرتے اور توحید کو ماننے والوں کی غلطیوں پر غصہ پی جاتے اور ان سے درگذر کرتے۔ اب یہاں فرمایا یاد رکھو اگر اللہ کی راہ میں مال خرچ نہ کیا۔ اور اگر بخل ہی کرتے رہو گے تو آخرت میں اس کی سزا پاؤ گے اور اس کا برا نتیجہ بھگتو گے وجہ الاحتیاط انہ تعالیٰ لما بالغ فی التحریض علی بذل الارواح فی الجہاد وغیرہ شرع ھھنا فی التحریض علی بذل المال وبین الوعید الشدید لمن یبخل الخ (روح ج ۴ ص ۱۳۹) یہاں لا یحسبن کا پہلا مفعول محذوف ہے یعنی البخل اور خیرا لھم اس کا دوسرا مفعول ہے اور ھو ضمیر فصل ہے قال الخلیل وسیبویہ والفراء المعنی البخل خیرا لھم ای لا یحسبن الباخلون البخل خیرا لھم (قرطبی ج ۴ ص ۲۹۰) بخیل اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے اپنے فعل بخل کو اپنے حق میں مفید سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ نادان خیال کرتے ہیں کہ خرچ کرنے سے مال کم ہو جائے گا۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ بخل ان کے لئے مفید نہیں بلکہ سخت مضر اور بری چیز ہے جیسا کہ آیت کے اگلے حصے میں بیان فرمایا ۲۷۵ یہ بخل کے مضر اور شر ہونے کا بیان ہے اور بخل کرنے والوں یعنی مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں اور جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنے والوں کے لئے تخویف اخروی ہے یہ آیت اپنے ظاہر پر محمول ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اٰتاہ اللہ مالا فلم یؤد زکوٰتہ مثل لہ مالہ شجاعا اقرع لہ زبیبتان یطوقہ یوم القیمۃ یاخذ بلھزمتیہ یعنی شدقیہ یقول انا مالک انا کنزک ثم تلا ھذہ الاٰیۃ (بخاری ج ۲ ص ۶۵۵) جس کو اللہ نے مال دیا لیکن اس نے اس کا حق ادا نہ کیا تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے اژدہا کی صورت میں متمثل کیا جائے گا جس کی آنکھوں پر سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر اس سے کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ۲۷۶ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ یہ تمام اموال و املاک جو ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں یہ سب اللہ ہی کی عطا کردہ ہیں اور آخر کار یہ تمام مدعی مر کھپ جائیں گے اور صرف اللہ ہی باقی رہے گا۔ جب یہ تمام اموال و املاک اللہ کی ہیں۔ اسی کے عطا کردہ ہیں اور انجام کار بھی اسی کی رہیں گی تو پھر ان چیزوں کے خرچ کرنے میں بخل کرنا اور وہ بھی اللہ کی راہ میں اور بھی مذموم اور بری بات ہے۔ ۲۷۷ یہ ترغیب علی الانفاق اور تخویف اخروی کے بعد منافقین یہود کا شکوی ہے جب اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کی اقرضوا اللہ قرضا حسنا سے ترغیب دی تو وہ ازراہ استہزاء و تمسخر کہنے لگے کہ اللہ محتاج ہے اور ہم دولت مند ہیں کیونکہ وہ ہم سے قرض مانگ رہا ہے سنکتب ما قالوا یہ تخویف اخروی ہے اور یہاں سین تاکید کے لئے ہے اور لکھنے کی نسبت اللہ کی طرف مجازی ہے یعنی جو کچھ انہوں نے کہا ہے ہم ضرور کراما کاتبین کو اسے لکھنے کا حکم دیں گے اور اسے ضرور قلمبند کر لیا جائے گا۔ ای تامر الحفظۃ باثبات قولھم الخ قرطبی ج ۴ ص ۲۹۵) والسین للتاکید ای لن یفوتنا ابدا تدوینہ واثباتہ (روح ج ۴ ص ۱۴۱) وقتلھم الانبیاء بغیر حق یہ ما قالوا پر معطوف ہے یعنی ہم نے

لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ
کسی رسول کا جب تک نہ لادے ہمارے پاس قربانی کہ کھاجائے اس کو آگ ۲۷۸ تو کہہ
جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ
تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر ان کو کیوں
فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ
قتل کیا تم نے اگر تم سچے ہو ف ۲۷۹ پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلادیں
فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ
تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول جو لائے نشانیاں اور
الزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ
صحیفے اور کتاب روشن ۲۸۰ ہر جی کو چکھنی ہے موت
وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ
اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن ۲۸۱ پھر جو کوئی دور
عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ
کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا اور نہیں زندگانی
الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ
دنیا کی مگر پونجی دھوکے کی ۲۸۲ البتہ تمہاری آزمائش ہو گی مالوں میں
وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اور جانوں میں ۲۸۳ اور البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں
مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ؕ وَاِنْ
سے اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾
تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں ۲۸۴

ان کا مذکورہ بالا قول اور قتل انبیاء علیہم السلام اور ان کے قتل پر رضامندی کا جرم بھی ان کے اعمال ناموں میں ثبت کر لیا ہے قیامت کے دن وہ خود ہی اپنے اعمالنامے پڑھ لیں گے اس وقت ان کے عذاب میں اضافہ کرنے اور ان کی حسرت و یاس بڑھانے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنے ان سابقہ گناہوں کی پاداش میں جہنم کا عذاب چکھو۔ یہاں تک یہود کے لئے وعید اور تخویف اخروی ہے ذٰلک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید یہ ماقبل ہی کا تتمہ ہے اس میں بیان فرمایا کہ سزا ان کے خود کردہ گناہوں کی ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں کہ بندوں کو ناحق سزا دے۔ ۲۷۸ یہ پہلے الذین قالوا سے بدل ہے اور اس میں یہود کے ایک قول باطل اور ان کے ایک صریح بہتان کا شکوی ہے جہاں انہوں نے از راہ تمسخر یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے جو بندوں سے خیرات مانگتا ہے وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ پر یہ صریح بہتان بھی باندھا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ جب تک کوئی پیغمبر ہمیں یہ معجزہ نہ دکھائے کہ آسمان سے آگ آئے اور اس کی قربانی کو کھا جائے اس وقت تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں اس بہتان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طعن کرنا تھا کہ چونکہ آپ نے ایسا کوئی معجزہ نہیں دکھایا اس لئے آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں (معاذ اللہ) نیز وہ کہتے کہ پہلے پیغمبر تو قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ لیکن یہ قربانی کا گوشت کھاتا ہے اور پہلے رسولوں کی مخالفت کرتا ہے اس لئے یہ کس طرح رسول ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہم اس کے پیش کردہ مسئلہ توحید کو بھی نہیں مانتے۔ ان دعوی اولئک الیہود ھذا العہد من مفتریاتھم (روح ج ۴ ص ۱۴۴) ۲۷۹ یہ یہود کے کذب و افتراء اور شکوی اور ان کے مطالبہ کا جواب ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ ان کو یہ جواب دیں کہ مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کے کئی رسول تمہارے پاس آئے اور انہوں نے تمہیں کئی معجزے بھی دکھائے اور خاص طور پر جس معجزے کا تم اب مطالبہ کر رہے ہو یعنی آسمانوں سے آگ اترے اور قربانی کی چیز کھا جائے، وہ بھی تمہیں دکھایا گیا۔ لیکن اس کے باوجود تم نے ان رسولوں کو نہ مانا بلکہ ان میں سے کسی ایک کو تمہارے باپ دادا نے قتل بھی کر دیا اس لئے تمہارا مخصوص معجزے کا مطالبہ تلاش حق اور طلب ہدایت پر مبنی نہیں بلکہ محض تعنت اور ضد کی وجہ سے تم یہ مطالبہ کر رہے ہو اگر تم اپنے مطالبہ میں صادق ہوتے اور تم سچائی اور ہدایت کے طالب ہوتے تو ان رسولوں کو مان لیتے اور ان پر ایمان لے آتے۔ ان کی تکذیب نہ کرتے اور نہ ان کو قتل کرتے فالمعنی ان ھذا منکم معشر الیہود تعلل و تعنت فلو جاءہ بالقربان لتعللوا بغیر ذلک مما یقترحونہ (بحر ج ۳ ص ۱۳۲) اعلم انہ تعالیٰ بین بھذہ الدلائل انھم یطلبون ھذہ المعجزۃ لا علی سبیل الاسترشاد بل علی سبیل التعنت الخ (کبیر ج ۳ ص ۱۴۳) ۲۸۰ یہ ایک طرف حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ ہے اور دوسری طرف جھٹلانے والوں کے لئے زجر و توبیخ ہے۔ فرمایا اگر یہ اہل کتاب آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ اس سے غمگین اور دلگیر نہ ہوں اس قسم کے ضدی اور متعنت لوگ پہلے رسولوں کے وقت بھی موجود تھے اور انہوں نے بھی ان کی تکذیب کی حالانکہ وہ تمام پیغمبر دلائل و معجزات اور اللہ کی طرف سے نور ہدایت پھیلانے والی کتابیں لے کر آئے تھے اس لئے یہ معاملہ تو پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی پیش آ

ل جواب شکوی ۱۲

۲ تسلی برائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

۳ اعادہ مضمون جہاد دوسری بار ۱۲

۴ اعادہ مضمون انفاق دوسری بار ۱۲

۵ اعادہ ہر دو مضمون جہاد و انفاق تیسری بار بطریق لف و نشر مرتب ۱۲

۶ تسلی برائے مؤمنین و زجر برائے احبار و رہبان یہود ۱۲

موضح قرآن ف ۱ بعضے رسولوں سے معجزہ ہوا تھا کہ کچھ چیز اللہ کی نیاز رکھی پھر آسمان سے آگ آئی اس کو کھا گئی تب وہ قبول ہوئی۔ اب یہود بہانے پکڑتے تھے کہ ہم کو حکم ہے کہ جس سے یہ معجزہ نہ دیکھیں اس پر یقین نہ لاویں اور یہ جھوٹے بہانے تھے۔ ہر نبی کو معجزہ ملا ہے جدا۔ سب کو ایک ہی معجزہ کیا لازم ہے ۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی گوسفندی از غیب آتش او را بسوزاند ۱۲

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اور جب اللہ نے عہد لیا کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کرو
لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ
گے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے ف۲۸۵ پھر پھینک دیا انہوں نے
ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا
وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے تھوڑا سا مول سو کیا برا ہے جو
يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا
خریدتے ہیں تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور
وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا
تعریف چاہتے ہیں بن کئے پر ف۲۸۶ سو مت
تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾
سمجھ ان کو کہ چھوٹ گئے عذاب سے اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک ف۲۸۷
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر
قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ
قادر ہے ف۲۸۸ بیشک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ
دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو ف۲ ف۲۸۹ وہ جو
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ
یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور
يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا
فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں ف۲۹۰ کہتے ہیں اے رب

ع ۱۹ ۱۰

۱؎ زبر بیان سے اجاگر و بیان ہو ۱۲

۲؎ بیقدر عوض یعنی نذر و نیاز کی آمدنی اور اپنی گدیوں کی حفاظت کی خاطر ۱۲

۳؎ سورت کے چار مضامین میں سے مضمون توحید کا اعادہ مع دلیل عقلی ۱۲

چکا ہے۔ وفی ذالک کمال توبیخھم وتوضیح صدق نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وتسلیۃ لہ بین نوتھا تسلیۃ (روح ج ۴ ص۱۴۵) ف۲۸۱ یہاں دوبارہ مضمون جہاد کا اعادہ ہے اور جہاد کرنے کی ترغیب فرمائی ہے کہ جہاد میں شریک نہ ہونے کی وجہ تو یہی ہو سکتی ہے کہ اس میں موت کا ڈر ہے کہ کہیں مارے نہ جائیں لیکن یاد رکھو موت کا مزہ تو ہر کسی کو چکھنا ہے اور موت ہر حال میں آئے گی خواہ تم گھروں میں بیٹھے رہو یا قتال میں شرکت کرو اس لئے تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم جہاد کرو کیونکہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بہت بڑی نیکی اور اعلیٰ درجہ کا نیک عمل ہے اس کے دنیوی فوائد مثلاً اپنے مال وجان، عزت وآبرو اور ملک وملت کی حفاظت اور مال غنیمت وغیرہ کے علاوہ آخرت میں بھی تمہیں اس کا پورا پورا اجر وثواب ملے گا۔ فمن زحزح عن النار الخ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تو سیدھے جنت میں داخل ہو جاؤ گے ف۲۸۲ یہ مضمون انفاق کا دوسری بار اعادہ ہے یعنی دولت دنیا تمہیں اس قدر محبوب ہے کہ تم اسے اللہ کی راہ میں بھی خرچ نہیں کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ دولت تم کو کچھ فائدہ دے گی لیکن سن لو یہ دنیا کی زندگی اور اس کا سازوسامان اور مال ومتاع بالکل عارضی اور فانی ہے اور اجر آخرت پر جو تمہیں اللہ کی راہ میں مال وجان دینے سے حاصل ہوگا۔ اس چند روزہ دنیوی عیش وعشرت کو کیوں ترجیح دیتے ہو یہ سراسر دھوکے کا سودا ہے جو اپنی ظاہری خوب صورتی سے تم کو آخرت سے غافل کر رہا ہے وما نفع الحیاۃ الدنیا الا نفع الخ (ای نفع یغفل عن النفع الحقیقی لدی وامہ وھو النفع فی الحیاۃ الاخرویۃ (بحر ج ۳ ص۱۳۲) ای تغر المومن وتخدعہ فیظن طول البقاء وھی فانیۃ (قرطبی ج ۴ ص۳۰۲) ف۲۸۳ یہاں تیسری بار مضمون انفاق وقتال کا لف ونشر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ فرمایا ابھی تم پر مال وجان کے سلسلے میں کئی امتحانات آئیں گے۔ مال میں امتحان یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر کارہائے خیر میں مال خرچ کرنے کا حکم ہوگا۔ یا مال پر آفات وبلیات آئیں گی اور جان میں ابتلاء یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہوگا۔ قتل وجراح، قید وبند اور دیگر مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ای لتختبرن (فی اموالکم) بالانفاق فی سبیل اللہ وبما یقع فیھا من الآفات (وفی انفسکم) بالقتل والاسر والجراح وما یرد علیھا من انواع المخاوف والمصائب (مدارک ج ۱ ص۱۵۱) اسلئے ان امتحانات کے لئے تیار ہو جاؤ اور ان تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے اپنی ہمتوں کو آمادہ کرو۔ ولتسمعن من الذین اوتوا الکتب الخ یہ بھی ابتلاء ہی کی ایک صورت ہے الذین اوتوا الکتب سے یہود ونصاریٰ اور الذین اشرکوا سے مشرکین عرب مراد ہیں اور اذیً کثیرا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں توہین آمیز کلمات، ہجویہ نظمیں، اسلام اور مسلمانوں پر طعن وتشنیع اور ان کا تمسخر مراد ہے۔ من الطعن فی الدین الحنیف والقدح فی احکام الشرع الشریف وصدمت اسرادات یومن وتخطئۃ من امن وما کان من کعب بن الاشرف واضرابہ من ھجاء المومنین الخ (ابو السعود ج ۳ ص۱۶۷) یعنی تم اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت کچھ طعن وملامت اور تحقیر وتذلیل کی باتیں سنو گے اور یہ بھی تمہارے حق میں ایک امتحان ہو گا۔ ان دشمنان دین اور اعداء اسلام کی باتیں سن کر تم بد دل مت ہونا۔ نہ ہمت ہارنا اور نہ

موضح قرآن ف۱ وہی یہود مسئلے غلط بتاتے اور رشوتیں کھاتے اور پیغمبر کی صفت چھپاتے پھر خوش ہوتے کہ ہم کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں کہ خوب عالم دین دار وحق پرست ہیں۔ ف۲ یعنی نبی سے معجزہ مانگنا کیا ضرور جو بات وہ کہتا ہے یعنی توحید اسکی نشانیاں سارے عالم میں نمودار ہیں۔

ہی ان کی باتوں سے مشتعل ہو کر سنجیدگی اور تقوی کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا اور ان تمام امتحانات کا صبر و تحمل اور متانت سے مقابلہ کرنا ۲۸۴ اس میں ایمان والوں کو بوقت ابتلاء و امتحان جرأت و شجاعت سے کام لینے اور اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے دی گئی تکلیفوں پر صبر و ثبات کا دامن تھامنے کی تلقین کی گئی ہے ذالک سے صبر و تقوی کی طرف اشارہ ہے اور عزم الامور میں عزم مصدر بمعنی اسم مفعول ہے اور عزم الامور سے مراد وہ کام ہیں جو نہایت اہم اور تاکیدی ہوں اور جن کو بجا لانے کا ہر ایک کو عزم اور پختہ ارادہ کرنا چاہیئے۔ ای الامور التی ینبغی ان یعزمہا کل احد (روح ج ۴ ص ۱۴۸) یہ جملہ جواب شرط مقدر کی علت ہے اور اس کے قائم مقام ہے ای وان تصبروا وتتقوا فھو خیر لکم فان ذلک من عزم الامور (ابو السعود ج ۲ ص ۱۶۷) اس سے موجودہ دور کے مبلغین توحید کو سبق حاصل کرنا چاہیئے اگر آج کل کے مشرک مولوی، پیر اور گدی نشین ان کو گالیاں دیں، ان پر طعن و تشنیع کریں اور ان کو بے ادب اور گستاخ کہکر بدنام کرنے کی کوشش کریں تو انہیں ان کی پرواہ کئے بغیر صبر و تحمل اور ثبات و استقلال سے اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے ۲۸۵ یہ ماقبل ہی سے متعلق ہے پہلے مومنوں کو تشجیع دلائی کہ اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے دی گئی ایذاؤں پر صبر کریں اب یہاں اہل کتاب کے لئے زجر کا ذکر فرمایا کہ ہم نے ان سے عہد لیا تھا کہ وہ حق یعنی مسئلہ توحید کو مانیں گے اور اسے بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں لیکن انہوں نے اس عہد و میثاق کی کوئی پروا نہ کی فنبذوہ وراء ظہورہم ہ ضمیر میثاق کی طرف راجع ہے انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کی پابندی نہ کی واشتروا بہ ثمنا قلیلا بہ کی ضمیر الکتاب کی طرف راجع ہے جس کتاب کو کھول کھول کر بیان کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس کتاب کو بیان کرنے کی بجائے اسے عوام سے پوشیدہ رکھا اور کوئی حق بات ان کے کانوں تک نہ پہنچنے دی اور یہ سب کچھ محض دنیائے دنی کی حقیر دولت اور دنیا کی فانی اور عارضی عیش اور اپنی گدیوں کی حفاظت کی خاطر کیا۔ اس آیت میں خاص طور پر علماء یہود مراد ہیں یعنی فنحاص واشیع واتباعھما من الاحبار (ابن جریر ج ۴ ص ۱۲۶) یہ لوگ محض اپنی دنیوی ریاست عزت و وقار اور نذر و نیاز کی آمدنی کی حفاظت کے لیے حق چھپاتے تھے اور عوام کو الو بنا کر غلط راہ پر ڈال رکھا تھا۔

۲۸۶ اس کا تعلق ولا تکتمونہ سے ہے احد ما اتوا سے کتمان حق اور تحریف کا فعل مراد ہے یعنی پہلے تو ان علماء اہل کتاب نے عہد کیا تھا کہ وہ حق بیان کریں گے مگر اب وہ ایک طرف تو عہد شکنی کر کے حق چھپا رہے ہیں اور پھر اس فعل پر خوش بھی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کی مدح سرائی ہو اور ان کی حق بیانی دیانت و امانت اور ان کے علم و فضل کی تعریف کی جائے قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ہم الیہود حرفوا التوراۃ وفرحوا بذالک واحبوا ان یوصفوا بالدیانۃ والفضل (ابو السعود ج ۳ ص ۱۷۰) ۲۸۷ یہ علماء یہود کے لئے تخویف اخروی ہے اور اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر مخاطب سے ان کی ظاہری شان و شوکت اور ٹھاٹھ سے کوئی یہ اندازہ نہ کر بیٹھے کہ شاید آخرت میں بھی یہ لوگ عیش میں ہوں گے بلکہ اس بات کا تو کسی کے ذہن میں گمان اور خیال بھی نہ آنے پائے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ انہیں مفسدانہ اور گمراہانہ کارروائیوں کی ضرور سزا ملے گی جو بہت ہی دردناک ہوگی فاخبرات لھم عذابا الیما بما افسدوا

ر۱ مضمون رسالت کی طرف اشارہ ۱۲

ر۲ مضمون جہاد کی طرف اشارہ ۱۲

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ

ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو ہمکو بچا دوزخ کے عذاب سے ۲۸۸ اے

اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ

رب ہمارے جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رسوا کر دیا اور نہیں کوئی گنہگاروں کا

مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ

مددگار ۲۸۹ اے رب ہمارے ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان

اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

لانے کو ۲۹۰ کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لائے۔ اے رب ہمارے اب بخش دے گناہ ہمارے

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَ

اور دور کر دے ہم سے برائیاں ہماری اور موت دے ہمکو نیک لوگوں کیساتھ اے رب ہمارے

اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

اور دے ہمکو جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطہ سے اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن

اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ

بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ۲۹۱ پھر قبول کی ان کی دعا ان کے رب نے کہ میں

لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

ایک ہو پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے

وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ

اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے البتہ دور کروں گا میں ان سے برائیاں

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

ان کی اور داخل کروں گا انکو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں۔

موضح قرآن ف۱ عبث نہیں بنایا یعنی اس عالم کا انتہا ہے دوسرے عالم میں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی بغیر تدبیر بلیغ ۱۲

الذین علی عباد اللہ (قرطبی ج ۴ ص ۳۱۰) اسی طرح موجودہ زمانہ کے گدی نشین اور بدعت پسند مولوی محض اپنی گدیوں اور اپنے جھوٹے وقار کی خاطر مسئلہ توحید کو چھپاتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں کرتے۔ سورۂ آلِ عمران میں چار مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ۔ اب یہاں ان چاروں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ پہلے مضمونِ توحید کا اعادہ ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں چونکہ زیادہ تر نصاریٰ کی اصلاح مدنظر تھی، جو حضرت عیسےٰؑ، مائی مریمؑ اور آلِ عمران کو کارساز سمجھتے اور ان کو پکارتے تھے، اس لئے فرمایا لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۲۸۸ف یعنی سب کچھ اللہ کا ہے نہ کہ حضرتِ عیسےٰؑ، حضرت مریمؑ اور آلِ عمران کے کسی بزرگ کا۔ اور ہر چیز کا خالق اور ہر چیز پر قادر بھی صرف اللہ ہی ہے نہ کہ یہ حضرات۔ جب زمین و آسمان کا مالک اور ساری کائنات میں متصرف و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی قدرت اس قدر کامل اور حاوی ہے کہ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں تو پھر عبادت اور پکار کے لائق بھی صرف وہی ہے اور وہی سب کا حاجت روا اور مشکل کشا ہے اور اس کے سامنے نہ کوئی شفیع غالب ہے اور نہ کوئی صفاتِ کارسازی میں اس کا شریک و نائب ہے۔ ای السلطان القاهر فیهما بحیث یتصرف فیهما وفیما فیهما کیفما یشاء ویرید ایجادًا واعدامًا احیاءً وامانةً تعذیبًا واثابةً من غیر ان یکون لغیره شائبة دخل فی شیء من ذلک بوجه من الوجوه (ابو السعود ج ۳ ص ۱۶۲) ۲۸۹ف یہ بھی دعوائے توحید پر عقلی دلیل ہے۔ زمین و آسمان کی پیدائش میں اور دن رات کی آمد و رفت میں عقل و فہم رکھنے والوں اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ کی توحید، اس کی کمالِ صنعت و حکمت کے واضح دلائل موجود ہیں۔ اگر نظامِ فلکی کو دیکھا جائے تو اس میں سورج اور چاند، لاتعداد ستارے، آسمانوں اور سیاروں کی حرکات اور گردشِ فلک، آسمان کے آثار و نتائج، زمین کی شکل و صورت، اس پر اگنے والی کھیتیاں، باغات، پھل پھول اور زمین کے پیٹ کے خزانے۔ موسموں کی تبدیلی۔ دن رات کا اختلاف۔ دن رات کی کمی بیشی، غرضیکہ یہ امور اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ ان سب کا پیدا کرنے والا اور اس پورے نظام کا نظم و نسق قائم رکھنے والا ایک ہی مدبر، صنعت و حکمت میں فرد اور صفاتِ کمال میں واحد و یکتا ہے ۲۹۰ف الذین یذکرون سے بعضکم من بعض تک اولی الالباب کے اوصاف اور ان کے حالات کا ذکر ہے۔ یہاں تک ان کی صفتیں بیان فرمائیں۔ ایک یہ کہ وہ ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے اور اس کی توحید کو بیان کرتے اور اسے ہی پکارتے رہتے ہیں اور کسی حال میں بھی اس سے غافل نہیں ہوتے۔ دوم یہ کہ وہ زمین و آسمان کی مخلوقات اور کائناتِ عالم میں غور و تدبر کرتے رہتے ہیں اور کائنات کے ذرے ذرے سے اللہ کی توحید پر استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں۔ ۲۹۱ف یہ اولی الالباب کی دعا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے کا اعتراف کرتے اور کہتے ہیں اے اللہ! تو ہی کارساز ہے نظامِ عالم کے پیدا کرنے میں اور اسے چلانے میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ ای یقولون ما خلقته عبثًا وهزلا بل خلقته دلیلا علی قدرتک وحکمتک (قرطبی ج ۴ ص ۳۱۵) ۲۹۲ف یہ اولی الالباب کی دوسری دعا ہے جس میں عذابِ جہنم سے پناہ مانگنے کے لئے انتہائی تضرع و زاری کا اظہار ہے اور پہلی دعا کیلئے بمنزلہ علت ہے۔ یعنی اے ہمارے پروردگار تو جن مشرکوں اور نافرمانوں کو جہنم میں داخل کردے گا ان کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا اور انہیں کوئی نہیں بچا سکے گا اور جہنم کا داخلہ انتہائی ذلت اور ہلاکت کی آخری منزل ہوگی اس لئے اے ہمارے مہربان پروردگار ہمیں اس سے محفوظ فرمائیے گا۔ ۲۹۳ف یہ بھی ان کی دعا کی حکایت ہے اور اس میں مضمونِ رسالت کا اعادہ ہے کیونکہ منادی سے یہاں حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ یعنی اے اللہ! تیرے پیغمبر نے مسئلہ توحید بیان کیا، ہم نے اسے مان لیا۔ جیسا کہ ابنِ عباس رض، ابنِ مسعود رض اور ابن جریج رض وغیرہم سے منقول ہے والمراد بالمنادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وهو المروی عن ابن مسعود وابن عباس وابن جریج واختاره الجبائی وغیره (روح ج ۴ ص ۱۶۳) ۲۹۴ف یہاں تک اللہ کے نیک بندوں کی دعائیں تھیں ان سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اللہ کے پیارے اور نیک بندے تو خود اللہ کے محتاج اور اس کے سامنے عاجز ہیں اور دم دم میں اس کو یاد کرتے اور اس

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾

یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے اچھا بدلہ

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ ﴿١٩٦﴾

تجھ کو دھوکا نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا شہروں میں ۲۹۵ف

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾

یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ

نہریں ۲۹۶ف ہمیشہ رہیں گے ان میں مہمانی ہے اللہ کے ہاں سے

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ

اور جو اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے نیک بختوں کے واسطے اور کتاب والوں میں بعضے

الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ

وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر ۲۹۷ف اور جو اترا تمہاری طرف اور

مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ

جو اترا ان کی طرف عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جن کے لئے مزدوری ہے ان کے

رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

رب کے ہاں بیشک اللہ جلد لیتا ہے حساب اے ایمان

اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا

والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو ۲۹۹ف اور ڈرتے رہو

لے زجر برائے فریفتگین مع تخویف اخروی ۱۲

ے مضمون انفاق کی طرف اشارہ ۱۲

سے بشارت برائے مومنین ۱۲

سے بشارت برائے مومنین اہل کتاب ۱۲

ھے چاروں مضامین کا اعادہ آمنوا میں توحید، اصبروا میں رسالت یعنی صابروا اور رابطوا میں جہاد ۱۲

کے عذاب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں اور ہر حال میں اسے ہی پکارتے ہیں اس لئے وہ کسی طرح بھی عبادت اور پکار کے لائق نہیں **۲۹۵؎** یہاں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا دعائیں کرنے والوں کو خوشخبری سنائی ہے کہ ان کی دعائیں اس نے قبول فرمالیں کیونکہ وہ کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل پر اجر و ثواب دیتا ہے عمل کرنیوالا خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس لئے کہ وہ دونوں کوئی جدا جدا مخلوق نہیں ہیں بلکہ ایک ہی نوع کی دو شاخیں ہیں اور اعمال کی قبولیت تو عامل کے اخلاص پر موقوف ہے نہ کہ اس کے نر یا مادہ ہونے پر فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِيْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا سے وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ تک مضمون جہاد کا اعادہ ہے اس میں قتال فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے اور مجاہدین و شہداء کے لئے بشارتِ اخروی کا ذکر ہے اور اس کے ضمن میں ترغیب الی الانفاق کا مضمون بھی آگیا۔ **۲۹۶؎** لَا يَغُرَّنَّكَ میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے الخطاب للنبی صلی اللہ علیه وسلم والمراد منه امته وکثیرا ما یخاطب سید القوم بشیء ویراد اتباعه فیقوم خطابه مقام خطابهم (روح ج ۴ ص ۱۷۱) اور یہ بھی ممکن ہے کہ خطاب عام ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بطریق تغلیب امت کو بھی۔ ویحتمل ان یکون عامًا للنبی صلی اللہ علیه وسلم وغیره بطریق التغلیب تطییبًا لقلوب المخاطبین (روح) اور تقلب فی البلاد سے بسلسلۂ تجارت مختلف شہروں میں آمد و رفت مراد ہے والمراد بتقلب الذین کفروا فی البلاد تصرفهم فی التجارات والمکاسب (کبیر ج ۳ ص ۱۸۵) یعنی کافروں کی تجارتیں، ان کے پاس دولت کی فراوانی اور وسعت عیش کہیں آپ کو اس دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ خدا کے یہاں ان کی کوئی قدر و منزلت ہے اور آخرت میں بھی ان کو اسی طرح عیش و عشرت کی مسرتیں حاصل ہوں گی۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ یہ دنیا کی حقیر دولت اور چند روزہ عیش و عشرت خدا کے اس اجر و ثواب کے مقابلہ میں بالکل قلیل اور بے وقعت ہے جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں کے لئے مقدر ہے۔ اس لئے اے ایمان والو! دنیوی منافع کو کوئی وقعت نہ دو بلکہ اللہ کی خوشنودی اور ثوابِ آخرت کی خاطر اپنی دولت جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر نیک کاموں میں خرچ کرو ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی بجائے عیش و طرب اور لہو و لعب میں اپنی دولت برباد کرتے ہیں **۲۹۷؎** یہ بشارتِ اخروی ہے ماقبل سے یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ تجارت ہر حال میں بری چیز ہے اس لئے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا کہ جو لوگ اللہ سے ڈریں اور اپنے ہر کام مثلاً تجارت، زراعت، معیشت، معاشرت وغیرہ میں اللہ کی رضامندی اور اس کے احکام کی پابندی کو مدنظر رکھیں تو ان کے لئے آخرت میں خدا کے یہاں شاندار مہمانی ہے۔ اور آخرت میں ان کے لئے جو ثواب مقدر ہے وہ دنیا کی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہے وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ مشرکوں کا مال ترویج شرک کے لئے اور مومنین کا مال اشاعتِ توحید کے لئے خرچ ہوتا ہے اس لئے توحید کی خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے اللہ کے یہاں بہت بڑا اجر ہے۔ اس طرح اس آیت سے ترغیب الی الانفاق کی طرف اشارہ ہے **۲۹۸؎** پہلے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ (ع ۱۹) میں مسئلہ توحید کو نہ ماننے والے اہل کتاب کو زجر کے مقابلہ میں یہاں ان کے لئے بشارتِ اخروی ہے جو ان میں دعوے مذکورہ مان چکے ہیں۔ اور اس میں نہ ماننے والوں کے لئے ترغیب کا پہلو بھی موجود ہے۔ یعنی اکثر اہل کتاب مسئلہ توحید نہیں مانتے۔ حالانکہ ان میں سے بعض مان چکے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ حق نہ ہوتا تو وہ کیوں مانتے۔ اس لئے انہیں بھی مسئلہ توحید پر ایمان لے آنا چاہیئے۔ **۲۹۹؎** اس آخری آیت میں سورت کا اجمالی خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اصْبِرُوْا یعنی توحید کی خاطر جس قدر مصیبتیں آئیں ان پر صبر کرو اور انہیں برداشت کرو۔ وَصَابِرُوْا اور ثابت قدم رہو یعنی دین اور مقابلہ میں (شاہ عبدالقادر) وَرَابِطُوْا اور دروں میں گھوڑے باندھو۔ یعنی جہاد کے لئے تیار رہو (جلالین) اس میں ترغیب علی القتال کا ذکر ہے اور انفاق فی القتال چونکہ قتال کا مبدا اور اس کے لئے موقوف علیہ ہے۔ اس لئے وہ ضمناً اس میں آگیا۔

سورۂ آلِ عمران میں آیات توحید

مع مختصر خلاصجات

۱۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ (ع ۱) نفی شرک فی التصرف۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ (ع ۱) نفی شرک فی العلم۔

۳۔ هُوَ الَّذِیْ يُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (ع ۱) نفی شرک فی التصرف۔

۴۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (ع ۲) نفی شرک فی التصرف از ملائکہ و انبیاء علیہم السلام۔

۵ و ۶ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ ۫ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ نفی شرک فی التصرف۔ (ع ۳)

۷ و ۸ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (ع ۴) نفی شرک فی التصرف والعلم۔

۹۔ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (ع ۴) نفی نذر غیر اللہ و نفی شرک فی العلم۔

۱۰۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (ع ۴) کراماتِ اولیاء کا ظہور خدا کے اختیار میں ہے۔

۱۱۔ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ (ع ۴) نفی شرک فی الدعاء۔

۱۲۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ○ (ع ۵) نفی شرک فی العلم۔

۱۳۔ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فِیْ بُيُوْتِ (ع ۵) معجزاتِ انبیاء علیہم السلام ان کے اختیار میں نہیں ہوتے۔

۱۴۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (ع ۵) نفی شرک فی العبادۃ۔

۱۵۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (ع ۵) نفی شرک فی التصرف

۱۶۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ (ع ۶) نفی شرک فی التصرف۔

۱۷۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (ع ۷) نفی شرک فی العبادۃ۔

۱۸ و ۱۹۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّىْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ۙ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (ع ۸) کسی پیغمبر نے غیر اللہ کو پکارنے کی تعلیم نہیں دی کیونکہ یہ چیز نبوت کے بالکل منافی ہے۔

۲۰۔ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ (ع ۱۱) نفی شرک فی التصرف۔

۲۱۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (ع ۱۳) نفی شرک فی التصرف۔

۲۲ تا ۲۵۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ۙ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ○ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (ع ۱۳) نفی شرک فی التصرف۔

۲۶ تا ۲۸۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ○ۚۙ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (ع ۱۹ و ۲۰) نفی شرک فی التصرف۔

(بعون اللہ تعالیٰ سورۂ آل عمران کی تفسیر ختم ہوئی۔ ۱۶ شوال ۱۳۸۲ھ بروز بدھ بوقت گیارہ بجے دن۔)

سورۃ النساء

ربط سورۂ نساء کو سورۂ آل عمران سے دو طرح کا ربط ہے ایک اسمی دوسرا معنوی۔

اسمی ربط۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ فاتحہ سے مائدہ تک سورتوں کا اسمی ربط اس طرح ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ وَلَا نَعْبُدُ وَلَا نَسْتَعِيْنُ الْبَقَرَةَ كَمَا فَعَلَتِ الْيَهُوْدُ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَلَا اٰلَ عِمْرَانَ كَمَا فَعَلَتِ النَّصَارٰى وَنُؤَدِّىْ حُقُوْقَ النِّسَآءِ اَللّٰهُمَّ فَاَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةَ اِنْعَامِكَ وَرَحْمَتِكَ (اے اللہ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم نہ گائے کی عبادت کریں گے نہ اسے پکاریں گے جیسا کہ یہود اور مشرکین نے کیا اور ہم نہ آل عمران کو پکاریں گے جیسا کہ عیسائیوں نے کیا۔ اور ہم عورتوں کے حقوق ادا کریں گے۔ اے اللہ ہم پر اپنی رحمت و برکت کا دسترخوان نازل فرما)

معنوی ربط۔ سورۂ بقرہ میں چار بنیادی مضامین (توحید، رسالت، جہاد، انفاق) بیان کئے گئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ امور انتظامیہ و امور مصلحہ بھی مذکور تھے۔ بقرہ میں توحید کا بیان اور شرک کا رد ہر پہلو سے تھا۔ نفی شرک فعلی، نفی شرک اعتقادی اور نفی شفاعت قہری۔ سورۂ آل عمران میں توحید و رسالت سے متعلق شبہات کا ازالہ کیا گیا اور شرکِ اعتقادی کی نفی کی گئی۔ جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی۔ اب مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر منظم کرنے کے لئے سورۂ نساء میں تفصیل سے امورِ انتظامیہ بیان کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی ایک امر مصلح یعنی نماز کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ نماز امورِ انتظامیہ پر عمل درآمد کرنے میں ممد و معاون ہے گویا کہ سورۂ بقرہ کے مضامین میں سے ایک مضمون یعنی امورِ انتظامیہ کو سورۂ نساء میں شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ سورۂ نساء میں جو امورِ انتظامیہ مذکور ہیں وہ چونکہ دو قسم کے ہیں۔ کچھ امور ایسے ہیں جن کا تعلق پبلک اور عام لوگوں سے ہے اور کچھ امور حکام سے متعلق ہیں اس اعتبار سے یہ سورت دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ابتداء سے لیکر وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (ع ۸) تک ہے اور دوسرا حصہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا سے لے کر وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْطًا (ع ۱۸) تک ہے۔ پہلے حصہ میں احکام رعیت اور دوسرے حصہ میں احکام سلطانیہ کا بیان ہے۔ اور ہر حصہ کے بعد اصل مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے۔ حصہ اول کے بعد اجمال کے ساتھ اور حصہ دوم کے بعد تفصیل کے ساتھ۔ احکام رعیت کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرو اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اور احکام سلطانیہ کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کی حق تلفی اور ان پر ظلم نہ ہونے دو۔ سورت کی ابتداء میں تخویفِ اخروی ہے یعنی جو احکام آگے آرہے ہیں ان کو بجا لاؤ۔ ورنہ آخرت میں تمہیں عذاب دیا جائے گا۔ اس کے بعد عذاب سے بچنے کے لئے تین امور بیان کئے گئے۔ یعنی ظلم نہ کرو، شرک نہ کرو۔ اور احسان کرو۔ احکام رعیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ظلم نہ کرو اور اس کے بعد ہی باقی دونوں امور بھی مذکور ہیں۔

احکام رعیت اس کے بعد چودہ احکام رعیت جاری فرمائے (۱) وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ تا حُوْبًا كَبِيْرًا (ع ۱) یتیموں کا مال نہ کھاؤ وہ تمہارے لئے خبیث ہے (۲) وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا تا ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرو تو ان کا مہر اور ان کے دوسرے حقوق ادا کرو (۳) وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً تا هَنِيْٓــًٔـا مَّرِيْٓــًٔـا۔ یتیم لڑکیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے مہر بھی ادا کرو (۴) وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ تا وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۔ یتیم بچے جب تک سن رشد کو نہ پہنچیں اس وقت تک ان کے اموال ان کے حوالے نہ کرو اور جب حوالے کرو اس پر گواہ بنا لو تاکہ معلوم ہو جائے کہ تم نے ان کا مال کھایا نہیں (۵) لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ تا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ ترکۂ میت میں تمام ورثاء کا حق ہے۔ اور ان کے حصے مقرر کر دئے گئے ہیں۔ کسی وارث کی حق تلفی نہ کرو خواہ یتیم ہو یا غیر یتیم۔ (۶) يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْٓ اَوْلَادِكُمْ تا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (ع ۲)۔ ورثاء کے مقرر حصے یہ ہیں۔ ان کے مطابق ترکہ تقسیم کرو (۷) وَالّٰتِىْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ (ع

تا اعتدنا لهم عذابا الیما۔ مردوں اور عورتوں کو وراثت سے حصہ بیشک دو لیکن اگر ان میں سے کوئی بدفعل کرے تو اسے شرعی قانون کے مطابق اس کی سزا دو (۸) یاایها الذین آمنوا لا یحل لکم تا واخذن منکم میثاقا غلیظا۔ ورثاء کو وراثت میں مال ملتا ہے عورتیں نہیں ملتیں۔ ہاں اگر خوشی سے نکاح کریں تو کر لو (۹) ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم (۴ع۳) تا کتب اللہ علیکم (۴ع۴) عورتیں نکاح سے ملتی ہیں لیکن ان عورتوں سے نکاح جائز نہیں اگرچہ وہ بخوشی نکاح کریں (۱۰) واحل لکم ما وراء ذلکم تا خلق الانسان ضعیفا (۴ع۵) جن عورتوں سے نکاح جائز ہے بصورتِ نکاح ان کا مہر ادا کرنا ضروری ہے خواہ آزاد ہوں خواہ باندیاں۔ باندیوں سے نکاح کی اجازت اس لئے دی گئی تا کہ تم ظلم (زنا) سے بچ سکو۔ (۱۱) یاایها الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم تا وندخلکم مدخلا کریما۔ مال یتیم، وراثت اور مہر کے علاوہ بھی کسی طرح کا مال حرام نہ کھاؤ۔ (۱۲) ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ تا ان اللہ کان علی کل شیء شهیدا۔ وارثوں کے جو کم و بیش حصے مقرر کئے گئے ہیں ان میں سے کسی کا حسد نہ کرو۔ ہر ایک کو اس کا پورا حصہ دو۔ اور اس میں کمی کر کے ظلم نہ کرو اور جس کا حصہ زائد ہے اس کی خواہش نہ کرو (۱۳) الرجال قوامون علی النساء (۴ع۶) تا ان اللہ کان علیا کبیرا۔ اگرچہ عورتوں کا وراثت میں حصہ ہے لیکن مردوں کو عورتوں پر بالادستی حاصل ہے۔ ان پر خاوندوں کی فرمانبرداری لازم ہے دو وجہ سے۔ اول اللہ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی۔ دوم مرد عورتوں پر مال خرچ کرتے ہیں۔ اگر عورت میں بدخوئی ہو تو اسے نصیحت کرو اور بقدر ضرورت اسے مار بھی سکتے ہو لیکن اس پر ظلم نہ کرو۔ (۱۴) وان خفتم شقاق بینهما تا ان اللہ کان علیما حکیما۔ اگر خاوند بیوی میں اختلاف واقع ہو جائے تو ان کے درمیان صلح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہاں تک چودہ احکام رعیت ختم ہوئے۔ ان کے خاتمہ پر واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا الخ سے دو چیزیں بیان کی گئیں۔ اول صرف اللہ کو پکارو۔ اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ کرو۔ دوم ماں باپ اور بھائی بندوں اور دوسرے حقداروں پر احسان کرو۔ احکام رعیت کے بعد اصل دعویٰ توحید کا اجمالاً ذکر فرمایا۔ اس کے بعد الذین یبخلون (۴ع۶) سے ان اللہ کان عزیزا حکیما (۴ع۸) تک مشرکین اور اہل کتاب کے لئے متعدد زجریں و تخویفیں ہیں۔ اور زجروں کے بعد مسئلہ توحید کی اہمیت کے پیش نظر پھر فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ یعنی یہ تمام احکام مانو لیکن شرک بہت بری چیز ہے اس سے بچو۔ اور آخر میں والذین آمنوا وعملوا الصلحت الخ سے مؤمنین کے لئے اخروی بشارت ہے۔ اس دوران میں یاایها الذین آمنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکری (۴ع۷) سے امر مصلح یعنی نماز اور طہارت کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ طہارتِ بدن سے انسان نماز کے قابل ہو سکتا ہے اور نماز ظلم سے بچنے، احسان کرنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد و معاون ہے۔ کیونکہ نماز میں سراسر توحید کی تعلیم ہے اور نماز سے مختلف دلوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔ سووا صفوفکم او لیخالفن اللہ بین قلوبکم (مشکوٰۃ ص۹۸) یعنی نماز میں صفیں سیدھی کیا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں باہمی عداوت پیدا کر دیگا۔

احکامِ سلطانیہ۔ اب آگے نو احکامِ سلطانیہ کا بیان ہے۔ جو حکام اور صاحبِ اقتدار طبقہ سے متعلق ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ حاکمانِ وقت کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے ان احکام کو قائم کریں اور کمزوروں اور ضعیفوں پر ظلم نہ ہونے دیں اور نہ ان کی حق تلفی ہونے پائے۔ احکامِ سلطانیہ کے درمیان جا بجا مشرکین، منافقین اور اہل کتاب کے لئے زجریں، تخویفیں اور شکوے بھی مذکور ہیں۔ احکامِ سلطانیہ حسب ذیل ہیں (۱) ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامنٰت الی اهلها (۴ع۸) تا ذلک خیر واحسن تاویلا۔ حقداروں کو ان کے حقوق دلواؤ اور فیصلے انصاف سے کیا کرو۔ اس کے بعد الم تر الی الذین یزعمون (۴ع۹) سے ولهدینهم صراطا مستقیما تک منافقین کے لئے زجر۔ اور ومن یطع اللہ والرسول سے وکفی باللہ علیما تک مؤمنین کے لئے اخروی بشارت ہے (۲) یاایها الذین آمنوا خذوا حذرکم (۴ع۱۰) تا فسوف نؤتیه اجرا عظیما۔ ایسے حکمرانوں کے حکم کے تحت ہتھیار پہن کر نکلو اور اللہ کی راہ میں مشرکین سے جہاد کرو (۳) وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ تا ان کید الشیطن کان ضعیفا۔ کمزور اور ضعیف مسلمانوں کو جو کہ مکہ مکرمہ میں تکلیف میں ہیں، ظالم مشرکوں کے پنجہ سے چھڑاؤ۔ اس کے بعد الم تر الی الذین قیل لهم کفوا ایدیکم الخ (۴ع۱۱) سے منافقین کو زجر۔ ویقولون طاعة فاذا برزوا من عندک الخ سے منافقین کے لئے شکوی ہے۔ فقاتل فی سبیل اللہ الخ سے ترغیب الی الجهاد۔ ومن یشفع شفاعة الخ حرض المؤمنین سے متعلق ہے یعنی لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینے کا اللہ تم کو اجر دیگا۔ اللہ لا الہ الا هو سے جہاد کی غرض و غایت کا بیان ہے۔ اور آخر میں لیجمعنکم الی یوم القیمة الخ سے تخویف اخروی ہے (۴) فما لکم فی المنفقین فئتین (۴ع۱۲) تا جعلنا لکم علیهم سلطانا مبینا۔ راستہ میں مدینہ منورہ سے باہر جو منافقین تمہیں ملیں انہیں بھی ختم کر ڈالو البتہ معاہد اور غیر جانبدار فریق کو قتل کرنے سے گریز کرو۔ (۵) وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا (۴ع۱۳) تا واعد له عذابا عظیما۔ اگر راستہ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں غلطی سے کوئی مسلمان قتل ہو جائے تو اس سے متعلق احکام یہ ہیں (۶) یاایها الذین آمنوا اذا ضربتم تا ان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔ اگر راستہ میں کوئی شخص تمہیں کہہ دے کہ میں مؤمن ہوں تو مال کے لالچ میں اسے قتل نہ کرو۔ اس کے بعد لا یستوی القعدون من المؤمنین سے وکان اللہ غفورا رحیما تک ترغیب الی الجهاد اور مجاہدین کے لئے بشارتِ اخروی ہے (۷) ان الذین توفٰهم الملئکة (۴ع۱۴) تا وکان اللہ غفورا رحیما۔ اے مکہ کے محصور مسلمانو! تمہاری مدد کے لئے مجاہدین کی جماعت تو بھیج رہا ہوں لیکن تم مکہ سے ہجرت کرنے کی کیوں کوشش نہیں کرتے (۸) واذا ضربتم فی الارض (۴ع۱۵) تا وکان اللہ علیما حکیما۔ جہاد کے لئے جاؤ تو نماز میں قصر کرو اور میدان کارزار میں نماز کا وقت آ جائے اور دشمن کے حملہ کا ڈر بھی ہو تو نماز اس طریقہ سے ادا کرو۔ (۹) انا انزلنا الیک الکتب بالحق (۴ع۱۶) تا وکان فضل اللہ علیک عظیما (۴ع۱۷) اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی احکام کی تعلیم فرما دی ہے۔ جب آپ سفر جہاد پر نکلیں تو فیصلے حسن ظن سے نہ کریں بلکہ قواعد شرعیہ کے مطابق کریں تاکہ آپ دھوکہ نہ کھا جائیں۔ جیسا کہ طعمہ کے قصہ میں آپ کو دھوکہ دیا گیا۔ اس کے بعد لا خیر فی کثیر من نجوٰهم سے وساءت مصیرا تک نویں حکم سلطانی سے متعلق ہے۔ یہاں تک نو احکام سلطانیہ ختم ہوئے۔

احکام سلطانیہ کے بعد اصلی دعویٰ یعنی مسئلہ توحید کا ذکر پہلے کی نسبت قدرے تفصیل سے کیا گیا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (۴ع۱۸) سے مشرکین کے لئے تخویف اخروی ہے۔ ان یدعون من دونه الا انثا سے وما یعدهم الشیطن الا غرورا تک شرکِ اعتقادی اور شرکِ فعلی ہر دو کی نفی ہے۔ پھر اولئک مأوٰهم جهنم سے تخویف اخروی۔ والذین آمنوا وعملوا الصلحت سے بشارتِ اخروی۔ لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب سے زجر۔ ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی الخ سے پھر بشارتِ اخروی ہے۔ احکام رعیت اور احکام سلطانیہ کے اختتام پر دو احکام رعیت یعنی دوسرے اور چودھویں۔ اور ایک حکم سلطانی یعنی نویں پر ان سے متعلق بعض شبہات دور کرنے کے لئے مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ ویستفتونک فی النساء (۴ع۱۹) سے فان اللہ کان بہ علیما تک دوسرے حکم رعیت پر تنویر ہے یعنی مقصد یہ نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح ناجائز ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ یتیموں اور ضعیفوں سے انصاف کرو۔ وان امرأة خافت من بعلها نشوزا سے وکان اللہ واسعا حکیما تک چودھویں حکم رعیت پر تنویر ہے۔ خاوند بیوی کے درمیان اختلاف و نزاع کو ختم کر کے بہرحال اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ خواہ فریقین میں سے کسی ایک کو اپنے حق سے دستبردار ہونا پڑے۔ اگر خاوند پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرے تو پہلی بیوی کے حقوق بھی بدستور ادا کرے اور اسے کالمعلقة نہ بنائے۔ وللہ ما فی السموٰت وما فی الارض سے وکان اللہ سمیعا بصیرا تک تخویف ہے۔ سب کچھ اللہ کے قبضہ و تصرف میں ہے، اس سے ڈرو۔ اس کے بعد یاایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط (۴ع۲۰) سے فان اللہ کان بما تعملون خبیرا تک

نویں حکم سلطانی پر تنویر ہے۔ انصاف کا دامن کسی حال میں مت چھوڑو۔ ماں، باپ، دیگر رشتہ داروں کی رشتہ داری یا کسی غریب آدمی کی غربت کی وجہ سے سچی گواہی میں مت لحاظ کرو۔ اور انکی خاطر گواہی میں کمی بیشی مت کرو۔ پھر یاایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللّٰہ و رسولہٖ (ع ۲۰) سے واعتدنا للکفرین عذابا مہینا (ع ۲۱) تک یہود اور منافقین کے لئے زجر و تخویف ہے، یعنی جو کتاب دفعۃً نازل ہوئی ہے مثلاً تورات اسے بھی مانو اور جو آہستہ آہستہ نازل ہوئی ہے، یعنی قرآن، اسے بھی مانو، دونوں اللہ کی وحی ہیں۔ اور والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ سے ماننے والوں کے لئے بشارت ہے۔ اس کے بعد یسئلک اھل الکتٰب (ع ۲۳) سے یہود کے ایک سوال کا ذکر ہے کہ قرآن دوسری آسمانی کتابوں کی طرح بیک وقت اکٹھا کیوں نازل نہیں ہوا۔ آگے یہود کے لئے زجروں کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے جو رکوع ۲۲ کے آخر تک چلا گیا ہے۔ درمیان میں لٰکن الرّاسخون فی العلم منہم الخ سے فرمایا کہ یہود میں جو راسخ فی العلم ہیں وہ تو مان چکے ہیں۔ اب انا اوحینا الیک کما اوحینا الٰی نوحٍ (ع ۲۳) سے وکفٰی باللّٰہ شہیدًا تک یہود کے سوال کا جواب ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام پر بھی تمام وحی دفعۃً نازل نہیں ہوئی بلکہ سب پر وحی آہستہ آہستہ آتی تھی۔ اگرچہ بعض انبیاء (مثلاً موسیٰ علیہ السلام) پر کتابیں ایک دفعہ نازل ہوئیں لیکن باقی وحی ان پر بھی متفرق طور پر ہی آتی تھی۔ پھر ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ سے وکان اللّٰہ علیمًا حکیمًا تک یہود کے لئے تخویفِ اخروی ہے۔ یٰاھل الکتٰب لاتغلوا فی دینکم سے وکفٰی باللّٰہ وکیلًا تک یسئلک اھل الکتٰب سے متعلق ہے۔ یہود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی طعن کرتے تھے کہ وہ نبی نہیں۔ اگر نبی ہوتے تو تورات کی طرح ان پر قرآن سارا ایک ہی دفعہ نازل ہوتا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی برا کہتے تھے کہ وہ عیاذًا باللہ ابن الزانیہ ہے۔ اس لئے فرمایا۔ نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرو نہ حضرت عیسیٰؑ کو برا کہو۔ اگرچہ وہ الٰہ اور معبود نہیں لیکن ان کو برا بھی مت کہو۔ پھر لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للّٰہ (ع ۲۴) سے ولا یجدون من دون اللّٰہ ولیا ولا نصیرا تک ولا تقولوا ثلٰثۃ سے متعلق ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بھی نہ بناؤ اور ان کو برا بھی نہ کہو۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے اللہ کے عابد اور پجاری ہونے سے نفرت نہیں کرتے بلکہ سب اللہ کی عبادت کرتے اور اسے ہی پکارتے ہیں پھر ان کو کیوں معبود بناتے اور پکارتے ہو۔ آگے یٰایہا النّاس قد جاءکم برہان من ربکم سے ویہدیہم الیہ صراطًا مستقیمًا تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کی ترغیب اور ایمان لانے والوں کے لئے بشارتِ اخروی ہے۔ پھر یستفتونک ط قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلٰلۃ الخ سورت کی آخری آیت احکام رعیت میں سے حکمِ وراثت پر تنویر ہے پہلے کلالہ کے اخیافی بھائی بہنوں کا حصہ بیان کیا گیا تھا۔ یہاں کلالہ کے عینی بھائی بہنوں کا حصہ بیان ہوا ہے۔ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کے اصول و فروع میں کوئی مذکر نہ ہو۔ لیکن اس میں یہ بھی شرط ہے کہ کہ اس کی بیٹی بھی نہ ہو جیسا کہ ولہ اخت اس پر قرینہ ہے۔ یعنی اس کے نہ ماں باپ ہوں نہ بیٹا اور بیٹی۔ نیز مسئلہ وراثت سے سورت کو ختم کرکے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ سورت کا مقصد احکام کا بیان ہے۔

تنبیہ: سورۂ آل عمران میں شرکِ اعتقادی کی ایک قسم کی نفی کی گئی تھی کہ اللہ کے سوا کسی کو پکارا اور عبادت کے لائق اعتقاد نہ کیا جائے۔ سورۂ نساء میں شرکِ اعتقادی کی دوسری قسم کا رد کیا گیا ہے یعنی غیر اللہ کے احکام کے متعلق واجب الاتباع ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے کیونکہ غیر خدا کے احکام کو واجب الاتباع سمجھنا شرک ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ بیّن فی سورۃ النساء احکامًا ثم قال اعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئًا فعلم ان کون العبد بحیث یعتقد ان علی اتباع امور غیر ما امر بہ الشارع شرک۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی یہ اعتقاد رکھے کہ جن امور کا شارع نے حکم فرمایا ہے ان کے علاوہ بھی کچھ احکام کا اتباع اس پر واجب ہے تو یہ شرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان احکام کی تعمیل نہ کرنے پر خلود فی النار (جہنم میں ہمیشہ رہنے) کی وعید سنائی گئی ہے۔ چنانچہ چھٹے حکم رعیت کے بعد یدخلہ نارا خالدًا فیہا (ع ۳) سے اور پانچویں حکم سلطانی کے بعد فجزاءہ جہنم خالدًا فیہا (ع ۱۳) سے خلود فی النار کی وعید مذکور ہے۔ قرآن مجید میں ہمیشہ اطاعت اور عصیان کا درجہ کامل ہی بیان کیا جاتا ہے۔ اسی لئے مومن کے ذکر کے بعد اس کی جزاء کامل یعنی جناتِ نعیم کا ذکر آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا نہ لانے کی سزا خلود فی النار بیان کی جاتی ہے یعنی جو اللہ کے احکام کو نہ مانے۔ ان پر ایمان نہ لائے اور ان کے خلاف کو حلال جانے تو وہ خالد فی النار ہوگا کیونکہ یہ مرتبہ کفر کا ہے۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوا۔ کہ مضامین کے اعتبار سے اس سورت کے تین حصے ہیں۔ حصہ اول۔ احکام رعیت۔ حصہ دوم۔ احکام سلطانیہ اور حصہ سوم خاتمہ۔ جس میں پہلے دونوں حصوں کے بعض احکام کی تنویر ہے۔

حصّۂ اول

پہلے حصہ میں رعایا اور عام پبلک کے لئے چودہ احکام بیان کئے گئے ہیں جن کا تعلق ان کے اندرونی نظم و ضبط، اصلاحِ معاشرہ، باہمی معاملات میں عدل و انصاف۔ ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت اور ایک دوسرے پر فضل و احسان کا برتاؤ کرنے سے ہے۔ پہلا حصہ سورت کی ابتداء سے ندخلہم ظلًّا ظلیلًا (ع ۸) تک ہے۔ **۱** یہ تخویف اخروی ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا خالق اور محسن و مربی ہے اس سے ڈرو اور جو احکام آئندہ بیان ہو رہے ہیں ان کی تعمیل کرو۔ تمہاری ہر حرکت خدا کی نگاہ میں ہے وہ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور جو اس کے احکام کی مخالفت کریگا اسے عذاب دیگا۔ تخویف اخروی کے بعد پوری سورت میں عذاب سے بچنے کے لئے تین امور بیان فرمائے (۱) ظلم نہ کرو۔ چنانچہ احکام رعیت کا خلاصہ ہے ظلم نہ کرو۔ (۲) شرک نہ کرو (۳) احسان کرو۔ احکام رعیت کے بعد یہ دونوں امور مذکور ہیں۔ نفس واحدۃ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جو تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ فرعکم من اصل واحد وھو نفس اٰدم ابیکم (مدارک ج ۱ ص ۱۵۸) تساءلون یہ اصل میں تتساءلون تھا۔ ایک تاء بطور تخفیف حذف کردی گئی۔ باب تفاعل کا خاصہ اشتراک ہے اس لئے تساءلون بہٖ کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اللہ کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو ای یسأل بعضکم بعضًا باللّٰہ (مدارک ج ۱ ص ۱۵۹) والتساؤل باللّٰہ ھو کقولک اسألک باللّٰہ واحلف علیک باللّٰہ واستشفع الیک باللّٰہ (خازن ج ۱ ص ۳۹۶) یا تساءلون بمعنی تسألون مجرد ہے۔ اور بہ میں باء زائدہ۔ اور مطلب یہ ہے کہ جس اللہ سے تم سوال کرتے اور مانگتے ہو اس سے ڈرو۔ والارحام یہ رحم کی جمع ہے اور لفظ اللّٰہ پر معطوف ہے اور اس سے مراد قطع ارحام ہے۔ یعنی اللہ سے ڈرو اور قطع رحمی سے بھی بچو۔ اتقوا الارحام ان تقطعوھا (مدارک، معالم، خازن) یہ حکم اول کی طرف اشارہ ہے۔ اصل میں یہ آیت پوری سورت کی تمہید ہے ابتداء میں تخویف اخروی کے ذریعے خبردار کیا گیا کہ آنیوالے احکام (احکام رعیت اور احکام سلطانیہ) کی پیروی کرو۔ ورنہ عذاب آخرت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور آیت کے آخر میں احکام رعیت کی مناسبت سے قطع رحمی سے منع فرمایا۔ کیونکہ احکام رعیت کا تعلق تمام تر رشتہ داروں سے حسن سلوک اور حسن معاشرت سے ہے اور پھر ان اللّٰہ کان علیکم رقیبًا فرما کر اپنے بندوں کو خبردار کیا کہ اللہ کی کبھی نہ اونگھنے والی نگاہ تمہاری ہر حرکت کی نگرانی کر رہی ہے۔ تمہارے نیک و بد اعمال سب اس کے سامنے ہیں تمہاری اطاعت اور نافرمانی اس پر ظاہر و آشکارا ہے اس لئے تم سب اس کے احکام بجا لاؤ۔ اور مکافاتِ عمل سے غافل مت ہو جاؤ۔

اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ع

اللہ سے تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ف۱

ع ۲۰ ۱۲ ۱۱

سُوۡرَۃُ النِّسَآءِ مَدَنِیَّۃٌ وَّهِیَ مِائَۃٌ وَّسِتٌّ وَّسَبۡعُوۡنَ اٰیَۃً وَّاَرۡبَعٌ وَّعِشۡرُوۡنَ رُکُوۡعًا

سورۂ نساء مدینہ میں نازل ہوئی۔ اور اس میں ایک سو ستتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے ف۲ جس نے پیدا کیا تم کو ایک

نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا

جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے

رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ

بہت مرد اور عورتیں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطہ سے سوال کرتے

بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا وَ

ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے ف۳ اور

اٰتُوا الۡیَتٰمٰۤی اَمۡوَالَهُمۡ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِیۡثَ بِالطَّیِّبِ ص

دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال ۳ اور بدل نہ لو برے مال کو اچھے مال سے

وَلَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَهُمۡ اِلٰۤی اَمۡوَالِکُمۡ ؕ اِنَّهٗ کَانَ حُوۡبًا

اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہے بڑا

کَبِیۡرًا وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡکِحُوۡا

وبال ف۱ ۴ اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرسکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں ۵ تو نکاح کرلو

مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ

جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین چار چار

چودہ احکام رعیت

۳ **پہلا حکم رعیت**۔ (یتیموں کا مال نہ کھاؤ وہ تمہارے لئے خبیث ہے) مالِ یتیم کے بارے میں تین چیزوں سے منع فرمایا (۱) یتیم کا عمدہ مال لے کر اس کے بدلے اپنا ردی مال دیدینا۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسا کرتے تھے وکانوا فی الجاھلیۃ لعدم الدین لایتحرجون عن اموال الیتٰمی فکانوا یاخذون الطیب الجید من اموال الیتٰمی ویبدلونہ بالردی من اموالھم الخ (قرطبی ج ۵ ص ۹) مالِ یتیم کو بوجہ حرمت خبیث فرمایا۔ کیونکہ وہ ولی یتیم کے لئے حرام ہے (۲) اپنے پاس مال نہ ہو تو یتیم کا مال کھانا۔ لا تتعجلوا اکل الخبیث من اموالھم وتدعوا انتظار الرزق الحلال من عند اللہ (قرطبی) (۳) اور اگر اپنے پاس بھی مال ہو تو یتیم کا مال اس میں ملا کر کھانا۔ یہ تینوں طریقے ظالمانہ تھے اس لئے ان سے منع فرمایا۔ الٰی اموالکم میں الٰی بمعنی مع ہے اور اس سے تیسرے حکم کی طرف اشارہ ہے۔ یا اموالکم سے پہلے مضاف مقدر ہے ای الٰی حصول اموالکم اس طرح یہ حکم ثانی کی طرف اشارہ ہوگا۔ واٰتوا الیتٰمی اموالھم میں خطاب اولیائے یتیم سے ہے۔ اور یتیموں کو ان کا مال دینے سے یہاں یہ مراد نہیں کہ ان کا مال انکے حوالے کردو کیونکہ یہ حکم آگے آرہا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یتیموں کا مال محفوظ رکھو اور اس میں کسی قسم کی خیانت نہ کرو۔ والمراد بایتاء اموالھم ترکھا سالمۃ غیر متعرض لھا بسوء فھو مجاز مستعمل فی لازم معناہ (روح ج ۴ ص ۱۸۶) ۴ **دوسرا حکم رعیت** (اگر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرو تو ان کا مہر اور دوسرے حقوق ادا کرو) زمانہ جاہلیت میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص کی تولیت میں یتیم لڑکی مثلاً اس کی چچا زاد بہن ہوتی جو وراثت میں اس کی شریک ہوتی وہ شخص یہ سوچ کر کہ اگر اس یتیمہ کی شادی کسی دوسرے شخص سے کریگا تو اسکی دولت اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی، وہ خود ہی اس لڑکی سے نکاح کر لیتا لیکن مہر اور دیگر حقوقِ معاشرت میں اس سے بے انصافی کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یتیم سے بے انصافی اور ان پر ظلم کرنے سے ممانعت فرما دی اور مسلمانوں کو تلقین فرمائی کہ اگر وہ اپنی زیر کفالت یتیم لڑکیوں سے نکاح کریں تو ان کی حیثیت کے مطابق ان کے مہر ادا کریں اور ان کے دوسرے حقوق بھی پورے کریں لیکن اگر انہیں یہ ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کے بعد وہ ان سے انصاف کا برتاؤ نہیں کرسکیں گے تو نہیں چاہیے کہ وہ یتیم لڑکیوں سے نکاح نہ کریں بلکہ دوسری عورتوں میں سے جو شرعاً انکے نکاح میں آسکتی ہیں، ایک، دو، تین، یا چار عورتوں سے نکاح کرلیں۔ ماطاب سے مراد ہے ماحل یعنی جن عورتوں سے نکاح حلال ہے اور من النسآء سے وہ عورتیں مراد ہیں جو یتٰمٰی کے علاوہ ہوں۔ ۵ واحدۃ کا ناصب اس سے پہلے محذوف ای فاختاروا واحدۃ (روح ج ۴ ص ۱۹۵ ومدارک ج ۱ ص ۱۶۰) ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت اس صورت میں ہے کہ ان سب کے ساتھ انصاف کرسکو لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ انصاف کے ساتھ ان کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہوگے تو صرف ایک بیوی پر ہی اکتفا کرو۔ او ما ملکت ایمانکم اس کا عطف واحدۃً پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آزاد عورت کے بھی حقوق ادا نہ کرسکو تو اپنی مملوکہ لونڈیوں پر ہی اکتفا کرو۔ ای ان خاف ان لایعدل فی واحدۃ فما ملکت یمینہ (قرطبی ج ۵ ص ۲۰) ذٰلک سے ایک بیوی یا لونڈیوں پر اکتفا کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ الا تعولوا ای الا تجوروا (قرطبی روح۔ مدارک) یعنی ایک بیوی یا اپنی مملوکہ لونڈیوں پر اکتفا کرنا تمہارے لئے عدل وانصاف سے قریب تر ہے اور ظلم وجور سے بچنے کا قریب ترین ذریعہ ہے۔ ۶ **تیسرا حکم رعیت**۔ (یتیم لڑکیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے بھی مہر ادا کرو) پہلے حکم سے ترقی کر کے فرمایا کہ یتیم لڑکیوں کے علاوہ جن عورتوں سے نکاح کرو ان کو بھی مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر وہ خوشی سے پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کردیں تو وہ تمہارے

چودہ احکام رعیت [illegible]

دوسرا حکم رعیت [illegible]

موضح قرآن ف۱ ثابت رہو یعنی دین پر اور مقابلے میں یعنی جہاد میں اور لگے رہو یعنی کافروں کے سامنے ۱۲۔ ف۲ یعنی ایک آدم سے حوا کو بنایا پھر ان سے سارے لوگ اور خبردار رہو ناتوں سے یعنی بدسلوکی مت کرو آپس میں۔ ف۳ جس لڑکے کا باپ مرجائے تو اس کے بڑوں کو تقید ہے کہ اس مال میں ہاتھ نہ ڈالیں اور بدل نہ لیں اور احتیاط سے رکھیں جب بالغ ہو تب حوالے کر دیں۔

فتح الرحمن۔ ف۱ مترجم گوید کہ در جاہلیت اولیاء دختران یتیمہ مانند ابنائے اعمام ایشاں را بنکاح خود می آوردند وایفاء حقوق نکاح نمی کردند خدا تعالیٰ ایں آیت فرستاد ۱۲۔

لئے حلال ہے اسے کھاؤ اور اپنے استعمال میں لاؤ۔ صدُقٰت۔ صدُقۃ کی جمع ہے۔ صدقۃ کے معنی ہیں مہر۔ نحلۃ کے معنی فریضۃ کے ہیں اور یہ صدُقٰت سے حال واقع ہے۔ نحلۃ ای فریضۃ قالہ ابن عباس وابن زید وابن جریج وقتادۃ فانتصابہا علی الحالیۃ من الصدقات ای اعطوھن مھورھن حال کونہا فریضۃ من اللہ تعالٰی لھن (روح ج ۴ ص ۱۹۵)۔ عن شیء موقع حال میں واقع ہے اور عافیات کے معنی کو متضمن ہے۔ اور نفساً تمیز ہے جو طبن کی نسبت سے ابہام کا رفع کر رہی ہے اور ھنیئاً محمد اور مریئاً ہضم ہونے والا۔ یہ دونوں الفاظ بطور مبالغہ وارد ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر عورتیں بطیب خاطر مہر کا کچھ حصہ یا پورا مہر معاف کر دیں تو وہ تمہارے لئے حلال وطیب ہے اور اس کے کھانے میں تم پر کسی قسم کی ملامت نہیں اور نہ گناہ ہے وھذہ عبارۃ عن المبالغۃ فی الاباحۃ و ازالۃ التبعۃ (مدارک ج ۱ ص ۱۶۱) **کہ چوتھا حکم رعیت** ۔ (سِن رشد سے پہلے یتیموں کو ان کا مال نہ دو۔ جب دو اس پر گواہ بناؤ) یہ حکم یتیموں کا مال ان کے حوالے کرنے سے متعلق ہے۔ یعنی جب تک یتیم کم عقل اور نابالغ ہوں اس وقت تک ان کے اموال انکے حوالے نہ کرو۔ البتہ ان کی خوراک پوشاک وغیرہ کے اخراجات انہی کے مال سے اٹھاؤ اور یتیموں سے کہہ دو کہ تمہارا مال ہمارے پاس محفوظ ہے ہم اس کے امین اور محافظ ہیں۔ جب تم بالغ ہو جاؤ گے اور اپنے نفع اور نقصان کو سمجھنے لگو گے تو تمہارا مال تمہارے حوالے کر دیا جائیگا۔ اور جب یتامٰی سنِ رشد کو پہنچ جائیں اور تم ان کے اموال ان کے سپرد کرنے لگو تو وصولی پر گواہ بنالو تاکہ تم پر تہمت خیانت کا شبہ باقی نہ رہے اور ان کو اطمینان ہوجائے کہ تم نے ان کا مال ضائع نہیں کیا۔ اسرافاً وبداراً دونوں مصدر ہیں بمعنی اسم فاعل۔ اور لاتاکلوا کی ضمیر سے حال ہیں ای لا تاکلوھا مسرفین ومبادرین (روح ج ۴ ص ۲۰۶، مدارک ج ۱ ص ۱۶۱) اور ان یکبروا سے پہلے من مقدر ہے۔ یعنی یتیموں کا مال اس طرح مت کھاؤ کہ اسراف سے کام لو اور ان کا سارا مال ہضم کرنے کی غرض سے جلدی جلدی اسے ختم کر ڈالو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بڑے ہو کر سنِ رشد کو پہنچ جائیں اور تمہیں ان کا مال ان کے حوالے کرنا پڑے۔ اس کے بعد جائز طریقہ سے مالِ یتیم سے فائدہ اٹھانے کی اجازت فرمادی۔

ومن کان غنیا فلیستعفف۔ یعنی اگر یتیم کا ولی مالدار ہو تو وہ یتیم کے مال سے بالکلیہ اجتناب کرے نہ اس میں سے قرض لے اور نہ اس میں تجارت کرے ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔ اور اگر تنگدست ہو تو اسے اجازت ہے کہ جائز طریقہ سے انتفاع کرے۔ مثلاً اس میں سے قرض لے اور بوقتِ فراخی ادا کر دے۔ یا مالِ یتیم میں تجارت کرے اور منافع سے جائز حصہ وصول کرے۔ یا اس کے مال کی حفاظت و اصلاح کی اجرت لے۔ والمعروف القرض ای یستقرض مال الیتیم

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ
پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو ف۱ یا لونڈی جو اپنا مال ہے
ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۳ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ
اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے ف۲
فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۴ وَلَا
پھر اگر وہ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو اپنی خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا ف۲ اور مت
تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ
پکڑا دو بے عقلوں کو اپنے وہ مال جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے گذران کا
قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ
سبب ف۳ اور ان کو اس میں سے کھلاتے اور پہناتے رہو اور کہو ان سے
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۵ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا
بات معقول ف۱ ف۲ اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح
النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ
کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالہ کردو ان کے
اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ
مال ان کا اور کھا نہ جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے کہ یہ بڑے نہ ہوجائیں
وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا
اور جس کو حاجت نہ ہو تو مالِ یتیم سے بچتا رہے ف۲ اور جو کوئی محتاج ہو
فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ
تو کھاوے موافق دستور کے پھر جب ان کو حوالہ کرو ان کے مال
فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۶ لِلرِّجَالِ
تو گواہ کرلو اس پر اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو ف۳ مردوں کا بھی

منزل ۱

سلہ تیسرا حکم رعیت بیویوں کے علاوہ جن عورتوں سے بھی نکاح کرو ان کو ان کا مہر ادا کرو اگر وہ معاف نہ کریں ۱۲

سلہ چوتھا حکم رعیت یتیم جب عاقل بالغ ہوجائیں تو گواہوں کی موجودگی میں ان کا مال ان کے حوالے کر دو ۱۲

سلہ دوسرا حکم رعیت [illegible] حصہ [illegible] کرو ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی اگر جانو کہ یتیم لڑکی کو ہم نکاح کریں گے تو اس کا حق نہ ادا کر سکیں گے کیونکہ اس کا حق مانگنے والا نہیں تو اور عورتیں بہت ہیں کچھ کمی نہیں۔ ایک مرد کو دو بھی، تین بھی، چار بھی روا ہیں۔ اس سے زیادہ جمع کرنی روا نہیں۔ کیونکہ اتنے میں بھی انصاف کرنا مشکل ہے زیادہ میں کب ہو سکے گا۔ سو اس قدر بھی جب کرو کہ جانو انصاف سے رہو گے نہیں تو ایک ہی بس ہے۔ یا اپنی لونڈی کفایت ہے جس کی کئی عورتیں ہوں تو واجب ہے کھانے پہنے میں اور دینے لینے میں برابر رکھے اور رات رہنے میں باری برابر باندھے۔ اگر نہ کریگا تو قیامت میں اس کا آدھا بدن گھسٹتا چلے گا اور تقید فرمایا کہ عورت کا مہر پورا خوشی سے ادا کرو۔ اگر وہ خوشی سے کچھ چھوڑ دے تو روا ہے۔ ف۲ یعنی لڑکا بے عقل ہے تو اس کا مال اس کے ہاتھ میں نہ دو اس کا خرچ اس میں چلاؤ جب بالغ ہو اور عقل پیدا کرے تب مال حوالے کرو۔ لیکن بات معقول کہو یعنی تسلی کرو کہ مال تیرا ہے، ہمارا نہیں۔ ہم تیری خیر خواہی کرتے ہیں۔ ف۳ یعنی یتیم کا مال اپنے خرچ میں نہ لاؤ۔ مگر اس کا رکھنے والا محتاج ہو تو خدمت کے موافق در ماہہ لیوے اور جس وقت باپ مرے تو پنچایت کے روبرو یتیم کا مال لکھ کر امانت دار کو سونپ دیں۔ جب یتیم بالغ ہو تو اس کے موافق حوالے کرے جو خرچ ہوا وہ سمجھاوے اور اس وقت بھی شاہدوں کو دکھادے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بر سفہاء حجر باید کرد۔ و اموالِ ایشاں کہ بحقیقت ہمہ مسلمانان بآں منتفع اند بے واسطہ یا بواسطہ بدستِ ایشاں دادہ ضائع نباید ساخت ۱۲۔ ف۲ یعنی وصی یتیم اگر توانگر باشد از اموالِ یتیم چیزے نگیرد۔ ۱۲۔

نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ
حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے ف۵ اور عورتوں کا
نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ
بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا
مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ
بہت ہو۔ حصہ مقرر کیا ہوا ہے ف۱ ف۶ اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت
اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ
رشتہ دار ف۲ اور یتیم اور محتاج ف۹ تو ان کو کچھ کھلا دو اس میں سے
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ
اور کہہ دو ان کو بات معقول ف اور چاہیئے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر
تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ص
چھوڑی ہے اپنے پیچھے اولاد ضعیف ف۱۰ تو ان پر اندیشہ کریں۔
فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ
تو چاہیئے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی ف ف۳ جو لوگ کہ
يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ
کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں
بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝۱۰ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ ع ۱۲
آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب داخل ہوں گے آگ میں حکم کرتا ہے تم کو اللہ
فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ
تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے ف۱۱ پھر اگر صرف
نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ
عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ تو ان کیلئے ہے دو تہائی اس مال سے جو چھوڑ مرا ف۱۲ اور اگر

[illegible]

اذا احتاج الیہ فاذا ایسر قضاہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وقال قوم المعروف ان یاخذ من مالہ بقدر قیامہ واجرۃ عملہ (خازن ج ۱ ص ۴۰۳) **۵ پانچواں حکم رعیت** (ترکہ میں تمام ورثاء کے حصے مقرر ہیں کسی کا حصہ کم نہ کرو) جاہلیت کی ایک رسم تھی کہ وہ میت کے ترکہ سے عورتوں اور بچوں کو حصہ نہیں دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے وراثت سے حصہ کا حقدار صرف وہی ہو سکتا ہے جو جنگ کرے اور اپنے علاقہ اور اپنی قوم کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسم کو توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میت کا ترکہ خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں تمام وارثوں کا حق ہے۔ مردوں کا بھی اور عورتوں کا بھی۔ بڑوں کا بھی اور بچوں کا بھی۔ البتہ تمام وارثوں کے حصے جداگانہ ہیں اور ان کی مقداریں مقرر ہیں۔ **۹** یعنی اگر ورثاء میں یتامیٰ اور مساکین بھی ہوں تو ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے کھانے کے لئے انہیں کچھ دیدیا کرو۔ اور ان سے کہہ دیا کرو اب ترکہ تقسیم نہیں کر رہے ہیں جب تقسیم ہوگا تم کو بھی بلا لیا جائے گا۔ کیونکہ ترکہ میں غیر منقولہ جائیداد کی تقسیم بیک وقت ممکن نہیں۔ اس آیت میں اولوا القربیٰ سے ورثاء مراد ہیں اور والیتمیٰ والمسٰکین کا عطف تفسیری ہے اور فارزقوھم بمعنی فاطعموھم ہے اور اولوا القربیٰ کے بعد یتامیٰ اور مساکین کی تخصیص ان کے حقوق کی نگہداشت کے پیش نظر ہے تاکہ ان کے حقوق ضائع نہ کئے جائیں۔ اس طرح یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ اس کے بعد ولیخش الذین لو ترکوا الخ اور ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلما الخ یہ دونوں زجریں بھی اس پر قرینہ ہیں کہ اس آیت میں یتامیٰ اور مساکین سے وارث مراد ہیں۔ اور فارزقوھم کا حکم وجوبی ہے استحبابی نہیں۔ کیونکہ زجر ترک مندوب و مستحب پر نہیں ہوتا بلکہ فرض یا واجب کے ترک پر ہوتا ہے اس لئے اب اس تاویل کی ضرورت نہیں کہ پہلے اولوا القربیٰ، یتامیٰ اور مساکین کو ترکہ سے حصہ دیا کرتے تھے۔ اور اب آیت میراث سے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور نہ اس توجیہ کی ضرورت ہے کہ یہ حکم استحبابی تھا۔ اور اب بھی اپنے استحباب پر باقی ہے۔ **۱۰** یہ ان لوگوں کو زجر ہے جو یتامیٰ اور مساکین کی حق تلفی کریں اور میراث سے ان کو ان کا مقررہ حصہ نہ دیں۔ لیخش کا مفعول (اللہ) محذوف ہے۔ یعنی اولیاء میت خدا سے ڈریں اور سوچیں کہ اگر وہ مر جائیں اور ان کے پیچھے ان کے یتیم بچے رہ جائیں تو وہ ان کے حق میں کس قسم کے سلوک کی تمنا کریں گے۔ اس لئے اب ان کو دوسرے یتیموں اور مسکینوں سے ویسا ہی برتاؤ کرنا چاہیئے جیسے برتاؤ کی وہ اپنی یتیم اور مسکین اولاد سے تمنا اور خواہش رکھتے ہیں ای افعلوا بالیتامیٰ ما تحبون ان یفعل باولادکم من بعدکم (قرطبی ج ۵ ص ۵۲) ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا۔ یہ تخویف اخروی ہے۔ پہلے احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کی حق تلفی نہ کرو۔ ان سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو۔ اور ان کا مال ظلماً نہ کھاؤ۔ اس لئے یہاں اس پر وعید شدید کی دھمکی دی گئی ہے۔ **۱۱ چھٹا حکم رعیت** (ورثاء کے مقررہ حصے یہ ہیں۔ ان کے مطابق تقسیم کرو) پہلے فرمایا تھا کہ ترکہ میت میں بلا امتیاز مرد و زن اور بلا تفریق صغیر و کبیر ہر وارث کا مقررہ حصہ ہے اب یہاں وارثوں کے مقررہ حصے بیان کرتے ہیں کہ وارثوں کے مقررہ حصے یہ ہیں ان کو ان کا پورا پورا حق دو اور اس میں کمی بیشی نہ کرو۔ اس رکوع میں تقسیم ترکہ کی کل بارہ صورتیں بیان کی گئی ہیں پہلی صورت۔ اگر میت کی اولاد میں لڑکے بھی ہوں اور لڑکیاں بھی تو ان کے مابین ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ ملے۔ یہ صورت للذکر مثل حظ الانثیین میں مذکور ہے۔ **دوسری صورت** اگر میت کی اولاد میں لڑکا کوئی نہ ہو صرف لڑکیاں ہوں اور وہ بھی دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ترکہ کے دو ثلث یعنی دو تہائی حصے ان کے ہوں گے۔ باقی دوسرے ورثاء میں تقسیم ہوگا فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً

موضح قرآن ف۱ کفر کی رسم میں عورت کو وارث نہ گنتے اب عورت کو بھی میراث ٹھہری ف۲ یعنی جس وقت میراث تقسیم ہو اور برادری کے لوگ جمع ہوں تو جن کو حصہ نہیں پہنچتا اور قرابتی ہیں یا یتیم یا محتاج ہیں تو کچھ کھلا کر رخصت کرو اور بات معقول کہو یعنی جواب سخت نہ دو اور اگر توقع زیادہ کریں تو عذر کرو۔ ف۳ یعنی میت کے پیچھے اس کی اولاد کے حق میں قصور نہ کریں اپنے اوپر قیاس کریں کہ ہماری اولاد رہ جائے پیچھے تو ہم کو اس کا کیسا ڈر ہوگا

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مردان و زنان ہر دو حصہ دارند از ہر مال کہ باشد، کم بود یا بسیار در یں رد است بر اہل جاہلیت کہ زنان را حصہ نمی دادند ۱۲۔ ف۲ یعنی خویشان غیر وارث ۱۲ ف۳ یعنی آنانکہ اولاد داشتہ باشند بوجہی وصیت کنند کہ اولاد را ضرر نہ رسد و ایں مقدر است در شرع بتقسیم حصۂ مال یا کم ازاں ۱۲۔ ف۴ حکم دو دختران نیز ثلثان است۔ واللہ اعلم ۱۲۔

كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ
ایک ہی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے ۱۲ھ اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کے لئے
مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ
دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے اس مال میں سے جو کہ چھوڑ مرا اگر میت کے اولاد ہے ۔ اور اگر
لَّمْ يَكُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ
اس کے اولاد نہیں اور وارث ہیں اسکے ماں باپ تو اس کی ماں کا ہے تہائی ف۱ پھر اگر
كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
میت کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کا ہے چھٹا حصہ ف۲ بعد وصیت کے
يُّوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُونَ
جو کر مرا یا بعد ادائے قرض کے ۱۳ھ ف۳ تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں
أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ
کون نفع پہنچائے تم کو زیادہ حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے بیشک اللہ
كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ
خبردار ہے حکمت والا ف اور تمہارا ہے آدھا مال جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر
لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ
نہ ہو ان کے اولاد ۱۴ھ اور اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے واسطے
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ
چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد وصیت کے جو کر گئیں یا بعد
دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ
قرض کے اور عورتوں کے لئے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہارے اولاد
فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ
اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے کہ جو کچھ تم نے چھوڑا بعد

فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ میں دوسری صورت مذکور ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ لفظ "فوق" اس آیت میں زائد ہے جیسا کہ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ میں زائد ہے (بحر ج ۳ ص ۱۸۲) کیونکہ دو کا بھی یہی حکم ہے۔ اور وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَهَا النِّصْفُ بھی اس پر قرینہ ہے **۱۲ھ** اس میں **تیسری صورت** بیان کی گئی ہے۔ یعنی اگر میت کی اولاد صرف ایک لڑکی ہو تو وہ ترکہ کے نصف ½ کی حقدار ہے اور باقی نصف دوسرے وارثوں میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ **چوتھی صورت** مذکورہ تینوں صورتوں میں میت کی اولاد کے ساتھ اگر اس کے والدین بھی موجود ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک کو کل ترکہ کا سدس یعنی چھٹا حصہ ⅙ ملیگا۔ اور باقی دوسرے ورثاء کا ہوگا۔ مثلاً ایک آدمی مرگیا۔ اور اس نے ماں باپ۔ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں وارث چھوڑے اور ترکہ کی مالیت اٹھارہ سو روپے ہے تو دو سدس (۲ × ⅙) یعنی چھ سو روپے والدین کے ہوں گے۔ بحساب تین سو فی کس اور باقیماندہ پہلی صورت کے مطابق اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو چھ سو روپیہ اور دونوں بہنوں کو تین تین سو روپیہ ملیگا۔ یہ صورت وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَهٗ وَلَدٌ میں مذکور ہے۔ **پانچویں صورت** اگر میت کے کوئی اولاد نہ ہو اور نہ کوئی بھائی بہن ہو اور اس کے ماں باپ زندہ ہوں تو اس کی والدہ ثلث یعنی تیسرے حصہ (⅓) کی حقدار ہوگی اور باقیماندہ سارا ترکہ باپ کو ملیگا۔ یہ صورت فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ میں بیان کی گئی ہے۔ **چھٹی صورت** اگر میت کے کوئی لڑکی لڑکا نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنیں یا مخلوط اور ماں باپ زندہ ہوں تو اس کی والدہ کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی سب والد کو اور اس کے بھائی بہنیں محروم رہیں گے فَاِنْ کَانَ لَهٗۤ اِخْوَۃٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ میں یہی صورت مذکور ہے۔ یہاں لفظ اخوۃ اگرچہ جمع ہے لیکن دو کا بھی یہی حکم ہے اور لفظ جمع کا اطلاق دو پر لغت عرب میں عام ہے۔ جمہور مفسرین اسی طرف گئے ہیں قال الجمهور ان حکم الاثنین فی باب المیراث حکم الجماعۃ (روح ج ۴ ص ۲۲۶) **۱۳ھ** یہ حکم پہلی تمام صورتوں سے متعلق ہے۔ یہاں دو حقوق ایسے بیان کئے گئے ہیں جن کا ادا کرنا ورثاء میں ترکہ تقسیم کرنے پر مقدم ہے۔ مرنے والے کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے ترکہ سے ثلث یعنی تیسرے حصہ تک ان رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر جائے جو شرعاً وارث نہیں ہیں اور وصیت کی تنفیذ تقسیم ترکہ پر مقدم ہے۔ سب سے پہلے ترکہ میت سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے جو نہ اسراف کی حد کو پہنچے اور نہ کنجوسی کی حد کو بلکہ اس میں میت کی مالی حالت کو پیش نظر رکھا جائے اس کے بعد میت کے ذمہ جو حقوق العباد (بندوں کے حقوق) ہیں وہ ادا کئے جائیں۔ مثلاً قرضہ اور ادھار وغیرہ اَوْ دَیْنٍ میں انہی حقوق کا ذکر ہے۔ حقوق العباد ادا کرنے کے بعد باقیماندہ ترکہ کے تیسرے حصہ (⅓) میں سے میت کی وصیتیں نافذ کی جائیں مِنْ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ میں یہ حکم مذکور ہے۔ اس کے بعد جو بچ جائے وہ وارثوں میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائے آبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا دستور جاہلیت میں صرف بیٹے ہی میت کے ترکہ کے وارث ہوتے تھے، بیٹیوں کو کچھ نہیں دیتے تھے۔ ابتداء اسلام میں والدین کے

موضح قرآن۔ ف۱ اس آیت میں دو میراثیں بیان فرمائیں۔ اولاد کی اور ماں باپ کی۔ اولاد اگر ملی ہوئی ہیں دو قسم میں مرد و عورت تو مرد کا دوہرا حصہ عورت کا اکہرا۔ اور اگر فقط عورتیں ہیں تو ایک کو آدھا مال اور زیادہ ہوں دو تہائی برابر بانٹ لیں اور ماں کا حصہ اگر میت کے اولاد ہے یا بھائی بہن ہیں ایک سے زیادہ تو چھٹا حصہ۔ اور اگر دونوں نہیں تو تہائی اور باپ کا حصہ اگر میت کو اولاد ہے تو چھٹا حصہ اور اگر اولاد نہیں تو عصبہ ہوا اور میت کا مال اوّل اس کے دفن کفن میں لگائیے جو بچے وہ اس کے قرض میں دیجئے اس سے جو بچے تو اس کی وصیت میں ایک تہائی تک لگائیے۔ اس کے پیچھے جو رہ جائے اس میں میراث کے حصے ہیں۔ اور ان دونوں حصوں میں عقل کا دخل نہیں۔ اللہ صاحب نے مقرر فرمائے۔ وہ سب سے دانا تر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مابقی بپدر راست ۱۲ ف۲ یعنی اگر وصیت باشد نخست ادائے وصیت کنند و اگر دین باشد نخست ادائے دین کنند۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۳ یعنی برادران یا خواہران حصۂ مادر را ناقص میسازند اگرچہ خود چیزے نیابند و یک برادر و یک خواہر ناقص نمی سازند۔ واللہ اعلم ۱۲۔

حق میں وصیت کا حکم تھا اس کے بعد آیتِ میراث سے تمام وارثوں کے حصے مقرر کر دیئے گئے اور پہلا حکم منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ والدین اور بیٹوں میں سے کون تمہارے لئے دنیوی یا اخروی نفع کا باعث ہے کبھی باپ کی طرف سے ایسا دنیوی یا اخروی نفع حاصل ہو جاتا ہے جو بیٹے کی طرف سے نہیں ہوتا اور کبھی بالعکس۔ اس لئے ہم نے نفسِ میراث میں سب کو برابر کر دیا ہے اور سب کے حصے مقرر کر دیئے ہیں (من ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۹) **۱۴** پہلی چھ صورتیں ذوی الفروض نسبیہ کی تھیں اب آگے ذوی الفروض سببیہ یعنی خاوند بیوی کے حصوں کا بیان ہے۔ **ساتویں صورت** اگر بیوی فوت ہو جائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کے ترکہ سے خاوند کو نصف ($\frac{1}{2}$) ملیگا۔ باقی دوسرے ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ **آٹھویں صورت** فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ الخ یعنی اگر بیوی فوت ہو جائے اور اس کے اولاد ہو خواہ موجودہ خاوند سے یا پہلے خاوند سے تو اس صورت میں بیوی کے ترکہ سے چوتھا حصہ ($\frac{1}{4}$) خاوند کا ہوگا۔ اور باقی دیگر ورثاء کا ہوگا۔

وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ

وصیت کے جو تم کر مرو یا قرض کے ف۱ اور اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے

كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا عورت ہو ایسی ہی ف۲ اور اس میت کا ایک بھائی ہے یا بہن ہے تو دونوں میں سے ہر ایک کا

السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ

چھٹا حصہ ہے ۱۶ اور اگر زیادہ ہوں اس سے تو سب شریک ہیں

فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصٰى بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ

ایک تہائی میں بعد وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب اوروں کا

مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ⑫ تِلْكَ

نقصان نہ کیا ہو ف۳ یہ حکم ہے اللہ کا اور اللہ سب کچھ جاننے والا تحمل کرنیوالا ہے یہ حدیں

حُدُودُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

باندھی ہوئی اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کریگا جنتوں میں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں ۱۷ اور یہی ہے بڑی مراد

الْعَظِيمُ ⑬ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ

ملنی اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جاوے اس کی حدوں سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا ۠ وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ⑭ ع ۲ ۱۳

ڈالیگا اس کو آگ میں ہمیشہ رہیگا اس میں اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے

وَاللّٰتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ

عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ

ان پر چار مرد اپنوں میں سے ۱۸ پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو ان عورتوں کو

نویں صورت وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ۔ اور اگر خاوند فوت ہو جائے اور کوئی اولاد نہ چھوڑے تو بیوی کو ترکہ کا چوتھا حصہ ملیگا۔ اگر بیویاں ایک سے زیادہ ہوں تو وہی چوتھا حصہ ان میں مساوی طور پر تقسیم کیا جائے۔ **دسویں صورت** فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ الخ اور اگر میت کے اولاد ہو خواہ موجودہ بیوی سے یا سابقہ سے تو بیوی خواہ ایک ہو یا زیادہ ہوں وہ ترکہ کا آٹھواں حصہ ($\frac{1}{8}$) پائیں گی۔ **۱۵** **گیارہویں اور بارہویں صورت۔** کَلٰلَةً لغت میں اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس کے اصول اور فروع میں کوئی مذکر موجود نہ ہو اور اصطلاحِ شرع میں اس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ اس کے لڑکی بھی نہ ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ الكلالة من لم يترك ولدا ولا والدا (ابن جریر ج ۴ ص ۱۸۴) سلیم بن عبد کہتے ہیں کہ اس پر مفسرین کا اجماع ہے اجمعوا ان الكلالة الذی لیس له ولد ولا والد (ایضا) اس صورت

موضح قرآن ف۱ یہاں تک مرد و عورت کی میراث فرمائی۔ عورت کے مال میں مرد کو آدھا ہے اگر عورت کو اولاد نہیں اور اگر اولاد ہے اس مرد سے یا اور مرد سے تو مرد کو چوتھائی اور اسی طرح مرد کے مال میں عورت کو چوتھائی اگر مرد کو اولاد نہیں۔ اور اگر اولاد ہے تو عورت کو آٹھواں حصہ ہر جنس مال میں نقد یا جنس سلاح یا زیور حویلی یا باغ باقی عورت کا مہر میراث سے جدا ہے قرض میں داخل ہے۔ ف۲ یہاں میراث فرمائی بھائی بہن کی۔ سو باپ کے اور بیٹے کے ساتھ بھائی بہن کو کچھ نہیں جب باپ بیٹا نہ ہو، تب بھائی بہن کو پہنچے۔ بھائی بہن تین طرح کے ہیں سگے جو ماں باپ میں شریک ہیں یا سوتیلے جو باپ میں شریک ہیں یا اخیافی جو ماں میں شریک ہیں۔ یہ میراث ان تیسروں کی ہے ایک کو چھٹا حصہ اور زیادہ کو تہائی ان میں مرد و عورت کو برابر۔ اور وہ دو قسم کے بھائی بہن مثال اولاد کے ہیں جب باپ بیٹا نہ رہا ہو۔ پہلے سگے وہ نہ ہوں تو سوتیلے۔ اس سورت کے آخر ان کی میراث ہے۔ اور یہ فرمایا کہ وصیت پہلے ہے جب وروں کا نقصان نہ کیا۔ نقصان دو طرح کا ہے ایک یہ ہے کہ مال کی تہائی سے زیادہ دلوا مرے وہ تہائی تک جاری ہے زیادہ نہیں۔ دوسرا یہ کہ جس کو میراث کا حصہ ملیگا اس کو اپنی طرف سے رعایت کر کر زیادہ کچھ دلوا مرا۔ وہ معتبر نہیں اگر سب راضی ہوں تو یہ دونوں وصیتیں قبول رکھیں نہیں تو نہ رکھیں۔ اور یہ پانچ میراثیں جو فرمائیں یہ حصہ داروں کی ہیں اور ان کے سوا اور قسم کے وارث ہیں جن کو عصبہ کہتے ہیں ان کو حصہ نہیں اگر عصبہ ہو اور حصہ دار نہ ہو تو سب مال عصبہ لیوے اور جو دونوں ہوں تو حصہ داروں سے جو بچے وہ عصبہ ہوئے اور جو نہ بچے نہ لیوے اور عصبہ اصل تو وہ کہ مرد ہو عورت نہ ہو اور عورت کا واسطہ نہ رکھے اس کے چار درجے ہیں۔ اوّل درجے میں بیٹا اور پوتا ہے۔ دوسرے درجے میں باپ اور دادا۔ تیسرے درجے میں بھائی اور بھتیجا۔ چوتھے درجے میں چچا اور چچا کا بیٹا یا پوتا۔ ایک درجے میں اگر کئی شخص ہوں تو جو میت سے قریب ہو وہ مقدم ہے جیسے پوتے سے بیٹا بھتیجے سے بھائی پھر سوتیلے سے سگا باقی اولاد دادا و رہ بھائیوں میں مرد کے ساتھ عورت بھی عصبہ ہے اوروں میں نہیں اگر دونوں قسم کے وارث نہ ہوں تو تیسری قسم ہیں ذوالارحم یعنی ایسی قرابت والے جس میں واسطہ عورت کا ہے اور حصہ دار نہیں جیسے نواسا اور نانا اور بھانجا اور ماموں خالہ پھپھی اور ان کی اولاد ان کا حساب بھی عصبے کا سا ہے۔ فتح الرحمٰن ف۲ کلالہ آنست کہ پدر و فرزند ندارد ۱۲ ف۳ یعنی وصیتے کہ زیادہ از ثلث باشد اعتبار ندارد ۱۲۔

[illegible]

[illegible]

میں کلالہ کی چھ صورتیں بیان کی گئی ہیں، چار سورت کے آخر میں اور دو اس رکوع میں۔ اول کلالہ مرد ہو یا عورت اگر وہ مر جائے اور اس کا ایک مادری بھائی یا ایک مادری بہن زندہ ہو تو اس کو ترکہ کا سدس یعنی چھٹا حصہ (۱/۶) دیا جائے وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ سے السُّدُسُ تک اس کا بیان ہے۔ دوم یہ کہ مادری بھائی بہنیں ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ترکہ کا ثلث (۱/۳) پائیں گے اور ثلث ان کے عدد رؤس کے مطابق مساوی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور نر و مادہ کے حصہ میں کوئی فرق نہیں ہوگا فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ میں یہ صورت مذکور ہے۔ بھائی بہنوں سے یہاں اولاد الام یعنی مادری مراد ہیں جیسا کہ حضرتِ صدیق رضؓ اور سعد بن ابی وقاص رضؓ سے منقول ہے ای من امّ کما هو فی قراءة بعض السلف منهم سعد بن ابی وقاص وكذا فسرها ابوبکر الصدیق فیما رواه قتادة عنه۔ (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۰) اور اگر بھائی بہنیں عیانی یا علاتی ہوں تو ان کے حصے اس سورت کے آخر میں بیان کئے گئے ہیں غَيْرَ مُضَآرٍّ، يُوْصِىْ بِهَآ کے فاعل

فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ
گھروں میں یہاں تک کہ اٹھا لیوے ان کو موت یا مقرر کر دے
اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ⑮ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ
اللہ ان کے لئے کوئی راہ ف۱ ف۱ اور جو دو مرد کریں تم میں سے وہی بدکاری
فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا
تو ان کو ایذا دو پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان کا خیال
عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ⑯ اِنَّمَا التَّوْبَةُ
چھوڑ دو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ف۲ ف۲ توبہ قبول کرنی
عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ
اللہ کو ضرور تو ان کی ہے جو کرتے ہیں برا کام جہالت سے
ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ
پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے تو ان کو اللہ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑰ وَ
معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور
لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ
ایسوں کی توبہ نہیں جو کئے جاتے ہیں برے کام
حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ
یہاں تک کہ جب سامنے آجائے ان میں سے کسی کے موت کہنے لگا میں
تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ
توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی توبہ جو کہ مرتے ہیں حالت
كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑱
کفر میں ان کے لئے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک ف۳ ف۳

[illegible]

سے حال ہے بصورتِ قراءتِ فعل معروف اور بصورتِ قراءتِ فعل مجہول فعل محذوف کے فاعل سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرنے والا وصیت یا اقرار بالدین سے وارثوں کو نقصان نہ پہنچائے مثلاً یہ کہ تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت نہ کرے اور جس کا اس کے ذمے کوئی حق نہیں اس کے لئے قرض کا اقرار نہ کرے فلا یقر بحق لیس علیہ۔ ولا یوصی باکثر من الثلث قاله ابن جبیر (روح ج ۴ ط ۲۳) **۱۶؎** یہ بشارتِ اخروی ہے۔ احکامِ میراث جن کی آئے دن ضرورت رہتی ہے بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ اللہ کی حدود اور اس کے مقررہ احکام ہیں جو اللہ کے رسول کی وساطت سے بندوں کو دیئے گئے ہیں جو ان احکام پر ایمان لائیگا اور ان پر عمل کریگا اس کے لئے آخرت میں جناتِ نعیم اور نعیم مقیم کی بشارت ہے وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویفِ اخروی ہے جو اللہ کی حدود کو توڑتے اور اس کے نافذ کردہ احکامِ میراث کو معطل کرتے اور ان کے مطابق وارثوں میں ترکہ تقسیم نہیں کرتے۔ عصیان سے یہاں عصیان کامل درجہ مراد ہے یعنی جو شخص ان احکام پر ایمان نہ لائے وہ کافر ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیگا جیسا کہ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ اس پر قرینہ ہے۔ اور جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (مائدہ رکوع ۷) مسند امام احمد میں مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ کی مَنْ لَّمْ يَعْتَقِدْ سے تفسیر کی گئی ہے یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام پر ایمان نہ لائیں اور ان کے حق ہونے کا اعتقاد نہ رکھیں وہ کافر ہیں۔ **۱۷؎** ساتواں حکم رعیّت (عورتوں کو وراثت سے حصہ ضرور دو لیکن اگر ان سے زنا سرزد ہو جائے تو ان پر شرعی حکم نافذ کرو) احکام وراثت بیان کرنے کے بعد ان عورتوں کا حکم بیان کیا گیا جن سے زنا کا ارتکاب ہو جائے یعنی عورتوں کو میراث سے بیشک حصہ دو لیکن اگر کسی عورت سے زنا سرزد ہو جائے تو اگر چار گواہوں کی شہادت سے ان کا جرم ثابت ہو جائے تو ان کو بند رکھو یہاں تک کہ ان کے لئے کوئی دوسرا حکم آجائے اور اگر ان

موضح قرآن:- ف۱ یہ حکم زنا کا فرمایا کہ چار مرد مسلمان گواہ چاہیئیں پھر ابھی حد نازل نہ فرمائی، وعدہ رکھا۔ آخر حد نازل ہوئی سورۂ نور میں۔ ف۲ اگر دو مرد فعل بد کریں ان کا حکم اس وقت مجمل ایذا دینی فرمائی اور توبہ کریں تو ایذا نہ دو پھر جب حد زنا نازل ہوئی تو اس کی حد جدی نہ فرمائی۔ اس میں علما کو اختلاف رہا کہ وہ ہی حد ہے اس کی بھی یا شمشیر سے قتل کرنا یا کچھ اور طور سے۔ ف۳ یعنی موت جب یقینی ہو چکی اور آخرت نظر آنے لگی تب توبہ قبول نہیں اور اس سے پہلے قبول ہے مسلمان کی توبہ اور کافر اگر گناہ سے توبہ کرے وہ گناہ نہیں اترتا مگر جو مسلمان ہو کر مرے۔

فتح الرحمٰن ف۱ بعد ازیں آیت خدا تعالٰے راہے مقرر کرد و آں رجم ثیب و جلد بکر است پس الحال حکم حبس نیست ۱۲۔ ف۲ ایں آیت مجمل ست در احادیث مذکور شد کہ بکر را صد تازیانہ باید زد و ثیب را رجم باید کرد و عبد را پنجاہ تازیانہ۔ واللہ اعلم ۱۲۔ ف۳ مترجم گوید اہل جاہلیت زناں را نیز از جملہ میراث می دانستند، ولی میت اگر خواستے بجبر در نکاح خود در آوردے و اگر خواستی منع میکرد کہ با اجنبی نکاح کند تا آنکہ مہر رد نماید۔ حق تعالٰے ایں آیت فرستاد۔ واللہ اعلم۔

کو بطور سزا کوئی تکلیف دینا چاہو تو زیادہ نہ دو اور حد اعتدال سے آگے نہ بڑھو۔ یہ حکم حد شرعی کے نزول سے پہلے تھا۔ اور اگر وہ سچی توبہ کرلیں تو پھر ان سے تعرض نہ کرو اور انہیں کچھ نہ کہو کیونکہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد سچی توبہ کرلے اور گناہ پر اصرار نہ کرے تو اللہ تعالے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا یہ ساتویں حکم ہی سے متعلق ہے یعنی اس میں زنا ہی کا حکم مذکور ہے۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ الخ یعنی اللہ نے محض اپنے فضل وکرم سے ان لوگوں کی توبہ کو قبول کرنا اپنے ذمے رکھا ہے جو نادانی میں گناہ کریں اور پھر فوراً ہی سچی توبہ کرلیں اور آئندہ کے لئے اس گناہ کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الخ یہ زجر اور تخویف اخروی ہے یعنی جو لوگ زندگی میں بے دھڑک اور اندھا دھند گناہ کرتے ہیں جب موت کا وقت آپہنچا اور غرغرہ کی حالت شروع ہوجائے تو توبہ کرنے لگیں تو یہ توبہ خدا کو منظور نہیں ہوگی۔ اسی طرح وہ لوگ جو حالت کفر میں مرجائیں ان کے گناہ ہرگز معاف نہیں ہوں گے اور انہیں دردناک سزا دیجائیگی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا
اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو تم
النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ
عورتوں کو زبردستی ف۱۸ اور نہ روکے رکھو ان کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ
مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ
اپنا دیا ہوا۔ مگر کہ وہ کریں بے حیائی صریح۔
وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ
اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں
فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا
تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت
كَثِيْرًا ⑲ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ
خوبی ف۱ اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری
زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا
عورت کو اور دے چکے ہو ایک کو بہت سا مال تو مت پھیر لو
مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا
اس میں سے کچھ کیا لیا چاہتے ہو اس کو ناحق اور صریح
مُّبِيْنًا ⑳ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى
گناہ سے اور کیونکر اس کو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے
بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا
تم میں کا ایک دوسرے تک اور لے چکیں وہ عورتیں تم سے عہد
غَلِيْظًا ㉑ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ
پختہ ف۱ ف۲ اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے ف۱۹

ف۱۸ آٹھواں حکم رعیت۔ ورثہ میں مال ملا کرتا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں ان کی رضا مندی سے ان کے ساتھ نکاح کر سکتے ہو ۱۲۰

[illegible]

ف۱۸ آٹھواں حکم رعیت (ورثہ میں مال ملا کرتا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں اگر وہ راضی ہوں تو ان سے نکاح کرلو) زمانۂ جاہلیت کی ایک ننگِ انسانیت رسم یہ تھی کہ ورثاء مال کی طرح اپنے مُورِثوں کی بیویوں کو بھی اپنی وراثت سمجھتے تھے اور اگر وہ کسی سے نکاح کرنا چاہتی تھیں تو انہیں جبراً روک دیتے تھے اگر وہ خوبرو ہوتی تو خود اس سے نکاح کرلیتے ورنہ اسے محبوس رکھتے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے مال پر قابض ہوجاتے تو اس پر اللہ تعالے نے فرمایا کہ وراثت میں مال ملا کرتا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں اگر کوئی عورت بخوشی نکاح کرنا چاہے تو نکاح کرلو بشرطیکہ وہ تمہاری محرم نہ ہو۔ کَرْهًا۔ فعلِ محذوف کا مفعولِ مطلق ہے ای تکرھون کرھا ولا تعضلوھن ای لا تمنعوھن (جامع ص۳۵) یعنی ان کو منع نہ کرو۔ ببعض میں با تعدیہ کے لئے ہے اور خطاب وارثوں سے ہے۔ بعض دفعہ ورثاء بیوہ کو اس شرط پر دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیتے کہ خاوند سے جو کچھ اسے میراث میں ملا ہے وہ واپس کردے یا اپنا مہر واپس دیدے تو اس سے منع فرمایا یا خطاب خاوندوں سے ہے کچھ لوگ اپنی بیویوں کو نہ طلاق دیتے اور نہ حسن سلوک سے پیش آتے تھے بلکہ ان کو تنگ کرتے تھے تاکہ وہ اپنے وصول کردہ مہر واپس دے کر خلع کرلیں اس پر ممانعت کا حکم نازل فرمایا اور حسن معاشرت کا حکم دیا وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ الخ یعنی تم عورتوں کو مال کی خاطر تنگ نہ کرو اور اگر بیوی کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے شادی کرنا چاہو تو پہلی بیوی کو دئے ہوئے مہر سے کچھ بھی واپس مت لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کی طرف سے ناچاقی کی وجہ سے خلع نہیں ہوسکتا۔ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا دونوں مصدر ہیں بمعنی اسم فاعل تاخذونہ کے فاعل سے حال ہیں ای اتاخذونہ باھتین واثمین۔ اور افضی بعضکم الی بعض جماع سے کنایہ ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ خلوت صحیحہ کو بھی شامل ہے (روح ج ۴ ص۲۴۸) اس لئے اگر خلوت صحیحہ کے بعد طلاق ہوجائے اگرچہ جماع کی نوبت نہ آئے تو بھی عورت سے مہر کا کوئی حصہ واپس لینا جائز نہیں

ف۱۹ نواں حکم رعیت (عورتیں نکاح سے منع ہیں لیکن حسب ذیل عورتیں اگر راضی بھی ہوں تب بھی نکاح میں نہیں آسکتیں) پہلے فرمایا تھا کہ جو عورتیں رضامندی سے تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہیں

موضح قرآن ف۱ اس آیت میں دو حکم ہیں میت مرجاوے تو اس کی عورت اپنے نکاح کی مختار ہے میت کے بھائیوں کو زور آوری سے اپنے نکاح میں لینا نہیں پہنچتا اور نہ ان کو روکنا پہنچے نکاح سے کہ عاجز ہوکر جو کچھ میت نے دیا تھا پھیر جاوے مگر بے شرع بات سے روکنا البتہ چاہیئے۔ دوسرا حکم یہ کہ عورتوں سے گذران کرے تحمل کے ساتھ اگر ان میں بعضی چیز ناپسند ہو تو شاید کچھ خوبی بھی ہو بدخو کے ساتھ بدخوئی نہ چاہیئے۔ ف۲ یعنی مرد عورت تک پہنچا تو اس کا تمام مہر لازم ہوا اب بغیر اس کے چھوڑے نہیں چھوٹتا اور عہد گاڑھا یہی کہ حکم شرع سے عورت مرد کے قبضے میں آئی والا اس کا مالک نہیں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی ایجاب وقبول بحضور شہود درمیان آمد ۱۲۔

ع ۳ ۱۴

مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
تمہارے باپ مگر جو پہلے ہو چکا ف۱ یہ بے حیائی ہے
وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ
اور کام ہے غضب کا اور برا چلن ہے ف حرام ہوئی ہیں تم پر
اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ
تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور
خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ
خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی اور جن ماؤں نے تم کو
اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ
دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور
اُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَرَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ
تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری
حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ
پرورش میں ہیں جن کو جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے تم نے
بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا
صحبت کی اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو
جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ
تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو
مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ
تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ اکٹھا کرو دو بہنوں کو
اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾
مگر جو پہلے ہو چکا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان سے نکاح کرلو یعنی حسبِ ذیل عورتیں اگر راضی ہوں تب بھی ان سے نکاح نہ کرو کیونکہ یہ محرمات ہیں اور ان سے نکاح کرنا تمہارے لئے ابدی حرام ہے یہاں پندرہ محرمات مذکور ہیں (۱) باپ کی منکوحہ یعنی جو عورت باپ کی زوجیت میں آچکی ہو پھر بیوہ یا مطلقہ ہو جائے (۲) ماں۔ دادی اور نانی بھی اُمّہات میں داخل ہیں (۳) وَبَنٰتُكُمْ بیٹیاں اس میں پوتیاں اور نواسیاں بھی داخل ہیں (۴) اَخَوٰتُكُمْ بہنیں خواہ عینی ہوں یا علاتی اور اخیافی (۵) وَعَمّٰتُكُمْ پھوپھیاں (۶) وَخٰلٰتُكُمْ خالائیں (۷) وَبَنٰتُ الْاَخِ بھتیجیاں۔ ان کی بیٹیوں کا بھی یہی حکم ہے (۸) وَبَنٰتُ الْاُخْتِ بھانجیاں اور ان کی بیٹیاں بھی اسی حکم میں ہیں (۹) وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ اور وہ عورتیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو (۱۰) وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور تمہاری دودھ شریک بہنیں (۱۱) وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ اپنی بیویوں کی مائیں خواہ نسبی ہوں یا رضاعی (۱۲) وَرَبَآىِٕبُكُمُ الخ تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو ان کے پہلے خاوندوں سے ہوں بشرطیکہ تم ان سے خلوت کر چکے ہو لیکن اگر کسی نے ابھی اپنی بیوی سے خلوت نہ کی ہو تو اس کو طلاق دے کر اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے فِیْ حُجُوْرِكُمْ کی قید محض اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے (۱۳) وَحَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اَلَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ کی قید احترازی ہے اور اس سے متبنّٰی کی بیوی سے احتراز ہے کیونکہ بیوگی یا طلاق کے بعد اس سے نکاح جائز ہے (۱۴) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اور دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا۔ دو بہنیں خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔ اسی طرح ہر وہ دو عورتیں جن کے درمیان رشتہ محرمیت ہو۔ مثلاً خالہ اور بھانجی۔ پھوپھی اور بھتیجی۔ ان کو بھی ایک آدمی کے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں (۱۵) وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اور جو عورتیں صحیح نکاح کے ساتھ دوسروں کی منکوحہ ہوں، ان سے بھی نکاح جائز نہیں۔ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے بظاہر یہ شبہ پڑتا ہے کہ شادی شدہ آزاد عورتوں سے نکاح جائز نہیں لیکن شادی شدہ لونڈیوں سے نکاح جائز ہے حالانکہ ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے لونڈیوں سے وہ لونڈیاں مراد نہیں ہیں جو پہلے سے مسلمانوں کی ملک میں ہوں بلکہ وہ لونڈیاں مراد ہیں جو بذریعہ سبی (قید) کافروں سے مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور دار الکفر میں ان کے خاوند موجود ہوں کیونکہ سبی سے ان کا سابقہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور ان سے نکاح جائز ہے والمراد بالملك الملك بالسبي خاصة فانه المقتضي لفسخ النكاح وحلها للسابي دون غيره وهو قول عمر وعثمان وجمهور الصحابة والتابعين والائمة الاربعة (روح ج ۵ ص)

۲۰ دسواں حکم رعیت (جن عورتوں سے نکاح جائز ہے خواہ حرہ ہوں یا لونڈیاں، ان کو مہر دینا ہوگا) یہ آٹھویں اور نویں حکم سے متعلق ہے۔ آٹھویں حکم میں فرمایا کہ میراث میں مال ملا کرتا ہے عورتیں نہیں ملا کرتیں۔ ہاں جو عورتیں خوشی سے نکاح کرنا چاہیں ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ نویں حکم میں فرمایا کہ یہ پندرہ عورتیں تم پر حرام ہیں وہ اگر راضی ہوں تو بھی ان سے نکاح جائز نہیں۔ اب یہاں علیٰ سبیل الترقی فرمایا کہ ان کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال ہیں لیکن حلت کی شرط یہ ہے کہ تم ان کو ہمیشہ کے لئے اپنی زوجیت میں رکھنے کی غرض سے ان سے شرعی عقد کرو۔ وقتی یا چند روزہ شہوت رانی مقصود نہ ہو اس سے متعہ کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ متعہ کی غرض و غایت وقتی یا چند روزہ تمتع اور قضاءِ شہوت کے سوا کچھ نہیں وفيه اشارة الی النهی عن كون القصد مجرد قضاء الشهوة وصب الماء واستفراغ اوعية المنی فبطلت المتعة بهذا القيد لان مقصود المتمتع ليس الا ذاك (روح ج ۵ ص) اور یہ بھی یاد رکھو جس عورت سے نکاح کرو خواہ آزاد ہو یا لونڈی اس کو مہر ضرور دینا ہوگا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ۔ ہاں اگر مہر مقرر ہو چکنے کے بعد عورتیں اپنا پورا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو وہ تمہارے لئے حلال ہے اس میں تم پر کوئی حرج نہیں

۲۱ جو لوگ آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ لونڈیوں سے نکاح کر لیں لیکن لونڈی سے نکاح کرنے کے لئے اس کے مالک کی اجازت شرط ہے۔ اس آیت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ جس میں آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت ہو اس کے لئے لونڈی سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ مفہومِ شرط کا تقاضا ہے اور اہلِ حجاز کہتے ہیں کہ غیر مستطیع کے لئے کنا یہ لونڈی

موضح قرآن ۔ ف۱ مگر جو ہو چکا یعنی کفر میں اس کا پرہیز نہ کرتے تھے۔ سو اسلام کے بعد وہ گناہ نہ رہا۔ اب آگے پرہیز چاہیئے۔

سے نکاح جائز نہیں کیونکہ فتیٰتکم کے بعد المؤمنات کی قید موجود ہے لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک لونڈی خواہ مومنہ ہو خواہ کتابیہ ہر صورت نکاح جائز ہے۔ حرّہ سے نکاح کی استطاعت ہو یا نہ ہو کیونکہ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اور وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ دونوں مطلق ہیں جو نکاح امہ کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور تخصیص و تقیید کے لئے دلیل کی ضرورت ہے باقی رہا مفہوم شرط اور مفہوم صفت تو وہ امام کے نزدیک حجت نہیں ہے کما تقرر فی الاصول ۳۲ یہاں ان شادی شدہ لونڈیوں کی سزا بیان کی گئی ہے جن سے زنا کا ارتکاب ہو جائے۔ کنواری آزاد عورت کیلئے زنا کی حد سو کوڑے ہے جیسا کہ سورۂ نور میں مذکور ہے اور لونڈی کیلئے اسکا نصف یعنی پچاس کوڑے ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ العنت سے مراد زنا ہے جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ھو الزنا لانہ سبب الھلاک (مدارک ج ا صلا) یعنی آزاد عورتوں کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں لونڈیوں سے نکاح کی اجازت اس لئے دی گئی ہے تاکہ تم گناہ میں مبتلا نہ ہو جاؤ لیکن اگر تم اپنے جذبات کو قابو میں رکھ سکو اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرو اور نکاح کی استطاعت کا انتظار کرو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ لونڈی سے نکاح کی صورت میں اس سے تمہاری اولاد اپنی ماں کے تابع ہوگی اور غلام ہوگی اس لونڈی کا مالک تمہاری اولاد کو فروخت کرنے کا مجاز ہوگا۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ الخ نکاح سے

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ

اور خاوند والی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ ف۱

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ

حکم ہوا اللہ کا تم پر ف اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا ف۲ بشرطیکہ

تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۗ فَمَا

طلب کرو ان کو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو ف۲ پھر جس

اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۗ

کو کام میں لائے تم ان عورتوں میں سے تو ان کو دو ان کے حق جو مقرر ہوئے ف۳

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ

اور گناہ نہیں تم کو اس بات میں کہ ٹھہرا لو تم دونوں آپس کی رضا سے مقرر

الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ

کئے پیچھے ف۴ بیشک اللہ ہے خبردار حکمت والا ف اور جو کوئی نہ

يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

رکھے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان ف۵

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ

تو نکاح کرلے ان سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں جو کہ تمہارے آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۭ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ

اور اللہ کو خوب معلوم ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں ایک ہو ف۵ سو ان سے نکاح کرو

بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

ان کے مالکوں کی اجازت سے اور دو ان کے مہر موافق دستور کے

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ

قید میں آنے والیاں ہوں نہ مستی نکالنے والیاں اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں ف۶ پھر جب

منزل ۱

ف۱ [illegible] اور جو نفع جس [illegible]

ف۲ متعہ کی نفی کی طرف اشارہ ہے

موضح قرآن ف۱ سات ناتے حرام فرمائے ایک ماں اس میں داخل ہے نانی اور دادی یعنی جو عورت اس شخص کی جڑ ہے۔ دوسری بیٹی اس میں داخل ہے نواسی اور پوتی یعنی جو اسکی شاخ ہے تیسری بہن چوتھی بھتیجی پانچویں بھانجی یعنی جو اس کے ماں باپ میں ملتی ہے چھٹی پھوپھی اور ساتویں خالہ یعنی جو ماں باپ سے اوپر ملتی ہیں بشرطیکہ بیواسطہ ملتی ہو اور جو واسطے سے ملے وہ حلال ہے جیسے پھوپھی کی بیٹی۔ اور دودھ کے دو ناتے فرمائے ماں اور بہن اشارہ ہے کہ ساتوں ناتے اس میں بھی حرام ہیں اور سسرال کے چار ناتے فرمائے عورت کو مرد کی جڑ اور شاخ اور مرد کو عورت کی جڑ اور شاخ مگر شاخ جب حرام ہے کہ نکاح کے بعد صحبت بھی ہوئی ہو اور جڑ فقط نکاح سے حرام ہے دودھ سے بھی یہ چار ناتے حرام ہوئے لیکن دودھ پینا وہ معتبر ہے کہ اسی عمر میں پیئے۔ بڑی عمر میں پینا معتبر نہیں اس جگہ ناتا سگا اور سوتیلا اور اخیافی سب برابر ہے اور دودھ میں بھی سوتیلا ناتا معتبر ہے اور بعد اسکے منع فرمایا جمع کرنا دو بہنوں کا اس اشارت سے معلوم ہوا کہ ساتوں ناتوں کا جمع کرنا حرام ہے اور سسرال کے ناتوں میں جمع کرنا حرام نہیں آخر کو حرام فرمائی نکاح بندھی عورت یعنی ایک کے نکاح میں ہے تو ہر کسی کو اسکا نکاح حرام ہے مگر یہ کہ اپنی ملک ہو جاوے اس کی صورت یہ کہ کافر مرد اور عورت میں نکاح تھا۔ وہ عورت قید میں آئی جسکو پہنچی اسکو حلال ہے اگر دودھ کا ناتا یا سسرال کا مرد کو اپنی لونڈی سے ہے تو اسکی صحبت حرام ہے مگر ملک میں رہا کرے اور یہ فرمایا کہ عورتیں تمہاری بیٹیوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں یعنی لے پالک کو بیٹا نہ جانو کسی حکم میں وہ بیٹا نہیں ف۲ یعنی جو عورتیں حرام فرما دیں ان کے سوا سب حلال ہیں لیکن چار شرط سے۔ اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول درمیان آوے دوسرے یہ کہ مال دینا قبول کرو یعنی مہر تیسرے یہ کہ قید میں لانے کی طرح ہو مستی نکالنے کی نہ ہو یعنی ہمیشہ کو وہ عورت اس مرد کی ہو جاوے اس کے چھوڑے بغیر نہ چھوٹے یعنی مدت کا ذکر نہ آوے کہ مہینے تک یا برس تک اس سے متعہ حرام ٹھہرا چوتھی شرط سورۂ مائدہ میں فرما دی اور یہاں بھی لونڈیوں کے نکاح میں آگے فرمائی ہے کہ چھپی یاری نہ ہو یعنی لوگ شاہد ہوں کم سے کم دو مرد یا ایک مرد دو عورت پھر فرمایا کہ جو کام میں آئی اسکا مہر پورا دینا پڑا یعنی کام میں آئی یعنی صحبت ہوئی یا خلوت ہوئی۔ اب کسی طرح مہر نہیں چھوٹتا اور جب تک کام میں نہیں آئی تو اگر مرد چھوڑے تو آدھا مہر دے اور اگر عورت ایسا کام کرے کہ نکاح ٹوٹ جاوے تو سب مہر اتر گیا پھر فرمایا کہ بعد مہر مقرر کرنے کے جو دونوں اپنی خوشی سے بڑھا دیں یا گھٹا دیں وہ بھی معتبر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی اگر زنی را از دار الحرب اسیر کردہ اند نکاح و تسری او صحیح بود ہر چند آنجا زوج داشتہ باشد ۱۲ ف۲ یعنی نکاح صحیح آنست کہ با مہر باشد و مؤبد باشد بحسب ظاہر زیرا کہ چوحاجت جماع ہمیشہ است احصان بدون عقد مؤبد حاصل نشود ۱۲ ف۳ یعنی بجماع تمام مہر لازم می شود ۱۲ ف۴ یعنی بعد مقرر کردن اگر بتراضی زیادہ یا کم کنید باک نیست ۱۲ ف۵ یعنی کنیزکان نیز بنات آدم اند ۱۲ ف۶ مترجم گوید فارق در نکاح و اتخاذ اخدان شرط شہود است در احصان و سفاح مؤبد بودن عقد بحسب ظاہر واللہ اعلم ۱۲

متعلق تین احکام بیان کرنے کے بعد بیان کی وجہ بتادی کہ یہ نکاح کی حلت و حرمت کے احکام اس لئے بیان کئے گئے ہیں تاکہ تمہیں ان کا علم ہو جائے اور تم ان پر عمل کر کے گناہ سے بچ سکو اور انبیاء علیہم السلام و صالحین کی راہ پر چل سکو ۲۳ **گیارہواں حکم رعیت** :- پہلے مال حرام کھانے کے مخصوص تین طریقوں سے منع فرمایا، یتیم کا مال ناحق کھانا، بیوی کا مہر بلا معافی دبا جانا اور میراث میں سے وارثوں کا حق مار لینا اب یہاں مال حرام کھانے سے عام ممانعت فرمائی کہ کسی بھی ناجائز طریقہ سے کسی کا مال نہ کھاؤ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ اور مال حرام کھانے، شرک کرنے اور اسی طرح کے دوسرے گناہوں سے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کیونکہ ایسے گناہوں کا ارتکاب اپنے آپ کو قتل کرنے اور ہلاکت میں ڈالنے کے مرادف ہے۔ المعنی لا تھلکوا انفسکم بارتکاب الآثام کاکل الاموال بالباطل وغیرہ من المعاصی التی تستحقون بھا العقاب (روح ج ۵ ص ۱۶) یا یہ اپنے ظاہر پر ہے اور اس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے کی نہی ہے ۲۴ کبائر کبیرہ کی جمع ہے۔ کبائر سے مراد وہ گناہ ہیں جن پر کتاب و سنت میں سزا اور

اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا
وہ قید نکاح میں آچکیں تو اگر کریں بے حیائی کے کام تو ان پر آدھی سزا ہے
عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ الۡعَنَتَ
بیبیوں کی سزا سے ف۱ ۲۲ یہ اس کے واسطے ہے جو کوئی ڈرے تم میں سے تکلیف
مِنۡكُمۡ ؕ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ㉕
میں پڑنے سے اور صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۲
يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمۡ وَيَهۡدِيَكُمۡ سُنَنَ الَّذِيۡنَ
اللہ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلائے تم کو پہلوں کی
مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَيَتُوۡبَ عَلَيۡكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ㉖
راہ اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا
وَاللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ يَّتُوۡبَ عَلَيۡكُمۡ قف وَيُرِيۡدُ الَّذِيۡنَ
اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہووے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو
يَتَّبِعُوۡنَ الشَّهَوٰتِ اَنۡ تَمِيۡلُوۡا مَيۡلًا عَظِيۡمًا ㉗ يُرِيۡدُ
لگے ہوئے ہیں اپنے مزوں کے پیچھے کہ تم پھر جاؤ راہ سے بہت دور ف۲ اللہ
اللّٰهُ اَنۡ يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ ۚ وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا ㉘
چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان بنا ہے کمزور ف۳
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَكُمۡ بَيۡنَكُمۡ
اے ایمان والو نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں
بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ نف
ناحق ف۴ ۲۳ مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے
وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا ㉙
اور نہ خون کرو آپس میں بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

ع ۴ ۱

منزل ۱

[illegible] ۱۲

وعید وارد ہو یا ہر گناہ اپنے ماتحت کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ کبائر سے یہاں انواع کفر و شرک مراد ہیں حملوا قولہ تعالیٰ کبائر ما تنھون عنہ علی انواع الشرک والکفر (بحر ج ۳ ص ۲۳۳) یعنی اگر تم کفر و شرک کی تمام انواع سے اجتناب کرو گے تو باقی گناہ اللہ تعالیٰ جسے چاہیگا معاف کر دیگا مگر شرک معاف نہیں ہوگا۔ ۲۵ **بارہواں حکم رعیت** (جن وارثوں کے حصے زیادہ ہیں ان کو حصہ پورا پورا دو اور اپنے حق سے زیادہ لینے کی خواہش نہ کرو) یہاں تفضیل سے میراث کے حصوں میں تفضیل مراد ہے بقرینہ لِلرِّجَالِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا اکۡتَسَبُوۡا الخ ورثاء کے حصے کم و بیش مقرر کئے گئے ہیں کسی کا حصہ زیادہ ہے اور کسی کا کم اس لئے حکم دیا گیا کہ کسی کا حق مار لینا اور اس کے حصہ میں کمی کرنا تو درکنار یہ تو صریح ظلم ہے تم اپنے حصہ سے زیادہ لینے کی خواہش بھی نہ کرو۔ پہلے فرمایا کہ لوگوں کا مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ اب فرمایا کہ باطل طریقہ سے مال کھانے کا خیال بھی دل میں مت لاؤ وَلِکُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ہر انسان کے اپنے اپنے وارث ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک کو میراث سے صرف اپنا حصہ ہی لینا چاہیے اور دوسرے کا حق لینے کی تمنا اور آرزو نہیں کرنی چاہیے بین تعالیٰ ان لکل انسان ورثۃ وموالی فلینتفع کل واحد بما قسم اللہ لہ من المیراث ولا یتمن مال غیرہ (قرطبی ج ۵ ص ۱۶۵) بعض مفسرین کا قول ہے کہ جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے سے موالات کا عقد کر لیتا تھا اور ان میں یہ بات طے پاتی تھی کہ ایک سے لڑائی دوسرے سے لڑائی اور ایک سے صلح دوسرے سے صلح شمار ہوگی اور دونوں ایک دوسرے کا تاوان ادا کریں گے اور دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اس طرح مولی موالات کو میراث سے چھٹا حصہ ملتا تھا ابتداء اسلام میں بھی اس پر عمل کرنے کا حکم بحال رہا چنانچہ وَالَّذِیۡنَ عَقَدَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ فَاٰتُوۡهُمۡ نَصِیۡبَهُمۡ میں یہی حکم مذکور ہے پھر یہ حکم اسی آیت کے پہلے حصہ یعنی وَلِکُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِیَ اور دوسری آیات میراث سے منسوخ ہو گیا (من الکبیر وغیرہ) لیکن حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو اخوت (بھائی چارہ) قائم کی تھی اسکی وجہ سے ہر مہاجر اپنے انصاری بھائی کا وارث ہوتا تھا اور انصاری کے رشتہ دار وارث نہیں ہوتے تھے۔ جب یہ آیت وَلِکُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِیَ نازل ہوئی تو وہ

موضح قرآن ف۱ فرمایا کہ جس کو مقدور نہ ہو آزاد عورت نکاح کرنیکا اور صبر میں ڈرتا ہو کہ مجھ سے حرام ہو جائے تو روا ہے کہ کسی کی لونڈی نکاح کرے مالک کے اذن سے اور چھپی یاری سے منع فرمایا تو نکاح میں شاہد لازم ہوئے اور جس کے نکاح میں ایک عورت آزاد ہے اس کو کسی کی لونڈی سے نکاح حلال نہیں اور ان پر جو آدھی مار فرمائی یعنی آزاد مرد یا عورت اگر نکاح سے فائدہ لے چکے پھر زنا کرے تو سنگسار ہوئے اور بغیر نکاح کے زنا کرے تو سو کوڑے مارے سو فرمایا کہ لونڈیوں کو نکاح کئے پر بھی زنا کی حد پچاس کوڑے ہیں زیادہ نہیں یہی حکم ہے غلام کا ف۲ یعنی بری صحبت جو آدمی کا دل دوڑا دے برے کام پر اور شرع پر مقید نہ رہنے دے ف۳ یعنی شرع میں کسی چیز کی تنگی نہیں کہ کوئی حلال کو چھوڑے اور حرام کو دوڑے۔

حکم منسوخ ہوگیا اس کے بعد وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ سے حلفاء موالی یعنی ان لوگوں کا حصّہ ادا کرنے کا حکم دیا جن سے باہمی تعاون اور نصرت کا عہد باندھا گیا ہو ان لوگوں کے حصّہ سے ان کی خیر خواہی، انھیں آرام پہنچانا اور حسب معاہدہ ان سے تعاون اور بذریعہ وصیّت ان کی مالی امداد وغیرہ مراد ہے دفی روایۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما اخرجھا البخاری وابوداؤد والنسائی وجماعۃ انہ قال فی الاٰیۃ کان المھاجرون لما قدموا المدینۃ یرث المھاجر الانصاری دون ذوی رحمہ للاخوۃ التی اٰخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بینھم فنزلت (ولکل جعلنا موالی) نسخت ثم قال (والذین عاقدت ایمانکم فاٰتوھم نصیبھم) من النصر والوفادۃ والنصیحۃ وقد ذھب المیراث ویوصی لہ وروی عن مجاھد مثلہ (روح ج ۵ ص۲۳ کذا فی القرطبی ج ۵ ص۱۶۵) اس طرح آیت کے دوسرے حصّہ کو پہلے حصّہ سے منسوخ کہنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے بلکہ آیت کے دونوں حصّے اپنی جگہ محکم اور برقرار ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی توجیہ کو پسند فرماتے تھے آپ فرماتے تھے اگر ایک آیت کے دو معنی ہو سکیں ایک معنی کے اعتبار سے آیت منسوخ ہو اور دوسرے کے اعتبار سے غیر منسوخ تو آیت کو اس معنی پر محمول کیا جائے جس پر وہ منسوخ نہ ہو اور اس معنی کو معنی ابقائی کہتے ہیں **ف۲۶ تیرہواں حکم رعیت** وراثت میں بے شک عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شریک ہیں لیکن دو باتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر منتظم مقرر کیا ہے اور ان کو ان پر بالادستی اور تسلط کی شان عطا فرمائی ہے بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ میں بار سببیہ ہے اور یہ مردوں کے عورتوں پر قوام ہونے کی پہلی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو علم و عقل، فہم و تدبر اور قوت و قدرت میں عورتوں پر جو برتری اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس بنا پر وہی اس شرف کے مستحق ہیں کہ نظام کار انہی کے ہاتھ میں ہو اور عورتوں پر انھیں تسلط حاصل ہو وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ یہاں بھی بار سببیہ ہے اور یہ تسلط کی دوسری علت ہے یعنی خاوند عورت کو مہر دیتا ہے اور اس کی خوراک، رہائش، پوشاک اور دیگر ضروریات زندگی پر اپنی جیب سے روپیہ خرچ کرتا ہے اس لئے لازمی طور پر مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے اور وہ عورت پر حاکم ہونے کا مستحق ہے **ف۲۷** للغیب میں لام بمعنی فی ہے ای یحفظن انفسھن وفروجھن فی حال غیبۃ ازواجھن (روح ج ۵ ص۲۳) بما میں بار سببیہ اور ما مصدریہ ہے ما مصدریۃ ای بحفظ تعالیٰ ایاھن بالامر بحفظ الغیب والحث علیہ بالوعد والوعید والتوفیق لہ (ابو السعود ج ۳ ص۳۱۷) جب دو وجوہ سے عورتوں پر مردوں کی برتری اور بالادستی ثابت ہوگئی تو اب عورتوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی اطاعت کریں اور ان کی وفادار بن کر رہیں اور ان کی امانت میں خیانت نہ کریں۔ قال ابن عباس امروا علیھن فعلی المرأۃ ان تطیع زوجھا فی طاعۃ اللہ (خازن ج ۱ ص۴۳۲) چنانچہ نیک بیویوں میں یہ صفتیں موجود ہوتی ہیں قٰنِتٰتٌ وہ اپنے خاوندوں کی وفادار ہوتی ہیں حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ الخ اور اللہ کی طرف سے حفاظت و نگہبانی کی توفیق سے خاوندوں کی عدم موجودگی میں اپنی عزت و آبرو اور عفت و عصمت کی حفاظت کرتی ہیں وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ الخ نشوز سے نافرمانی اور خاوند کی اطاعت سے نفرت اور خاوند سے بدخوئی کا سلوک مراد ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ
اور جو کوئی یہ کام کرے تعدی سے اور ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے
نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ
آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے ف۱ اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں کے
مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دیں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے ف۲ اور داخل کریں گے تم کو
مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ
عزت کے مقام میں ف۲۴ ف۳ اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے
بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ
ایک کو ایک پر ف۲۵ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے
وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ
اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس
فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا
کا فضل بے شک اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ف۳ اور ہر کسی کیلئے ہم نے مقرر کر دیئے
مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ
ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور جن سے
عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دے دو ان کا حصہ بیشک اللہ کے
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى
روبرو ہے ہر چیز ف۲ ف۴ مرد حاکم ہیں
النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ
عورتوں پر ف۲۶ اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر ف۳ اور اس واسطے کہ

منزل ۱

ف۱ بار مردوں کا جن دو کو زیادہ ملی ان کو پرا دو اور اپنے حق سے زیادہ لینے کی خواہش نہ کرو ۱۲

[illegible]

موضح قرآن ف۱ یعنی مغرور نہ ہو کہ ہم مسلمان دوزخ میں کیوں جاویں گے اللہ پر یہ بھی آسان ہے ف۲ کبیرہ گناہ وہ ہیں جن پر قرآن یا حدیث میں صاف وعدہ دیا دوزخ کا یا اللہ کے غصے کا یا حد مقرر فرمائی اور صغیرہ وہ جن سے منع فرمایا اور کچھ زیادہ نہیں ف۳ عورتوں نے حضرت سے پوچھا کیا سبب ہے حق تعالیٰ ہر جگہ مردوں پر حکم فرماتا ہے عورتوں کا نام نہیں لیتا اور میراث میں مرد کو حصہ دوہرا ٹھہرایا اس پر یہ آیت اتری ف۴ اکثر لوگ حضرت کے ساتھ اکیلے مسلمان ہوئے تھے ان کے اقربا کافر رہے تو حضرت نے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی کر دیا وہی ایک دوسرے کا وارث ہوتا جب ان کے اقربا مسلمان ہوتے تب یہ آیت اتری کہ میراث ہے قرابت ہی پر اور قول کے بھائیوں سے زندگی میں سلوک ہے یا مرتے وقت کچھ وصیّت کر دو۔

فتح الرحمٰن ف۱ گناہ کبیرہ آنست کہ بر آں حد مشروع باشد یا وعدہ دوزخ کردہ آید یا بکفر مسمّی شد در قرآن یا سنت صحیحہ و ہر کسے کہ از کبائر اجتناب کند صغائر او را نماز و روزہ و صدقہ نابود میسازد ۱۲ ف۲ یعنی حلیف را رعایت کردن یا وصیّت کردن میتوان و ایشاں را در میراث دخل نیست و میراث برائے اقربا مقرر کردہ شدہ ۱۲ ف۳ یعنی بسبب آنکہ مرداں در جبلت بہتر اند از زناں ۱۲۔

نشوزھن عصیانھن وترفعھن عن طاعۃ الازواج (مدارک ج ۱ صـ۱۷۴) یعنی جو عورتیں خاوند کی اطاعت نہ کریں اور بدخوئی کا اظہار کریں تو ان کو نصیحت کرو اور خدا کا خوف دلاؤ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ اگر زبانی وعظ ونصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہو تو ان سے مباشرت اور ہمبستری ترک کردو شاید اسطرح وہ نافرمانی اور بدخوئی سے باز آجائیں وَاضْرِبُوْهُنَّ اگر اس سے بھی وہ متاثر نہ ہوں اور بدستور اپنی شرارت وعصیان کو جاری رکھیں تو بطور سزا ان کو مارو مگر اس قدر نہ مارو کہ ظلم کی حد کو پہنچ جاؤ اور ان کو زخمی کردو یا ان کا کوئی عضو توڑ ڈالو فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا لیکن اگر وہ تمہاری طاعت کریں اور تمہارے حقوق بجالائیں تو ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو، ان کی حق تلفی نہ کرو اور انہیں ایذا نہ دو۔ **ف۲۸ چودھواں حکم رعیت:** اگر خاوند بیوی کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو اصلاح کی کوشش کرو، اگر خاوند بیوی کے درمیان اختلاف شقاق ومخالفت کی حد تک پہنچ جائے اور وعظ ونصیحت، ہجران اور مار پیٹ کے بعد بھی ان کے درمیان صلح کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کریں اس طرح کہ دونوں کے رشتہ داروں سے ایک ایک سمجھدار اور معاملہ فہم آدمی منتخب کرکے ان کو زوجین کے درمیان اصلاح پر مقرر کریں اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔ یریدا سے دونوں حکم مراد ہیں اور بینھما کی ضمیر زوجین کی طرف راجع ہے یعنی اگر وہ دونوں حکم نیک نیتی سے خاوند بیوی کے درمیان اصلاح کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں الفت ومحبت ڈالدے گا اور ان کے درمیان موافقت کردے گا ای ان قصدا اصلاح ذات البین وکانت نیتھما صحیحۃ وقلوبھما ناصحۃ لوجہ اللہ تعالیٰ (یوفق اللہ بینھما) یوقع بین الزوجین الموافقۃ والالفۃ والقی فی نفوسھما المودۃ والرأفۃ (ابو السعود ج ۳ صـ۳۲۰) یہاں تک رعیت کے لئے چودہ امور انتظامیہ یا بالفاظ دیگر احکام رعیت مذکور ہوئے **ف۲۹** احکام رعیت بیان کرنے کے بعد اصل مسئلہ یعنی مسئلہ توحید کا ذکر فرمایا اُعْبُدُوا اللّٰهَ صرف خدائے واحد کی عبادت بجالاؤ صرف اسے ہی پکارو قال ابن عباس المعنی وحدوہ (کبیر ج ۳ صـ۳۲۱) وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا اور اس کی عبادت اور پکار میں اس کی کسی مخلوق کو اس کا شریک نہ بناؤ نہ پیغمبروں اور ولیوں کو نہ فرشتوں اور جنوں کو۔ اس کے بعد وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا سے لیکر وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا تک چار چیزیں بیان کی گئی ہیں (والدین، دوسرے رشتہ داروں، یتیموں، غریبوں، پڑوسیوں، مسافروں غلاموں اور دیگر مستحقین پر احسان کرو حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کی مالی امداد کرو۔ والجار ذی القربی وہ پڑوسی جس کا گھر تمہارے گھر سے متصل ہو یا وہ پڑوسی جو تمہارا رشتہ دار ہو والجار الجنب جس کا گھر تم سے فاصلہ پر ہو یا وہ جو تمہارا رشتہ دار نہ ہو قال ابن عباس ومجاہد وعکرمۃ والضحاک وقتادۃ وابن زید ومقاتل فی آخرین ھو الجار القریب النسب والجار الجنب ھو الجار الاجنبی لا قرابۃ بینک وبینہ (بحر ج ۳ صـ۳۴۴) والجار ذی القربی قیل ھو الذی قرب جوارہ والجار الجنب ھو الذی بعد جوارہ (کبیر ج ۳ صـ۳۲۲) اور الصاحب بالجنب سے مراد رفیق سفر، طلب علم تجارت وغیرہ میں ہے یا بیوی مراد ہے یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کے عموم میں دونوں داخل ہوں وقد تتناول الآیۃ الجمیع بالعموم (قرطبی ج ۵ صـ۱۸۹)۔ (۲) وَالَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ سے عَذَابًا مُّهِيْنًا تک ان لوگوں کیلئے تخویف ہے جو مذکورہ بالا مصارف میں خرچ نہیں کرتے یہاں اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سے معلوم ہوا کہ بخل سے بخل کا درجہ کامل مراد ہے یعنی وہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی نہ کریں اور اللہ پر ایمان بھی نہ لائیں۔ (۳) وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ سے فَسَآءَ قَرِيْنًا تک بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ صحیح مصارف میں مال خرچ نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو محض ریاکاری اور نام ونمود کیلئے کرتے ہیں، خوف خدا یا ثواب آخرت کی وجہ سے نہیں کرتے دراصل خدا اور آخرت پر ان کا ایمان نہیں ہے شیطان ان کا ساتھی اور ہمدم ہے جو انہیں گمراہ کر رہا ہے۔

ف۱ چودھواں حکم رعیت اگر خاوند بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے تو مسلمانوں کو ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے ۱۰۔

ف۲ یہاں تک رعایا کے چودہ امور انتظامیہ بیان ہوچکے ہیں جن کا خلاصہ ہے کہ ظلم نہ کرو ۱۲۔

ف۳ احکام رعیت کے بعد اصل مسئلہ توحید کا بیان یعنی یتامیٰ ونادار اور بیوہ پر ظلم نہ کرو اور اللہ کی عبادت اور پکار میں اس کی مخلوق کو شریک نہ کرو ۱۲۔

اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ

خرچ کئے انہوں نے اپنے مال پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں

لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے ف۲۷ اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ

تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی ف۲ بے شک اللہ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا

ہے سب سے اوپر بڑا ف۱ اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ

تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے ف۲۸ اگر

يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرادیں تو اللہ موافقت کر دیگا ان دونوں میں بے شک اللہ سب کچھ

عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا

جاننے والا خبردار ہے اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو

وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو ف۲۹ اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور

الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَ

فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور

الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ

پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام

موضح قرآن ف یعنی اللہ نے مرد کا درجہ اوپر بنایا تو عورت کو حکم برداری چاہیئے اور اگر ایک عورت بدخوئی کرے تو مرد پہلے درجے سمجھاوے دوسرے درجے جدا سوئے لیکن اسی گھر میں پھر آخر درجے مارے بھی لیکن نہ ایسا کہ ضرب پہنچے پھر اگر مطیع ہو جاوے تو کرید نہ کرے تقصیروں پر اللہ سب پر حاکم ہے باقی ہر تقصیر کی ایک حد ہے۔ مارنا آخر کا درجہ ہے۔

فتح الرحمٰن ف مترجم گوید کہ درین آیت بیان فرمودہ کہ مرد فرمان رواست بسبب فضل جبلی وبسبب انفاق و زن صالحہ کسی ست کہ فرمان برداری کند وحفظ مال نماید واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی حیلہ ایذا دادن تجسس مکنید ۱۲۔

اَیْمَانُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ (٣٦)

باندیوں کے ساتھ بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا ف

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ

جو کہ بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور

یَکْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا

چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے

لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا (٣٧) ۚ وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ

کافروں کے لئے عذاب ذلت کا اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال

رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

لوگوں کو دکھانے کو اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر

وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ۝ وَمَاذَا

اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ بہت برا ساتھی ہے ف٢ اور کیا

عَلَیْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

نقصان تھا ان کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور خرچ کرتے اللہ کے

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِیْمًا (٣٩) اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ

دیئے ہوئے میں سے اور اللہ کو ان کی خوب خبر ہے۔ بیشک اللہ حق نہیں رکھتا

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَکُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ

کسی کا ایک ذرہ برابر ف٣٣ اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے اور دیتا ہے

مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا (٤٠) فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ

اپنے پاس سے بڑا ثواب ف٣ پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت

اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا (٤١) ؕ یَوْمَئِذٍ

میں سے احوال کہنے والا ف٣٤ اور بلاویں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا اس دن

وقف النبی علیہ السلام

(۴) وَمَاذَا عَلَيْهِمْ سے كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا تک ان لوگوں کیلئے زجر اور تخویف اخروی ہے اگر یہ لوگ اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لے آتے اور اللہ کی دی ہوئی دولت سے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتے تو اس میں ان کا کیا نقصان تھا۔ یہاں بھی درجہ کامل مراد ہے یعنی خرچ نہ کریں اور اعتقاد بھی نہ رکھیں مراد مشرکین ہیں ٣٠ یہاں احسان کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اب وقت ہے مال خرچ کرلو۔ اب احکام خداوندی کے مطابق خرچ کرنے کا اجر و ثواب آخرت میں کئی گنا ملیگا اس لئے اس موقع کو ہاتھ سے مت جانے دو ٣١ یہ ماقبل کی تخویف کا تکملہ ہے یعنی جب قیامت کے دن گذشتہ امتوں کے منکرین کے خلاف ان کے انبیاء علیہم السلام گواہی دے رہے ہوں گے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے زمانہ کے ان مشرکین و کفار کے خلاف گواہی دیں گے اس وقت ان کا کیا حال ہوگا۔ اس وقت ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی اور شدت ہول اور خوف عذاب کی وجہ سے وہ خواہش کریں گے کہ زمین میں سما جائیں جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے کیف یکون حالھم اذا جئنا یوم القیمۃ من کل امۃ من الامم و طائفۃ من الطوائف بشھید یشھد علیھم بما کانوا علیہ من فساد العقائد وقبائح الاعمال وھو نبیھم (روح ج ٥ ص ٣٤)

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے لفظ شہید استعمال ہوا ہے جس سے اہل بدعت آپ کے ہر امتی کیساتھ حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ شہید کے معنی یہاں رقیب اور نگہبان کے ہیں اور پھر یہ نگہبانی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے مخصوص تھی جیسا کہ صحیح بخاری (ج ٢ ص ٦٦٥) میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف لیجایا جائیگا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا یہ تو میرے امتی ہیں اس پر مجھے جواب دیا جائیگا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ کو معلوم نہیں تھا۔ فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (میں اس کے جواب میں وہی کچھ کہوں گا جو اللہ کا نیک بندہ عیسیٰ علیہ السلام کہے گا کہ جب تک میں ان میں موجود تھا ان پر نگران رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا) اس لئے اس آیت سے آپ کے ہر زمانہ میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر استدلال درست نہیں لفظ شہید کی پوری بحث سورۃ بقرہ ع ١٧ کی تفسیر میں آیت۔ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا کے تحت گذر چکی ہے ٣٢ یہاں کافروں اور نافرمانوں کا حال بیان کیا گیا ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا تھا استئناف لبیان حالھم التی اشیر الی شدتھا وفظاعتھا (روح ج ٥ ص ٣٤) لو تسوی میں لو مصدریہ ہے اور جملہ بتاویل مفرد یَوَدُّ کا مفعول ہے۔ لو مصدریۃ بتاویل یودون ان یدفنوا وتسوی الارض ملتبسۃ بھم (روح) ٣٣ یہ امر مصلح ہے چودہ امور انتظامیہ برائے رعیت بیان کرکے فرمایا صرف ایک اللہ کی عبادت کرو شرک سے بچو۔ اس کے بعد احسان کرنے اور ظلم سے بچنے کی تلقین فرمائی اور زجر و تخویف کے ذریعے احسان و انفاق پر اکسایا اور سب سے آخر میں امر مصلح یعنی نماز کا ذکر فرمایا کیونکہ نماز احسان کرنے ظلم و حق تلفی سے بچنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد و معاون ہے نماز سے دلوں میں الفت و محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے خصوصاً نماز باجماعت کی برکت سے دلوں کی تمام کدورتیں صاف ہوجاتی ہیں اور آدمی اپنے بھائی بندوں اور رشتہ داروں پر آمادہ انعام و احسان ہوجاتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے سووا صفوفکم (ولیخالفن اللہ بین قلوبکم (مشکوٰۃ ص ٩٧ بحوالہ مسلم) یعنی صفیں سیدھی کیا کرو ورنہ تمہارے دلوں میں باہمی نفرت و عداوت پیدا ہوجائے گی اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت ادا کرنے اور صفیں سیدھی رکھنے سے دلوں میں الفت پیدا ہوگی اسی طرح نماز کی پابندی سے نمازی کے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ متقی بن جاتا ہے۔ حدیث میں ہے جب انسان نماز میں قیام کرتا ہے

ف١ امر ثالث کا بیان یعنی ظلم نہ کرو، شرک نہ کرو اور احسان کرو ١٢

ف٢ زجر مع تخویف اخروی ان لوگوں کے لئے جو مذکورہ بالا مصارف میں مال خرچ کرنے کو جائز ہی نہیں سمجھتے ١٢

ف٣ یعنی یا خرچ کرتے ہیں لیکن مقصود محض ریاکاری، نمائش اور نام و نمود ہوتا ہے ١٢

ف٤ زجر مع تخویف اخروی ١٢

ف٥ ترغیب الی الاحسان آج وقت ہے خرچ کرنے کا اللہ اس کے عوض دگنا دے گا لہٰذا تمہیں چاہئے کہ حسنہ مضاعفہ حاصل کرو ١٢

ف٦ تخویف اخروی ١٢

موضح قرآن ف١ یعنی اول اللہ کا حق ادا کرو پھر ماں باپ کا پھر ان سب کا درجہ بدرجہ ہمسایہ قریب کا زیادہ حق ہے ہمسایہ اجنبی سے قریب یعنی قرابتی اور برابر کا رفیق جو ایک کام میں شریک ہو جیسے ایک استاد کے شاگرد یا ایک خاوند کے دو نوکر اور فرمایا کہ ان کے حق ادا نہ کرنے والا وہی ہے جس کے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتا ف٢ یعنی مال دینے میں بخل کرنا جیسا اللہ کے نزدیک برا ہے ویسا ہی خلق کے دکھانے کو دینا اور قبول وہ ہے جو حقداروں کو دے جن کا مذکور اول ہوا اور خدا کے یقین اور آخرت کی توقع سے دے۔ ف٣ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نقصان کسی طرح نہیں اور آخرت کا ثواب بے شمار ہے اور دنیا میں بھی عوض پاتا ہے اس پر رسول خدا نے قسم کھائی ہے۔

تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو کر عاجزی کر رہا ہے اور اس پر اللہ کی رحمت برس رہی ہے، جب رکوع میں جاتا ہے تو رحمت خداوندی کے دریا میں غوطہ لگانے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور جب سجدہ میں جاتا ہے تو گویا دریائے رحمت میں غوطہ لگا رہا ہے اور گویا خدا کے قدموں پر سر رکھ دیا ہے پھر جس طرح قدموں پر گرے ہوئے سے کہا جاتا ہے کہ اب سر اٹھاؤ اسی طرح باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب سر اٹھالے وہ شخص سر اٹھا کر پھر دوبارہ قدموں پر گر پڑتا ہے (کنز العمال)، بدن کی طہارت اور وضو چونکہ نماز کے مصحح ہیں اور ان کے سوا نماز جائز نہیں ہو سکتی اس لئے نماز کے ساتھ بدن کی طہارت اور وضو کے احکام بیان کر دیئے گئے اس طرح طہارت بھی بالواسطہ احسان کرنے پر ممد ہے **۳۴** حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا۔ جُنُبًا سے متعلق ہے اور عابری سبیل سے مسافرین مراد ہیں۔ الا ان تکونوا مسافرین (مدارک ج ۱ ص ۱۷۶) اور یہ ماقبل سے مستثنیٰ ہے یعنی حالت جنابت میں نماز کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ غسل کر لو البتہ اگر تم حالت سفر میں جنبی ہو جاؤ اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ یا یہاں صنعت استخدام کے ماتحت

يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ

آرزو کریں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی کہ برابر ہو جاویں

الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

زمین کے ف۱ ۳۳ اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات ف۲ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا

نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو ۳۴ یہاں تک کہ سمجھنے لگو

مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ

جو کہتے ہو ف۳ اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کر لو ۳۴

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ

اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا کوئی شخص تم میں

الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا

جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو

صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ

زمین پاک کا پھر ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو بے شک

اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا

اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا ف۴ ف۵ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے

نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ

کچھ حصہ کتاب سے ۳۵ خرید کرتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ

تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

تم بھی بہک جاؤ راہ سے اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے

وَلِيًّا ۫ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ

حمایتی اور اللہ کافی ہے مددگار ف۳ بعضے لوگ یہودی پھیرتے ہیں

ع ۶ / ۳

منزل ۱

ف۱ امور ثلاثہ (ظلم نہ کرو، شرک نہ کرو، احسان کرو) کے بعد امر مصلح یعنی نماز کا بیان کیونکہ نماز احسان کرنے اور ظلم و حق تلفی سے بچنے اور توحید پر قائم رہنے میں ممد و معاون ہے ۱۲۔

ف۲ یہ لا تقربوا کی انتہا ہے بقید و انتم سکاریٰ ۱۲۔

ف۳ یہاں صنعت استخدام ہے اگر الصلوٰۃ سے نماز مراد ہے تو بصورت عذر تیمم کرلے اور اگر الصلوٰۃ سے مسجد مراد ہے تو مطلب یہ کہ مسجد سے بحالت جنابت گذرنے کی اجازت ہے

ف۴ یہ لا تقربوا کی انتہا ہے بقید جنبا ۱۲

ف۵ او تغایر مفہوم کے لئے ہے ۱۲۔

ف۶ زجر برائے اہل کتاب ۱۲۔

ف۳ یہود الذین اوتوا کا بیان ہے ۱۲

حتی تعلموا ما تقولون تک الصلوٰۃ سے نماز مراد ہے اور ولا جنبا میں الصلوٰۃ سے مواضع الصلوٰۃ یعنی مسجدیں مراد ہیں۔ اور عابری سبیل سے مسجدوں سے گذرنا مراد ہے مطلب یہ کہ بحالت جنابت تم مسجد سے گذر سکتے ہو جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے ولا جنبا ای ولا تقربوا المسجد جنبا الا عابری سبیل الا مجتازین فیہ (مدارک)، اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یہاں اَوْ بمعنی واؤ حالیہ ہے کیونکہ اگر او اپنے اصل معنی پر ہے تو اس سے لازم آئیگا کہ مریض اور مسافر پر بغیر حدث بھی تیمم ضروری ہے حالانکہ ایسا نہیں قال الرازی معناہ وجاء حتی لا یلزم المریض والمسافر التیمم بلا حدث (مدارک ج ۱ ص ۲۱۲)۔ بعض نے کہا ہے کہ یہاں او زائدہ ہے اور بعض نے اس سے قبل کوئی مناسب معطوف علیہ محذوف مانا ہے لیکن سب سے اولیٰ یہ ہے کہ او کبھی تغایر مفہوم کیلئے بھی آتا ہے جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے۔ قالہ الشیخ الانور رحمۃ اللہ علیہ **۳۵** اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ سے فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا تک یہود پر زجریں اور شکوے ہیں کہ وہ مذکورہ احکام کو نہیں مانتے تھے کیونکہ یہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ہیں نیز وہ آپ کی تکذیب کرتے اور ان کی کتابوں میں آپ کی جو صفتیں مذکور تھیں ان میں تحریف کرتے تھے کیونکہ آپ کو آخری پیغمبر مان لینے کی صورت میں آپ کا لایا ہوا مسئلہ توحید بھی ماننا پڑے گا اور مسئلہ توحید کو ماننے سے ان کی گدیاں نذریں، منتیں اور تمام دنیوی وقار ختم ہو جائے گا۔ ان سے فرمایا

موضح قرآن ف۱ یعنی ہر امت اور ہر عہد کے لوگوں کا احوال اس وقت کے پیغمبر سے اور معتبر نیک بختوں سے بیان کروا دیں گے منکروں کا انکار اور اطاعت والوں کی اطاعت بیان ہو گی تب منکر آرزو کریں گے کہ ہم انسان نہ ہوتے مٹی میں مل کر خاک ہو جاتے ف۲ یعنی اس آیت میں ذکر ہے تیمم کا وہ جو مذکور ہوا کہ کافر آخرت میں آرزو کریں گے کہ خاک میں مل جاویں خاک انسان کی پیدائش ہے اور اپنی پیدائش کی طرف جانا گناہوں سے بچاؤ ہے اس واسطے مٹی ملنے سے بھی طہارت فرمائی پہلے حکم فرمایا کہ نشہ میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ یہ حکم جب تھا کہ نشہ حرام نہ ہوا تھا۔ لیکن نماز سے مانع ٹھہرا تھا اور اگرچہ نیند سے بیہوش ہو یا مرض سے کہ اپنے منہ کا لفظ نہ سمجھے تو اس حالت کی نماز درست نہیں پھر قضا کرے، پھر فرمایا کہ جنابت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ جب تک غسل نہ کرو مگر راہ چلتے یعنی سفر میں کہ اس کا حکم آگے ہے پھر فرمایا اگر پانی کا عذر ہو اور طہارت ضرور ہو تو زمین سے تیمم کرو۔ پانی کا عذر تین صورت سے بتایا اور طہارت کا ضرور ہونا دو صورت سے۔ ایک صورت پانی کے عذر کی یہ کہ مریض ہو اور پانی ضرر کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ سفر در پیش ہے پانی پینے کو رکھا ہے آگے دور تک نہ ملے گا۔ تیسری یہ کہ پانی موجود نہیں۔ اس تیسری کے ساتھ دو صورتیں طہارت کی ضرورت کی فرمائیں ایک یہ کہ آدمی جائے ضرور سے آیا وضو کی حاجت ہے۔ دوسری یہ کہ عورت سے لگا غسل کی حاجت ہے اور تیمم کے طریق یہ کہ زمین پاک پر دونوں ہاتھ مارے پھر منہ کو مل لے پھر دونوں ہاتھ مارے پھر ہاتھوں کو مل لے کہنیوں تک ف۳ یہود کو فرمایا کہ کچھ حصہ ملا ہے کتاب کا یعنی لفظ پڑھنے ملے ہیں اور سمجھنا اور عمل کرنا نہیں ملا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از ایشان نامی ونشانی نماند ۱۲ ف۲ مترجم گوید این حکم قبل از تحریم خمر بود و بعد از ان مستی بالکلیہ حرام شد واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید کہ خدا عزوجل در رد یہود و تعداد قبائح ایشان آیات فرستاد واللہ اعلم ۱۲

کہ اگر وہ آخری پیغمبر کو مان لیتے تو ان کے لئے بہتر تھا یشترون کے معنی یستبدلون کے ہیں اور مفعول کے بعد بالھدی محذوف ہے اور جملہ اوتوا کی ضمیر سے حال ہے ومعنی یشترون یستبدلون فھو فی موضع نصب علی الحال وفی الکلام حذف تقدیرہ یشترون الضللۃ بالھدی (قرطبی ج ۵ ص ۲۳۲) مِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا میں مِنْ بیانیہ ہے۔ اور یہ اَلَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا کا بیان ہے اور اَلْکَلِمَ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات مراد ہیں جو تورات میں مذکور تھیں یہودیوں کے مولوی ان میں تحریف کرتے تھے ان کی اسی تحریف کو پہلے اَلضَّلٰلَۃَ سے تعبیر فرمایا علماء یہود اپنے ماننے والوں اور اپنے معتقدین سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتے اور اپنی خواہشات کے مطابق تورات میں لفظی اور معنوی تحریفیں کیا کرتے تھے قال الزجاج المعنی یأخذون الرشا ویحرفون التوراۃ فالضلالۃ ھو ھذا التحریف ای اشتروھا بمال الرشا (روح ج ۵ ص ۴۴)

۳۶ یہ یہود کی ایک دوسری شرارت کا بیان ہے منافقین یہود ان الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے یہ الفاظ ذو وجہین ہیں اور ان میں ایک پہلو مدح کا ہے دوسرا ذم کا۔ مدح کی صورت میں یہ اسمع

الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ
بات کو اس کے ٹھکانے سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور کہتے ہیں کہ سن

غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَ
نہ سنایا جائیو اور کہتے ہیں راعنا ۳۶ موڑ کر اپنی زبان کو اور عیب لگانے کو دین میں اور

لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ
اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر

خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا
ہوتا ان کے حق میں اور درست لیکن لعنت کی ان پر اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو وہ

يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٤٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم ف ف اے کتاب والو

اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ
ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا ۳۷ تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے پہلے اس سے کہ

نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓي اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا
ہم مٹا ڈالیں بہت سے چہروں کو پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف یا لعنت کریں ان پر جیسے

لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٤٧﴾ اِنَّ
لعنت کی ہفتہ کے دن والوں پر اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے ۳۸ بے شک

اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ
اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے

يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿٤٨﴾
چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ
کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں ۳۹ بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے

فلان فلانا اذا سبه سے ماخوذ ہے اور مطلب یہ ہے اسمع غیر مسمع مکروھا (مدارک ج ۱ ص ۱۷۸) یعنی خدا کرے آپ کوئی مکروہ اور ناپسندیدہ بات نہ سننے پائیں اور ذم کی صورت میں اسکا مفہوم یہ ہے خدا کرے تمہارے کانوں تک بھلائی کی کوئی آواز نہ پہنچے یعنی (العیاذ باللہ) تم بہرے ہو جاؤ۔ ان الفاظ سے ان کی مراد تو دوسرے معنی ہوتے لیکن ظاہر ایسا کرتے کہ وہ پہلے معنی مراد لے رہے ہیں اسی طرح لفظ رَاعِنَا بھی ذو وجہین ہے ایک مفہوم تو یہ ہے کہ گفتگو میں ہماری بھی رعایت فرمائیے اور ہماری طرف بھی توجہ دیجئے دوم یہ رعونت بمعنی حماقت سے اسم فاعل ہے اس میں بھی وہ نیت بد سے دوسرے معنی مراد لیتے یا یہ کہ وہ زبان کو موڑ کر لفظ راعنا کو اس طرح ادا کرتے کہ وہ راعینا بن جاتا جس کا مطلب ہے ہمارا چرواہا۔ لَیًّا حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ مصدر بمعنی اسم فاعل یحرفون کی ضمیر سے حال ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے موہم الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کا ایک پہلو صحیح ہوتا ہے لیکن اس میں ایک خفی پہلو شرک کا بھی ہوتا ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے موہم شرک الفاظ مسلمانوں میں رائج ہو جائیں جو آگے چل کر شرک کا ذریعہ بنیں چنانچہ لفظ رَاعِنَا کو انھوں نے اسی لئے منتخب کیا کہ اس میں اچھے معنی کیساتھ شرکیہ مفہوم کی بھی گنجائش ہے بظاہر اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا خیال بھی فرمائیے اور ہماری طرف بھی توجہ دیجئے لیکن اسمیں آپ کو نگہبانی اور حفاظت کیلئے پکارنے کا پہلو بھی موجود ہے جیسا کہ صراح میں ہے مراعاۃ نگہداشتن (یعنی نگہبانی کرنا) واسترعاء نگہداشتن خواستن (یعنی نگہبان بنانا) فی المثل من استرعی الذئب فقد ظلم یعنی جس نے بھیڑئیے کو ریوڑ کا نگہبان بنایا اس نے ظلم کیا۔ اس طرح یہاں لَیًّا کا وہی مفہوم ہے جو سورۃ آل عمران ع ۸ میں اس آیت کا ہے۔ وَاِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتٰبِ الآیۃ دیگر مفسرین نے لَیًّا کو یلوون سے متعلق کیا ہے یعنی وہ اپنی زبانوں کو حق سے باطل کی طرف پھیرتے ہیں اور اللہ کی کتاب میں تحریف کرتے ہیں ای یلوون السنتھم عن الحق ای یمیلونھا الی ما فی قلوبھم (قرطبی ج ۵ ص ۲۴۳) یا یہ کہ وہ اپنی زبانوں کو ما فی الضمیر (دل کی بات) سے پھیر کر اس کے خلاف کا اظہار کرتے ہیں مثلاً دل میں تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کا جذبہ موجزن ہے مگر زبان سے ایسے الفاظ ادا کرتے ہیں جن سے تعظیم و توقیر کا پہلو بھی نکلتا ہے ای یفتلون بالسنتھم ما یضمرونہ من الشتم الی ما یظھرونہ من التوقیر نفاقا (مدارک ج ۱ ص ۱۷۸) **۳۷** یہ اہل کتاب کو ایمان لانے اور توحید کو مان لینے کی ترغیب ہے

۳۵ یہ بمعنی اسم فاعل ہے اور یحرفون یا یقولون کی ضمیر سے حال ہے ۱۲ ۳۸ ترغیب الی التوحید مع تخویف اخروی یعنی اب ایمان لانے کا وقت ہے اور عذاب آ جانے پر کچھ نہ بن سکیگا ۱۲۔ ۳۹ زجر ہے کہ درمیان اصل مقصد پر عبارۃ تنبیہ یعنی سب احکام ما فوق لیکن بہت بری بلاء ہے اس سے نفرت کرو۔ یا ایسا ہے جیسا کہ واعظ کہتا ہے ان باتوں پر عمل کرو بشرطیکہ فلاں بات نہایت اہم لہذا واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا سے ترقی کر کے کہا گیا شرک کرد کیونکہ یہ کبھی پہلے معاف نہیں ۱۲ ۴۰ زجر اول برائے اہل کتاب اپنے آپ کو پاک کہنے سے پاک نہیں ہو سکتے شرک کس طرح پاک ہو سکتا ہے ۱۲۔

موضح قرآن ف راعنا لفظ بولتے تھے اس کا بیان سورۃ بقرہ میں ہوا۔ اسی طرح حضرت بات فرماتے تو جواب میں کہتے سنا ہم نے اس کے معنی یہ ہیں کہ قبول کیا لیکن آہستہ کہتے کہ نہ مانا یعنی فقط کان سے سنا دل سے نہ سنا اور حضرت کو خطاب کرتے تو کہتے سن نہ سنایا جائیو ظاہر میں یہ دعا نیک ہے کہ تو ہمیشہ غالب ہے کوئی تجھ کو بری بات نہ سنا سکے اور دل میں نیت رکھتے کہ تو بہرہ ہو جائیو ایسی شرارت کرتے پھر دین میں عیب دیتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب معلوم کرتا۔ وہی اللہ صاحب نے واضح کر دیا ف۲ یعنی ایمان لاؤ پہلے اس سے کہ عذاب پاؤ صورت بدل جاوے جانور بن جاؤ ہفتے والوں کی طرح ان کا بیان ہے سورہ اعراف میں۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید یہود پیچانیدن سخن آنست کہ سب را چناں در کلام غلط کنند کہ کسی نشناسد واسمع غیر مسمع دو معنی دارد یکی آنکہ بشنود حالانکہ معظم و محترمی و کسی با تو خلاف مرضی تو نتواند گفت دیگر آنکہ نشنود در حالتیکہ محقری و کسی با تو سخن نمیگوید و راعنا نیز دو معنی دارد یکی آنکہ رعایت کن ما را دیگر احمق رعونت دارنده غرض ایشان سب بود بکلمہ محتمل معنیین میگفتند واللہ اعلم ۱۲

اور ساتھ ہی اخروی تخویف ہے یعنی اب وقت ہے ایمان لے آؤ قبل اس کے کہ ہمارا عذاب آجائے جب عذاب نازل ہو جائیگا پھر ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ ترغیبوں اور تخویفوں کے درمیان ایک بار پھر زوردار الفاظ میں مقصود اصلی پر تنبیہ فرمادی کہ شرک کرنا اور توحید سے منہ موڑنا اتنا بڑا جرم اور کبیرہ گناہ ہے کہ وہ کسی کو کبھی معاف نہیں ہوگا یہ ناصحانہ انداز ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی واعظ حکیم اور ناصح مشفق دوران وعظ بہت سے مسائل بیان کرے اور درمیان میں کہہ دے کہ فلاں کام نہایت اہم اور ضروری ہے اور اس کا بجالانا لابدی ہے۔ پہلے احکام توحید بیان کرکے وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا سے اصل مسئلہ کی طرف متوجہ کیا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اسکی عبادت اور پکار میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اس کے بعد بطور ترقی فرمایا شرک نہ کرو کیونکہ وہ ایک ناقابل معافی گناہ ہے اس سے ہر حال میں بچو یہ کسی حیلے معاف نہیں ہوگا ۳۸ یہ اہل کتاب کو زجر ہے جو اپنی صفائی اور پاکیزگی کے دعوے کرتے تھے حضرت قتادہ اور حسن فرماتے ہیں یہ آیت ان یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جو کہتے تھے نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ یعنی ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں نیز کہتے تھے لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ یعنی جنت میں یہود و نصاریٰ کے بغیر کوئی نہیں جائیگا (قرطبی ج ۵ ص ۲۴۶ و روح ج ۵ ص ۵۴) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دعوے کا ابطال فرمایا کہ ان کے اپنی پاکیزگی اور طہارت کے یہ دعوے سب غلط ہیں پاک طاہر تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اس کے ایمان و عمل کی بنا پر پاک فرمائے اُنۡظُرۡ کَیۡفَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لیکن ان کے یہ دونوں دعوے اللہ پر صریح بہتان ہے کیونکہ ان دعووں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اپنا محبوب منتخب کیا ہے اور ان سے وعدہ کیا ہے کہ جنت ان کے لئے مخصوص اور ریزرو ہے حالانکہ یہ سراسر غلط اور خلاف واقع ہے۔ وان تزکیتھم علی اللہ ھو قولھم نحن ابناء اللہ واحباءہ وقولھم لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ (کبیر ج ۳ ص ۳۴۵) ۳۹ یہ بھی اہل کتاب کو زجر ہے وہ شیطان اور اصنام کی عبادت کرنیوالوں کو ہدایت یافتہ کہتے تھے اور الجبت سے بت اور ہر معبود غیر اللہ مراد ہے اور الطاغوت سے مراد شیطان ہے جو بتوں میں کلام کرتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بت بول رہا ہے الجبت الاوثان والطاغوت شیاطین الاوثان ولکل صنم شیطان یعبر عنہ فیغتر بہ الناس (معالم [illegible]) اور وَیَقُوۡلُوۡنَ میں واو تفسیری ہے اور یَقُوۡلُوۡنَ۔ یُؤۡمِنُوۡنَ کی تفسیر ہے۔ اہل کتاب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بت پرستی شرک ہے لیکن اس کے باوجود بت پرستی اور بت پرستوں کی نصف حمایت کرتے تھے بلکہ ان مشرکوں کو مومنوں سے بہتر سمجھتے تھے تو ان کا یہ فعل محض بغض و حسد اور ضد و عناد کی وجہ سے تھا لاشک انھم کانوا عالمین بان ذالک باطل فکان اقدامھم علی ھذا القول لمحض العناد والتعصب (کبیر ج ۳ ص ۳۴۵) ۴۰ یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے بہت زیادہ حسد رکھتے تھے کیونکہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکومت عطا فرمادی اور دوسری طرف اسلام دن بدن ترقی کر رہا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ حسد کیوں کرتے ہیں کیا ان کے پاس سلطنت یا حکومت ہے جو ان سے مسلمانوں نے چھین لی ہے اگر ان کے پاس کسی جگہ کی حکومت ہوتی تو وہ اس سے پھوٹی کوڑی بھی کسی کو نہ دیتے جب ان کے پاس کچھ ہے ہی نہیں نہ ان سے کچھ چھینا گیا ہے تو ان کا حسد بلاوجہ ہے جیسا کہ سورۃ ص میں فرمایا اَمۡ عِنۡدَھُمۡ خَزَآئِنُ رَحۡمَۃِ رَبِّکَ الۡعَزِیۡزِ الۡوَھَّابِ (ص ع ۱) ۴۱ یہود کے حسد کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ ان کے پاس اگرچہ سلطنت نہیں ہے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو کیوں ملی ہے یہ کب سلطنت اور نبوت کے لائق تھے تو اس کا جواب فرمایا کہ ہم نے اپنے فضل و رحمت سے جو نعمتیں مثلاً نبوت علم و حکمت اور حکومت وغیرہ اپنے پیغمبر کو دی ہیں ان پر وہ حسد کرتے ہیں اور ان کو ان انعامات کا اہل نہیں سمجھتے حالانکہ یہ تمام نعمتیں ہم پہلے

مَنۡ یَّشَآءُ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ﴿۴۹﴾ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ

جس کو چاہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا تاگے برابر ف۱ دیکھ کیسا

یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ ؕ وَکَفٰی بِہٖۤ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۵۰﴾

باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے یہی گناہ صریح ف۱

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ

کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا

یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ وَیَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ

جو مانتے ہیں بتوں کو اور شیطان کو ف۲ اور کہتے ہیں

کَفَرُوۡا ہٰۤؤُلَآءِ اَہۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا ﴿۵۱﴾

کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں مسلمانوں سے ف۲

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ ؕ وَمَنۡ یَّلۡعَنِ اللّٰہُ فَلَنۡ

یہ وہی ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ نے اور جس پر لعنت کرے اللہ نہ

تَجِدَ لَہٗ نَصِیۡرًا ﴿۵۲﴾ اَمۡ لَہُمۡ نَصِیۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡکِ فَاِذًا

پاویگا تو اس کا کوئی مددگار کیا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں پھر تو یہ

لَّا یُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِیۡرًا ﴿۵۳﴾ اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ

نہ دیں گے لوگوں کو تل برابر ف۳ ف۳ یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا

عَلٰی مَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ

اس پر جو دیا ہے ان کو اللہ نے اپنے فضل سے ف۴ سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان میں

الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنۡہُمۡ

کتاب اور علم اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت پھر ان میں سے

مَّنۡ اٰمَنَ بِہٖ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡہُ ؕ وَکَفٰی بِجَہَنَّمَ

کسی نے اس کو مانا اور کوئی اس سے ہٹا رہا ف۵ اور کافی ہے دوزخ کی

منزل ۱

ع ۸

ف۱ زجر ثانی ہے اہل کتاب، شیطان اور اصنام کی عبادت کرنیوالے ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتے ۱۲۔

ف۲ یقولون، یؤمنون کی تفسیر ہے ۱۲ ف۳ یہ بھی زجر ہے۔ فخر کی باتیں کرتے ہیں۔ کیا اللہ کے ساتھ بادشاہی میں ان کا حصہ ہے؟ نہیں بلکہ یہ حاسد ہیں ۱۲ ف۴ آل ابراہیم کو اللہ نے کتاب و حکمت اور بادشاہی دی تھی [illegible]

ف۵ اہل کتاب [illegible] ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہودیوں کو حضرت سے مخالفت ہوئی تو مکے کے مشرکوں سے متفق ہوئے اور ان کی خاطر سے بتوں کی تعظیم کی اور کہا کہ تمہاری راہ بہتر ہے مسلمانوں سے اور یہ سب ان کا حسد تھا کہ نبوت اور دین کی ریاست سوائے ہمارے اور کسی میں ہوئے اللہ صاحب اسی پر ان کو الزام دیتا ہے۔ ان سب آیتوں میں یہی مذکور ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی میگوید کہ بنی اسرائیل برگزیدگان خدایند وایشان را عذاب نخواہد شد مگر روزے چند ۱۲ ف۲ دریں آیت تعریض ست بآنکہ یہود روز احزاب مددگار مشرکان شدند ۱۲ ـ ف۳ نقیر گوئی است کہ بر پشت خستہ خرما میباشد ۱۲ ـ

آل ابراہیم کو دے چکے ہیں آل ابراہیم کو ہم نے نبوت ورسالت بھی دی اور حکومت بھی جس سے معلوم ہوا کہ آل ابراہیم میں ان نعمتوں کی صلاحیت موجود ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو آل ابراہیم ہی سے ہیں اس لئے ان میں کیوں صلاحیت نہیں اور اگر ان کو ہم نے اپنے انعامات واحسانات سے نوازا ہے تو کونسی قابل تعجب بات ہے۔ آل ابراهيم الذين هم اسلاف محمد عليه السلام وهو انه ليس ببدع ان يؤتيه الله مثل ما اوتى اسلافه (مدارک ج ۱ ص۱۷۹) ۴۲ یہاں بیان فرمایا کہ اہل کتاب دو قسم کے لوگ تھے کچھ تو وہ تھے جو ایمان لاچکے تھے اور کچھ ایسے تھے جو ایمان نہیں لائے تھے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا الخ یہ منکرین اہل کتاب کیلئے اخروی تخویف ہے اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ الخ مومنین اہل کتاب کیلئے اخروی بشارت ہے یہاں تک احکام رعیت تھے اب احکام سلطانیہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔

سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ
بھڑکتی آگ ف بے شک جو منکر ہوئے ہماری آیتوں کے ان کو ہم ڈالیں گے
نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا
آگ میں جس وقت جل جائے گی کھال ان کی تو ہم بدل دیویں گے ان کو اور کھال
لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَ
تاکہ چکھتے رہیں عذاب بیشک اللہ ہے زبردست حکمت والا اور
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ
جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک البتہ ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَھُمْ
جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ ان کے لئے
فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾
وہاں عورتیں ہیں ستھری اور ان کو ہم داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَھْلِھَا ۙ
بیشک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو ۴۳ ف۱
وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ
اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے
اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّھَا
اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا ۴۴ ف۲ اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي
ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا
الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ
جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے

حصہ دوم (احکام سلطانیہ)

۴۳ پہلا حکم سلطانی حقداروں کو ان کے حقوق دلواؤ اور فیصلے انصاف سے کیا کرو یہاں خطاب حکام اور امراء مسلمین کو ہے جیسا کہ حضرت علی اور دوسرے مفسرین سے منقول ہے قال علی بن ابی طالب وزید بن اسلم وشھر بن حوشب وابن زید ھذا خطاب لولاۃ المسلمین خاصۃ الخ (قرطبی ج ۵ ص۲۵۶) یہاں حکام اور صاحب اقتدار طبقہ کو حکم دیا گیا کہ حقداروں کے حقوق لوگوں سے دلواؤ اور باہمی نزاعات اور جھگڑے عدل وانصاف سے طے کرو اور رعیت کو حکم دیا گیا کہ ایسے حکام کی فرمانبرداری کرو اور اپنے جھگڑے ایسے حکام کے پاس لے جایا کرو جو عدل وانصاف سے فیصلہ کیا کریں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امانات سے یہاں مراد عام ہے اور یہ ہر قسم کی ذمہ داریوں اور عدل وانصاف کے فیصلوں کو شامل ہے الخطاب عام يتناول الولاة فيما اليهم من الامانات فی قسمة الاموال ورد الظلامات وعدل الحکومات الخ (بحر ج ۳ ص۲۷۸) ۴۴ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ الخ اس میں خطاب حکام اور رعایا سے ہے یعنی اگر حکام اور رعایا میں کسی معاملہ میں تنازع یا اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کو ختم کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی طرف رجوع کیا جائے اور کتاب وسنت سے جو ہدایات ملیں ان پر عمل کیا جائے نہ یہ کہ چند انسانوں کی ایک مشاورتی کونسل بنا کر اس کے فیصلوں کو حرف آخر کی حیثیت دی جائے۔

۴۵ یہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے متعلق ہے اور ان منافقین یہود کیلئے زجر ہے جو دعوے کرتے تھے کہ وہ تورات کی تعلیم کے مطابق قرآن پر اور آخری پیغمبر پر دل وجان سے ایمان لاچکے ہیں مگر ان کا عمل ان کے اس دعویٰ کے سراسر خلاف تھا۔ امام ثعلبی اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک منافق بشر نامی کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا تو اس یہودی اور اس کے متعلقین نے اس منافق سے کہا کہ چلو یہ جھگڑا ہم تمہارے پیغمبر کے پاس لے چلتے ہیں تو اس منافق نے کہا کہ نہیں یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کے پاس چلو۔ آخر مقدمہ عدالت نبوی میں پہنچا آپ نے فریقین کے بیانات سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیا جس کا منافق کو بہت رنج ہوا۔ وہاں سے اٹھ کر بشر نامی منافق نے یہودی سے کہا چلو حضرت عمر کے پاس چلیں اس کا خیال تھا کہ وہ مجھے مسلمان سمجھ کر میری طرفداری کریں گے لیکن وہاں پہنچ کر یہودی نے حضرت عمر سے کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدمے کا فیصلہ میرے حق میں فرما چکے ہیں لیکن بشر اس پر راضی نہیں ہوا حضرت عمر نے یہ سنتے ہی اندر سے تلوار لا کر اس منافق کا سر تن سے جدا کر دیا اور فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہو میرے نزدیک اس کا فیصلہ یہی ہے اس طرح الطاغوت سے یہاں

۱ تخویف اخروی برائے کفار اہل کتاب ۱۲۔

۲ بشارت اخروی برائے مومنین اہل کتاب ۱۲۔

۳ سورت کے دوسرے حصے کی ابتداء، احکام سلطانیہ کا بیان ۱۲

۴ پہلا حکم سلطانی حکام کو حکم دیا گیا ہے کہ حقداروں کے حقوق لوگوں سے دلواؤ اور حکم بالعدل کرو اور رعیت کو حکم دیا گیا کہ حکام کی فرمانبرداری کرو اور ایسے حکام سے فیصلے کراؤ ۱۲

موضح القرآن ف۱ یعنی ہمیشہ سے اللہ نے ابراہیمؑ کے گھر میں بزرگی دی ہے اب بھی اسی کے گھر میں ہے پھر جو کوئی قبول نہ رکھے وہی بے انصاف ہے۔ ف۲ یعنی امانت میں خیانت نہ کرو اور چکوتی میں خاطر نہ کرو خواہ رشوت کے واسطے خواہ کسی کے واسطے یہ عادتیں یہود میں بہت تھیں اسی واسطے بعضے کچے مسلمان قضیہ چکانے کو حضرت کے پاس نہ آتے کہ کسی کی خاطر نہ رکھیں گے اور یہود کے عالموں کے پاس جاتے کہ وہ خاطر کریں گے آگے مسلمانوں کو تقید فرمایا کہ جب تک ہر قضیے میں اور ہر حکم میں رسول ہی کی طرف رجوع نہ رکھو اور دل سے اس کے حکم پر راضی نہ ہو تب تک تم کو ایمان نہیں۔

فتح الرحمن ف۱ درایں آیت اشارہ است بقصہ عثمان حجبی کہ مفتاح کعبہ از دست وی گرفتند و مردمان آن را از حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم طلب کردند آنحضرت قبول نمودہ بعثمان رد فرمود ۱۲۔

کعب بن اشرف مراد ہے (روح ج ۵ ص ۶۶) لیکن عموم کے اعتبار سے طاغوت ہر معبود غیر اللہ پر بولا جاتا ہے اور اس آیت میں بھی عموم الفاظ کے پیش نظر طاغوت کو ہر معبود غیر اللہ پر محمول کرنے کی گنجائش ہے اس طرح آیت میں ان مشرکوں کے حال کا تذکرہ ہوگا جو بزرگان دین کے بتوں اور ان کی قبروں میں مافوق الفطرت کرشمے مان کر ان کی خانقاہوں پر اپنے جھگڑے لے جاتے ہیں جیسا کہ مشرکین مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت سے تقسیم کا فیصلہ لیتے تھے اور آجکل بعض جہلا مجرم سے کہتے ہیں کہ تم فلاں بزرگ کی قبر پر ہاتھ رکھ دو یا اس کے روضے کی کنڈی کھول دو۔ میں یہ چیز اس کی قبر پر رکھتا ہوں تم اٹھالو۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ اسی مذکورہ واقعہ سے متعلق ہے ۴۵ مصیبت سے قتل کا مذکورہ واقعہ مراد ہے اور ما قدمت ایدیھم سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر اعتماد نہ کرنا اور اسے کافی نہ سمجھنا مراد ہے کیونکہ مصیبت قتل ان پر اسی بنا پر آئی کہ انہوں نے دربار نبوی کا فیصلہ تسلیم نہ کیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر منافق کو قتل کر دیا تو اسکے وارثوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچکر مقتول کے خون بہا کا مطالبہ کیا

وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ
یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام ف۱ ف۲ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو
يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
دعوے کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اترا تیری طرف ۴۳ اور جو اترا
مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ
تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف
وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ
اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان کہ
يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى
ان کو بہکا کر دور جا ڈالے اور جب ان کو کہیے کہ آؤ
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ
اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف تو دیکھے تو منافقوں کو کہ ہٹتے ہیں
عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا
تجھ سے رک کر پھر کیا ہو کہ جب ان کو پہنچے مصیبت اپنے
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ
ہاتھوں کے کئے ہوئے سے ۴۵ پھر آویں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ ہم کو غرض نہ تھی
اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ
مگر بھلائی اور ملاپ ف۱ ف۲ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان
قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ
کے دل میں ہے سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہہ ان کے

منزل ۱

۸ ع ۹ ۵

ا؎ زجر برائے منافقین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو کافی نہیں سمجھتے تھے ۱۲

اور لگے قسمیں کھانے کہ ہم نے آپ کا فیصلہ رد نہیں کیا تھا بلکہ حضرت عمر کے پاس جانے سے ہماری نیت یہ تھی کہ وہ ہمارے درمیان صلح کرا دیں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتیں جانتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ وہ منافق ہیں اور آپ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں اور صریح غلط بیانی کر رہے ہیں اس لئے آپ ان کے بیانات سے اعراض کریں اور انکا خون بہا وغیرہ کا کوئی مطالبہ قبول نہ کریں۔ اور انہیں نہایت ہی صاف صاف الفاظ اور موثر انداز میں منافقت سے باز آجانے کی تلقین فرمائیں ۴۶ رسولوں کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے مگر یہ منافقین اطاعت کے بجائے نافرمانی پر تلے ہوئے ہیں وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ جونہی ان سے یہ گناہ صادر ہوا تھا انہوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے اعراض کیا اگر اسی وقت وہ اس پر نادم ہو جاتے اور پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی معافی مانگتے اور آپ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے قبولیت توبہ اور معافی کی سفارش فرماتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالیتا اور ان کا گناہ معاف کردیتا۔ واستغفر لھم الرسول فمثل اللہ تعالیٰ ان یقبل توبتھم ویغفر ذنوبھم (روح ج ۵ ص ۶۸) اس آیت کا تعلق حضور علیہ السلام کی زندگی کے اسی واقعہ سے ہے اور آپکی قبر سے استمداد و استشفاع جائز نہیں جیسا کہ حضرت مولانا محمد اسحاق نے شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک عبارت سے جو سید احمد نبوی الی علیہ الرحمۃ کا انکار کرتے ہوئے نقل کی ہے واضح فرما دیا ہے۔ "در حق آنست کہ انکار فقہاء عام است استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشان ہمہ جائز نیست چنانچہ از عبارات دیگر کتب فقہاء کہ در ذیل جواب ارادہ کردہ می شود واضح خواہد گردید (مسائل اربعین مسئلہ ۱۴)۔

ص ۱۸ ترجمہ:۔ اور حق یہ ہے کہ فقہاء کا انکار عام ہے استمداد خواہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں سے ہو خواہ غیر انبیاء کی قبروں سے سب ناجائز ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی دوسری کتابوں کے حوالوں سے جو ہم اسی سوال کے جواب میں ذکر کریں گے واضح ہو جائے گا ۴۷ یہاں ایمان کیلئے تین

موضح قرآن ف۱ اختیار والے بادشاہ اور قاضی اور جو کسی کام پر مقرر ہو اسکے حکم پر چلنا ضرور ہے جب تک وہ خلاف حکم اللہ اور رسول حکم نہ کرے اگر صریح خلاف حکم کرے تو وہ حکم نہ مانئے پس اگر دو مسلمان جھگڑتے ہیں ایک نے کہا چل شرع میں رجوع کریں دوسرے نے کہا میں شرع نہیں سمجھتا یا مجھے شرع سے کام نہیں وہ بے شک کافر ہوا۔ ف۲ مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق ظاہر میں مسلمان تھا جھگڑنے لگے یہودی نے کہا چل محمد کے پاس صلی اللہ علیہ وسلم منافق نے کہا چل کعب بن اشرف پاس وہ یہودیوں کا سردار تھا۔ آخر حضرت پاس آئے حضرت نے یہودی کا حق ثابت کیا۔ منافق نے باہر نکل کر کہا کہ چلو عمر کے پاس وہ حضرت کے حکم سے مدینے میں قاضی تھے۔ منافق نے جانا کہ میں اسلام کرچکا ہوں جب گئے ان کے آگے یہودی نے کہہ دیا کہ حضرت پاس ہم جا چکے ہیں وہ مجھ کو سچا کر چکے ہیں حضرت عمر نے منافق کی گردن ماری اس کے وارث حضرت پاس خون کا دعویٰ کرنے آئے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم گئے تھے اسلئے کہ شاید صلح کرا دیں۔ تب یہ آیتیں اتریں اور ان کا نام فاروق فرمایا۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید مراد ضعیف الاسلام در خلاف مواہ نفس بحکم شرع راضی نمی شد زندگانی کافی بودند ایشان در میان کفر رجوع میکردند چون آنحضرت ایشان را برائے این معنی تعزیر یا تہدید فرمودی سوگند خوردندی کہ مخالفت آنحضرت مقصود ما نیست خدا تعالیٰ در باب آیت فرستاد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی در میان خصوم ۱۲۔

شرط میں بیان کی گئی ہیں اول حتی یحکموک آپ کو فیصل مانیں دوم لا یجدوا فی انفسہم حرجا آپ کے فیصلے کو دل وجان سے قبول کریں سوم ویسلموا تسلیما آپ کے فیصلے کے خلاف زبان پر گلہ کا کوئی لفظ نہ لائیں حاصل یہ کہ صرف زبانی اقرار سے مومن نہیں بن سکتے۔ جب تک زبانی اقرار کے ساتھ عملی طور پر بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل نہ مانیں گے۔ اور آپ کا فیصلہ دل سے قبول نہیں کریں گے اور فیصلہ اپنے خلاف ہونے کی صورت میں کبیدہ خاطر اور دل میں رنجیدہ نہیں ہوں گے اور نہ زبان پر حرف شکایت لائیں گے اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ الخ یہ لوگ اس قسم کے آسان احکام پر بھی عمل نہیں کرتے اگر ان پر سخت احکام فرض کر دیئے جاتے تو سوائے معدودے چند ان میں سے کوئی بھی ان پر عمل نہ کرتا یا احکام تو نہایت آسان ہیں اگر یہ لوگ ان پر دل وجان سے عمل کر لیتے تو اس میں ان کی اپنی ہی بہتری تھی۔ دنیا میں بھی امن اور چین سے رہتے اور آخرت میں بھی بہت بڑا اجر پاتے **ف۴۸** یہ دل وجان سے ماننے والے مخلص مومنین کیلئے اخروی بشارت ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ احکام الٰہی اور ارشادات

اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

حق میں بات کام کی اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر

لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے **ف۱** اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ

پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا

معاف کرنیوالا مہربان سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ ہی کو منصف جانیں اس

شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ

جھگڑے میں جو ان میں اٹھے **ف۲** پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے

وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا

اور قبول کریں خوشی سے اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ ہلاک کرو

اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ

اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر تو ایسا نہ کرتے مگر تھوڑے

مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا

ان میں سے اور اگر یہ لوگ کریں وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو البتہ ان کے حق میں

لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا

بہتر ہو اور زیادہ ثابت رکھنے والا ہو دین میں **ف۱** اور اس وقت البتہ دیں ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا

عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ

ثواب اور چلا دیں ان کو سیدھی راہ اور جو کوئی حکم مانے

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا **ف۴۸**

ف۱ اس کا تعلق پیغمبر علیہ السلام کی زندگی کے ساتھ ہے موت کے بعد اس کا کوئی تعلق نہیں ۱۲۔

ف۲ بشارت اخروی ۱۲

ف۳ اطاعت کرنیوالوں کو آخرت میں ان کی رفاقت نصیب ہوگی۔ اطاعت کرنیوالے صدیقین اور شہداء بن سکتے ہیں جیسا کہ سورۂ حدید میں فرمایا لیکن انبیاء نہیں بن سکتے اسی لئے یہاں مع الذین الخ فرمایا ۱۲

نبوی پر پورا پورا عمل کریں گے اور دل وجان سے ان کے احکام کے سامنے سر جھکا دیں گے قیامت کے دن جنت میں ان کو انبیاء علیہم السلام۔ صدیقین۔ شہداء اور نیک لوگوں کی معیت اور سنگت نصیب ہوگی اور وہ جنت میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے سے آدمی نبی بھی بن سکتا ہے کیونکہ رسالت ونبوت تو وہبی چیز ہے جو محض عطاء الٰہی سے حاصل ہوتی ہے کسب اور ریاضت اور کثرت عبادت سے حاصل نہیں ہوسکتی جیسا کہ ارشاد ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام ع ۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا یہی مفہوم منقول ہے۔ امام سعید بن جبیر، مسروق، ربیع اور سدی کبیر سے منقول ہے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ دنیا میں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی جدائی گوارا نہیں کر سکتے لیکن آخرت میں آپ کا درجہ چونکہ بہت بلند ہوگا اس لئے آپ کی زیارت نہیں کر سکیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما ینبغی لنا ان نفارقک فی الدنیا فانک لو قدمت رفعت فوقنا فلم نرک فانزل اللہ ومن یطع اللہ والرسول الآیۃ (ابن جریر ج ۵ ص ۹۶، ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۲) علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ ای ھم معھم فی دار واحدۃ ونعیم واحد یستمتعون برؤیتھم والحضور معھم لا انھم یساوونھم فی الدرجۃ (قرطبی ج ۵ ص ۲۷۲) اور پھر حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا سے اس بات کی صراحت فرما دی کہ یہ حضرات بہت ہی اچھے رفیق اور ساتھی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اخروی معیت اور رفاقت کا ذکر ہے۔ چونکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انسان صدیق اور ولی تو بن سکتا ہے لیکن نبی نہیں ہوسکتا البتہ آخرت میں نبیوں کا رفیق بن سکتا ہے اسی لئے یہاں فرمایا ہے کہ آخرت میں فرمانبردار لوگ نبیوں۔ صدیقوں اور شہیدوں کے رفیق ہوں گے اور دوسری جگہ فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ (حدید ع ۲) یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے صدیق اور شہید ہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ نبی ہیں **ف۴۹ دوسرا حکم سلطانی** (اٹھو اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر مشرکین سے جہاد کرو) حِذْرَكُمْ سے جنگی ہتھیار مراد ہیں جیسا کہ امام مقاتل اور محمد باقر سے مروی ہے ای عدتکم من السلاح قالہ مقاتل وھو المروی عن ابی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (روح ج ۵ ص ۸۶) اور ثُبَاتٍ جمع ثُبَةٍ کی اور ثُبَةٌ اس جماعت کو کہتے ہیں جس میں دس سے زیادہ آدمی ہوں (ایضا) اور فانفروا کی ضمیر سے حال ہے یعنی جب جہاد کی مہم درپیش ہو تو بلا توقف جہاد میں کود پڑو جیسا بن پڑے یا جیسا موقع ومحل کے مناسب ہو سب مل کر دشمن پر حملہ کر دو یا چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی صورت میں حملہ کرو **ف۵۰** یہ زجر اور تشکوی ہے ان منافقین کے لئے جو مسلمانوں میں موجود تھے ان کی اپنی ہمتیں تو پست تھیں ہی ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کو بھی بددل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ المراد منہ المنافقون کانوا یثبطون الناس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کبیر ج ۳ ص ۲۸۴)۔ لَيُبَطِّئَنَّ لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے یعنی وہ خود پیچھے ہٹتے تھے یا لوگوں کو ہٹاتے تھے۔ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ الخ ان منافقوں کا حال تھا کہ اگر خدانخواستہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی تو کہتے یہ تو ہم پر خدا کا بڑا احسا

موضح القرآن **ف۱** یعنی مالک کے حکم میں تو جان تک دریغ نہ کرنا چاہئے اگر اللہ ویسے حکم فرماتا تو یہ منافق کب کر سکتے یہ حکم تو نصیحت کے ہیں انہیں پر چلیں تو نفاق جاتا ہے اور مومن ہو جاویں کیا یہ غنیمت نہیں سمجھتے۔

ہوا کہ ہم ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہیں تھے ورنہ ہم بھی ان کے ساتھ پس جاتے وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ الخ اور اگر مسلمانوں کی فتح ہو جاتی اور مال غنیمت انبار در انبار ان کے ہاتھ آجاتا تو منافقین حسرت و افسوس سے انگلیاں کاٹنے لگتے اور کہتے کاش ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو مال غنیمت سے کثیر دولت ہاتھ آتی اور مالا مال ہو جاتے لَيَقُوْلَنَّ کا مقولہ يٰلَيْتَنِيْ سے شروع ہوتا ہے۔ اور كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ منافقین ایسی باتیں اس طرح کہتے ہیں گویا تمہارے اور ان کے درمیان کسی قسم کا دینی رشتہ اور تعلق موجود نہیں اور منافقوں کی دوستی جو مسلمانوں کے ساتھ تھی وہ محض ظاہری تھی ان کے دل میں وہی بغض و عداوت تھی۔ کذا فی المدارک والخازن و ابی السعود والکبیر وغیرہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بطور خوشامد ایسی باتیں کرتے ہیں گویا ظاہر کرتے ہیں کہ پہلے میرا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اگر ان کے ساتھ کچھ دوستی کا تعلق ہوتا تو وہ بھی ان کے ساتھ ضرور جہاد میں شریک ہوتا اور فوز عظیم حاصل کر لیتا۔ حضرت شیخ کے نزدیک یہ معنی راجح ہیں **۵۱** یہ ترغیب الی القتال ہے يَشْرُوْنَ شری سے ہے جو اضداد میں سے ہے اور خریدنے اور بیچنے دونوں معنوں میں مستعمل ہے یہاں يَشْرُوْنَ بمعنی يَبِيْعُوْنَ ہے یعنی وہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب مومنوں نے اپنی زندگی کا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ وہ ہر معاملے میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں گے تو انہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے۔ اور انہیں میدان قتال میں ثابت قدم رہنا اور منافقوں کی بددل کرنے والی باتوں کی پروا نہیں کرنی چاہیے وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ مجاہدین کے لئے دنیوی اور اخروی بشارت ہے اگر شہید ہو جائیں تو آخرت میں بلند ترین درجات حاصل کریں گے اور اگر شہادت نصیب نہ ہوئی ثواب عظیم اور مال غنیمت سے حصہ تو ضرور ملے گا **۵۲ تیسرا حکم سلطانی** (کمزور اور ضعیف مسلمانوں کو جو مکہ میں تکلیفیں اٹھا رہے ہیں ظالم مشرکوں کے پنجہ استبداد سے چھڑاؤ) پہلے سے زیادہ واضح اور مدلل طریقہ سے مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم دیا کہ اٹھو ہتھیار پہنو اور ان کمزور مسلمانوں کو مشرکین کے نرغے سے چھڑاؤ جو اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ ان ظالم مشرکوں سے ہمیں نجات دے لہٰذا تم اٹھو اور ان کی خلاصی کے لئے جہاد کرو اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ بھی ترغیب الی الجہاد ہے یعنی مومن تو ہمیشہ اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور دنیا میں امن و امان قائم کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کا حامی اور ناصر و مددگار ہے اس کے برعکس کفار اور مشرکین باطل کی خاطر لڑتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو ان باطل پرستوں سے قتال کرنا چاہیے تاکہ دنیا سے باطل مٹ جائے اور اللہ کا دین حق اور اس کی توحید غالب ہو جائے۔ توحید والوں کے مقابلے میں مشرکین ہمیشہ مخذول و مہزوم ہوں گے۔ رغب اللّٰہ المومنین بانھم یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فھو ولیھم و ناصرھم واعداؤھم یقاتلون فی سبیل الشیطان فلا

مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ
کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں
وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ
اور اچھی ہے ان کی رفاقت ف۱ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے
وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا
اور اللہ کافی ہے جاننے والا ف۲ ۱ اے ایمان والو لے لو
حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ
اپنے ہتھیار ف۳ پھر نکلو جدی جدی فوج ہو کر یا سب اکٹھے ف۴ اور
مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ
تم میں بعضا ایسا ہے کہ البتہ دیر لگاوے گا ف۵ پھر اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہے
قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ
اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں نہ ہوا ان کے ساتھ اور اگر
اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ
تم کو پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا نہ تھی
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ
تم میں اور اس میں کچھ دوستی اے کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ تو پاتا
فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ
بڑی مراد ف۶ سو چاہیے لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے ف۷ اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں
فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا
پھر مارا جاوے یا غالب ہووے تو ہم دیں گے اس کو بڑا ثواب ف۸ اور

ع ۹ ۱۱ ۶

۱ دوسرا حکم سلطانی اٹھو اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر مشرکین سے جہاد کرو ۱۲-

۲ زجر مع شکوی ۱۲-

۳ جملہ معترضہ ۱۲

۴ لیقولن کا مقولہ ۱۲-

۵ ترغیب الی القتال ۱۲-

۶ تیسرا حکم سلطانی اٹھو مسلح ہو کر نکلو اور جو ضعیف مسلمان مکہ میں قید ہیں ان کو مشرکین کے چنگل سے چھڑاؤ وہ خود نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے اور دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں ظالموں سے نجات دے ۱۲-

موضح قرآن ف۱ نبی وہ ہیں جنکو اللہ کی طرف سے وحی آوے یعنی فرشتہ ظاہر میں پیغام کہہ جاوے اور صدیق وہ کہ جو وحی میں آوے ان کا جی آپ ہی اس پر گواہی دے اور شہید وہ جنکو پیغمبر کے حکم پر ایسا صدق آیا کہ اس پر جان دیتے ہیں اور نیکبخت وہ جن کی طبیعت نیکی پر ہی پیدا ہوئی ہے تو جو لوگ ایسے نہیں لیکن حکم برداری میں لگے جاتے ہیں اللہ ان کو بھی ان کے ساتھ گنے گا ف۲ آگے سو ذکر ہے جہاد کا ف۳ یعنی لڑائی میں اپنا بچاؤ کرنا دغا نہ رہ سر باندھ کر تدبیروں سے منع نہیں ف۴ یعنی ایسا شخص منافق ہے کہ خدا کے حکم پر نہیں دوڑتا بلکہ دنیا کا نفع تکتا ہے اگر لوگوں کو اس کام میں تکلیف پہنچی تو اپنے الگ رہنے پر خوش ہوتا ہے اور اگر لوگوں کو فائدہ پہنچا تو پچھتاتا ہے اور دشمنوں کی طرح حسد کرتا ہے ف۵ یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ دنیا کی زندگی پر نظر نہ رکھیں آخرت چاہیں اور سمجھیں کہ اللہ کے حکم میں ہر طرح نفع ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید مردم ضعیف الاسلام در اول اسلام کہ جہاد فرض نشدہ بود دعوت اسلام قبول نمودند چوں جہاد فرض شد ازان تقاعد کردند و از بعض کلمات منافقانہ بسر بیرزد و بعضی با مخالفان ہمزبان شدہ خلاف مرضی آنحضرت رای می زدند خدا تعالیٰ دریں باب آیت فرستاد واللہ اعلم ۱۲-

لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ

تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں ۵۲ اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں

الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ

مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے

اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ج وَاجْعَلْ

نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کردے

لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا (۷۵)

ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کردے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی مددگار ف

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا

جو لوگ ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں

یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ

سو لڑتے ہیں شیطان کی راہ میں سو لڑو تم شیطان کے

الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا (۷۶) اَلَمْ تَرَ

حمایتیوں سے بے شک فریب شیطان کا سست ہے کیا تو نے نہ دیکھا

اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ

ان لوگوں کو جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو ۵۳ اور قائم رکھو نماز

وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ ج فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ

اور دیتے رہو زکوٰۃ پھر جب حکم ہوا ان پر لڑائی کا اسی وقت ان میں

مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ج

ایک جماعت ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا اس سے بھی زیادہ ڈر

وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ج لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی

اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی ہم پر لڑائی کیوں نہ چھوڑے رکھا ہم کو

ع ۱۰ / ۷

مـ۱ ترغیب الی الجہاد میں داخل ہے ۱۲۔

مـ۲ زجر برائے منافقین ۱۲۔

ولی لھم الا الشیطان (مدارک ج ۱ صـ۱۸۴) **۵۳** یہ منافقین کے لئے زجر ہے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو مشرکین کے ہاتھوں بڑی بڑی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچتیں تو وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کرتے اور آپ سے جہاد کی اجازت چاہتے آپ فرماتے ابھی مجھے جہاد کا حکم نہیں ملا۔ جو احکام تم پر فرض ہو چکے ہیں نماز اور زکوٰۃ وغیرہ ابھی ان پر ہی عمل کرو۔ پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جہاد کا حکم نازل ہوا تو ایک فریق (یعنی منافقین) اس حکم سے گھبرا اٹھے اور کہنے لگا کہ اے اللہ تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کیا۔ یہ لوگ قتال سے سخت خوفزدہ ہوئے ظاہر ہے کہ ان کا خوف محض موت اور قتل کی وجہ سے تھا تو اس کے جواب میں فرمایا۔ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ الخ موت سے مت ڈرو اور اس سے مت بھاگو۔ موت کوئی صرف میدان جنگ میں لڑنے والوں ہی کو نہیں آتی موت ہر صورت آئیگی اگر تم موت سے بچنے کے لئے اونچے اور بہت مضبوط قلعے بنالو اور ان میں اپنے آپ کو محفوظ کرلو تو موت وہاں بھی آئے گی اور تمھیں ہرگز نہیں چھوڑے گی۔ جب موت سے چھٹکارا نہیں تو بہتر یہی ہے کہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہوئے مارے جاؤ تاکہ درجہ شہادت پاؤ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی عنایات مخصوصہ اور اس کے انعامات خاصہ حاصل کرسکو **۵۴** یہ بھی منافقین کے لئے زجر ہے حضرت ابن عباس اور قتادہ فرماتے ہیں اگر مسلمانوں کی فتح ہوتی اور مال غنیمت ہاتھ لگ جاتا تو منافقین کہتے یہ سب اللہ کی مہربانی ہے اور اگر کہیں شکست ہوئی تو آپس میں کھسر پھسر کرنے لگتے کہ نعوذ باللہ یہ پیغمبر کی بے تدبیری کا نتیجہ ہے (روح ج ۵ صـ۸۹، قرطبی ج ۵ صـ۲۸۴ وغیرہ) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال باطل کا رد فرمایا کہ فتح و شکست اور تنگی و فراخی سب اللہ کی طرف سے ہے وہ ہر چیز کا خالق و مخترع ہے اور وہی نافع و ضار ہے۔ لاخالق ولا مخترع سواہ فلیس الامر کما زعمتم فاللہ تعالیٰ وحدہ ھو النافع الضار وعن ارادتہ تصدر جمیع الکائنات (بحر ج ۳ صـ۳۰۰) حسن اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہود اور منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عیاذاً باللہ بدشگون لیتے تھے کہ اس سے پہلے ہم خوشحال تھے اور ہمارے باغات خوب پھل لاتے تھے مگر اس کے آنے سے ہماری زمینوں اور باغوں کی پیداوار کم ہو گئی ہے (بحر و روح وغیرہ) **۵۵** یہ بھی منافقین اور یہود کے مذکورہ بالا قول باطل کا جواب ہے بلکہ اس جواب کی تفصیل ہے اس میں بظاہر خطاب تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مراد عام ہے اور یہ خطاب ہر مخاطب کو شامل ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو فائدہ اور بھلائی پہنچتی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور جو اسے نقصان یا برائی پہنچتی ہے خالق اگرچہ اس کا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس کا سبب انسان کی اپنی ہی بدعملی اور کوتاہی ہوتی ہے جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ (شوریٰ ع ۴) یہود مدینہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے اگر خوشحال تھے تو یہ محض اللہ کا احسان تھا اور آپ کی آمد کے بعد اگر ان پر تنگدستی آگئی تو یہ ان کی اپنی بدعملی کا نتیجہ تھا جب انھوں نے خدا کے پیغمبر کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے بطور تنبیہ ان پر تنگی کردی۔ والضمیر للیھود والمنافقین روی انہ کان قد بسط علیھم الرزق فلما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فدعاھم الی الایمان فکفروا امسک عنھم بعض الامساک (ابوالسعود ج ۳ صـ۲۹۴) **۵۶** یہاں سے فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے یعنی ان کو چاہیئے تھا کہ ایسی باتیں کرنے کے بجائے آپ کی اطاعت کرتے کیونکہ آپ کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن اگر وہ آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور آپ کی فرمانبرداری سے اعراض کرتے ہیں تو آپ فکرمند اور غمگین نہ ہوں کیونکہ آپ نے اپنا فرض ادا کرلیا ہے آپ کا فرض صرف تبلیغ ہے جو آپ نے پورا کردیا وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا سے اخروی کی طرف اشارہ فرمادیا کہ ہم سب کچھ

موضح قرآن ف۱ یعنی دو واسطے لڑائی تم کو ضرور ہے۔ ایک تو اللہ کا دین بلند کرنے کو دوسرے مظلوم مسلمان جو کافروں کے ہاتھ میں بے بس پڑے ہیں ان کے خلاص کرنے کو شہر مکے میں ایسے لوگ بہت تھے کہ حضرت کے ساتھ ہجرت نہ کرسکے اور ان کے اقربا ان پر ظلم کرنے لگے کہ مسلمان سے پھر کافر کریں۔

أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ
تھوڑی مدت تک کہہ دے کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے
لِّمَنِ اتَّقَىٰ قف وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾ أَيْنَ مَا تَكُونُوا
پرہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہے گا تاگے برابر ف۱ جہاں کہیں تم ہوگے
يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَ
موت تم کو آ پکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں اور
إِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ وَإِن
اگر پہنچے لوگوں کو کچھ بھلائی تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے ۵۴ اور اگر
تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ
ان کو پہنچے کچھ برائی تو کہیں یہ تیری طرف سے ہے کہہ دے کہ سب
مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ
اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا ہرگز نہیں لگتے کہ سمجھیں
حَدِيثًا ﴿٧٨﴾ مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا
کوئی بات ف۲ جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے ۵۵ اور جو
أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ
تجھ کو برائی پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے ہے اور ہم نے تجھ کو بھیجا
رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٧٩﴾ مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ
پیغام پہنچانیوالا لوگوں کو ۵۶ اور اللہ کافی ہے سامنے دیکھنے والا ف۳ جس نے حکم مانا رسول کا
فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ
اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر
حَفِيظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِندِكَ
نگہبان ف۴ اور کہتے ہیں کہ قبول ہے پھر جب باہر گئے تیرے پاس سے ۵۷

دیکھ رہے ہیں۔ ان کا کوئی عمل ہم سے پوشیدہ نہیں انھیں اپنے اعمال کی پوری پوری سزا ملے گی **۵۷** یہ منافقین کا شکوہ ہے اور ان کی دورُخی چال پر ان کو زجر ہے جب وہ آپ کے پاس موجود ہوتے ہیں اس وقت تو آپ کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ حضور آپ کا حکم ہمارے سر وچشم لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو اپنے قول واقرار کے برعکس رات کو آپ کے اور مسلمانوں کے خلاف منصوبے بناتے ہیں لیکن آپ ان کی پروا نہ کریں۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور ہم نے ان کے تمام منصوبے نوٹ کر رکھے ہیں اور ان کو اس شرارت کی پوری پوری سزا دیں گے تَقُوْلُ میں دو احتمال ہیں یا تو یہ واحد مونث غائب کا صیغہ ہے اور ضمیر غائب طائفہ کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ منافقین کا طائفہ اور ان کے سرداروں کی جماعت اپنے ہی اقرار کے باعث رات کو منصوبے بناتے ہیں یا یہ واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے اور خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یعنی وہ آپ کے احکام وارشادات کے خلاف باتیں کرتے ہیں **۵۸** اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ اس میں بیان کردہ امور وحقائق نفس الامر اور واقع سے مختلف ہوتے اور بیان کا نفس الامر سے مختلف ہونا جھوٹ اور کذب ہوتا ہے تو حاصل یہ نکلا کہ اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا بلکہ انسان کا خود ساختہ ہوتا تو اس کے کئی بیانات نفس الامر کے خلاف اور جھوٹے ہوتے لیکن اگر قرآن کے بیان کردہ امور وحقائق کو بنظر انصاف دیکھا جائے اور ان میں غور وفکر کیا جائے تو اس میں ایک بات بھی خلاف واقع نہیں مل سکیگی بان یکون بعض اخبارته الغیبیة كالاخبار عما یسره المنافقون غیر مطابق للواقع الخ (روح ج ٥ ص ٩٢ وخازن ج ١ ص ٤٧٠) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی راجح ہے یا اختلاف سے عام اختلاف مراد ہے خواہ باہمی تناقض ہو یا نفس الامر سے مخالفت یا اسلوب بیان اور فصاحت وبلاغت میں اختلاف وغیرہ کما فی القرطبی ج ٥ ص ٢٩٠ وغیرہ) **۵۹** یہ شکوہ منافقین کی دوسری وجہ ہے کہ وہ ان خبروں اور رازوں کا افشا کرتے ہیں اور ان کو مشہور کرتے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہے ان کا تعلق خواہ امن سے ہو یا خوف سے حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد پر جو لشکر بھیجتے جب وہ غالب یا مغلوب ہو کر واپس آتے تو منافقین ان کی خبریں غلط انداز میں پھیلا دیتے ان الرسول كان اذا بعث سریة من السرایا

۱۔ زجر بر منافقین ۱۲۔

۲۔ منافقین یہود کے مذکورہ بالا قول باطل کا جواب ۱۲۔

۳۔ تسلی یعنی ایسی بہکی باتیں کہنے کی بجائے وہ آپ کی اطاعت کرتے ان کیلئے بہتر تھا ۱۲۔

۴۔ شکوی برائے منافقین ۱۲۔

موضح قرآن ف۱ یعنی جب تک مسلمان مکے میں تھے اور کافر ایذا دیتے تو اللہ تعالیٰ ان کو لڑنے سے تھامتا تھا اور صبر کا حکم فرماتا تھا اب جو حکم لڑائی کا آیا تو سمجھیں کہ ہماری مراد ملی لیکن بعضے کچے مسلمان کنارہ کرتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے برابر آدمیوں سے خطرہ کرتے ہیں ف۲ یہ منافقوں کا ذکر ہے کہ اگر تدبیر جنگ درست آئی اور فتح وغنیمت ملی تو کہیں اللہ کی طرف سے ہوئی یعنی اتفاقاً بن گئی حضرت کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے تھے اور اگر بگڑ گئی تو الزام رکھتے حضرت کی تدبیر پر اللہ صاحب نے فرمایا کہ سب اللہ کی طرف سے ہے یعنی پیغمبر کی تدبیر اللہ کا الہام ہے غلط نہیں اور بگڑی کو بگڑا نہ بوجھو یہ اللہ تم کو سزا دیتا ہے تمہاری تقصیر پر اگلی آیت میں کھول کر فرمایا ف۳ بندہ کو چاہیئے نیکی کو اللہ کا فضل سمجھے اور تکلیف اپنی تقصیر سے اور رسول پر الزام نہ رکھے تقصیروں سے اللہ واقف ہے اور وہی جزا دیتا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی ایں کلمہ حق است کہ خیر از جانب خداست و شر از جانب بندہ لیکن مقصود ایں مردم ازیں کلمہ درست نیست و آن آنست کہ جہاد با جمیع قبائل عرب معقول نیست پس اگر فتح باشد نعمتی غیر مترقب است و اگر ہزیمت باشد موافق حال این تدبیر است و چون جہاد بامر الٰہی است ہمہ خیر است عقل را در آنجا دخل دادن صحیح نباشد واللہ اعلم ۱۲۔

نغلبت او غلبت محدثوا بذالك وافشوه ولم يصبروا الخ (بحرج ۳ ص۲۰۵) لَعَلِمَهُ کی ضمیر منصوب اَمْرٌ کی طرف راجع ہے ف۶۰ اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ اَلَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ سے وہ لوگ مراد ہیں جو اس قسم کی خبر کو معلوم کرنے کے درپے اور اس کے علم کے متلاشی تھے اور منھم کی ضمیر رسول اور اولی الامر کی طرف راجع ہے اور جار مجرور علمہ کے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان خبروں کو مشہور نہ کرتے اور جن لوگوں کو یہ خبریں معلوم کرنے کا شوق تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر یعنی صحابہ میں جو لوگ صاحب مشورہ اور صاحب تدبر تھے ان سے معلوم کر لیتے دوم یہ کہ منھم میں من بیانیہ ہے اور ھم ضمیر اولی الامر کی طرف راجع الذین یستنبطون سے وہ لوگ مراد ہیں جو اولی الامر میں صاحب بصیرت و استنباط تھے ف۶۱ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا تک حکم ثالث یعنی وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ پر متفرع ہے اور بُعدِ عہد کی وجہ سے اس کا اعادہ ہے یہاں دوبارہ قتال کی ترغیب دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کو جہاد کی ترغیب دینے کا حکم فرمایا۔ تنکیل کے معنی تعذیب یعنی سزا دینے کے ہیں۔ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً الخ یہ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ سے متعلق ہے یعنی آپ مومنوں کو ترغیب الی الجہاد کا وعظ کریں اور جو شخص اچھی بات کا وعظ و نصیحت کرے اور نیک کاموں کی ترغیب دے اسے اللہ کی طرف سے بہت بڑا اجر و ثواب ملے گا اور جو شخص کسی برے کام کی ترغیب دے اسے اس کی سزا ملے گی اور مُقِیْتًا کے معنی اقتدار والا یا حافظ و نگہبان (مُقِيْتًا) مُقْتَدِرًا… اَوْ حَفِيْظًا (مدارک ج ۱ ص۱۸۶) وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ الخ یہ ماقبل سے متعلق ہے اور اس میں خطاب رعیت کو ہے یعنی اگر تمہارے پاس کوئی واعظ جہاد کی ترغیب کے لئے آئے اور تم کو سلام دے تو تم اس کے الفاظ کی نسبت زیادہ اچھا جواب دو مثلاً اگر اس نے السلام علیکم کہا ہے تو تم اس کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ کرو اور اگر زیادہ نہ کرو تو اس کے الفاظ کے مطابق تو ضرور جواب دو حاصل یہ کہ ان سے خوشی کے ساتھ پیش آؤ ان کے حکم کی تعمیل کرو۔ اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد چونکہ مضمون جہاد کا ذکر ہے اس لئے سیاق و سباق کی رعایت کر کے مفہوم بیان کیا گیا ہے ف۶۲ ترغیب الی الجہاد کے بعد اصل مسئلہ (مسئلہ توحید) بیان فرما دیا جس کی خاطر جہاد کرنا ہے اور ساتھ لَيَجْمَعَنَّكُمْ الخ سے تخویف اخروی سنا دی کہ اگر اللہ کا حکم نہیں مانو گے اور جہاد سے گریز کرو گے تو آخر کار قیامت کے دن میدان حشر میں اللہ کے سامنے کئے جاؤ گے اور اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے اور کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکو گے۔

ف۱ یعنی اس میں خلاف واقع امور آجاتے یا فصاحت و بلاغت میں فرق ہوتا ۔۱۲

ف۲ زجر برائے منافقین ۔۱۲

ف۳ اسی کی دو تقریریں ہیں ۔۱۲

ف۴ ترغیب الی الجہاد ۔۱۲

ف۵ یعنی قتال کرو اور مومنوں کو بھی قتال پر آمادہ کرو ۔۱۲

ف۶ یہ حرض المومنین علی القتال سے متعلق ہے یعنی جو شخص اچھی بات کا وعظ و نصیحت کرے اور ترغیب الی الجہاد کرے تو اسکو اسکا ثواب ملتا ہے اور اگر بری بات کہے مثلاً فتنہ کیطرح مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کرے اس کو اسکی سزا ملیگی ۔۱۲

بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ
تو مشورہ کرتے ہیں بعضے بعضے ان میں سے رات کو اس کے خلاف جو تجھ سے کہہ چکے تھے اور اللہ لکھتا ہے
مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى
جو وہ مشورہ کرتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ
بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ
کافی ہے کارساز کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر ہوتا
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ وَ
کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں بہت تفاوت ف۱ ۵۸ اور
اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَ
جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں ف۵۹ اور
لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ
اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے
الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی ف۶۰ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر
وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِيْ
اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے ف۲ سو تو لڑ ف۶۱
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ
اللہ کی راہ میں تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمانوں کو ف۱
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ
قریب ہے کہ اللہ بند کر دے لڑائی کافروں کی اور اللہ بہت سخت ہے
بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً
لڑائی میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں

موضح قرآن ف۱ یعنی مخلوق ہر حال میں اس حال کے موافق بولتا ہے غصے میں مہربانی والوں کی طرف دھیان نہیں رکھتا اور مہربانی میں غصے والوں کی طرف دنیا کے بیان میں آخرت یاد نہ آوے اور آخرت کے بیان میں دنیا بے پرواہی میں عنایت کا ذکر نہیں اور عنایت میں بے پرواہی کا تو اس حال کا کلام سننے دوسری حال سے مخالف نظر آوے اور قرآن شریف جو خالق کا کلام ہے یہاں ہر چیز کے بیان میں دوسری جانب بھی نظر ہوتی ہے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کا بیان ہر مقام میں ایک راہ پر ہے بیان منافقوں کا مذکور تھا۔ اس میں بھی ہر بات پر الزام اسی قدر ہے جتنا چاہئے اور جماعت میں سے انہیں پر الزام ہے جو لائق الزام ہیں اسی واسطے فرمایا کہ بعضے ان میں سے یوں کرتے ہیں ف۲ یعنی کہیں سے کوئی خبر آوے تو اول پہنچا دیں سردار تک اور اس کے نائبوں تک جب وہ صحیح کر لیں اور اس پر بنا رکھیں تب آپ اس پر عمل کریں۔ حضرت نے ایک شخص کو بھیجا ایک قوم کی زکوٰۃ لینے کو وہ نکلے استقبال کو اس نے سمجھا کہ نکلے ہیں میرے مارنے کو الٹا پھر آیا اور شہر مدینے میں مشہور کیا کہ فلانی قوم مرتد ہوئی ہنوز حضرت تک خبر نہ پہنچی کہ شہر میں شہرہ ہوا اسی قسم سے ہر خبر بے تحقیق اور بغیر خبر سردار کے مشہور کرنے لگے کہ وہ خبر آخر غلط نکلی، یہ جو فرمایا کہ اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا تو شیطان کے پیچھے چلتے مگر تھوڑے یعنی ہر وقت احکام تربیت کے نہ پہنچتے رہیں تو کم لوگ ہدایت پر قائم رہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی برتو رغبت دادنست و بس اگر رفاقت نکنند برتو مواخذه نیست ۱۲۔

٦٣ چوتھا حکم سلطانی (راستہ میں مدینہ منورہ سے باہر جو منافق تمہیں ملے اسے بھی قتل کر ڈالو البتہ جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور عہد پر قائم ہیں ان کو قتل نہ کرو) یہاں سے منافقین کے دو گروہوں کا حکم بیان کیا گیا ہے ایک وہ منافقین جو مدینہ سے دوسرے شہروں میں نکل گئے تھے دوم وہ جو ایسے کافروں کے پاس جاکر پناہ گزین ہو گئے تھے جن کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہو چکا تھا۔ اس آیت میں المنافقین سے منافقین کا پہلا گروہ مراد ہے ان کے قتل کے بارے میں مسلمان دو فریقوں میں بٹ گئے ایک فریق نے کہا وہ منافق ہیں انھیں قتل کرنا چاہیے دوسرے فریق نے ان کے قتل میں توقف کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا کہ تم ان منافقین کے بارے میں دو فریق کیوں ہو گئے حالانکہ ان کے کرتوت اس بات کے متقاضی تھے کہ تم ان کے قتل میں ذرہ برابر تامل نہ کرتے یہ ان کی بدعملی اور خباثت باطن ہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان سے ہٹا کر کفر کی طرف دھکیل دیا ارکسھم۔ ای ردھم الی الکفر (روح) یعنی اللہ نے ان کو کفر کی طرف الٹا دیا اور دھکیل دیا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ الخ لو مصدریہ

يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً

اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں

يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾

اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ف۱

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ

اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

بیشک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا ف۲ اللہ کے سوا کسی کی بندگی

هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ

نہیں ف۳ بے شک تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن اس میں کچھ شبہ نہیں اور اللہ

اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ

سے سچی کس کی بات ف۴ پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں

فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ

دو فریق ہو رہے ہو ف۵ اور اللہ نے ان کو الٹ دیا بسبب ان کے اعمال کے ف۶ کیا تم چاہتے ہو کہ

تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ

راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ ہرگز نہ پاوے گا تو

لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ

اس کے لئے کوئی راہ ف۷ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب

سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ

برابر ہو جاؤ سو تم ان میں سے کسی کو دوست مت بناؤ یہاں تک کہ وطن چھوڑ آویں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

اللہ کی راہ میں ف۸ پھر اگر اس کو قبول نہ کریں تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں

منزل ١

النصف

ع ١١ ٨

[illegible]

ہے اور یہ ان منافقین کی ایک بہت بڑی خباثت کا بیان ہے۔ وہ بظاہر تو مسلمان ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں مگر ان کے دلوں میں وہی کفر و شرک ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ جو لوگ خلوص دل سے ایمان لاچکے ہیں وہ پھر سے کافر ہو جائیں اور کفر و ضلالت میں ان کے ساتھ یکساں ہو جائیں۔ جو لوگ کفر اور گمراہی میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں تم ان کی رو رعایت مت کرو اور وہ جہاں بھی تمہیں مل جائیں بلا تأمل ان کو قتل کرو ٦٤ یہ دوسرے فریق کا حکم ہے یعنی جو منافقین ان کفار کے پاس چلے گئے جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ اور میثاق ہے انھیں قتل مت کرو تاکہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اسی طرح جو جنگ و قتال سے بالکل علیحدہ ہو جائیں اور تمہارے پاس آکر صاف اعلان کردیں کہ وہ نہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے نہ کافروں کیساتھ اور تم سے سلامتی کی درخواست کریں ان سے بھی درگذر کرو اور دیکھو اگر واقعی وہ جنگ سے کنارہ کش ہو گئے ہیں اور صحیح معنوں میں صلح و سلامتی چاہتے ہیں تو انھیں بھی قتل نہ کرو حصرت صدورھم بتقدیر قد جملہ جاءو کی ضمیر فاعل سے حال ہے اور ان یقاتلوکم سے پہلے حرف جار محذوف ہے ای عن ان یقاتلوکم اولان یقاتلوکم (روح و بحر) ٦٥ مذکورہ بالا دو گروہوں کے علاوہ کچھ ایسے منافقوں سے بھی تمکو واسطہ پڑے گا جو ایک طرف تو تم سے امن اور سلامتی چاہیں گے اور ظاہری طور پر صلح کا معاہدہ کرلیں گے اور دوسری طرف اپنی قوم سے جب وہ مسلمانوں سے ملیں گے تو اسلام کا اظہار کریں گے اور اپنی قوم سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے دین پر ہی ہیں اور تمہارے ساتھی ہیں اور اس طرح اپنے گھروں میں رہ کر دونوں طرف سے محفوظ و مامون رہنے کی کوشش کریں گے نبہ علی طائفۃ اخری مخادعۃ یریدون الاقامۃ فی مواضعھم مع اھلیھم یقولون لھم نحن معکم و علی دینکم و یقولون للمسلمین کذالک اذا وجدوا (بحر ج ٣ ص ٣١٨) کلما ردوا الی الفتنۃ ارکسوا فیھا۔

موضح قرآن ف۱ مثلاً کوئی محتاج کی سفارش کر کر دولتمند سے کچھ دلوا دے تو یہ بھی شریک ہوا ثواب خیرات میں اور جو کوئی کافر یا مفسد کو سفارش کر کر چھڑا دے کہ پھر وہ فساد کرے یہ بھی شریک ہوا اس فساد میں ف۲ مثلاً کوئی کہے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ تو واجب ہے اسکا جواب اگر برابر چاہے تو وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ اور اگر زیادہ ثواب چاہے تو وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بھی کہے اور اگر اس نے یوں کہا تو آپ کہے وَبَرَكَاتُهٗ ف۳ یہاں منافق فرمایا ہے ان لوگوں کو جو ظاہر میں بھی مسلمان نہ تھے لیکن حضرت کے ساتھ محبت اور ملاپ جتاتے تھے اس غرض سے کہ ان کی فوج ہماری قوم پر جاوے تو ہماری جان و مال بچے ہے جب مسلمان خبردار ہوئے کہ ان کی آمد و رفت اس غرض کو ہے دل کی محبت سے نہیں تو بعضے کہنے لگے ان سے صحبت و ملاقات ترک کرلے تاکہ ایک طرف ہو جاویں اور بعضوں نے کہا کہ ملے جائیے اسی میں شاید ایمان لاویں۔ اللہ نے فرمایا کہ ہدایت اور گمراہی اللہ کے ہاتھ ہے اس کا فکر تم کو کیا ضرور باقی ایسوں سے جو معاملے چاہئیں سو آگے فرما دیے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی سپارش گدائے بتوانگر تا او را بدہد نیک است و سپارش سارق تا دست او نہ برند درست نیست ۱۲ ف۲ خدا تعالیٰ بیان فرماید کہ بہ تملق کفار اعتماد کردہ ۱۲ ف۳ یعنی بعض بہ تملق فریفتہ شدند و بعض نشدند بایست کہ ہمہ باتفاق فریفتہ نمی شدند ۱۲ ف۴ یعنی از جملہ راہ یابان شمارید ۱۲

اور جب کبھی ان کو مسلمانوں سے جنگ کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ اسلام کا ظاہری اقرار یا صلح و معاہدہ چھوڑ چھاڑ فوراً جنگ اور شر و فساد میں کود پڑتے ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت ہو چکی ہے اس لئے وہ اللہ کی جانب سے قہر و جباریت کے ساتھ قتال میں شامل کئے جاتے ہیں **۶۶** سو اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے گریز نہ کریں اور سلامت روی اختیار نہ کریں اور نہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روکیں تو پھر تمہارے لئے بھی ان کا خون مباح ہے تمہیں جہاں کہیں مل جائیں انھیں پکڑو اور بلا دریغ تہ تیغ کردو۔ ویلقوا الیکم السلم اور ویکفوا ایدیھم دونوں یعتزلوکم پر معطوف ہیں **۶۷ پانچواں حکم سلطانی** (راستے میں خیال رکھنا کہیں غلطی سے تمہارے ہاتھوں کوئی مسلمان قتل نہ ہو جائے اور اگر خطاً ایسا ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے) فرمایا یہ تو مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو عمداً اور جان بوجھ کر قتل کرے البتہ یہ ممکن ہے کہ اس کے ہاتھوں غلطی اور خطا سے مومن قتل ہو جائے۔ قتل خطا کی بڑی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ قصد و ارادہ میں غلطی سے قتل مسلم واقع ہو یا عمل کی غلطی سے پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ دور سے کسی آدمی کو دیکھا اور سمجھا کہ وہ حربی کافر ہے اور اس پر فائر کر دیا لیکن دراصل وہ مومن تھا دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ کافر کو نشانہ بنا کر تیر پھینکا یا شکار پر فائر کیا مگر وہ کسی مسلمان کے جا لگا اور وہ مر گیا پھر جو شخص غلطی سے کسی مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو جائے اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ مقتول مومن ہو اور دار الاسلام کا شہری ہو۔ دوم یہ کہ مقتول ہو تو مومن لیکن حربی کافروں میں رہتا ہو۔ سوم یہ کہ مقتول کافر ہو لیکن ایسی قوم کا فرد ہو جس کا مسلمانوں سے معاہدہ ہو۔ مثلاً ذمی ہو جو دار الاسلام میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو یا عارضی ہو یعنی دار الاسلام میں اجازت نامہ کے ذریعے عارضی طور پر مقیم ہو۔ تینوں کا حکم مختلف ہے۔

۶۸ یہ قتل کی پہلی صورت کا حکم ہے اس صورت میں قاتل پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا اور مقتول کے ورثاء کو دیت (خون بہا) ادا کرنا واجب ہے۔ دیت کی رقم ورثاء میں ان کے حصوں کی مناسبت سے تقسیم ہو گی اگر اس کا کوئی وارث نہیں تو وہ رقم بیت المال (سرکاری خزانہ) میں جمع ہو گی۔ اِلَّآ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا یہ وجوب دیت سے مستثنیٰ ہے یعنی اگر مقتول کے ورثاء پورا خون بہا یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو معاف کردہ حصے کا ادا کرنا واجب نہیں ہو گا۔ خون بہا کی مقدار ایک سو اونٹ ہے اور اگر سو اونٹ کا انتظام نہ ہو سکے تو ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم۔ درہم موجودہ پاکستانی سکے کے مطابق تقریباً چار آنے کے برابر

وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾
پاؤ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار ف۱
اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ
مگر وہ لوگ جو ملاپ رکھتے ہیں ایک قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے ۶۴
اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ
یا آئے ہیں تمہارے پاس کہ تنگ ہو گئے ہیں دل ان کے تمہاری لڑائی سے اور
يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ
اپنی قوم کی لڑائی سے بھی ف۲ اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر زور دے دیتا
فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا
تو ضرور لڑتے تم سے سو اگر یکسو رہیں وہ تم سے پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں
اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾
تم پر صلح تو اللہ نے نہیں دی تم کو ان پر راہ ف۲
سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا
اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور اپنی
قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ
قوم سے بھی ۶۵ جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں وہ فساد کی طرف تو اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں ف۳ پھر اگر
لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ
وہ تم سے یکسو نہ رہیں اور نہ پیش کریں تم پر صلح ۶۶ اور اپنے ہاتھ نہ روکیں
فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ
تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور ان پر
جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ
ہم نے تم کو دی ہے کھلی سند ف۴ ۶۷ اور مسلمان کا کام نہیں

ع ۱۲ ۹

[illegible]

موضح قرآن ف۱ یعنی جب تک تم میں نہ آ ملیں تب تک ان کو برے بھلے میں شریک نہ کرو۔ اور لڑائی میں ان کو مت بچاؤ ف۲ یعنی اس ملنے گھلنے سے تو ان کو لڑائی میں مت بچاؤ مگر دو صورت سے یا وہ ہم قسم ہیں تمہارے صلح والوں سے تو وہ بھی صلح میں داخل ہیں یا لڑائی سے عاجز ہو کر تم سے آپ صلح کریں اس پر کہ نہ اپنی قوم کی طرف سے ہو کر تم سے لڑیں نہ تمہاری طرف ہو کر ان سے تو اگر اس عہد پر قائم رہیں تو تم بھی اللہ کا احسان جانو کہ ہمارے لڑنے سے بند ہوئے ف۳ یعنی بعض ہیں کہ عہد بھی کر جاتے ہیں کہ نہ تم سے لڑیں نہ اپنی قوم سے لیکن قائم نہیں رہتے جب اپنی قوم کا غلبہ دیکھتے ہیں ان کے رفیق ہو جاتے ہیں تو ان سے تم بھی قصور مت کرو تمہارے ہاتھ سند لگی کہ وہ عہد پر قائم نہ رہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید کسی کہ ایمان آرد و ہجرت نکند حکم او بطریق اولیٰ فہمیدہ شد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی اگر اسلام آرند و ہجرت کنند ایشان را دوست باید گرفت و اگر اسلام بیارند باید کشت مگر آنکہ معاہد باشند و تابیتا نرا بر عہد و حلفاء معاہدان را ہیچ راہ نتوان ایذا داد ۱۲۔ ف۳ یعنی صلح می کنند باز نقض عہد می نمایند ۱۲ ف۴ مترجم گوید خدا تعالیٰ احکام قتل خطا بیان می فرماید و آنکہ کفت از کسیکہ بکلمۂ اسلام تکلم شد واجب است و فضل مجاہدان و وجوب ہجرت از دار کفر بدار الاسلام و کیفیت نماز سفر نماز خوف بیان می کند واللہ اعلم ۱۲۔

ف۶۹ قتل کی دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا واجب ہے اس صورت میں خونبہا واجب نہیں اذا اسلم الحربی فی دار الحرب ولم یھاجر الینا فقتلہ مسلم خطأ تجب الکفارۃ بقتلہ للعصمۃ المؤثمۃ وھی الاسلام ولا تجب الدیۃ لان العصمۃ المقومۃ بالدار ولم توجد (مدارک ج ۱ ص۱۸۹) ف۷۰ یہ ذمی یا کافر معاہد کے قتل کا حکم ہے یعنی اس کے قاتل پر کفارہ اور دیت دونوں واجب ہیں ھذا فی الذمی والمعاھد یقتل خطأ فتجب الدیۃ والکفارۃ (قرطبی ج ۵ ص۳۲۵) مقتول مومن ہو جیسا کہ پہلی صورت میں تھا یا کافر جیسا کہ تیسری صورت میں دونوں کے قاتل پر دیت کا ایجاب ایک ہی انداز سے بیان کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ مومن اور کافر ذمی یا مستامن کا خونبہا برابر ہے۔ ان کان المقتول ذمیا فحکمہ حکم المسلم وفیہ دلیل علی ان دیۃ الذمی کدیۃ المسلم (مدارک) ف۷۱ اس کا تعلق کفارے کی تینوں صورتوں سے ہے یعنی اگر غلام یا لونڈی میسر نہ آسکے تو اس کی جگہ متواتر دو ماہ کے روزے رکھنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ دو ماہ میں ایک دن کا روزہ بھی ناغہ نہ ہو اگر ایک دن بھی ناغہ ہو گیا تو پھر از سر نو دو ماہ کے روزے رکھنے پڑیں گے یہاں قتل خطا کی تینوں صورتوں کا حکم بیان ہوا۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ قتل خطا کے بعد قتل عمد پر تخویف اخروی فرمائی۔ قتل عمد کا فقہی حکم كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (البقرہ ع ۲۲) میں بیان ہو چکا ہے یہاں خالدا فیہا کے الفاظ سے اس طرف اشارہ فرما دیا ہے کہ یہاں قتل عمد سے اس کا درجہ کامل مراد ہے یعنی مومن کو عمداً اور اس کے قتل کو بوجہ ایمان جائز سمجھ کر قتل کرے اور قتل مومن کی حلت کا معتقد ہو چنانچہ نسفی فرماتے ہیں۔ ای قاصدا قتلہ لایمانہ وھو کفر او قتلہ مستحلا لقتلہ وھو کفر ایضا (مدارک ج ۱ ص۱۸۹) ف۷۲ **چھٹا حکم سلطانی** (راستے میں اگر کوئی شخص کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں تو مال کے لالچ میں اسے قتل نہ کرو) یعنی جب تم جہاد فی سبیل اللہ کیلئے باہر جاتے ہو اور راستہ میں کوئی شخص تم سے کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں تو اس کے دعوے کی تحقیق کر لو۔ بلا تحقیق یہ سمجھ کر کہ وہ جان کے خوف سے اسلام کا اظہار کر رہا ہے اسے محض اس کے مال کی خاطر قتل مت کرو۔ اس کے تھوڑے سے مال کی پروا نہ کرو اللہ کے یہاں تمہارے لئے بہت کچھ ہے اور پھر یہ بھی سوچو کہ تم بھی پہلے کافر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تم کو اسلام لانے کی توفیق دی اس لئے اگر راستے میں کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو اس کی ضرور تحقیق کر لیا کرو۔ اس کے بعد لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ سے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا تک جہاد کی ترغیب اور مجاہدین کے لئے اخروی بشارت ہے ف۷۳ **ساتواں حکم سلطانی** (اے مکہ میں محصور مسلمانو! تمہاری مدد کے لئے مجاہدین کو بھیج تو رہا ہوں لیکن تم خود بھی مکہ سے ہجرت کر جانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے) پہلے ان لوگوں کا حال بیان فرمایا جو جہاد میں شریک ہونے سے جی چراتے تھے اب یہاں ان لوگوں کا حال بیان کیا جو باوجود قدرت کے ہجرت نہیں کرتے تھے بیان لحال القاعدین عن الھجرۃ اثر بیان القاعدین عن الجھاد (روح ج ۵ ص۱۲۵)

۱۔ قتل خطا کی پہلی صورت کا حکم ہے ۱۲۔

۲۔ قتل خطا کی دوسری صورت کا حکم ۱۲۔

۳۔ قتل خطا کی تیسری صورت یعنی ذمی یا کافر معاہد کے قتل کا حکم ۱۲

۴۔ [illegible] ۱۲

۵۔ چھٹا حکم سلطانی [illegible]

اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا

کہ قتل کرے مسلمان کو مگر غلطی سے ف۶۷ اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے ف۶۸

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ

تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی اور خونبہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر

اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ

یہ کہ وہ معاف کردیں پھر اگر مقتول تھا ایسی قوم میں سے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں ف۶۹ اور خود

مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

وہ مسلمان تھا تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی ف۱ اور اگر وہ تھا ایسی قوم میں سے

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ

کہ تم میں اور ان میں عہد ہے ف۲ ف۷۰ تو خونبہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو اور

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھے دو مہینے کے

مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

برابر ف۷۱ گناہ بخشوانے کو اللہ سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ف۳ ف۷۲

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا

اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا

فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا

اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا

عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ

عذاب ف۴ ف۷۳ اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی

اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

راہ میں ف۷۴ تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو اس شخص کو جو تم کو سلام علیک کرے

موضح قرآن ف۱ چوک کی صورتیں کئی ہیں یہاں وہ مذکور ہے کہ مسلمان کو کافروں میں امتیاز نہ کیا اور مار ڈالا ہر طرح خطا کی قتل میں دو چیزیں لازم ہیں ایک تو آزاد کرنا بردہ مسلمان اور مقدور نہ ہو تو روزے دو مہینے متصل یہ اپنی تقصیر کا تدارک ہے اللہ کی جناب میں دوسری خونبہا ادا کرنی اس کے وارثوں کو یہ ان کا حق ہے اگر وہ خیرات کر کر چھوڑ دیں تو مختار ہیں سو اگر اس کے وارث مسلمان ہیں یا کافر ہیں لیکن صلح رکھتے ہیں تو ادا کرنی واجب ہے اور اگر کافر ہیں اور دشمن ہیں تو واجب نہیں خونبہا مذہب حنفی میں مسلمان کی دو ہزار سات سو چالیس روپیہ ہیں تخمیناً اور دیتے آتے ہیں قاتل کی برادری کو تین برس میں بہ تفریق ادا کریں ف۲ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مسلمان اگر قصد کر کر مسلمان کو مار ڈالے وہ دوزخی ہو چکا اس کی توبہ قبول نہیں باقی اور علماء نے کہا کہ سزا اسکی یہی ہے یہاں جو مذکور ہوئی آگے اللہ مالک ہے لیکن اگر قصاص میں مارا گیا تو سب کے قول میں پاک ہوا۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی مقتول مسلمان اگر از ساکنان دار الحرب باشد دیت لازم نیست ۱۲ ف۲ یعنی دادہ مومن باشد ۱۲ ف۳ مترجم گوید جمہور مفسرین تصویر وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق در مقتول کافر کردند بملاحظہ آنکہ توارث درمیان مومن وکافر منقطع است سبیل دیت سبیل میراث است بندہ ضعیف میگوید تمہید مسئلہ بما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأ وتقیید وھو مؤمن در نظیر ما نحن فیہ ظاہر است در آنکہ اینجا قید کان معتبر است لزوم دیت بجہت وفاء بعہد است نہ بر سبیل میراث ونظیرش وجوب مہر است در مسئلہ مومنہ از قوم معاہدین در سورہ ممتحنہ واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید مراد مستحل قتل است واللہ اعلم ۱۲۔

اور ان لوگوں کو ظالم اس لئے فرمایا کہ انھوں نے ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے یہ ان لوگوں کے لئے زجر اور تخویف ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکۂ معظمہ میں محصور تھے فرمایا تمہاری مدد اور نصرت کے لئے تو احکام سلطانیہ دے دیئے گئے ہیں اور مجاہدین تمہاری مدد کے لئے آرہے ہیں لیکن لے ایمان و اسلام کے دعویدارو تم خود بھی تو کافروں کے چنگل سے نکل بھاگنے کی کوشش کرو اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ بوڑھے، بچے اور عورتیں جو وہاں سے ہجرت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ہر طرح سے مجبور ہیں۔ مذکورہ بالا وعید سے مستثنیٰ ہیں وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے کی ترغیب ہے یعنی کیوں ہجرت نہیں کرتے ہو حالانکہ ہجرت کرنیوالوں کو بہت کچھ انعام بھی ملیگا۔ مُرٰغَمًا سے مراد مال غنیمت ہے یا ہجرت کر جانے کی جگہ جہاں وہ آزادی سے دین کا کام کر سکیں گے۔

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ

کہ تو مسلمان نہیں ہے تم چاہتے ہو اسباب دنیا کی زندگی کا سو

اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ

اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں تم بھی تو ایسے ہی تھے اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر

عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (۹۴)

فضل کیا ف سو اب تحقیق کرو بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ف

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي

برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی

الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ

عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنیوالے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور

اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

جان سے اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ

بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا

اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ (۹۵) دَرَجٰتٍ مِّنْهُ

اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں ف۲ جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف

وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۹۶) اِنَّ

اور بخشش ہے اور مہربانی ہے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف

الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ

وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا ف۵ کہتے ہیں ان سے

كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ

فرشتے تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس ف۳ اس ملک میں۔ کہتے ہیں انے فرشتے کیا نہ

مراد ترغیب الی القتال و بشارت برائے مجاہدین ۱۲

[illegible]

ع ۱۳ ۵ ۱۰

۱۵۴ آٹھواں حکم سلطانی (جہاد کے لئے جارہے ہو تو نماز میں قصر کرو اور عین میدان جنگ میں نماز کا وقت آجائے اور دشمن کے حملے کا ڈر ہو تو نماز اس طرح ادا کرو) ان آیتوں میں قصر صلوٰۃ کا حکم دیا گیا اور صلوٰۃ الخوف کا طریقہ بتایا گیا ہے جب عین میدان جنگ میں نماز کا وقت آجائیگا تو نماز کی فرضیت اس وقت بھی ساقط نہیں ہوگی اور نماز اس حالت خوف میں بھی معاف نہیں ہوگی۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہاں قصر صلوٰۃ سے چار کے بجائے دو رکعت پڑھنا مراد ہے لیکن شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ قصر سے اختصار قرأت مراد ہے اور ان خفتم کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے اور قصر (دوگانے) کا حکم سفر جہاد سے مختص نہیں بلکہ ہر سفر میں قصر کا حکم ہے

۱۵۵ یہ صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا طریقہ ہے اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن آپ کے بعد تا قیامت آپ کے جانشین بھی اس میں داخل ہیں۔ وھذہ الاٰیۃ خطاب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یتناول الامراء بعدہ الی یوم القیامۃ (قرطبی ج ۵ ص ۳۶۴) حاصل یہ ہے کہ جب عین میدان جنگ میں نماز کا وقت آجائے اور کافروں کی طرف سے اچانک حملہ کر دینے کا خطرہ ہو تو امام مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دے ایک جماعت تو ہتھیاروں سے لیس دشمن کے مقابلے میں کھڑی رہے اور دوسری امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوجائے جب ایک رکعت پڑھ چکیں تو پیچھے سے پہلی جماعت کی جگہ چلے جائیں اور پہلی جماعت آکر امام کے ساتھ شریک ہوجائے جب امام دوسری رکعت پر سلام پھیرے تو یہ اٹھ کر اپنی رکعت سابقہ ادا کرکے سلام پھیر دیں اور دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور جو جماعت ایک رکعت پڑھ کر چلی گئی تھی وہ واپس اپنی جگہ میں آکر اپنی باقیماندہ رکعت ادا کرے یہ طریقہ دوگانے کی صورت میں ہے اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو امام دونوں جماعتوں کو دو دو رکعتیں پڑھائے۔ لَوْ تَغْفُلُوْنَ میں لو مصدریہ ہے۔

موضح قرآن ف۱ حضرت کے وقت میں مسلمانوں کی فوج پہنچی ایک بستی پر وہاں ایک مسلمان تھا اپنے مواشی کنارے کر کر کھڑا ہوا تھا مسلمانوں سے سلام علیک کی۔ لوگوں نے سمجھا کہ غرض کو مسلمان بنتا ہے اس کو مارا اور مواشی چھین لئے اس پر یہ آیت اتری یہ جو فرمایا کہ تم ایسے ہی تھے پہلے یعنی غرض دنیا پر خون ناحق کرنے والے لیکن مسلمان ہو کر یہ کام نہ چاہیئے یا تم ایسے ہی تھے پہلے یعنی کافروں کے شہر میں رہتے تھے مستقل حکومت نہ رکھتے تھے ف بدن کے نقصان والے یعنی اپاہج جہاد کے حکم سے معاف ہیں باقی لوگوں میں لڑنے والوں کو بڑے درجے ہیں کہ بیٹھنے والوں کو نہیں اگرچہ بیٹھنے والے بھی جنتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جہاد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں بعضے جہاد کرتے ہیں تو نہ کرنیوالے معاف ہیں اور سب موقوف کریں تو سب گنہگار ہیں

فتح الرحمن ف۱ یعنی در اول حال بجز کلمہ شہادت دلیل بر اسلام ایشان نبود و رفتہ رفتہ اعمال خیر از ایشان بوجود آمد ۱۲ ف۲ مترجم گوید فائدۂ غیر اولی الضرر آنست کہ در اولی الضرر اینحکم مطرد نیست بلکہ جمعی باشند از اولی الضرر کہ بنیت صحیحہ دارند و ثواب عمل کامل یابند واللہ اعلم ۱۲ ف۳ یعنی بترک ہجرت از دار الحرب بدار الاسلام و بتکثیر سواد کفار ۱۲ واللہ اعلم۔

۲۶۶ جب بطریق مذکور صلوٰۃ الخوف ادا کر چکو تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رکھو۔ ذکر اللہ سے اللہ کی پکار مراد ہے لہٰذا ذکر اللہ بھی نماز کی طرح فرض ہے جو شخص اللہ کو یاد نہ کرے گویا اس نے فرض کو ترک کیا عہ ذکر حق ہمچوں نمازے فرض دان۔ ویروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال عقب تفسیرھا لم یعذر اللہ تعالیٰ احدا فی ترک ذکرہ الا المغلوب علی عقلہ (روح ج ۵ صفحہ ۱۳۴) ۲۶۷ یہ ترغیب الی القتال ہے۔ القوم سے مراد مشرکین ہیں یعنی اگر کسی وقت مشرکین کا تعاقب کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اس میں سستی اور کمزوری نہ دکھاؤ بیشک اس میں تمہیں تکلیف اٹھانی پڑے گی لیکن ساتھ ہی مشرکین کو بھی تکلیف ہوگی۔ تکلیف اٹھانے میں تو تم دونوں فریق برابر ہو مگر ان تکلیفوں کے بدلے اللہ کی رحمت و بخشش اور اخروی انعامات جن کے تم امیدوار ہو مشرکین کا ان میں کوئی حصہ نہیں۔ اسلئے مشرکین کی تکلیف تو محض تکلیف ہی ہے لیکن تمہاری تکلیف پر اخروی اجر اور جاودانی نعمتیں مرتب ہوں گی لہٰذا تمہیں اللہ کی راہ میں ہر تکلیف خوشی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرنی چاہیئے ۲۶۸ نواں حکم سلطانی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی احکام شرعیہ کی تعلیم فرمادی ہے۔ جب آپ سفر جہاد پر نکلیں تو فیصلے ظن و تخمین سے نہ کریں بلکہ قواعد شرعیہ کے مطابق کریں تا آپ دھوکہ نہ کھا سکیں جیسا کہ طعمہ کے قصہ میں آپ کو دھوکہ دیا گیا یہاں سے لیکر وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (ع ۱۷) تک ایک واقعہ سے متعلق ہے واقعہ یہ ہے کہ طعمہ بن ابیرق نامی ایک منافق نے ایک صحابی حضرت رفاعہ بن زید کے مکان میں نقب لگا کر چوری کی۔ مال مسروقہ میں کچھ ہتھیار اور آٹے کا ایک تھیلا تھا۔ اتفاق سے تھیلے میں سوراخ تھا جس سے آٹا چور کے گھر تک راستہ میں گرتا گیا جب چور کو اس بات کا احساس ہوا تو بدنامی سے بچنے کے لئے اس نے مال مسروقہ زید بن یاسین نامی ایک یہودی کے پاس بطور امانت رکھ دیا۔ صبح جب مالک مکان کو اس واردات کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہ بن نعمان سے اس کا ذکر کیا انھوں نے تفتیش سے معلوم کر لیا کہ یہ حرکت بنو ابیرق کی ہے چنانچہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا جب بنو ابیرق کو اس کا علم ہوا تو وہ باقاعدہ سازش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زید بن یاسین پر چوری کا الزام لگایا اور قسمیں کھا کھا کر اور اپنے ایمان و اخلاص کا واسطہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلا دیا کہ طعمہ بن ابیرق جو اصل چور تھا اسکو چوری کے الزام سے بالکل بری اور بے گناہ ثابت کر دیا۔ چنانچہ آپ نے ان منافقوں کی قسموں اور شہادتوں کو صحیح سمجھ کر ——

تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ
تھی زمین اللہ کی کشادہ جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں سو ایسوں کا
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ
ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے مگر جو ہیں بے بس
مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے
حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰۗىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ
يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ
معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنیوالا بخشنے والا اور جو کوئی
يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا
وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں پاوے گا اس کے مقابلے میں جگہ بہت
وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ
اور کشائش اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور
رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي
رسول کی طرف پھر آپکڑے اس کو موت ف۱ تو مقرر ہو چکا ہے اس کا ثواب
اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ
اللہ کے ہاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ف۲ اور جب تم سفر کرو
فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ
ملک میں تو تم پر گناہ نہیں ۲۶۹ کہ کچھ کم کرو
الصَّلٰوةِ ڰ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
نماز میں سے اگر تم کو ڈر ہو کہ ستاویں گے تم کو کافر

منزل ۱

ع ۱۴ / ۱۱

ل یعنی معذور لوگ مستثنیٰ ہیں ۱۲
۲ ترغیب الی الہجرۃ ۱۲
۳ آٹھواں حکم سلطانی جہاد کیلئے جاتے ہیں تو صلوٰۃ خوف کا طریقہ سکھایا کیونکہ نماز کی فرضیت کسی حال میں نہیں ٹل سکتی ۱۲
۴ قصر رکعات میں یعنی چار کی بجائے دو یا کیفیت میں یعنی قرأت وغیرہ مختصر کرے از شاہ ولی اللہ ۱۲
۵ ان خفتم قید اتفاقی ہے یعنی قصر کا حکم سفر جہاد سے مختص نہیں ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہ حال فرمایا ان کا جو کافروں کے ملک میں دل سے مسلمان ہیں اور ظاہر نہیں ہو سکتے ان کے ظلم سے تو اگر اپنی کمائی آپ کرتے ہیں اور سفر کی تدبیر سے واقف ہیں تو ان کا عذر قبول نہیں اور ملک میں جا رہیں اور زمین اللہ کی کشادہ ہے اور اگر ناچار ہیں پرائے بس ہیں تو امید ہے کہ معاف ہوں ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ جس ملک میں مسلمان کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے یعنی روزی کا ڈر نہ چاہیئے کہ بہت جلد روزی مل جاتی ہے کشائش سے اور یہ خطرہ نہ چاہیئے کہ شاید راہ ہی میں مارے جاویں کہ اس میں ثواب پورا ہے اور موت اپنے وقت سے پہلے نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در راہ قبل وصول بمقصد ۱۲

یہودی کو چور اور طعمہ کو بے گناہ تصور کر لیا اور پھر یہودی کو چوری کی سزا دینے کا بھی ارادہ فرما لیا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اجتہادی لغزش پر تنبیہ فرمائی گئی۔
ف۷ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی چرب زبانی اور طلاقت لسانی سے زید بن یاسین کو چور سمجھ کر اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ فرما لیا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ فرمادیا تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ اگر یہ سزا نافذ ہو جاتی تو نفس الامر کے خلاف اور واقع میں خطا ہوتی اس لئے اس میں اگرچہ آپ معذور تھے لیکن پھر بھی اس لغزش پر استغفار کا حکم فرمایا۔ فہم النبی

صلی اللہ علیہ وسلم ان یقطع ید زید الیہودی (معالم ج ۱ صفحہ ۲۹۴) فلما اطلعہ اللہ علی کذب قوم طعمۃ عرف انہ لو وقع ذلک الامر لکان خطأً فی نفس الامر فامرہ بالاستغفار منہ وان کان معذورا (خازن ج ۱ ص ۴۳۲) اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ۔ یبیتون کی ضمیر الذین یختانون کی طرف راجع ہے اور مراد اس سے وہی منافقین ہیں یعنی رات کو وہ ایسی باتیں بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں مراد وہی جھوٹی شہادتیں دینے کا منصوبہ اور مشورہ ہے ھٰٓاَنْتُمْ کا خطاب انہی مجادلہ کرنیوالے منافقوں سے ہے اور یہ ان کو زجر ہے

ف۸ سوء سے مراد چوری اور ظلم نفس سے مراد جھوٹی شہادت ہے یعنی جو شخص چوری اور جھوٹی گواہی جیسا گناہ کر کے بھی اس سے سچی توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کرکے اسے اپنی رحمت کا مورد بنالے گا وَمَنْ یَّکْسِبْ خَطِیْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا یہ بھی قوم طعمہ کو زجر ہے کیونکہ انھوں نے ایک بے گناہ یہودی پر تہمت لگائی اور طعمہ کو بری کرنے کے لئے جھوٹی قسمیں کھائیں اور جھوٹی گواہیاں دیں۔ خطیئۃ سے مراد چوری اور اثم سے مراد جھوٹی قسم ہے قیل ان الخطیئۃ ھی سرقۃ الدرع والاثم ھو یمینہ الکاذبۃ (خازن ج ۱ ص ۴۹۶ بحر ج ۳ ص ۳۴۳) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْكَ الخ لو کا جواب

اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَاِذَا كُنْتَ
البتہ کافر تمہارے صریح دشمن ہیں ف۱ ف۲ اور جب تو
فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
ان میں موجود ہو ف۳ پھر نماز میں کھڑا کرے ف۴ تو چاہیئے ایک جماعت ان کی کھڑی ہو
مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا
تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کریں
فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى
تو ہٹ جاویں تیرے پاس سے ف۵ اور آوے دوسری جماعت
لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ
جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور ساتھ لیویں اپنا بچاؤ اور
اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ
ہتھیار کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو
اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً
اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تاکہ تم پر حملہ کریں
وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ
یکبارگی اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو
مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا
مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو
حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾ فَاِذَا
اپنا بچاؤ بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے عذاب ذلت کا ف۶ ف۷ پھر جب
قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ
نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے ف۸ اور

۱ صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ ۱۲

۲ یعنی ایک ہی رکعت پڑھ کر چلے جائیں ۱۲

۳ یعنی دوسرا فریق پوری نماز پڑھ لے فرصت کچھ ہے یہ اجازت دیتی احناف کا یہی مسلک ہے ۱۲

۴ لو مصدریہ ۱۲

۵ یعنی ہر حال میں اللہ ہی کو پکارو ۱۲

موضح قرآن ف۱ سفر جو تین منزل کا ہو اس میں چار رکعت فرض میں سے دو ہی پڑھنی چاہئیں اور کافروں کے ستانے کا ڈر اس وقت تھا جب حکم آیا اس تقریب سے معافی ملی ہر وقت کو اور پوری نہ پڑھے کہ اللہ صاحب کی بخشش سے بے پرواہی ہوتی ہے اور سنت کا تقید سفر میں نہیں رہتا ف۲ یہ نماز خوف فرمائی کہ اگر وقت مقابلہ کا ہو تو فوج دو حصے ہو جائے ہر جماعت آدھی نماز میں امام کے ساتھ شریک ہو اور آدھی جدی پڑھے جبتک دوسری جماعت دشمن کے مقابل ہے اور اس وقت نماز میں آمد و رفت معاف ہے۔ اور ہتھیار اور زرہ یا سپر ساتھ رکھیں اور اس قدر بھی فرصت نہ ہو تو جماعت موقوف کریں تنہا پڑھ لیں پیادہ اور اشارت سے اگر یہ بھی فرصت نہ ہو تو قضا کریں۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید مشہور آنست کہ این آیت در صلوٰۃ مسافر نازل شدہ است و خوف قید اتفاقیست و آنچہ نزدیک این بندہ رجحان یافتہ است آنست کہ این آیت در صلوٰۃ خوف نازل شدہ است و سفر قید اتفاقیست و مراد از قصر قصر در کیفیت رکوع و سجود است کہ بایمائے ادا میتوان کرد نہ در کمیت رکعات واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی وقت خوف ۱۲ ف۳ یعنی مقابل عدو ۱۲ ف۴ مترجم گوید این را صور بسیار است یکی آنکہ امام دو بار نماز گذارد یکبار باین جماعت و دیگر بار بآن جماعت۔ دیگر آنکہ امام بایک جماعت یک رکعت گذارد قیام توقف کند تا آنکہ رکعت دیگر خواندہ مقابل عدو روند و آن جماعہ دیگر آمدہ اقتدا کنند امام رکعت با آن جماعہ خواند و در قعدہ چندان توقف کند کہ از رکعت دوم فارغ شوند آنگہ با ایشان سلام دہد و این ہر دو باصور بسیار دیگر ہمہ صحیح شدہ ہمہ محتمل آیت واللہ اعلم ۱۲

محذوف ہے یعنی لاضلوك اور لھمت سے استیناف ہے جو ما قبل کے لئے بمنزلۂ علت ہے اور ان کافروں کے برے مقصد اور ارادے کو ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے یعنی اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو وہ آپ کو صحیح فیصلے سے بھٹکا دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال سے مطلع کر کے آپ کو ان کے دھوکے سے بچا لیا وہ تو اپنی طرف سے آپ کو غلط راہ پر ڈالنے کا تہیہ کر چکے تھے وجوز ابو البقاء ان یکون الجواب محذوفا وقالوا التقدیر ولولا فضل اللہ علیك ورحمته لاضلوك ثم استأنف بقوله سبحانه (لھمت) ای لقد ھمت بذالك (روح ج ۵ ص ۱۴۳)

۱۸۱ چوری کی یہ مذکورہ واردات جس کی حقیقت سے آپ آگاہ نہیں تھے جس کے اصل چور کا آپ کو علم نہیں تھا اور جس میں چور کے رشتہ داروں نے چور کو بےگناہ ثابت کرنے کے لئے جو رات کو بیٹھ کر منصوبہ بنایا اسے بھی آپ نہیں جانتے تھے لیکن اس واقعہ کی پوری حقیقت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بہت بڑا احسان اور اس کا عظیم فضل ہے کیونکہ اگر آپ اصل حقیقت سے آگاہ نہ ہوتے تو آپ ایک بے گناہ کو چوری کی سزا دیدیتے اور اصل چور کو بری کر دیتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی نبوت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے۔

عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ
لیٹے پھر جب خوف جاتا رہے تو درست کرو نماز کو ف۱ بیشک

الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (١٠٣) وَلَا
نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں ف۲ اور

تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ
ہمت نہ ہارو ان کا پیچھا کرنے سے ف۳ اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی

يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا
بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو

ع ۱۵ ۴ ۱۲

يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (١٠٤) اِنَّآ اَنْزَلْنَآ
نہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۴ بے شک ہم نے اتاری

اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ
تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ کہ

اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (١٠٥) وَّاسْتَغْفِرِ
سمجھا دے تجھ کو اللہ ف۵ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور بخشش مانگ

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (١٠٦) وَلَا تُجَادِلْ عَنِ
اللہ سے ف۶ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی

الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ
طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں اللہ کو پسند نہیں جو کوئی

كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا (١٠٧) يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا
ہو دغا باز گنہگار شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى
شرماتے اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہے جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات کو اس بات کا جس سے

ف۱ ترغیب الی القتال یعنی مشرکین کے تعاقب کرنے میں سستی نہ کرنا ۱۲۔

ف۲ نزول حکم سلطانی یعنی جب آپ سفر جہاد میں جائیں تو قوم شریعہ کے مطابق فیصلے کرنا نہ کہ ظن و تخمین سے تاکہ کہیں دھوکہ نہ کھا سکیں جیسا طعمہ کے قصہ میں آپ کو دھوکہ دیا گیا۔ اللہ نے آپکو قواعد شرعیہ بتا دیئے ہیں یہ اسکا بہت بڑا انعام ہے ۱۲۔

ف۳ کیونکہ آپ نے ایسے فیصلے کا ارادہ کر لیا تھا جو واقع کے خلاف تھا ۱۲۔

ف۴ منافقین مراد ہیں جنہوں نے زید کو جھوٹی شہادت دینے کا منصوبہ بنایا تھا ۱۲۔

آیت کی مزید تحقیق۔ اس آیت سے بریلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی علم غیب پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ ما استعمال ہوا ہے جو عموم کے لئے ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ تمام وہ چیزیں جو آپ کو معلوم نہ تھیں وہ ساری کی ساری اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کلی علم غیب عطا کر دیا تھا مگر اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی علم غیب پر استدلال سراسر باطل ہے **اولاً** اس لئے کہ یہ استدلال اس بات پر مبنی ہے کہ ما اس آیت میں عموم اور استغراق حقیقی کے لئے ہے حالانکہ ما ہر جگہ عموم اور استغراق کے لئے نہیں آتا بلکہ اس میں خصوص کا بھی احتمال ہوتا ہے امام ابو البرکات نسفی حنفی فرماتے ہیں ومن وما یحتملان العموم والخصوص واصلھما العموم (رسالہ منار مع شرح نور الانوار ص۸۵) یعنی اگرچہ اصل دونوں میں عموم ہے لیکن دونوں میں خصوص کا احتمال بھی ہوتا ہے اس کی شرح میں ملا جیون فرماتے ہیں یعنی انھما فی اصل الوضع للعموم ویستعملان فی الخصوص بعارض القرائن اور ایسی مثالیں خود قرآن میں بکثرت موجود ہیں جن میں کلمہ ما عموم کے لئے نہیں چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (بقرہ ع ۱۸) اور وہ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے اس آیت میں خطاب براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے اور ان کی وساطت سے ساری امت تا قیامت اس آیت کی مخاطب ہے اگر یہاں کلمۂ ما کو عموم اور استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے جیسا کہ بریلوی حضرات کا خیال ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ تمام صحابہ کرام بلکہ امت محمدیہ کا ہر فرد تا قیامت غیب دان ہو اور اسے ما کان وما یکون کا کلی علم غیب حاصل ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں اسی طرح ایک جگہ فرمایا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ (انعام ع ۱۱) اور سکھایا گیا تم کو وہ کچھ جو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ اس آیت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ اس میں خطاب یہود کو ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے اور اگر خطاب مسلمانوں سے ہو تو بھی اگر ما کو یہاں استغراق حقیقی کے لئے لیا جائے تو اس سے ان تمام یہودیوں کو یا تمام مسلمانوں کو غیب دان ماننا پڑے گا جو اس آیت کے مخاطب ہیں ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ ما ہر جگہ عموم کیلئے نہیں ہوتا۔ **ثانیاً** مفسرین کرام نے بھی اس آیت میں ما کو خصوص پر محمول کیا ہے اور اس سے مخصوص امور ہی مراد لئے ہیں اور استغراق حقیقی پر اسے کسی نے بھی محمول نہیں کیا حضرت عبداللہ بن عباس اور مقاتل کہتے ہیں ما سے مراد شریعت ہے قال ابن عباس ومقاتل ھو الشرع

موضح قرآن ف۱ یعنی خوف کے وقت اگر نماز میں کوتاہی ہو تو نماز کے بعد اور طرح اللہ کو یاد کرو ایک نماز میں یہ قید ہے کہ وقت ہی پر چاہیئے اور یاد اللہ کی ہر حال میں درست ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بطریق نماز امن ۱۲۔ ف۳ مترجم گوید مردم ضعیف الاسلام اگر کسی از ایشاں مرتکب گناہی شدے در ردوملازدی حیلہ ہا انگیختندی و پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہی اظہار میکردند کہ برات او بخاطر مبارک رسیدی و باجگہ بجگر خلوت کردہ رازہا بخلاف مرضی شریف درمیان آوردندی خدا تعالیٰ آیت فرستاد واللہ اعلم ۱۲۔

بحر ج ۳ ص ۳۴۷) مفسر قرطبی، امام بغوی، امام نسفی اور علامہ خازن فرماتے ہیں ما سے امور دین اور احکام شریعت مراد ہیں وعلمك مالم تكن تعلم يعني من الشرائع والاحكام (قرطبی ج ۵ ص ۳۸۲) یعنی من احکام الشرع وامور الدین (معالم وخازن واللفظ لہ ج ۱ ص ۴۳۹) من امور الدین والشرائع (مدارک ج ۱ ص ۱۹۵) امام ماوردی کہتے ہیں ما سے کتاب و حکمت مراد ہے وفیہ ما فی الکتاب والحکمۃ (بحر ج ۳ ص ۳۴۷) ان حوالوں سے بخوبی واضح ہوگیا کہ ما یہاں عموم کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد امور دین اور احکام شریعت ہیں۔ اگر کہا جائے کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ما سے مراد علم غیب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن مفسرین نے علم غیب یا اخبار اولین و آخرین لکھا ہے انہوں نے صحیح اور مختار قول امور دین اور احکام شریعت ہی کو قرار دیا ہے اور دوسرا قول یعنی علم غیب کو کلمۂ تمریض قیل سے ذکر کر کے اس کے ضعیف اور غیر معتبر ہونے کی طرف اشارہ کر دیا نیز اس ضعیف قول میں بھی کلی علم غیب کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اس سے بھی بعض غیب ہی مراد ہے ثالثاً ما کو یہاں عموم و استغراق پر محمول کرنا آیت کے سیاق و سباق کے بالکل منافی ہے کیونکہ اس سے پہلے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ الخ سے حکم سلطانی بیان فرمایا کہ اللہ کے نازل کردہ احکام اور اس کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کیا کرو اس کے بعد جھوٹی تہمت لگانیوالوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کو زجر کیں اور پھر فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ لہذا ما سے یہاں دین کچھ مراد ہے جو حضرات مفسرین نے بیان کیا ہے یعنی احکام شرعیۃ لہذا علم غیب کلی مراد لینا سراسر غلط اور باطل ہے نیز اس آیت سے تھوڑا سا پہلے فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ الخ یعنی اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان منافقوں کی ایک جماعت آپ کو صحیح فیصلے سے بھٹکا دیتی۔ اگر آپ کو کلی علم غیب تھا تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ منافق آپ کو بھٹکا دیتے اسی طرح وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا سے آپ کو جو تنبیہ کی گئی یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو کلی علم غیب نہیں تھا ورنہ آپ ان جھوٹے منافقین کی کیوں طرفداری کرتے۔ رابعاً سورۂ نساء جس میں یہ آیت ہے اس کے بعد تقریباً ۲۴ سورتیں اور نازل ہوئیں اگر اس آیت سے آپ کو کلی علم غیب حاصل ہو چکا تھا تو پھر ان چوبیس سورتوں کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی نیز سورۂ نساء سے بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے سورۂ نور، منافقون، تحریم اور توبہ وغیرہ ہیں۔ سورۂ نور میں افک عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ مذکور ہے جس کی وجہ سے حضور علیہ السلام عرصہ تک پریشان رہے سورۂ منافقون میں عبداللہ بن ابی اور دوسرے منافقین کی سازش کا ذکر ہے جس کا آپ کو پتہ نہ چل سکا سورۂ تحریم میں آپ کے شہد نہ کھانے کی قسم کا ذکر ہے جسے توڑنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا اور سورۂ توبہ میں مسجد ضرار کے سلسلے میں آپ کو اس مسجد میں جانے سے روک دیا حالانکہ آپ اس مسجد کے بانیوں کو مومن مخلص سمجھ کر اس میں جا کر نماز ادا کرنے کا وعدہ فرما چکے تھے۔ یہ آیتیں تفصیل کے ساتھ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ (آل عمران ع ۱۸) کی تفسیر میں مذکور ہو چکی ہیں یہ تمام آیتیں حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے علم غیب کی نفی کرتی ہیں اس لئے اگر زیر بحث آیت سے حضور علیہ السلام کیلئے کلی علم غیب ثابت کیا جائے تو اس سے بعد میں نازل ہونیوالی ان آیتوں کی تکذیب لازم

مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ
اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے ف سنتے ہو
هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا قف فَمَنْ
تم لوگ جھگڑا کرتے ہو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون
يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ
جھگڑا کریگا ان کے بدلے اللہ سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا
وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ
کارساز اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے ف۲ پھر
يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ
اللہ سے بخشوا دے تو پاوے اللہ کو بخشنے والا مہربان ف اور جو کوئی کرے
اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
گناہ سو کرتا ہے اپنے ہی حق میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا
حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ
حکمت والا ہے ف اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر تہمت لگا دے
بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوْلَا
کسی بے گناہ پر تو اس نے اپنے سر دھرا طوفان اور گناہ صریح اور اگر نہ ہوتا
فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ
تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تو قصد کر ہی چکی تھی ان میں ایک جماعت کہ
يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ
تجھ کو بہکا دیں اور بہکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے
مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ
اور اللہ نے اتاری تجھ پر کتاب اور حکمت اور

ع ۱۶ ۸ ۱۳

۱ مجادلہ کرنیوالا۔

۲ سہواً چوری۔ بظلم نفسہ۔ جھوٹی شہادت ۱۲۔

۳ من یکسب اثما چوری ۱۲۔

۴ من یکسب خطیئۃ۔ چوری اثما۔ جھوٹی قسم یا بالعکس ۱۲۔

۵ لاضلوک جواب محذوف ہے اور لھمت علت قائم مقام جواب ہے ۱۲

موضح قرآن ف یہ اول و آخر کی آیتوں میں مذکور ہے ایک قصے کا حضرت کے وقت ایک انصاری کی زرہ آٹے میں دھری گم ہوگئی صبح کو تلاش کی تو آٹے کا خط دیکھا ایک شخص کے گھر تک اس کا نام طعمہ بن ابیرق وہاں جھاڑا لیا تو نہ پائی وہ آگے دیکھا ایک یہودی کے گھر تک زید نام وہاں پائی اس یہودی نے کہا کہ مجھ کو سپرد کی طعمہ نے۔ طعمہ نے کہا میں بری ہوں چور وہی ہے طعمہ کی قوم نے رات کو مشورت کی کہ ہم حضرت کے پاس مل کر گواہی دیں گے کہ طعمہ بری ہے تو حضرت ہماری حمایت کریں گے اور یہودی چور ٹھہرے گا صبح کو یہی کیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں حضرت کو خبردار کر دیا۔ فی الحقیقت چور تھا طعمہ ف۲ گناہ فرمایا کبیرہ کو اور اپنا برا فرمایا صغیرہ کو یہاں لوگوں کو حکم ہے کہ توبہ کریں تو قبول ہے ف یعنی قوم اپنے دل میں آپ شرمندہ رہیں کہ ہم کو عیب لگا اور آگے عیب لگنے کے خطرے سے اپنے کی حمایت نہ کریں جب تک تحقیق نہ ہو کیونکہ اللہ تو خبردار ہے اور اس کا حکم بھی یہی ہے کہ ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں۔

آ گئی جو آپ سے کلی علم غیب کی نفی کرتی ہیں تفصیل بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلی علم غیب ثابت نہیں ہو سکتا۔

ایک من گھڑت قاعدہ بعض مبتدع مولوی کہتے ہیں کہ ما عموم کیلئے ہے اور عَلَّمَ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور مفعول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ مفیض عام ہے اور حضور علیہ السلام میں استعداد تام تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کلی غیب معلوم تھا **اسکا جواب** سورہ علق میں عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ میں الانسان سے بعض مفسرین کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور بعض بدعتی مولوی بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں تو یہاں بھی فاعل اللہ ہے اور مفعول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سورہ علق کی یہ آیتیں بھی بالاتفاق سارے قرآن سے پہلے نازل ہوئی تھیں تو اگر ما کو عموم اور استغراق حقیقی کے لئے لیا جائے اور عَلَّمَ ماضی کا صیغہ ہے جو گذشتہ زمانہ میں وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلے یا اس کے نزول کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم غیبیہ سکھا دیئے تھے تو (معاذ اللہ) پھر سارے قرآن کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے نیز یہ قانون بھی کسی کتاب میں نہیں لکھا ہوا کہ فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول حضور علیہ السلام کی ذات ہو تو وہاں ہمیشہ عموم ہی مراد لیا جاتا ہے بلکہ شرک پھیلانے کے لئے ان مولویوں نے یہ قاعدہ اپنی طرف سے وضع کیا ہے۔ **غلط استدلال** بعض مخالفین عموم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض حدیثوں سے بھی استدلال کرتے ہیں مثلاً صحیح مسلم میں ہے اخبرنا بما کان وما یکون تو اس کا جواب یہ ہے کہ علوم غیبیہ کلیہ یعنی کل ما کان و ما یکون مثلاً کل فوجداری اور دیوانی احکام ہندی، بنگالی، جرمنی وغیرہ کا بیان کرنا تھوڑے سے وقت میں ناممکن ہے بلکہ یہاں ما سے مراد بعض امور عظام ہیں یعنی بعض نہایت اہم امور جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے میری پشت پہ ہاتھ رکھا فتجلی لی کل شیئ تو میرے لئے سب کچھ روشن ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سات صحابہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں فعلمت الذی سالنی عنہ کما ہو مصرح فی الدر المنثور اور لفظ تجلی لی کل شئی کے بارے میں خازن نے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ اس کے تمام طرق ضعیف ہیں لہٰذا ان حدیثوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل علم غیب پر استدلال کرنا غلط اور باطل ہے ۸۲ یہ نویں حکم سلطانی سے متعلق ہے۔ منافقوں نے رات کو منصوبہ بنایا تھا کہ وہ زید بن یامین یہودی پر چوری کا الزام لگا دیں اور جھوٹی قسمیں کھا کر طعمہ کو چوری کے الزام سے بری کرنے کی کوشش کریں تو فرمایا دوسرے کو نقصان پہنچانے اور جھوٹی گواہی دینے کے لئے مشورے نہیں کرنے چاہئیں اراد ما تفاوض بہ قوم بنی ابیرق من التدبیر (قرطبی ج ۵ ص ۳۸۲) بلکہ مشورے تو دوسروں کو فائدہ پہنچانے، ان پر احسان کرنے اور باہمی اصلاح کی بات ہونے چاہئیں۔ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ الخ یہ ان لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو محض اللہ کی رضا کے لئے مشورے کریں وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت پر کمربستہ ہوں اور ان کے خلاف منصوبے بنائیں اور مشورے کریں یہاں تک نو احکام سلطانیہ ختم ہوئے ۸۳ یہ

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ
تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر
عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ
بہت بڑا ہے ف۱ کچھ اچھے نہیں ان کے اکثر مشورے مگر جو کوئی کہ کہے
بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ
صدقہ کرنے کو ف۲ یا نیک کام کو یا صلح کرانے کو لوگوں میں
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ
اور جو کوئی یہ کام کرے اللہ کی خوشی کے لئے تو
نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ
ہم اس کو دیں گے بڑا ثواب ف۳ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ
جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾
تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی ف۴ اور ڈالیں گے ہم اسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا ف۵
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ
بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا
لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا
جس کو چاہے ف۶ اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا وہ بھٹک کر دور
بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ
جا پڑا ف۷ اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر عورتوں کو
وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ
اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو ف۸ جس پر لعنت کی اللہ نے

ع ۱۷ ۱۴

۱ یعنی اس معاملہ کی پوری حقیقت آپ نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپکو اس کی اطلاع دی ۱۲۔

۲ یہ نویں حکم سلطانی سے متعلق ہے یعنی جھوٹی شہادتوں کے لئے مشورے کرنا بری بات ہے نیکی کے لئے مشورے کرنے چاہئیں ۱۲۔

۳ بشارت ۱۲

۴ مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنانے والوں کے لئے تخویف اخروی ۱۲

۵ احکام سلطانیہ کے بعد اصل مسئلہ توحید کا پہلے کی نسبت تفصیلی بیان ۱۲

۶ یہاں شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں مراد ہیں ۱۲

۷ نفی شرک اعتقادی اناثاً سے فرشتے مراد ہیں ۱۲

۸ مشرک دراصل فرشتوں کو نہیں پکارتے شیطان اپنا ہی فرشتوں والا نام رکھ لیتا ہے ۱۲

موضح قرآن ف۱ منافق لوگ حضرت سے کان میں باتیں کرتے تاکہ لوگوں میں اپنا اعتبار بڑھالیں اور مجلس میں بیٹھ کر آپس میں کان میں باتیں کرتے کسی کا عیب کسی کا گلہ اس کو اللہ صاحب نے فرمایا کہ ان کی مشورت اکثر بے خیر ہے صاف بات کو حاجت نہیں چھپانے کی مگر کچھ اسمیں خالی ہے اور چھپائے تو خیرات کو تا لینے والا شرمندہ نہو یا مسئلہ دین کی غلطی بتانے کو تا نادان خجل ہو یا لڑوں میں صلح کرانے کو غصے والا جب تک صلح نہیں مانتا اول آپس میں ٹھہرا دے پھر اس کو سنادے ف۲ رسول نے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدی راہ پکڑی وہ جا پڑا دوزخ میں پس جس بات پر امت کا اجماع ہوا وہی اللہ کی مرضی ہے اور منکر ہو سو دوزخی ہے ف۳ اوپر سے ذکر تھا منافقوں کا جو پیغمبر کے حکم پر راضی نہ ہوئے اور جدی راہ چلے پھر یہ آیت فرمائی کہ اللہ شرک نہیں بخشتا تو شرک فرمایا حکم میں شریک کرنے کو یعنی سوائے دین اسلام کے اور دین کا حکم پسند رکھے اور اس پر چلے پس جو دین ہے سوا اسلام کے سب شرک ہے اگرچہ پوجنے میں شرک نہ کرتے ہوں

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید یعنی قسوت دل بیفزایم واللہ اعلم ف۳ مترجم گوید ازینجا تغلیظ تحریم شرک میفرماید ۱۲۔

مشرکین کے لئے تخویف اخروی ہے احکام سلطانیہ کے بعد اصلی مقصد یعنی توحید کا پہلے کی نسبت قدرے تفصیل سے بیان ہے وہاں کہا شرک نہ کرو یہاں بیان کیا کہ شرک بری بلا ہے اسے خدا کبھی نہ بخشے گا۔ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّآ اِنٰثًا سے شرک اعتقادی کی نفی کی گئی ہے۔ اِنٰثًا سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیوں کے بمنزلہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے وہ خدا کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ ان بعضھم کان یعبد الملٰئکۃ وکانوا یقولون الملٰئکۃ بنات اللہ (کبیر ج ۳ ص ۲۲۴) وقیل الا اناثا ملٰئکۃ لقولھم الملٰئکۃ بنات اللہ وھی شفعاءنا عند اللہ (قرطبی ج ۵ ص ۳۸۶) ۸۴ یعنی بظاہر تو فرشتوں اور بزرگوں کی مورتیوں کو پکارتے اور ان پر نذریں نیازے چڑھاتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ سب کچھ وہ شیطان کیلئے کر رہے ہیں جو ان مورتیوں سے بولتا ہے کان یدخل فی اجواف الاصنام فیتکلم داعیھا (بحر ج ۳ ص ۳۵۲) یہاں تک شرک اعتقادی کی نفی تھی وقال لاتخذن من عبادك نصيبا مفروضا یہاں سے شرک فعلی کی نفی کی گئی ہے نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا مقررہ حصہ یعنی میں تیرے بندوں کو ایسا گمراہ کروں گا کہ وہ شرک کرنے لگیں گے اور اپنے مالوں سے مقررہ حصے غیر اللہ کی نیازوں کے نکالیں گے (شاہ عبد القادر) فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ الخ یعنی وہ غیر اللہ کی خوشنودی کے لئے جانور چھوڑیں گے اور بحیرے سائبے وغیرہ بنائیں گے اور بطور علامت ان کے کانوں میں شگاف کر دیں گے ای احملھم علی قطع اذان البحیرۃ و السائبۃ ونحوہ (قرطبی ج ۵ ص ۳۸۹) فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں خلق اللہ سے مراد اللہ کا دین ہے اور تغییر سے حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا مراد ہے قال ابن عباس یعنی دین اللہ وتغییر دین اللہ ھو تحلیل الحرام وتحریم الحلال (خازن ج ۱ ص ۴۹۹) یہاں تک شرک فعلی کی نفی تھی ۸۵ یہ مشرکین اور شیطان کی اطاعت کرنے والوں کے لئے تخویف اخروی ہے اور وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے توحید کو ماننے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ یہ مومنین اور اہل کتاب کو زجر ہے کہ تمہاری اور اہل کتاب کی خواہشات اور آرزوؤں پر نجات نہیں بلکہ نجات کا مدار تو اعمال اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل پر ہے اس لئے باہمی تفاخر سے کوئی فائدہ نہیں مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا تخویف اخروی اور وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ سے بشارت اخروی ہے ۸۶ یہ دین اسلام کی پیروی اور ملت ابراہیمی کے اتباع کی ترغیب ہے اپنی خواہشات اور اپنی خودساختہ نجات کی باتوں کو چھوڑو اور ہر قسم کے باطل اور شرک سے دور رہنے والے ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو جسے اللہ تعالیٰ نے تمام خلق

وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا (۱۱۸)
اور کہا شیطان نے کہ میں البتہ لوں گا تیرے بندوں سے حصہ مقررہ ف۱
وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ
اور ان کو بہکاؤں گا اور ان کو امیدیں دلاؤں گا اور ان کو سکھلاؤں گا کہ چیریں
اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ
جانوروں کے کان اور ان کو سکھلاؤں گا کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی
اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اللہ کی ف۲ اور جو کوئی بناوے شیطان کو دوست اللہ کو چھوڑ کر
فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا (۱۱۹) ؕ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ
تو وہ پڑا صریح نقصان میں ف۳ ان کو وعدہ دیتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے
وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (۱۲۰) اُولٰٓئِكَ
اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو سب فریب ہے ایسوں کا
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ز وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا (۱۲۱)
ٹھکانا ہے دوزخ ۸۵ اور نہ پاویں گے وہاں سے کہیں بھاگنے کو جگہ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ
اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے ان کو ہم داخل کرینگے
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں
فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ
ان میں ہی ہمیشہ وعدہ ہے اللہ کا سچا اور اللہ سے سچا
اللّٰهِ قِيْلًا (۱۲۲) لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ
کون نہ تمہاری امیدوں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر

منزل ۱

ف۱ یعنی غیر اللہ کی نیازیں ۱۲-

ف۲ یعنی معبودوں کے نام پر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کریں گے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ بنائیں گے یہ تحریمات عباد کا بیان ہے ۱۲-

ف۳ خلق اللہ سے دین اللہ مراد ہے ۱۲-

ف۴ مشرکین کے لئے تخویف اخروی ۱۲

ف۵ بشارت اخروی برائے مومنین ۱۲

ف۶ زجر یعنی اللہ کے بیان کردہ احکام کی تعمیل کرو اپنے پیروں اور مولویوں کے خود تراشیدہ احکام اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اعتقاد میں پختہ ہو جاؤ ۱۲-

---

موضح قرآن ف۱ یعنی تیرے بندے اپنے مال میں میرا حصہ ٹھہرا رکھیں گے جیسے دستور ہے بتوں کی نیاز نکالتے ہیں ف۲ جانوروں کے کانوں کو چیر دینا یہ کافروں کا دستور تھا کہ گائے بکری کا ایک بچہ بت کے نام کا کر دیتے تو اس کے کان میں نشان ڈال دیتے اور صورت بدلنا یہ کہ لڑکے کے سر میں چوٹی رکھتے بت کے نام کی مسلمان کو ان کاموں سے بچنا ضرور ہے اپنے بزرگوں سے یہ معاملہ نہ کرے کافر بھی جن سے کرتے تھے بزرگ ہی جان کر کرتے تھے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی مانند خصی کردن و سوزن زدن بر بدن تا سرخ یا کبود گرداند واللہ اعلم ۱۲-

الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا پائے گا اور نہ پاوے گا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ
اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار ف۱ اور جو کوئی کام کرے
مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
اچھے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾
سو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا تل بھر
وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ
اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے پیشانی رکھی اللہ کے حکم پر ف۲ اور
مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ
نیک کاموں میں لگا ہوا ہے اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے
اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
بنا لیا ابراہیم کو خالص دوست اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ
فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع وَ
زمینوں میں اور سب چیزیں اللہ کے قابو میں ہیں اور
يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ
تجھ سے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کے نکاح کی ف۳ کہہ دے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے ان کی
وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ
اور وہ جو تم کو سنایا جاتا ہے قرآن میں ف۴ سو حکم ہے ان یتیم عورتوں کا جن کو
لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ
تم نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ ف۵

ع ۱۸ ۱۱ ۱۵

منزل ۱

عطا فرمایا تھا وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الخ یہ تخویف اخروی ہے زمین و آسمان میں اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اس لئے وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا یہاں تک دونوں حصے مع متعلقات ختم ہوئے اس کے بعد دونوں حصوں کے بعض مسائل یعنی احکام رعیت میں سے دوسرے اور چودھویں اور احکام سلطانیہ میں سے نویں حکم پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے ۸۷

تنویر اول یہ احکام رعیت میں سے دوسرے حکم پر تنویر ہے وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى الخ (ع ۱) سے شبہ ہو سکتا تھا کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں یہاں اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا یعنی یہاں اس حکم کا منشا یہ نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان سے انصاف کا برتاؤ کرو اور ان کے حقوق ادا کرو اور اگر عدل نہ کر سکو تو پھر کسی دوسری عورت سے نکاح کر لو وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ کا عطف لفظ اللہ پر ہے اور اس سے مراد وہی آیت ہے جو رکوع ۱ میں گذر چکی ہے یعنی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى الخ اور الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مجرور ہے اور فِيْهِنَّ میں ضمیر پر معطوف ہے اور وَاَنْ تَقُوْمُوْا میں واؤ تفسیریہ ہے اور اَنْ تَقُوْمُوْا يُفْتِيْكُمْ کی تفسیر ہے یا یہ محل نصب میں یامرکم محذوف کا مفعول ہے اور واؤ تفسیریہ ہے اصل میں تقدیر یامرکم ان تقوموا الخ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں یتیم لڑکیوں اور کمزوروں کے متعلق یہ حکم دیتا ہے کہ ان کے ساتھ ہر طرح انصاف کا برتاؤ کرو (من المدارک ج ۱ ص ۱۹۷ والروح ج ۵ ص ۱۶۱)

۱ بشارت ۱۲۔
۲ ترغیب ۱۲۔
۳ سورت کے دونوں حصوں کے آخر میں تین احکام (دوسرا اور چودھویں حکم رعیت اور نویں حکم سلطانی) پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے ۱۲۔
۴ دوسرے حکم رعیت پر تنویر یعنی دوسرے حکم کا یہ مقصد نہیں کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح جائز نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ انصاف کرو ۱۲۔
۵ لفظ اللہ پر معطوف ہے اور معطوف معطوف علیہ کا بیان ہے یعنی اللہ اس آیت وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی کے ذریعے فتوے دیتا ہے ۱۲

موضح قرآن ف۱ کتاب والوں کو خیال تھا کہ ہم خاص بندے ہیں ہن نساہیں پر خلق بگڑی جاوے گی ہم نہ پکڑے جاویں گے۔ ہمارے پیغمبر حمایت کریں گے اور نادان مسلمان بھی اپنے حق میں یہی خیال رکھتے ہیں سو فرمایا کہ جو برا کریگا سزا پاویگا۔ کوئی حمایت کسی کی پیش نہیں جاتی اللہ کا پکڑا دی چھوڑے تو چھوٹے دنیا کی مصیبت میں آدمی قیاس کرے۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید یعنی ہیچ نوع با الشان معاملہ باید کرد واللہ اعلم ف۲ مترجم گوید جواب ایں استفتاء تفصیلے داشت پس خدا تعالیٰ بعض مسائل را حوالہ فرمود بر آیات سابقہ و آن مسئلہ تحریم ظلم بر یتامی النساء است و بعض را اینجا جواب داد و آن مسئلہ نشوز و تحریم میل کلی بیک زن و اعراض از زن دیگر و اباحت طلاق در صورت ضرورت واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید در نکاح زنان یتیمہ رغبت میکردند بسبب براعت جمال و حداثت سن و در ادائے نفقہ و مہر تقصیر می نمودند واللہ اعلم ۱۲۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى
اور حکم ہے ناتوان لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں
بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ
انصاف پر اور جو کروگے بھلائی سو وہ اللہ کو
عَلِيْمًا (127) وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ
معلوم ہے ف۱ اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے ۵۸ یا
اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ
جی پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ کرلیں آپس میں کسی طرح صلح
وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ
اور صلح خوب چیز ہے اور دلوں کے سامنے موجود ہے حرص ف۲ اور اگر
تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (128)
تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے ف۳
وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ
اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکوگے عورتوں کو اگرچہ اس کی حرص کرو
فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ
سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر میں لٹکتی ف۴ اور اگر
تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (129) وَاِنْ
اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۵ اور اگر
يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا
دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو بے پرواہ کردے گا اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا
حَكِيْمًا (130) وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَ
تدبیر جاننے والا ہے اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں ۵۹ اور

ت۱ یہ فیہن کی ضمیر پر معطوف ہے ۱۲۔ ت۲ و ما نفسیر یہ ان تقوموا تقوموا یفتیکم کی تفسیر یا واقعہ کے لیے یا امر محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ یتیم لڑکیوں اور کمزور مردوں کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ ان کے ساتھ ہر طرح سے انصاف کرو ۱۲ ت۳ چودہویں حکم رعیت پر تنویر یعنی اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ مردوں کو چاہئے کہ وہ حتی الامکان درگذر کریں اور پہلی بیوی کو کالمعلقہ نہ کریں اسکا یہ مقصد نہیں کہ ہر ایک پورا پورا حق وصول کرے ت۴ ہر ایک اپنے حقوق پر حریص ہوتا ہے اور اپنا حق نہیں چھوڑتا ۱۲ ت۵ یعنی درگذر کرو ۱۲ ت۶ ضمیر ھا سے پہلی بیوی مراد ہے ۱۲ ت۷ تخویف ہے یعنی سب کچھ اللہ ہی کے قبضہ میں ہے

[illegible]

۵۸ تنویر ثانی یہ چودھویں حکم رعیت پر تنویر ہے وان خفتم شقاق بینھما الخ (ع ۶) سے شبہ ہوتا تھا کہ اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک کو اسکا پورا حق ملے یہاں اسکا ازالہ کردیا کہ اصلاح سے مراد عام ہے دونوں میں سے خواہ کسی ایک کو اپنے حق سے دستبردار ہونا پڑے جیسا کہ وان تحسنوا وتتقوا سے اسطرف اشارہ ہے یعنی ہر ایک نے حقوق پر حریص ہوتا ہے اور کسی طرح اپنا حق چھوڑنا نہیں چاہتا لیکن اگر تم تقاضائے نفس کے خلاف اپنا حق چھوڑ دو اور اس سے درگذر کرو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے تمہارا یہ عمل ضائع نہیں جائیگا بلکہ تمہیں اسکا پورا پورا اجر ملیگا۔ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا الخ جب تم پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرلو تو پورا پورا عدل انصاف اگرچہ تمہاری طاقت سے باہر ہے لیکن اپنی طاقت کے مطابق ضرور انصاف کرو اور پہلی بیوی کا معلقہ مت چھوڑو وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا الخ پہلے تفریق کا ذکر نہیں تھا یہاں یہ بھی فرمادیا کہ اگر دونوں تفریق پر راضی ہوں تو تفریق کرلیں دونوں کا اللہ مالک و رازق ہے اور اپنی مہربانی سے دونوں کی بہتری کے اسباب پیدا کردیگا۔ نشوز کے معنی سرکشی کے ہیں وان تحسنوا احسان سے یہاں عفو و درگذر مراد ہے بقرینہ وان تعفوا اقرب للتقوی (بقرہ ع ۳۱) **۵۹** یہاں سے وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا تک تخویف اخروی ہے سب کچھ اللہ کے قبضہ اور اختیار میں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے مواخذہ اور عذاب سے ڈرو وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ الخ اعادہ برائے تاکید مزید۔

موضح قرآن ف۱ اس سورت کے اول میں تقید تھا یتیم کے حق کا اور فرمایا تھا کہ لڑکی یتیم جس کا ولی نہیں مگر چچا کا بیٹا اگر جانے کہ میں اسکا حق نہ ادا کرونگا تو آپ اسکو نکاح میں نہ لاوے کسی اور کو دے کہ آپ اس کا حمایتی رہے تو مسلمانوں نے ایسی عورتوں کو نکاح میں لانا موقوف کیا پھر دیکھا کہ بعضی جگہ لڑکی کے حق میں بہتر ہے کہ اپنا ولی ہی نکاح میں لاوے جو وہ اس کی خاطر کریگا غیر نہ کریگا تب حضرت سے رخصت مانگی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ رخصت ملی اور فرمایا کہ وہ جو کتاب میں منع سنا تھا سو جب ہے کہ اُن کا حق پورا نہ دو اور یتیم کے حق کی تاکید تھی اور جو بھلائی کیا چاہو تو رخصت ہے ف۲ یعنی مرد کا دل پھرا دیکھے اور عورت اپنا حق کچھ چھوڑ دے تو روا ہے اور جیوں کے سامنے دھری ہے حرص یعنی مال بچتا ہر کسی کو خوش لگتا ہے البتہ مرد راضی ہو جاوے گا ف۳ یعنی انسان کی طبع میں مال کی حرص ہے اور ایک عورت پر زیادہ ڈھلنا سو چاہیئے تا مقدور آپ کو بچاتا رہے بعد اس کے اللہ بخشنے والا ہے اور ادھر میں لٹکتی یہ کہ نہ اسکو آپ آرام سے رکھو نہ چھوڑ دو کہ اور کسی سے نکاح کرے

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی از بخل غائب نمی شوند و آنرا نمی گذارند واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید معلقہ نیست کہ نہ بیوہ باشد نہ با او شوہر او موافقت کند واللہ اعلم ۱۲۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

ہم نے حکم دیا ہے پہلے کتاب والوں کو

وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ

اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر نہ مانو گے تو

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور

اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ⑬① وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

اللہ ہے بے پرواہ سب خوبیوں والا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں ف۱ اور

مَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ⑬② إِنْ يَشَأْ

جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ کافی ہے کارساز ف۲ اگر چاہے

يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ ۚ

تو تم کو دور کردے اے لوگو اور لے آئے اور لوگوں کو

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيرًا ⑬③ مَنْ كَانَ

اور اللہ کو یہ قدرت ہے جو کوئی

يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ

چاہتا ہو ثواب دنیا کا سو اللہ کے یہاں ہے ثواب

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ⑬④

دنیا کا اور آخرت کا اور اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ف۳

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوّٰامِينَ بِالْقِسْطِ

اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر ف۴

شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ

گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا

۱۹
ع ۸
۱۶

ت۹ تنویر ثالث یہ حکم سلطانی پر تنویر ہے وَلَوْ عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ (اصل میں تھا ولو کانت الشھادۃ علی انفسکم (مدارک ج ۱ ص۱۹۹) یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ کسی غریب آدمی کو فائدہ پہنچانے کے لئے یا ماں باپ کی رعایت کی خاطر یا کسی بڑے آدمی کی اصلاح کی خاطر شاید گواہی میں کمی بیشی جائز ہوگی تو فرمایا کہ یہ ہرگز جائز نہیں بلکہ شہادت میں کسی کی رورعایت مت کرو اور ہمیشہ گواہی پوری پوری ادا کرو۔ تو یہ حکم سلطانی سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ گواہی ہمیشہ سچی اور صحیح دینی چاہیے۔ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا الخ یعنی اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو تم ان کا معاملہ خدا کے سپرد کردو وہ ان کے حال کو اور ان کی بہتری کو تم سے زیادہ جانتا ہے والمعنی وکلوا امرھم الی اللہ تعالیٰ نہو اعلم بھم و بحالھم (خازن ج ۱ ص۵۰۲) اس لئے تم اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے گواہی میں کمی بیشی مت کرو ان تعدلوا یا تو عدل (بمعنی حق سے اعراض) سے ماخوذ ہے یا عدل ضد جور سے دونوں صورتوں میں بتقدیر مضاف ماقبل کا مفعول لہ ہے وان تعدلوا من العدول عن الحق او من العدل وھو القسط فعلی الاول یکون التقدیر ارادۃ ان تجوروا ومحبۃ ان تجوروا وعلی الثانی یکون التقدیر کراھۃ ان تعدلوا بین الناس و تقسطوا (مدارک ج ۱ ص۱۹۹ و بحر ج ۳ ص۳۷۰ واللفظ لہ) پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تم حق اور انصاف سے روگردانی کی نیت سے خواہش نفس کی پیروی مت کرو اور دوسری صورت میں مفہوم یہ ہوگا تم عدل و انصاف کو ناپسند کرتے ہوئے خواہش نفس کا اتباع مت کرو۔

موضح قرآن ف۱ تین بار فرمایا کہ اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں پہلی بار کشائش کا بیان ہے دوسری بار بے پروائی کا اگر تم منکر ہو تیسری بار کارسازی کا اگر تم تقویٰ پکڑو ف۲ یعنی سب ملکر شرع پر قائم ہو تو اللہ دنیا بھی دے اور آخرت بھی۔

سـ یعنی تاکید کیلئے اعادہ کیا گیا ۱۲

سـ دوبارہ اعادہ برائے زیادتی تاکید ۱۲

[illegible] حکم سلطانی [illegible] تنویر [illegible] شہادت [illegible] انصاف کرو اور [illegible] روایات [illegible] ماں باپ [illegible] شہادت [illegible] ۱۲

إِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا

اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیرخواہ تم سے زیادہ ہے سو

تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ

تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف کرنے میں اور اگر تم زبان ملوگے یا

تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٣٥﴾ يٰٓاَيُّهَا

بچا جاؤگے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے ف۱ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ

ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر

الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ

جو نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی

مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَ

پہلے ۹۱ اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر اور

رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١٣٦﴾

رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور جا پڑا ف۲ ف۱

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا

جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے ۹۲

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا

پھر بڑھتے رہے کفر میں ف۲ تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا نہیں اور نہ

لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿١٣٧﴾ ۭ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ

نہ دکھلاوے ان کو راہ ق ف۳ خوش خبری سنادے منافقوں کو کہ ان کے واسطے ہے

عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿١٣٨﴾ ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ

عذاب دردناک وہ جو بناتے ہیں کافروں کو اپنا رفیق

منزل ۱

۹۱ یہاں سے منافقین مدینہ کیلئے زجر ہے۔ اٰمنوا ماضی سے مراد ایمان باللسان ہے اور اٰمِنوا سے مراد ایمان بالقلب ہے۔ منافقین جو ظاہری اور زبانی ایمان لائے تھے ان سے فرمایا کہ اخلاص اور دلی اعتقاد کے ساتھ اللہ کی توحید اس کے رسول کی رسالت اور دیگر تمام ضروریات پر ایمان لاؤ الخطاب للمنافقین المومنین ظاہرا فمعنی اٰمنوا اخلصوا الایمان (روح ج ۵ ص ۱۶۹) ای یا ایھا الذین اٰمنوا نفاقا اٰمنوا اخلاصا (مدارک ج ۱ ص ۱۹۵) والمعنی یا ایھا الذین آمنوا بالسنتہم ولم تؤمن قلوبہم آمنوا بقلوبکم الخ (خازن ج ۱ ص ۵۰۸) یا اٰمنوا ماضی سے مراد ہے اٰمنوا بالکتب السابقۃ والرسل السابقین اور اٰمنوا امر سے مراد اٰمنوا بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن یعنی جو گذشتہ کتابوں اور رسولوں پر لائے ہو آخری رسول اور آخری کتاب پر بھی ایمان لاؤ۔ اس صورت میں خطاب تمام اہل کتاب سے ہوگا۔ قیل ہو خطاب لاہل الکتب جمیعا والمعنی یا ایہا الذین اٰمنوا بموسیٰ والتوراۃ وبعیسیٰ والانجیل آمنوا بمحمد والقرآن۔ (خازن) **۹۲** یہ تمام منافقوں کو زجر ہے اور بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کی مفسرین نے متعدد توجیہیں کی ہیں لیکن سب سے دل لگتی بات یہ ہے کہ اس سے ان کے تردد اور تذبذب کا بیان مقصود ہے۔ قال القفال رحمۃ اللہ علیہ ولیس المراد بیان ھذا العدد بل المراد ترددھم کما قال مذبذبین بین ذالك لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء (کبیر ج ۳ ص ۳۸۲) اور ازدادوا کفرا سے مراد یہ ہے کہ کفر کے ساتھ ساتھ کافروں سے اندرونی طور پر دوستی بھی رکھتے ہیں پھر بشر المنافقین سے منافقوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔

موضح قرآن ف۱ یعنی گواہی میں مخلوق کی خاطر نہ کرو اور محتاج پر ترس نہ کھاؤ اور قرابت نہ دیکھو حق ہو سو کہو اور اگر سچ کہا پر ملی زبان سے کہ سننے کو شبہ پڑا یا تمام قصہ نہ کہا کچھ بات کام کی رکھ لی یہ بھی گناہ ہے ف۲ ایمان والے فرمایا ہے ان کو جو ظاہر میں مسلمان ہیں سو ان کو تقید ہے کہ جب تک دل سے یقین نہ لاویں ان سب چیزوں کا تو خدا کے یہاں مسلمان نہیں ف۳ یعنی ظاہر میں مسلمان ہے اور دل سے بھٹکتے رہے تو اگر آخر کو بے یقین مرے تو کافر کے برابر ہیں ان کو بخشش نہیں اور ظاہر کی مسلمانی سے وہاں راہ نہ ملے گی۔

ف۱ یہ تنبیہ ہے منافقین کے لئے ہے ۱۲

ف۲ یعنی باللسان اگلے منافقین یہود مراد ہیں ۱۲

ف۳ یعنی بالقلب ۱۲

ف۴ [illegible] تذبذب [illegible] تخویف اخروی ۱۲

ف۵ منافقین کی خباثت کا بیان ہے ۱۲

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید مراد آنست کہ ہر کہ در ملت اسلامیہ داخل شد اورا بتفصیل تصدیق این چیزہا باید کرد۔ واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی اصرار کردند ۱۲ ف۳ مترجم گوید از اینجا وعید منافقان بیان میفرماید واللہ اعلم ۱۲۔

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ

مسلمانوں کو چھوڑ کر ۹۳ کیا ڈھونڈتے ہیں ان کے پاس عزت سو

الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝۱۳۹ۭ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ

عزت تو اللہ ہی کے واسطے ہے ساری اور حکم اتار چکا تم پر قرآن میں کہ

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِھَا وَيُسْتَهْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا

جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے تو نہ بیٹھو

مَعَھُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ڮ اِنَّكُمْ اِذًا

ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات میں نہیں تو تم بھی

مِّثْلُھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ

انہیں جیسے ہوگئے اللہ اکٹھا کرے گا منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں

جَمِيْعَۨا ۝۱۴۰ۙ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ

ایک جگہ ف۱ وہ منافق جو تمہاری تاک میں رہیں پھر اگر تم کو

فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ

فتح ملے اللہ کی طرف سے تو کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ ف۱ اور اگر

لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ

نصیب ہو کافروں کو تو کہیں کیا ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو ف۲ اور

نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ

بچا دیا تم کو مسلمانوں سے ف۳ سو اللہ فیصلہ کرے گا تم میں

الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ

قیامت کے دن اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر

سَبِيْلًا ۝۱۴۱ۧ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ ۚ

غلبہ کی راہ ف۴ ف۹۴ البتہ منافق دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا

ع ۲۰ ۱۷

۱ تخویف اخروی ۱۲

۲ منافقین کی پالیک

نفاق کا بیان ہے رجب ۱۲

۲ منافقین سے نفاق کو بیان ہے رجب ۱۲

۹۳ یہ منافقین کی ایک خباثت کا بیان ہے کہ ظاہری طور پر تو وہ ایمان کا اظہار کرتے ہیں لیکن پوشیدہ طور پر ان کی دوستی کافروں سے ہے اور ان کی دلی ہمدردیاں بھی کافروں کے ساتھ ہیں اور جب وہ آپس میں بیٹھتے ہیں تو اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اس لئے ایمان والو تم ان سے الگ رہو۔ اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ان کے دلوں کے کھوٹ کا یہ حال ہے کہ ہر وقت تم پر مصیبت کے منتظر رہتے ہیں اور ان کی دورخی پالیسی کا نمونہ بھی دیکھ لو جب اللہ کی طرف سے تم کو کافروں پر فتح حاصل ہوتی ہے تو تم پر اپنا حق جتلاتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ تھے اور جہاد میں تمہارے شریک تھے اور اگر اتفاق سے کافروں کی فتح ہوگئی تو فوراً ان کے پاس پہنچکر ان پر اپنا احسان جتلاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی فوج کو بوجہ منافقت اور ظاہری اسلام اپنے کو مسلمانوں میں شامل کرتے رہے، تم پر غالب آچکے تھے مگر ہم نے اپنی خوش تدبیری سے لڑائی کا رخ بدل دیا اور تمہاری شکست فتح میں تبدیل ہوگئی یہ محض اس لئے ہوا کہ ہم نے تمہاری خفیہ طور پر مدد کی اور تمہیں پناہ دی اور مسلمانوں کو تم سے روک لیا۔

موضح قرآن ف۱ جو شخص ایک مجلس میں اپنے دین کے عیب سنے پھر انہی میں بیٹھے اگرچہ آپ نہ کہے وہ منافق ہے ف۲ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص راہ حق میں ہو اور گمراہوں سے بھی بنائے رکھے یہ بھی نفاق ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از زمرۂ شما ایم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی خواہ مخواہ شما را مصلحت دادیم کہ با مسلمانان بجنگید و نگذاشتیم کہ بمصلحت دیگر عمل کنید واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی سعی کردیم کہ ضرر مسلمانان بشما نرسد واللہ اعلم ۱۲ ۔ ف۴ مترجم گوید یعنی نشود کہ اسلام را مستأصل گردانند واللہ اعلم ۱۲ ۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ

اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں ہارے جی سے لوگوں کو دکھانے کو

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (۱۴۲) مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ

اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر تھوڑا سا ادھر میں لٹکتے ہیں دونوں کے بیچ

لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

نہ ان کی طرف اور نہ ان کی طرف اور جس کو گمراہ کرے اللہ تو ہرگز نہ

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (۱۴۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

پاوے گا تو اس کے واسطے کہیں راہ اے ایمان والو نہ بناؤ

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ

کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر ۹۴ کیا لیا چاہتے ہو

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (۱۴۴) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح بے شک منافق ہیں

فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا (۱۴۵)

سب سے نیچے درجہ میں دوزخ کے اور ہرگز نہ پاویگا تو ان کے واسطے کوئی مددگار

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا

مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور خالص

دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ

حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ اور جلد دے گا

اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (۱۴۶) مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ

اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب کیا کرے گا اللہ تم کو

بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (۱۴۷)

عذاب کر کے اگر تم حق کو مانو ۹۵ اور یقین رکھو اور اللہ قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا

سزا بجرائے منافقین ۱۲

تخویف اخروی برائے منافقین ۱۲

بشارت برائے مومنین مخلصین ۱۲

تخویف دنیوی برائے منافقین مع زجر ۱۲

۹۴ یہ خطاب بھی انہی لوگوں سے ہے جو منافقانہ طور پر مومن تھے اور کافروں سے دوستی رکھتے تھے یا یہ خطاب عام ہے مومنوں اور منافقوں سب کو شامل ہے قال ابن عطیۃ خطاب للمؤمنین یدخل فیہ بحکم الظاھر المنافقون المظھرون للایمان (بحر ج ۳ ص ۳۷۹) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یہ منافقین کے لئے تخویف اخروی ہے اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا یہ حکم مذکور سے استثنا ہے یعنی جن منافقوں نے نفاق سے توبہ کرلی اور دل کے اخلاص سے ایمان قبول کرلیا ان کو مذکورہ بالا عذاب نہیں ہوگا بلکہ جنت میں مخلص مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم پائیں گے۔

۹۵ یہ خطاب منافقوں سے ہے یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے انعامات کی قدر شناسی کرو اور اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ تو اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہیں بلاوجہ عذاب دے وہ تو قدر دان ہے اور سب کچھ جانتا ہے جو اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے اور اس پر خالص ایمان لائے وہ ضرور اسکو اچھا بدلہ دے گا۔

۹۶ یہ آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ سے متعلق ہے اور السوء من القول سے کلمہ کفر مراد ہے اور مَنْ ظُلِمَ میں ظلم سے جبر اور اکراہ مراد ہے مطلب یہ کہ پہلے منافقوں کو کافروں کی دوستی سے منع فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ وہ خالص ایمان لے آئیں یہاں فرمایا ہاں اگر کافر تم پر جبر کریں اور زبردستی تم سے کلمۂ کفر کہلوائیں تو اس وقت جان بچانے کے لئے کلمہ کفر زبان سے کہہ دو لیکن دل کی تصدیق اور خالص ایمان میں ذرہ بھر فرق نہ آنے پائے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (النحل ع ۱۴) وقال المنیر معناہ الا من

السبع

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ
اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو ۹۶
وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ
اور اللہ ہے سننے والا جاننے والا ف۱ اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی یا اسکو چھپاؤ ۹۷
اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾
یا معاف کرو برائی کو تو اللہ بھی معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے ف۲
اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ
جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اسکے رسولوں سے ۹۸ اور چاہتے ہیں کہ
یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ
فرق نکالیں اللہ میں اور اسکے رسولوں میں ف۳ اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو
وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ
اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں
سَبِیْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا
ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے
لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب ف۴ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور
رُسُلِهٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ
اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو ۹۹ ان کو جلد
یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۵۲﴾
دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۵
یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ
تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب کہ تو ان پر اتار لاوے لکھی ہوئی کتاب

ع ۲۱ ۱۱ ۱

۱ یہ متعلق ہے لا تتخذوا الکافرین اولیاء کے ساتھ ۱۲
۲ یعنی شر کا اثبات ۱۲
۳ یعنی الا من اکرہ ۱۲
۴ خطاب برائے مومنین مخلصین ۱۲
۵ زجر برائے اہل کتاب مع تخویف اخروی ۱۲
۶ بشارت برائے مومنین ۱۲
۷ زجر برائے یہود ان کے از راہ عناد سوال کرنے پر سوال کا جواب اگلے رکوع میں انا اوحینا الیک سے دیا گیا ہے ۱۲

اکرہ علی ان یجھر بالسوء کفرا او نحوہ فذالک مباح والایۃ فی الاکراہ (بحر ج ۳ صفحہ ۳۸۲) ۹۷ یہ خطاب مومنوں سے ہے یعنی اگر تم علانیہ کسی پر احسان کرو یا چھپا کر یا کسی کی غلطیوں سے درگذر کرو تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ باوجودیکہ قدرت کاملہ کا مالک ہے مگر پھر بھی گنہگاروں سے عفو و درگذر فرماتا ہے اس لئے بے شک منافقین کافروں سے دوستی رکھتے ہیں لیکن اس بناء پر تم ان کے خلاف اپنے دلوں میں بغض و عداوت اور انتقام کا جذبہ مت پیدا کرو بلکہ معاف کرو اور درگذر سے کام لو ممکن ہے تمہارا ایسا رویہ ان کے اخلاص کا باعث بن جائے ۹۸ یہ اہل کتاب یعنی یہود کے لئے زجر ہے و یریدون میں واؤ تفسیریہ ہے یعنی وہ چاہتے ہیں کہ اللہ پر تو ایمان لے آئیں لیکن اس کے تمام رسولوں پر ایمان نہ لائیں وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ بلکہ وہ کہتے ہیں ہم بعض رسولوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے یہ لوگ ایمان اور کفر کے درمیان ایک راستہ نکالنا چاہتے ہیں لیکن یاد رکھو یہ لوگ پکے کافر ہیں ان کے کفر میں رائی برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور وہ بالکل ان کافروں کی طرح پورے اور کامل کافر ہیں جو تمام پیغمبروں کے منکر ہیں والمعنی اولئک ہم الکافرون کفرا کاملا ثابتا حقا یقینا (کبیر ج ۳ صفحہ ۴۹۱) وَاَعْتَدْنَا سے تخویف اخروی ہے ۹۹ یہاں لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں آخرت میں نجات اور اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے سب پر ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ (ع ۴۰) میں فرمایا كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ ۱۰۰ یہ بھی یہود کے لئے زجر ہے۔ یہود ضد و عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ آپ ان کے لئے اللہ کی طرف سے دفعۃً ایک کتاب لے آئیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات

موضح قرآن ف۱ یعنی کسی میں عیب دین یا دنیا معلوم کرے تو اس کو مشہور نہ کرے کیونکہ اللہ سنتا جانتا ہے وہ ہر کسی کو جزا دے گا اسی کو غیبت کہتے ہیں اس میں مظلوم کو روا ہے کہ ظالم کا ظلم بیان کرے اسی طرح اور بھی کئی مقام ہیں جن میں غیبت روا ہے یہ حکم یہاں شاید اس پر فرمایا کہ منافق کا نام مشہور نہ کرے جیسے حضرت نے مشہور نہیں کیا۔ اس میں اس کا دل زیادہ بگڑتا ہے پیہم نصیحت کرے منافق آپ سمجھ لیگا اس میں شاید ہدایت پاوے ف۲ یعنی منافق کو چاہو کہ صادق کرو تو ظاہر کے طعن سے چھپا سمجھانا بہتر ہے اور درگذر خوب ہے اللہ بھی جانتا بوجھتا بندوں سے درگذر کرتا ہے ف۳ یہاں سے ذکر ہے یہود کا۔ قرآن میں اکثر ان کا اور منافقوں کا ذکر اکٹھا ہی فرمایا ہے اور اللہ کا ماننا یہی ہے کہ زمانے کے پیغمبر کا حکم مانے اس بغیر اللہ کا ماننا غلط ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بخدا ایمان آرند و بہ پیغمبراں ایمان نیارند ۱۲ ف۲ مترجم گوید از ینجا خدائے تعالیٰ دو شبہ یہود میکند کہ قرآن چرا یکدفعہ مثل الواح موسیٰ نازل نشد و ایں سخن ممتد است تا یاہل الکتاب لاتغلوا فی۔ واللہ اعلم ۱۲

لائے تھے تو پھر وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے آیت کے اس حصے میں اسی سوال کا ذکر ہے اس کے بعد پورے رکوع میں یہود کے لئے زجر ہیں اور ان کی بدباطنی اور شرارت نفس کا ذکر ہے کہ ان کا یہ سوال کوئی نئی بات نہیں بلکہ ان کی پوری تاریخ ہی اس قسم کی شرارتوں سے بھری پڑی ہے پھر اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ (ع ۲۳) سے اصل سوال کا جواب دیا گیا ہے ۱۰۱ یہ یہود کی ایک شرارت کا ذکر ہے یعنی آپ سے تو انھوں نے یہی سوال کیا ہے کہ دفعۃً کتاب لائیں۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو انھوں نے یہاں تک مطالبہ کردیا تھا کہ جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھیں گے اس وقت تک نہیں مانیں گے اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں سامری کے گوسالہ کی پرستش بھی کی تھی حالانکہ مسئلہ توحید ان پر واضح کیا جاچکا تھا ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ میں ثُمَّ ترتیب کے لئے نہیں بلکہ محض

السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا

آسمان سے ۱۰۱ سو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز ۱ اور کہا ہم کو دکھلا دے

اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ

اللہ کو بالکل سامنے سو آ پڑی ان پر بجلی ان کے گناہ کے باعث پھر

اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

بنا لیا بچھڑے کو (معبود) بہت کچھ نشانیاں پہنچ چکنے کے بعد

فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا اور دیا ہم نے موسیٰ کو غلبہ صریح

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا

اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ قرار لینے کے واسطے اور ہم نے کہا ان سے داخل ہو

الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا

دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور ہم نے کہا کہ زیادتی مت کرو ہفتہ کے دن میں اور ہم نے ان سے لیا

مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ

قول مضبوط ان کو جو سزا ملی سو ان کی عہد شکنی پر اور

كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ

منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے ۱۰۲ اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور

قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ

اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے ۱۰۳ سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کردی ان کے دل پر کفر کے سبب سو ایمان نہیں لاتے

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا

مگر کم اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان

عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح ۱۰۴ عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

منزل ۱

تعقیب ذکری کے لئے ہے کیونکہ گوسالہ کی پرستش کا واقعہ مذکورہ سوال (ارنا اللہ جہرۃ) سے پہلے کا ہے۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ یہ ان کی انتہائی سرکشی اور نافرمانی کا بیان ہے۔ وہ انتہائی سرکش تھے ہم نے ان پر کوہ طور اٹھا کر ان سے اطاعت کا عہد لیا۔ ہم نے ان سے کہا کہ تم شہر میں جاؤ اور اللہ کے گھر میں اس کی عبادت بجالاؤ نیز ہم نے ہفتہ کے دن ان کو مچھلی کا شکار کرنے سے منع کردیا تھا اور ان تمام چیزوں کا ہم نے ان سے پختہ عہد لیا تھا مگر انھوں نے نہ صرف ان عہود و مواثیق کو توڑا بلکہ اور بھی بہت بڑے سنگین جرموں کا ارتکاب کیا جس کے نتیجہ میں انھیں طرح طرح کی سزائیں دی گئیں ۱۰۲ با سببیہ اور ما زائدہ ہے یہاں سے یہود کی ان شرارتوں کا بیان ہے جو ان کی سزا کا سبب ہوئیں جس کا ذکر آگے حرمنا علیہم طیبات میں آرہا ہے چنانچہ نقضھم۔ وبکفرھم وقولھم۔ وبصدھم واخذھم الربوا اور واکلھم اموال الناس یہ سب فبما نقضھم پر معطوف ہیں اور سب حرمنا سے متعلق ہیں یعنی ان کی یہ تمام شرارتیں ہی اس بات کا سبب بنیں کہ ہم نے بطور سزا بعض حلال چیزیں ان پر حرام کردیں ۱۰۳ غُلْفٌ۔ غِلَافٌ کی جمع ہے جس کے معنی ظرف کے ہیں۔ یہودی کہتے تھے ہم خود اہل کتاب ہیں اور ہمارے دل علوم و معارف سے پُر ہیں اور ہم کافی لکھے پڑھے ہیں اور پہلے سے ہی ہدایت پر ہیں اس لئے ہمیں قرآن کی ضرورت نہیں ای اوعیۃ للعلم فنحن مستغنون بما عن غیرہ قالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعطاء (روح ج ۶ ص ۹) بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بل ترقی کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر جباریت مار دی ہے اس لئے اب ہدایت اور علم کی کوئی بات ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوسکتی ۱۰۴ یہ بھی یہود کا ایک جھوٹا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کردیا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یہاں ان کے غلط دعوے کی تردید فرمائی کہ عیسیٰ ابن مریم کو قتل کرنا تو درکنار انھوں نے اس کو سولی پر چڑھایا تک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے خبیث ہاتھوں سے بچا لیا۔ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اس کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل ایک دوسرے شخص پر ڈال دی گئی اور اسے ان کا شبیہ اور ہم شکل بنا دیا گیا جسے یہودیوں نے مسیح سمجھ کر سولی دے دی جیسا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دینے کے لئے گرفتار کرنے گئے تو ایک شخص طیطانوس نامی کو اس مکان میں داخل کیا جس میں حضرت مسیح علیہ السلام تھے جب طیطانوس اندر داخل ہوا تو مسیح علیہ السلام کو وہاں نہ پایا کیونکہ اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا اور طیطانوس کو ان کا ہم شکل بنا دیا وہ باہر نکلا تو یہودیوں نے اسے مسیح سمجھ کر سولی پر لٹکا دیا۔ چونکہ یہ شخص سخت ترین شریر تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اس سے سخت اذیت پہنچی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس کی شرارتوں کا بدلہ دیدیا۔ دوم یہ کہ ولکن شبہ لھم (یعنی معاملہ ان کے لئے مشتبہ کردیا گیا) یہ ان یہودیوں کے بارے میں ہے جو اپنے آباؤ اجداد کی تقلید میں کہتے چلے آرہے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دیدی گئی اور یہ شبہ میں ڈالنے والے زمانہ مسیح کے

۱ یہود از راہ عناد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اس قسم کے سوال کرتے تھے ۱۲۔

۲ ثم تعقیب ذکری کے لئے ہے ۱۲۔

۳ یہاں سے اسباب کا ذکر ہے بطور زجر اور ان اسباب کا حکم بطور سزا حرمنا علیہم طیبات میں مذکور ہے ۱۲۔

علماء ہو رہے تھے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ہاتھوں سے نکل گئے تو انہوں نے غلطی کسی کو پکڑ کر پھانسی دیدی اور کسی کو اسے دیکھنے نہیں دیا اور نہ کسی کو اس کے قریب آنے دیا اور پھر اسے دفن کر دیا اور لوگوں میں یہ بات مشہور کر دی کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو پھانسی دیدی ہے اس سے لوگوں کو شبہ پڑ گیا کہ شاید ایسا ہی ہوا اور اس معاملے کا چونکہ عینی اور چشم دید گواہ کوئی نہیں تھا اس لئے یہ بات شبہے سے آگے بڑھ کر یقین کی حد تک نہ پہنچی یہ قول حضرت مولانا انور شاہ صاحب نے امام ابن حزم کی کتاب الملل والنحل سے عقیدۃ الاسلام (ص ۱۰۱) میں نقل کیا ہے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے **۱۰۵** وما قتلوہ کا اعادہ تاکید کے لئے ہے یعنی کسی قسم کا قتل واقع نہیں ہوا نہ سولی سے نہ بغیر سولی کیونکہ نفی مطلق قتل کی ہے اور یقیناً نفی قتل کی تاکید ہے اور مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو ہرگز قطعاً قتل نہیں کیا اور عدم قتل نہایت ہی پختہ اور ثابت شدہ حقیقت ہے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں وما قتلوہ حقاً اس پر علامہ ابوحیان لکھتے ہیں فانتصابہ علی انہ مؤکد لمضمون الجملۃ المنفیۃ کقولک ما قتلوہ حقاً ای حق انتفاء قتلہ حقاً (بحر ج ۳ ص ۳۹۱) اسی طرح امام نسفی لکھتے ہیں وما قتلوہ حقاً فیجعل یقیناً تاکیداً لقولہ وما قتلوہ ای حق انتفاء قتلہ حقاً (مدارک ج ۱ ص ۲۶۴) بل رفعہ اللہ الیہ یعنی جس کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے اسے تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ان آیتوں کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی میں احادیث نبویہ حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں جیسا کہ مولانا انور شاہ صاحب نے التصریح میں ان کو ذکر کیا ہے اور پھر اس عقیدہ پر امت کا اجماع بھی ہے کما فی البحر المحیط وعقیدۃ الاسلام۔ اس مسئلہ کی مزید تحقیق و تفصیل کیلئے عقیدۃ الاسلام از مولانا سید انور شاہ رح کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۰۶ اس آیت کے دو معنی ہیں اول یہ کہ بہ کی ضمیر حقیقۃ ما قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی صداقت) کی طرف راجع ہے اور موتہ کی ضمیر مجرور کا مرجع اہل الکتب ہے اور ویکون علیہم شہیدا میں یکون کا اسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مطلب یہ کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لے آئیگا جیسا کہ ایک اور آیت سے اسکی تائید ہوتی ہے سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (حم السجدۃ ع ۶) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن شہادت دیں گے کہ اے اللہ میں نے انہیں پیغام حق پہنچا دیا تھا لیکن انہوں نے نہیں مانا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے نزدیک یہی معنی راجح ہے

رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ
جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا و لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے
وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ
اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو
مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿١٥٧﴾ بَلْ
اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بیشک بلکہ
رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾ وَاِنْ
اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف ۱۰۵ اور اللہ ہے زبردست حکمت والا ف۱ اور جتنے
مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ
فرقے ہیں اہل کتاب کے سو عیسیٰ پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے ۱۰۶ اور
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ
قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ ف۲ ف۱ سو یہود کے
الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ
گناہوں کی وجہ سے ۱۰۷ ہم نے حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان پر حلال تھیں اور
بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ
اس وجہ سے کہ روکتے تھے اللہ کی راہ سے بہت ف۳ اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے اور
قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ
ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق اور
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ
تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے واسطے جو ان میں ہیں عذاب دردناک ف۲ لیکن جو پختہ ہیں
فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ
علم میں ان میں ۱۰۸ اور ایمان والے سو مانتے ہیں اس کو جو نازل ہوا

۱؎ اس لفظ سے تمام اسباب مذکورہ کا تعلق کیا گیا ہے بوجہ بعد عہد ۱۲۔
۲؎ یہ تمام اسباب مذکورہ کا بطور سزا حکم ہے ۱۲۔
۳؎ یہ بہ تشتیر پر معطوف ہے ۱۲
۴؎ بشارت برائے مؤمنین اہل کتاب ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہود کہتے ہیں کہ ہم نے مارا عیسیٰ کو اور مسیح اور رسول خدا نہیں کہتے یہ اللہ نے ان کی خطا ذکر فرمائی اور فرمایا کہ اسکو ہرگز نہیں مارا حق تعالیٰ نے اس کی ایک صورت انکو بنادی اس صورت کو سولی پر چڑھایا پھر فرمایا کہ نصاریٰ بھی اول سے یہی کہتے ہیں کہ مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہے لیکن تحقیق نہیں سمجھتے کئی باتیں کہتے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ بدن کو مارا ان کی روح اللہ پاس چڑھ گئی بعضے کہتے ہیں مارا تھا پھر تین روز میں زندہ ہو کر بدن سے چڑھ گئے ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کو نہیں مارا سو یہ خبر اللہ کو ہے اس نے بتایا کہ اس کی صورت کو مارا اور ان کے پکڑتے وقت نصاریٰ سرک گئے تھے اور یہود بھی نہ پہنچے تھے اس آن کی خبر ان کو نہ آن کو ف۲ حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ مرے نہ تھے ف۳ یعنی اوپر سے سب شرارتیں ان کی جو ذکر کیں بعضی پہلے ہوئیں اور بعضی پیچھے لیکن مجمل یہ کہ گناہ پر دلیر تھے اس واسطے ان کے لئے شریعت سخت رکھی کہ سرکشی توڑے۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید اگر گوئی انکار عیسیٰ بعد نزول توریت کردہ بودند و تحریم لحوم ابل و تحریم ذی ظفر در توریت مذکور بود پس چگونہ جزاء انکار عیسیٰ باشد گوئیم نزدیک این بندہ ظاہر آنست کہ مراد از تحریم طیبات موقوف داشتن نعمتہائی است کہ سابق ایشانرا دادہ بودند از بادشاہی و ثبوت و نصرت وغیر آن و این مشابہ این آیہ است ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ الآیۃ وایں آیت وحرام علی قریۃ اہلکناہا و بعینہٖ جمیع کلام باہم مربوط باشد واللہ اعلم ۱۲

اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَالۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ وَ

تجھ پر اور جو نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آفرین ہے نماز پر قائم رہنے والوں کو اور

الۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ

جو دینے والے ہیں زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر

اُولٰٓئِكَ سَنُؤۡتِيۡهِمۡ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿١٦٢﴾ اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ

سو ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب ہم نے وحی بھیجی تیری طرف

ع ٢٢ ٢

كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ

جیسے وحی بھیجی نوح پر ف۱ اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے اور وحی بھیجی

اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ

ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر

وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ ۚ وَاٰتَيۡنَا

اور عیسیٰ پر اور ایوب پر اور یونس پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی

دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿١٦٣﴾ ۚ وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ

داؤد کو زبور اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو اس

قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى

سے پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے

تَكۡلِيۡمًا ﴿١٦٤﴾ ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ

بول کر بھیجے پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے

لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا

لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد ف۳ اور اللہ زبردست ہے

حَكِيۡمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشۡهَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكَ اَنۡزَلَهٗ

حکمت والا ف۴ لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے

دوئم یہ کہ بہ اور موتہ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور یکون کا اسم بھی حضرت مسیح ؑ ہی ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ان کے آسمان سے اترنے کے بعد اور ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر صحیح ایمان لائیں گے کہ تبک وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ابن اللہ نہیں ہیں۔ اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر شہادت بھی دیں گے جس کا ذکر سورہ مائدہ کے آخر میں ہے ۱۰۷ پہلے فبما نقضہم و قولہم، وکفرہم وقتلہم سے یہود کی خباثتیں بیان کیں اور ان کی جزا بیان نہیں کی تھی اس لئے بعد عہد کی وجہ فبظلم کی جامع تعبیر سے ان کی خباثتوں کے ذکر کا اعادہ کیا اور پھر حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ سے ان کی سزا بیان کی یعنی یہ حرمت طیبات کا حکم ان مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر نافذ کیا گیا اور ان شرارتوں کی ان کو یہ سزا دی گئی کہ بعض حلال اور پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں۔ لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہاں طیبات سے وہ چیزیں مراد نہیں ہیں جو سورہ انعام کی اس آیت میں مذکور ہیں وَعَلَى الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا كُلَّ ذِىۡ ظُفُرٍ الآیۃ (انعام ع ۱۸) کیونکہ یہ چیزیں تو انجیل سے پہلے ہی حرام ہو چکی تھیں لہذا ان کی حرمت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی سزا کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے اس لئے یہاں مراد یہ ہے کہ حکومت اور باقی انعامات ان سے چھین لئے گئے وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ الخ یہ ان کے لئے تخویف اخروی ہے ۱۰۸ یہ ان علماء اہل کتاب کیلئے بشارت ہے جو آخری پیغمبر اور آخری کتاب پر ایمان لے آئے تھے یہ پہلی زجروں سے متعلق ہے یعنی یہ یہود تو ایسی خباثتیں کرتے چلے آئے ہیں اور کرتے رہیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے اور قرآن کو نہیں مانتے مگر ان میں جو راسخ فی العلم علماء ہیں وہ تو سب کچھ مان چکے ہیں وہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لاتے ہیں اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر بھی ایمان لا چکے ہیں ۱۰۹ یہ يَسۡئَلُكَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ یہود کو زجروں اور تخویفوں کے بعد اب یہاں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے جو اس سے پہلے رکوع میں گذر چکا ہے یعنی آہستہ آہستہ وحی بھیجنا کوئی آپ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر گذرے ہیں حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب کی طرف اسی طرح آہستہ آہستہ وحی بھیجی جاتی تھی ھذا متصل بقولہ يَسۡئَلُكَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ اَنۡ تُنَزِّلَ عَلَيۡهِمۡ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ ھذا علم تعالیٰ الیہ امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ یہ اس سوال کا جواب ہے جو پچھلے رکوع کی ابتدا میں مذکور ہوا ۱۲۔

۲۔ یعنی داؤد علیہ السلام کی عظیم الشان کتاب زبور بھی۔ تھوڑی تھوڑی نازل ہوئی ۱۲۔

۳۔ یعنی تورات کے علاوہ باقی وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی متفرق طور پر نازل ہوئی ۱۲

۴۔ اگرچہ قرآن آہستہ آہستہ نازل ہوتا ہے لیکن خود قرآن ہی اپنے منزل من اللہ ہونے پر شاہد ہے ۱۲۔

بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۭ

اپنے علم کے ساتھ ١١٠ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنیوالا ف

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ

جو لوگ کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے

ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا

وہ بہک کر دور جا پڑے جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا

لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا

ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں ان کو اور نہ دکھلائے گا ان کو سیدھی راہ مگر

طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى

راہ دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ اور یہ

اللّٰهِ يَسِيْرًا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ

اللہ پر آسان ہے اے لوگو تمہارے پاس رسول آ چکا

بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ

ٹھیک بات لے کر تمہارے رب کی سو مان لو تاکہ بھلا ہو تمہارا اور اگر

تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ

نہ مانوگے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور ہے

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا

اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ف١ اے کتاب والو مت مبالغہ کرو

فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا

اپنے دین کی بات میں ١١١ اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر پکی بات بے شک

الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ

مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا ١١٣ اور اس کا کلام ہے

كامر من تقدم من الانبياء (قرطبي ج ٦ ص ٥) فالله تعالى اجاب عن هذه الشبهة بان هؤلاء الانبياء الاثني عشر كلهم كانوا انبياء ورسلا مع ان واحدا منهم ما اتى بكتاب مثل التوراة دفعة واحدة (كبير ج ٣ ص ٥٠٩) اور زبوراً میں تنوین تعظیم کے لئے ہے اور زبور کا علیحدہ ذکر کرکے اس طرف اشارہ فرمایا کہ زبور جیسی شاندار کتاب بھی متفرق طور پر نازل ہوئی۔ گیارہ پیغمبروں کا نام بنام ذکر کرکے بعد میں فرمایا کہ ان کے علاوہ بہت سے رسول ایسے بھی گذرے ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا ان پر بھی تمام احکام کی وحی دفعۃً نازل نہیں ہوئی تھی وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا باقی رہا تمہارا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دلیل لانا کہ ان پر تورات ایک ہی دفعہ نازل ہوئی تھی تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی تورات ہی میں منحصر نہیں تھی تورات کے علاوہ بھی ان پر وحی آتی تھی اور وہ تھوڑی تھوڑی ہی نازل ہوتی تھی ١١٠ یہ اگر قرآن کو نہیں مانتے اور اس پر اعتراضات کرتے ہیں تو اس سے اس کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آسکتا اس بات کی گواہی تو خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے کہ اس کو اسی نے ہی نازل کیا ہے کیونکہ ایسی جامع۔ بلند مضامین والی اور معجز کتاب غیر اللہ کی طرف سے نہیں ہوسکتی اس طرح قرآن خود ہی مشہود بہ اور خود ہی مشہود علیہ ہے پھر اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا سے تخویف اخروی ہے یعنی اے یہود اب بھی وقت ہے کفر وانکار اور ضد وعناد سے باز آجاؤ اور ایمان لے آؤ ورنہ یاد رکھو اللہ کے قبضہ سے نہیں بچ سکتے ہو کیونکہ ساری کائنات اس کے تصرف واقتدار کے تحت ہے وہ تمہیں اس کی سخت سزا دے گا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ سے خطاب عام کرکے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی کہ اس پر ایمان لاؤ اور مسئلہ توحید مان لو اور اللہ کے سوا حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو پکارنا چھوڑ دو کیونکہ وہ الٰہ نہیں ہیں الٰہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ١١١ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب نصاریٰ سے ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو الٰہ انہوں نے ہی بنایا تھا لیکن امام نسفی فرماتے ہیں کہ یہ خطاب یہود ونصاریٰ دونوں سے ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ پہلے کی تمام زجریں یہود سے متعلق ہیں یعنی اے یہود عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں برا نہ کہو اور وہ معبود نہیں اور آخری پیغمبر پر بھی اعتراض نہ کرو دونوں کو مانو۔ ہاں تین خدا مت کہو (ولا تقولوا ثلثة) غلو کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں اور یہ دونوں فریق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے گذر چکے تھے یہودی ان کی شان میں گستاخی کرتے اور کہتے تھے کہ العیاذ باللہ وہ زانیہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ ان کو ان کے رتبے سے بڑھا کر خدا کا بیٹا اور اس کا نائب سمجھنے لگے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دونوں جماعتوں کو ان کے بارے میں غلو اور تجاوز عن الحد سے منع فرمایا۔ لاتجاوزوا الحد فغلت اليهود في حط المسيح عن منزلته حتى قالوا انه ابن الزنا وغلت النصارى في رفعه عن مقداره حيث جعلوه ابن الله (مدارك ج ١ ص ٢٠٦) ١١٣ حضرت مسیح مریم صدیقہ کا بیٹا ہے جو معجزانہ طور پر محض کلمہ کن سے بغیر باپ حضرت

ربط تخویف اخروی برائے کفار از کتاب ۔١٢

ربط ٢ توجہ کی ترغیب ۔١٢

ربط ٣ زجر برائے یہود یعنی نہ اس پیغمبر پر از راہ عناد سوال کرو اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کو برا کہو دونوں اللہ کے رسول ہیں ١٢۔

موضح قرآن ف یعنی وحی ہر پیغمبر کو آتی رہی ہے کچھ نیا کام نہیں پر اس کلام میں اللہ نے اپنا خاص علم اتارا۔ اور اللہ اس حق کو ظاہر کر دے گا۔ چنانچہ ظاہر ہوا کہ جس قدر ہدایت اس نبی سے ہوئی اور کسی سے نہ ہوئی۔

فتح الرحمٰن ف١ مترجم گوید از اینجا شروع میفرماید در رد شبہ نصاریٰ واللہ اعلم ١٢

موضح قرآن ف١ یعنی عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تیری مرضی ونامرضی معلوم ہوتی تو اس پر چلتے یہ اللہ کی حکمت اور تدبیر ہے۔ اور اگر زبردستی کرے تو اس کی حاجت نہیں۔

فتح الرحمٰن ف١ یعنی تا نگوید کہ تقصیر ما نیست چہ نزدیک ما نیامد ١٢۔

اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ز فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ قف
جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اسکے رسولوں کو
وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ط اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ
اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا تمہارے واسطے بیشک اللہ معبود ہے
وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م لَهٗ مَا فِى
اکیلا اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا لَنْ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز ف
يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ
مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا ١١٣ اور نہ فرشتوں کو
الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے
فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ
سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ
ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے تو ان کو پورا کرے گا ان کا ثواب اور
يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ج وَاَمَّا الَّذِيْنَ
زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے
اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا لا
عار کی اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دیگا عذاب دردناک
وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾
اور نہ پاویں گے اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

وقف لازم ۳۳ ع ۹ ۳

ا خطاب ہے نصاریٰ کو ضمناً یعنی عیسےٰ علیہ السلام کو برا بھی نہ کہو اور ان کو معبود بھی نہ بناؤ ١٢ -

٢ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو معبود نہ ماننے میں ان کی توہین نہیں ١٢ -

٣ تخویف اخروی ١٢

٤ بشارت اخروی ١٢

٥ تخویف اخروی ١٢ -

مریم کے بطن سے پیدا ہوئے اور وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اس لئے انھیں ابن زانیہ مت کہو بلکہ دوسرے انبیا علیہم السلام کی طرح ان پر بھی ایمان لاؤ اور عیسائیوں سے فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ یعنی تین خدا مت کہو الٰہ تو ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ مت کہو بلکہ ان کو اللہ کا رسول مانو ١١٣ یہ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ سے متعلق ہے استنکاف کے معنی ناک بھوں چڑھانے کے ہیں یعنی اس میں حضرت عیسے علیہ السلام کی توہین یا تخفیف نہیں کیونکہ وہ تو خود اللہ کی عبادت سے نفرت نہیں کرتے اور اس کا بندہ اور عابد ہونے سے ناک بھوں نہیں چڑھاتے پھر تم انہی کو معبود بناتے ہو یہی حال فرشتوں کا ہے وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ زجر ہے اور فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بشارت اخروی ہے وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْکَفُوْا الخ تخویف اخروی ہے ١١٤ یہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کی ترغیب ہے اور پھر فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا سے ایمان لانے والوں کے لئے اخروی بشارت ہے برھان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نور سے قرآن مجید مراد ہے ای رسولہ یبھر المنکرین بالاعجاز (وانزلنا الیکم نورا مبینا) قرآنا یستضاء بہ فی ظلمات الحیرۃ (مدارک ج ا ص٢٠٢) یعنی برہان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو بذریعہ معجزات منکرین پر غالب آئے اور نور مبین سے مراد قرآن ہے جس کے ذریعے شکوک وشبہات اور حیرت کے اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح امام ثوری اور حسن سے منقول ہے (برھان من ربکم) یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم.... والنور المنزل ھو القرآن (قرطبی ج ٦ ص٢٧) علی ہذا حضرت ابن عباس رض۔ مجاہد۔ قتادہ۔ سدی سے بھی یہی منقول ہے (روح ج ٦ ص ٤٢)

موضح قرآن ف١ یہ خطاب ہے نصاریٰ کو کہ اللہ کو تین جگہ بتاتے ہیں باپ، بیٹا اور روح القدس فرمایا کہ دین کی بات میں مبالغہ عیب ہے ایک شخص سے اعتقاد ہو تو اس کی تعریف میں حد سے نہ بڑھے جتنی بات تحقیق ہو وہی کہے اور فرمایا کہ فی الحقیقت بیٹا جننے یہ اللہ کو لائق نہیں اور بیٹا کرے تو اس کو پیش کار کی حاجت نہیں وہ بس ہے کام بنانے والا۔

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَ

اے لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند ف۱ اور

أَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿۱۷۴﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا۟

اتاری ہم نے تم پر روشنی واضح سو جو لوگ ایمان لائے

بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا۟ بِهِۦ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِى رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ

اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کریگا اپنی رحمت میں اور

فَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿۱۷۵﴾

فضل میں اور پہنچا دے گا ان کو اپنی طرف سیدھے راستہ پر

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِى الْكَلَٰلَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌا۟

حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہہ دے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا ف۱۱۵ اگر کوئی مرد

هَلَكَ لَيْسَ لَهُۥ وَلَدٌ وَلَهُۥٓ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ

مر گیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کے ایک بہن ہے ف۱ تو اس کو پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑ مرا

وَهُوَ يَرِثُهَآ إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَإِن

اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے بیٹا ف۱۱۶ پھر اگر

كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا

بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی اس مال کا جو

تَرَكَ ۚ وَإِن كَانُوٓا۟ إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً

چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہوں اسی رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں

فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللَّهُ

تو ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے بیان کرتا ہے اللہ

لَكُمْ أَن تَضِلُّوا۟ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌۢ ﴿۱۷۶﴾

تمہارے واسطے تاکہ تم گمراہ نہ ہو ف۱۱۷ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے ف۱۱۸

ع ۲۴

منزل ۱

ط۱ آخری رسول اور آخری کتاب پر ایمان لانے کی ترغیب ۱۲۔

ط۲ بشارت برائے مومنین ۱۲۔

ط۳ آخر میں احکام وراثت میں سے ایک حکم پر تنویر ہے ۱۲۔

ط۴ سورت کے آخر میں بھی احکام کا ذکر کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس سورت میں اصل مقصد احکام کا بیان تھا ۱۲۔

ف۱۱۵ یہ سورت کا خاتمہ ہے اور احکام رعیت میں سے حکم وراثت پر تنویر ہے یعنی مسئلہ کلالہ پر چونکہ کلالہ کی بعض صورتیں گذشتہ آیت میں مذکور نہ تھیں اس لئے ان کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو اس کے جواب میں تفصیلی شقوں کے ساتھ یہ آیت نازل ہوئی۔ نیز ابتدا سورت کی ابتدا میں احکام کا بیان تھا اس لئے خاتمہ میں بھی احکام بیان کرکے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اس سورت کا اصلی مقصد بیان احکام ہے اور اس سورت کا ربط آل عمران سے یہ بھی ہے کہ اس میں عدم اعتقاد عبادت و پکار کے اعتبار سے شرک کی نفی تھی یہاں عدم اعتقاد احکام کے اعتبار سے شرک کی نفی ہے یہی وجہ ہے احکام میراث کی مخالفت اور قتل عمد پر خلود فی النار کی وعید سنائی گئی جیسا کہ ومن یقتل مومنا متعمدا کے تحت گذر چکا ہے۔ کلالہ کا حکم پہلے رکوع ۲ میں بھی گذر چکا ہے یہاں پھر اس کا حکم بیان کیا گیا ہے بظاہر دونوں حکموں میں تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تضاد نہیں کیونکہ کلالہ (یعنی جس کے اصول و فروع میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو) اگر مر جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ اس کے مادری بھائی بہنیں اس کے وارث ہوں دوم یہ کہ پدری ہوں سوم یہ کہ عینی ہوں تینوں کے احکام مختلف ہیں دوسرے رکوع میں پہلی صورت کا حکم بیان کیا گیا تھا اب یہاں باقی دو صورتوں کا حکم بیان کیا گیا ہے اس لئے یہاں اُخْتٌ سے عینی (ماں باپ دونوں کی طرف سے) اور پدری بہن مراد ہے۔ والمراد بالاخت الاخت من الابوین والاب لان الاخت من الام فرضها السدس وقد مر بیانه فی صدر السورة الکریمة (روح ج ۶ ص ۴۲) اس آیت میں کلالہ کی وراثت کی چار صورتیں کو ہیں پہلی صورت وَلَهُۥٓ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ یعنی اگر کلالہ کے ورثا میں صاحب فرض صرف اس کی مذکورہ بالا بہن ہی ہو تو ترکہ کا نصف اسے بطور فرض ملیگا اور باقی عصبات میں تقسیم ہوگا اگر عصبات نہ ہوں تو باقی نصف بھی بطور رد کلالہ کی بہن کو ملیگا ف۱۱۶ یہ دوسری صورت ہے اگر بھائی وارث ہو اور اس کی بہن مر جائے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہو تو بھائی اسکے سارے ترکہ کا وارث ہوگا ای الاخ یرث الاخت جمیع مالها ان قدر الامر علی العکس من موتها وبقائه (مدارک ج ۱ ص ۲۰۷) تیسری صورت فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ اور اگر کلالہ کی دو بہنیں ہوں تو ان کو بدستور مذکور ترکہ کا دو تہائی (۲/۳) ملیگا۔ چوتھی صورت وَإِن كَانُوٓا۟ إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً اور اگر کلالہ کے ورثا اس کے بھائی اور بہنیں مخلوط ہوں تو ترکہ کی تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے طریق پر ہوگی یعنی ترکہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ بہن کو بھائی سے نصف ملے ف۱۱۷ یہاں۔ أَن تَضِلُّوا۟ سے پہلے کراہۃ مضاف مقدر ہے اور یُبَیِّنُ کا مفعول لہ ہے بصرہ کے نحویوں اور امام مبرد کی رائے یہی ہے فقدره البصری والمبرد وغیره کراهة ان تضلوا (البحر ج ۳ ص ۴۰۹) یعنی اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے کھول کر حال بیان کرتا ہے کیونکہ وہ تمہارے سیدھی راہ سے بھٹک جانے کو پسند نہیں کرتا۔ کوفیوں۔ امام فراء۔ زجاج اور کسائی کے نزدیک یہاں اَنْ سے پہلے لام اور اس کے بعد لا مقدر ہے ای لئلا تضلوا (روح) یعنی اللہ تعالیٰ احکام اسلئے بیان کرتا ہے کہ تم بھول اور بھٹک نہ جاؤ ف۱۱۸ اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی اور موت سے متعلقہ تمام احوال و واردات کو خوب جانتا ہے اور اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اس لئے وہ تمہارے لئے احکام بیان فرماتا ہے جس میں تمہاری مصلحت اور تمہارا دینی اور دنیوی فائدہ ہو۔

تفسیر سورۂ نساء بوقت ۸/۱ ۷ بجے صبح بتاریخ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ بروز ہفتہ ختم ہوئی فالحمد للہ اولا و آخرا

موضح قرآن ف۱ کلالہ کے معنی ہار ضعیف یہاں فرمایا اسکو جس کے وارثوں میں باپ اور بیٹا نہیں کہ اصل وارث وہی تھے تو اس وقت سگے بہن بھائی کو بیٹی بیٹا کا حکم ہے سگے نہ ہوں تو یہی حکم سوتیلوں کا۔ نری ایک بہن کو آدھا اور دو کو دو تہائی اور ملے ہوں بھائی بہن۔ تو مرد کو حصہ دوہرا عورت کو اکہرا اور جو نرے بھائی ہوں تو ان کو فرمایا کہ وہ بہن کے وارث ہیں یعنی حصہ میں معین نہیں وہ عصبہ ہیں فائدہ اگر بیٹی ہو اور بہن ہو تو حصہ بیٹی کو اور بہن عصبہ ہے یعنی حصہ داروں سے بچے سو وہ لے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی اعیانی و اگر نباشد علاتی قائم مقام اعیانی بود ۱۲۔

سُورۂ نسائمیں آیاتِ توحید

مع مختصر خلاصجات

۱۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (ع ۶) نفیِ شرک فی الدعاء

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (ع ۷) نفیِ شرک ہمہ اقسام

۳۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ (ع ۱۱) نفیِ شرک ہمہ اقسام

۴۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (ع ۱۸) نفیِ شرک ہمہ اقسام۔

۵۔ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ (ایضًا) نفیِ شرکِ اعتقادی۔

۶۔ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۔ تا ۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (ایضًا) نفیِ شرکِ فعلی۔

۷۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (ع ۲۳) نفیِ شرکِ اعتقادی وفعلی

۸۔ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا (ع ۲۴) نفیِ شرک اعتقادی وفعلی۔

آج بروز ہفتہ بتاریخ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۶۳ء سورۂ نسار کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للّٰہ اولًا وآخرًا والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ دائمًا ابدًا وعلٰی سائر عبادہ الصالحین لیلًا ونہارًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۂ مائدہ

نام اس سورت کا نام مائدہ ہے جو اسی سورت کے رکوع ۱۵ کی آیت (۴) اور (۶) سے ماخوذ ہے یعنی هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ اور اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ

ربط سورۂ مائدہ کو ماقبل سے تین طرح کا ربط ہے۔ اول ربط اسی جیسا کہ سورۂ فاتحہ وغیرہ میں گذر چکا ہے۔ دوم سورۂ بقرہ میں وہ تمام مضامین ذکر کیے گئے ہیں جو سارے قرآن میں تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، امور انتظامیہ وغیرہ۔ سورۂ بقرہ میں نفی شرک اعتقادی یا نفی شرک فی التصرف، نفی شرک فعلی اور نفی شفاعت قہری کو نقلی اور عقلی دلائل کے ساتھ مبرہن کر کے ذکر کیا گیا۔ پھر سورۂ آل عمران میں صرف شرک اعتقادی اور شرک فی الدعاء کی نفی کی گئی اور توحید و رسالت پر علماء اہل کتاب کے شبہات کا رد کیا گیا اس کے بعد سورۂ نساء میں امور انتظامیہ متعلقہ رعیت و حکام (احکام رعیت اور احکام سلطانیہ) کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ اور درمیان میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی کا بھی فدرے ذکر کیا گیا۔ اب سورۂ مائدہ میں اور اس کے بعد انعام میں نفی شرک فعلی کو تفصیل سے ذکر کیا گیا اور اس کے پہلو بہ پہلو شرک فی التصرف کی نفی بھی مذکور ہے۔ سوم، سورۂ نساء کے آخر میں فرمایا وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کھول کر اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اس لئے شرک و کفر کی گمراہی سے بچانے کے لئے سورۂ مائدہ میں شرک فعلی و شرک اعتقادی کا تفصیل سے رد فرمایا۔

خلاصہ سورۂ مائدہ کے دو حصے ہیں۔ حصۂ اول ابتدائے سورت سے لیکر رکوع نمبر ۶ میں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تک ہے۔ اس حصے میں شرک کی مذکورہ بالا دونوں قسموں کا رد کیا گیا ہے۔ شروع سے لیکر رکوع ۳ میں وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ تک شرک فعلی کی نفی کا بیان ہے۔ اور اس کے متصل بعد يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ الخ سے لے کر حصۂ اول کے آخر تک میں شرک اعتقادی کی نفی کا ذکر ہے۔ شرک فعلی کے رد کے دوران يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ سے ایک امر مصلح یعنی نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ حصۂ اول کے بعد يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الخ سے لے کر رکوع ۹ کے آخر وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ تک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین اور منافقین یہود کے معاندانہ رویہ پر غم کرنے سے منع فرمایا اور آپ کو تسلی دی اور اس کے بعد یہود و نصاریٰ کے مولویوں اور پیروں پر زجریں فرمائیں جو اللہ کی کتاب میں ردو بدل کرتے اور خود بھی دونوں قسم کا شرک کرتے تھے۔ وہ غیر اللہ کو پکارتے تھے اور غیر اللہ کی نیازوں کو حلال سمجھ کر کھاتے بھی تھے۔ اور لوگوں کو بھی شرک سکھاتے اور ان کو بدراہ کرتے تھے۔ اس کے بعد يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ سے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنی خواہشات کی وجہ سے توحید کو نہیں مانتے اور شرک سے اور شرک کی اشاعت سے باز نہیں آتے تو انہیں ان سے بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔ جو ان سے بائیکاٹ نہ کرے گا اور بدستور ان سے دوستی رکھے گا اسے انہی میں شمار کیا جائیگا اس کے بعد يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الخ (رکوع ۱۰) سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو سورت کے آخر تک چلا گیا ہے۔ اس حصے میں بھی انہی دونوں مضمونوں کا لف و نشر غیر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ حصۂ دوم کی ابتداء سے لیکر رکوع ۱۱ کے اختتام یعنی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ تک شرک اعتقادی کی نفی مذکور ہے اور رکوع ۱۲ کی ابتداء یعنی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ الخ سے لیکر سورت کے آخر تک شرک فعلی کی نفی مذکور ہے۔ اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا کہ اللہ کی تحریمات کو باقی رکھو اور غیر اللہ کی تحریمات کو ختم کر دو۔ نیز اللہ کی نذر و نیاز کو حلال سمجھو اور کھاؤ لیکن غیر اللہ کی نیازوں کو حرام جانو اور ان کو مت کھاؤ۔ آخر میں لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ سے پوری سورت کا مختصر خلاصہ بیان فرمادیا ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی حکومت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قبضے میں جیسا کہ نصاریٰ کا گمان ہے کہ حضرت مسیح بھی متصرف و مختار ہیں اس سے بالذات شرک فی التصرف کی نفی ہے اور بالتبع شرک فعلی کی۔ جب زمین و آسمان کی حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو اس کے سوا کوئی متصرف و مختار اور کوئی عبادت اور پکار کا مستحق بھی نہیں۔

حصہ اول

۱۔ شرک فعلی کی نفی۔ ۲۔ شرک اعتقادی (شرک فی التصرف) کی نفی

؎۱ سورت کی ابتداء سے سورت کے پہلے حصے کی ابتدا ہوتی ہے یہ حصہ رکوع ۶ میں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پر ختم ہوتا ہے اس حصے میں شرک کی دو قسموں یعنی شرک فعلی اور شرک اعتقادی کا رد ہے۔ شروع سے لیکر رکوع ۳ میں وَسَوْفَ یُنَبِّئُھُمُ اللّٰہُ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ تک میں نفی شرک فعلی کا مضمون مذکور ہے اور اس کے متصل بعد یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا الخ سے لیکر حصہ اول کے آخر تک شرک فی التصرف کی نفی کا بیان ہے۔

؎۲ العقود، عقد کی جمع ہے جس کے معنی اصل لغت میں مضبوطی سے گرہ باندھنے کے ہیں لیکن بطور استعارہ یہ لفظ پختہ اور مضبوط عہد و پیمان باندھنے اور خرید و فروخت وغیرہ معاملات کے لئے عام استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت میں عقود سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کی آراء مختلف ہیں بعض نے اسلام سے پہلے کے عہد و پیمان اور قسمیں مراد لی ہیں بعض کہتے ہیں اس سے بیع و شراء اور نکاح وغیرہ کے عقود مراد ہیں۔ بعض نے اس کے ساتھ آپس میں کئے گئے وعدے بھی شامل کئے ہیں بعض مفسرین نے اس آیت کو مومنین اہل کتاب کے ساتھ مختص کیا ہے اور عقود سے وہ میثاق مراد لیا ہے جو تورات اور انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور آپ کی تائید کرنے کے بارے میں ان سے لیا گیا تھا۔ یہ تمام اقوال تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۲۹ و قرطبی ج ۶ ص ۳۲ اور روح المعانی ج ۶ ص ۴۸ وغیرہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مگر ان تمام صورتوں میں اس جملے کا مابعد سے کوئی واضح تعلق اور ربط سمجھ میں نہیں آتا اور یہ جملہ مابعد سے بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے لیکن محققین کے نزدیک اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عام ہے اور اس سے تمام مومنین مراد ہیں خواہ وہ اہل کتاب سے ایمان لائے ہوں یا مشرکین عرب سے۔ قال ابن جریج ھو خاص باھل الکتٰب وفیھم نزلت وقیل ھی عامۃ وھو الصحیح (قرطبی) اسی طرح محقق مفسرین جن کے سرخیل حضرت عبداللہ بن عباس ہیں کی رائے یہ ہے کہ عقود سے وہ تمام فرائض و واجبات حلال و حرام کی تمام حدود، اسلام کے باقی تمام احکام اور معاملات کے عقود مراد ہیں، جن کی پابندی اور جن کو پورا کرنے کا ہر شخص قبول اسلام یا حد بلوغ کو پہنچتے وقت اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے علامہ خازن ینقضون عھد اللّٰہ من بعد میثاقہ (بقرہ ع ۳) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ای عھد اللّٰہ ابرمہ اللّٰہ تعالٰی واحکمہ بما انزل اللّٰہ فی کتابہ من اٰیاتہ الدالۃ علٰی توحیدہ (خازن ج ۱ ص ۳۷) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی کو ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ قرآن مجید کی بعض دوسری آیتوں سے اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً اسی سورت میں رکوع ۲ میں ارشاد ہے۔ وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَمِیْثَاقَہُ الَّذِیْ وَاثَقَکُمْ بِہٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر مسلمانوں کو وہ عہد

سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتَّۃَ عَشَرَ رُکُوْعًا

سورۃ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں ؎۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ؕ اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَۃُ

؎ اے ایمان والو ؎۲ پورا کرو عہدوں کو ف۱ حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے ؎

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ

مویشی سوائے ان کے جو تم کو آگے سنائے جائیں گے ؎ مگر نہ حلال جانو شکار کو ف۲ احرام کی

حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ① یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

حالت میں ؎ اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے ف۳ اے ایمان والو ؎

لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ وَلَا الشَّھْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْھَدْیَ

بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی اور نہ ادب والے مہینہ کی اور نہ اس جانور کی جو نیاز کعبہ کی ہو

وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ

اور نہ جن کے گلے میں پٹا ڈال کر لیجاویں کعبہ کو اور نہ آنے والوں کی حرمت والے گھر کی طرف جو ڈھونڈتے ہیں

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا

فضل اپنے رب کا اور اس کی خوشی ف۴ اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرلو ؎

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

اور باعث نہ ہو تم کو ؎ اس قوم کی دشمنی جو کہ تم کو روکتی تھی حرمت والی

الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۠

مسجد سے ف۵ اس پر کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ

اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے

المنزل الثانی [illegible] وقف لازم [illegible]

[illegible]

مراد مہدیہ مسلمان نہ ہوں نے مشرکوں سے مکہ حدیبیہ کے دن حضور علیہ السلام کو روکا تھا ؎ اسی مان صد وکم ریلیعن کا سبب ہے۔ ؎ یعنی ان کو یہودیوں کے چھیڑتے وقت تمہارا خاموش بیٹھنا ظلم ہوگا

؎ تمہارا چپ کرکے بیٹھا رہنا جہاں تک حرمت میں داخل ہوگا اس ؎ منزل ۲ مراد مشرکین نہیں لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں ؎ ہمہ متعین

موضح قرآن ف۱ یعنی جب آدمی مسلمان ہوا تو سب حکم اللہ کے قبول کرنے ٹھہر چکا۔ اب آگے حکم فرمائے ان کو قبول کرو۔ ف۲ مواشی وہ جانور ہیں جن کو لوگ پالتے ہیں کھانے کو جیسے گائے بکری بھیڑ جنگل کے ہرن اور نیلہ گاؤ وغیرہ اسی میں داخل ہیں کہ جنس ایک ہے ان کو احرام کے وقت اور اسی طرح حرم کے مکان میں حرام فرمایا۔ اس کے ساتھ حرم کے آداب اور بھی فرمائے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی عہد یکہ باخدا بستہ اید در التزام احکام او تعالیٰ ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی شتر و گاؤ و گوسفند و ایں سہ قسم را انعام گویند، حلال ست مگر میتہ و موقوذہ و آنچہ بیاید واللہ اعلم۔ ۱۲۔ ف۳ مترجم گوید یعنی تعرض حاجیاں و محرمان مسلمانان نباید کرد و لفظ الیشاں نباید گرفت۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید یعنی پیش از فتح مکہ و پیش از آنکہ مسلمان شوند۔ واللہ اعلم ۱۲

یاد دلایا جو انہوں نے سَمِعْنَا (ہم نے سن لیا) اور اَطَعْنَا (ہم نے قبول کیا) کہہ کر باندھا تھا۔ نیز یہ مفہوم اجلہ صحابہ و تابعین سے منقول ہے۔ حضرت ابن عباس رض اور مجاہد رح فرماتے ہیں اوفوا بالعقود معناہ بما احل و بما حرم و بما فرض و بما حد فی جمیع الاشیاء (قرطبی) اوفوا بالعقود یعنی یآیّھا الذین التزمتم بایمانکم انواع العقود والعھود فی اظھار طاعۃ اللہ اوفوا بتلک العقود (کبیر ج ۳ صـ۵۱۷، نیشاپوری ج ۶ صـ۴۲) المراد بھا ما یعم جمیع ما الزمہ اللہ تعالیٰ عبادہ وعقد علیھم من التکالیف والاحکام الدینیۃ وما یعقدونہ فیما بینھم من عقود الامانات والمعاملات ونحوھما الخ (روح ج ۶ صـ۴۸) شاہ ولی اللہ صاحب رح اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں "اے مومنان وفا کنید بعہدہا یعنی عہد یکہ با خدا بستہ اید در التزام احکام او" اس مفہوم کی بنا پر اس کا تعلق اور ربط ما بعد سے بالکل واضح ہے اور اس آیت کا یہ حصہ پوری سورت کے لئے بمنزلہ تمہید ہے۔ اس میں فرمایا اے ایمان والو تم نے جو فرائض و واجبات اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کی بجا آوری اور ان کے التزام کا اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے اسے پورا کرو پھر اس کے بعد اُحِلَّتْ لَکُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ سے حلال و حرام کے احکام بیان کرنے شروع کر دیئے۔ اس سے مقصود شرک فعلی کی نفی ہے۔ ۴ھ ایفائے عقود اور التزام احکام کا عام حکم دینے کے بعد چوپایوں کی حلت و حرمت کا ذکر فرمایا جس سے اصل مقصد شرک فعلی کا رد ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب نے بعض حلال چیزوں کو اپنے معبودوں کی تعظیم اور خوشنودی کے لئے محض اپنے ظن اور تخمین سے حرام کر رکھا تھا۔ مشرکین نے اس نوع کے جو چوپائے حرام کر رکھے تھے وہ ان کے یہاں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام سے مشہور و معروف تھے جن کا تفصیلی ذکر سورۂ مائدہ کے رکوع ۱۴ میں آ رہا ہے۔ ان کے پاس ان کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں تھی ان حلال چیزوں کی تحریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر افترا قرار دیا ہے۔ وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (انعام ع ۱۶) یہود نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا علیٰ ہذا اسی قسم کی کئی تحریمات نصاریٰ نے تراش رکھی تھیں۔ ان تحریمات کا حکم یہ ہے کہ وہ باطل ہیں، انہیں اٹھانا چاہیئے اور ان سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہوتی۔ مذکورہ اشیاء جس طرح مشرکین کی تحریم سے پہلے حلال تھیں اسی طرح اب بھی حلال ہیں۔ چنانچہ اُحِلَّتْ لَکُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ میں انہی تحریمات مشرکین یا تحریمات لغیر اللہ کا حکم بیان فرمایا کہ یہ چوپائے تمہارے لئے حلال ہیں ان کو کھاؤ اور انہیں حرام مت سمجھو۔ کانت للعرب سنن فی الانعام من البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام یاتی بیانھا فنزلت ھذہ الاٰیۃ رافعۃ لتلک الاوھام الخیالیۃ والاٰراء الفاسدۃ الباطلۃ (قرطبی ج ۶ صـ۳۴) ومقتضی ھذین التاویلین انہ تعالیٰ اراد تحلیل ما حرم اھل الجاھلیۃ علی انفسھم من الانعام کالبحیرۃ والسائبۃ (مظہری ج ۳ صـ۷) شرک فعلی کے ساتھ شرک اعتقادی بھی ضرور ہوتا ہے کیونکہ جب کسی کے دل میں غیر اللہ کے متعلق یہ اعتقاد پیدا ہو جائے کہ وہ مختار و متصرف اور غیب دان ہے تو پھر اس کی خوشنودی کیلئے وہ حلال چوپایوں کو حرام کر دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ چوپائے حلال ہیں ان کو حلال سمجھو بھی اور ان کو کھاؤ بھی تاکہ شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں کی جڑ کٹ جائے۔ یہ مضمون قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مذکور ہے مثلاً ۱۔ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا (بقرہ ع ۲۱) ۲۔ لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ (مائدہ ع ۱۲) ۳۔ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ (مائدہ ع ۱۴) ۴۔ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا یَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ الخ (انعام ع ۱۶) ۵۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (اعراف ع ۴) بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ میں اضافت بیانی ہے۔ واضافتھا الی الانعام للبیان کثوب خز ای احل لکم اکل البھیمۃ من الانعام (روح ج ۶ صـ۴۹) یعنی تمہارے لئے انعام چوپائے حلال ہیں انہیں کھاؤ کسی کے حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہو سکتے اس سے مراد ابل، بقر اور غنم ہیں جیسا کہ سورۂ انعام کے رکوع ۱۷ میں تفصیل سے مذکور ہے۔ غیر اللہ کی تحریمات کے مقابلے میں اللہ کی تحریمات ہیں ان کا حکم آیت کے اگلے حصے میں مذکور ہے ۵ یہ ماقبل سے استثناء ہے اور اس میں اللہ کی تحریمات کے حکم کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو حرام سمجھو۔ اور ان کو مت کھاؤ یعنی تمہارے لئے تمام انعام چوپائے حلال ہیں البتہ ان میں سے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے وہ حرام ہیں انہیں مت کھاؤ مَا یُتْلٰی سے آیت تحریم مراد ہے جو اسی رکوع میں آگے آ رہی ہے اٰیۃ تحریمہ وھو قولہ حرمت علیکم المیتۃ۔ الاٰیۃ (مدارک ج ۱ صـ۲۰۳) ۶ھ یہ دوسرا دعوےٰ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی تحریمات کا بیان ہے ان کا حکم یہ ہے ان کو قائم رکھو اور ان کو حلال مت جانو۔ عام مفسرین نے اس کو لکم کی ضمیر خطاب سے حال قرار دیا ہے اور مقصود احسان جتلانا بیان کیا ہے کہ حالت احرام میں صرف شکار حرام کیا ہے باقی چوپائے حرام نہیں کئے کما فی الکشاف ج ۱ صـ۴۱۲۔ اس طرح تحریمات اللہ کا مسئلہ محض ضمنی بنکر رہ جائیگا حالانکہ وہ مقصودی مسئلہ ہے اس لئے اسے کُمْ سے حال بنانے کی بجائے کان محذوف کی خبر قرار دیا جائے ای کونوا غیر محلی الصید اور کان کا مع اسم حذف کرنا اور خبر کو باقی رکھنا کلام عرب میں شائع ہے جیسا کہ امام ابن مالک الفیہ میں رقمطراز ہیں ویحذفونھا ویبقون الخبر۔ بعد لو وان کثیرا ذا اشتھر۔ اس سے معلوم ہوا کہ لو اور ان کے بعد کان کا حذف بکثرت ہوتا ہے اور ان کے علاوہ بھی حذف جائز ہے۔ ۷ھ یہ مُحِلِّی الصَّیْدِ میں ضمیر مستتر سے حال ہے۔ حُرُمٌ، حَرَامٌ کی جمع ہے جس کے معنی محرم یعنی احرام والے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کو حلال مت سمجھو اِنَّ اللّٰهَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ یہ پہلے دونوں دعووں کی اجمالی دلیل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کا مالک ہے وہ جو چاہے حکم صادر فرمائے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۸ھ یہ تیسرا دعوےٰ ہے۔ یہاں اللہ کی نذروں، نیازوں اور بیت اللہ کی منتوں کی حرمت و عزت قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ شَعَآئِرَ اللّٰهِ سے اللہ کے دین کی یادگاریں مراد ہیں۔ قال الشیخ الانور۔ مثلاً صفا، مروہ، بیت اللہ اور بیت اللہ کی طرف جانے والی قربانیاں اور ہدایا عن مجاھد قول اللہ شعائر اللہ الصفا والمروۃ والھدی والبدن کل ھذا من شعائر اللہ (ابن جریر ج ۶ صـ۳۷) حضرت شیخ نے فرمایا شعائر اللہ ما کان معلما بقربان یتقرب بہ الی اللہ من صلوٰۃ او دعاء او ذبیحۃ او غیرھا۔ امام رازی فرماتے ہیں قال بعضھم الشعائر ھی الھدایا تطعن فی اسنامھا وتقلد لیعلم انہ ھدی (کبیر ج ۳ صـ۳۵۶) وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ الف لام جنس کا ہے اور اس سے مراد چار عزت والے مہینے ہیں جن میں جنگ و قتال ممنوع تھا یعنی رجب، ذیقعدہ ذی الحجہ اور محرم الحرام۔ وَلَا الْهَدْیَ یہ هَدْیَۃٌ کی جمع ہے اور اس سے وہ چوپائے مراد ہیں جو تقرب الی اللہ کی نیت سے بیت اللہ کی طرف ہدیہ اور نذر و منت کے طور پر لیجائے جاتے ہیں۔ وھو ما اھدی الی البیت وتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ من النسائک وھو جمع ھدیۃ (مدارک ج ۱ صـ۲۰۳) الھدی ما اھدی الی بیت اللہ تعالیٰ من ناقۃ او بقرۃ او شاۃ الخ (قرطبی ج ۶ صـ۳۹) وَلَا الْقَلَآئِدَ یہ قَلَادَۃٌ کی جمع ہے اور قلادہ وہ نشانی ہے جسے ہدی کے جانوروں کے گلے میں لٹکا دیا جاتا تھا تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بیت اللہ کی ہدی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہ کرے۔ قلادوں کی بے حرمتی کرنے سے بطور مبالغہ منع فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ خود ہدایا تو کجا ان کے گلے کے قلادوں کی بے حرمتی بھی مت کرو۔ یا القلائد سے پہلے ذوات مضاف محذوف ہے ای ذوات القلائد یعنی قلادوں والے جانوروں کی بے حرمتی مت کرو۔ المراد منہ الھدی ذوات القلائد ۔۔۔۔۔۔۔ الثانی انہ نہی عن التعرض لقلائد الھدی مبالغۃ فی النہی عن التعرض للھدی (کبیر ج ۳ صـ۳۵۶) وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ سے اطراف مکہ کے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے مشرکین سے مل کر حدیبیہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے

ساتھیوں کو بیت اللہ کے طواف سے روکا تھا مگر بعد میں اسلام قبول کر لیا اور محض للہ کی رضا کے لئے ہدایا لیکر حج کو آتے تھے ان کو چھیڑنے اور ان کی بے حرمتی کرنے سے منع فرمایا۔ حاصل یہ کہ ایمان والوں کو اس سے منع فرمایا کہ وہ شعائر اللہ اور اللہ کے گھر کی نذروں، منتوں اور حجاج کرام کی بے حرمتی کریں یا ان سے کسی قسم کا ناجائز تعرض کریں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مترجم گوید یعنی تعرض حاجیان و معتمران مسلمانان نباید کرد و لفظ ایشان نباید گرفت۔ واللہ اعلم۔ حضرت شیخ کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ اس سے مسلمان حجاج ہی مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ سے وہ مشرکین مراد لئے ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے دن آپ کو بیت اللہ سے روکا تھا اور مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ یعنی جب یہ لوگ حج کو آئیں تو ان سے تعرض مت کرو اور مشرکین کا اپنے زعم میں حج کرنے سے مقصود اللہ کی رضامندی تھا اگرچہ شرک کی وجہ سے وہ اللہ کی رضامندی حاصل نہیں کر پاتے تھے ان کے نزدیک یہ آیت فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (توبہ) سے منسوخ ہے لیکن جو مفسرین اس آیت کو مسلمانوں کے حق میں مانتے ہیں ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں وقال بعض المفسرین ان الاٰیۃ فی المسلمین فھی محکمۃ وحکمھا باق فلم تنسخ (المنار ج ۶ ص ۱۳۶) وکذا فی الکبیر ج ۳ ص ۲۲۳) لیکن حضرت شیخ کے نزدیک پہلا معنی راجح ہے۔

ف۹ یہ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ الخ سے متعلق ہے۔ وہاں بحالتِ احرام شکار کرنے سے منع فرمایا تھا یہاں فرمایا جب احرام سے باہر آجاؤ تو شکار کرنے کی اجازت ہے یہ امر وجوب کے لئے نہیں، اباحت کے لئے ہے۔ فالامر للاباحۃ بعد الحظر (روح ج ۶ ص ۵۵)

اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ② حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ

بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ف۱ ف۱ حرام ہوا تم پر مردہ جانور ف۲

وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ

اور لہو اور گوشت سؤر کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی دوسرے کا

الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَاۤ

جو مر گیا گھٹ کر ف۳ یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے اور جس کو

اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ ۫ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ

کھایا ہو درندہ نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور حرام ہے جو ذبح ہوا کسی تھان پر ف۴ ف۵ اور یہ کہ

تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْیَوْمَ یَىِٕسَ الَّذِیْنَ

تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے ف۶ یہ گناہ کا کام ہے ف۷ آج ناامید ہو گئے ف۸

كَفَرُوْا مِنْ دِیْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْیَوْمَ

کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج

اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ

میں پورا کر چکا ف۹ تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے

الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ

اسلام کو دین پھر جو کوئی لاچار ہو جائے ف۱۰ بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو

لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ③ یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۳ ف۱ تجھ سے پوچھتے ہیں ف۱۱ کہ کیا چیز

اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ

ان کے واسطے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں ف۱۲ ف۴ اور جو سدھاؤ ف۱۳

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا

شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ

ف۱۳ ای الکواسب ف۱۴ ای مسلطین۔

[illegible]

موضح قرآن

ف۱ حلال نہ سمجھو یعنی ہاتھ نہ ڈالو اللہ کے نام کی چیزوں پر یعنی کافر بھی اگر نیاز کعبہ لاویں تو لوٹ مت لو اور ماہ حرام میں ان کو نہ مارو۔ اور لٹکن والیاں بھی وہ قربانی کے جانور ہیں جن کے گلے کو پہچاننے ہیں نشان کر کر۔ اور فرمایا کہ کافروں نے تم کو روکا تھا مسجد سے تم زیادتی نہ کرو یعنی آنے کو نہ روکو۔ باقی آگے سے منع کر دو کہ کافر نہ آوے تو یہ روا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کافر جس کام میں اللہ کو تعظیم کرے اس کام کو فضیحت نہ کیے مگر جو بت کی تعظیم کرے تو البتہ اہانت کرے۔ ف۲ مواشی میں یہی یہ چیزیں حرام فرمائیں۔ سؤر اور ہر چیز کا لہو اور آپ سے مر گیا کسی طرح بغیر ذبح کے اور جو خدا کے سوا کسی کے نام پر ذبح کیا اور جو کسی مکان کی تعظیم پر ذبح کیا سوائے خانہ خدا۔ مگر یہ چیزیں مضطر کو معاف ہیں اور بانٹا کرنا پانسوں سے۔ یہ کافروں کا ایک جوا تھا کہ شرط بد کر ایک جانور دس شخص نے برابر خریدا اور ذبح کیا اور دس پانسے تھے کسی پر لکھا آدھا کسی پر پاؤ کم زیادہ کوئی خالی پھر بانٹنے لگے تو ہر ایک کے نام پر جو پانسا آیا وہی حصہ اس کو ملا یا خالی نکل آیا۔ شرط بدنی تمام حرام ہے یہ بھی اسی میں داخل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر خدا کے نام پر جانور ذبح ہو یا غیر خدا کی تعظیم پر وہ مردار ہے۔ یہ جو فرمایا کہ آج پورا دین تمہارا دے چکا یہ آیت آخر کو اتری ہے کہ سب احکام اللہ کے نازل ہو چکے تھے۔ اس کے بعد تین مہینے حضرت زندہ رہے ہیں۔

فتح الرحمن

ف۱ مترجم گوید حکم تغلیظ تحریم قتال در اشہر حرم مخصوص است بمسلمین بدلیل آیہ سورۂ بقرہ و تحریم تعرض حاجیان نیز بمسلمین مخصوص است بدلیل سورۂ برات و این آیت آخر ما نزل است۔ منسوخ داشتن آنہا چنانکہ عامہ مفسرین میگویند راست نمی آید۔ واللہ اعلم۔ ۱۲۔ ف۲ مترجم گوید یعنی بر صورت وقبر۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی در مخمصہ خوردن مردار جائز است و نزدیک ابوحنیفہ فائدہ لفظ غیر متجانف آن است کہ زیادہ از ضرورت نخورد و نزدیک مالک و شافعی رح آنست کہ قاطع طریق و سارق را رخصت نیست و این آیہ آخر آیات قرآن است بعد از ین ہیچ آیت نازل نہ شدہ۔ واللہ اعلم۔ ۱۲۔ ف۴ یعنی آنچہ عرب پاکیزہ دانند۔ واللہ اعلم۔ ۱۲۔

لَا جَرُمُ کے معنی برانگیختہ کرنے اور اکسانے کے ہیں ای لا یحملنکم عن ابن عباس وقتادۃ (قرطبی ج ۶ ص۴۵) شَنَاٰنُ بغض وعداوت شَنَاٰنُ قومٍ ای بغضھم (مفردات ص۲۶۸) حضرت شیخ نے فرمایا قوم سے یہاں وہی جدید مسلمان مراد ہیں جن کا پہلے اٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اَنۡ صَدُّوۡکُمۡ۔ اَنۡ سے پہلے لام تعلیل مقدر ہے ای لان صدوکم اور یہ ماقبل کی علت ہے۔ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ یہ صَدُّوۡکُمۡ سے متعلق ہے۔ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا۔ اَنۡ مصدریہ ہے اور یہ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ کا مفعول ثانی ہے من القرطبی والکشاف۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ جن مشرکین نے حدیبیہ کے دن ان کو بیت اللہ کے طواف سے روکا تھا ان میں سے جو اسلام لا چکے تھے مذکورہ واقعہ کی بنا پر ان سے بغض نہ رکھا جائے اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے اور ان سے بدلہ نہ لیا جائے اور نہ ان کو حرم کی طرف جدا یا بھیجا جائے اور بیت اللہ کا حج کرنے سے روکا جائے۔ ای لا یحملنکم بغض قوم لصدھم ایاکم عن المسجد الحرام علی اعتدائکم علیھم وانتقامکم منھم للتشفی (روح ج ۶ ص۵۶) عام مفسرین نے اٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ کی طرح یہاں بھی قوم سے مشرکین مراد لئے ہیں لیکن حضرت شیخ کے نزدیک پہلا معنی راجح ہے وَتَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی الخ پہلے فرمایا تم خود ان پر زیادتی نہ کرو۔ یہاں فرمایا اگر کوئی اور ان پر ظلم و زیادتی کرے تو تم سب مل کر ظالم کا مقابلہ کرو۔ اور احسان و تقویٰ کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کرو لیکن ظلم اور گناہ کے کاموں میں کسی کا ہاتھ نہ بٹاؤ۔ شعائر اللہ کی نہ خود بے حرمتی کرو نہ ان کی بے حرمتی ہونے دو ان کو بے حرمت ہوتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا اور اطراف ملک کے جدید مسلمانوں پر یہودیوں کا ظلم و ستم دیکھ کر بیٹھے رہنا اور ان کی مدد نہ کرنا یہ بھی بے حرمتی کرنے اور تعاون علی الاثم والعدوان میں داخل ہے لا یہ چوتھا دعویٰ ہے اس میں غیر اللہ کی نذر و نیاز اور دیگر محرمات کا ذکر ہے ان کا حکم یہ ہے کہ یہ حرام ہیں ان کی حرمت باقی رکھو اور انہیں مت کھاؤ اَلۡمَیۡتَۃُ وہ حلال چوپایہ جو شرعی ذبح کے بغیر مر جائے۔ وَالدَّمُ بہتا ہوا خون جو ذبح کے وقت نکلتا ہے وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِیۡرِ خنزیر کا گوشت۔ خنزیر نجس العین ہے اور اس کے تمام اجزاء نجس و ناپاک ہیں اور ان سے انتفاع جائز نہیں۔ گوشت کی تخصیص صرف اس لئے کی گئی ہے کہ جانور کا مقصودی حصہ گوشت ہی ہوتا ہے جب گوشت حرام ہے تو باقی اجزاء بطریق اولیٰ حرام ہوں گے اِنَّمَا خص اللحم بالذکر مع کونہ محرمًا بجمیع اجزائہ بالنص والاجماع لانہ معظم المقصود من الحیوان (مظہری ج ۳ ص۱۲) وَمَاۤ اُھِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ۔ اُھِلَّ۔ اِھۡلَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ اہلال کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں واصلہ رفع الصوت۔ چنانچہ محاورات میں کہا جاتا ہے اھل الرجل واستھل اذا رفع صوتہ یعنی اس نے آواز بلند کی اسی طرح کہا جاتا ہے اھل المعتمر اذا رفع صوتہ بالتلبیۃ یعنی عمرہ بجا لانے والے نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا (لسان العرب ج ۱۱ ص۷) لِغَیۡرِ اللّٰہِ بحذف مضاف ای لتعظیم غیر اللہ اور بِہٖ میں ب بمعنی علیٰ ہے۔ مَاۤ اُھِلَّ الخ سے کیا مراد ہے۔ اس میں تین احتمال ہیں (۱) ملاء وہ چوپایہ مراد ہے جسے غیر اللہ (پیغمبر، ولی، فرشتہ یا جن وغیرہ) کو متصرف و کارساز، غیب دان اور مافوق الاسباب حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس کی تعظیم کے پیش نظر اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے نذر و منت کے طور پر متعین اور نامزد کر دیا جائے یہ نذر غیر اللہ ہے اور حرام ہے اس طرح وہ جانور حرام ہو جاتا ہے اگر اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا تب بھی وہ حرام ہی رہتا ہے اور حلال نہیں ہوتا اس کا حکم بالکل وہی ہے جو مردار کا ہے۔ نذر غیر اللہ کی حرمت کا مسئلہ قرآن مجید میں مختلف انداز بیان کے ساتھ کئی جگہ مذکور ہے مثلاً ۱۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیۡرِ اللّٰہِ (بقرہ رکوع ۲۱) ۲۔ سورۂ مائدہ کی زیر بحث آیت میں۔ ۳۔ اَوۡ فِسۡقًا اُھِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ۔ (انعام ع ۱۸) ۴۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَمَاۤ اُھِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ (نحل ع ۱۵) ۵۔ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِکَ نَصِیۡبًا مَّفۡرُوۡضًا (نساء ع ۱۸) ۶۔ وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِیۡبًا فَقَالُوۡا ھٰذَا لِلّٰہِ بِزَعۡمِھِمۡ وَھٰذَا لِشُرَکَآئِنَا (انعام ع ۱۶) ۷۔ قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَھُمۡ سَفَھًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّحَرَّمُوۡا مَا رَزَقَھُمُ اللّٰہُ افۡتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ (انعام ع ۱۷) ۸۔ وَیَجۡعَلُوۡنَ لِمَا لَا یَعۡلَمُوۡنَ نَصِیۡبًا مِّمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ (نحل ع ۷) اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے لَعَنَ اللّٰہُ مَنۡ ذَبَحَ لغیر اللہ (مظہری ج ۳ ص۱۲) جو شخص غیر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی تعظیم بجا لانے کے لئے جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے۔ مسند امام احمد میں ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ ای لتعظیم غیر اللہ۔ تفسیر کبیر ج ۲ ص۱۳، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص۱۰۱ اور فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص[illegible] کی عبارتیں تفسیر جواہر القرآن ص[illegible] میں منقول ہو چکی ہیں۔ ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ جو جانور غیر اللہ کی تعظیم کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ حرمت اور نجاست اس میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی وہ جانور حلال اور پاک نہیں ہوتا اور غیر اللہ کی تعظیم کی نیت سے ذبح کرنے والا شخص بھی مرتد ہو جاتا ہے۔ اب کچھ مزید حوالے ملاحظہ ہوں:۔ مخدوم علی بن احمد مہائمی المتوفی ۸۳۵ھ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ جو چوپایہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو وہ حرام ہے اگرچہ اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ (وَمَاۤ اُھِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ) فانہ وان ذکر معہ اسم اللہ فقد عارض المطھر فیہ المنجس مع نجاستہ بالموت وان لم یذکر فقد زید فی تنجیسہ (تبصیر الرحمٰن ج ۱ ص۱۸۱) نذر غیر اللہ کے حرام ہونے کے بارے میں فقہاء کرام کی عبارتیں مقدمہ میں مذکور ہو چکی ہیں انہیں دیکھ لیا جائے (مقدمہ ص۵) نذر غیر اللہ کے بارے میں عہد قریب کے اکابر علماء اور محققین کا بھی یہی مسلک ہے۔ بعض بزرگوں کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

> ”جو جانور غیر کے نام کا ہو اس کو اسی نیت سے ذبح کرنا بسم اللہ کہہ کر بھی حرام ہے اور وہ جانور حرام ہی رہتا ہے۔ ایسے جانور کو ذبح نہ کرے اور کسی کا بکرا کہنا بوجہ مالک ہونے کے درست ہے مگر کسی کی تعظیم اور قربت کا کہنا حرام ہے اگر نیت ہو کہ اس کا ثواب لوجہ اللہ کسی کو پہنچے اس میں کچھ حرج نہیں۔ تعظیم غیر بوجہ ذبح سے حرام ہوتا ہے نہ مالک ہونے سے کسی بشر کے، دونوں میں فرق ہے۔ فقط“ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص[illegible])

مولانا عبد الحی فرنگی محلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

> ”ما اہل بہ لغیر اللہ سے مراد وہ جانور ہے جو بقصد تقرب الی غیر اللہ ذبح کیا جاوے اور مقصود اراقۃ الدم سے تعظیم غیر خدا ہو اور رجحان دینا خاص غیر کے لحاظ سے ہووے ایسا جانور حرام ہے اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ اس پر کہی جاوے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ علیہ ولو ذبح للضیف لا یحرم۔ انتہیٰ“ (مجموعۂ فتاویٰ ج ۲ ص۹)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

> ”بزرگوں کی نذر و نیاز کا جانور اگر اس واسطے ذبح کیا جاوے کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوں اور ہمارا کام کر دیں اور ان کو متصرف فی التکوین سمجھے اور ان سے تقرب

کے لئے ذبح کرے اور ذبح سے وہی مقصود ہوں چنانچہ اس زمانہ میں اکثر جہال کا یہی عقیدہ ہوتا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک اور وہ ذبیحہ بالکل حرام ہے، اگرچہ بوقتِ ذبح اللہ کا نام لیا جاوے۔ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ اور اگر اللہ کے واسطے وہ جانور ذبح کیا اور اللہ کے واسطے دیکر اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخشدیا تو یہ جائز ہے۔ فقط " ۵ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ (فتاویٰ امدادیہ ج ۴ ص ۴۵)

مَا کی تفسیر میں دوسرا احتمال یہ ہے جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا ہے کہ مَا عام ہے اور اس کی مراد بھی عام ہے خواہ جانور ہو یا غلہ مٹھائی ہو یا کوئی اور چیز جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے دی جائے سب اس میں شامل ہیں۔ اگر مَا سے صرف ذبیحہ مراد لیا جائے تو پھر اس کے بعد وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا جن لوگوں نے مَا سے صرف ذبیحہ مراد لیا ہے انہوں نے مَآ اُھِلَّ کی صرف ایک صورت بیان کی ہے جو مشرکین میں اس وقت رائج تھی۔ ورنہ یہ بات وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ جانوروں کے علاوہ غلہ وغیرہ کی نذریں بھی غیر اللہ کے لئے مانتے تھے جیسا کہ وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ سے صرف ذبیحہ مراد ہو اور وَمَآ اُھِلَّ سے مراد عام ہو۔ یعنی جانور اور غلہ وغیرہ۔ پہلی اور دوسری دونوں تفسیروں کی صورت میں بِہٖ میں ب کو معنی عَلٰی لینا پڑیگا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مَا عام ہے تو بعض مفسرین نے اس سے صرف ذبیحہ کیوں مراد لیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ عرب کے یہاں لفظ اہلال کا زیادہ تر استعمال مذبوحہ پر ہوتا تھا اس لئے اس کے پیشِ نظر انہوں نے مَا سے مذبوحہ مراد لیا اس سے ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذبوحہ کے علاوہ باقی اشیاء سے غیر اللہ کی نیاز جائز ہے بلکہ ان مفسرین کے نزدیک جس طرح جانوروں سے غیر اللہ کی نیاز حرام ہے اسی طرح باقی اشیاء غلہ، کپڑا وغیرہ سے بھی حرام ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ آیت کے مفہوم میں ایک تیسرا احتمال بھی ہے۔ وہ یہ کہ مَا سے مراد وہ کلام ہو جس سے غیر اللہ کے تقرب کے لئے جانور نامزد کیا گیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا کلمہ بھی حرام اور مشرکانہ ہے جسے غیر اللہ کی نذر و منت مانتے وقت بلند کیا جائے۔ حاصل مطلب اس کا بھی وہی ہوگا جو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رح نے لکھا ہے اس صورت میں بِہٖ کی ب اپنے اصل پر رہیگی اور اسے عَلٰی کے معنی میں لینے کی ضرورت نہیں ہوگی جیسا کہ کہا جاتا ہے اھللت بالتلبیۃ واھللت بالتسمیۃ علی الذبیحۃ مراح میں اھل المعتمر اذا رفع صوتہ بالتلبیۃ و بالتسمیۃ علی الذبیحۃ جیسا کہ پہلے لسان العرب سے منقول ہو چکا ہے فجرور الباء ھو لفظ یرفع بہ الصوت ای اسم اللہ مثلاً فالمراد من قولہ تعالٰی وَمَآ اُھِلَّ ای لفظ رفع بہ الصوت لتعظیم غیر اللہ والتقرب الیہ۔ حاصل یہ کہ اس کلام سے تکلم اور اس قول کا تلفظ ہی حرام کر دیا جس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو اور اسی وجہ سے ہر وہ چیز بھی حرام ہوگی جس سے غیر اللہ کا تقرب مطلوب ہو۔ اور بعینہ اِنَّہٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ (انعام ع ۱۸) میں فِسْقًا سے بھی کلمۂ تقرب ہی مراد ہے جس کے ذریعے غیر اللہ کی نذر و منت مانی جائے۔

تنبیہ۔ بعض علماءِ اسلام نے لکھا ہے کہ اولیائے کرام کی نذریں حلال ہیں، حرام نہیں ہیں۔ اس کا مطلب سمجھنے میں بہت سے لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ جن علماء نے یہ لکھا ہے کہ اولیائے کرام کی نذریں حلال ہیں ان کی مراد یہ ہے کہ جو مسلمان اولیاء اللہ کی نذریں مانتے ہیں وہ ان کو نہ غیب داں سمجھتے ہیں، نہ مافوق الاسباب متصرف و مختار اور نہ ان کو حاجات میں غائبانہ پکارتے ہیں اور نہ ان نذروں سے اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے بلکہ ان نذروں سے ان کا مقصد اللہ کی عبادت اور اس کی رضا جوئی ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کی ارواح کو ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے اس مسئلہ میں کوئی جھگڑا نہیں یہ بالاتفاق جائز ہے لیکن اس نیت کے باوجود اسے غیر اللہ کی نذر کہنا کراہیت سے خالی نہیں۔ اسی طرح تمام علماءِ اسلام کے نزدیک یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ جو نذر و نیاز غیر اللہ کے تقرب کیلئے دی جائے وہ حرام ہے۔ باقی رہا عوام کا فعل تو اس کے بارے میں جب تک کھلے دلائل اور واضح قرائن سے معلوم نہ ہو جائے کہ ان کی نیت تقرب الی غیر اللہ کی ہے اس وقت تک حرام ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ **۱۲** وہ چوپایہ جسے گلا گھونٹ کر مار دیا جائے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ چوپائے کو گلا گھونٹ کر مار ڈالتے اور کھا لیتے تھے۔ قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کان اھل الجاھلیۃ یخنقون البھیمۃ ویاکلونھا فحرم ذلک علی المؤمنین (روح ج ۶ ص ۵۷) وَالْمَوْقُوْذَۃُ جو جانور ضرب اور چوٹ سے مر جائے۔ وَالْمُتَرَدِّیَۃُ جو چوپایہ اونچی جگہ سے گر کر مر جائے وَالنَّطِیْحَۃُ جس چوپائے کو دوسرا چوپایہ سینگ مار کر ہلاک کر ڈالے۔ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اور جس چوپائے کو درندہ پھاڑ کھائے۔ یہ سب حرام ہیں۔ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ یہ ماقبل سے استثناء ہے۔ بعض کے نزدیک یہ استثناء مَآ اَکَلَ السَّبُعُ سے مختص ہے لیکن اجلّہ صحابہ و تابعین اور جمہور مفسرین اسے وَالْمُنْخَنِقَۃُ سے لیکر مَآ اَکَلَ السَّبُعُ تک سب سے استثناء قرار دیتے ہیں انہ استثناء من جمیع ما تقدم من قولہ وَالْمُنْخَنِقَۃُ الی قولہ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ وھو قول علی وابن عباس والحسن وقتادۃ الخ (کبیر ج ۳ ص ۵۲۵) والاستثناء یرجع الی المنخنقۃ وما بعدھا (املاء ج ۱ ص ۲۰۹) قال علی وابن عباس والحسن وقتادۃ وابراھیم وطاؤس وعبید ابن عمیر والضحاک وابن زید والجمھور ھو راجع الی المذکورات ای من قولہ وَالْمُنْخَنِقَۃُ الخ (بحر ج ۳ ص ۴۲۳) لہٰذا مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ سے اس استثناء کا کوئی تعلق نہیں اور وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ ما اہل لغیر اللہ کی حرمت قرآن مجید میں اس کے علاوہ تین اور جگہوں میں بھی مذکور ہے مگر وہاں کسی جگہ بھی یہ استثناء موجود نہیں کیونکہ وہاں باقی اشیاء کا ذکر نہیں تو معلوم ہوا کہ استثناء کا تعلق پہلی چار چیزوں سے نہیں صرف بعد میں مذکور باقی اشیاء سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ جانوروں میں سے جس میں ابھی زندگی باقی ہو اگر بروقت اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے۔ زندگی کی علامت یہ ہے کہ وہ ذبح کئے ہوئے جانور کی طرح پھڑک رہا ہو ای اِلَّا ما ادرکتموہ وفیہ بقیۃ حیات یضطرب اضطراب المذبوح وذکیتموہ (روح) **۱۳** النُّصُبِ نصاب کی جمع ہے اور اس سے وہ اصنام مراد ہیں جن کی تعظیم کے لئے مشرکین ان کے استھانوں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے (روح ج ۶ ص ۵۸) یعنی وہ چوپائے جو غیر اللہ کے استھانوں، ان کی خانقاہوں اور قربان گاہوں پر ان کی تعظیم اور ان کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے ذبح کئے جائیں وہ بھی حرام ہیں۔ ذبح کے وقت خواہ غیر اللہ کا نام لیا جائے جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں کے نام سے ذبح کرتے تھے مثلاً باسم اللات والعزّٰی۔ یا ان کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے جیسا کہ آجکل بعض جاہل مسلمان کرتے ہیں۔ فوت شدہ بزرگوں کی نذر و منت کے بکرے وغیرہ عرسوں اور میلوں کے ایام میں قبروں پر لیجاتے ہیں اور وہاں ذبح کرتے ہیں جیسا کہ شاہ کوٹ اور بھری شاہ رحمٰن اور دوسرے بزرگوں کے عرسوں اور میلوں کے ایام میں قبروں پر لیجاتے ہیں اور وہاں ذبح کرتے ہیں بعض لوگ جانور مزارات پر لیجا کر خود ذبح نہیں کرتے بلکہ مجاوروں اور گدی نشینوں کے حوالے کر دیتے ہیں دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور دونوں حرام ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ اور مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ دونوں ایک چیز نہیں ہیں بلکہ اول عام ہے اور ثانی اس کا ایک جزو ہے یعنی اول سے ہر وہ چیز مراد ہے جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے نامزد کر دی گئی ہو خواہ وہ جانور ہو یا غلّہ اور نقدی وغیرہ۔ اور

ثانی سے مراد صرف وہ جانور ہیں جو غیر اللہ کی تعظیم کیلئے استھانوں پر ذبح کئے جائیں چونکہ بزرگوں کے استھانوں اور ان کی خانقاہوں کی لوگوں کے دلوں میں بڑی قدر و منزلت تھی اور وہ ان کی عظمت و تقدس کی وجہ سے وہاں چوپایوں کو لے جاکر ذبح کرتے تھے اس لئے خصوصیت سے ایسے ذبیحوں کی حرمت کا ذکر فرمایا المفسر ابن عطیۃ فرماتے ہیں ما ذبح علی النصب جزء مما اھل بہ لغیر اللہ لکن خص بالذکر بعد جنسہ لشھرۃ الامر وشرف الموضع وتعظیم النفوس (بحر ج ۳ صفحہ ۴۲۲) ۱۴ آن مصدر یہ ہے اور اَزْلَام۔ زلم (بجمل اوصود) کی جمع ہے اور زلم کے معنی تیر کے ہیں یعنی تیروں کے ذریعے حصہ اور مقصد معلوم کرنا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ مشرکین کیا کرتے تھے انہوں نے تیروں پر کچھ الفاظ لکھ رکھے تھے۔ مثلاً کسی پر اِفْعَلْ (کر) کسی پر لَا تَفْعَلْ (نہ کر) کسی پر لك النصف (تمہارا آدھا ہے) کسی پر لك الربع (تمہارا چوتھا حصہ ہے) اور بعض تیروں پر کچھ نہیں تھا۔ تمام تیروں کو ایک خریطے میں ڈال کر باری باری اس سے تیر نکالتے اور اس پر لکھی ہوئی عبارت کے مطابق عمل کرتے تھے یہ تیر ان کے عبادت خانوں میں رکھے رہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے معبود غیب دان اور متصرف ہیں۔ اور وہ اپنے تصرف سے ان تیروں کے ذریعے ان کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد اپنے معبودوں سے صلاح و مشورہ اور ان کی منظوری حاصل کرنا ہوتا تھا اس استقسام کی بنیاد چونکہ غیر اللہ کو متصرف اور غیب دان ماننے پر ہے اس لئے اسے حرام قرار دیا۔ انہ کان استشارۃ مع الاصنام واستعانۃ منھم کما یشیر الی ذلك ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما من انھم اذا ارادوا ذلك اتوا بیت اصنامھم وفعلوا ما فعلوا فلھذا صار حراما (روح ج ۶ صفحہ ۵۸) استقسام چونکہ حرام ہے اس لئے جو مال اس موقع پر بتوں کی نذر کے طور پر ان کے خادموں اور مجاوروں کو دیا جاتا تھا وہ بھی حرام ہے۔ ۱۵ ذلك سے مذکورہ تمام محرمات کو حلال جاننے کی طرف اشارہ ہے اور فسق سے فسق کا کامل درجہ یعنی کفر مراد ہے۔ مطلب یہ کہ مذکورہ محرمات کو حرام نہ سمجھنا اور ان کا تناول کرنا کفر ہے اور ان کو حرام سمجھنا اور ان کے کھانے سے بچنا عین ایمان و اطاعت اور وفاءِ عقود میں داخل ہے جس کا ابتدائے سورت میں حکم دیا گیا ہے وقال الزمخشری اشارۃ الی الاستقسام والی تناول ما حرم علیھم لان المعنی حرم علیھم تناول المیتۃ وکذا وکذا (بحر ج ۳ صفحہ ۴۲۵) وقیل یرجع الی جمیع ما ذکر من الاستحلال لجمیع ھذہ المحرمات و کل شیء منھا فسق وخروج من الحلال الی الحرام والانکفاف عن ھذہ المحرمات من الوفاء بالعقود اذ قال اوفوا بالعقود (قرطبی ج ۶ صفحہ ۶۱) ۱۶ اَلْیَوْمَ سے وہ دن مراد ہے جس دن مذکورہ تحریمات پر مشتمل یہ آیت نازل ہوئی۔ اور وہ جمعہ کا دن ذی الحجہ ۱۰ھ کی آٹھ تاریخ کا دن تھا وقیل یوم نزول الاٰیۃ وروی عن ابن جریج ومجاھد وابن زید و کان کما رواہ الشیخان عن عمر رضی اللہ عنہ عصر یوم الجمعۃ عرفۃ حجۃ الوداع (روح ج ۶ صفحہ ۶۰ و بحر ج ۳ صفحہ ۴۲۵) مطلب یہ کہ ان محرمات کے بیان کے بعد مشرکین کو اب یہ امید باقی نہیں رہی کہ وہ تمہارے دین کو مٹا سکیں گے اور نہ ان کو تم سے یہ توقع باقی رہی ہے کہ تم دوبارہ ان کا دین قبول کر لوگے اور مذکورہ بالا خبائث و محرمات کو کھانے لگو گے انقطع رجاءھم من ابطال دینکم ورجوعکم عنہ بتحلیل ھذہ الخبائث وغیرھا (روح و کبیر ج ۳ صفحہ ۵۲۵) فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اس لئے اب تم اس بات سے مت ڈرو کہ مشرکین تم پر اور تمہارے دین پر غالب آجائیں گے بلکہ مجھ سے ڈرو، میرے احکام کی پیروی کرو اور میری نافرمانی سے بچو تاکہ میری تائید و نصرت ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے۔ ۱۷ تحریمات اللہ تحریمات غیر اللہ اور اللہ کی نذروں اور غیر اللہ کی نذروں کے بیان سے دین اسلام کے تمام فرائض و حدود اور حلال و حرام کے احکام کی تکمیل ہوگئی اور آج کے دن سے ہم نے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی عن ابن عباس والسدی ان المعنی الیوم اکملت لکم حدودی وفرائضی وحلالی وحرامی بتنزیل ما انزلت (روح) اکملت لکم ما تحتاجون الیہ من تعلیم الحلال والحرام والتوقیف علی الشرائع وقوانین القیاس واصول الاجتہاد (بحر) اتمام نعمت سے اسلام کا غلبہ، کفر و شرک کی مغلوبیت، دین کی تکمیل علم و حکمت کا اعطاء، امن اور سعہ مال وغیرہ مراد ہے (روح، بحر، قرطبی وغیرہ) وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا اور دنیا کے تمام ادیان میں سے دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا کیونکہ یہی وہ دین ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور جس پر تمام انبیاء علیہم السلام کاربند تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا پسندیدہ دین صرف اسلام ہے اور نجات صرف اسلام کی پیروی سے حاصل ہوگی۔ جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی پیروی کرتا ہے اس کی نجات نہیں ہوگی اور آخرت میں وہ خسارے میں رہیگا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (آل عمران ع ۹) اور اسلام سے نجات صرف اسی مسلمان کو نصیب ہوگی جو ضروریات دین کا معتقد ہوگا۔ صرف نام کا مسلمان ہونا کافی نہیں اگر کوئی شخص مسلمان کہلانے کے باوجود دین کے ضروری عقائد میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار کر دے تو وہ مسلمان نہیں رہتا اور اس کی نجات نہیں ہوگی۔ مثلاً ختم نبوت کا انکار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے دین میں حجت ہونے کا انکار۔ اللہ کی صفات مختصہ میں غیر اللہ کو شریک ماننا وغیرہ۔ ۱۸ محرمات کا ذکر کرنے کے بعد اضطراری حالت کا حکم بیان فرمایا کہ مذکورہ بالا اشیاء ہیں تو قطعی حرام لیکن اگر کوئی شخص بھوک سے بےبس ہو جائے اور کوئی حلال چیز میسر نہ آسکے اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ حلال چیز کے میسر ہونے تک وہ زندہ نہیں رہ سکے گا یا ایسے عوارض میں مبتلا ہو جائیگا جو موت پر منتج ہوں گے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ مذکورہ محرمات میں سے بقدر سدِ رمق یعنی اس قدر کھائے جس سے اس کی جان بچ جائے۔ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ متجانف کے معنی ہیں مائل یعنی اس شرط پر اسے کھانے کی اجازت ہے کہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونیوالا نہ ہو۔ مطلب یہ کہ سدِ رمق سے زیادہ حرام چیز کا تناول نہ کرے کیونکہ حرام چیز کھانے کی اجازت اضطرار سے مشروط ہے جب اس نے بقدر سدِ رمق کھا لیا تو اضطراری حالت ختم ہوگئی اب اس سے زیادہ کھائیگا تو سخت گنہگار ہوگا۔ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ بحالت اضطرار حرام چیز حلال تو نہیں ہوجاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی شانِ رحمت سے اس حالت میں ان محرمات کے تناول کی اجازت دیدی اور اس حالت میں حرام کھانے کا گناہ معاف فرما دیا ۱۹ اس میں تین اقوال ہیں (۱) امام زہری کہتے ہیں کہ صحابہ کرام اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے کہ ان کے لئے کونسی چیزیں حلال ہیں اور کونسی حرام تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۲) عدی بن حاتم اور زید ابن مہلہل نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم کتوں اور بازوں سے شکار کرتے ہیں بعض جانوروں کو ہم زندہ پالیتے اور ذبح کر لیتے ہیں اور بعض ہمارے پہنچنے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ ان میں سے ہمارے لئے کیا حلال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی جو اصل سوال کے جواب سے زائد پر مشتمل ہے (۳) یہ آیت ابتدائے سورت یعنی أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ سے متعلق ہے اس میں اجمال تھا یہاں اس کی تفصیل ہے۔ یہ آخری قول سب سے زیادہ مناسب ہے۔ أُحِلَّ لَهُمْ میں ضمیر متکلم لَنَا کی جگہ ضمیر غائب استعمال ہوئی ہے۔ علامہ رضی نے لکھا ہے جہاں دونوں ضمیروں کا استعمال جائز ہو وہاں متکلم کی جگہ غائب کی ضمیر استعمال کی جاسکتی ہے۔

فائدہ: شانِ نزول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے فلاں واقعہ ہو چکا تھا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ کیونکہ کئی واقعات جن کا حکم اسی آیت میں مذکور ہوتا ہے اس آیت کے بعد

واقع ہوتے ہیں۔ آیت کو پہلے واقعہ سے مخصوص کرنے سے فہم قرآن میں بڑی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین کا یہ کہنا کہ یہ آیت فلاں واقعہ میں نازل ہوئی اور یہ آیت فلاں حادثہ میں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ آیت فلاں فلاں واقعہ اور حادثہ کو شامل ہے۔ وہ حادثہ اس آیت کے نزول سے پہلے پیش آیا ہو یا اس کے بعد (الفوز الکبیر ص۳۵) حضرت شیخ فرماتے ہیں، شان نزول کے ذکر میں جو یہ آتا ہے فنزلت اس میں فا ترتیب زمانی کے لئے نہیں ہوتی بلکہ تعقیب فی کری کے لئے ہوتی ہے

نٹ۵ طیّبات سے وہ چیزیں مراد ہیں جن سے طبائع سلیمہ نفرت نہ کریں۔ یا وہ اشیاء جن کی حرمت کتاب سنت اور اجماع و قیاس سے ثابت نہ ہو ای ما لیس بخبیث منہا او ھو کل ما لم یات تحریمہ فی کتاب اللہ او سنۃ او اجماع او قیاس (مدارک ج ۱ ص۲۱) ای ما لم تستخبثہ الطباع السلیمۃ ولم تنفر عنہ (ابو السعود ج ۳ ص۵۲۳) طیّبات حلال ہیں اور خبائث حرام جیسا کہ فرمایا لَا تُحَرِّمُوۡا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمۡ اور ایک جگہ فرمایا وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ (اعراف ع۱۹) یہ اصل سوال سے زائد ہے مشرکین عرب نے کئی طیّبات (پاکیزہ چیزوں) کو اپنے معبودوں کی تعظیم و تقرب کے لئے محض اپنے ظن و گمان سے حرام کر رکھا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر پاکیزہ چیز تمہارے لئے حلال ہے لما کانت العرب تحرم اشیاء من الطیبات کالبحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام بغیر اذن من اللہ تعالیٰ قرر ھنا ان الذی احل ھی الطیبات (بحر ج ۳ ص۴۲۸، کبیر ج ۳ ص۵۳۰)

نٹ۶ یہ دوسرے قول کے مطابق اصل سوال کا جواب ہے اور اس میں مضاف محذوف ہے ای صید ما علمتم یعنی ان شکاری جانوروں کا شکار تمہارے لئے حلال ہے جن کو تم تعلیم دے لو بعض درندوں کو اگر سدھا لیا جائے تو ان کا شکار حلال ہے مثلاً کتا

مِمَّآ اَمۡسَكۡنَ عَلَيۡكُمۡ وَاذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهِ ۖ وَ
اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اس پر اور

اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ④ اَلۡيَوۡمَ اُحِلَّ
ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب ف آج حلال ہوئیں

لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمۡ
تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے

وَطَعَامُكُمۡ حِلٌّ لَّهُمۡ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَ
اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور حلال ہیں تم کو پاکدامن عورتیں مسلمان اور

الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ اِذَاۤ
پاکدامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے جب

اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ مُحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ وَلَا
دو ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو اور نہ

مُتَّخِذِيۡۤ اَخۡدَانٍ ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ
چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا ایمان سے تو

حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ⑤ يٰۤاَيُّهَا
ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں وہ ٹوٹے والوں میں ہے ف اے

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ
ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ

وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَ
اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور

اَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ ؕ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا ؕ
پاؤں ٹخنوں تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو

ع ۵

[illegible]

موضح قرآن

ف۱۔ مواشی کا حکم تو فرما دیا۔ پھر لوگوں نے اور چیزوں کو پوچھا تو فرمایا کہ ستھری چیزیں تم کو حلال ہیں سو حضرت نے جو چیزیں منع فرمائیں معلوم ہوا کہ وہ ستھری نہیں۔ جیسے پھاڑنے والے جانور چوپائے یا پرندہ مثلاً شیر یا چیتا یا باز یا چیل۔ اور اسی میں داخل ہوئے مردار خور سارے کوا وغیرہ اور جیسے گدھا خچر اور جیسے کیڑے زمین کے مثلاً چوہا وغیرہ۔ اور پہلے حرام فرمایا جس کو پھاڑنے والے نے کھایا اب اس میں سے شکاری اور سدھائے جانور کا مارا ہوا حلال کیا جب اس نے آدمی کی خو سیکھی تو گویا آدمی نے ذبح کیا لیکن سدھانا شرط ہے۔ سدھا وہ کہ پکڑ کر رکھ چھوڑے آپ نہ کھاوے اور اللہ کا نام لینا شرط ہے دوڑاتے وقت کہ اس بغیر ذبح درست نہیں مگر بھولے تو معاف ہے۔ ف۲ فرمایا کہ آج تم کو سب ستھری چیزیں حلال ہوئیں یعنی حضرت ابراہیمؑ کے وقت یہ سب چیزیں حلال تھیں جب تورات نازل ہوئی تو یہود کی سزا میں اکثر چیزیں منع ہوئیں اور انجیل میں حلال، حرام بیان نہ ہوا۔ اب قرآن میں وہی دین ابراہیم کے موافق سب حلال ہوئیں اور فرمایا کہ کتاب والوں کا کھانا حلال ہے یعنی ان کا ذبح اور پر تو ذبح کی شرط فرمائی کہ اللہ کا نام ذکر ہو اور غیر کی تعظیم نہ ہو یہاں اور شرط فرما دی کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب یعنی یہود یا نصاریٰ اور کسی دین مذہب والے کا ذبح نہیں حلال اگرچہ نام اللہ کہے اس کا لینا معتبر نہیں اور فرمایا کہ اسی طرح مسلمان کو عورت نکاح کرنی ان کی حلال ہے اوروں کی نہیں۔ سو جن شرطوں سے آپس میں نکاح درست ہے اسی طرح ان کا نکاح درست ہے۔ پھر فرمایا کہ اہل کتاب کو اور کفار سے دو حکم میں مخصوص کیا یہ فقط دنیا میں ہے اور آخرت میں ہر کافر خراب ہے۔ اگر عمل نیک بھی کرے تو قبول نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی نخوردہ درندہ باشد برائے خوردن خود۔ واللہ اعلم ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی نزدیک سال جانوران شکاری واللہ اعلم ۱۲ ف۳ مترجم گوید یعنی آنچہ بر اہل کتاب حلال بود بر شما حلال است مثل گوسفند و گاؤ و آنچہ بر شما حلال کرده شد بر کسی کہ از ایشان مسلمان شود حلال است مثل شتر و ذی ظفر و قبیلہ یہود و نصاری در این باب عقبار نیست واللہ اعلم ۱۲ ف۴ مترجم گوید محصنات [illegible]

[illegible]

بحری، چیتا، باز، عقاب وغیرہ۔ ان کا شکار حلال ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔ **مِّنَ الْجَوَارِحِ** یہ **جَارِحَۃ** کی جمع ہے یعنی زخم کرنے والے۔ جارحہ کے معنی کاسبہ (کمانے والے) کے بھی آتے ہیں۔ چونکہ شکاری جانور مالکوں کے لئے روزی مہیا کرتے ہیں اس لئے انہیں جوارح (کواسب) کہا گیا۔ **مُکَلِّبِیْنَ** ای معلمین یعنی تعلیمیافتہ کو شکار کے پیچھے چھوڑنے والے۔ یہ علمتم کی ضمیر سے حال ہے۔

ف۲۲ جب تم سکھائے ہوئے شکاری جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑ دو اور وہ شکار کو پکڑ کر روک رکھے اور اس میں سے خود کچھ نہ کھائے تو سمجھ لو کہ وہ تعلیمیافتہ ہے۔ اس کا مارا ہوا شکار کھالو۔ **وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ** جب شکاری جانور کو چھوڑو تو اس وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ ان آیتوں سے حلت شکار کی حسب ذیل شرطیں مفہوم ہوئیں (۱) شکاری جانور تعلیمیافتہ ہو۔ یہ شرط علمتم اور تعلمونہن میں صراحۃً مذکور ہے۔ جانور کے تعلیمیافتہ ہونے کی تین علامتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ خود بخود شکار کے پیچھے نہ بھاگے جب تک مالک اسے اشارہ نہ کرے۔ دوم یہ کہ شکار کے پیچھے چھوڑنے کے بعد اگر مالک اسے واپس بلائے تو واپس آجائے۔ یہ دونوں باتیں مکلبین سے مفہوم ہوتی ہیں۔ سوم یہ کہ وہ شکار کو پکڑ رکھے اور اسے کھائے نہیں یہ کلوا مما امسکن علیکم میں بصراحت مذکور ہے (۲) شکاری جانور کو شکار کے پیچھے چھوڑنا۔ یہ شرط مکلبین میں صراحت سے مذکور ہے اگر شکاری جانور مالک کے اشارے کے بغیر ہی شکار کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اور مالک نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لیا تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا (۳) جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا یہ شرط بھی **وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ** میں صراحۃً مذکور ہے (۴) شکاری جانور شکار کو زخمی کرے یہ شرط الجوارح کی تعبیر سے مفہوم ہو رہی ہے۔ اگر شکاری کتے نے خرگوش کو گلے سے دبوچ لیا اور وہ دم گھٹنے سے مر گیا اور اسے کوئی زخم نہ آیا تو وہ حلال نہیں ہوگا ان مذکورہ شرائط کے ساتھ کیا ہوا شکار صرف اسی حالت میں حلال ہے جب کہ مالک کے اس تک پہنچنے تک وہ جان دے چکا ہو اگر مالک کے پہنچنے تک وہ زندہ ہو تو اسے شرعی طور پر ذبح کرنا لازم ہوگا اگر مالک نے شکار کو زندہ پایا اور اسے ذبح کرنے کی مہلت بھی ملی مگر ذبح نہ کیا تو وہ شکار حرام ہوگا۔

ف۲۳ یہ اعادہ احسان جتلانے کے لئے کیا گیا ہے یا تاکید کے لئے جیسا کہ خازن نے لکھا ہے۔ نیز یہ اگلے حکم کیلئے تمہید ہے **وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ** الخ یہاں طعام سے ذبیحہ مراد ہے کیونکہ اہل کتاب کی باقی خوردنی اشیاء کی حلت میں کوئی کلام نہیں المراد به الذبائح لان غیرها لا یختلف فی حلہ وعلیہ اکثر المفسرین (روح ج ۶ ص۶۵) اہل کتاب سے یہاں تمام یہود و نصاریٰ مراد ہیں لیکن ان کا ذبیحہ حلال اس شرط پر ہے کہ اللہ کا نام لیکر ذبح کریں اگر کسی یہودی نے حضرت عزیر کے نام پر یا کسی عیسائی نے حضرت مسیح علیہ السلام کے نام پر جانور ذبح کیا تو وہ حلال نہیں ہوگا۔ **وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ** اس میں خطاب مومنوں سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اپنا ذبیحہ یا دیگر خوردنی اشیاء میں سے کچھ اہل کتاب کو کھلا دو تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں یہود پر پہلے ذی ظفر یعنی ناخن والے جانور حرام تھے جیسا کہ ارشاد ہے **وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ** (انعام ع ۱۸) اب قرآن میں ایسے جانوروں کو ان کے لئے حلال کر دیا گیا۔ (شاہ عبدالقادر رح)

ف۲۴ محصنات سے عفائف اور پاکدامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں۔ یہ قول ابراہیم نخعی، شعبی اور حسن بصری سے منقول ہے والمراد بهن عند الحسن والشعبی وابراهیم العفائف (روح) اور عفائف کی قید احترازی نہیں بلکہ محض پاکدامن عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب کے لئے ہے تاکہ ان سے پیدا ہونیوالی اولاد پاکیزہ اخلاق سے متصف ہو اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو (روح و خازن ج ۲ ص۱۳) **وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ** یہاں بھی محصنات سے عفائف اور پاکدامن عورتیں مراد ہیں خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں یعنی یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمانوں کو نکاح کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ پاکدامن کی قید یہاں بھی مذکورہ بالا حکمت کیلئے ہے **اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ**۔ اجور سے مراد مہور (جمع مہر) ہیں۔ مہر دینے کو شرط سے تعبیر کرنے میں مہر ادا کرنے کی تاکید اور اس کے وجوب کی طرف اشارہ ہے **مُحْصِنِيْنَ** یہ **اٰتَيْتُمُوْهُنَّ** کے فاعل سے حال ہے جس طرح عورتوں میں احصان اور پاکدامنی کی صفت کا ذکر کیا تھا اسی طرح مردوں میں بھی عفیف اور پاکدامن ہونے کی قید لگائی اور اس سے مردوں کو بھی پاکیزہ اور بے داغ زندگی گذارنے کی ترغیب دینا مقصود ہے فكما شرط الاحصان فی النساء وهی العفة عن الزنا كذلك شرطها فی الرجال الخ (ابن کثیر ج ۲ ص۲۰) **غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ** یہ دونوں بھی حسب سابق حال ہیں ان دونوں لفظوں سے محصنین کے مفہوم ہی کی تاکید و توضیح فرمائی یعنی مردوں کو اسی طرح عفیف اور پاکدامن رہنا چاہیئے کہ زنا اور بدکاری سے ہر حال میں بچیں۔ نہ تو ایسا کریں کہ جس عورت سے بھی موقع میسر آئے بدکاری کرلیں اور نہ مخصوص عورتوں سے پوشیدہ دوستی کر کے ایسا کریں۔

ف۲۵ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا کہ جب اہل کتاب کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح بھی درست ہے تو شاید ان کا مذہب بھی حق ہوگا تو اس کا جواب فرمایا کہ ایمان کے لئے تمام احکام کا دل سے ماننا اور تمام شرائع پر عمل کرنا ضروری ہے اہل کتاب چونکہ اسلام کے تمام احکام و شرائع کو نہیں مانتے اس لئے ان کا مذہب باطل ہے اس شبہ کا اظہار خود اہل کتاب عورتوں نے بھی مسلمانوں سے کیا تھا کہ جب اللہ نے ہمارے ساتھ تمہیں نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسے ہمارا دین بھی پسند ہے لما قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من الذین اوتوا الکتب قال نساء اهل الکتب لولا ان اللہ رضی دیننا لم یبح لکم نکاحنا (قرطبی ج ۶ ص۷۹) جب اللہ نے مسلمانوں کو یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی تو باہمی اختلاط اور رہن سہن سے اس بات کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہ خاوند غیر مسلم بیوی کے بعض مذہبی خیالات سے متاثر ہو کر ان کو قبول کرلے اسلئے نکاح کی اجازت کے ساتھ تہدید فرمادی کہ خبردار اپنے ایمان پر قائم رہنا اور بیوی کے خیالات سے متاثر ہو کر ایمان سے غداری نہ کرنا۔ ورنہ تمام اعمال ضائع اور رائیگاں جائیں گے اور آخرت میں خسران کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ف۲۶ ایفائے عقود کے عام حکم کے بعد چاروں مسائل (تحریمات اللہ، تحریمات غیر اللہ، اللہ کی نذریں اور غیر اللہ کی نذریں) بیان فرمائے۔ اور آپس میں بغض و عداوت رکھنے سے منع فرمایا۔ اب یہاں ایک امر مصلح (نماز) کا ذکر فرمایا کیونکہ نماز سے ظاہر و باطن کی تطہیر ہوتی ہے اس طرح نماز ایفائے عقود، محرمات کو حرام سمجھنے، حلال کو حلال سمجھنے اور باہمی بغض و عداوت کو دور کرنے میں ممد و معاون ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ** (عنکبوت ع ۵) اور صحیح حدیث میں ہے سووا صفوفکم او لیخالفن اللہ بین قلوبکم یعنی نماز میں صفیں سیدھی کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں بغض و عداوت پیدا کر دیگا۔ نماز کے ساتھ طہارت (وضوء، تیمم، غسل) کے احکام بھی بیان فرمائے کیونکہ طہارت نماز کی شرط ہے اس کے بغیر نماز سے اس کے متعلقہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام آداب اور شرائط و ارکان کے ساتھ ادا کرو تاکہ اس کے مطلوبہ فوائد سے بہرہ مند ہو سکو۔

ف۲۷ **اَرْجُلَكُمْ** کا عطف **وُجُوْهَكُمْ** پر ہے اور وہ **فَاغْسِلُوْا** کے تحت داخل ہے اور منہ اور ہاتھوں کی طرح پاؤں کا دھونا بھی فرض ہے۔ ایک قرأت میں **وَاَرْجُلِكُمْ** لام کی زیر سے وارد ہے۔ اس سے شیعوں نے یہ مسئلہ نکالا کہ جر کی حالت میں اس کا عطف **بِرُءُوْسِكُمْ** پر ہے اس لئے سر کی طرح پاؤں کا بھی مسح ہی فرض ہے دھونا فرض نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں (۱) ارجلکم قرأت جر کی صورت میں بھی اصل میں منصوب ہے۔ اور اس کا عطف

وجوھکم پر ہے رؤسکم پر نہیں ہے اور ارجلکم کی جر جر جوار ہے۔ یعنی رءوسکم کے ساتھ واقع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو وجوھکم کا ہے یعنی دھونا۔ (۲) محققین کا مسلک یہ ہے کہ ایک ہی آیت میں دو مختلف قرأتیں دو مستقل آیتوں کے حکم میں ہوتی ہیں اور ہر آیت ایک جداگانہ مستقل حکم کو ثابت کرتی ہے اس آیت میں بھی چونکہ دو قرأتیں ہیں لہٰذا یہ دو آیتوں کے حکم میں ہوگی اور اس سے پاؤں کے بارے میں دو مختلف حکم ثابت ہو رہے ہیں۔ ایک پاؤں کو دھونے کا، دوسرا پاؤں پر مسح کرنیکا۔ یہ دونوں حکم متضاد ہیں اور ان میں جمع ممکن نہیں اس لئے ان دونوں حکموں کو دو مختلف حالتوں پر محمول کیا جائے گا۔ پہلی قرأت جو پاؤں کے دھونے کا حکم دے رہی ہے وہ اس حالت پر محمول ہے جب پاؤں موزوں میں ملبوس نہ ہوں اور دوسری قرأت جو پاؤں کے دھونے کا حکم دے رہی ہے وہ موزے پہنے ہوئے ہونے کی حالت پر محمول ہے اس طرح دونوں قرأتوں پر عمل ہو سکتا ہے فَاطَّهَّرُوْا مجرد کی جگہ باب تفعل کا استعمال مبالغہ کے لئے ہے یعنی غسل جنابت میں مبالغہ کرو اور بدن کی ہر اس جگہ پر پانی پہنچاؤ جہاں پانی پہنچانے میں کوئی دقت نہ ہو۔ ای فاغتسلوا علی اتم وجه (روح ج ۶ ص۷۲) اس طرح یہ آیت غسل جنابت میں مضمضہ (کلی کرنے) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنے) کے وجوب پر نص ہے۔ کیونکہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے پر بلا دقت عمل ہو سکتا ہے۔ **۲۸** یہاں پر لفظ اَوْ بالکل اسی طرح ہے جس طرح سورۂ نساء میں آیت وضو میں وارد ہوا ہے اس کی پوری تحقیق سورۂ نساء میں ص۲۲۳ پر گذر چکی ہے **۲۹** امر مصلح کے بعد سورت کے ابتدائی مضمون یعنی اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کا اعادہ فرمایا پہلے بطور تمہید اپنی نعمت کی یاد دہانی کرائی۔ نعمت سے نعمت اسلام مراد ہے۔ **وھی نعمة الاسلام** (روح ج ۶ ص۸۴ ابو السعود ج ۳ ص۵۳) اسلام اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ تمام بنی آدم کی دینی اور دنیوی بہبود اور بہتری اسی سے وابستہ ہے **وَمِيْثَاقَهُ** الخ اس سے وہی عہد و میثاق مراد ہے جو ہر مسلمان اللہ کے حدود و احکام اس کے فرائض و واجبات اور اس کے حلال و حرام کو بجالانے کے لئے اللہ سے باندھتا ہے۔ یہ آیت قرینہ ہے کہ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ سے تمام احکام و حدود کی پابندی مراد ہے۔ **۳۰** یہ بھی پہلے مضمون کا اعادہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عقود و حقوق کو اپنی امکانی طاقت کے مطابق بجالانے کی کوشش کرو۔ عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو اور بغض و عداوت کی بنا پر حق و انصاف سے روگردانی مت کرو۔ اس میں وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ کے مضمون کا اعادہ ہے۔ **وَعَدَ اللّٰهُ** الخ احکام و حدود بیان کرنے کے بعد ان لوگوں کو اخروی بشارت دی گئی جو ان کو بجا لائیں گے اور اللہ کی حدود کو قائم کریں گے **وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا** الخ ان لوگوں کیلئے وعید اور تخویف اخروی ہے جو اللہ کے احکام کو پامال کریں۔ اور اس کی حدود کو توڑیں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ
اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ۲۷ یا کوئی تم میں آیا ہے
مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا
جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے ۲۸ پھر نہ پاؤ تم
مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ
پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ
وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ
اور ہاتھ اس سے اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر
مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ
تنگی کرے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا
اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو اور یاد کرو
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ
احسان اللہ کا ۲۹ اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا
اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا ف۲ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ خوب جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا
دلوں کی بات ف اے ایمان والو ۳۰ کھڑے
قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ
ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی
شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ
دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے

[illegible]

موضح قرآن ف اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو یاد دلا دیا کرتا ہے کہ میرے عہد پر قائم رہو اسی طرح ہم کو تقید فرمایا کہ عہد یاد رکھو وہ عہد یہ ہے کہ جب لوگ مسلمان ہوتے تو حضرت سے بیعت کرتے یعنی ہاتھ پکڑ کر قول دیتے بہت چیزوں کے کرنیکا جیسے پانچ نمازیں اور روزہ رمضان اور زکوٰۃ اور حج اور خیر خواہی ہر مسلمان کی اور بہت چیزیں چھوڑنے پر جیسے خون اور زنا اور چوری اور تہمت لگانی بے گناہ کو اور سردار سے مخالفت کرنی اسی عہد پر فرمایا کہ قائم رہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی جماع کردہ باشید و نزدیک شافعی ح دست رسانیدن زن ناقض وضو است واللہ اعلم ۱۲۔ ف۲ یعنی عہد یکہ وقت بیعت بستید۔ واللہ اعلم ۱۲

ف۳۱ حکم سابق کا دوبارہ اعادہ ہے اللہ کا انعام یاد رکھو اور آمر بالقسط بنو، عدل و انصاف کی راہ پر چلو۔ اللہ سے کئے ہوئے تمام عہد پورے کرو اور شعائر اللہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو بے حرمتی مت کرنے دو اگر یہودیوں سے جو شعائر اللہ کی بے حرمتی کرتے ہیں تمہیں کچھ ڈر خطرہ ہو تو اس کی پرواہ نہ کرو اور اسے خاطر میں نہ لاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اس کی نافرمانی سے بچو اور اس پر بھروسہ رکھو جس طرح اس نے ایک موقعہ پر کافروں کے حملے اور ان کی شرارت سے تمہیں محفوظ رکھا وہ اب بھی یہودیوں کی شرارت سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ مقام عسفان میں نمازِ ظہر ادا کی تو یہ دیکھ کر مشرکین کو افسوس ہوا کہ کیوں نہ انہوں نے بحالت نماز ان پر حملہ کرکے انہیں ختم کر دیا اس کے بعد انہوں نے منصوبہ بنایا کہ چلو نمازِ عصر کی حالت میں ان پر حملہ کریں گے اللہ تعالیٰ نے نمازِ خوف کا حکم نازل فرما کر ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا (روح ج ٦ صـ۸۳ مظہری ج ۳ صـ۶۲) ایمان والوں کو خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ یہود و نصاریٰ کی طرف سے دل میں کوئی خطرہ یا ڈر نہ رکھنا چاہیئے۔ یہود پر ہم نے لعنت و ذلت مسلط کر دی ہے اور نصاریٰ میں پھوٹ ڈال دی ہے اب وہ تم سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔

ف۳۲ ابتدائے سورت میں ایفائے عقود اور اسلام کے حدود و احکام کی پابندی کا حکم دیا اس کے بعد تحلیل و تحریم کی کچھ حدود بیان فرمائیں اور آخر میں ماننے والوں اور مذکورہ عہود پورا کرنے والوں کو اخروی بشارت اور نہ ماننے والوں اور نقض عہد کرنے والوں کو اخروی عذاب کی وعید سنائی۔ اب یہاں سے نقضِ عہد (عہد توڑنے) کی سزا کے دو نمونے بیان فرمائے تاکہ مسلمان ان سے عبرت حاصل کریں اور نقضِ عہد سے بچیں پہلے بنی اسرائیل (یہود) سے عہد لینے کا ذکر فرمایا۔ میثاق سے یہاں اللہ کی توحید کو قائم کرنے، شرک سے بچنے اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور اس کے احکام کی پیروی کرنے کا عہد مراد ہے اس کی طرف لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ الخ میں اشارہ ہے۔ ومعنی الاٰیۃ ان اللہ اخذ میثاقھم ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا وان یعملوا بما فی التوراۃ من الاحکام والتکالیف (خازن ج ۲ صـ۲۱) وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ الخ نقیب کے معنی قوم کے سردار اور قوم کی طرف سے ذمہ داری اٹھانے والے کے ہیں۔ النقیب کبیر القوم (قرطبی ج ٦ صـ۱۱۲) قال ابن عباس النقیب الضمین (خازن) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلے کا ایک سردار منتخب کریں اور ہر سردار کے ذریعے اس کے قبیلے سے مذکورہ بالا عہد و پیمان کی پابندی کرائیں۔ امر جل شانہ موسٰی علیہ السلام ان یاخذ من کل سبط کفیلا علیھم بالوفاء فیما امروا بہ فاخذ علیھم المیثاق الخ (روح ج ٦ صـ۸۵)

لِلتَّقْوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا

تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خوب خبر ہے جو تم

تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

کرتے ہو ف۱ وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

اور جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے واسطے بخشش اور بڑا

عَظِیْمٌ ⑨ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

ثواب ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلائیں

بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ⑩ یٰۤاَیُّهَا

ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے اے ۳۱

الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ

ایمان والو یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر

اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ

جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلاویں ف۱

فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

پھر روک دیئے تم سے ان کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَ

اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ ایمان والوں کو ف۲ اور

لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۚ

لے چکا ہے اللہ عہد ۳۲ بنی اسرائیل سے

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَقَالَ

اور مقرر کئے ہم نے ان میں بارہ سردار اور کہا

ع ٢ ٦

م۔ عہد و پیمان پورا کرنے والوں اور آمرین بالقسط کیلئے بشارت اخروی سے عہد توڑنے والوں کیلئے تخویف اخروی سے یعنی وعدہ سے پورا کرو اور بے حرمتی کرنے والوں کو بے حرمتی نہ کرنے دو اور ان سے نہ ڈرو۔ اگر تم بھی ان سے ڈرو تو اللہ [illegible]

بھروسہ کرو جیسے اس نے تمہیں پہلے بھی بچالیا تھا وہ اب بھی بچائے گا تمہاری حفاظت کریگا مع نقض عہد کے دو نمونوں میں سے پہلا نمونہ یعنی یہود کا نقض عہد اور ان احکام کی پابندی [illegible] حکایۃ یعنی نقض عہد تمہید ہے کی صورت [illegible]

منزل ٢

موضح قرآن ف۱ اکثر کافروں نے مسلمانوں سے بڑی دشمنی کی تھی پیچھے مسلمان ہوئے تو فرمایا کہ ان سے وہ دشمنی نہ نکالو اور ہر جگہ یہی حکم ہے حق بات میں دوست اور دشمن برابر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید این معجزہ چند نوبت متحقق شد ازانجملہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بمحلہ یہود رفتہ بودند شخصی ازایشان خواست کہ سنگی بالائے آنحضرت ﷺ افگند خدائے تعالیٰ دست آں شخص بند کرد۔ وازاں جملہ آنست کہ کفار قریش در حدیبیہ از جنگ بازایستادند بعد ازانکہ داعیہ جنگ داشتند وازانجملہ آنست کہ یکے از یاران مسیلمہ کذاب دست درازی خواست خدائے تعالیٰ دست او را کرخت ساخت ۱۲ ف۲ یعنی قتال کنند واللہ اعلم ۱۲۔

۳۳ معیت سے یہاں مراد معیت معنوی۔ کم ضمیر خطاب نقباء سے ہے یا تمام بنی اسرائیل سے یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں تمہارے افعال کو دیکھتا اور تمہارے اقوال کو سنتا ہوں اگر تم عہد پورا کروگے تو میری حمایت اور تائید و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی اور اگر نقضِ عہد کروگے تو میں سزا دینے پر بھی قادر ہوں والمعنی انی معکم بالعلم والقدرۃ فاسمع کلامکم وارٰی افعالکم واعلم ضمائرکم واقدر علی ایصال الجزاء الیکم (کبیر ج ۳ ص ۵۴۶) **۳۴** یہ جملہ شرطیہ ہے جو میثاقِ مذکور کے متعلق پانچ امور پر مشتمل ہے (۱) اگر تم نماز قائم کروگے (۲) وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ اور صدقاتِ واجبہ ادا کروگے (۳) وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ اور میرے تمام رسولوں پر ایمان لاؤگے (۴) وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کروگے اور انکا ساتھ دوگے (۵) وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ اور نفلی صدقات سے قوم کے غرباء کی امداد کرتے رہوگے لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ یہ شرطِ مذکور کی جزاء ہے یعنی اگر تم مذکورہ احکام بجالاؤگے تو ہم اس کی جزاء دینگے کہ تمہارے گناہ معاف کرینگے اور تمہیں جنت میں داخل کرینگے۔

اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ

اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں ۳۳ اگر تم قائم رکھوگے نماز ۳۴

وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ

اور دیتے رہوگے زکوٰۃ اور یقین لاؤگے میرے رسولوں پر

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا

اور مدد کروگے ان کی اور قرض دوگے اللہ کو اچھی طرح

حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ

کا قرض وے تو البتہ دور کرونگا میں تم سے گناہ تمہارے اور

لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ

داخل کرونگا تم کو باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں پھر جو کوئی

كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ

کافر ہوا تم میں سے اس کے بعد ۳۵ تو وہ بیشک گمراہ ہوا سیدھے

السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ

راستہ سے ف۱ سو ان کے عہد توڑنے پر ۳۶ ہم نے ان پر لعنت کی

وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ

اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت پھیرتے ہیں

الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا

کلام کو اس کے ٹھکانے سے اور بھول گئے نفع اٹھانا

مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ

اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی اور ہمیشہ تو

تَطَّلِعُ عَلٰی خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ

مطلع ہوتا رہتا ہے ان کی کسی دغا پر مگر ۳۷ تھوڑے لوگ ان میں سے

منزل ۲

[illegible]

۳۵ جس نے اس مؤکد عہد اور پختہ میثاق کے بعد اسکی کسی ایک شق کو توڑ دیا تو وہ بلا شبہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا اور کھلی گمراہی میں جا پڑا اور اسکی کوئی معذرت قبول نہ ہوگی **۳۶** اس سے پہلے دماج ہے ای فنقضوا عهد الله من بعد میثاقه یعنی یہود نے اللہ سے پختہ عہد کرنیکے بعد اسے توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے محض نقضِ عہد کیوجہ سے انکو حسبِ ذیل سزائیں دیں لَعَنّٰهُمْ ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کرکے ذلیل و خوار کردیا وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً اور ان کے دلوں کو سخت کردیا یہانتک کہ ان سے قبولِ حق کی استعداد سلب کرلی کہ وہ حق بات کے لئے نرم نہ ہوسکیں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ یہ ماقبل کے لئے صفتِ کاشفہ ہے استئناف لبیان مرتبة قساوة قلوبهم فانه لا مرتبة اعظم مما ینشأ عنه الاجتراء علی تحریف کلام رب العلمین والافتراء علیه عزوجل (روح ج ۶ ص ۹۶) ان کے دلوں کی سیاہی اور سختی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ رب العلمین کے کلام میں تحریف کرنے لگے اور اس پر بہتان باندھنے لگے۔ وَنَسُوْا حَظًّا الخ نَسُوْا بمعنی تَرَكُوْا ہے یعنی تورات میں جن احکام کی ان کو نصیحت کیگئی تھی ان کے معتد بہ حصے پر انہوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا یہ نقضِ عہد ہی کا وبال تھا کہ انکے عوام و خواص میں بدعملی پھیل گئی اور دین کی دولت بھی ہاتھ سے جاتی رہی وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ۔ خَآىِٕنَةٌ بمعنی خیانت ہے یہ بھی نقضِ عہد ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ ہر وقت دین میں خیانت اور غدر پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔ اور خیانت و بدعہدی ان کی عادتِ مستمرہ بن چکی ہے اور وہ اس کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ غدر اور خیانت میں وہ بالکل اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں والمعنی ان الغدر والخیانة عادة مستمرة لهم ولاسلافهم كما يعلم من وصفهم بالتحريف وما معه (روح ج ۶ ص ۹۶) ای هذه عادتهم ودیدنهم معك وهم علی مكان اسلافهم من خیانة الرسل وقتلهم الانبیاء فهم لا یزالون یخونونك وینكثون عهودك ویظاهرون علیك اعداءك ویهمون بالفتك بك (بحر ج ۳ ص ۴۴۶) موجودہ زمانہ کے علماءِ سوء میں مذکورہ بالا چاروں باتیں بطورِ اتم موجود ہیں **۳۷** یہ ماقبل سے استثناء ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان میں سے اسلام لے آئے اور اپنے سابقہ گناہوں تحریف اور خیانت و غدر وغیرہ سے تائب ہوگئے وهم عبدالله بن سلام واصحابه الذین اسلموا من اهل الکتب (خازن جلد ۲ ص ۲۳) فَاعْفُ عَنْهُمْ الخ عنهم کی ضمیر سے وہی لوگ مراد ہیں جنہیں ماقبل سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یعنی مومنین اہلِ کتاب فرمایا ان سے درگذر کرو اور ان کے گذشتہ گناہوں اور انکی سابقہ خیانت و بدعہدی سے ان پر مؤاخذہ نہ کرو فاعف عن مؤمنیهم ولا تؤاخذهم بما سلف عنهم (مدارک ج ۱ ص ۲۱۴، بحر) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ یہ جملہ ماقبل کیلئے بمنزلہ تعلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اس لئے آپ ان سے احسان اور حسنِ سلوک کا معاملہ فرمائیں۔ یہ نقضِ عہد کی سزا کا پہلا نمونہ تھا جس سے اہلِ اسلام کی تنبیہ مقصود ہے یعنی جس طرح یہود کو عہد توڑنے اور ہمارے احکام و حدود کو

حل موضح قرآن ف۱ یہ بیان فرمایا بنی اسرائیل سے عہد لینے کا حضرت موسیٰؑ کی آخر عمر میں یہ قرار لئے ہیں یہ سورۃ حضرت کی آخر عمر میں نازل ہوئی شاید ہم کو سنایا اسی واسطے کہ ہمکو بھی یہی تقید ہے ایک عہد اس امت سے یہ تھا کہ رسول جو پیچھے پیدا ہو اسکی مدد کریو۔ اسکے بدل ہم سے یہ ہے کہ خلفاء کی اطاعت کریو یہ مذکور بارہ سرداروں کا یہاں فرمایا اسی اشارے کو کہ حضرت نے بتایا ہے میری امت میں بارہ خلیفے ہوں گے قوم قریش سے اور فرمایا ہے کہ جو خرابی ہوئی پہلی امت میں سو ہوگی تم میں۔ جیسے وہ خراب ہوئے پیغمبروں کی مخالفت سے یہ امت خراب ہوئی خلیفہ پر خروج کر کر۔

[illegible]

[illegible]

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ⑬

سو معاف کر اور درگذر کر ان سے اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ

اور وہ جو ۳۸ کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ

پھر بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی پھر ہم نے لگا دی آپس میں ان کے

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ

دشمنی اور کینہ ۳۹ قیامت کے دن تک اور آخر

يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ⑭ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

جتا دے گا ان کو اللہ جو کچھ کرتے تھے ۴۰ اے کتاب والو ۴۱

قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ

آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جو تم

تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ڛ قَدْ جَاۗءَكُمْ

چھپاتے تھے کتاب میں سے اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے بیشک آئی ہے تمہارے

مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ⑮ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ

پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی ۴۲ جس سے اللہ ہدایت کرتا ہے

مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ

اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں اور ان کو نکالتا ہے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ

اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی

مُّسْتَقِيْمٍ ⑯ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

راہ بے شک کافر ہوئے ۴۳ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی

۳۸ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى الخ یہ نقضِ عہد کی سزا کا دوسرا نمونہ ہے یعنی ہم نے نصاریٰ میں عہد توڑنے کی وجہ سے عداوت ڈال دی اور ان کے دلوں میں باہمی بغض پیدا کردیا۔ اگر تم بھی نقضِ عہد کروگے تو تمہیں بھی یہی سزا ملے گی۔ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ جس طرح بنی اسرائیل سے توحید و رسالت اور دیگر احکام کی بجا آوری کا عہد لیا تھا اسی طرح نصاریٰ سے بھی لیا مگر انہوں نے بھی یہودیوں کی طرح عہد توڑا اور اللہ کے اوامر کو پامال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی حالانکہ انجیل میں آپ پر ایمان لانے کا حکم تھا اور انہوں نے یہودیوں کی طرح انجیل میں تحریف بھی کی۔ ای فی التوحید والایمان بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم اذ ھو مکتوب فی الانجیل (فنسوا حظا) وھو الایمان بمحمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ای لم یعملوا بما امروا بہ وجعلوا ذلك الھوی والتحریف سببًا للکفر بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم (قرطبی ج ۶ ص ۱۱۷)

۳۹ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الخ بینھم کی ضمیر نصاریٰ کے لئے ہے اور اس سے ان کے مختلف گروہ مراد ہیں مثلاً یعقوبیہ نسطوریہ اور ملکانیہ وغیرہ یعنی نصاریٰ نے ہمارا عہد و میثاق توڑ دیا تو ہم نے دنیا میں ان کو یہ سزا دی کہ انہیں مختلف فرقوں میں بانٹ دیا اور ان کے درمیان بغضاء و عداوت کی آگ بھڑکا دی جو قیامت تک باقی رہے گی۔ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ نقضِ عہد کی سزا دنیا میں تو وہ تھی جو پہلے مذکور ہوئی یہاں اخروی عذاب کی وعید سنائی گئی دنیا میں انہوں نے جو بد عہدیاں اور خیانتیں کی ہیں آخرت میں بھی انکی سخت سزا پائیں گے۔ ای فی القیامۃ بالجزاء والعقاب (مدارک ج ۱ ص ۲۱۴) حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی پر ان کی سزا ذکر کرنے سے اہل اسلام کی تنبیہ مقصود ہے اگر انہوں نے نقضِ عہد کیا اللہ کے احکام سے سرتابی کی تو ان کو یہ تمام سزا دی جائیں گی جو یہود و نصاریٰ کو علیحدہ علیحدہ دی گئیں چنانچہ اب مسلمانوں کو نقضِ عہد کی سزا مل رہی ہے۔ وہ فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور ان کے درمیان بغض و عداوت کی آگ شعلہ زن ہے۔ یہاں تک سورت کے پہلے حصے مضمون اول یعنی شرک فعلی کی نفی کا بیان ختم ہوا

حصہ اوّل مضمون ثانی

شرک اعتقادی یا شرک فی التصرف کی نفی

۴۱ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ یہاں سے پہلے حصے کے دوسرے (شرک فی التصرف کی نفی) کا بیان شروع ہوتا ہے۔ پہلے بطور تمہید اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ اہل کتاب سے یہاں یہود و نصاریٰ دونوں فریق مراد ہیں۔ اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف بیان فرمائے۔ اول يُبَيِّنُ لَكُمْ الخ یعنی تورات و انجیل کی بہت سی باتیں جنہیں تم چھپاتے ہو وہ انہیں کھول کر بیان کرتا ہے۔ دوم وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اور بہت سی باتوں سے درگذر کرتا ہے یعنی جن مسائل کو تم چھپاتے ہو ان میں سے بہت سے مسائل ایسے ہیں جنہیں وہ ظاہر نہیں کرتا کیونکہ ان کے اظہار میں دین کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ اہل کتاب کو معلوم ہو جائے کہ ان کی چوریوں اور خیانتوں کا پیغمبر علیہ السلام کو علم ہے تاکہ وہ رسوائی سے بچنے کے لئے حق کو چھپانا اور تورات و انجیل میں خیانت کرنا چھوڑ دیں۔

۴۲ قَدْ جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ اس آیت میں نور سے مراد کتاب مبین یعنی قرآن مجید ہے اور عطف تفسیری ہے۔ والمراد به وبقوله کتاب مبین القرآن لما فیه من کشف ظلمات الشرك والشك وابانة ما خفی علی الناس من الحق والاعجاز البین والعطف لتنزیل المغایرة بالعنوان منزلة المغایرة بالذات (ابو السعود ج ۳ ص ۴۳۸) یعنی نور اور کتاب سے قرآن مراد ہے کیونکہ اس سے شرک و شبہات

[illegible]

موضح قرآن:۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے کلام سے اثر پکڑنا اور حکم شرع پر محبت سے قائم رہنا چھوٹ جاوے اور دو طرف مذہب کا جھگڑا اور حمیت رہ جاوے تو راہ سے بہکے ۱۲

کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور لوگوں پر حق واضح ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ معطوف علیہ اور معطوف میں تغایر ضروری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تغایر فی العنوان کافی ہے۔ اس کے بعد کتاب کی تین صفتیں بیان فرمائیں۔ اوّل یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ الخ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ۔ یَهْدِیْ کا مفعول اول ہے۔ اور سُبُلَ السَّلٰمِ اس کا مفعول ثانی ہے۔ جو لوگ اللہ کی رضامندی کے متلاشی ہیں ان کو وہ اس کتاب کے ذریعہ سلامتی کی راہوں تک پہنچا دیتا ہے جن پر چل کر وہ اللہ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ دوئم وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اور اپنی توفیق اور تائید سے ان کو شرک و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر توحید و ہدایت کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ سوئم۔ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور ان کو صراط مستقیم (سیدھی راہ) دکھاتا ہے جس پر تمام انبیاء علیہم السلام خود گامزن رہے اور جس کی طرف اپنی امتوں کو دعوت دیتے رہے۔

لفظ نور کی تحقیق

بعض لوگ جو علم و دیانت سے بے بہرہ ہیں اور قرآن مجید کو اپنی تحریفات کا نشانہ بنانا ہی جن کا سرمایۂ دین ہے کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ بشر نہیں ہیں اور آپ کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا کیونکہ بشریت اور نور میں تضاد ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب۔ اس آیت میں نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد نہیں بلکہ اس سے قرآن مجید مراد ہے۔ جیسا کہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے ہمارے پاس دو ہی چیزیں آئی ہیں۔ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوم قرآن مجید۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا ذکر اس سے قبل يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا سے فرمایا اور دوسری چیز یعنی قرآن مجید کا ذکر قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ سے فرمایا۔ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ کا عطف نُوْرٌ پر عطف تفسیری ہے۔ متعدد مفسرین نے اس کی صراحت کی ہے۔ مفسر ابو السعود کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ امام نسفی حنفی فرماتے ہیں يريد القرآن لكشفه ظلمات الشرك والشك ولابانته ما كان خافيا على الناس من الحق (مدارک ج ۱ ص ۲۱۱) قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں وجاز ان يكون العطف تفسيريا وسمى محمد صلى الله عليه وسلم والقرآن نورًا لكونهما كاشفين لظلمات الكفر (مظہری ج ۳ ص ۶۲) كذا فى البحر ج ۳ ص ۴۴۸ وغیرہ) جیسا کہ سورہ حدید ع ۳ میں فرمایا وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ یہاں بھی عطف تفسیری ہے اور المیزان سے الکتاب ہی مراد ہے۔ اور اگر واؤ کو عاطفہ ہی قرار دیا جائے تو اس صورت میں وہ ایک ہی چیز (قرآن) کے دو متغایر وصف (نور اور کتاب مبین) بیان کرنے کے لئے ہو گی۔ قرآن نور ہے کیونکہ اس سے کفر و شرک اور شکوک و شبہات کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ نیز وہ کتاب مبین ہے یعنی حق و باطل کو اس طرح کھول کر بیان کرتی ہے کہ ہر شخص بخوبی ان میں امتیاز کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے کئی بار نور سے تعبیر فرمایا۔ مثلاً ارشاد ہے۔ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (نساء ع ۲۴) اسی طرح سورۂ تغابن ع ۱ میں فرمایا فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا۔ ان دونوں آیتوں میں نور سے لامحالہ قرآن مجید ہی مراد ہے۔

دوسرا جواب:- اگر سیاق و سباق کے خلاف اس آیت میں نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد لی جائے تو بھی ان کا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ نہ اس سے آپ کی بشریت کا انکار ثابت ہوتا ہے نہ آپ کے سایہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ لفظ نور کا آپ کی ذات اقدس پر اطلاق بطور تشبیہ و استعارہ ہے جس سے آپ کی شان رہنمائی اور وصفِ ہدایت کو نمایاں کرنا مقصود ہے جس طرح نور (روشنی) سے اندھیرا زائل ہو جاتا ہے اور ہر چیز صاف نظر آنے لگتی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے کفر و شرک اور ضلالت و جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور صراط مستقیم صاف صاف دکھائی دینے لگتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لئے نہیں فرمایا کہ آپ کی ذات نور ہے بشر نہیں ہے بلکہ آپ کو نور اس لئے فرمایا کہ آپ کی صفت نور ہے۔ آپ کے ذریعے کفر و شرک کا اندھیرا دور ہوا اور راہِ حق واضح ہوئی جیسا کہ مفسرین کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ خازن لکھتے ہیں یعنی محمد صلى الله عليه وسلم انما سماه نورًا لانه يهتدى به كما يهتدى بالنور فى الظلام (خازن ج ۲ ص ۲۱) امام نسفی فرماتے ہیں او النور محمد عليه السلام لانه يهتدى به كما سمى سراجًا (مدارک ج ۱ ص ۲۱۱) تفسیر مظہری کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ جن مفسرین نے نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد لی ہے ان میں سے کسی نے بھی اس سے آپ کی بشریت یا آپ کے سایہ کی نفی پر استدلال نہیں کیا بلکہ سب نے اس اطلاق کو استعارہ قرار دے کر اس سے نورِ ہدایت یعنی ہدایت کی روشنی مراد لی ہے۔ ۱۷ لَقَدْ كَفَرَ الخ یہ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا الخ سے متعلق ہے۔ اے اہل کتاب ہمارا آخری رسول تمہارے پاس آ چکا ہے جو ان سچی باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے جنہیں تم چھپاتے تھے۔ من جملہ ان کے ایک بات یہ تھی کہ جو لوگ غیر خدا مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ عینِ خدا ہے اور اللہ تعالیٰ حضرت مسیح میں حلول کئے ہوئے ہے یا اللہ تعالیٰ بشکل مسیح دنیا میں آیا ہے (شاہ عبد القادر) ایسے لوگ یقیناً بلاشبہ کافر ہیں۔ یہ ان عیسائیوں کے خیال کا رد ہے جو حضرت مسیح میں اللہ تعالیٰ کے حلول کے قائل ہیں یعنی یعقوبی فرقہ (روح جلد ۶ ص ۹۹) لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں اس سے اتحاد ذات مراد نہیں بلکہ اتحاد صفات مراد ہے یعنی عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صفات کارسازی (صفات ربوبیت) میں خدائے تعالیٰ کا شریک سمجھ رکھا تھا۔ وہ حضرت مسیح کو غیب دان، مافوق الاسباب متصرف و مختار مانتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے خدائی اختیارات دے رکھے ہیں اور وہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے غائبانہ طور پر ان کو پکارتے تھے۔ یہ عقیدہ اور عمل صریح شرک تھا اس لئے ایسے لوگوں کے کافر ہونے کا تاکید سے اعلان فرمایا۔ اس آیت کا مابعد حضرت شیخ قدس سرہ کے بیان کردہ مفہوم کی تائید کرتا ہے۔ اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ مسلمانوں سے فرمایا۔ یہود و نصاریٰ سے مت ڈرو جن کو ہم نے ذلیل کر دیا ہے اور جن کے درمیان ہم نے عداوت ڈال دی ہے بلکہ ان سے صاف کہہ دو کہ تم کافر و مشرک ہو۔ ۱۸ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ الخ یہ نصاریٰ کے مذکورہ بالا کفریہ عقیدہ کے ابطال پر عقلی دلیل ہے یعنی الٰہ (معبود) تو صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی قدرت کامل ہو اور جس کے اختیارات ہر چیز پر حاوی ہوں۔ حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام جن کو عیسائی معبود مانتے ہیں وہ خدا کے سامنے بالکل عاجز اور بے بس ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اور ان کے ساتھ ساری مخلوق کو ہلاک کرنا چاہے اور انہیں موت کی نیند سلا دینا چاہے تو وہ خود تو کیا دنیا کی کوئی طاقت انہیں موت سے نہیں بچا سکتی۔ جو خود اس قدر بے بس ہیں کہ اپنی ذات سے بھی کوئی تکلیف دور نہیں کر سکتے وہ دوسروں کی کیا کارسازی کریں گے۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے حیات مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا ہے کیونکہ اِنْ اَرَادَ میں اِنْ کا وقوع ہے جو مستقبل میں وقوع جزاء پر دلالت کرتا ہے لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سے تو حضرت مریم کی حیات بھی ثابت ہو جائے گی تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے وَاُمَّهٗ سے پہلے وَقَدْ اَهْلَكَ مقدر ہے لیکن تمام تکلفات بارِدہ ہیں۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کا حیات و ممات حضرت مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ اس آیت کا موضوع مسیح اور ان کی والدہ

کی الوہیت کی نفی ہے اور وَ اُمَّهٗ میں واؤ عاطفہ نہیں بلکہ بمعنی مع ہے اور اُمَّهٗ مفعول معہ ہے عطف کی صورت میں فعل کا تعلق معطوف علیہ و معطوف دونوں سے مستقل طور پر ہوتا ہے مگر مفعول معہ کی صورت میں مفعول بہ اور مفعول معہ دونوں کے مجموعے سے فعل متعلق ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ فعل دونوں سے فرداً فرداً بھی متعلق ہے یا نہیں تو اس ترکیب کو اس سے بحث نہیں ہوتی۔ یہ چیز خارجی قرائن اور دلائل سے ثابت ہوگی۔ اسی طرح یہاں اہلاک کا تعلق مسیح اور امہ اور مَنْ فِی الْاَرْضِ کے مجموعے سے ہے۔ رہی یہ بات کہ اہلاک تینوں سے فرداً فرداً خارج میں متعلق ہے یا نہیں تو اس کی یہاں بحث نہیں ہے۔ یہ حضرت شیخ الورےؒ کے خصوصی جواہر پاروں میں سے ہے۔ ٣٤ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ الخ مبتدا پر خبر کی تقدیم افادۂ حصر کے لئے ہے۔ یعنی آسمانوں اور زمین کے تمام اختیارات صرف

ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ

مسیح ہے مریم کا بیٹا ف١ تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے ٣٣

ٱللَّهِ شَيْـًٔا إِنْ أَرَادَ أَن يُهْلِكَ ٱلْمَسِيحَ ٱبْنَ مَرْيَمَ

اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو

وَأُمَّهُۥ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ

اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو اور اللہ ہی کیواسطے ہے سلطنت

ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ

آسمانوں ٣٤ اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے

وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾ وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ وَ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف اور کہتے ہیں یہود اور

ٱلنَّصَٰرَىٰ نَحْنُ أَبْنَٰٓؤُا۟ ٱللَّهِ وَأَحِبَّٰٓؤُهُۥ ۚ قُلْ فَلِمَ

نصاریٰ ٣٥ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے ف٢ تو کہہ پھر کیوں

يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم ۖ بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ

عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو اس کی مخلوق میں ٣٦

يَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ ۚ وَلِلَّهِ

بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ ہی کیلئے ہے

مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ

سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی

ٱلْمَصِيرُ ﴿١٨﴾ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا

طرف لوٹ کر جانا ہے اے کتاب والو آیا ہے ٣٧ تمہارے پاس رسول ہمارا

يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُوا۟

کھولتا ہے تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد ف٣ کبھی تم کہنے لگو کہ

اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں وہی ہر چیز کا مالک ہے نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ اور مشرکین کے دوسرے مزعومہ معبودین۔ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ حضرت مسیح اور ان کی والدہ میں یہ صفت موجود نہیں وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ہر چیز پر قدرت بھی اللہ ہی کو ہے حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو نہیں تو پھر وہ معبود کیسے بن سکتے ہیں۔ چونکہ ابتداء کلام میں حصر ہے اس لئے باقی دو حصوں میں بھی حصر ہوگا۔ تفصیل کے لئے مقدمہ تفسیر جواہر القرآن ص١١ ملاحظہ کیجئے۔ ٣٥ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی الخ یہ یہود و نصاریٰ کے ان علماء اور درویشوں پر شکوہ ہے جو خود بھی مشرک تھے اور عوام کو بھی شرک سکھاتے تھے۔ ایک طرف تو وہ حضرت عزیر، حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہم السلام کو خدا کے شریک ٹھہراتے ہیں دوسری طرف عوام اور جہلائے قوم کے دلوں پر اپنے تقدس کا سکہ بٹھانے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ وہ لوگ حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام کو الوہیت کا درجہ دیکر اپنے لئے بھی وہی مقام حاصل کرنا چاہتے تھے جیسا کہ آج کل کے گدی نشین اور پیر حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، شیخ عبدالقادرؒ اور دیگر اولیاءؒ کو الوہیت کا درجہ دے کر خود بھی وہی مقام حاصل کرنے کے لئے یہود و نصاریٰ کے مشرک احبار و رہبان کی طرح بے سروپا دعاوی کرتے ہیں۔ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ الخ یہ شکوہ کا جواب ہے اور یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کے غلط اور جھوٹا ہونے پر برہان قاطع ہے۔ فرمایا اگر واقعی تم اللہ کے پیارے اور محبوب ہو تو وہ تمہیں آخرت میں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیگا۔ جیسا کہ تمہارا اپنا اقرار ہے۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً۔ اگر تم اللہ کے محبوب ہوتے تو وہ تمہیں عذاب نہ دیتا۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا۔ ٣٦ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ الخ بلکہ تم بھی اللہ کی دوسری مخلوق کی طرح ہو جس طرح دوسرے انسانوں پر اللہ کا قانون جزا و سزا لاگو ہے اسی طرح تم پر بھی ہے۔ وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے سزا دے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ مومنوں کو معاف کریگا اور کفار و مشرکین کو سزا دیگا۔ یہ دونوں فریق خواہ کسی خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ الخ یہ یہود و نصاریٰ کے قول باطل کے رد کا اعادہ اور اس کا تتمہ ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے اور تمام اختیارات بھی اسی کے ہیں نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ اور احبار و رہبان کے۔ ٣٧ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ یہ تجدید عہد کی وجہ سے یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ الخ گذشتہ کا اعادہ ہے اور اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اہل کتاب کی اس قدر خیانتوں اور دینی خیانتوں اور غداریوں کے باوجود ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کیوں نہیں کر دیا گیا۔ فترۃ کے معنی انقطاع کے ہیں یعنی ہمارا رسول اس وقت آیا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد رسولوں کی آمد کا سلسلہ کئی صدیوں کے لئے منقطع ہو چکا تھا۔ اَنْ تَقُوْلُوْا یہاں اَنْ سے پہلے لام تعلیل اور اَنْ کے بعد لائے نفی مقدر ہے۔ اصل میں تھا لِئَلَّا تَقُوْلُوْا (روح ج ٦ ص١٠١) جیسا کہ سورۂ نسا

[illegible]

موضح قرآن ف اللہ صاحب کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تا ان کی امت ان کو بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھادیں ورنہ نبی اس لائق کا ہے کو ہیں ١٢

فتح الرحمٰن ف١ یعنی حلول کردہ در وے واللہ اعلم ١٢ ف٢ مترجم گوید یعنی خدا را پدر خود می گفتند واللہ اعلم ١٢ ف٣ مترجم گوید یعنی بعد عیسیٰ بجز پیغمبر ما ہیچ پیغمبر مبعوث نشد در میان ایشاں پانصد و شصت سال بود واللہ اعلم ١٢

مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ فَقَدْ جَآءَکُمْ

ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آچکا تمہارے پاس

بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ⑲

خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۴۸ ف۱

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَةَ

اور جب کہا ۴۹ موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان

اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ

اللہ کا اپنے اوپر جب پیدا کئے تم میں نبی اور کر دیا تم کو

مُّلُوْکًا ۖۗ وَّاٰتٰىکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ⑳

بادشاہ اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا کسی کو جہان میں ف۲

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ

اے قوم داخل ہو ۵۰ زمین پاک میں جو مقرر کر دی ہے

اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

اللہ نے تمہارے واسطے اور نہ لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف پھر جا پڑو گے

خٰسِرِیْنَ ㉑ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا

نقصان میں ف۳ بولے اے موسیٰ ۵۱ وہاں ایک قوم ہے

جَبَّارِیْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا

زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے یہاں تک کہ وہ نکل جاویں

مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ㉒

اس میں سے پھر اگر وہ نکل جاویں گے اس میں سے تو ہم ضرور داخل ہوں گے

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

کہا دو مردوں نے ف۲ اللہ سے ۵۲ ڈرنے والوں میں سے کہ خدا کی نوازش تھی

ع ٣/٧

[illegible]

کے آخر میں فرمایا یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا یہ اصل میں تھا لِئَلَّا تَضِلُّوْا۔ یہ جَآءَکُمْ کی علت ہے۔ حاصل معنیٰ یہ کہ اے اہل کتاب ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا ہے جو تمہارے سامنے حق کو کھول کر بیان کرتا ہے اور تمہارے تمام شکوک و شبہات کو دور کرتا ہے تاکہ جب تمہاری نافرمانیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے تم پر عذاب الٰہی آئے تو تم یہ عذر پیش نہ کر سکو کہ تمہارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو تمہارے سامنے دین حق کو واضح کرتا اور تمہیں دین حق قبول کرنے کی ترغیب دیتا ماننے والوں کو خوشخبری سناتا اور نہ ماننے والوں کو خدا کے عذاب سے ڈراتا۔ اب تمہارے پاس اللہ کا رسول آچکا اور اس نے تبلیغ حق کا فرض ادا کردیا اس لئے اب اگر تم نہیں مانو گے تو تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں اور نہ تمہارا جرم وگناہ قابلِ معافی ہوگا۔ ۴۸ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ یہ بھی سابق دلیل دعویٰ کا اعادہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ علیہما السلام

۴۹ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی الخ جہاد نہ کرنے کی صورت میں ذلت اٹھانے کا پہلا نمونہ یعنی جب تم نے اہل کتاب کو ان کے مشرکانہ عقائد کی بنا پر صاف صاف کہہ دیا تو اب خاموشی سے نہیں بیٹھنا ہوگا بلکہ اب وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور تمہیں بھی جواباً ان سے جہاد کرنا ہوگا۔ اگر تم نے اپنی جان کی حفاظت کیلئے ان سے جہاد نہ کیا اور خاموش بیٹھے رہے تو جس طرح بنی اسرائیل نے دشمن سے جہاد نہ کرنے کی وجہ سے ذلت اٹھائی تھی اسی طرح تم بھی ذلیل ہوجاؤ گے ۵۰ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الخ حضرت ابن عباس، ابن زید اور سدی کا قول ہے کہ ارض مقدسہ سے بیت المقدس مراد ہے اسے ارض مقدسہ (پاک زمین) اس لئے کہا گیا کہ وہ قدیم سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مسکن چلا آرہا تھا اور شرک کی نجاست سے پاک تھا۔ ووصفت تلك الارض بذلك لانها مطهرة من الشرك حيث جعلت مسكن الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام (روح ص ۱۰۶ ج ۶) اَلَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے کہ وہ تمہارا مسکن ہوگا۔ کتب فی اللوح المحفوظ انها مسكن لكم (مدارک ج ۱ ص ۲۱۶) لیکن پیچھے نہ ہٹنا ورنہ دین ودنیا کا خسارہ اٹھاؤ گے۔ ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم حقیقت میں جہاد کا حکم تھا۔ کیونکہ اس پر ایک بڑی طاقتور کافر قوم قابض تھی جب تک اس قابض قوم سے جہاد کرکے وہ علاقہ اس سے واگذار نہ کرالیا جاتا اس وقت تک بنی اسرائیل اس میں آرام وچین سے نہیں رہ سکتے تھے۔ ۵۱ قَالُوْا یٰمُوْسٰی الخ بنی اسرائیل نے موسیٰ

موضح قرآن ف۱ حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی رسول نہ آیا تھا سو فرمایا کہ تم افسوس کرتے کہ ہم رسولوں کے وقت میں نہ ہوئے کہ تربیت ان کی پاتے۔ اب بعد مدت تم کو رسول کی صحبت میسر ہوئی غنیمت جانو اور اللہ قادر ہے اگر تم نہ قبول کرو گے اور خلق کھڑی کردے گا تم سے بہتر جیسے حضرت موسیٰ کے ساتھ جہاد کرنا قبول نہ کیا ان کی قوم نے اللہ نے ان کو محروم کردیا اوروں کے ہاتھ ملک شام فتح کروادیا ۱۲ ف۲ حضرت ابراہیم اپنے باپ کا وطن چھوڑ نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آکر ٹھہرے اور مدت تک ان کو اولاد نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کو بشارت فرمائی کہ تیری اولاد بہت پھیلاؤں گا اور زمین شام ان کو دوں گا اور نبوت و دین اور کتاب و سلطنت ان میں رکھوں گا پھر حضرت موسیٰ کے وقت وہ وعدہ پورا کیا بنی اسرائیل کو فرعون کی بیگار سے خلاص کیا اور اس کو غرق کیا اور ان کو فرمایا کہ تم جہاد کرو عمالقہ سے ملک شام چھین لو پھر ہمیشہ وہ ملک تمہارا ہے حضرت موسیٰ نے بارہ شخص کو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے پر سردار کیا تھا ان کو بھیجا کہ اس ملک کی خبر لاویں وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں مسلط تھے عمالقہ ان کی قوت و زور بھی بیان کیا حضرت موسیٰ نے ان کو کہا کہ تم قوم کے پاس خوبی ملک بیان کرو اور قوت دشمن مت کہو ان میں دو شخص اس حکم پر رہے اور دس نہ رہے۔ قوم نے سنا تو نامردی کرنے لگے اور چاہا کہ پھر الٹے مصر جاویں اس تقصیر سے چالیس برس فتح شام کو دیر لگی اس قدر مدت جنگلوں میں پھرتے رہے جب اس قرن کے لوگ سب مر گئے مگر وہی دو شخص کہ وہی حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ ہوئے انکے ہاتھ فتح ہوا ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی معجزات عظیم از فلق بحر و رفع طور واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی یوشع و کالب ۱۲

علیہ السلام کو جواب دیا کہ ارض مقدسہ پر تو ایک بڑی طاقتور اور جابر قوم عمالقہ کا قبضہ ہے ہم تو اس میں قدم بھی نہیں رکھینگے اور نہ ہم میں ان کے مقابلے کی تاب ہے۔ ہاں اگر وہ خود بخود ہی اس سرزمین کو خالی کر دیں اور نکل کر کہیں چلے جائیں تو ہم وہاں جانے کے لئے تیار ہیں۔ ۵۴ قَالَ رَجُلٰنِ الخ رجلان سے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا مراد ہیں یَخَافُوْنَ کا مفعول محذوف ہے یعنی اللہ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مذکورہ بالا بزدلانہ جواب دیا تو ان میں جو لوگ خدا ترس تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر جہاد کے لئے تیار تھے ان میں سے دو شخص یوشع اور کالب جن کو اللہ تعالیٰ نے رسوخ فی الایمان اور ثبات و استقلال کی نعمت سے نوازا تھا اور وہ زبانِ موسوی سے امدادِ خداوندی اور فتح و نصرت کے وعدے پر پورا پورا اعتماد رکھتے تھے ھٰذان رجلان ھما

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ
ان دو پر گھس جاؤ ان پر حملہ کرکے دروازہ میں پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے
فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۬ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ
تو تم ہی غالب ہوگے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا
یقین رکھتے ہو بولے اے موسیٰ ۵۳ ہم ہرگز نہ جاویں گے ساری عمر
مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا
جب تک وہ رہیں گے اس میں سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم
هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا
تو یہیں بیٹھے ہیں بولا اے رب میرے میرے اختیار میں نہیں ۵۵ مگر
نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾
میری جان اور میرا بھائی سو جدائی کر دے تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں ف۱
قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ
فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے ان پر ۵۶ چالیس برس سر مارتے پھریں گے
فِى الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ
ملک میں سو تو افسوس نہ کر نافرمان لوگوں پر ف۱ اور
اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا
سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا ۵۷ جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز
فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ
اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی ف۲ کہا
لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾
میں کو مار ڈالوں گا وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیزگاروں سے ف۲

النصف

وقف لازم ع

النصف

[illegible]

یوشع بن نون وکالب بن یوقنا وکانا من الذین یخافون اللہ وانعم اللہ علیہما بالھدایۃ والثقۃ بعون اللہ والاعتماد علی نصرۃ اللہ (کبیر ج ۳ ص ۵۴۳) وہ بزدل و ناخدا ترس بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے لگے کہ لوگو قوم عمالقہ کی طاقت و جبروت سے خوف مت کھاؤ اگر واقعی تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اور اس کا نام لیکر شہر کے دروازے سے اچانک دشمن پر حملہ کر دو یقیناً تم غالب آجاؤ گے اور فتح تمہاری ہوگی ان دونوں آدمیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان چونکہ نہایت مضبوط تھا اور انہیں یقین تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی فتح و نصرت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اس لئے انہوں نے پورے یقین اور اعتماد سے کہا کہ اگر تم جہاد کرو گے تو فتح یقیناً تمہاری ہوگی (کبیر) ۵۳ قَالُوْا يٰمُوْسٰى الخ ان دونوں کی باتوں کا بنی اسرائیل پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ انہوں نے ان کے وعظ و نصیحت کو کوئی اہمیت ہی نہ دی اور ان کو قابلِ خطاب بھی نہ سمجھا اور اپنی ضد پر اڑے رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے وہی اپنا پہلا جواب دہرا دیا اور اس کے ساتھ مزید کہا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ الخ بعض مفسرین نے لفظِ رب کو اس کے حقیقی مفہوم پر محمول کیا ہے یعنی تم اور تمہارا رب جائیں اور ان سے لڑیں ہم تو یہاں سے ٹلیں گے بھی نہیں اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ تم جا کر ان سے لڑو اللہ تمہارا ساتھی ہوگا اور تمہارا ناصر و مددگار ہوگا۔ الوجہ فیہ ان یقال اذھب انت و ربك یعینك علی قتالك (مدارك ج ۱ ص ۲۱۶) ہم میں تو ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں یا انہوں نے یہ الفاظ اللہ اور اس کے رسول سے استہزاء اور استہانت کے طور پر کہے تھے وقالوا ذلك استھانۃ واستھزاءً بہ سبحانہ وبرسولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وعدم المبالاۃ بھما (روح ج ۶ ص ۱۰۸ و ابوالسعود ج ۳ ص ۵۵۴) یا رب سے مجازاً سردار یعنی حضرت ہارون علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے اور ربك ای وسیدك وھو اخوك الاکبر ھارون (مدارك) یعنی ہم تو جہاد کرنے سے رہے اور اگر تمہیں جہاد لازمی طور پر کرنا ہی ہے تو اپنے بھائی کے ساتھ ان سے جا کر لڑو۔ ۵۵ قَالَ رَبِّ الخ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کا گستاخانہ جواب سنا اور احکام ربانی سے ان کی بے اعتنائی اور بے رخی ملاحظہ فرمائی تو ان سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے لگے کہ اے اللہ اس سرکش اور متمرد قوم پر میرا کوئی بس اور زور نہیں چلتا اور وہ تیرے احکام کو نہایت حقارت آمیز طریق سے ٹھکرا رہے ہیں۔ مجھے تو بس اپنی ذات اور اپنے بھائی ہارون پر اختیار ہے اس لئے ہم حاضر ہیں۔ دعاء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ صرف حضرت ہارون علیہ السلام

موضح قرآن ف۱ اہل کتاب کو یہ قصہ سنایا اس پر کہ اگر تم رفاقت نہ کرو گے پیغمبر کی تو یہ نعمت اوروں کے نصیب ہوگی آگے اسی پر قصہ سنایا ہابیل و قابیل کا کہ حسد مت کرو حسد والا مردود ہے ۱۲ ف۲ حضرت آدم کی اولاد ہونے لگی ایک حمل میں دو شخص بیٹا اور بیٹی اس وقت میں بہن بھائی کا نکاح روا تھا ضرورت کو۔ حضرت آدم تو بھی احتیاط کرتے ایک حمل کے بھائی بہن نہ ملاتے۔ ایک بیٹی حضرت آدم ہابیل کو دینے لگے اسی کو قابیل لگا مانگنے۔ انہوں نے دونوں کی خاطر رکھی کہا تم دونوں اللہ کی نیاز کرو۔ ہابیل جو نبی کے حکم پر تھا اس کی نیاز غیب سے آتش آکر جلا گئی یعنی قبول ہوئی قابیل کی نیاز چھوڑ گئی قابیل نے حسد سے چاہا کہ ہابیل کو مار ڈالے۔ آخر مار ڈالا۔ اب تک جہاں خون ناحق ہوتا ہے اس پر بھی ایک وبال پڑتا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی حکم کردیم کہ آں زمین منتفع نشوند چہل سال ۱۲ ف۲ مترجم گوید یعنی ہابیل نیکو ترین گوسفند نیاز برد آتشے از غیب آمد ظاہر شد و بخورد و قابیل بدترین گندم پیش کرد و آں آتش نیاز اش را قبول نہ کرد و ایں سبب حسد شد واللہ اعلم ۱۲

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ
اگر تو ہاتھ چلاوے گا مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا
يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَ
سب جہان کا ف۱ میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور
اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا
اپنا گناہ پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں اور یہی ہے سزا
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ
ظالموں کی ف۲ پھر اس کو راضی کیا اس کے نفس نے ۵۵ خون پر اپنے بھائی کے
فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ
پھر اس کو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں ف پھر بھیجا اللہ نے
غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ
ایک کوا جو کریدتا تھا زمین کو تاکہ اس کو دکھلاوے ۵۶ کس طرح چھپاتا
سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۚ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ
ہے لاش اپنے بھائی کی بولا اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں
مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ
برابر اس کوے کے کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی پھر لگا
مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۛ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى
پچھتانے ف۳ اسی سبب سے ۵۷ لکھا ہم نے
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ
بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے

منزل ۲

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لام برائے عاقبت
خاموش بیٹھے
مفعول ہے القتال
[illegible]

ہی کا ذکر کیا ہے حالانکہ یوشع اور کالب بھی مخلص اور فرمانبردار تھے ان کا ذکر نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اخلاص چونکہ ان کی گفتگو سے ظاہر ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے ان کے دوبارہ ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ یہ سرکش بنی اسرائیل پر بددعا ہے یعنی اے اللہ ہمارے اور ان کے درمیان جدائی ڈال دے اور ہمیں ان کی صحبت سے نجات عطا فرما یا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے حق میں وہ فیصلہ فرما دے جس کے ہم اور وہ مستحق ہیں یعنی ذا فصل بیننا و بینہم بان تحکم لنا بما نستحق و تحکم علیہم بما یستحقون وھو فی معنی الدعاء علیہم ویحتمل ان یکون المراد خلصنا من صحبتہم ۵۳ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ الخ یہ حضرت موسیٰؑ کی مناجات کا جواب ہے فرمایا ان کے تمرد و سرکشی کی وجہ سے ہم نے ان کو یہ سزا دی ہے کہ وہ اب چالیس سال تک ارض مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے اور زمین میں ذلت و رسوائی کے ساتھ در در کے دھکے کھاتے پھریں گے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ یَتِیْهُوْنَ کے معنی ہیں وہ بے عزت اور خوار رہیں کے یہ معنی نہیں کہ وہ چالیس سال جنگل میں گھومتے رہیں گے اور انہیں راستہ نہیں ملیگا جیسا کہ عام تفسیروں میں لکھا ہے کیونکہ اس جنگل کا طول چالیس میل اور عرض پندرہ میل سے کچھ زائد بیان کیا گیا ہے۔ پھر اسی میدان تیہ میں جب بنی اسرائیل نے غلے اور ترکاری کا مطالبہ کیا تو ان کو حکم دیا گیا اِهْبِطُوْا مِصْرًا یعنی کسی شہر میں چلے جاؤ جب انہیں راستہ نہیں ملتا تھا تو پھر مصر جانے کا حکم کیوں دیا گیا۔ مفسر خازن وغیرہ نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کی تعداد اس میدان میں چھ لاکھ تھی اور روزانہ ستر ہزار مرتے تھے یہ بھی کذب محض اور اسرائیلیات سے ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے تفسیر خازن کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ تفسیر کے لحاظ سے اچھی ہے لیکن واقعات کے اعتبار سے نصفہ من الاکاذیب یعنی اس کا نصف جھوٹ ہے کیونکہ وہ یہود کی بہت سی محض جھوٹی باتیں نقل کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کی ذلت و رسوائی کا یہ واقعہ بیان کر کے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اگر انہوں نے بھی دشمن کے مقابلے میں بزدلی دکھائی اور جہاد سے انکار کر دیا تو وہ بھی ذلیل و خوار ہونگے ۵۴ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ الخ یہ دشمن کے مقابلے میں خاموش بیٹھ رہنے اور اس کے حملے کی مدافعت نہ کرنے کے نتیجے کا دوسرا نمونہ ہے۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان فرمایا۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کرنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تو ہابیل نے اس کی مدافعت نہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شہید کر دیا گیا اس سے مسلمانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ دشمن کے مقابلے میں خاموش مت بیٹھو دشمن کے مقابلے میں جہاد کرو۔ نہ خود مقتول ہو نہ دوسرے مسلمانوں کو قتل ہونے دو اگر تم نے دشمن سے جہاد نہ کیا اور خاموش بیٹھے رہے تو مارے جاؤ گے جس طرح ہابیل خاموشی کی وجہ سے قابیل کے ہاتھوں مارا گیا ۵۵ فَطَوَّعَتْ لَهٗ الخ یعنی نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر ترغیب سے آمادہ کر دیا اور اس کا قتل اس پر آسان اور سہل کر دیا ای فسھلتہ لہ و وسعتہ (روح ج ۶ ص ۱۱۴) قابیل نے ہابیل کو کیوں قتل کیا اصل وجہ عداوت کیا تھی اس کے بارے میں صحیح وہی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہابیل نے نہایت اعلیٰ درجہ کا مینڈھا اللہ کی نیاز میں دیا وہ قبول ہو گیا اور قابیل نے ردی قسم کا اناج اللہ کی نذر کیا وہ قبول نہ ہوا اس وجہ سے اس کے دل میں ہابیل کے خلاف حسد پیدا ہو گیا ۵۶ لِيُرِيَهٗ الخ اس میں لام تعلیلیہ نہیں بلکہ یہ لام عاقبت ہے یعنی ایک کوا اڑتا ہوا آیا اور قابیل کے سامنے زمین کریدنے لگا

موضح قرآن ف۱ اگر کوئی ناحق کسی کو مارنے لگے اس کو رخصت ہے کہ ظالم کو مارے اور اگر صبر کرے تو شہادت کا درجہ ہے ف۲ یعنی تیرے گناہ عمر کے تجھ پر ثابت رہیں اور میرے خون کا گناہ چڑھے اور میری عمر کے گناہ اتریں ف۳ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا کہ معلوم ہو مردے کا بدن کیا کرے قابیل ہابیل کو مار کر ڈرا کہ اس کا بدن پڑا رہیگا تو لوگ دیکھ کر مجھ کو پکڑینگے اس کو پوٹ باندھ کر لئے پھرا کئی روز آخر اللہ نے ایک کوا بھیجا اس نے زمین کو کریدا اس کو دکھا کر اس سے یہ سمجھا کہ اس کے بدن کو دفن کرنا چاہئے اور نقل میں یوں آیا ہے کہ ایک کوے نے زمین کرید کر دوسرے کوے مردے کو دفن کیا اس نے دفن بھی دیکھا اور بھائی کی خیر خواہی دوسرے بھائی کے حق میں بھی دیکھی تب اپنے فعل سے پشیمان ہوا۔

فتح الرحمن ف مترجم گوید بعد کشتن ندانست تا چہ گونہ دفن کند حیران اورا بر پشت نہادہ می گشت واللہ اعلم ۱۲

اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ

یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں ف۱ تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ

اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو اور

لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا

لا چکے ہیں ان کے پاس رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم پھر بہت لوگ ان

مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۳۲ اِنَّمَا

میں سے اس پر بھی ملک میں دست درازی کرتے ہیں ف۲ یہی

جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ

سزا ہے ۶۰ ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور

يَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ

دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو ۶۱ کہ ان کو قتل کیا جائے یا

يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ

سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں ان کے ہاتھ اور پاؤں

خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ

مخالف جانب سے یا دور کر دیئے جاویں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے

فِی الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۳۳

دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ

مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے

فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۳۴ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۳ اے

ع ۵ ۸ ۹

۱ یعنی خاموش نہ بیٹھو بلکہ محاربین کو سزا دیں ۱۲

۲ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف کر دے گا اور حقوق العباد میں گرفت ہوگی ۱۲

۳ یعنی نیک اعمال سے اللہ کا قرب حاصل کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو ۱۲

جس کا نتیجہ اور انجام یہ ہوا کہ اسے اپنے مقتول بھائی کی نعش چھپانے کی ترکیب سوجھ گئی ورنہ کوا غیب دان نہیں تھا کہ ہابیل کے قتل کا اسے علم تھا اور نہ قابیل کو دفن کرنے کا طریقہ سکھانے آیا تھا لام عاقبت کے لئے قرآن مجید میں عام مستعمل ہے جیسا کہ قصص ع ۱ میں ہے فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا یہاں لِيَكُوْنَ میں لام عاقبت کے لئے ہے **۵۹** مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ مرّ علیہ سے یعنی خاموش بیٹھے رہنے کی وجہ سے كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ كَتَبْنَا کا مفعول محذوف ہے یعنی القتال یعنی خاموش بیٹھنے میں چونکہ ذلت و رسوائی ہے اس لئے ہم نے بنی اسرائیل کو دشمن سے قتال کا حکم دیا اور کہا کہ خاموش مت بیٹھو بلکہ مخلوق خدا کو ظالم کے ظلم سے بچاؤ تم نے اگر ایک جان کو بچا لیا تو گویا سب کو بچا لیا اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ یہ فعل محذوف کا مفعول ہے ای وقلنا ۔ قالہ الشیخ روح اللہ روحہ لیکن دیگر مفسرین نے كَتَبْنَا کا مفعول القصاص مقدر کیا ہے اور ذالک سے مذکورہ واقعہ قتل مراد لیا ہے یعنی قتل و خون ریزی کو روکنے کے لئے ہم نے قاتل سے قصاص لینا فرض قرار دیا ہے **۶۰** اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ الخ الذین یحاربون اللہ ورسولہ یعنی وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں یہ تعبیر اس پر شاہد ہے کہ اس سے مسلمان قطاع الطریق (ڈاکو) مراد نہیں ہیں بلکہ یہ آیت یہود قطاع الطریق کے حق میں ہے یعنی کفار کا مقابلہ کرو اور محاربین (یہود قطاع الطریق) سے قتال کرو تاکہ ان کو اپنے کئے کی سزا مل جائے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ میں یہود قطاع الطریق کا ذکر تھا اب یہاں ان کی سزا بیان فرمائی ان ھذہ الآیۃ فی ھؤلاء الذین حکی اللہ تعالیٰ عنھم من بنی اسرائیل انھم بعد ان غلظ اللہ علیھم عقاب القتل العمد العدوان فھم مسرفون فی القتل مفسدون فی الارض فمن اتی منھم بالقتل والفساد فی الارض فجزاءھم کذا وکذا ۔ (کبیر ج ۳ ص ۶۴۹) **۶۱** اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا ۔ اگر وہ کسی کو قتل کریں تو انہیں قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکایا جائے اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ اگر انہوں نے قتل نہ کیا صرف مال ہی لوٹا ہے تو یہ سزا ہوگی اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا یعنی اگر انہوں نے گرفتار ہونے سے پہلے شرک اور محاربہ اللہ ورسول سے توبہ کر لی ۔ لکن الذین تابوا من شرکھم وحربھم للہ ورسولہ الخ (خازن ج ۲ ص ۳۳) تو حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے مگر حقوق العباد کی تلافی لازم ہوگی فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف کر دیگا لیکن حقوق العباد میں گرفت فرمائے گا ۔

موضح قرآن ف۱ یعنی روئے زمین پر پڑا گناہ یہی ہوا اس سے آگے رسم پڑی ۔ اسی سبب سے توریت میں اس طرح فرمایا کہ ایک کو مارا جیسا سب کو مارا یعنی ایک کے کرنے سے اور دلیر ہوتے ہیں تو سب گناہ میں وہ اول بھی شریک ہے اور ایک کو جلایا تو جیسا سب کو جلایا یعنی ظالم کے ہاتھ سے بچا دیا ۔ **ف۲** اول فرمایا کہ خون کرنا گناہ ہے مگر بدلے میں یا فساد کی سزا میں، اب اس کا بیان کیا کہ جو کوئی لڑائی کرے اللہ و رسول سے یعنی حاکم کے مخالف ہو کر ملک کو غارت کرے ۔ وہ ہاتھ لگے تو سولی پر چڑھا کر ماریئے ۔ یا قتل کریئے ۔ یا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹیے ۔ یا قید میں ڈال رکھیے جیسی خطا ہو ویسی سزا **ف۳** اگر ایک شخص راہ لوٹتا تھا اب اس نے موقوف کیا اور اسباب اس کام کا دور کیا تو اس پر حد نہیں آتی ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی قطع طریق دارند ۱۲ **ف۲** یعنی چوں از ہابیل رسم قتل پیدا شد ہر قتلی کہ در جہاں واقع شود او را ابدان مواخذہ میکنند و ہمچنین در ہر زمانہ کسیکہ رسم کشتن نو میکند بحکم من سن سنۃ سیئۃ کان کہ کفل منھا در قتلی کہ بعد از وی آید شریکی پیدا می نماید پس اینجا من اجل ذالک بجائی علی قیاس ذالک واقع شدہ است ۱۲ **ف۳** یعنی قطع طریق میکنند ۱۲ **ف۴** یعنی دست راست و پائی چپ ۱۲ **ف۵** یعنی حد ساقط است وحقوق آدمیان ساقط نیست ۱۲ ۔

٦٢ه يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الخ یعنی اللہ سے ڈرو اور نیک اعمال سے اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو اور جہاد کرو اور اللہ کی حدود قائم رکھو یہ کام تقرب خداوندی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ الْوَسِيْلَةُ یہ فَعِيْلَةٌ کے وزن پر ہے اور اس سے مراد ہر وہ عبادت و قربت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہو سکے خواہ وہ نماز روزہ ہو یا زکوٰۃ و حج یا جہاد و اقامت حدود۔ ابووائل، حسن، مجاہد، قتادہ، عطاء، سدی، ابن زید اور عبداللہ بن کثیر فرماتے ہیں الوسیلة هی القربة (قرطبی ج٦ ص١٥٩) یعنی وسیلہ کے معنی عبادت کے ہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں هی فعیلة بمعنی ما یتوسل به ویتقرب الی اللّٰه عزوجل من فعل الطاعات وترک المعاصی (روح ج٦ ص١٢٤) امام نسفی فرماتے ہیں هی کل ما یتوسل به ... فاستعیرت لما یتوسل به الی اللّٰه تعالیٰ من فعل الطاعات وترک السیئات (مدارک ج١ ص٢١٩) حاصل یہ ہے کہ وسیلہ سے مراد نیک عمل ہے خواہ وہ عمل صالح کی بجا آوری ہو یا گناہ کا ترک ہو۔ وسیلہ کی پوری تحقیق سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ تو یہاں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور نیک اعمال بجا لاؤ جہاد کرو اور اللہ کی حدیں قائم کرو ڈاکوؤں اور چوروں پر مقررہ حدیں جاری کرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اس میں بشارت اخروی کی طرف اشارہ ہے

٦٣ه اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا احکام و حدود کی خلاف ورزی کریں قیامت کے دن اگر ان کو دنیا کی ساری دولت مل جائے اور وہ اسے فدیہ میں دے کر عذاب جہنم سے بچنا چاہیں تو نہیں بچ سکیں گے۔ ٦٤ه يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا الخ وہ جہنم سے نکلنے کی خواہش کریں گے مگر انہیں کبھی اس سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا اور وہ جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے ٦٥ه وَالسَّارِقُ الخ اس کا تعلق اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ سے ہے وہاں ان لوگوں کی سزا بیان فرمائی جو قتل و غارت گری کریں اور جبراً قہراً مال چھین لیں یہاں چور کی سزا بیان فرمائی یعنی جو چھپ کر مال چرائے خواہ مرد ہو یا عورت اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ فَمَنْ تَابَ الخ چوری کرنے کے بعد جس نے سچی توبہ کر لی اور چوری کا مال مالک کو واپس لوٹا دیا یا اس سے معاف کرا لیا اور اگر مالک معلوم نہیں تو مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تو ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائیگا اور آخرت میں اس گناہ کی ان کو سزا نہیں دے گا۔ باقی رہی چوری کی حد یعنی ہاتھ کاٹنا تو یہ توبہ سے ساقط نہیں ہوگی

/ اور جو فساد
نہیں بلکہ چوری [illegible]
ان پر بھی [illegible]
حد جاری کی جائے

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ
ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ ٦٢ه اور
جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّ
جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو ف١ جو
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
لوگ کافر ہیں ٦٣ه اگر ان کے پاس ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا
وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ
اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو تاکہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت کے
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
عذاب سے تو ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کے واسطے عذاب
اَلِيْمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ
دردناک ہے چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے ٦٤ه
وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اور وہ اس سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لئے عذاب
مُّقِيْمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا
دائمی ہے اور چوری کرنیوالا مرد اور چوری کرنیوالی عورت ٦٥ه کاٹ ڈالو
اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ
ان کے ہاتھ سزا میں ان کی کمائی کی تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ
اور اللہ غالب ہے حکمت والا پھر جس نے توبہ کی اپنے
ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ
ظلم کے پیچھے اور اصلاح کی تو اللہ قبول کرتا ہے اس کی توبہ بیشک

موضح قرآن ف١ یعنی رسول کی اطاعت میں جو نیکی کرو وہ قبول ہے اور بغیر اس کے اپنی عقل سے کرو سو قبول نہیں۔

٦٦ اَلَمْ تَعْلَمْ الخ اس کا تعلق لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ سے ہے ابتدا میں مسئلہ توحید اور شرک فی التصرف کی نفی کا بیان تھا اور یہی اصل مقصد سورت ہے اس کے تحت ان عیسائیوں پر کفر کا فتوی لگایا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا شریک فی التصرف بناتے تھے اس کے بعد فرمایا اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے جہاد کرو اس لئے اب بُعدِ عہد کی وجہ سے اَلَمْ تَعْلَمْ کی تعبیر سے اصل مسئلہ توحید اور نفی شرک فی التصرف کی یاد دہانی کرائی گئی جیسا کہ سورۂ بقرہ میں مختلف احکام بیان کرنے کے بعد رکوع ٣٢ میں اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا فرما کر ان لوگوں کے حال کی طرف متوجہ فرمایا جو موت کے ڈر سے گھر چھوڑ کر بھاگے تھے مگر پھر بھی موت سے بچ نہ سکے۔ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ خبر کی تقدیم افادۂ حصر کے لئے ہے یعنی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے تمام تصرفات اور اختیارات بھی اسی کے قبضے میں ہیں نہ کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے قبضے میں وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یہ بھی حصر پر محمول ہے یعنی ہر چیز پر قادر بھی صرف اللہ ہی ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی یہ صفات مختصہ اس دعوے پر واضح دلیل ہیں کہ ساری کائنات میں مافوق الاسباب متصرف و مختار صرف اللہ ہی ہے اور تصرف میں اس کا کوئی شریک نہیں **فائدہ**: یہاں اگرچہ مقصود تو شرک فی التصرف کی نفی ہے لیکن اس کے ضمن میں شرک فعلی کی بھی نفی ہو رہی ہے کہ جب غیر اللہ مثلاً حضرت مسیح، ان کی والدہ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہر چیز میں متصرف اور ہر چیز پر قادر بھی نہیں تو پھر ان کے نام کی نیازیں بھی نہ دو اور ان کے لئے تحریمیں بھی نہ کرو۔ یہاں تک سورت کا پہلا حصہ ختم ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ اور منافقین اور یہود کے لئے زجریں مذکور ہیں یہود کے علماء اور گدی نشین خود شرک اعتقادی اور شرک فعلی کرتے تھے اور منافقین یعنی رؤساء کا گروہ بھی دل سے ان کا ہی طرفدار تھا اس طرح یہ دونوں فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے جن پر زجریں کی گئیں۔ یہ سلسلہ یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوْلُ الخ سے شروع ہو کر رکوع ٩ کے آخر سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ تک چلا گیا ہے **٦٧** یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوْلُ الخ حصہ اول میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی کے تفصیلی بیان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی لَا یَحْزُنْکَ یعنی جو لوگ کفر و شرک کی طرف دوڑ دوڑ کر جا رہے ہیں ان کا رویہ آپ کو غم میں نہ ڈالے اور آپ کو پریشان نہ کرے اور یہ لوگ دو گروہ ہیں ایک منافقین دوم یہود مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا الخ مِنْ بیانیہ ہے اور یہ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ کے پہلے گروہ کا بیان ہے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زبانوں سے تو ایمان لانے کا اقرار اور شرک فعلی اور شرک اعتقادی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے ان کے دلوں میں وہی کفر و شرک کی پلیدی موجود ہے زبان سے ایمان کا اقرار محض از راہ نفاق ہے وَمِنَ الَّذِیْنَ ہَادُوْا یہ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا پر معطوف ہے اور یہ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ کے دوسرے فریق کا بیان ہے جو دونوں قسم کا شرک علانیہ کرتے تھے حضرت عزیر علیہ السلام کو مختار و متصرف جان کر

اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے تجھ کو معلوم نہیں کہ ٦٦ اللہ ہی کے واسطے ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ

سلطنت آسمان اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے اور

یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٤٠﴾

بخشے جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ف ف

یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْکَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ

اے رسول ﷺ غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں

فِی الْکُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاہِہِمْ

کفر میں وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُہُمْ ۚۛ وَمِنَ الَّذِیْنَ ہَادُوْا ۚۛ

اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں

سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۙ لا

جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے ٦٦ ف٢ وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو

لَمْ یَاْتُوْکَ ؕ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ ۚ

تجھ تک نہیں آئے ف٣ ف٣ بدل ڈالتے ہیں بات کو ٦٦ اس کا ٹھکانا چھوڑ کر

یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ ہٰذَا فَخُذُوْہُ وَاِنْ لَّمْ

کہتے ہیں ٦٦ اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ

تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ فِتْنَتَہٗ فَلَنْ

ملے تو بچتے رہنا اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا ٦٦ سو تو

تَمْلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰہُ

اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا

ع ٣

الوقف علی الاول اجوز ١٢

موضح قرآن ف یہ اس پر فرمایا کہ کوئی تعجب نہ کرے کہ کچھ تھوڑی خطا پر بڑی سزا فرمائی ف٢ بعضے منافق تھے کہ دل میں یہود سے ملے تھے اور بعضے یہود تھے کہ حضرت کے پاس آمد و رفت کرتے تھے اللہ نے فرمایا یہ لوگ جاسوسی کو آتے ہیں کہ تمہارے دین میں سے کچھ عیب چن کر لے جاویں اپنے سرداروں کے پاس جو یہاں نہیں آتے اور فی الحقیقت عیب کہاں ہے لیکن بات کو غلط تقریر کر کر ہنر کو عیب کرتے ہیں

فتح الرحمن ف١ مترجم گوید در توریت رجم زانی نازل شدہ بود و یہود تحریف کردہ روی زانی را سیاہ کردن و چند تازیانہ زدن قرار دادند در زمان آنحضرت در میان ایشان زنا واقع شد زانی را پیش آنحضرت بدست منافقان و ذمیان فرستادند بقرار آنکہ اگر جلد فرمایند بکنیم و اگر رجم فرمایند نکنیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت رجم اظہار فرمودند و رجم کردند درین آیات اشارہ است بآن قصہ واللہ اعلم ١٢ ف٢ یعنی معتقد آن شدہ اند ١٢ ف٣ یعنی جاسوس حریان اند واللہ اعلم ١٢

اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّ
کو دل پاک کرے ان کے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور
لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٤١﴾ سَمّٰعُوْنَ
ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہے ف ١ جاسوسی کرنے والے
لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ
جھوٹ بولنے کیلئے اور بڑے حرام کھانے والے سو اگر آویں وہ تیرے پاس
فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ
تو فیصلہ کر دے ان میں یا منہ پھیر لے ان سے اور اگر
تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ
تو منہ پھیر لے گا ان سے تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر
حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف سے بیشک اللہ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ
دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو ف ١ اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور
عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ
ان کے پاس تو توریت ہے جس میں حکم ہے اللہ کا پھر اسکے پیچھے پھرے
مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٣﴾
جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں ف ٢
اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ
ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے
يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ
اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے

ع ٦ ٩ ١٠

ان کی خوشنودی کے لئے ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے تھے۔ **٦٨** سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ یہ ھُمْ ضمیر محذوف کی خبر ہے۔ کذب (جھوٹ) سے وہ مشرکیہ اعمال و عقائد مراد ہیں جو احبار و رہبان بیان کرتے تھے یعنی وہ ان جھوٹی باتوں کو سنتے ہیں اور دل سے ان کو قبول کرتے ہیں حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں بڑے جاسوس جھوٹ کہنے کو سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ یہ مبتدائے مقدر کی خبر ثانی ہے اور قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ سے یہود کے علماء اور رہبان (صوفی) مراد ہیں۔ یہ لوگ عوام یہودیوں کو بغرض جاسوسی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بھیجتے تھے تاکہ وہ آپ کی باتیں سن کر ان کو بتائیں والمراد انھم عیون علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاولئك القوم (روح ج ٦ ص ١٣٦)، لَمْ یَاْتُوْكَ یہ قوم کی صفت ہے یعنی وہ ان لوگوں (احبار و رہبان) کے لئے جاسوسی کرتے ہیں جو آپ کی مجلس میں نہیں آتے۔ **٦٩** یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ الخ یہ بھی قوم کی صفت ہے الکلم سے کلام اللہ یعنی تورات مراد ہے علماء یہود تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے تھے ان کی تحریف سے نہ تورات کی وہ آیتیں محفوظ تھیں جن میں عقائد مذکور تھے نہ وہ جن میں احکام مذکور تھے۔ وہ توحید کے بجائے عوام کو شرک کی تعلیم دیتے تھے اور تورات کے بعض احکام و حدود بھی بدل دئیے تھے مثلاً تورات میں شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا تھی مگر انہوں نے رجم کا حکم چھپا ڈالا اور اس کی جگہ دروں کی سزا رائج کر دی۔ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ای وضعوا الجلد مکان الرجم (کبیر ج ٣ ص ٩٥)، **٧٠** یَقُوْلُوْنَ الخ یہ بھی قوم کی صفت ہے یہود کے علماء اور سجادہ نشین اپنے مریدوں کو محرف اور تبدیل شدہ عقائد اور احکام کی تعلیم دے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجتے تھے اور انہیں تاکید کرتے تھے کہ اگر فلاں معاملہ کے بارے میں پیغمبر نے یہ جواب دیا جو ہم نے تمہیں بتایا ہے تو اسے قبول کر لینا لیکن اگر اس نے اس کے خلاف کوئی بات کہی تو اس سے بچنا اسے ہرگز قبول نہ کرنا ان المحرفین القائلین ھم القوم الاٰخرون ای یقولون لاتباعھم السماعین لھم (روح ص ١٣٧) ان اوتیتم ھٰذا المحرف المزال عن مواضعہ (مدارک ج ١ ص ٢٢٢)، **٧١** وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ الخ اس سے پہلے یَقُوْلُوْنَ اور اس کے بعد سَمّٰعُوْنَ یہ دونوں قوم کی صفتیں ہیں درمیان میں یہ ادخال الٰہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے معاندین کو ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ فِتْنَتَهٗ اَیْ اِضْلَالَهٗ قَالَهُ الشَّیْخُ رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے آپ اسے کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتے نفع نقصان اور ہدایت و ضلالت اللہ کے قبضے میں ہیں اس کے سوا ان چیزوں پر کسی کا کوئی اختیار نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ

موضح قرآن **ف ١** یہود میں کئی قصے ہوئے کہ اپنے قضیا حضرت پاس لائے فیصلے کو وہ سردار یہود آپ نہ آتے بیچ والوں کے ہاتھ بھیجتے اور کہہ دیتے کہ ہمارے معمول کے موافق حکم کریں تو قبول رکھو نہیں تو نہ رکھو غرض یہ تھی کہ حکم توریت کے خلاف معمول باندھے تھے ایک تھی اگر اس کے موافق حکم کر دے تو ہم کو اللہ کے یہاں سند ہو جاوے اور جانتے تھے کہ ان کو توریت کی خبر نہیں جو ہمارا معمول سنیں گے سو حکم کرینگے اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبردار کیا موافق توریت ہی کے حکم فرمایا اور توریت میں سے ثابت کر کر ان کو قائل کیا۔ ایک قصہ رجم کا تھا کہ وہ منکر ہوئے تھے پھر توریت سے قائل کیا اور ایک قصاص کا تھا کہ وہ اشراف اور کم ذات کا فرق کرتے تھے اور توریت میں فرق نہیں رکھا **ف ٢** حضرت کے دل میں تردد تھا کہ ان کے مقدمے میں نہ بولوں تو ناخوش ہوں اور اگر اپنے دین پر فیصل کروں تو نا قبول رکھیں، اور اگر انکا معمول جاری کروں تو عند اللہ غلط ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اختیار ہے یا تغافل کرو ان کی ناخوشی کا خطرہ نہیں، یا حکم کرو تو اپنے دین کے موافق کرو۔ پھر حضرت نے وہی حکم فرمایا ان کو قائل کر کر۔

فتح الرحمن **ف ١** مترجم گوید یعنی اہل ذمہ اگر قضیہ خویش با امام رجوع کنند اگر خواہد حکم کند و اگر خواہد بر علمائے ایشان مفوض نماید واللہ اعلم ١٢ منہ **ف ٢** یعنی اگر غرض ایشان طلب رضائی خدائے تعالیٰ بودے بر تورات عمل میکردند ولیکن غرض فاسد داشتند ١٢ —

نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (اعراف ع ۲۳) ۲- قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (جن ع ۲) ۳- لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا (رعد ع ۲) ۴- لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (الفرقان ع ۱) **۷۲ه** لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ یہ تخویف دنیوی ہے وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ یہ تخویف اخروی ہے **۷۳ه** سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ الخ یہ پہلے سَمّٰعُوْنَ سے بدل ہے اور اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ کی زیادتی کے لئے اس کا اعادہ کیا گیا ہے السحت ای الحرام وہ رشوتیں جو علماء یہود محرف مسائل پر عوام سے لیا کرتے تھے اور وہ نذرانے جو احبار و رہبان عوام کے دلوں میں نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کا سکہ بٹھا کر ان سے وصول کرتے تھے اور غیر اللہ کی نیازیں وغیرہ سب سحت میں داخل ہیں جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمۃ بہ ولانہ حرام بل سحت (رد المحتار حاشیۃ الدر المختار ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ مجتبائی قبیل باب الاعتکاف) اکالون للسحت وھو ما یاکلونہ بدینھم (روح ص ۱۳۱ ج ۶) **۷۴ه** فَاِنْ جَآءُوْكَ الخ جاءوا کی ضمیر سے وہی مذکورہ یہود مراد ہیں یعنی جھوٹ کو پسند کرنے والے۔ اللہ کے کلام میں تحریف کرنے والے، رشوتیں اور غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھانے والے۔ یہاں تک ان کے یہ حالات بیان کئے۔ اس کے بعد فرمایا اگر یہ یہودی قصاص، رہزنی، چوری، زنا اور دیگر حدود کا جھگڑا فیصل کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ چاہے ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا ان سے اعراض کریں۔ حضرت شیخ نے فرمایا فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ ای بالقصاص وغیرہ اس کے بعد لف ونشر غیر مرتب کے طور پر مذکورہ دونوں شقوں کے متعلق مزید دو باتیں بیان فرمائیں دوسری شق اعراض کے بارے میں فرمایا وَاِنْ تُعْرِضْ الخ اگر آپ ان سے اعراض کریں تو وہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں اگر اعراض سے مراد یہ ہو کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ نہ فرما دیں تو اس پر ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ یہود سے ضرر کا خطرہ تو اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ ان کے معاملے میں فیصلہ کریں اور وہ ان کے خلاف جائے لیکن اگر آپ فیصلہ کریں ہی نہیں تو پھر خطرے کا سوال ہی کیا۔ اس لئے یہاں اعراض سے اعراض عن الحکم مراد نہیں بلکہ اعراض عن ابقاء العہد مراد ہے۔ ای وان لم یسلموا حکمک فاعرض عنھم وعن معاھدتھم وقُلْ لَهُمْ نحن نقاتل معکم۔ یہود رہزنی اور قتل وغارت کرتے تھے پھر اپنے علماء کے پاس جا کر فدیہ اور نذرانہ وغیرہ دے کر اپنی جانیں بچا لیتے اور قانون کی گرفت سے محفوظ ہو جاتے تھے اب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی فدیہ وغیرہ دے کر اپنے کو بچانے کی کوشش کرنے لگے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ عین شریعت کے مطابق فیصلہ فرمائیں پھر اگر وہ آپ کے فیصلے سے اعراض کریں اور اسے نہ مانیں تو آپ صاف فرما دیں کہ میرا تم سے کوئی معاہدہ نہیں بلکہ ہم تم سے جہاد کریں گے۔ تو اس صورت میں وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر ہے **۷۵ه** وَاِنْ حَكَمْتَ الخ یہ مذکورہ دو باتوں میں سے پہلی بات سے متعلق ہے یعنی اگر آپ ان درمیان فیصلہ کریں تو ہمیشہ عدل وانصاف سے کریں، ان کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کریں اور اس سے بھی ہوشیار رہیں کہیں وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں اور فریب کارانہ چالوں سے آپ کو حق وانصاف سے ہٹا نہ دیں۔ جیسا کہ رکوع ۷ میں ان دونوں باتوں کی تفصیل فرمائی (۱) فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ اور (۲) وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ الخ **۷۶ه** وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ الخ استفہام تعجب کے لئے ہے (روح) یہاں یہود کے رویے پر دوہرے تعجب کا اظہار فرمایا۔ تعجب ہے یہ لوگ اپنے معاملات کے مقدمے آپ کے پاس کیوں لاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب تورات موجود ہے اس میں ان کے مقدمات کے فیصلے بھی موجود ہیں پھر اس پر تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ اس کے باوجود جب آپ کے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہیں پھر آپ کے فیصلوں سے اعراض کرتے ہیں وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ ان کا تو تورات پر بھی ایمان نہیں جس پر ایمان لانے کے وہ بڑے مدعی ہیں اگر تورات پر ان کا ایمان ہوتا تو اس کے احکام پر عمل کرتے اور قرآن پر بھی ایمان لے آتے جو تورات کے احکام کی تصدیق کرتا ہے وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ بشیء من کتاب اللہ تعالیٰ لا بالتوراۃ ولا لعملوا بھا ولا منوا بما یصدقہ ویوافقہ ولا بکتابک (مظہری ج ۳ ص ۱۲۱) **۷۷ه** فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ۔ حکم اللہ سے قتل اور قطع الطریق کا حکم یعنی قصاص وغیرہ مراد ہے جیسا کہ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ الخ اس پر شاہد ہے۔

فائدہ اس سے پہلے یہود قطاع الطریق اور قتل وغارت گری سے زمین پر فساد برپا کرنے والوں کی سزاؤں کا ذکر تھا اس لئے اس مناسبت سے حکم اللہ سے یہاں تمام حدود مراد ہیں صرف زنا کی سزا ہی مراد نہیں اور ان آیتوں کے شان نزول کے طور پر یہودی مرد وزن کے زنا کا جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے وہ بھی بلاشبہ اس آیت کے تحت داخل ہے لیکن آیت کا حل اس واقعہ پر موقوف نہیں **۷۸ه** اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ قسط اور حق کے مطابق فیصلے کریں جس سے مراد یہ تھی کہ آپ اللہ کے نازل کردہ قرآن کے مطابق فیصلے فرمائیں یہاں فرمایا ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری جو سراپا ہدایت اور روشنی تھی تاکہ وہ اور ان کے بعد آنے والے اسرائیلی نبی اور احبار ورہبان اس پر عمل کریں اور اس کے مطابق اپنے جھگڑے چکائیں۔ چنانچہ تمام اسرائیلی نبی اور تمام سچے صوفی اور درویش اور تمام علماء صادقین جو بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد گذرے وہ تورات کے احکام پر عمل کرتے رہے کیونکہ اللہ کی کتاب تورات کی تعلیمات کی حفاظت اور ان کی ترویج کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تھی اور وہ اس کے عالم تھے اور اس کی تعلیمات کے نگران تھے اَلَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا یہ النَّبِيُّوْنَ کی صفت مادحہ ہے یعنی اللہ کے فرمانبردار نبی الذین اسلموا ھھنا نعت فیہ معنی المدح مثل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (قرطبی ص ۱۸۸ ج ۶) الَّذِيْنَ هَادُوْا یہ جار مجرور یَحْكُمُ کے متعلق ہے ھادوا ای تابوا من الکفر (روح، مظہری، قرطبی) یعنی جو لوگ کفر سے تائب ہو چکے تھے مراد وہ لوگ ہیں جو تورات کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے۔ اَلرَّبّٰنِيُّوْنَ۔ الربانی کی جمع ہے یعنی اللہ والے اور اس سے اس وقت کے صوفی اور تارک الدنیا درویش مراد ہیں (وَ) الْاَحْبَارُ۔ حبر کی جمع ہے یعنی بہت بڑا عالم الربانیون ای الصوفیۃ الزھاد...... والاحبار جمع حبر...... ھو العالم المحکم للشیء (مظہری ج ۳ ص ۱۲۳) بِمَا میں ب سببیہ ہے۔ کتاب اللہ سے تورات مراد ہے شُهَدَآءَ شہید کی جمع ہے جس کے معنی یہاں نگران، خبردار اور بیان کرنے والے کے ہیں شھداء رقباء یعلمونہ ویبینونہ (مظہری ج ۳ ص ۱۲۳) رقباء یحمونہ من ان یحوم حول حماہ التغییر والتبدیل بوجہ من الوجوہ (روح ص ۱۴۴ ج ۶)

هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا
یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے
مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا
اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے ف۱ سو تم نہ
تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا
ڈرو لوگوں سے ف۲ اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو
بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ
میری آیتوں پر مول تھوڑا ۸۰ اور جو کوئی حکم نہ کرے ۸۱ اس کے
اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ
موافق جو کہ اللہ نے اتارا ہو وہی لوگ ہیں کافر اور
كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ
لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں ۸۲ کہ جی کے بدلے جی ف۳ اور
الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ
آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے
بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ
بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ان کے برابر
فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ
پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا اور جو کوئی
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
حکم نہ کرے اس کے موافق ۸۳ جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں
الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى
ظالم اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسی کو

۷۹ اس میں خطاب علماء اور رؤسائے یہود سے ہے (روح) جب انبیاء علیہم السلام، ربانیون اور احبار تورات پر عمل کرتے چلے آئے ہیں اور کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکا تو لے علماء اور رؤسائے یہود تم لوگوں سے کیوں ڈرتے ہو۔ تم کسی سے مت ڈرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو اور تورات میں میں نے جو احکام نازل کئے ہیں ان پر عمل کرو اور ان میں تحریف اور تغیر و تبدل مت کرو **۸۰** میری آیتوں کو چھپا کر اور ان میں تحریف کرکے ان کے عوض دنیا کی حقیر دولت مت حاصل کرو، حکومت کے دباؤ سے، اقتدار یا دولت کے لالچ میں میرے دین سے روگردانی مت کرو اور حق بیان کرنا اور صداقت کا اعلان کرنا مت ترک کرو۔ ایصال ثواب کے لئے تلاوت قرآن کی اجرت لینے کی ممانعت بھی اس آیت سے مفہوم ہوتی ہے **۸۱** یہ ان علماء اور رؤسائے یہود کے لئے وعید شدید ہے جو تورات پر عمل نہ کریں اور معاملات کا فیصلہ اس کے احکام کے مطابق نہ کریں۔ ایسے لوگوں کو کافر قرار دیا حالانکہ عمل نہ کرنا ایک عملی کوتاہی ہے جس سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا اس لئے عمل نہ کرنے اور اس کے مطابق فیصلہ نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے احکام کی صداقت اور حقانیت کا اعتقاد نہ رکھے اس طرح یہاں عمل نہ کرنے کا کامل درجہ مراد ہے الحکم وان کان شاملا لفعل القلب والجوارح لکن المراد به هنا عمل القلب وَهُوَ التصديق ولا نزاع فی کفر من لم یصدق بما اَنزل الله تعالی (روح ص۱۴۵ ج ۶) اور مسند احمد میں ہے۔ من لم یحکم ای لم یعتقد یہ حکم اور اسی طرح آئندہ احکام یعنی جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام پر اعتقاد نہ رکھیں اور ان پر عمل نہ کریں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں یہ یہود و نصاری ہی سے مخصوص نہیں ہیں اگر اہل اسلام قرآن مجید میں اور احادیث میں اللہ اور رسول کے بیان کردہ احکام پر اعتقاد نہ رکھیں اور ان پر عمل نہ کریں تو ان کا بھی یہی حال ہے **۸۲** یہ تورات میں قصاص کے حکم کا ذکر ہے۔ یعنی ہم نے تورات میں یہود پر قصاص نفس اور قصاص اطراف اور قصاص جروح کو فرض قرار دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ مقتول کے بدلے قاتل کو قتل کیا جائے اور اگر کوئی شخص دوسرے شخص کا عضو کاٹ ڈالے تو اس کا بھی وہ عضو کاٹا جائے اور اگر کوئی کسی کو زخمی کر دے تو اسے بھی زخمی کیا جائے مگر انہوں نے ان حدود کو قائم نہ کیا اور امیر و غریب اور شریف و خسیس کا امتیاز قائم کر دیا وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اصل میں ذَاتُ قِصَاصٍ تھا مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا فَمَنْ تَصَدَّقَ الخ جس نے اپنا قصاص معاف کر دیا وہ اس کے لئے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ **۸۳** یہاں ان لوگوں کو ظالم فرمایا جو تورات میں نازل شدہ اللہ کے احکام قصاص پر عمل نہ کریں جیسا کہ یہود کے علماء کیا کرتے تھے وہ شرفاء اور رؤساء کو ادنی حیثیت کے لوگوں اور غریبوں کے قصاص میں قتل نہیں کرتے تھے اس طرح مظلومین کی حق تلفی ہوتی تھی۔ ایک تو وہ ظالم تھا جس نے کسی بیچارہ انسان پر ظلم کیا لیکن جب علماء یہود نے مظلوم کو ظالم سے اس کا حق نہ دلوایا تو وہ بھی ظالم ٹھہرے۔ **۸۴** پہلے یہود کو تورات دینے اور اس کے احکام پر سختی سے عمل کرنے کی تاکید کا ذکر تھا یہاں حضرت عیسی علیہ السلام پر انجیل نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور ساتھ علماء نصاری کو انجیل پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی مُصَدِّقًا یہ عیسی سے حال واقع ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ حضرت عیسی علیہ السلام ایک طرف تورات کے تصدیق کنندہ تھے اور دوسری طرف خود بھی صاحب کتاب تھے ان کو ہم نے انجیل دی جس میں تورات کی طرح ہدایت کی روشنی تھی وَمُصَدِّقًا جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام تورات کے احکام کی تصدیق کرتے تھے اسی طرح انجیل بھی تورات کی مصدق تھی۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی بقطع معلوم کردہ بودند کہ حکم الٰہی است واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی بعوض او باید گشت ۱۲

ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ
مریم کے بیٹے کو تصدیق کرنے والا توریت کی جو آگے سے تھی
وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ
اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى
تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب توریت کی اور راہ بتلانیوالی
وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ
اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کو اور چاہیئے کہ حکم کریں [۸۵] انجیل والے
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اسکے جو کہ اتارا اللہ نے
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
تو وہی لوگ ہیں نافرمان اور تجھ پر اتاری ہم نے
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
کتاب [۸۶] سچی تصدیق کرنے والی سابقہ
الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ
کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان [۸۷] سو تو حکم کر ان میں [۸۸] موافق اسکے
اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ عَمَّا جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ
جو اتارا اللہ نے اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا
لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ
ہر ایک کو دیا تم میں سے ہم نے ایک دستور اور راہ [۸۹] اور اللہ
اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ
چاہتا تو تم کو ایک دین پر کر دیتا [۹۰] لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے

مراد یعنی توریت و انجیل [illegible] کی کتاب [illegible] تاکہ آپ [illegible] صادق صاف بیان فرمائیں ۱۲ [illegible] مذکور بالقسط

[illegible] ای معرضا عما جاءک ۱۲ یعنی ایمان [illegible] مطلوب [illegible] عقائد [illegible] ثواب [illegible] امتحان [illegible] ۱۲

۸۵ اہل انجیل سے علماء نصاریٰ مراد ہیں جو انجیل کے عالم تھے فرمایا علماء انجیل کو چاہیئے کہ وہ ان تعلیمات پر عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمائی ہیں۔ جو لوگ انجیل میں اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل نہ کریں وہ فاسق اور اللہ کے نافرمان ہیں۔ یا اس سے درجہ کامل مراد ہے ای المتمردون الخارجون عن حکمہ او عن الایمان (روح ص۱۵۱ ج ٦)

۸٦ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے علماء یہود و نصاریٰ کو تورات و انجیل پر عمل کرنے کی تاکید کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ پر ہم نے ایک کتاب نازل کی ہے جو ہر لحاظ سے کامل اور حق و صداقت بیان کرتی ہے اور پہلی کتابوں میں مذکور عقائد اور اصولی احکام اور اخلاق کی تصدیق کرتی ہے۔ اَلْکِتٰبَ میں الف لام عہد کے لئے ہے اور اس سے قرآن عظیم مراد ہے ای الفرد الکامل الحقیق بان یسمی کتابا علی الاطلاق لتفوقہ علی سائر الکتب السماویۃ وھو القرآن العظیم فاللام للعہد (روح) مِنَ الْکِتٰبِ ۔ مِنْ بیانیہ ہے اور یہ مَا کا بیان ہے اور الف لام جنس کے لئے ہے اس سے مراد وہ تمام کتب سماویہ ہیں جو قرآن مجید سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ من الکتاب ای کل کتاب نزل من السماء سوی القرآن (کبیر ج ٣ ص٦٠)

۸۷ علیہ کی ضمیر مَا کی طرف راجع ہے مُھَیْمِنًا ای رقیبا و حافظا۔ (روح، قرطبی، کبیر وغیرہ) چونکہ قرآن مجید خود ہر قسم کی تحریف و تغییر سے محفوظ اور نسخ و تبدل سے مامون ہے اس لئے وہ پہلی تمام آسمانی کتب کا محافظ اور ان کی تعلیمات کا نگران ہے۔ قرآن ایک آسمانی معیار ہے اس کے ذریعے پہلی کتابوں کی محرف اور غیر محرف تعلیمات و احکام کا یقینی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن میں چونکہ اصول شرائع اور عقائد محفوظ ہو چکے ہیں اس لئے اس سے پہلی کتابوں کے منسوخ اور غیر منسوخ احکام کا بھی سراغ لگایا جا سکتا ہے قال الخلیل وابو عبیدۃ ای رقیبا علی سائر الکتب السماویۃ المحفوظۃ عن التغییر حیث یشہد لہا بالصحۃ والثبات ویقرر اصول شرائعہا وما یتأبد من فروعہا ویعین احکامہا المنسوخۃ (روح ص۱۵۳ ج ٦)

۸۸ یہ وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ الخ کی تفصیل ہے یعنی جب ہم نے آپ کو ایسی خوبیوں والی کتاب دی ہے تو جب اہل کتاب اپنے جھگڑے آپ کے پاس لے کر آئیں تو آپ اس عظیم الشان کتاب کے مطابق ان کا فیصلہ فرمائیں اور ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔ اَھْوَآءَ سے مراد علماء اہل کتاب کے خود ساختہ احکام ہیں جو انہوں نے تورات و انجیل میں تحریف کر کے از خود گھڑ لئے تھے۔ ای آراءھم التی اصطلحوا علیہا وترکوا بسببہا ما انزل اللہ علی رسولہ (ابن کثیر ج ٢ ص٦٦) عَمَّا۔ حرف جار متضمن معنی اعراض و عدول لَا تَتَّبِعْ کے متعلق ہے ای لا تتبع اھواءھم عادلا (او معرضا) عما جاءک (روح و مدارک ج ۱ ص۲۲۲) یعنی آپ کے پاس جو حق آ چکا ہے اس سے اعراض کرتے ہوئے آپ ان کی خواہشات کا اتباع نہ کریں

۸۹ شرعۃ و منہاجا دونوں لفظ متحد المعنی ہیں دونوں کے معنی راستے کے ہیں اور دونوں سے مراد دین ہے اسے شرعۃ ظہور و وضوح کے اعتبار سے اور منہاج اس پر چلنے کے اعتبار سے کہا جاتا ہے بعض مفسرین نے دونوں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ شرعۃ سے احکام فرعیہ اور منہاج سے احکام اعتقادیہ مراد ہیں مگر علامہ آلوسی نے اس کو پسند نہیں کیا وقیل الشرعۃ الاحکام الفرعیۃ والمنہاج الاحکام الاعتقادیۃ ولیس بشیء (روح ص۱۵٦ ج ٦)۔ یہاں اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی ترغیب دی فرمایا ہر امت کے لئے ہم نے دین مقرر کیا تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔ جو لوگ ایک پیغمبر کے زمانے میں ہوتے ہیں وہ اس کی امت کہلاتے ہیں اور ان پر اس کے دین کی پیروی لازم ہوتی ہے اس کے بعد جب دوسرا پیغمبر آ جائے تو اس کی آمد سے امت بدل جائے گی اور اب اسکا دین واجب الاتباع ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک

فتح الرحمٰن ص۱ یعنی تحریف را از غیر تحریف جدا می سازد ۱۲۔

لوگوں کے لئے تورات کو دین مقرر کیا گیا اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک انجیل دین کا دستور العمل تھی پھر حضور علیہ السلام کی بعثت سے تورات وانجیل منسوخ ہوئیں اور تمام بنی آدم کے لئے قرآن مجید شرعہ اور منہاج قرار پایا اور سب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن اور دین کا ماننا لازم اور فرض ہوا یہود اور نصاریٰ پر تورات اور انجیل پر عمل کرنا اس وقت ضروری تھا جب وہ قرآن کی آمد سے پہلے منسوخ نہیں ہوئی تھیں استئناف جیء به لحمل اهل الكتاب من معاصريه صلى الله عليه وسلم على الانقياد لحكمه عليه الصلوٰة والسلام بما انزل الله تعالىٰ اليه من الحق (روح وابو السعود ج ۳ ص ۵۹)

ف۹۰ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جبراً تمام لوگوں کے دلوں میں ایمان داخل کر کے اور ان کو دینِ توحید پر قائم کر کے ایک ہی امت بنا دیتا اور ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ ہوتا لیکن یہ چیز اس کی حکمت کے خلاف تھی کیونکہ اس طرح ان کی آزمائش نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس نے بندوں کو اختیار دے دیا تاکہ وہ خداداد عقل وشعور سے سوچ سمجھ کر اپنی مرضی سے جو چاہیں راستہ اختیار کریں اس طرح ان کا امتحان ہو جائے گا کہ ان میں سے کون نیکی کی طرف دوڑتا ہے اور کون برائی اختیار کرتا ہے اس دورِ ابتلا (دنیا) کے بعد آخرت میں سب اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے اور وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ قرآن مجید میں اکثر جگہوں میں تمام لوگوں کو ایک دین پر جمع نہ کرنے کی حکمت بیان نہیں کی گئی اس مقام کے قرینے سے ان تمام جگہوں میں یہ حکمت ملحوظ ومقدر ہوگی۔ مثلاً وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً (ہود ع ۱۰) اور شوریٰ ع ۱ میں فرمایا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اور سورۂ رعد ع ۴ میں ہے وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا اسی طرح سورۂ سجدہ ع ۲ میں ارشاد ہے وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا ان تمام آیتوں میں وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ کی قید ملحوظ ہوگی۔ **ف۹۱** یہ اُمُرُكَ محذوف کا مفعول ہے یا یہ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ میں الْكِتٰبَ پر معطوف ہے یعنی جس طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل کی اسی طرح یہ امر بھی نازل کیا وَاحْذَرْهُمْ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبردار کیا کہ آپ یہود کے مکر وفریب سے ہوشیار رہیں کہیں وہ آپ کو کسی معاملہ میں صحیح فیصلے سے بھٹکا نہ دیں۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا الخ اگر وہ آپ کے فیصلے کو نہ مانیں تو آپ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا ہی میں ان کے گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے چنانچہ یہود کو اپنی سرکشی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی دنیا میں بھی سزا مل گئی کچھ قتل ہوئے، کچھ جلاوطن ہوئے۔ اور کچھ ذلت کے ساتھ جزیہ قبول کرنے پر مجبور ہوئے ای يعذبهم بالجلاء والجزية والقتل وكذلك كان (قرطبی ج ۶ ص ۲۱۴) **فائدہ۔** پہلے رکوع ۶ میں فرمایا فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ پھر اسی آیت میں بِالْقِسْطِ کی قید بڑھا کر فرمایا فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اس کے بعد رکوع ۷ میں بِالْقِسْطِ کی جگہ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فرما کر واضح کر دیا کہ قِسْط سے اللہ کے نازل کردہ احکام مراد ہیں اور ساتھ ہی وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کی خواہشات کی پیروی کرنے سے منع فرمایا پھر اس سے اگلی آیت میں وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ کا اضافہ فرما کر آپ کو خبردار کیا کہ آپ ان کے مکر وفریب سے بچے رہیں وہ آپ کو سرمایہ داروں اور اپنے مریدوں اور پیروکاروں کے ذریعے کسی فتنے اور جال میں الجھا کر حق کے خلاف فیصلہ کرانے کی کوشش کریں گے **ف۹۲** یہود قطاع الطریق قتل و رہزنی کرتے تھے اور قتل کے بدلے فدیہ دے کر قصاص سے جان بچا لیتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی ان کی یہی کوشش تھی کہ

فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

اپنے دیے ہوئے حکموں میں سو تم دوڑ کر لو خوبیاں ف۸ اللہ کے پاس تم سب کو

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ

پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ

اور یہ فرمایا کہ حکم کر ف۹۰ ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل

اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ

ان کی خوشی پر اور بچتا رہ ان سے کہ تجھ کو بہکا نہ دیں کسی ایسے

بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ

حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ

اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ

اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچا دے ان کو کچھ سزا ان کے گناہوں کی

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ اَفَحُكْمَ

اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان اب کیا حکم

الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ

چاہتے ہیں کفر کے وقت کا ف۹۲ اور اللہ سے بہتر کون ہے ف۹۳

حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

حکم کرنے والا یقین کرنے والوں کے واسطے ف۹۴ اے ایمان والو

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ

مت بناؤ ف۹۵ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ

دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے

ع ۷
۱۱

وقف لازم و وقف غفران
وقف منزل عند البعض

[illegible]

ترجمہ یعنی ان سے ترک موالات کرد و از آنجس ہی ہجرت کرد ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی اتباع فرمان الٰہی در شریعت پیغامبر زمان ۱۲ ف۲ مترجم گوید حاصل این آیات الزام است بر اہل کتاب ا، باوجود التزام کتاب برحسب آں عمل نمی کنند و دریں آیات بیان آنست کہ ہر فرقہ را شریعتی دادہ اند و بعد نزول قرآن بجز متابعت آں جائز نیست واللہ اعلم ۱۲ -

مال دے کر قتل سے بچ جائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو بالکل وہی جاہلیت کا فیصلہ ہے کیا یہ لوگ آخر الزمان پیغمبر کے سامنے بھی وہی جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

فائدہ قال الشیخ قدس سرہٗ اگر غور سے دیکھا جائے تو ابتدائے سورت سے لے کر یہاں تک یہود قطاع الطریق کے متعلق آیات تھیں۔ ابتدا میں کہا گیا اگر تم نے قدیم بغض کی بنا پر نئے مسلمانوں کی معاونت اور امداد نہ کی اور ان قطاع الطریق کو ان سے نہ روکا تو یہ معاونت علی الظلم شمار ہوگی اب ان آیتوں میں بھی ان قطاع الطریق ہی کا ذکر ہے **۹۳** لِقَوۡمٍ میں لام بمعنی عِنۡدَ ہے۔ جو فیصلہ یہود چاہتے ہیں وہ سراسر جاہلیت کا فیصلہ ہے اور جو فیصلہ خدا کا پیغمبر صادر کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور جو لوگ اللہ پر، اللہ کے رسول پر، اللہ کی کتاب پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے صادر ہوتا ہے، بہتر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ **۹۴** یہود و نصاریٰ کی خباثتیں اور ان کی بداعمالیاں ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو ان سے ترک موالات کا حکم دیا کہ ان سے دوستی نہ کرو اور نہ باہمی تعاون اور امداد کا ان سے کوئی معاہدہ کرو بلکہ آپس میں دوستی اور محبت بڑھاؤ۔ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں یہود آپس میں اور نصاریٰ آپس میں لیکن تمہارے دشمن ہیں اس لئے ان سے خیر خواہی یا بھلائی کی توقع مت رکھو۔ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ الخ جو ان سے دوستی کرے گا وہ بھی انہی میں کا ہوگا یہ بطور زجر و توبیخ فرمایا۔ وَهُوَ مَخۡرَجُ مَخۡرَجِ التَّشۡدِيۡدِ وَالۡمُبَالَغَةِ فِی الزَّجۡرِ (روح ج ۶ ص ۱۵۸) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے موالات کی وجہ سے انہی جیسے کفار مجاہرین ہو جائیں گے **۹۵** مَرَضٌ یعنی نفاق کی بیماری۔ اس سے مراد منافقین ہیں اور یہ منافقین پر شکوی ہے۔ دَآئِرَةٌ یعنی کوئی حادثہ اور مصیبت منافقین دوڑ دوڑ کر یہود و نصاریٰ کی طرف جاتے ہیں اور انہوں نے در پردہ ان سے دوستی گانٹھ رکھی ہے اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر وہ ان سے موالات نہ کریں تو وہ ان کو مالی مشکلات اور دیگر دنیوی مصائب سے دوچار ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے ان کو مالی امداد ملتی تھی لِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا اَهۡلَ ثَرۡوَةٍ وَكَانُوۡا يُعِيۡنُوۡنَهُمۡ عَلٰی مُهِمَّاتِهِمۡ وَيُقۡرِضُوۡنَهُمۡ۔ (کبیر ج ۳ ص ۶۱۱) **۹۶** عَسٰی کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو وہ حتمی وعدے کے لئے ہوتا ہے یعنی ایسا ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس کے دشمنوں (یہود و نصاریٰ) پر فتح دے گا یا اپنے رسول کو منافقین کے نفاق اور ان کے پوشیدہ اسرار ظاہر کرنے کا حکم دیدے گا تو منافقین کافروں سے اپنی پوشیدہ دوستی پر سخت نادم اور پشیمان ہوں گے کیونکہ ایک تو کافروں کے مغلوب و مفتوح ہونے کی وجہ سے وہ ان کی امداد اور پشت پناہی سے محروم ہو جائیں گے دوم ظہور نفاق کی وجہ سے شرمسار ہوں گے۔ **۹۷** یہ مسلمانوں کی طرف سے منافقین کے حال بد اور ان کے عذر پر تعجب کا اظہار ہے ان منافقین نے پختہ قسمیں کھا کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا تھا کہ وہ آپ کے دین پر ہیں اور آپ کے ساتھی ہیں اور وقت آنے پر یہود کے مقابلے میں آپ کی مدد کریں گے لیکن وقت آنے پر انہوں نے مسلمانوں کے بجائے یہود کی امداد کی اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اس پر مسلمانوں نے تعجب سے کہا کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے نام کی قسمیں دے دے کر عہد کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے مگر ان کے کرتوتوں سے ان کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ الخ ان کے تمام اعمال ضائع اور بے نتیجہ ہو گئے اور ان پر آخرت

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ (۵۱) فَتَرَى
اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو اب تو دیکھے گا ۹۵
الَّذِيۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوۡنَ فِيۡهِمۡ
ان کو جن کے دل میں بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں ان میں
يَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰۤی اَنۡ تُصِيۡبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَی
کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجاوے ہم پر گردش زمانہ کی ف۱ سو قریب
اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِیَ بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَيُصۡبِحُوۡا
ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرما دے فتح ۹۶ یا کوئی حکم اپنے پاس سے تو لگیں
عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ نٰدِمِيۡنَ ؕ (۵۲) وَيَقُوۡلُ
اپنے جی کی چھپی بات پر پچھتانے ف۲ اور کہتے ہیں
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ
مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو ۹۷ قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید
اَيۡمَانِهِمۡ ۙ اِنَّهُمۡ لَمَعَكُمۡ ؕ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ
سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ف۳ برباد گئے ان کے عمل
فَاَصۡبَحُوۡا خٰسِرِيۡنَ (۵۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ
پھر رہ گئے نقصان میں اے ایمان والو ۹۸ جو کوئی
يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِی اللّٰهُ بِقَوۡمٍ
تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو
يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَی الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ
کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں
عَلَی الۡكٰفِرِيۡنَ ۫ يُجَاهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا
کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور

الثلثة

ف۱ شکوی ہے منافقین ۱۲

ف۲ یعنی شرمندگی ان کے نفاق کے ظہور کی وجہ سے ۱۲

ف۳ یعنی سب نے یہود و نصاریٰ کی دوستی کی اور ان سے جہاد نہ کیا وہ ضائع ہو جاویگا ۱۲

موضح قرآن **ف** یعنی منافق کافروں سے دوستی لگائے جاتے ہیں کہ ہم پر گردش نہ آجاوے یعنی مسلمان مغلوب ہو جاویں تو ان کی دوستی ہمارے کام آوے سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب قریب ہے کہ کافر ہلاک ہوں یعنی مسلمانوں کی ان پر فتح ہو یا کچھ اور حکم آوے یعنی کافر ملک سے ویران ہوں آخر یہود کو حکم فرمایا جلاوطن کرنے کا۔

فتح الرحمن **ف** یعنی احتمال دارد کہ ہزیمت بر اہل اسلام افتد پس موافقت با حربیان مصلحت است ۱۲۔

يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ فضل ہے اللہ کا دے گا

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ

جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار ف۹۹ تمہارا رفیق تو

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

وہی اللہ ہے اور اس کا رسول ف۱۰۰ اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَ

نماز پر ف۱۰۰ اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں اور

مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ

جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو ف۱۰۱ اور ایمان والوں کو تو

حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے اے ایمان والو ف۱۰۲

لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا

مت بناؤ ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل

مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ

وہ لوگ جو کتاب دیئے گئے تم سے پہلے اور نہ کافروں کو

اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا

اپنا دوست اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے اور جب

نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ

تم پکارتے ہو نماز کے لئے تو وہ ٹھہراتے ہیں اس کو ہنسی اور کھیل ف۲ یہ

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں ف۳ تو کہہ اے کتاب والو

ع ۶ ۱۳

یعنی جو تمہارے دین کے ساتھ [illegible] والے دین [illegible]

استہزاء کریں ان سے دوستی مت کرو ۱۲

کا کوئی اجر مترتب نہیں ہوگا کیونکہ اعمال کے مفید اور موجب ثواب ہونے کے لئے ایمان خالص شرط ہے اور وہ اس سے محروم ہیں۔ **۹۸** یہ خطاب مسلمانوں سے ہے اور ان پر زجر ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے دوستی اور ان کی حمایت کرکے ارتداد کی راہ اختیار نہ کریں بین ان موالاتھم مستدعیة للارتداد عن الدین (روح ج ٦ ص١٦١) لیکن اگر انہوں نے منافقین کی طرح ان سے موالات کرلی تو اس سے اللہ کے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کے لئے ایسے لوگوں کو میدان میں لے آئے گا جو اس سے بجان و دل محبت کریں گے اور ظاہر و باطن میں اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں گے اور ان کی ان خوبیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کو محبوب رکھے گا اور دین و دنیا میں ان کی مدد کرے گا اور ان کو اپنے انعامات سے نوازے گا اَذِلَّةٍ اور اَعِزَّةٍ یہ دونوں قَوْمٍ کی صفتیں ہیں۔ اذلة۔ ذلیل بمعنی عاجز کی جمع ہے اور علیٰ بمعنی لام ہے۔ اَعِزَّةٍ عزیز بمعنی غالب اور سخت گیر کی جمع ہے۔ یعنی وہ اپنے مومن بھائیوں کے سامنے عاجز اور ان پر مہربان ہوں گے لیکن کافروں کے حق میں سخت ہوں گے اور ان کے سامنے کبھی نہیں جھکیں گے وہ اللہ کی راہ میں محض اللہ کی خوشنودی کے لئے اور اس کے دین کی سربلندی کی خاطر جہاد کریں گے اور کسی کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔ **۹۹** یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کرنے کے بعد فرمایا تمہاری دوستی تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے ہونی چاہئے تم انہی سے دوستی اور موالات کرو یہی تمہارے دوست ہیں۔ یہود و نصاریٰ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ تمہارے کبھی دوست نہیں بن سکتے۔ وجہ النظم انہ تعالیٰ لمّا نهی فی الأیات المتقدمة عن موالات الکفار امر فی هذه الأیة بموالاة من یجب موالاته (کبیر ج ۳ ص٤١٦) اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کارساز ہے مومنین اسی پر بھروسہ کریں اور اسی کو کارساز سمجھیں۔ اللہ کے رسول کی ولایت سے مراد یہ ہے کہ آپ کا اتباع کیا جائے اور آپ کے تمام حقوق محبت سے ادا کئے جائیں اور مومنین کی ولایت سے مراد یہ ہے کہ آپس میں محبت و اتفاق سے رہیں اور نیکی کے کاموں میں باہم دیگر تعاون کریں **۱۰۰** یہ پہلے موصول اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے بدل ہے وَهُمْ رٰكِعُوْنَ یہ يُقِيْمُوْنَ اور يُؤْتُوْنَ کے فاعل سے حال ہے اور راکعون کے معنی ہیں۔ خاشعون متواضعون للہ تعالیٰ (روح ج ٦ ص١٦٧) علامہ خازن نے لکھا ہے کہ رکوع سے یہاں خضوع مراد ہے۔ المراد من الرکوع ھنا الخضوع والمعنی ان المؤمنین یصلون ویزکون وھم منقادون خاضعون لاوامر اللہ ونواھیه (خازن ج ۲ ص۵۵) یہ ان ایمان والوں کی صفتیں ہیں جن سے دوستی رکھنی چاہئے یعنی وہ نماز، زکوٰۃ اور دوسرے تمام اعمال پورے اخلاص اور خشوع و تواضع سے بجا لاتے ہوں اور ان کے اعمال شائبۂ نفاق و ریا سے پاک ہوں۔ مومنین کی یہ صفات بیان کرکے منافقین سے احتراز کرنے کی تعلیم دینا مقصود ہے کیونکہ وہ بھی مومن ہونے کے مدعی تھے۔ المراد بذکر ھذہ الصفات تمییز المؤمنین عن المنافقین لان المنافقین کانوا یدعون انھم مؤمنون۔ (خازن و کبیر ج ۳ ص٤١٦) **۱۰۱** جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے دوستی اور محبت کا رشتہ قائم کرتے ہیں یعنی اللہ اور رسول کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور ایمان والوں کے خلاف بغض و عداوت نہیں رکھتے بلکہ ان سے اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہتے ہیں تو یہ لوگ حزب اللہ یعنی

موضح قرآن ف۱ جب حضرت کی وفات پر عرب دین سے پھرے تو حضرت صدیق نے یمن سے مسلمان بلائے ان سے جہاد کروایا کہ تمام عرب پھر مسلمان ہوئے یہ ان کے حق میں بشارت ہے **ف۲** بعضے یہود اور بعضے مشرک اذان کی آواز پر ہنستے۔ یہ ان کی بے عقلی تھی۔ اللہ کی بڑائی ہر دین میں بہتر ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید این وعدہ در زمان حضرت ابوبکر صدیق متحقق شد و مہاجران و انصار و تابعان ایشان با مرتدان جہاد کردند واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** مترجم گوید یعنی باذان استہزاء کنند واللہ اعلم ۱۲

اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت ہی انجام کار غالب اور کامران ہوتی ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے محبت وموالات کرنے کی ترغیب ہے **۱۰۲ھ** پہلے یہود ونصاریٰ کی موالات سے منع فرمایا اب یہاں منافقین اہل کتاب اور مشرکین سے دوستی اور محبت کرنے سے منع فرمایا۔ الذین اتخذوا دینکم ھزوًا ولعبًا الخ سے منافقین اہل کتاب مراد ہیں، جنہوں نے دین اسلام کو ایک کھیل اور مذاق بنا رکھا تھا کیونکہ جب وہ مسلمانوں کے پاس آتے تو کہتے ہم مومن ہیں اور جب اپنے صنادید کے پاس جاتے تو کہتے ہم تمہارے دین پر ہی ہیں مسلمانوں کی نمازوں میں ہم محض بغرض استہزاء شریک ہو جاتے ہیں۔ واذا نادیتم الخ یہ ان کے استہزاء کا بیان ہے یعنی وہ نمازیں تمہارے ساتھ محض استہزاء و تمسخر کے لئے شریک ہوتے ہیں اور

هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ

کیا ضد ہے ۱۰۳ھ تم کو ہم سے مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو

اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ

نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر

فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ

نافرمان ہیں تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں کس کی ۱۰۴ھ بُری

مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ

جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ

اور ان میں سے بعضوں کو بندر بنا دیا اور بعضوں کو سؤر اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی

اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

وہی لوگ بدتر ہیں ۱۰۵ھ درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے

وَاِذَا جَاۗءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ

اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ۱۰۶ھ اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور

هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا

کافر ہی چلے گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ

يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ

چھپائے ہوئے تھے اور تو دیکھے گا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں ۱۰۷ھ

فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ

گناہ پر اور ظلم اور حرام کھانے پر

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ

بہت برے کام ہیں جو کر رہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے

سلہ یعنی استہزاء کی توجیہ کا توجیہ تم سمجھے بیٹھے ہو

سلہ ای واعلموا ۱۲

سلہ یہود اہل کتاب نے [illegible] قول شنیع کا جواب ہے یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا والله ما نعلم دینا شرا من دینکم وانتم شر منا [illegible]

سلہ ای دین من لعنہ اللہ ھذا علی حذف المضاف

سلہ طاغوت کے دو معنے ہیں شیطان یا ہر معبود غیر اللہ۔ دونوں معنے مراد ہو سکتے ہیں

سلہ یعنی وہ منافقین جو کفار سے دوستی رکھتے تھے۔ یہ مترجم برائے اہل کتاب ۱۲

اس سے ان کا مقصد تمہیں دھوکہ دینا ہے تاکہ تم ان کو مومن سمجھو لانھم عند اقامۃ الصلوٰۃ یقولون ھذہ الاعمال التی اتینا بھا استھزاء بالمسلمین وسخریۃ منھم فانھم یظنون انا علیٰ دینھم مع انا لسنا کذالک (کبیر ج ۳ ص ۶۲۳) **۱۰۳ھ** پہلے فرمایا کہ جن اہل کتاب نے تمہارے دین کو ایک کھیل بنا رکھا ہے ان سے موالات نہ کرو یہاں فرمایا ان سے پوچھو تو سہی کہ ہمارے دین کی کونسی بات تم کو ناپسند ہے جس کی وجہ سے تم نے اس کو استہزاء و تمسخر کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ کیا تمہیں یہ بات پسند اور گوارا نہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں ہم سے پہلے نازل ہوئی ہیں ہم ان سب کو سچی مانتے ہیں ہمارا دین تو یہی ہے کیا تمہیں یہ باتیں ناپسند ہیں، حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی بری اور ناپسندیدہ نہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ۔ تمہاری اکثریت سرکش اور متمرد ہے اور تم بغض وعناد اور سرکشی کی وجہ سے ہمارے دین سے استہزاء کرتے ہو حضرت نے فرمایا یہاں اِعْلَمُوْا محذوف ہے ای واعلموا ان اکثرکم فسقون۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ واؤ زائدہ ہے اور جملہ ماقبل کی علت اور اصل میں لام تعلیل مقدر ہے۔ ای ھل تنقمون منا الا الایمان لان اکثرکم فسقون (روح ج ۶ ص ۱۷۱) **۱۰۴ھ** یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ واللہ تمہارے دین سے بدتر دین ہم نے نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ھذا جواب للیھود لما قالوا ما نعرف دینا شرا من دینکم۔ (خازن ج ۲ ص ۶۰) یعنی آپ یہود سے فرماویں کہ ہمارے دین کو تم اپنے زعم میں سب سے برا سمجھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے برا دین کس کا ہے اور خدا کے یہاں کس دین والے کو بدترین جزا ملے گی۔ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ اس سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ ای دین من لعنہ اللہ (مدارک ج ۱ ص ۲۲۵) یعنی سب سے برا دین تو ان لوگوں کا ہے جو بارگاہ خداوندی سے ملعون ومطرود ہے اور جن پر خدا کا غضب ہوا اور جن کو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی الطاغوت کے دو معنی ہیں (۱) شیطان اور (۲) ہر معبود غیر خدا یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ والطاغوت ھو الشیطان وقیل ھو العجل وقیل ھو الکھان والاحبار وجملتہ ان کل من اطاع احدا فی معصیۃ اللہ فقد عبدہ وھو الطاغوت (خازن ج ۲ ص ۵۵) مذکورہ بالا تمام باتیں یہود میں پائی جاتی ہیں لہذا معلوم ہوا کہ ان کا دین ہی سب سے برا دین ہے۔ یعنی من الیھود من لعنہ اللہ وغضب علیہ ومنھم من جعلھم قردۃ وخنازیر۔ (خازن) **۱۰۵ھ** اُولٰٓئِكَ سے اشارہ مذکورہ بالا ملعونین، مغضوبین، ممسوخین اور عباد شیطان کی طرف ہے وہ لوگ جن کے حالات یہ ہیں یعنی یہود ہی خدا کے یہاں سب سے برے ہیں اور سیدھی راہ سے بہت دور ہیں اور جہنم میں ان کا ٹھکانا بہت برا ہے۔ **۱۰۶ھ** جَآءُوْ کا فاعل وہی منافقین یہود ہیں جو کافروں سے دوستی رکھتے اور دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں یہاں ان کے نفاق اور خبث باطن کا بیان فرمایا، جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو دل وجان سے ایمان لا چکے ہیں وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ جملہ قَالُوْٓا کی ضمیر سے حال ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے دلوں میں کفر لے کر آتے ہیں اس لئے ان کا دعویٰ ایمان سراسر جھوٹا ہے۔ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید یعنی بدتر از ان عیب دار کہ شما بیان کردید واللہ اعلم ۱۲۔

یہ بھی قَالُوْا کے فاعل سے حال واقع ہے یعنی جب وہ آپ کی مجلس سے چلے جاتے ہیں تو اس وقت بھی ان کے دلوں میں وہ کفر جاگزیں ہوتا ہے اور آپ کے وعظ و تبلیغ اور قرآنی آیات کا ان کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی آیات سن کر اور ان کا انکار کر کے کفر میں اور پختہ ہو جاتے ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى۔ (حٰم السجدۃ ع ۵) **۱۰۷** منافقین یہود کی خباثت بیان کرنے کے بعد ان کے عام غلط کار علماء اور بدعمل درویشوں پر شکوی فرمایا کہ وہ برائی کے ہر میدان میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ وہ لوگوں کو شرک سکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام حدود کو توڑتے ہیں، رشوتیں لیتے ہیں اور غیر اللہ کی نیازیں کھاتے ہیں۔ اَلْاِثْمَ سے مراد شرکیہ کلمات ہیں۔ وقیل کلمۃ الشرک وھو قولھم عزیر ابن اللہ (ابو السعود ج ۳ ص ۶۲) یا اثم عام ہے اور اس سے ہر گناہ مراد ہے اَلْعُدْوَانَ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنا۔ اَلسُّحْتَ یعنی رشوت اور غیر اللہ کی نذر و نیاز وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا ہے۔ **۱۰۸** عام علماء یہود پر شکوی کے بعد ان کے اکابر علماء اور پیشواؤں پہ شکوی فرمایا کہ ان لوگوں کو تو مذکورہ برائیوں اور ان کے انجام بد کا پورا پورا علم تھا انہوں نے ان کو ان کاموں سے کیوں نہ روکا ان کی یہ خاموشی اور حق پوشی بہت ہی بری بات ہے۔ المراد ھھنا تخصیص الذین یقتدی بھم افناء ھم ویعلمون قباحۃ ما ھم فیہ الخ (ابو السعود ج ۲ ص ۱۷۹) **۱۰۹** یہ بھی یہود پہ شکوی ہے۔ یہودیوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اس اثنا میں انہوں نے اپنے مشرکانہ عقیدے کے تحت عم انس کی قبر پر بکری ذبح کی تاکہ بارش ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے تکوینی اسباب کے تحت بارش برسائی تو یہودی بول اٹھے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بخیل ہے وہ ہمیں رزق نہیں دیتا بلکہ ہم جب فقیروں اور درویشوں کو پکارتے اور ان کی نیازیں دیتے ہیں تو وہ ہماری روزی کا انتظام کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و شرک کی وجہ سے بطور سزا ان پر روزی تنگ کر دی تھی۔ اگر وہ اللہ کی کتاب پر عمل کرتے اور اس کی تعلیمات سے منہ نہ موڑتے تو اللہ تعالیٰ ان پر رزق تنگ نہ فرماتا بلکہ فراخی سے دیتا جیسا کہ فرمایا وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (مائدۃ ع ۹) یہود کی اس گستاخانہ گفتگو کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا۔ فرمایا ان کے اس قول شنیع کی وجہ سے ان کے دلوں میں بخل کی بیماری پیدا کر دی گئی اور انہیں اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا یہ یہود پر بددعا ہے اور اللہ کی بددعا ان کے دلوں میں بخل کی بیماری پیدا کرنے سے عبارت ہے۔ دعاء علیھم بالبخل المذموم کما قال الزجاج ودعاء کذلک عبارۃ عن خلقۃ الشح فی قلوبھم والقبض فی ایدیھم (روح ج ۶ ص ۱۸۰) چنانچہ یہود کے عوام و خواص کی یہی حالت تھی، خواص یعنی علماء اور درویش تو صرف عوام سے نذریں بٹورنے کے یار تھے اپنے ہاتھ سے کچھ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور عوام کا یہ حال تھا کہ وہ توحید اور اللہ کے دین کی خاطر ایک پائی خرچ نہیں کرتے تھے وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے تھے غیر اللہ کی نیازوں اور احبار و رہبان کے نذرانوں ہی میں خرچ کرتے تھے۔ **۱۱۰** یہ جواب شکوی ہے اور یہود کے قول شنیع کا رد ہے یعنی اللہ تعالیٰ تو ہرگز بخیل نہیں وہ تو بہت بڑا کریم اور فیاض ہے اور جس طرح چاہتا ہے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق خرچ کرتا ہے جس طرح غل ید یعنی ہاتھ کا بندھا ہوا ہونا بخل اور نہ خرچ کرنے سے کنایہ ہے اسی طرح بسط ید یعنی ہاتھ کا پھیلانا سخاوت اور خرچ کرنے سے کنایہ ہے

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ
درویش ۱۰۸ اور علماء گناہوں کی بات کہنے سے
وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾
اور حرام کھانے سے بہت ہی برے کام ہیں جو کر رہے ہیں
وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ
اور یہود کہتے ہیں ۱۰۹ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ف۱ انہی کے ہاتھ
اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ
بند ہو جاویں اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ
مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ
کھلے ہوئے ہیں ۱۱۰ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور ان میں بہتوں کو
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
بڑھے گی ۱۱۱ اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے
طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ
شرارت اور انکار اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی ۱۱۲
وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا
اور بیر قیامت کے دن تک جب کبھی آگ سلگاتے ہیں ۱۱۳
لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ
لڑائی کے لئے اللہ اس کو بجھا دیتا ہے ف۲ اور دوڑتے ہیں ملک میں ۱۱۴
فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ
فساد کرتے ہوئے اور اللہ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو اور اگر
اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ
اہل کتاب ۱۱۵ ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم دور کر دیتے ان سے

وقف لازم

ے۱ یعنی غیر اللہ کی نیاز کھانا ۱۲

ے۲ شکوی ۱۲

ے۳ جواب شکوی ۱۲

ے۴ کثیرًا لیزیدن کا مفعول اول ہے ما انزل الیک فاعل ہے اور طغیانا و کفرا مفعول ثانی ۱۲

ے۵ یعنی بعض کو بعض سے بھی عداوت اب تک موجود ہے [illegible] مسلمان ہو جائیں اور [illegible] بغض اور [illegible] جاتے رہیں۔

موضح قرآن **ف** یہود میں بولنا رواج تھا کہ اللہ کا ہاتھ بند ہوا یعنی ہم پر روزی تنگ ہوئی یہ کفر کا لفظ ہے فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ کبھی بند نہیں دونوں ہاتھ کھلے ہیں قہر کا اور مہر کا تم پر اب قہر کا ہاتھ کھلا مہر کا اوروں پر فرمایا کہ اللہ نے ان میں اتفاق نہیں رکھا جب آگ سلگاتے ہیں یعنی فتنہ انگیزی کرتے ہیں کہ آپس میں سب کو ملا کر مسلمانوں سے لڑیں وہ اللہ بجھا دیتا ہے آپس میں پھوٹ جاتے ہیں۔

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی بخل دارد ۱۲ **ف۲** مترجم گوید یعنی چوں می خواہند کہ با اعداء خود کہ متدین بہ یہودیت نیستند جنگ کنند مقہور و مغلوب می شوند واللہ اعلم ۱۲۔

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ
ان کی برائیاں اور ان کو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں اور اگر وہ ۱۱۶
اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ
قائم رکھتے توریت اور انجیل کو اور اس کو جو نازل ہوا ان پر
مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ
ان کے رب کی طرف سے وہ تو کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں
اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ
کے نیچے سے کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھی راہ پر ۱۱۷ اور بہت سے ان میں
سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ
برے کام کر رہے ہیں ف۱ ف۲ اے رسول ۱۱۸ پہنچا دے جو
اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا
تجھ پر اترا ۱۱۹ تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا ف۳ تو تو نے
بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ
کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچا لے گا لوگوں سے ۱۲۰
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ
بیشک اللہ راستہ نہیں دکھاتا قوم کفار کو ف۴ کہہ دے اے
الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ
کتاب والو ۱۲۱ تم کسی راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت اور
الْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ
انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے ف۱ اور ان میں
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا
بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت

ع ۱۰ ۹ ۱۳

یعنی جس فی التصرف شرک سے اور غیر اللہ کی نذر ونیاز سے ۱۲

یہ سورت کا دوسرا [illegible] مذکورہ مضمون [illegible] فی التصرف علی الاطلاق [illegible]

لفظ نذر غیر اللہ [illegible]

یعنی بلغ ما انزل الیک کے تحت داخل ہے اور اس کا بیان ہے یعنی [illegible] کہ [illegible] تمہارا [illegible] جب تک [illegible] کرو مانو [illegible]

غل الید وبسطها مجاز عن البخل والجود اوکنایۃ عن ذٰلک (روح وکبیر ج ۳ ص ۴۲۶) ۱۱۱ کَثِیْرًا۔ لَیَزِیْدَنَّ کا مفعول اول اور طُغْیَانًا وَّکُفْرًا مفعول ثانی۔ اور مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ اس کا فاعل ہے۔ سرکشی اور کفر وانکار تو وہ پہلے سے ہی کر رہے ہیں لیکن جیسے جیسے قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی ہیں ان کے انکار اور بغض وحسد کی وجہ سے ان کی سرکشی اور کفر میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۲ یعنی بغض وعداوت تو ان میں پہلے سے بھی موجود ہے لیکن اگر تم اپنے ایمان واسلام پر ثابت قدم رہو گے تو ہم ان کے باہمی بغض وعداوت میں اور اضافہ کر دیں گے۔ ۱۱۳ پہلے اشارہ فرمایا کہ اگر تم سچے مسلمان بن جاؤ گے تو یہود ونصاریٰ کے ہر شر سے محفوظ رہو گے کیونکہ وہ اپنے باہمی بغض وعناد کے سبب تمہارے مقابلے میں نہیں آئیں گے۔ یہاں اس بات کی صراحت فرما دی کہ جب بھی وہ اسلام کے خلاف اعلان جنگ کریں گے ہم انکے منصوبے کو ناکام بنا دیں گے اور وہ تمہارے ساتھ جنگ نہیں کر سکیں گے۔ آگ جلانے سے ارادۂ جنگ مراد ہے کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی قوم کسی قوم کے خلاف اعلان جنگ کرتی تو کسی اونچے ٹیلے پر آگ جلاتی۔ اور آگ بجھانا ان کے شر سے محفوظ رکھنے سے کنایہ ہے۔

۱۱۴ یہ لوگ ہر وقت فتنہ فساد برپا کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مکر وفریب کرنے میں لگے رہتے اللہ تعالیٰ ایسے شر انگیز اور فتنہ خیز لوگوں کو پسند نہیں فرماتا اسی لئے سچے مسلمانوں کے خلاف ان کے تمام منصوبوں اور جنگی تدبیروں کو ناکام کر کے مسلمانوں کو انکے شر سے بچا لیتا ہے۔ ۱۱۵ اَلْکِتَاب جنس ہے اور تورات و انجیل دونوں کو شامل ہے اس لئے اہل کتاب سے یہاں یہود ونصاریٰ دونوں فریق مراد ہیں۔ یہاں اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے اور ساتھ ہی ایمان لانے کی صورت میں انہیں بشارت اخروی بھی سنا دی گئی ہے۔ اگلی آیت میں بشارت دنیوی مذکور ہے۔ ۱۱۶ اقامتِ تورات وانجیل سے ان پر کما حقہٗ عمل کرنا مراد ہے یعنی تورات وانجیل کی تعلیمات پر عمل کریں۔ اللہ کی توحید پر ایمان لائیں۔ غیر اللہ کی نذر ونیاز اور شرک فی التصرف سے احتراز کریں۔ لَاَکَلُوْا الخ۔ یہ وسعت رزق سے کنایہ ہے یا مِنْ فَوْقِهِمْ سے بارش مراد ہے کیونکہ اسی کے ذریعے زمین انواع واقسام رزق پیدا کرتی ہے اور مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ سے زمین کی پیداوار پھل، میوے اور غلے وغیرہ مراد ہیں۔ قال ابن عباسؓ وغیرہ یعنی المطر والنبات وقیل المعنی لوسعنا علیھم فی ارزاقھم واکلوا متواصلا (قرطبی ج ۶ ص ۲۴۱)

۱۱۷ اہل کتاب سب کے سب ہی سرکش اور معاند نہیں بلکہ کچھ لوگ انصاف دوست اور اعتدال پسند بھی ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے یہود ونصاریٰ سے اسلام قبول کر لیا تھا مثلاً عبداللہ بن سلام اور نجاشی وغیرہ۔ لیکن ان کی اکثریت معاند ہے۔ ضد وعناد سے حق کا انکار کرنا اور حق کو چھپانا ان کا کام ہے۔ سَآءَ مَا یَعْمَلُوْنَ من العناد والمکابرۃ وتحریف الحق والاعراض عنہ (روح ج ۶ ص ۱۸۱) **فائدۃ**:۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں یہود ونصاریٰ کے احبار ورہبان کے حالات مذکور ہیں وہاں آجکل کے علماء سوء اور پیران سیاہ کار بھی اس کے تحت داخل ہیں اور جہاں منافقین کا ذکر ہے اس میں آج کل کے سرمایہ دار اور برسر اقتدار طبقہ بھی داخل ہے۔

موضح قرآن ف۱ کھاویں اوپر نیچے سے یعنی آسمان میں سے ان کو رزق فراخ آوے ف۲ یعنی یہ اگلی بات کہ صاف اہل کتاب کو گمراہ کہو جب تک یہ کلام اللہ کا قبول نہ کریں۔ اس میں اگرچہ وہ دشمن ہوں تم بے فکر پہنچاؤ اور خطرہ نہ کرو۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی سائر کتب سابقہ ۱۲ ف۲ حاصل آنست کہ اگر برپا می داشتند حکم توریت وانجیل را پیش از نزول قرآن وپیش ازاں کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث شود برکت فراوان نصیب ایشاں می شد لیکن مخالفت کردند پس بانواع بلا ابتلا گشتند ۱۲ ف۳ یعنی یک آیت ہم نرساندی واللہ اعلم ۱۲ ف۴ یعنی قرآن وسائر کتب سابقہ ۱۲

دوسرا حصہ

(۱) نفی شرک فی التصرف اور (۲) نفی شرک فعلی

وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ

اور کفر سو تو افسوس نہ کر اس قوم کفار پر ف۱ بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَ

جو ۱۲۲ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور

النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ

نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے

صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾

نیک نہ ان پر ڈر ہے اور نہ غمگین ہوں گے ف۲

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ

ہم نے لیا تھا پختہ قول ۱۲۳ بنی اسرائیل سے اور بھیجے

اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى

ان کی طرف رسول ۱۲۴ جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ۱۲۵

اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾

ان کے جی کو تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ

اور خیال کیا کہ کچھ ۱۲۶ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہوگئے اور بہرے پھر

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

توبہ قبول کی اللہ نے ان کی ۱۲۷ ف۳ پھر اندھے اور بہرے ہوئے ان میں سے بہت ۱۲۸ اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا ۱۲۹ اللہ

هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے ۱۳۰ کہ اے بنی اسرائیل

۱۱۸ پہلا جزء۔ نفی شرک فی التصرف۔ پہلے حصے میں شرک فعلی کی نفی کا بیان تھا اور اس کے بعد شرک فی التصرف کی نفی مذکور تھی اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیہ اور اہل کتاب اور منافقین پر زجریں مذکور تھیں۔ اب یہاں سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے اس میں ان دونوں مضمونوں (نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی) کا لف ونشر غیر مرتب کے طور پر اعادہ کیا گیا ہے۔ **۱۱۹** ما موصولہ ہے جو عموم کے لئے ہے اور اس سے وہ تمام احکام مراد ہیں جو وحی جلی یا وحی خفی کے ذریعے آپ پر نازل ہوئے۔ یہاں مَآ اُنْزِلَ سے چار چیزیں ذکر کی گئی ہیں جو آگے آرہی ہیں۔ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ الخ اگر آپ نے ایک چیز کا بھی اخفا کیا اور اس کی تبلیغ نہ کی تو آپ نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین علما، وصوفیا، کا بھی فرض ہے کہ وہ قرآن وسنت کے تمام احکام کی تبلیغ واشاعت کریں اگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ بعض قرآنی احکام کو بعض دنیوی مصلحتوں اور ذاتی اغراض کی وجہ سے بیان نہ کیا مثلاً شرک وبدعت کا رد نہ کیا اور غیر اللہ کی نذر ونیاز کا مسئلہ بیان نہ کیا تو انہوں نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا، ورنہ ان کی باقی احکام کی تبلیغ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہوگی۔ **۱۲۰** یعنی آپ اللہ کے تمام احکام کی تبلیغ کئے جائیں اور مشرکین کی مخالفت، طعن وتشنیع اور ملامت کی پرواہ نہ کریں اللہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھیگا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الخ آپ تبلیغ کئے جائیں اگر کچھ لوگ آپ کی تبلیغ سے متاثر نہیں ہوتے اور ہدایت قبول نہیں کرتے تو آپ اس کا غم نہ کریں جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ معاندین ہیں اور معاندین کے دلوں پر ان کی ضد وعناد کی وجہ سے مہر جباریت لگ جاتی ہے اور ان کو اللہ کی طرف سے ہدایت کی توفیق نہیں ملتی۔ **۱۲۱** اہل کتاب سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں۔ یہ پہلا مسئلہ ہے جس کی تبلیغ کا یہاں حکم دیا گیا ہے یعنی آپ اہل کتاب سے صاف صاف کہہ دیں کہ جب تک تم تورات اور انجیل کے احکام کو قائم نہیں کروگے یعنی شرک وغیر اللہ کی نذر ونیاز چھوڑ کر توحید کو نہیں مانوگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اور قرآن پر ایمان نہیں لاؤگے اس وقت تک تمہارا کوئی دین نہیں اور تم کھلے بے دین ہو۔ آج مبلغ قرآن کو بھی اپنی تبلیغ کے دوران مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کردینی چاہئے کہ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا الْقُرْاٰنَ یعنی جب تک تم قرآن مجید کے تمام احکام کو قائم نہ کرو اس وقت تک تم دیندار نہیں ہوسکتے۔ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا الخ اس کی تفسیر کے لئے حاشیہ (۱۱۱) ملاحظہ فرمائیں۔ **۱۲۲** اس آیت کی تفسیر سورہ بقرہ میں تفصیل سے گذر چکی ہے ملاحظہ ہو ص ۳۴ حاشیہ نمبر ۱۳۰۔ **۱۲۳** میثاق سے وہی عہد ومیثاق مراد ہے جو بنی اسرائیل سے تورات میں لیا گیا تھا کہ وہ توحید اور تمام احکام وشرائع کی پابندی کریں جیسا کہ سورۂ بقرہ ع ۱۰ میں فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا الاٰیۃ قد تقدم فی البقرۃ معنی المیثاق وھو الا یعبدوا الا اللہ وما یتصل بہ (قرطبی ج ۶ ص ۲۴۷) ای باللہ لقد اخذنا میثاقھم بالتوحید وسائر الشرائع والاحکام المکتوبۃ علیھم فی التوراۃ (ابوالسعود ج ۳ ص ۹۲۳، روح ج ۶ ص ۲۰۳)

[illegible]

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید حاصل آنست کہ بدون قول خود ملزم می شوند زیرا کہ التزام شریعتی می کنند وبر حسب آن نمی روند قطع نظر از انکار قرآن مجید واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی در اصل از ہر فرقہ کہ باشد چوں ایمان آرد از اہل نجات است خصوصیت فرق را اعتبار نیست ۱۲ ف۳ یعنی محمد را صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد ۱۲

اُعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ
بندگی کرو اللہ کی رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا
بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ
اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے
وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ
اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا ف۱ بیشک کافر ہوئے ۱۳۱ جنہوں نے
قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ
کہا اللہ ہے تین میں کا ایک ف۲ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک
وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ
معبود کے ۱۳۲ اور اگر نہ باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بیشک پہنچے گا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ
ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک ف۱ ف۳ کیوں نہیں توبہ کرتے ۱۳۳
اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾
اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان
مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ
نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا ۱۳۴ مگر رسول گذر چکے اس سے
قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ
پہلے بہت رسول اور اس کی ماں ولی ہے دونوں کھاتے تھے
الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ
کھانا ۱۳۵ دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو دلیلیں پھر
انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٧٥﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
دیکھ وہ کہاں الٹے جا رہے ہیں ف۲ ف۴ تو کہہ دے تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر ۱۳۶

وقف لازم

۱۲۴ عہد لینے کے بعد ہم ان کی طرف لگاتار پیغمبر بھیجتے رہے تاکہ وہ ان کو عہد کی یاد دہانی کراتے رہیں اور ان کو وعظ و نصیحت کے ذریعے عہد پورا کرنے کی تلقین کرتے رہیں۔ یعرفونهم ذلك ويبينون لهم بالعظة والتذكير ويطلعونهم على ما يأتون ويذرون في دينهم (روح) بنی اسرائیل کے پاس بھی تورات موجود تھی اور ان کی طرف جتنے پیغمبر تشریف لائے وہ سب تورات سے مسئلہ توحید بیان کرتے تھے لیکن بنی اسرائیل کے علماء اور درویش اس مسئلہ کی وجہ سے ان کی مخالفت کرنے لگتے یہی حال آج کل کے علماء سوء کا ہے کہ ان کے پاس بھی قرآن مجید موجود ہے لیکن جب علماء ربانی قرآن مجید سے مسئلہ توحید بیان کرتے ہیں تو علماء سوء اور سجادہ نشینان مسئلہ توحید کی وجہ سے ان کے دشمن بن جاتے ہیں اور ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں۔ **۱۲۵** جو باتیں ان کی نفسانی خواہشات اور ان کی اپنی مخترعات کے خلاف تھیں، مثلاً مسئلہ توحید، غیر اللہ کی نذر و نیاز کی حرمت وغیرہ۔ **۱۲۶** فِتْنَةٌ کے معنی آزمائش اور ابتلاء کے ہیں فَعَمُوْا دین کی جو راہ رسولوں نے ان کو دکھائی تھی اس سے وہ محض سرکشی اور عناد کی وجہ سے دیدہ و دانستہ اندھے بن گئے وَصَمُّوْا اور حق بات سننے سے بہرے بن گئے۔ یعنی بنی اسرائیل نے سمجھا کہ اللہ کی طرف سے ان پر کوئی عذاب یا امتحان نہیں آئے گا کیونکہ وہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (ہم اللہ کے چہیتے اور اس کے محبوب ہیں) کے فخر میں مغرور و سرمست تھے (قرطبی) اس لئے انہوں نے تورات کے احکام سے آنکھیں اور کان بند کر لئے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ **۱۲۷** پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی توفیق دینے اور ان کی توبہ قبول کرنے کا سامان اس طرح بہم پہنچایا کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم کو مبعوث فرمایا جنہوں نے بنی اسرائیل کو توبہ کی راہ دکھائی کہ اگر وہ اللہ کی توحید پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔ (قرطبی) یا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا کر توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ تاب الله عليهم حين تابوا وامنوا بعيسى عليه السلام (مظہری ج ۳ ص ۱۵۰) **۱۲۸** لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے اللہ کی توحید اور اپنی نبوت کی طرف دعوت دی تو ان میں اکثر پھر حق سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور ضد و عناد اور بغض و حسد کی وجہ سے حق کا انکار کر دیا اور ان میں سے بہت کم لوگوں نے حق کو قبول کیا۔ **۱۲۹** یہ دوسرا مسئلہ ہے جو بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ میں داخل ہے یعنی آپ اس مسئلہ کی بھی تبلیغ اور اشاعت فرمادیں کہ جو لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ سے موصوف کرتے ہیں مثلاً ان کو متصرف فی الامور اور مختار سمجھتے ہیں وہ بلا شبہ کافر ہیں شاہ عبدالقادر دہلوی فرماتے ہیں نصاریٰ میں دو قول ہیں بعضے کہتے ہیں اللہ ہی تھا جو صورت مسیح میں آیا اور بعضے کہتے ہیں تین حصہ ہوگیا، ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں باتیں صریح کفر ہیں۔ **فائدہ** حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا یہاں اتحاد سے اتحاد صفات مراد ہے۔ یعنی نصاریٰ کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اختیارات دیدیئے تھے اور وہ متصرف فی الامور تھے۔ بہر حال لفظ اللہ سے وصف مشہور مراد ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے لكل فرعون موسى اى لكل مبطل محق **۱۳۰** عیسائیوں کے پیر اور پادری کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے آباؤ و اجداد کو یہی تعلیم دے گئے تھے کہ وہ ان کو متصرف و مختار سمجھ کر ان کو پکارا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی اور اپنے پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے صفائی پیش

ف۱ یہ ما انزل کے تحت داخل ہے اس کو بیان ہے ۱۲ ف۲ یعنی یہ دلیل ہے کہ وہ دونوں محتاج ہیں کیونکہ جو محتاج ہیں جب محتاج ہیں تو پھر وہ خدا نہیں ۱۲ یعنی خدا بننے کے استبعاد ۱۲ یعنی یہ ما انزل میں ہے ۱۲ ف۳ ضمیر مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم صدیقہ ہے بقرینہ ما قبل ۱۲

موضح قرآن ف۱ نصاریٰ میں دو قول ہیں بعضے کہتے ہیں اللہ ہی تھا جو صورت مسیح میں آیا اور بعضے کہتے ہیں تین حصہ ہوگیا ایک اللہ رہا ایک روح القدس ایک مسیح یہ دونوں باتیں صریح کفر ہیں کاملوں کے حق میں یہی کہئے جو آگے فرمایا ف۲ یعنی اس سے زیادہ کیا نشانی کہ جو شخص کھانا کھاوے اسے سب حاجت بشری لگے۔ اللہ کی ذات پاک اس لائق کب ہے۔

فتح الرحمن ف۱ اعتقاد حلول نوعی از شرک است ۱۲ ف۲ یعنی در مرتبہ الوہیت سہ کس ہستند یکی خدا دوم عیسیٰ و سیم روح القدس ۱۲ ف۳ یعنی اہل اصرار را از ایشان ۱۲ ف۴ یعنی از معرفت حق ۱۲ -

کی کہ انہوں نے تو بنی اسرائیل کو یہی تعلیم دی تھی کہ وہ صرف اللہ ہی کو متصرف وکارساز سمجھیں، اسی کو پکاریں، اسی کی نذریں منتیں دیں اور ہر طرح کی عبادت اسی کے لئے بجا لائیں۔ اور شرک نہ کریں بلکہ شرک سے کوسوں دور بھاگیں۔ کیونکہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر جنت حرام ہے۔ اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ قیامت کے دن اس کا کوئی یار مددگار نہیں ہوگا جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے اور نہ اس کے حق میں کسی پیر و پیغمبر کی سفارش قبول ہوگی۔ ای ما له عند الله ناصر ولا معین ولا منقذ مما هو فیه (ابن کثیر ص۸۱ ج ۲) ای ما لهم من احد ینصرهم بانقاذهم من النار وادخالهم الجنة اما بطریق المغالبة او بطریق الشفاعة (روح ج ۶ ص۲۰۹) **۱۳۱** یہ تیسرا حکم ہے جو بلغ ما انزل الیک میں داخل ہے۔ بعض نصاریٰ حضرت مسیح کے علاوہ ان کی والدہ کی الوہیت کے بھی قائل تھے۔ ان کے نزدیک آلہہ یعنی معبودوں کی تعداد تین ہوگئی ۔ اللہ تعالیٰ، حضرت مسیح اور حضرت مریم صدیقہ علیہما السلام جیسا کہ سورۂ مائدہ کے آخری رکوع میں آرہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے فرمائے گا۔ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عیسائیوں کو بھی کافر فرمایا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین معبودوں میں کا ایک ہے۔ **۱۳۲** حالانکہ معبود اور پکارے کے لائق صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم تھی اور خود حضرت مسیح علیہم السلام نے بھی بنی اسرائیل کو یہی تعلیم دی تھی۔ وَ اِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا اگر یہ لوگ اپنے مشرکانہ اقوال وافعال سے باز نہ آئے بلکہ ان پر اصرار کیا تو انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔ یہ مشرکین نصاریٰ کے لئے تخویف اخروی ہے۔ **۱۳۳** یہ مشرکین نصاریٰ کو مشرکانہ عقائد واعمال سے توبہ کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی تہدید آمیز ترغیب ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یہ توبہ قبول کرنے اور معافی دینے کا وعدہ ہے۔ یعنی اگر وہ شرک وکفر سے سچی توبہ کرلیں اور اپنے کئے کی اللہ سے معافی مانگیں تو وہ اس کو معاف کرنے والا اور مہربان پائیں گے۔ **۱۳۴** یہاں چونکہ ان عیسائیوں کا رد مقصود ہے جو حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام کو الٰہ (معبود) اور متصرف مانتے تھے اور ان کو حاجات ومشکلات میں غائبانہ پکارتے تھے۔ اس لئے ان دونوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور باقی رسولوں کا اجمالی ذکر کیا۔ مسیح علیہ السلام جس کو عیسائی خدا کا اوتار اور خدائی صفات کا حامل اور مختار ومتصرف مانتے ہیں۔ وہ نہ خدا تھا نہ خدا کا اوتار وہ تو مریم کا بیٹا تھا جو کسی کا بیٹا ہو وہ حادث اور اپنے وجود میں محتاج ہوتا ہے۔ وہ الٰہ نہیں بن سکتا۔ نیز وہ اللہ کا رسول تھا جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو توحید سکھائے اور شرک سے ان کو روکے۔ اسی طرح ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گذرے ان سب کا یہی کام تھا۔ لہٰذا جو لوگ خود دوسروں کو شرک سے منع کریں وہ کس طرح خدا کے شریک ہوسکتے ہیں وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ اور مسیح علیہ السلام کی والدہ صدیقہ تھیں، صدیقیت ولایت کا سب سے اونچا درجہ ہے جو اللہ کی خالص عبادت اور کامل اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت مریم تو خود اللہ کی عبادت گذار تھیں، اس لئے وہ معبود بننے کے لائق ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ **۱۳۵** تثنیہ سے مراد حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام ہیں۔ اس میں ان کے انتہائی احتیاج کا بیان ہے۔ اور ان کی الوہیت کی نفی پر ایک واضح برہان ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے تو معلوم ہوگیا کہ وہ نہ صرف روٹی اور پانی کے محتاج تھے بلکہ ہر اس چیز کے بھی محتاج تھے جس کا روٹی اور پانی کے حاصل کرنے میں ذرا بھی دخل ہو۔ جن کی محتاجی کا یہ حال ہو وہ ہرگز معبود بننے کے لائق نہیں ہوسکتے۔ اور نہ متصرف وکارساز ہوسکتے ہیں کیونکہ متصرف وکارساز وہی ہوسکتا ہے جو ہر چیز سے مستغنی اور بے نیاز ہو۔ انهما کانا محتاجین لانهما کانا محتاجین الی الطعام اشد الحاجة والاله هو الذی یکون غنیا عن جمیع الاشیاء فکیف یعقل ان یکون الٰهًا (کبیر ج ۳ ص۶۲۶) **۱۳۶** یہ چوتھی بات ہے جو بلغ ما انزل الیک کے تحت داخل ہے۔ تعبدون میں خطاب نصاریٰ سے ہے اور من دون اللّٰه سے حضرت مسیح اور ان کی والدہ مراد ہے۔ والخطاب للنصاریٰ نهاهم عن عبادة عیسیٰ وغیره (بحر ج ۳ ص۵۳۵) والمراد بما لا یملك عیسیٰ او هو وامه علیهما الصلوٰة والسلام (روح ج ۶ ص۲۱۲) یہ نصاریٰ کے عقیدۂ الوہیت مسیح و مریم کے بطلان پر ایک اور دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو اور جن کو غائبانہ پکارتے ہو وہ تو تمہارے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ عالم الغیب ہیں کہ تمہارا حال جان لیں اور تمہاری پکار سن لیں۔ یہ صفتیں صرف اللہ ہی میں ہیں۔ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اس میں واؤ تعلیلیہ ہے اور یہ ماقبل کی علت ہے یعنی ہر بات سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا تو اللہ ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ۔ اس میں هُوَ ضمیر فصل اور خبر کے معرف باللام سے حصر کا مفہوم پیدا ہوگیا ہے۔ ای واللّٰه هو السمیع لکل شیء العلیم بکل شیء ای لا عیسیٰ وامه قاله الشیخ قدس سرہ۔

فائدہ۔ عام مفسرین نے اگرچہ بلغ ما انزل الیک میں ما کو عموم پر محمول کیا ہے اور اس سے تمام احکام مراد لئے ہیں۔ لیکن مذکورہ چار امور کو انہوں نے مستقل احکام قرار دیا ہے اور ما انزل کے تحت داخل نہیں کیا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے نزدیک ما عموم کے لئے ہے۔ جو تمام احکام کو شامل ہے اور مذکورہ چار باتیں ما انزل کے تحت داخل ہیں۔ یعنی یہ چاروں ان امور میں سے ہیں جن کی تبلیغ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے۔

شیعہ کہتے ہیں اس آیت میں ما انزل سے حضرت علی کی خلافت کا اعلان مراد ہے۔ چنانچہ اس پر وہ ایک روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ غدیر خم کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اس میں آپ نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی جس کا میں مولیٰ ہوں علی بھی اس کا مولیٰ ہے۔ مولیٰ سے وہ والی اور خلیفہ مراد لیتے ہیں۔

یہ استدلال کئی وجوہ سے درست نہیں ہے (۱) یہ روایت درجۂ صحت کو نہیں پہنچتی۔ اس کے اکثر طرق ضعیف اور شاذ ہیں اور بعض طرق موضوع ومردود ہیں۔ جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی (ج ۶ ص۱۹۲ تا ص۱۹۵) میں اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ (۲) لفظ مولیٰ لغت عرب میں والی اور حاکم کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ مولیٰ کے معنی آقا، غلام، مددگار، دوست وغیرہ کے آتے ہیں۔ چنانچہ علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں۔ واسم المولیٰ یقع علی الرب والمالك والسید والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحلیف والعقید والصهر والعبد والمعتق والمنعم علیه لخ (مجمع بحار الانوار ج ۳) ان معانی میں والی یا حاکم کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد لینا سراسر غلط اور تحکم ہے۔

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ
جو مالک نہیں تمہارے بُرے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ
سننے والا جاننے والا تو کہہ اے اہل کتاب ۱۳۷ھ

لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا
مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں ناحق کا اور مت چلو

اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا
خیالات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے

كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾
بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے

ع ۱۰ ۱۱ ۱۴

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
ملعون ہوئے ۱۳۸ھ کافر بنی اسرائیل میں کے

عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ
داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کے

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾
یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گذر گئے تھے

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ
آپس میں منع نہ کرتے ۱۳۹ھ بُرے کام سے جو وہ کر رہے تھے

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى
کیا ہی بُرا کام ہے جو کرتے تھے تو دیکھتا ہے

كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ
ان میں کہ بہت لوگ ۱۴۰ھ دوستی کرتے ہیں کافروں سے

ھو السمیع العلیم ہیں ہر شے کے یعنی سمیع لکل شی اور علیم بکل شی اللہ کی بارگاہ حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام نہیں لہذا وہ نفع و ضرر کے مالک بھی نہیں ۱۲ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنانے [illegible] ۱۲ ان کی بد دعا سے بندر ہوئے ۱۲ ان کی بد دعا سے خنزیر ہوئے ۱۲ منافقین ۱۲

۱۳۷ھ یہ اہل کتاب کے لئے زجر ہے۔ دین میں غلو سے اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنا مراد ہے مثلاً حضرت مسیح اور ان کی والدہ کو اور حضرت عزیر علیہم السلام کو الوہیت کا درجہ دینا اور ان کو حاجات میں غائبانہ طور پر پکارنا وغیرہ۔ غَیْرَ الْحَقِّ [illegible] مقدر کا مفعول ہے یا لَا تَغْلُوْا کے فاعل سے حال ہے۔ اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ میں قوم سے یہود و نصاریٰ کے اسلاف اور ان کے آباء و اجداد مراد ہیں۔ فرمایا تم اپنے ان گذشتہ عالموں اور پیروں اور اپنے باپ دادا کی پیروی میں حق کا انکار نہ کرو۔ جو خود گمراہ تھے اور جنہوں نے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کو توحید اور صراط مستقیم سے گمراہ کیا ای اسلافکم و ائمتکم الذین کانوا علے الضلال قبل مبعث النبی صلے اللہ علیہ (مدارک ج ۱ ص ۲۳۰) جو لوگ خود گمراہ اور بے دین ہوں ان کی پیروی کسی طرح جائز نہیں ان کی پیروی سے حرمان و خسران کے سوا کچھ حاصل نہیں **۱۳۸ھ** یہ مشرکین اہل کتاب کے لئے تخویف دنیوی ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان پر جو لوگ ملعون ہوئے ان سے مراد اصحاب السبت ہیں۔ انہیں ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کیا گیا مگر وہ باز نہ آئے اور اللہ کے حکم کی پروا نہ کی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر بد دعا کی اللّٰھم العنھم واجعلھم اٰیۃ اے اللہ ان کو اپنی رحمت سے دور ہٹا دے اور انہیں آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کی نشانی بنا دے۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر کے بندر بنا دیا۔ اور جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ملعون ہوئے ان سے اصحاب مائدہ مراد ہیں جنہوں نے آسمان سے دسترخوان اتارنے کا مطالبہ کیا تھا جب دسترخوان اترا اور انہوں نے اس سے کھایا بھی مگر ایمان نہ لائے تو حضرت مسیح علیہ السلام نے دعا کی اللّٰھم العنھم کما لعنت اصحاب السبت اے اللہ ان کو اسی طرح ملعون و مردود کر دے جس طرح تو نے اصحاب سبت کو کیا تھا۔ ان کو اللہ نے مسخ کر کے خنزیر بنا دیا۔ (کبیر ج ۳ ص ۶۴۵) یہ سزا ان کو خدا کی نافرمانی اور اس کی حدود کو توڑنے کی وجہ سے دی گئی۔ **۱۳۹ھ** یہ ان ملعونین کی نافرمانی اور تجاوز عن الحد کی تفصیل ہے۔ یعنی جو برے افعال اور بد اعمالیاں ان کی قوم میں رائج تھیں اور جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے ان سے وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ **۱۴۰ھ** یہ منافقین اہل کتاب کے لئے زجر ہے۔ یہ لوگ در پردہ کافروں سے دوستی رکھتے تھے اور ظاہر میں مسلمان ہونے کے مدعی تھے اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ الخ بِئْسَ کا مخصوص بالذم ہے یعنی انہوں نے کافروں سے دوستی کر کے بہت برا توشہ آگے بھیجا ہے کہ اللہ کا غضب خرید لیا اور عذاب جہنم میں خلود کے مستحق ہوئے یا اَنْ سے پہلے حرف جر لِ یا بِ محذوف ہے ای لِاَنْ یا بِاَنْ اس طرح یہ جملہ ماقبل کا سبب ہوگا اور بِئْسَ کا مخصوص بالذم محذوف ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ جو توشۂ اعمال آگے بھیجا ہے وہ بہت

فتح الرحمٰن ف یعنی پیشوایان یہود و نصرانیہ کہ برائے ایشان مذہب قرار دادہ اند ۱۲۔

بڑی چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر ناخوش ہوگیا۔ ۱۴۱ھ یہ ان کے دعوائے ایمان کی تکذیب ہے۔ یعنی اگر وہ واقعی دل وجان سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہوتے تو کافروں سے دوستانہ تعلقات ہرگز نہ رکھتے۔ اس لئے ان کا دعوائے ایمان سراسر جھوٹا اور محض منافقانہ ہے۔ **۱۴۲ھ** نزول قرآن کے وقت تین جماعتیں اسلام کی مخالف تھیں یہود و نصاریٰ اور مشرکین، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے خلاف شدتِ عداوت کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی فرما دی۔ شدتِ عداوت میں یہودی سب سے پہلے درجہ پر ہیں اور وہ دنیا میں مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں دوسرے درجے پر مشرکین ہیں۔ دو جماعتوں کا صراحت سے ذکر فرمایا اور تیسری جماعت یعنی نصاریٰ کا حال خود بخود معلوم ہوگیا کہ تیسرے درجے پر نصاریٰ مسلمانوں کے دشمن ہیں **۱۴۳ھ** هُمْ ضمیر اَلنَّاس کی طرف راجع ہے۔ مسلمانوں کے دشمنوں کی درجہ بندی کرنے کے بعد مسلمانوں سے محبت اور دوستی کرنیوالوں کا ذکر فرمایا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ موجود تھے ان میں سے مسلمانوں کی محبت سب سے زیادہ حبشہ کے ان عیسائیوں کے دلوں میں تھی جنہوں نے مہاجرین حبشہ سے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سن کر اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کی نرم دلی کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا گیا تو وہ اس سے اسقدر متأثر ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اس آیت میں نصاریٰ سے حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور دوسرے وہ عیسائی مراد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس سے تمام عیسائی مراد نہیں ہیں کیونکہ باقی عیسائی بھی مسلمانوں کے اسی طرح دشمن تھے جس طرح یہود اور مشرکین۔ لم یرد به جمیع النصاریٰ لانهم فی عداوة المسلمین کالیهود فی قتلهم المسلمین واسرهم وتخریب بلادهم وهدم مساجدهم واحراق مصاحفهم لا ولا کرامة لهم بل الآیة فیمن اسلم منهم مثل النجاشی واصحابه (معالم ص ۶۶ ج ۲) **۱۴۴ھ** یہ ماقبل کی علت ہے قسیسین، قسیس کی جمع ہے جس کے معنی عالم کے ہیں اور یہ لفظ نصاریٰ کے سب سے بڑے عالم پر بولا جاتا ہے فی القاموس هو رئیس النصاریٰ فی العلم (مظہری ص ۱۶۳ ج ۳) اور رهبان، رَاهِبٌ کی جمع ہے یعنی تارک الدنیا اور عبادت گذار درویش۔ حبشہ کے عیسائیوں میں سے جو اسلام لا چکے ہیں ان میں چونکہ بڑے بڑے علماء اور درویش شامل ہیں اور ان کے دل میں تکبر و غرور نہیں ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے حق کو قبول کرلیا ہے اور یہی ایمان والوں سے ان کی محبت و مودت کی وجہ ہے۔

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ
کیا ہی بُرا سامان بھیجا انہوں نے اپنے واسطے وہ یہ کہ
سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ
اللہ کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب
خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
میں رہنے والے ہیں اور اگر ۱۴۱ھ وہ یقین رکھتے اللہ پر اور
النَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ
نبی پر اور جو نبی پر اترا تو کافروں کو
اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾
دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں
لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ
تو پاوے گا ۱۴۲ھ سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں
اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ
کا یہودیوں کو اور مشرکوں کو اور
لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
تو پاوے گا ۱۴۳ھ سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے (حبشہ کے)
الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ
ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ
بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّ
اس واسطے کہ ۱۴۴ھ ان میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور
اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾
اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے

ر ۱۰ ای بیان ۶

یہود اور نصاریٰ [illegible]

۱۴۵ یہ ان کی نرم دلی اور خدا ترسی کا بیان ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی گئیں تو وہ خدا کے خوف سے رونے لگے اور انہوں نے حق کو پہچان کر فوراً قبول کر لیا کیونکہ وہ خود تورات و انجیل کے عالم تھے اور آخر الزمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے واقف تھے۔ يَقُوْلُوْنَ الخ قرآن کی آیتیں سن کر روتے جا رہے تھے۔ اے ہمارے پروردگار ہم تیری توحید پر اور تیرے آخری پیغمبر پر ایمان لے آئے اب ہمیں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں لکھ لے اور اس میں شامل فرما لے۔ الشّٰھِدِیْنَ سے امت محمدیہ مراد ہے کیونکہ وہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے حق میں حق تبلیغ ادا کرنے کی گواہی دیں گے معامۃ محمد علیہ السلام الذین ھم شھداء علی سائر الامم یوم القیٰمۃ (مدارک ج ۱ ص ۲۳۳) ای مع امۃ محمد الذین یشھدون بالحق الخ (قرطبی ج ۶ ص ۲۵۹) **۱۴۶** یعنی جب ہماری خواہش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہمیں نیک لوگوں کی معیت اور سنگت عطا فرمائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں اور ان تمام سچی باتوں کو نہ مانیں جو اللہ کی طرف سے ہم کو پہنچی ہیں۔ فَاَثَابَھُمُ یہ ان کے لئے بشارت اخروی ہے۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ یہ منکرین اور مکذبین کے لئے تخویف اخروی ہے۔ یہاں تک نفی شرک فی التصرف کا بیان تھا

الحزب ۴ ع ۸

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ

اور جب ۱۴۵ سنتے ہیں اس کو جو اترا رسول پر تو دیکھے تو ان کی آنکھوں کو

تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ

کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا حق بات کو کہتے ہیں

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا

اے رب ہمارے ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ ف۱ اور ہم کو کیا ہوا کہ

لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

یقین نہ لاویں اللہ پر ۱۴۶ اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو حق سے اور توقع رکھیں

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۔ فَاَثَابَهُمُ

اس کی کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے ف۲ پھر ان کو بدلے میں دیئے

اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اللہ نے اس کہنے پر ایسے باغ کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ

رہا کریں ان میں ہی اور یہ ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا اور

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتوں کو وہ ہیں دوزخ کے

الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ

رہنے والے ف۳ اے ایمان والو ۱۴۷ مت حرام ٹھہراؤ وہ لذیذ چیزیں

مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کریں اور حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠

حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو ۱۴۸

ع ۱۱ ۹

منزل ۲

۱ بشارت اخروی ۱۲
۲ تخویف اخروی ۱۲
۳ اعادہ مضمون نفی شرک فعلی بطریق لف و نشر غیر مرتب ۱۲
۴ اضافت بیانیہ ۱۲
۵ اس کی تفصیل [illegible] انبیاء و صوفیاء [illegible] نیکی ہے ۱۲ [illegible] معبودان باطلہ کی وجہ سے تحریمیں
تحرموا [illegible] مسئلہ کا بیان ہے ۱۲ بحالت شرک [illegible] تحریمیں کیں [illegible] ان کو حلال سمجھ کر کھاؤ ۱۲

کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ہمیں نیک لوگوں کی معیت اور سنگت عطا فرمائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اللہ پر ایمان نہ لائیں اور ان تمام سچی باتوں کو نہ مانیں جو اللہ کی طرف سے ہم کو پہنچی ہیں۔ فَاَثَابَھُمُ یہ ان کے لئے بشارت اخروی ہے۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ یہ منکرین اور مکذبین کے لئے تخویف اخروی ہے۔ یہاں تک نفی شرک فی التصرف کا بیان تھا

دوسرا حصہ

دوسرا جزء۔ نفی شرک فعلی

۱۴۷ یہاں سے سورت کے دوسرے حصے کا دوسرا جزء شروع ہوتا ہے۔ جس میں لف و نشر غیر مرتب کے طور پر مسئلہ نفی شرک فعلی کا اعادہ کیا گیا ہے۔ شرک فعلی کے سلسلے میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں (۱) اول تحریمات غیر اللہ یا تحریمات عباد یا تحریمات مشرکین (۲) غیر اللہ کی نذریں (۳) تحریمات اللہ اور (۴) اللہ کی نذریں۔ اور (۴) کا حکم یہ ہے کہ وہ حلال ہیں انہیں کھانا چاہئے اور (۲) اور (۳) کا حکم یہ ہے کہ وہ حرام ہیں انہیں نہیں کھانا چاہئے۔ اس آیت میں تحریمات غیر اللہ کا ابطال فرمایا۔ مشرکین نے اپنے معبودوں کی رضا جوئی کے لئے محض اپنی طرف بعض حلال و پاک چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ مثلاً بحیرہ سائبہ وغیرہ۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ بحالت شرک جن حلال چیزوں کو تم نے حرام کر رکھا تھا ان کو حلال جانو اور ان کو کھاؤ اور تحریمات اٹھاؤ طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ الخ میں اضافت بیانی ہے اور مطلب یہ ہے پاکیزہ چیزوں کو یعنی ان چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں حرام مت ٹھہراؤ وَلَا تَعْتَدُوْا حد سے مت گذرو۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام مت کرو۔ ای لا تحرموا ما احل

موضح قرآن ف۱ مکے میں کافروں نے جب مسلمانوں پر ظلم کیا تو حضرت نے اذن دیا کہ اور ملک میں نکل جاؤ قریب اسی آدمی مسلمان بعضے تنہا بعضے گھر سمیت ملک حبشہ میں جا رہے وہاں کا بادشاہ تو منصف تھا۔ پھر مکے کے کافروں نے اس کو بہکایا کہ اس قوم کو رہنے نہ دو کہ حضرت عیسیٰ کو غلام کہتے ہیں۔ تب بادشاہ نے مسلمانوں کو بلا کر پوچھا اور قرآن پڑھوا کر سنا وہ اور اس کے علماء بہت روئے اور کہا حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہے میرے بعد پیش از قیامت ایک نبی اور آویگا وہ بیشک یہی نبی ہے۔ وہ بادشاہ خفیہ مسلمان ہوا ان کے حق میں یہ آیتیں ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی جماعہ کہ اکمل امت باشند ۱۲ **ف۲** یعنی بہ بہشت ۱۲ **ف۳** مترجم گوید در آیات مذکورہ اشارہ است بفضیلت قومی از نصاری حبشہ کہ بعد جعفر طیار بخدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ مسلمان شدند واللہ اعلم ۱۲۔

اللہ وشرح ۱۶ (قرطبی ج ۶ ص ۲۶۳) **۱۴۸** یہ ماقبل ہی کی تاکید وتفصیل ہے کہ جو حلال وطیب چیزیں اللہ نے تم کو دی ہیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ اور جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اس سے ڈرتے رہو اور اس کے احکام کی مخالفت ہرگز نہ کرو۔ نہ حلال چیزوں کو حرام جانو اور نہ ان کو بے جا صرف کرو۔ **۱۴۹** یہاں یمین (قسم) کی دو قسموں یعنی یمین لغو اور یمین منعقدہ کا حکم بیان فرمایا ہے تحریمات عباد کے ابطال کے بعد قسم کے احکام بیان فرمائے۔ دونوں میں ربط اور مناسبت یہ ہے کہ جس طرح ایک شخص اپنی طرف سے تحریم کر کے ایک چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اسی طرح یمین کے ذریعے بھی حلال کو حرام کر لیتا ہے۔ اس لئے تحریمات عباد کے ساتھ یمین کے احکام بیان فرما دیئے۔ **۱۵۰** یمین لغو کی تفصیل سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ص ۱۰۱ پر حاشیہ (۵۴۴) میں گذر چکی ہے۔ یمین لغو کا حکم یہ ہے کہ اس پر کوئی مواخذہ نہیں نہ دنیا میں کفارہ نہ آخرت میں سزا وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ الخ لیکن یمین منعقدہ پر مواخذہ ہوگا یعنی اگر اسے توڑ دیا تو اس کا کفارہ دینا ہوگا۔ یمین منعقدہ یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر اللہ کے نام کی قسم کھائی اگر قسم پوری کر دی تو بہتر ورنہ اس کا کفارہ واجب ہوگا فَکَفَّارَتُہٗ الخ قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت ایسا کھانا کھلا دے جیسا کہ وہ عام طور پر اپنے گھر میں کھاتے ہیں۔ کھانا کھلانے کے بجائے اگر دس مسکینوں کو فی کس دو سیر گندم یا چار سیر جو دیدے تو بھی جائز ہے۔ یا دس مسکینوں کو متوسط درجے کے کپڑے دیدے۔ فی کس دو کپڑے، چادر اور قمیص یا تہبند اور قمیص یا پگڑی اور چادر علیٰ ہذا القیاس یا غلام آزاد کر دے اگر ان مالی صورتوں میں سے کسی ایک کی طاقت نہ ہو تو پھر لگاتار تین روزے رکھے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں ہے فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ یہ قرأت مشہور ہے (مظہری ج ۳ ص ۱۷۰) **۱۵۱** اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ قسم کھا کر اس پر پکے رہو اور اسے توڑو مت۔ دوسرے یہ کہ سرے سے قسم کھاؤ ہی مت۔ فبروا فیہا ولا تحنثوا اذا لم یکن الحنث خیرا او لا تحلفوا اصلا (مدارک ج ۱ ص ۲۳۳) حضرت شیخ قدس سرہ دوسرے مفہوم کو ترجیح دیتے کیونکہ وہ سیاقِ قرآن کے مطابق ہے **۱۵۲** یہ دوسرے مسئلے کا بیان ہے یعنی غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام اور نجس ہے اَلْمَیْسِرُ یعنی جوا۔ اس سے جوئے کی کوئی بھی مخصوص صورت مراد نہیں بلکہ وہ تمام صورتیں اور شرطیں مراد ہیں جن پر جوئے کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مثلاً لاٹری، ریس پر بازی لگانا وغیرہ۔ الانصاب۔ نُصُبٌ

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ
اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم یقین رکھتے ہو ف۱ نہیں پکڑتا تم کو
اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا
اللہ ۱۴۹ تمہاری بیہودہ ۱۵۰ قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس پر جس
عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ
قسم کو تم نے مضبوط باندھا ف۲ سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس
مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ
محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو
اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
یا کپڑا پہنا دینا دس محتاجوں کو یا ایک گردن آزاد کرنی پھر جس کو میسر نہ ہو
فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا
تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب
حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
قسم کھا بیٹھو اور حفاظت رکھو ۱۵۱ اپنی قسموں کی ف۳ اسی طرح بیان کرتا ہے
اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اللہ تمہارے لئے اپنے حکم تاکہ تم احسان مانو ف۴ اے ایمان ۱۵۲
اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ
والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ
سب گندے کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم
تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ
نجات پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے ۱۵۳ کہ ڈالے تم میں

[illegible] تحریم حلال یمین ہو جاتی ہے اس مناسبت سے مسئلہ یمین کو لایا گیا [illegible] مراد متتابعات ہیں کما فی الحدیث عن عبداللہ بن مسعود [illegible] کے دو معنی (۱) [illegible] (۲) [illegible] معنی سیاق قرآن کے [illegible]

[illegible]

موضح قرآن ف۱ جو چیز شروع میں صاف حلال ہے اس سے پرہیز کرنا برا ہے۔ یہ دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ زہد کے سبب سے اپنے اوپر تنگ پکڑے کہ یہ رہبانیت ہمارے دین میں پسند نہیں۔ بلکہ تقویٰ چاہیئے کہ جو منع ہوا اس کے نزدیک نہ جاوے دوسرے یہ کہ قسم کھا بیٹھا ایک کام پر یہ بھی بہتر نہیں، جو کام موافق شرع ہے اس سے قسم نہ کھاوے اور کھا بیٹھا تو توڑے اور کفارہ دے۔ یہ آگے فرمایا **ف۲** جس بات پر قصد کر کر قسم کھائی آئندہ کو پھر اس کے خلاف ہو تو تین بات میں سے ایک کرے جو چاہے یا دس محتاج کو کھلانا یعنی ہر ایک کو اناج دینا دو سیر گیہوں یا چار سیر جو یا ان کو کپڑا دینا جس میں بدن ڈھکا رہے، ایک بردہ آزاد کرنا ان تین میں سے کسی کا مقدور نہ ہو تو تین روزے اور اپنی قسم کو چاہیئے تھامنا یعنی تا مقدور قسم نہ کھاوے اور زبان کی یہ عادت نہ کرے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی ترک نکاح یا ترک اکل لحم وامثال آن درست نیست ۱۲ **ف۲** مترجم گوید یعنی بہ لغو کفارت واجب نیست چنانکہ از دور شخصی بیند و ظن گوید واللہ زید است و زید نباشد و یمین منعقدہ اگر حانث شود کفارت واجب است چنانکہ گوید واللہ این طعام نخورم یا در این خانہ نہ درآیم وعلیٰ ہذا القیاس واللہ اعلم ۱۲ **ف۳** یعنی تامقدور حانث نشوید ۱۲

کی جمع ہے۔ یعنی بڑے بڑے بت۔ مراد ان کے نام پر دی جانے والی نذریں ہیں والازلام اس سے تیروں کے ذریعے تقسیم مراد ہے۔ ان تمام چیزوں کو ناپاک اور شیطانی فعل قرار دیا اور فرمایا ان سے اجتناب کرو اور دور رہو اسی میں تمہاری کامیابی اور فلاح کا راز مضمر ہے۔ **۱۵۳ھ** یہ شراب اور جوئے سے اجتناب کرنے کی علت بیان فرمائی انصاب اور ازلام سے احتراز کی علت یعنی شرک فی التصرف اور شرک فعلی چونکہ ظاہر اور واضح تھی اس لئے اسے بیان نہیں فرمایا۔ اَنۡ یُّوۡقِعَ الخ یعنی شراب نوشی اور جوئے بازی کے ذریعے شیطان تم میں بغض و عداوت پیدا کرنا اور تمہیں اللہ کی یاد سے خصوصًا نماز سے غافل کرنا چاہتا ہے۔ کیا پھر بھی تم ان برائیوں سے باز نہیں آؤ گے **۱۵۴ھ** یہ حکم بالا کی تاکید ہے۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور ان کی نافرمانی سے بچو۔ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے اعراض کیا تو اس سے تم نے ہمارے رسول کا کچھ نقصان نہیں کیا کیونکہ اس کا فرض ابلاغ تھا جسے اس نے احسن طریق سے ادا کر دیا۔ پیغمبر علیہ السلام کی نافرمانی سے تم اپنی ہی عاقبت برباد کر رہے ہو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کرنے والوں کے لئے وعید شدید ہے وھٰذا تھدید عظیم ووعید شدید فی حق من خالف فی ھٰذا التکلیف واعرض فیہ عن حکم اللہ (کبیر ج ۳ ص ۶۵۰) **۱۵۵ھ** یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ یعنی جو لوگ اب تک شراب پیتے رہے، جوا کھیلتے رہے اور غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھاتے رہے اور نزول تحریم سے پہلے ہی فوت ہو گئے ان کا کیا ہو گا۔ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ جو مؤمنین نزول تحریم سے پہلے مذکورہ بالا اشیاء کھاتے پیتے رہے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں اِذَا مَا اتَّقَوۡا جب کہ وہ شرک سے بچے رہے اور صدق دل سے ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّاٰمَنُوۡا پھر اس اتقاء عن الشرک اور ایمان خالص پر قائم رہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا (حجرات ع ۲) ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّاَحۡسَنُوۡا پھر وہ اتقاء کامل یعنی درجہ احسان تک پہنچ گئے۔ اتقوا الشرک وامنوا باللہ ورسولہ (قرطبی ج ۶ ص ۲۹۶) اذا ما اتقوا الشرک (مدارک ج ۱ ص ۲۳۲) قال محمد بن جریر الاتقاء الاول ھو الاتقاء بتلقی امر اللہ بالقبول والتصدیق والدینونۃ بہ والعمل والاتقاء الثانی بالثبات علی التصدیق والثالث الاتقاء بالاحسان والتقرب بالنوافل (قرطبی) یہ تیسرے مسئلے کا بیان ہے۔ یعنی اللہ کی تحریمات کو قائم رکھو اور ان کو حلال مت سمجھو یہاں احرام کی حالت میں شکار کرنے سے منع فرمایا۔ شکار کرنا اگرچہ حلال ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو تحلیل و تحریم کا مختار ہے بحالت احرام شکار کو حرام کر دیا ہے لہٰذا اس کے حکم کی تعمیل لازم ہے۔ لَیَبۡلُوَنَّکُمُ یہ بحالت احرام شکار کرنے کی ممانعت کی تفصیلی علت ہے یعنی اس ممانعت سے اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس کو غیب دان جان کر کون اس سے ڈرتا ہے کہ اللہ ہر جگہ حاظر و ناظر ہے اور اس کی

الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّکُمۡ
دشمنی اور بیر بذریعہ شراب اور جوئے کے اور روکے تم کو
عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ ﴿۹۱﴾
اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی تم باز آؤ گے ف۱
وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاحۡذَرُوۡا ۚ فَاِنۡ
اور حکم مانو اللہ کا ۱۵۴ھ اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر
تَوَلَّیۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۹۲﴾
تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے کھول کر
لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ
جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے ان پر گناہ نہیں
فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا وَّاٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اس میں جو کچھ پہلے کھا چکے ۱۵۵ھ جب کہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کئے
ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّاٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّاَحۡسَنُوۡا ؕ وَاللّٰہُ
پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ
یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۹۳﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَیَبۡلُوَنَّکُمُ
دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ف۲ ۱۵۶ھ اے ایمان والو البتہ تم کو آزمائے گا
اللّٰہُ بِشَیۡءٍ مِّنَ الصَّیۡدِ تَنَالُہٗۤ اَیۡدِیۡکُمۡ وَرِمَاحُکُمۡ
اللہ ایک بات سے اس شکار میں کہ جس پر پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تمہارے
لِیَعۡلَمَ اللّٰہُ مَنۡ یَّخَافُہٗ بِالۡغَیۡبِ ۚ فَمَنِ اعۡتَدٰی
تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے پھر جس نے زیادتی کی
بَعۡدَ ذٰلِکَ فَلَہٗ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۹۴﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
اس کے بعد تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے اے ایمان والو ف۳

موضح قرآن ف۱ شراب جس چیز کا پانی سڑائیے کہ نشہ لانے لگے وہ تھوڑا اور بہت حرام اور نجس ہے۔ باقی جو چیز نشہ لاوے اور سڑی نہ ہو وہ نجس نہیں لیکن حرام ہے۔ اور جوا شرط بدنا کسی چیز پر جس میں جیت اور ہار ہو وہ محض حرام ہے اور ایک طرف کی شرط حرام نہیں باقی جو کھیل کہ ان میں شرط بدنی رواج ہے اگر بغیر شرط کھیلے تو جوا نہ ہوا لیکن یہ کہ شیطان اس بہانے سے روکتا ہے۔ اللہ کی یاد اور نماز سے سو ہوا۔ ف۲ یعنی کفر کی حالت میں اگرچہ حرام چیز کھائی تھی پھر مسلمان ہوا ڈر کر اور منع پہنچا تو اس کو مانا ڈر کر کہ چھوڑ دیا پھر آگے نیکی پر رہا ڈر کر ایمان کے اعمال پر قائم رہا تو ان تین سبب کے آگے وہ گناہ نہ رہا۔ ف۳ نیزے کا نام لیا اس میں سب ہتھیار داخل ہوئے پھر یہ دو طرح ذکر کیا ہاتھ سے اور ہتھیار سے اس واسطے کہ احرام میں دونوں طرح شکار کو مارنا یکساں ہے۔ دور سے ہتھیار مارا یا ہاتھ سے صحیح و سلامت پکڑ لیا پھر ذبح کیا اور طریق ذبح میں ان دونوں کا فرق ہے۔ دور سے مارا تو جہاں زخم لگ کر مر گیا حلال ہوا اور سلامت پکڑ لیا تو مواشی کی طرح ذبح کرنا چاہئے ۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی قبل از تحریم ۱۲ ف۲ یعنی آنچہ قبل از تحریم خوردند عفو است چون در تقوی رسوخ پیدا کردند و این سخن بدان ماند کہ کسی گوید بیا تو احسان کنم و باز بتو احسان کنم بمعنی آنکہ پیوستہ احسان کنم ۱۲ ۔

اطاعت سے ثواب اور اس کی مخالفت سے عذاب ہوگا پہلے اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ میں اجمالی علت کا بیان تھا۔ ۱۵۷ مُتَعَمِّدًا- قتلہ کے فاعل سے حال ہے اور فَجَزَآءٌ کی خبر محذوف ہے۔ امی فعلیہ جزاء اور مِثْلُ مَا قَتَلَ- جزاء سے بدل ہے یا اس کی صفت ہے اور مِنَ النَّعَمِ- مَا کا بیان ہے یعنی جس نے احرام کی حالت میں عمداً قصداً شکار کر لیا تو اس کا مثل اس پر بطور جزا واجب ہوگا۔ اور مثل سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک مثل معنوی مراد ہے۔ یعنی اس کی قیمت۔ جیسا کہ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ اس پر قرینہ ہے۔ کیونکہ مثل صوری کا فیصلہ تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ اس کے لئے دو دیانتدار آدمیوں کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۵۸ بِهٖ کی ضمیر سے حال ہے اور بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ هَدْيًا کی صفت ہے۔ اگر شکار کی قیمت اس قدر ہو کہ اس سے کوئی ہدی کا جانور خریدا جا سکے تو اسے خرید کر حدودِ حرم میں ذبح کر دیا جائے

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ

نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں اور جو کوئی تم میں اس

مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ

کو مارے جان کر ۱۵۷ تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی

النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ

میں سے جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں سے اس طرح کہ وہ جانور بطور نیاز ۱۵۸ پہنچایا جاوے

الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ

کعبہ تک یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر

صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ

روزے تاکہ چکھے ۱۵۹ سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو

اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ اور اللہ زبردست ہے بدلہ

انْتِقَامٍ ⁽⁹⁵⁾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا

لینے والا ف ۱۶۰ حلال ہوا تمہارے لئے ۱۶۰ دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے

لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ

کے واسطے اور سب مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار

مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⁽⁹⁶⁾

جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہو گے ف

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ

اللہ نے کر دیا ۱۶۱ کعبہ کو جو کہ گھر ہے بزرگی والا قیام کا باعث لوگوں کے لئے اور

الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ

بزرگی والے مہینوں کو ۱۶۲ اور قربانی کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر لیجاویں کعبہ کو یہ ۱۶۳

اَوْ كَفَّارَةٌ الخ اس کا عطف فَجَزَآءٌ پر ہے اور طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اس سے بدل ہے یا اس کی قیمت کا غلہ خرید کر مساکین پر اس طرح تقسیم کرے کہ ہر مسکین کے حصے نصف صاع یعنی دو سیر گندم یا صاع یعنی چار سیر جو سے کم نہ آئے اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یہ بھی فجزاءٌ پر معطوف ہے اور اس میں کفارے کی تیسری صورت کا بیان ہے۔ یعنی یا ایسا کرے کہ گندم کے ہر دو سیر یا جو کے ہر چار سیر کے عوض ایک ایک روزہ رکھے ۱۵۹ یہ فعل مقدر اوجبنا ذلك الجزاء کے متعلق ہے۔ یعنی ہم نے یہ جزاء اس لئے واجب کی تاکہ مجرم اپنے کئے کا مزہ چکھ لے۔ اور اس حکم تحریم سے پہلے جو تم بحالت احرام شکار کرتے رہے ہو وہ معاف ہے وَمَنْ عَادَ الخ لیکن جو شخص اس کے بعد اس حکم کی مخالفت کرے گا اور تحریم کے بعد اس فعل کا اعادہ کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ یعنی اس پر جزا واجب ہوگی۔ اگر اس نے جزا ادا نہ کی تو اسے آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔ (مظہری و مدارک) ۱۶۰ شکار کی دو قسمیں تھیں۔ پانی کا شکار یعنی مچھلی اور خشکی کا شکار یعنی پرندے اور چوپائے۔ یہاں تفصیل کر دی گئی کہ پانی کا شکار احرام کی حالت میں بھی جائز ہے۔ لیکن جب تک تم احرام میں رہو گے اس وقت تک خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکم کی نافرمانی مت کرو آخرت میں اس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے اس تخویف اخروی کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۶۱ یہ چوتھا مسئلہ یعنی اللہ کی نذروں کا بیان ہے۔ اَلْبَيْتَ الْحَرَامَ۔ الْكَعْبَةَ سے بدل یا عطف بیان ہے۔ قِيٰمًا جَعَلَ کا مفعول ثانی ہے اور قیام بمعنی قوام ہے یعنی ان کے امور دین و دنیا کے قائم اور راست ہونے کا ذریعہ وهو ما يقوم به امر دينهم ودنياهم (مظہری ج ۳ ص ۲۰۳) بیت اللہ سے امور دین کا قوام اس طرح ہے کہ حج و عمرہ اور ہدایا کا تعلق اس سے اور امور دنیا کا اس طرح کہ اہل حرم قتل و غارت وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ بیت اللہ کی بدولت تمام دنیا کے لوگوں کی زندگی محفوظ ہے اور یہ اس وقت تک ہے جب تک دنیا کے مسلمان وہاں حاضر ہو کر حج و عمرہ بجا لاتے رہیں گے اگر لوگ حج کرنا چھوڑ دیں یہاں تک کہ

۱ ۔ مراد وہ مچھلی ہے جس کو دریا نے پھینک دیا ہو ۔ ۱۲ [illegible] مسئلہ یعنی یا ذات اللہ کا بیان ۱۲ [illegible] یعنی سبب قیام [illegible] المدارک ۱۲ [illegible] یا ذات اللہ کی علت [illegible]

موضح قرآن ف مسئلہ یوں ہے کہ اگر احرام میں شکار پکڑ لے تو فرض ہے کہ چھوڑ دے۔ اور اگر مارے تو اس قدر قیمت کا ایک جانور ان مواشی میں سے بکری یا گائے یا اونٹ وہ کعبہ تک پہنچا کر ذبح کرے اور آپ نہ کھاوے یا اس قیمت کا اناج لیکر محتاجوں کو کھلاوے۔ ہر محتاج کو دو سیر گیہوں یا جتنے محتاجوں کو پہنچتا اس قدر روزے رکھے اور قیمت ٹھہراویں دو مسلمان معتبر ف احرام میں دریا کا شکار یعنی مچھلی حلال ہے اور دریا کا کھانا یعنی جو مچھلی پانی سے جدا ہو کر مر گئی اس نے نہیں پکڑی وہ بھی حلال ہے۔ فرمایا کہ تمہارے فائدے کو رخصت دی پھر کوئی نہ سمجھے کہ حج کے طفیل سے حلال ہے پھر فرمایا کہ اور سب مسافروں کے فائدے کو مچھلی اگرچہ تالاب میں ہو وہ بھی شکار دریا ہے۔ یہ حکم شکار کا معلوم ہوا احرام کے اندر اور احرام میں قصد ہے مکے کا اس شہر مکہ اور گرد و پیش میں ہمیشہ شکار مارنا حرام ہے۔ بلکہ شکار کو ڈرانا اور بھگانا بھی ۔

فتح الرحمن ف جزاء صیدیکہ از سہ چیز تواند بود مماثل صید را در حرم ذبح کند و مماثلت نزدیک شافعی بخلقت و ہیأت است و نزدیک ابی حنیفہ بقیمت یا بقیمت چند صید طعام خرید نماید و مسکینان دہد نزدیک شافعی ہر مسکینی را مدی و نزدیک ابی حنیفہ ہر مسکینی را نیم صاع از گندم یا یک صاع از جو یا بشمار مسکینان (یعنی اختلاف المذہبین) روزہ دارد واللہ اعلم ۱۲

ایک متنفس بھی حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ فوراً دنیا کو تباہ کر دے قیل لو ترکوہ عاماً لم ینظروا ولم یؤخروا (مدارک ص ۲۳۵ ج ۱) **۱۶۲** یہ الکعبۃ پر معطوف ہے اور الف لام جنس کا ہے۔ مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہے ان عزت والے مہینوں میں بھی لوگ قتال سے محفوظ رہتے ہیں وَالْهَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ یہ بھی الکعبۃ پر معطوف ہیں ھدی اور قلائد کی تفسیر حاشیہ ( ) میں گذر چکی ہے۔ دونوں سے مراد وہ چوپائے ہیں جو بیت اللہ کی نذر ہوں اور محض اللہ کی رضا جوئی کی خاطر حدود حرم میں ذبح کے لئے لے جائے جائیں۔ بیت اللہ کی نذر و منت کے جانور بھی لوگوں کے لئے باعث امن و سلامتی ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے راستے میں کوئی چور یا ڈاکو ان سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب تک لوگ اللہ کے نام کی نذریں نیازیں دیتے رہیں گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کو ہر بلا سے امن میں رکھے گا۔

لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کہ ہے آسمان اور زمین میں

وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے ف۱ جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ

سخت ہے ۱۶۴ اور بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول کے ذمہ نہیں

اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر میں کرتے ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ

تو کہہ دے کہ برابر نہیں ناپاک ۱۶۵ اور پاک اگرچہ تجھ کو بھلی لگے ناپاک

الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کی کثرت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو تا کہ تمہاری نجات ہو ف۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ

اے ایمان والو ۱۶۶ مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جاویں

تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ

تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے

تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

تو تم پر ظاہر کر دی جاویں گی اللہ نے ان سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے ف۳

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ایسی باتیں پوچھ چکی ہے ایک جماعت تم سے پہلے پھر ہو گئے ان باتوں سے منکر ف۲

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَاۗىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ

نہیں مقرر کیا اللہ نے ۱۶۷ بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ

۱۶۳ یہ ماقبل کی علت ہے یعنی چونکہ تمام ما فی السموات والارض کا غیب اللہ ہی جانتا ہے۔ اس لئے نیازیں بھی اسی کے نام کی دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ کے سوا کوئی غیب دان نہیں تو اس کے سوا نذر و نیاز کے لائق بھی کوئی نہیں۔ صنعت احتباک۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ (ع ۱۲) میں تحریمات غیر اللہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ دلیل مذکور نہیں ہے۔ اس کے بعد یایہا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام جس میں غیر اللہ کی نیازوں کا مسئلہ مذکور ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس کی دلیل مذکور نہیں۔ پھر یایہا الذین اٰمنوا لیبلونکم اللہ (ع ۱۳) میں تحریمات اللہ کا بیان ہے اور اس کے ساتھ لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب سے اس کی دلیل بھی بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام الخ میں اللہ کی نیازوں کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ذلک لتعلموا ان اللہ یعلم ما فی السمٰوٰت ما فی الارض الخ سے اس کی دلیل بھی مذکور ہے۔ یہاں صنعت احتباک ہے یعنی جن مسائل کے ساتھ ان کی دلیل مذکور نہیں ان کی دلیل بھی وہی ہے جو دوسرے مسائل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب آسمان و زمین کے تمام غیبوں کو جاننے والا اور ہر جگہ حاضر و ناظر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے نیازیں بھی اسی کے نام کی دو اور تحریمیں بھی اسی کی باقی رکھو۔ چونکہ اللہ کے سوا کوئی نبی یا ولی، کوئی فرشتہ یا جن غیب دان اور حاضر و ناظر نہیں۔ اس لئے اللہ کے سوا کسی کی نیازیں نہ دو اور نہ کسی کے لئے تحریمیں کرو۔ **۱۶۴** یہ ان لوگوں کے لئے تخویف اخروی ہے جو خود ساختہ تحریمات اور غیر اللہ کی نیازوں سے باز نہ آئیں وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یہ ان لوگوں کے لئے بشارت اخروی ہے جو ان سے باز آجائیں۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ الخ ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے ذمے صرف ان مسائل کی تبلیغ ہے جسے اس نے احسن طریق سے سرانجام دیدیا۔ خواہ تم لوگ مانو یا نہ مانو۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور تمہارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ تمہارے نیک و بد اعمال کی تم کو پوری پوری جزا دے گا۔ **۱۶۵** خبیث سے برے اعمال مثلاً شرک وغیرہ اور حرام مال مثلاً غیر اللہ کی نذریں وغیرہ

[illegible]

موضح قرآن ف۱ عرب کا ملک بے حاکم تھا ہمیشہ اس میں جنگ و فتنہ رہتا مگر بزرگی کعبہ ان پر ثابت تھی تو ماہ حرام میں امن ہوتا اس میں ہر کوئی سفر کر اپنا مطلب حاصل کر لاتا اور قربانی کے ساتھ قافلہ گذر جاتا اس طرح گذران چلتی تھی **ف۲** یعنی موافق حکم شرع کے جو ہاتھ لگے وہ پاک ہے تھوڑا بھی بہتر ہے اور خلاف شرع جو ہاتھ لگے وہ ناپاک ہے۔ اسکی بہتایت پر نظر نہ کرے بکری کا گوشت ایک سیر بہتر ہے خنزیر کے من بھر سے **ف۳** یعنی آپ سے نہ پوچھو کہ یہ چیز روا ہے یا نہیں۔ یہ کام کریں یا نہ بلکہ جو فرمایا اس پر عمل کرو جو نہ فرمایا اسکو معاف جانو۔ اس میں دین آسان رہے۔ اور جو ہر بات کا جواب آوے تو دین تنگ ہو جائے، پھر عمل نہ کر سکو جیسے اگلے نہ کر سکے۔ پھر کفر کی رسمیں بنائیں کہ پوچھنے کی حاجت نہیں جو اللہ نے نہ فرمایا وہ بے اصل ہے اور اسی طرح بے فائدہ باتیں پوچھنی، کسی نے پوچھا میرا باپ کون تھا یا میری عورت گھر میں کس طرح ہے اگر غیر جواب ہے تو شاید برا جواب آوے پھر پشیمان ہو

فتح الرحمن ف۱ یعنی مال حرام و مال حلال برابر نیست اگرچہ حرام بسیار جمع می شود واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** مترجم گوید بعض مردم از آنحضرت بغیر ضرورت سوال میکردند یکی گفت پدر من کیست و دیگر می گفت مرجع من بہشت است یا دوزخ دریں باب نازل شد ۱۲ ہ

مراد ہیں اور طیب سے نیک اعمال اور حلال مال مراد ہے مثلاً اللہ کی نذریں اور سنتیں۔ یعنی نیک اعمال اور برے اعمال اور اسی طرح حلال مال اور حرام مال خدا کے یہاں برابر نہیں ہیں اور دونوں کے احکام و نتائج یکساں نہیں ہیں۔ اگرچہ شرک و بدعت کے اعمال بہت زیادہ ہوں اور حرام کی کمائی نذر غیر اللہ وغیرہ ڈھیروں ہو لیکن اللہ کے یہاں ان کی کوئی قدر نہیں اور شرک و بدعت اور ریا کی آلائشوں سے پاک اعمال اگرچہ کم ہوں اور مال اگرچہ قلیل ہو خدا کے یہاں وہی پسندیدہ ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ الخ اے عقل والو! اللہ سے ڈرو اور عمل طیب اور مال طیب کو اگرچہ کم ہو عمل خبیث اور مال خبیث پر اگرچہ زیادہ ہو، ترجیح دو تاکہ تم دنیا و آخرت میں فلاح اور کامیابی حاصل کر سکو۔ **۱۶۶** نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کے بیان کے بعد ایمان والوں کو بیجا اور بے محل سوالات پوچھنے سے منع فرمایا۔ ماقبل سے اس کا ربطیہ ہے کہ جب مسئلہ توحید کے اصول و مبادی بیان ہو رہے ہوں اس وقت ایسے جزوی مسائل دریافت نہ کیا کرو جو لوگوں کے دلوں میں بیٹھ چکے ہو کیونکہ ایسے جزوی مسائل اگر قبل از وقت اور بے موقع بیان کر دیئے جائیں تو اس سے ماننے کے بجائے لوگ الٹا ان کا انکار کر دیں گے اور اس طرح اشاعت توحید میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ جیسا کہ پہلی امتوں میں ایسا ہو چکا ہے۔ مثال کے طور پر آج کل اگر توحید کے ابتدائی اصول بیان کئے جا رہے ہوں تو گیارھویں وغیرہ کے مسائل دریافت نہ کئے جائیں کیونکہ ابتداء میں ایسا کرنے سے تبلیغ توحید میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ جب توحید کے مبادی واضح ہو چکیں اور لوگوں کی سمجھ میں آجائیں اس وقت اس قسم کے جزوی مسائل بیان کئے جائیں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کرو۔ ایک صحابی بول اٹھے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ اس صحابی نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔ اس پر آپ نے فرمایا جب تک میں خود بیان نہ کر دوں تم اپنی طرف سے کوئی بات نہ پوچھا کرو تو بے محل ہو۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ سے سوال کر دیا کہ میرا باپ کون ہے وغیرہ اس قسم کے بے موقع سوالات سب اس نہی کے تحت داخل ہیں۔ ماقبل سے آیت کا ربط وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔ باقی رہا مذکورہ بالا واقعہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات تو وہ بھی اگرچہ آیت کے عموم میں داخل ہیں لیکن آیت کا ربط ان پر موقوف نہیں۔ **۱۶۷** یہ مضمون تحریمات غیر اللہ کا اعادہ ہے۔ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو طواغیت کی خاطر چھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ استعمال نہیں کرتے تھے۔ سائبہ وہ جانور جس کو طواغیت کی خاطر باربرداری کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے۔ وصیلۃ اس نوعمر اونٹنی کو کہتے ہیں جو پے بعد دیگرے دو مادہ بچے جنے اور ان کے درمیان نر بچہ پیدا نہ ہوا ہو۔ ایسی اونٹنی کو مشرکین اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لئے آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ حام اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کی پشت سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوں، مشرکین اس کو طواغیت کے لئے چھوڑ دیتے۔

وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
اور نہ حامی ولیکن کافر ۱۶۸ باندھتے ہیں اللہ پر
الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
بہتان اور ان میں اکثروں کو عقل نہیں ف اور جب کہا جاتا ہے ان کو
تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا
آؤ ۱۶۹ اس کی طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں
حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ
ہم کو کافی ہے وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگر ان کے
اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰۤاَيُّهَا
باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کریں گے ف۲ اے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ
ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا ۱۷۰ تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا
اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ
جب کہ تم ہوئے راہ پر اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے تم سب کو پھر وہ جتلا دے گا تم کو
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ
جو کچھ تم کرتے تھے ف۳ ف۱ اے ایمان والو ۱۷۱ گواہ
بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ
درمیان تمہارے جبکہ پہنچے کسی کو تم میں موت وصیت کے وقت
اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ
دو شخص معتبر ہونے چاہئیں تم میں سے یا دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا اگر
اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ
تم نے سفر کیا ہو ملک میں پھر پہنچے تم کو مصیبت

منزل ۲

۱۶۸ یعنی اگر تم امر بالمعروف (تحریمات اللہ اور نذر اللہ وغیرہ) اور نہی عن المنکر (تحریمات غیر اللہ اور نذر غیر اللہ وغیرہ) کا حق ادا کر دو اور یہ مسائل ایسے ان دین کو سمجھا دو تو کفار تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ [illegible]

[illegible]

قال ابن المسیب انہا (البحیرۃ) التی منع لبنہا للطواغیت فلا تحلب .... (السآئبۃ) ھی لناقۃ تبطن عشرۃ البطن اناث فتہمل ولا ترکب ولا یجز وبرھا ..... الوصیلۃ من الابل وھی الناقۃ تبکر

موضح قرآن ف یعنی یہ کفر کی رسمیں تھیں کہ مواشی میں کوئی بچہ نیاز رکھتے بت کی تو اس کا کان پھاڑ دیتے نشان کو اور اس کو بحیرہ کہتے اور کوئی جانور بت کے نام پر آزاد کرتے اس کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیتے وہ سائبہ تھا اور بعض شخص نے ٹھہرایا کہ جو بچہ نر ہو وہ بت کی نیاز ذبح کروں اور جو مادہ ہو میں رکھوں پھر اگر نر و مادہ ملے ہوئے تو نر بھی آپ رکھنا مادہ کے ساتھ یہ وصیلہ تھا اور جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے لائق سواری کے اور بوجھ کے اس باپ کو لادنا موقوف کرتے اور چارے پانی پر سے نہ ہانکتے وہ حامی تھا یہ سب غلط رسمیں ڈال کر اس کو حکم شرعی سمجھتے تھے **ف۲** یعنی باپ کا احوال معلوم ہو کہ حق کا تابع تھا اور صاحب علم تھا تو اس کی راہ پکڑئیے نہیں تو عبث ہے **ف۳** یعنی ان مسئلوں کو تم نے جانا تم ان پر عمل کرو اور جو کوئی اصل دین ہی نہیں مانتا اس کو مسئلے بتانے کیا حاصل اول دین سمجھائیے اگر وہ مانے تب مسئلے بتائیے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی اگر شما اصلاح کردید و شرط امر معروف بجا آوردید مخالفت مخالفان ضرر نمیکند ۱۲۔

غلہ اتنی تو ہتی بولادۃ انثیٰ اخریٰ لیس بینہما ذکر فیترکونہا لالہتہم . . . الحام الفحل یولد من ظہرہ عشرۃ البطن فیقولون حمیٰ ۱۶۸ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو مذکورہ بالا تحریمات کی ہرگز اجازت نہیں دی لیکن مشرکین یہ سب کچھ اپنی طرف سے کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کفر و شرک کا حکم نہیں دیتا اور یہ تحریمات غیر اللہ تو صریح شرک ہے

فائدہ ۔ مشرکین جس طرح غیر اللہ کی خوشنودی اور اپنے معبودان باطلہ کی رضا جوئی کے لئے نذریں مانتے تھے۔ اسی طرح وہ بعض جانوروں کو اپنے معبودوں کی خاطر آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ نہ ان کا گوشت کھاتے نہ دودھ پیتے، نہ ان پر سواری کرتے، نہ بوجھ لادتے، یہ تحریمات وہ اپنے معبودوں کو راضی کرنے کیلئے کیا کرتے تھے۔ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام جن کا ابھی ذکر ہوا ہے تحریمات غیر اللہ میں داخل ہیں۔ غیر اللہ کی نیازوں کو مشرکین حلال سمجھتے تھے اور جن چیزوں کی انہوں نے اپنی طرف سے تحریم کر دی تھی ان کو حرام سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا حکم بیان فرمایا کہ غیر اللہ کی نذریں حرام ہیں انہیں مت کھاؤ۔ اور بحیرہ، سائبہ وغیرہ تحریمات غیر اللہ حلال ہیں ان کو کھاؤ اور اپنی خود ساختہ تحریمات کو اٹھاؤ کیونکہ جو چوپائے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے حلال کئے ہیں وہ حلال ہی رہیں گے اور بندوں کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہو جائیں گے۔ بعض مفسرین نے بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو نذر غیر اللہ میں داخل کر کے حرام قرار دیا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو یہ حکم دیا ہے «لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ» یعنی جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام مت کرو۔ اور دوسری طرف فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ الخ یعنی اللہ نے بحیرہ۔

الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ
موت کی تو کھڑا کر دو ان دونوں کو بعد نماز کے ف۱ وہ دونوں قسم کھاویں
بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ
اللہ کی اگر تمہیں شبہ پڑے کہیں کہ ہم نہیں لیتے قسم کے بدلے مال اگرچہ کسی کو
ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ
ہم سے قرابت بھی ہو اور ہم نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی ف۲ نہیں تو ہم بے شک
الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا
گنہگار ہیں ف۱ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ دونوں حق بات دبا گئے ف۳
فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ
تو دو گواہ اور کھڑے ہوں ان کی جگہ ان میں سے کہ جن کا حق دبا ہے
عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ
جو سب سے زیادہ قریب ہوں ف۴ میت کے پھر قسم کھاویں اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیقی
مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ڮ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ
ہے پہلوں کی گواہی سے اور ہم نے زیادتی نہیں کی نہیں تو ہم بے شک
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
ظالم ہیں ف۵ اس میں امید ہے کہ ادا کریں شہادت کو ٹھیک
وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ
طرح پر اور ڈریں کہ الٹی پڑے گی قسم ہماری ان کی قسم کے بعد ف۶
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ نہیں چلاتا سیدھی راہ پر
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ
نافرمانوں کو ف۱ جس دن اللہ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر کہے گا تم کو کیا

ع ۱۴/۸

[illegible]

موضح قرآن ف۱ یعنی مسلمان مرتے وقت کسی کو اپنے مال کا کام حوالے کرے تو بہتر ہے کہ دو مسلمان معتبر کو کرے پھر اگر وارثوں کو شبہ پڑے کہ ان شخصوں نے کچھ مال چھپایا اور وارث دعویٰ کریں اور شاہد نہیں تو دونوں شخص قسم کھاویں کہ ہم نے نہیں چھپایا۔ اگر سفر میں اکا مرنے وہاں مسلمان پیدا نہ ہوئے تو دو کافر بھی روا ہیں اور قسم دیں بعد نماز عصر کے کہ اس وقت کی دعا نیک و بد زیادہ قبول ہے۔ شاید ڈر کر جھوٹی قسم نہ کھاویں ف۲ یعنی وارثوں کو شبہ پڑے تو قسم دینے کا حکم رکھا اس واسطے کہ قسم سے ڈر کر اول ہی جھوٹ نہ ظاہر کریں پھر اگر ان کی بات جھوٹ نکلے تو وارث قسم کھاویں یہ بھی اسی واسطے کہ وہ قسم میں دغا نہ کریں۔ جانیں کہ آخر ہماری قسم الٹی پڑیگی۔ اس جگہ شہادت فرمایا ہے۔ اظہار کو مدعی اظہار کرے یا مدعیٰ علیہ جیسے اقرار کو کہتے ہیں اپنی جان پر شہادت دی حضرت کے وقت ایک مسلمان تجارت کو گیا راہ میں مرنے لگا قافلہ میں سے دو نصرانیوں کو اپنا مال سپرد کیا کہ میرے وارثوں کو دیجیو۔ جب وہ لا کر دینے لگے وارثوں نے ایک کٹورہ اس میں نہ دیکھا وہ سونے کا تھا مکلف۔ اس کا دعویٰ کیا وہ دونوں قسم کھا گئے کہ ہم کو یہی دیا تھا پھر وارثوں نے وہ کٹورہ ایک سنار پاس پایا پوچھا تو معلوم ہوا چاندی کا تھا سونے کا ملمع کہ ان نصرانیوں نے بیچا ان پر ثابت کیا تو کہنے لگے کہ میت نے زندگی میں ہمارے ہاتھ بیچا اور قیمت لے چکا تھا پھر وارثوں میں جو دو شخص اس میت کے زیادہ قریب تھے سب کی طرف سے قسم کھا گئے کہ ہم کو بیچنا معلوم نہیں اور میت کے ہاتھ کی فہرست بھی نکلی۔ اس مال میں سے کٹورہ اس میں داخل تھا آخر نصرانیوں سے پھیر لیا۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی نماز عصر ۱۲ ف۲ یعنی گواہی حق که خدا بآن فرموده ۱۲ ف۳ یعنی دروغ گواهی دادند و دروغ قسم خوردند ۱۲ ف۴ یعنی دو کس از ورثه مظلومین بایستند بجائی ایشان ۱۲ ف۵ مترجم گوید تاویل آیت بمذهب شافعی آنست که مراد از شهادت وصیت است و از منکم من اقاربکم و ذکر اثنین برائے احتیاط و قسم دادن بجهت جاحد بودن دریں دعوی که خیانت کرده اند و تعیین صلوٰة عصر بجهت تغلیظ یمین و انتیار اثنین برائے احتیاط و اقامت اولیان بجهت مدعی علیه بودن ایشان در دعوی که بجهت عذر خود تقریر میکنند چنانچه در صورت مذکوره دعوی اشتراء کرده بودند و ان ارتبتم و فان عثر اشارت ست توجه دعوی کسی و بمذهب ابی حنیفه مانند آنست مگر آنکه تعیین صلوٰة عصر بجهت آنست که قضاة در محکمه بین وقت می نشستند پس گویا که گفته شد در محکمه قضا والله اعلم ۱۲ ف۶ یعنی اگر کسی داند که بعد از سوگند من سوگند مدعی خواهد بود سوگند دروغ نخورد و اگر بداند که چون کذب ظاهر شود مدعیان را سوگند دهند و حق بر سوگند ایشان ثابت شود و از سوگند دروغ احتیاط کنند ۱۲

[illegible]

سائبہ وغیرہ کی تحریم کا کوئی حکم نہیں دیا اور نہ اس کی اجازت دی ہے اس لئے یہ جانور حلال ہیں اور حلال ہی رہیں گے۔ بندوں کی تحریم سے حرام نہیں ہو سکتے **۱۶۹** جب مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اپنی طرف سے تحریمیں مت کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ مان لو کہ یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔ ای ھلموا الی حکم اللّٰہ ورسولہ بان ھٰذہ الاشیاء غیر محرمۃ (مدارک ص۲۳۳ ج۱) تو وہ کہتے ہیں ہمیں اللہ و رسول کے حکم کی ضرورت نہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا۔ ہمارے اسلاف واکابر یہ تحریمات کرتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی کرتے رہیں گے۔ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ الخ باپ دادا کی تقلید واقتدا تو صرف اسی وقت کرنی چاہئے جب کہ وہ عالم ہوں اور ہدایت پر ہوں اور ان کی ہر بات دلیل و حجت پر مبنی ہو۔ لیکن اگر وہ جاہل اور گمراہ ہوں تو پھر ان کی اقتدا جائز نہیں مشرکین کے باپ دادا بے علم اور گمراہ تھے۔ کیا وہ پھر بھی انہی کی راہ پر چلیں گے۔ الاقتداء انما یجوز بالعالم المھتدی وانما یکون عالما مھتدیا اذا بنی قولہ علی الحجۃ والدلیل (کبیر ج۴) **۱۷۰** اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی کو اپنی جان کی فکر کرنی چاہئے اور دوسروں کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے حالانکہ قرآن و سنت سے ثابت ہے کہ ہر شخص پر اپنی بساط اور اپنے علم کے مطابق تبلیغ فرض ہے یہ الجھن اس وقت پیش آتی ہے جب انفسکم سے ہر آدمی کی اپنی جان مراد لی جائے۔ لیکن محقق مفسرین کی رائے یہ ہے۔ کہ یہاں انفسکم سے تمام اہل اسلام مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے تمام اہل اسلام کو ہلاکت اور اللہ کے عذاب سے بچاؤ جب تم سب ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے اور تمہارا ایمان و عمل درست ہو جائے گا تو کفار و مشرکین تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول اس پر دال ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں واصح التاویلات عندنا بتاویل ھٰذہ الاٰیۃ ما روی عن ابی بکر الصدیق فیھا وھو یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم الزموا العمل بطاعۃ اللّٰہ وبما امرکم بہ وانتھوا عما نھاکم اللّٰہ عنہ لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم یقول فانہ لا یضرکم ضلال من ضل اذا انتم لزمتم العمل بطاعۃ اللّٰہ وادیتم فیمن ضل من الناس ما الزمکم اللّٰہ بہ فیہ من فرض الامر بالمعروف والنھی عن المنکر الذی ترکبہ او تحاول رکوبہ والاخذ علی یدیہ اذا رام ظلما (ابن جریر ج۷) اور حضرت عبد اللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں یہ آیت سب سے زیادہ تاکید کر رہی ہے قال عبد اللّٰہ بن المبارک ھٰذہ اوکد اٰیۃ فی وجوب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر فانہ قال علیکم انفسکم یعنی علیکم اھل دینکم ۔۔۔ یعنی بان یعظ بعضکم بعضا ویرغب بعضکم بعضا فی الخیرات وینفرہ عن القبائح والسیئات الخ (کبیر ج۳) اب اس آیت کا ماقبل سے ربط یہ ہوا کہ تحریمات غیر اللہ کے مضمون کا اعادہ کرنیکے بعد تمام اہل ایمان کو تاکید فرمائی کہ وہ ایک دوسرے کو توحید پر قائم رہنے اور دیگر نیک اعمال بجا لانے کی تلقین کریں اور شرک اور دیگر برائیوں سے ان کو روکیں **۱۷۱** یہ مبتدا ہے اور اثنٰن اس کی خبر ہے۔ خبر سے پہلے شَهَادَةُ مضاف محذوف ہے اصل میں شَهَادَةُ اثْنَيْنِ تھا مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اسی کا اعراب دیکر اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ یہ قید اتفاقی ہے کیونکہ نماز میں مسلمان جمع ہوتے ہیں اس لئے شہادت کے سامنے ہو تو بہتر ہے۔ شرک فعلی کی نفی کے بعد شہادت (گواہی)

اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ

جواب ملا تھا وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا ول وا

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ

جب کہے گا اللہ ف۲؎ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر

وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ تف

وقف لازم

اور تیری ماں پر۔ جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے ف۳؎ ف

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ

تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ

کتاب اور تہہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا تھا ف

مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا

گارے سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر پھونک مارتا تھا اس میں

فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو

بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ

میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا مُردوں کو میرے حکم سے ف اور جب روکا میں نے

بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ

بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لیکر آیا ان کے پاس نشانیاں تو کہنے لگے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱۰

جو کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح ف

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ

اور جب میں نے دل میں ڈال دیا حواریوں کے کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر

لے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ بعض نصاریٰ ان کو اللہ کا بیٹا بھی کہتے تھے ۱۲

موضح قرآن ف۱ یہ اللہ صاحب پوچھے گا کافروں کے سنانے کو کہ میں نے تم کو جن کی طرف بھیجا تھا انہوں نے قبول کیا یا نہ کیا اور پیغمبر حوالے رکھیں گے اللہ کے علم پر کہ ہم کو دل کی خبر نہیں ظاہر کی۔ ہے یہ انکو سنایا جو مغرور ہیں پیغمبروں کی شفاعت پر تا معلوم کریں کہ اللہ کے آگے کوئی کسی کے دل پر گواہی نہیں دیتا اور کوئی کسی کی شفاعت نہیں کرتا ف۲ بنی اسرائیل کو روکا تجھ سے یعنی قتل کرنے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی نخست از سر خضوع و نیایش بشان گویند در برابر تو بہ نسبت دانش تو مارا ہیچ دانش نیست بعد ازاں گواہی دہند براءت خویش ۱۲ ف۲ یعنی برکات خطیرۃ القدس ۱۲ ف۳ یعنی از گور زندہ می برآوردی ۱۲

کے مضمون کا ذکر بظاہر بے ربط سا معلوم ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اللہ کا کلام اس عیب سے پاک ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تحریمات اللہ، تحریمات غیر اللہ، نذور اللہ اور نذور غیر اللہ کے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ غیب دان اور کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا نہ کوئی غیب دان ہے نہ متصرف و کارساز، اس لئے قسم بھی اللہ کے نام ہی کی کھانی چاہئے۔ یہاں تک کہ غیر مسلموں سے بھی غیر اللہ کی قسم نہ لی جائے کیونکہ غیب دان اور کارساز صرف اللہ ہے اور کوئی نہیں اور جس کے نام کی قسم کھائی جائے اس کا غیب دان اور کارساز ہونا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک واقعہ پیش آیا دو عیسائی اور ایک مسلمان اکٹھے تجارتی سفر پر روانہ ہوئے مسلمان بیمار ہو گیا اس نے ایک کاغذ پر اپنے سامان کی فہرست تیار کی اور اسے سامان میں چھپا دیا اور ان کو وصیت کی کہ وہ اس کا سامان اس کے وارثوں کو دیدیں۔ وہ فوت ہو گیا اس کے ساتھیوں نے اس کے سامان سے ایک نہایت قیمتی جام نکال لیا اور باقی سامان اس کے وارثوں کو دیدیا جب وارثوں نے سامان میں رکھی ہوئی فہرست میں جام کا ذکر دیکھا لیکن سامان میں اسے نہ پایا تو ان دونوں سے اس کا مطالبہ کیا انہوں نے کہا ہمیں اس کا علم نہیں۔ چنانچہ میت کے وارثوں نے یہ مقدمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کر دیا آپ نے وارثوں سے گواہ طلب کئے ان کے پاس گواہ نہیں تھے اس لئے آپ نے وارثوں سے کہا کہ وہ ان سے کسی ایسی چیز کی قسم لیں جو ان کے دین میں بڑی سمجھی جاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ قسم خواہ غیر مسلم سے لی جائے وہ صرف اللہ کے نام کی ہونی چاہئے نہ کہ غیر اللہ کی۔ یہ روایت ترمذی کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ فسالہم البینۃ فلم یجدوا فامرھم ان یستحلفوہ بما یعظم علی اھل دینہ فحلف فانزل اللہ یا ایہا الذین امنوا شہادۃ بینکم الخ (خازن ج ۲ ص) اس آیت میں فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰہِ مقصودی جملہ ہے یعنی اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے اور اس میں غیر مسلم سے قسم لینے کی ضرورت پڑ جائے تو اس سے بھی اللہ کے نام ہی کی قسم لینی چاہئے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ یہودی سے اس طرح قسم لی جائے واللہ الذی انزل التورٰیۃ علی موسٰی علیہ السلام اور عیسائی سے واللہ الذی انزل الانجیل علی عیسٰی علیہ السلام اور آتش پرست سے واللہ الذی خلق النار (ہدایہ وغیرہ) **۱۰۷** اِسْتَحَقَّآ اِثْمًا یعنی وہ خیانت اور جھوٹی شہادت سے گناہ کے مستحق ہوئے۔ اَلَّذِیْنَ سے ورثاء میت مراد ہیں اور اَلْاَوْلَیٰنِ سے وہ دونوں شخص مراد ہیں جنہوں نے میت کے مال میں خیانت کی اور پھر جھوٹی گواہی دی اور میت کے وارثوں کو نقصان پہنچایا المراد بالاولیان الوصیان اللذان ظہرت خیانتہما . . . . فمعنی استحق علیہم الاولیان خان فی مالہم وجنی علیہم الوصیان اللذان عثر علی خیانتہما (روح ج ۷ ص ۸) حاصل یہ کہ جب بعد میں معلوم ہو جائے کہ سفر میں جن دو آدمیوں کو میت نے وصیت کی تھی وہ خیانت مجرمانہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور انہوں نے غلط بیانی کی ہے تو پھر میت کے وارثوں میں سے دو آدمیوں سے قسم لی جائے وہ اللہ کے نام کی قسم کھا کر

اپنا بیان دیں کہ ان دونوں نے جھوٹ بولا ہے اور ہمارا بیان صحیح اور قابل قبول ہے اور ہم نے اپنے بیان میں حق سے تجاوز نہیں کیا۔ **۱۰۸** یہ شہادت کے مذکورہ بالا طریقہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی پہلے تو ان سے گواہی لی جائے جن کو میت نے وصی بنایا ہے۔ اگر ان کی خیانت اور کذب بیانی ظاہر ہو جائے تو پھر میت کے وارثوں سے قسم لی جائے۔ یہ طریقہ اصل مقصد حاصل کرنے کے لئے قریب ترین ذریعہ ہے۔ اس سے یا تو گواہ عذاب آخرت سے ڈر کر صحیح گواہی دیدیں گے یا پھر دنیا میں رسوائی کے ڈر سے سچی گواہی دیں گے کیونکہ انہیں یہ اندیشہ ہوگا کہ ان کی قسمیں رد کر دی جائیں گی۔ اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌۢ بَعْدَ اَیْمَانِہِمْ یعنی ان کی قسموں کے جھوٹی ثابت ہونے کے بعد قسم کھانے کا حق وارثوں کو دیا جائے گا۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شرعی قانون کے مطابق قسم منکر دعویٰ کے ذمہ ہوتی ہے لیکن جب پہلے گواہوں کی خیانت ظاہر ہو جائے تو وارثوں پر قسم آتی ہے حالانکہ وہ مدعی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک حیثیت سے وارث بھی منکر ہیں کیونکہ وہ پہلے گواہوں کے اس دعوے کا انکار کر رہے ہیں کہ انہوں نے متوفی کا سارا مال بلا خیانت اس کے وارثوں کے حوالے کر دیا ہے۔ **۱۰۹** پہلے نفی شرک فعلی کے سلسلے میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ غیب دان صرف اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی غیب دان نہیں اب یہاں قیامت کے دن پیش آنیوالا ایک واقعہ ذکر کر کے یہ حقیقت بیان فرمائی کہ اور تو اور خود انبیاء علیہم السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق پر فوقیت اور برتری عطا فرمائی وہ بھی غیب دان نہیں تھے وہ نہ زندگی میں غیب جانتے تھے نہ موت کے بعد لوگ غیر اللہ کے نام کی نذریں اور نیازیں صرف اس لئے دیتے تھے کہ وہ ہماری حاجات کو جانتے اور ہمیں نفع نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ آج کل کے مشرکین کا بھی اپنے پیروں کے متعلق عقیدہ ہے۔ تو آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ صاف فرما دیا کہ انبیاء علیہم السلام تو غیب جانتے نہیں جو سب سے افضل ہیں۔ چنانچہ وہ قیامت کے دن صاف کہیں گے کہ ان کے پیچھے جو کچھ ہوتا رہا ہے اس کا انہیں کچھ علم نہیں پھر جو لوگ انبیاء علیہم السلام سے رتبہ میں کمتر ہیں وہ کس طرح غیب دان ہو سکتے ہیں۔ یَوْمَ ظرف کا عامل بعد میں مذکور ہے قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا۔ فیقول۔ یجمع پر معطوف ہے یعنی جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع کر کے ان سے یہ سوال کرے گا کہ تمہیں تبلیغ توحید کے بعد اپنی امتوں کی طرف سے کیا جواب ملا اس دن وہ سب کہیں گے کہ ہمیں تو اس کا کچھ علم نہیں، یہ تو غیب کی بات ہے تمام غیبوں کا جاننے والا صرف تو ہی ہے اور کوئی نہیں، یہ آیت حضرات انبیاء علیہم السلام سے علم غیب کی نفی پر برہان قاطع ہے۔ اس آیت میں مَاذَآ اُجِبْتُمْ کے دو معنی ہیں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سوال تبلیغ کے وقت سے متعلق ہوگا کہ جب تم تبلیغ کرتے تھے اس وقت لوگوں نے تمہاری بات کو قبول کیا یا نہ تو وہ جواب دیں گے۔ لا علم لنا بباطن ما اجابوا امممنا (قرطبی ج ۶ ص ۳۶۲) یعنی ان کے باطن کو ہم نہیں جانتے تھے ہمیں صرف ان کے ظاہر کا علم تھا لیکن اس میں عبارت مقدر کر کے مطلب ڈکالنا پڑتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ سوال انبیاء علیہم السلام سے ان کی وفات سے بعد کے حالات سے متعلق ہوگا کہ تمہاری وفات کے بعد ان لوگوں کے کیا حالات تھے کیا یہ تمہیں پکارتے رہے ہیں اور کیا تمہیں اس کا علم ہے تو اس کے جواب میں انبیاء علیہم السلام کہیں گے کہ اے اللہ بعد کے حالات کا تو ہمیں کوئی علم نہیں جیسا کہ اگلی آیت سے اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں یہی کہیں گے۔ کُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ الخ اسی طرح سورۂ یونس ع ۳ میں ہے کہ جن انبیاء و اولیاء کو لوگ دنیا میں پکارتے رہے قیامت کے دن وہ صاف کہیں گے کہ ہمیں تو ان کی پکار وغیرہ کا کوئی علم نہیں اِنْ کُنَّا عَنْ عِبَادَتِکُمْ لَغٰفِلِیْنَ بہت سے مفسرین نے اس سوال کو بعد الوفات کے حالات سے متعلق قرار دیا ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں لا علم لنا الا ان علمنا جوابہم لنا وقت حیاتنا ولا نعلم ما کان منہم بعد وفاتنا (کبیر ج ۳ ص ۶۱۹) اہل بدعت کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو معلوم تو سب کچھ ہوگا لیکن ہول قیامت کی وجہ سے وہ جواب نہیں دے سکیں گے اور علم کی نفی کر دیں گے۔ یہ جواب دو وجوہ غلط ہے (۱) اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام قیامت کے ہول اور جزع فزع سے محفوظ ہوں گے اور ان پر کوئی گھبراہٹ طاری نہیں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا یَحْزُنُہُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ (انبیاء ع ۷) یعنی جن لوگوں کے لئے حسنیٰ (جنت) کا وعدہ ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کی فزع اکبر (سب سے بڑی گھبراہٹ) سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ (۲) اگر یہ مان لیا جائے کہ ان کو سب کچھ معلوم تھا تو اس صورت لا علم لنا واقعہ کے صریح خلاف اور جھوٹ ہوگا۔ **۱۱۰** تمام انبیاء علیہم السلام کے اجمالی ذکر کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کیونکہ اس وقت انبیاء علیہم السلام میں سے ان کو غیب دان اور کارساز ماننے والے نصاریٰ تھے جو اس وقت علم و دانش میں اور عبادت و رہبانیت میں مشہور و معروف تھے۔ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نذریں نیازیں دیتے ان کی خاطر بکرے وغیرہ بلکہ بعض لوگ اپنے بیٹے بھی ذبح کر دیتے تھے۔ اس لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا خاص طور پر ذکر کر کے ان سے علم غیب اور الوہیت کی نفی فرمائی پہلے اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی سے لے کر اٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ

تک اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ پر اپنے احسانات اور انعامات گنائے ہیں اور اصل سوال وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ (ع ۱۶) سے شروع ہوتا ہے۔ **ف۱۷۵** ظرف نِعْمَتِیْ سے متعلق ہے اور نعمۃ یہاں مصدر ہے۔ ای انعامی۔ ظرف لنعمتی ای اذکر انعامی علیکما وقت ایدتک روح القدس سے حضرت جبریل مراد ہیں اور ایدتک کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبریل ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے تکلم الناس یہ اَیَّدْتُّكَ کی ضمیر منصوب سے حال ہے **مهد** سے زمانہ شیر خوارگی مراد ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے معجزانہ طور پر باتیں کر کے اپنی والدہ مطہرہ کی پاک دامنی بیان کی اور کہل اس کو کہتے ہیں جس کے بال سفید ہونے لگیں حضرت مسیح کو چونکہ اس عمر سے قبل ہی اٹھا لیا گیا اس طرح یہ آیت ان کے دوبارہ نزول کی دلیل ہے کیونکہ نزول کے بعد وہ کہولت کو پہنچیں گے اور باتیں کریں گے وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ یہ اذ ایدتک پر معطوف ہے **الکتاب** سے قرآن مجید اور **الحکمۃ** سے سنت نبوی مراد ہے یہ آیت بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول کی دلیل ہے کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو قرآن و سنت کا علم عطا فرمائے گا اور وہ ان دونوں کے مطابق ہی فیصلے کریں گے۔ تورات اور انجیل کا علم الکورفع الی السماء سے پہلے حاصل تھا۔ **ف۱۷۶** یہ اور اسی طرح وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى اور وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور وَاِذْ اَوْحَيْتُ یہ سب بھی اِذْ اَيَّدْتُّكَ پر معطوف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے یہاں ان کو بطور انعام ذکر فرمایا یعنی پرندے کا پتلا بنا کر اس میں جان ڈالنا۔ کوڑھی اور مادر زاد اندھے کو چنگا بھلا کر دینا اور مُردوں کو زندہ کرنا۔ ہر معجزے کے ساتھ بِاِذْنِیْ کی صراحت کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تمام باتیں حضرت مسیح علیہ السلام کے اختیار میں نہ تھیں یہ تمام امور میرے اختیار میں تھے اور میں نے اپنی قدرت سے ان کو مسیح کے ہاتھ پر ظاہر کیا اوحیت کے معنی القیت فی روعہم کے ہیں یعنی میں نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لے آئیں۔ **ف۱۷۷** یہ اِذْ اَيَّدْتُّكَ سے بدل ہے یہاں سے لیکر رکوع ۱۵ کے آخر تک نزول مائدہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ کا ایک انعام تھا کیونکہ جب ان سے ان کی قوم نے آسمان سے دستر خوان اتارنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرما کر معجزانہ طور پر آسمان سے دستر خوان نازل فرمایا۔ جن حواریین نے مائدہ کا مطالبہ کیا تھا وہ مخلص مومن تھے

قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ
تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں جب کہا حواریوں نے ف۱۷۸

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ
اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تیرا رب کر سکتا ہے کہ اتارے

عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ
ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر ہو تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ
ایمان والے ف۱۷۹ ف۱ بولے کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس میں سے اور مطمئن ہو جاویں

قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ
ہمارے دل اور ہم جان لیویں کہ تو نے ہم سے سچ کہا اور رہیں ہم اس پر

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ
گواہ ف۲ کہا عیسیٰ بیٹے مریم نے ف۱۸۰ اے اللہ رب ہمارے

اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا
اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ
پہلوں اور پچھلوں کے واسطے اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہی ہے سب سے بہتر

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ
روزی دینے والا ف۳ کہا اللہ نے میں بیشک اتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری

بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ
کریگا اس کے بعد تو میں اس کو وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دوں گا

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ
جہان میں ف۴ ف۵ اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ ف۱۸۱ مریم کے بیٹے تو نے

ع ۷ ۵

لہ یہ جملہ پھر کہ دو جگہ پہلے اذ قال کا اعادہ ہے۔ اور ظرف قال موخر کے متعلق ہے

موضح قرآن **ف۱** ہو سکے یہ معنی کہ ہمارے واسطے تمہاری دعا سے اس قدر خرق عادات کرے یا نہ کرے فرمایا ڈرو اللہ سے یعنی بندہ چاہیئے اللہ کو نہ آزماوے کہ میرا کہا مانتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ خاوند بہتیری مہربانی کرے **ف۲** یعنی برکت کی امید پر مانگتے ہیں اور معجزہ ہمیشہ مشہور رہے آزمانے کو نہیں **ف۳** کہتے ہیں وہ خوان اترا یک شنبہ کو کہ وہ روز نصاریٰ کی عید ہے جیسے ہم کو روز جمعہ **ف۴** بعضے کہتے ہیں وہ خوان اترا چالیس روز تک پھر بعضوں نے ناشکری کی یعنی حکم ہوا تھا کہ فقیر اور مریض کھاویں محفوظ اور چنگے بھی لگے کھانے پھر قریب اسی آدمی سور اور بندر ہو گئے یہ عذاب پہلے یہود میں ہوا تھا پیچھے کسی کو نہیں ہوا اور بعضے کہتے ہیں کہ اترا نہیں یہ تہدید سن کر مانگنے والے ڈر گئے نہ مانگا لیکن پیغمبر کی دعا عبث نہیں اور اس کلام میں نقل کرنا بے حکمت نہیں شاید اس دعا کا اثر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی اُمت میں آسودگی مال سے ہمیشہ رہے اور جو کوئی ان میں ناشکری کرے یعنی دل کے چین سے عبادت میں نہ لگے بلکہ گناہ میں خرچ کرے تو شاید آخرت میں سب سے زیادہ عذاب پاوے اس میں مسلمان کو عبرت ہے کہ اپنا مدعا خرق عادت کی راہ سے نہ چاہے کہ پھر اس کی شکر گزاری بہت مشکل ہے۔ اسباب ظاہری پر قناعت کرے تو بہتر ہے۔ اس قصے میں بھی ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کے آگے حمایت پیش نہیں جاتی۔

فتح الرحمن **ف۱** حاصل اینست کہ الہام فرستاد بسوئے حواریان در ان مدت کہ معجزہ طلب کردند و بر حسب مراد دیدند ۱۲ **ف۲** بعد از ان خوانی نازل شد از آسمان بروی گوشت و نان پس خوردند و سیر شدند واللہ اعلم ۱۲۔

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ

کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے کہا ۱۸۲

سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ

تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا مجھ کو حق نہیں اگر میں نے

قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ

یہ کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے

اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ

بیشک تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا ف۱ میں نے کچھ نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ

بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان سے خبردار تھا ۱۸۳ جب تک

فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَاَنْتَ

ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی ف۲ اور تو

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ

ہر چیز سے خبردار ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے ۱۸۴

وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ

اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا فرمایا اللہ نے ۱۸۵

هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ

یہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کے ان کا سچ ان کے لئے ہیں باغ

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں گے انہی میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ

ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی ہے بڑی کامیابی اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت ۱۸۶

۱ اصل مقصود یہ سوال ہے یعنی ان انعامات کی موجودگی میں تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا ۱۲۔ ۲ اذ قال (رکوع ۱۵) اس قال کے متعلق ہے اس لئے وہاں اذکر نکالنے کی ضرورت

۳ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب ہے جو پانچ شقوں پر مشتمل ہے ۴ پہلی شق ۵ دوسری شق ۱۲ ۶ تیسری شق ۱۲ ۷ چوتھی شق ۱۲ ۸ پانچویں شق ۱۲ ۹ سورت کے دونوں مضمونوں کا خلاصہ [illegible] نفی شرک [illegible]

اور ازدیاد یقین اور عینی مشاہدے کی خاطر اس معجزے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ **۱۷۹** حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر واقعی تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرو اور اس معجزے کا مطالبہ نہ کرو کیونکہ جب طلب‌کردہ اور منہ مانگے معجزے کا انکار کیا جائے تو اس پر اللہ کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔ قَالُوْا نُرِیْدُ الخ اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے سامنے آسمان سے دسترخوان اترے اور ہم اس میں سے کھانا تناول کریں تاکہ ہمارا یقین اور پختہ ہو جائے اور آپ کی صداقت کا ہمیں مشاہدہ ہو جائے اور ہم اس واقعہ کی ان لوگوں کے سامنے گواہی دیں جو اس وقت موجود نہ ہوں۔ **۱۸۰** یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے جس میں انہوں نے اللہ سے مائدہ اتارنے کی التجا کی قَالَ اللّٰهُ الخ اللہ نے فرمایا میں ایک بار چھوڑ بار بار مائدہ اتارنے کو تیار ہوں لیکن یاد رکھو مائدہ اترنے کے بعد جو شخص انکار کرے گا اسے ایسا سخت عذاب دوں گا کہ دنیا میں ایسا سخت عذاب کسی اور کو نہیں دوں گا۔ چنانچہ مائدہ اتار گیا جن کو اللہ نے توفیق دی ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا اور جنہوں نے اس کے بعد کفر کیا اللہ نے ان کو دنیا میں خنزیر بنا دیا اور آخرت میں بھی ان کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب مائدہ اترنے کے بعد کفر کرنے پر سخت عذاب کی دھمکی نازل ہوئی تو انہوں نے کہا پھر ہمیں مائدہ کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اللہ نے مائدہ نہیں اتارا لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مائدہ اترا تھا اور یہی صحیح ہے۔ وَاختلف العلماء فی المائدة ھل نزلت ام لا فالذی علیہ الجمھور وھو الحق نزولھا الخ (قرطبی ج ۶ ص ۳۶۹) والجمھور علی الاول وھو المعول (روح ج ۷ ص ۶۳) **۱۸۱** بُعدِ عہد کی وجہ سے پہلے وَاِذْ قَالَ کا اعادہ ہے اور ظرف کا متعلق قَالَ مؤخر ہے یعنی قَالَ سُبْحٰنَكَ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات گنا کر ان سے اصل سوال پوچھے گا ءَاَنْتَ قُلْتَ الخ یعنی تیرے بعد تیری امت نے تجھ کو اور تیری والدہ کو معبود بنا لیا تھا وہ تم دونوں کو غیب دان اور کارساز سمجھ کر حاجات میں غائبانہ پکارتے اور تمہارے نام کی نذریں منتیں دیتے تھے کیا تو ہی نے ان انعامات کے ہوتے ہوئے ان کو یہ تعلیم دی تھی کہ تم مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود اور کارساز بنا لینا اور حاجات میں پکارنا۔ **۱۸۲** یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سوال مذکور کا جواب ہوگا۔ جواب پانچ شقوں پر مشتمل ہے پہلی شق سُبْحٰنَكَ اے میرے اللہ! تو اس سے پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو تیرے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں اور نہ کوئی تیرے سوا نذر و منت کا مستحق ہے۔ دوسری شق۔ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ الخ میرے لئے یہ بات ہرگز جائز نہ تھی کہ میں ایسا دعویٰ کروں جس کا مجھے کوئی حق نہیں کیونکہ معبود وہی ہو سکتا ہے جو غیب دان اور متصرف و کارساز ہو اور مجھ میں یہ صفتیں موجود نہیں۔ تیسری شق اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ اے میرے اللہ! تو تو تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ تجھے میرے دل کی باتیں بھی معلوم ہیں اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے سوا کارساز بنا لو تو تجھے اس کا علم ہوتا۔ چوتھی شق مَا قُلْتُ لَهُمْ اے میرے اللہ مجھے تو نے رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا اور مجھے توحید کا اعلان کرنے کا حکم دیا تو میں نے ان سے وہی کچھ کہا جس کا تو نے مجھے حکم فرمایا کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور صرف اسی کو غیب دان اور کارساز سمجھو اور اسی کو پکارو۔ پانچویں شق وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا الخ میرے اللہ! جب تک میں ان میں موجود رہا اس وقت تک تو ان کی نگرانی کرتا رہا اور ان کو خالص تیری توحید کی ٹھیک ٹھیک تعلیم دیتا رہا لیکن جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا اس کے بعد کا مجھے علم نہیں وہ کیا کرتوت کرتے رہے۔ اس وقت تو ہی ان کا نگہبان تھا یہاں تَوَفّی کے معنی پورا پورا لے لینے

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید خدائے تعالیٰ روز قیامت نعمتہائے خود عیسیٰ علیہ السلام یاد دہد بعد از ان سوال کند کہ خود را الٰہ می گفتی یا نہ بجہت تاکید و برائے قطع شبہہ نصاریٰ بالغ وجوہ واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** یعنی بر آسمان بردی مرا ۱۲

کے ہیں کیونکہ تَوَفَّیْتَنِیْ یہاں کُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا کے مقابلے میں آیا ہے تو اس بات کی دلیل ہے کہ توفی سے یہاں موت مراد نہیں۔ قرآن مجید میں موت کے مقابلے میں لفظ حیات آیا ہے اور توفی کے مقابلے میں لفظ حیات استعمال نہیں ہوا لفظ توفّی کی تحقیق سورۂ آل عمران کی تفسیر میں گذر چکی ہے ملاحظہ ہو ص۱۵۴ حاشیہ نمبر ۱۸۳ لفظ شَہِیْدٌ کی پوری تحقیق سورہ بقرہ کی تفسیر میں حاشیہ (۲۷۷) کے تحت ص۳ پر گذر چکی ہے ۱۸۴ اس کی جزا محذوف ہے اور فَاِنَّہُمْ عِبَادُکَ اس کی دلیل ہے ای لم یلحقك بتعذیبہم اعتراض لانك المالك المطلق لھم (روح ص ج ۸) اسی طرح اِنْ تَغْفِرْ کی جزا بھی محذوف ہے ای لم یلحقك عجز بذلك ولا استقباح فانك القوی القادر علی جمیع المقدورات (روح)۔ یعنی اگر تو ان کو عذاب دینا چاہے تو اس میں تجھ پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور تو ان کا مالک علی الاطلاق ہے اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو ایسا کر سکتا ہے تو اس سے عاجز نہیں اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے کیونکہ تو قادر مطلق ہے اور تمام مقدورات تیری مشیت وقدرت کے تحت داخل ہیں۔ ۱۸۵ یہ ایمان والوں، توحید کو ماننے والوں اور نیک اعمال بجا لانے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے۔

۱۸۶ لِلّٰہِ خبر مقدم ہے اور تقدیم خبر افادۂ حصر کے لئے ہے یعنی زمین وآسمان کی بادشاہی اور تمام اختیارات اللہ ہی کیلئے ہیں لا لعیسٰی امہ نہ کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام کے لئے اس میں سورت کے خلاصہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں بالذات نفی شرک فی التصرف کا ذکر ہے اور ضمناً نفی شرک فعلی بھی اس میں آگئی یعنی جب زمین وآسمان کی بادشاہی اور تمام اختیارات وتصرفات اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہیں اور کسی کے لئے نہیں تو نذر ونیاز کا مستحق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں نہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام اور نہ ان کے سوا کوئی اور ۱۸۷ بقرینہ ما قبل یہاں بھی حصر ہے یعنی صرف وہی ہر چیز پر قادر ہے لا عیسٰی امہ نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ علیہما السلام۔

فائدہ ۔ رکوع ۳ میں نفی شرک فی التصرف پر یہ دلیل پیش کی گئی تھی ۔ وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پھر سورت کے آخر میں ذرا اختصار سے اسی دلیل کا اعادہ کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا کہ سورۂ مائدہ کا محور اور مرکزی نکتہ یہ ہے کہ جب سب کچھ اللہ کے قبضے اور تصرف میں ہے تو وہی کارساز ہے۔ حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے قبضہ اور اختیار میں کچھ نہیں۔ اس لئے وہ کارساز بھی نہیں اور نذر ونیاز کے مستحق بھی نہیں۔

خصوصیّات سورۂ مائدہ

(۱) اس سورت میں دو مضمون بیان کئے گئے ہیں نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف۔ نفی شرک فعلی کے سلسلے میں چار مسائل بیان ہوئے۔ تحریمات غیر اللہ تین عنوانوں سے اُحِلَّتْ لَکُمْ بَہِیْمَۃُ الْاَنْعَامِ (ع ۱) لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ (ع ۱۲) اور مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ الخ (ع ۱۴) تحریمات اللہ۔ اس کے دو عنوان ہیں غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (ع ۱) اور لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ الخ (ع ۱۳) غیر اللہ کی نذر ونیاز:۔ اس کے بھی دو عنوان ہیں۔ مَآ اُہِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ (ع ۱) اور مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ (ع ۱) اللہ کی نذریں۔ اس کے بھی دو عنوان ہیں۔ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ وَلَا الشَّہْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْہَدْیَ الخ (ع ۱) اور جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ الخ۔

۲۔ شرک فی التصرف میں زیادہ زور حضرت مسیح اور حضرت مریم علیہما السلام سے غیب دان اور کارساز ہونے کی نفی پر دیا گیا ہے۔ اور دلائل کی بجائے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ ان کے غیب دان اور کارساز سمجھنے والے کافر ہیں اور سرسری طور پر اختصار کے ساتھ

سورۂ مائدہ میں آیات توحید

(۱) قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّہْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ؕ وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (ع ۳)

(۲) قَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ؕ اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰىہُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (ع ۱۰)

(۳) لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّآ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۔ (ع ۱۰)

(۴) قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰہُ ہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ (ع ۱۰)

(۵) لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْہِنَّ ۔ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (ع ۱۶)

سُورۂ انعام

ربط باقی سورتوں کی طرح یہاں بھی سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام کے درمیان دو قسم کا ربط ہے (۱) ربط معنوی اور (۲) ربط اسمی۔ ربط معنوی یہ ہے کہ سورۂ مائدہ میں جن دو مضمونوں کو بیان کیا گیا یعنی نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف یا نفی شرک اعتقادی۔ سورۂ انعام میں انہی دونوں مضمونوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ میں پہلے نفی شرک فعلی اور اس کے بعد نفی شرک فی التصرف کا ذکر تھا لیکن سورۂ انعام میں ترتیب ذکر اس کے برعکس ہے۔ ابتداءِ سورت سے لیکر رکوع ۱۴ میں وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ تک نفی شرک فی التصرف کا بیان ہے اور اس کے بعد فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ سے لے کر سورت کے آخر تک نفی شرک فعلی کا ذکر ہے۔ دونوں سورتوں میں ان مضامین کے بیان میں بوجوہ ذیل فرق ہے۔

نفی شرک فی التصرف:۔ (۱) سورۂ مائدہ میں شرک فی التصرف کرنے والوں پر صرف فتوے صادر کئے گئے ہیں کہ وہ کافر ہیں۔ جیسا کہ فرمایا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (ع ۳، ۱۰) اور لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (ع ۱۰) لیکن شرک فی التصرف کے بطلان پر دلائل قائم نہیں کئے گئے۔ البتہ صرف ایک دلیل ذکر کی گئی ہے۔ یعنی وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ الخ (ع ۳) اس کے برعکس سورۂ انعام میں اس کے بطلان پر دلائل عقل و نقل اور وحی قائم کئے گئے ہیں اور دلائل کے سلسلے میں ہر چند دلائل کے بعد ان کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ذکر کیا گیا ہے (۲) سورۂ مائدہ میں شرک فی التصرف کے رد میں خطاب نصاریٰ سے ہے اور صرف حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے عیب دان، متصرف و مختار اور کارساز ہونے کی نفی کی گئی ہے لیکن سورۂ انعام میں تعمیم کی گئی ہے اور مذکورہ صفات کی ہر غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے خواہ کوئی ہو۔ (۳) نفی شرک فی التصرف کے سلسلۂ دلائل کے ساتھ ساتھ مشرکین کے شبہات اور ان کے دلوں میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ سوالات کی تعداد سات ہے جن میں سے بعض صراحۃً مذکور ہیں اور بعض جوابات کے ضمن میں۔ اور اس کے پہلو بہ پہلو تبلیغ اور اشاعت توحید کے طریق کار کی تعلیم بھی دی گئی ہے کہ لوگوں کے سامنے مسئلہ توحید کس طرح پیش کرنا چاہئے اور اس کی تبلیغ کا احسن طریق کیا ہے لیکن سورۂ مائدہ میں ان باتوں میں سے کوئی بات مذکور نہیں (۴) اختتام دلائل سے ذرا پہلے مشرکین کے انکار کی وجوہات کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی جب مسئلہ توحید بالکل واضح ہو گیا اور شرک فی التصرف کے بطلان پر ہر قسم کے دلائل بھی قائم کر دئیے گئے، مشرکین کے شکوک و شبہات کا بھی ازالہ کر دیا گیا اور مسئلہ توحید کی تبلیغ بھی نہایت عمدہ اور احسن طریق سے کی گئی ہے۔ تو ان تمام باتوں کے باوجود وہ مسئلہ توحید کو کیوں نہیں مانتے اور اس کے انکار پر کیوں اڑے ہوئے ہیں۔ یہ وجوہات بھی سات ہیں۔

نفی شرک فعلی:۔ دونوں سورتوں میں مسئلہ نفی شرک فعلی کے بیان میں بوجوہ ذیل فرق ہے (۱) سورۂ مائدہ میں تحریمات غیر اللہ کے بیان کے لئے تین تعبیریں اختیار کی گئی ہیں۔ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ، لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ اور مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ الخ اور سورۂ انعام میں ان کے علاوہ تحریمات غیر اللہ کی باقی شقیں بیان کی گئی ہیں۔ (۲) نفی شرک فعلی کے تحت غیر اللہ کی نذروں میں مَا ذُبِحَ سے جانوروں کا حکم صراحۃً بیان کیا گیا خواہ بوقت ذبح ان پر بسم اللہ پڑھی جائے یا نہ اور مَآ اُهِلَّ میں اناج وغیرہ کا حکم ضمناً مذکور تھا لیکن سورۂ انعام میں نذر غیر اللہ کی بہت سی صورتوں کا حکم صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح چوپایوں سے غیر اللہ کی نذر و نیاز دینا حرام ہے۔ اسی طرح غلوں، پھلوں اور میووں سے بھی غیر اللہ کی نذر و منت ناجائز اور حرام ہے۔ (۳) مائدہ میں مشرکین کے دلائل ذکر نہیں کئے گئے لیکن انعام میں شرک پر مشرکین کی سب سے بڑی دلیل ذکر کی گئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ مشرکین کی بڑی سے بڑی دلیل بھی کس قدر نامعقول اور کمزور ہے۔ مشرکین کی شرک اور تحریمات غیر اللہ کے جواز پر بڑی سے بڑی دلیل یہ ہے۔ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ (ع ۱۸) (۴) سورۂ مائدہ میں نفی شرک فعلی پر کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی۔ لیکن سورۂ انعام میں دلیل نقل اور دلیل وحی کا ذکر کیا گیا۔ دلیل نقل یہ ہے ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ الخ اور دلیل وحی یہ ہے وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ (ع ۲۰) (۵) سورۂ مائدہ میں تحریمات غیر اللہ کے مقابلے میں تحریمات اللہ کا ذکر کیا گیا اور سورۂ انعام میں بطور تتمہ تحریمات اللہ کی باقی شقیں بیان کی گئی ہیں اور اس میں اللہ کی نذر و نیاز کا ذکر نہیں کیا گیا۔

ربط اسمی:۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے انعامات کا مائدہ (دستر خوان) نازل فرمائے گا بشرطیکہ تم انعام و حرث (چوپایوں اور کھیتیوں) میں غیر اللہ کی نیازیں نہ دو اور غیر اللہ کی تحریمیں نہ کرو۔

خلاصہ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اس سورت میں دو مضمون بیان کئے گئے ہیں اس لحاظ سے اس سورت کے دو حصے ہیں پہلا حصہ ابتداءِ سورت سے لیکر رکوع ۱۴ میں اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ تک ہے اس میں نفی شرک فی التصرف کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا حصہ اس کے متصل بعد فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے لیکر رکوع ۱۹ میں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تک ہے جس میں نفی شرک فعلی کا مضمون ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا سے دونوں مسئلوں پر دلیل نقلی اور وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ سے دونوں پر دلیل وحی ذکر کی گئی ہے یعنی پہلے تورات میں بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عیب دان اور کارساز نہیں اور اس کے سوا کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں۔ پھر تورات کے بعد قرآن میں بھی دونوں مسئلوں کی وضاحت کی گئی ہے اس لئے قرآن کی پیروی کرو۔ پھر سورت کے آخری رکوع میں قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ سے آخر سورت تک دونوں مضمونوں کا اجمالی طور پر اعادہ کیا گیا ہے دونوں مضمونوں کو ہر قسم کے دلائل سے مدلل و مبرہن کیا گیا ہے۔

پہلا حصہ

پہلے حصے میں دلائل کے علاوہ مضامین کے تین اور سلسلے ضمناً بھی آ گئے (۱) سلسلۂ رد شبہات مشرکین (۲) سلسلۂ طریق تبلیغ اور (۳) سلسلہ بیان وجوہ انکار مشرکین۔ ہر سلسلہ سات شقوں پر مشتمل ہے۔

نفی شرک فی التصرف پر دلائل

پہلے حصے میں نفی شرک فی التصرف پر عقلی و نقلی اور وحی کے سولہ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ گیارہ دلائل عقلیہ، دو دلائل نقلیہ اور تین دلائل وحی سلسلۂ دلائل کے درمیان چند دلائل کے بعد تین بار ان کا ثمرہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ پہلی عقلی دلیل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تا يَكْسِبُوْنَ (ع ۱) اس دلیل کا مدعیٰ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کارساز اور غیب دان کوئی نہیں۔ دوسری عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (ع ۲) یعنی جب تم زمین و آسمان کا مالک اللہ ہی کو مانتے ہو تو اس کے سوا کارساز بھی کوئی نہیں۔ اس کے بعد تخویف اخروی ہے۔ تیسری عقلی دلیل وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (ع ۲) چوتھی عقلی دلیل وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ تا وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (ع ۲) یعنی نفع و ضرر اللہ کے اختیار میں ہے لہذا اس کے سوا کوئی متصرف و کارساز نہیں۔ اس کے متصل بعد قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً سے لے کر اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ تک مذکورہ چاروں عقلی دلائل کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں۔ اس کے بعد زجریں اور تخویفیں ہیں۔ پانچویں عقلی دلیل وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ تا يُحْشَرُوْنَ (ع ۴) ہر جاندار کا روزی رساں اور کارساز اللہ ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اس کے بعد زجر ہے۔ چھٹی عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ تا تُشْرِكُوْنَ (ع ۴) اس کے بعد تخویف اخروی ہے۔ ساتویں عقلی دلیل قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ تا ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ (ع ۵) دلیل نمبر ۷ سے معلوم ہوا کہ متصرف و مختار اور کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے بعد قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ سے چھٹی دلیل کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد زجر و تخویف اور بشارت وغیرہ کا ذکر ہے۔ آٹھویں عقلی دلیل وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ تا لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى (ع ۷) اس سے ثابت ہوا کہ اصول، ان کے تحت کلیات اور کلیات کے جزئیات سب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ نویں عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تا ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (ع ۸) یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں اس کے بعد تخویفیں اور زجریں ہیں پھر قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا تا وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (ع ۹) تک مذکورہ پانچوں عقلی دلیلوں کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کا کلی علم غیب صرف اللہ ہی کو ہے اور اس کے سوا کوئی غیب دان اور متصرف و کارساز نہیں۔ دسویں عقلی دلیل وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تا وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ گیارہویں عقلی دلیل اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى تا يُؤْمِنُوْنَ (ع ۱۲) اس کے بعد ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ سے لے کر وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ تک مذکورہ دونوں دلیلوں کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔ ان دونوں دلیلوں سے واضح ہوتا ہے کہ کارساز اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے سوا کوئی متصرف و کارساز نہیں۔

دلائل نقلیہ

نفی شرک فی التصرف پر دو نقلی دلیلیں ذکر کی گئی ہیں (۱) دلیل نقلی تفصیلی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سترہ انبیاء علیہم السلام سے اور اجمالی تمام انبیاء علیہم السلام سے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ تا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ (ع ۹) اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ سترہ انبیاء علیہم کے نام گنا کر اور باقیوں کا اجمالی ذکر کے سب کی طرف سے بیان فرمایا کہ وہ سب شرک سے بیزار اور توحید کے مبلغ تھے۔ وہ سب اللہ ہی کو غیب دان اور متصرف و کارساز مانتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے تھے۔ دوسری نقلی دلیل امم سابقہ کے علماء سے بیان کی گئی ہے وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ تا فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (ع ۱۴) یعنی اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے علماء بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ توحید آپ پر اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے اور وہ حق ہے۔

دلائل وحی

نفی شرک فی التصرف پر تین دلائل وحی ذکر کئے گئے ہیں۔ پہلی دلیل وحی وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (ع ۲) یعنی سب سے بڑی شہادت تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس نے قرآن میں مجھ پر یہ وحی کی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی متصرف و مختار اور نافع و ضار نہیں۔ دوسری دلیل وحی وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ الخ (ع ۱۱) یعنی پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم یہ تھی کہ اللہ کے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں اور سب کے آخر میں ہم نے اپنے آخری رسول پر یہ کتاب (قرآن) نازل کی جو پہلے تمام نبیوں کی تعلیم کی تصدیق کرتی ہے۔ تیسری دلیل وحی اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الخ (ع ۱۳) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی وحی کا اتباع کروں کہ اللہ کے سوا کوئی متصرف و مختار و کارساز نہیں

ردّ شبہاتِ مشرکین

پہلے حصے میں مشرکین کے سات شبہات یا سوالات کا جواب دیا گیا ہے ان میں سے بعض یہاں مذکور ہیں اور بعض یہاں مذکور نہیں بلکہ قرآن مجید میں کسی دوسری جگہ مذکور ہیں۔ پہلا سوال یہ تھا کہ خدا کی طرف سے ان کے نام پر لکھی ہوئی کتاب آئے جسے وہ خود پڑھ لیں یہ سوال سورۂ بنی اسرائیل ع ۱۰ میں وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ سے مذکور ہے یہاں وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ (ع ۱) سے اس کا جواب دیا کہ اگر ہم لکھی لکھائی کتاب نازل کرتے تو اس میں بھی یہی مسئلہ توحید ہی مذکور ہوتا اور وہ اسے بھی جھٹلا دیتے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ اس پیغمبر کے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو اس کی صداقت کا اعلان کرتا یہ سوال یہاں وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ (ع ۱) میں مذکور ہے اور سورۃ الفرقان میں اس پر یہ اضافہ ہے۔ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا (ع ۱) اور وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ (ع ۱) سے اس کا جواب دیا گیا کہ اگر پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ فرشتہ نازل کیا جاتا تو انکار کرنے کی صورت میں انہیں فوراً ہلاک کر دیا جاتا اور لمحہ بھر مہلت نہ دی جاتی۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو پیغمبر بھیجنا منظور تھا تو کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر کیوں نہ بھیج دیا یہ سوال بھی یہاں مذکور نہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (ع ۱۱) سے مفہوم ہوتا ہے اسکا جواب وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (ع ۱) میں دیا گیا کہ اگر فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو لامحالہ انسانی شکل ہی میں آتا اور ان کا اعتراض اسی طرح بحال رہتا۔ چوتھا سوال یہ تھا کہ ان کا منہ مانگا معجزہ کیوں نہیں ان کو دیا جاتا تو اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ معجزہ اتارنے پر تو قادر ہے لیکن اکثر لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے حالانکہ اصل مقصد تو یہ ہے لوگ ایمان لائیں یہ سوال و جواب وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ تا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (ع ۴) میں مذکور ہے۔ پانچواں سوال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دولت مند آدمی کو رسول بنا کر کیوں نہ بھیجا یہ سوال سورۂ زخرف ع ۳ میں وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ سے ذکر کیا گیا ہے۔ چھٹا سوال یہ تھا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو ہمیں غیب کی باتیں بتاتا اور ملک شام کی منڈیوں میں اشیاء کے نرخ بتا دیتا یہ سوال حدیث میں مذکور ہے۔ ساتواں سوال یہ تھا کہ یہ پیغمبر خوب ہے کہ ہماری طرح بازار سے سودا سلف خریدتا اور کھاتا پیتا ہے۔ اگر پیغمبر ہوتا تو ایسا نہ کرتا یہ سوال سورۃ الفرقان ع ۱ میں مذکور ہے۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ

الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ان تینوں سوالوں کا جواب قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ (ع ۵) سے دیا گیا۔

طریقہ تبلیغ کی تعلیم

نفی شرک فی التصرف کے بیان میں سات طریقہائے تعلیم مذکور ہیں۔ طریق تعلیم اول قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ (ع ۲) آپ اعلان کر دیجئے کہ جو اللہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جو خود بے نیاز اور سب کا کارساز ہے کیا اسے چھوڑ کر میں غیر اللہ کو کارساز بنا لوں؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ طریق تعلیم دوم قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ الخ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کروں اور مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤں۔ طریق تعلیم سوم قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ تمہیں نہ تو اللہ کا خوف ہے نہ اس کے عذاب کا ڈر لیکن میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں کہ اگر اس کی نافرمانی کروں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک بناؤں اور اس کے سوا کسی کو غیب دان اور کارساز سمجھوں تو وہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے۔ طریق تعلیم چہارم قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (ع ۷) آپ فرما دیجئے مجھے تو ان معبودانِ باطلہ کو پکارنے سے منع کر دیا گیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ طریق تعلیم پنجم قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ میں تمہاری باطل خواہشات کی پیروی نہیں کر سکتا اگر میں ایسا کروں تو گمراہی میں جا پڑوں اور ہدایت سے دور ہو جاؤں کیونکہ تمہاری خواہشات یہ ہیں کہ میں بھی غیر اللہ کو غیب دان اور کارساز سمجھوں حالانکہ یہ صریح گمراہی ہے۔ طریق تعلیم ششم قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ میرے پاس تو اللہ کی توحید کے واضح دلائل موجود ہیں ان کی موجودگی میں میں توحید کی راہ کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں تم نے تو کور باطنی کی وجہ سے اس کی تکذیب کر دی۔ طریق تعلیم سفتم قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ جس چیز یعنی عذاب کا تم مطالبہ کر رہے ہو اگر وہ چیز میرے اختیار میں ہوتی تو کب کا میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا لیکن یہ سب کچھ اللہ کے اختیار و تصرف میں ہے میرے بس میں نہیں ہے۔ ساتواں طریق تعلیم نفی شرک فی التصرف پر دلیل بھی بن سکتا ہے کہ غائبانہ حکم اور تصرف صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

بیانِ وجوہِ انکارِ مشرکین

سورۃ انعام میں مشرکین کے انکار کی سات وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ پانچ حصہ اول میں اور دو حصہ دوم میں۔ ہر وجہ لفظ كَذٰلِكَ سے بیان کی گئی ہے۔ ان جگہوں میں کاف تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ بیان کمال کے لئے ہے۔ پہلی وجہ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ الخ (ع ۷) یعنی وہ ماننے والوں کو حقیر سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ جس دین کو ایسی معمولی پوزیشن کے لوگوں نے مانا ہے بھلا وہ بھی سچا ہو سکتا ہے؟ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسئلہ توحید جس قدر زیادہ کھول کر بیان کیا جاتا اور مشرکین کے کرتوت جس قدر رد واضح کئے جاتے اسی قدر ان کا بغض وعناد زیادہ ہو جاتا اور وہ انکار کرنے لگتے۔ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ (ع ۷) میں دوسری وجہ بیان کی گئی ہے۔ تیسری وجہ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ (ع ۱۳) یعنی ہم آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں لیکن مشرکین پیغمبر علیہ السلام پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ کسی سے سیکھ کر آیا ہے۔ چوتھی وجہ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ (ع ۷) مشرکین کو مشرکانہ اعمال خوبصورت اور بھلے معلوم ہوتے ہیں اس لئے وہ مسئلہ توحید کو نہیں مانتے۔ آگے چل کر كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ میں اس وجہ کا اعادہ کیا گیا ہے۔ پانچویں وجہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ الخ (ع ۱۴) یہ ماقبل سے علی سبیل الترقی ہے۔ یعنی شیاطین انس اور شیاطین جن نبی کے دشمن ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالتے رہتے ہیں اور ان کو پیغمبر سے بدظن کرتے رہتے ہیں کہ یہ تو نبیوں اور ولیوں کا بے ادب ہے۔ چھٹی وجہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا الخ (ع ۱۵) ہر بستی کے بڑے لوگ عموماً مجرم ہوتے ہیں اور دیگر لوگوں کو مکر فریب سے گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ ساتویں وجہ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ع ۱۵) شرک کی وجہ سے تمام مشرکین ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں اور متحدہ طور پر مسئلہ توحید کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا آج کل کے مشرکین کے رد و انکار کی وجوہ بھی بعینہ یہی ہیں۔

دوسرا حصہ

دوسرے حصہ میں شرک فعلی کی صرف تین شقوں کا ذکر ہے۔ (۱) تحریمات غیر اللہ (۲) تحریمات اللہ اور (۳) نذور غیر اللہ۔ چوتھی شق یعنی اللہ کی نذر و نیاز کا ذکر اس سورت میں نہیں کیا گیا کیونکہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کی نفی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نذریں منتیں صرف اللہ کے نام کی دینی چاہئیں۔

تحریمات غیر اللہ

سورۂ مائدہ میں تحریمات غیر اللہ کو تین عنوانوں سے ذکر کیا گیا جیسا کہ ابھی بیان ربط میں مذکور ہوا۔ سورۂ انعام میں اس مسئلہ کو چار مختلف عنوانات سے ذکر کیا گیا ہے۔ جو تحریمات غیر اللہ کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں (۱) فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ تا۔ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (ع ۱۴) یعنی جن چوپایوں کو تم نے غیر اللہ کی خاطر نامزد کر رکھا ہے مثلاً سائبہ، بحیرہ وغیرہ جب ان کو خالص اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے تو انہیں کھاؤ۔ جن چوپایوں کو اللہ کا نام لیکر ذبح کیا گیا ان کو تم کیوں نہیں کھاتے ہو۔ انہیں کھاؤ اور تحریمات کو اٹھاؤ۔ (۲) وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ۔ تا۔ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (ع ۱۶) اس عنوان کے تحت تحریمات مشرکین کی چار صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اول کچھ چوپایوں اور کھیتیوں کو وہ اپنے معبودانِ باطلہ کے لئے نامزد کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کو کوئی نہیں کھا سکتا۔ دوم کچھ چوپایوں پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے کو حرام کر دیتے تھے۔ سوم جن چوپایوں کو غیر اللہ کی خاطر حرام کر دیتے تھے ذبح کے وقت ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے تھے چہارم بعض مادہ چوپایوں کے متعلق وہ فیصلہ کر دیتے تھے کہ ان کے پیٹ کا بچہ اگر زندہ پیدا ہو تو ان کے مردوں کے لئے حلال ہے اور ان کی عورتوں کے لئے حرام ہے اور اگر مردہ پیدا ہو تو دونوں جنسوں کے لئے جائز ہے۔ فرمایا یہ تمام صورتیں باطل اور ان کی خود ساختہ ہیں اس پر ان کو سخت سزا ملے گی تم ان تحریمات کو اٹھاؤ اور ان چیزوں کو کھاؤ۔ (۳) اس کے بعد وَحَرَّمُوْا

مَا رَزَقَهُمُ اللّٰہُ سے تحریمات غیر اللہ کا اعادہ کیا گیا ہے (۴) وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَۃً وَّفَرْشًا ۔ تا ۔ اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ اِذْ وَصّٰکُمُ اللّٰہُ بِھٰذَا (ع ۱۷) یہاں اللہ تعالیٰ نے چوپایوں کی آٹھ انواع بیان فرمائیں ۔ ضَأن ۔ نر و مادہ (دنبہ اور دنبی) یہاں بھیڑ اور مینڈھا بھی اس میں داخل ہیں ۔ معز ۔ نر و مادہ (بکری اور بکرا) ابل ۔ نر و مادہ (اونٹ اور اونٹنی) بقر ۔ نر و مادہ (گائے اور بیل) بھینس اور بھینسا بھی بقر میں داخل ہیں ۔ اور پھر مشرکین سے ان اشیاء کی تحریم پر عقلی اور نقلی دلیل کا مطالبہ کیا ۔ فرمایا کیا اللہ نے ان چوپایوں کے نروں کو حرام فرمایا ہے یا ان کی ماداؤں کو یا ان بچوں کو جو ماداؤں کے ارحام میں ہیں ۔ کیا اس پر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل ہے ؟ اگر نہیں تو نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ الخ تو کوئی نقلی دلیل ہی پیش کر دو ۔ یہ مشرکین کو ایک قسم کا چیلنج ہے ۔ لیکن مشرکین کے پاس چونکہ کوئی دلیل نہیں تھی نہ عقلی نہ نقلی اس لئے عاجز ہو کر کہنے لگے وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ (ع ۱۸) یعنی اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہم شرک کریں اور اپنی طرف سے تحریمیں کریں ۔

تحریمات اللہ

سورۂ مائدہ میں تحریمات اللہ کی صرف ایک صورت بیان کی گئی یعنی غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ لیکن سورۂ انعام میں تحریمات اللہ کی باقی ماندہ بہت سی صورتیں ذکر کی گئی ہیں ۔ سورۂ انعام میں تحریمات اللہ کا ایک دفعہ ذکر کیا گیا ہے ۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ ۔ تا ۔ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (ع ۱۹) ان آیتوں میں حسب ذیل تحریمات الٰہیہ مذکور ہیں ۔ شرک ہر قسم ۔ عقوق والدین ۔ اور ان کی حق تلفی ۔ قتل اولاد ۔ تمام فواحش و منکرات ۔ قتل ناحق ۔ اکل مال یتیم ناحق ۔ ناپ تول میں کمی بیشی وغیرہ ۔

غیر اللہ کی نذر و نیاز

سورہ مائدہ میں نذر غیر اللہ کو مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ اور وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ سے ذکر کیا گیا لیکن سورۂ انعام میں اس مسئلہ کو پانچ مختلف عنوانوں کے ساتھ چار دفعہ ذکر کیا گیا ہے جس میں نذر غیر اللہ کی تمام صورتیں آ گئی ہیں ۔ (۱) قَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ (ع ۱۴) یعنی جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل اللہ تعالیٰ تمہیں بتا رہا ہے ۔ یہاں نذر غیر اللہ کا ذکر اجمالی ہے تفصیل آگے آ رہی ہے ۔ (۲) وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا ۔ تا ۔ فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ (ع ۱۶) یہاں انعام (جانوروں) کے ساتھ حرث (غلہ اور پھل وغیرہ) کا ذکر بھی صراحت سے کیا گیا ہے جس طرح جانوروں سے غیر اللہ کی نذر حرام ہے اسی طرح غلوں میووں اور پھلوں سے بھی حرام ہے ۔ علیٰ ہذا وَکَذٰلِکَ زَیَّنَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِھِمْ ۔ تا ۔ فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ میں نذر غیر اللہ کی ایک اور صورت کا ذکر کیا بعض مشرکین اپنے معبودان باطلہ کی خاطر اپنے بچوں کو ان کی بھینٹ چڑھا دیتے ۔ اس آیت میں اس مشرکانہ فعل کی مذمت فرمائی ۔ (۳) قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَھُمْ الخ سے نذر غیر اللہ تیسری بار ذکر کیا گیا (۴) وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ ۔ تا ۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (ع ۱۷) یہاں مختلف قسم کی پیداوار پھلوں میووں کی انواع و اقسام کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان سے خالص اللہ کا حق ادا کرو اور ان میں سے غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز مت نکالو ۔ (۵) قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا ۔ تا ۔ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ع ۱۸) یہاں نذر غیر اللہ کو فِسْقًا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ سے تعبیر کیا گیا ۔

سورت کے دونوں حصوں کے اختتام پر ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ تَمَامًا الخ (ع ۱۹) سے دونوں مضمون (نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی) پر دلیل نقلی، اور وَھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ مُبٰرَکٌ الخ (ع ۲۰) سے دونوں مضمونوں پر دلیل وحی پیش کی گئی ہے ۔ یعنی پہلے تورات میں نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی کو تفصیل سے بیان کیا گیا ۔ پھر قرآن نے بھی تورات کے مطابق اعلان کیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب دان اور کارساز نہیں ۔ نیز اس نے تحریمات مشرکین کو حلال اور غیر اللہ کی نذر و نیاز کو حرام قرار دیا ہے ۔ پھر خاتمہ سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین اعلان کرائے گئے ہیں ۔ (۱) قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ ۔ تا ۔ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یعنی اللہ نے عقلی اور نقلی دلائل سے صراط مستقیم کی طرف میری رہنمائی فرمائی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے جو شرک سے سخت بیزار تھے (۲) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ ۔ تا ۔ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی میں اللہ کے سوا کسی کو غیب دان اور کارساز نہیں سمجھتا ہوں اور میری تمام عبادتیں اور میرا مرنا جینا سب کچھ محض اللہ کے لئے ہے جو ہر قسم کے شرک سے پاک ہے (۳) قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ یعنی جو اللہ کائنات کے ذرے ذرے کا مالک اور رازق ہے کیا اسے چھوڑ کر میں کسی اور کو اپنا رب اور کارساز بنا لوں ؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا یہ تو عقل و نقل کے صریح خلاف ہے ۔ سورت کے آخر میں اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ سے مسئلہ توحید کا انکار کرنے والوں کے لئے تخویف اخروی اور وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ سے مسئلہ توحید کو ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

حصہ اول

نفی شرک فی التصرف یا نفی شرک اعتقادی

سورۂ انعام سے قرآن مجید کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو سورۂ بنی اسرائیل کے آخر تک ہے۔ اس حصے کا مرکزی مضمون ربوبیت ہے یعنی اس حصے میں زیادہ تر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد اس کو حد کمال تک پہنچانے والا اور ہر چیز کی دیکھ بھال کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ ۱ہ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۲۰

آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

ع ۱۶ ۵ ۲

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمْسٌ اَوْ سِتٌّ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ انعام مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ آیتیں ہیں اور ۲۰ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین اور بنایا

الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ڛ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ

اندھیرا ف۱ اور اجالا پھر بھی یہ کافر اپنے رب کے ساتھ

يَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى

اوروں کو برابر کئے دیتے ہیں ف۱ وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر مقرر کر دیا

اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَ

ایک وقت اور ایک مدت مقرر ہے اللہ کے نزدیک ف۲ پھر بھی تم شک کرتے ہو اور

هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ

وہی ہے اللہ آسمانوں میں ف۳ اور زمین میں ف۳ جانتا ہے تمہارا چھپا اور

جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ

کھلا اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی

مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۴

ان کے رب کی نشانیوں میں سے ف۴ مگر کرتے ہیں اس سے تغافل

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ

سو بے شک جھٹلایا انہوں نے کو جب ان تک پہنچا سو اب

حصہ اول سورت تا اعلم بالمہتدین نفی شرک فی التصرف ۱۲

[illegible]

خلاصہ کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے کہ سورۂ انعام کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ سورت کی ابتداء سے لیکر رکوع ۱۴ میں وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ تک ہے اس حصے میں نفی شرک فی التصرف کا ذکر کیا گیا ہے اور مسئلہ توحید پر عقلی و نقلی اور وحی سے گیارہ دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ نو دلائل عقلیہ، دو نقلی دلیلیں اور تین دلائل نقلی۔ حمد سے صفات الوہیت مراد ہیں جیسا کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے ملاحظہ ہو ص ۲ حاشیہ ۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ایک دعویٰ ہے۔ یعنی وہ تمام صفات کارسازی جنہیں تم اپنے معبودوں کے لئے ثابت کرتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور تمہارے معبودوں میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ اَلَّذِیْ اسم موصول تعلیل کے لئے ہے اور اس کا صلہ مذکورہ دعویٰ پر پہلی عقلی دلیل ہے۔ یعنی زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا۔ اندھیرے اور اجالے کو بنانے والا اور تمام انسانوں کو پیدا کرنے والا اور ان کے تمام حالات کو جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا کارساز اور متصرف بھی وہی ہے اس لئے اسی کو پکارو۔ چونکہ مشرکین اس بات کو مانتے تھے کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (لقمان ع ۳) اس لئے اس مسلمہ حقیقت کو بطور حجت ذکر فرمایا۔ ۳ہ ظلمت سے گمراہی اور نور سے ہدایت مراد ہے۔ چونکہ گمراہی کے راستے بہت ہیں اور نجات و ہدایت کا راستہ ایک ہی ہے یعنی اسلام۔ اس لئے ظلمات کو جمع اور نور کو واحد استعمال کیا گیا۔ لان المراد بالظلمة الضلال۔ وهو متعدد وبالنور الهدى وهو واحد (روح ج ۷ ص ۸۵)۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ میں ثُمَّ استبعاد کے لئے ہے یعنی جب تم کو معلوم ہو گیا کہ ہر شے کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو یہ بات عقل سے بعید ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دو اور اس کو اللہ کی طرح متصرف سمجھو وهو للاستبعاد (جامع البیان ص ۱۱۲) وثم لاستبعاد ما وقع من الذين كفروا (روح ج ۷ ص ۸۵)۔ ۴ہ اس میں حصر ہے۔ یعنی اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اس طرح اس آیت کے باقی حصوں میں بھی حصر ہے وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ یعنی مقررہ اجل کی اسی ہی کو خبر ہے اور اس کا علم اسی کے پاس ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۔ ثُمَّ یہاں بھی استبعاد کے لئے ہے تمترون ـــ مِرْيَةٌ سے ہے یا مِرَآءٌ سے پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ پھر تم شک کرتے ہو اور دوسری صورت میں

موضح قرآن ف اندھیرا اجالا یہی رات دن ہے اور اشارت میں راہ غلط کو اندھیرا کہتے ہیں اور راہ صحیح کو اجالا سو راہ صحیح ایک ہے اس کے سوائے سب راہیں غلط ہیں وہ بہت ہیں۔ ف۲ وعدہ یعنی فنا کا وقت سو ایک اجل ہے ہر شخص کی وہ نہیں جانتا یا فرشتے جانتے ہیں اور ایک اجل ہے سب خلق کی سو کوئی نہیں جانتا اس اجل سے قیاس کر لیا اس اجل کو اور شک کرنے لگے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی معبودان باطل را ۱۲ ف۲ یعنی برائے قیام قیامت ۱۲ ف۳ یعنی متصرف فرمانروا ۱۲

پھر تم جھگڑا کرتے ہو تشکون من المریۃ او تجادلون من المراء ومعنٰے ثم استبعاد (مدارک ج ٢ ص٣) **۵** لفظ اَللّٰہ سے وصف مشہور مراد ہے یعنی فاعل اور متصرف اب حرف جار لفظ اللّٰہ کے متعلق ہوگا اور ظرفیت کا معنی درست ہوگا۔ اس آیت کی ابتداء میں حصر ہے اس لئے اس کے باقی حصوں میں بھی حصر ہوگا یعنی زمین و آسمان میں وہی متصرف ہے اور وہی تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ یہ صفتیں اللّٰہ کے سوا کسی اور میں نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کے سوا متصرف و کارساز بھی کوئی نہیں۔ **٦** وَمَا تَاْتِيْهِمْ سے يَسْتَهْزِءُوْنَ تک منکرین پر زجر و شکوہ ہے اور آیات سے دلائل توحید مراد ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں بقرینہ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ۔ تا۔ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (انبیاء ع ١ ر ٢) فقط

يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ
آئی جاتی ہے ان کے آگے حقیقت اس بات کی جس پر ہنستے تھے ف١ ف٧ کیا
يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ
دیکھتے نہیں کہ کتنی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے ف٨ امتیں جن کو جما دیا تھا ہم نے
فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ
ملک میں اتنا کہ جتنا تم کو نہیں جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے ان پر آسمان کو
عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ
لگاتار برستا ہوا اور بنا دیں ہم نے نہریں بہتی ہوئی
تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ
ان کے نیچے ف٢ پھر ہلاک کیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں پر اور پیدا کیا ہم نے ان
بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ⑥ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ
کے بعد اور امتوں کو اور اگر اتاریں ہم تجھ پر
كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ
لکھا ہوا کاغذ میں ف٩ پھر چھو لیویں وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے البتہ کہیں گے
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦ وَ
کافر یہ نہیں ہے مگر صریح جادو ف١ ف٣ اور
قَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا
کہتے ہیں کیوں نہیں اترا ف١٠ اس پر کوئی فرشتہ ف۴ اور اگر ہم اتاریں فرشتہ
لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ⑧ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ
تو طے ہو جاوے ف١١ قصہ پھر ان کو مہلت بھی نہ ملے ف٥ ف اور اگر ہم رسول بنا کر بھیجتے
مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ⑨
کسی فرشتہ کو تو وہ بھی آدمی کی ہی صورت پر ہوتا ف٦ اور ان کو اسی شبہ میں ڈالتے جس میں اب پڑ رہے ہیں

[illegible]

كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ حق کے تین معنی ہیں۔ اول اظہار حق، دوم سچی بات، سوم ظاہر اور واضح بات۔ یہاں تیسرا معنی مراد ہے۔ جب انہوں نے ایک ایسی حقیقت کا انکار کر دیا جو بالکل واضح اور ظاہر ہے تو وہ عذاب کے مستحق ہیں جیسا کہ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ کی فاء فصیحہ اس پر دال ہے۔ **٧** انباء سے دنیا اور آخرت کا عذاب مراد ہے۔ المراد ما یعم ذٰلک (العقوبات العاجلۃ والعقوبات التی تحل بھم فی الاٰخرۃ من عذاب النار ونحوہ (روح ج ٧ ص٩٣) **٨** یہ تخویف دنیوی ہے۔ مَكَّنّٰهُمْ تمکین کے معنی قدرت و ہمت عطا کرنے کے ہیں۔ مِنْ تَحْتِهِمْ میں مضاف محذوف ہے ای تحت اشجارھم او تحت قصورھم یا یہ قبضہ اور تصرف سے کنایہ ہے یعنی وہ نہریں ان کے قبضہ و تصرف میں تھیں۔ بِذُنُوْبِهِمْ۔ با سببیہ ہے۔ یعنی ان کے گناہوں اور دعوائے توحید نہ ماننے کے سبب سے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ **٩** یہ مشرکین کے سات شبہات میں سے پہلے شبہ کا جواب ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ جب تک آپ آسمانوں پر جا کر وہاں سے لکھی لکھائی کتاب نہ لے آئیں اس وقت تک ہم ایمان نہیں لائیں گے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل ع ١٠ میں ہے وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ۔ تو اس کا جواب دیا کہ اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب ان پر نازل کر دیں جسے یہ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیں لیکن پھر بھی یہ مشرکین اور کفار وہی کچھ کہیں گے جو اب کہتے ہیں کہ یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے۔ **١٠** یہ دوسرا شبہ ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ پیغمبر کے ساتھ ایک فرشتہ بھی آنا چاہئیے تھا جو انکی طرف لوگوں کو دعوت دیتا اور اس کے دعوے کی تصدیق کرتا جیسا کہ الفرقان رکوع ١ میں لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا۔ تو اس کا جواب دیا وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ یعنی اگر پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ فرشتہ آتا اور مشرکین اس کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیتے اور اس کے بعد اگر وہ پیغمبر کا انکار کر دیتے تو انہیں فوراً ہلاک کر دیا جاتا اور کچھ سوچنے کی انہیں ہرگز مہلت نہ دی جاتی۔ **١١** یہ تیسرے شبہ کا جواب ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ اگر اللّٰہ کو پیغمبر بھیجنا منظور تھا تو کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیج دیتا بشر کو اس نے پیغمبر کیوں بنایا ہے تو اس کا جواب دیا کہ اگر فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے تو لامحالہ انسانی اور بشری

موضح قرآن ف١ یعنی جس کی قسمت میں ہدایت نہیں اس کا شبہ کبھی نہیں جاتا ف٢ کہتے تھے کہ ہمارے دیکھتے فرشتہ اترے سو جب آدمی فرشتوں کو دیکھیں تو عالم غیب ظاہر ہو گئے پھر عمل کی خرابی غیب سے ظاہر میں آنے لگے۔

فتح الرحمٰن ف١ یعنی با صدق آن خبر ١٢ ف٢ زیر مساکن ایشاں ١٢ ف٣ مترجم گوید یعنی تعصب ایشاں بمرتبہ است کہ اگر نزول کتاب را بحس ظاہر ہم ببینند نیز انکار کنند واللہ اعلم ١٢ ف۴ یعنی بوجہی کہ آنرا بحس ظاہر ہم ببینند ١٢ ف٥ یعنی ظہور ملائکہ بانوعہ مستلزم ہلاک ایشانست در حکمت الٰہی ١٢ ف٦ یعنی بشکل مردی۔ ١٢

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ
اور بلاشبہ ہنسی کرتے رہے ہیں رسولوں سے تجھ سے پہلے ف۱۲ پھر گھیر لیا ان
سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٠﴾ ع قُلْ
ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے کہ جس چیز پر ہنسا کرتے تھے ف۱ تو کہہ دے
سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ
کہ سیر کرو ملک میں ف۱۳ پھر دیکھو کیا
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١١﴾ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
انجام ہوا جھٹلانے والوں کا تو پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں ف۱۴
وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ
اور زمین میں کہہ دے اللہ کا ہے اس نے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی
لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ
بیشک تم کو اکٹھا کر دے گا قیامت کے دن تک کہ اس میں کچھ شک نہیں جو لوگ
خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَهٗ مَا
نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ
سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٣﴾ قُلْ
کہ آرام پکڑتا ہے رات میں اور دن میں ف۱۵ اور وہی ہے سب کچھ سننے والا جاننے والا کہہ دے ف۱۶
اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
کیا اور کسی کو بناؤں اپنا مددگار اللہ کے سوا جو بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا
وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ
اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا تو کہہ دے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے
اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٤﴾
پہلے حکم مانوں ف۱۷ اور تو ہرگز نہ ہو شرک والا

م فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ۱۲ طریق تعلیم دوم ۱۲ تایید ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ الخ ۱۲ ای وقیل لی بقرینۃ ماقبل ۱۲

شکل ہیں ہی بھیجتے تو اس صورت میں بھی اس کے بارے میں ان کے دلوں میں وہ شبہات ہوتے جواب ہیں کہ یہ تو بشر ہے فرشتہ نہیں۔ ف۱۲ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے۔ ابوجہل، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ اور دیگر مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام سے بھی ان کی قوم کے سرکش اور معاند لوگ اسی طرح استہزاء اور تمسخر کیا کرتے تھے۔ آخر ان کو ان کی شرارتوں کی سزا مل گئی۔ تسلیۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عما یلقاہ من قومہ کالولید ابن المغیرۃ وامیۃ بن خلف وابی جہل واضرابھم (روح ج ۷ ص۱۰۱) حَاقَ بمعنی نَزَلَ یعنی نازل ہوا۔ اور منہم میں من بمعنی باء ہے اور ھُمْ ضمیر سے رسل اور مومنین مراد ہیں۔ ف۱۳ یہ تخویف دنیوی ہے۔ یعنی آپ ان منکرین اور مستہزئین سے کہیں کہ زمین میں چل پھر کر ان لوگوں کا انجام دیکھو جنہوں نے مبلغین توحید حضرات انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی۔ ف۱۴ یہ مسئلہ توحید پر دوسری عقلی دلیل ہے لیکن علی سبیل الاعتراف من الخصم یعنی دلیل میں ایک ایسی حقیقت ذکر کی گئی ہے جسے مشرکین بھی مانتے تھے کہ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے سب کا مالک اللہ ہی ہے۔ قُلْ لِّلّٰهِ یہاں ہمزۂ استفہام تقریری مقدر ہے اصل میں تھا قُلْ اَلِلّٰهِ مطلب یہ ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ یعنی اللہ نے اپنی مخلوق پر رحم کرنا اپنے ذمہ لے لیا ہے لَيَجْمَعَنَّكُمْ الخ اِلٰی بمعنی فِی ہے اور منکرین کیلئے تخویف اخروی ہے۔ ف۱۵ یہ تیسری عقلی دلیل ہے، یہ آیت از قبیل علفتہا تبناً وماءً بارداً ہے کیونکہ سکون تو صرف رات میں ہوتا ہے۔ دن میں لوگ اپنے کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اس لئے النہار سے پہلے اس سے مناسب فعل محذوف ہے اصل میں تھا وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَمَا تَنَشَّرَ فِي النَّهَارِ جیسا کہ الفرقان ع ۵ میں ہے وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا۔ تقدیم ظرف مفید حصر ہے۔ یعنی رات دن میں جو بھی ساکن و متحرک ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور کسی کا نہیں وَهُوَ السَّمِيْعُ ای لکل شیء الْعَلِيْمُ ای بکل شیء یعنی ہر چیز کا سننے والا اور ہر چیز کا جاننے والا اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں لہٰذا اس کے سوا متصرف و کارساز بھی کوئی نہیں۔ یہاں تعریف خبر مفید حصر ہے۔ ف۱۶ یہ پہلا طریق تعلیم ہے۔ وَلِيًّا یعنی کارساز فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ یہ اللہ کی صفت ہے یعنی ہر چیز کو ابتداءً پیدا کرنے والا۔ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہدیں جو آپ کو اپنے عاجز معبودوں کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں کہ کیا میں اس اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو کارساز مان لوں جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور سب کا روزی دینے والا ہے اور خود سب سے بے نیاز ہے۔ ف۱۷ یہ دوسرا طریق تعلیم ہے۔ لَا تَكُوْنَنَّ سے پہلے قیل لی محذوف ہے یعنی مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ میں اللہ کے سامنے سب سے پہلا سر جھکانے والا ہوں۔ نیز مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین کے نظریات و اعمال میں سے کچھ بھی قبول نہ کروں اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ کا مفہوم تفصیل سے انعام کے آخری رکوع میں قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الخ میں بیان کیا گیا ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی جزاء کلمہ کہ بطریق سخریہ بایشاں می گفتند ۱۲

۱۸ یہ تیسرا طریق تعلیم ہے یعنی تم لوگ تو اللہ کی معرفت اور اس کی پہچان سے بے بہرہ ہو اس لئے دن رات اس کی نافرمانیوں میں منہمک ہو اور اس کے ساتھ شرک کرتے ہو اور تمہارے دلوں میں اس کے عذاب کا کوئی ڈر خطرہ نہیں لیکن مجھے تو خطرہ ہے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں گا تو اس کے سخت عذاب کی لپیٹ میں آجاؤں گا۔

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ
تو کہہ میں ڈرتا ہوں ۱۸ اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن کے
عَظِیْمٍ ⑮ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ
عذاب سے جس پر سے ٹل گیا وہ عذاب اس دن تو اس پر
رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ⑯ وَاِنْ
رحم کر دیا اللہ نے اور یہی ہے بڑی کامیابی اور اگر
یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا
پہنچاوے تجھ کو اللہ کچھ سختی ۱۹ تو کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں سوا
هُوَ ؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
اس کے اور اگر تجھ کو پہنچاوے بھلائی تو وہ ہر چیز پر
قَدِیْرٌ ⑰ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ
قادر ہے ۲۰ اور اسی کا زور ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے
الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ⑱ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ
بڑی حکمت والا سب کی خبر رکھنے والا تو پوچھ سب سے بڑا گواہ کون ہے ۲۱
قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۫ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ
کہہ دے اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان اور اترا ہے مجھ پر ۲۲
هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ
یہ قرآن تاکہ تم کو اس سے خبردار کردوں اور جس کو یہ پہنچے
اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ
کیا تم گواہی دیتے ہو ۲۳ کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں
قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ
تو کہہ دے میں تو گواہی نہ دوں گا کہہ دے وہی ہے معبود ایک اور میں

[illegible]

کے بعد کیا تمہاری عقل مانع ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور متصرف ہے عالم الغیب کارساز ہے میری عقل تو نہیں مانتی۔ بجائے میں علانیہ براءت میں تمہارے معبودوں سے بیزار ہوں ۱۲

۱۹ یہ مسئلہ توحید پر چوتھی عقلی دلیل ہے ضُرٌّ سے مراد ہر تکلیف ہے۔ مثلاً بیماری، تنگدستی، مصیبت وغیرہ اسی طرح خیر سے ہر وہ بھلائی مراد ہے جس سے انسان کو خوشی اور سرور حاصل ہو۔ مثلاً تندرستی، دولت، آرام وراحت وغیرہ۔ آیت میں خطاب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد ہر مخاطب ہے یعنی اگر اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت یا تکلیف آجائے تو اللہ کے سوا کوئی اسے دور نہیں کرسکتا نہ کوئی پیغمبر نہ ولی اور نہ کوئی فرشتہ اور جن۔ اور اگر اللہ تعالیٰ آرام وراحت پہنچانا چاہے تو اسے بھی کوئی نہیں روک سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ تکلیف پہنچانے پر بھی اور خیر پہنچانے پر بھی۔ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ما قبل کی علت ہے اور وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ کی جزا محذوف ہے۔ ای فلا رادّ لفضله بقرینة وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (یونس ع ۱۱) ۲۰ یہ بھی دلیل ہی کا حصہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق پر غالب و قاہر ہے اور کسی کے سامنے عاجز و مغلوب نہیں ہو سکتا وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ اور وہی حکمت والا اور وہی ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ تینوں صفت کے صیغوں پر الف لام افادۂ حصر کیلئے ہے و اللام ههنا وفیما تقدم للقصر (روح ص ۱۱ ج ۷) اس عقلی دلیل سے اللہ تعالیٰ کا کمال قدرت اور کمال علم ثابت ہوگیا۔ لہٰذا جب اس کے سوا کوئی قادر مطلق اور غیب دان نہیں تو اس کے سوا کارساز بھی کوئی نہیں۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ اشارة الی کمال القدرة وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ اشارة الی کمال العلم (بحر ج ۴ ص ۹۹) ۲۱ یہ گذشتہ چاروں عقلی دلیلوں سے متعلق ہے۔ شَهَادَةً تمیز بمعنی قسم ہے یعنی کونسی چیز بڑی ہے از روئے قسم کے باشہادۃ بمعنی گواہی ہے۔ یعنی سب سے بڑی گواہی کس کی ہے۔ قُلِ اللّٰهُ الخ آپ فرما دیں سب سے بڑی گواہی تو اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے گذشتہ عقلی دلائل سے اور آگے دلیل وحی سے بیان فرما دیا ہے کہ غیب دان اور متصرف و مختار وہی ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ ۲۲ یہ نفی شرک فی التصرف پر دلیل وحی کی طرف اشارہ ہے۔ ۲۳ یہ مذکورہ چاروں عقلی دلائل کا ثمرہ ہے۔ شَهَادَةً سے یہاں شہادت عقلی مراد ہے یعنی اے مشرکین کیا ان مذکورہ عقلی دلائل کی موجودگی میں تمہاری عقل اس بات کو مانتی ہے کہ اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہو سکتے ہیں جو صفات الوہیت میں اس کے شریک ہوں اور غیب دان اور کارساز ہوں۔ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ آپ فرما دیں میری عقل تو اس بات کو نہیں مانتی۔ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کلمۂ اِنَّمَا حصر کے لئے ہے۔ اور مجھے تمہارے شرک اور مشرکین کے شرک سے بیزاری اور براءت کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اور میں تمہارے شرک اور تمہارے معبودوں کی عبادت سے بیزار ہوں۔

موضح قرآن ف۱ معلوم ہوا کہ بھلائی پہنچایا چاہتا ہے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی اظہار حق کردن ۱۲

بَرِيٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ⑲ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
بیزار ہوں تمہارے شرک سے ٢٣ جن کو ہم نے دی ہے کتاب ٢٤
يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ
وہ پہچانتے ہیں اس (قول) کو جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جو لوگ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑳ ع وَمَنْ
نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے اور اس
اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ
٢٥ سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر یا جھٹلا دے اس کی
بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ㉑ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ
آیتوں کو بیشک بھلائی نصیب نہیں ہوتی ظالموں کو اور جس دن ہم جمع کریں گے
جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ
ان سب کو ٢٦ پھر کہیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا تھا کہاں ہیں
شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ㉒ ثُمَّ لَمْ
شریک تمہارے جن کا تم کو دعویٰ تھا پھر
تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا
رہے گا ان کے پاس کوئی فریب ٢٧ مگر یہی کہیں گے کہ قسم ہے اللہ کی جو رب ہمارا ہے ہم نہ تھے
مُشْرِكِيْنَ ㉓ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
شرک کرنے والے دیکھو تو کیسا جھوٹ بولے اپنے اوپر
وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ㉔ وَمِنْهُمْ
اور کھوئی گئیں ان سے وہ باتیں جو بنایا کرتے تھے اور بعضے ان میں
مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
کان لگائے رہتے ہیں تیری طرف ٢٨ اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے

٢٤ الکتاب سے تورات اور انجیل اور موصول سے یہود و نصاریٰ ہر دو فریق مراد ہیں اور يَعْرِفُوْنَهٗ میں ضمیر منصوب سے قول مذکور یعنی کلمۂ توحید کی حقانیت مراد ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں "می شناسند حقیقت این قول یعنی کلمۂ توحید (فتح الرحمٰن) اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اس معنی کے اعتبار سے اس آیت کا ربط ماقبل کے ساتھ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ عام مفسرین نے ضمیر کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو قرار دیا ہے لیکن اس صورت میں یہ آیت ماقبل سے الگ ہو جاتی ہے۔ اس مضمون میں ایک حدیث بھی وارد ہے لیکن اس آیت کی تفسیر اس پر موقوف نہیں جیسا کہ سیاق و سباق اس پر شاہد ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ کو کلمۂ توحید کے مضمون کی سچائی اور حقانیت کا اس طرح یقین ہے جس طرح انہیں اپنی اولاد کی پہچان کا یقین ہے۔ **٢٥** زجر ہے مشرکین کے لئے اور استفہام انکار کے لئے ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے اور اللہ کے نیک بندوں کو خدا کے شریک بناتا ہے اور توحید کی آیتوں اور توحید کے دلائل کا انکار کرتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم ہے اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اور ظالم لوگ جو توحید کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں اور جو دن رات شرک کرتے ہیں آخرت میں ان کی نجات نہیں ہوگی تو جو اظلم (یعنی سب سے بڑے ظالم) ہیں ان کی بدرجہ اولیٰ نہیں ہوگی۔ **٢٦** یہ مشرکین کے لئے تخویف اخروی ہے۔ شُرَكَآؤُكُمْ اس سے وہ نیک پیر اور بزرگ مراد ہیں جن کو مشرکین دنیا میں حاجت روا اور سفارشی سمجھ کر پکارا کرتے تھے۔ یعنی قیامت کے دن جب ہم سب کو میدان محشر میں جمع کریں گے تو مشرکین سے کہیں گے کہ آج تمہارے وہ کارساز اور سفارشی کہاں ہیں جن کے متعلق تمہارا خیال تھا کہ وہ ہر مشکل اور ہر مصیبت میں تمہارے کام آئیں گے۔ آج تم پر بہت بڑی مصیبت آپڑی ہے آج وہ تمہاری مدد کے لئے کیوں نہیں آئے۔ **٢٧** فِتْنَتُهُمْ کے معنی گمراہی کے ہیں اور یہاں اس سے مشرکین کا جواب مراد ہے۔ چونکہ مشرکین کا جواب صریح جھوٹ ہوگا اس لئے اسے فِتْنَةٌ سے تعبیر فرمایا ثُمَّ لَمْ یکن جوابهم الا ان قالوا اسمي فتنة لانه كذب (مدارک ج ٢ ص ٦ فی البحر ج ٤ ص ٩٥، والقرطبی ج ٦ ص ٤٠٢ یقرب منه) حضرت شیخ قدس سرہ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ کا ترجمہ اس طرح فرماتے تھے پھر نہیں ہوگا گندا جواب ان کا۔ مشرکین جب اپنے کو بےبسی اور بیچارگی کے عالم میں پائیں گے تو خیال کریں گے کہ وہ دنیا میں شرک کرنے کا سرے سے انکار ہی کر دیں۔ شاید اس طرح عذاب سے بچ جائیں۔ اس خیال پر وہ یہ جھوٹ بولیں گے اور اللہ کے نام کی قسم کھا کر یہ جھوٹا جواب دیں گے کہ وہ سرے سے مشرک تھے ہی نہیں اور انہوں نے دنیا میں ہرگز شرک نہیں کیا جیسا کہ دوسری جگہ ان کا جواب اس طرح نقل کیا گیا ہے قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا (مومن ع ٨) "بل" اضرابیہ ہے۔ پہلے تو کہیں گے کہ آج ہمارے سفارشی اور کارساز غائب ہو گئے ہیں پھر اس بات سے اعراض کر کے فوراً کہیں گے کہ ہم تو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہی نہیں تھے۔ **٢٨** یہ زجر ہے۔ یعنی ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو آپ کی باتیں غور سے سنتے ہیں مگر اس کے باوجود ان کے دلوں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا کیونکہ ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیئے ہیں اور ان سے سمجھنے کی قوت سلب کر لی گئی ہے۔ یعنی ان کے دلوں پر مہر جباریت لگا دی گئی ہے اور ان کے کانوں کو ہم نے بہرہ کر دیا ہے اور وہ حق بات نہیں سن سکتے وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ الخ مہر جباریت کی وجہ سے ان کی آنکھیں بند ہو چکی ہیں۔ اس لئے اگر ان کو تمام معجزات دکھا دیئے جائیں تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

[illegible]

موضح قرآن ف١ یہاں گواہی فرمایا قسم کو یعنی میں قسم کھاتا ہوں اللہ کی اس سے زیادہ کون قسم ہوگی ١٢ ___ فتح الرحمٰن ف١ یعنی کلمۂ توحید ١٢

اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا
میں پردے تاکہ اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان کے کانوں میں بوجھ اور اگر دیکھ لیں
كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ
تمام نشانیاں تو بھی ایمان نہ لاویں ان پر یہاں تک کہ جب آتے ہیں ٢٩ تیرے پاس تجھ سے جھگڑنے
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ㉕
کو تو کہتے ہیں وہ کافر نہیں ہے یہ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی
وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــَٔـوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ
اور یہ لوگ روکتے ہیں اس سے ٣٠ اور بھاگتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے
اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ㉖ وَلَوْ تَرٰٓي اِذْ وُقِفُوْا
مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے اور اگر تو دیکھے ٣١ جس وقت کہ کھڑے
عَلَي النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ
کیے جاویں گے وہ دوزخ پر پس کہیں گے اے کاش ہم پھر بھیج دیے جاویں اور ہم نہ جھٹلاویں اپنے
رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ㉗ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا
رب کی آیتوں کو اور ہو جاویں ہم ایمان والوں میں ف۱ کوئی نہیں بلکہ ظاہر ہو گیا جو
كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا
چھپاتے تھے پہلے ٣٢ اور اگر پھر بھیجے جاویں تو پھر بھی وہی کام کریں جن
نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ㉘ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا
سے منع کیے گئے تھے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں اور کہتے ہیں ٣٣ ہمارے لئے زندگی نہیں مگر
حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ㉙ وَلَوْ تَرٰٓي اِذْ
یہی دنیا کی اور ہم کو پھر نہیں زندہ ہونا ف۱ اور کاش کہ تو دیکھے ٣٤ جس وقت
وُقِفُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى
وہ کھڑے کیے جاویں گے اپنے رب کے سامنے فرماویگا کیا یہ سچ نہیں کہیں گے کیوں نہیں

[illegible] یعنی ان کی قوت [illegible] باصرہ بھی [illegible] غایت یعنی [illegible] جب وہ رسول [illegible] واقعات میں [illegible] ١٢

٢٩ حتّٰی انتہائے غایت کے لئے ہے یعنی ماننا تو درکنار وہ اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب وہ پیغمبر علیہ السلام کے پاس آتے ہیں تو ان کے سامنے جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے کیا ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ یعنی یہ پیغمبر جو کچھ بیان کرتا ہے یہ تو محض اگلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں یہ کافروں کی انتہائی ذہنی اور کوتہ فہمی تھی کہ وہ سچے واقعات کو جھوٹا کہتے تھے۔ یہ گذشتہ قوموں کے سچے واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے عبرت اور نصیحت کے لئے بیان کئے ہیں تاکہ لوگ ان میں غور و فکر کر کے عبرت حاصل کریں۔ تائید فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (اعراف ع ٢٢) اس سے معلوم ہوا کہ جب مشرکین اپنے انکار پر پختہ ہو جاتے ہیں تو کسی دلیل کو نہیں مانتے تو پھر اہل توحید سے جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ ٣٠ یہاں کافروں کی دو بُری خصلتیں بیان کی گئی ہیں۔ اول یہ کہ وہ لوگوں کو قرآن سے روکتے ہیں اور انہیں اس کے سننے سے منع کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ خود بھی قرآن سے دور بھاگتے ہیں وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ الخ مگر اس طرح وہ پیغمبر علیہ السلام کا، قرآن کا اور مسلمانوں کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے الٹا اپنے آپ ہی کو ہلاکت و تباہی کے گڑھے میں دھکیل رہے ہیں۔ ٣١ یہ تخویف اخروی ہے۔ يٰلَيْتَنَا حرف ندا یہاں محض اظہار حسرت کے لئے ہے اس سے کسی کو خطاب مقصود نہیں۔ حرف ندا یَا جس طرح ندا اور استغاثہ کے لئے آتا ہے۔ اسی طرح ندبہ، تعجب، شوق، حسرت اور محبت کے اظہار کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم قبیل باب التفسیر میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو چھوٹی بچیاں گلی کوچوں میں یا محمداہ یا محمداہ کہتی پھر رہی تھیں۔ اس سے ان کا مقصد ندا اور پکار نہ تھا بلکہ وہ محض عقیدت اور محبت کے اظہار کے طور پر یہ کہہ رہی تھیں۔ ٣٢ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں يُخْفُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ ان کے وہ گندے عقیدے جنہیں وہ دنیا میں چھپاتے پھرتے تھے لیکن اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ وہ تو اپنے عقیدے کو اعلانیہ ظاہر کرتے تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہاں باب افعال وجدان کے لئے ہے۔ اور یخفون کے معنی ہیں یجدونہ مخفیًا یعنی جس چیز کو دنیا میں وہ نہیں دیکھ سکتے تھے بلکہ اسے پوشیدہ پاتے تھے وہ چیز قیامت کے دن ظاہر ہو کر ان کے سامنے آجائے گی اور اس سے مراد جہنم کی آگ ہے۔ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ۔ قیامت کے دن مشرکین خواہش کریں گے کہ انہیں واپس دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ سچے مومن بن جائیں گے اور شرک و کفر کے قریب بھی نہیں بھٹکیں گے۔ فرمایا یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر انہیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے تب بھی وہ نہیں مانیں گے۔ اور اس عذاب کو بھول جائیں گے۔ ٣٣ یہ شکوی ہے اور لَعَادُوْا پر معطوف ہے۔ یعنی اگر انہیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تو یہ حسب سابق توحید کے ساتھ بعث بعد الموت کا بھی انکار کریں گے اور کہیں گے بس یہ دنیا کی

موضح قرآن ف۱ یعنی دوزخ کے کنارے پر بھیج کر حکم ہوگا کہ ٹھہرو۔ تو کافروں کو توقع پڑے گی کہ شاید ہم کو پھر دنیا میں بھیجیں تو اب کی بار کفر نہ کریں۔ ایمان لاویں۔ سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس واسطے انہیں نہیں ٹھہرایا بلکہ اس تدبیر سے ان کے منہ اقرار کروایا کہ ہم نے کفر کیا تھا حالانکہ پہلے منکر ہوئے تھے کہ ہم شریک نہ کرتے تھے اور پھر بھیجنا ان کو عبث ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی منکر حشر اند ١٢

زندگی ہی اصل زندگی ہے اور اس کے بعد کوئی قیامت اور حشر ونشر وغیرہ نہیں۔ یا اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ پر عطف ہے یا استیناف ہے یعنی یہ لوگ دنیا میں ایسا کہا کرتے تھے عطف علی لعادوا یعنی لو ردوا قالوا او علی انھم لکاذبون یعنی وھم الذین قالوا ذلك فی الدنیا۔ ۔ ۔ اواستیناف بذکر ما قالوہ فی الدنیا (مظہری ص۲۳ ج ۳) ۳۴ یہ جواب شکوہ ہے مع تخویف اخروی۔ قیامت کے دن جب مشرکین خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے اس وقت فرشتے بطور تبکیت ان سے سوال کریں گے کہ کیا یہ قیامت اور عذاب برحق نہیں؟ قَالُوْا بَلٰی الخ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں خدا کی قسم یہ سب کچھ برحق ہے۔ پھر انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا جائیگا اور ان سے کہا جائیگا کہ اپنے کفر و شرک کی وجہ سے آج عذاب چکھو۔

ع ۳ ۹

وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۰

قسم ہے اپنے رب کی فرمائے گا تو چکھو عذاب بدلے میں اپنے کفر کے

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَتْهُمُ

تباہ ہوئے وہ لوگ ۳۵ جنہوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا یہاں تک کہ جب آپہنچے گی ان پر

السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ

قیامت اچانک تو کہیں گے اے افسوس کیسی کوتاہی ہم نے اس میں کی

وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا

اور وہ اٹھائیں گے اپنے بوجھ ف۱ اپنی پیٹھوں پر خبردار ہو جاؤ کہ برا بوجھ ہے

يَزِرُوْنَ ۝۳۱ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَ

جس کو وہ اٹھائیں گے ف۲ اور نہیں ہے ۳۶ زندگانی دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا اور

لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲ قَدْ

آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے ۳۷ کیا تم نہیں سمجھتے ہم کو ۳۸

نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ

معلوم ہے کہ تجھ کو غم میں ڈالتی ہیں ان کی باتیں سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے

وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ

لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور جھٹلائے گئے ہیں ۳۹

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰي مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓي

بہت سے رسول تجھ سے پہلے پس صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر یہاں تک کہ

اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَكَ

آپہنچی ان کو مدد ہماری اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ کی باتیں اور تجھ کو پہنچ چکے ہیں

مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۴ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ

کچھ حالات رسولوں کے اور اگر ۴۰ تجھ پر گراں ہے

النصف

۳۳ ما مصدریہ ہے

۳۶ مشرکین دنیا پر مغرور ہوکر حق سے منکر ہیں اس لئے دنیا کی قلت اور حقارت بیان کی گئی۔ دوسری آیتوں میں اس کی تائید موجود ہے ۱۲

۳۷ آخرت کی مدح مع تخویف دنیوی ۱۲

۳۹ زجر۔ یعنی معجزہ تمہارا اختیار میں نہیں ہے معجزہ اللہ ہی کے قبضے میں ہیں۔ تائید اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۱۲

۳۵ یہ بھی تخویف اخروی ہے ان کے لئے جو اللہ کی لقاء یعنی قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ یٰحَسْرَتَنَا الخ یہاں بھی حرف ندا اظہار تاسف کے لئے ہے مَا فَرَّطْنَا میں مَا مصدریہ ہے ای علی تفریطنا قیامت کے دن مشرکین کہیں گے کہ دنیا میں ایمان و عمل میں کوتاہی کرنے پر ہمیں سخت افسوس ہے۔ اَوْزَارَهُمْ یہ وِزْرٌ کی جمع ہے جسکے معنی بوجھ کے ہیں اور اس سے مراد مشرکانہ اعمال ہیں۔

۳۶ مشرکین چونکہ دنیا کی دولت اور شان و شوکت پر مغرور ہو کر حق کا انکار کرتے تھے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے دنیا کی بے ثباتی اور اس کے ساز و سامان کی حقارت اور قلت کا ذکر فرمایا کہ جس دنیا پر تم اس قدر مغرور ہو کر اس کی وجہ سے حق کا انکار کر رہے ہو وہ تو چند روزہ نمائش ہے اور آخرت کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہے یہ مضمون قرآن مجید میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ (۱) لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ (آل عمران ع ۲۰) (۲) فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (مومن ع ۱) ان دونوں آیتوں میں تقلب مصدر قلت و حقارت کیلئے ہے (۳) وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ الآية (کہف ع ۶) (۴) اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ (حدید ع ۳) تیسری آیت میں دنیا کی تمثیل اور چوتھی آیت میں لعب و لہو کے الفاظ بھی قلت و حقارت پر دلالت کرتے ہیں ۳۷ اس کا مفعول الشرك مقدر ہے ای یتقون الشرك (خازن ج ۲ ص۲۰ و جلالین ص) جو لوگ شرک سے بچتے ہیں اور نیک اعمال بجالاتے ہیں آخرت میں انہی کیلئے بہتری اور بھلائی ہے۔ ۳۸ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہایت ہی محبت آمیز انداز میں تسلی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں پر نہایت شفیق اور مہربان تھے۔ اور آپ کی آرزو تھی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں اور جہنم کی آگ سے بچ جائیں مگر معاندین ماننے کے بجائے الٹے نہ صرف آپ کی تکذیب کرتے بلکہ آپ سے استہزا کرتے اور تکلیفیں دینے کی کوششیں کرتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ مشرکین کی تکذیب اور ایذا کی باتیں آپ کو غم میں ڈال رہی ہیں لیکن آپ غم نہ کریں یہ ظالم آپ کو نہیں جھوٹا کہتے آپ کو تو اب بھی صادق و امین سمجھتے ہیں لیکن محض ضد و عناد کی وجہ سے اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ایک دفعہ اخنس بن شریق اور ابوجہل کہیں تنہائی میں ملے تو اخنس نے ابوجہل سے کہا کہ اس وقت ہم دونوں کے سوا یہاں اور کوئی نہیں، سچ بتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچا ہے یا جھوٹا۔؟ ابوجہل نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ محمد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا وہ سچا ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب تمام اعزازات تو اس کا خاندان لے گیا تو باقی قریش کے حصہ میں پھر کیا رہ گیا اس لئے ہم اس کی نبوت کو کس طرح

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی گناہانِ خویش را ۱۲ ف۲ یعنی عمل بد بشکل چیزے در نہایت زشتی و ناخوشی شدہ بر پشت او بنشیند ۱۲۔

اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي
ان کا منہ پھیرنا تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ ڈھونڈ نکالے کوئی سرنگ
الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ
زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لاوے ان کے پاس ایک معجزہ ف۱ اور اگر
شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
اللہ چاہتا تو ۴۱ جمع کر دیتا سب کو سیدھی راہ پر سو تو مت ہو
الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ
نادانوں میں ف۱ مانتے وہی ہیں ۴۲ ف۲ جو سنتے ہیں
وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا
اور مُردوں کو زندہ کرے گا اللہ پھر اس کی طرف لائے جاویں گے ف۲ اور کہتے ہیں
لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ
کیوں نہیں اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے ۴۳ ف۳ کہہ دے کہ اللہ کو قدرت
عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾
ہے اس بات پر کہ اتارے نشانی لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ
اور نہیں ہے کوئی چلنے والا ۴۴ زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو بازوؤں سے
اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ
مگر ہر ایک امت ہے تمہاری طرح ہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں کوئی چیز
ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے ۴۵ اور جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو ۴۶
صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَ
وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور

مانلیں فقال ابوجهل ويحك والله ان محمدا لصادق وما كذب محمد قط ولكن اذا ذهبت بنو قصي باللواء والسقاية والحجابة والنبوة فماذا يكون لسائر قريش (ابن کثیر ج ۲ ص ۱۳۱) **۳۹** یہ بھی ماقبل ہی کا حصہ ہے یعنی آپ سے پہلے جو پیغمبر گذرے ہیں ان کی بھی اسی طرح ان کی قوموں نے تکذیب کی اور انہیں تکلیفیں دیں تو انہوں نے صبر کیا اور اپنے فرض تبلیغ کی ادائیگی میں لگے رہے یہاں تک کہ ہماری مدد آپہنچی اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ اپنے انبیاء ؑ کی مدد کرتا ہے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے۔ **۴۰** یہ زجر ہے۔ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ اگر آپ ان کے مطلوبہ معجزات دکھا دیں تو وہ ایمان لے آئیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ان کے مطلوبہ معجزات ان کو دکھا دیے جائیں تو شاید وہ ایمان لے آئیں اور اعراض نہ کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر مشرکین کا اعراض آپ سے اور قرآن سے محض معجزات نہ ملنے کی وجہ سے ہے اور ان کا اعراض آپ کو ناگوار ہے تو آپ ان کو معجزات دکھلا دیں اور اگر آپ میں طاقت ہے تو آپ زمین میں سوراخ کر کے یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کوئی معجزہ لے آئیں اور ان کو دکھلا دیں مطلب یہ ہے کہ معجزہ آپ کے قبضے میں نہیں جیسا کہ فرمایا اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ نیز فرمایا وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (مومن ع ۸) **۴۱** ای ولکن لیبلوکم بقرینہ سورۂ مائدہ یعنی آپ یہ خیال چھوڑ دیں کہ سب لوگ ایمان لے آئیں۔ اگر یہ بات اللہ کو منظور ہوتی تو وہ جبراً تمام لوگوں کو ہدایت پر جمع کر دیتا مگر اس نے ایسا اس لئے نہیں کیا تاکہ ہر شخص کی آزمائش ہو جائے اور ہر آدمی سوچ سمجھ کر راہ اختیار کرے۔ **۴۲** یسمعون کے معنی يُنِيْبُوْنَ کے ہیں یعنی صرف وہی لوگ حق کو قبول کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ کی طرف رغبت ہو بقرینہ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ (مومن ع ۲) اور الموتی (مردے) سے یہاں کفار و مشرکین مراد ہیں کیونکہ ان کے دل ایمان و توحید سے خالی ہونے کی وجہ سے مردہ اور بے جان ہیں۔ وَالْمَوْتٰى ای الكفار كما قال الحسن ورواه عنه غير واحد ... وفی اطلاق الموتی علی الكفار استعارة تبعية مبنية على تشبيه كفرهم وجهلهم بالموت (روح ج ۷ ص ۱۴۳) **۴۳** یہ شکوی اور سوال ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ ہمیں کوئی ایسی نشانی کیوں نہیں دکھائی جاتی جسے دیکھ کر ہم مان لیں۔ اَللّٰهُ قَادِرٌ الخ سے اس کا جواب دیا گیا کہ معجزہ دکھانے پر تو اللہ تعالیٰ قادر ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ اگر منہ مانگے معجزے کا انکار کیا جائے تو فوراً ہلاکت آجاتی ہے اور مہلت نہیں ملتی۔ اس لئے بندوں کی خیر خواہی اور بہتری اسی میں ہے کہ ان کا مطلوبہ معجزہ نہ دکھایا جائے۔ قال ابن عطية لا يعلمون انها لو انزلت ولم يؤمنوا لعوجلوا بالعذاب (بحر ج ۴ ص ۱۱۱) **۴۴** یہ توحید پر پانچویں دلیل عقلی ہے۔ دَآبَّةٍ کے بعد فِی الْاَرْضِ اور طٰٓئِرٍ کے بعد يَطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ صفات کاشفہ ہیں یعنی تمہارے

موضح قرآن ف۱ کافر مانگتے تھے کہ یہ نبی ہے تو اس کے ساتھ ہمیشہ ایک نشانی رہے کہ ہر کوئی دیکھے اور یقین لاوے سو شاید حضرت کا دل بھی چاہا ہو اس واسطے تربیت فرمائی کہ اللہ کے تابع رہو اسکو منظور ہوتا تو بن نشانی سب کے دل پھیر لاتا۔ ف۲ یعنی سب سے توقع نہ رکھو کہ مانیں جن کے دل میں اللہ نے کان نہیں دیے وہ سنتے نہیں تو وہ کس طرح مانیں مگر یہ کافر مثال مردے کی ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے۔

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید یعنی اینجا اگر میتوانی معجزہ بیاری حاصل آنست کہ تفویض کن بر خدا واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی دعوت اسلام ۱۲ ف۳ یعنی از ان نشانہا کہ می طلبید ۱۲

علاوہ باقی تمام جاندار مخلوق بھی تمہاری طرح مختلف جماعتیں ہیں اور تمہاری طرح محتاج اور ضرورتمند ہیں ان سب کا رازق اور متصرف و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے دوسرا کوئی نہیں مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔ معتزلہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم لکھنے میں تفریط نہیں کر رہے اور کتاب سے مراد فرشتوں کے دفتر ہیں۔ اب یہ تخویف اخروی ہوگی اور اہل سنت کے نزدیک کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ عن الحسن وقتادۃ ان المراد بالکتاب الکتاب الذی عند اللہ تعالیٰ وھو مشتمل علی ما کان وما یکون وھو اللوح المحفوظ (روح ج ۷ ص ۱۴۵) اسی طرح شاہ عبدالقادر صاحب رح نے لکھا ہے۔ ۴۵ یہ بھی تخویف اخروی ہے۔ پہلے جانوروں اور پرندوں کے ذکر سے وہم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کے ساتھ ان کا بھی حشر ہوگا لیکن ایسا نہیں۔ یہاں صرف انسانوں کا حشر مراد ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رض کی روایت سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یقتص للجماء من القرناء تو یہ حقیقت پر محمول نہیں بلکہ یہ اس سے کنایہ ہے کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائیگا اور اگر بالفرض جانوروں کا حشر بھی مراد لیا جائے تو ان کے حشر سے مراد موت ہوگی نہ کہ جزاء و سزا جیسا کہ جامع البیان میں حضرت عبداللہ بن عباس رض سے منقول ہے حشر کل شیء الموت سوی الجن والانس (ص ۵۱۱) تحت قولہ و اذا الوحوش حشرت۔ ۴۶ یہ تکذیب کرنے والوں کے لئے زجر ہے۔ یعنی جو لوگ ضد و عناد کی وجہ سے آیات الٰہی کو جھٹلاتے ہیں ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ جاتی ہے اور وہ کفر و شرک کے اندھیروں میں سرگرداں پھرتے ہیں نہ حق سن سکتے ہیں اور نہ حق بات کہہ سکتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب منکرین ضد و عناد کی وجہ سے حق کا انکار کرتے ہیں تو حق تعالیٰ ان سے فہم کی استعداد سلب کر لیتا ہے اور ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت کر دیتا ہے لیکن جسے چاہتا ہے یعنی جو لوگ انابت کرتے ہیں تو ان کو قبول حق کی استعداد عطا فرما دیتا ہے۔ ۴۷ یہ توحید پر عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم۔ امام فراء کہتے ہیں کہ اَرَاَیْتَ دو معنوں میں مستعمل ہے اول رؤیت عین دوم بمعنی اَخْبِرْنِیْ مثلاً کہا جاتا ہے اَرَاَیْتَکَ ای اخبرنی۔ اس صورت میں ضمیر ثانی خواہ واحد ہی کی ہو (کَ) یا تثنیہ (کُمَا) اور جمع (کُمْ) کی اعراب میں اس کا کوئی مقام نہیں ہوتا اور اس کی حیثیت محض ایک حرف کی ہوتی ہے جو مخاطب کی حالت افراد اور تثنیہ و جمع کا اظہار کرتا ہے (من الکبیر ج ۴ ص ۶۳)۔ علامہ رضی لکھتے ہیں کہ یہاں رؤیت بصری ہے یا قلبی اور اَرَاَیْتَ بمعنی اَبْصَرْتَ ہے یا بمعنی عرفت اور صرف ایک مفعول کو چاہتا ہے (جو یہاں حالکہ محذوف ہے) اور مجازاً اخبرنی (مجھے بتا) کے معنی میں مستعمل ہے اور ہمیشہ عجیبہ حالت سے استفسار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ذھب الرضی تبعا لغیرہ ان رای ھنا بصریۃ وقیل قلبیۃ بمعنے عرف وھی علی القولین

مَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ
جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر ف تو کہہ دیکھو تو ۴۷
اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ
اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوا
تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ
کسی اور کو پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اسی کو پکارتے ہو ۴۸
فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ
پھر دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لئے اس کو پکارتے ہو ۴۹ اگر چاہتا ہے اور تم بھول جاتے
مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
ہو جن کو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت سی امتوں پر تجھ سے پہلے ف۱
فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾
پھر ان کو پکڑا ہم نے ف۲ سختی میں اور تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑاویں
فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ
پھر کیوں نہ گڑگڑائے جب آیا ان پر عذاب ہمارا ۵۰ لیکن سخت ہو گئے
قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
دل ان کے اور بھلے کر دکھلائے ان کو شیطان نے جو کام وہ کر رہے تھے
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ
پھر جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی ۵۱ کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے
كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ
ہر چیز کے ف۲ یہاں تک کہ جب خوش ہوئے ان چیزوں پر جو ان کو دی گئیں پکڑ لیا ہم نے ان کو
بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ
اچانک پس اس وقت وہ رہ گئے ناامید ف۲ پھر کٹ گئی جڑ ان ۵۲

ع ۴ ۱۰

[illegible]

منزل ۲

موضح قرآن ف یعنی اللہ کی قدرت کی نشانیاں سب جہان میں ہیں۔ ہر قسم کے جانوروں کا کارخانہ ایک قاعدے پر باندھا ہے۔ انسان کا بھی ایک قاعدہ رکھا ہے وہ پیغمبروں کی زبان سے انکو سکھاتا ہے اگر دھیان کریں۔ یہی نشانی بس ہے پیغمبروں کے قول پر لیکن بہرا اور گونگا اندھیرے میں پڑا کیا دیکھے اور کیا سمجھے اور یہ جو فرمایا چھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز یعنی لوح محفوظ میں سب لکھا ہے ف۲ یعنی گنہگار کو حق تعالیٰ تھوڑا سا پکڑتا ہے۔ اگر وہ گڑگڑایا اور توبہ کی تو بچ گیا اور اگر اتنی پکڑ نہ مانی تو پھر اس کو بھلا وا دیا اور خوبی کے دروازے کھولے۔ جب خوب گناہ میں غرق ہوا تو بے خبر پکڑا گیا۔ یہ اشارہ ہے کہ آدمی کو گناہ پر تنبیہ پہنچے تو شتاب توبہ کرے یہ راہ نہ دیکھے کہ اس سے زیادہ پہنچے تو یقین کروں۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی پیغامبران ۱۲ ف۲ یعنی باستدراج نعمتہائے فراواں دادیم ۱۲

متعد لواحد واصل للفظ الاستفہام عن العلم والعرفان او الابصار الا انہ تجوز بہ عن معنی اخبرنی ولا یستعمل الا فی الاستخبار عن حالۃ عجیبۃ لشیٔ (روح ج ۷ ص ۱۳۹) اس کے بعد استفہام کا ہونا ضروری ہے خواہ مذکور ہو خواہ مقدر یہاں مذکور ہے یعنی اَغَیْرَ اللّٰہِ مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ مشرکین سے فرمائیں مجھے بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت آپہنچے تو کیا پھر بھی تم غیر اللہ ہی کو پکارو گے بَلْ اِیَّاہُ یہ اس کا جواب ہے یعنی اس وقت تم غیر اللہ کو نہیں پکارو گے بلکہ اللہ کے سوا تم جن معبودوں کو پکارتے ہو ان سب کو بھول جاؤ گے اور صرف

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ

ظالموں کی اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہان کا تو کہہ

اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ

دیکھو تو ۵۳ اگر چھین لے اللہ تمہارے کان اور آنکھیں اور مہر کر دے

عَلٰی قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ

تمہارے دلوں پر تو کون ایسا رب ہے اللہ کے سوا جو تم کو یہ چیزیں لا دیوے دیکھ

كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ

ہم کیونکر طرح طرح سے بیان کرتے ہیں باتیں پھر بھی وہ کنارہ کرتے ہیں ف۱ تو کہہ

اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً

دیکھو تو ۵۴ اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا اچانک یا ظاہر ہو کر

هَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ

تو کون ہلاک ہوگا ظالم لوگوں کے سوا ف۲ اور ہم رسول نہیں

الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ

بھیجتے ۵۵ مگر خوشی اور ڈر سنانے کو پھر جو کوئی ایمان لایا اور

وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور سنور گیا تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا

اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ان کو پہنچے گا عذاب اس لئے کہ وہ

یَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ

نافرمانی کرتے تھے تو کہہ میں نہیں کہتا ۵۶ تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ

اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی پر چلتا ہوں

[illegible]

ایک اللہ ہی کو پکارو گے تو وہ اگر چاہے گا تو تم سے وہ مصیبت دور فرما دے گا جس کے لئے تم نے اسے پکارا ہے۔ اس مضمون کی مندرجہ ذیل آیتوں سے تائید ہوتی ہے۔ (۱) فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (عنکبوت ع ۷) (۲) دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ (یونس ع ۳) (۳) وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاهُ (بنی اسرائیل ع ۷) مشرکین چونکہ آنحضرت ﷺ سے سنا کرتے تھے کہ اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے اور شرک کو چھوڑ کر توحید کو نہیں مانیں گے تو ان پر اللہ کا عذاب آئے گا اس لئے مشرکین جب دریاؤں اور سمندروں میں اپنی کشتیوں اور جہازوں کو غضبناک لہروں میں گھرے ہوئے دیکھتے تو گمان کرتے کہ شاید یہ وہی عذاب ہے اور فوراً خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کر دیتے ۴۸ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کی دعا اور پکار کا قبول ہونا ضروری نہیں اس آیت کی روشنی میں وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مومن ع ۶) کا مطلب بھی واضح ہو گیا کہ اس کا منشا یہ ہے کہ مصائب و بلیات میں مجھ ہی کو پکارو قبول کرنے کی طاقت اور قدرت صرف مجھ ہی میں ہے یہ مطلب نہیں کہ میں ہر شخص کی پکار کو قبول ضرور کر لوں گا۔ ۴۹ یہ تخویف دنیوی ہے یعنی جن امتوں نے آپ سے پہلے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے دنیا میں ان کو جسمانی بیماریوں اور مالی پریشانیوں میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ ضد سے باز آجائیں اور عاجزی اختیار کریں اور کفر و انکار سے توبہ کر لیں۔ اَلْبَاْسَآءِ سے قحط اور تنگدستی مراد ہے اور اَلضَّرَّآءِ سے بیماری اور مال و جان کا نقصان الاول القحط والجوع والثانی المرض ونقصان الانفس والاموال (مدارک ج ۲ ص ۱۰) ۵۰ جب دنیا میں ان پر ہمارا عذاب آیا تو بجائے اس کے کہ وہ گڑگڑا کر ہم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور توبہ و استغفار کرتے انہوں نے انتہائی سنگدلی سے کام لیا اور اپنے کفر و انکار پر اڑے رہے کیونکہ شیطان کی تسویل اور وسوسہ اندازی سے وہ اپنے مشرکانہ اعمال و اقوال کو اعمال صالحہ سمجھنے لگے۔ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ میں مَا سے مشرکانہ اعمال مراد ہیں۔ ۵۱ مَا سے مسئلہ توحید مراد ہے اور نسیان سے ترک مراد ہے ای ترکوا ما دعاھم الرسل علیھم الصلوٰۃ والسلام الیہ وردوہ عَلَیْهِمْ (روح جلد ۷ ص ۱۵۱) جب مشرکین نے ضد و عناد سے مسئلہ توحید کا انکار کر دیا تو ہم نے ان کو دنیا میں بطور استدراج دولت مند کر دیا اور ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی یہاں تک کہ اچانک ہمارے عذاب نے ان کو آلیا معاندین اور ضد کرنے والوں کے ساتھ ہماری سنت مستمرہ یہی ہے۔ حتّٰی اذا فرحوا ای بغیر الحق

موضح قرآن ف۱ یعنی توبہ کو دیر نہ کرے جو کان اور آنکھ اور دل اس وقت ہے شاید پھر نہ ملے۔ ف۲ یعنی شاید اس دیر میں عذاب پہنچ جاوے تو اگر توبہ کر چکا ہو اس عذاب سے بچ رہے۔ فائدہ۔ فتح الرحمٰن میں یوں ترجمہ کیا ہے کیا ہلاک کئے جاویں یعنی ہلاک نہ ہو ویں مگر ظالم لوگ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی ہلاک نشوند۔

یعنی مغرور ہوگئے۔ **۵۲؎** پھر اللہ تعالیٰ ان کو اس طرح پکڑتا ہے اور ان پر ایسا عذاب نازل کرتا ہے کہ ان کی بالکلیہ جڑ ہی کٹ جاتی ہے اور ان کی نسل ہی تباہ ہو جاتی ہے۔ جیساکہ قوم نوح کا حشر ہوا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تمام صفات کارسازی اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مشرکین جن معبودان باطلہ کو متصرف اور مشکل کشا سمجھتے تھے ان میں سے کوئی بھی ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکا۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ ہی کارساز اور مافوق الاسباب متصرف ہے اور کوئی نہیں۔ تائید۔ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً (احقاف ع ۴) اور فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ (ہود ع ۹) **۵۳؎** یہ توحید پر ساتویں عقلی دلیل ہے اَرَءَيْتُمْ کی تحقیق حاشیہ ۴۶ میں گذر چکی ہے سمع اور بصر سے یا ظاہری حواس مراد ہیں یا باطنی لیکن بقرینہ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان سے باطنی سمع وبصر مراد ہے کیونکہ ختم علی القلوب سے سمجھنے کی استعداد سلب کر لینا مراد ہے۔ سرکشی اور عناد کی وجہ سے فہم کی استعداد سلب کر لی جاتی ہے اور اسی حالت کو مہر لگا دینا کہا گیا ہے۔ جیساکہ فرمایا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور جو مان لیتے ہیں اور اس پر قائم ہو جاتے ہیں ان کے حق میں وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ارشاد ہوتا ہے ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ میں ثُمَّ استبعادیہ ہے اور يَصْدِفُوْنَ ای یعرضون یعنی ہم آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ پھر بھی اعراض کرتے ہیں۔ **۵۴؎** یہ علیحدہ دلیل نہیں بلکہ چھٹی عقلی دلیل کا اعادہ ہے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ اَرَءَيْتَ کے بعد استفہام ضرور آتا ہے خواہ مذکور ہو خواہ مقدر۔ گذشتہ آیت کے قرینہ سے یہاں اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ یا فمن یدفعہ مقدر ہے اور هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ علیحدہ جملہ ہے ظالمون یعنی مشرکین کیونکہ انہوں نے شرک کی وجہ سے اپنی جانوں پر ظلم کیا یعنی المشرکین لانہم ظلموا انفسہم بالشرك (خازن ج ۲ ص ۱۱) **۵۵؎** یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال پہلے گذر چکا ہے کہ اگر یہ اللہ کا سچا رسول ہوتا تو ہمیں معجزات مقترحہ دکھاتا وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ الخ **۵۶؎** ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا یہ نہ ماننے والوں کیلئے تخویف اخروی ہے۔ **۵۷؎** یہ پانچویں سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتا تو بڑا مالدار ہوتا جیساکہ انہوں نے کہا تھا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (زخرف ع ۳) اور فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ (زخرف ع ۵) وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ یہ چھٹے سوال کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتا تو ہمیں ملک شام کے میوہ جات کے نرخ بتا دیتا تاکہ ہم فائدہ حاصل کر لیتے وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ یہ ساتویں سوال کا جواب ہے سوال یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہے تو کھاتا پیتا کیوں ہے جیساکہ سورۂ فرقان میں ان کا قول نقل کیا گیا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (۱ ع ۲) **۵۸؎** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف صاف اعلان کرا دیا کہ نہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ لیکن اہل بدعت اس آیت میں عجیب بیہودہ تحریف کر کے اس کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ کے تمام خزانے موجود تو تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں سے یوں کہیں کہ میں زبان سے تو اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اگرچہ فی الواقعہ ہیں ضرور۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کا عطف عِنْدِيْ پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں غیب نہیں جانتا بلکہ میں تو غیب جانتا ہوں۔ مَعَاذَ اللّٰهِ یہ صریح قرآن مجید کی تحریف ہے اور یہ مطلب خود قرآن کے سیاق وسباق کے خلاف ہے۔ کیونکہ پھر آیت کے اگلے حصے میں بھی یہ کہنا پڑے گا کہ میں تم سے یہ دعویٰ بھی نہیں کرتا کہ میں فرشتہ نہیں بلکہ میں تو فرشتہ ہوں اور یہ صریح غلط ہے۔ لہٰذا جس طرح وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ کا عطف عِنْدِيْ پر نہیں ہو سکتا اس کا عطف لامحالہ لَآ اَقُوْلُ پر ہی ہے اسی طرح وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کا عطف بھی لامحالہ لَآ اَقُوْلُ پر ہی ہے۔

اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ
جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے تو کہہ دے کہ برابر ہو سکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا
اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ
سو کیا تم غور نہیں کرتے ف۱ اور خبردار کر دے اس قرآن سے ۵۹ ان لوگوں کو جنکو ڈر ہے
اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
اس کا کہ وہ جمع ہوں گے اپنے رب کے سامنے اس طرح پر کہ اللہ کے سوا نہ کوئی ان کا
وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ
حمایتی ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ وہ بچتے رہیں ف۲ ۶۰ اور مت دور کر ۶۱
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ
ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ
چاہتے ہیں اسی کی رضا تجھ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے
مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ
فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ
کہ تو ان کو دور کرنے لگے پس ہو جاوے گا تو بے انصافوں میں ف۳ اور اسی طرح
فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۤءِ مَنَّ اللّٰهُ
ہم نے آزمایا ہے بعضے لوگوں کو بعضوں سے ۶۲ تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے
عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾
فضل کیا ہم سب میں کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا شکر کرنے والوں کو ف۴
وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ
اور جب آویں تیرے پاس ۶۳ ہماری آیتوں کے ماننے والے تو کہہ دے تو سلام ہے

ع ۵ ۹ ۱۱

ربط ... ۱۲ ۵۹ تخویف اخروی ۶۰ یعنی احکام الہیہ کی تعمیل میں سعی کرتے ہیں اور انابت کرتے ہیں ضد نہیں کرتے ... ۱۲ فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ... ربط ... ۱۲ یعنی ایک دوسرے پر کسی کی مشقت نہیں اور علاقہ ... احکام الہیہ ... ۱۲ ۶۲ ... وجہ کاف ابیان الکمال ... عاقبت ... بشارت ۱۲

۵۹ یہ تخویف اخروی ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ یعنی جو لوگ اللہ سے ڈرتے اور اس کے حکم کی تعمیل میں سعی کرتے ہیں، انابت کرتے ہیں، ضد نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا (النجم ع ۲) **۶۱** یہ زجر ہے یعنی جو لوگ خالصاً اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور اسی کی خوشنودی ڈھونڈتے ہیں۔ آپ ان کو اپنی مجلس سے نہ ہٹائیں آپ پر ان کا کوئی بوجھ نہیں اور نہ ان پر آپ کا کوئی بوجھ ہے۔ سب کی روزی اللہ کے ذمہ ہے۔ ای جزاءھم ورزقھم علی اللہ وجزاءک ورزقک علی اللہ لا غیرہ (قرطبی ج ۶ ص ۴۳۳) آپ کے اور ان کے درمیان محض ایمان اور عمل صالح کا تعلق ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں آپ ان لوگوں کو دھتکار کر ظالموں میں سے ہو جائیں۔ **۶۲** اب تک دعوی توحید پر سات عقلی دلیلیں پیش ہو چکی ہیں۔ اب یہاں سے منکرین کے انکار کی وجوہ کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے کہ ایسے واضح عقلی دلائل کے باوجود منکرین توحید کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ یہ انکار کی پہلی وجہ ہے اور کاف اس میں تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ بیان کمال کے لئے ہے

کاف بیان کمال کے لئے ہے۔ لِيَقُوْلُوْٓا میں لام عاقبت کیلئے ہے۔ اس وجہ کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین جو دولت مند تھے وہ مسلمانوں کو حقیر سمجھتے تھے اور دولت مند اسلام کی طرف سبقت کرنے کی وجہ سے ان کا حسد کرتے تھے الکفار الاغنیاء کانوا یحسدون فقراء الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم علی کونھم سابقین فی الاسلام متسارعین الی قبولہ (روح ج ۷ ص ۱۶۲)

۶۳ یہ ایمان والوں کے لئے بشارت ہے كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ یعنی یہ مشرکین اگرچہ تم کو حقیر سمجھتے ہیں لیکن اللہ تعالی نے ازراہ فضل و احسان ایمان والوں کے لئے رحمت و شفقت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اس لئے جو مومن غلطی کے بعد سچی توبہ کر لے تو اللہ تعالی اسے ضرور معاف فرمائے گا

موضح قرآن ف۱ یعنی پیغمبر آدمی کے سوا کچھ اور نہیں ہو جاتے کہ ان سے محال باتیں طلب کرے۔ ایک اندھے اور دیکھتے کا فرق ہے۔ ۱۲ ف۲ یعنی یہ سن کر گناہ سے بچتے رہیں۔ ۱۲ ف۳ کافروں میں بعضے سرداروں نے حضرت سے کہا کہ تمہاری بات سننے کو ہمارا جی چاہتا ہے لیکن تمہارے پاس بیٹھتے ہیں رذلے ہم ان کے پاس برابر نہیں بیٹھ سکتے اس پر یہ آیت اتری یعنی خدا کے طالب اگرچہ غریب ہیں انہی کی خاطر مقدم ہے ۱۲ ف۴ یعنی دولت مندوں کو غریبوں سے آزمایا ہے کہ ان کو ذلیل دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ کیا لائق ہیں اللہ کے فضل کے اور اللہ ان کے دل دیکھتا ہے کہ اللہ کا حق مانتے ہیں۔

فتح الرحمن ف۱ رؤسای کفار با آنحضرت گفتند که ما را عار است که با فقرای مسلمین صحبت داریم ایشان را از مجلس خود دور کن تا با تو بنشینیم خدای تعالی این آیت فرستاد ۱۲

عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ
تم پر لکھ لیا ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو کہ جو کوئی
مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ
کرے تم میں سے برائی ناواقفیت سے پھر اس کے بعد توبہ کرلے
وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ
اور نیک ہو جاوے تو بات یہ ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان ف۱ اور اسی طرح ۶۳ ہم تفصیل
الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ
سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو اور تاکہ کھل جاوے طریقہ گنہگاروں کا ف۱ تو کہہ دے
اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
مجھ کو روکا ۶۴ گیا ہے اس سے کہ بندگی کروں انکی جنکو تم پکارتے ہو اللہ
اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ
کے سوا تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر بیشک اب تو میں بہک جاؤنگا اور نہ
اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ
رہوں گا ہدایت پانے والوں میں تو کہہ دے کہ مجھ کو شہادت پہنچی میرے رب کی
وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ
اور تم نے اس کو جھٹلایا میرے پاس نہیں جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو حکم کسی
الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾
کا نہیں سوا اللہ کے بیان کرتا ہے حق بات اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے
قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ
تو کہہ اگر ہوتی میرے پاس ۶۵ وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو طے ہو چکا ہوتا
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾
جھگڑا درمیان میرے اور درمیان تمہارے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو

ع ۶ ۵ ۱۲

۶۳ یہ عدم تسلیم کی دوسری وجہ ہے یعنی جس قدر مشرکانہ عقائد کی برائی کھول کر بیان کی جاتی ہے اسی قدر ان کے بغض اور کفر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ وَلِتَسْتَبِيْنَ میں واؤ کے بارے میں تین اقوال ہیں (۱) اس کا معطوف علیہ کوئی مناسب فعل محذوف ہے۔ مثلاً لِتَتَبَيَّنَ سَبِيْلُهُمْ (۲) یہ جملہ مذکورہ کے مضمون پر معطوف ہے (۳) زائدہ ہے۔ **۶۴** چوتھا طریق تعلیم یعنی مجھے اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ میں ان باطل معبودوں کو پکاروں جن کو تم پکارتے ہو۔ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ الخ یہ پانچواں طریق تعلیم ہے یعنی مجھے یہ حکم بھی ملا ہے کہ میں تمہاری خواہشات اور تمہارے خودساختہ دین کی پیروی کروں اگر میں ایسا کروں گا تو ہدایت کی راہ بھٹک کر گمراہ ہو جاؤں۔ قُلْ اِنِّيْ عَلٰي بَيِّنَةٍ یہ چھٹا طریق تعلیم ہے۔ یعنی میرے پاس تو اللہ کی طرف سے دلائل موجود ہیں جو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ باقی رہا وہ عذاب جس کے جلدی آنے کا تم مطالبہ کر رہے ہو وہ میرے اختیار و تصرف میں نہیں وہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ لله وحده من غير ان يكون لغيره سبحانه دخل ما فيه بوجه من الوجوه (روح ج ۷ ص ۱۶۹) **۶۵** یہ ساتواں طریق تبلیغ ہے نیز سوال مقدر کا جواب ہے یعنی جب ہم مانتے نہیں تو ہم پر عذاب لے آؤ تو اس کا جواب دیا گیا کہ وہ میرے قبضے میں نہیں غائبانہ حکم اور تصرف صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

موضح قرآن ف۱ یعنی غریب مسلمانوں کا دل بڑھانا اور خوشی سنانا۔

فتح الرحمٰن ف۱ ظاہر ازدیک مترجم آنست کہ این واؤ زائدہ است مثل واؤ وفتحت ابوابها ۱۲ ف۲ یعنی عقوبت در اختیار من نیست ۱۲۔

سلہ ۔ نہ ماننے کی دوسری وجہ ۔ کفار کی بیان ۱۲
سمہ ۔ [illegible] ۱۲
واؤ میں تین قول ۱۲
سمہ ۔ چوتھا طریق تبلیغ ۱۲
سہ ۔ پانچواں طریق تبلیغ ۱۲
سلہ ۔ چھٹا طریق تبلیغ ۱۲

سمہ ۔ ساتواں طریق تبلیغ و جواب سوال مقدر یعنی جب ہم مانتے نہیں تو عذاب لاؤ ، جواب دیا کہ عذاب لانا میرے قبضے میں نہیں ۔ ۱۲

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَ
اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ۶۶ ف۱ کہ ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا اور
يَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ
وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے اور نہیں جھڑتا کوئی پتا
وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ
مگر وہ جانتا ہے اس کو اور نہیں گرتا کوئی دانہ زمین کے
الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ
اندھیروں میں اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی چیز مگر وہ سب کتاب
مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ
مبین میں ہے ف۱ اور وہی ہے کہ قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں ف۲ اور جانتا ہے
مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى
جو کچھ تم کر چکے ۶۷ دن میں پھر تم کو اٹھا دیتا ہے اس میں تاکہ پورا ہو
اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا
وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے پھر اسی کی طرف تم کو لوٹنا ہے پھر خبر دیگا تم کو اس کی
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ
جو کچھ تم کرتے ہو اور وہی غالب ہے ۶۸ اپنے بندوں پر
وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ
اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب آ پہنچے تم میں سے کسی کو
الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ
موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ف۳
رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ
پہنچائے جاویں گے اللہ کی طرف جو مالک ہے ان کا سچا سن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ

ع ۱۵ ۱۳

۶۶ یہ توحید پر آٹھویں عقلی دلیل ہے۔ نیز سوال مقدر کا جواب ہے کہ اگر تم عذاب نہیں لاسکتے تو یہ تو بتاؤ کہ عذاب کب آئے گا۔ اس کا جواب دیا کہ اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں یہ قاعدہ کلیہ ہے اور عندہ کا ظرف کی تقدیم افادہ حصر کے لئے۔ ویعلم ما فی البر والبحر یہ قاعدہ کلیہ کی جزئیات ہیں اور یہاں بھی حصر ہے وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ الخ یعنی ان اشیاء اور جزئیات کے احوال متغیرہ کو بھی صرف اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ کِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اس سے مراد اعمال نامے ہیں جو فرشتوں کے پاس ہوتے ہیں یا اس سے لوح محفوظ یعنی علم الٰہی مراد ہے اور یہی اولیٰ اور راجح ہے۔ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ وھو علم اللہ او اللوح المحفوظ (روح المعانی ج ۷ ص ۱۳۴)

۶۷ جَرَحْتُمْ کے معنی کَسَبْتُمْ کے ہیں اور بالنهار میں با بمعنی فی ہے یعنی جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو وہ سب معلوم ہے۔ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ۔ فیہ کی ضمیر سے نہار ثانی مراد ہے

۶۸ یہ تخویف دنیوی ہے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایک فرشتہ عزرائیل ایک وقت میں ہزاروں جگہ حاضر و ناظر ہو کر ہزاروں انسانوں کی جانیں قبض کر لیتا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے۔ اس آیت سے ان کا اعتراض باطل ہو گیا کیونکہ یہاں رُسُلُنَا جمع کے صیغہ سے معلوم ہوا کہ قبض ارواح پر صرف ایک فرشتہ ہی مقرر نہیں بلکہ اس کے ماتحت ہزاروں لاکھوں فرشتے ہیں جو اس کام پر مقرر ہیں ان کو ملائکۃ الموت یا ملک الموت (بارادۂ اسم جنس) کہتے ہیں اس لئے صرف ایک فرشتہ ہی تمام انسانوں کی جانیں نہیں قبض کرتا بلکہ وہ تو صرف حکم خداوندی کے ماتحت اپنے ماتحتوں کو حکم دیتا ہے لہٰذا اہل بدعت کا مدعیٰ باطل ہے۔ اس کی تائید اور کئی آیتوں سے ہوتی ہے۔ مثلاً سورۂ اعراف ع ۴ میں فرمایا حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ اہل بدعت سورۂ سجدہ کی ایک آیت سے استدلال کرتے ہیں قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ (ع ۱) وہ کہتے ہیں یہاں ملک الموت واحد کا صیغہ ہے جس سے ایک فرشتہ مراد ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واحد کا صیغہ نہیں بلکہ اسم جنس ہے جو قلیل اور کثیر دونوں کے استعمال ہوتا ہے۔

فرشتہ مقرر نہیں ۱۲

ظہوری عقلی یعنی ہر ذرہ ذرہ کو جاننے والا حاضر و ناظر اللہ ہی ہے اور جواب سوال مقدر ہے اگر تم عذاب نہیں لاسکتے تو بتاؤ عذاب کب آئے گا۔ جواب یا مجھے اس کا بھی علم نہیں ۱۲ فائدہ [illegible]

[illegible]

موضح قرآن ف۱ یعنی لوح محفوظ میں ف۳ یعنی سوا حکم کے کسی کی خاطر نہیں کرتے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی انواع علم غیب ۱۲ ف۲ یعنی وقت نوم ۱۲۔

۶۹ یہ توحید پر نویں عقلی دلیل ہے علی سبیل الاعتراف من الخصم ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ سے وہ شدائد و مشکلات مراد ہیں جو خشکی پر یا سمندروں میں انسانوں کو گھیر لیں عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما شدائدھما واھوالھما التی تبطل الحواس وتدھش العقول (روح ج ۷ ص ۱۷۹) یعنی جب مشرکین شدائد و مشکلات میں گھر جاتے ہیں تو سب کچھ بھول کر صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں تو جب اللہ ہی متصرف و کارساز ہے تو مصیبت دور ہو جانے کے بعد اپنے معبودوں کو کیوں پکارتے ہو اور پھر شرک کرنا شروع کر دیتے ہو۔ ۷۰ یہ تخویف دنیوی ہے یعنی اگر تم انکار ہی کرتے چلے جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ دنیا میں ہر طرف سے تم پر عذاب نازل کر دے اور تم میں بغض و عداوت ڈال کر تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور تم آپس میں لڑنے لگو۔ ۷۱ یہ زجر ہے۔ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ۔ نبأ کے معنی خبر یا امر (معاملہ) مستقر یعنی وقت استقرار اور وقوع مطلب یہ کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے جب اس کا وقت آجاتا ہے تو اس کے وقوع میں ہرگز تاخیر نہیں ہوتی مثلاً جب معاندین کا انکار اور ضد انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اللہ کا عذاب آجاتا ہے وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ تخویف اخروی کی طرف اشارہ ہے ۷۲ یہ زجر ہے يَخُوْضُوْنَ یعنی بحث و تمحیص کرتے اور آیتوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جب مشرکین آیتوں سے تمسخر کرنے لگیں تو آپ ان کے پاس مت بیٹھیں ہاں اگر وہ کوئی اور موضوع چھیڑ دیں تو پھر آپ تبلیغ کے لئے ان کی مجلس میں بیٹھ سکتے ہیں بَعْدَ الذِّكْرٰى یعنی نصیحت کرنے کے بعد یا امر خداوندی یاد آجانے کے بعد۔ مطلب یہ کہ اگر آپ کو ان سے اعراض کرنے کا حکم یاد نہ رہے اور آپ ان کے پاس بیٹھے رہیں تو جب آپ کو یاد آجائے اسی وقت وہاں سے اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے بعد وہاں نہ بیٹھیں یا مطلب یہ ہے کہ ان کو نصیحت کرنے کے بعد وہاں نہ بیٹھیں۔

اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ
بہت جلد حساب لینے والا ہے ف۱ تو کہہ کون تم کو بچا لاتا ہے ۶۹ جنگل کے اندھیروں
الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ
سے اور دریا کے اندھیروں سے ف۱ اس وقت میں کہ پکارتے ہو تم اس کو گڑگڑا کر اور چپکے سے کہ اگر
اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ
ہم کو بچا لیوے اس بلا سے تو ہم ضرور احسان مانیں گے تو کہہ دے
اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ
اللہ تم کو بچاتا ہے اس سے اور ہر سختی سے پھر بھی تم
تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ
شرک کرتے ہو تو کہہ اسی کو قدرت ہے ۷۰ اس پر کہ بھیجے
عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ
تم پر عذاب اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے
اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ
یا بھڑا دے تم کو مختلف فرقے کر کے اور چکھا دے ایک کو لڑائی ایک کی ف۲
اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَ
دیکھ کس کس طرح سے ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو تاکہ وہ سمجھ جاویں ف۳ اور
كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ
اس کو جھوٹ بتلایا تیری قوم نے ۷۱ حالانکہ وہ حق ہے تو کہہ دے کہ میں نہیں تم پر
بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾
داروغہ ہر ایک خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور قریب ہے کہ اس کو جان لوگے
وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ
اور جب تو دیکھے ۷۲ ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر

منزل ۲

۶۹ توحید پر دلیل عقلی علی سبیل الاعتراف من الخصم ۱۲

۷۰ تخویف دنیوی ۱۲

۷۱ زجر ۱۲

مستقر یعنی وقت ... تخویف اخروی ۱۲

۷۲ زجر ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی ایک لحظے میں آدمی کی عمر کی بھلائی برائی واضح کر دے ف۲ قرآن شریف میں اکثر کافروں کو عذاب کا وعدہ دیا ہے یہاں کھول دیا کہ عذاب وہ بھی ہے جو اگلی امتوں پر آسمان سے یا زمین سے اور یہ بھی ہے کہ آدمیوں کو آپس میں لڑا دے اور ایکوں کو قتل یا قید یا ذلیل کرے۔ حضرت نے سمجھ لیا کہ اس امت پر یہی ہوگا۔ اکثر عذاب الیم اور عذاب مہین اور عذاب شدید اور عذاب عظیم انہی باتوں کو فرمایا ہے اور آخرت کا عذاب بھی ہے ان پر جو کافر ہی مرے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی از مصیبتہائے بیابان و دریا ۱۲ ف۲ یعنی افواج متعددہ پیدا شود و بایکدیگر جنگ کنند ۱۲۔

ملہ یہ زجر ہے یعنی ان لوگوں کو چھوڑئیے جنہوں نے لہو و لعب کو اپنا دین بنا رکھا ہے۔ مثلاً غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور غیر اللہ کے لئے نحر بھی کرتے ہیں ایسے لوگوں سے آپ تعلقات منقطع کرلیں، البتہ تذکیر و تبلیغ کرتے رہیں۔ (الثانی) اِتَّخَذُوْا ما هو لعب ولهو من عبادة الاصنام وغيرها دينًا لهم (الثالث) ان الكفار كانوا يحكمون في دين الله بمجرد التشهي والتمني مثل تحريم السوائب البحائر… فعير الله تعالى عليهم بانهم اتخذوا دينهم لعبا ولهوا (كبير ص۲۴) جیسا کہ آج کل مشرک پیر سارنگی، وگٹار اور دوسرے ساز بجا کر معرفت الٰہی حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ملہ یہ تخویف اخروی ہے اَنْ تُبْسَلَ یہ ابسال سے مضارع مجہول ہے۔ ابسال کے معنی روکنے یا محروم کرنے کے ہیں۔ ان تبسل ای تحبس (روح) او تحرم الثواب (راغب) اَنْ سے پہلے لام اور اَنْ کے بعد لا مقدر ہے ای لئلا تبسل یا اَن تبسل سے پہلے مضاف محذوف ہے ای مخافة ان تبسل او کراهة ان تبسل (روح) یعنی آپ ایسے لوگوں سے تعلقات معاشرت قطع کرلیں لیکن ان کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے رہیں شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ثواب سے محروم ہو کر ہلاک نہ ہو جائیں کیونکہ جس نے دنیا میں حق کو قبول نہ کیا آخرت میں اس کے لئے جہنم کے سوا کچھ نہیں وہاں کوئی مددگار اور سفارشی نہیں ہوگا۔ ملہ عَدْلٌ کے معنی فِدْیَة کے ہیں۔ اگر بالفرض (کیونکہ واقعہ میں تو ایسا نہیں ہوسکے گا) کوئی مجرم شخص قیامت کے دن فدیہ دیکر عذاب سے بچنا چاہے گا تو اس سے فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، یہ وہی لوگ ہوں گے جو اپنی بدعملی اور کفر و شرک کی وجہ سے ثواب اور اجر سے محروم ہوں گے اس لئے انہیں کفر و انکار کی وجہ سے آخرت میں شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ وَاِمَّا

یہاں تک کہ مشغول ہو جاویں کسی اور بات میں اور اگر

يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى

بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ

ظالموں کے ساتھ ف۱ اور پرہیز گاروں پر

يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ

نہیں ہے جھگڑنے والوں کے حساب میں سے کوئی چیز لیکن

ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ

ان کے ذمہ نصیحت کرنی ہے تاکہ وہ ڈریں ف۲ اور چھوڑ دے ان کو کہ

اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

جنہوں نے بنا رکھا ہے اپنے دین کو کھیل اور تماشا اور دھوکا دیا ان کو دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ

نے اور نصیحت کران کو قرآن سے ف۳ تاکہ گرفتار نہ ہو جاوے کوئی اپنے کئے میں

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ

کہ نہ ہو اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ سفارش کرنے والا اور اگر

تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ

بدلے میں دے ملہ سارے بدلے تو قبول نہ ہوں اس سے وہی

الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ

لوگ ہیں جو گرفتار ہوئے اپنے کئے میں ان کو پینا ہے

حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۱۴

گرم پانی اور عذاب ہے دردناک بدلے میں کفر کے ف۴

ملہ نصیحت کرنے کے یا بعد معلوم ہو جانے کے ۱۲

ملہ زجر ہے ۱۲ ملہ یعنی اپنی خواہشات [illegible] کو پکارنا یا سارنگی وغیرہ بجا کر معرفت الٰہی حاصل [illegible] ملہ تخویف اخروی ۱۲ ملہ ان معنی [illegible] کیونکہ واقعہ میں یہ نہ ہو سکے گا ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی جب جاہل دین پر عیب پکڑیں اس مجلس سے سرک جائے اور اگر خطرہ ہو کہ باتوں میں مشغول ہو کر سرکنا بھول جاوے تو سوا نصیحت کے وقت ان میں بیٹھنا ہی موقوف کرے ف۲ یعنی کوئی چاہے کہ ایسے جاہلوں پاس نصیحت کو بھی نہ بیٹھے فرمایا کہ اگر نہ بیٹھے تو اپنے اوپر گناہ نہیں ان کے گمراہ رہنے کا لیکن نصیحت بہتر ہے کہ شاید ان کو ڈر ہو تو نصیحت والا ثواب پاوے ف۳ چھوڑ دے یعنی صحبت نہ رکھ ان سے مگر نصیحت کر دے کہ کوئی بے خبر نہ پکڑا جائے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا
تو کہہ دے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا ۷۸ ان کو جو نہ نفع پہنچا سکیں ہم کو اور نہ
يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ
نقصان اور کیا پھر جاویں ہم الٹے پاؤں اس کے بعد کہ اللہ سیدھی راہ دکھا چکا
كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ
ہم کو مثل اس شخص کے کہ رستہ بھلا دیا ہو اس کو جنوں نے جنگل میں جبکہ وہ حیران ہے
لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ
اس کے رفیق بلاتے ہیں اس کو رستہ کی طرف کہ چلا آ ہمارے پاس تو کہہ دے
اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ
کہ اللہ نے جو راہ بتلائی وہی سیدھی راہ ہے ۷۹ اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ
پروردگار عالم کے اور یہ کہ قائم رکھو نماز کو اور
اتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ
ڈرتے رہو اللہ سے اور وہی ہے جس کے سامنے تم سب اکٹھے ہو گے اور
هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ
وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر
وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَ
اور جس دن کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا ف۱ ف۱ اسی کی بات سچی ہے اور
لَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ
اسی کی سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے گا صور جاننے والا چھپی
وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾ وَاِذْ
اور کھلی باتوں کا اور وہی ہے حکمت والا جاننے والا ف۲ اور یاد کر جب

۷۸ یہ گذشتہ پانچ عقلی دلیلوں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ یعنی یہ ثابت ہوگیا کہ (۱) ہر جاندار کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہے (۲) تمام مصائب ومشکلات وہی آسان کرتا ہے (۳) انسانی حواس اور طاقتیں اسی کے قبضے میں ہیں (۴) زمین وآسمان اور بحر وبر کا کلی اور تفصیلی غیب بھی صرف وہی جانتا ہے اور (۵) بحر وبر کے شدائد اور ہر کرب وضرر سے وہی نجات دیتا ہے تو معلوم ہوا کہ مالک ومختار متصرف وکارساز اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے دوسرا کوئی نہیں تو کیا اس کے باوجود ہم اللہ کے سوا ایسوں کو پکاریں جنہیں ہمارے نفع ونقصان کا ذرہ برابر اختیار نہیں جو نہ متصرف ومختار ہیں نہ غیب دان اگر ہم ایسا کریں تو ہم ہدایت کے بعد الٹے پھر گمراہ ہو جائیں گے کیونکہ شرک سب سے بڑی گمراہی ہے كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الخ یعنی اس صورت میں ہماری حالت اس شخص کی مانند ہوگی جسے شیاطین نے صراط مستقیم سے بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران وسرگرداں پھر رہا ہو اور اس کے دوسرے ساتھی اسے سیدھی راہ کی طرف بلا رہے ہوں لیکن بدقسمتی سے وہ سننے والوں کی آواز تو سن سکتا ہے مگر سیدھی راہ نہیں دیکھ سکتا۔ ۷۹ ان مذکورہ دلائل کے ہوتے ہوئے ہم غیر خدا کو تو پکارنے سے رہے یہ تو سراسر گمراہی ہے اور ہدایت کا راستہ وہی ہے جو اللہ نے ہمیں بتایا ہے یعنی توحید کا راستہ اور ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس اللہ کے سامنے ہی جھکیں جو تمام دنیا جہان والوں کا پروردگار اور مربی ہے وَاَنْ اَقِيْمُوْا اس سے پہلے قِيْلَ لَنَا مقدر ہے بقرینہ ماقبل۔ ۸۰ یہ توحید پر دسویں عقلی دلیل ہے بِالْحَقِّ میں با بمعنی لام ہے لِ الْحَقِّ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای لاظہار الحق یعنی یہ زمین وآسمان اور یہ سارا جہان حق اور توحید کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور اس کی قدرت کا ٹھکانا کیا جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے قَوْلُهُ الْحَقُّ اسی کی بات سچی اور مبنی بر حقیقت ہے لَهُ الْمُلْكُ الخ قیامت کے دن اسی کی حکومت ہوگی اور اس کے سوا مجازی طور پر بھی کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوگا عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ غیب وشہادت کا کلی علم بھی اسی کو ہے اور کسی کو نہیں ماقبل اور مابعد کے قرینے سے یہاں بھی حصر مراد ہے۔ اس عقلی دلیل سے ثابت ہوگیا کہ کارساز ومتصرف اور غیب دان صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں۔

۷۸ اور توحید سابقہ کے بعد دوسرا ترقی [illegible]

۷۹ قِيْلَ لَنَا هٰذَا [illegible] بقرینہ ماقبلہ [illegible]

۸۰ توحید پر دسویں عقلی دلیل [illegible] صواب الحکایۃ الغیبۃ

ای لاظہار الحق

دلیل نقلی تفصیلی از ابراہیم علیہ السلام و از ۱۸ انبیاء علیہم السلام کے اجمالاً بطور دستخط ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی حشر ف۲ اوپر جو فرمایا کہ مسلمان چاہئے کافروں سے کہیں کہ ہم دیوانے کی طرح بہکتے نہیں اس پر آگے قصہ فرمایا حضرت ابراہیم کا کہ جب اپنے نزدیک معبود برحق پا لیا پھر قوم کے بہکانے سے نہ بہکے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی چیزے را ۱۲

۷۹ یہ توحید پر پہلی نقلی دلیل ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تفصیلاً اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے اجمالاً تصدیق و تائید اور دستخط کے طور پر۔ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے اور ان کا نام بقول زجاج باتفاق مؤرخین تارح (بتاء مثناۃ فوقانیہ والف و راء مہملہ مفتوحہ و حاء مہملہ اور بعض نے خاء معجمہ کہا ہے) تھا امام ابن جریج سے بھی تارح منقول ہے۔ حضرت ابن عباس، امام مجاہد، سدی، سعید بن مسیب اور سلمان تیمی کہتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا لقب ہے۔ اول الذکر تینوں بزرگ کہتے ہیں کہ آزر ایک بت کا نام تھا اس صورت میں اس سے قبل مضاف محذوف ہوگا یعنی عَابِدَ اٰزَرَ بعض نے کہا ہے آزر ان کی زبان میں بمعنی مخطی (خطاکار اور غلط راہ پر چلنے والے) کے ہیں۔ سلمان تیمی کہتے ہیں آزر بمعنی اعوج (ٹیڑھا) ہے۔ آزر بت پرستی کی وجہ سے خطاکار اور ٹیڑھے راستے پر گامزن تھا اس لئے اس لقب سے ملقب کیا گیا۔ (کذا فی الروح ج ۷ ص ۱۹۴ والکبیر ج ۴ ص ۱۰۲)

۸۰ آزر وزن فعل اور علمیت یا وصفیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور وہ اَبِیْہِ کا عطف بیان ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ ان کا چچا تھا اور چچا کو باپ کہنا عربی زبان کے محاورات میں عام ہے۔ علامہ سیوطی نے اس پر قرآن مجید کی آیت وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (شعراء ع۱۱) سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اس آیت میں ساجدین (سجدہ کرنے والوں) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد مراد ہیں اور تَقَلُّب سے پشت بہ پشت منتقل ہونا مراد ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و اجداد موحد تھے ان میں کوئی مشرک نہیں تھا اس لئے آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا جیسا کہ قرآن مجید کی نص سے ظاہر ہے اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور قرآن میں ساجدین سے صحابہ کرام مراد ہیں جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ شاہ عبدالقادر دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ " یعنی جب تو تہجد کو اٹھتا ہے اور یاروں کی خبر لیتا ہے کہ یاد میں ہیں یا غافل " حق تو یہی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کے ایمان و کفر کی بحث میں ہرگز نہیں پڑنا چاہئے۔ مسئلہ کی زیادہ تحقیق سورۂ شعراء کے آخری رکوع میں آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ

۸۱ اس میں کاف بیان کمال کے لئے ہے یعنی یوں زمین و آسمان کے عجائب ابراہیم علیہ السلام کو دکھانا یہ ہمارا ہی کمال ہے، اور نُرِيْٓ فعل مضارع، ماضی کی جگہ استعمال کیا گیا ہے ای عرّفناہ وبصّرناہ (روح) مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے زمین و آسمان کے عجائبات اور قدرت خداوندی کی آیات مراد ہیں۔ وَلِيَكُوْنَ اس کا معطوف علیہ محذوف ہے ای لیستدل بہ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ

۸۲ هٰذَا سے پہلے بقرینۂ عرف ہمزۂ استفہام محذوف ہے گویا یہ کلام بطریق ارخاء العنان ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ستارہ پرست تھی اور وہ ان کو ستاروں کا تغیر احوال مشاہدہ کرا کے اسم اللہ کی توحید اور ستاروں کی عاجزی و بیچارگی پر استدلال کرنا چاہتے تھے چنانچہ جب انہیں غروب آفتاب کے بعد سیارہ مشتری نظر آیا تو انہوں نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کیا یہ میرا رب ہے؟ اور تمہاری طرح میں بھی اس کو رب مان لوں اچھا ذرا ٹھہر جاؤ دیکھو اس

قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا
کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو کہ تو مانتا ہے بتوں کو
اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ
خدا میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم صریح گمراہ ہیں ف۱ اور اسی طرح سے
نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
ہم دکھانے لگے ابراہیم کو عجائبات آسمانوں اور زمینوں کے
وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ
اور تاکہ اس کو یقین آجاوے ف۱ پھر جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے
رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ
دیکھا اس نے ایک ستارا ف۲ بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہو گیا تو بولا
اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا
میں پسند نہیں کرتا غائب ہو جانے والوں کو پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا بولا یہ ہے
رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ
رب میرا پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اگر نہ ہدایت کرے گا مجھ کو رب میرا
لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ
تو بیشک میں رہوں گا گمراہ لوگوں میں پھر جب دیکھا
الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ
سورج جھلکتا ہوا ف۸۳ بولا یہ ہے رب میرا یہ سب سے بڑا ہے
فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا
پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اے میری قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو
تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ
تم شریک کرتے ہو میں نے متوجہ کر لیا اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے

الکاف لبیان الکمال ۱۲

نری ماضی کی جگہ مضارع لایا گیا ۱۲

ولیکون ای لیستدل ۱۲

ای ھذا ربی [illegible]

[illegible]

موضح قرآن ف۱ حق تعالیٰ کے کلام میں تا کے ساتھ اور آتا ہے۔ یعنی اللہ کو ہر کام خود بھی مقصود ہے اور واسطے دوسرے کے بھی مقصود ہے یہ نہیں کہ واسطے بغیر کام نہ کر سکے۔ مثلاً بندہ تخم ڈالے واسطے درخت کے اس بغیر درخت نہیں ہو سکتا۔ اللہ کو اس بغیر بھی ہو سکتا ہے لیکن درخت بھی مقصود ہے اور اسطرح اگانا بھی مقصود ہے یہی معنی ہیں کہ اللہ کے فعل میں غرض نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی چنانکہ بر وی ظاہر کردیم کہ بتان لائق عبادت نیستند نیز ظاہر ساختیم کہ ستارہ و مہر و مہ در آسمان ہا است و زمین لائق عبادت نیست و واؤ در ولیکون زائدہ است واللہ اعلم ۱۲۔

کا حشر کیا ہوتا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَ جب وہ تارہ غروب ہو گیا تو قوم کو سنا کر فرمایا لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ میں ایسے خداؤں کو پسند نہیں کرتا جو ایک حال پر نہ رہیں اور نہ میں ایسے متغیر الحال معبودوں کی ربوبیت کا معتقد ہوں۔ ۸۳ پھر جب چمکتا ہوا چاند دیکھا تو کہا کیا یہ میرا رب ہے، کیا میں بھی اس کو اپنا رب اور کارساز بنا لوں؟ فَلَمَّآ اَفَلَ الخ لیکن جب چاند بھی غروب ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر اللہ نے مجھے ہدایت نہ دی ہوتی اور مجھے سیدھی راہ نہ دکھائی ہوتی تو آج میں بھی ان ستارہ پرست مشرکین کی طرح گمراہ ہوتا۔ ۸۴ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ سورج نکل آیا ہے تو فرمایا یہ ان سب سے بڑا ہے کیا میرا رب یہ ہے لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو فرمایا اب میری حجت تم پر قائم ہو چکی اور تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے معبود کس قدر ناپائیدار ہیں اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ میں ان تمام معبودان باطلہ سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ الخ میں تو اس سے پہلے ہی باطل معبودوں سے منہ موڑ کر اپنا چہرہ اس منزہ صفات کی طرف پھیر چکا تھا جس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور میں نے کبھی مشرکین کا عقیدہ قبول نہیں کیا۔

فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا
بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ
ہوں شرک کرنے والا ف۱ اور اس سے جھگڑا کیا ۸۵ اس کی قوم نے بولا
اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ
کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو اللہ کے ایک ہونے میں اور وہ مجھ کو سمجھا چکا اور میں ڈرتا نہیں ۸۶
مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ
ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو اس کا مگر یہ کہ میرا رب ہی کوئی تکلیف پہنچانی
شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا
چاہے ف۲ احاطہ کر لیا ہے میرے رب کے علم نے سب چیزوں کا کیا تم
تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ
نہیں سوچتے اور میں کیونکر ڈروں ۸۷ تمہارے
اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ
شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے اس بات سے کہ شریک کرتے ہو
بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ
اللہ کا ان کو جس کی نہیں اتاری اس نے تم پر کوئی دلیل
فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ
اب دونوں فرقوں میں کون مستحق ہے دلجمعی کا بولو اگر تم
تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا
سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لے آئے ۸۸ اور نہیں ملا دیا انہوں
اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ
نے اپنے یقین میں کوئی نقصان انہی کے واسطے ہے دلجمعی اور وہی ہیں

وقف لازم

فائدہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب نے ابتدا میں اپنی بعض کتابوں میں لکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں جو شخص وفات مسیح کا قائل ہو وہ مشرک ہے لیکن بعد میں جب اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تو وہ خود وفات مسیح کا قائل ہو گیا تو اس پر اعتراض کیا گیا کہ پہلے تو مشرکانہ عقیدے پر تھا اور نبی نبوت سے پہلے بھی شرک سے پاک ہوتے ہیں تو اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ واقعہ سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ نبیوں سے قبل نبوت شرک جیسا گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے (العیاذ باللہ) حالانکہ یہ صریح کفر ہے۔ قادیانی نے ان آیتوں میں دیدہ دانستہ تحریف کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس واقعہ کے بعد اللہ کی توحید کا علم ہوا جو سراسر غلط ہے۔ وہ اس واقعہ سے قبل بھی موحد ہی تھے شرک تو اکبر الکبائر ہے اور اللہ کے نبی قبل نبوت صغیرہ گناہوں سے بھی پاک ہوتے ہیں لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ صیغہ ماضی منفی اور اسی طرح اِنِّيْ وَجَّهْتُ ماضی کا صیغہ اور پھر آگے چل کر فرمایا وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ یہاں بھی وَقَدْ هَدٰىنِ ماضی کا صیغہ ہے پھر اس کے بعد ارشاد فرمایا وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ یہ تمام قرائن اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس واقعہ سے قبل بھی توحید پر ہی تھے اور یہ طرز استدلال انہیں اللہ کی طرف سے ان کی قوم پر بطور حجت عطا ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام بارہ سال تک غار میں رہے اس کے بعد انہیں غار سے نکالا گیا یہ بے بنیاد ہے۔

۸۵ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے مامور ہو کر شرک کی مذمت کی تو ان کی مشرک قوم ان سے جدال و مخاصمت پر اتر آئی تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ کی توحید کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کرتے ہو حالانکہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے دلائل ثلثہ یعنی عقلی، نقلی توحید کی سیدھی راہ دکھائی ہے فِي اللّٰهِ یہاں مضاف محذوف ہے۔ ای فی توحیدہٖ... وقد ھدانی الی التوحید (مدارک ج ۲ ص ۱۶) ای بالدلائل الثلاثۃ۔ ۸۶ یہ سوال مقدر کا جواب ہے مشرکین نے دوران مخاصمت یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے معبودوں کی مخالفت چھوڑ دو ورنہ وہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے تو اس کا جواب دیا کہ جن کو تم کارساز اور متصرف سمجھ کر اللہ کی عبادت اور پکار میں شریک کرتے ہو وہ بالکل بے بس ہیں میں ان سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ ہاں اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ

لہ یعنی دلیل ۱۲

ہے یعنی بدلائل ۱۲

سے معبودان باطلہ ۱۲

سے مستثنیٰ منقطع ہے یعنی [illegible] کی طرف سے ہو گا ۱۲

۵ معبودان باطلہ ۱۲

۶ ای بمعبودیتہ ۱۲

۷ یہ بھی ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہے یا ارشاد الٰہی ہے ۱۲

موضح قرآن ف۱ حضرت ابراہیم لڑکے تھے قوم کو دیکھا کہ خالق آسمان و زمین کا اللہ کو کہتے ہیں اور اپنی حاجت اور مراد کے واسطے کوئی مورتیں پوجتے ہیں کوئی تارہ چاند سورج چاہا کہ میں بھی ایک کو اپنا رب ٹھہرا رکھوں مورتوں سے اول ہی ناخوش ہوئے پھر کوئی تارہ ٹھہرایا پھر وہ غائب ہوا تو جانا کہ یہ ایک حال پر نہیں کوئی اور ہے اس پر حاکم آپ مستقل ہوتا تو اعلیٰ حال سے ادنیٰ میں نہ آتا۔ پھر چاند سورج میں بھی عیب پایا سب کو چھوڑ کر اسی ایک کو پکڑا جس کو سب مانتے ہیں کہ سب سے بڑا ہے اور عقل صحیح چاہئے کہ جب ایک کو مانا اس سے کون کام نہیں ہو سکتا کہ دوسرا درکار ہو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی از انواع محنت ۱۲۔

مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۹ ۱۲ ۱۵ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ

سیدھی راہ پر ہیں ف۸۹ اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی تھی ابراہیم کو

عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

اس کی قوم کے مقابلے میں درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں تیرا رب

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ

حکمت والا ہے جاننے والا اور بخشا ہم نے ابراہیم کو ف۹۰ اسحٰق اور یعقوب

كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ

سب کو ہم نے ہدایت دی اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سب سے پہلے اور اس کی

ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ

اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو

وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیک کام والوں کو

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ

نیک بختوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع کو اور یونس کو

وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ

اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور ہدایت کی

اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ

ہم نے بعضوں کو ف۹۱ ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا

وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ

اور سیدھی راہ چلایا یہ

۱۲ یعنی دلیل ۱۳ یہ چاروں انبیاء اصول انبیاء ہیں ۱۴ ضمیر مجرور راجع بنوح علیہ السلام ہے کیونکہ یونس علیہ السلام کسی صورت میں ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے نہیں ہو سکتے ۱۵ یہ دونوں بہت بڑے بادشاہ تھے ۱۶ ان دونوں نے [illegible] مصیبتیں جھیلیں ۱۷ یہ دونوں [illegible] ۱۸ یہ چاروں [illegible] عابد [illegible] ۱۹ یہ چاروں [illegible] نہیں ہوئی ۲۰ یعنی ان میں سے [illegible]

بھی گیا تو میں سمجھوں گا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے ۔ میرے رب کا علم ہر چیز پر حاوی اور ہر شئی کو محیط ہے ۔ ۸۷ مَآ اَشْرَكْتُمْ میں مَا سے معبودان باطلہ مراد ہیں ، اور صلہ میں عائد محذوف ہے ای ما اشرکتموہ اسی طرح مَا لَمْ يُنَزِّلْ میں بھی مَا سے معبودان باطلہ مراد ہیں اور بِهٖ میں مضاف محذوف ہے ای بمعبودیتہ یعنی ڈرنا تو تمہیں چاہئے جو علیم وقدیر اور متصرف وکارساز ہستی کے ساتھ اس کے لاچار بندوں کو شریک بناتے ہو جن کے معبود ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ، میں تمہارے ان معبودان باطلہ سے کیوں ڈروں جو بے بس اور بے اختیار ہیں فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اب تم ہی بتاؤ کہ عذاب سے امن وسلامتی کا مستحق کون ہے تم شرک کرنے والے یا میں شرک سے دور رہنے والا اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والا ۔ اگلی آیت میں اس سوال کا جواب ہے ۸۸ یہ پہلے سوال کا جواب ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہے یا ادخال الٰہی ہے ۔ ظُلْم سے مراد شرک ہے ۔ جیسا کہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۶ میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے گھبرا کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کون ہے جس نے ظلم وزیادتی نہ کی ہو اس پر سورۂ لقمان کی آیت اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ نازل ہوئی ۔ یعنی امن وسلامتی صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی توحید کو مانا اور پھر اس میں ذرہ برابر شرک کی ملاوٹ نہ کی ۔ ۸۹ تِلْكَ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گذشتہ استدلال کی طرف اشارہ ہے اشارة الى جميع احتج به ابراهيم عليه السلام على قومه (مدارک ج ۲ ص ۱۶) ۹۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد اجمالی طور پر تمام انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا سترہ پیغمبروں کا ذکر نام لیکر اور باقیوں کا اشارے سے ۔ انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں بھی نہایت ہی عمدہ ترتیب ملحوظ رکھی گئی ۔ پہلے چاروں یعنی حضرت ابراہیم ، اسحاق یعقوب اور نوح علیہم السلام اصول انبیاء ہیں پھر داؤد اور سلیمان علیہما السلام بہت بڑے بادشاہ تھے ، حضرت ایوب اور یوسف علیہما السلام کو زندگی میں بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ، موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بڑے بڑے معجزے عطا کئے گئے ۔ زکریا ، یحییٰ ، عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام بہت بڑے عابد وزاہد تھے اور اسمٰعیل ، الیسع ، یونس اور لوط علیہم السلام کے ادیان کی زیادہ شہرت نہیں ہوئی اور نہ ان کے اتباع تھے (من البحر ج ۴ ص ۱۷۴) وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ کی ضمیر کو اگر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع کیا جائے تو لوط علیہ السلام تو برادر زادہ ہونے کی وجہ سے ان کی ذریت میں شامل ہو جائیں گے لیکن یونس علیہ السلام اس میں شامل نہیں ہو سکتے اس لئے ضمیر کا مرجع نوح علیہ السلام کو بنانا ہی صحیح ہے ۔ ۹۱ سترہ نبیوں کا نام بنام ذکر کرنے کے بعد اب یہاں باقی انبیاء علیہم السلام کا اجمالاً ذکر فرمایا یعنی مذکورہ نبیوں کے آباد اجداد میں سے ۔ ان کی اولاد میں سے اور ان کی برادری میں سے جتنے بھی نبی گذرے ہیں ان سب کو ہم نے باقی مخلوق پر برتری عطا کی اور ان سب کو صراط مستقیم (سیدھی راہ) یعنی راہ توحید کی طرف راہنمائی کی وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ (مذکورہ بالا نبیوں کے باپوں میں سے) اس سے مراد یہ ہے کہ جن انبیاء کے باپ تھے اسی طرح وَمِنْ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ کا مطلب بھی یہ ہے کہ ان میں سے جن کے اولاد اور بھائی تھے یہ مطلب نہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا باپ بھی تھا اور ہر ایک کی ۔

اولاد بھی تھی جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں اور اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے باپ کے وجود پر استدلال کرتے ہیں۔ ۹۲ ذٰلِكَ سے هَدَيْنٰهُمْ سے مفہوم مصدر کی طرف اشارہ ہے ای الھدی الی الطریق المستقیم ھو ھدی اللہ (بحر ج ۴ ص۱۷۵، روح ج ۷ ص۲۱۵)، وَلَوْ اَشْرَكُوْا الخ اس کی ضمیر سے تمام انبیاء علیہم السلام مراد ہیں جن کا پہلے صراحۃً یا کنایۃً ذکر ہو چکا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا شرک کرنا اگرچہ محال ہے لیکن اگر بالفرض وہ بھی شرک کر گذرتے تو ان کے بھی تمام اعمال ضائع ہو جاتے اس تعبیر سے شرک کی انتہائی شناعت وقباحت کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ ۹۳ ان کو ہم نے کتاب، الحکمت اور نبوت عطا فرمائی یعنی رسولوں پر کتابیں اور صحیفے نازل کئے اور ہر صاحب کتاب کے بعد آنے والے نبی پر پہلی کتاب کا اتباع لازم قرار دیا یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت منقطع ہو گیا۔ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

اللہ کی ہدایت ہے ۹۱ اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ

یہی لوگ تھے ۹۳ جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت

وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ

اور نبوت پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں مکہ والے تو ہم نے

وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ

ان باتوں کے لئے مقرر کر دیئے ہیں ایسے لوگ جو ان سے منکر نہیں ہیں یہ وہ لوگ

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ

تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے ۹۴ سو تو چل ان کے طریقہ پر

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ

تو کہہ دے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری یہ تو محض

اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ

نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو فقط اور نہیں پہچانا انہوں نے ۹۵ اللہ کو پورا

قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ

پہچاننا جب کہنے لگے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی انسان پر کوئی

شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ

چیز ۹۶ پوچھ تو کس نے اتاری ۹۷ وہ کتاب جو موسیٰ لے کر

مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ

آیا تھا روشن تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے جس کو تم نے

ع ۱۰ / ۱۶

منزل ۲

الخ کی ضمیر سے آیات یا نبوت مراد ہے اور هٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ سے اہل مکہ اور قَوْمًا سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں یعنی اگر مشرکین مکہ آیات توحید گویا نبوت کو نہیں مانتے تو نہ مانیں ہم ایک قوم کو آیات توحید اور نبوت انبیاء پر ایمان لانے کے لئے مقرر کر چکے ہیں اور وہ ایسے راسخ الایمان اور دائم الیقین ہیں کہ کسی بھی وقت ان کے ایمان میں ذرا بھر بھی فرق نہیں آسکتا لیسوا بھا بکٰفرین ای فی وقت من الاوقات بل مستمرون علی الایمان بھا ... قال ابن عباس ومجاهد ھم الانصار واھل المدینۃ وقیل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً (روح ج ۷ ص۲۱۶ ابو السعود) ۹۴ هَدَى کے بعد هُمْ عائد محذوف ہے اور اُولٰٓئِكَ سے مذکور الصدر تمام انبیاء علیہم السلام مراد ہیں یعنی یہ تمام انبیاء علیہم السلام صرف ایک اللہ ہی کو متصرف وکارساز مانتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے اس لئے آپ بھی مسئلہ توحید میں ان کے نقش قدم پر چلیں۔ اس سے مراد صرف ایمان وتوحید اور اصول دین ہیں تمام احکام وشرائع مراد نہیں کیونکہ شرائع تمام انبیاء علیہم السلام کی مختلف رہی ہیں والمراد بھداھم طریقتھم فی الایمان باللہ وتوحیدہ واصول الدین دون الشرائع فھی مختلفۃ (مدارک ج ۲ ص۱۲) ۹۵ یہ یہود پر شکوی ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ما عظموا اللہ حق تعظیمہ اور ابو العالیہ فرماتے ہیں ما وصفوہ حق صفتہ اور قَدَرُوْا کی ضمیر سے جمہور کے نزدیک یہود مراد ہیں اور اِذْ ظرف قدروا کے متعلق ہے (روح) مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ الخ یعنی آج تک اللہ نے کسی بشر پر اپنا کوئی کلام نازل نہیں کیا اس سے ان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر طعن کرنا تھا کہ جب آپ بھی بشر ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر بھی اللہ کی طرف سے کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ ۹۶ یہ جواب شکوی ہے اور یہود کے قول نامعقول کا رد ہے کہ اگر تمہارے قول کے مطابق اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں فرمایا تو بتاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جن کو تم بشر مانتے ہو یہ تورات کس نے نازل کی جو سراپا نور ہدایت تھی جسے تم بھی اللہ کی کتاب مانتے ہو اور یہ بھی مانتے ہو کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہی نازل ہوئی تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ الخ یہ جملہ استینافیہ ہے اور اس میں علماء یہود کی ایک شرارت کا ذکر کیا گیا ہے یعنی یہ تورات وہی کتاب ہے جس کے بہت حصوں کو تم اپنی خواہشات نفسانیہ کے مطابق محرف ومبدل کر کے مختلف کاغذوں پر لکھ لیتے ہو اور اپنے ماننے والوں اور عقیدتمندوں کو دکھا کر ان پر ظاہر یہ کرتے ہو کہ یہ اللہ کی کتاب تورات کی آیتیں ہیں جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ اس طرح تورات کے جو مسائل تمہاری خواہشات کے خلاف اور مذہبی پاپائیت کی بنیادیں ہلا دینے والے ہیں ان کو چھپاتے ہو اور جو تمہاری خواہشات کے مطابق ہیں ان کو بیان کرتے ہو۔ آجکل کے علماء سوء کا بھی بالکل یہی حال ہے وہ قرآن میں تحریف لفظی تو کر نہیں سکتے اس لئے اپنے من گھڑت مسائل کے مطابق آیتوں کا مطلب اپنی طرف سے گھڑ کر عوام کو سنا دیتے ہیں۔ ۹۷ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نزول وحی کی دوسری دلیل ہے یعنی تورات کے ہی ذریعے تمہیں ان امور غیبیہ کا علم حاصل ہوا جنہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے آباؤ اجداد۔ قُلِ اللّٰهُ بقرینہ سوال یہاں فعل محذوف ہے ای انزلہ اللہ یہ گذشتہ سوال

[illegible]

یہ جواب شکوی ہے دلیل اول برائے صداقت حضرت موسیٰ علیہ السلام

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مہاجران وانصار وسائر اخیار ۱۲ ف۲ یعنی چنانکہ انبیاء صبر کردند بر ایذاء کفار تو نیز صبر کن ۱۲

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الخ کا جواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینے کا حکم دیکر اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہود ضد وعناد کی وجہ سے حق کا انکار کریں گے اس لئے آپ یہ جواب دے دیں وھٰذا کِتٰبٌ یہ نفی شرک فی التصرف پر دلیل وحی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نزول کتاب کا ذکر کرکے فرمایا یہ قرآن بھی ہم ہی نے اتارا ہے اور وہ مسئلہ توحید اور اصول دین میں تورات کی تصدیق کرتا ہے تو پھر اس کو تم کیوں نہیں مانتے۔ ۹۸ یہ مشرکین کے لئے زجر ہے کَذِبًا سے شرک مراد ہے یعنی غیر اللہ کے لئے تحریمات کرنا اور غیر اللہ کی نذر ونیاز وغیرہ مثل عمرو بن لحی واتباعہ القائلین بان اللہ حرم السوائب والحوامی الخ (مظہری ج ۳ ص ۲۶۴) اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ یہ شکوی ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے نبوت اور نزول وحی کا دعوی کیا تھا وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ الخ جیسا کہ مشرکین نے کہا تھا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ ۹۹ یہ تخویف اخروی ہے غَمَرٰتِ الْمَوْتِ یعنی موت کی شدائد اور سختیاں بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ ہاتھ پھیلانے والے روح قبض کرنے کے لئے یا مارنے کے لئے ای بالعذاب عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہم یضربون وجوھھم وادبارھم ...... وذھب بعضھم ان ھٰذا تمثیل لفعل الملٰٓئکۃ فی قبض ارواح الظلمۃ بفعل الغریم الملح یبسط یدہ الی من علیہ الحق و یعنف علیہ فی المطالبۃ ولا یمھلہ الخ (روح ج ۷ ص ۲۲۳) بِمَا كُنْتُمْ میں با سببیہ ہے یعنی یہ عذاب تمہیں اللہ پر افتراء کرنے اور اس کی آیتوں سے انکار واستکبار کی وجہ سے دیا جائے گا۔ ۱۰۰ فرادٰی۔ فَرْدٌ یا فَرِیْدٌ کی جمع ہے اور یہ ضمیر خطاب سے حال ہے مَا خَوَّلْنٰكُمْ ای ما اعطیناکم یعنی ہم نے جو تمہیں مال ودولت دی تھی شُفَعَآءَكُمْ وہ نیک پیر اور اولیاء اللہ جن کو مشرکین خدا کے یہاں سفارشی سمجھ کر ان کی عبادت کرتے اور ان کی نذریں نیازیں دیتے تھے۔ یہ مشرکین سے کہا جائے گا کہ آج تم سب تنہا اور اکیلے میدان حشر میں آئے ہو آج تمہارے ساتھ نہ وہ مال ودولت ہے۔ نہ انصار واعوان جن پر تم مغرور تھے اور نہ آج تمہارے وہ سفارشی ہی تمہارے ساتھ ہیں جن کو تم اللہ کی عبادت، ربوبیت اور پکار میں شریک کیا کرتے تھے۔ اور جن کے بارے میں تمہیں یقین تھا کہ وہ ہر آڑے وقت میں تمہارے کام آئیں گے۔ آج وہ کہاں ہیں۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ ای الوصل بینکم آج تمہارے اور ان کے درمیان تمام تعلقات منقطع ہو چکے ہیں اور تمہاری تمام خواہشیں اور آرزوئیں خاک میں مل چکی ہیں۔

قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ

ورق ورق کرکے لوگوں کو دکھایا اور بہت سی باتوں کو تم نے چھپا رکھا ہے

وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ

اور تم کو سکھلا دیں ۹۶ جن کو نہ جانتے تھے تم اور تمہارے باپ دادے ۹۷

قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ (۹۱)

تو کہہ دے کہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ دے ان کو اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں ۹۸

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ

یہ قرآن کتاب ہے جو کہ ہم نے اتاری برکت والی تصدیق کرنیوالی ان کی جو

بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

اس سے پہلی ہیں اور تاکہ تو ڈراوے مکہ والوں کو اور اس کے

حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

آس پاس والوں کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا

یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (۹۲)

وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار ۹۹

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

اور اس سے زیادہ ظالم ۹۸ کون جو باندھے اللہ پر ۱۰۰ بہتان

اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ

یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر وحی نہیں اتری کچھ بھی اور

مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ

جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں مثل اس کے جو اللہ نے اتارا ۱۰۱ اور

لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ

اگر تو دیکھے جس وقت ۹۹ کہ ظالم ہوں موت کی سختیوں میں اور

مراد ہیں ثانی یہ کہ صداقت موسیٰ علیہ السلام یعنی ان کی نبوت کے ذریعہ تم کو امور غیبیہ پر مطلع کیا گیا ہے ۱۲ نفی شرک فی التصرف ۔ ترغیب ۔ یعنی دو دلیلیں پیغمبر صلی اللہ علیہ [illegible] [illegible] ۱۲ نفی شرک [illegible] ۱۲ تخویف اخروی ۱۲ [illegible] المعرفت ۱۲

موضح قرآن ف ام القریٰ نام ہے مکے کا اس کے معنے بستیوں کی جڑ یا اس واسطے کہ تمام عرب کا مرجع تھا یا کہتے ہیں کہ پانی میں سے زمین اوّل یہی کھلی ہے اور آس پاس سے مراد عرب ہے جب تک انہی پر حکم تھا یا سارا جہان ہے

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی کتمان آیات توریت را قرآن اظہار کرد والاسابق بہ یقین نمید انستند ۱۲ ف ۲ حاصل آنست کہ اگر یہود گویند حق تعالیٰ ہیچ بشر وحی نمی فرستد نقض کردہ شود بہ توریت واگر گویند می فرستد استبعاد فرستادن قرآن مجرد تعصب است پس اذ قالوا بجائی ان قالوا گفتہ شد ۱۲ ف ۳ انذار اولاً عرب را کردہ شد کہ زبان عربی می فہمند وثانیاً جمیع اہل ارض را بواسطہ ترجمہ پس اینجا انذار اول مراد است مانند آیت ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ الآیہ ودر آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اعم از اولی وثانوی ۱۲ ف ۴ یعنی اعتقاد کرد مثلاً بحائر وسوائب از امر الٰہی است واتفاق سلف دلیل بر آنست واللہ اعلم ۱۲ ف ۵ یعنی انشاء کتابی مثل قرآن خواہم کرد وانشاء را بطریق مشاکلت انزال گفتہ شد ۱۲ ـــ

الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا
فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو
اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ
اپنی جانیں آج تم کو بدلے میں ملے گا ذلت کا عذاب
بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ
اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹی باتیں
وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ
اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور البتہ
جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ
تم ہمارے پاس آ گئے تنہا ایک ایک ہو کر جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تم کو پہلی بار
وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ
اور چھوڑ آئے تم جو کچھ اسباب ہم نے تم کو دیا تھا اپنی پیٹھ کے پیچھے اور
مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ
ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش والوں کو جن کو تم بتلایا کرتے تھے
اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ
کہ ان کا تم میں ساجھا ہے البتہ منقطع ہو گیا تمہارا علاقہ
وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ
اور جاتے رہے جو دعوے کہ تم کیا کرتے تھے اللہ ہے کہ
فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
پھوڑ نکالتا ہے ۱۰۱ دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردہ سے زندہ
وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى
اور نکالنے والا ہے زندہ سے مردہ یہ ہے اللہ پھر تم کدھر

۱۱ ع ۱۷

۱ مارنے کے لئے
قبض ارواح
کے لئے ۱۲

۲ یہ کہ شریک ہیں
حق میں ہے
۳ ای وصلکم ۱۲

۴ یہ دلیل توحید نقلی
تھی گیارہویں عقلی
یعنی النوی تک
ہے اور کوئی
نہیں ۱۲

۱۰۱ یہ توحید پر گیارہویں عقلی دلیل ہے یعنی ہر چیز میں متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ یہ دلیل یہاں سے لیکر اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ تک ممتد ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے بہت سے نشانات عالم علوی اور عالم سفلی سے متعلق بیان فرمائے ہیں الحبّ حبة کی جمع ہے حبة کے معنی دانے کے ہیں۔ النوی۔ نواۃ (گٹھلی) کی جمع ہے۔ جب دانہ یا گٹھلی کو زمین میں بو دیا جاتا ہے تو دست قدرت ان میں شگاف ڈال دیتا ہے جس میں سے پودا پھوٹ نکلتا ہے۔ وہ حیّ (جاندار۔ مومن یا پرندے) سے مَیّت (بے جان۔ کافر یا انڈے) کو نکالتا ہے اور میت سے حی کو یعنی کافر سے مومن کو پیدا کرتا ہے اور بے جان انڈے سے جاندار بچہ پیدا کرتا ہے۔ یہ تینوں باتیں عالم سفلی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ الخ یعنی جو ہستی ان مذکورہ بالا صفات کی مالک ہے۔ حقیقت میں وہی الٰہ ہے اور وہی متصرف و کارساز ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ **۱۰۲** صبح کو چیرنے والا۔ صبح دن کے لئے بمنزلہ تخم (بیج) ہے جس طرح بیج کو چیر کر اس سے پودا نکالتا ہے اسی طرح صبح سے دن کی روشنی کو نمودار کرتا ہے۔ سَکَنًا۔ مَا یسکن الیه جس چیز سے سکون و اطمینان حاصل کیا جائے رات کو سَکَنًا فرمایا کیونکہ دن بھر کی تھکاوٹ رات میں آرام و راحت سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ حُسْبَانًا مصدر ہے یعنی سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنا دیا ان کی گردش سے موسموں کے اختلاف کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ نیز ان کی حرکت سے وقت کی پیمائش کی جاتی ہے۔

فتح الرحمٰن ھدا یعنی میز سند ۱۲ ۔

تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ

بھکے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی ۱۰۳ روشنی کا اور اس نے رات

سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ

بنائی آرام کو اور سورج اور چاند حساب کے لئے یہ

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِیْ

اندازہ رکھا ہوا ہے زور آور خبردار کا اور اسی نے

جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ

بنا دیئے تمہارے واسطے ستارے کہ ان کے ۱۰۳ وسیلہ سے راستہ معلوم کرو

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ

اندھیروں میں جنگل اور دریا کے البتہ ہم نے کھول کر بیان کر دیئے پتے

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ

ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں اور وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ۱۰۴

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ

ایک شخص سے پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَ

البتہ ہم نے کھول کر سنا دیئے پتے اس قوم کو جو سوچتے ہیں اور

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا

اسی نے اتارا ۱۰۵ آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے

بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا

اس سے اگنے والی ہر چیز پھر نکالی اس میں سے سبز کھیتی

نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ

جس سے ہم نکالتے ہیں دانے ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے

سلہ صبح دن کے لئے بمنزلہ [illegible] کے ہے۔ ۱۲

ع مستقر ای فی الدنیا ومستودع ای فی الآخرۃ ۱۲

۱۰۳ رات کے اندھیروں میں، جنگلوں اور سمندروں میں سفر کرنے والے مسافر اگر راہ سے بھٹک جائیں تو مختلف ستاروں کے ذریعے وہ اپنی منزل مقصود کی صحیح سمت معلوم کر کے صحیح و سالم اپنی منزل پر پہنچ جاتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے یہ امور عالم علوی یا نظام شمسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۰۴ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور احسان ہے کہ اس نے زندگی جیسی نعمت عطا فرمائی اور تمام انسانوں کو ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا فرمایا اور ہر ایک کے لئے ایک مستقر اور ایک مستودع بنایا۔ مستقر اور مستودع کی تفسیر میں اقوال مختلف ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں مستقر (رہنے کی جگہ) سے دنیا مراد ہے اور مستودع سے آخرت ۔ فمستقر فی الدنیا ومستودع فی الاخرۃ ۱۲

۱۰۵ آسمان سے بارش بھی وہی برساتا ہے۔ بارش سے تمام کھیت سرسبز و شاداب ہو جاتے ہیں اناج کثرت سے پیدا ہوتا ہے، کھجور کے درخت پھل سے لد جاتے ہیں، انگور، زیتون اور انار کے باغات بھی لہلہانے لگتے ہیں۔ جن کا پھل شکل و صورت میں ایک جیسا ہونے کے باوجود ان کا رنگ، ذائقہ اور حجم مختلف ہوتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ الخ ان مذکورہ امور میں ایمان والوں کو اللہ کی توحید پر بڑے بڑے دلائل نظر آتے ہیں یہ تمام امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ کی قدرت اور اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے لہٰذا وہی متصرف و کارساز ہے اور کوئی نہیں۔ ۱۰۶ یہ زجر اور شکوی ہے شرکاء مبدل منہ ہے اور الجنّ اس سے بدل ہے برائے اظہار حقارت۔ یعنی ان جنوں کو انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھا ہے وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ اور انہوں نے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں گھڑلی ہیں وہ انبیاء اور اولیاء کو اللہ کے بیٹے اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں ان کا خیال تھا کہ جس طرح اولاد باپ کو بہت محبوب ہوتی ہے اور وہ ان کی ہر بات مان لیتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور ملائکہ اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں اس لئے اسے ان کی ہر بات ماننی پڑتی ہے یہود و نصاریٰ نے اللہ کے لئے بیٹے تجویز کئے تھے اور مشرکین مکہ نے بیٹیاں (اما الذین اثبتوا البنین فهم النصارى وقوم من اليهود واما الذين اثبتوا البنات فهم العرب الذين يقولون الملائكة بنات الله (کبیر ج ۴ ص ۱۶۲)

موضح قرآن ف اول سپرد ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں کہ آہستہ آہستہ دنیا کے اثر پیدا کرے پھر آ کر ٹھہرتا ہے دنیا میں پھر سپرد ہو گا قبر میں کہ آہستہ آہستہ اثر آخرت کے پیدا کرے پھر جا ٹھہرے گا جنت میں یا دوزخ میں ۱۲

مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ

گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے اور باغ

اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا

انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے

وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ

اور جدا جدا بھی ملے دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب

وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ

ایمان والوں کے اور ٹھہراتے ہیں ف۱۰۶ اللہ کے شریک جنوں کو

وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ

حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تراشتے ہیں اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا

جہالت سے وہ پاک ہے ف۱۰۷ اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو

يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یہ لوگ بیان کرتے ہیں نئی طرح پر بنانے والا ف۱۰۸ آسمان اور زمین کا

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ

کیونکر ہو سکتا ہے اس کے بیٹا حالانکہ اس کے کوئی

صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ

عورت نہیں اور اس نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ

چیز سے واقف ہے یہی اللہ ف۱۰۹ تمہارا رب ہے نہیں ہے کوئی معبود

۱۲ ع ۹ ۱۸

ف۱۰۷ یہ جواب شکوی ہے اللہ تعالیٰ مشرکین کے ان بہتانوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے، اس نے کسی کو بیٹا یا بیٹی نہیں بنایا وہ بے نیاز ہے اسے ان چیزوں کی ضرورت نہیں وہ خود مختار متصرف و کارساز ہے۔ اس کا ارادہ کسی کے ماتحت نہیں۔ ف۱۰۸ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی ولد پر چار دلیلیں ذکر فرمائی ہیں یہ پہلی دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم علوی اور عالم سفلی کو عجیب و غریب نظام کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ وہ فاعل علی الاطلاق ہے۔ اسے کسی ولد یا نائب کی ضرورت نہیں۔ دوسری دلیل اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کے بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے حالانکہ اس کے بیوی ہی نہیں۔ مطلب یہ کہ تم اللہ کی طرف صاحبہ کی نسبت تو نہیں کرتے ہو لیکن ولد کی نسبت کیوں کرتے ہو حالانکہ ولد صاحبہ (بیوی) کے بغیر نہیں ہو سکتا یعنی اگرچہ تم حقیقی ولد کی نسبت نہیں کرتے ہو لیکن ولد کی طرح نائب تو کہتے ہو جو سراسر غلط ہے۔ تیسری دلیل وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اس نے تو ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے۔ ہر چیز اس کی مخلوق ہے۔ جسے تم اللہ کا ولد کہتے ہو وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ مخلوق اپنے خالق کی ولد ہو۔ چوتھی دلیل وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے اور وہ ماضی، حال اور مستقبل کی تمام چیزوں کو جانتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو اسکا ولد ہو۔ پہلی، تیسری اور چوتھی دلیل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی ولد یعنی نائب نہیں اور دوسری دلیل سے ولد حقیقی کی نفی کی گئی ہے۔ ف۱۰۹ دلیل اور جواب شکوی کے بعد ثمرہ ذکر فرمایا یعنی جب کارساز اور غیب دان صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں تو صرف اسی کو پکارو۔ پہلے چار دلائل عقلیہ کے بعد ان کا ثمرہ ذکر کیا گیا۔ پھر نویں دلیل عقلی کے بعد دوسرا ثمرہ بیان کیا گیا۔ اب یہاں گیارہویں عقلی دلیل کے بعد تیسری بار دلائل کا ثمرہ بیان کیا گیا ہے۔ دلائل کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ان کے بعد ذہن خود بخود ان نتائج کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

ھ کیونکہ ولد بغیر صاحبہ نہیں ہوتا اور اگر ولد جیسا کہ کہتے ہو محبت کی وجہ سے تو یہ بھی غلط ہے ۱۲۔ ث دلائل کے بعد ثمرہ ہے ۱۲۔ ۸ یعنی کارساز اور عیب دان صرف اللہ ہی ہے اس لئے صرف اسی کو پکارو ۱۲

ف قرآن مجید میں ہر ہر علوم اور علم معانی و بیان اور بدیع آ رہے ہیں جیسے کلام کو مقتضی حال کے مطابق لانا جامع ہے یعنی بیان توحید اور [illegible] برائیوں سے ادا کیا جاتا ہے اور فن بیان کا بھی مقصد ہے اور [illegible]

لفظ کا بھی خیال رکھا جاتا ہے یہ فن بدیع ہے ۱۲ [illegible] صاحبہ (بیوی) کی نسبت (تو تم) بھی نہیں کرتے [illegible]

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی درصورت درخت و ثمر مانند یکدیگر است و در طعم مخالف یکپارہ شیریں دیگر پارہ ترش یا تلخ ۱۲۔

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰی

سوا اس کے پیدا کرنے والا ہر چیز کا سو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر

كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَ

چیز پر کارساز ہے نہیں پا سکتیں اس کو آنکھیں اور

هُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۰۳﴾

وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو اور وہ نہایت لطیف خبردار ہے ف

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ

تمہارے پاس آ چکیں ۱۱ نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے پھر جس نے دیکھ لیا

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ

سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے نقصان کو اور میں نہیں تم پر

بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا

نگہبان اور یوں طرح طرح سے ۱۲ سمجھاتے ہیں آیتیں اور تاکہ وہ کہیں

دَرَسْتَ وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ

کہ تو نے کسی سے پڑھا ہے اور تاکہ واضح کر دیں ہم اس کو واسطے سمجھ والوں کے تو چل ۱۳

مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اس پر جو حکم تجھ کو آوے تیرے رب کا کوئی معبود نہیں سوا

هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ

اس کے اور منہ پھیر لے مشرکوں سے اور اگر

شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ

اللہ چاہتا ۱۴ تو وہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے نہیں کیا تجھ کو ان پر

حَفِیْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۱۰۷﴾

نگہبان اور نہیں ہے تو ان پر داروغہ

۱۰ یعنی دنیا میں انسانی آنکھیں اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتیں دنیا میں اس کی ذات محض اپنی صفات سے معلوم ہوتی ہے جو دلائل کے ضمن میں بیان ہو چکی ہیں وَهُوَ اللَّطِیْفُ یہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے متعلق ہے الْخَبِیْرُ یہ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ سے متعلق ہے بطریق لف و نشر مرتب (وَهُوَ اللَّطِیْفُ) ای العالم بدقائق الامور و مشکلاتها الخبیر العلیم بظواهر الاشیاء وخفیاتها وهو من قبیل اللف والنشر (مدارک ج ۲ ص ۲۱) ۱۱ بَصَآئِرُ سے دلائل توحید مراد ہیں فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ۔ جس نے مسئلہ توحید قبول کر لیا اس نے اپنے ہی بھلے کا کام کیا وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا اور جو شرک پر قائم رہا اس نے اپنا نقصان کیا وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ میں تم پر نگران نہیں ہوں میں تو صرف اللہ کی طرف سے منذر و مبشر ہوں وانما انا منذر واللہ تعالیٰ هو الذی یحفظ اعمالکم ویجازیکم علیها (روح ج ۷ ص ۲۴۸) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کارساز اور غیب دان نہیں تھے۔ ۱۲ یہ نہ ماننے کی تیسری وجہ ہے یعنی ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور یہ مشرکین ان سے اعراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر کسی سے سیکھ کر آیا ہے وَلِیَقُوْلُوْا سے پہلے معطوف علیہ محذوف ہے ای لیسعد بها قوم و یشقی بها اخرون ولیقولوا الخ ومعنی (درست) قرأت وتعلمت (روح ج ۷) ۱۳ یہ دوسری دلیل وحی ہے یعنی آپ کی طرف اللہ کی جانب سے یہ وحی آچکی ہے کہ اللہ کے سوا کارساز اور غیب دان کوئی نہیں۔ لہٰذا اسی کو پکارو۔ اس لئے آپ وحی ربانی کے پابند رہیں اور مشرکین کے عقائد باطلہ اور اقوال فاسدہ سے اعراض کریں اور ان کی پروا نہ کریں۔ ۱۴ اس کے بعد وَلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ مقدر ہے بقرینہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ (مائدہ) یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو جبراً ایمان کی توفیق دے دیتا اور کوئی آدمی شرک نہ کرتا مگر یہ ایمان اختیاری نہ ہوتا اور اس طرح ابتلاء و امتحان کی حکمت مفقود ہو جاتی۔ حفیظا ذمہ دار، وکیل داروغہ۔ آپ کے ذمہ صرف تبلیغ ہے اگر وہ نہ مانیں تو اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں اور نہ آپ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ ان کو ماننے پر مجبور کریں۔

۱۰ یعنی دنیا میں [illegible] کی ذات محض [illegible] سے ہی معلوم ہوتی [illegible] دلائل توحید [illegible] ہیں جو بیان کر دیئے گئے [illegible]

موضح قرآن ف یعنی آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ لے مگر جو وہ آپ کو دکھا دے اس واسطے کہ لطیف ہے۔

فتح الرحمن ۱ ف احتمال بود کہ کفار گویند کتابہا ر سابقہ را خواندہ و آنچہ میگوئی ماخوذ از کتب سابقہ است نہ وحی الٰہی پس خدائے تعالیٰ قرآن را بوجہی نازل ساخت و بوجہی گوناگون بیان کرد کہ مجال این شبہہ نماند زیرا کہ این قسم بیان از خواندن کتب سابقہ نمی آید بدون وحی الٰہی واللہ اعلم ۱۲۔

۱۱۵ يَدْعُوْنَ کے بعد عائد محذوف ہے ای یدعونھم۔ یعنی ان کے معبودان باطلہ کو بھی گالیاں نہ دو اگرچہ وہ حقیقت میں بھی برے ہوں ایسا نہ ہو کہ مشرکین عناد اور جہالت کی وجہ سے اللہ کو گالیاں دینے لگیں لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے اس لئے اللہ کو گالیاں دینا ان سے کس طرح متصور ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات غیظ و غضب کی وجہ سے انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور اس سے اس قسم کی غلطی صادر ہو جاتی ہے ولا اشکال بناء علی ان الغضب الغیظ قد یحملھم علی ذلک الا تری ان المسلم قد تحملہ شدۃ غیظہ علی التکلم بالکفر (روح ج ۷ ص ۲۵۲) یا بحذف مضاف اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا مراد ہے وقیل المراد بسب اللہ تعالیٰ سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (روح) یا مراد تمام مومنین ہیں کیونکہ مشرکین ان کو محض توحید کی وجہ سے گالیاں دیتے ہیں تو ان کو گالیاں دینا گویا کہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینا ہے۔ **۱۱۶** یہ نہ ماننے کی چوتھی وجہ ہے یعنی مشرکین کو ان کے مشرکانہ اعمال اچھے اور خوبصورت نظر آتے ہیں اس لئے وہ ان کو چھوڑ کر توحید کی طرف نہیں آتے۔ **۱۱۷** زجر بطور شکوی وہ بڑی پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کو معجزہ دکھایا جائے تو وہ مان لیں گے۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ الخ جواب شکوہ آپ فرما دیں معجزات تو اللہ کے اختیار میں ہیں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ انما الاٰیٰت عند اللہ لا عندی فکیف اجیبکم الیھا او اٰتیکم بھا والمعنی ھو القادر علیھا لا انا حتی اٰتیکم بھا (روح ج ۷ ص ۲۵۳) **۱۱۸** چونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی آرزو تھی کہ مشرکین کا مطلوبہ معجزہ آجائے تاکہ وہ ایمان لے آئیں اس لئے یہاں کُمْ ضمیر جمع سے خطاب میں ان کو بھی شامل فرما لیا اور فرمایا کہ تمہیں یہ بات معلوم نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ اگر ان کو مطلوبہ معجزہ دے بھی دیا جائے تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے اس لئے معجزہ دکھانا حکمت کے خلاف ہے۔ نیز ان کی بہتری اسی میں ہے کہ ان کو معجزہ نہ دکھایا جائے کیونکہ مطلوبہ معجزہ کے انکار کے بعد فوری عذاب آجاتا ہے اور مہلت نہیں ملتی۔ قیل للمؤمنین تتمنون ذلک وما یدریکم انھم یؤمنون۔ حاصل الکلام ان القوم طلبوا من الرسول معجزات قویۃ وحلفوا انھا لو ظھرت لاٰمنوا فبین اللہ تعالیٰ انھم وان حلفوا علی ذلک الا انہ تعالیٰ عالم بانھا لو ظھرت لم یؤمنوا (کبیر ج ۴ ص ۱۸۵) **۱۱۹** واؤ تعلیلیہ ہے اور یہ لَا يُؤْمِنُوْنَ کی علت ہے

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور تم لوگ بُرا نہ کہو ان ۱۱۵ کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا
فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ
پس وہ بُرا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے اسی طرح
زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ
ہم نے مزین ۱۱۶ کر دئیے ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے اعمال کو پھر ان سب کو اپنے رب کے پاس
مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑩⑧
پہنچنا ہے تب وہ جتلا دے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ
اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی ۱۱۷ تاکید سے کہ اگر
جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ
آوے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور اس پر ایمان لاویں گے تو کہہ دے
اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ
کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم کو اے مسلمانو کیا خبر ہے ۱۱۸
اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩⑨ وَ
کہ وہ نشانیاں آویں گی تو یہ لوگ ایمان لے ہی آویں گے اور
نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا
ہم الٹ دیں گے ۱۱۹ ان کے دل اور ان کی آنکھیں جیسے کہ
لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ
ایمان نہیں لائے نشانیوں پر پہلی بار اور ہم چھوڑے رکھیں گے
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪⓪ ع
ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ف

ع ۱۳ ۱۰ ۱۹

ف ۱۱۵ الذین یعنی معبودین [illegible] ۱۲ [illegible] گالیاں دینے لگے ۱۲ [illegible] یعنی مشرکین کو [illegible] اعمال [illegible] ۱۲ [illegible] جواب شکوی ۱۲

وہ کوئی چیز بھی نہیں بنا سکتے ۱۲ واؤ تعلیلیہ ہے لا یؤمنون کی علت ہے ۱۲ [illegible] نقلب افئدتھم کی علت ہے یعنی ان کے دلوں اور آنکھوں کو اس لئے پھیر دیا کہ پہلی مرتبہ ہی ایمان نہیں لائے اور تکذیب کر چکے ہیں ۱۲

اور کما لم یؤمنوا۔ نقلب افئدتھم کی تعلیل ہے یعنی جب پہلی بار ان کے پاس آیتیں آئیں تو انہوں نے ضد و عناد کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت کر دی اس لئے اب اگر وہ منہ مانگا معجزہ دیکھیں گے تو ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے اور وہ ایمان نہیں لائیں گے اور ہم ان کو سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیں گے اور یہ پھیر دنیا تکوینی اسباب کے تحت ہوگا۔ ضد و عناد کی وجہ سے چونکہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اس لئے ان کی باطنی اور قلبی بصیرت دونوں ماؤف ہو چکی ہیں۔

موضح قرآن ف یعنی جن کو اللہ ہدایت دیتا ہے اول ہی حق سن کر انصاف سے قبول کرتے ہیں اور جس نے پہلے ہی ضد کی، اگر نشانی بھی دیکھے تو کچھ حیلہ بنا لے فرعون اُن نشانیوں پر ایمان نہ لایا۔

۱۲۰ یہ ماقبل ہی کی تفصیل ہے۔ یعنی اگر ہم ان کے مطلوبہ معجزات ان کو دکھادیں مثلاً ان پر فرشتے اتار دیں (لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ الخ) اور مردے زندہ ہو کر ان سے باتیں کرنے لگیں (فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (دخان ع ۲) اور ہر چیز جو وہ چاہیں اٹھا کر ان کے سامنے کردیں تو بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے۔ گمراہی کے تین درجات (۱) سلب انابت الی اللہ (۲) ضلال اور (۳) مہر جباریت میں سے تینوں ان میں موجود تھے ۱۲۱ زخرف القول۔ یعنی غلط اور باطل بات جسے خوبصورت بنا کر پیش کیا جائے یہ نہ ماننے کی پانچویں وجہ ہے علی سبیل الترقی۔ جس طرح شیاطین جن وانس ہر پیغمبر کے دشمن ہوتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے پیغمبر کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن (شیاطین انس وجن) یہ کام سرانجام دے رہے ہیں اور مسئلہ توحید کے خلاف لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے پھر رہے ہیں۔ مثلاً یہ شخص بے ادب ہے اور بزرگوں کی بے ادبی کرتا ہے اس سے بچو۔ تائید۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ (حج ع ۷) یعنی جب اللہ کا پیغمبر اللہ کی آیتیں لوگوں کو پڑھ کر سناتا اس وقت شیطان لوگوں کے دلوں میں اس کے بارے میں وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا۔ ۱۲۲ یعنی مائل ہو جائیں اِلَيْهِ کی ضمیر زخرف القول کی طرف راجع ہے وَلِتَصْغٰٓى۔ غُرُوْرًا پر معطوف ہے کیونکہ وہ مفعول لہٗ ہے بمعنی لیغروھم یا واؤ زائدہ ہے اور لِتَصْغٰٓى جعلنا سے متعلق ہے وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا۔ لِتَصْغٰٓى پر معطوف ہیں۔ یعنی تاکہ وہ اسی زخرف القول، جھوٹی بات کو پسند کریں اور بداعمالیوں میں منہمک رہیں۔ ۱۲۳ یعنی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بیان ہو گیا اور اس نے اپنی کتاب بھی اتار دی جس میں صاف صاف فرما دیا کہ سب کچھ جاننے والا اور سب کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے صرف اسی کو پکارو اور اس کے سوا کسی اور کو مت پکارو۔ اب میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کا فیصلہ قبول نہیں کرسکتا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ مشرکین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے اور ہمارے درمیان یہود یا نصاریٰ کے کسی بہت بڑے عالم کو حَکَم (جج) مقرر کرلیں تاکہ وہ آپ کے بارے میں اور آپ کے دین کے بارے میں اپنی کتاب کا فیصلہ سنادے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آپ کو یہ اعلان کرنے کا حکم ہوا کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کو حَکَم نہیں مان سکتا۔ (روح ج ۸)

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ
اور اگر ہم ۱۲۰ اتاریں ان پر فرشتے اور باتیں کریں
الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا
ان سے مردے اور زندہ کر دیں ہم ہر چیز کو ان کے سامنے
مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ
تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ
لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾ وَكَذٰلِكَ
لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں اور اسی طرح ۱۲۱
جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ
کر دیا ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن شریر آدمیوں کو
وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ
اور جنوں کو جو کہ سکھاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی
الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ
باتیں فریب دینے کے لئے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ
سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ اور اس لئے کہ مائل ہوں ان ۱۲۲
اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ
ملمع کی باتوں کی طرف ان کے دل جن کو یقین نہیں آخرت کا اور
لِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾
وہ اس کو پسند بھی کرلیں اور کئے جاویں جو کچھ برے کام کر رہے ہیں ف۱
اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ
سو کیا اب اللہ کے ۱۲۳ سوا کسی اور کو منصف بناؤں حالانکہ اسی نے ف۲

الجزء ۸ الثامن [illegible]

۱ منکرین کے تمرد و سرکشی [illegible] یعنی حق قبول نہ کرنے [illegible] مہر جباریت [illegible] کی پانچویں وجہ یعنی مسئلہ توحید کی تعلیم کی وجہ سے شیاطین پیغمبر کے دشمن ہیں اور لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالتے ہیں [illegible]

موضح قرآن ف۱ یہ کئی آیتیں اس پر اتریں ہیں کہ کافر کہنے لگے مسلمان اپنا مارا کھاتے ہیں اور اللہ کا مارا نہیں کھاتے فرمایا کہ ایسے فریب کی باتیں ملمع شیطان سکھاتے ہیں انسانوں کو شبہ ڈالنے کو عقل کا حکم نہیں۔ حکم اللہ کا ہے۔ آگے کھول کر سمجھا دیا کہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اس کے نام کو برکت ہے جو اس کے نام پر ذبح ہوا سو حلال ہے جو بغیر اس کے مرگیا سو مردار۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی آنچہ لائق ایشانست ۱۲ ف۲ در سورتہائے مکیہ مذکور شدہ است کہ یہود تصدیق میکنند قرآن را و در سورتہائے مدنیہ مذکور شدہ است کہ یہود تکذیب میکنند آنرا و وجہ تطبیق آنست کہ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مکہ بود ہنوز دعوت یہود نکردہ بود ہمہ بصدق قرآن معترف بودند کہ حکم آن بر عرب لازم است و ہیچکس از ایشان انکار نکرد و چون ہجرت فرمود ایشان را دعوت کرد بعناد در آمدند و در سیرت ابن اسحاق چند قصہ باین مضمون مذکور است واللہ اعلم ۱۲ یا مید انند کہ نزول وحی میشود و آدمی را خدائے تعالیٰ پیغامبر میسازد و در حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم و در قرآن دلائل صدق موجود است ۱۲ ف۳ از اینجا تا آخر در بعض نسخ مطبوعہ یافتہ نشد ۱۲ سجاد بخاری۔

۱۲۴ؔ الکتاب سے تورات وانجیل مراد ہے اور موصول سے علماء یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ والمراد بالکتاب التوراۃ والانجیل۔۔۔۔ والمراد بالموصول اما علماء الیہود والنصاری الخ (رح ج ۸ ص ۹) یہ علماء یہود و نصاریٰ سے دلیل نقلی ہے یعنی وہ تورات وانجیل کی روشنی میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن میں مسئلہ توحید اور اس کے علاوہ جو کچھ نازل ہو رہا ہے وہ سب حق ہے اور اللہ کی طرف سے ہے فلا تکونن میں خطاب ہر سامع کو ہے ۱۲۵ؔ کلمۃ سے یا اللہ کا دین مراد ہے یا دعوائے توحید۔ وتمت ای بالدلائل العقلیۃ والنقلیۃ و دلائل الوحی یعنی دعوائے توحید عقل ونقل اور وحی کے دلائل سے کامل اور واضح ہو چکا ہے لا مبدل لکلمتہ اس دعوائے توحید کو بدلنے والا کوئی نہیں وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ واو تعلیلیہ ہے اور یہ ماقبل کی علت ہے اور مبتدا اور خبر معرفہ ہونے کی وجہ سے یہ ترکیب مفید حصر ہے۔ یعنی ہر چیز کو سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں اگر اس کے سوا کوئی اور بھی ہر چیز کو جاننے اور سننے والا ہوتا تو اسے بدلنے کا اختیار بھی ہوتا اذ لیس فلیس سورۂ کہف میں فرمایا۔ واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلمتہ اور اس کی دلیل ولن تجد من دونہ ملتحدا سے بیان فرمائی مطلب یہ کہ جب ہر چیز کو سننے اور جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں اور اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں تو اس کے کلمات کو بدلنے والا بھی کوئی نہیں۔ ۱۲۶ؔ یہ زجر ہے اکثر من فی الارض سے مراد مشرکین ہیں والمراد باکثرھم الکفار (روح) سبیل اللہ سے مراد توحید باری تعالیٰ یعنی اگر آپ کفار و مشرکین کی بات مان لیں گے تو وہ تو آپ کو توحید کی راہ سے ہٹانے ہی کی کوشش کریں گے اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ الخ آپ کے پاس تو اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے اور آپ کا علم علم الیقین ہے مگر مشرکین کے پاس ظن و تخمین کے سوا کچھ نہیں وہ محض ظن کی بنا پر شرک کر رہے ہیں یَخْرُصُوْنَ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور اللہ کی طرف ولد (نائب) اور شرکاء کی نسبت کرتے ہیں والمراد انھم یکذبون علی اللہ تعالیٰ فیما ینسبون الیہ جل شانہ کاتخاذ الولد وجعل عبادۃ الاوثان ذریعۃ الیہ سبحانہ (روح ج ۸ ص ۱۲) ۱۲۷ؔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ (راہ توحید) سے گمراہ ہو چکے ہیں اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں۔ یہ مشرکین گمراہ ہیں اور آپ کو بھی اپنی راہ پر ڈالنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں آپ ان سے خبردار رہیں۔

اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیْنَ
اتاری تم پر کتاب واضح اور جن لوگوں کو
اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ
ہم نے کتاب دی ہے ۱۲۴ؔ وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے
مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
تیرے رب کی طرف سے ٹھیک سو تو مت ہو
الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
شک کرنے والوں میں سے ۱۲۵ؔ اور تیرے رب کی بات پوری
صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ
سچی ہے اور انصاف کی کوئی بدلنے والا نہیں اس کی بات کو
وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ
اور وہی ہے سننے والا جاننے والا اور اگر تو کہنا مانے گا ۱۲۶ؔ
اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ
اکثر ان لوگوں کا جو دنیا میں ہیں تو تجھ کو بہکا دیں گے
سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ
اللہ کی راہ سے وہ سب تو چلتے ہیں اپنے خیال پر اور
اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ
سب اٹکل ہی دوڑاتے ہیں ف۱ تیرا رب خوب ۱۲۷ؔ
اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ
جاننے والا ہے اس کو جو بہکتا ہے اس کی راہ سے اور وہی خوب جاننے والا ہے
بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ
ہے جو اس کی راہ پر ہیں سو تم کھاؤ اس جانور ۱۲۸ؔ میں سے جس پر نام لیا گیا ہے

۱۲ یعنی دعوائے توحید ۱۲ ۔ حصہ ثانی سورت انعام [illegible] نفی شرک فعلی ہو گا ۱۲ ۔ تحریمات غیر اللہ کا بیان ۱۲ ۔ اعدا صدقا ۱۲

۴ نہیں ہو سکتا ۔ ۵ ای بعد الدلائل المذکورۃ ۱۲ ۔ ۸ یعنی مشرک لوگ

[illegible]

حصہ دوم نفی شرک فعلی

۱۔ تحریمات غیر اللہ ۔ ۲ تحریمات اللہ ۔ ۳ نذور غیر اللہ

سورۂ انعام کے حصہ اول میں نفی شرک اعتقادی کا بیان تھا۔ اب دوسرے حصے میں نفی شرک فعلی کا بیان ہے۔ یہ حصہ فَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ (۱۴ع) سے لے کر ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ

فتح الرحمن ف یعنی آنچہ کافران درباب تحریم وتحلیل اشیاء شبہات میکردند باطل است ۱۲

اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ
اگر تم کو اس کے حکموں پر ایمان ہے اور کیا سبب کہ تم
اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ
نہیں کھاتے اس جانور میں سے کہ جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا اور وہ
قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا
واضح کر چکا ہے ۱۲۹ جو کچھ کہ اس نے تم پر حرام کیا ہے مگر جب کہ
اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ
مجبور ہو جاؤ اس کے کھانے ۱۳۰ پر۔ اور بہت لوگ بہکاتے پھرتے ہیں
بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ
اپنے خیالات پر بغیر تحقیق تیرا رب ہی خوب جانتا ہے
بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ
حد سے بڑھنے والوں کو اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ ۱۳۱ اور
بَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ
چھپا ہوا جو لوگ ۱۳۲ گناہ کرتے ہیں
سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا
عنقریب سزا پاویں گے اپنے کئے کی ف اور اس میں سے نہ
تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ
کھاؤ جس پر ۱۳۳ نام نہیں لیا گیا اللہ کا اور
اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى
یہ کھانا گناہ ہے اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں
اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ
اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (ع ۱۹) تک ہے اس حصے میں شرکِ فعلی کی تین قسمیں مذکور ہیں۔ تحریمات غیر اللہ چار عنوانوں سے۔ تحریمات اللہ ایک دفعہ اور نذور غیر اللہ کو بھی چار عنوانوں سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ خلاصہ میں تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے اور آگے آرہا ہے۔ ۱۲۸ تحریمات غیر اللہ کا ذکر پہلی بار مَا سے مراد وہ جانور ہیں جن کو مشرکین نے اپنے معبودوں کی تعظیم اور خوشنودی کے لئے اپنی طرف سے حرام کر رکھا تھا یعنی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ فرمایا جن جانوروں کو خاصۃً اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو ان کو کھاؤ یعنی جن چیزوں کو اللہ نے حلال کیا ہے ان کو حلال سمجھو اور اپنی طرف سے ان کو حرام نہ کرو اور اپنی طرف سے تم نے جو تحریمات کر رکھی ہیں ان کو اٹھاؤ۔ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا الخ مذکورہ بحیرہ سائبہ وغیرہ جانوروں میں سے جن کو خاصۃً اللہ کا نام لیکر ذبح کیا گیا ہو ان کو کھاؤ مطلب یہ ہو کہ ان کو حلال سمجھو۔

۱۲۹ غیر اللہ کی نذر و نیاز کی حرمت کا پہلی بار ذکر۔ یہاں اجمال ہے تفصیل آگے آرہی ہے۔ قَدْ فَصَّلَ ماضی کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محرمات کی تفصیل پہلے ہو چکی ہے۔ تفصیل کہاں ہوئی ہے؟ اس سوال کے جواب میں اگر سورۂ مائدہ کا نام لیا جائے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ سورۂ انعام مکی ہے اور سورۂ مائدہ مدنی ہے اور انعام کے بعد نازل ہوئی اس لئے وہ مراد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مولانا اشرف علی تھانوی رح نے سورۂ نحل مراد لی ہے کیونکہ وہ نزول میں انعام پر مقدم ہے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ نحل میں تفصیل نہیں اس میں صرف چار محرمات کا ذکر ہے۔ میتہ، دم، خنزیر اور مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ جن کی زیادہ تفصیل تو خود انعام میں موجود ہے اس لئے حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس سے محرمات کی یہی تفصیل مراد ہے جو انعام میں مذکور ہے اور قَدْ فَصَّلَ کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس سے قبل تفصیل کر چکا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو تفصیل سے ذکر کر رہا ہے جو تم پر حرام ہیں جیسا کہ اس کے بعد رکوع ۱۹ کی ابتداء میں قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ الخ سے محرمات کو تفصیل سے ذکر فرمایا جیسا کہ سورۂ نور کی ابتداء میں فرمایا سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا امام رازی نے بھی اسی کے قریب قریب ہی اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ فرماتے ہیں الاولی ان یقال المراد قوله بعد هذه الاٰية قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ وَهٰذِهِ الْاٰيَةُ وان كانت مذكورة بعد هذه الاٰية بقليل الا ان هذا القدر من التاخير لا يمنع ان يكون هو المراد والله اعلم (کبیر ج ۴ ص ۳۰)۔

۱۳۰ یہ مَا حَرَّمَ سے استثناء ہے اور اس میں حالت اضطرار کا حکم بیان کیا گیا کہ حالت اضطرار میں یعنی جب بھوک کی وجہ سے زندگی تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بقدر سد رمق محرمات میں سے کھا لینا جائز ہے۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا الخ بہت سے لوگ دوسروں کو اپنے من گھڑت دین کی باتیں سنا سنا کر اللہ کے اصل دین توحید سے بہکاتے ہیں اس سے مشرک در گمراہ مولوی اور پیر مراد ہیں۔ مثلاً احبار و رہبان اور قسیسین جو لوگوں کو گمراہ کرتے تھے الْمُعْتَدِيْنَ اللہ کی مقررہ حدود سے تجاوز کرنے والے، غیر اللہ کے لئے تحریمیں کرنے والے اور غیر اللہ کے لئے نذریں نیازیں دینے والے بھی اس میں داخل ہیں۔ ۱۳۱ ظَاهِرَ الْاِثْمِ جو گناہ ظاہری اعضاء سے کئے جائیں مثلاً شرک فعلی وغیرہ وَبَاطِنَهٗ جو گناہ دل سے کئے جائیں مثلاً شرک اعتقادی وغیرہ الشرك الجلی والخفی (مدارک ج ۲ ص ۲۰) المراد بظاهر الاثم افعال الجوارح وباطنه افعال القلوب الخ (خازن ج ۲ ص ۱۳۶) ۱۳۲ یہاں الاثم سے مذکورہ ظاہری اور باطنی اثم ہی مراد ہے یہ تخویف اخروی ہے شرک فعلی اور شرک اعتقادی کرنے والوں کے لئے۔ ۱۳۳ جن جانوروں پر خالص اللہ کا نام نہیں لیا گیا انہیں مت کھاؤ یعنی ان کو حلال

[illegible]

موضح قرآن ف یعنی کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو۔

فتح الرحمٰن ف ۱ مترجم گوید یعنی میتہ حرام است الا وقت ضرورت تناول آن رخصت است واللہ اعلم ۱۲۔

نہ سمجھو وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۔ جن جانوروں پر خالص اللہ کا نام نہ لیا جائے بلکہ غیر اللہ کا نام لیا جائے ان کو حلال جاننا فسق اور کفر ہے۔ فسق سے اس کا کامل درجہ یعنی کفر مراد ہے وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ ای من الجن والانس ۔ یعنی شیاطین جن وانس اپنے ماننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے اور ان کو مشرکانہ افعال کی ترغیب دیتے ہیں وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اگر تم نے اے جماعت مومنین ان کی بات مان لی اور تحریمات لغیر اللہ کو حرام اور نذور غیر اللہ کو حلال جاننے لگے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو یاد رکھو پھر تم بھی ان جیسے مشرک ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے محرمات کو حلال جاننا اور اس کے حلال کو حرام جاننا بھی شرک ہے قال الزجاج فیہ دلیل علی ان کل من احل شیئا مما حرم اللہ او حرم شیئا مما احل اللہ تعالی فھو مشرک الخ (کبیر ج ۴ ص ۲۰۳) ۱۳۴ بشارت

۱۴ ع ۱

اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ
تو تم بھی مشرک ہوئے ف۱ ف۲ بھلا ایک شخص جو کہ ۱۳۴ مردہ تھا پھر ہم نے اسکو زندہ

وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ
کر دیا اور ہم نے اس کو دی روشنی کہ لئے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں

كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ
برابر ہو سکتا ہے اس کے کہ جس کا حال یہ ہو کہ پڑا ہے اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا

كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾
اسی طرح مزین کر دیئے کافروں کی نگاہ ۱۳۵ میں ان کے کام ف۲ ف۳

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا
اور اسی طرح کئے ہیں ہم نے ہر بستی میں گنہگاروں کے سردار

لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ
کہ حیلے کیا کریں وہاں اور جو حیلہ کرتے ہیں سو اپنی ہی جان پر

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ
اور نہیں سوچتے ف۳ ف۴ اور جب آتی ہے ان کے پاس ۱۳۶ کوئی آیت

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ
تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جاوے ہم کو جیسا کہ دیا گیا ہے

رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ
اللہ کے رسولوں کو ف۵ اللہ خوب جانتا ہے اس موقع کو کہ جہاں بھیجے

رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ
اپنے پیغام عنقریب پہنچے گی گنہگاروں ۱۳۷ کو ذلت

عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾
اللہ کے ہاں اور عذاب سخت اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے

وقف لازم

وقف منزل

۱ بشارت مع تخویف

۲ شرک نہ ماننے کی چوتھی وجہ کا اعادہ ہے ۳ نہ ماننے کی چھٹی وجہ [illegible] اور مضاف الیہ نہیں بلکہ اکابر جعلنا کا مفعول اول اور مجرمیہا

اس کا مفعول ثانی ہے یا برعکس ۴ شکوی [illegible] جواب شکوی [illegible] تخویف اخروی ۱۲

مع تخویف۔ یہ مومن و کافر اور موحد و مشرک کی تمثیل ہے۔ کفر و شرک کو موت اور ظلمت سے اور ایمان و توحید کو حیات اور نور سے تشبیہ دی یعنی جو شخص پہلے کافر و مشرک تھا اللہ نے اس کے مردہ دل کو زندگی عطا فرمائی اور اسے ایمان کی توفیق دے کر ہدایت کی روشنی عطا کی وہ اس شخص کی مانند نہیں ہو سکتا جو کفر و شرک کے اندھیروں میں گھرا ہوا ہے اور ایمان کی توفیق اور ہدایت کی روشنی سے محروم ہے كَذٰلِكَ زُيِّنَ الخ یہ انکار کی چوتھی وجہ کا اعادہ ہے ۱۳۵ یہ نہ ماننے کی چھٹی وجہ ہے۔ اَكٰبِرَ ۔ جَعَلْنَا کا مفعول اول اور مُجْرِمِيْهَا مفعول ثانی یا برعکس لِيَمْكُرُوْا میں لام عاقبت یعنی ہر بستی کے بڑے بڑے لوگ مجرم ہوتے ہیں اور دین حق کے خلاف مکر و فریب کی چالیں سوچتے اور لوگوں کو قبول حق سے روکتے رہتے ہیں وَمَا يَمْكُرُوْنَ الخ مکر و فریب کا وبال خود ان کی اپنی جانوں پر پڑے گا۔ اس سے وہ دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یعنی ما یحیق ھذا المکر الا بھم لان وبال مکرھم یعود علیھم (خازن ج ۲ ص ۴۱) ۱۳۶ یہ شکوی ہے جب انکو کوئی معجزہ دکھایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں وہ معجزات نہ دکھائے جائیں جو پہلے رسولوں نے دکھائے تھے اَللّٰهُ اَعْلَمُ الخ جواب شکوی۔ جس طرح اللہ تعالی کو یہ بات معلوم ہے کہ مرتبہ رسالت کی اہلیت کس شخص میں ہے اسی طرح اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ کونسا اور کس قسم کا معجزہ کس موقع کے مناسب ہے اور وہ اپنی حکمت بالغہ کے مطابق معجزات کا اظہار فرماتا ہے۔ تمہاری خواہشات کا پابند نہیں۔ حصن حصین میں ہے کہ یہ مقام قبولیت دعا کا ہے جب تلاوت کنندہ اس آیت پر پہنچے تو اس کے بعد اللہ تعالی سے اپنی کسی حاجت کے لئے دعا مانگے ۔ ۱۳۷ یہ تخویف اخروی ہے صَغَارٌ ذلت و رسوائی بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ باء سببیہ ہے یعنی یہ سزا ان کو دین اسلام کے خلاف مکر و فریب کے جال بچھا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی وجہ سے ملے گی ۔

موضح قرآن ف۱ یعنی شرک فقط یہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے بلکہ شرک حکم میں بھی ہے کہ اور کا مطیع ہو جاوے ۔ ف۲ اوپر ذکر تھا مردے کا یہاں کافر پر وہی مثال فرمائی یعنی اول جہان میں سب مردے تھے پھر جس کو ایمان ملا وہ زندہ ہوا اور روشنی پائی کہ اس کے منہ پر سب لوگ دیکھتے ہیں روشنی ایمان کی اور جس کو ایمان نہ ملا وہ اندھیروں میں پڑا رہا۔ ف۳ یعنی ہمیشہ کافروں کے سردار حیلے نکالتے رہے ہیں تا عوام الناس پیغمبر کے مطیع نہ ہو جاویں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا چاہتا ہے ۔

فتح الرحمن ف۱ مراد ازیں وسوسہ آنست کہ اہل جاہلیت میگفتند چرا کشتۂ خود را نخوریم و کشتۂ خدا را مخوریم ۱۲ ف۲ یعنی کافر بود ہدایت کردیمش ۱۲ ف۳ چنانکہ رؤسای کفار مکہ در نصرت کفر سعی میکردند ۱۲ ف۴ یعنی بر ہر کسی از ما جبرائیل فرود آید و وحی نازل شود ۱۲۔

۱۳۸ ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے جسے وہ ہدایت دینا چاہے اس کے سینے میں وسعت پیدا کر دیتا ہے اور اسے قبول حق کی توفیق عطا کر دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اور اس سے قبول حق کی توفیق سلب کر لیتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ اس کے قانون تکوینی کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ منیبین کو ہدایت دیتا ہے اور معاندین کو گمراہ کرتا ہے۔ ضد وعناد کی وجہ سے ان کے دلوں میں قبول حق کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ ۱۳۹ یہ مذکورہ بیان کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی تحریمات غیر اللہ کو اٹھانا اور غیر اللہ کی نذور کو حرام جاننا شرک اعتقادی اور شرک فعلی سے اجتناب کرنا یہ تمام چیزیں ہی صراط مستقیم اور یہی اللہ کا دین ہے جو اس نے مقرر فرمایا ہے۔ ای ھذا الدین الذی شرعناہ لک یا محمد بما اوحینا الیک ھذا القرآن ھو صراط اللہ المستقیم الخ (ابن کثیر ص۱۷۴ ج۲)

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ
سو جس کو اللہ چاہتا ۱۳۸ ہے کہ ہدایت کرے تو کھول دیتا ہے اس کے سینہ کو
لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ
واسطے قبول کرنے اسلام کے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے کر دیتا ہے
صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي
اس کے سینہ کو تنگ بے نہایت تنگ گویا وہ زور سے چڑھتا ہے
السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ
آسمان پر اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب کو
عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ
ایمان نہ لانے والوں پر اور یہ ہے ۱۳۹ راستہ
رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
تیرے رب کا سیدھا ہم نے واضح کر دیا نشانیوں کو غور کرنے
يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ
والوں کے واسطے انہی کے لئے ہے ۱۴۰ سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں اور
هُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ
وہ ان کا مددگار ہے بسبب ان کے اعمال کے اور جس دن ۱۴۱
يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ
جمع کرے گا ان سب کو فرمائے گا اے جماعت جنات کی تم نے
اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ
بہت کچھ تابع کر لئے اپنے آدمیوں میں سے اور کہیں گے ان کے دوستدار
مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ
آدمیوں میں سے اے رب ہمارے کام نکالا ہم نے ایک دوسرے سے

۱۳۸ مراد بشارت

۱۳۹ مراد جسم

۱۳۹ ای المذکور من قبل یعنی الشرک اعتقادی او فعلی سے اجتناب کرنا

۱۴۰ بشارت اخروی ۱۴۱ تخویف ۱۴۲ اس سے پہلے یقول مقدر ہے ۱۴۳ یعنی جنوں نے ۱۴۴ جنات کو نا بجاری کی ۱۲

۱۴۰ بشارت اخروی ہے ضمیر مجرور قوم یذکرون کی طرف راجع ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ کی آیتوں سے نصیحت حاصل کرتے اور ان کے مطابق عمل کرتے ہیں آخرت میں ان کے لئے سلامتی اور امن ہے اور یہ ان کے اعمال صالحہ کی جزاء ہوگی۔ ۱۴۱ یہ تخویف اخروی ہے يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ اس سے پہلے يَقُوْلُ مقدر ہے اِسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ تم نے بہت سے انسانوں کو اپنے تابع کر لیا اور بہت سوں کو گمراہ کیا اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ضمیر مجرور الجن کی طرف راجع ہے اور اولیاء سے مراد متبعین ہیں وقال اولیاء الجن ای الکفار من الانس (بحر ج۴ ص۲۲۳) ای الذین اطاعوھم واتبعوھم (روح ج۸ ص۲۵) جن لوگوں نے دنیا میں شیاطین کی پیروی کی وہ اظہار ندامت اور اعتراف جرم کے طور پر کہیں گے اے اللہ بیشک ہم ایک دوسرے سے (یعنی جن انسانوں سے اور انسان جنوں سے) فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور آج اس میعاد پر آپہنچے ہیں جو تو نے مقرر کر رکھی تھی یعنی قیامت۔ ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں بعض مشرک جنوں کی پناہ ڈھونڈتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ وہ جنوں کی پناہ میں محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف جنوں کو یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ انسانوں کی نظروں میں معظم و مقدس ہو جاتے ہیں۔ عن الحسن وابن جریج والزجاج وغیرھم ان استمتاع الانس بھم انھم کانوا اذا سافر احدھم وخاف الجن قالوا اعوذ بسید ھذا الوادی واستمتاعھم بالانس اعترافھم بانھم قادرون علی اعاذتھم واجارتھم (روح)۔ قال ابن عباس ایضا ومقاتل استمتاع الانس بالجن قال بعضھم اعوذ بعظیم ھذا الوادی من شر اھلہ اذا بات بالوادی فی سفرہ واستمتاع الجن بالانس افتخارھم علی قومھم وقولھم قد سدنا الانس حتی صاروا یعوذون بنا (بحر)

موضح قرآن ف۱ اول فرمایا تھا کہ کافر قسمیں کھاتے ہیں کہ ایک آیت دیکھیں تو البتہ یقین لاویں اور اب فرمایا کہ ہم نہ دیں گے ایمان تو کیونکر لاویں گے بیچ میں مردہ ملا کر بیچ کے حیلے نقل کیے اب اس بات کا جواب فرمایا کہ جسکی عقل اس طرف چلے کہ اپنی بات نہ چھوڑے جو دلیل دیکھے کچھ حیلہ بنالے وہ نشان ہے گمراہی کا اور جسکی عقل چلے انصاف پر اور تکبر نہ کرے یہ نشان ہدایت ہے ان لوگوں میں نشان ہیں گمراہی کے انکو کوئی آیت اثر نہ کریگی ف۲ یعنی تکبر کی گرفت در عقل کو دل نہ دینا سیدھی راہ ہے

فتح الرحمن ف۱ یعنی بفہماندش حقیقت اسلام و محاسن آن ۱۲ ف۲ یعنی ہر چند میخواہند حقیقت اسلام و محاسن آن بفہمند نمی توانند ۱۲ ف۳ یعنی ای شیاطین ۱۲ ف۴ یعنی تابعان ایشان از کفار ۱۲ ف۵ یعنی متبوعان خوش وقت شدند بتابعان و تابعان محظوظ شدند از متبوعان ۱۲

۱۴۲ یہ ماقبل سے استثناء ہے اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ مشرکین کو کبھی کبھی دوزخ سے باہر نکالا جائے گا اور اس سے مراد وہ وقفہ ہے جب ان کو ماءِ حمیم (گرم پانی) پلانے کے لئے باہر لایا جائے گا۔ یا جب ان کو طبقہ زمہریریہ میں داخل کیا جائے گا۔ (روح) یا کوئی اور عذاب دیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا (روح) کذا قال الشیخ قدس سرہ **۱۴۳** نہ ماننے کی ساتویں وجہ۔ یعنی بوجہ شرک تمام مشرکین ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں اور دعوائے توحید کو قبول نہیں کرتے۔ جیسا کہ سورۂ عنکبوت ع۳ میں ہے اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا جس طرح مشرک پیر کے مرید باہم پیر بھائی ہوتے ہیں اور اہل توحید کی بات نہیں مانتے **۱۴۴** تخویف اخروی ہے اور اس سے قبل يُقَالُ لَهُمْ مقدر ہے یعنی قیامت کے دن ان سے یہ کہا جائے گا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا یہ کفار جن و انس کی طرف سے اعتراف ہوگا کہ بلاشبہ ان کے پاس اللہ کے رسول آئے مگر وہ دنیوی عیش میں منہمک اور ظاہری شان و شوکت پر مغرور ہو گئے اور اللہ کے رسولوں کا انکار کر دیا۔ **۱۴۵** اشارہ مضمون مذکور کی جانب ہے یعنی ہم اپنی آیتیں بیان کرنے والے، ڈر سنانے والے اور خوشخبری دینے والے رسولوں کو اس لئے بھیجتے ہیں تاکہ لوگوں پر ہماری حجت قائم ہو جائے اور یہ بات ہمارے دستور کے خلاف ہے کہ لوگ ہمارے احکام سے بیخبر ہوں اور ان کے پاس کوئی رسول نہ بھیجا ہو۔ اور پھر ان کو ہلاک کر دیا جائے ای لا یھلکھم حتی یبعث الیھم رسولا (بحر ج ۴ ص ۲۲۲) **۱۴۶** لِكُلٍّ کی تنوین مضاف الیہ محذوف کے عوض ہے اصل میں تھا لکل عامل بطاعة الله او بمعصیته درجات ای منازل یبلغھا بعملہ ان کان خیرا فخیر وان کان شرا فشر (خازن ج ۲ ص ۱۵۹) یعنی ہر مومن و کافر کو اس کے اعمال کے مطابق درجہ ملے گا۔ جس طرح مومن و کافر کے درجات میں تفاوت ہے اسی طرح مومنوں اور کافروں کے درجات میں بھی کثرت و قلت حسنات و سیئات کے اعتبار سے تفاوت ہوگا۔

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ

اور ہم پہنچے اپنے اس وعدہ کو جو تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا ف۱ فرمایگا آگ

مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

ہے گھر تمہارا رہا کرو گے اسی میں مگر جب چاہے اللہ ف۲ ۱۴۲

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ

البتہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہے ف۱ اور اسی طرح

نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا

ہم ساتھ ملا دینگے ۱۴۳ گنہگاروں کو ایک کو دوسرے سے ان کے

۱۵ ع ۸ ۲

يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ

اعمال کے سبب اے جماعت جنوں ۱۴۴ کی اور انسانوں کی کیا نہیں

يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ

پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تمہی میں کے کہ سناتے تھے تم کو

اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کے پیش آنے سے

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

کہیں گے کہ ہم نے اقرار کر لیا اپنے گناہ کا اور ان کو دھوکا دیا دنیا کی

الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

زندگی نے اور قائل ہو گئے اپنے اوپر اس بات کے کہ وہ

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ

کافر تھے ف۲ ف۳ یہ اس واسطے کہ تیرا ۱۴۵ رب ہلاک کرنے والا نہیں

الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ

بستیوں کو ان کے ظلم پر اور وہاں کے لوگ بے خبر ہوں ف۴ اور ہر ایک کے ۱۴۶ لئے

منزل ۲

یعنی دوزخ میں
ہمیشہ رہیں گے [illegible]
اور عذاب [illegible]
جیسا کہ سارھقہ
صعودا [illegible]
۱۴۳ نہ ماننے کی
وجہ یعنی
بوجہ شرک پیر و مرید
پیر بھائی [illegible]
ایک دوسرے
کے دوست ہوتے
ہیں ۔ ۱۴۴ تخویف
اخروی ہے یقال لہم
مقدر ہے [illegible]
۱۴۶ لکل کی تنوین
مضاف الیہ محذوف
کے عوض ہے ای
لکل عامل ۱۲

موضح قرآن ف۱ دنیا میں جو انسان بت پوجتے ہیں وہ فی الحقیقت جن ہیں اس خیال پر کہ وہ ہماری حاجت پوری کر دینگے انکو نیازیں چڑھاتے ہیں جب آخرت میں وہ جن اور انسان برابر پکڑے جاویں گے تب یوں عذر کرینگے کہ ہم نے پوجا نہیں لیکن آپس کی کارروائی کر لی تھی اور یہ جو فرمایا کہ آگ میں رہا کریں مگر جو چاہے اللہ اس واسطے کہ اگر عذاب دوزخ دائم ہے تو اسی کے چاہنے سے ہے وہ چاہے تو موقوف کرے لیکن ایک چیز چاہ چکا ف۲ اس سورہ میں اوپر مذکور ہوا کہ اول کافر اپنے کفر کا انکار کریں گے پھر حق تعالیٰ تدبیر سے ان کو قائل کرے گا۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی برائے حساب ما پس در حق ما چہ حکم است ۱۲ ف۲ یعنی در حق اہل نجات ۱۲ ف۳ مراد آنست کہ آیا نیامدہ اند یعنی از مجموع جن و انس و آں صادق است بہ بودن رسل از انس مبعوث با انس و جن ۱۲ ف۴ یعنی قبل از بعث رسل عقوبت نمی آید ۱۲۔

۱۴۷ یہ تخویف دنیوی ہے۔ یہاں اگر کسی کے دل میں یہ اشکال پیدا ہو کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اور صفت عذاب دونوں کو کیوں جمع کر دیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی دونوں صفتوں کو بیان کرنا مقصود ہے کہ بیشک اللہ رحیم اور مہربان ہے۔ لیکن نافرمانوں کو عذاب دینے پر بھی قادر ہے۔ تائید وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ تم نہیں مانو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو آباد کر دے گا جس طرح تم سے پہلے لوگوں کی جگہ تم کو دی۔ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ الخ تمہیں جس چیز (عذاب یا قیامت) کا وعدہ دیا جا رہا ہے وہ آ کر رہے گی۔ اللہ کے وعدے میں ہرگز تخلف نہیں ہوگا۔ اور نہ تم ہی اس کو روکنے کی قدرت اور طاقت رکھتے ہو

۱۴۸ یہاں اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ تک تخویف اخروی ہے

۱۴۹ یہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کا دوسری بار ذکر ہے پہلے قَدْ فَصَّلَ الخ میں اجمالاً ذکر کیا یہاں قدرے تفصیل سے ذکر فرمایا یعنی مشرکین نہ صرف چوپایوں ہی کو غیر اللہ کا حصہ نکالتے ہیں بلکہ وہ غلوں اور پھلوں سے بھی غیر اللہ کی نذر و نیاز مقرر کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف وہی جانور حرام نہیں جسے غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کیا جائے بلکہ وہ بھی حرام ہے جو زندہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کے طور پر دیدیا جائے۔ مشرکین زمین کی پیداوار سے اور جانوروں سے اپنے معبودوں کی نیاز کے حصے معین کر دیتے تھے اور ساتھ اللہ کا حصہ بھی متعین کرتے تھے

۱۵۰ اپنے معبودانِ باطلہ کی نذر و نیاز کے حصول کو اللہ کی نذر کے مصارف میں خرچ نہیں کرتے تھے لیکن اللہ کی نذروں کو اپنے معبودوں کی نذروں کے مصارف میں خرچ کر دیتے تھے۔ ای فما عینوہ لشرکائهم لا یصرف الی الوجوہ التی یصرف الیها ما عینوہ للّٰه تعالیٰ وما عینوہ للّٰه تعالیٰ یصرف الی الوجوہ التی

دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
درجے ہیں ان کے عمل کے اور تیرا رب بے خبر نہیں

عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ
ان کے کام سے اور تیرا رب بے پروا ۱۴۷ ہے رحمت والا

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ
اگر چاہے تو تم کو لے جاوے اور تمہارے پیچھے قائم کر دے

مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ
جس کو چاہے جیسا تم کو پیدا کیا اوروں کی اولاد

اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ
جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی ہے اور تم سے

بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ
عاجز نہیں کر سکتے تو کہہ دے اے لوگو ۱۴۸ تم کام کرتے رہو اپنی جگہ پر

اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
میں بھی کام کرتا ہوں سو عنقریب جان لو گے تم کہ کس کو ملتا ہے

عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
عاقبت کا گھر بالیقین بھلا نہ ہوگا ظالموں کا

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ
اور ٹھہراتے ہیں اللہ ۱۴۹ کا اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں

نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا
ایک حصہ پھر کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال میں اور یہ

لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى
ہمارے شریکوں کا ہے سو جو حصہ ۱۵۰ ان کے شریکوں کا ہے وہ تو نہیں پہنچتا

۱۴۷ تخویف دنیوی یعنی بیشک اللہ تعالیٰ مہربان تو ہے لیکن عذاب دینے کی طاقت بھی اس کو حاصل ہے۔ اور وہ دے بھی سکتا ہے ۱۴۸ تخویف اخروی

۱۴۹ یہ نیاز ہے غیر اللہ کی کہ بیان دوسری بار تفصیلاً اس میں وہ صورتیں بیان کی ہیں ۱۲

فتح الرحمٰن ف۵ اہل جاہلیت احکامی چند اختراع کردہ بودند از انجملہ آنست کہ از زراعت و مواشی پارہ برای خدا مقرر میکردند و پارہ برای بتان و حصۂ خدا بر مساکین و ضعیفان صرف میکردند و حصۂ بتان بآستانۂ بتان میرسانیدند پس اگر چیزی از حصۂ خدا در حصۂ بتان مخلوط میشد ترک میکردند کہ خدا حاجت ندارد و اگر حصۂ بتان در حصۂ خدا مخلوط میشد آنرا جدا میکردند کہ بتان محتاج اند و از انجملہ آنست کہ قتل دختران تجویز میکردند و پیشوایان ایشان بدین معنی فتوی دادہ بودند و از انجملہ آنست کہ بعض زراعت و مواشی را حجر میساختند کہ غیر سدنہ بتان کسی دیگر نخورد و آنچہ برای بتان ذبح میکردند نام خدا بران نمیگرفتند و از انجملہ آنست کہ چون بحائر و سوائب بچہ میزاد اگر زندہ بودی مردان را حلال میدانستند نہ زنان را و اگر مردہ بودی ہمہ را حلال میدانستند خدای تعالیٰ رد این مذاہب باطلہ فرمود و آنچہ حکم حق است بیان فرمود و محرماتی کہ از اہل ملل بران متفق اند ذکر کرد واللہ اعلم ۱۲-

۱۵۱ یہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کی ایک تیسری شق کا بیان ہے۔ جس طرح مشرکین پھلوں، غلوں اور چوپایوں سے غیر اللہ کا حصہ نکالتے تھے اسی طرح وہ اپنی اولاد میں سے بھی بعض کو اپنے معبودوں کی نذر کے طور پر ذبح کرتے تھے وقیل انهم كانوا ابتدأ احدهم اذا ابلغ بنوه عشرة نحر واحدا منهم (روح ج ۸ ص ۳۱) شُرَكَآؤُهُمْ - زَيَّنَ کا فاعل اور قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ اس کا مفعول ہے۔ چونکہ معبودوں سے محبت و عقیدت ان سے یہ کام کراتی تھی اور اسی وجہ سے وہ اس کام کو عبادت سمجھتے تھے اس لئے مجازاً فعل تزیین کو شرکاء کی طرف منسوب کیا گیا **۱۵۲** یہ تحریمات غیر اللہ کا دوسری بار ذکر ہے۔ یہاں باقی ماندہ صورتوں میں سے چار کا ذکر ہے (۱) هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ کچھ چوپایوں اور کھیتوں کو وہ اپنے معبودوں کے لئے مقرر کر دیتے تھے اور کہتے تھے انہیں کوئی نہیں کھا سکتا (۲) وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا بعض نامزد چوپایوں پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے کو حرام سمجھتے تھے (۳) وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا جن چوپایوں کو وہ غیر اللہ کے لئے نامزد کرتے تھے ذبح کے وقت ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے تھے (۴) وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا الخ بحائر وسوائب کے بارے میں وہ یہ فیصلہ کر دیتے تھے کہ ان کے پیٹ کا بچہ اگر زندہ پیدا ہو تو مردوں کے لئے حلال اور عورتوں کے لئے حرام ہوگا اور اگر مردہ پیدا ہو تو دونوں جنسوں کے لئے حلال ہوگا۔ مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ان معبودوں کے لئے تحریمیں کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے کہ ہم نے اس کے برگزیدہ بندوں کی تعظیم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس فعل کو اپنی ذات مقدسہ پر افترا قرار دیا۔ اور اس افترا پر ان کو تخویف اخروی سنائی۔

اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ
اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہے وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کی طرف
سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ
کیا ہی برا انصاف کرتے ہیں ف۱ اور اسی طرح مزین ۱۵۱ کر دیا بہت سے
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ
مشرکوں کی نگاہ میں ان کی اولاد کے قتل کو ان کے شریکوں نے ف۲
لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۖ وَلَوْ
تاکہ ان کو ہلاک کریں اور رلا ملا دیں ان پر ان کے دین کو اور
شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾
اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ
وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ
اور کہتے ہیں کہ یہ مواشی ۱۵۲ اور کھیتی ممنوع ہے اس کو کوئی نہ کھاوے
اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ
مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق اور بعضے پیٹھ پر چڑھنا حرام کیا
ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ
مواشی کی اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت نام نہیں لیتے اللہ
اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا
کا اللہ پر بہتان باندھ کر عنقریب وہ سزا دیگا ان کو اس
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ
جھوٹ کی اور کہتے ہیں جو بچہ ان مواشی
هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ
کے پیٹ میں ہے ف۳ اس کو تو خاص ہمارے مرد ہی کھاویں اور وہ حرام ہے

ف نذر غیر اللہ کی تیسری صورت کا ذکر ہے ۱۲
ف یعنی ان کے ساتھی مشرکین کی محبت نے قتل اولاد وغیرہ [illegible] ۱۲
ف یعنی [illegible] ہلاکت کا سبب ہے ۱۲
ف یعنی معاملہ [illegible] مَا يَفْتَرُوْنَ سے مراد [illegible]
ف۵ تحریمات مشرکین کا دوسری بار ذکر کیا ہے جس میں چار صورتیں بیان کی گئی ہیں ۱۲ ف۱ پہلی صورت ۱۲ ف۲ دوسری صورت ۱۲ ف۳ تیسری صورت ۱۲ ف۴ چوتھی صورت ۱۲

منزل ۲

موضح قرآن ف۱ کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔ پھر بعض جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا اور بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے ان سے زیادہ ڈرتے اب جاننا چاہئے کہ اللہ کی نیاز دینی یہ کہ اس کی راہ میں جن کو دلوا دیا ہے انکو دینا اس کا فائدہ اس کو نہیں پہنچتا اسی کی حکم برداری ہے اور چیز سے فائدہ فقیر کو اور ثواب سے فائدہ دینے والے کو پھر جو کسی بزرگ کے واسطے چھوڑے اگر اسی وضع پر دے تو شرک ہے جس پر اللہ نے الزام دیا مگر اس بزرگ کو اپنی جگہ ٹھہراوے کہ اس کی طرف سے اللہ کی راہ میں جن کو کہا ان کو دے تو حکم برداری ہے۔ اللہ کی اور چیز فقیر کو اور ثواب اس شخص کے بدلے اس بزرگ کو یا اس کو فقیر کی جگہ ٹھہرادے کہ چیز اس کی کر دے پھر اس کی چیز لوگوں کے کام آئی تو اس کو ثواب ہوا یہ صورت مشکوک ہے پہلی صورت بے شک ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی شیاطین کہ وسوسہ کردہ اند یا پیشوایان کہ مذہب قرار دادہ اند ۱۲ **ف۳** یعنی در حکم بحائر وسوائب باشد ۱۲

عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ
ہماری عورتوں پر اور جو بچہ مردہ ہو تو اس کے کھانے میں سب
شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ
برابر ہیں وہ سزا دے گا ان کو ان تقریروں کی وہ حکمت والا
عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ
جاننے والا ہے ف بیشک خراب ش۱۵۳ ہوئے جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو
سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ
نادانی سے بغیر سمجھے اور حرام ٹھہرا لیا اس رزق کو جو اللہ نے
افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا
ان کو دیا بہتان باندھ کر اللہ پر بیشک وہ گمراہ ہوئے اور نہ آئے
مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ۧ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ
سیدھی راہ پر ف اور اسی نے پیدا کئے ش۱۵۴ باغ
مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ
جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں ف۱ اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے ف۲ اور کھجور
وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَ
درخت اور کھیتی کہ مختلف ہیں ان کے پھل اور پیدا کیا زیتون کو اور
الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا
انار کو ایک دوسرے کے مشابہ اور جدا جدا بھی ف۳ کھاؤ
مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ
ان کے پھل میں سے جس وقت پھل لاویں اور ادا کرو ش۱۵۵ انکا حق جس دن
حَصَادِهٖ ۡ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
ان کو کاٹو اور بے جا خرچ نہ کرو اس کو خوش نہیں آتے

ع ۱۶ / ۳

سر: اس میں دونوں مضمونوں کا اعادہ ہے ۔۱۳۰ سے نیازات غیر اللہ کا اعادہ ۱۳۰ سے تحریمات مشرکین کا اعادہ ۱۳۰ سے یعنی اپنی تحریمات اور نیازات کو اللہ کی رضا کا موجب سمجھ بیٹھے یعنی اللہ پر افترا ہے ۱۲ سے نیازات مشرکین کا تیسری [illegible]

[illegible] یہاں اور پھلوں کے مختلف انواع و اقسام کا ذکر کیا ہے ۱۲ سے ان کو خالص اللہ یعنی [illegible] [illegible] ۱۲

۱۵۳ اس آیت میں بالاختصار دونوں مضمونوں کا اعادہ کیا گیا ہے قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ میں نذر غیر اللہ کا اور وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ میں تحریمات غیر اللہ کا اِفْتِرَآءً مصدر بمعنی اسم فاعل حَرَّمُوْا کے فاعل سے حال واقع ہے۔ اس آیت میں نذر غیر اللہ کا اور تحریمات غیر اللہ کا تیسری بار ذکر ہے۔ **۱۵۴** یہ نذر غیر اللہ کا چوتھی بار ذکر ہے یہاں سے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ تک غلوں، پھلوں اور میووں کی مختلف انواع و اقسام کا ذکر کر کے فرمایا ان سے خالص اللہ کا حق ادا کرو اور ان میں غیر اللہ کی نذر و نیاز مت دو مَعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ بعض مفسرین نے ان دونوں صفتوں کو انگور سے متعلق کیا ہے یعنی بعض انگور ایسے ہیں جن کے لئے لکڑی کے عرشیں (چھپر) بنا کر ان پر ان کو چڑھایا جاتا ہے اور بعض ویسے ہی زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ بعض کے نزدیک معروشات سے انگور اور دوسری اسی قسم کی بیلیں مراد ہیں جو عرشوں پر چڑھائی جاتی ہیں اور غیر معروشات سے تناور درخت مراد ہیں۔ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ یعنی یہ پھل اور میوے شکل و صورت اور رنگ میں تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن ذائقہ میں مختلف ہیں۔ کوئی میٹھا کوئی ترش اور کوئی تلخ۔ متشابها فی اللون غیر متشابه فی الطعم (مدارک ج ۲ ص۲۲) **۱۵۵** یعنی مذکورہ بالا اشیاء میں سے اللہ کا حق ادا کرو جو اس نے تم پر فرض کیا ہے (اٰتوا حقه الذی اوجبه الله تعالٰی (روح) مشرکین زمین کے حاصلات سے اللہ کا حصہ تو پہلے بھی نکالتے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا الخ (۱۳۶) اس لئے یہاں مراد یہ ہے اٰتوا حقه خالصة یعنی زمین کی پیداوار سے صرف اللہ ہی کا حق ادا کرو اور اس میں سے نذر و نیاز صرف اللہ ہی کے نام کی دو وَلَا تُسْرِفُوْا امام مجاہد اور امام زہری کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کی نافرمانی میں خرچ نہ کرو المعنی لا تنفقوا فی معصیة الله تعالٰی (روح ج ۸ ص۳۸) امام مقاتل فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ معبودانِ باطلہ کو چڑھاوں اور زمین کی پیداوار میں شریک نہ کرو یعنی ان سے ان کے نام کی نذر و نیاز مت دو قال مقاتل المراد لا تشرکوا الاصنام فی الحرث و الانعام (روح - خازن ج ۲ ص۱۵۸)

موضح قرآن ف ایک یہ مسئلہ بھی بنایا تھا کہ جانور ذبح کیا اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلا اگر زندہ نکلے تو مرد کھاویں اور عورتیں نہ کھاویں اور مردہ نکلے تو سب کھاویں بے سند مسئلہ بنانا گناہ سخت ہے اس پر ان کو الزام دیا ہمارے دین میں مرد عورت کا کچھ فرق نہیں اگر زندہ نکلے تو ذبح کر کے حلال ہے بغیر ذبح مردار اور اگر مردہ نکلے اور معلوم ہو کہ جان پڑی تھی تو امام اعظم کے نزدیک حلال نہیں ف۲ بیٹیوں کا مار ڈالنا روا رکھتے تھے اور یہ سخت وبال ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی درختان انگور و مانند آن ۱۲ ف۲ یعنی درختان برساق ایستادہ ۱۲ ف۳ یعنی افراد ہر نوعی باعتبار صورت مانند یکدیگر اند و باعتبار مزہ نہ ۱۲۔

١٥٦ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا دونوں جَنّٰتٍ پر معطوف ہیں۔ یہ تحریمات غیر اللہ کا چوتھی بار تفصیل سے ذکر ہے حَمُوْلَةً سے وہ چوپائے مراد ہیں جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور فرش سے وہ مراد ہیں جنہیں ذبح کے لئے زمین پر گرایا جاتا ہے یا جن کے بالوں سے بنے ہوئے فرش زمین پر بچھائے جاتے ہیں كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یعنی ان میں سے جو حلال ہیں انہیں کھاؤ اور زمانۂ جاہلیت کی تحریمات کو اٹھاؤ اور اللہ کا شکر بجالاؤ اور شیطان کی پیروی میں اللہ کی حلال چیزوں کو حرام نہ کرو۔ ای مما احله الله لكم ولا تحرموا كفعل الجاهلية وهٰذا النص فى الاباحة وازالة ما سنه الكفار من البحيرة والسائبة (بحر ج٣) **١٥٧** یہ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا سے بدل ہے یہاں حلال چوپایوں کی آٹھ جوڑوں میں تقسیم فرمائی اثنين (دو) سے ہر جگہ نر و مادہ مراد ہے

الْمُسْرِفِيْنَ (١٤١) وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ

بیجا خرچ کرنے والے ف اور پیدا کئے مواشی میں بوجھ اٹھانے والے **١٥٦** اور

فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا

زمین سے لگے ہوئے کھاؤ اللہ کے رزق میں سے اور مت چلو

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (١٤٢)

شیطان کے قدموں پر وہ تمہارا دشمن ہے صریح ف۲

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

پیدا کئے آٹھ نر اور مادہ **١٥٧** بھیڑ میں سے دو اور

الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ

بکری میں سے دو پوچھ تو کہ دونوں نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا

الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان

الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (١٤٣)

دونوں مادہ کے بتلاؤ مجھ کو سند **١٥٨** اگر تم سچے ہو

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ

اور پیدا کئے اونٹ میں سے دو **١٥٩** اور گائے میں سے دو

قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا

پوچھ تو دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ

کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے کیا تم

شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

حاضر تھے **١٦٠** جس وقت تم کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا پھر اس سے زیادہ ظالم کون **١٦١**

ضَاْنٌ سے اس نے نر و مادہ پیدا کیا یعنی دنبہ اور دنبی۔ مینڈھا اور بھیڑ بھی یہاں اسی میں داخل ہے۔ اور ایک جوڑا معز کا پیدا فرمایا یعنی بکرا اور بکری قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ الخ استفہام انکار و توبیخ کے لئے ہے دکجرم اور اس میں مشرکین سے اس خود ساختہ تحریم پر دلیل عقلی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ نے یہ دونوں جوڑے تمہارے انتفاع کے لئے پیدا فرمائے ہیں اب تم بتاؤ کہ تم نے ان کے نر و مادہ اور مادہ کے پیٹ کے بچے کے بارے میں اپنی طرف سے حلت و حرمت کے جو احکام وضع کر رکھے ہیں یہ تم نے کہاں سے اخذ کئے ہیں۔ ان کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے کیا اللہ نے ان جوڑوں کے نروں کو حرام کیا ہے یا ماداؤں کو یا ان بچوں کو جو ابھی مادہ جانوروں کے رحموں ہی میں ہیں۔ اگر کسی جانور کا نر ہونا اسکی حرمت کی علت ہے تو ہر نر جانور حرام ہونا چاہئے اور اگر اس کا مادہ ہونا حرمت کی علت ہے تو اس صورت میں تمام مادہ جانور حرام ہونے چاہئیں اور اگر بچے کا مادہ کے رحم میں ہونا اسکی حرمت کا سبب ہے تو ہر چوپایہ (نر و مادہ) حرام ہونا چاہئے تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کی بلاوجہ تحریم محض تسویل شیطان اور تلبیس ابلیس ہے فلو علل بالذکورة وجب ان یحرم الذکراو بالانوثة فكذلك او باشتمال الرحم وجب ان يحرما لاشتمالها عليهما (بحر)

١٥٨ عِلْمٍ سے یہاں نقلی دلیل مراد ہے۔ یعنی اگر تمہارے پاس ان مزعومہ تحریمات پر کوئی عقلی دلیل موجود نہیں تو کوئی نقلی دلیل ہی پیش کرو سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کا قول یا گذشتہ کتب سماویہ میں سے کسی کا کوئی حوالہ **١٥٩** اسی طرح ابل کا اس نے جوڑا پیدا کیا یعنی اونٹ اور اونٹنی اور بقر سے ایک جوڑا بیل اور گائے۔ بھینس اور بھینسا بھی اسی میں داخل ہیں قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ الخ اس کی تقریر وہی ہے جو حاشیہ (١٥٧) میں گذر چکی ہے۔ **١٦٠** اس سے دلیل وحی کی نفی مقصود ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی کیا تم بقائمی ہوش و حواس سن رہے تھے جب اللہ نے تم کو اس تحریم کا حکم دیا تھا؟ مطلب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا حاصل یہ کہ ان تحریمات باطلہ کے لئے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں نہ عقلی و نقلی اور نہ دلیل وحی۔ **١٦١** یہ زجر ہے اور فاء تفریعیہ ہے یعنے جب تمہارے پاس کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں تو تم اپنی طرف تحریم نہیں کرنے کی وجہ سے اللہ پر افترا کر رہے ہو اور تم سب سے بڑے ظالم ہو۔ کیونکہ جو شخص لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنی طرف سے احکام وضع کرکے خداوند تعالیٰ پر افترا کرتا ہے وہ سب سے بڑا ظالم اور گنہگار ہے اس سے بڑھ کر کوئی بدکردار نہیں ہو سکتا۔

[illegible]

موضح قرآن **ف۱** اس کا حق دو جس دن کٹے یعنی زکات اور مال کی زکات ہے برس کے بعد اور اس کی زکات اسی دن ہے جس دن ہاتھ لگے جو زمین اپنے ملک میں ہو اور اس میں خراج نہ آتا ہو اسکے محصول میں حق اللہ ہے۔ اگر پانی دیئے سے ہو تو بیسواں حصہ اور اگر مینہ پانی دیئے ہو تو دسواں حصہ **ف۲** لدنے والے اونٹ اور بیل اور دنبے بکری اور بھیڑ۔

فتح الرحمن **ف۱** یعنی نقلی صحیح بیار سیدا ز ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام و از کتب الٰہیہ ۱۲۔

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ
جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے
بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع
بلا تحقیق بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو
قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِىْ مَاۤ اُوْحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ
تو کہہ دے کہ میں نہیں ۱۶۲ے پاتا اس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانیوالے پر
يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا
جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون
اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ
یا گوشت سور کا کہ وہ ناپاک ہے یا ناجائز ذبیحہ جس پر نام پکارا جاوے
لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بھوک سے بے اختیار ہو جاوے نہ نافرمانی کرے اور نہ زیادتی
فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا
تو تیرا رب بڑا معاف کرنے والا ہے نہایت مہربان ف۱ ط اور یہود پر ۱۶۳ے
حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ
ہم نے حرام کیا تھا ہر ایک ناخن والا جانور اور گائے اور بکری میں سے
حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ
حرام کی تھی ان کی چربی مگر جو لگی ہو
ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ
پشت پر یا انتڑیوں پر یا جو چربی کہ ملی ہو ہڈی کے ساتھ
ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾
یہ ہم نے ان کو سزا دی تھی ان کی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہیں ف۲

۱۷ ع ۴

۱۶۲ے مذبوحات مشرکین کا پانچویں بار ذکر ہے ۱۲

۱۶۳ے جواب سوال مقدر ۱۲

۱۶۲ے یہ نذر غیر اللہ کا پانچویں بار ذکر ہے۔ اس آیت میں نذر غیر اللہ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ سے تعبیر کیا گیا ہے فِسْقًا کا مضاف محذوف ہے، جسے حذف کرکے اس کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہے ای ذات فسق اور یہ موصوف مقدر کی صفت ہے ای کلحمًا ذات فسق یعنی فسق و معصیت کا دہ کلمہ بھی حرام ہے جس کے ذریعے غیر اللہ کی نذر مانی جائے۔ لہٰذا نذر غیر اللہ بطریق اولیٰ حرام ہے۔ یہ تفسیر حضرت شیخ قدس سرہٗ کے قول کے مطابق ہے۔ دیگر مفسرین کے نزدیک اصل میں شَيْئًا فِسْقًا ہے اور اس کو عین فسق اس لئے قرار دیا کہ یہ فعل انتہائی فسق اور اللہ کی نافرمانی سے ناشی ہے۔ **۱۶۳ے** یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا کہ اگر ان چیزوں کے علاوہ باقی تمام چیزیں حلال ہیں تو ہر ذی ظفر (کھر والا) جانور جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں اور گائے اور بکری کے بعض حصے یہود پر کیوں حرام کیے گئے تو اس کا جواب دیا گیا کہ ان چیزوں کی حرمت نہ سب کے لئے تھی نہ ابدی تھی۔ بلکہ یہ چیزیں تو صرف یہود پر بطور سزا حرام کی گئیں جیسا کہ فرمایا۔ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ یعنی یہ چیزیں ہم نے ان پر ان کی سرکشی اور ان کے کفر و عناد کی سزا کے طور پر حرام کی تھیں۔

موضح قرآن ف۱ یعنی جو جانور کھانے دستور ہیں ان میں سے یہی حرام ہے **ف۲** مواشی میں سے ناخن دار یعنی اونٹ ان پر حرام تھا سو ان کی بے حکمیوں سے ان پر سخت پکڑا تھا اصل یہ چیزیں حرام نہیں۔

فتح الرحمن ف۱

مترجم گوید مراد حصر اضافی است بہ نسبت بہیمۃ الانعام و آن اصناف ثمانیہ مذکور است سگ و شیر و باز وغیر آن اگرچہ حرام است از بہیمۃ الانعام نیست و دران بحث ندا شتند ۱۲۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ
پھر اگر تجھ کو جھٹلاویں ١٦٤ تو کہہ دے کہ تمہارے رب کی رحمت میں بڑی
وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ
وسعت ہے اور نہیں ٹلے گا اس کا عذاب گنہگار
الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ
لوگوں سے ف١ اب کہیں گے ١٦٥ مشرک اگر
شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا
اللہ چاہتا تو شرک نہ کرتے ہم اور نہ ہمارے باپ دادے اور نہ ہم حرام کر
مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
لیتے کوئی چیز اسی طرح جھٹلایا کئے ١٦٦ ان سے اگلے
حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ
یہاں تک کہ انہوں نے چکھا ہمارا عذاب تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے
مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا
پاس ف٢ کہ اس کو ہمارے آگے ظاہر کرو تم تو نری اٹکل پر
الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ
چلتے ہو اور صرف تخمینے ہی کرتے ہو ف٣ تو کہہ دے
فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ
بس اللہ کا الزام پورا ہے ١٦٧ سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت کر دیتا تم
أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ
سب کو ف٤ تو کہہ کہ لاؤ ١٦٨ اپنے گواہ جو
يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِنْ شَهِدُوا
گواہی دیں اس بات کی کہ اللہ نے حرام کیا ہے ان چیزوں کو پھر اگر وہ ایسی گواہی دیں

١٦٤ یہ لوگ اللہ کے حکم پر مغرور ہیں اور تکذیب پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ آپ فرمادیں بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ لیکن اس کا عذاب بھی بڑا سخت اور اٹل ہوتا ہے جو کسی مجرم سرکش و معاند سے ٹل نہیں سکتا۔ **١٦٥** یہ شکوی ہے اور شرک پر مشرکین کی سب سے بڑی دلیل کا تذکرہ ہے۔ یعنی مشرکین عنقریب اپنے مشرکانہ افعال کے جواز میں یہ دلیل پیش کریں گے کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا کہ ہم شرک نہ کریں تو ہم اور ہمارے باپ دادا کبھی شرک فی التصرف نہ کرتے اور نہ غیر اللہ کے لئے تحریمیں کرتے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہم جو کچھ کرتے رہے ہیں اللہ اس پر راضی ہے۔ سبحان اللہ ہذا بہتان عظیم۔ **١٦٦** جواب شکوی ہے۔ یعنی ان سے پہلے لوگوں نے بھی حق کی تکذیب کی اور اسی طرح کی بے سرو پا دلیلیں پیش کیں۔ یہاں تک کہ ہمارے عذاب نے انہیں آگھیرا۔ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ یعنی پہلی دلیل تو بالکل واہی اور لغو ہے آپ ان سے فرمائیں اگر تمہارے پاس گذشتہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی نقلی دلیل ہے تو وہ پیش کرو۔ دلیل تمہارے پاس کیا ہوگی تم تو ہر بات ظن و تخمین سے کہتے اور دین کے معاملے میں بھی محض ظن فاسد کی پیروی کرتے ہو۔ **١٦٧** الحجۃ البالغۃ وہ واضح دلیل جو قوت و متانت میں انتہا کو پہنچی ہوئی اور ہر لحاظ سے کامل ہو۔ یعنی مشرکین کے پاس تو کوئی معمولی سی دلیل بھی نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس مضبوط اور محکم دلائل ہیں جن سے اس نے توحید کے ہر پہلو کا اثبات اور شرک کے ہر پہلو کا رد فرمایا ہے۔ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ اس کے بعد وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا اگرچہ وہ ایسا کرسکتا تھا، کیونکہ اسطرح امتحان و ابتلاء کی حکمت فوت ہوجاتی **١٦٨** هَلُمَّ اسم فعل بمعنی امر ہے ای احضروھم اور شُهَدَاءَ سے مشرکین کے اکابر اور رؤساء اور ان کے مقتدا و پیشوا مراد ہیں جنہوں نے ان کو گمراہ کر رکھا تھا۔ فرمایا مشرکین سے کہو کہ وہ اپنے پیشواؤں کو بلائیں تاکہ وہ اس بات کا اقرار کریں کہ اللہ نے ان اشیاء کو حرام کیا ہے اور اس پر دلائل بھی پیش کریں۔ اس سے مقصود علیٰ رؤس الاشہاد ان کی تذلیل و تفضیح ہے۔ کیونکہ ان تابعین کی طرح ان کے متبوعین بھی دلائل سے تہی دست ہیں۔ وھم کبراؤھم الذین اسسوا الضلال لھم والمقصود من احضارھم تفضیحھم والزامھم وان لا متمسک لھم کمقلدیھم (روح ج ٨ ص ٥٢) **١٦٩** اگر مشرکین کے پیشوا، آپ کے سامنے یہ جھوٹی بات کہہ دیں کہ واقعی اللہ نے ان اشیاء کو حرام کیا ہے تو فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ آپ ان کی بات کی ہرگز تصدیق نہ کریں کیونکہ یہ صریح جھوٹ اور سراسر باطل ہے یا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس بات کی شہادت دیدیں تو اسمیں ان کی موافقت نہ کریں ای فلا تصدقھم فانہ کذب بحت (روح) ای لا توافقھم لانھم کذبۃ فی شھادتھم کما ان الشھود کذبۃ فی دعواھم (بحر ج ٤ ص ٢٤٣) **١٧٠** ان کے پاس دلائل تو ہیں نہیں وہ جو کچھ کہیں گے خواہشات نفسانیہ کے تحت کہیں گے۔ اس لئے آپ ان کی پیروی نہ کریں وہ تو اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کی تکذیب کر رہے ہیں، آخرت پر ان کا ایمان نہیں ہے اور وہ اللہ کے ساتھ شریک بنارہے ہیں۔ **١٧١** یہ تحریمات الہیہ کا ذکر ہے۔ سورۂ مائدہ میں تحریمات الہیہ کی صرف ایک صورت مذکور تھی۔ یعنی غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ اور باقی ماندہ صورتیں سورۂ انعام کی اس آیت میں ذکر کی گئی ہیں۔ اس سورت میں مسئلہ نذر غیر اللہ

[illegible]

موضح قرآن ف١ یعنی رحمت کی سمائی سے اب تک تم بچے ہو لیکن نہ جانو کہ عذاب پھر گیا ف٢ کافروں کا شبہ ہے کہ اگر ہمارے کام اللہ کو پسند نہ ہوتے تو ہم کو کرنے نہ دیتا اس کا جواب فرمایا کہ اگلوں کو گناہ پر کیوں پکڑا معلوم ہوا کہ وہ بھی ایک مدت کام ناپسند کرتے تھے اور اللہ نہ پکڑتا تھا آخر پکڑا ف٣ یعنی تمہاری غلطی ثابت ہو چکی کہ دلیل نہیں رکھتے تو بھی نہ مانو تو علامت ہے کہ تمہاری قسمت میں ہدایت نہیں رکھی۔

فتح الرحمن ف٤ یعنی نقلی از کتب الٰہی ١٢۔

فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ

تو تو نہ اعتبار کر ان کا ف۱۶۹ اور نہ چل ان کی خوشی پر ف۱۷۰

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جنہوں نے جھٹلایا ہمارے حکموں کو اور جو یقین نہیں کرتے

بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ

آخرت کا اور وہ اپنے رب کے برابر کرتے ہیں اوروں کو ف۱ تو کہہ

تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا

کہ تم آؤ میں سنادوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ

تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ

شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ

اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے ہم

نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ

رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو اور پاس نہ جاؤ بےحیائی کے کام کے ف۲ ف۱۷۲

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو اور نہ مار ڈالو اس جان کو

الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ

جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر ف۳ تم کو یہ حکم کیا

بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ

ہے تاکہ تم سمجھو اور پاس نہ جاؤ یتیم کے

الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ

مال کے مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو یہاں تک کہ پہنچ جاوے

کا ذکر نہیں کیا گیا اَلَّا تُشْرِكُوْا ای امر کہ محرمات الہیہ میں سب سے پہلے شرک کو ذکر کیا گیا اور پھر قتل سے روکا گیا اور درمیان میں والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ اگر ماں باپ بھی شرک کرنے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں ان کی اطاعت بھی جائز نہیں جیسا کہ سورۂ عنکبوت ع ایمں فرمایا وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ف۱۷۱ مذکورہ محرمات کے علاوہ حسب ذیل امور کو بھی اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔ فواحش ظاہرہ و باطنہ یعنی بے حیائی کی تمام صورتیں خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔ قتل نفس ناحق۔ مال یتیم کا ناجائز طریقے سے کھانا۔ ناپ تول میں کمی بیشی کر کے کسی کی حق تلفی کرنا۔ جھوٹی شہادت دینا اور فیصلے میں بے انصافی کرنا وغیرہ یہ تمام محرمات الہیہ ہیں یعنی ان امور کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے لہٰذا ان کی تحریم کو باقی رکھو اور ان کو حلال مت سمجھو۔ ف۱۷۳ یہاں قول سے عام مراد ہے شہادت، فیصلہ اور دیگر امور یعنی جب تم گواہی دو یا کوئی جھگڑا چکاؤ تو اس میں کسی کی جانبداری مت کرو بالکل سراسر عدل و انصاف سے کام لو اگرچہ تمہاری شہادت اور تمہارے فیصلے کی زد تمہارے کسی رشتہ دار پر پڑتی ہو۔ (وَاِذَا قُلْتُمْ قولاً فی حکومة او شهادة او نحوهما (فَاعْدِلُوْا) فیه و قولوا الحق (روح ج۸ ص۵۸)

ف۱۷۴ یہ سابقہ دونوں آیتوں میں مذکورہ احکام کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ان آیتوں میں جو احکام مذکور ہوئے ہیں یہی میری سیدھی راہ ہے اور یہی میرا وہ دین ہے جو میں نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔ لہٰذا تم اسی کی پیروی کرو اور باقی تمام راستوں کو چھوڑ دو۔ وان هذا الذی وصیتکم به وامرتکم به فی هاتین الاٰیتین هو صراطی یعنی طریقی و دینی الذی ارتضیته لعبادی (خازن ج۲ ص۱۶۵) ف۱۷۵ سورت کے دونوں مضمونوں یعنی نفی شرک اعتقادی اور نفی شرک فعلی کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں دونوں مضمونوں پر ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل وحی ذکر کی گئی۔ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دلیل نقلی پیش کی گئی ہے ثُمَّ یہاں تعقیب ذکری کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مذکور بیان کے بعد یہ بھی سن لو یہ مطلب نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اس کے بعد دی گئی تَمَامًا بمعنی اتمامًا۔ اٰتَيْنَا کا مفعول لہ ہے یعنی نعمت دین کے اتمام کے لئے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی یا تَمَامًا بمعنی تاماً الکتاب سے حال ہے۔ یعنی وہ کتاب (تورات) کامل و مکمل تھی اور اس میں یہ دونوں مضمون مذکور تھے۔ نفی شرک فی التصرف اور نفی شرک فعلی (تحریمات غیر اللہ ناجائز اور نذور غیر اللہ حرام ہیں) عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ یعنی اس شخص کے لئے جو نیک روی اختیار کرے۔ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور اس (تورات) میں وہ تمام ضروری احکام و مسائل مذکور تھے جن کی دین میں ضرورت تھی۔

فائدہ ایک حدیث میں آتا ہے فتجلی لی کل شیء یعنی میرے لئے ہر چیز روشن ہو گئی۔ اہل بدعت اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کے استدلال کی بنیاد اس پر ہے کہ یہاں لفظ کل استغراق حقیقی کے لئے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف اور ساقط الاعتبار ہے۔ دوم اگر بالغرض اسے مان لیا جائے تو یہ دعویٰ غلط ہے کہ یہاں کل استغراق حقیقی کے لئے ہے بلکہ یہاں استغراق اضافی مراد ہے۔ اگر اس کو استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ تمام ماکان وما یکون اور تمام شرائع اور احکام کا علم آپ پر منکشف ہو گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن مجید کا نازل کرنا عبث اور بے فائدہ ہے۔ عیاذاً باللہ العظیم قرآن مجید میں اس کی بہت

ع ۶
۵

مراد تحریمات الہیہ کا بیان سورۃ مائدہ میں عیینہ عملی الفہبہ سے صرف ایک صورت بیان کی گئی تھی یہاں باقی تیرہ صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس سورت میں بحائر اللہ کا بیان نہیں

(۱) ایمہ، شرک، اوری
(۲) صرف بحص
(۳) اکا حسنوا

فتح الرحمن ف۱ یعنی معبودان باطل را ۱۲ ف۲ یعنی بزنا ولواطت ۱۲ ف۳ یعنی بقصاص و مثل آن ۱۲ -

سی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ زیر تفسیر آیت میں بھی لفظ کل استغراق اضافی کے لئے ہے اور اس سے مراد وہ احکام ہیں جن کی دین میں ضرورت تھی علامہ آلوسی لکھتے ہیں ای بیانا مفصلا لکل ما یحتاج الیہ فی الدین (روح ج ۸ ص ۵۶) امام نسفی فرماتے ہیں بیانا مفصلا لکل ما یحتاجون الیہ فی دینھم (مدارک ج ۲ ص ۳۵) امام بغوی اور خازن رقمطراز ہیں یعنی وفیہ بیان لکل شیء یحتاج الیہ من شرائع الدین واحکامہ (معالم وخازن واللفظ لہ ج ۲ ص ۱۶۶) **۱۷۶** یہ سورت کے دونوں مضمونوں پر دلیل وحی ہے یعنی یہ کتاب بھی تورات کے موافق تحریمات لغیر اللہ کو حلال اور نذور لغیر اللہ کو حرام بتا رہی ہے۔ اس کی پیروی کرو اور اس کی مخالفت سے بچو۔ **۱۷۷** یہ اصل میں تھا کراھیۃ ان تقولوا یا لئلا تقولوا ۔ طائفتین سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ یعنی ہم نے

اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ

اپنی جوانی کو اور پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف سے

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ

ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اس کو طاقت ہو اور جب بات کہو تو

فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ

تو حق کی کہو ۱۷۳ اگرچہ وہ اپنا قریب ہی ہو اور اللہ کا عہد

اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

پورا کرو ۱۷۴ تم کو یہ حکم کر دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ

اور حکم کیا کہ یہ ۱۷۵ راہ ہے میری سیدھی سو اس پر چلو اور

لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

مت چلو اور رستوں پر کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے

سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

اللہ کے راستہ سے یہ حکم کر دیا ہے تم کو تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا

بچتے رہو پھر دی ہم نے ۱۷۶ موسیٰ کو کتاب واسطے پورا کرنے

عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

نعمت کے نیک کام والوں پر اور واسطے تفصیل ہر شے کے

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ

اور ہدایت اور رحمت کے لئے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے کا

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ

یقین کریں ف ۲ ف ۳ اور ایک یہ کتاب ہے کہ ۱۷۷ ہم نے اتاری برکت والی

ع

۱ ای افعل تامہ ۲ [illegible] تفصیل ۳ یعنی [illegible] دونوں [illegible] یعنی [illegible] ۴ یعنی [illegible] بیان ہے ۱۲

۴ دلیل وحی یعنی یہ کتاب بھی توراۃ کے موافق تحریمات غیر اللہ کو حلال اور نذورات غیر اللہ کو حرام کہہ رہی ہے ۱۲

یہ کتاب (قرآن مجید) تم پر اتمام حجت کے لئے نازل کی تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ پر تورات و انجیل نازل ہوئی اور ہم ان کی تعلیم سے بے خبر تھے یا یہ عذر پیش نہ کر سکو کہ یہود و نصاریٰ کی طرح اگر ہم پر بھی کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بڑھ کر آسمانی کتاب کی پیروی کرتے اور ان سے بڑھ چڑھ کر راہ ہدایت پر گامزن ہوتے فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ الخ لہذا اتمام حجت کے طور پر اللہ کی طرف سے تمہارے پاس کتاب آچکی ہے۔ جو کھلے دلائل سے بھرپور ہے۔ اور سیدھی راہ دکھاتی ہے اور جس کی پیروی باعث رحمت ہے **۱۷۸** یہ زجر ہے۔ فاء تفریعیہ ہے۔ لہذا اب سب سے بڑا ظالم وہ ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے منہ موڑے۔ سَيَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ الخ یہ تخویف اخروی ہے **۱۷۹** یہ تخویف دنیوی ہے۔ عذاب دنیوی کی یہاں تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی مذکورہ دلائل و براہین کے باوجود وہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے آپہنچیں اور ان کی جانیں قبض کر لیں تو موت کے بعد ان کی آنکھیں کھل جائیں گی یا یہ کہ ان پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت کی نشانیوں میں سے کوئی ایسی نشانی دیکھ لیں جو ان کو ایمان لانے پر مجبور کر دے۔ مگر ان تینوں صورتوں میں ایمان لانا بے سود ہوگا فرشتوں کے آنے سے قبض ارواح کے لئے یا اللہ کا عذاب لے کر آنا مراد ہے۔ يَاْتِيَ رَبُّكَ ای یاتی امر ربك بالعذاب (روح ج ۸ ص ۶۲) **۱۸۰** بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جس نشان کا یہاں ذکر ہے۔ اس سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا مراد ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے ہر وہ نشان مراد ہے جسے دیکھ کر لوگ ایمان لانے پر مجبور و مضطر ہو جائیں اور طلوع الشمس من المغرب بھی اس میں داخل ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن صفی نے طلوع الشمس من المغرب کو بطور مثال پیش کیا ہے اور جن نشانات کے ظاہر ہونے پر ایمان فائدہ مند نہیں ہوگا ان کو اس میں منحصر نہیں کیا۔ آیت مع تفسیر ملاحظہ ہو (اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ) کطلوع الشمس من المغرب (يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ) التی تضطرھم الی الایمان - (جامع البیان ص ۱۳۰) فرعون بوقت غرق ایمان لے آیا تھا مگر اس کا ایمان قبول نہ ہوا کیونکہ وہ ایمان اضطراری تھا اور ایمان لانے پر عذاب غرق نے اس کو مضطر کیا تھا۔ صحیح بخاری باب التفسیر میں ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا - لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من المغرب فاذا طلعت وراٰھا الناس امنوا اجمعون وذلك لا ینفع نفسا ایمانہا ثم قرأ هَلْ يَنْظُرُوْنَ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ آیت بطور استشہاد تلاوت فرمائی نہ کہ بطور تفسیر جن روایتوں سے تفسیر ہونے کا احتمال ہوتا ہے وہ روایت بالمعنی ہے۔ لہذا اس آیت سے مطلق نشانات مراد ہیں۔ جنہیں دیکھ کر انسان ایمان لانے پر مجبور و مضطر ہو جائے اس کی تائید سورۃ مومن ۹۶ کی اس آیت

موضح قرآن ف اس سے معلوم ہوا کہ پہلے حکم ہمیشہ سے جاری تھے پیچھے توریت اتری تو شرع اور مفصل ہوئی۔

فتح الرحمن ف ۱ یعنی گواہی دہید یا حکم کنید ۱۲ ف ۲ یعنی بہ نذر ادا ۱۲ ف ۳ ظاہر نزدیک این بندہ آنست کہ حرام گردانیدیم اشیاء مذکورہ را در ازل و بر قوم نوح وہلم جرا باز دادیم موسیٰ را کتاب ۱۲

فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

سو اس پر چلو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى

اس واسطے کہ کبھی ۱۷۸ھ تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتری تھی سو انہی

طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ

دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم کو ان کے

دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ

پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہ تھی ف۱ یا کہنے لگو کہ اگر ہم

اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ

پر اترتی کتاب تو ہم تو راہ پر چلتے ان سے بہتر

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى

سو آ چکی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت

وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ

اور رحمت اب اس سے زیادہ ظالم کون ۱۸۲ھ جو جھٹلا دے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ

اللہ کی آیتوں کو اور ان سے کترا وے ہم سزا دیں گے ان کو جو

يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا

ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں برا عذاب بدلے میں

كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

اس کترانے کے ف۲ کاہے کی راہ دیکھتے ہیں ۱۹ھ لوگ مگر یہی کہ

تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ

ان پر آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب ف۱ یا آئے کوئی ۱۸۰ھ

سرائی کہ اجہنۃ ان تقولوا (۱۰)

سے ہوتی ہے۔ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا **۱۸۱ھ** اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایمان کے غیر نافع ہونے کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ اضطراری حالات کے رونما ہونے کے بعد ایمان لایا جائے۔ دوم یہ کہ بحالت ایمان اعمال صالحہ بجا نہ لائے جائیں۔ دوسری شق کا مقتضا یہ ہے کہ جس مومن نے کوئی نیک عمل نہ کیا اس کا ایمان بے کار ہے اور اس کی نجات نہیں ہوگی۔ حالانکہ یہ بات کتاب و سنت کی صریح نصوص اور اہل سنت و جماعت کے متفق علیہ مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ چنانچہ معتزلہ اسی کے قائل ہیں۔ مفسرین نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں جو متداول تفسیروں میں مذکور ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں یہ آیت علفتها تبنا وماء باردا کے قبیل سے ہے۔ اصل میں تھا لا ینفع نفسا عملها لم تكن كسبت فی ایمانها خیرا یعنی دوسری شق میں اس سابق ایمان کے نافع ہونے کی نفی نہیں کی گئی جس میں عمل صالح نہ ہو۔ بلکہ اس شق سے اس عمل صالح کے نافع ہونے کی نفی مقصود ہے جو اضطراری حالات کے بعد واقع ہو۔ علامہ آلوسی نے بھی بعض علماء سے اسی قسم کا ایک جواب نقل کیا کانہ قیل لا ینفع نفسا ایمانها ولا کسبها فی ایمانها خیرا لم یکن امنت من قبل او لم تكن كسبت خیرا (روح ج ۸ ص ۶۶)

۱۸۲ھ تخویف اخروی ہے اور اس سے مراد مشرکین کی جماعتیں ہیں جنہوں نے توحید کو چھوڑ کر مشرکانہ عقائد کی بنیادوں پر مختلف فرقے بنا لئے۔ جو شخص اس سے فقہاء اسلام اور ائمہ دین کا باہمی فروعی اختلاف مراد لیتا ہے وہ قرآن میں صریح تحریف کا مرتکب ہے۔ **۱۸۳ھ** یہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کے لئے بشارت ہے **۱۸۴ھ** سورت کے اختتام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تین اعلان کرائے گئے پہلا اعلان۔ قُلْ اِنَّنِىْ هَدٰىنِىْ رَبِّىْٓ الخ ای بالدلائل العقلیۃ والنقلیۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی طرف میری رہنمائی فرمائی ہے اور اس کی سچائی پر عقلی اور نقلی دلائل بھی قائم فرمائے ہیں۔ دِيْنًا قِيَمًا یہ موصوف صفت صراط کے محل سے بدل ہے کیونکہ اصل معنی یوں ہیں هدانی ربی صراطا مستقیما (روح ج ۸ ص ۶۷) ملة ابراهيم یہ بتقدیر اعنی منصوب ہے (روح) وما كان من المشركين وہ ہر قسم کے شرک سے بیزار تھا شرک فعلی سے بھی اور شرک اعتقادی سے بھی **۱۸۵ھ** یہ دوسرا اعلان ہے۔ اس کا حاصل بھی خالص توحید کا اعلان اور تمام اقسام شرک سے برأت کا اظہار ہے ان صلاتی نفی شرک اعتقادی کی طرف اشارہ ہے اور نسکی الخ نفی شرک فعلی کی طرف مالک و مختار متصرف و کارساز اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور نذر و منت کا مستحق بھی وہی ہے۔ لا شریک لہ ان تمام امور میں کوئی اس کا شریک نہیں **۱۸۶ھ** یہ تیسرا اعلان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے کیا اسے چھوڑ کر میں کسی اور کو اپنا رب اور کارساز بنا لوں۔ جب ہر چیز کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی ہستی اس کی شریک ہو۔

موضح قرآن ف۱ یعنی یہ کتاب اتاری کہ تم کو عذر کی جگہ باقی نہ رہے ف۲ یعنی پہلی امتوں کا حال سن کر شاید تم کو ہوس آتی سو تم کو بھی ملی ویسی کتاب۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی باہلاک قوم ۱۲۔

۱۸۷؎ مشرکین ایمان والوں سے کہا کرتے تھے کہ اِتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ تم ہماری راہ پر آجاؤ ہم تمہارے گناہوں کا ذمہ اٹھا لیتے ہیں۔ فرمایا جرم کی سزا صرف مجرم ہی کو ملے گی۔ یہ نہیں ہو سکے گا کہ ایک مجرم کے گناہ کی سزا کسی اور کو دی جائے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یہ تخویف اخروی ہے اور ماقبل کی تاکید ہے۔ ۱۸۸؎ یہ ترغیب ہے۔ اللہ ہی نے تم کو تمہارے آباؤ اجداد کا جانشین بنایا ہے اور مختلف خوبیوں اور نعمتوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ کون تم میں سے اس کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور کون نافرمانی اور سرکشی کرتا ہے اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ یہ نہ ماننے والوں کے لئے تخویف اخروی اور وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یہ ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی کی طرف اشارہ ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

اٰيٰتُ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ
نشانی تیرے رب کی ف۱ جس دن آئے گی ایک نشانی
رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ
تیرے رب کی یہ کام نہ آئے گا کسی کے اس کا ایمان لانا
تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ
جو کہ پہلے سے ایمان نہ ۱۸۱؎ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ
اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا
نیکی نہ کی تھی ف۲ تو کہہ دے تم راہ دیکھو ہم بھی
مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ
راہ دیکھتے ہیں ف۱ جنہوں نے راہیں ۱۸۲؎ نکالیں اپنے دین میں
وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ
اور ہو گئے بہت سے فرقے تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں ف۳ ان کا
اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا
کام اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہی جتلا دے گا ان کو جو کچھ وہ
يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ
کرتے تھے ف۴ جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی ۱۸۳؎ تو اس کے لیے اس کا دس
اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى
گنا ہے اور جو کوئی لاتا ہے ایک برائی سو سزا پائے گا
اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ
اسی کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا تو کہہ دے مجھ کو ۱۸۴؎
هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا
سمجھا دی میرے رب نے راہ سیدھی دین

ے عملہا من خیر
ع جو ایمان تھا
معطوف علیہ
از قبیل عطف
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
لفظی بحث ۱۳۰
بشارت اخروی ۱۲
ع تخویف اخروی ۱۲
مر شرک کے خاتمہ پر
نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے تین اعلانوں
میں سے ایک اعلان ۱۲
مرا [illegible] باللہ دلائل
العقلیۃ والنقلیۃ
۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ کی طرف سے جو حد تھی ہدایت کی سو آچکی ..... نبی اور شرع اور کتاب جو یہ نہیں مانتے تو اب منتظر ہیں کہ اللہ آپ آوے یا قیامت کی نشانیاں دیکھیں تب یقین کریں سو جب قیامت کا نشان آوے گا یعنی آفتاب مغرب سے نکلے گا تب کافر کا ایمان اور عاصی کی توبہ قبول نہ ہوگی **ف۲** یعنی توریت والوں نے کئی راہیں نکالیں تو ان میں تحقیقات نہ کر کہ صحیح کون اور غلط کون اپنی راہ صحیح پر قائم رہ دین میں جو باتیں یقین لانے کی ہیں ان میں فرق نہ چاہئے کہ اور جو کرتے ہیں اس کے طریقے کئی ہوں تو برا نہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی طلوع شمس از مغرب یا دابۃ الارض ۱۲ **ف۲** یعنی آں روز توبہ گناہگار و ایمان کافر قبول نشود ۱۲۔ **ف۳** یعنی از تو مؤاخذہ نخواہند کرد ۱۲۔

سورۂ انعام میں آیات توحید

۱- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ (ع ۱)۔ نفی شرک اعتقادی صراحۃً و فعلی ضمناً ۔

۲- وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (ع ۲) نفی شرک اعتقادی صراحۃً و فعلی ضمناً ۔

۳- قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (ع ۲) نفی شرک فعلی ۔

۴- وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ (ع ۲) نفی شرک اعتقادی ۔

۵- اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ (ع ۲) نفی شرک اعتقادی صراحۃً اور فعلی ضمناً ۔

۶- وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ (ع ۴) نفی شرک اعتقادی ۔

۷ قُلْ اَرَاَیْتَکُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُ اللّٰہِ اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ ۝ (ع ۴) نفی شرک فی التصرف۔

۸۔ قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰہُ سَمْعَکُمْ وَاَبْصَارَکُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ مَّنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِہٖ (ع ۵) نفی شرک فی التصرف۔

۹۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ ۝ (ع ۵) نفی شرک اعتقادی۔

قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ⑯①

صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والوں میں

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ

تو کہہ کہ ۵شلہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑯② لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ

جو پالنے والا سارے جہان کا ہے کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ⑯③ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّ

اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں تو کہہ کیا اب میں اللہ کے سوا ۶شلہ تلاش کروں کوئی رب اور

ہُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ ؕ وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْہَا ۚ

وہی ہے رب ہر چیز کا اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو وہ ۷شلہ اس کے ذمہ پر ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَّرْجِعُکُمْ

اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا پھر تمہارے رب کے پاس ہی سب کو لوٹ کر جانا ہے

فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ⑯④ وَہُوَ

سو وہ جتلائے گا جس بات میں تم جھگڑتے ہو اور اسی ۸شلہ

الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ

نے تم کو نائب کیا ہے زمین میں اور بلند کردیئے تم میں

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ ۭ اِنَّ

درجے ایک کے ایک پر تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں بیشک

رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۡۖ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ

تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا

النصف
رَّحِیْمٌ ⑯⑤

مہربان ہے

ع ۲۰
۱۱
۷

۱۰۔ قُلْ اِنِّیْ نُہِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (ع ۷) نفی شرک اعتقادی۔

۱۱۔ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُہَآ اِلَّا ہُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُہَا وَلَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَہُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّہَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۚ ثُمَّ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَہُوَ الْقَاہِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ وَیُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً ؕ (ع ۸) نفی شرک اعتقادی۔

۱۲۔ قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَہٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ ہٰذِہٖ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ۝ قُلِ اللّٰہُ یُنَجِّیْکُمْ مِّنْہَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ ۝ (ع ۸) نفی شرک فی التصرف۔

۱۳۔ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓی اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ ہَدٰىنَا اللّٰہُ (ع ۹) نفی شرک اعتقادی۔

۱۴۔ وَہُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ ۬ؕ قَوْلُہُ الْحَقُّ ؕ وَلَہُ الْمُلْکُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ ؕ وَہُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝ (ع ۹) نفی شرک فی التصرف۔

۱۵۔ وَمَا نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَکُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّہُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ وَضَلَّ عَنْکُمْ مَّا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ (ع ۱۱) نفی شرک اعتقادی۔

۱۶۔ اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ (۱۳۶) — تا — ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ ۚ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝ (ع ۱۳) نفی شرک اعتقادی صراحۃً وفعلی ضمناً۔

۱۲ شرک اعتقادی والا اور دوسرا شرک فعلی والا ۱۳۰ دوسرا اعلان صلاۃ ... اشارہ ... نفی شرک اعتقادی و فعلی ... اشارہ ... شرک فعلی ... تیسرا اعلان ... تخویف اخروی ۱۳ ... ترغیب ۱۲ ... والوں ... والوں [illegible]

۱۷۔ وَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ بِاٰیٰتِہٖ مُؤْمِنِیْنَ ۝ وَمَا لَکُمْ اَلَّا تَاْکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (ع ۱۴) نفی شرک فعلی۔ تحریمات غیر اللہ۔

۱۸۔ وَقَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ (ع ۱۴) نفی شرک فعلی۔ نیازات غیر اللہ۔

۱۹۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا — تا — وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْہُ فَذَرْہُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ۝ (ع ۱۶) نفی شرک فعلی۔ نیازات غیر اللہ۔

۲۰۔ وَقَالُوْا ہٰذِہٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا یَطْعَمُہَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِہِمْ — تا — وَاِنْ یَّکُنْ مَّیْتَۃً فَہُمْ فِیْہِ شُرَکَآءُ ؕ سَیَجْزِیْہِمْ وَصْفَہُمْ ؕ اِنَّہٗ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ ۝ (ع ۱۶) نفی شرک فعلی۔ تحریمات غیر اللہ۔

۲۱۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَہُمْ سَفَہًا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَہُمُ اللّٰہُ (ع ۱۶) نفی نیازات غیر اللہ وتحریمات غیر اللہ۔

۲۲۔ وَہُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ — تا — اَمْ کُنْتُمْ شُہَدَآءَ اِذْ وَصّٰکُمُ اللّٰہُ بِہٰذَا (ع ۱۷) نفی شرک فعلی۔ تحریمات غیر اللہ

۲۳۔ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُہِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ع ۱۸) نفی شرک فعلی۔ نیازات غیر

محض اللہ کی توفیق اور اس کی مہربانی سے آج مورخہ یکم شعبان ۱۳۸۳ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۶۳ء بعد نماز مغرب شب یکشنبہ ۶ بجکر ۲۰ منٹ پر سورۂ انعام کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ دائماً ابداً وعلی سائر عبادہ الصالحین لیلاً ونہاراً

سورۂ اعراف

ربط سورۂ اعراف کو اپنے ماقبل یعنی سورۂ انعام کے ساتھ چھ طرح کا ربط ہے۔ اوّل ربط اسمی۔ اگر تم نے انعام (چوپایوں) اور حرث (زمین کی پیداوار) میں غیر اللہ کو شریک نہ کیا اور ان سے غیر اللہ کی نذریں نہ دیں تو اللہ تعالیٰ تم کو نہ صرف دوزخ سے بلکہ اعراف سے بھی بچا کر جنت میں داخل کریگا۔ دوسرا ربط۔ سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام میں مسئلہ کے دونوں پہلو (نفی شرک اعتقادی اور نفی شرک فعلی) تفصیل سے ذکر کئے گئے۔ اور ان کو دلائل عقل و نقل اور وحی سے مبرہن کیا گیا۔ اب سورۂ اعراف میں فرمایا جب مسئلہ واضح اور مدلل ہو چکا ہے تو اب جرأت و بہادری سے اس کی تبلیغ کرو اور بلا خوف و خطر اسے ہر ایک تک پہنچاؤ اور تمہارے دلوں میں تنگی اور پریشانی کا گذر ہرگز نہ ہونے پائے۔ تیسرا ربط سورۂ انعام میں نفی شرک فی التصرف پر دلائل عقلیہ تفصیل سے ذکر کئے گئے اور دلیل نقلی صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تفصیلاً مذکور ہوئی اور باقی انبیاء علیہم السلام سے اجمالاً۔ اب سورۂ اعراف میں ان انبیاء علیہم السلام میں سے بعض سے دلائل نقلیہ تفصیل سے ذکر کئے جائیں گے۔ چوتھا ربط انعام میں نفی شرک فعلی (نذور غیر اللہ اور تحریمات لغیر اللہ) کو تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ اب اعراف میں تحریمات لغیر اللہ کی صرف ایک نہایت اہم صورت کا ذکر کیا گیا یعنی ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا اور اسے قرب خداوندی کا موجب سمجھنا۔ اور بوقت طواف کپڑے پہننے کو حرام اور گناہ عظیم جاننا۔ پانچواں ربط سورۂ انعام میں پہلے نفی شرک فی التصرف اور اس کے بعد نفی شرک فعلی کا ذکر تھا لیکن سورۂ اعراف میں ترتیب اس کے برعکس اور سورۂ مائدہ کے موافق ہے یعنی پہلے نفی شرک فعلی کا ذکر ہے اور اس کے بعد نفی شرک فی التصرف کا۔ چھٹا ربط سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔ اب سورۂ اعراف میں فرمایا۔ اس مسئلہ کی خوب تبلیغ کرو اور یاد رکھو اس کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں تمہیں مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا ان کو برداشت کرنا۔

خلاصہ اس سورت میں تین دعوے مذکور ہیں۔ پہلا دعویٰ۔ مسئلہ توحید (نفی شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف) کو جرأت و استقلال سے تبلیغ کرنا اور اس راہ میں جو تکلیفیں آئیں ان کی وجہ سے آزردہ خاطر نہ ہونا۔ یہ دعویٰ سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے۔ دوسرا دعویٰ جو احکام اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ان کی پیروی کرو اور شیاطین کی پیروی میں اپنی طرف سے تحریمات اختراع نہ کرو۔ یہ دعویٰ اتبعوا ما انزل (ع ۱) سے لیکر ضل عنھم ما کانوا یفترون (ع ۶) تک میں مذکور ہے۔ پہلی آیت یعنی اتبعوا ما انزل الیکم الخ میں دوسرا دعوےٰ اجمالاً مذکور ہے۔ اس کے بعد قلیلا ما تشکرون (ع ۱) تک تخویف و تبشیر اور ترغیب و زجر ہے۔ پھر و لقد خلقنکم (ع ۲) سے لیکر رکوع ۲ کے آخر (ومنھا تخرجون) تک اصل دعویٰ کی تمہید ہے۔ اس کے بعد رکوع ۳ کی ابتداء یٰبنی اٰدم قد انزلنا الیکم لباسًا سے لیکر ولا ھم یحزنون (ع ۴) تک اصل مقصود یعنی دوسرے دعوے کا ذکر ہے۔ ان آیتوں میں چار دفعہ یٰبنی اٰدم کے خطاب سے اصل مقصود کا ذکر فرمایا۔ اے بنی آدم! لباس تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانپنے اور تمہاری زینت کیلئے بنایا ہے۔ اے بنی آدم! شیطان کے اغواء اور وسوسے میں آکر اپنا لباس مت اتار پھینکو جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ یعنی آدم و حوا علیہما السلام کا لباس اتروا دیا تھا۔ شیطان تمہارے دلوں میں وسوسے ڈال کر تم سے نئی نئی تحریمات کی اختراع کراتا ہے اور یہ بات شیطان ہی نے تمہارے دل میں بٹھائی ہے کہ ننگے ہو کر طواف کرنا عبادت اور رضائے الٰہی کا موجب ہے۔ اے بنی آدم ہر عبادت کے وقت لباس زیب تن رکھا کرو اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کھاؤ اور ان میں غیر اللہ کو شریک مت کرو۔ لباس اللہ نے تمہاری زینت کیلئے پیدا کیا ہے اسے پہنو اور اپنی طرف سے اس کے استعمال پر ناجائز پابندیاں مت لگاؤ اور بحالت عبادت (طواف، نماز وغیرہ) اس کے پہننے کو حرام مت سمجھو۔ اے بنی آدم! تمہارے پاس میرے رسول آئیں گے جو تم کو میرے احکام پہنچائیں گے اور تمہیں میری توحید سنائیں گے لہٰذا تم ان کی پیروی کرنا اور شرک سے بچے رہنا اس کے بعد پھر رکوع ۶ کے اختتام تک بشارتیں، تخویفیں اور زجریں مذکور ہیں۔ تیسرا دعویٰ غیب دان، کارساز اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس نے کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کر رکھا ہے۔ یہ دعویٰ ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت سے لیکر رکوع ۷ کے آخر لقوم یشکرون تک میں مذکور ہے۔ اصل دعوے ذکر کرنے کے بعد وھو الذی یرسل الریٰح سے آخر رکوع تک مومن کے دل کیلئے زرخیز زمین اور کافر کیلئے بنجر زمین کی مثال بیان فرمائی جس طرح عمدہ زمین میں بارش کی وجہ سے سرسبز و شاداب کھیت اور باغات لہلہانے لگتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنکر مومنین کے ایمان میں تازگی اور پختگی پیدا ہو جاتی ہے اور جس طرح ناقص اور بنجر زمین میں باوجود بارش کے کام کی کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی اسی طرح معاندین کے دلوں کی سیم و تھور زدہ زمین پر آیاتِ الٰہی کی بارش کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور ان سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا بلکہ ان کے دلوں میں بغض و عناد اور ضد کی بیماری بدستور باقی رہتی ہے۔

تینوں دعوے ذکر کرنے کے بعد رکوع ۸ کی ابتداء لقد ارسلنا نوحًا الی قومہ سے لیکر رکوع ۲۰ کے اختتام بما کانوا یظلمون تک میں چھ انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کئے گئے ہیں جو لف و نشر غیر مرتب کے طور پر مذکورہ تینوں دعوؤں ہی سے متعلق ہیں۔ پہلا قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جو لقد ارسلنا نوحًا الی قومہ سے لیکر انھم کانوا قومًا عمین تک ہے یعنی پورا رکوع ۸۔ دوسرا قصہ حضرت ہود علیہ السلام کا ہے جو والی عاد اخاھم ھودا سے لیکر وما کانوا مؤمنین (پورا رکوع ۹) میں مذکور ہے۔ اور تیسرا قصہ والی ثمود اخاھم صٰلحًا سے لے کر رکوع ۱۰ میں ولکن لا تحبون النصحین تک میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تینوں قصے تیسرے دعوے یعنی غیب دان اور کارساز صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں اور اس نے اپنا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کر رکھا سے متعلق ہیں۔ ان تینوں قصوں سے معلوم ہوا کہ ان تینوں پیغمبروں نے اپنی تبلیغ کا آغاز اسی دعوے سے کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تینوں جگہوں میں ان کا حسب ذیل کلام نقل فرمایا یٰقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ (ع ۸، ۹، ۱۰) ہر ایک نے اپنی قوم سے یہی کہا، اے میری قوم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، حاجات و مشکلات میں غائبانہ صرف اسی کو پکارو اس کے سوا کوئی تمہارا کارساز و حاجت روا نہیں، نہ اس کے سوا کوئی عالم الغیب اور متصرف و مختار ہے۔ چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا ہے ولوطًا اذ قال لقومہ سے لے کر فانظر کیف کان عاقبۃ المجرمین آخر رکوع ۱۰ تک میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ قصہ دوسرے دعوے سے متعلق ہے۔ دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانو اور اپنی طرف سے تحریمات اختراع نہ کرو۔ قوم لوط علیہ السلام فسق و فجور میں اس حد تک منہمک ہو چکی تھی کہ ان کے دلوں سے گناہ اور بدکاری کی برائی اور حرام کی حرمت کا احساس ہی ختم ہو چکا تھا اور وہ محرمات الٰہیہ کے ساتھ حرام کا سا معاملہ نہیں کرتے تھے۔

پانچواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے جو والیٰ مدین اخاھم شعیبا۔ تا۔ فکیف اٰسیٰ علیٰ قوم کٰفرین (پورا رکوع ۱۱) میں مذکور ہے۔ یہ قصہ دوسرے اور تیسرے دونوں دعوؤں سے متعلق ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا اعلان یٰقوم اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ یہ تیسرے دعوے سے متعلق ہے اور فاوفوا الکیل والمیزان ولا تبخسوا الناس اشیاءھم الخ یہ دوسرے دعوے سے متعلق ہے کیونکہ قوم شعیب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان محرمات (ناپ تول میں کمی بیشی کر کے کسی کا حق مار لینا اور زمین میں شر و فساد بپا کرنا وغیرہ) کو حرام نہیں جانتی تھی۔ پانچوں قصوں کے بعد بطور تخویف دنیوی روئے سخن اہل مکہ کی طرف ہو گیا ہے یعنی رکوع ۱۲ کی ابتداء وما ارسلنا فی قریۃ من نبی سے رکوع ۱۲ میں ونطبع علیٰ قلوبھم فھم لا یسمعون تک۔

چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جو ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ باٰیٰتنا (ع ۱۳) تا۔ فارسلنا علیھم رجزا من السماء بما کانوا یظلمون (ع ۲۰) میں مذکور ہے۔ یہ قصہ پہلے دعوے سے متعلق ہے۔ یعنی مسئلہ توحید کی تبلیغ میں مصائب و مشکلات کا سامنا ہوگا انکا دلیری سے مقابلہ کرنا جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راہ حق اور اشاعت توحید میں فرعون اور اسکی قوم کی طرف سے مصائب آلام کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے پوری ہمت و جرأت سے انکا مقابلہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ آٹھ مسلسل واقعات کا ایک سلسلہ ہے جو انہیں اپنی زندگی میں پیش آئے جنمیں سے ہر ایک ایک کٹھن اور مشکل منزل کی شان رکھتا ہے۔

پہلا واقعہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے سامنے بھرے دربار میں اعلان توحید اور تبلیغ حق، فرعون کے مطالبہ پر اژدہا اور ید بیضاء کے معجزے دکھانا اور پھر فرعون کے لائے ہوئے جادوگروں (جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی) سے مقابلہ کرنا۔ یہ واقعہ ثم بعثنا من بعدھم باٰیٰتنا (ع ۱۳) تا وتوفنا مسلمین (ع ۱۴) میں مذکور ہے۔ دوسرا واقعہ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر ظلم و ستم فرعون کی طرف سے قوم موسیٰ علیہ السلام میں پیدا ہونے والے لڑکوں کے قتل کرنے اور لڑکیوں کو غلامی کے لئے زندہ رکھنے کا حکم۔ اور اس ظلم و ایذا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کا صبر و تحمل سے برداشت کرنا۔ یہ واقعہ وقال الملأ من قوم فرعون اتذر موسیٰ۔ تا۔ فینظر کیف تعملون۔ (پورا رکوع ۱۵) میں مذکور ہے۔ تیسرا واقعہ فرعون اور اس کی قوم پر مختلف صورتوں میں اللہ کے عذاب کا نازل ہونا۔ بحالت عذاب ان کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رفع عذاب کی دعا کے لئے درخواست کرنا اور یہ عہد کرنا کہ عذاب اٹھ جانے کے بعد وہ ایمان لے آئیں گے اور پھر رفع عذاب کے بعد عہد شکنی کرنا اور آخر کار فرعون کا لاؤ لشکر سمیت دریائے نیل میں غرق ہونا یہ واقعہ ولقد اخذنا اٰل فرعون بالسنین۔ تا۔ وما کانوا یعرشون (رکوع ۱۶) میں مذکور ہے۔ چوتھا واقعہ بنی اسرائیل کا دریا کے بارہ راستوں میں سے صحیح و سالم گذر جانا اور پار جا کر سرکشی پر اتر آنا اور مشرکوں کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بت پرستی کی اجازت چاہنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کے احسانات یاد دلا کر ان کو سمجھانے کی کوشش کرنا یہ واقعہ وجاوزنا ببنی اسراءیل البحر۔ تا۔ وفی ذٰلکم بلاء من ربکم عظیم ۝ (رکوع ۱۶ کا آخر) میں بیان کیا گیا ہے۔

پانچواں واقعہ۔ تورات دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلانا، موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنانا۔ کوہ طور پر رؤیت باری تعالیٰ کی آرزو کرنا، تجلی الٰہی کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو جانا، ان کی عدم موجودگی میں قوم کا بگڑ جانا، حضرت ہارون علیہ السلام کی تبلیغ توحید اور شرک سے روکنے کے باوجود گوسالہ سامری کی پرستش میں لگ جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات لے کر قوم میں واپس آنا۔ یہ واقعہ وواعدنا موسیٰ ثلٰثین لیلۃ (ابتداء رکوع ۱۷)۔ تا۔ لنکونن من الخٰسرین (ع ۱۸) میں مذکور ہے۔ چھٹا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر غضبناک ہونا، حضرت ہارون علیہ السلام کو ادائے فرائض میں کوتاہی کرنے کا الزام دینا، پھر ان کا معقول عذر سن کر اپنی لغزش پر اللہ سے دعا کرنا۔ اس کے بعد گوسالہ پرستوں کے لئے تخویف دنیوی کا ذکر ہے یہ واقعہ ولما رجع موسیٰ الیٰ قومہ (ع ۱۸)۔ تا۔ ھم لربھم یرھبون (ع ۱۹) میں بیان کیا گیا ہے۔ ساتواں واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کے ستر آدمیوں کو کلام الٰہی سننے کے لئے کوہ طور پر لے جانا، ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کو علانیہ دیکھنے کا مطالبہ کرنا، اس محال اور گستاخانہ مطالبہ پر ان کا ہلاک ہو جانا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کا دوبارہ جی اٹھنا یہ واقعہ واختار موسیٰ قومہ (ع ۱۹)۔ تا۔ یھدون بالحق وبہ یعدلون (ع ۲۰) میں مذکور ہے۔ اس حصے میں ماننے والوں کے لئے بشارت کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آ گیا تھا اس لئے اس کے بعد بطور جملہ معترضہ قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الخ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی عالمگیر رسالت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آٹھواں واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کیلئے پتھر سے بارہ پانی کے چشموں کا ظاہر ہونا۔ بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کرنا، ان پر من و سلویٰ کا اترنا اور ان کو سرزمین بیت المقدس میں اترنے کا حکم دیا جانا اور ان کا سرکشی سے حکم خداوندی کی مخالفت کرنا۔ یہ واقعہ وقطعنٰھم اثنتی عشرۃ اسباطا۔ تا۔ بما کانوا یظلمون (تمام رکوع ۲۰) میں مذکور ہے۔

قصص کے اختتام پر وسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر (ع ۲۱)۔ تا۔ لعلھم یرجعون (ع ۲۱) میں تخویفات کا ذکر ہے۔ اس کے بعد فخلف من بعدھم خلف سے ان برے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو نیک لوگوں کے جانشین ہوتے اور ان کا مسلک توحید چھوڑ کر شرک کرنے اور شرک پھیلانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اور دین کو دنیا کے روٹی کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور پھر کہتے کیا ہیں سیغفر لنا قیامت تو آئے دہ ہماری ضرور بخشش ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے جھوٹے گدی نشینوں کے اس باطل دعوے کو چار وجوہ سے رد فرمایا ہے۔ وجہ اول الم یؤخذ علیھم میثاق الکتٰب۔ تا۔ لا نضیع اجر المصلحین (ع ۲۱) یعنی اگر بدعملی کے باوجود بخشش ہو سکتی ہوتی تو انہیں کتاب کی پیروی کرنے عہد و پیمان لینے کی کیا ضرورت تھی۔ وجہ دوم واذ نتقنا الجبل۔ تا۔ لعلکم تتقون اگر ایسے ہی بخشش ممکن ہوتی تو اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کا عہد لینے کے لئے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر معلق نہ کیا جاتا۔ وجہ سوم واذ اخذ ربک من بنی اٰدم۔ تا۔ ولعلھم یرجعون (ع ۲۲) اگر اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ کے بغیر نجات ممکن ہوتی تو ہر فرد بشر سے توحید باری تعالیٰ کا عہد نہ لیا جاتا۔ وجہ چہارم واتل علیھم نبا الذی اٰتینٰہ۔ تا۔ وانفسھم کانوا یظلمون (ع ۲۲) بلعم باعور کو ہم نے ہدایت عطا کی مگر اس کے بعد نافرمانی کی وجہ سے ہم نے اسے ذلیل و خوار کر دیا۔ اگر بدعملی کے باوجود بخشش ہو سکتی ہوتی تو اسے ذلیل کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کے بعد من یھد اللہ فھو المھتدی (ع ۲۲)۔ تا۔ وھم لا یبصرون (ع ۲۴) تمام آیتیں مذکورہ تینوں دعووں سے متعلق ہیں من یھد اللہ فھو المھتدی الخ یہ پہلے دعوے سے متعلق ہے یعنی آپ جرأت و دلیری سے مسئلہ پہنچا دیں ہدایت دینا یا نہ دینا اللہ کے اختیار میں ہے ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا۔ تا۔ اولٰئک ھم الغٰفلون (ع ۲۲) یہ دوسرے سے متعلق ہے یعنی مشرکین جانوروں کی طرح ننگا ہونے میں کوئی شرم اور عار محسوس نہیں کرتے۔ وللہ الاسماء الحسنیٰ۔ تا۔ وبہ یعدلون (آخر رکوع ۲۲) یہ تیسرے دعوے سے متعلق ہے تمام اعلیٰ صفتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہی غیب دان اور کارساز ہے۔ اس لئے صرف اسی کو پکارو اور اس کے سوا کسی کو مت پکارو۔ والذین کذبوا باٰیٰتنا (ع ۲۳)۔ تا۔ وبشیر لقوم یؤمنون (ع ۲۳) یہ پہلے دعوے سے متعلق ہے۔ یعنی آپ بے دھڑک مسئلہ توحید بیان کریں جو نہ مانیں اور تکذیب کریں ایسے لوگوں کو ہم ڈھیل دیدیں گے اور جب پکڑیں گے سخت پکڑیں گے۔ ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَّسِتُّ اٰيٰتٍ وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

۱ہ سورۂ اعراف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ

۲ہ یہ کتاب ۳ہ اتری ہے تجھ پر سو چاہیے کہ تیرا جی

حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ②

تنگ نہ ہو اس کے پہنچانے سے تاکہ تو ڈرائے اس سے اور نصیحت ہو ایمان والوں کو

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا

چلو اسی پر ۴ہ جو اترا تم پر تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو

مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③ وَ

اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے ف۱ تم بہت کم دھیان کرتے ہو اور

كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا

کتنی بستیاں ۵ہ ہم نے ہلاک کر دیں کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب راتوں رات

اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ④ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ

یا دوپہر کو سوتے ہوئے پھر یہی تھی ان کی پکار جس وقت

جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا

کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب کہ کہنے لگے بے شک ہم تھے

ظٰلِمِيْنَ ⑤ فَلَنَسْــَٔـلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ

گنہگار سو ہم کو ضرور پوچھنا ہے ۶ہ ان سے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے

وَلَنَسْــَٔـلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ⑥ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ

اور ہم کو ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے پھر ہم ان کو احوال سنائیں گے ف۲

منزل ۲

لع ۲۴ ۔ تا ۔ اما انتم صامتون ○ دوسرے دعوے سے متعلق ہے ۔ یعنی وہ اولاد حاصل کرنے کے لئے غیر اللہ کی نذریں نیازیں دیتے ہیں ۔ ان الذین تدعون من دون اللہ ۔ تا ۔ وھم لا یبصرون تیسرے دعوے سے متعلق ہے مشرکین اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ بالکل عاجز اور بے بس ہیں وہ نہ غیب دان ہیں نہ حاجت روائی کی قدرت رکھتے ہیں ۔ اس کے بعد خذ العفو وامر بالعرف الخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے ۔ واخوانہم یمدونہم فی الغی ثم لا یقصرون ○ زجر ہے اور واذا لم تاتہم بایۃ الخ شکوی اور قل انما اتبع ما یوحی الی جواب شکوی ہے ۔ ھذا بصائر من ربکم ۔ تا ۔ لعلکم ترحمون ترغیب الی القرآن ۔ واذکر ربک فی نفسک الخ یعنی ہر حال میں صرف اللہ ہی کو پکارو اور اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔

۲ہ المص یہ حروف مقطعات میں سے ہیں ان کی مراد اللہ ہی جانتا ہے ۔ حروف مقطعات کی تفصیلی بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے ۔ (ص۳ ، حاشیہ ۲) جیسا کہ خلاصہ میں گذر چکا ہے سورۂ اعراف میں تین دعوے ذکر کئے گئے ہیں (۱) مسئلہ توحید کی جرأت و استقلال سے تبلیغ کرو اور اس سلسلہ میں جو تکلیفیں آئیں انہیں برداشت کرو اور دل میں تنگی نہ لاؤ (۲) نفی شرک فعلی یعنی اللہ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو اور شیاطین کی اتباع میں اپنی طرف سے تحریمات اختراع نہ کرو (۳) نفی شرک اعتقادی یعنی غیب دان اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں ۔ اس نے کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا لہٰذا غائبانہ حاجات میں اسی کو پکارو۔

پہلا دعوی

۳ہ یہ دعویٰ اول ہے ۔ یعنی بہادر بن کر مسئلہ توحید پہنچاؤ اور دل میں کسی قسم کی تنگی نہ لاؤ اور مشرکین کی تکذیب کی پرواہ مت کرو حرج منه بتبليغه لانه كان يخاف قومه و تكذيبهم له واعراضهم عنه (مدارک ج ۲ ص ۳۳) کتاب خبر اور ھذا اس کا مبتدا محذوف ہے لتنذر به الخ یہ انزل کے متعلق اور فلا یکن فی صدرک حرج اسی پر متفرع ہے ۔

دوسرا دعوی

۴ہ یہاں سے دوسرے دعوے کی ابتداء ہوتی ہے اس آیت میں دوسرا دعویٰ بالاجمال مذکور ہے ۔ یعنی اللہ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو اور شیاطین کی پیروی نہ کرو ۔ رکوع ۳ اور ۴ میں یعنی از یٰبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا ـــــ تا ـ فذوقوا العذاب بما کنتم تکسبون یہ دعویٰ تفصیل سے مذکور ہے اس سے پہلے رکوع ۲ یعنی ولقد خلقنکم ثم صورنکم ۔ تا ۔ ومنھا تخرجون میں اس کی تمہید کا ذکر ہے ۔ و لا تتبعوا من دونه اولیاء ۔ اولیاء سے یہاں شیاطین الانس والجن مراد ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے ، ان سے شرک کراتے اور ان کو خود ساختہ تحریمات پر آمادہ کرتے ہیں ۔ اراد بالاولیاء الشیاطین شیاطین الانس والجن وانھم الذین یحملون علی عبادۃ الاوثان والاھواء والبدع ویضلون عن دین اللہ تعالیٰ (بحر ج ۴ ص ۲۷۹ وکذا فی الکبیر ج ۴ ص ۲۲۳) جیسا کہ اسی سورت کے تیسرے رکوع میں ارشاد ہے انا جعلنا الشیطین اولیاء للذین لا یؤمنون ۵ہ یہ تخویف دنیوی ہے اھلکنھا ای اھلکنا اھلھا ۔ یعنی بہت سی بستیوں کے باسیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں بیاتا مصدر بمعنی اسم فاعل اھلکنا کے مفعول سے حال واقع ہے مصدر واقع موقع الحال بمعنی بائتین ۔ (مدارک ج ۲ ص ۳۳) قائلون ۔ قیلولہ سے ہے جس کے معنی دوپہر کے وقت نیند کرنے کے ہیں فما کان دعوٰہم الخ عذاب آنے سے پہلے تو وہ ضد و عناد کی وجہ سے مانتے نہ تھے لیکن جب ان کی بد اعمالیوں اور مسلسل تمرد و انکار کے سبب اللہ کا

یعنی [illegible] دعوی اول سورت [illegible] مسئلہ توحید [illegible] اور دل میں [illegible] نفی شرک [illegible] دعوی [illegible]

فتح الرحمن ف۱ یعنی معبودان باطل را دوست میگرفتند ۱۲ ف۲ یعنی ہمہ اعمال ایشان را ۱۲ ۔

عذاب آجاتا تو اپنے قصور کا اعتراف کر لیتے مگر اس وقت پچھتانے سے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ ۶؎ یہ تخویف اخروی ہے۔ ۷؎ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ قیامت کے دن جو میزان (ترازو) نصب کیا جائے گا۔ اس میں کیا تولا جائے گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ اعمالنامے تولے جائیں گے جن میں حسنات و سیئات لکھے جاتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ قیامت کے دن اعمال حسنہ کو اچھی صورت میں اور اعمال سیئہ کو قبیح صورت میں متصور و مجسم کیا جائے گا اور پھر ان کو ترازو کے پلڑوں میں ڈال کر تولا جائے گا۔ قال بعضهم توزن صحائف الاعمال المكتوبة فيها الحسنات والسيات..... وقال ابن عباس يؤتى بالاعمال الحسنة على صورة حسنة و بالاعمال السيئة على صورة قبيحة فتوضع في الميزان (خازن ج ۲ ص۱۷۴) ۸؎ یہ بشارت اخروی ہے ومن خفت موازينه الخ یہ تخویف اخروی ہے ۹؎ یہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرنے کی ترغیب ہے۔ معايش معيشة کی جمع ہے مراد ذریعہ معاش ہے یعنی ہم نے زمین میں تم کو تمکین دی اور اس میں تمہاری روزی کے لئے کئی اسباب و ذرائع مہیا کئے اللہ کے ان انعامات کے شکرانے میں تمہیں اس کے احکام کا اتباع کرنا چاہئے اور اس کے رسول کی دعوت کو دل و جان سے قبول کرنا چاہئے ۱۰؎ یہ دعوے کی تمہید ہے جو اس پورے رکوع میں ذکر کی گئی ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم، ابلیس کی نافرمانی اس کے ملعون و مطرود ہونے اور آدم و حوا علیہما السلام سے اس کی عداوت اور اس کی وجہ سے جنت میں ان کے برہنہ ہو جانے کا ذکر کیا گیا ہے ثم قلنا الخ ثم یہاں تعقیب ذکری کے لئے ہے ورنہ ماقبل سے مرتبط نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم اولاد آدم کی پیدائش سے پہلے ہوا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی اس کے بعد بیان کرو۔ لہذا اس سے یہ مطلب نکالنا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی دنیا میں انسان موجود تھے سراسر باطل ہے اور کج فہمی پر مبنی ہے بعض مفسرین نے خلقنكم اور صورنكم میں مضاف مقدر مانا ہے خلقنا اباكم آدم عليه السلام طينا غير مصور ثم صورناه الخ (روح ج ۸ ص۸۷) لیکن ثم کو تعقیب ذکری پر محمول کرنے کی صورت میں اس تقدیر کی ضرورت نہیں رہتی۔ ۱۱؎ ابلیس فرشتوں میں سے نہیں تھا لیکن سجدہ کرنے کا حکم اسے بھی ہوا تھا مطلب یہ ہوگا کہ فرشتوں کو حکم دیا تو وہ مان گئے اور ابلیس کو بھی حکم ہوا مگر وہ نہیں مانا۔ عرف عام میں ایسے موقعوں پر حذف سے کام لیا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے فلاں شہر والوں کو وعظ کیا وہ مان گئے لیکن فلاں شہر والوں نے نہیں مانا یعنی انکو بھی وعظ کیا تھا لیکن وہ نہیں مانے۔

بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ⑦ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ
اپنے علم سے اور ہم کہیں غائب نہ تھے اور تول ۷؎ اس دن
اِلْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
ٹھیک ہوگی پھر جس کی تولیں بھاری ہوئیں ۸؎ سو وہی ہیں
الْمُفْلِحُوْنَ ⑧ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
نجات پانے والے اور جس کی تولیں ہلکی ہوئیں سو وہی ہیں
الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا
جنہوں نے اپنا نقصان کیا اس واسطے کہ ہماری آیتوں
يَظْلِمُوْنَ ⑨ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا
کا انکار کرتے تھے ۹؎ اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور مقرر کر دیں
لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑩ وَلَقَدْ
اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے ہو اور ہم
خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
نے تم کو پیدا کیا ۱۰؎ پھر صورتیں بنائیں تمہاری پھر حکم کیا فرشتوں کو کہ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ڰ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ
سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس ۱۱؎ نہ تھا
مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ⑪ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ
سجدہ والوں میں کہا تجھ کو کیا مانع تھا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب
اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ
میں نے حکم دیا تجھ کو بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور
خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ⑫ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ
اس کو بنایا مٹی سے کہا تو اتر یہاں سے تو اس لائق

ع ۱
۱۰
۸

کے معنی ان کا وزن یا
اعمال کا مجسم کر کے ان کا
وزن کرنا مراد ہے
یعنی وزن [illegible]
سے بشارت اخروی ہے
سے تخویف اخروی ہے
ترغیب ہے ثم تعقیب
[illegible]
آدم سے [illegible]
[illegible]
تعقیب ذکری ہے
[illegible] منقطع ہے یعنی

ابلیس کو بھی حکم
[illegible]
ابلیس جن [illegible]
نہ مانا ایسے مقامات
پر کلام حذف کی
جاتی ہے

موضح قرآن ف ا ہر شخص کے عمل لکھے جاتے ہیں موافق وزن کے وہی کام ہے کہ صدق سے اور محبت سے موافق حکم کیا اور بر محل کیا تو اسکا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا رسم کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا آخرت میں وہ کاغذ تولیں گے جسکے نیک کام بھاری ہوئے تو برے کام بخشے گئے اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا۔

لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

نہیں کہ تکبر کرے یہاں پس باہر نکل تو ذلیل ہے

قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ

بولا کہ مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں فرمایا تجھ کو

الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ

مہلت دی گئی بولا تو جیسا ۱۲ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا انکی

صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ

تاک میں تیری سیدھی راہ پر ف۱ پھر ان پر آؤں گا ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

آگے سے اور پیچھے سے ۱۳ اور دائیں سے اور

شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ

بائیں سے اور نہ پائے گا تو اکثروں کو ان میں شکرگزار ۱۴ کہا

اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

نکل یہاں سے ۱۵ برے حال سے مردود ہو کر جو کوئی ان میں سے تیری راہ پر چلیگا

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ

تو میں ضرور بھر دونگا دوزخ کو تم سب سے اور اے آدم رہ تو

اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا

اور تیری عورت جنت میں پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور

تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے گنہگار

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ

پھر بہکایا ان کو شیطان نے تاکہ کھول دے ۱۶ ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ

۱۲ ما مصدریہ اور با سببیہ ہے اغویتنی ای بما اضللتنی و ھو المروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالے عنھما (روح ج ۸ صـ۹۴) یعنی مجھ کو تیرے گمراہ اور بدراہ کر دینے کی وجہ سے میں آدم اور اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے لئے تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا اور مختلف حیلوں سے ان کو صراط مستقیم سے بھٹکانے کی کوشش کروں گا ۱۳ من بین ایدیھم سے آخرت پر ایمان لانے سے روکنا مراد ہے ومن خلفھم دنیا میں مشغول و منہمک کر دینا وعن ایمانھم نیکیوں سے روکنا وعن شمائلھم سے برائیوں کی ترغیب دینا مراد ہے۔ یا یہ چاروں ہر طریقہ سے گمراہ کرنے سے کنایہ ہے اور یہی معنی سیاق قرآن کے مطابق ہے الظاھر ان اتیانہ من ھذہ الجھات الاربع کنایۃ عن وسوستہ واغوائہ لہ والجد فی اضلالہ من کل وجہ یمکن (بحر ج ۴ صـ۲۷۶) ۱۴ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہاں شاکر بمعنی موحد ہے قال ابن عباس معناہ ولا تجد اکثرھم موحدین (خازن ج ۲ صـ۱۸۰) ۱۵ منھا کی ضمیر سے جنت یا زمرۂ ملائکہ یا آسمان مراد ہے مذءوما ای مذموما (برا) مدحورا ای مطرودا (راندہ درگاہ خدا) لمن تبعک الخ اس میں لام قسمیہ ہے اور لاملئن جھنم الخ جواب قسم ہے۔ ۱۶ لیبدی لام وسوس کے متعلق ہے اور عاقبت کے لئے ہے کیونکہ ابلیس کا مقصد خاص یہ ذلت پہنچانا نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد تو ان سے خدا کی نافرمانی صادر کرانا تھا لیکن آخر الامر یہ بات بھی ہو گئی واللام فی قولہ لیبدی لھما لام العاقبۃ وذلک لان ابلیس لم یقصد بالوسوسۃ ظہور عوراتھما وانما کان حملھما علی المعصیۃ فقط فکان عاقبۃ امرھما ان بدت عوراتھما (خازن ج ۲ صـ۱۸۱) من سواٰتھما یہ ماوری کا بیان ہے۔

سے ما مصدریہ اور با سببیہ ہے اور [illegible] مصدریہ ہے [illegible] [illegible] ان کو مشغول کرنا دنیا [illegible] عن حسنات سے روکنا عن برائیوں کی طرف ۱۳ [illegible] یا یہ چاروں طریقوں سے گمراہ کرنے سے کنایہ ہے اور یہی معنی سیاق قرآن کے موافق ہے [illegible] ابن عباس

۱۶ لام قسمیہ ہے ای [illegible] لیبدی لام عاقبت کا ہے کیونکہ شیطان کا مقصد ننگا کرنا نہیں تھا اور نہ اس کو علم تھا کہ ایسا ہوگا صرف ان سے اللہ کے حکم کی مخالفت کرانی مقصود تھی۔

موضح قرآن ف۱ یعنی میں تو گمراہ ہوا اب ان کی بھی راہ ماروں گا۔

۱۷ ابلیس نے ان کو قسم دی کہ وہ ان کی خیر خواہی کر رہا ہے یہاں مزید بمعنی مجرد ہے کیونکہ قسم صرف ابلیس نے کھائی تھی لیکن آدم و حوا علیہما السلام نے چونکہ اس کی قسم کو مان لیا تھا تو گویا ان کی طرف سے بھی قسم ہو گئی اس لئے باب مفاعلہ استعمال کیا گیا و اخرج قسم ابلیس علی زنة المفاعلة لانہ لما کان منہ القسم و منھما التصدیق فکانھما من اثنین (مدارک ج ۲ ص ۳۱) **۱۸** آخر ابلیس نے دھوکہ اور فریب سے ان کو شجرۂ ممنوعہ کھانے پر آمادہ کر لیا اور ان کو ان کے رتبۂ اطاعت سے نیچے گرا دیا ای حطھما عن درجتھما و انزلھما عن رتبة الطاعة الی رتبة المعصیة (روح ج ۸ ص ۱۰۰) **۱۹** یہ اصل میں تی تھا اسم اشارہ برائے تانیث واحد اس کے بعد لام بُعد لگایا گیا التقاء ساکنین کی وجہ سے یا گر گئی اور ک، کما، کم وغیرہ ضمائر خطاب تنبیہ کے لئے آتی ہیں اور مخاطب کی مناسبت سے استعمال ہوتی ہیں۔ یہاں مخاطب چونکہ دو تھے یعنی آدم و حوا علیہما السلام اس لئے ضمیر کما استعمال کی گئی۔ **۲۰** شجرۂ ممنوعہ کھا لینے کی لغزش پر نادم ہو کر حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے یہی دعائیہ کلمات ان کے دل میں ڈال دیئے چنانچہ دونوں نے انہی کلمات سے گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگی تو اللہ تعالیٰ نے لغزش معاف فرما دی جیسا کہ سورۂ بقرہ ع ۴ میں ارشاد ہے فتلقی اٰدم من ربہ کلمات فتاب علیہ۔ تمام محققین اہل تفسیر کی رائے یہی ہے کہ اس آیت میں کلمات سے یہی دعا مراد ہے ای استقبلھما بالاخذ والقبول والعمل بھا.... وھن قولہ تعالیٰ ربنا ظلمنا انفسنا الخ (مدارک ج ۱ ص ۲۵) **۲۱** اھبطوا بصیغہ جمع میں خطاب حضرت آدم و حوا علیہما السلام اور ابلیس سے ہے۔ امام فراء کہتے ہیں خطاب حضرت آدم اور حوا سے ہے جیسا کہ دوسری جگہ وارد ہے قال اھبطا منھا جمیعا (طٰہٰ ع ۷) چونکہ وہ دونوں نوع بشر کی اصل ہیں اس لحاظ سے گویا کہ وہی جمیع بشر ہیں وضمیر الجمع لکونھما اصل البشر فکانھما ھم (روح ج ۸ ص ۱۰۲)۔

موضح قرآن ف۱ عیب ڈھکے تھے یعنی حاجت استنجا اور حاجت شہوت جنت میں نہ تھی اور ان کے بدن پر کپڑے تھے وہ کبھی اتارتے نہ تھے کہ اتارنے کی حاجت نہ ہوتی تھی یہ اپنے اعضا سے واقف نہ تھے، جب یہ گناہ ہوا تو لوازم بشری پیدا ہوئے اپنی حاجت سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضا دیکھے۔

عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا
تھی ان کی شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے
عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ
اس درخت سے مگر اسی لئے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے یا
تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ⑳ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا
ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے ف اور ان کے آگے قسم کھائی کہ میں البتہ
لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ㉑ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا
تمہارا دوست ہوں ۱۷ پھر مائل کر لیا ان کو فریب سے ۱۸ پھر جب چکھا ان دونوں
الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ
نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی اور لگے جوڑنے اپنے
عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ
اوپر بہشت کے پتے اور پکارا ان کو ان کے رب نے
اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ
کیا میں نے منع نہ کیا تھا تم کو اس درخت سے ۱۹ اور نہ کہہ دیا تھا تم کو کہ
الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ㉒ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ
شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے بولے وہ دونوں کہ اے رب ہمارے ظلم کیا
اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ
ہم نے اپنی جان پر ۲۰ اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
ہو جائیں گے تباہ فرمایا تم اترو ۲۱ تم ایک دوسرے کے
عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى
دشمن ہوگے اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا اور نفع اٹھانا ہے ایک

لہ باب مفاعلہ مبالغہ کے لئے ہے۔ یعنی قسم شیطان نے کھائی اور آدم و حوا علیہما السلام نے تصدیق کی۔ از مدارک۔

سرِ اشارہ ۱۲ [illegible] بعض

۲۲ حیات سے حیات متعارفہ مراد ہے اس لئے یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی زمین پر ہی زندگی بسر کرتے۔ زمین حیات متعارفہ کا مرکز ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان میں زندگی یہاں کی متعارف زندگی نہیں ہے یعنی وہ زندگی جس کے ساتھ خورد نوش اور دیگر لوازم وابستہ ہوں۔ یہاں تک تمہید ختم ہوئی۔ **۲۳** تمہید کے بعد یہاں سے اصل مقصد یعنی دوسرا دعویٰ شروع ہوتا ہے جسے رکوع ۳ و ۴ میں چار دفعہ یبنی آدم کے عام خطاب سے بیان کیا گیا ہے قد انزلنا علیکم لباسًا یعنی ہم نے لباس اس لئے بنایا ہے تاکہ تم اپنے قابل ستر اعضاء کو ڈھانپ سکو اور لباس سے زینت و آرائش کا کام بھی لو۔ ریشا ای زینۃ **۲۴** لباس التقویٰ سے ایمان، عمل صالح اور دلی حیاء مراد ہے مطلب یہ کہ ظاہری لباس کے ساتھ یہ تقویٰ کا لباس بھی پہننا چاہئے جو پہلے سے کہیں زیادہ ضروری اور اہم ہے **۲۵** یہاں اولاد آدم کو شیطان کے فریب سے خبردار کیا گیا کہ یہ وہی تمہارا پرانا دشمن ہے جس نے تمہارے ماں باپ (حوا و آدم) کو فریب دیکر جنت سے نکالا تھا تم اس کے فریب میں نہ آجانا۔ خطاب بلاواسطہ مشرکین عرب سے ہے جو برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اس فعل شنیع کو عبادت سمجھتے تھے یہ سب شیطان کے اغواء سے تھا۔ حاصل یہ کہ یہ بے حیائی تم سے شیطان کرا رہا ہے۔ شیطان کے اغواء سے تم نے بحالت طواف لباس پہننا حرام کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا جیسا کہ سورۂ کہف ع ۷ میں ہے افتتخذونه وذریته اولیاء من دونی وهم لكم عدو۔ مشرکین کی عورتیں بھی برہنہ ہو کر طواف کرتیں اور یہ شعر گاتیں ؎

الیوم یبدو بعضه او کله
فما بدا منه فلا احله

احلال کے معنی ہیں لائق عذاب دانستن (صراح) یعنی آج شرمگاہ کا ننگا ہوجانا موجب عذاب نہیں۔ مولانا عارف رومی نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا جو خلاف شریعت افعال کو عبادت اور قرب الٰہی کا ذریعہ جانتے ہیں ؎

یاں نگیری ابلہاں را تو ولی
سر منہ گوسالہ را چوں سامری

لیریهما میں لام عاقبت کا ہے۔ **۲۶** وقبیله ای ذریته او جنوده من الشیاطین (مدارک ج ۲ ص ۳۹) یعنی ابلیس اور اس کی ذریت انسان کو دیکھ سکتی ہے مگر انسان ان کو نہیں دیکھ سکتا اس لئے وہ محفوظ گھات سے انسان کو گمراہ کرنے کیلئے حملہ کرتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ گمراہ کرنے والا صرف ایک ابلیس ہی نہیں بلکہ اسکی بے شمار ذریت اس کام میں مصروف ہے۔ انا جعلنا الشیطین اولیاء للذین لا یؤمنون یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ سورۂ اعراف کے شروع میں ولا تتبعوا من دونه اولیاء میں اولیاء سے شیاطین مراد ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اس سے اہل بدعت کا یہ استدلال باطل ہوگیا کہ اگر ایک شیطان (ابلیس) ہر جگہ حاضر و ناظر ہو کر لوگوں کو گمراہ کرسکتا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوسکتے۔ (معاذ اللہ من ہذا التشبیہ) قال الزجاج سلطناهم علیهم یزیدون فی غیهم فیتابعونهم علی ذلك فصاروا اولیاءهم (بحر ج ۴ ص ۲۸۵) **۲۷** یہ شکوی ہے اور فاحشۃ سے یہاں برہنہ طواف اور دیگر مشرکانہ افعال مراد ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس، زہری، مجاہد، زید بن اسلم، ابن عطیہ اور سدی سے منقول ہے وهو طوافهم بالبیت عراة وشركهم (مدارک) قال ابن عطیة والفاحشة وان كان عامًا هي كشف

حِيْنٍ (۲۴) قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا
وقت تک فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے ۲۲ اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے
تُخْرَجُوْنَ (۲۵) ع يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا
تم نکالے جاؤ گے اے اولاد آدم کی ۲۳ ہم نے اتاری تم پر پوشاک
يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ
جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اتارے آرائش کے کپڑے اور لباس پرہیزگاری کا ۲۴
ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (۲۶)
وہ سب سے بہتر ہے یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں ف
يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ
اے اولاد آدم کی نہ بہکائے تم کو ۲۵ شیطان جیسا کہ اس نے نکال دیا
اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا
تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اتروائے ان سے ان کے کپڑے
لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ
تاکہ دکھلائے ان کو شرمگاہیں ان کی وہ دیکھتا ہے تم کو ۲۶ اور اس کی قوم
مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ
جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے ہم نے کر دیا شیطانوں کو
اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۲۷) وَاِذَا فَعَلُوْا
رفیق ان لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے اور جب کرتے ہیں
فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ
کوئی برا کام ۲۷ تو کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا اسی طرح کرتے اپنے باپ دادوں کو اور اللہ
اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ
نے بھی ہم کو یہ حکم کیا ہے تو کہہ دے کہ اللہ ۲۸ حکم نہیں کرتا برے کام کا

ع ۲ ۱۵ ۹

موضح قرآن ف یعنی دشمن نے جنت کے کپڑے تم سے اتروائے پھر ہم نے تم کو دنیا میں تدبیر لباس کی سکھادی اب وہی لباس پہنو جس میں پرہیزگاری ہو یعنی مرد لباس ریشمی نہ پہنے اور دامن دراز نہ رکھے اور جو منع ہوا ہے سو نہ کرے اور عورت بہت باریک نہ پہنے کہ لوگوں کو بدن نظر آوے اور اپنی زینت نہ دکھاوے۔

العورة فی الطواف فقد روی عن الزهری انه قال فی ذلک نزلت هذه الآیات وقاله ابن عباس ومجاهد انتھی ف بقول زید بن اسلم السدی مشرکین کو جب اپنے افعال قبیحہ سے روکا جاتا تو کہتے کہ ہمارے باپ دادا یہ کام کرتے چلے آئے ہیں اور اللہ نے ہمیں ان کاموں کا حکم دیا ہے۔ ف۲۸ یہ جواب شکوی ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالی پر سراسر افترا ہے کہ اس نے ان کو ان کاموں کا حکم دیا ہے

أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ⑳ قُلْ أَمَرَ
کیا لگاتے ہو اللہ کے ذمے وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ف۱ تو کہہ دے کہ میرے
رَبِّي بِالْقِسْطِ قف وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ
رب نے حکم کر دیا ہے انصاف کا ف۲۹ اور سیدھے کرو اپنے منہ ہر نماز
مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۵ كَمَا
کے وقت اور پکارو اس کو خالص اس کے فرمانبردار ہو کر جیسا
بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ㉙ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا
تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہوگے ف۲ ایک فرقہ کو ہدایت کی اور ایک فرقہ پر
حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ط إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ
مقرر ہو چکی گمراہی انہوں نے بنایا شیطانوں کو ف۳۰
أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ
رفیق اللہ کو چھوڑ کر اور سمجھتے ہیں کہ وہ
مُهْتَدُونَ ㉚ يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ
ہدایت پر ہیں اے اولاد آدم کی لے لو ف۳۱ اپنی آرائش ف۳ ہر
كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ج إِنَّهُ
نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو ۳ اور بے جا خرچ نہ کرو اس کو
لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ㉛ ع قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ
خوش نہیں آتے بے جا خرچ کرنے والے ف۴ تو کہہ دے کس نے حرام کیا ف۳۲ اللہ کی
اللّٰهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ
زینت کو جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں
الرِّزْقِ ط قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ
کھانے کی تو کہہ یہ نعمتیں اصل میں ف۳۳ ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا

۳ ع ۱۰

[illegible]

کیونکہ اللہ تعالی کی شان اس سے بہت بلند اور ارفع ہے کہ وہ ایسے فواحش کا حکم دے ف۲۹ القسط سے اللہ تعالی کی توحید مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں قال ابن عباس رضی اللہ عنھما بلا الہ الا اللہ (خازن ج۲ ص۱۸۳) واقیموا وجوھکم ای قال واقیموا۔ اقیموا سے پہلے قال مقدر ہے تاکہ امر کا خبر پر عطف لازم نہ آئے کیونکہ وہ جائز نہیں۔ یعنی اپنی توجہات صرف اللہ کی جانب رکھو اور اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور خالصۃً صرف اللہ تعالی ہی کو پکارو ف۳۰ شیطان کے اغوا اور وسوسہ میں آکر شرک اور فواحش میں مبتلا ہو گئے اور اللہ کے احکام کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی شروع کر دی اور بدقسمتی سے اسی کو راہ ہدایت سمجھ بیٹھے ف۳۱ زینۃ سے لباس مراد ہے مسجد سے مراد وقت سجدہ ہے یعنی ہر نماز کے وقت لباس ساتر عورت پہنو یا مسجد سے جائے سجدہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہر مسجد میں ہر قسم کی عبادت طواف، نماز وغیرہ کے وقت لباس زیب تن کرو اور اپنی طرف سے تحریمیں نہ کرو کیونکہ یہ شرک ہے ایسی خود ساختہ تحریمات کو ختم کرو ولا تسرفوا ای لا تشرکوا ف۳۲ یہ تحریمات غیر اللہ کا بیان ہے یعنی زینت و آرائش کا جو سامان اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور رزق کے لئے اس نے جو پاکیزہ چیزیں پیدا فرمائی ہیں یہ کس نے حرام کی ہیں۔ ظاہر ہے اللہ نے تو ان کو حرام نہیں ٹھہرایا کیونکہ اس نے یہ چیزیں بندوں کے استعمال کے لئے پیدا کی ہیں لہذا اپنی طرف سے ان حلال چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ۔ ف۳۳ یعنی یہ سامان آرائش و زینت اور طیبات رزق دنیا میں بھی مومنین کے فائدہ اٹھانے کیلئے ہیں مگر یہاں ان اشیاء سے نفع اٹھانے میں کفار و مشرکین بھی ان کے ساتھ شریک ہیں خالصۃ یوم القیمۃ لیکن قیامت کے دن یہ اشیاء مومنین کے ساتھ مختص ہونگی اور کفار ان سے محروم ہونگے کذلک نفصل الآیت ای نمیز الحلال من الحرام لقوم یعلمون انه لا شریک له (مدارک ج۲ ص۳۹)

موضح قرآن ف۱ یعنی سن چکے کہ پہلے باپ نے شیطان کا فریب کھایا پھر باپ کی کیوں سند لاتے ہو ف۲ اپنی رونق یعنی لباس نماز میں فرض ہے مرد کو کمر سے تا زانو ڈھانکنا اور عورت کو سارا بدن۔ مگر لونڈی کو زانو سے نیچے اور بغل سے اوپر کھلنا معاف ہے اور باریک جس میں بدن یا بال نظر آوے معتبر نہیں اور فرمایا کہ مت اڑاؤ یعنی جو کام منع ہے اس میں خرچ نہ کرو۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی سر دیا برہنہ ختنہ ناکردہ محشور شوید ۱۲ ف۲ یعنی لباس خود را ۱۲ ۔

الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

کی زندگی ف۱ میں خالص ہے انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن اسی طرح مفصل بیان کرتے

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ

ہیں ہم آیتیں ان کے لئے جو سمجھتے ہیں ف۱ ف۲ تو کہہ دے کہ میرے رب نے حرام کیا ہے

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَ

صرف بے حیائی کی باتوں کو جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور

الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ

ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا ایسی چیز کو کہ

يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا

جس کی اس نے سند نہیں اتاری اور اس بات کو کہ لگاؤ اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو

تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ

تم کو معلوم نہیں اور ہر فرقے کے واسطے ایک وعدہ ہے ۳۵ ف۳ پھر جب آ پہنچے گا

اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

ان کا وعدہ ف۴ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ

اے اولاد آدم کی اگر آئیں تمہارے پاس رسول ۳۶ ف۵ تم میں کے ۳۷ کہ سنائیں تم کو

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ

آیتیں میری تو جو کوئی ڈرے اور نیکی پکڑے تو نہ خوف ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے وہی ہیں دوزخ میں رہنے والے

۳۴ یہ تحریمات الہیہ کا بیان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام نہیں کیا جو تم نے از خود حرام کر لی ہیں اور جو چیزیں اللہ نے حرام کی ہیں ان کو تم حرام نہیں سمجھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام فواحش ظاہرہ اور خفیہ کو حرام کیا ہے، ہر قسم کے گناہ، ظلم ناحق، تمام انواع شرک اور اپنی ذات پر افترا کو حرام ٹھہرایا ہے مگر ان محرمات سے تم باز نہیں آتے ہو مَا لَمْ يُنَزِّلْ میں مَا سے معبودان باطلہ مراد ہیں اور بہ ای بمعبودیتہ یعنی ان معبودان باطلہ کو خدا کا شریک بنانا بھی حرام ہے جن کے معبود ہونے پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ **۳۵** تمام ہلاک شدہ امتوں کی ہلاکت کا وقت مقرر تھا ولکل امۃ من الامم المھلکۃ اجل ای وقت معین مضروب لاستئصالھم کما قال الحسن الخ (روح ج ۸ ص ۱۱۲) جب ان کی ہلاکت کا وقت آ پہنچا انہیں فوراً ابتلائے عذاب کر دیا گیا اور ان کی ہلاکت میں مقررہ اجل سے ایک ساعت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی فاذا جاء اجلھم کے بعد اذا کی جزاء محذوف ہے۔ ای عذبوا لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون ماقبل کی توضیح اور تاکید ہے۔ یا ولا یستقدمون کا عطف فاذا جاء پر ہے اور ولا یستقدمون۔ فاذا کی جزا نہیں بلکہ جاء اجلھم کے مقابل دوسری شق ہے۔ **۳۶** اس سے قبل قلنا محذوف ہے یہ قاعدہ ہے کہ جب بھی کسی گذشتہ واقعہ کو لفظ مضارع سے تعبیر کیا جائے تو وہاں قلنا محذوف ہوتا ہے تاکہ خلاف مراد کا وہم نہ ہو سو اس طرح یہ آیت قال اھبطوا بعضکم لبعض کے ساتھ متعلق ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ قصہ آدم کے بعد ہم نے اسی وقت اولاد آدم کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ تمہارے پاس میرے رسول آئیں گے چنانچہ اللہ کے رسول آئے یہاں تک کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس لئے اس خطاب کو موجودہ بنی آدم پر چسپاں کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سلسلہ رسالت کے جریان پر استدلال کرنا قطعاً غلط اور قرآن کی تحریف کے مرادف ہے سورۂ بقرہ ع ۴ کی آیت اس پر شاہد عدل ہے جس میں ہبوط کے حکم کے متصل بعد فرمایا کہ تمہارے پاس میری ہدایت کا پیغام لے کر میرے انبیاء آئیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ قُلْنَا اھبطوا منھا جمیعا ج فاما یاتینکم منی ھدی الخ **۳۷** رسل منکم ای من جنسکم ومثلکم من بنی آدم (خازن ج ۲ ص ۱۸۶) یعنی رسول تمہاری جنس (بنی آدم) ہی سے آئیں گے کسی دوسری جنس سے نہیں آئیں گے فمن اتقٰی جس نے شرک اور میرے پیغمبروں کی مخالفت سے اجتناب کیا یعنی فمن اتقی الشرک ومخالفۃ رسلی (خازن) یہ بشارت اخروی ہے۔ والذین کذبوا الخ یہ تخویف اخروی ہے۔

ای تمیز الحلال. من الحرام ۳ ای انہ لا شریک لہ ۴ معبودان باطلہ صفات مخصوصہ ای بمعبودیتہ ۵ بیان عذاب الجزاء محذوف ہے ای لا یستقدمون اور جاء پر معطوف ہے ای قلنا یبنی آدم یعنی بعد آدم علیہ السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام آئیں گے یہ مطلب نہیں کہ ابھی آخری پیغمبر کے بعد آئیں گے جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں ۔ ای من جنسکم ومثلکم ۔ ای الشرک و مخالفۃ رسلی ۔ تخویف اخروی.

موضح قرآن ف۱ یعنی منع کام میں خرچ نہ کرے۔ باقی کھانا پینا سب روا ہے جو نعمت ہے مسلمانوں کے واسطے پیدا ہوئی ہے۔ دنیا میں کافر بھی شریک ہو گئے، آخرت میں فقط انہیں کی ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی لائق ایشان است اگرچہ دیگران نیز استعمال کنند ۱۲ ف۲ درین آیت اشارت است برمذہب رہبان یہود و نصاریٰ و متقشفین عرب کہ توسع در ماکل و ملابس مکروہ میداشتند ۱۲ ف۳ یعنی وقت معین است برائے ہلاک ایشان ۱۲ ف۴ یعنی نزدیک شود ۱۲ ف۵ یعنی برزبان حضرت آدم چنانکہ در سورۂ بقرہ اشارت رفت ۱۲۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ
وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے ۳۸ جو

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ
بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا جھٹلائے اس کے حکموں کو وہ لوگ ہیں

يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ
کہ ملیگا ان کو جو ان کا حصہ لکھا ہوا ہے کتاب میں ۳۹ یہاں تک کہ جب پہنچیں ان کے پاس

رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ
ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان لینے کو تو کہیں کیا ہوئے وہ جن کو تم

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ
پکارا کرتے تھے سوا اللہ کے بولیں گے وہ ہم سے کھوئے گئے اور

شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ
اقرار کرلیں گے اپنے اوپر کہ بے شک وہ کافر تھے

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ
فرمائے گا داخل ہو جاؤ ۴۰ ہمراہ اور امتوں کے جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِى النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ
جن اور آدمیوں میں سے دوزخ کے اندر جب داخل ہوگی

اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا
ایک امت تو لعنت کرے گی دوسری امت کو ۴۱ یہاں تک کہ گر چکیں گے اس میں

جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ
سارے تو کہیں گے ان کے پچھلے ۴۲ پہلوں کو اے رب ہمارے ہم کو

اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ
انہی نے گمراہ کیا سو تو ان کو دے دونا عذاب آگ کا

سے ۳۸ ای یجعل لہ شریکا من خلقہ ۳۹ تخویف اخروی۔ ۳۹ یہاں سے معلوم ہوا کہ جان قبض کرنے کے لئے فرشتے مقرر ہیں ایک نہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ صرف مشرکین سے موت کے وقت یہ سوال کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا معبودان باطلہ کو بھی کے مرنے کا کوئی پتہ نہیں

۴۰ متعلق ہے ادخلوا سے ۔ ۴۱ یہ مشرک پیروں اور مریدوں کے حق میں ہے ۔ ۴۲ مشرک ...

۳۸ یہ زجر ہے افتریٰ علی اللّٰہ کذباً اللہ پر جھوٹ باندھنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے اس کا شریک بنانا اور کسی کو اس کا ولد یا نائب ٹھہرانا یعنی فمن اعظم ظلما ممن یقول علی اللّٰہ ما لم یقلہ او یجعل لہ شریکا من خلقہ وھو منزہ عن الشریک والولد (خازن) ینالھم نصیبھم من الکتٰب یعنی لوح محفوظ اور علم الٰہی میں ان کے لئے جو سزا مقدر ہے وہ ضرور ان کو مل کر رہے گی۔ ۳۹ یہ تخویف اخروی ہے۔ رسلنا یتوفونھم اس سے معلوم ہوا کہ جان قبض کرنے والا فرشتہ ایک نہیں بلکہ زیادہ ہیں جن کی تعداد کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ لہٰذا اس سے کسی اہل بدعت کا استدلال باطل ہو گیا کہ اگر ایک فرشتہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہو کر مختلف علاقوں میں ایک ہی وقت میں کئی انسانوں کی جان قبض کر سکتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیوں حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے۔ یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے وہ یہ کہ سورۃ سجدہ ع ۱ میں ہے قل یتوفٰکم ملک الموت الذی وکل بکم اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جان قبض کرنے والا فرشتہ ایک ہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ملک الموت اسم جنس ہے اور اس سے جان قبض کرنے والے فرشتوں کی جنس مراد ہے۔ یا اس سے اس جنس کا رئیس مراد ہے جس کے حکم سے ماتحت فرشتے جان قبض کرتے ہیں اور ماتحتوں کا فعل عام طور پر سردار کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ بادشاہ نے قلعہ فتح کر لیا حالانکہ قلعہ اس کی فوج نے فتح کیا ہوتا ہے۔ این ما کنتم تدعون۔ ما سے وہ معبود مراد ہیں جن کو مشرکین دنیا میں مصائب و مشکلات کے وقت پکارتے اور ان سے مدد مانگتے تھے۔ ای این الالھۃ التی کنتم تعبدونھا فی الدنیا و تستعینون بھا فی المھمات (روح ج ۸ ص ۱۱۵) ضلوا عنا مشرکین جواب میں کہیں گے وہ تو آج غائب ہو گئے ہیں اور آج جبکہ ہمیں ان کی سخت ضرورت تھی انہوں نے ہمیں کوئی نفع نہیں پہنچایا غابوا فلا نراھم ولا ننتفع بھم (جامع البیان ص ۱۳۳) ۴۰ فی امم۔ فی بمعنی مع ہے ای مع امم فی النار یہ ادخلوا سے متعلق ہے (مدارک، روح)۔ ۴۱ اخت سے ہم مسلک جماعت مراد ہے۔ جب مشرکین کی وہ جماعت جہنم میں داخل ہوگی جو دوسروں کی پیروی کرتی تھی تو وہ اپنے پیشواؤں پر لعنت بھیجے گی جنہوں نے ان کو گمراہ کیا اور جب پیشوایان مشرکین دوزخ میں داخل ہوں گے تو وہ اپنے متبعین کو کوسیں گے جنہوں نے ان کا اتباع کر کے ان کی ہمت افزائی کی اور ان کی گمراہی میں اضافہ کیا۔ ای دخلت علی نظیرھا فی الدین فتلعن التابعۃ المتبوعۃ التی اضلتھا وتلعن المتبوعۃ التابعۃ التی زادت فی ضلالھا (روح ج ۸ ص ۱۲۶) ۴۲ اخراھم مشرک مریدوں کی جماعت اولٰھم مشرک پیروں اور راہنماؤں کی جماعت۔ جب سب کو جہنم میں داخل ہونے کا حکم ہو گا تب مریدین اور تابعین اپنے مشرک پیروں اور پیشواؤں کے بارے میں عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اس لئے ان کو دوگنا عذاب دے قَالَ لِکُلٍّ ضِعۡفٌ ارشاد ہو گا سب کو دوگنا عذاب ہو گا تابعین کو بھی اور متبوعین کو بھی متبوعین کو اس لئے کہ وہ خود گمراہ تھے اور دوسروں کو گمراہ کرتے تھے اور تم تابعین کو اس لئے کہ تم خود بھی گمراہ تھے اور اپنے مشرک پیشواؤں کی ہر بات پر آمنا کہہ کر ان کی گمراہی اور سرکشی میں اضافہ کا باعث بنتے تھے

فتح الرحمن ف ۱ یعنی نعمت و نقمت کہ مقدر شدہ در دنیا بایشان برسد ۱۲ ۔

۳۴۳ اللہ تعالیٰ کا مذکورہ ارشاد سن کر متبوعین ۔ تابعین سے کہیں گے کہ سزاوار عذاب ہونے میں ہم اور تم برابر ہیں اور تخفیف عذاب کا تمہیں کوئی استحقاق نہیں لہذا اب اپنے کیے کی سزا بھگتو۔ **۳۴۴** یہ تخویف اخروی ہے۔ آیات سے توحید و رسالت اور معاد اور اصول دین کے دلائل مراد ہیں۔ الدالۃ علی اصول الدین واحکام الشرع کالادلۃ الدالۃ علی وجود الصانع ووحدتہ والدالۃ علی النبوۃ والمعاد ونحو ذلک (روح ج ۸ ص۱۱۱) یعنی کذبوا بدلائل التوحید فلم یصدقوا بھا ولم یتبعوا رسلنا (خازن ج ۲ ص۱۸۸)

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ (۳۸) وَقَالَتْ

فرمائے گا کہ دونوں کو دوگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے ف۱ ف۱ اور کہیں گے

اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ

ان کے پہلے ۳۴۳ پچھلوں کو پس کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر

فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (۳۹)

بڑائی اب چکھو عذاب بسبب اپنی کمائی کے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا

بے شک جنہوں نے جھٹلایا ۳۴۴ ہماری آیتوں کو اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا نہ

تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

کھولے جائیں گے ۳۴۵ ان کے لئے دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں ۳۴۶

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

یہاں تک کہ گھس جائے اونٹ سوئی کے ناکے میں ف۲ اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں

الْمُجْرِمِيْنَ (۴۰) لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ

گنہگاروں کو ان کے لئے دوزخ کا بچھونا ہے اور

فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (۴۱)

اوپر سے اوڑھنا اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں ظالموں کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ

اور جو ایمان لائے ۳۴۷ اور کیں نیکیاں ہم بوجھ نہیں رکھتے

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ز اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ

کسی پر مگر اس کی طاقت کے موافق وہی ہیں جنت میں رہنے والے وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۴۲) وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ

اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور نکال لیں گے ہم جو کچھ ان کے دلوں میں

ع ۸ / ۱۱

۳۴۵ حدیث میں وارد ہے کہ جب مومن کی وفات ہوتی ہے فرشتے اس کی روح کو لیکر آسمان کی طرف جاتے ہیں اور اس کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھول دئیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح مومن کے اعمال صالحہ کے لئے بھی آسمانوں کے دروازے کھلے رہتے ہیں لیکن کفار و مشرکین کی ارواح اور ان کے اعمال کے لئے ایسا نہیں ہوتا اس آیت میں اسی کا بیان ہے۔ **۳۴۶** الجمل جوان اونٹ سم الخیاط سوئی کا ناکا یعنی وہ سوراخ جس میں تاگا ڈالا جاتا ہے۔ یہ ایک محاورہ ہے جسے کسی کام کے ناممکن اور محال ہونے کو ظاہر کرنے کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ دلائل توحید و رسالت کو جھٹلانے والے جنت میں کبھی داخل نہیں ہوں گے۔ ان کا جنت میں داخل ہونا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذرنا محال ہے مِهَادٌ بچھونا غَوَاشٍ سائبان مطلب یہ ہے کہ جہنم کی آگ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی اور آگ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ الظلمین المشرکین الذین وضعوا العبادۃ فی غیر موضعھا (خازن ج ۲ ص۱۸۹) **۳۴۷** یہ بشارت اخروی ہے لا نکلف نفسا الا وسعھا۔ جملہ معترضہ ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ الخ ایمان والوں کے دلوں میں دنیا میں ایک دوسرے کے بارے میں جو رنجشیں ہوں گی جنت میں ان کو دلوں سے محو کر دیا جائے گا اور وہاں انہیں ہر قسم کا دلی سکون حاصل ہوگا۔

۳۴۳ ای بدلائل التوحید فلم یصدقوا بھا ولم یتبعوا رسلنا ۳۴۴ ای ابواب السماء الترجمۃ ۳۴۵ یعنی محال ۳۴۶ ۳۴۷ تخویف اخروی ۳۴۸ سائبان ۳۴۹ ای المشرکین الذین وضعوا العبادۃ فی غیر موضعھا ۳۵۰ بشارت ۳۵۱ درمیان میں جملہ معترضہ۔

موضح قرآن ف۱ یعنی ایک حساب سے پہلی امت کا گناہ بڑا کہ پچھلوں کو راہ ڈالی اور ایک طرح پچھلوں کا بڑا کہ پہلوں کا حال دیکھ سن کر عبرت نہ پکڑی۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی تابعین را عذاب کفر و تقلید و متبوعین را عذاب ضلال و اضلال ۱۲ ف۲ یعنی محال است ۱۲۔

۴۸ف جنت میں داخل ہونے کے بعد اہل جنت اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد وثنا کریں گے۔ ۴۹ف اس سوال سے جہنمیوں کو مزید حزن وملال میں مبتلا کرنا اور اس حقیقت کا اظہار مقصود ہوگا کہ اہل ایمان ابدی سعادت پاچکے ہیں والغرض من ھذا السؤال اظہار انہ وصل الی السعادات الکاملۃ وایقاع الحزن فی قلب العدو (کبیر ج۴ ص۲۹۵) فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اعلان کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے۔ وہ اسرافیل صاحب الصور یا جبریل علیہما السلام ہوں گے یا کوئی اور غیر معین فرشتہ (بحر، روح وغیرہ) ۵۰ف یہ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا یصدون بانفسھم عن دینہ سبحانہ یعنی وہ خود دین سے کنارہ کش رہتے تھے اور دوسری صورت میں یمنعون الناس عن دین اللہ تعالیٰ یعنی وہ لوگوں کو اللہ کے دین سے روکتے تھے یبغونہا عوجا اللہ کے دین اور توحید کے دلائل میں شبہات پیدا کرکے لوگوں کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یمنعون الناس عن دین اللہ تعالیٰ بالنہی عنہ و ادخال الشبہ فی دلائلہ (روح ج۸ ص۱۲۳) ۵۱ف اہل جنت اور اہل نار کے درمیان ایک بہت بڑا پردہ حائل ہوگا جو جنت اور دوزخ کا اثر ایک دوسری طرف پہنچنے سے مانع ہوگا وعلی الاعراف اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان حجاب حاجز کے اوپر کا بلند حصہ ہے الذی علیہ لاکثر ان المراد من الاعراف اعالی ذلک السور المضروب بین الجنۃ والنار وھذا قول ابن عباس (کبیر ج۴ ص۲۲۳) اس میں وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی جیسا کہ مرفوع حدیث میں ہے۔ قیل یارسول اللہ فمن استوت حسناتہ و سیئاتہ قال اولئک اصحب الاعراف لم یدخلوھا وھم یطمعون وقالہ ابن مسعود وابن عباس وحذیفۃ وابوھریرۃ (بحر ج۴ ص۳۰۳) اصحاب اعراف کے بارے میں محقق قول یہی ہے کہ وہ آخر کار جنت میں داخل ہوں گے۔ اگلی گفتگو ان کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہوگی۔

غِلٍّ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہِمُ الۡاَنۡہٰرُ ۚ وَ قَالُوا الۡحَمۡدُ

خفگی تھی ف۱ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں اور وہ کہیں گے شکر

لِلّٰہِ الَّذِیۡ ہَدٰىنَا لِہٰذَا ۟ قف وَ مَا کُنَّا لِنَہۡتَدِیَ

اللہ کا ہے جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور ہم نہ تھے راہ پانے والے

لَوۡ لَاۤ اَنۡ ہَدٰىنَا اللّٰہُ ۚ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا

اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ بے شک لائے تھے رسول ہمارے رب کے

بِالۡحَقِّ ؕ وَ نُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡکُمُ الۡجَنَّۃُ اُوۡرِثۡتُمُوۡہَا

سچی بات اور آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اس کے

بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ

بدلے میں اپنے اعمال کے ف۲ اور پکاریں گے جنت والے ۴۹ف

اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا

دوزخ والوں کو کہ ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہمارے رب نے

حَقًّا فَہَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا

سچا سو تم نے بھی پایا اپنے رب کے وعدہ کو سچا وہ کہیں گے

نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیۡنَہُمۡ اَنۡ لَّعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی

کہ ہاں پھر پکارے گا ایک پکارنے والا ان کے بیچ میں کہ لعنت ہے اللہ کی ان

الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ

ظالموں پر جو روکتے تھے ۵۰ف اللہ کی

اللّٰہِ وَ یَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا ۚ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ کٰفِرُوۡنَ ﴿۴۵﴾

راہ سے اور ڈھونڈتے تھے اس میں کجی ف۲ اور وہ آخرت سے منکر تھے ف۳

وَ بَیۡنَہُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَی الۡاَعۡرَافِ رِجَالٌ یَّعۡرِفُوۡنَ

اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار ف۳ ۵۱ف اور اعراف کے اوپر مرد ہوں گے کہ پہچان لیں گے

الثلثة

وقف لازم

ل یعنی شبہات شرک کی وجہ سے مسئلہ توحید کو مشتبہ کرتے ہیں۔

ل یعنی جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب ہے۔

موضح قرآن ف۱ معلوم ہوا کہ نیکوں کے دل میں بھی آپس میں خفگی ہوگی جنت کے قریب پہنچ کر آپس میں دل صاف ہوں گے تب جنت میں جاویں گے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں ہیں اور جنت کے وارث فرمایا یعنی آدم کی میراث پائی ف۲ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں بے انصاف فرمایا ہے اکثر گناہوں پر لیکن لعنت نہیں مگر ایسوں پر۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی آن کینہ ہا کہ در دل بہشتیان باشد دور کنیم مثل آنچہ میان عثمان وعلی وطلحہ وزبیر وعائشہ رضی اللہ عنہم واقع شد ۱۲ ف۲ یعنی میخواستند کہ شبہات اندر راہ حق سازند ۱۲ ف۳ وآن مسمی باعراف است ۱۲۔

۵۲ یہ جملہ معترضہ ہے جس میں اصحاب اعراف کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اصحاب اعراف اپنی جگہ ہی سے اہل جنت اور اہل نار کو ان کی مخصوص علامتوں سے پہچان لیں گے۔ مثلاً اہل جنت کے چہرے روشن اور سفید ہوں گے اور اہل نار کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ اصحاب اعراف جنت والوں کو آواز دے کر سلام کہیں گے۔ ۵۳ لیکن جب ان کی نگاہ دوزخیوں پر پڑے گی تو وہ ان سے اللہ کی پناہ مانگیں گے الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ یعنی مشرک لوگ یعنی الذین ظلموا انفسہم بالشرک (خازن ج ۲ ص ۱۹۳) ۵۴ اصحاب اعراف دوزخیوں میں سے کچھ لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچان لیں گے۔ اور بطور توبیخ ان سے کہیں گے آج وہ تمہاری جمعیتیں کہاں ہوئیں جن کے بل بوتے پر تم دنیا میں فخر و ناز کیا کرتے تھے اور جن پر مغرور ہو کر قبول حق سے روگردانی کیا کرتے تھے۔

كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ
ہر ایک کو اس کی نشانی سے اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے
عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا
تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ امیدوار ہیں ف۱ ۵۲ اور جب
صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا
پھرے گی ۵۳ ان کی نگاہ دوزخ والوں کی طرف تو کہیں گے
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ ع وَنَادٰٓى
اے رب ہمارے مت کر ہم کو گنہگار لوگوں کے ساتھ اور پکاریں گے
اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ
اعراف والے ۵۴ ان لوگوں کو کہ ان کو پہچانتے ہیں ان کی نشانی سے
قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾
کہیں گے نہ کام آئی تمہارے جماعت تمہاری اور جو تم تکبر کیا کرتے تھے
اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ
اب یہ وہی ہیں ۵۵ کہ تم قسم کھایا کرتے تھے کہ نہ پہنچے گی ان کو اللہ کی رحمت ف۱
اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾
چلے جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تم پر اور نہ تم غمگین ہوگے
وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا
اور پکاریں گے دوزخ والے ۵۶ جنت والوں کو کہ بہاؤ
عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ
ہم پر تھوڑا سا پانی یا کچھ اس میں سے جو روزی تم کو دی اللہ نے کہیں گے
اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
اللہ نے ان دونوں کو روک دیا ہے کافروں سے جنہوں نے ٹھہرایا ۵۷

ع ۵ ۸ ۱۲

منزل ۲

۱ صفت رجال
۲ برائے بیان حال اصحاب اعراف
۳ ای الذین ظلموا انفسہم بالشرک (خازن)
۴ ای قیل لہم
۵ ای القوا علینا
از قبیل علفتہا تبنا وماءً باردًا

سید محمود آلوسی فرماتے ہیں وما کنتم تستکبرون میں ما سے مراد معبودان باطلہ ہیں اور استکبار سے ان کی عظمت و کبریائی کا اعتقاد مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تم جن معبودوں کی عظمت و کبریائی کے معتقد تھے آج انہوں نے بھی تمہیں کوئی نفع نہ پہنچایا والمراد بہا حینئذٍ الاصنام ومعنی استکبارھم ایاھا اعتقادھم عظمہا وکبرھا ای ما اغنی عنکم جمعکم واصنامکم التی کنتم تعتقدون کبرھا وعظمہا (روح ج ۸ ص ۱۲۵،۶) ۵۵ یہ اصحاب اعراف کے قول ہی کا تتمہ ہے وہ ضعفاء مؤمنین کی طرف اشارہ کرکے دوزخ میں جلتے ہوئے کافروں سے کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کو تم نہایت حقیر و ذلیل سمجھتے تھے اور جن کے بارے میں قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ خدا کی رحمت کے ہرگز مستحق نہیں اور اللہ انہیں جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا ادخلوا الجنۃ ای قیل لہم اب دیکھو انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم مل چکا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ جہاں تمہیں کوئی ڈر اور غم نہیں ہوگا اور وہ جنت میں داخل ہو بھی چکے ہیں ۵۶ یہ مکالمہ جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان ہوگا۔ او مما رزقکم اللہ ای القوا علینا مما رزقکم اللہ یعنی یہاں اَلقوا فعل محذوف ہے۔ اور یہ علفتہا تبنا وماءً باردًا کے قبیل سے ہے یعنی ہم پر تھوڑا سا پانی ہی گرا دو یا اور جو نعمتیں اللہ نے تم کو دی ہیں ان میں سے کچھ ہماری طرف پھینک دو۔ ۵۷ جنہوں نے دین کو ایک کھیل سمجھ رکھا ہے جس چیز کو چاہا حلال کر لیا اور جس کو چاہا حرام کر لیا فحرموا واحلوا ما شاءوا (مدارک ج ۲ ص ۴۶) فحرموا ما شآءوا واستحلوا ما شآءوا (روح المعانی) یا اس سے وہ بے اصل اور لایعنی امور مراد ہیں جن کو انہوں نے دین سمجھ رکھا تھا مثلاً بیت اللہ کے پاس تالیاں اور سیٹیاں بجانا۔ ھو ما زین لہم الشیطان من تحریم البحائر والسوائب والمکاء والتصدیۃ حول البیت وسائر الخصال الذمیمۃ التی کانوا یفعلونہا فی زمان الجاھلیۃ (خازن ج ۲ ص ۱۹۴) آج کل قوالی کے نام سے سارنگی ڈھولک اور دیگر مزامیر کا استعمال بھی لہو و لعب میں داخل ہے جیسے آجکل کے دین و شریعت سے بے بہرہ اور روحانیت سے کورے صوفی عین عبادت سمجھتے ہیں۔

موضح قرآن ف۱ جنت دوزخ کے بیچ میں دیوار ہوگی اس کے سرے پر مرد ہیں نجات والے جو حشر اور حساب سے فارغ ہیں بہشتی اور دوزخی کو نشان سے پہچان کر جنت والوں کو خوشخبری کہیں گے سلامتی کی یہ ابھی امیدوار ہیں خوشخبری سن کر خوش ہوں گے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی فقرا مسلمین کہ کافران از ایشان حسابی نمیگرفتند ۱۲۔

۵۸ے نسیان چونکہ باری تعالیٰ کے لئے محال ہے اس لئے یہاں مجازاً نسیان ترک اور تاخیر کے معنوں میں ہے اور کما نسوا میں کاف تعلیل کے لئے ہے (روح) یعنی چونکہ انہوں نے یوم آخرت کی تیاری کے لئے اعمال صالحہ ترک کر دئے تھے اس لئے آج ہم ان کو عذاب میں مبتلا چھوڑ دیں گے ای نترکھم فی عذابھا کما ترکوا العمل للقاء یومھم ھذا وھذا قول الحسن ومجاھد والسدی والاکثرین (کبیر ج ۴ ص ۲۱۷، خازن ج ۲ ص ۱۹۲) ۵۹ے یہ ما نسوا پر معطوف ہے اور آیات سے دلائل توحید مراد ہیں کانوا بدلائل وحدانیتنا یکذبون (خازن) یہ ان کو عذاب میں چھوڑنے کی دوسری علت ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ ۶۰ے کتاب سے جنس کتاب مراد ہے جو تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کو شامل ہے۔ یعنی ہم نے دنیا میں کتابیں نازل کیں جن میں کامل علم اور حکمت کے ساتھ احکام شرائع کو تفصیل سے بیان کیا اور جو ایمان والوں کے لئے سراپا ہدایت و رحمت تھیں ۶۱ے اب کفار و مشرکین اللہ کی کتاب پر ایمان کیوں نہیں لاتے کیا وہ اس کتاب میں مذکور وعد و وعید کے پورا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں؟ لیکن یہ چیز ان کے لئے مفید نہیں ہوگی جس دن (یعنی قیامت کے دن) مومنین سے کئے گئے انعام و اکرام کے وعدے اور مشرکین اور کفار کو سنائی گئی عذاب جہنم کی وعیدیں پوری ہو جائیں گی وہ دن منکرین کے لئے انتہائی حسرت و یاس اور تاسف کا دن ہوگا۔ اس دن وہ نہایت افسوس سے کہیں گے کہ اللہ کے پیغمبر تو بلاشبہ پیغام حق لے کر ہمارے پاس آئے مگر وائے بدقسمتی ہم نے ان کی ایک نہ سنی۔ کیا آج کوئی ایسی ہستی ہے جو ہماری سفارش کر کے آج ہمیں عذاب سے چھڑا لے یا کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے تاکہ ہم نیک اعمال بجا لائیں شفعاء سے یہاں وہ اللہ کے نیک بندے مراد ہیں جن کو مشرکین متصرف و کارساز اور خدا کے یہاں سفارشی سمجھتے تھے ۶۲ے وہ اپنی عمریں شرک و معاصی میں صرف کر کے خسارے میں رہے اور جن معبودوں کو انہوں نے سفارشی اور کارساز سمجھ رکھا تھا ان میں سے کوئی بھی ان کے کام نہ آیا ما موصولہ سے معبودان باطلہ مراد ہیں۔ (قد خسروا انفسھم) بصرف اعمارھم التی ھی رأس مالھم الی الشرک والمعاصی (وضل عنھم) غاب وفقد (ما کانوا یفترون) ای الذی کانوا یفترونه من الاصنام شرکاء للہ سبحانه وشفعاءھم یوم القیمة والمراد انه ظھر بطلانه ولم یفدھم شیئا (روح ج ۸ ص ۱۲۸)

دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ج

اپنا دین تماشا اور کھیل اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا لا

سو آج ہم ان کو بھلا دیں گے ۵۸ے جیسا انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو

وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (51) وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ

اور جیسا کہ وہ ۵۹ے ہماری آیتوں سے منکر تھے ۶۰ے اور ہم نے ان لوگوں کے پاس پہنچا دی ہے

بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ

کتاب جس کو مفصل بیان کیا ہے ہم نے خبرداری سے راہ دکھانے والی اور رحمت ہے ایمان والوں

يُّؤْمِنُوْنَ (52) هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ط يَوْمَ

کے لئے کیا اب اسی کے منتظر ہیں ۶۱ے کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جائے۔ جس دن

يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ

ظاہر ہو جائیگا اس کا مضمون کہنے لگیں گے وہ لوگ جو اس کو بھول رہے تھے پہلے سے

قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ج فَهَلْ لَّنَا

بے شک لائے تھے ہمارے رب کے رسول سچی بات سو اب کوئی

مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ

ہماری سفارش والے ہیں تو ہماری سفارش کریں یا ہم لوٹا دیئے جائیں تو ہم عمل کریں

غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ط قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

خلاف اس کے جو ہم کر رہے تھے ۶۲ے بیشک تباہ کیا انہوں نے اپنے آپ کو

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (53) ع اِنَّ رَبَّكُمُ

ع ۱۳

اور گم ہو جائے گا ان سے جو وہ افترا کیا کرتے تھے ف ۱ بے شک تمہارا رب ۶۳ے

اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ

اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین چھ

[illegible]

[illegible]

تیسرا دعویٰ

۶۳ے یہ تیسرا دعویٰ ہے یعنی کارساز اور غیب دان صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں اور اس نے اپنا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا لہذا غائبانہ حاجات میں اسی ہی کو پکارو ثم استوٰی علی العرش یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ اس نے کسی کے حوالے کچھ نہیں کیا۔ صفت خالقیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ساری کائنات کا مالک اور اس میں متصرف بھی وہی ہے اور اس نے اپنے اختیارات و تصرفات میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ قرآن مجید میں استواء علی العرش کا جہاں بھی ذکر آیا ہے اس کے ساتھ زمین و آسمان اور نظام شمسی کی تخلیق کا ذکر بھی ضرور کیا گیا ہے اور یہ کہ سارا نظام عالم اور نظام عالم کی تدبیر کار اللہ کے اپنے اختیار میں ہے۔ مثلاً سورۃ یونس ع ۱ میں ہے۔ ان ربکم اللہ الذی خلق السموٰت والارض فی ستة ایام ثم استوٰی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنه ذٰلکم اللہ ربکم فاعبدوہ افلا تذکرون ○ (۱) سورہ طٰہٰ ع ۱ میں ہے تنزیلا ممن خلق الارض والسموٰت العلٰی ط الرحمٰن علی العرش استوٰی ○

موضح قرآن ف یعنی کافر اور دیکھنے کو اس کتاب میں خبر ہے عذاب کی ہم دیکھیں ٹھیک پڑے تب قبول کریں سو جب ٹھیک پڑے گی تب خلاصی کہاں ملے گی خبر اسی واسطے ہے کہ آگے سے بچاؤ کر لیں۔

فتح الرحمٰن ف ۱ فراموش کردن خدا ترک ایشان است در دوزخ ۱۲ ف ۲ یعنی مسلمان شویم وبت را نہ پرستیم ۱۲۔

اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قف یُغْشِی الَّیْلَ

دن میں پھر قرار پکڑا عرش پر اڑھاتا ہے رات پر

النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ

دن ف۱ کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے ف۲ دوڑتا ہوا اور پیدا کئے سورج اور چاند ۶۴ اور تارے

مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ

تابعدار اپنے حکم کے سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا بڑی برکت والا

اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (54) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ

ہے اللہ جو رب ہے سارے جہان کا پکارو اپنے رب کو ۶۵ گڑگڑا کر اور

خُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (55) ج وَلَا تُفْسِدُوْا

چپکے چپکے اس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے ف۱ اور مت خرابی ڈالو

فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد ف۳ اور پکارو اس کو ڈر اور

طَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (56)

توقع سے ۶۶ بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنیوالوں سے ف۲

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ

اور وہی ہے کہ چلاتا ہے ہوائیں ۶۷ خوشخبری لانیوالی مینہ

رَحْمَتِهٖ ط حَتّٰى اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ

سے پہلے ف۴ یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھا لاتی ہیں بھاری بادلوں کو تو ہانک دیتے ہیں ہم

لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

اس بادل کو ایک شہر مردہ کی طرف پھر ہم اتارتے ہیں اس بادل سے پانی پھر اس سے نکالتے ہیں

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ط كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى

سب طرح کے پھل اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو ۶۸ ف۵

سب پر غالب ہے اس
کا اس نے نظام
عالم اپنے ہاتھ میں
رکھا ہے کسی کے
حوالے نہیں کیا ہے
غیر اللہ کو پکارنے
والے حد سے ای لا
تفسدوا بالشرک
بعد التوحید

جملہ معترضہ

لہ ما فی السموٰت وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثریٰ (۳) سورہ سجدہ رکوع ۱ میں ہے۔ اللہ الذی خلق السموٰت والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش ما لکم من دونہ من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون ۰ یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون ۰ ذٰلک عٰلم الغیب والشہادۃ العزیز الرحیم ۰ ان تمام مقامات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ استوا علی العرش سے مراد یہی ہے کہ تخت شاہی پر وہی متمکن ہے سارا نظام عالم اسی کی تدبیر سے چل رہا ہے وہی مختار و متصرف ہے اور اس نے اپنا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کر رکھا ہے۔ محاورات عرب میں لفظ عرش سلطنت، عظمت اور غلبہ کے مفہوم میں مستعمل ہے ویکنی بہ عن العزۃ والسلطان والملک فیقال ثل عرشہ ای ذہب عزہ وملکہ (روح ج ۸ ص ۱۳۳ قرطبی ج ۷ ص ۲۲۲) اسی طرح علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ وقد یؤول العرش فی الآیۃ بمعنی الملک ای ما استوٰی الملک الا لہ عزوجل (قرطبی ج ۷ ص ۲۲۱)

۶۴ یہ تینوں السمٰوٰت پر معطوف ہیں اور مسخرٰت ان سے حال ہے الا لہ الخلق والامر یہ ماقبل کی تکمیل و تذییل ہے یعنی سارے عالم کا خالق بھی وہی ہے اور مدبر و متصرف بھی وہی ہے کالتذییل للکلام السابق ای انہ تعالیٰ ہو الذی خلق الاشیاء ..... وھو الذی دبرہا وصرفہا علی حسب ارادتہ الخ (روح ج ۸ ص ۱۳۹)

۶۵ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ساری کائنات کا خالق و مالک ہے اور وہی متصرف و مختار ہے لہٰذا غائبانہ حاجات میں اسی کو پکارو والمعتدین یعنی غیر اللہ کو پکارنے والے ولا تفسدوا فی الارض ای بالشرک بعد التوحید (مدارک ج ۲ ص ۵۴)

۶۶ اللہ کے عذاب کا ڈر اور اس کی رحمت کی امید دل میں رکھو صرف اسی ہی کو پکارو اور اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ کرو۔ ۶۷ یہ الذی خلق السمٰوٰت پر معطوف ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ باران رحمت سے پہلے ہوا بھیجتا ہے جو پر آب بادلوں کو بنجر زمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ بارش سے مردہ زمین میں اللہ تعالیٰ جان ڈال دیتا ہے اور وہ ہر قسم کے پھل اور میوے پیدا کرتی ہے ۶۸ یہ جملہ معترضہ ہے۔ یعنی جس طرح ہم بنجر زمین کو بارش سے زندہ کر کے قابل روئیدگی بنا دیتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو قبروں سے زندہ کر کے نکال لیں گے۔

موضح قرآن ف۱ دعا میں بہتر ہے کہ چپکے مانگے تا اپنی نمود نہ ہو اور دل سے گڑگڑا کر نکلے اور حد سے نہ بڑھے یعنی اپنے منہ سے بڑی بات نہ مانگے ف۲ سنوارے پیچھے زمین میں خرابی نہ مچاؤ یعنی اسلام میں کفر کی رسمیں نہ داخل کرو اور پکارو ڈر اور توقع سے یعنی اللہ پر دلیر بھی مت ہو اور ناامید بھی مت ہو۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی گاہی اجزاء شب را بلباس نہار پوشانیدہ در حساب نہار میگرداند ۱۲ ف۲ یعنی از پی در آمدن شب بعد روز مشابہ آنست کہ گوئی کسی را دوان و شتابان میطلبد ف۳ یعنی بسبب بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ف۴ پیش از باران ۱۲ ف۵ یعنی از قبور بیرون کردیم ۱۲

٦٩ البلد الطیّب اچھی زمین الـذی خبث ناقص اور شور زمین نـکدًا بیکار۔ یہ مؤمن وکافر کی صلاحیتوں اور ان کے اعمال کی تمثیل ہے۔ بلد طیب یعنی اچھی زمین مؤمن کے دل سے عبارت ہے جس میں آیات الٰہی سے زندگی پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ اعمال صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور الـذی خبث یعنی ناقص زمین کافر معاند کا دل ہے جس پر آیات الٰہی کی بارش کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور اس کے جوارح سے کفر و شرک اور طغیان و عصیان ہی ظاہر ہوتا ہے۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ھذا مثل ضربہ اللہ تعالٰی للمؤمن یقول ھو طیب وعملہ طیب کما ان البلد الطیب ثمرہ طیب ثم ضرب مثل الکافر کالبلدۃ السبخۃ المالحۃ التی خرجت منہا البرکۃ فالکافر خبیث وعملہ خبیث (خازن ج ٢ ص ٢٠)

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ
تا کہ تم غور کرو اور جو شہر پاکیزہ ہے ٦٩ اس کا
نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ
سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اس میں
اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
نہیں نکلتا مگر ناقص یوں پھیر پھیر کر بتلاتے ہیں ہم آیتیں حق ماننے والے
يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾ ع لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ
لوگوں کو ف١ ف٢ بیشک بھیجا ہم نے نوح کو ٧٠ اس کی قوم کی طرف
فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ
پس اس نے کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا
اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥٩﴾ قَالَ
میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ف٣ بولے
الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦٠﴾
سردار اس کی قوم کے ٧١ ہم دیکھتے ہیں تجھ کو صریح بہکا ہوا
قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ
بولا اے میری قوم میں ہرگز بہکا نہیں ٧٢ ولیکن میں بھیجا ہوا ہوں
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦١﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ
جہان کے پروردگار کا ٧٢ پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں
لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَوَعَجِبْتُمْ
تم کو اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے کیا تم کو تعجب ہوا ٧٣
اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے

ع ٥ ١٤

سے اچھی زمین، سے ناقص زمین۔

سے تین قصوں میں پہلا قصہ تیسرے دعوے سے متعلق ہے بطور لف و نشر غیر مرتب

سے اس سے معلوم [illegible]

یہاں تک تینوں دعوے مذکور ہوئے اب اس کے بعد گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے چھ قصے مذکور ہوں گے جو ان تینوں دعووں سے متعلق ہوں گے۔ پہلے تین قصے تیسرے دعوے سے، چوتھا قصہ دوسرے سے، پانچواں قصہ دوسرے اور تیسرے سے اور چھٹا قصہ پہلے دعوے سے متعلق ہے۔ ٧٠ یہ پہلا قصہ، حضرت نوح علیہ السلام کا ہے جو تیسرے دعوے سے متعلق ہے۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کا سب سے پہلا اعلان ہی یہی ہے اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور حاجات میں صرف اسی کو پکارو اس کے سوا کوئی تمہارا کارساز نہیں۔ ٧١ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے بڑوں نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگے اے نوح ہم تجھے کھلی گمراہی میں سمجھتے ہیں کیونکہ تو ہم کو صرف ایک خدا کو ماننے کی دعوت دے رہا ہے جو ہمارے باپ دادا کے دین کے صریح خلاف ہے۔ ای انا لنراک فی دعائنا الی الٰہ واحد فی ضلال مبین (قرطبی ج ٧ ص ٢٣٣) ٧٢ قوم نے چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی طرف گمراہی کی نسبت کرنے میں مبالغہ کیا تھا اس لئے انہوں نے بھی نہایت بلیغ انداز میں اپنی ذات سے گمراہی کی نفی کی لیس بی ضللۃ۔ ضللۃ کی تنوین تنکیر کے لئے ہے اور پھر نفی کے تحت داخل ہے۔ یعنی کھلی گمراہی میں ہونا تو درکنار مجھ میں تو گمراہی کا ادنی شائبہ تک نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے میں تو خداوند عالم کا رسول ہوں اور میرا فریضہ یہ ہے کہ اللہ کے پیغامات تم کو پہنچاؤں اور ہر طرح تمہاری خیر خواہی کروں اور یہ بھی یاد رکھو اللہ کی طرف سے جو علوم و معارف میں جانتا ہوں تم کو ان کا علم نہیں اس لئے میری طرف گمراہی کی نسبت کرنا عقل ونقل کے خلاف ہے۔ ٧٣ یہ مشرکین کی غلطی کے اصل منشا کا رد ہے یعنی تم صرف اس بات پر حیران و متعجب ہو کہ تمہاری ہدایت کے لئے تمہاری جنس ہی کے ایک بشر پر اللہ کی طرف سے وحی آگئی فکذبوہ الماضی استمرار کیلئے ہے یعنی وہ ہمیشہ انکی تکذیب کرتے رہے اور مسلسل شرک پر اڑے رہے۔ ای استمروا علی تکذیبہ واصروا بعد ان قال لہم ما قال ودعاھم الی اللہ تعالٰی لیلًا ونہارًا (روح ج ٨ ص ١٥٣)

موضح قرآن ف١ یہ قدرت اپنی بیان فرمائی بادیں چلنی اور مینہ برسنا اور سبزہ نکلنا اس طرح سمجھایا مردوں کا نکلنا ایک تو مردوں کا نکلنا قیامت میں ہے اور ایک دنیا میں یعنی جاہل ادنی لوگوں میں نبی بھیجا اور علم دیا اور سردار کیا پھر ستھری استعداد والے کمال کو پہنچے اور جن کی استعداد خراب تھی ان کو بھی فائدہ پہنچ رہا ناقص سا۔

ف١ این مثل است برائے تاثیر پند در قلب سلیم وعدم تاثیر آن در غیر سلیم ١٢ ف٣ یعنی روز قیامت ١٢

لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾

تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تاکہ تم بچو اور تاکہ تم پر رحم ہو

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ

پھر انہوں نے اسکو جھٹلایا پھر ہم نے بچا لیا اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ

اور غرق کر دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بیشک وہ

كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ ع وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ

لوگ تھے اندھے اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی

ع ۸ ۱۵

هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

ہود کو ۷۴ بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ

معبود اس کے سوا سو کیا تم ڈرتے نہیں بولے سردار

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ

جو کافر تھے اس کی قوم میں ہم تو دیکھتے ہیں تجھ کو

سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾

عقل نہیں ۷۵ اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ

بولا اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں ۷۶ لیکن میں بھیجا ہوا ہوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ

پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے

وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ

اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں اطمینان کے لائق کیا تم کو تعجب ہوا کہ

۷۴ یہ دوسرا قصہ ہے اور تیسرے دعویٰ ہی سے متعلق ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اعلان کیا تھا یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ الخ اے میری قوم صرف اللہ کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود اور کارساز نہیں **۷۵** حضرت ہود علیہ السلام کو قوم نے کم عقلی کا طعنہ دیا اس لئے کہ انہوں نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ای متمکنا فی خفة عقل وراسخا فیها حیث فارقت دین آبائك (روح ج ۸ ص ۱۵۵) **۷۶** سفاهة کی تنوین اور اس کا نفی کے تحت واقع ہونا مفید مبالغہ ہے۔ یہاں سے اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ تک میں حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کے الزام کی نہایت بلیغ اسلوب سے تردید فرمائی یعنی اے میری قوم میں تو ادنیٰ ترین سفاہت اور کم عقلی سے بھی بالاتر ہوں کیونکہ میں خداوند جہاں کا رسول ہوں اور تمہیں اس کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور پہلے سے تمہارے درمیان خیر خواہ اور امین مشہور ہوں یا مطلب یہ ہے کہ میں تم کو اللہ کی توحید بتا کر اور شرک سے تم کو روک کر تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں اور اللہ کی وحی اور اس کی تبلیغ پر امین ہوں۔ والمعنی انی عرفت فیکم بالنصح فلا یحق لکم ان تتهمونی وبالامانة فیما اقول فلا ینبغی ان اکذب (بحر ج ۴ ص ۳۲۳) (ناصح) فیما أمرکم به من عبادة اللہ عز وجل وترك عبادة ما سواه (امین) یعنی علی تبلیغ الرسالة واداء النصح (خازن ج ۲ ص ۲۰۴)

[illegible]

[illegible] ۱۲

[illegible] ۱۲

جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے
لِيُنْذِرَكُمْ ۭ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ
تاکہ تم کو ڈرائے اور یاد کرو جبکہ تم کو
خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي
سردار کر دیا پیچھے ۴۷۷ قوم نوح کے اور زیادہ کر دیا تمہارے
الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ
بدن کا پھیلاؤ سو یاد کرو اللہ کے احسان تاکہ تمہارا
تُفْلِحُوْنَ (۶۹) قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ
بھلا ہو بولے کیا تو اس واسطے ہمارے پاس آیا کہ ہم بندگی کریں اللہ اکیلے
وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ
کی اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے پس تو لے آ ہمارے پاس جس چیز
اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۷۰) قَالَ قَدْ وَقَعَ
سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو ہے سچا کہا تم پر واقع ہو چکا ہے ۴۷۹
عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ
تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے
فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا
ان ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں تم نے ف۲ اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں
نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ
اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند سو منتظر رہو میں بھی
مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (۷۱) فَاَنْجَيْنٰهُ وَ
تمہارے ساتھ منتظر ہوں پھر ہم نے بچا لیا اس کو ۴۸۰ اور

یعنی قوت ۱۲

۴۷۷ اس میں حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد دلاتے۔ قوت یا پھیلاؤ ۴۷۸ قوم نے جواب میں کہا کہ تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور صرف اسی کو پکاریں اور جن معبودوں کو ہمارے باپ دادا پکارتے چلے آئے ہیں ان کو ہم چھوڑ دیں تو سن لو کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ باقی جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تمہارے بیان میں کچھ سچائی ہے تو وہ عذاب لے آؤ۔ ۴۷۹ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا غضب اور اس کا عذاب تم پر مقرر ہو چکا ہے وہ اپنے وقت پر آکر رہیگا مگر تمہاری کم عقلی کی انتہا ہے کہ تم میرے ساتھ ایسے جھوٹے معبودوں کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کے معبود ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ۱۲ ۴۸۰ آخر مقررہ اجل پر اللہ کا عذاب آگیا اور پوری قوم کا نام و نشان ہی مٹا دیا گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان پر ایمان لانیوالوں کے سوا کوئی عذاب سے نہ بچ سکا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بیار عقوبت را ۱۲ ف۲ یعنی بے اصل است ۱۲

الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ
جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے اور جڑ کاٹی ان کی
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾ ع
جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو اور نہیں مانتے تھے
وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ
اور ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح کو ۱۵۸ بولا اے میری قوم
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ
بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا تم کو
جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ
پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے یہ اونٹنی
اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ
اللہ کی ہے تمہارے لئے نشانی سو اس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین میں
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ
اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح پھر تم کو پکڑے گا عذاب
اَلِيْمٌ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ
دردناک اور یاد کرو جب کہ تم کو سردار کر دیا
مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ
عاد کے پیچھے اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں کہ بناتے ہو
مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ
نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے
بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا
گھر سو یاد کرو احسان اللہ کے اور مت مچاتے پھرو

ع ۱۶/۸ ۹ وقف لازم

۱۵۸ تیسرا قصہ
متعلق بہ دعویٰ
بالتشریح ۱۵۰

۱۵۸ یہ تیسرا قصہ ہے۔ اور یہ بھی تیسرے دعویٰ سے متعلق ہے جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے اس اعلان سے ظاہر ہے۔ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ اے میری قوم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور صرف اسی کو پکارو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود اور کارساز نہیں اس کے بعد معجزۂ ناقہ کا ذکر فرمایا کہ یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے ایک معجزہ ہے اس کو تکلیف مت پہنچانا ورنہ اللہ کا عذاب آجائے گا۔ پھر ان کو اللہ کے انعامات یاد دلائے

سہولہا۔ سہول سہل کی جمع ہے یعنی ہموار زمین۔

۱۵۹ نرم زمین ۱۲

فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ
زمین میں فساد کہنے لگے سردار جو ۵۸۲
اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
متکبر تھے اس کی قوم میں غریب لوگوں کو
لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا
کہ جو ان میں ایمان لا چکے تھے کیا تم کو یقین ہے کہ صالح کو
مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ
بھیجا ہے اس کے رب نے بولے ہم کو تو جو وہ لے کر آیا اس
مُؤْمِنُوْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا
پر یقین ہے کہنے لگے وہ لوگ جو متکبر تھے ۵۸۳ جس
بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا
پر تم کو یقین ہے ہم اس کو نہیں مانتے پھر انہوں نے کاٹ ڈالا
النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا
اونٹنی کو اور پھر گئے اپنے رب کے حکم سے اور بولے
يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا اگر تو
الْمُرْسَلِيْنَ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
رسول ہے پس آ پکڑا ان کو زلزلہ نے ۵۸۴
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَتَوَلّٰى
پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے پھر الٹا پھرا
عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ
ان سے ۵۸۵ اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام

مبدل منہ ۱۲

بدل ۱۲

[illegible]

۵۸۲ لِمَنْ اٰمَنَ یہ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا سے باعادۂ جار بدل ہے۔ قوم صالح علیہ السلام کے بڑے اور مغرور لوگوں نے ایمان والوں سے جو بظاہر قوت اور دولت کے اعتبار سے کمزور تھے بطور استہزاء و تمسخر کہا کیا تم صالح کو اللہ کا نبی مانتے ہو؟ اس کے جواب میں انہوں نے پوری جرأت سے کہا "یقیناً ہم حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے ہیں۔ اور جو مسئلۂ توحید لیکر وہ آیا ہے ہمارا اس پر بھی ایمان ہے۔ بِمَآ اُرْسِلَ میں مَا سے مسئلہ توحید مراد ہے۔ **۵۸۳** قوم کے وہی سرکش سردار بولے "ہم تو اسے اور اس کی تعلیم کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں"۔ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ چنانچہ انہوں نے اللہ کے حکم سے سرکشی کرتے ہوئے اونٹنی کو قتل کر دیا اور از راہ تعنت و عناد حضرت صالح علیہ السلام سے کہنے لگے اگر واقعی تو اللہ کا نبی ہے تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتا تھا اسے لے آ۔ ۱۲ **۵۸۴** الرَّجْفَةُ یعنی شدید زلزلہ ایسا زلزلہ آیا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکلنے کی فرصت بھی نہ ملی اور وہ جہاں کہیں تھے وہیں ڈھیر ہو گئے ۱۲ **۵۸۵** جب قوم ہلاک ہو گئی تو حضرت صالح علیہ السلام نہایت حسرت و یاس کے ساتھ اپنی قوم سے یوں فرماتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے اے میری قوم! میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم کو پہنچا دیا اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا مگر افسوس کہ تم خیر خواہی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ یہاں حرف ندا اور ضمائر خطاب سے تباہ و برباد شدہ قوم سے خطاب کرنا اور ان کو سنانا مقصود نہیں بلکہ یہ ندا و خطاب محض قوم کی بدقسمتی پر اظہار افسوس اور تحسر کے لئے ہے۔ فتولی عنهم بعد ان جرى عليهم ما جرى على ما هو الظاهر مغتما متحسرا على ما فاتهم من الايمان متحزنا عليهم (روح ج ۸ ص ۱۶۵) اس سے معلوم ہوا کہ حروف ندا اور ضمائر خطاب سے ہمیشہ کسی کو مخاطب کرنا اور اسے کچھ سنانا مقصود نہیں ہوتا۔ اس لئے التحیات میں السلام علیك ایہا النبی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاظر و ناظر ہونے پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ وہ محض دعا ہے اس سے خطاب کرنا اور سنانا مقصود ہی نہیں۔ ۱۲

رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾
اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمہاری لیکن تم کو محبت نہیں خیر خواہوں سے
وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ
اور بھیجا لوط کو جب کہا اس نے اپنی ۵۸۶ قوم کو کیا تم کرتے ہو ایسی بے حیائی
مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾
کہ تم سے پہلے نہیں کیا اس کو کسی نے جہان میں
اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ
تم تو دوڑتے ہو ۵۸۷ مردوں پر شہوت کے مارے
النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾
عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ ہو حد سے گذرنے والے
وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا
اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے مگر یہی کہا کہ
اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ
نکالو ان کو اپنے شہر سے یہ لوگ بہت ہی
يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا
پاک رہنا چاہتے ہیں پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے ۵۸۸ گھر والوں کو مگر
امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا
اس کی عورت کہ رہ گئی وہاں کے رہنے والوں میں اور برسایا ہم نے
عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
ان کے اوپر مینہ یعنی پتھروں کا پھر دیکھ کیسا ہوا انجام
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ ۧ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ
گنہگاروں کا اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو ۵۸۹

۱۰ ع ۱۲ ۱۷

۵۸۶ یہ چوتھا قصہ ہے اور دوسرے دعوے سے متعلق ہے کیونکہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اللہ کے محرمات سے حرام کا سا معاملہ نہیں کرتی تھی۔ اَلْفَاحِشَةَ سے لڑکوں کیساتھ خلاف فطرت فعل کرنا مراد ہے۔ اس فعل کی ابتداء قوم لوط میں ہوئی اس سے قبل کسی قوم نے یہ فعل نہیں کیا تھا۔

۵۸۷ یہ اَلْفَاحِشَةَ کی تفسیر ہے بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ — بل ترقی کے لئے ہے۔ یعنی برسرعام مجالس میں بھی تم اس فعل شنیع کا ارتکاب کرتے ہوئے نہیں شرماتے ہو جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ (عنکبوت ع ۳) وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ الخ حضرت لوط علیہ السلام کی پند و نصیحت کے جواب میں قوم نے فیصلہ کیا کہ ان کو گاؤں سے نکال دیا جائے۔ یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔ ۱۲ **۵۸۸** اللہ نے اس بدکردار قوم پر آسمان سے پتھر برسا کر اسے تباہ کر دیا۔ حضرت لوط علیہ السلام اور جو ان پر ایمان لا چکے تھے صرف وہی بچ سکے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی چونکہ در پردہ مشرکہ تھی اس لئے وہ بھی عذاب میں ہلاک ہو گئی۔ فَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا۔ بارش سے پتھروں کی بارش مراد ہے۔ پہلے ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا۔ پھر اوپر سے پتھر برسائے گئے جیسا کہ سورۂ ہود ع ۷ میں فرمایا فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۱۲ **۵۸۹** یہ پانچواں قصہ ہے اور دوسرے اور تیسرے دونوں دعووں سے متعلق ہے۔ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ میں تیسرا دعویٰ مذکور ہے یعنی اے میری قوم تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو۔ اللہ کے سوا کوئی تمہارا کارساز نہیں۔ اور فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ الخ میں دوسرا دعویٰ مذکور ہے۔ قوم شعیب علیہ السلام ان محرمات الٰہیہ کے ساتھ حرام کا برتاؤ نہیں نہیں کرتی تھی بلکہ ناپ تول کے ذریعے دوسرے کا حق مار لینے کو جائز سمجھتی تھی۔ اس لئے ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ان محرمات کو حرام سمجھیں اور ان ناجائز طریقوں سے لوگوں کے حقوق تلف نہ کریں اور زمین میں شر و فساد نہ پھیلائیں۔ ۱۲

۵۸۶ یہ چوتھا قصہ متعلق دعویٰ ثانی یعنی اللہ کے محرمات کے ساتھ حرام کا سا معاملہ نہیں [illegible] ۵۸۷ بل ترقی کیلئے [illegible] مجالس میں بھی [illegible] تاتون فی نادیکم المنکر

۵۸۹ یہ پانچواں قصہ متعلق ہے دعویٰ ثانی و ثالث ۱۲

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ

تمہارے پاس پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے سو پوری کرو ناپ

وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ

اور تول اور مت گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ

اور مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَلَا

یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو ٩٠ اور مت

تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ

بیٹھو ٩١ راستوں پر کہ ڈراؤ اور روکو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ

اللہ کے راستے سے جو کہ ایمان لائے اس پر اور ڈھونڈو اس میں عیب

وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا

اور یاد کرو جبکہ تھے تم ٩٢ بہت تھوڑے پھر تم کو بڑھا دیا اور دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ

کیا ہوا انجام فساد کرنیوالوں کا اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ٩٣

مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

ایمان لایا اس پر جو میرے ہاتھ بھیجا گیا اور ایک فرقہ ایمان نہیں لایا

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ

سو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے درمیان ہمارے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

٩٠ یعنی امور مذکورہ دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بہتر ہیں بشرطیکہ تم ایمان لے آؤ اور دعوت توحید کو مان لو المراد بالخیریۃ ما یشمل امر الدنیا والاخرۃ ای ذلکم خیر لکم فی الدارین بشرط ان تؤمنوا (روح ج ۸ ص۱۷۲) **٩١** حضرت ابن عباس، قتادہ، مجاہد اور سُدّی سے منقول ہے کہ قوم شعیب علیہ السلام کے مشرکین شہر میں آنیوالے تمام راستوں پر بیٹھ جاتے اور جو لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے آتے ان کو روک لیتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو عیاذاً باللہ کذاب (بڑا جھوٹا) کہہ کر ان کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے اور ساتھ ہی ان کو قتل کرنے کی دھمکی بھی دیتے۔ کانوا یقعدون علی الطرقات المفضیۃ الی شعیب فیتوعدون من اراد المجیء الیہ ویصدونہ ویقولون انہ کذاب فلا تذھب الیہ، کما کانت قریش مکۃ تفعلہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھذا ظاھر (قرطبی ج ۷ ص۲۴۹) جیسا کہ قریش مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونیوالوں سے کیا کرتے تھے۔ ۱۲ **٩٢** یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر انعام ذکر فرمایا۔ قلت و کثرت سے تعداد کی کمی بیشی مراد ہے یا دولت کی مفسرین نے دونوں قول لکھے ہیں وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ الخ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکر ادا کرو اور اس کی دعوت کو مان لو ورنہ جن لوگوں نے اللہ کی دعوت کو جھٹلایا اور شرک اور دوسرے اعمالِ بد سے زمین میں فساد پھیلایا ان کا حشر تم دیکھ چکے ہو کہ ان کو اللہ نے کس طرح تباہ کیا تمہارا بھی یہی انجام ہو گا۔ ۱۲ **٩٣** یہ منکرین کے لئے تخویف دنیوی ہے یعنی تم میں سے کچھ لوگ میری دعوت قبول کر چکے ہیں اور کچھ لوگوں نے اس کو رد کر دیا ہے۔ اب تم اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو کہ وہ کس طرح ایمان والوں کو بچاتا ہے اور نہ ماننے والوں کو ہلاک کرتا ہے۔ فیہ وعید وتھدید یعنی حتی یقضی اللہ ویفصل بیننا ویعز المؤمنین المصدقین وینصرھم ویھلک المکذبین الجاحدین ویعذبھم (خازن ج ۲ ص۲۱۵)

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی واجب آں بود کہ ہمہ متفق می شدند برایمان و چوں متفق نشدند منتظر فیصل کردن باشند ۱۲

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

بولے سردار ۹۴ جو متکبر تھے اس کی قوم میں

لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہم ضرور نکال دیں گے اے شعیب تجھ کو اور ان کو جو کہ ایمان لائے

مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ

تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے

مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ

دین میں بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی بیشک

افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ

ہم نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا اگر لوٹ آئیں تمہارے

مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا

دین میں بعد اس کے کہ نجات دے چکا ہم کو اللہ اس سے اور ہمارا

يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ

کام نہیں کہ لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ چاہے

اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ

اللہ رب ہمارا گھیرے ہوئے ہے ہمارا پروردگار سب چیزوں کو اپنے علم میں

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

اللہ ہی پر ہم نے بھروسا کیا اے ہمارے رب فیصلہ کر ہم میں ۹۵ اور ہماری

قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَ

قوم میں انصاف کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ

بولے سردار جو کافر تھے ۹۶ اس کی قوم میں اگر پیروی کروگے تم

مراد مستثنیٰ منقطع
ہے یعنی جو اللہ
چاہے وہی ہوتا
ہے

۹۴ اس کے جواب میں قوم کے متکبر اور مشرک سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکی دی کہ یا تو تم اپنا دینِ توحید چھوڑ کر واپس ہمارے دین میں آجاؤ ورنہ ہم تم کو اور جو تم پر ایمان لے آئے ہیں سب کو اپنے گاؤں سے نکال دیں گے۔ قَدِ افْتَرَيْنَا الخ جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمہارے دینِ شرک سے محفوظ فرما لیا اور ہمیں یقین ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں لہٰذا اس کے سوا پکار کے لائق بھی کوئی نہیں۔ اس کے باوجود اگر ہم تمہارے دین پر آجائیں اور تمہاری طرح شرک کرنے لگیں تو یہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان اور افترا ہوگا ہم سے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکے گا کہ ہم تمہارے دین پر آجائیں۔ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ یہ استثنا منقطع ہے یعنی جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ **۹۵** جب حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کے تمرد و عناد کو دیکھ کر ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور قوم کی ایذاء رسانی انتہا کو پہنچ گئی تو آپ اللہ تعالیٰ سے آخری فیصلے کی دعا مانگی۔ قال ابن عباس وکان شعیب کثیر الصلاۃ فلما تمادی قومہ فی کفرھم وغیظھم ویئس من صلاحھم دعا علیھم فقال ربنا افتح الخ فاستجاب اللہ دعاءہ فاھلکھم بالرجفۃ (قرطبی ج ۷ ص ۲۵۱)۔ **۹۶** قوم شعیب علیہ السلام کے مشرک سردار اپنے ہم مسلک لوگوں کو دینِ حق قبول کرنے سے روکنے کیلئے ان سے کہتے تھے اگر تم نے شعیب کی بات مان لی تو تم خسارے میں رہو گے۔ کیونکہ اس کا دین قبول کر لینے کے بعد تم ناپ تول میں کمی بیشی سے جو کچھ کماتے تھے، وہ نہیں کما سکو گے۔ نیز ہدایت کے عوض گمراہی خرید و گے جو سراسر خسارہ ہے مشرکین شرک کو ہدایت اور توحید کو گمراہی سمجھتے تھے ای مغبونون لاستبدالکم الضلالۃ بالھدیٰ و لفوات ما یحصل لکم بالبخس والتطفیف (روح ج ۹ ص ۶)

شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ
شعیب کی تو تم بیشک خراب ہوگے پھر آ پکڑا ان کو
الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ ج قف
زلزلہ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں کے اندر اوندھے پڑے
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ج
جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو گویا کبھی بسے ہی نہ تھے وہاں
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾
جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی ہوئے خراب
فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ
پھر الٹا پھرا ان لوگوں سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ج فَكَيْفَ اٰسٰى
پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کر چکا تمہاری اب کیا افسوس کروں
عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ
کافروں پر اور نہیں بھیجا ہم نے ۹۹ کسی بستی میں
مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ
کوئی نبی کہ نہ پکڑا ہو ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور
الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا
تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑائیں پھر بدل دی ہم نے
مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا
برائی کی جگہ بھلائی یہاں تک کہ ۱۰۰ بڑھ گئے اور کہنے لگے
قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ
کہ پہنچتی رہی ہے ۱۰۱ ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی ۱ پھر پکڑا ہم نے ان کو

معٓ عند المتقدمین

ع ۱۱ ۹ ۱

۱۸ حرف نمبر ۱ و ضمیر خطاب کا استعمال ۱۲ اس کی تحقیق تفسیر میں موجود ہے ۱۲

۱۲ التفات ہے یعنی الیکم ۱۲ [illegible] تکلیف دراحت ہوتی حالات کے متغیر ہونے سے ان پر یہ نہیں سمجھا کہ ان پر عذاب اور [illegible] ہے ۱۲

۹۷ الرجفة زلزلہ (قرطبی) ایک شدید زلزلہ آیا جس سے وہ تمام ہلاک ہوگئے اور ایسے ہلاک ہوئے گویا کہ وہ اپنے گھروں میں کبھی آباد ہی نہ تھے **۹۸** جب قوم ہلاک ہوگئی تو وہاں سے چلے اور تحسر اور تاسف کے طور پر قوم کو خطاب کرکے فرمایا۔ اے میری قوم میں نے تو تمہیں اللہ کے تمام پیغام پہنچادیئے اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کردیا۔ اس سے ان کا مقصد ہلاک شدہ مشرکین کو کچھ سنانا نہ تھا بلکہ محض اظہار افسوس مقصود تھا۔ **۹۹** التفات لتنبیہ اہل مکہ یعنی ہماری سنت جاریہ یہی رہی ہے کہ ہم نے جس بستی میں کوئی نبی بھیجا وہاں کے باشندوں کو مختلف طریقوں سے آزمایا۔ ان کو مالی وجانی تکالیف میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کریں اور اپنے گناہوں سے تائب ہوکر اللہ کی توحید کو مان لیں اور نیک اعمال بجالائیں۔ ثُمَّ بَدَّلْنَا الخ جب اس طرح ان کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو ہم نے ان کی تکلیف اور تنگدستی کو راحت وفراخی سے بدل دیا تاکہ اس طرح ان کے دلوں میں شکر واطاعت کا جذبہ پیدا ہو۔ لان ورود النعمة فی البدن و المال بعد الشدة والضیق یستدعی الانقیاد للطاعة والاشتغال بالشکر (خازن ج ۲ ص ۲۱۵) **۱۰۰** عَفَوْا ای کثروا یعنی جب ان کے مال و اولاد میں کثرت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے تکلیف و راحت اور تنگدستی و فراخی دونوں طریقوں سے ان کا امتحان فرمایا مگر وہ کسی طرح کفر و شرک سے باز نہ آئے۔ اعلم اللہ تعالیٰ انه اخذهم بالشدة والرخاء فلم یزدجروا ولم یشکروا (قرطبی ج ۲ ص ۲۵۲) **۱۰۱** اس اختلاف احوال سے انہوں نے کچھ عبرت حاصل نہ کی اور نہ اسے اللہ کی طرف سے ابتلا سمجھا اور یوں کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا پر بھی حالات آتے رہے ہیں کبھی تکلیف اور تنگدستی اور کبھی راحت اور فراخی ہم پر بھی اسی طرح آرہے ہیں۔ یہ تکلیف اور آسودگی تغیرات زمانہ میں سے ہے کسی پیغمبر کے انکار یا اسکو ماننے کی وجہ سے نہیں ہے فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً یہاں تک کہ ان پر اچانک ہمارا عذاب آپہنچا اس حال میں کہ انہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔

فتح الرحمن ف ۱ یعنی عادت زمانہ است گاہے سختی و گاہی راحت می باشد از باب مؤاخذہ بر اعمال نبود ۱۲

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (٩٥) وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ
ناگہاں اور ان کو خبر نہ تھی ف۱ اور اگر بستیوں
الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
والے ۱۰۲ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر
بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ
نعمتیں آسمان اور زمین سے لیکن
كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (٩٦)
جھٹلایا انہوں نے پس پکڑا ہم نے ان کو ان کے اعمال کے بدلے
اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا
اب کیا بے ڈر ہیں بستیوں والے ۱۰۳ اس سے کہ آپہنچے ان پر آفت ہماری
بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (٩٧) اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى
راتوں رات جب سوتے ہیں یا بے ڈر ہیں بستیوں والے
اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ (٩٨)
اس سے کہ آپہنچے ان پر عذاب ہمارا دن چڑھے جب کھیلتے ہوں
اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ
کیا بے ڈر ہوگئے اللہ کے داؤ سے ف۲ سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے
اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (٩٩) اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ
مگر خرابی میں پڑنے والے کیا نہیں ظاہر ۱۰۴ ہوا ان لوگوں پر
يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ
جو وارث ہوئے زمین کے وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد کہ اگر
نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى
ہم چاہیں تو ان کو پکڑ لیں ان کے گناہوں پر اور ہم نے مہر کر دی ہے ان کے

۱۲ ع ۲

سلا ہدایت کا معنی مراد ہے یا ظہور کا یعنی کیا پہلی امتوں کی ہلاکت ظاہر نہیں کرتی کہ ہم ان کو بھی ہلاک کر ڈالیں سکے ۔ ۱۲

۱۰۲ے ایمان لانے کی ترغیب ہے۔ جن بستیوں میں اللہ کے پیغمبر آئے اگر ان بستیوں والے اللہ پر ایمان لے آتے اور اللہ کی ہدایت کے مطابق عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ ان پر زمین و آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتا مگر انہوں نے تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بداعمالیوں کے سبب ان کو پکڑ لیا۔ ۱۰۳ے ہمزہ استفہام انکار کے لئے ہے۔ اور اَهْلُ الْقُرٰى سے مکہ اور گرد و نواح کی بستیوں کے لوگ مراد ہیں۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی بعض کے نزدیک یہ عام ہے۔ والمراد بالقرى مكة وما حولها لانهم كذبوا محمدا صلى الله عليه وسلم وقيل هو عام في جميع القرى. (قرطبی ج ۷ ص ۲۵۳) مشرکین عرب گذشتہ سرکش قوموں کے انجام بد سے اچھی طرح واقف ہیں مگر اس کے باوجود عناد اور سرکشی پر اڑے ہوئے ہیں کیا انہیں اس بات کا خطرہ اور اندیشہ نہیں کہ کہیں رات کو سوتے وقت یا دن کو جب وہ کھیل میں مصروف ہوں اچانک ہی اللہ کا عذاب آ پہنچے اور ان کو ہلاک کر دے۔ کیا وہ اللہ کے عذاب سے بالکل ہی بے فکر ہیں۔ جو لوگ اس طرح اللہ کے عذاب سے نڈر ہو کر ایمان و عمل سے غافل ہو جائیں وہ دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھائیں گے۔ ۱۰۴ے ھدایت سے اس کا متعارف معنی مراد ہے یا بمعنی ظہور ہے۔ یعنی کیا پہلی امتوں کی ہلاکت اور ان کی تباہی ان کی ہدایت کا موجب نہ بنی یا اس سے ان پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ کفر و عناد کی وجہ سے ان کو بھی عذاب سے ہلاک کیا جا سکتا ہے۔

موضح قرآن

ف۱ بندے کو دنیا میں گناہ کی سزا پہنچتی رہے تو امید ہے کہ توبہ کر لے اور جب گناہ راست آ گیا تو یہ اللہ کا بھلاوا ہے پھر ڈر ہے ہلاک کا جیسے زہر کھایا اگل لے

فتح الرحمن

ف۲ یعنی از تدبیر اہلاک ۱۲ ۔

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرٰى
دلوں پر سو وہ نہیں سنتے یہ بستیاں ہیں ۱۰۵ کہ
نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ
سناتے ہیں ہم تجھ کو ان کے کچھ حالات اور بیشک ان کے پاس پہنچ چکے
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا
ان کے رسول نشانیاں لے کر پھر ہرگز نہ ہوا کہ ایمان لائیں اس بات پر
كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۗ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى
جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے یوں مہر کر دیتا ہے اللہ
قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ
کافروں کے دل پر اور نہ پایا ان کے ۱۰۶ اکثر لوگوں میں ہم
مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ
نے عہد کا نباہ اور اکثر ان میں پائے نافرمان
ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى
پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے ۱۰۷ موسٰی کو اپنی نشانیاں دے کر
فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ
فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پس کفر کیا انہوں ۱۰۸ نے انکے مقابلہ میں سو دیکھ کیا
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ وَقَالَ مُوْسٰى
انجام ہوا مفسدوں کا اور کہا موسٰی نے
يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٢﴾
اے فرعون میں رسول ہوں پروردگار عالم کا
حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ
قائم ہوں اس بات پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے

سلہ یعنی تمام قصوں کے متعلق ہے۔ یہ بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسم اشارہ کیلئے محسوس مبصر کا ہونا ضروری نہیں۔ ۱۲

سلہ ما سببیہ ہے ۱۲

سلہ کاف تعلیلیہ ہے ۱۲

سلہ چھٹا قصہ پہلے دعوے سے متعلق ہے ۱۲

سلہ آٹھ واقعات ہیں

سلہ پہلا واقعہ ۱۲

سلہ یعنی میں ثابت و قائم ہوں اس بات پر ۱۲

۱۰۵ القریٰ سے تمام مذکورہ بستیوں کی طرف اشارہ ہے۔ جن کے انبیاء علیہم السلام اور جن کی قوموں کے واقعات پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اسم اشارہ کا محسوس مبصر ہی کے لئے استعمال ہونا ضروری نہیں بلکہ معہود فی الذہن کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ماتقول فی ھذا الرجل سے مبتدعین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں حاضر ہونے پر استدلال غلط ہے۔ بِمَا كَذَّبُوْا میں با سببیہ ہے اور كَذٰلِكَ میں کاف بمعنی لام ہے۔ یعنی جب ان کے پاس اللہ کے پیغمبر آئے تو انہوں نے ان کی تکذیب کر ڈالی اس لئے جب انہوں نے معجزات پیش کئے تو بھی وہ ایمان نہ لائے اور کفر پر اڑے رہے اس لئے ان کے عناد و انکار کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت کر دی گئی اور ان سے توفیق ایمان سلب کر لی گئی۔ **۱۰۶** حضرت حسن فرماتے ہیں عہد سے عہد توحید مراد ہے جو امم سابقہ سے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے لیا گیا۔ العھد الذی عھد الیھم مع الانبیاء علیھم السلام ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئًا (قرطبی ج ۷ ص ۲۵۵) یعنی ان میں اکثر بد عہد ثابت ہوئے اور انہوں نے توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کر لیا۔ **۱۰۷** یہ چھٹا واقعہ ہے اور پہلے دعوے سے متعلق ہے اور یہاں سے شروع ہو کر رکوع ۲۰ کے آخر میں فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ۔ پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے مختلف آٹھ واقعات ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے ہر واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزیمت اور ان کے استقلال کی زندہ تصویر ہے۔ ان کے ذکر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی جرأت اور بہادری سے مسئلہ توحید کی تبلیغ کریں اور اسکی وجہ سے آنے والے مصائب و مشکلات کا استقلال سے سامنا فرمائیں۔ پہلا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس جا کر اسکو توحید کی دعوت دینا۔ بنی اسرائیل پر ظلم کرنے سے منع کرنا، اسے معجزے دکھانا اور پھر فرعون کا ان کے مقابلے کے لئے جادوگروں کو جمع کرنا وغیرہ۔ **۱۰۸** یعنی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات کا انکار کیا حَقِيْقٌ الخ ای واجبٌ (کبیر، خازن وغیرہ) یعنی مجھ پر فرض اور لازم ہے کہ میں اللہ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ کروں یا حَقِيْقٌ بمعنی حَرِيْصٌ ہے (بحر، روح وغیرہ) یعنی میں اللہ کا رسول ہوں اسلئے میری شان یہی ہے اور میرے لئے یہی لائق اور زیبا ہے کہ میں اللہ کی طرف صرف سچی بات ہی کی نسبت کروں اس لئے سن لو میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور اللہ کی طرف سے معجزات لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا میری دعوت کو قبول کر لو اور بنی اسرائیل کو ظلم و ستم سے رہا کر دو۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں حَقِيْقٌ ای ثابتٌ یعنی میں اس بات پر ثابت اور قائم ہوں کہ اللہ کی طرف صرف سچی بات ہی کی نسبت کروں۔

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ

لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی سو بھیج دے میرے ساتھ

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۭ﴿١٠٥﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ

بنی اسرائیل کو بولا اگر تو آیا ۱۰۵ ہے کوئی نشانی لے کر

فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاَلْقٰى

تو لا اس کو اگر تو سچا ہے تب ڈال دیا اس نے

عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ ښ وَّنَزَعَ يَدَهٗ

اپنا عصا تو اسی وقت ہو گیا اژدہا صریح اور نکالا اپنا ہاتھ

فَاِذَا هِيَ بَيْضَاۗءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ ع قَالَ الْمَلَاُ مِنْ

تو اسی وقت وہ سفید نظر آنے لگا دیکھنے والوں کو بولے سردار ۱۱۰

قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾ يُّرِيْدُ

فرعون کی قوم کے یہ تو کوئی بڑا واقف جادوگر ہے نکالنا چاہتا

اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾

ہے تم کو تمہارے ملک سے اب تمہاری کیا صلاح ہے

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَاۗىِٕنِ

بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج پرگنوں میں

حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾ وَ

جمع کرنے والوں کو کہ جمع کر لائیں تیرے پاس جو ہو کامل جادوگر اور

جَاۗءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا

آئے جادوگر ۱۱۱ فرعون کے پاس بولے ہمارے لئے کچھ مزدوری ہے

اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ

اگر ہم غالب ہوئے بولا ہاں اور بیشک تم

١٣ ع ٩ ٣

میری نبوت کے لئے گواہ ۲ ہیں یعنی پہلا گواہ سانپ والی آنحضرت ہے یہ بھی دیکھو دوسرا نور ہاتھ بھی ہے وہ بھی دیکھو ۱۲

۱۰۹ ؎ فرعون نے کہا اگر واقعی تم اپنے دعوے میں سچے ہو اور اپنی نبوت پر واقعی کوئی دلیل اور معجزہ لائے ہو تو پیش کرو۔ فَاَلْقٰى عَصَاهُ الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینکی جو گرتے ہی سانپ بن گئی اور پھر گریبان میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو وہ روشن اور درخشاں تھا یعنی میری نبوت کا پہلا گواہ تو یہ سانپ والا معجزہ ہے یہ بھی دیکھ لو اور دوسرا یہ نور ہے اسے بھی دیکھ لو۔ **۱۱۰ ؎** یہ دیکھ کر قوم فرعون کے درباری امراء اور اہل حل وعقد بول اٹھے کہ یہ تو کوئی بہت بڑا ماہر جادوگر ہے اور تمہیں ملک مصر سے نکال کر اس پر خود قابض ہونا چاہتا ہے۔ اس پر فرعون نے کہا فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ تو پھر اس کے معاملے میں تمہارا کیا مشورہ ہے۔ قَالُوْٓا اَرْجِهْ انہوں نے کہا اس کے معاملے میں آپ جلدی نہ کریں بلکہ اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دے دیں اور اپنے ملک کے تمام شہروں میں اپنے آدمی بھیج دیں وہ ملک کے تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے دربار میں لا حاضر کریں تاکہ ان دونوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ **۱۱۱ ؎** ملک کے مشہور اور ماہر جادوگر فرعون کے دربار میں حاضر ہوئے تو عرض کی اگر ہم مقابلے میں غالب آ گئے تو ہمیں انعام تو ضرور ملے گا۔ قَالَ نَعَمْ الخ فرعون نے کہا صرف انعام ہی نہیں ملے گا بلکہ اس کے علاوہ تمہیں میرے دربار کا تقرب بھی حاصل ہوگا اور میرے یہاں تمہاری بہت زیادہ قدر و منزلت اور عزت افزائی ہوگی۔

لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ

مقرب ہو جاؤ گے بولے اے موسیٰ ۱۱۲ یا تو تو ڈال

وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ

اور یا ہم ڈالتے ہیں کہا ڈالو

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ

پھر جب انہوں نے ڈالا ۱۱۳ باندھ دیا لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرایا

وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى

اور لائے بڑا جادو اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو ۱۱۴

اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

کہ ڈال دے اپنا عصا سو وہ جبھی لگا نگلنے جو سانگ انہوں نے بنایا تھا

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

پس ظاہر ہو گیا حق ۱۱۵ اور غلط ہو گیا جو کچھ انہوں نے کیا تھا

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ

پس ہار گئے اس جگہ اور لوٹ گئے ذلیل ہو کر اور

اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ

گر پڑے جادوگر سجدہ میں بولے ہم ایمان لائے ۱۱۶ پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ

عالم پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا بولا

فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ

فرعون کیا تم ایمان لے آئے اس پر میری اجازت سے پہلے

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ

یہ تو مکر ہے جو بنایا تم سب نے اس شہر میں

۱۱۲ جب مقررہ تاریخ پر متعینہ جگہ میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور فرعون مع امراء و مقربین اور تمام جادوگر پہنچ گئے اور مقابلہ شروع ہونے لگا تو جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا پہلے آپ لاٹھی پھینکیں گے یا ہم پہلے اپنا کمال پیش کریں۔ قَالَ اَلْقُوْا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پہلے تم پھینکو جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ چونکہ وہ جادوگروں کے مکر و فریب کا ابطال چاہتے تھے اور وہ اسی صورت میں زیادہ مؤثر تھا کہ وہ اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پہلے ڈالتے۔ اس لئے فرمایا پہلے تم اپنا جوہر دکھاؤ۔ انه علیه الصلوٰة والسلام کان یرید ابطال ما اتوا به من السحر وابطاله ما کان یمکن الا باقدامهم علی اظهاره فاذن لهم فی الاتیان بذلک (کبیر ج ۴ ص ۳۴۴) **۱۱۳** جب جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں میدان میں ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں میں جادو چل گیا اور حاضرین کو یوں معلوم ہونے لگا کہ پوری وادی خطرناک سانپوں سے بھر گئی ہے۔ جادوگروں کے اس عظیم فریب کو دیکھ کر لوگ دہشت زدہ ہو گئے۔ سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ اور يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (طٰهٰ ع ۳) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوں محسوس ہونے لگا گویا کہ ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کی حقیقت میں کوئی انقلاب نہیں آیا تھا اور وہ حقیقت میں سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ یہ محض ایک فریب نظر تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جادوگروں نے رسیوں اور لاٹھیوں کے اوپر کے حصے پر مختلف رنگوں کے سانپوں جیسے نقش و نگار بنا رکھے تھے۔ رسیوں کے اوپر پارہ لگا تھا اور لاٹھیاں اندر سے خالی تھیں اور ان کے خلا میں پارہ بھرا ہوا تھا جب ان کو میدان میں پھینکا گیا تو سورج کی گرمی کی وجہ سے ان میں حرکت پیدا ہو گئی اور وہ ایک دوسری پر لوٹ پوٹ ہونے لگیں اور دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہونے لگا کہ پوری وادی سانپوں سے بھر گئی ہے ویقال انهم طلوا تلك الحبال بالزیبق ولونوها وجعلوا داخل العصی زیبقا ایضا والقوها علی الارض فلما اثر حر الشمس فیها تحرکت والتوی بعضها علی بعض حتی تخیل للناس انها حیات (روح ج ۹ ص ۲۵) **۱۱۴** جادوگروں کا دعویٰ تھا کہ وہ ایسا لاجواب جادو تیار کر کے لائے ہیں کہ دنیا کے تمام جادوگر مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ہاں اگر کوئی خدائی امر ہو تو ہمیں اس کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ روی ان السحرة قالوا قد علمنا سحرا لا یطیقه سحرة اهل الارض الا ان یکون امرا من السماء فانه لا طاقة لنا به (کبیر ج ۴ ص ۳۴۴) جب جادوگر اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال چکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی سے اپنی لاٹھی میدان میں پھینک دی اور گرتے ہی وہ ایک عظیم اژدہا کی شکل میں منقلب ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے جادوگروں کی تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گئی مَا يَاْفِكُوْنَ یعنی جو کچھ انہوں نے فریب اور جھوٹ بنایا تھا۔ **۱۱۵** وَقَعَ ای ظهر یعنی حق ظاہر ہو گیا اور جادوگروں کا عمل باطل ہو گیا فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ فرعون اور اس کی قوم بھرے مجمع میں مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر وہاں سے واپس لوٹے وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ یعنی زور سے سجدے میں ڈال دئے گئے کیونکہ انہوں نے پہلے اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب کیا تھا مَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔ جب جادوگروں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن کر ان کی تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا اور پھر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا مگر اس کے باوجود اس کے حجم میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تو ان پر حق واضح ہو گیا اور وہ سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام جادوگر نہیں ہیں بلکہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ معجزۂ عصا دیکھ کر ان کو شرح صدر ہو گیا اور وہ حق کے سامنے اس قدر مغلوب ہو گئے کہ بے اختیار سجدے میں گر پڑے گویا کسی نے ان کو پکڑ کر سجدے میں گرا دیا ہے

یعنی زور سے سجدے
میں ڈال دئے گئے کیونکہ
انہوں نے پہلے اما
ان تلقی کہہ کر
موسیٰ علیہ السلام کا
ادب کیا تھا۔ من
اتانی [illegible]
[illegible] ۱۲

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾
تاکہ نکال دو اس شہر سے اس کے رہنے والوں کو سو اب تم کو معلوم ہو جائے گا ف۱
لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ
میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ ۱۱۷ اور دوسری طرف سے تمہارے پاؤں ف۱
ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى
پھر سولی پر چڑھاؤں گا تم سب کو　وہ بولے ہم کو تو
رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ
اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے　اور تجھ کو ہم سے یہی دشمنی ہے ۱۱۸ کہ
اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ
مان لیا ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو جب وہ ہم تک پہنچیں　ہمارے رب دہانے کھول دے
عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَقَالَ
ہم پر صبر کے　اور ہم کو مار مسلمان　اور بولے
الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ
سردار　قوم فرعون کے ۱۱۹　کیا چھوڑتا ہے تو موسیٰ کو اور اس کی قوم کو
لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ
کہ دھوم مچائیں　ملک میں　اور موقوف کر دے تجھ کو اور تیرے بتوں کو
قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ
بولا اب ہم مار ۱۲۰ ڈالیں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھیں گے ان کی عورتوں کو
وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ
اور ہم　ان پر　زور آور ہیں ف۲　موسیٰ نے کہا ۱۲۱ اپنی قوم سے
اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ قف
مدد مانگو　اللہ سے اور صبر کرو　بیشک زمین ہے اللہ کی

۱۴ ع ۸ ۴

اور اپنی صورت بنا رکھی تھی ۱۲

یعنی بت بنا کے رکھے دیئے تھا۔ شاہ عبدالقادرؒ ۱۲

وعبر بذلك تنبيها على ان الحق بهرهم واضطرهم الى السجود بحيث لم يبق لهم تمالك نكان احدا دفعهم والقاهم الخ (روح ج ۹ ص۲۶)

۱۱۶ جادوگروں نے فوراً اسی جگہ اعلان کر دیا کہ ہم فرعون کی ربوبیت سے بیزار ہوئے اور اس رب العالمین پر ایمان لائے جسکو موسیٰ و ہارون علیہما السلام اپنا رب مانتے ہیں۔ قَالَ فِرْعَوْنُ الخ فرعون نے غضبناک ہو کر جادوگروں سے کہا کہ تم نے میرے نوکر اور ملازم ہو کر میری اجازت کے بغیر ہی موسیٰ کے رب کو مان لیا ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے یہ سارا معاملہ سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق کیا ہے اور تم موسیٰ و ہارون سے مل کر لوگوں کو مرعوب ومغلوب کر کے یہاں سے نکالنا چاہتے ہو۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ تمہیں ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ یہ فرعون کی طرف سے جادوگروں کو سزا کی دھمکی ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔ ۱۱۷ یعنی میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کر تم کو سولی پر لٹکا دوں گا مِّنْ خِلَافٍ یعنی ہر ایک کی ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں۔ قَالُوْٓا الخ جادوگروں نے کہا اگر تو ایسا کرے گا تو یہ ہمارا عین مقصود ہے کیونکہ اس طرح ہم اپنے رب کی آغوش رحمت میں پہنچ جائیں گے۔ ۱۱۸ اور ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات اور اس کے بھیجے ہوئے معجزات پر ایمان لے آئے ہیں۔ تم اس بات کو جرم سمجھتے ہو حالانکہ ہمارے لئے یہ چیز نہایت قابل فخر ہے۔ اس لئے ہم اس سزا سے ڈرنے والے نہیں ہیں رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا الخ یہ جادوگروں کی دعا ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ فرعون مذکورہ بالا سزا دینے پر تلا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے ہمارے آقا و مولیٰ! اے ہمارے پروردگار ہمیں صبر و استقامت عطا فرما تاکہ ہم اس آزمائش میں ثابت قدم رہیں اور ہمارا خاتمہ ایمان و اسلام پر ہو۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ فرعون نے دھمکی کے مطابق جادوگروں کو سزا دے دی تھی فقيل ان فرعون اخذ السحرة فقطعهم على شاطئ النهر وانه آمن بموسى عند ايمان السحرة ستمائة الف (قرطبی ج ۷ ص۲۶۱) جادوگروں کے ایمان لانے کے ساتھ دوسرے لوگوں میں سے چھ لاکھ نفوس نے اسلام قبول کیا۔ ۱۱۹ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ الخ جب فرعون کے درباری امراء نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو فرعون سے کہنے لگے کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو آزاد چھوڑے رکھیں گے کہ وہ زمین میں فساد کرتے پھریں حالانکہ وہ آپ کو اور آپ کی مورتیوں کو بھی نہیں پوجتے۔ فرعون نے اپنے بت بنوا کر اپنی رعیت کو دے دیئے تھے تاکہ وہ ان کی پوجا کیا کریں یہاں اٰلِهَتَكَ سے یہی بت مراد ہیں (شاہ عبدالقادرؒ) ۱۲۰ فرعون نے جواب دیا کہ اب میں اپنے پرانے دستور کے مطابق بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنا اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑنا از سر نو شروع کر دوں گا تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا تشدد و غلبہ ان پر اب بھی باقی ہے۔ ۱۲۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تسلی دی اور فرمایا فرعونیوں کی جانب سے اس وقت جو کچھ تمہارے ساتھ ظلم و ستم ہو رہا ہے اس پر صبر کرو اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اللہ سے مدد مانگو اور یاد رکھو زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہتا اس کا مالک اور حکمران بنا دیتا ہے اور آخر کار غلبہ انہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو صبر کریں اور اللہ سے مدد چاہیں۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لطیف انداز میں اپنی قوم کو

موضح قرآن ف۱ یعنی تم مل کر اس فریب سے شہر کی ریاست لیا چاہتے ہو فرعون نے اس تقریر سے لوگوں کو دشمن کیا ف۲ فرعون کے بت یہ تھے کہ اپنی صورت بنا دیتا تھا لوگوں کو کہ اسکو پوجا کریں اور بیٹے مارنے اور بیٹیاں چھوڑنی یہ کام پہلے بھی کرتا تھا درمیان میں چھوڑ دیا تھا اب اس نے پھر قصد کیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی دست راست و پای چپ ۱۲

فرعون سے نجات پانے اور بالآخر حکومت مصر مل جانے کی خوشخبری سنادی تصریح بما رمز الیہ من البشارة قبل وکشف عنہ وھو اھلاک فرعون واستخلافھم بعدہ فی ارض مصر (مدارک ج ۲ ص۵۴) ۱۳۲ قوم نے مایوسانہ انداز میں کہا اے موسیٰ! تیری آمد سے پہلے بھی ہم تکلیفوں میں مبتلا کئے جاتے تھے اور تیرے آنے کے بعد بھی ہمارا وہی حال ہے۔ یعنی تیرے آنے سے ہماری تکلیفوں کا کچھ مداوا نہیں ہوا۔ قَالَ عَسٰی الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جلدی نہ کرو، صبر سے کام لو ایک وقت آئے گا جب اللہ تمہارے دشمنوں کو تباہ و برباد کرکے ان کی بستیوں پر تمہیں قابض بنادے گا۔ پھر پتہ چل جائے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو آیا اللہ کے انعامات بے پایاں کا شکر ادا کرتے ہو اور اس کے احکام بجالاتے ہو یا اسکی ناشکری اور نافرنی کرتے ہو۔ ۱۳۳ یہ تیسرا واقعہ ہے۔ پہلے فرعون اور اسکی قوم کو ہلاک کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ اب یہاں سے ان کی ہلاکت کے مبادی کا ذکر شروع ہوا۔ السنین سنة کی جمع ہے اور مراد قحط کے سال ہیں۔ و السنین جمع سنة والمراد بھا عام القحط (روح ج ۹ ص۳۱) ۱۳۴ قوم فرعون پر جب کبھی فراخی اور راحت آجاتی تو کہتے ہم اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے اسی کے مستحق ہیں لیکن اگر کوئی مالی یا جانی تکلیف پہنچ جاتی تو اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی طرف منسوب کرتے اور کہتے یہ سب انہی کی نحوست ہے۔ عیاذاً باللہ۔ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان پر جو تکلیف و مصیبت آرہی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی قضاء و قدر سے ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومنوں کی نحوست کو کوئی دخل نہیں۔ قال ابن عباس طائرھم ما یصیبھم ای ما طار لھم فی القدر مما ھم لاقوہ (بحر ج۴ ص۳) ۱۳۵ یہ قوم فرعون کا مقولہ ہے۔ یعنی ہمیں مرعوب و مسحور کرنے کے لئے یہ جو تو جادو کے کھیل اور بزعم خویش معجزات دکھا رہا ہے ہم ان سے ہرگز متاثر ہونے والے نہیں اور نہ تیری نبوت پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔

يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ
اس کا وارث کردے جس کو وہ چاہے اپنے بندوں میں سے اور آخر میں بھلائی ہے
لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ
ڈرنے والوں کیلئے ف۱ وہ بولے ہم پر تکلیفیں رہیں ۱۳۲ تیرے آنے
تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ
سے پہلے اور تیرے آنے کے بعد کہا نزدیک ہے کہ رب تمہارا
اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ
ہلاک کردے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ کردے تم کو ملک میں
فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ
پھر دیکھے تم کیسے کام کرتے ہو ف۲ اور ہم نے پکڑ لیا ۱۳۳
اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ
فرعون والوں کو قحطوں میں اور میووں کے نقصان میں
لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ
تاکہ وہ نصیحت مانیں پھر جب پہنچی ان کو ۱۳۴ بھلائی
قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا
کہنے لگے یہ ہے ہمارے لائق اور اگر پہنچی برائی تو نحوست بتاتے
بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
موسیٰ کی اور اس کے ساتھ والوں کی سن لو ان کی شومی تو اللہ کے پاس ہے
وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا
پر اکثر لوگ نہیں جانتے ف۳ ف۴ اور کہنے لگے جو کچھ ۱۳۵ تو لائیگا ہمارے
بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ
پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے جادو کرے سو ہم ہرگز تجھ پر

ع ١٥ ٣ ٥

[illegible] تیسرا واقعہ ۱۲

موضح قرآن ف۱ زمین کا وارث کرے یعنی ملک کا حاکم کرے جو حق ہے حضرت آدم کا ۱۲ ف۲ یہ کلام نقل فرمایا مسلمانوں کے سنانے کو یہ سورت مکی ہے۔ اس وقت مسلمان بھی ایسے ہی مظلوم تھے پھر بشارت پہنچی پردے میں ۱۲ ف۳ یعنی شومی قسمت بد ہے سو اللہ کی تقدیر سے ہے۔ بھلائی اور برائی کا اثر ہوگا آخرت میں اس کا جواب یہ نہ فرمایا کہ شومی ان کے کفر سے تھی کیونکہ کافر بھی دنیا میں عیش کرتے ہیں اصل حقیقت تھی سو فرمائی کہ دنیا کے احوال تقدیر پر موقوف ہیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مؤاخذہ براعمال ایشان است ۱۲

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ
ایمان نہ لائیں گے پھر ہم نے بھیجا ان ۱۳۶؎ پر طوفان اور ٹڈی
وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ قف
اور چچڑی اور مینڈک اور خون بہت سی نشانیاں جدی جدی
فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ
پھر بھی تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہگار ۱؎ اور
لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا
جب پڑتا ان پر کوئی عذاب ۱۳۷؎ تو کہتے اے موسیٰ دعا کر ہمارے واسطے
رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا
اپنے رب سے جیسا کہ اس نے بتلا رکھا ہے تجھ کو اگر تو نے دور کر دیا ہم سے
الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ
یہ عذاب تو بیشک ہم ایمان لے آئیں گے تجھ پر اور جانے دیں گے تیرے ساتھ
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ
بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے اٹھا لیا ان سے عذاب
اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
ایک مدت تک کہ ان کو اس مدت تک پہنچنا تھا اسی وقت عہد توڑ ڈالتے
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ
پھر ہم نے بدلہ لیا ان سے ۱۳۸؎ سو ڈبو دیا ہم نے ان کو دریا میں اس وجہ سے کہ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا
انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان سے تغافل کرتے تھے ف۲ اور وارث کر دیا ہم نے
الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ
ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے ۱۳۹؎ اس زمین کے

۱۳۶؎ جب معجزات عصا ید بیضا، قحط سالی وغیرہ سے ان کے دلوں میں عاجزی اور انابت کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوئے اور وہ انکار و جحود اور ضد و عناد پر قائم رہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ فرعون اور اس کی قوم سرکشی اور عناد کی انتہا کو پہنچ چکی ہے اس لئے ان پر ایسا عذاب نازل فرما جس سے بعد والوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے پہلے کئی صورتوں میں ان پر عذاب نازل فرمایا تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ اَلطُّوْفَانَ آٹھ دن تک متواتر دن رات ان پر اندھیرا چھایا رہا اور مسلسل بارش ہوتی رہی یہاں تک کہ ان کے گھروں میں اس قدر پانی جمع ہو گیا کہ ان کے کندھوں سے اوپر چڑھ گیا، پورے سات دن وہ اسی حالت میں مبتلا رہے۔ نہ بیٹھ سکتے تھے، نہ کھانے کے لئے کوئی چیز مہیا ہو سکتی تھی۔ مگر اسرائیلیوں کے گھروں میں پانی داخل نہ ہوا اور اس کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف نہ ہوئی آخر لاچار ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجائی کہ وہ اللہ سے دعا کر کے انہیں اس مصیبت سے نجات دلا دیں تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے پانی ہٹا لیا اور زمین ظاہر ہو گئی تو اس میں پہلے سے زیادہ گھاس وغیرہ پیدا ہوئی تو فرعونیوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور کہنے لگے یہ کوئی عذاب تھوڑا ہی تھا یہ تو ہمارے لئے ایک نعمت تھی۔ وَالْجَرَادَ اس کے بعد اللہ نے ٹڈی دل بھیج دیا جس نے ان کے تمام باغوں اور کھیتوں کا صفایا کر دیا ان کا کوئی درخت نہ چھوڑا، یہاں تک کہ ان کے مکانوں کے دروازہ، چھتوں کے شہتیروں اور کڑیوں کو، ان کے کپڑوں اور گھر کے ساز و سامان تک کو نیست و نابود کر دیا۔ بنی اسرائیل کی ہر چیز اس عذاب سے بھی محفوظ رہی۔ آخر فرعونیوں کی التجا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ نے ہوا بھیجی جس نے تمام ٹڈی دل کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا، مگر وہ پھر اپنے قول سے منحرف ہو گئے اور ایمان نہ لائے۔ وَالْقُمَّلَ اس کے بعد اللہ نے جوؤں کو مسلط کر دیا اور انہوں نے ان کے بدن کے چمڑے اور گوشت کو کھانا شروع کر دیا جب قوم فرعون کا کوئی آدمی روٹی کھانے لگتا تو اس کا منہ جوؤں سے بھر جاتا۔ جب اس مصیبت سے نجات ملی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اب تو ہمیں پورا یقین ہو گیا ہے کہ تو بہت بڑا جادوگر ہے۔ بعض نے قُمَّلَ سے چچڑیاں یا گیہوں کا کیڑا مراد لیا ہے۔ قُمَّلَ سے مراد چچڑیاں ہیں جیسا کہ مترجم رحمہ اللہ نے اختیار کیا یا جوئیں یا گیہوں وغیرہ غلہ میں جو کیڑا لگ جاتا ہے جس سے غلہ خراب ہو جاتا ہے۔ یعنی بدن اور کپڑوں میں چچڑیاں اور جوئیں پڑ گئیں۔ غلہ میں گھن لگ گیا۔ (تفسیر عثمانی) وَالضَّفَادِعَ پھر اللہ نے ان پر مینڈکوں کو مسلط کر دیا۔ ان کے گھروں کے صحن، ان کے کمرے، اور تمام برتن مینڈکوں سے بھر گئے۔ اگر وہ بات کے لئے منہ کھولتے تو پھدک کر مینڈک ان کے مونہوں میں پہنچ جاتے، ان کے کھانوں میں داخل ہو کر ان کو خراب کر دیتے۔ اس سے تنگ آکر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے زاری

موضح قرآن ف۱ حضرت موسیٰ کو فرعون سے چالیس برس مقابلہ رہا اس پر کہ بنی اسرائیل کو اپنے وطن جانے دے اس نے نہ مانا انکی بددعا سے یہ بلائیں پڑیں، دریائے نیل چڑھ گیا کھیت اور باغ اور گھر بہت تلف ہوئے اور ٹڈی سبزی کھا گئی اور آدمیوں کے بدن میں اور کپڑوں میں چچڑیاں پڑ گئیں اسی طرح ہر چیز میں مینڈک پھیل گئے اور پانی لہو بن گیا آخر ہر گز نہ مانا ف۲ یہ سب بلائیں ان پر آئیں ایک ایک ہفتہ کے فرق سے اول حضرت موسیٰ فرعون کو کہہ آتے کہ اللہ تم پر یہ بلا بھیجے گا وہی بلا آتی پھر مضطر ہوتے حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے ان کی دعا سے دفع ہوتی پھر منکر ہو جاتے آخر کو وبا پڑی نصف شب کو سارے شہر میں ہر شخص کا پہلا بیٹا مر گیا وہ لگے مردوں کے غم میں حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لے کر شہر سے نکل گئے۔ پھر کئی روز کے بعد فرعون پیچھے لگا دریائے قلزم پر جا پکڑا وہاں یہ قوم سلامت گذر گئی اور فرعون ساری فوج سمیت غرق ہوا۔

گی اور ایمان لانے کا عہد کیا مگر اس دفعہ بھی عہد توڑ دیا۔ وَالدَّمَ آخر اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب نازل فرمایا، دریائے نیل خون کا بہنے لگا، قبطیوں کے برتنوں کا پانی تمام خون ہوگیا مگر اسرائیلیوں کے پانی میں کوئی فرق نہ آیا، قبطی اسرائیلیوں کے برتنوں سے اپنے برتنوں میں پانی ڈالتے تو وہ خون ہوجاتا یہاں تک کہ اگر کوئی اسرائیل اپنے منہ میں پانی لے کر کسی فرعونی کے کے منہ میں ڈالتا تو وہ اس کے منہ میں پہنچ کر فوراً خون ہوجاتا۔ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ یہ واضح نشانیاں تھیں مگر انہوں نے ہر بار عناد و استکبار سے کام لیا۔ کل ذلك من الروح والقرطبی والخازن وغیرها **۱۲۷** تفصیل مذکور کے مطابق جب ان پر عذاب آتا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر گڑگڑانے لگتے کہ اللہ کو دعا مانگو اگر ہم سے عذاب اٹھ گیا تو ہم تجھ پر ایمان بھی لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ بھیج دیں گے لیکن جب اللہ ان پر سے عذاب اٹھا لیتا تو وہ ہر بار عہد شکنی کرتے اور ایمان نہ لاتے **۱۲۸** آخر ان کے مسلسل عناد و استکبار کی وجہ سے ہم نے ان سے بدلہ لیا اور فرعون اور اس کی قوم کو دریائے نیل میں غرق کر دیا۔ بِاَنَّھُمْ میں باء سببیہ ہے **۱۲۹** اَلْقَوْمَ سے بنی اسرائیل مراد ہیں اَلْاَرْضِ سے ملک مصر مراد ہے یا ملک شام یا دونوں مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا یہ کنایہ ہے اسکی تمام اطراف و جوانب سے مطلب یہ ہے کہ وہ پورے کا پورا ملک بلا شرکت غیرے بنی اسرائیل کو دیدیا۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ۔ کلمۃ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ مراد ہے جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ وہ ان کی مدد کرے گا اور ملک مصر ان کو دے گا۔ والمراد من الکلمۃ وعدہ تعالیٰ لھم بالنصر والتمکین علی لسان نبیّھم علیہ السلام (روح ج ۹ ص ۳۸) بِمَا صَبَرُوْا میں باء سببیہ ہے یعنی بنی اسرائیل کے فرعونیوں کے ظلم و ستم اور شدائد و تکالیف پر صبر کرنے کی وجہ سے اللہ نے ان سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا فرمایا اور فرعونیوں نے جو عالیشان عمارتیں اور محلات تعمیر کئے تھے اور جو باغات لگائے تھے وہ سب ہم نے تباہ و برباد کر دیئے وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ۔ مراد انگوروں کے باغات ہیں جن کی بیلوں کے لئے وہ عرش بناتے تھے۔ **۱۳۰** یہ چوتھا واقعہ ہے۔ جب فرعون اور اس کی قوم دریائے نیل میں غرق ہوگئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل اسکے معجزانہ راستوں سے گذر کر پار ہوگئے تو اب بنی اسرائیل نے سرکشی شروع کر دی چنانچہ راستہ میں جب ان کا گذر ایک قوم پر ہوا جو بت پرست تھے اور گائے کی پوجا کرتے تھے انہوں نے اپنے عبادت خانے میں گائے کے بت بنا کر رکھے ہوئے تھے قال ابن جریج کانت تلك الاصنام تماثیل بقر (خازن ج ۲ ص ۲۳۳) جب اسرائیلیوں نے اس بت پرست قوم کو دیکھا تو ان کا جی بھی للچا اٹھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے ان کے ٹھاکروں جیسا ایک ہمیں بھی ٹھاکر بنادو تاکہ ہم بھی اسکی پوجا پاٹ کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم بڑے نادان اور جاہل ہو۔ شرک اور بت پرستی سے اللہ نے تم کو نجات دی مگر اب تم پھر اسی گڑھے میں گرنا چاہتے ہو۔ **۱۳۱** یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ یعنی یہ گائے کے پجاری جس دین پر ہیں یہ عنقریب میرے ہاتھوں برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ محض باطل اور لا حاصل ہے اس سے انہیں نہ دنیا میں کچھ نفع ملیگا نہ آخرت میں یعنی یدمر اللہ تعالیٰ دینھم الذی ھم علیہ علی یدی ... وان ذلك لا ینفعھم اصلاً (روح ج ۹ ص ۴۴)

وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ
اور مغرب کا کہ جس میں برکت رکھی ہے ہم نے ف۱ اور پورا ہوگیا نیکی کا
رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ
وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر بسبب ان کے صبر کرنے کے
وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ
اور خراب کر دیا ہم نے جو کچھ بنایا تھا فرعون اور اس کی قوم نے
وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝۱۳۷ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
اور جو اونچا کر کے چھایا تھا ف۲ اور پار اتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو ۱۳۰
الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰي قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓي اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ
دریا سے تو پہنچے ایک قوم پر جو پوجنے میں لگ رہے تھے اپنے بتوں کے
قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ
کہنے لگے اے موسیٰ بنا دے ہماری عبادت کے لئے بھی ایک بت جیسے ان کے بت ہیں
قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْـهَلُوْنَ ۝۱۳۸ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ
کہا تم لوگ تو جہل کرتے ہو ف۲ یہ لوگ ۱۳۱ تباہ ہونے والی ہے
مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۹ قَالَ
وہ چیز جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور غلط ہے جو وہ کر رہے ہیں کہا
اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰـهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَي
کیا اللہ کے سوا ۱۳۲ ڈھونڈوں تمہارے واسطے کوئی اور معبود حالانکہ اس نے تم کو بڑائی دی
الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۴۰ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
تمام جہان پر اور وہ وقت یاد کرو جب نجات دی ہم نے تم کو فرعون والوں سے کہ
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ
دیتے تھے تم کو برا عذاب کہ مار ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو

موضح قرآن ف۱ جس میں برکت رکھی یعنی زمین شام اس میں ظاہر و باطن کی برکت بہت ہے ۱۲ **ف۲** جاہل آدمی نرے بے صورت کو عبادت کر کر تسکین نہیں پاتا جب تک سامنے ایک صورت نہ ہو اس قوم نے دیکھا کہ گائے کی صورت پوجتے تھے ان کو بھی یہ ہوس آئی آخر سونے کا بچھڑا بنایا اور پوجا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی زمین شام با برکت دادیم چہ بنفعہای شرقیہ و چہ بنفعہای غربیہ ۱۲

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ
اور جیتا رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں احسان ہے
رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ۧ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً
تمہارے رب کا بڑا اور وعدہ کیا ہم **۱۳۳** نے موسٰی سے تیس رات کا
وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ
اور پورا کیا ان کو اور دس سے پس پوری ہو گئی مدت تیرے رب کی چالیس
لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ
راتیں اور کہا موسٰی نے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا خلیفہ رہ
فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾
میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کی راہ پے
وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ
اور جب پہنچا **۱۳۴** موسٰی ہمارے وعدے پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے بولا
رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ
اے میرے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھیگا لیکن
انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ
تو دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو
تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ
مجھ کو دیکھ لے گا پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف کر دیا اس کو ڈھا کر برابر اور
خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ
گر پڑا موسٰی بے ہوش ہو کر پھر جب ہوش میں آیا **۱۳۵** بولا تیری ذات پاک ہے
تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ
میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا ف فرمایا

۱۶ ع ۲

۵۔ پانچواں واقعہ

۱۳۲ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد دلائے کہ کیسے ناشکرگذار ہو کیا میں اس اللہ کے سوا تمہیں کوئی اور معبود بنا دوں جس اللہ نے تمام دنیا جہان کے لوگوں پر تم کو فضیلت دی، مراد یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں جو لوگ موجود ہیں ان میں تم سب سے افضل ہو اس لئے اس سے امت محمدیہ پر ان کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ نیز وہ وقت یاد کرو جب فرعون نے تمہیں انتہائی ذلت کے عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا، وہ تمہارے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا اس شدید بلاء و مصیبت سے اللہ نے تمہیں نجات عطا فرمائی۔ اس لئے اب تمہیں اس کے ان انعامات کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ **۱۳۳** یہ پانچواں واقعہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ نے تمہارے دشمن فرعون کو ہلاک کر دیا تو میں اللہ کی طرف سے ایک کتاب لاؤں گا جس میں شریعت کے تمام احکام مذکور ہوں گے۔ غرق فرعون کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کتاب کے لئے التجا کی تو حکم ہوا کہ تیس دن کے روزے رکھو۔ تیس روزوں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے منہ کی بو ناگوار سی محسوس ہوئی تو انہوں نے مسواک سے اس کا ازالہ کر دیا اس پر اللہ نے حکم فرمایا تمہارے منہ کی بو مجھے کستوری سے بھی زیادہ پسند تھی مگر تم نے مسواک کر کے اسکو زائل کر دیا اس لئے اب دس روزے اور رکھو اس طرح پورے چالیس دن ہو گئے۔ **۱۳۴** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مقررہ وقت پر کوہ طور پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تو اسکی عنایات بے غایات اور اسکی رحمت و رافت دیکھ کر خیال آیا کہ اگر دیدار خداوندی کی التجا کروں تو شاید یہ آرزو بھی پوری ہو جائے۔ چنانچہ عرض کیا۔ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ اے اللہ میرے سامنے اپنی ذات کو ظاہر فرما تاکہ میں اسے دیکھ سکوں، ارشاد ہوا تم میں مجھے دیکھنے کی تاب نہیں اور مجھے دیکھ سکنا محال ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے فرمایا تم اس پہاڑ کو دیکھو اس پر میں اپنی تجلی ڈالتا ہوں اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا تو سمجھ لینا کہ تم بھی مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى الخ جب اللہ نے طور پہاڑ پر تجلی ڈالی اور اس پر اپنے نور کی چمک کا اظہار فرمایا تو پہاڑ کے ٹکڑے اڑ گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے دَکًّا مصدر ہے بمعنی **مفعول** ای مدکوکا متفتتا اور صعقا کے معنی ہیں بیہوش ای مغشیا علیہ (روح) **۱۳۵** جب ہوش میں آئے تو اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے لگے کہ اے اللہ تو اس سے پاک اور منزہ ہے کہ کوئی تیرا مثل ہو اور تو دیگر اشیاء کی طرح نظر آ سکے۔ میں اپنے سوال کی معافی چاہتا ہوں اور سب سے پہلے اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ یہاں تجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ ای تنزیھا لك من مشابهة خلقك في شيء..... وانا اول المؤمنين بعظمتك وجلالك او بانه لا يراك احد في هذه النشأة (روح ج ۹ ص ۴۶، خازن وغیرہ)

موضح قرآن ف ۱ حق تعالیٰ نے وعدہ دیا حضرت موسیٰ کو کہ پہاڑ پر تیس رات خلوت کرو کہ تمہاری قوم کو توریت دوں اس مدت میں انہوں نے ایک دن مسواک کی فرشتوں کو ان کے منہ کی بو سے خوشی تھی وہ جاتی رہی اسکے بدل دس رات اور بڑھا کر مدت پوری کی **ف ۲** حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی کہ فرشتے بغیر خود کلام کیا ان کو شوق ہوا کہ دیدار بھی دیکھوں اس کی برداشت نہ ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو دیکھنا ہو سکتا ہے کیونکہ نمود ہوا تھا پہاڑ کی طرف لیکن دنیا کے وجود کو برداشت نہ ہوئی۔ پہاڑ ٹوٹ گیا اور حضرت موسیٰ بیہوش گرے تو آخرت کے وجود کو برداشت ہوگی وہاں دیکھنا تحقیق ہے۔

۱۳۶ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرزو چونکہ پوری نہ ہوسکی اس لئے ان کی دلجوئی اور تسلی کے لئے فرمایا اے موسیٰ تجھ پر میرے دوسرے انعامات کیا کم ہیں۔ میں نے تجھکو اپنی نبوت ورسالت اور کلام و پیام کے لئے منتخب کر کے تیرے زمانے کے تمام لوگوں پر تجھ کو فضیلت دی جو انعام و اکرام میں تجھے دے چکا ہوں اسی پر قناعت کر۔ ای اقنع بما اعطیتک (قرطبی ج۷ ص۲۸۰) اور ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر۔ **۱۳۷** اَلْاَلْوَاحِ سے مراد تورات ہے اور شَیْءٍ سے ہر وہ چیز مراد ہے جن کی شریعت میں ان کو ضرورت تھی یعنی حلال و حرام کے احکام۔ من کل شیٔ یحتاجون الیہ من الحلال والحرام والمحاسن والقبائح (روح ج۹ ص۵۶) مَوْعِظَةً وتفصیلاً مفعول لہ ہیں یا من کل شیٔ سے بدل ہیں۔ **۱۳۸** یہاں بنی اسرائیل کو عناد واستکبار کے انجام بد سے ڈرایا۔ یعنی جو لوگ تکبر و غرور کرتے ہیں اور میری آیتوں کا ضد و عناد کی وجہ سے انکار کرتے ہیں میں ان کے دلوں کو پھیر دوں گا اور ان کے دلوں پر مہر جباریت لگا دوں گا۔ ان کے دل حق سے بیزار اور باطل کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ تمام معجزے بھی دیکھ لیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ہدایت کی راہ سے دور بھاگیں گے اور گمراہی کی طرف دوڑ کر جائیں گے۔ **۱۳۹** بِاَنَّهُمْ میں باء سببیہ ہے۔ یعنی ان کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا گیا کہ انہوں نے اللہ کی توحید کے دلائل کو محض ضد و عناد کی وجہ سے جھٹلایا۔ بسبب انهم کذبوا بآیات اللہ الدالۃ علی التوحید (خازن ج۲ ص۲۳۸) وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا الخ یہ تخویف اخروی ہے

يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ
اے موسیٰ ۱۳۶ میں نے تجھ کو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے پیغام بھیجنے کا
وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ
اور اپنے کلام کرنے کا سو لے جو میں نے تجھ کو دیا اور
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ
شاکر رہ اور لکھ دی ہم نے اس کو ۱۳۷ تختیوں پر ہر
شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا
قسم کی نصیحت اور تفصیل ہر چیز کی سو پکڑ لے ان کو
بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ
زور سے اور حکم کر کہ پکڑے کو کہ پکڑے رہیں اس کی بہتر باتیں ف۱
سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ
عنقریب میں تم کو دکھلاؤں گا گھر نافرمانوں کا ف۲ میں پھیر دوں گا ۱۳۸
عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ
اپنی آیتوں سے ان کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں
الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ
ناحق اور اگر دیکھیں ساری نشانیاں ایمان نہ لائیں ان پر اور اگر
يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ
دیکھیں رستہ ہدایت کا تو نہ ٹھہرائیں اس کو راہ اور اگر
يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَىِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
دیکھیں رستہ گمراہی کا اس کو ٹھہرا لیں راہ یہ اس لئے کہ انہوں نے ۱۳۹
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَ
جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور رہے ان سے بے خبر ف۳ اور

ما مفعول لہ ہے یا بدل ہے من کل شیٔ سے ۱۲

[illegible]

موضح قرآن ف۱ اسکی بہتر باتیں یعنی جنکے کرنے کا حکم ہے اور بری باتیں جنکے نہ کرنے کا حکم ہے اور دکھاؤں گا گھر بےحکموں کا یعنی اگر تم حکموں پر نہ چلو گے تو تم کو اسی طرح ذلیل کریں گے جس طرح شام کا ملک ان سے چھین کر تم کو دیا۔ **ف۲** الواح دے کر یہ بھی فرما دیا کہ قوم کو تقید کرو کہ عمل کریں اور یہ بھی فرما دیا کہ جو بے انصاف ہیں اور حق پرست نہیں ان کے دل میں پھیر دوں گا۔ اس پر عمل نہ کریں گے یعنی ہدایت اور ضلالت دونوں اسی کی طرف سے ہیں اسی طرح بہشت اور دوزخ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بعزیمت دادن رخصت ۱۲ **ف۲** یعنی منازل فرعونیان خراب شدہ خواہید دید ۱۲۔

۱۴۰ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تورات لینے کے لئے گئے تو ان کی عدم موجودگی میں سامری نے قوم کو گمراہ کر دیا۔ اسرائیلی پہلے ایک قوم کو گائے کی پوجا کرتے دیکھ چکے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسکی مورتی کا مطالبہ بھی کر چکے تھے۔ اب سامری نے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر بنی اسرائیل سے زیورات حاصل کئے اور ان کو ڈھال کر ایک گوسالے کا بت تیار کیا جو گوسالے کی طرح آواز کرتا تھا۔ اس کی مزید تحقیق سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ دیکھو ص۳۶ حاشیہ (۱۱۲)۔ **۱۴۱** یہ انتہائی ندامت اور پشیمانی سے کنایہ ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو انہوں نے اس احمقانہ اور مشرکانہ فعل پر قوم کی ملامت کی اور ان کو سمجھایا تو وہ بہت نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور اپنے فعل سے تائب ہو گئے۔ ای بعد عود موسٰی من المیقات یقال للنادم المتحیر قد سقط فی یدہ (قرطبی ج ۷ ص ۲۸۵) قوم کے نادم ہونے کا واقعہ اصل میں اسوقت پیش آیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گوسالہ کو جلا کر اسکی راکھ اڑا دی اس واقعے کی اصل ترتیب سورۂ طٰہٰ میں اس طرح مذکور ہے۔ میقات سے واپسی پر سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے خطاب کر کے ان کو ملامت کی فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ الخ (طٰہٰ ع ۴) قوم کا جواب سننے کے بعد آپ ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ الخ (طٰہٰ ع ۵) حضرت ہارون علیہ السلام سے حقیقت حال معلوم کرنے کے بعد سامری سے خطاب کر کے فرمایا۔ مَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ الخ (طٰہٰ ع ۵) اس کے بعد قوم کے سامنے گوسالے کو جلا دیا تو ان پر اپنی غلطی کھلی کہ انہوں نے شرک کر کے بڑا ظلم کیا اور نادم ہوئے۔ لہذا یہاں وَلَمَّا سُقِطَ میں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے۔ **۱۴۲** یہ چھٹا واقعہ ہے غَضْبَانَ اَسِفًا دونوں رَجَعَ کی ضمیر سے مترادف یا متداخل حال ہیں۔ غَضْبَانَ ناراض، غضبناک۔ اَسِفًا شَدِيْدَ الْغَضَبِ یعنی بہت غضبناک جب حضرت موسیٰ علیہ السلام میقات سے واپس آئے تو قوم کو گوسالہ پرستی میں دیکھ کر سخت غضبناک ہو گئے اور فرمایا میرے بعد تم نے یہ جو حرکت کی ہے وہ بہت بری ہے۔ جب کہ میں تمہیں توحید کی تعلیم دے چکا تھا اور شرک کا رد کر چکا تھا۔ ای بئسما فعلتم بعد غیبتی حیث عبدتم العجل بعد ما رأیتم منی من توحید اللہ تعالیٰ ونفی الشرکاء عنہ سبحانہ واخلاص العبادۃ لہ جل جلالہ (روح ج ۹ ص ۶۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس قدر غضبناک ہونا غیرت دینی کی وجہ سے تھا۔ چونکہ آپ کے دل میں غیرت دینی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اس لئے جوش غضب بھی شدید تھا۔ **۱۴۳** حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے جلیل القدر پیغمبر سے یہ تو متصور ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ کی کتاب کو اس طرح زمین پر پھینک دے۔ اس لئے یہاں القاء محض صورۃً ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ دینی حمیت وغیرت کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر شدت غضب میں آ کر بے بس ہوئے یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور الواح تورات زمین پر گر پڑیں۔ والصواب ان یقال انہ علیہ السلام لفرط حمیتہ الدینیہ وشدید غضبہ للہ تعالیٰ لم یتمالک ان وقعت الالواح من یدہ بلا اختیارٍ (روح ج ۹ ص ۶۷)

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ
جنہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو برباد ہوئیں
اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا
ان کی محنتیں وہی بدلہ پائیں گے جو کچھ
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ
عمل کرتے تھے اور بنا لیا موسیٰ کی ۱۴۰ قوم نے اس کے پیچھے
مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا
اپنے زیور سے بچھڑا ایک بدن کہ اس میں گائے کی آواز تھی کیا انہوں نے نہیں
اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ
دیکھا کہ وہ ان سے بات بھی نہیں کرتا اور نہیں بتلاتا رستہ معبود بنا لیا اس کو
وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ
اور وہ تھے ظالم اور جب ۱۴۱ پچھتائے
وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ
اور سمجھے کہ ہم بے شک گمراہ ہو گئے تو کہنے لگے اگر نہ
يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ
رحم کرے ہم پر ہمارا رب اور نہ بخشے ہم کو تو بے شک ہم
الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ
تباہ ہوں گے اور جب لوٹ آیا موسیٰ ۱۴۲ اپنی قوم میں
غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ
غصہ میں بھرا ہوا افسوسناک بولا کیا بری نیابت کی تم نے میری
بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ
میرے بعد کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے اور ڈال دیں تختیاں ۱۴۳

ع ۱۷ ۶ ۷

وقف لازم

۱۴۲ واؤ مطلق جمع کے لئے ہے

سب سے آخر میں ہوا پوری ترتیب سورۂ طٰہٰ کی آیات میں ہے ۱۴۳ چھٹا واقعہ

موضح قرآن ف یعنی ان حکموں کی توفیق نہ ہوگی اور جو اپنی عقل سے کریں گے وہ قبول نہ ہوگا۔

۱۴۴؎ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا شاید ہارون علیہ السلام نے قوم کو شرک سے روکنے میں کوتاہی کی ہے۔ اس لئے انہیں سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا۔ یہ فعل بھی ان سے بے اختیار شدت غضب اور حمیت دینی کی وجہ سے سرزد ہوا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا میری ماں کے بیٹے! میں نے روکنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی میں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا مگر قوم مجھ پر غالب آگئی اور مجھے بے بس کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ تو مجھے قتل ہی کرنے لگے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی سے منع کرنے میں پوری پوری کوشش کی اور ان کو روکنے میں انتہائی مبالغہ کیا تھا حتیٰ کہ قوم قتل کرنے پر اتر آئی۔ ودل ھذا علی انہ بالغ فی الانکار علیھم حتی ھموا بقتلہ (بحر ج ۴ ص ۳۹۶) اللہ کے ایک پیغمبر کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ تبلیغ احکام اور اشاعت توحید میں سر جانی اور مالی خطرے سے بے نیاز ہو کر اپنا فریضہ سر انجام دے اور مداہنت یا تقیہ کی آڑ میں احکام شریعت کو معطل نہ کر ڈالے شیعہ اماموں کو پیغمبروں کی طرح معصوم، مامور من اللہ اور واجب الاطاعت مانتے ہیں مگر اسکے باوجود ان بزرگوں پر تقیہ کی آڑ میں اسلام کے نہایت اہم احکام کو چھپانے کا الزام بھی دھرتے ہیں۔ ۱۴۵؎ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیقت حال کا پتہ چلا اور معلوم ہو گیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام بے قصور ہیں تو شدت غضب میں اپنے فعل مذکور پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔ ۱۴۶؎ اس سے پہلے قُلْنَا محذوف ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ گذر چکا ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو گوسالہ پرستی پر قائم رہے اور توبہ نہ کی وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ الخ اور جو لوگ گناہ کرتے رہے مگر بعد میں توبہ کر لی اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کیا ایسے لوگوں کے اللہ تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دے گا۔ یہ قرینہ ہے کہ پہلی وعید ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے گوسالہ پرستی سے توبہ نہیں کی تھی۔ ۱۴۷؎ جب ہارون علیہ السلام نے معذرت کر دی اور قوم نے بھی نادم ہو کر توبہ کر لی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جوش غضب ٹھنڈا ہو گیا تو الواح کو اٹھا لیا۔ اس میں خدا سے ڈرنے والوں اور انابت کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی۔

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ

اور پکڑا سر اپنے بھائی ۱۴۴؎ کا لگا کھینچنے اس کو اپنی طرف وہ بولا کہ اے میری ماں کے جنے

اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ

لوگوں نے مجھ کو کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھ کو مار ڈالیں

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ

سو مت ہنسا مجھ پر دشمنوں کو اور نہ ملا مجھ کو گناہگار

الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۰ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا

لوگوں میں ف بولا اے میرے رب معاف کر ۱۴۵؎ مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر

فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۵۱ اِنَّ

ہم کو اپنی رحمت میں اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے البتہ

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ

جنہوں نے بچھڑے کو معبود ۱۴۶؎ بنا لیا ان کو پہنچے گا غضب

رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

ان کے رب کا اور ذلت دنیا کی زندگی میں اور یہی سزا دیتے ہیں ہم

الْمُفْتَرِيْنَ ۝۱۵۲ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا

بہتان باندھنے والوں کو اور جنہوں نے کئے بُرے کام پھر توبہ کی

مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا

اس کے بعد اور ایمان لائے تو بے شک تیرا رب توبہ کے پیچھے

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۵۳ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى

البتہ بخشنے والا مہربان ہے اور جب تھم گیا ۱۴۷؎ موسیٰ کا

الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ښ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى

غصہ تو اس نے اٹھا لیں تختیاں اور جو ان میں لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت

ع ۸

سوا ای قتنا۔ گذرے ہوئے واقعہ کو ضمیمہ [illegible]

موضح قرآن ف حضرت ہارون اور انکی اولاد حضرت موسیٰ کی امت میں امام تھے لیکن جب انکی جائے خلیفہ ہوئے تو امت حکم میں نہ رہی خلافت اور کی قسمت میں تھی خلیفہ وہ کہ امت کو دین اور دنیا کے بندوبست میں رکھے جس طرح پیغمبر سنوار گیا تا نصرت حق ان کے ساتھ رہے اور امام وہ کہ پیغمبر کا یادگار ہو جو خدمت اور نیاز پیغمبر سے منظور ہو سو امت ان کو کرے تا برکت اور قبولیت کا درجہ ملے۔ تورات میں امام کے لوازم دیکھئے تو معلوم ہو۔

وَّرَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ هُمۡ لِرَبِّهِمۡ يَرۡهَبُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ وَ

اور رحمت تھی ان کے واسطے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور

اخۡتَارَ مُوۡسٰى قَوۡمَهٗ سَبۡعِيۡنَ رَجُلًا لِّمِيۡقَاتِنَا ۚ

چن لئے موسیٰ نے ف۱۴۸ اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے وقت پر لانے کو جب

فَلَمَّاۤ اَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ قَالَ رَبِّ لَوۡ شِئۡتَ

پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑا ف۱۴۹ تو بولا اے رب میرے اگر تو چاہتا تو

اَهۡلَكۡتَهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ وَاِيَّاىَ ؕ اَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ

پہلے ہی ہلاک کر دیتا ان کو اور مجھ کو ف۲ کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو

السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنۡ هِىَ اِلَّا فِتۡنَتُكَ ؕ تُضِلُّ

ہماری قوم کے احمقوں نے کیا یہ سب تیری آزمائش ہے بچلا دے

بِهَا مَنۡ تَشَآءُ وَتَهۡدِىۡ مَنۡ تَشَآءُ ؕ اَنۡتَ وَلِيُّنَا

اس میں جس کو تو چاہے اور سیدھا رکھے جس کو چاہے تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا

فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡغٰفِرِيۡنَ ﴿۱۵۵﴾

سو بخش دے ہم کو اور رحمت کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ف۱

وَاكۡتُبۡ لَنَا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ

اور لکھ دے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں

اِنَّا هُدۡنَاۤ اِلَيۡكَ ؕ قَالَ عَذَابِىۡۤ اُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ

ہم نے رجوع کیا تیری طرف فرمایا میرا عذاب ف۱۵۰ ڈالتا ہوں میں اس کو جس پر

اَشَآءُ ۚ وَرَحۡمَتِىۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَىۡءٍ ؕ فَسَاَكۡتُبُهَا

چاہوں اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو سو اس کو لکھ دوں گا ف۱۵۱

لِلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيۡنَ

ان کے لئے جو ڈر رکھتے ہیں ف۳ اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور جو

۱۴۸ یہ ساتواں واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے ستر منتخب نمائندے چن کر مقررہ وقت پر ان کو طور پہاڑ پر لے آئیں تاکہ وہ ساری قوم کی طرف سے گوسالہ پرستی کے گناہ سے اللہ کے سامنے معذرت کریں۔ جب کوہ طور پر پہنچے تو اللہ نے پہاڑ پر سفید ابر ڈال دی جس سے وہ تمام ڈھک گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہوتے اور ساتھ والوں سے فرمایا تم بھی اس بادل میں داخل ہو جاؤ جب وہ اس میں داخل ہوئے تو سجدے میں گر گئے اور اسی حالت میں انہوں نے اللہ کا کلام بھی سنا، جب بادل ہٹ گیا تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا مطالبہ کر دیا اور کہنے لگے۔ لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهۡرَةً یعنی جب تک اللہ کو علانیہ نہیں دیکھیں گے اس وقت تک تیری بات نہیں مانیں گے۔ (من الکبیر والروح وغیرہ) **۱۴۹** جب ان کے اس معاندانہ اور گستاخانہ مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے ایک شدید زلزلے سے ان کو ہلاک کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کرنے لگے کہ اے اللہ اگر تو چاہتا تو ان کو اور ان کے ساتھ مجھ کو بھی اس سے پہلے ہی فرعون کے ہاتھوں یا دریائے قلزم میں غرق کر کے ہلاک کر سکتا تھا جب پہلے تو نے مہربانی فرمائی اور ہم سب کو ہلاکت و تباہی سے محفوظ رکھا تو اب ان نادانوں کی اس احمقانہ حرکت کی وجہ سے ہم کو ہلاک نہ فرما یعنی انك قدرت علیٰ اهلاکهم قبل ذلك بحمل فرعون علیٰ اهلاکهم وباغراقهم فی البحر وغیرهما فترحمت علیهم ولم تهلکهم فارحمهم الاٰن کما رحمتهم من قبل جریا علیٰ مقتضی کرمك (روح ج ۹ صفحہ ۷۰) **۱۵۰** یعنی جس کو چاہوں عذاب دے سکتا ہوں مجھے روکنے والا کوئی نہیں وَرَحۡمَتِىۡ وَسِعَتۡ الخ مطلب یہ ہے کہ میری رحمت سب سے بڑی اور زیادہ ہے اور اسکی کوئی انتہا نہیں اور وہ ہر مستحق پر حاوی ہے عموم ای لا نهایة لها ای من دخل فیها لم تعجز منه۔ (قرطبی ج ۷ صفحہ ۲۹۶) یہ مطلب نہیں کہ ہر شئی کو شامل ہے۔ **۱۵۱** اب یہاں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔ یعنی وہ تمام گناہوں سے بچتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ زکوٰۃ کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ یہود پر نہایت شاق تھی۔ یہودی علماء اور پیر مختلف طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے کے تو عادی تھے۔ مگر اپنے پاس سے دینا ان کے لئے نہایت مشکل تھا۔

ہے اسرائیلوں کو قصہ ۱۲
یعنی جس کو میں
چاہوں عذاب دے
سکتا ہوں کوئی روکنے
والا نہیں ۱۲ سے
یعنی میری رحمت سب
سے بڑی ہے معتقد
نہیں کہ ہر شئی کو شامل
ہو ۱۲

موضح قرآن ف۱ حضرت موسیٰ لے گئے اپنے ساتھ ستر آدمی سردار قوم کے جب حق تعالیٰ نے کلام کیا سنکر کہنے لگے ہم جب تک دیکھیں ہم کو یقین نہیں اس سے ان پر بجلی گری اور کانپ کر مر گئے حضرت موسیٰ نے اس طرح دعا کی آپ کو شامل کر کر تب بخشے گئے پھر زندہ ہوئے یہ شاید بچھڑا پوجنے سے پہلے تھا یا شاید پیچھے تھا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی نا عذر گویند از عبادت گوسالہ و این جماعت اگرچہ عبادت نہ کردہ بودند بر عبادت کنندگان انکار ہم نکردند پس خدائے تعالیٰ ہلاک ساخت ۱۲ ف۲ یعنی اگر بنی اسرائیل ہلاک می شدند تہمت قتل بر موسیٰ نہادندی ۱۲ ف۳ یعنی در آخرت ۱۲

۱۵۲ یہ بھی انلوگوں کی صفت ہے جو رحمت خداوندی کے مستحق ہیں۔ پہلے اوصاف بیان کرنے کے بعد یہود و نصاریٰ کے لئے گنجائش باقی تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے کے باوجود دعویٰ کریں کہ ان میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہی اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے استحقاق رحمت کے لئے حضرت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو شرط قرار دیدیا جن کے تمام اوصاف تورات و انجیل میں صاف صاف مذکور ہیں۔ الامی یہ اُمٌّ (ماں) کی طرف منسوب ہے۔ یعنی جو شخص اسی حالت میں باقی ہو جس حالت میں اس کو ماں نے جنا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ او الی امہ کانہ علی الحالۃ التی ولدتہ امہ علیہا (روح ج ۹ ص ۷۹) اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا۔ یا یہ ام القریٰ کی طرف منسوب ہے جو مکہ مکرمہ کا نام ہے۔ (ایضاً)

۱۵۳ وہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے اور اللہ کے حکم سے پاکیزہ چیزوں کی حلت اور ناپاک اور خبیث چیزوں کی حرمت کا اعلان کر رہا ہے۔ اس آیت میں تحلیل و تحریم کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مجازی ہے۔ اصل میں تحلیل و تحریم کا اختیار تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ لیکن اللہ کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اشیاء کی حلت و حرمت کا مظہر و مبیّن ہے اس لئے مجازاً تحلیل و تحریم کی نسبت آپ کی طرف کی گئی۔ طَیِّبٰتِ سے اونٹ کا گوشت اور گائے بکری کی چربی مراد ہے جو تورات کے حکم سے یہود پر حرام تھی یا اس سے محرمات مشرکین یعنی بحائر و سوائب وغیرہ مراد ہیں۔ یعنی **بذلک ما کان محرما علیھم فی التوراۃ من الطیبات وھو لحوم الابل وشحم الغنم والمعز والبقر وقیل ھو ما کانوا یحرمونہ علی انفسھم فی الجاھلیۃ من البحائر والسوائب والوصائل والحوامی** (خازن ج ۲ ص ۲۴۲ معالم) اور خبائث سے میتہ، خون، خنزیر اور نذر غیر اللہ وغیرہ مراد ہیں۔ **ما یستخبث کالدم والمیتۃ ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ** (مدارک ج ۲ ص ۶۱) **۱۵۴** اگر آیت کے اس حصے کو بھی بنی اسرائیل کے ساتھ مختص مانیں تو قُلْ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ سے لے کر لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ تک جملہ معترضہ ہوگا جس میں تمام بنی آدم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور اگر یہ حصہ عام اور بنی اسرائیل کے ساتھ مختص نہ ہو تو اس سورت میں یہاں سے لے کر وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ تک جملہ معترضہ ہوگا۔ **۱۵۵** اَلنُّوْرُ سے یہاں قرآن مراد ہے اور قرآن کو بطور استعارہ نور کہا گیا ہے جس طرح نور یعنی روشنی خود ظاہر ہوتی ہے اور دوسروں کے لئے اشیاء کو ظاہر اور روشن کرتی ہے۔ اسی طرح قرآن خود واضح ہے اور دوسروں کے لئے ہدایت کی راہ روشن اور احکام شریعت کو ظاہر کرتا ہے۔ **وھو القرآن عبر عنہ بالنور المنبئ عن کونہ ظاھرا بنفسہ ومظھرا لغیرہ**

هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ
ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں ف۱ ف۱ وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں ۱۵۲
الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ
اس رسول کی جو نبی امی ہے کہ جس کو پاتے ہیں
مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ
لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں
یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
وہ حکم کرتا ہے ان کو ۱۵۳ نیک کام کا اور منع کرتا ہے برے کام سے
وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ
اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں
وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ
اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو
عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ
ان پر تھیں سو جو لوگ اس پر ایمان ف۲ لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کی مدد کی اور
اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ
تابع ہوئے اس نور کے ۱۵۵ جو اس کے ساتھ اترا ہے وہی لوگ پہنچے اپنی
الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
مراد کو ف۳ کہہ اے لوگو ۱۵۴ میں رسول ہوں اللہ کا
اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ِالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ
تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور

۱۹ ع ۹

موضح قرآن ف۱ شاید حضرت موسیٰ نے اپنی امت کے حق میں دنیا اور آخرت کی نیکی جو مانگی مراد یہ تھی کہ سب امتوں پر مقدم رہیں دنیا اور آخرت میں فرمایا کہ میرا عذاب اور رحمت کسی فرقے پر مخصوص نہیں سو عذاب تو اسی پر ہے جس کو اللہ چاہے اور رحمت سب کو شامل ہے لیکن وہ رحمت خاص لکھی ہے ان کے نصیب میں جو اللہ کی ساری باتیں یقین کریں گے یعنی آخری امت کہ سب کتابوں پر ایمان لائیں سو حضرت موسیٰ کی امت میں سے جو لوگ آخری کتاب پر یقین لائے وہ پہنچے اس نعمت کو اور حضرت موسیٰ کی دعا ان کو لگی۔ **ف۲** حضرت کو پہلی کتابوں میں نبی امی بتایا تھا۔ دو معنوں سے ایک تو بن پڑھے تھے اور دوسرے ام القریٰ سے پیدا ہوئے یعنی مکہ سے اور یہود پر سخت احکام تھے اور کھانے کی چیزوں میں تنگی تھی اس دین میں وہ سب آسان ہوئی اسی کو بوجھ اور پھانسی فرمایا اور نور سے مراد قرآن اور شریعت ہے۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید معنی سا کتبہا آنست کہ در آخر زمان رحمت خاص باشد بتابعان نبی امی واللہ اعلم ۱۲ **ف۲** مترجم گوید بشارت دادن خدا تعالیٰ موسیٰ را بہ امت مرحومہ اول دلیل است بر نبوت آنحضرت و لہذا امی فرماید واللہ اعلم ۱۲

(ابوالسعود ج ۳ ص ۲۸۸) وھو القرآن وعبر عنه بالنور لظھورہ فی نفسه باعجازہ واظھارہ لغیرہ من الاحکام الخ۔ (روح ج ۹ ص ۸۲) جس طرح یہاں قرآن کے لئے لفظ نور بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی لفظ نور بطور استعارہ استعمال ہوا ہے اور لفظ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہدایت کی تعبیر مقصود ہے۔ اس لئے لفظ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کی نفی پر استدلال کرنا سراسر غلط اور تحریف قرآن کے مرادف ہے۔ **۱۵۶** پہلے ذکر فرمایا کہ تورات و انجیل میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے اس جلیل القدر پیغمبر کی بشارت دی اس کے بعد حضور علیہ السلام کو خود اپنی رسالت کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا: **ذکر ان موسیٰ بشربه وان عیسیٰ بشربه ثم امرہ ان یقول بنفسه اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا** (قرطبی ج ۷ ص ۳۰۲)

۱۵۷ اس سے مراد وہ یہودی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم

۱۵۸ یہ آٹھواں واقعہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان بارہ بھائیوں کی اولاد بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے احسانات یاد دلائے ہیں۔ قوم کا بارہ قبیلوں پر مشتمل ہونا یہ بھی اللہ کا ایک احسان ہے وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی الخ یہ دوسرا احسان ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو اس سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر قبیلے کے لوگوں نے آسانی کے ساتھ علیحدہ چشمہ سے پانی پیا۔ اور دھوپ سے بچانے کے لئے ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا اور کھانے کے لئے ترنجبین اور بٹیریں بھیجدیں۔ جب وہ صبح اٹھتے تو ایک قسم کے پودے پر ترنجبین وافر مقدار میں ملتی اور بٹیریں پل کر ان کے قریب آ جاتی اور وہ ہاتھ سے ان کو پکڑ لیتے۔ یہ انعامات میدان تیہ میں عطا ہوئے **۱۵۹** انعامات کے بعد بنی اسرائیل کی سرکشی اور کج روی کا ذکر فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام آپ کے جانشین ہوئے۔ ان کی قیادت میں بنی اسرائیل نے ملک شام فتح کر لیا تو اللہ نے حکم دیا کہ بیت المقدس کے شہر میں جاؤ اور وہاں جا کر میری عبادت بجا لاؤ اُدْخُلُوا الْبَابَ سے یہاں بیت المقدس کے شہر کا دروازہ مراد نہیں بلکہ اس سے بیت المقدس کی مسجد کا دروازہ مراد ہے۔ اس آیت کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے ملاحظہ ہو ص ۳۲ و ص ۳۳ حاشیہ (۱۱۷ تا ۱۱۹)۔

آٹھواں واقعہ

رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ

اس بھیجے ہوئے نبی امی پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور

كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ

اس کے سب کلاموں پر اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ اور

قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

موسیٰ کی قوم میں ۱۵۷ ایک گروہ ہے جو راہ بتلاتے ہیں حق کی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ

اور جدا جدا کر دیئے ہم نے ۱۵۸ ان کو بارہ دادوں کی اولاد بڑی بڑی جماعتیں اور

اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ

حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو جب پانی مانگا اس سے اس کی قوم نے کہ

اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ

مار اپنی لاٹھی اس پتھر پر تو پھوٹ نکلے اس سے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ

بارہ چشمے پہچان لیا ہر ایک لوگوں نے اپنا گھاٹ

وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ

اور سایہ کیا ہم نے ان پر ابر کا اور اتارا ہم نے ان پر من

وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا

اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزیں جو ہم نے روزی دی تم کو اور

ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ

انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور جب

قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا

حکم ہوا ان کو ۱۵۹ کہ بسو اس شہر میں اور کھاؤ اس میں سے

موضح قرآن ف وہی لوگ تھے کہ جب حضرت تک پہنچے تو ایمان لائے جیسے عبداللہ بن سلام۔

۱۶۰ اس کی تفسیر سورۂ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو ف۳۸ حاشیہ (۱۲۰ و ۱۲۱)۔ ۱۶۱ قِصَص کے اختتام پر اصحاب سبت کا واقعہ ذکر فرمایا اور اس سے مقصود تخویف دنیوی ہے اَلْقَرْيَة سے اَیْلَة مراد ہے جو مدین اور طور کے درمیان سمندر کے کنارے پر واقع تھا۔ ہفتہ کا دن دین موسوی میں قابل تعظیم تھا اور اس دن میں مچھلی کا شکار ان کے لئے جائز نہیں تھا۔ لیکن ان کے ابتلاء وامتحان کے لئے اللہ کے حکم سے ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر کنارے کے بالکل قریب کثرت سے آجاتیں اور باقی ایام میں غائب رہتیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر انہوں نے یوم سبت کی تعظیم کو بالائے طاق رکھ کر مچھلی کا شکار کرنا شروع کر دیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ابلیس نے ان کو یہ حیلہ بتایا کہ وہ سمندر کے کنارے حوض بنالیں اور جمعہ کے دن مچھلیوں کو ہانک کر حوض میں ڈال دیا کریں اور اتوار کے دن پکڑ لیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس حیلے سے اللہ کے حکم کو توڑا تو اللہ نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور وہ سب بندر بن گئے۔ ۱۶۲ ان لوگوں میں تین جماعتیں تھیں پہلی جماعت ہفتہ کے دن شکار کرتی تھی۔ دوسری جماعت ان کو اس سے منع کرتی تھی اور تیسری جماعت نہ شکار کرتی تھی اور نہ شکار کرنے والوں کو منع کرتی تھی بلکہ منع کرنے والوں سے بھی کہتی تھی کہ تم خوب جانتے ہو کہ اللہ ان کو ہلاک کرنے والا یا شدید عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے۔ اس لئے ان کو وعظ ونصیحت کر کے کیوں دماغ سوزی کرتے ہو۔ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّكُمْ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو اللہ کے سامنے بطور معذرت ان کو اس فعل قبیح سے روکتے ہیں تاکہ نہی عن المنکر کا جو فریضہ ہمارے ذمہ ہے اس میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ نیز ممکن ہے کہ وہ اس فعل سے باز آجائیں۔ مَعْذِرَةً فعل مقدر یعنی نَعْتَذِرُ کا مفعول مطلق ہے۔ قَالَ جمهور المفسرين ان بنى اسرائيل افترقت ثلث فرق . . . فرقة عصت وصادت . . . . وفرقة نهت واعتزلت . . . . وفرقة اعتزلت ولم تنه وتعص وان هذه الطائفة قالت للناهية لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ (قرطبی ج ۷ ص ۳۰۶)

حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ
جہاں سے چاہو اور کہو ہم کو بخش دے اور داخل ہو دروازے میں
سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ
سجدہ کرتے ہوئے تو بخش دیں گے ہم تمہاری خطائیں البتہ زیادہ دیں گے ہم
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ
نیکی کرنے والوں کو ف۱ سو بدل ڈالا ۱۶۰ ظالموں نے ان میں سے
قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
دوسرا لفظ اس کے سوا جو ان سے کہہ دیا گیا تھا پھر بھیجا ہم نے ان پر
رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْـَٔــلْهُمْ
عذاب آسمان سے بسبب ان کی شرارت کے اور پوچھ ان سے ۱۶۱
عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ
حال اس بستی کا جو تھی دریا کے کنارے جب حد سے بڑھنے لگے
فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ
ہفتہ کے حکم میں جب آنے لگیں ان کے پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن
شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ڔ كَذٰلِكَ ۚ
پانی کے اوپر اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو نہ آتی تھیں اسی طرح
نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ
ہم نے ان کو آزمایا اس لئے کہ وہ نافرمان تھے ف۲ ف۱ اور جب بولا ف۲ ۱۶۲
اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ
ان میں سے ایک فرقہ کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جن کو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا
مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً
ان کو عذاب دے سخت وہ بولے الزام اتارنے کی غرض سے

ع ۲۰ ۵ ۱۰ وقف لازم

صع النصف

۷ قصص کے اختتام پر تخویف دنیوی جو اللہ کے حرام کو حیلوں سے حلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں

۷ [illegible]

موضح قرآن ف۱ یعنی ابھی ایک شہر فتح ہوا ہے۔ آگے سارا ملک ملے گا۔ ف۲ حضرت داؤد کے عہد میں قصہ ہوا ہے۔ یہود پر ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا۔ اللہ نے اس شہر والوں کو یہ حکم دیکھا۔ لگا آزمانے ہفتے کے دن مچھلیاں اوپر پھریں اور دونوں غائب رہیں۔ ان کا جی نہ رہ سکا۔ آخر ہفتہ کو شکار کیا۔ اپنی دانست میں حیلہ کیا کہ کنارے دریا کے پانی کاٹ لائے کہ مچھلیاں وہاں بند ہو رہیں۔ تو بھی مچھلیاں نہ ہاتھ آئیں۔ ہفتہ کی شام کو نکل جاتیں آخر ہفتے کے دن راہ بھاگنے کی بند کی اتوار کو پکڑ لیا۔ پھر وہ لوگ بندر ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو حلال روزی نہ ملے اور حرام چاہے تو ملے تو اس کو آزمائش ہے۔ آخر وہ روزی وبال ہوگی اور معلوم ہوا کہ حیلہ اللہ پاس کام نہیں آتا۔

فتح الرحمٰن ف۱ اہل دیہ سہ قسم بودند قسمی شکار میکردند وقسمی ازان نہی میکردند وقسمی نہ شکار کردند و نہ ازان منع کردند ف۲ یعنی قسم ثالث نہی کنندگان را ۱۲

اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا

تمہارے رب کے آگے اور اس لئے کہ شاید وہ ڈریں ف۱ پھر جب وہ بھول ۱۶۳ گئے اسکو جو

ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ

ن کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے ان کو جو منع کرتے تھے

السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ

برے کام سے اور پکڑا گنہگاروں کو برے عذاب میں

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا

بسبب ان کی نافرمانی کے پھر جب بڑھنے لگے اس کام میں جس سے وہ روکے

عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ

گئے تھے تو ہم نے حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل ف۲ اور اس وقت کو یاد

تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

کرو جب خبر کر ۱۶۴ دی تھی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا یہود پر قیامت کے دن تک ف۳

مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

ایسے شخص کو کہ دیا کرے ان کو عذاب بے شک تیرا رب

لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے ف۴

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ

اور متفرق کر دیا ہم نے ۱۶۵ ان کو ملک میں فرقے فرقے بعضے ان میں نیک

وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ

اور بعضے اور طرح کے اور ہم نے ان کی آزمائش کی خوبیوں میں اور

السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ

برائیوں میں تاکہ وہ پھر آئیں ف۵ پھر ان کے پیچھے ۱۶۶

۱۶۳ یہاں نَسُوْا بمعنی تَرَکُوْا ہے یعنی جب انہوں نے اپنی قوم کے صلحاء اور ناصحین کی پند و نصیحت کو چھوڑ دیا اور اس سے بالکلیہ اعراض کر لیا تو برائی سے روکنے والوں کو تو ہم نے بچا لیا مگر ان ظالموں کو جو سرکشی اور نافرمانی کرتے تھے دردناک عذاب سے پکڑ لیا۔ فَلَمَّا عَتَوْا جب وہ اللہ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے اور ان کا انکار ضد و عناد کی حد کو پہنچ گیا تو ہم نے ان کی شکلیں مسخ کر دیں اور ان کو بندر بنا دیا۔ **۱۶۴** یہ تخویف دنیوی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے اسلاف کو آگاہ کر دیا تھا کہ اگر وہ آخر الزمان پیغمبر نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو قیامت تک ذلیل و خوار رہیں گے اور ان پر ہمیشہ ایسے لوگ مسلط رہیں گے جن کے ہاتھوں وہ سخت تکلیفیں اٹھائیں گے **۱۶۵** اور ہم نے ان کی جمعیت کو متفرق کر دیا اور زمین کے مختلف حصوں میں ان کو منتشر کر کے ان کی قوت و شوکت کو ختم کر دیا۔ ہر زمانے میں ان میں کچھ اچھے لوگ بھی رہتے ہیں جو اپنے اصلی دین پر قائم رہے یا جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لائے لیکن اکثریت فاسق اور کافر ہی رہی۔ وَبَلَوْنٰهُمْ الخ اور ہم خوشحالی اور قحط سالی اور دیگر طریقوں سے آرام و راحت اور تکلیف و شدائد سے ان کی آزمائش بھی کرتے رہے تاکہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں اور اللہ کے دین کی سچے دل سے پیروی کرنے لیں لگ جائیں۔ **۱۶۶** قوم کے صالحین اور نیک لوگوں کے بعد نااہل اور برے لوگ پیدا ہوئے جو تورات کی علمی وراثت پر قابض ہوئے جنہوں نے تورات کو دنیوی اغراض کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وہ غلط فتویٰ اور خلاف حق فیصلہ دے کر لوگوں سے رشوتیں لیتے اور کتاب اللہ کی تحریف کر کے غیر اللہ کی نذریں اور نیازیں حلال ہونے کے فتوے دے کر اور عوام کو جھوٹی باتیں بتا کر دولت جمع کرنے میں لگ گئے۔ والمراد بهذا العرض ما یاخذونه من الرشا فی الحکومات و علی تحریف الکلام (روح ج ۹ ص ۹۶)

۱۶۴ تخویف [illegible] دنیوی
۱۶۵ یعنی [illegible] یہودی
۱۶۶ بعد [illegible]
کی جگہ [illegible] مال
حرام [illegible]
[illegible]

موضح قرآن ف۱ ان میں تین فرقے ہوئے۔ ایک شکار کرنے ایک منع کرتے جاتے اور ایک تھک کر منع کرنا چھوڑ بیٹھے۔ لیکن وہ بہتر تھے جو منع کرتے تھے۔ ف۲ منع کرنے والوں نے شکار کرنے والوں سے ملنا چھوڑ دیا اور بیچ میں دیوار اٹھالی ایک دن صبح کو اٹھے دوسروں کی آواز نہ سنی دیوار پر سے دیکھا ہر گھر میں بندر وہ آدمیوں کو پہچان اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر رکھنے لگے اور رونے لگے برے حال سے تین دن میں مر گئے۔ ف۳ تورات میں فرمایا تھا کہ جب حکم توریت چھوڑ دوگے تو تم پر اور بندے مسلط ہونگے پھر قیامت تک تم ذلیل رہوگے اب یہود کو کہیں کی حکومت نہیں غیر کی رعیت ہیں۔ ف۴ یہود کی دولت برہم ہوئی تو آپس کی مخالفت سے ہر طرف نکل گئے اور مذہب مختلف پیدا ہوئے یہ احوال اس امت کو سنایا ہے کہ یہ سب کچھ ان پر بھی ہوگا۔ حدیث میں فرمایا ہے کہ اس امت میں بھی بعضے بندر اور سور ہو جاوینگے۔ اللہ گمراہی سے پناہ دے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بنی اسرائیل را ۱۲ ف۲ بعد ازیں ہیچ پادشاہی در بنی اسرائیل پیدا نہ شد و ہمیشہ لگدکوب پادشاہان اسلام و نصاریٰ و مجوس می بودند ۱۲

بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ
آئے ناخلف جو وارث بنے کتاب کے حطے لیتے ہیں اسباب
هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ
اس ادنیٰ زندگانی کا اور کہتے ہیں کہ ۱۶۷ف ہم کو معاف ہو جائے گا اور اگر
يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۗ اَلَمْ يُؤْخَذْ
ایسا ہی اسباب ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو لے لیویں ف۱ کیا ان سے کتاب ۱۶۸ف
عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ
میں عہد نہیں لیا گیا کہ نہ بولیں اللہ پر
اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۗ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ
سوا سچ کے اور انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے اور آخرت کا گھر
خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ
بہتر ہے ڈرنے والوں کے لئے کیا تم سمجھتے نہیں ف۲ اور
الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۗ
جو لوگ خوب پکڑ رہے ۱۶۹ف ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں نماز کو
اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا
بیشک ہم ضائع نہ کریں گے ثواب نیکی والوں کا اور جس وقت اٹھایا ہم نے ۱۷۰ف
الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌ
پہاڑ ان کے اوپر مثل سائبان کے اور ڈرے کہ وہ ان
بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ
گرے گا ہم نے کہا پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو جو اس میں ہے
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۠ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ
تاکہ تم بچتے رہو اور جب تیرے رب ۱۷۱ف نے بنی آدم کی

ع ۲۱ ۱۲

ف۱۶۷ یہ ان کا مقولہ تھا
ف۱۶۸ ان کے مقولہ کی تردید بوجہ اول ۱۲
ف۱۶۹ بشارت ۱۲
ف۱۷۰ تردید بوجہ ثانی ۱۲
ف۱۷۱ تردید بوجہ ثالث ۱۲

ف۱۶۷ اللہ کی کتاب کو خبیث دنیا کے عوض فروخت کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہمیں اس گناہ پر گرفت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ تھا کہ "نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ"۔ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ الخ یہ يَقُوْلُوْنَ کی ضمیر سے حال ہے یعنی ایک طرف تو وہ اس گناہ کی مغفرت کے امیدوار ہیں اور دوسری طرف ان کا حال یہ ہے کہ اس گناہ پر اصرار بھی کر رہے ہیں اور متاع دنیا کے عوض اللہ کی کتاب کو بیچنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول شنیع کا چار طریقوں سے رد فرمایا ہے۔

ف۱۶۸ یہ یہود کے قول مذکور کے بطلان کی پہلی دلیل ہے یعنی اگر وہ بخشے ہوئے تھے تو ان سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لینے کی کیا ضرورت تھی۔ مِيْثَاقُ الْكِتٰبِ یعنی وہ عہد جو تورات میں ان سے لیا گیا تھا اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا یہ مِيْثَاقُ کا عطف بیان یا اس سے بدل ہے یعنی میثاق (عہد) یہ تھا کہ وہ اللہ کی طرف صرف حق بات ہی کو منسوب کریں۔ اور اپنی طرف سے غلط باتیں بنا کر اللہ کے ذمہ نہ لگائیں اور وہ تورات پڑھ چکے ہیں اور یہ عہد ان کو خوب یاد ہے۔ اس لئے ان کا فرض تھا کہ وہ اس عہد کو پورا کرتے مگر انہوں نے حقیر دنیا کی خاطر اللہ کا عہد توڑ دیا حالانکہ دار آخرت ان کے لئے بہتر تھا۔ اگر وہ اللہ سے ڈرتے اور عہد پر قائم رہتے۔ -

ف۱۶۹ یہ میثاق پر قائم رہنے والوں کیلئے بشارت ہے اور اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو تورات کے عہد پر قائم رہے اور اس کے احکام پر عمل کیا اور اس میں کسی قسم کی تحریف نہ کی مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام اور دوسرے اسلام قبول کرنے والے یہودی قال مجاهد هم الذين امنوا من اهل الكتاب كعبد الله بن سلام واصحابه تمسكوا بالكتاب الذي جاء به موسى عليه السلام فلم يحرفوه ولم يكتموه ولم يتخذوه ماكلة (ابو السعود ج ۴ ص ۲۵)

ف۱۷۰ یہ یہود کے قول کی شناعت پر دوسری دلیل ہے یعنی اگر وہ بخشے ہوئے ہوتے تو کوہ طور ان پر معلق کر کے ان سے تورات کو قائم کرنے کا عہد کیوں لیا جاتا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے تورات پیش کی اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا تو وہ بگڑ گئے اور کہنے لگے اس کے احکام تو سخت ہیں ہم سے ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ان کا یہ انکار چونکہ سراسر عناداً تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا۔ انہوں نے کوہ طور کو اٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دیا۔ بنی اسرائیل کو یقین ہو گیا کہ وہ ان پر گر پڑے گا تو انہوں نے عہد کیا کہ وہ تورات کے احکام پر ضرور عمل کریں گے۔ **ف۱۷۱** یہ ان کے قول باطل کے رد کی تیسری وجہ ہے یعنی اگر بخشے ہوئے ہوتے تمام بنی آدم

موضح قرآن ف پچھلے لوگ رشوت لیکر مسئلے غلط کہنے لگے اور امید رکھی کہ ہم بخشے جاویں گے حالانکہ پھر اسی کام کو حاضر ہیں امید بخشنے کی ہے جب باز آویں یہ اسباب زندگی مال دنیا کو فرمایا۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی احبار بنی اسرائیل ۱۲ ف۲ یعنی مُصر اند بر اخذ آں و عزیمت دارند بر آں و توبۂ صحیح بعمل نیاورند ۱۲

کے ساتھ ان سے ہم اپنی ربوبیت کا عہد کیوں لیتے مِنْ ظُهُوْرِهِمْ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ سے بدل ہے اور ذُرِّیَّتَهُمْ، اَخَذَ کا مفعول ہے۔ یعنی اولاد آدم سے ان کی اولاد کو پیدا کیا، اور سب سے عہد لیا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا پروردگار اور مالک نہیں ہوں قَالُوْا بَلٰی تو سب نے کہا کیوں نہیں؟ بیشک تو ہمارا رب ہے۔ ہم سب اس کا اقرار کرتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور معبود ہے۔ والمعنی شهدنا انك ربنا والهنا (قرطبی ج ۷ ص۳۱۵) یہ عہد کب لیا گیا؟ عام طور پر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ عہد عالم ارواح میں لیا گیا۔ اس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کی روحوں کو نکال کر ان سے اقرار لیا گیا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ عہد ہر شخص سے اس کی پیدائش کے وقت لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص اپنی فطرت کے لحاظ سے موحد ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (روم ع ۴) اسی طرح ایک جگہ فرمایا۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (زخرف ع ۷) یہ اللہ کے خالق و مالک ہونے کا علم ان کو پیدائش کے وقت ہی سے ملا تھا۔ **۱۷۲** یہ اصل میں کراهة ان تقولوا یا لئلا تقولوا تھا۔ یعنی یہ عہد ربوبیت اس لئے لیا تاکہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم تو توحید سے بالکل بے خبر تھے اور ہم کو اس کا بالکل علم ہی نہ تھا اَوْ تَقُوْلُوْا یہ پہلے تَقُوْلُوْا پر معطوف ہے اور نہ یہ عذر پیش کر سکو گے کہ شرک کے اصل بانی تو ہمارے باپ دادا تھے ہم ان کے بعد پیدا ہوئے اور ہم نے محض ان کی دیکھا دیکھی شرک کیا اس لئے ان کے فعل کی وجہ سے ہمیں کیوں ہلاک کرتا ہے۔ اس عذر کو ختم کرنے کے لئے ہم نے ہر ایک سے عہد لیا۔ **۱۷۳** یہ ان کے قول کے رد کی چوتھی وجہ ہے یعنی اگر وہ بخشے ہوئے ہوتے اور ان کو کسی عمل خیر کی حاجت اور گناہوں سے بچنے کی ضرورت نہ ہوتی تو ان ہی میں کے ایک نیک اور پارسا آدمی کو اس کے گناہ عظیم کی وجہ سے ہم ذلت کے گڑھے میں کیوں ڈال دیتے۔ ان آیتوں میں بلعم بن باعوراء کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ بلعم بن باعورا بنی اسرائیل میں سے تھا اور اس کے پاس آسمانی کتاب کا علم تھا۔ وہ بہت نیک اور صالح تھا کہتے ہیں وہ اسم اعظم جانتا تھا اس لئے بہت مستجاب الدعوات تھا۔ بعد میں دولت کے لالچ اور اپنی بیوی کے بہکانے سے آیات ہدایات کو چھوڑ کر گمراہ ہو گیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے جہاد کا ارادہ کیا تو وہ بلعم کے پاس آئے اور اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنے کی درخواست کی پہلے تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا پیغمبر ہے اور اس کے ساتھ فرشتے اور مومنین ہیں اس لئے میں اس پر کس طرح بددعا کر سکتا ہوں۔ آخر ان کے اصرار اور کچھ تحفے تحائف پیش کرنے پر اور بیوی کے بہکانے پر وہ مان گیا۔ جونہی اس نے اللہ کے نبی کے خلاف زبان کھولی۔ اللہ نے اس کی ساری روحانیت سلب کر لی۔ تمام کمالات زائل ہو گئے۔ ایمان سے محروم کر دیا گیا اور اس کی زبان منہ سے نکل کر نیچے لٹک گئی جس طرح شدت گرما کی وجہ سے کتے کی زبان باہر نکل آتی ہے اور وہ ہانپنے لگتا ہے۔ اس میں اس کی ذلت کا اظہار ہے **۱۷۴** یعنی وہ

مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤی
پیٹھوں سے ان کی اولاد کو ف۱ اور اقرار کرایا ان سے
اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ
ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب بولے ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں
اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ (۱۷۲)
کبھی کہنے لگو قیامت ۱۷۲ کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی
اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا
یا کہنے لگو کہ شرک تو نکالا تھا ہمارے باپ دادوں نے ہم سے پہلے اور ہم ہوئے
ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ
ان کی اولاد ان کے پیچھے ف۲ تو کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا
الْمُبْطِلُوْنَ (۱۷۳) وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلَعَلَّهُمْ
گمراہوں نے ف۱ اور یوں ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیتیں تاکہ وہ
یَرْجِعُوْنَ (۱۷۴) وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ
پھر آئیں ف۲ اور سنا دے ان کو ۱۷۳ حال اس شخص کا جس کو ہم نے دی تھیں
اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ
اپنی آیتیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا ف۳ پھر اس کے پیچھے لگا شیطان تو وہ ہو گیا
مِنَ الْغٰوِیْنَ (۱۷۵) وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ
گمراہوں میں ف۴ اور ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کا رتبہ ف۵ ان آیتوں کی بدولت
لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ
لیکن وہ تو ہو رہا زمین کا ۱۷۴ اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہش کے تو اس کا حال
كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ
ایسا جیسے کتا اس پر تو بوجھ لادے ف۶ تو ہانپے اور چھوڑ دے

ع ۷
عند المتاخرین ۱۳

لہ یعنی من بنی آدم [illegible] سے حال ہے [illegible] انسان کی پیدائش کے وقت عہد [illegible] فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ اور حدیث [illegible] مولود الا یولد علی الفطرۃ [illegible] الرحمٰن
لہ تقولوا من اجل [illegible] محذوف [illegible] ذلت کا بیان [illegible]

موضح قرآن ف۱ اللہ تعالیٰ حضرت آدم کی پشت سے ان کی اولاد اور ان سے ان کی اولاد نکالی سب سے اقرار کروایا اپنی خدائی کا پھر پشت میں داخل کیا اس سے مدعا یہ کہ خدا کے ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت ہے باپ کی تقلید نہ چاہیئے اگر باپ شرک کرے تو بیٹے کو چاہیئے کہ ایمان لاوے اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا پھر کیا حاصل تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے سارا جہان قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے اور شرک کرتا ہے سو اپنی عقل ناقص کے دخل سے پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی روز میثاق از آدم اولاد او را و از اولاد او اولاد ایشان را پیدا کرد و از ایشان اولاد ایشان بترتیبی که در خارج متحقق شد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی پس تقلید ایشان کردیم ۱۲ ف۳ یعنی تابع شهوات نفس شد و تابع شهوات نفس را عالم نتوان گفت ۱۲ ف۴ یعنی بلعم باعور که کتب الٰہی خوانده بود و بعد ازاں باغوای زن خود ایذای حضرت موسیٰ علیہ السلام قصد کرد و ملعون شد ۱۲ ف۵ یعنی منزلے او را

دنیا کی طرف مائل ہوگیا۔ ای رکن الی الدنیا ومال الیہا (روح ج ۹ ص۱۱۴) ذلت و دناءت طبع میں اسکی مثال بالکل کتے کی سی ہے کہ اگر تم اس پر حملہ کرو اور بھگاؤ تو بھی وہ ہانپتا ہے اور اگر اسے آزاد چھوڑ دو تو بھی وہ ہانپتا ہے یعنی زبان باہر لٹکا کر ہانپنا اسکی طبعی عادت ہے۔ اسی طرح بلعم بن باعوراء کی زبان لٹک گئی تھی **۱۷۶** اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا سے مشرکین مکہ مراد ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے وہ پہلے تمنا کیا کرتے تھے کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی ہادی اور رہنما آئے جب اللہ کا پیغمبر ہادی بنکر آگیا تو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرنے لگے اور ہدایت کی راہ سے ہٹ گئے (روح) ان لوگوں کی مثال بعینہٖ بلعم بن باعوراء کی سی ہے جسے اللہ نے ہدایت دی مگر وہ ہدایت سے نکلکر شیطان کے تابع ہوگیا۔ سَآءَ مَثَلًا الخ اللہ کی آیتوں کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنیوالوں کی مثال بہت ہی بری ہے کوئی غیرت مند انسان اس کو اپنے پر چسپاں کرنے کے لئے تیار نہیں۔ **۱۷۷** یہ پہلے دعوے سے متعلق ہے یعنی آپ کی جرأت و استقلال سے توحید کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے **۱۷۸** یہ دوسرے دعویٰ سے متعلق ہے۔ جو لوگ کفر و شرک پر مصر ہیں اور ضد و عناد کی وجہ سے حق بات کا انکار کرتے ہیں انکو ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان کو ہم نے دل دیئے آنکھیں اور کان دیئے مگر وہ ہیں کہ ان چیزوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ وہ بالکل چوپایوں کی مانند ہیں جن کو بالکل حق و باطل کا کوئی امتیاز نہیں بالکل یہی حال ان لوگوں کا ہے یہانتک کہ وہ جانوروں کی طرح ننگے ہونے سے بھی نہیں شرماتے جیسا کہ مشرکین طواف کعبہ کے وقت کیا کرتے تھے **۱۷۹** یہ تیسرے دعوی سے متعلق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بیشمار صفاتی نام ہیں تم اس کی صفتوں کے ساتھ صرف اسی کو پکارو اور اسی سے حاجتیں مانگو اسکے سوا کوئی عالم الغیب اور کارساز نہیں۔ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ الخ اور جو لوگ اللہ کی صفات میں الحاد اور کجروی اختیار کرتے ہیں آپ ان سے اجتناب کریں ان کو اپنے کئے کی جزاء و سزا ملے گی۔ اللہ کی صفات میں الحاد سے مراد یہ ہے کہ اس کی صفات میں غیر اللہ کو شریک کیا جائے یا کسی کو اللہ کا ولد اور نائب قرار دیکر اللہ کی الوہیت کو اس کی طرف منسوب کیا جائے جیسا کہ عیسائی اور مشرکین مکہ کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں "یعنی ابوالمسیح ابوالملائکہ میگفتند" (فتح الرحمٰن)

يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

تو ہانپے یہ مثال ہے ان **۱۷۶** لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ

سو بیان کر یہ احوال تاکہ وہ دھیان کریں ف بری

مَثَلَا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ

مثال ہے ان لوگوں کی کہ جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو اور وہ اپنا ہی

كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ

نقصان کرتے رہے جس کو اللہ رستہ دے **۱۷۷** وہی رستہ پاوے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ

اور جس کو وہ بچلادے سو وہی ہیں ٹوٹے میں اور **۱۷۸**

ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ

ہم نے پیدا کئے ہیں دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی ان کے

قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ

دل ہیں ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں

بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ

اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں

كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ

جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ وہی لوگ ہیں غافل **۱۷۹**

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ص وَذَرُوا

اور اللہ کے لئے ہیں سب نام اچھے **۱۸۰** سو اس کو پکارو وہی نام کہہ کر اور چھوڑ دو

الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ط سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا

ان کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں ف۱ وہ بدلہ پا رہیں گے

۱۷۶ یہاں سے آیات تینوں دعووں کے متعلق آرہی ہیں
۱۷۷ یہ آیت پہلے دعوے سے متعلق ہے
۱۷۸ یہ آیت دوسرے دعوے سے متعلق ہے یعنی جانوروں کی طرح ننگا ہونا پسند کرتے ہیں ۱۲
۱۷۹ یہ آیت تیسرے دعوے سے متعلق
[illegible] دعوے [illegible] متعلق ۱۲

موضح قرآن ف حضرت موسیٰ کا لشکر چلا ایک بادشاہ پر اس کے ملک میں ایک درویش تھا صاحب تصرف بادشاہ نے اس سے مدد چاہی اس کو باطن سے منع ہوا پھر بادشاہ نے اس کی عورت کو مال کی طمع دی اس نے اس کو راضی کر کر بھیجا وہاں اپنے عمل چلتے نہ دیکھے بادشاہ کو حیلہ سکھایا کہ اس لشکر میں فاحشہ عورتیں بھیجے اور لوگ بدکاری کریں تو ان پر ذلت پڑے حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے حیلہ پیش نہ چلایا لیکن سکھانے والا مردود ہوا شاید دنیا میں یا آخرت میں اس کو یہ عذاب ہوا کہ کتے کی طرح زبان لٹک پڑی حق تعالیٰ نے یہ قصہ یہود کو سنایا کہ اگرچہ علم کامل اپنے پاس ہو کام تب آوے کہ آپ اس کے تابع ہو اور اگر آپ تابع ہو حرص کا اور چاہے کہ علم میرے کام آوے تو کچھ نہیں ہوتا اور شاید ہانپنے کتے کی مثال اس میں یہ ہو کہ جبتک وہ حرص سے خالی تھا اس کو باطن سے صحیح معلوم ہوا جب دل میں حرص پیٹھی تو باطن سے معلوم نہ ہوا یا اگر مجمل معلوم ہوا اس کو اپنی طبیعت کے موافق سمجھ لیا نقل ہے کہ جب وہ چلنے لگا تو چاہا کہ پھر غیب سے کچھ معلوم ہو تب معلوم ہوا کہ جا جب راہ میں پہنچا تو ایک فرشتہ راہ میں ملا شمشیر ننگی ہاتھ میں اس نے التجا کی کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں کہا جا لیکن کچھ بددعا نہ کریو پھر بادشاہ پاس پہنچکر لگا بددعا کرنے منہ سے خود بخود دعائے نیک نکلنے لگی حضرت موسیٰ کے لشکر کو تب ناچار وہ حیلہ سکھایا۔ ف۲ یعنی خدا اور رسول کو پہچاننا اور انکے حکم سیکھنے ہر کسی پر فرض ہیں نہ کرے تو دوزخ میں جاوے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی ابوالمسیح و ابوالملائکہ میگفتند ۱۲

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

اپنے کئے کا اور ان لوگوں میں کہ جن کو **۱۷۹** ہم نے پیدا کیا ہے ایک جماعت ہے کہ راہ بتلاتے ہیں سچی

وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور جنہوں نے جھٹلایا **۱۸۰** ہماری آیتوں کو

۲۲ ع ۱۲

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾

ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے ایسی جگہ سے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہوگی

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا

اور میں ان کو ڈھیل دوں گا بے شک میرا داؤ پکا ہے کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا **۱۸۱**

مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ

کہ ان کے رفیق کو کچھ بھی جنون نہیں وہ تو ڈرانے والا ہے

مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ

صاف **۱۸۲** کیا انہوں نے نظر نہیں کی سلطنت میں آسمان

وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ

اور زمین کی اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے ہر چیز سے اور اس میں کہ

عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ

شاید قریب آ گیا ہو ان کا وعدہ سو اس

حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

کے پیچھے کس بات پر ایمان لائیں گے جس کو اللہ بھٹکائے

فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

اس کو کوئی نہیں راہ دکھانے والا اور ان کو چھوڑ رکھا ہے ان کی شرارت میں سرگرداں

يَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ

تجھ سے پوچھتے ہیں **۱۸۳** قیامت کو کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت تو کہہ

۱۷۹ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مذکورہ بالا اوصاف رکھنے والوں کے علاوہ ہیں۔ **۱۸۰** یہ پہلے دعوے سے متعلق ہے آپ تبلیغ توحید کا فریضہ انجام دیتے ہیں جو لوگ عناد سے تکذیب کرتے ہیں ان کو ہم اس طرح آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ہم نے ان کو مہلت اس لئے دے رکھی ہے تاکہ وہ دل کھول کر گناہوں کا ارتکاب کرلیں اور شدید ترین عذاب آخرت کے مستحق ہوجائیں مگر وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اللہ ان پر خوش ہے۔ لیس المطلوب لاتدرجهم في مدارج المعاصي الى ان يحق عليهم كلمة العذاب الاخروي او الدنيوي على ما قيل على افظع حال واشنعها وادرار النعم وسيلة الى ذلك (روح ج ۹ ص۱۲۶) **۱۸۱** یہ منکرین کے لئے زجر ہے اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا الخ یہ زمین و آسمان کی کتاب عبرت کے صفحات ان کے سامنے کھلے ہیں کیا وہ ان میں غور نہیں کرتے۔ یہ تکوینی دلائل اس قدر واضح ہیں کہ ان کو دیکھ کر لامحالہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا یقین ہوجاتا ہے اور کیا انہوں نے کبھی اس میں غور نہیں کیا کہ کہیں ان کی اجل موت یا اجل عذاب قریب آ چکی ہو۔ اگر اب وہ قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے تو اس کے بعد کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ جو لوگ قرآن جیسی سچی اور صدق محض کتاب پر ایمان نہیں لاتے جو ان کی نجات و فلاح کی ضامن ہے۔ اصل میں ان کی فطرتیں مسخ اور ان کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں باطل ہوچکی ہیں۔ اذا لم يؤمنوا بهذا الحديث هو الصدق المحض وفيه نجاتهم وخلاصهم فكيف يصدقون بحديث غيره والمعنى انه ليس من طباعهم التصديق بما فيه خلاصهم (بحر ج ۴ ص۴۳۳) **۱۸۳** زجر ہے جب آپ قیامت سے ڈراتے ہیں تو ماننے کے بجائے الٹے ضد و عناد کی وجہ سے سوال کرنے لگتے ہیں کہ وہ قیامت آئے گی کب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم قیامت کی نفی سات طریقوں سے کی گئی۔ پہلا طریقہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اس کے جواب میں صاف کہہ دیں۔ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ دوسرا طریقہ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ۔ جب اس کا وقت آپہنچے گا تو وہ خود ہی اس کو ظاہر فرمائیگا۔ تیسرا طریقہ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ الخ زمین و آسمان میں قیامت کے علم کا معاملہ بہت اہم ہے۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق سے قیامت کا علم پوشیدہ ہے اور ہر ایک کی تمنا ہے کہ اس کا علم اس پر منکشف ہوجائے۔ اي كل من اهلها من الملائكة والثقلين اهمه شان الساعة ويتمنى ان يتجلى له علمها ويشق عليه خفاءها (مدارك ج ۲ ص۶۷) والمراد كبرت وعظمت على اهلها حيث لم يعلموا وقت وقوعها (روح ج ۹ ص۱۳۱) چوتھا طریقہ يَسْــَٔـلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا مشرکین قیامت کے بارے میں آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ اس کی تلاش اور جستجو میں ہیں اور اس کا علم حاصل کرچکے ہیں ای عالم بها كثير السوال عنها (قرطبی ج ۷ ص۳۳۶) پانچواں طریقہ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ دوبارہ تاکیداً حکم دیا کہ آپ اعلان کردیں کہ قیامت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم تمام مخلوق سے پوشیدہ کر رکھا ہے کیونکہ حکمت تشریعیہ کا اقتضا یہی ہے اسی طرح انسان کی موت کے وقت کا علم مخفی ہے کیونکہ یہ چیز احکام خداوندی کی بجا آوری اور گناہوں سے اجتناب میں زیادہ معاون و مؤثر ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس علم کو کسی نبی مرسل اور ملک مقرب پر بھی ظاہر نہیں فرمایا۔ وانما اخفى سبحانه امر الساعة لاقتضاء الحكمة التشريعية ذلك فانه ادعى الى الطاعة وازجر عن المعصية كما ان اخفاء الاجل الخاص للانسان

۱۸۲ یہ آیت [illegible] متعلق ہے ۱۲ **۱۸۳** زجر ہے [illegible]

قیامت کو ماننے کی بجائے الٹا سوال کرتے ہیں **۱۸۴** جواب شکویٰ یہ جسم اول ۱۲

موضح قرآن **ف** یعنی اللہ نے اپنے وصف بتائے ہیں کہ مناجات میں وہ کہکر پکارو کہ تم پر متوجہ ہو اور کج راہ نہ چلو کج راہ یہ کہ جو وصف نہیں بتائے وہ کہے جیسے اللہ کو بڑا کہا لیکن سخی نہیں کہا۔ یا قدیم کہا پرانا نہ کہا۔ اور ایک کج راہ یہ کہ ان کو سحر میں چلاوے وہ اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے یعنی قرب خدا نہ ملے گا۔ وہ مطلب ملیگا بھلا یا بُرا۔ **ف۲** یعنی شرع پر۔ **ف۳** رفیق فرمایا پیغمبر کو کہ ہمیشہ ان کے پاس ہے اور وہ اس کے حال سے واقف ہیں۔

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ

اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائے گا اس کو اس کے وقت پر

ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا

وہ بھاری بات ہے ف۱ آسمانوں اور زمین میں جب تم پر آئے گی تو

بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ

بے خبر آئے گی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ گویا تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے ف۲ تو کہہ دے

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

اس کی خبر ہے خاص اللہ کے پاس لیکن اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

سمجھتے تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور نہ برے کا

اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں ۱۸۴ھ جان لیا کرتا غیب کی بات

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ

تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

میں تو بس ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایماندار لوگوں کو

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ

وہی ہے جس نے تم کو پیدا ۱۸۵ھ کیا ایک جان سے اور اسی

مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا

سے بنایا اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا

حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ

حمل رہا ہلکا سا حمل تو چلتی پھرتی رہی اس کے ساتھ پھر جب بوجھل ہو گئی

ع ۲۳ ۱۴

كذلك.... وظاهر الآية انه عليه الصلوٰة والسلام لم يعلم وقت قيامها نعم علم عليه الصلوٰة والسلام قربها على الاجمال (روح ج ۹ ص ۱۳۵) **۱۸۳ھ** چھٹا طریقہ۔ قیامت کا علم تو درکنار وہ تو بہت بڑی بات ہے میں تو اپنے نفع ونقصان کا مالک بھی نہیں ہوں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ یہ استثناء منقطع ہے یعنی جو کچھ اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اس میں انتہائی عجز کا اظہار ہے اور اس سے حضور علیہ السلام کا علم قیامت سے عجز کامل طور پر ثابت ہوتا ہے ولكن ما شاء الله من ذلك كائن فالاستثناء منقطع وهذا ابلغ فى اظهار العجز (ابو السعود ج ۴ ص ۲۸۵) والكلام مسوق لاثبات عجزه عن العلم بالساعة على اتم وجه (روح ج ۹ ص ۱۳۶) **۱۸۴ھ** ساتواں طریقہ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی پر ایک واضح دلیل ہے یعنی اگر میں غیب جانتا ہوتا تو دنیا کے تمام منافع حاصل کر لیتا اور تمام مضار سے بچ جاتا۔ اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ اہلِ بدعت کہتے ہیں کہ یہاں کُنْتُ ماضی کا صیغہ ہے اور یہ پہلے کی بات ہے۔ بعد میں آپ کو کلی علم غیب حاصل ہو گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب کلمہ لَوْ ماضی پر داخل ہو جائے تو وہ مفید استمرار ہوتا ہے جیسا کہ شرح عقائد اور حاشیہ خیالی میں مذکور ہے خیر سے دنیوی منافع اور سوء سے دنیوی تکلیفیں مراد ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی دنیوی منافع فوت ہو گئے اور کئی دنیوی تکلیفیں آپ کو پہنچیں۔ باقی رہی آخرت کی خیر تو وہ آپ کو تمام وکمال حاصل تھی اور آخرت کے مضار سے بھی محفوظ تھے۔ لہٰذا اب مبتدعین کا یہ اعتراض باطل ہو گیا کہ تمہارے مطلب سے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھلائی سے محروم ہونا لازم آتا ہے۔ **۱۸۵ھ** یہ دوسرے دعویٰ سے متعلق ہے یعنی اولاد کے لئے غیر اللہ کی نذریں نیازیں دیتے ہیں۔ مفسرین کے نزدیک نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ ان آیتوں میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے بعض لوگ اس کو حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ایک روایت سے تمسک کرتے ہیں محققین نے اس روایت کو غیر معتبر اور اسرائیلیات سے قرار دیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا سے روئے سخن بنی آدم کی طرف ہو گیا ہے اور تثنیہ کے صیغوں سے اولاد آدم میں سے مشرک خاوند بیوی مراد ہیں کہ وہ پہلے تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں کہ ان کے گھر میں صحیح اور تندرست بیٹا پیدا ہو اور وہ اس کا شکر ادا کریں گے لیکن جب اللہ ان کو فرزند نرینہ عطا کر دیتا ہے تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں کہ یہ بیٹا تو ان کو فلاں بزرگ کی برکت سے ملا ہے۔ پھر اسی بزرگ کی نذر ونیاز دیتے ہیں اور بعض اس کا نام بھی مشرکانہ ہی تجویز کرتے ہیں مثلاً عبد ود، عبد یغوث، عبد العزیٰ پیراں دتہ نبی بخش، علی بخش، حسین بخش وغیرہ۔ وقال قوم ان هذا راجع الى جنس الآدميين والتبيين عن حال المشركين من ذرية آدم عليه السلام وهو الذى يعول عليه۔ فقوله جعلا له يعنى الذكر والانثى الكافرين الخ (قرطبی ج ۷ ص ۳۳۹) لیکن حضرت شیخ رحمہ کے یہاں نفس واحدۃ سے مرد مراد ہے اور منھا سے مِنْ جِنْسِهَا مراد ہے۔ یعنی تم سب کو اپنے اپنے باپ سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا بھی اسی کی جنس سے پیدا کیا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اى من جنسها كما فى قوله سبحانه جعل لكم من انفسكم ازواجا فمن ابتدائية (روح) اس کے علاوہ بھی بہت سی آیتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (نحل ع ۱۰) اور وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (روم ع ۳) اس طرح آیت میں آدم وحوا علیہما السلام کا ذکر نہیں ہے بلکہ شروع ہی سے مطلق خاوند بیوی کا ذکر ہے **۱۸۶ھ** مشرکین کی انتہائی کم عقلی اور ہٹ دھرمی کا ذکر فرمایا کہ وہ کیسی عاجز مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک بناتے ہیں وہ اس قدر عاجز ولاچار ہیں کہ اپنی مدد نہیں کر سکتے تو ان کی کیا مدد کریں گے۔ دران

۱۸۴ جواب بوجہ ثانی
جواب بوجہ ثالث
جواب بوجہ رابع
جواب بوجہ خامس
۱۸۵ جواب بوجہ
جواب بوجہ سابع

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مشکل شدہ است دانستن قیامت ۱۲ ف۲ یعنی عالمی بآں ۱۲

تدعوهم الى الهدٰى الخ خطاب مشرکین سے ہے اور اس میں ان کے معبودوں کی انتہائی بے بسی کا بیان ہے یعنی تمہاری مدد کرنا تو درکنار وہ تو تمہاری بات کا جواب بھی نہیں دے سکتے۔ ان میں اتنی قدرت ہی نہیں والمعنى ان هذا المعبود الذى يعبده المشركون معلوم من حاله انه كما لا ينفع ولا يضر فكذا لا يعلم فيه اذا دعى الى الخير الاتباع (کبیر ج ٤ ص ٤٩٣) یا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ہے اور الهدٰى سے دین اسلام مراد ہے۔ یعنی اگر آپ ان مشرکین کو توحید اور دین اسلام کی دعوت دیں تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور وہ آپ کی بات نہیں مانیں گے۔ علامہ آلوسی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ١٨٨ یہ تیسرے دعوے سے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز پکارے جانے کے لائق نہیں معبودانِ باطلہ کے عجز اور ان کی عبادت کرنے والوں کی سفاہت کا مزید بیان ہے یعنی جن کو تم اللہ کے سوا حاجات میں غائبانہ پکارتے ہو وہ بھی تمہاری مانند اللہ کے عاجز بندے ہیں اور کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں ان کو پکار کر دیکھ لو اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ وہ نفع و نقصان کے مالک ہیں تو پھر انہیں تمہاری پکار قبول کر کے تمہاری حاجت برآری کرنی چاہیے حالانکہ وہ نہیں کر سکتے۔ ای فادعوهم فی دفع ضر او جلب نفع اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ، فی زعمكم انهم قادرون على ما انتم عاجزون عنه (روح ج ٩ ص ١٤٢) ١٨٩ اس سے معبودان باطلہ مراد ہیں اور یہاں ہر لحاظ سے ان کا عجز بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ حاجات و مشکلات میں مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ بعد ما بين ان شركاءهم لا يقدرون على شئ ما اصلًا امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بان يناصبهم للمحاجة (ابو السعود ج ٤ ص ٢٩٥) یا اس سے کفار مراد ہیں۔ جیسا کہ اسی سورت کے ع ٢٢ میں گذر چکا ہے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا الخ ١٩٠ جن کو تم اللہ کے سوا حاجات و مشکلات میں مدد کے لئے پکارتے ہو وہ تو اپنی مدد نہیں کر سکتے تمہاری کیا خاک مدد کریں گے۔ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ الخ اس میں بھی دو قول ہیں۔ اول خطاب مشرکین سے ہے، اور ضمیر منصوب سے معبودانِ باطلہ مراد ہیں یعنی اگر تم ان کو اپنے مقاصد میں راہنمائی کے لئے پکارو تو وہ تمہاری پکار سن ہی نہیں سکتے تو مدد کیا کریں گے۔ ای الى ان يهدوكم الى ما تحصلون به مقاصدكم (لا يسمعوا دعاءكم فضلًا عن المساعدة والامداد (روح ج ٩ ص ١٤٣) دوم خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے اور ضمیر منصوب سے مشرکین مراد ہیں۔

١۔ خطاب مشرکین سے ضمیر منصوب سے معبودان باطلہ مراد ہیں ٢۔ خطاب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ سے ضمیر منصوب سے مشرکین مراد ہیں ... معبودان باطلہ ہیں یا مشرکین

دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ
تو دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو کہ اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا
مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ
شکر کریں ف١ پھر جب ان کو دیا چنگا بھلا تو بنانے لگے اس کیلئے
شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾
شریک اس کی بخشی ہوئی چیز میں سو اللہ برتر ہے ان کے شریک بنانے سے ف٢
اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾
کیا شریک بناتے ہیں ایسوں کو جو پیدا نہ کریں ایک چیز بھی اور وہ پیدا ہوئے ہیں
وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ
اور نہیں کر سکتے ہیں ان کی مدد اور نہ اپنی
يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى
مدد کریں اور اگر تم ان کو پکارو رستہ کی طرف
لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ
تو نہ چلیں تمہاری پکار پر ف٣ برابر ہے تم پر کہ ان کو پکارو یا
اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ
چپکے رہو جن کو تم پکارتے ہو
دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا
اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے بھلا پکارو تو ان کو پس چاہیے کہ وہ قبول
لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٩٤﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ
کریں تمہارے پکارنے کو اگر تم سچے ہو کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلتے
بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ
ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں

موضح قرآن ف١ بعضے کہتے ہیں حضرت آدم و حوا پر یہ گذرا اول جو حمل ہوا ابلیس ملا ایک نیک مرد کی صورت بنکر آیا اور ڈرایا کہ تیرے پیٹ میں شاید کچھ بلا ہے جب دونوں دعا کرنے لگے تب کہا کہ تیری دعا سے یہ بلا بدل کر بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام رکھیو عبد الحارث حارث شیطان کا نام تھا۔ وہی کیا اس قصہ میں پیغمبروں سے شرک ثابت ہوتا ہے یا یہ قصہ غلط ہے اس آیت میں مرد عورت کو فرمایا ہے آدم و حوا کو نہیں کہ اول ذکر ان کا ہو چکا یا یوں کہیے کہ جو کچھ انسانوں میں ہونا مقدر تھا وہ حضرت آدم میں اول ظہور پکڑ گیا اس میں وہ نمونہ تقدیر کے تھے اولاد کے گناہ ان میں نظر آئے جیسے آئینے میں صورت چنانچہ نفس کی خواہش اور اللہ کی بے حکمی اور کہہ کر بھول جانا اور دیگر منکر ہونا یہ سب خوئیں ان میں نظر آچکیں

فتح الرحمن ف١ مترجم گوید منطبق بر حال حوا چنانکه در حدیث صحیح آمده که چون حوا حامله شد شیطان بدیشان وسواس انداخت و چون فرزند تولد شد نام او عبد الحارث مقرر کردند و چون وجود جمیع قیود از مثال این مواضع ضرور نیست آدم از لوث شرک مبرا باشد و این آیه عصمت او را مصادمت نکند کذا فهمت فلما تغشاها کلام علیحده است یعنی خدا تعالیٰ آدم و حوا پیدا کرد و از ایشان نسل بسیار پیدا آورد و بعد از آن تفصیل انتشار نسل میفرماید والله اعلم ١٢ ف٢ این تصویر است حال آدمی را که نزدیک ثقل حمل نیت اخلاص درست کنند و چون فرزند پدید آید آنرا فراموش سازند و در تسمیه شرک کنند و از ینجا دانسته که شرک در تسمیه نوعیست از شرک چنانکه اهل زمان ما غلام فلان و عبد فلان نام می نهند ١٢ ف٣ یعنی اگر بگوئید بخورید یا بیاشامید هیچ کار نکنند ١٢

اور مطلب یہ ہے کہ مشرکین کی جہالت وحماقت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ آپ توحید پر خواہ کیسے دلائل پیش کریں مگر وہ ایک نہیں سنیں گے وہ اپنی ظاہری آنکھوں سے تو آپ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں مگر ان کے دل کی آنکھیں بے نور ہیں۔ انہم قد بلغوا فی الجھل والحماقۃ الی انك لو دعوتھم واظھرت اعظم انواع الحجۃ والبرھان لم یسمعوا العقول لھم ذٰلك البتۃ

يُبْصِرُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا

جن سے دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں تو کہدے کہ پکارو

شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ

اپنے شریکوں کو پھر برائی کرو میرے حق میں اور مجھ کو ڈھیل نہ دو میرا حمایتی تو اللہ ہے

الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَ

جس نے اتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی اور

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ

جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا ۱۸۹ھ وہ نہیں کر سکتے تمہاری مدد

وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى

اور نہ اپنی جان بچا سکیں اور اگر تم ان کو پکارو رستہ کی طرف

لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا

تو کچھ نہ سنیں اور تو دیکھتا ہے ان کو کہ تک رہے ہیں تیری طرف اور وہ کچھ نہیں

يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ

دیکھتے عادت کر معاف کرنا ۱۹۰ھ اور کہہ نیک کام کو اور کنارہ کر

عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ

جاہلوں سے اور کبھی ابھار دے تجھ کو شیطان کی

نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾

چھیڑ تو پناہ مانگ اللہ سے وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۱

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ

جن کے دل میں ۱۹۱ھ ڈر ہے جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر

تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخْوَانُهُمْ

چونک گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ آ جاتی ہے اور جو شیطانوں کے ۱۹۲ھ بھائی ہیں ف۱

مراد مخاطبین مشرکین ہیں اور ھم سے مراد معبودان باطل یا مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اور ھم سے مراد مشرکین ہیں ۱۲ [illegible] ۱۲ [illegible] تعالیٰ [illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲

[illegible] ھذا

الکبر ج ۴ ص ۴۹۵ ۔ ۱۹۰ھ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی ہے وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ الخ نَزْغٌ سے شیطان کا وسوسہ ڈالنا مراد ہے۔ یعنی میں نے جو احکام صادر کئے ہیں۔ اگر شیطان ان کی مخالفت کا وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرے تو آپ اللہ سے پناہ مانگیں۔ اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد آپ کی وساطت سے ہر مخاطب ہے۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یہ ماقبل کی علت ہے ای یغنسنك بان یحملك بوسوسۃ علی ما لا یلیق فاطلب العیاذۃ باللّٰہ منہ (بحر ج ۴ ص ۴۴۴) حٰمٓ السجدۃ (ع ۵) میں ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یہاں ضمیر فصل اور خبر پر لام تعریف مفید حصر ہے یعنی چونکہ اللہ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے اس لئے اسی سے پناہ مانگو۔ ۱۹۱ھ طائف سے وسوسہ مراد ہے۔ اللہ سے پناہ مانگنا متقی اور نیک لوگوں کا دستور ہے۔ جب ان کے دل میں کوئی شیطانی وسوسہ آتا ہے تو فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں اور غلط اور صحیح کو فوراً پہچان لیتے ہیں۔ ۱۹۲ھ یہ زجر ہے۔ اِخْوَانُهُمْ کی ضمیر مجرور شیاطین کی طرف راجع ہے۔ يَمُدُّوْنَهُمْ میں ضمیر مرفوع سے شیاطین اور منصوب سے اخوان الشیاطین مراد ہیں۔ پرہیزگار لوگوں کے ذکر کے بعد برادرانِ شیاطین کا ذکر فرمایا کہ شیاطین ان کو گمراہ کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اس میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔ ۱۹۳ھ یہ شکوی ہے۔ اگر وحی میں ذرا تراخی ہو جائے تو مشرکین کہتے ہیں آپ اپنے پاس سے آیت بنا کر کیوں نہیں سنا دیتے قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ الخ یہ جواب شکوی ہے یعنی آپ فرما دیں میں تو اللہ تعالیٰ کی وحی کا تابع ہوں بس جو اس اللہ کی طرف سے جو کچھ وحی آتی ہے وہی سناتا ہوں اپنے پاس سے بنانے کا مجھے اختیار نہیں۔ وراذا لم تاتھم بایۃ من القرآن عند تراخی الوحی لماروی ن مجاھد وقتادۃ ر دیکھو پہلے مذکور ہوا۔ ۱۹۴ھ یہاں قرآن مجید پڑھنے، اسے غور سے سننے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اسی کو فوز و فلاح کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ قرآن میں اللہ نے توحید اور شرک کے تمام اقسام مثلاً شرک فعلی اور شرک اعتقادی کو کھول کر بیان کر دیا اور شریعت کے تمام اصول واضح فرما دیئے۔ حنفیہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے سری اور

موضح قرآن ف۱ یعنی نیک کام کو کہیے اور جاہلوں سے پرے رہیے لڑنے نہ لگیے نہیں تو آپ بھی جاہل بنا اور سارا دھن میں کار شیطان آیا۔ اور اگر ایک وقت شیطان جھڑپ کر دلاوے تو جب یاد آوے شتاب پناہ پکڑے اللہ کی اور سنبھل جاوے اپنے جہل میں چلے نہ جاوے ۱۲۔ ——— فتح الرحمٰن ف۱ یعنی قربانِ ایشاں از شیاطین ۱۲۔

جہری نمازوں میں مقتدی کو قرات کرنی جائز نہیں نہ سورہ فاتحہ کی اور نہ کسی اور سورت کی۔ کیونکہ اس آیت میں قرات قرآن کے وقت دو حکم دیئے گئے ہیں۔ اول فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ یعنی اس کو غور سے سنو یعنی جب امام جہر سے قرات کر رہا ہو۔ دوم وَاَنْصِتُوْا یعنی خاموش رہو۔ یہ اس وقت ہے جب امام آہستہ قرات کر رہا ہو۔ تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ **۱۹۵** یعنی صرف اللہ ہی کو پکار اور اس کی پکار میں کسی کو شریک نہ کر جیسا کہ زمر (ع ۵) میں ہے وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ کا ذکر بہت کرو کیونکہ یہ تو ایک امر مستحب ہے اور امر مستحب کا ترک موجب وعید نہیں ہوتا اور یہاں فرمایا وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ یہ ایک قسم کی وعید ہے کیونکہ غافلین سے مراد مشرکین ہیں قال العطار۔ ع

"ذکر حق ہمچوں نماز فرض داں"

۱۹۶ اسم موصول سے باجماع مفسرین فرشتے مراد ہیں۔ اور اللہ کے قریب ہونے سے منزلت اور مرتبہ میں قرب مراد ہے۔ هٰذا على جهة التشريف لهم وانهم بالمكان المكرم فهو عبارة عن قربهم في الكرامة لا في المسافة (قرطبی ج ۷ ص ۳۵۶) فالمراد من العندية القرب من الله تعالى بالزلفى والرضاء الخ (روح ج ۹ ص ۱۵۵) یعنی ملأ اعلیٰ جو ہر وقت اللہ کے قرب و رضا میں رہتے ہیں۔ وہ بھی اللہ کی عبادت اور اس کی پکار سے استکبار نہیں کرتے اور ہر وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں اور اللہ ہی کے سامنے سجدہ کرکے غایت خضوع و تذلل کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اخبر الله عن حال الملائكة انهم خاضعون لعظمته لا يستكبرون عن عبادته (خازن ج ۲ ص ۲۷۲) اى ويخصونه بغاية العبودية والتذلل لا يشركون به غيره جل شانه (روح) سورہ اعراف کے اختتام پر سب سے پہلا سجدہ تلاوت ہے۔ یہ سجدہ عزائم میں سے ہے۔

یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

وہ ان کو کھینچتے چلے جاتے ہیں گمراہی میں پھر وہ کمی نہیں کرتے

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ

اور جب تو لے کر نہ جائے ان کے ۱۹۳ پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کیوں

لَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤی

نہ چھانٹ لایا تو کچھ اپنی طرف سے تو کہہ دے میں تو چلتا ہوں اس پر جو حکم آئے

اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ

میری طرف میرے رب سے یہ سوجھ کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور

هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا

ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کو جو مومن ہیں اور جب

قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا

قرآن پڑھا جائے تو ۱۹۴ اس کی طرف کان لگائے رکھو اور چپ رہو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ

تاکہ تم پر رحم ہو اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں ۱۹۵

تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ

گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾

صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت رہ بے خبر

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ

بیشک جو ۱ ۱۹۶ تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ تکبر نہیں کرتے اس

عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع

کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں ۲

۱۹۱ شکویٰ ۱۲ ۱۹۲ جواب شکویٰ ۱۲

۱۹۳ [illegible] تبلیغ قبل ۱۲

۱۹۴ ترغیب نقلی اور [illegible] اعتقادی ۱۲

۱۹۵ ترغیب الی القرآن ۱۲

۱۹۶ یعنی اللہ ہی کو غائبانہ حاجات میں پکارو [illegible] واذا ذکر اللہ وحدہ الخ (زمر) واذا دعی اللہ وحدہ الخ (مومن) ۱۲

۱۹۷ یعنی [illegible] کے پکارنے سے ۱۲

موضح قرآن ف ۱ یعنی جب کوئی قرآن پڑھے اور وں پر ادب واجب ہے کہ باتیں نہ کریں دھیان سے سنیں شاید دل میں ہدایت پڑے اور اگر پڑھنے والا باتوں کی مجلس میں پکار کر پڑھنے لگے تو اس کی خطا ہے۔ ف ۲ یعنی مقرب فرشتے بھی اس کی یاد سے غافل نہیں تو انسان کو اور بھی ضرور ہے اور اس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرے۔ اس جا پر سجدہ آتا ہے سب قرآن میں پندرہ جا سجدہ ضرور ہے۔ سب کا ایک حکم ہے۔ حنفی مذہب میں واجب اور شافعی میں سنت ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی ملأ اعلیٰ ۱۲

سورۂ اعراف کی خصوصیات اور اس میں آیات توحید

۱- كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ الخ (ع ۱) مسئلہ توحید کھول کر پہنچائیں اور اس سے دل میں تنگی نہ آنی چاہیے۔

۲- اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ٥ (ع ۳) گمراہ کرنیوالے شیاطین ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ صرف ایک ابلیس ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہو کر سب کو گمراہ نہیں کر رہا۔

۳- حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ (ع ۴) روحیں قبض کرنے پر ہزاروں لاکھوں فرشتے مقرر ہیں۔ صرف ایک ملک الموت ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہو کر سب کی جانیں قبض نہیں کرتا۔

۴- كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ــــ تا ــــ وَلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ٥ (ع ۴) مشرک پیروں اور مریدوں کے بارے میں۔

۵- اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ــــ تا ــــ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ٥ (ع ۷) زمین و آسمان کو اسی نے پیدا کیا اور سارا نظام عالم اسی کے قبضے میں ہے اور اس نے کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا۔

۶- لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط (ع ۸)

۷- وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ط قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط (ع ۹)

۸- وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا م قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط (ع ۱۰)

۹- وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ط قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط (ع ۱۱) حضرت نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام نے اعلان کیا کہ اللہ کے سوا کوئی متصرف و کارساز نہیں اس لئے حاجات و مشکلات میں اسی کو پکارو۔

۱۰- قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا ــــ تا ــــ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ٥ (ع ۱۴) ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کی توحید کے واضح دلائل کو مان لیا۔

۱۱- اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا م ط (ع ۱۸) جو ایسا عاجز اور بے بس ہو وہ کسی طرح کارساز اور متصرف و مختار نہیں ہو سکتا۔

۱۲- قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الخ (ع ۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلانِ توحید۔ میں اس اللہ کا رسول ہوں جو زمین و آسمان کا بادشاہ اور سارے عالم میں واحد متصرف و مختار ہے اور اس کے سوا کوئی کارساز نہیں۔

۱۳- وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ ــــ تا ــــ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ٥ (ع ۲۱) ناجائز حیلوں اور بہانوں سے خدا کے احکام کی بے حرمتی کا نتیجہ ہلاکت ہے۔

۱۴- فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ج (ع ۲۱) اچھے لوگوں کے بعد بُرے لوگ اور علماء سوء ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے دنیا کی حقیر دولت کے عوض اللہ کی کتاب میں تعریف کرنا شروع کر دی اور کہنے لگے ہمارے آباء و اجداد ہمیں بخشوا لیں گے۔

۱۵- وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا الخ جو عالم دین مسئلہ حق سمجھنے کے بعد محض لالچ اور طمع دنیا کی وجہ سے حق چھوڑتا ہے اس کے لئے دنیا و آخرت میں ذلت ہے۔

۱۶- يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ج (ع ۲۳) قیامت قائم ہونے کا مخصوص دن صرف اللہ ہی کو معلوم ہے اس کے سوا کسی اور کو اس کا علم نہیں۔

۱۷- هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ــــ تا ــــ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ٥ (ع ۲۴) سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور نر کی تسکین کے لئے اس کی مادہ کو پیدا کیا اور وہی اولاد عطاء کرتا ہے لیکن مشرک لوگ اللہ کی عاجز مخلوق کو اس کا شریک بناتے اور عطیۂ اولاد کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۱۸- اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ (ع ۲۴) جن بزرگوں کو تم متصرف و کارساز سمجھ کر پکارتے ہو وہ بھی تمہاری طرح عاجز اور اللہ کے محتاج ہیں اور تم ان کو پکار کر دیکھ لو وہ تمہارا کچھ نہیں سنوار سکیں گے۔

۱۹- وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ٥ (ع ۲۴) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو اپنا بھی کچھ نہیں سنوار سکتے تمہاری کیا مدد کریں گے۔

۲۰- وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥ (ع ۲۴) جب شیطان دل میں کوئی وسوسہ ڈالدے تو فوراً اس سے اللہ کی پناہ مانگیں کیونکہ سب کچھ سننے اور جاننے والا وہی ہے اور کوئی نہیں۔

آج بعد نماز مغرب شب چہارشنبہ بوقت ساڑھے چھ بجے ۲ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۶۵ء سورۂ اعراف کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ دائماً ابداً و علی سائر عبادہ لیلاً و نهاراً۔

سورۂ انفال

ربط باقی سورتوں کی طرح سورۂ انفال کو بھی ماقبل کے ساتھ دو طرح کا ربط ہے اول ربط معنوی دوم ربط اسمی۔ ربط معنوی یہ ہے کہ سورۂ مائدہ، انعام اور اعراف میں شرک فعلی اور نفی شرک فی التصرف کو پوری تفصیل سے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بیان کر دیا گیا اور سورۂ اعراف میں بتایا گیا کہ اس مسئلہ کی وجہ سے تم پر مصائب آئیں گے تنگ نہ ہونا اور ان پر صبر کرنا اور جہاں مشرکین کا زور ہوگا وہاں وہ مومنوں کو تنگ کریں گے۔ جس طرح پیغمبروں کو تنگ کیا گیا اسلئے سورۂ انفال اور توبہ میں وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (ع ۵) سے جہاد کا حکم نازل فرما دیا کہ اللہ کا دین بلند کرنے اور مشرکوں کا زور توڑنے کے لئے ان سے جہاد کرو۔ سورۂ انفال کا ماقبل سے ربط اسمی یہ ہے کہ مسئلہ توحید کو واضح نے کی وجہ سے مشرکین تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور فتح کی صورت میں تمہیں انفال (اموال غنیمت) حاصل ہوں گے اسلئے تم انفال کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کرنا اور مرضی کو تقسیم غنائم میں دخیل نہ بنانا۔

خلاصہ سورۂ انفال کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ سورت کی ابتداء سے لیکر رکوع ۵ میں نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ تک ہے اور دوسرا حصہ اس کے متصل بعد وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ سے لیکر سورت کے آخر تک ہے۔ دونوں حصوں میں دو مضمون بیان کئے گئے ہیں، مضمون اول مال غنیمت کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کرو، مضمون ثانی قوانین جہاد۔

حصہ اول قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ میں حصہ اول کا مضمون اول جو دعویٰ اولیٰ ہے بالاجمال ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی مال غنیمت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اسکی تقسیم کا اختیار بھی اسی کو ہے وہ جس طرح چاہے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی تقسیم کا حکم دے اس کے بعد اس دعوے کی سات علل یا وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ علت اولیٰ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ الخ یہاں کاف تعلیلیہ ہے۔ یعنی جنگ بدر میں آخر تک اللہ کی تائید و حمایت تمہارے ساتھ رہی اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو مدینہ سے نکال کر میدان بدر میں لے آیا جبکہ مسلمانوں کی ایک جماعت مشرکین سے روبرو مقابلہ کرنے پر راضی نہ تھی۔ علت ثانیہ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ تمہارا تو خیال تھا کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کریں اور بغیر تکلیف اور نقصان کے بہت سا مال ہاتھ آجائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ وہ تمہاری چھوٹی سی بے سروسامان جماعت کے ہاتھوں مشرکین کی بھاری اور ہر قسم کے جنگی ہتھیاروں سے لیس فوج کو شکست دے کر کفر و شرک کی جڑ کاٹ ڈالے تو یہ سارا مال غنیمت تمہیں محض اللہ کی تائید اور نصرت سے حاصل ہوا ہے لہٰذا اس کی تقسیم بھی اسکی مرضی کے مطابق ہی ہوگی۔ علت ثالثہ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ الخ میدان بدر میں تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ رہے تھے تو اللہ نے تمہاری دعا قبول فرمائی اور تمہاری تائید کے لئے فرشتوں کی کمک بھیج دی اور اس طرح تمہاری فتح کا سامان کر دیا۔ علت رابعہ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ (ع ۲) مشرکین نے میدان بدر میں پانی والی جگہ پر پہلے ہی قبضہ کر لیا۔ جہاں مسلمان تھے وہاں ریت ہی ریت تھی جس پر چلنا بھی دشوار تھا اور پھر پانی نہ ہونے کی وجہ سے وہ شدید پیاس کی تکلیف بھی اٹھا رہے تھے، مشرکین کی کثرت اور ان کے سازوسامان سے بھی قدرے ہراساں تھے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر نیند طاری کر دی جب کچھ دیر بعد انکی آنکھیں کھلیں تو ان کا سارا خوف و ہراس کافور ہوگیا اور ساتھ ہی اللہ نے بارش برسا دی جس سے مسلمانوں کو پانی میسر آگیا اور ریت بھی بیٹھ گئی اور جس جگہ مشرکین قابض تھے وہاں کیچڑ ہوگیا۔ علت خامسہ۔ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ الخ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ مومنوں سے کہہ دیں کہ میں ان کے ساتھ ہوں اور میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جس سے وہ ہمت ہار کر شکست کھا جائیں گے۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ الخ یہ مذکورہ پانچوں علتوں پر متفرع ہے۔ یعنی جب تمہیں معلوم ہوگیا کہ جنگ بدر میں اول سے آخر تک اللہ کی تائید و حمایت تمہارے شامل حال رہی اور تم نے اللہ کے حکم سے مشرکین کو شکست دی، ان کے ستر جوان تم نے قتل کئے اور ستر کو قید کر لیا تو اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ان مشرکین کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے قتل کیا جس کی تائید و نصرت سے تم کو فتح حاصل ہوئی۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ یعنی آپ نے شدت جنگ کے موقع پر مٹھی بھر کنکریاں مشرکین کے لشکر پر پھینکیں تو ہم ہی نے اپنی قدرت کاملہ سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھوں میں پہنچائے جسکی وجہ سے وہ آنکھیں ملنے لگے اور تم نے ان پر دھاوا بول دیا اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ علت سادسہ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ (ع ۴) مشرکین آپ کے بارے میں مختلف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر ڈالیں، قتل کر یں یا جلاوطن کر دیں لیکن اللہ نے ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دئے اور آپ کو بچا لیا۔ علت سابعہ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ الخ جب مشرکین جنگ کیلئے ے تھے اس وقت انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا کر یا کوئی اور عذاب دے کر ہم کو تباہ کر دے اور آخری فیصلہ فرما دے چنانچہ ہم نے جنگ بدر میں حق و باطل کا فیصلہ کر دیا۔ حق غالب ہوا اور باطل مغلوب و مقہور۔

مضمون ثانی (قوانین جنگ)

پہلے حصے میں مسلمانوں کے لئے پانچ قوانین جنگ ذکر کئے گئے ہیں۔ قانون اول۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ (ع ۲) یعنی جب میدان جنگ میں کافروں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ڈٹ کر اور ثابت قدمی سے ان کا مقابلہ کرو اور پیٹھ پھیر کر مت بھاگو۔ قانون جنگ دوم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الخ (ع ۳) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی نہ کرو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے تمہارے ایمانوں میں پختگی اور اعمال میں راستی پیدا ہوگی اور تمہارا عزم و استقلال ناقابل تسخیر ہو جائے گا۔ قانون جنگ سوم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ الخ (ع ۳) اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل میں پس و پیش مت کرو اور اپنے امیر جہاد کی اطاعت کو لازم سمجھو۔ یہی فتح و کامرانی کی کنجی ہے۔ قانون جنگ چہارم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الخ (ع ۳) اللہ اور اس کے رسول کی چوری نہ کرو مراد یہ ہے کہ اپنے مال و

اولاد کی خاطر دشمن سے خفیہ ساز باز نہ کرو یا یہ کہ مال غنیمت میں سے کچھ مت چھپاؤ۔ قانون جنگ پنجم یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا الخ (ع ۴) یعنی اگر تم خدا سے ڈرو گے اور ظاہر و باطن میں تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرما دے گا تمہیں عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور تمہارے دشمنوں کو ذلیل و خوار اور نگوں سار کرے گا۔ حصۂ اول میں علل اور قوانین جنگ کے بیان کے دوران میں تخویفیں، ابشارتیں، زجریں اور شکوے مذکور ہیں۔

حصۂ دوم

حصۂ دوم دسویں پارے کی ابتداء وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الخ سے لے کر سورت کے آخر تک ہے۔ اس میں بھی وہی دونوں مضمون لف و نشر مرتب کے طور پر مذکور ہیں جو پہلے حصے میں مذکور ہوئے یعنی مال غنیمت کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کرو اور اپنی رائے کو بیچ میں نہ لاؤ اور قوانین جنگ۔ اس میں مذکورہ علل اور قوانین کی تعداد حصہ اول کی تعداد کے برعکس ہے یعنی علل پانچ اور قوانین جنگ سات۔

مضمون اوّل۔ (تقسیم مال غنیمت مع علل خمسہ)

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ الخ اس میں قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ الخ کے مضمون کا اعادہ اور اسکی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ آگے اسکی علل مذکور ہیں۔ علت اولیٰ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا الخ (ع ۵) یعنی تم میدان جنگ کے اس کنارے پر تھے جو مدینہ سے قریب تھا اور دشمن کا تجارتی قافلہ دوسری جانب تھا دونوں کے درمیان قریش کی فوج حائل تھی۔ اتفاقاً مڈبھیڑ ہو گئی اگر لڑائی کا وقت مقرر ہوتا تو ممکن تھا کہ وعدہ کے وقت پہنچنے میں اختلاف ہو جاتا مگر اللہ کو منظور یہ تھا کہ اس میدان میں حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ علت ثانیہ اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا الخ (ع ۵) دشمن کی فوج اگرچہ تعداد میں آپ کی فوج سے کہیں زیادہ تھی مگر ہم نے خواب میں آپ کو ان کی تعداد بہت کم دکھائی تاکہ دشمن کی کثرت کا رعب آپ کے دل میں نہ رہے۔ علم الٰہی میں چونکہ مشرکین میں سے اکثر کا ایمان مقدر تھا اس لئے خواب میں آپ کو کفار کی تعداد کم دکھائی گئی۔ علت ثالثہ وَاِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا الخ (ع ۵) جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو ہم نے ایسا کیا کہ دشمن کی فوج مسلمانوں کو بہت کم نظر آنے لگی اور مسلمانوں کی فوج کافروں کی نظروں میں کم دکھائی دینے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا دونوں فوجوں نے اپنے دشمن کو قلیل سمجھ کر پامردی سے ایک دوسری کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں کافروں کو نہایت ہی ذلت آمیز شکست دلوا کر اسلام اور کفر کے درمیان آخری فیصلہ فرما دیا۔ علت رابعہ وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ الخ (ع ۶) جنگ بدر کی اہمیت کو ابلیس نے بھی محسوس کر لیا اور وہ عرب کے ایک نہایت دانشمند اور تجربہ کار مشرک شیخ نجدی کی شکل میں آ پہنچا اور مشرکین کو تسلی دی کہ فکر مت کرو۔ پوری جرأت اور بہادری سے لڑو آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا میں بھی صرف تمہاری امداد و اعانت کے لئے آیا ہوں۔ ایسے وقت میں جبکہ اس نے دشمن کی فوج میں جوش کی ایک نئی لہر دوڑا دی ہم نے فرشتوں کا لشکر اتار دیا جسے دیکھ کر شیطان بشکل شیخ نجدی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور دشمن کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ علت خامسہ اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (ع ۶) یہ بھی یاد کرو جب تم جہاد کے لئے نکلے تھے میدان جنگ میں تو شیطان نے شیخ نجدی کی شکل میں مشرکین کی ہمت افزائی کی اور پیچھے منافقین چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ دیکھو یہ مٹھی بھر آدمی جان بوجھ کر اتنے بڑے لشکر کے مقابلہ میں موت کو دعوت دینے جا رہے ہیں لیکن اللہ نے مسلمانوں کے دلوں کو ایمان، ثبات اور توکل علی اللہ کی دولت سے معمور کر دیا اور منافقین کی باتوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

مضمون ثانی (قوانین جنگ)

اس حصے میں سات قوانین جنگ مذکور ہیں۔ دو تمام مومنین کے لئے اور پانچ خاص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ قانون جنگ اول برائے مومنین یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا الخ (ع ۶) یعنی جب میدان جنگ میں دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ سے مدد مانگو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور آپس میں متحد رہو تاکہ تمہاری طاقت میں کمزوری نہ آ جائے۔ قانون جنگ دوم برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ الخ (ع ۷) جن مشرکین نے آپ سے عہد کیا کہ وہ آپ کے خلاف دشمن کی مدد نہیں کریں گے اگر وہ عہد شکنی کر ڈالیں اور آپ ان کو دشمن کی فوج میں لڑتے ہوئے دیکھ لیں تو ان کو ایسی سخت سزا دیں کہ ان کے پچھلے بھی اس سے عبرت حاصل کریں۔ قانون جنگ سوم برائے مومنین وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ الخ (ع ۸) دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری تیاری کرو اور جس قسم کا حالات زمانہ کے مطابق جنگی سامان تم تیار کر سکتے ہو تیار رکھو اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے ضائع نہیں جائے گا۔ قانون چہارم برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (ع ۸) اگر مشرکین مسلمانوں کی قوت و شوکت اور ان کی مجاہدانہ سرفروشی کو دیکھ کر مرعوب ہو جائیں اور صلح کی پیشکش کر دیں تو آپ بھی صلح کا ہاتھ بڑھا دیں کیونکہ مقصود تو اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ نہ کہ خونریزی اور قتل و غارت۔ قانون پنجم برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ (ع ۸، ۹) اے پیغمبر آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اللہ کافی ہے آپ اس پر بھروسہ کریں اور مومنوں کو جہاد کی ترغیب دیں۔ میں تمہاری قلت کے باوجود تم کو مشرکین پر غلبہ عطا کروں گا۔ قانون ششم برائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰی الخ (ع ۹) چونکہ پہلے فدیہ لینے کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے فدیہ لے کر جنگ بدر کے قیدی رہا کر دئے تھے اس پر فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے ہاتھ میں ایسے دشمن قیدی ہوں اور وہ ان کو قتل کرنے کے بجائے ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دے۔ قانون ہفتم برائے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰی الخ (ع ۱۰) فدیہ وصول کرنے وقت جن قیدیوں نے اسلام کا اظہار کیا ہے آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر واقعی تم نے دل سے اسلام قبول کر لیا ہے تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس سے بہتر مال عطا کرے گا اور تمہارے سابقہ گناہ بھی معاف کر دیگا۔ اسکے بعد اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا سے جہاد اور ہجرت کی ترغیب دی گئی اور آگے چل کر وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا الخ سے مجاہدین اور مہاجرین کو بشارت اخروی سنائی گئی۔ آخری رکوع میں مومنین کی دو

قسمیں بیان کی گئیں اول مؤمنین مہاجرین دوم مؤمنین غیر مہاجرین اور مہاجرین کی بھی دو قسمیں ہوئیں اولوا الارحام اور غیر اولی الارحام ۔

حصّۂ اول

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ سورۂ انفال مضمون کے اعتبار سے دو حصوں میں منقسم ہے ۔ پہلا حصہ ابتدا سورت سے لے کر رکوع ۵ میں نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ تک ہے ۔ اس حصے میں دو مضمون مذکور ہیں ۔

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ انفال مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا ۲ تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے

وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ

اور رسول کا ۲ سو ڈرو اللہ سے ۳ اور صلح کرو

بَيْنِكُمْ ۪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ

آپس میں اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر

مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا

ایمان رکھتے ہو ایمان والے وہی ہیں ۴ کہ جب

ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل اور جب پڑھا جائے ان پر

اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚۖ

اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اس میں سے

يُنْفِقُوْنَ ؕ ③ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ

خرچ کرتے ہیں وہی ہیں سچے ایمان والے

لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ

ان کے لئے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی

اول مال غنیمت کی تقسیم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے ۔ مع علل سبعہ دوم قوانین جنگ جنکی تعداد پانچ ہے ۔

مضمون اول یا دعویٰ اولیٰ

(تقسیم انفال کا حق اللہ کو ہے مع علل)

۲ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ الخ میں پہلا دعویٰ بالاجمال مذکور ہے اور دوسرے حصے کے شروع میں فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی الخ سے اسکی تفصیل کی گئی ہے ۔ انفال نفل کی جمع ہے مراد مال غنیمت ہے ۔ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ غنائم بدر کی تقسیم کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا تو انہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ انہیں کس طرح تقسیم کیا جائے اور تقسیم کا حق کس کو حاصل ہے ۔ مہاجرین کو یا انصار کو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مال غنیمت کو تقسیم کرنے کا حق نہ مہاجرین کو اور نہ انصار کو بلکہ انکی تقسیم کا حق اللہ تعالیٰ سے مختص ہے ۔ اللہ کا پیغمبر اللہ کے حکم کے مطابق انکو تقسیم کریگا اور کسی کی رائے کو اس میں دخل نہیں ہوگا ۔ المراد به اختصاص امرها وحكمها بالله تعالیٰ ورسوله صلی الله علیه وسلم فیقسمها النبی صلی الله علیه وسلم كما امره الله تعالیٰ من غیر ان یدخل فیه رأی احد (روح ج ۹ ص ۱۶۱) اسکے بعد اس دعوے کی سات علتیں ذکر کی گئی ہیں ۔ جنکی ابتداء كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ سے ہوئی ہے

۳ ذَاتَ الْبَیْنِ سے آپس کے احوال و معاملات مراد ہیں یعنی اللہ سے ڈرو اور آپس کے معاملات درست رکھو آپس میں اختلاف نہ کرو ، متحد رہو اور مال غنیمت کی تقسیم اور دیگر تمام معاملات میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو یہی اصل ایمان کی علامتیں ہیں ۔ ۴ یہاں سے لیکر مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ تک ان مؤمنین کاملین کے لئے بشارت اخروی ہے ۔ جن میں صفات ذیل موجود ہوں ۔ جو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہیں ، اللہ کی آیتیں سن کر ان کے ایمان میں پختگی پیدا ہو ، وہ ہر کام میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوں نماز قائم کرتے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوں ۔

۱ سورۂ انفال کے دعویٰ اول بالاجمال یعنی مال غنیمت کی تقسیم اللہ و رسول [illegible]

۲ [illegible] تفصیل ہے مع آیت ۴۰

۳ احوال و معاملات مراد ہیں

۴ بشارت [illegible] مومنین کاملین ۱۲

موضح قرآن ف جنگ میں بعضے آگے بڑھے اور بعضے پشت پر رہے جب غنیمت جمع ہوئی بڑھنے والوں نے کہا یہ حق ہمارا ہے کہ فتح ہم نے کی اور پیچھے والوں نے کہا تم ہماری قوت سے لڑے حق تعالیٰ نے دونوں کو خاموش کیا کہ فتح اللہ کی مدد سے ہے زور کسی کا پیش نہیں جاتا سو مالک مال کا اللہ ہے اور نائب اسکا رسول ہے ۔ پھر آگے بہت دور تک یہی بیان فرمایا کہ فتح اللہ کی مدد سے ہے اپنی قوت سے نہ سمجھو ۔

فتح الرحمن ف۱ مترجم گوید سورۂ انفال در قصہ بدر فرود آمدہ است در آیات این سورہ اشارت بوقائع این غزوہ واقع شدہ از انجملہ آنست کہ مسلمانان در غنیمت مباحثہ می کردند آنانکہ غارت کردہ بودند خواستند کہ تنہا ایشان متصرف شوند و دیگران خواستند کہ علی السویہ قسمت شود خدای تعالیٰ نازل ساخت کہ متصرف و مختار در غنائم خدا و رسول اوست و دیگران را درین باب دخل نیست و آنچہ اہل جاہلیت میکردند از استیثار غارت کنندہ بغنیمت باطل است بعد ازان حکم فرمود کہ غنیمت را پنج قسم باید کرد چہار قسم درمیان غانمان قسمت کنند و یکی در بیت المال نگہ داشتہ بصرف آں رسانند و این تصرف حق است و عطای اوست بغیر دخل غارت کنندگان پس آیہ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ محکم است غیر منسوخ ۱۲ ف۲ یعنی متصرف در غنائم ایشانند کسی دیگر را

كَرِيْمٌ ④ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ
عزت کی ۔ جیسے نکالا تجھ کو ف۵ تیرے رب نے تیرے گھر سے
بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ⑤
حق کام کے واسطے اور ایک جماعت تھی اہل ایمان کی راضی نہ تھی ف۱
يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا
وہ تجھ سے جھگڑتے تھے حق بات میں اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد گویا وہ
يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ⑥ وَاِذْ
ہانکے جاتے ہیں موت کی طرف آنکھوں دیکھتے اور جس وقت
يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ
تم سے وعدہ کرتا تھا اللہ ف۲ دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی
وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ
اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے
وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ
اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے
دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ⑦ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ
جڑ کافروں کی ف۳ تاکہ سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کرے جھوٹ کو
وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ⑧ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ
اور اگرچہ ناراض ہوں گنہگار ف۴ جب تم لگے فریاد کرنے ف۵ اپنے رب سے
فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو ف۹ کہ میں مدد کو بھیجوں گا تمہاری ہزار فرشتے
مُرْدِفِيْنَ ⑨ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ
لگاتار آنے والے ف۳ اور یہ تو دی اللہ نے فقط خوشخبری اور

ف٥ یہ دعویٰ اولیٰ یعنی الانفال للہ والرسول الخ کی پہلی علت ہے، حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ کما میں کاف تعلیلیہ ہے جیسا کہ علامہ ابوحیان اندلسی نے لکھا ہے۔ ویظہر ان الکاف فی ھذا التخریج المنامی لیست لمحض التشبیہ بل فیہا معنی التعلیل الخ (بحر جہ ص٤٦٢) اور الحق سے حکمت اور صواب مراد ہے اخرجا متلبسًا بالحکمۃ والصواب (مدارک ج ٢ ص٧٢، جامع البیان ص١٥٢) ٢ھ کا واقعہ ہے کہ ابوسفیان کی سرکردگی میں مشرکین کا ایک تجارتی قافلہ شام سے واپس آرہا تھا جو قریش کے ساٹھ آدمیوں اور دیگر ملازمین پر مشتمل ہے حضور علیہ السلام کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا کہ آیا قافلہ کا تعاقب کیا جائے یا نہ کچھ صحابہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چونکہ یہ ایک معمولی سی بات ہے کوئی باقاعدہ جنگ کی صورت تو ہے نہیں اس پر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت سعد بن عبادہ نے پرجوش تقریریں کیں اور مسلمانوں کو تعاقب کرنے پر ابھارا چنانچہ حضور علیہ السلام تین سو تیرہ آدمیوں اور معمولی ساز و سامان کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے چونکہ جنگ ہو جانے کی کوئی توقع نہ تھی اس لئے فوری طور پر جتنے آدمی جمع ہو گئے اور جس قدر سرسری سامان فی الوقت ہاتھ لگا وہی لے کر چل دئے۔ ادھر ابوسفیان کو بھی اپنے مخبر کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پروگرام کا علم ہو گیا اس نے ابوجہل کی اطلاع کے لئے فورًا ایک آدمی مکہ روانہ کر دیا۔ ابوجہل اطلاع پاتے ہی ایک ہزار جنگجو نوجوانوں کی معیت میں جو ہر قسم کے جنگی ہتھیاروں سے مسلح تھے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے دوبارہ صحابہ سے مشورہ کیا کہ اب ہمارے سامنے دو جماعتیں ہیں ایک تجارتی قافلہ اور ایک مشرکین کا لشکر جرار ان دونوں میں سے کس سے نبرد آزمائی کرنا چاہئے۔ بعض مسلمانوں نے کہا کہ ہم چونکہ جنگ کے لئے تیار ہو کر نہیں آئے اور مشرکین کی فوج تعداد میں ہم سے زیادہ اور سامان جنگ میں ہم سے مضبوط ہے۔ اس کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا اس لئے قافلہ ہی سے مقابلہ کرنا چاہئے حضور علیہ السلام کو یہ بات پسند نہ تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان دونوں جماعتوں میں سے ایک کو ہمارے ہاتھوں مغلوب کرے گا۔ اس لئے ہمیں لشکر ہی سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ تاکہ فیصلہ کن جنگ کے ذریعے مشرکین کی طاقت کا خاتمہ ہو جائے حضرت ابوبکر، حضرت سعد اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے کے حق میں زوردار تقریریں کیں آخر میدان بدر میں مشرکین کا لشکر جرار اور مسلمانوں کی مٹھی بھر فوج آپس میں بھڑ گئیں اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن مقابلہ ہوا مشرکین کے ستر سردار جن میں ابوجہل بھی تھا مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ اس طرح جزیرہ عرب میں کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ اس فتح میں بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا

موضح قرآن ف۱ یعنی غنیمت کا جھگڑا ابھی ویسا ہی ہے جیسا نکلتے وقت عقل کی تدبیریں کرنے لگے اور آخر صلاح وہی ٹھہری جو رسول نے فرمایا تو ہر کام میں یہی اختیار کرو کہ حکم برداری میں اپنی عقل کو دخل نہ دو۔ **ف۲** حضرت نے فرمایا تھا کہ قافلہ یا مدد ہمارے ہاتھ لگے گی۔ لوگ چاہنے لگے کہ قافلہ ہاتھ لگے۔ اور بہتر یہی ہوا کہ کفر کا زور ٹوٹے ۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی کار در قسمت غنائم بر وفق حکم خدا است نہ موافق آرزوی نفوس چنانکہ بیرون آوردن تو بتدبیر درست بود از نزدیک خدا بر خلاف ارادۂ قوم واللہ اعلم ١٢ **ف٢** مترجم گوید درین آیات تعریض است بآن قصہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در غزوۂ بدر برائے غارت کاروان قریش متوجہ شد و این کاروان رسید براہ ساحل اختیار نمودند و خلاص شدند ابوجہل بمدد ایشان با لشکر گران از مکہ بیامدہ بود مقابل آنحضرت شد بعض اصحاب میل بغارت کردن کاروان کردند و جمعی قصد کار زار لشکر نمودند و مرضی آنحضرت جنگ لشکر بود ١٢ (این حاشیہ در بعض نسخ مطبوعہ یافتہ نشد سجاد بخاری) **ف٣** یعنی یکہزار بودند بعد ازاں سہ ہزار گشتند و بعد ازاں پنجہزار شدند ١٢ ۔

لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ
تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے
اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ⑩ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ ع ١٠ ١ ١٥
بیشک اللہ زور آور اور حکمت والا ہے جس وقت کہ ڈالدی اللہ نے تم پر اونگھ
اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً
اپنی طرف سے تسکین کے واسطے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی
لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ
کہ اس سے تم کو پاک کردے اور دور کردے تم سے شیطان کی نجاست
وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ؕ ⑪
اور مضبوط کردے تمہارے دلوں کو اور جمادے اس سے تمہارے قدم ف۱
اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ
جب حکم بھیجا تیرے ۱۲ رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمہارے
فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
سو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے میں ڈال دوں گا دل میں
كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا
کافروں کے دہشت سو مارو گردنوں پر اور کاٹو
مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ ⑫ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ
ان کی پور پور ۱۳ ف۲ یہ اس واسطے ہے کہ وہ ۱۴ مخالف ہوئے اللہ کے اور
رَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ
اس کے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا اور اس کے رسول کا تو بیشک اللہ کا
شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑬ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ
عذاب سخت ہے یہ تو تم چکھ لو اور جان رکھو کہ کافروں کیلئے ہے

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں اختلاف مت کرو اور اپنی رائے کو اس میں دخیل مت بناؤ۔ اسکی تقسیم اللہ کے حکم سے اللہ کا پیغمبر فرمائے گا کیونکہ یہ فتح اور یہ اموال غنیمت تمہارے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھے اور تم تو اس لشکر کے سامنے آنے ہی سے جی چراتے تھے یہ سب اللہ کی مہربانی اور اسکی توفیق سے ہوا کہ اس نے قافلے کے تعاقب کے بہانے تم کو مدینہ سے نکالا اور ایک بڑے لشکر سے بھڑا دیا اور اس میں بھی اسکی حکمت مضمر تھی کہ اس نے بے سروسامان مٹھی بھر مسلمانوں کو اچانک ہی ایک مضبوط فوج سے بھڑا کر حق و باطل کا فیصلہ کردیا۔ اور ڈھیروں مال غنیمت ان کے قبضے میں دیدیا۔ ٦ یعنی مدینہ سے قافلے کے تعاقب میں نکلتے وقت بعض مسلمانوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ الحق یعنی بالکل ظاہر اور واضح بات كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ یہ کراہیت کی تمثیل ہے یعنی مدینے سے نکلنے کو اس طرح ناپسند کر رہے تھے گویا کہ انہیں موت نظر آ رہی تھی۔ بتقاضائے بشریت بعض مسلمانوں سے اس کا ظہور ہوا لیکن اسکے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو مومن ہی فرمایا ہے اور ان کی ناگواری بھی ابتداء ہی میں تھی جو بعد میں خوشی اور رضامندی میں تبدیل ہوگئی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں کراہیت بوقت خروج مراد نہیں بلکہ قافلہ چھوڑ کر لشکر سے مقابلہ کرنے پر کراہیت مراد ہے۔ ضمیر الرفع فی یجادلونك عائد علی فریق المؤمنین الکارهین وجدالهم قولهم ما کان خروجنا الا للعیر ولو عرفنا لاستعددنا للقتال (بحر ج ۴ ص ۴۶۳) لیکن سیاق سے پہلا مفہوم راجح معلوم ہوتا ہے۔ ٧ یہ دوسری علت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ دونوں لشکر اور تجارتی قافلہ میں سے ایک پر تم کو ضرور فتح دونگا۔ تم نے بے سروسامان قافلہ پر حملہ کرنا پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ تمہیں اس قلت عدد اور بے سروسامانی کے ساتھ مشرکین کے مضبوط لشکر سے لڑا کر دین حق کو بلند اور باطل کو سرنگوں کرے اور مشرکین کی جڑ ہی کاٹ ڈالے۔ ٨ یہ تیسری علت ہے جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ اب مشرک فوج سے مقابلہ ناگزیر ہوگیا ہے تو اب اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر امداد و نصرت کے لئے دعائیں کرنے لگے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی تضرع اور زاری سے دعا کی۔ آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر عرض کی، ''بار خدایا اپنا وعدۂ فتح و نصرت پورا فرما۔ اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر تیری خالص عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا'' آپ نے اس قدر طویل دعا مانگی کہ آپ کی چادر کندھوں سے گر پڑی حضرت ابوبکر چادر آپ کے کندھوں پر ڈالتے اور کہتے یا رسول اللہ دعا کافی ہوگئی۔ اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ (قرطبی وغیرہ) ٩ یعنی اللہ نے تمہاری دعا قبول کرلی اور اسباب کے طور پر تمہاری مدد کے لئے فرشتوں کی فوج نازل کردی۔ اِنِّیْ سے پہلے حرف جار مقدر ہے ای بانی (روح) یا اس سے پہلے اخبر کہ فعل محذوف ہے۔ یہاں ایک ہزار فرشتوں کے نزول کا ذکر ہے۔ چونکہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی اس لئے ایک ہزار فرشتوں کا آنا بھی حتمی طور پر بیان کیا گیا۔ اس کی مزید تحقیق سورۂ آل عمران کی تفسیر میں ص ۱۷۲ پر حاشیہ (۱۹۱ و ۱۹۲) میں ملاحظہ فرمائیں۔

موضح قرآن ف۱ جب دو لشکر مقابل ہوئے رات کو مسلمانوں کو حاجت غسل ہوگئی اور پانی پینے کا بھی نہ تھا اور زمین ریت تھی جہاں پاؤں نہ ٹھہریں صبح کو لڑائی درپیش تھی۔ یہ چیزیں دیکھ کر مسلمان ڈرے کہ آثار شکست کے ہیں۔ اسوقت باران کامل برسا کہ پانی غسل اور پیاس کو کافی ہوا اور زمین جم گئی اور ایک اونگھ آپڑی اس سے چونکے تو دل کا خوف جاتا رہا

ف۲ کافروں کے دل قابل نہیں فرشتوں کے الہام کے سو رعب ڈالنا اپنی طرف لیا اور مسلمانوں کے دل ثابت کرنیکو حکم فرمایا اور اس جنگ میں فرشتے ہاتھوں سے بھی لڑے ہیں ۱۲ منہ رحمہ۔

فتح الرحمن ف۱ دریں آیت تعریض است بآن قصہ کہ روز بدر مسلمانان تشنہ بودند و محدث و آب نداشتند و ازیں جہت وسوسہ شیطان بخاطر ایشان راہ میساخت خدا تعالیٰ باران فرستاد و بیکی را برچشم [illegible]

مُرْدِفِیْنَ یعنی فرشتے جن کے پیچھے ایک دوسری جماعت آرہی ہو۔ فرشتگان کہ از پس خود جماعت دیگر آورند (فتح الرحمن) ۱۰ فرشتوں کا اتارنا محض فتح وظفر کی خوشخبری اور ظاہری سبب سازی کے طور پر تھا تاکہ مسلمانوں کے دل مطمئن رہیں اور دشمن کی کثرت اور اس کے سامان جنگ کی وجہ سے ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائے۔ باقی رہی فتح ونصرت تو وہ اللہ کے ہاتھ میں اور اسی کی طرف سے ہے۔ فرشتوں اور دیگر اسباب پر منحصر نہیں کامیاب وہی ہوتا ہے جس کی اللہ مدد کرے خواہ وہ ظاہری اسباب میں پست ہی کیوں نہ ہو۔ المعنی لا تحسبوا النصر من الملائکۃ علیہم السلام فان الناصر ھو اللہ تعالٰی لکم وللملائکۃ وعلیہ فلا دخل للملائکۃ فی النصر اصلاً (روح ج ۹ ص ۱۷۴)

عَذَابَ النَّارِ ⑭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ

عذاب دوزخ کا اے ایمان والو ۱۵ جب بھڑو تم

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ⑮

کافروں سے میدان جنگ میں تو مت پھیرو ان سے پیٹھ ف۱

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ

اور جو کوئی ان سے پھیرے پیٹھ اس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا

اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

یا جا ملتا ہو فوج میں سو وہ پھرا اللہ کا غضب لے کر

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑯ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ

اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے سو تم نے ان کو نہیں مارا ۱۶

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ

لیکن اللہ نے ان کو مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک ۱۸ ف۲ کی جس وقت کہ پھینکی تھی

لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً

لیکن اللہ نے پھینکی اور تاکہ کرے ایمان والوں پر ۱۹ اپنی طرف سے خوب

حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ⑰ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

احسان بیشک اللہ ہے سننے والا جاننے والا ف۳ ف۴ یہ تو ہو چکا ۲۰ اور جان رکھو کہ اللہ

مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ⑱ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ

سست کر دے گا تدبیر کافروں کی اگر تم چاہتے ہو فیصلہ ۲۱ تو

جَاۗءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

پہنچ چکا تمہارے پاس فیصلہ اور اگر باز آؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے

وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ

اور اگر پھر یہی کرو گے تو ہم بھی پھر یہی کریں گے ف۳ اور کچھ کام نہ آئے گا تمہارے تمہارا جتھا

یہ پانچوں علتوں کا منقطعہ ہے یعنی ان علتوں سے ثابت ہے کہ مشرکین کو تم نے نہیں مارا بلکہ اللہ نے قتل کیا ہے۔ ... سے معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں نہیں گیا تھا۔ ... فی نفسہ خیفۃ موسٰی قلنا لا تخف انک انت الاعلٰی

[illegible] ذٰلکم فذوقوہ وان اللہ [illegible]

۱۱ یہ چوتھی علت ہے۔ امنۃً مفعول لہ ہے اور منہ کی ضمیر مجرور اللہ کی طرف راجع ہے میدان بدر میں کئی ایک ظاہری اسباب کی وجہ سے مسلمان کچھ پریشان سے تھے مشرکین تعداد میں زیادہ تھے اور ہر قسم کے ضروری سامان جنگ سے لیس تھے اور میدان میں صرف ایک ہی جگہ پانی تھا اس پر بھی دشمن ہی کا قبضہ تھا۔ جس جگہ دشمن نے پڑاؤ ڈالا تھا وہاں ریت نہیں تھی بلکہ مٹی تھی لیکن جہاں مسلمانوں کا لشکر ٹھہرا وہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا اور ہر طرف ریت ہی ریت تھی جس کی وجہ سے ان کے لئے چلنا پھرنا دشوار تھا۔ اللہ تعالٰی نے محض اپنی مہربانی سے بارش برسادی جس کی وجہ سے مشرکین کے پڑاؤ کی جگہ میں ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ ہو گیا۔ اور پھسلن کی وجہ سے ان کا چلنا پھرنا دشوار ہو گیا اور وہ ایک نئی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے پڑاؤ میں ریت بیٹھ گئی گرد وغبار سے نجات ملی اور پینے اور وضو کے لئے پانی گڑھوں میں جمع ہو گیا اسی دوران میں اللہ نے مسلمانوں پر نیند کی سی حالت طاری فرمادی جب آنکھ کھلی تو سارا خوف و ہراس جاتا رہا اور دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ ۱۲ یہ پانچویں علت ہے اِنّی سے پہلے قولوا محذوف ہے معکم میں کم ضمیر سے مؤمنین مراد ہیں نہ کہ فرشتے تاکہ یہ اعتراض لازم نہ آئے کہ کیا فرشتے بھی ڈرتے تھے۔ ابلیس انسانی شکل میں نمودار ہو کر مشرکین کی حوصلہ افزائی اور مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کر رہا تھا اس لئے اللہ تعالٰی نے فرشتوں کو انسانی شکلوں میں مسلمانوں کی تائید وحمایت کے لئے بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ جاؤ مسلمانوں کی تائید کرو اور ان سے کہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا حامی وناصر ہوں میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا اور وہ خوف ورعب سے ہراساں ہو کر راہ فرار اختیار کریں گے یا معکم کی ضمیر سے فرشتے مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی تائید میں میں تمہارا مددگار اور ناصر ہوں اور یہ مطلب نہیں کہ میں تمہارا خوف دور کروں گا کیونکہ فرشتے کافروں سے ہرگز نہیں ڈرتے۔ ای معینکم علی تثبیت المؤمنین ولا یمکن حملہ علی ازالۃ الخوف ... لان الملائکۃ لا یخافون من الکفرۃ اصلاً (روح ج ۹ ص ۱۷۵) ۱۳ کُلَّ بَنَانٍ۔ بنان، بنانۃ کی جمع ہے۔ یعنی ہاتھوں کی انگلیاں، انگلیوں کی تخصیص

موضح قرآن ف۱ یعنی جب میدان میں مقابلہ ہو تو بھاگنا اشد گناہ ہے اور جو دوڑ ہو یا غارت تو بھاگنا ہنر ہے ۱۲ منہ رح ف۲ جب لڑائی کی سختی ہوئی تب حضرت نے ایک مٹھی کنکریاں اس لشکر کی طرف پھینکیں اللہ کی قدرت سے ہر کسی کی آنکھ میں خاک پہنچی اسکے بعد شکست کھائی یہ فرمایا کہ مسلمان سمجھیں کہ فتح ہماری قوت سے نہیں سب اللہ کی مدد سے ہے تو کسی بات میں اپنا دخل نہ کریں ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰی

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مشت خاک را ۱۲ ف۲ تعریض است بآن قصہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز بدر یکمشت سنگریزہ بسوئی کفار انداخت پس ہیچ کس نشان نبود کہ چیزی ازان بچشمش داخل نشد و استقلال تازہ بخاطر مسلمانان ظاہر شد و این تائید غیبی بود ۱۲ ف۳ یعنی بجزا دادن ۱۲

اس لئے کی گئی کہ ہتھیار انگلیوں ہی سے تھامے جاتے ہیں یا یہ تمام بدن سے کنایہ ہے۔ لاجل انہم بھا یقاتلون و بہا یدافعون والظاہر انہا حقیقۃ فی ذٰلک ولبعضہم بقول انہا مجاز فیہ من تسمیۃ الکل باسم الجزء (روح ص۱۷۴ ج ۹) ۱۴ مذکورہ امور کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مشرکین کو مارنے اور ان کو قتل کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو چکے تھے ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ اس سے پہلے فَذُوْقُوْا محذوف ہے اور اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ سے پہلے وَاعْلَمُوْا مقدر ہے۔ یعنی ہم نے کہا تھا کہ اب یہ عذاب چکھو اور یہ بھی جان لو کہ آخرت میں تم جیسے کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب بھی تیار ہے۔

ع ۲ ۹ ۱۶

شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ع ⑲

اگرچہ بہت ہوں اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے ف۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا

اے ایمان والو ۱۵ حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور

تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ⑳ وَلَا تَكُوْنُوْا

اس سے مت پھرو سن کر اور ان جیسے مت ہو

كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ㉑

جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں ف۲

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ

بیشک سب جانداروں ۱۶ میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں

الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ㉒ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا

جو نہیں سمجھتے ف۳ اور اگر اللہ جانتا ۱۷ ان میں کچھ بھلائی

لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ

تو ان کو سنا دیتا ف۴ اور اگر ان کو اب سنا دے تو ضرور بھاگیں منہ

مُّعْرِضُوْنَ ㉓ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا

پھیر کر ف۵ اے ایمان والو ۱۸ حکم مانو

لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا

اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور

اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ

جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے اس کے دل کو ف۶ اور یہ کہ اسی کے پاس

تُحْشَرُوْنَ ㉔ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ

تم جمع ہو گے ف۷ اور بچتے رہو اس فساد ۱۹ سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے

ف ای واعلموا ۱۲ قانون ثانی جہاد ۱۲ مومنین ۱۲ زجر ہے یعنی ضمیر [illegible] مرجع [illegible] ۱۲ پیچھے [illegible] ۱۲ مع زائد ۱۲ بوجہ [illegible] ۱۲ عبارت [illegible] قانون ثالث جہاد [illegible] مومنین [illegible] یا لامر یعنی الی [illegible] ای واعلموا ۱۲ سو زجر مع تخویف اخروی ۱۲

مضمون ثانی

(قوانین جہاد)

۱۵ یہاں سے قوانین جہاد کا بیان شروع ہوا، یہ پہلا قانون جہاد ہے زَحْفًا بمعنی اسم فاعل كَفَرُوْا کی ضمیر سے حال واقع ہے۔ یعنی جب میدان جنگ میں کافروں کے لشکر سے مڈبھیڑ ہو جائے اور وہ متحد ہو کر انبوہ در انبوہ مقابلہ میں آیا ہو تو پیٹھ پھیر کر مت بھاگو بلکہ جوانمردی اور ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کرو۔ ۱۶ یہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔ جو شخص سخت جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگا اس نے اللہ کا غضب مول لیا اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ پسپائی کی کچھ صورتیں مستثنیٰ فرما دیں یعنی اگر میدان جنگ سے پسپائی کسی جنگی مصلحت کی بنا پر ہو تو یہ جرم نہیں مثلاً پیچھے ہٹ کر کسی دوسری جانب سے دشمن پر حملہ کرنا زیادہ مفید ہو یا پیچھے ہٹ کر مجاہدین کی ایک دوسری جماعت سے مل کر دشمن پر حملہ بولنے کا ارادہ ہو تو یہ اور اسی قسم کی دوسری صورتیں جن میں پسپائی جنگ سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے نہیں بلکہ کسی جنگی تدبیر کے تحت ہو تو وہ اس وعید سے خارج ہیں۔ ۱۷ یہ ثمرہ ہے جو گذشتہ پانچ علتوں پر متفرع ہے۔ یعنی دعوے کی مذکورہ پانچ علتوں سے معلوم ہوا کہ جنگ بدر میں مشرکین کے قتل اور ان کی ذلت آمیز شکست کا سامان اللہ تعالیٰ ہی نے غیب سے فرما دیا تھا۔ اس لئے کہ تم لوگ یہ نہ سمجھ بیٹھو کہ یہ تمہارا کمال ہے اور تم نے ان کو مارا ہے نہیں! نہیں!! بلکہ اللہ نے ان کو مارا اور برباد کیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ مشرکین کا قتل اگرچہ بظاہر مسلمانوں کے ہاتھوں واقع ہوا لیکن اس کے اسباب اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے اس نے مسلمانوں کو

موضح قرآن ف۱ مکے کی سورتوں میں ہر جگہ کافروں کا کلام نقل فرمایا کہ ہر گھڑی کہتے ہیں متی ہذا الفتح یعنی کب ہوگا یہ فیصلہ سو اب جواب فرمایا کہ یہ فیصلہ آ پہنچا اور اگر باز آؤ یعنی کفر سے اور اگر پھر کرو گے یعنی لڑائی تو ہم پھر کریں گے یعنی مدد ۱۲ منہ رح ف۲ یعنی جیسے یہود نے حکم توریت زور آوری سے قبول کیا اور دل سے ناقبول رکھا۔ ویسے منافق زبان سے حکم بردار ہیں اور دل سے نہیں ۱۲ منہ رح ف۳ یعنی جانوروں سے بھی بدتر ہیں وہ آدمی کہ دین حق کو نہ سمجھیں ۱۲ منہ رح ف۴ یعنی اللہ نے ان کے دل میں ہدایت کی لیاقت نہیں رکھی جس میں لیاقت رکھی ہے انہیں کو ہدایت دیتا ہے اور غیر لیاقت والے جو سنتے ہیں تو انکار کرتے ہیں ۱۲ منہ رح ف۵ یعنی حکم بجا لانے میں دیر نہ کرو شاید اس وقت دل ایسا نہ رہے۔ دل اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ اول کسی کے دل کو روکتا نہیں اور مہر نہیں کرتا جب بندہ کاہلی کرے تو اسکی جزا میں روک دیتا ہے یا ضد کرے حق پرستی نہ کرے تو مہر کر دیتا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

فتح الرحمٰن ف۱ تعریض است بآن قصہ کہ ابوجہل روز غزوہ بدر دعا کرد کہ بار خدایا ہر کہ از میان این ہر دو گروہ قاطع رحم است و دین باطل پیش گرفتہ است او را ہلاک کن و بحقیقت متصف باین صفات ابوجہل و قوم او بودند ۱۲ ف۲ یعنی مانند اہل کتاب کہ توریت خواندند و بزبان معترف شدند و بر آن عمل نکردند ۱۲ ف۳ یعنی لیکن ندانست ۱۲ ف۴ یعنی عزیمت او فسخ میکند ۱۲

ان پر مسلط کیا اور ان کے دلوں کو مسلمانوں کی ہیبت و شجاعت سے مرعوب کر دیا۔ امام مجاہد فرماتے ہیں بدر کے دن فتح کے بعد مجاہدین میں سے کسی نے کہا فلاں کو میں نے قتل کیا اور کسی دوسرے نے کہا فلاں کافر کو میں نے مارا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری کیا ہستی تھی یہ فتح عظیم تو محض میری توفیق اور اعانت سے حاصل ہوئی ہے۔ یعنی ان ھذہ الکسرۃ الکبیرۃ لم تحصل منکم وانما حصلت بمعونۃ اللہ ۔۔۔ ان قتل الکفار انما تیسر بمعونۃ اللہ ونصرہ وتائیدہ (کبیر ج ۴ ص ۴۶۷) **۱۸ ۔** میدان بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی سے مٹھی بھر کنکریاں مشرکین کے لشکر کی طرف پھینکیں اللہ تعالیٰ نے کمال قدرت سے ہر مشرک کی آنکھوں میں مٹی کے ذرات پہنچا دئے۔ اس سے مشرک فوج میں کھلبلی مچ گئی اور وہ شکست کھا کر بھاگ نکلی یہ ایک معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ معجزہ پیغمبر کے قبضہ اور اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے جسے وہ اپنے پیغمبروں کے ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا۔ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (طٰہٰ ع ۳) اگر معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبضہ و اختیار میں ہوتا تو انہیں ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ **۱۹ ۔** واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای لیمحق الکفرین ولیبلی المؤمنین الخ ابلاء یہاں بمعنی اعطاء ہے بَلَآءً حَسَنًا یعنی عطاء جمیل جو بلا مشقت حاصل ہو جائے۔ ای لیعطیھم سبحانہ من عندہ اعطاءً جمیلا غیر مشوب بالشدائد والمکارہ (روح ج ۹ ص ۱۸۲ ابو السعود ج ۴ ص ۵۳۶) یا بلاءً حسنًا سے انعامات جلیلہ و احسانات عظیمہ مراد ہیں۔ مثلاً مال غنیمت فتح و نصرت اور اجر و ثواب ای ینعم علیھم نعمۃ عظیمۃ بالنصرۃ والغنیمۃ والاجر والثواب (کبیر ج ۴ ص ۴۶۹، خازن ج ۳ ص ۱۵) **۲۰ ۔** ذٰلِكُمْ سے پہلے قُلْنَا اور اس کے بعد قَوْلُنَا مقدر ہے اور اَنَّ سے پہلے اعلموا بقرینۃ ذٰلکم فذوقوہ وان للکفرین الخ یعنی ہم نے کہا اب یہ عذاب چکھو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے مکر و فریب کو بیکار کرنے والا ہے۔ **۲۱ ۔** خطاب مشرکین سے ہے اور استفتاح کے معنی طلب فیصلہ کے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (اعراف ع ۱۱) مشرکین مکہ ہجرت سے پہلے حضور علیہ السلام سے کہا کرتے تھے مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (سجدہ ع ۳) یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان صادق و کاذب اور محق و مبطل کا فیصلہ کب ہوگا۔ فرمایا لو ہم نے فیصلہ کر دیا جسے تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہم نے بے سر و سامان اور مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں تمہارے

ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

خاص ظالموں ہی پر ف ۱ اور جان لو کہ اللہ کا

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ

عذاب سخت ہے ف ۲ اور یاد کرو جس وقت ۲۸ تم تھوڑے تھے

مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ

مغلوب پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے تھے کہ اچک لیں تم کو

النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ

لوگ پھر اس نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا

ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو ف ۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا

ایمان والو ۲۹ خیانت نہ کرو اللہ سے اور رسول سے اور خیانت نہ کرو

اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ

آپس کی امانتوں میں جان کر اور جان لو کہ بیشک ۳۰ تمہارے مال

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اور اولاد خرابی میں ڈالنے والے ہیں اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ف ۴

ع ۳ / ۱۷

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ

اے ایمان والو ۳۱ اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو کر دے گا تم میں

فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

فیصلہ اور دور کر دے گا تم سے تمہارے گناہ اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

فضل بڑا ہے ف ۵ اور جب فریب کرتے تھے ۳۲ کافر کہ تجھ کو

بشارت
قانون رابع
مومنین
[illegible]
تم [illegible] عاکر [illegible]
وہ تمہارے لئے فتنہ
اموال کے حرص [illegible]
[illegible] قانون
[illegible] مومنین
[illegible]
برائے الانفال
[illegible]

موضح قرآن **ف ۱** یعنی ظلم میں کاہلی کرنے سے ایک تو دل ہٹتا ہے دم بدم اور دوسرے کام زیادہ مشکل پڑتا ہے۔ دوسرے نیکوں کی کاہلی سے گنہگار بالکل چھوڑ دیں گے تو رسم بد پھیلے گی۔ اس کا وبال سب پر پڑے گا۔ جیسے جنگ میں دیر سستی کریں تو نامرد بھاگ ہی جاویں۔ پھر شکست پڑے تو دیر بھی نہ تھام سکیں ۱۲ منہ رح **ف ۲** ستھری چیزیں یعنی مال غنیمت ۱۲ منہ رح **ف ۳** چوری اللہ رسول کی یہ بھی ہے کہ چھپ کر کافروں سے ملیں اپنے مال اور اولاد کے بچاؤ کو جیسے مہاجرین کہ ان میں اکثروں کے گھر مکے میں تھے اور یہ بھی ہے کہ مال غنیمت چھپا رکھیں سردار پاس ظاہر نہ کریں۔ **ف ۴** شاید فتح بدر میں مسلمانوں کے دل میں آیا ہو کہ یہ فتح اتفاقی ہے حضرت سے مخفی کافروں پر احسان کریئے کہ ہمارے گھر بار کو نہ ستاویں سو پہلی آیت میں چوری کو منع فرمایا اور دوسری آیت میں تسلی دی کہ آگے فیصلہ ہو جاوے گا، تمہارا گھر بار کافروں میں گرفتار نہ رہے گا۔

فتح الرحمن **ف ۱** یعنی بلکہ عام بود شامت او واللہ اعلم ۱۲ **ف ۲** مترجم گوید و آں فتنہ ظہور بدعت است یا ترک نہی منکر واللہ اعلم ۱۲ ۔

سامان جنگ سے لیس عظیم لشکر کو کس طرح پٹوا دیا، ان کے ہاتھوں تمہیں ذلت آمیز شکست دی اور عرب سے تمہاری طاقت و قوت کا خاتمہ کر دیا۔ اب اگر تم پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت اور کفر و شرک سے باز آجاؤ تو اسی میں تمہاری دنیوی اور اخروی بہتری ہے۔ لیکن اگر تم باز نہ آئے اور پیغمبر علیہ السلام سے برسرِ پیکار ہوگئے تو ہم پھر تمہارا یہی حشر کریں گے اور تمہارا جتھا اور تمہاری فوج کثرت عدد اور سامان حرب کے باوجود تمہارے کچھ کام نہ آسکے گی وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ واؤ کے بعد اِعْلَمُوْٓا مقدر ہے اور یہ یقین رکھو کہ اللہ کی مدد اور نصرت تو ایمان والوں ہی کے ساتھ ہوگی۔ کیونکہ اللہ کی سنتِ جاریہ یہی ہے۔ وَان سنة اللّٰه تعالیٰ جاریة فی نصر المؤمنین وخذلان الکافرین (روح ج ۹ ص ۱۸۸) **۲۲؎** دوسرا قانون جنگ برائے مؤمنین۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ الخ یہ زجر ہے۔ یعنی ان کفار اور منافقین کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا مگر سننے پر عمل نہ کیا اور اس طرح اللہ کے قہر و غضب کے مستحق ہوگئے۔ تم ان کا وطیرہ اختیار کر کے میرے قہر و غضب کے مستحق نہ بنو **۲۳؎** مذکورہ بالا معاندین کے دلوں، کانوں اور زبانوں پر مہر جباریت کی تمثیل ہے۔ یعنی زمین پر چلنے والی مخلوق میں اللہ کے نزدیک سب سے بدتر وہ لوگ ہیں جو حق بات نہیں سنتے اور منہ سے حق بات نہیں نکالتے اور دل سے حق سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ایسے لوگ اللہ کی ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔ **۲۴؎** کچھ بھلائی اور اللہ کی طرف قدرے انابت لَاَسْمَعَهُمْ ان کو حق بات سنا دیتا اور انہیں قبول کرنے کی توفیق دے دیتا۔ یعنی اگر ان کے دلوں میں انابت اور طلبِ حق کا جذبہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کو قبول حق کی توفیق دے دیتا۔ لیکن وہ انابت اور قبول حق کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ اس لئے اگر وہ حق بات سن کر اس کو سمجھ بھی لیں تب بھی وہ اس سے اعراض کر کے چلتے بنیں گے۔ کیونکہ ان کی قوائے مدرکہ پر مہر جباریت ثبت ہو چکی ہے۔ لعنادھم وجحودھم الحق بعد ظھورہ (معالم وخازن ج ۳ ص ۱۷ و ص ۱۸) **۲۵؎** تیسرا قانون جنگ لِمَا میں لام بمعنی اِلیٰ ہے اور یہ دَعَاکُمْ کے متعلق ہے۔ مَا یُحْیِیْکُمْ سے جہاد مراد ہے کیونکہ جہاد دنیا اور آخرت کی پاکیزہ اور پرسکون زندگی کا باعث ہے دنیا میں ترک جہاد سے مسلمان کافروں سے مغلوب ہو کر مقتول ہو جائیں گے۔ لیکن جہاد کی صورت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو غلبہ عطا کرے گا اور دنیا میں اپنی تہذیب و ثقافت اور شان و شوکت کے ساتھ زندہ رہیں گے۔ (لانھم لو رفضوھا (مجاھدة الکفار) لغلبوھم وقتلوھم کما فی قولہ تعالیٰ وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ (ابو السعود ج ۴ ص ۵۳۲) یا لام اپنے اصل پر ہے اور استجیبوا کے متعلق ہے اور مَا یُحْیِیْکُمْ سے قرآن مجید کے تمام اوامر و نواہی مراد ہیں۔ کیونکہ ان پر عمل کرنا حیاتِ ابدیہ اور انعاماتِ سرمدیہ کا موجب ہے، وقال مجاھد والجمھور المعنی استجیبوا للطاعة وما تضمنه القراٰن من اوامر ونواھی ففیہ الحیٰوة الابدیة والنعمة السرمدیة (قرطبی ج ۷ ص ۳۸۹) یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور ان کے احکام بجا لاؤ۔ کیونکہ اس سے حیات ابدی و دائمی حاصل ہوگی۔ **۲۶؎** اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنی زندگی کا شعار بنا لوگے تو اللہ تعالیٰ اپنی توفیق و تائید سے تمہارے ایمان کی حفاظت فرمائے گا اور تمہیں اس پر استقامت عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے بندہ اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جانے سے یہی مراد ہے۔ وَاَنَّهٗ یہ اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ پر معطوف ہے اور اِعْلَمُوْٓا کے تحت داخل ہے۔ **۲۷؎** زجر مع تخویف اور ایسے گناہ اور فتنہ سے بچو جس کے برے اثرات نہ صرف اس کے بلاواسطہ مرتکب تک محدود رہیں بلکہ قوم کے دوسرے افراد بھی ان کی لپیٹ میں آجائیں مثلاً جہاد میں سستی اور کمزوری دکھانا اس کا خمیازہ نہ صرف مجاہدین کو بلکہ پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مداہنت جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بدعات و منکرات عام ہو جائیں اور پورا معاشرہ تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد   بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

۲۸؎ یہ تذکیر نعمت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے اپنے انعامات یاد دلائے ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کا حکم دیا گیا۔ اب یہاں انعامات یاد دلا کر اسی حکم کی تاکید کی گئی۔ اعلم انہ تعالیٰ لما امرھم بطاعة اللّٰه وطاعة الرسول ثم امرھم باتقاء المعصیة اکد ذلک التکلیف بھذہ الاٰیة الخ (کبیر ج ۴ ص ۵۳۵) وہ وقت یاد کرو جب تم معدودے چند تھے اور ارض مکہ میں کافروں کے ہاتھوں بے بس، کمزور اور ناتواں تھے تمہیں ہر وقت یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں مشرکین تمہاری تکہ بوٹی نہ کر ڈالیں تو ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ میں تمہیں پناہ دی اور مشرکین کے مقابلے میں تمہاری مدد کر کے ان کو تمہارے ہاتھوں مغلوب و مقہور کیا اور ڈھیروں مال غنیمت کے ذریعے تمہاری مالی ساکھ مضبوط کی تا کہ تم اس کے انعامات کا شکر ادا کرو۔ **۲۹؎** چوتھا قانون جنگ۔ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ۔ تخونوا اللّٰه پر معطوف ہے ای ولا تخونوا اماناتکم اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ اللہ کی خیانت یہ ہے کہ اس کے فرائض و احکام کو معطل کر دیا جائے اور ان کی تعمیل نہ کی جائے اور رسول کی خیانت یہ ہے کہ آپ کی سنت اور آپ کے طریق کا اتباع نہ کیا جائے (لا تخونوا اللّٰه) بان تعطلوا فرائضه (والرسول) بان لا تستنوا به (وتخونوا اماناتکم) فیما بینکم بان لا تحفظوھا (مدارک ج ۲ ص ۸۰) وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور تم خوب جانتے ہو کہ خیانت بہت بڑا گناہ ہے اور حفظ امانت بہت بڑا کار خیر ہے۔ **۳۰؎** یعنی یہ انفال و غنائم جن میں تم نزاع و اختلاف کر رہے ہو وہ تمہارے لئے فتنہ اور آزمائش ہیں وَ اَنَّ اللّٰهَ الخ یہ اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ پر معطوف ہے۔ **۳۱؎** پانچواں قانون جہاد فُرْقَانًا سے فتح و نصرت مراد ہے۔ یعنی اگر تم اللہ سے ڈرو گے اور اس کے احکام کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و نصرت عطا کرے گا۔ تمہیں عزت دے کر اور مشرکین کو ذلیل و رسوا کر کے حق و باطل کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ اور تمہارے تمام گناہ معاف کر کے تمہیں اپنی بخشش و رحمت اور فضل سے نوازے گا۔ نصرا یفرق بین المحق والمبطل باعزاز المؤمنین واذلال الکفرین کما قال الفراء (روح ج ۹ ص ۱۹۶)

۳۲؎ یہ اَلْاَنْفَالُ لِلّٰہِ الخ کی چھٹی علت ہے ۔ مشرکین مکہ کے منتخب سرداروں نے ایک دفعہ حضور علیہ السلام کے بارے میں مل کر میٹنگ کی جس کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے اثر اور آپ کے دین کو کس طرح ختم کیا جائے ۔ چنانچہ اس مجلس میں کئی رائیں پیش ہوئیں کسی نے کہا آپ کو قید کر دیا جائے ۔ کسی نے مشورہ دیا کہ آپ کو جلاوطن کر دیا جائے آخر میں ابوجہل نے آپ کو شہید کر دینے کا مشورہ دیا ۔ ابلیس جو عرب کے ایک تجربہ کار اور دانا شیخ نجدی کے روپ میں اس مجلس میں موجود تھا اس نے اس رائے کی بہت تعریف کی اور آخر کار بحث و تمحیص اور سوچ بچار کے بعد سب نے ابوجہل کے مشورے کی توثیق کر دی ۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔ یعنی مشرکین تو آپ کے بارے میں یہ منصوبے بنا رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے مکر و فریب سے بچانے کی تدبیریں کر رہا تھا ۔ چنانچہ جو رات انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنے کے لئے مقرر کی تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پہلے ہی اس کی اطلاع دے دی ۔ جب مشرکین نے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اس وقت آپ نے اپنی جگہ حضرت علی کو سو جانے کا حکم دیا اور فرمایا بے فکر رہنا تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گی اور خود باہر تشریف لائے اور اللہ کے حکم کے مطابق مشرکین پر مٹھی بھر مٹی پھینک دی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی آنکھیں بند کر دیں اور آپ سب کے درمیان میں سے گذر گئے اور کسی نے بھی آپ کو نہ دیکھا ۔ آپ وہاں سے نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر مدینہ روانہ ہو گئے ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا منصوبہ ناکام کر دیا ۔ لِیُثْبِتُوْکَ ای لیحبسوک و یربطوك بالوثوق ۔ یعنی آپ کو زنجیر ڈال کر باندھ دیں ۔ **۳۳؎** یہ شکوی ہے اور اس میں ان معاندین کے مستحق عذاب ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے ۔ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتیں تو ان میں سے بعض مثلاً نضر بن حارث جیسے لوگ بول اٹھتے جی سن لی ہیں ہم نے یہ آیتیں ۔ ان میں پہلے لوگوں کے قصے ہی تو مذکور ہیں اور ایسے قصے تو ہم بھی بیان کر سکتے ہیں ۔ نضر بن حارث کی فارس اور حیرہ میں آمد و رفت تھی اور وہ وہاں کے لوگوں سے عجمیوں کے قصے کہانیاں سنتا رہتا تھا ۔ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور دیگر گذشتہ اقوام کے قصے عبرت اور موعظت کی غرض سے ذکر کئے گئے ہیں اس ظالم اور کم فہم نے قرآن مجید کو محض قصوں اور کہانیوں ہی کی کتاب سمجھ لیا ۔ **۳۴؎** یہ ساتویں علت ہے ۔ نضر بن حارث، ابوجہل اور دیگر صنادید قریش نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ اگر یہ اسلام اور قرآن جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے سچا ہے اور تیری طرف سے ہے ۔ تو ہمیں آسمان سے پتھر برسا کر یا کسی دوسرے المناک عذاب سے ہلاک کر دے ۔ چنانچہ مشرکین خود اپنے منہ سے عذاب کا مطالبہ کر کے مکہ سے نکلے تھے ۔ اس لئے اللہ نے بدر میں ان پر منہ مانگا عذاب نازل کر کے ان کو مغلوب اور تم کو غالب کیا ۔ اس لئے اب انفال کی تقسیم اللہ ہی کے حکم کے مطابق کرو ۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ الخ یہ مشرکین پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ ہے ۔ یعنی اللہ کی سنت مستمرہ یہ ہے کہ جب تک پیغمبر اور مومنین شہر میں موجود ہوں اس وقت تک ان پر عذاب نازل نہیں فرماتا ۔ اس لئے فرمایا یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ آپ ان میں موجود ہوں اور ان پر عذاب آ جائے ۔ کیونکہ اگر آپ کے ان میں موجود ہوتے ہوئے ان پر عذاب آ جاتا تو وہ ظالم یہ نہ سمجھتے کہ عذاب ان کے شرک کی وجہ سے آیا ہے ۔ بلکہ آپ کی ذات کو اس کا سبب قرار دے کر کہتے کہ یہ عذاب تیری وجہ سے آیا ہے ۔ جیسا کہ قوم موسیٰؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے بارے میں کہا تھا ۔ اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قال ابن عباس لم یعذب اھل قریة حتے یخرج النبی صلی اللہ علیه وسلم منھا والمؤمنون ویلحقوا بحیث امروا ۔ (قرطبی ج ۷ ص ۳۹۹) **۳۵؎** یہ عذاب نہ آنے کی دوسری وجہ ہے ۔ اور اس سے یا تو مشرکین کا استغفار مراد ہے ۔ کیونکہ وہ طواف کرتے وقت اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے تھے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے استغفار سے بھی عذاب الٰہی ٹل سکتا ہے (روح ج ۹ ص ۲۰۳) ۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں ۔ اس سے ان مومنین کا استغفار مراد ہے جو مکہ مکرمہ میں تھے ۔ اس کی تائید سورۂ فتح کی اس آیت سے ہوتی ہے ۔ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا امام رازی لکھتے ہیں وما کان اللہ معذب ھٰؤلاء الکفار وفیھم مؤمنون یستغفرون (کبیر ج ۴ ص ۱۴۵) **۳۶؎** مکہ معظمہ میں مشرکین پر عذاب نہ بھیجنے کی وجوہ بیان کرنے کے بعد فرمایا مگر یہ لوگ اپنے انکار و جحود اور ضد و عناد کی وجہ سے عذاب کے مستحق ضرور ہیں ۔ کیونکہ ان کے تمام اعمال و افعال خدا اور رسول کے احکام کے خلاف ہیں اور حد یہ ہے کہ وہ ایمان والوں، اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبرداروں کو مسجد حرام (بیت اللہ) سے روک رہے ہیں (جیسا کہ عام الحدیبیہ میں انہوں نے ایسا کیا) حالانکہ وہ بیت اللہ کے متولی نہیں تھے اور نہ وہ بیت اللہ کی تولیت کے لائق اور اس کے حقدار ہی ہیں ۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں ۔ بیت اللہ کی تولیت کا حق صرف انہی لوگوں کو پہنچتا ہے جو اللہ کے اس گھر کو شرک کی نجاست سے پاک رکھیں اور وہ مسلمان ہی ہو سکتے ہیں ۔ ای وما کانوا مستحقین ولایة المسجد الحرام مع شرکھم . . . . اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ) من الشرك الذین لا یعبدون فیه غیر اللہ تعالیٰ والمراد بھم المسلمون (روح ج ۹ ص ۲۰۳)

۳۷ یہ کفار مکہ کو عذاب دینے کی دوسری وجہ ہے ۔ مُکَآءً سیٹی بجانا تَصْدِیَۃً تالی بجانا ۔ یعنی جو اصلی اور صحیح معنوں میں نمازی ہیں ان کو تو خدا کے گھر سے روکتے ہیں اور اپنا حال یہ ہے کہ ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور اللہ کے ذکر کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہیں ۔ چونکہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے تھے اور مکہ معظمہ میں ان پر عذاب نازل کرنے میں موانع تھے ۔ اس لئے ہم نے ان کو مکہ سے نکالا اور میدان بدر میں ان کو المناک اور ذلت آمیز عذاب (قتل اور قید و بند) میں مبتلا کر دیا اور فرمایا یہ تمہارے کفر و تمرد اور عناد کی سزا ہے ۔ اب اسے چکھو ای عذاب القتل والاسر یوم بدر (روح)

۳۸ تخویف اخروی ہے ۔ یُنْفِقُوْنَ اِنَّ کی خبر ہے ۔ کافر اپنا مال و دولت مسلمانوں کے خلاف جنگ و قتال میں خرچ کر رہے ہیں تاکہ ان کو اللہ کے دین سے روک سکیں ۔ وہ اب خرچ کر رہے ہیں جیسا کہ جنگ بدر میں خرچ کیا اور آئندہ بھی خرچ کریں گے ۔ مثلاً جنگ احد وغیرہ میں ۔ مگر ہر بار انہیں اپنی دولت خرچ کرنے کے بعد حسرت اور افسوس ہی کا منہ دیکھنا پڑے گا ۔ کیونکہ ہر میدان میں وہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب و مقہور ہوں گے ۔ والمعنی ان الکفار یقصدون بنفقتهم الصد عن سبیل اللہ وغلبة المؤمنین فلا یقع الا عکس ما قصدوا وهو تندمهم وتحسرهم علی ذهاب اموالهم ثم غلبتهم والتمکن منهم اسرا وقتلا وغنما (بحر ج ۴ ص۴۹۳)

قَالَ الْمَلَاُ ۹ ۔ ۴۱۳ ۔ الانفال ۸

لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ

کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا

وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ

اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ف۱ اور جب کوئی پڑھے ۳۲ ان پر ہماری آیتیں تو کہیں

سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ

ہم سن چکے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ لیں ایسا یہ تو کچھ بھی نہیں مگر احوال ہیں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ

اگلوں کے ف۲ اور جب وہ کہنے لگے کہ ۳۳ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے

مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ

تیری طرف سے تو ہم پر برسا دے پتھر آسمان سے یا

ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ

لا ہم پر کوئی عذاب دردناک ف۳ اور اللہ ہرگز عذاب ۳۵ نہ کرتا ان پر جب تک تو

فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

رہتا ان میں اور اللہ ہرگز نہ عذاب کریگا ان پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے ف۴

وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ

اور ان میں کیا بات ۳۶ ہے ف۵ کہ عذاب نہ کرے ان پر اللہ اور وہ روکتے ہیں مسجد

الْحَرَامِ وَ مَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

حرام سے اور وہ اس کے اختیار والے نہیں اس کے اختیار والے تو وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ

لیکن ان میں اکثروں کو اس کی خبر نہیں ف۶ اور ان کی نماز نہیں ۳۷ خانۂ کعبہ

الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں سو چکھو عذاب بدلہ اپنے

منزل ۲

ان کا شکوہ ہوا ہے [illegible] سابقہ اور شکوہ کی وجہ اس میں ان کے مستحق عذاب ہونے کی وجہ بیان کی گئی ہے ۱۲ ۳۵ عذاب نہ دینے کی وجہ اول ۱۲ ۳۶ عذاب نہ دینے کی وجہ ثانی ۔ وھم یستغفرون الخ سے یا مشرکین مکہ مراد ہیں یا وہ مومنین جنہوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی تھی ۱۲ ۳۶ یہ [illegible] کفروا [illegible] اس سے ان کے مستحق عذاب ہونے کی وجہ اول ۱۲ ۔ ۳۷ ان کے مستحق عذاب ہونے کی وجہ ثانی ۱۲ مُکَآءً سیٹی بجانا ۔ تَصْدِیَۃً تالی بجانا ۱۲

موضح قرآن ف۱ بٹھا دیں یعنی قید کر رکھیں یہ فرمایا کہ جیسے اللہ نے پیغمبر کو بچا لیا ہے تو تمہارے گھر بار کو بچا رکھے ۱۲ منہ رح ف۲ یعنی ہمیشہ یہ کہتے تھے اب تو دیکھ لیا کہ یہ قصے نہ تھے وعدہ عذاب تم پر بھی آیا جیسے پہلوں پر آیا تھا ۱۲ منہ رح ف۳ ابوجہل جب مکے سے نکلنے لگا تو یہی دعا کی کہ کعبہ کے سامنے وہی پیش آئی ۱۲ منہ رح ف۴ یعنی مکے میں حضرت کے قدم سے عذاب الگ رہا تھا اب ان پر عذاب آیا اسی طرح جب تک گنہگار نادم رہے اور توبہ کرتے رہے تو پکڑا نہیں جاتا ۔ اگرچہ بڑے سے بڑا گناہ ہو حضرت نے فرمایا کہ گناہگاروں کو دو چیز پناہ ہیں ایک میرا وجود اور دوسرے استغفار ۱۲ منہ رح ف۵ قریش آپکو اولاد ابراہیم سمجھ کر کعبہ کے مختار ٹھہراتے تھے اور مسلمانوں کو آنے نہ دیتے سو فرمایا کہ اولاد ابراہیم میں جو پرہیزگار ہو اسی کا حق ہے اور بے انصافوں کا حق نہیں کہ جس سے آپ ناخوش ہوئے نہ آنے دیا ۔

فتح الرحمن ف۱ تعریض است بآن قصہ کہ کفار در مکہ جمع شدہ این رائے میزدند ۱۲ ف۲ یعنی سنت اللہ آنست کہ تا پیغامبر در میان قوم باشد عذاب عام نمیکند وہمچنین تا آنکہ ایشان استغفار میکنند عذاب نمی آید ۱۲ ف۳ یعنی بعد ہجرت حضرت سید البشر از میان ایشان ۱۲ ف۴ یعنی اصل استحقاق عذاب دارند لیکن بودن پیغامبر در میان ایشان مانع بود و الحال مانع برخاست ۱۲ ۔

يَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا
کفر کا — بے شک جو لوگ ۳۸ کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ
اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہوگا وہ ان پر افسوس اور آخر
يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾
مغلوب ہوں گے اور جو کافر ہیں ۳۹ وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے
لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ
تاکہ جدا کر دے اللہ ناپاک کو پاک سے اور رکھے ناپاک کو
بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ
ایک کو ایک پر پھر اس کو ڈھیر کر دے اکٹھا پھر ڈال دے اس کو
جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ع قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
دوزخ میں وہی لوگ ہیں نقصان میں ف ۱ تو کہہ دے ۴۰ کافروں کو
اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا
کہ اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا۔ اور اگر پھر بھی وہی کریں گے
فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى
تو پڑ چکی ہے راہ اگلوں کی اور لڑتے رہو ۴۱ ان سے یہاں تک
لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا
کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا پھر اگر وہ باز آجائیں
فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا
تو اللہ ان کے کام کو دیکھتا ہے اور اگر وہ نہ مانیں ف ۲ تو جان لو
اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ
کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے کیا خوب حمایتی ہے اور کیا خوب مددگار ف

۳ ع ۹ ۱۸

۳۸ تخویف اخروی ۳۹ اگر یحشرون سے متعلق ہے تو خبیث سے کفار مراد ہیں۔ اور اگر یغلبون سے متعلق ہے تو خبیث سے منافقین مراد ہیں ۴۱ دعویٰ سورت علی سبیل الاجمال

۳۹ دنیا میں مال و دولت بھی برباد ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت و رسوائی بھی اٹھائی اور آخرت میں ان کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الخ یہ یا تو يُحْشَرُوْنَ کے متعلق ہے اور خبیث سے مراد کفار ہیں اور طیب سے مومنین یعنی قیامت کے دن کفار دوزخ میں گرتے جائیں گے یا یہ يُغْلَبُوْنَ سے متعلق ہے۔ اس صورت میں خبیث سے منافقین مراد ہوں گے۔ یعنی جہاد میں کفار مغلوب ہوں گے اور مومن اور منافق کے درمیان بھی امتیاز ہو جائے گا۔ لیکن وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ پہلے معنی کا مؤید ہے۔ یعنی خبیثوں کو ملا کر سب کو جہنم میں ڈال دے۔

۴۰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا گیا کہ آپ ابوسفیان اور اس کے ہمنواؤں سے فرما دیں کہ اگر وہ شرک چھوڑ دیں، اسلام قبول کر لیں اور عداوتِ پیغمبر سے باز آجائیں تو ان کے تمام گذشتہ گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ اور اگر وہ باز نہ آئیں بلکہ دوبارہ پیغمبر علیہ السلام سے برسر پیکار ہو جائیں تو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ اور اس کا دستور قدیم یہ ہے کہ وہ آخر کار ہمیشہ اپنے پیغمبروں اور ان کے متبعین کی مدد کرتا اور انکے دشمنوں کو مقہور و مخذول کرتا ہے ای عادۃ اللہ تعالیٰ الجاریۃ فی الذین تحزبوا علی الانبیاء علیہم السلام من نصر المؤمنین علیہم وخذلانہم وتدمیرہم (روح ج ۹ ص [illegible])

۴۱ یہاں سورت کا دعویٰ اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اسکی تفصیل سورۂ توبہ ع ۴ میں آئیگی۔ فرمایا اگر وہ باز نہیں آتے تو آپ ان سے جہاد کریں یہانتک کہ انکا زور ختم ہو جائے اور مسلمان ان کے فتنے سے بچ جائیں فَاِنِ انْتَهَوْا الخ اگر وہ کفر و شرک اور جنگ و قتال سے باز آجائیں اور اسلام قبول کر لیں تو اللہ تعالیٰ جو انکے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو دیکھ رہا ہے انکو اسلام پر ثبات و استقلال کی توفیق عطا فرمائیگا وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ یعنی مشرکین عرب سے یہاں تک جہاد کرو کہ عرب سے شرک مٹ جائے اور صرف اللہ ہی کی عبادت اور پکار باقی رہ جائے اور مشرکین عجم سے یہانتک جہاد کرو کہ اللہ کے دین کو غلبہ اور برتری حاصل ہو جائے مشرکین مارے جائیں یا جزیہ قبول کر لیں وَاِنْ تَوَلَّوْا لیکن اگر وہ ایمان لانے سے اعراض کریں اور جنگ و جدال سے باز نہ آئیں تو انکی پرواہ نہ کریں۔ تم اللہ پر بھروسہ رکھو اور مطمئن رہو کہ اللہ تمہارا ناصر و مددگار اور کارساز ہے (اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ) ناصرکم ومعینکم فثقوا بولایتہ ونصرتہ (مدارک ج ۲ ص ۹۵) یہانتک سورت کا پہلا حصہ ختم ہوا۔

موضح قرآن ف ۱ یعنی آہستہ آہستہ اللہ اسلام کو غالب کریگا۔ اس بیچ میں کافر اپنا زور اور جان مال کا خرچ کرینگے تا نیک و بد جدا جدا ہو جاوے یعنی جنکی قسمت میں اسلام لکھا ہے وہ سب مسلمان ہو چکیں اور جنکو کفر پر مرنا ہے وہ سب اکٹھے دوزخ میں جاویں ۱۲ منہ رح ف ۲ لڑو جب تک فساد نہ رہے یعنی کافروں کو زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں ۱۲ منہ رح۔

فتح الرحمٰن ف ۱ و این تصویر است حال کسی را کہ می خواہد جز و کل چیزیرا باطل سازد و دفع کند ۱۲ ف ۲ یعنی از اسلام ۱۲۔

حصۂ دوم

دوسرا حصہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الخ سے آخر سورت تک ہے۔ اس حصے میں بھی وہ دونوں مضمون مذکور ہیں جو حصۂ اول میں مذکور ہوئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس حصہ میں اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کی تفصیل کی گئی ہے اور اسکی جو علل بیان کی گئی ہیں انکی تعداد پانچ ہے اور قوانین جہاد سات ہیں دو تمام مؤمنین کے لئے اور پانچ خاص حضور علیہ السلام کے لئے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ

اور جان رکھو کہ جو کچھ ۴۳ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ

اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں ف۱ اور محتاجوں

وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا

اور مسافروں کے واسطے اگر تم کو یقین ہے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اتاری

عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ

اپنے بندے پر فیصلہ کے دن ۴۴ جس دن بھڑ گئیں دونوں فوجیں ف۲

وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۳ ۴۵ جس وقت تم تھے ۴۶ ورلے

الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ

کنارہ پر اور وہ پرلے کنارہ پر اور قافلہ

اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی

نیچے اتر گیا تھا تم سے اور اگر تم آپس میں وعدہ ۴۷ کرتے تو نہ پہنچتے

الْمِیْعٰدِ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا

وعدہ پر ایک ساتھ لیکن اللہ کو کر ڈالنا تھا ایک کام کو جو مقرر ہو چکا تھا

لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ

تاکہ مرے جس کو مرنا ہے ۴۸ قیام حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیام

بَیِّنَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ یُرِیْكَهُمُ

حجت کے بعد اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف۴ ۴۹ جب اللہ نے وہ کافر ۵۰

اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِیْرًا

دکھلائے تجھ کو تیری خواب میں تھوڑے اور اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا

۴۳ یہ سورت کا دوسرا حصہ ہے اور مضمون اول یعنی الانفال للہ والرسول کا بیان علی سبیل التفصیل ۱۲ ۴۴ معطوف ہے لفظ اللہ پر ۱۲ ۴۵ مسلمان ۴۶ ای فی ۴۷ بدل ۱۲ ۴۸ علم اللہ یا جو کرنے کے لائق تھا ۱۲ ۴۹ علت ثانیہ ہے برائے فان للہ خمسہ الخ ۱۲

۵۰ کیونکہ ان میں اکثر کا مسلمان ہونا اللہ کے علم میں تھا اگرچہ [illegible] میں بہت زیادہ ۱۲

علیہ السلام کے لئے۔

مضمون اول

(تفصیل مصارف انفال مع علل)

۴۲ے یہاں الانفال للہ والرسول کا مضمون تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ الخ میں مال غنیمت کے خمس یعنی پانچویں حصے کے مصارف کا ذکر ہے یہاں خمس کے پانچ مصارف مذکور ہیں۔ (۱) لِلرَّسُوْلِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے آپ کا حصہ ساقط ہو چکا ہے۔ (۲) وَلِذِی الْقُرْبٰی اہل قرابت اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل قرابت یعنی بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب میں سے جو اسلام لا چکے تھے وہ مراد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے شروع ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا اسلام کی وجہ سے یا قرابت کی وجہ سے۔ یہ حصہ ذوی القربی کو دیا جاتا تھا خواہ اغنیاء ہوں یا فقراء لیکن اب یہ حصہ بھی ساقط ہو چکا ہے البتہ بنو ہاشم اور بنو المطلب میں جو فقراء ہیں انکو فقراء (مساکین) کے حصے میں سے دیا جائے گا اور دوسرے فقراء پر انکو مقدم کیا جائے گا (۳) وَالْیَتٰمٰی۔ یتیم کی جمع ہے۔ یتیم اسے کہتے ہیں جو نابالغ ہو اور اس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔ الیتیم انقطاع الصبی عن ابیہ قبل بلوغہ (مفردات ص۵۵) یتیم اگر محتاج ہو تو اسکو حصہ ملیگا اگر محتاج نہیں غنی ہے تو اسکو نہیں ملیگا (۴) وَالْمَسٰكِیْنِ فقراء اور اہل حاجت مسلمان اور (۵) وَابْنِ السَّبِیْلِ جو مسافر اپنے گھر سے دور ہو اور صاحب حاجت ہو سفر میں اس کا خرچ ختم ہو چکا ہو۔ خمس کے بعد باقی چار حصے مجاہدین اور غانمین کے درمیان تقسیم کئے جائیں گے

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ نے اپنے رسول پر فتح و نصرت اتاری جس سے تم غالب ہوئے اور اللہ قادر ہے کہ آگے اور فتحیں دیوے جو مال کافروں سے لڑ کر لیویں وہ غنیمت ہے اسمیں پانچواں حصہ نیاز اللہ کی ہے واسطے خرچ رسول کے کہ رسول کو خرچ ہے اپنی ذات کا اور قرابت والوں کا اور حاجت مند مسلمانوں کا اور بعد حضرت کے بھی خرچ ہوتے ہیں سردار کو اور جو مال صلح سے لیا وہ سارا خرچ مسلمانوں کا پھر غنیمت میں چار حصے رہے سو لشکر کو تقسیم کرنا سوار کو دو حصے پیادہ کو ایک ۱۲ منہ رح ف۲ یعنی قریش اپنے قافلہ کی مدد کو آئے تھے اور تم قافلہ کے غارت کو قافلہ بچ گیا اور دونوں فوجیں ایک میدان کے دو کناروں پر آ پڑیں ایک کو دوسرے کی خبر نہیں یہ تدبیر اللہ کی تھی اگر تم قصداً جاتے تو ایسا بر وقت نہ پہنچتے اور اس فتح کے بعد کافروں پر صدق پیغمبر کا کھل گیا جو مرا وہ بھی یقین جان کر مرا اور جو جیتا رہا وہ بھی حق پہچان کر تا اللہ کا الزام پورا ہو ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی خویشاوندان پیغامبر را کہ بنی ہاشم و بنی مطلب اند ۱۲ ف۲ یعنی ایمان آوردید بآنکہ بروز بدر نصرت نازل فرمود ۱۲ ف۳ چہار خمس غانمان را باید داد و یک خمس در بیت المال نہادہ برپنج حصہ قسمت باید کرد علی اختلاف المذاہب ۱۲ ف۴ مراد از ہلاک اصرار بر کفر است و از حیات مسلمان شدن ۱۲۔

لَفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ

تو تم لوگ نامردی کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٤٣﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ

اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں اور جب تم کو دکھلائی وہ فوج ف۱

اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ

مقابلہ کے وقت تمہاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھلایا انکی

اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَ

آنکھوں میں تاکہ کر ڈالے اللہ ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا اور

اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٤٤﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اللہ تک پہنچتا ہے ہر کام اے ایمان والو ف۲

اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ

جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت

كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

یاد کرو تاکہ تم مراد پاؤ ف اور حکم مانو اللہ کا

وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ

اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہیگی

رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾

تمہاری ہوا اور صبر کرو بیشک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے ف۳

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا

اور نہ ہو جاؤ اُن جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے

وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

اور لوگوں کے دکھانے کو اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے

ع ۵ ۷ ۱

۷ علت ثالثہ ۴۳ ۴۳ قانون اول [illegible]

سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ۔ **۴۳** یَوْمَ الْفُرْقَانِ (فیصلے کا دن) سے یوم بدر مراد ہے کیونکہ اس دن کی جنگ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن تھی اور یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ یہ یَوْمَ الْفُرْقَانِ سے بدل ہے اور الْجَمْعٰنِ (دو فریق) سے مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں مراد ہیں اور مَآ اَنْزَلْنَا سے جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا کرنا اور فرشتوں کا اتارنا مراد ہے۔ یعنی اگر تمہارا اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان ہے اور اس بات پر ایمان ہے کہ جنگ بدر میں فتح و نصرت کا سامان اللہ ہی نے بہم پہنچایا اور اسی کی مہربانی سے اور اسی کی امداد و اعانت سے مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوا اور مشرکین ذلیل اور مقہور ہوئے۔ تو اس جنگ میں جو مال غنیمت حاصل ہوا اس کی تقسیم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرو اور اپنی رائے کا اس میں دخل نہ دو۔ ان الملائکۃ والنصر لما کانا منہ تعالیٰ وجب ان یکون ما حصل بسببہما من الغنیمۃ مصروفًا الی الجہات التی عینہا اللہ سبحانہ (روح ج ۱۰ ص ۳) **۴۴** یہ حکم سابق کی پہلی علت ہے۔ یہاں تینوں جماعتوں کے مراکز قیام کا ذکر کیا گیا۔ الْعُدْوَةِ الدُّنْيَا یعنی وادی کا وہ کنارہ جو مدینہ سے قریب تھا یہاں مسلمانوں کا پڑاؤ تھا الْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وادی کا دوسرا کنارہ جو مدینہ سے دور تھا اس پر مشرکین کی فوجیں خیمہ زن تھیں وَالرَّكْبُ یہ راکب کی اسم جمع ہے۔ مراد مشرکین کا تجارتی قافلہ ہے یعنی قافلہ دونوں لشکروں سے نچلی جانب ساحل سمندر پر تھا۔ حاصل یہ کہ مشرکین کا تجارتی قافلہ مشرک فوج کی پشت پر تھا اس طرح مسلمانوں کے مقابلے میں مشرکین کی قوت و شوکت کئی گنا تھی مگر اس کے باوجود اللہ نے انکو مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب کیا۔ **۴۵** میدان بدر میں اچانک دونوں فوجوں کے درمیان مڈبھیڑ ہو گئی۔ اگر دونوں فریق پہلے سے لڑائی کا وقت مقرر کر لیتے تو ممکن تھا کہ ان میں سے کوئی وعدے کے مطابق نہ پہنچ پاتا یا پہنچنے میں پس و پیش کرتا لیکن اللہ تعالیٰ ایک ایسے کام کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا جو کرنے کے لائق تھا یا اسکے علم قدیم میں مقدر تھا۔ کان ینبغی ان یفعل .... ای لیحکم ما قد علم انہ یکون کائنًا (مدارک ج ۲ ص ۸۲) اور اس سے اعزاز دین اعلاء کلمۃ اللہ، امداد مؤمنین اور قہر اعداء مراد ہے۔ (مدارک) مسلمان قافلہ پر حملہ کرنے کو نکلے تھے اور مشرکین کی فوج قافلہ کی حفاظت کو آئی تھی دونوں کو ایک دوسرے کا علم نہیں تھا قافلہ بچ گیا اور یہ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہو گئیں۔ اس طرح اللہ نے تدبیر سے دونوں فوجوں کو بھڑا دیا **۴۶** جنگ بدر کی عظیم الشان فتح کے معجزے سے کافروں پر اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی صداقت واضح ہو گئی اور انہیں آپکی سچائی کا یقین ہو گیا اسلئے جو مشرکین جنگ بدر میں مرے وہ بھی اس یقین کے ساتھ مرے اور جو زندہ رہے وہ بھی حق پہچان کر زندہ رہے اس طرح اللہ کی حجت قائم ہو گئی۔ اس صورت میں مَنْ هَلَكَ اور مَنْ حَيَّ سے مشرکین ہی مراد ہوں گے یا مَنْ هَلَكَ سے مشرکین اور مَنْ حَيَّ سے مسلمان مراد ہیں۔ ان الذین ہلکوا انما ہلکوا بعد مشاہدۃ ہذہ المعجزۃ و المؤمنون الذین بقوا فی الحیٰوۃ شاہدوا ہذہ المعجزۃ القاہرۃ۔ (کبیر ج ۴ ص ۵۴۵) **۴۷** یہ دوسری علت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں

موضح قرآن **ف۱** پیغمبر کو خواب میں کافر تھوڑے نظر آئے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے وقت تا جرأت سے لڑیں پیغمبر کا خواب غلط نہیں ان میں کافر رہنے والے تھوڑے تھے اکثر وہ تھے جو پیچھے مسلمان ہوئے ۱۲ منہ رح **ف۲** یعنی مدد اللہ کی چاہو تو اسباب ظاہر سے نہیں دل کی استقامت اور یاد اللہ کی اور حکم برداری سردار کی اور ایک مصلحت رہنا چاہیئے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ **ف۳** باؤ جاتی رہے گی یعنی اقبال سے ادبار آوے گا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مشرکین کی تعداد کم دکھائی آپ نے بیدار ہو کر صحابہ سے اس کا ذکر فرمایا جس سے ان کے دلوں میں ہمت وجرأت کے جذبات ابل پڑے۔ فرمایا اگر مشرکین کی تعداد زیادہ دکھائی جاتی تو تم سست پڑ جاتے اور جنگ کے معاملے میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو بزدلی اور اختلاف سے بچا لیا کیونکہ وہ دلوں کے چھپے بھید جانتا ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ان مشرکین میں سے اکثر کا علمِ الٰہی میں ایمان لانا مقدر تھا اس لئے حضور علیہ السلام کو خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی۔ ۴۸ یہ تیسری علت ہے۔ جب دونوں فوجیں بالمقابل ہوئیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے مسلمانوں کو مشرکین بہت کم نظر آئے تاکہ وہ جرأت سے لڑیں نیز تاکہ پیغمبر علیہ السلام کے خواب کی تصدیق ہو جائے اور کافروں کو مسلمان کم نظر آ رہے تھے اور وہ واقعہ میں بھی کم ہی تھے۔ یہ تو مسلمانوں کی فتح اور کامیابی کے ظاہری اسباب تھے۔ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور حقیقت میں تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے قبضہ وتصرف میں ہیں اور وہی متصرف ومختار ہے۔ اور فتح وشکست اسکے ہاتھ میں ہے

وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ
اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ف۱ اور جس وقت خوشنما کر دیا ۵۱

الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ
شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عملوں کو اور بولا کہ کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر آج

مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ
کے دن لوگوں میں سے اور میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب سامنے ہوئیں دونوں فوجیں

نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ
تو وہ الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں

اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ
میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ ع اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ
کا عذاب سخت ہے ف۲ جب کہنے لگے منافق ۵۲ اور

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ
جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ لوگ مغرور ہیں اپنے دین پر

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾
اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۳

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰۗىِٕكَةُ
اور اگر تو دیکھے ۵۳ جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ
مارتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو عذاب

الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ
جلنے کا یہ بدلا ہے اسی کا جو تم نے آگے بھیجا اپنے ہاتھوں اور سو اسطے کہ اللہ

ع ۶
۲

۴ علت رابعہ

۵ علت خامسہ [illegible] منافقین [illegible]

[illegible] کی تھی کیونکہ وہ بدر میں [illegible] نہیں [illegible]

۶ تخویف اخروی ۱۲

مضمونِ ثانی (قوانین جہاد)

۴۹ پہلا قانونِ جہاد برائے مومنین۔ اے ایمان والو! جب کسی کافر فوج سے مقابلہ ہو جائے۔ تو مقابلے میں ثابت قدم رہو اور فتح ونصرت کے لئے اللہ کو یاد کرو اور اسی کو پکارو۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ الخ اور اللہ اور رسول کے احکام کی پیروی کرو اور آپس میں نزاع وجدال سے پرہیز کرو۔ ورنہ تم کمزور وبزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری قوت اور شان وشوکت جاتی رہے گی۔ ۵۰ یہ زجر ہے۔ بَطَرًا۔ فخر اور غرور۔ موصول سے ابوجہل اور اس کا لشکر مراد ہے جو کہ قافلہ کی حمایت کے لئے اپنی تعداد اور بہادری اور سامانِ جنگ پر فخر وناز کرتے ہوئے اور لوگوں سے دادِ شجاعت وصول کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ سے نکلے تھے۔ والمراد بھم اھل مکۃ ابوجھل واصحابہ حین خرجوا لحمایۃ العیر (روح ج ۱۰ ص ۱۵) وَیَصُدُّوْنَ یہ بَطَرًا پر معطوف ہے اور بتاویل اسم فاعل خَرَجُوْا کے فاعل سے حال ہے سَبِیْلِ اللّٰہِ سے اللہ کا دین مراد ہے۔ ۵۱ یہ چوتھی علت ہے۔ جنگ بدر کی اہمیت کو ابلیس نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر فتح مسلمانوں کی ہوئی تو عرب سے کفر وشرک کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے مشرکین کی تائید وحمایت کے لئے وہ بھی ایک عرب سردار سراقہ بن مالک کنانی کی صورت میں شیاطین کی فوج لیکر میدان جنگ میں آ نمودار ہوا۔ اور آتے ہی کہا اب میں کمک لیکر تمہاری پشت پناہی کیلئے آ گیا ہوں۔ آج کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ مشرکین یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن جب اس نے فرشتوں کے جتھے دیکھے اور حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو مع شیاطین میدان سے بھاگ نکلا۔ اس وقت وہ حارث بن ہشام کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ جب بھاگا تو حارث نے کہا کیا اس حالت میں ہمیں چھوڑے جا رہا ہے تو اس نے جواب دیا میں تمہاری امداد سے دستبردار ہوتا ہوں کیونکہ مجھے وہ کچھ نظر آ رہا ہے جسے تم نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ کا عذاب جو تم پر فرشتوں کے ہاتھوں نازل ہونے والا ہے جس سے تم بے خبر ہو میں اس سے ڈر رہا ہوں۔ ابلیس کے بشکل سراقہ میدان چھوڑنے سے مشرکین کی ہمتیں پست ہو گئیں اور وہ مات کھا گئے (روح، خازن وغیرہ) ۵۲ یہ پانچویں علت ہے۔ یہ بات منافقین نے مدینہ میں کہی تھی کیونکہ جنگ بدر میں کوئی منافق شریک نہیں ہوا۔ منافقین نے مدینہ میں مسلمانوں کے بارے میں کہا تھا کہ یہ لوگ تو اپنے مذہب کے پیچھے دیوانے ہو گئے ہیں۔ یہ اتنی قلیل تعداد (تین سو تیرہ) سے مشرکین کی اتنی بڑی فوج کا کس طرح مقابلہ کر سکیں گے۔ اغتروا بدینھم فخرجوا وھم ثلثمائۃ وبضعۃ عشر الی زھاء الف (مدارک ج ۲ ص ۸۲) اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ الخ جو لوگ قلت عدد اور ضعفِ اسباب کے باوجود اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں وہ اپنی حکمت اور تدبیر سے ان کو غلبہ عطا کر دیتا ہے۔ ۵۳ یہ تخویف اخروی ہے۔ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے وہ کفار مراد ہیں جو بدر میں قتل ہوئے۔

موضح قرآن ف۱ جہاد عبادت ہے پیا تراوے یا دکھاوے کو کرے تو قبول نہیں ۱۲ ف۲ جب کافر جمع ہو کر نکلے لڑائی پر راہ میں ایک شخص ملا بوڑھا۔ کہا میں بھی مسلمانوں کا دشمن ہوں تمہاری رفاقت کو آیا ہوں اور جنگ کا بڑا ماہر ہوں۔ پھر جب لڑائی ہونے لگی ابوجہل سے ہاتھ چھوڑ کر بھاگا۔ اس شخص کو نہ پہلے کسی نے دیکھا تھا نہ پیچھے دیکھا وہ شیطان تھا جب اس نے جبرئیل اور میکائیل کو دیکھا مسلمانوں کی طرف تب بھاگا۔ ۱۲ ف۳ مسلمانوں کی دلیری دیکھ کر منافق اس طرح طعن کرنے لگے تھے۔ سو اللہ نے فرمایا کہ یہ غرور نہیں توکل ہے۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ وایں حال ابوجہل وتابعان اوست ۱۲

لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۵۱) كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ
ظلم نہیں کرتا بندوں پر جیسے دستور فرعون والوں کا ۵۴ اور جو
مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ
ان سے پہلے تھے کہ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے سو پکڑا ان کو اللہ نے
بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (۵۲)
ان کے گناہوں پر۔ بیشک اللہ زور آور ہے سخت عذاب کرنے والا
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى
اس کا سبب یہ ہے ۵۵ کہ اللہ ہرگز بدلنے والا نہیں اس نعمت کو جو دی تھی اس نے
قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں اپنے جیوں کی بات ف۱ اور یہ کہ اللہ سننے والا
عَلِيْمٌ (۵۳) كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ
جاننے والا ہے ف۱۔ جیسے دستور فرعون والوں کا ۵۶ اور جو ان سے پہلے تھے
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ
کہ انہوں نے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی پھر ہلاک کر دیا ہم نے ان کو انکے گناہوں پر اور ڈبو دیا ہم نے
اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (۵۴) اِنَّ شَرَّ
فرعون والوں کو اور سارے ظالم تھے بدتر سب ۵۷
الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۵۵)
جانداروں میں اللہ کے ہاں وہ ہیں جو منکر ہوئے پھر وہ نہیں ایمان لائے
اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ
جن سے تو نے معاہدہ کیا ہے ان میں سے پھر وہ توڑتے ہیں اپنا عہد
فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ (۵۶) فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ
ہر بار اور وہ ڈر نہیں رکھتے ف۲ سو اگر کبھی تو پائے ان کو ۵۸

۵۴ تخویف دنیوی ہے اور یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای دأبھم کدأب اٰل فرعون یعنی ان مقتولین بدر کا حال قوم فرعون اور اس سے پہلے کی سرکش قوموں مثلاً قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ کی طرح ہے۔ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ الخ یہ ان کے حال کی تفسیر ہے۔ انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔ اسی طرح مشرکین قریش کو بھی جنگ بدر میں ان کے کفر وعناد ہی کی سزا دی گئی۔ عادۃ ھٰؤلاء الکفار فی کفرھم کعادۃ کفار اٰل فرعون فی کفرھم فجوزی ھٰؤلاء بالقتل والاسر یوم بدر کما جوزی اٰل فرعون بالاغراق (خازن ج ۳ ص ۳۵) **۵۵** یہ بیان مذکور کی طرف اشارہ ہے اور بِاَنَّ کا متعلق محذوف ہے ای لِتَسْتَیْقِنُوْا یعنی یہ مذکورہ امور اس لئے بیان کئے گئے تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنی کسی نعمت سے اس وقت تک محروم نہیں فرماتا جب تک لوگ خود ہی اپنے ان اعمال واحوال کو نہ بدل ڈالیں جن سے وہ اللہ کی نعمتیں ملتے وقت متصف تھے۔ یعنی جب وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی دی ہوئی فطری صلاحیتوں اور خوبیوں کو غلط استعمال کرنے لگتے ہیں اور ان سے ٹھیک اور برمحل کام نہیں لیتے اور ان کو اللہ تعالیٰ ہی کے احکام کی مخالفت میں بروئے کار لانے میں مصروف ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں چھین کر ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ **۵۶** تخویف دنیوی ہے۔ یہ مضمون ماقبل کی تمثیل ہے۔ قوم فرعون اور ان سے پہلے کی سرکش اقوام کا حال دیکھو ہم نے ان کو تمام دنیوی نعمتیں اور آسائشیں دیکر سرفراز کیا مگر جب ہمارے پیغمبر ہماری آیتیں لیکر ان کے پاس گئے تو انہوں نے ان کی تکذیب کی اور گناہوں میں منہمک ہو گئے اور ہماری نعمتوں کی ناشکری کی تو ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ کُلٌّ کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۔ یہ تمام اقوام ظالم تھیں۔ انہوں نے ہماری دی ہوئی نعمتوں کا غلط اور بے موقع استعمال کیا۔ میری نافرمانی کی۔ میرے پیغمبروں اور میری کتابوں کو جھٹلایا اور اسی کی پاداش میں مبتلائے عذاب کئے گئے۔ بالکل یہی حال ان مشرکین مکہ کا تھا۔ ان کو ہم نے عقل وفہم کی دولت سے نوازا، مال وزر سے ان کے خزانے بھر دیئے۔ پورے عرب میں ان کی سرداری اور برتری قائم کر دی۔ لیکن جب ہمارا آخری پیغمبر ہمارا آخری پیغام لے کر ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے ہماری دی ہوئی تمام نعمتوں اور صلاحیتوں کو اس کی عداوت اور مخالفت میں صرف کر ڈالا۔ جنگ بدر میں قتل اور قید وبند سے اسی جرم کی ان کو سزا دی گئی۔ **۵۸** یہ زجر ہے جو کفار معاندین کفر میں راسخ اور عناد پر مصر ہیں وہ خدا کے نزدیک اس کی ساری مخلوق سے بدتر ہیں وہ ایمان کبھی نہیں لائیں گے۔ ان کی شرارت اور خبث باطن کا یہ حال ہے کہ جب بھی آپ ان سے کوئی عہد لیتے ہیں وہ ہر بار عہد شکنی کرتے ہیں اور عہد توڑنے میں ذرا نہیں ہچکچاتے۔ اس سے بنی قریظہ کے یہود مراد ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام سے عہد کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی نہ امداد کریں گے اور نہ ان کو مسلمانوں کے خلاف اکسائیں گے۔ مگر وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور انہوں نے جنگ بدر میں اسلحہ سے مشرکین کی امداد کی۔ جب مشرکین شکست کھا گئے تو یہود حضور علیہ السلام سے معذرت کرنے لگے کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے دوبارہ ان سے عہد لیا۔ مگر اسکے بعد غزوۂ خندق میں انہوں نے پھر عہد توڑ دیا اور مشرکین کا ساتھ دیا۔ قال ابن عباسؓ

۵۳ ای دأبھم کدأب اٰل فرعون۔ تخویف دنیوی ہے ۱۲ ۔ ای ذٰلک البیان

لِتَسْتَیْقِنُوْا ۱۲ ۔ تخویف دنیوی ۱۲ ۔ زجر [illegible] ۱۲ ۔ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم

موضح قرآن ف۱ اپنے جی کی بات بدلنی یعنی اعتقاد اور نیت جب تک نہ بدلئے تو اللہ کی بخشی نعمت چھینی نہیں جاتی ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی شکر را بکفران نعمت وطاعت را بمعصیت ۱۲ ف۲ یعنی تعریض است بقبائل یہود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بایشاں صلح کردہ بودند وایشاں وقت بعد وقت غدر می نمودند

ھم قریظة فانھم نقضوا عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واعانوا علیہ المشرکین بالسلاح یوم بدر ثم قالوا اخطأنا فعاھدھم مرة اخرٰی فنقضوہ ایضًا یوم الخندق (کبیر ج ۴ ص ۵۵) ۵۸ یہ دوسرا قانون جنگ ہے اور نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔ یعنی جو لوگ آپ کے ساتھ اس طرح بار بار عہد شکنی کر رہے ہیں اگر کبھی جنگ میں آپ کے بالمقابل آجائیں تو آپ انہیں ایسی سزائے سخت دیں کہ جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی خوفزدہ ہو جائیں یا ان کی آنے والی نسلیں بھی اس سے عبرت حاصل کریں اور آئندہ کبھی نقضِ عہد (عہد توڑنے) کی جرأت نہ کر سکیں۔ ۵۹ لیکن اگر کسی قوم نے ابھی تک صریح عہد شکنی نہیں کی لیکن آثار و قرائن سے آپ کو اندازہ ہو جائے کہ وہ عہد توڑنے والے ہیں تو آپ کو اجازت ہے کہ اگر مناسب سمجھیں تو ان کا عہد واپس کر دیں اور معاہدہ سے دست برداری کی ان کو اطلاع دے کر مناسب کارروائی کریں تاکہ معاہدہ کے بارے میں دونوں فریق علم و آگاہی میں برابر ہو جائیں اور کوئی فریق اندھیرے میں نہ رہے۔ ۶۰ تیسرا قانون جنگ برائے مومنین۔ یہاں مسلمانوں کو جنگی سامان کی تیاری کا حکم دیا گیا۔ یعنی مسلمان ہر زمانہ کے مطابق دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے سامانِ جنگ تیار رکھیں جب تیر و تفنگ اور نیزہ و تلوار کا زمانہ تھا اس وقت ان ہتھیاروں کی تیاری اور ان کو استعمال کی ٹریننگ ضروری تھی۔ اب جبکہ مشین گن، توپ، ٹینک اور بمبار طیاروں کا زمانہ ہے اس وقت ان ہتھیاروں کا استحصال اور ان کے استعمال کی تربیت لازمی ہے۔ تاکہ اللہ کے دین اور مسلمانوں کے دشمن مرعوب رہیں یعنی سامان جنگ کی اس لئے ضرورت ہے کہ ظاہری اسباب کے لحاظ سے کافروں پر تمہاری طاقت کا رعب بیٹھ جائے باقی فتح و شکست کا مدار سامان کی کثرت و قلت پر نہیں وہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ مِنْ قُوَّةٍ۔ قوت سے ہر وہ ہتھیار اور جنگی تدبیر مراد ہے جو جنگ میں ممد و معاون ہو سکے۔ ای من کل ما یتقوی بہ فی الحرب کائنا ما کان (روح ج ۱۰ ص ۲۴) ۶۲ مشرکین عرب تو مسلمانوں سے علانیہ برسرِ پیکار تھے اور ان کی دشمنی کوئی چھپی ہوئی چیز نہ تھی ان کے علاوہ منافقین اور یہود بنی قریظہ تھے جو در پردہ مسلمانوں کے دشمن تھے یا اس سے اہل فارس اور دیگر اقوام مراد ہیں جن سے بعد میں مسلمانوں کا مقابلہ ہونے والا تھا۔ ھم الیھود او المنافقون او اھل فارس (مدارک ج ۲ ص ۹۴)

ای انتم وھم سواء فی العلم ۱۲

س زجر ۱۲

بیان قانون ثالث جہاد برائے مؤمنین ۱۲

بیع قانون رابع جہاد برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

۱۵ جملہ تعلیلیہ ۱۲

ع ۷ / ۳

فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ
لڑائی میں تو ان کو ایسی سزا دے کر دیکھ کر بھاگ جائیں ان کے پیچھے تاکہ ان

يَذَّكَّرُوْنَ ۝۵۷ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً
کو عبرت ہو اور اگر تجھ کو ڈر ہو ف۹ کسی قوم سے دغا کا

فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
تو پھینک دے ان کا عہد ان کی طرف ایسی طرح پر کہ ہو جاؤ تم ف۱ اور وہ برابر بیشک اللہ کو خوش نہیں آتے

الْخَآئِنِيْنَ ۝۵۸ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
دغا باز ف اور یہ نہ سمجھیں ۶۱ کافر لوگ

سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ
کہ وہ بھاگ نکلے وہ ہرگز تھکا نہ سکیں گے ہم کو اور تیار کرو ان کی لڑائی کیواسطے ۶۱

مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
جو کچھ جمع کر سکو ف۲ قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ
کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر

دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا
ان کے سوا ۶۲ جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے ف۳ اور جو کچھ تم خرچ

مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ
کرو گے اللہ کی راہ میں ۶۳ وہ پورا ملے گا تم کو ف۴ اور تمہارا حق

لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ
نہ رہ جائے گا ف۵ اور اگر وہ جھکیں ۶۴ صلح کی طرف تو تو بھی جھک اسی طرف ف۶ اور

تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۱ وَ
بھروسہ کر اللہ پر بیشک وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۷ اور

موضح قرآن ف اگر ایک قوم نے کافروں سے صلح کی ہو پھر ان کی طرف سے دغا ہو چکی اب ان کو بے خبر مارئے اور جو دغا نہیں ہوئی لیکن اندیشہ ہے تو خبردار کر کر جواب دیجیے برابر کے برابر یعنی سرانجام لڑائی کا صلح سے پہلے کر سکتے سو اب بھی کر سکتے ہو اس میں کچھ بزدلی نہیں ۱۲۔ ف۲ حکم فرمایا کہ جہاد کا سرانجام جو ہو سکے زور فرمایا تیر اندازی کو اور ہتھیار کا کسب سب اسی میں داخل ہے اور گھوڑے پالنے میں جو خرچ ہو اس کی خوراک میں بلکہ اس کا فضلہ سب ترازو میں چڑھے گا قیامت کو فرمایا کہ یہ واسطے رعب کے ہے تاکہ نہ جانیں کہ فتح ہو گی اسباب سے فتح تو اللہ کی مدد سے اور وہ لوگ جن کو تم نہیں جانتے وہ منافق ہیں کہ ہر مسلمان کے پردے میں ہیں ۱۲۔ ف۳ یعنی اگر دل میں دغا رکھیں گے اللہ کو معلوم ہے اس کی سزا دے گا۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی علامت نقض عہد بر شما لازم نمایید ۱۲ ف۲ یعنی استعمالِ آلاتِ جنگ مثل تیر انداختن ۱۲ ف۳ یعنی اہل نفاق ۱۲ ف۴ یعنی ثواب او ۱۲ ف۵ ایں امر برائے اباحت است ۱۲

۶۳ یہ جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے ۱۲ ۶۴ یہ چوتھا قانونِ جہاد مخصوص با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر مشرکین آپ کے ساتھ صلح کرنے کا ارادہ ظاہر کریں تو آپ بھی اگر اس میں مصلحت سمجھیں تو صلح کا ہاتھ آگے بڑھا دیں۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ جَنَحُوْا ای مالوا اور سلم کے معنی صلح کے ہیں اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ جملہ ماقبل کے لئے علت ہے۔ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا الخ صلح کی صورت میں مشرکین کی طرف سے دھوکے اور فریب کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہ بظاہر وہ صلح کا ارادہ ظاہر کریں اور اس سے ان کا مقصد آپ کو جنگی تدبیروں سے غافل اور ان کے خطرے سے مطمئن کرنا ہو تو اس کا جواب بھی ارشاد فرمایا کہ آپ اس کی فکر نہ کریں آپ کو اللہ کافی ہے۔ اگر ان کا ارادہ فریب دینے کا ہوگا تو اللہ آپ کو ان کے فریب سے محفوظ رکھے گا۔ جس اللہ نے اپنی مدد اور مہاجرین و انصار کے ذریعے آپ کی تائید فرمائی جب کہ سارا عرب آپ کا دشمن تھا وہ اب بھی آپ کی مدد کرے گا۔ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ الخ عرب قوم کی عصبیت اور خاندانی رقابت ضرب المثل ہے لیکن اللہ نے اسلام کی برکت سے ان کے دلوں کو عصبیت و عداوت سے پاک و صاف کر کے ان کے دلوں میں باہمی محبت و الفت ڈال دی۔ اگر آپ ساری دنیا کی دولت خرچ کر ڈالتے تو بھی آپ ان کے دلوں میں یہ انقلاب بپا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل بدل دیئے اور ان کی عداوت محبت میں تبدیل کر دی۔ جو اللہ ایسا قادر و حکیم ہے وہ اس موقع پر بھی کوئی ایسی تدبیر کرے گا کہ آپ دشمن کے مکر و فریب سے محفوظ رہیں گے

۶۵ یہ پانچواں قانون جہاد ہے برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حاصل یہ ہے کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اللہ کافی ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر اور کارساز ہے آپ ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اگر تم تعداد میں کم ہو گے تو بھی تمہیں دشمن پر فتح اور غلبہ عطا کروں گا۔ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ حَسْبُكَ میں کاف ضمیر پر معطوف ہے یا بقول امام زجاج یہ مفعول معہ ہے یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ای من اتبعك من المؤمنين كذلك ای حسبهم الله تعالیٰ۔ حاصل یہ ہے کہ آپ کو اور ایمان والوں کو تمام مہمات میں اللہ کافی ہے (روح، بحر، کبیر، مدارک) لفظ اللہ پر اس کو معطوف ماننا غلط ہے۔ کیونکہ کفایت کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور کوئی نہیں۔ علامہ ابن القیم نے زاد المعاد جلد اول میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور اس کا عطف لفظ اللہ پر بالکل غلط ثابت کیا ہے۔ ۶۶ عام مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت اس سے بعد کی آیت یعنی اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ الخ سے منسوخ ہو چکی ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اگر حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ کو منسوخ مانا جائے تو یہ غلط ہے کیونکہ اس میں ترغیب الی الجہاد ہے جو بالاتفاق منسوخ نہیں اور اگر اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ
اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں تو تجھ کو کافی ہے اللہ

هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾
اسی نے تجھ کو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا
اور الفت ڈالی ان کے دلوں میں اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ
زمین میں ہے سارا نہ الفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾
لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں بیشک وہ زور آور ہے حکمت والا ف۱

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ
اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ ۶۵ اور جتنے تیرے ساتھ ہیں

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ
مسلمان ف۲ اے نبی شوق دلا

الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ
مسلمانوں کو ۶۶ لڑائی کا اگر ہوں تم میں

عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ
بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر اور اگر

يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ
ہوں تم میں سو شخص تو غالب ہوں ہزار کافروں

كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ
کے اوپر اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۳ اب

ع ۴

۶۵ قانون خاص جہاد برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۰ ص ۳ حَسْبُكَ کے کاف پر معطوف ہے۔ لفظ حسب اور کافی اللہ پر ہی بولا جاتا ہے اور تائید کی نسبت مومنین کی طرف بھی جاتی ہے۔ ۱۳۰ ص ۳ منسوخ نہیں کیونکہ ترغیب

ان القتال کا حکم [illegible] اور ابھی باقی ہے۔ ان یکن منکم عشرون الخ منسوخ ہے اور جس نے [illegible] نہیں ہوتا۔ ۱۲

موضح قرآن ف۱ عرب کی قوم میں آگے ہمیشہ بیر رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بجہ حضرت کے سبب سب متفق اور دوست بن گئے۔ ف۲ حضرت نے مدینہ میں آکر مسلمان شمار کروائے مرد قابلِ جنگ چھ سو ہوئے سب خوش ہوئے کہ اب ہم کو کس کافر کا ڈر ہے بعد اس کے یہ آیت اتری۔ ف۳ یعنی یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور ثواب پر اور جس کو یقین ہے وہ موت پر دلیر ہے۔

فتح الرحمن ف۱ چوں ایں آیت نازل شد واجب گشت ثبات یادہ چنداں از کفار لعد ازاں منسوخ شد بوجوب ثبات در مقابلہ دو چنداں ۱۲

عشرون الخ کو منسوخ مانا جائے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ خبر ہے اور خبر میں نسخ نہیں ہوتا بلکہ احکام میں ہوتا ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے بیس مسلمانوں پر دو سو کافروں سے جنگ کرنا فرض تھا اب اس آیت سے فرضیت منسوخ ہو گئی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ شق ذلک علی المسلمین اذ فرض علیھم ان لا یفر واحد من عشرۃ فجاء التخفیف (روح ج۱۰ ص۳۲) ف۶۷ چھٹا قانون جنگ برائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ جنگ بدر میں مشرکین کے ستر آدمی مسلمانوں نے قید کر لئے تھے۔ ان قیدیوں کے بارے میں چونکہ اللہ کی طرف سے کوئی فیصلہ نازل نہیں ہوا تھا اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے متعلق صحابہ سے مشورہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کی اپنی قوم کے آدمی اور آپ کے رشتہ دار ہیں آپ ان کی جان بخشی فرما دیں۔ ممکن ہے یہی اسلام قبول کرکے اسلام کے مددگار بن جائیں اور ان سے فدیہ کی جو رقم وصول کی جائے وہ آئندہ جہاد میں کام آئے گی۔ لیکن حضرت عمر فاروق رض کا مشورہ تھا یا رسول اللہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی تکذیب کی، آپ کو وطن سے نکالا اور آپ سے برسر پیکار رہے۔ آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ اکثر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق رض کی رائے سے متفق تھے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رجحان طبع بھی اسی طرف تھا۔ چنانچہ فدیہ لیکر تمام قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔ اس پر اللہ کی طرف سے یہ عتاب نازل ہوا کہ کسی پیغمبر کو یہ نہیں چاہیئے کہ اس کے قبضہ میں مشرک محارب قیدی ہوں اور وہ انہیں قتل نہ کرے اور فدیہ لیکر چھوڑ دے۔ ف۶۸ خطاب صحابہ کرام سے ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے عتاب ہے جنہوں نے زیادہ تر مالی مفاد کے پیش نظر فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا۔ ف۶۹ چونکہ پہلے فدیہ لینے کی ممانعت کا اللہ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے فرمایا کہ اگر لوح محفوظ میں یہ فیصلہ مکتوب نہ ہوتا کہ کسی معاملے کا حکم بیان کرنے سے پہلے اس میں مؤاخذہ نہیں ہوگا تو ان قیدیوں سے فدیہ لینے پر تمہیں سخت سزا دی جاتی ای ما کتب فی اللوح المحفوظ ان لا یؤاخذ قبل البیان والاعذار (مدارک ج۲ ص۸۵)

خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ

بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا

سو اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں

مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا

دو سو پر اور اگر ہوں تم میں ہزار تو غالب ہوں

اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے ف۱

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى

نبی کو نہیں چاہیئے ف۶۷ کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک

يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ

خوب خونریزی نہ کرلے ملک میں تم چاہتے ہو ف۶۸ اسباب

الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ

دنیا کا اور اللہ کے ہاں چاہیئے آخرت اور اللہ زور آور ہے

حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ

حکمت والا ف۲ اگر نہ ہوتی ایک بات جو لکھ چکا اللہ پہلے سے ف۶۹ ف۳ تو تم کو پہنچتا

فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا

اس لینے میں بڑا عذاب ف۱ سو کھاؤ جو تم کو

غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

غنیمت میں ملا حلال ستھرا ف۷۰ اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ ہے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ

بخشنے والا مہربان ف۴ ف۲ اے نبی ف۷۱ کہہ دے ان سے جو

ع ۹ ۵

۱۔ قانون سابع برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علاوہ [illegible] ۱۳۰ پہلے فدیہ [illegible] لیا گیا تھا [illegible]

۲۔ [illegible] عذاب بھی نہیں [illegible] مجبوری بیان نہیں ہوگا ۱۲ ۳۔ قانون سابع برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۰

موضح قرآن ف۱ اول کے مسلمان یقین میں کامل تھے ان پر حکم ہوا تھا کہ آپ سے دس برابر کافروں پر جہاد کریں پیچھے مسلمان ایک قدم کم تھے تب یہی حکم ہوا کہ دو برابر پر جہاد کریں۔ یہی حکم اب باقی ہے لیکن اگر دو سے زیادہ پر حملہ کریں تو بڑا اجر ہے۔ حضرت کے وقت میں ہزار مسلمان اسی ہزار سے لڑے ہیں۔ ف۲ بدر کی لڑائی ستر کافر پکڑے آئے حضرت نے مشورت پوچھا کہ ان کو کیا کریں۔ اکثر مسلمانوں کی مرضی ہوئی کہ مال لیکر چھوڑ دیں اور بعضوں کی مرضی ہوئی کہ سب کو قتل کریں چنانچہ حضرت عمر اور سعد بن معاذ کی یہی مشورت ہوئی مال لیکر چھوڑ دیا تب یہ آیت عتاب کی اتری یعنی نبیوں کو جہاد سے مال سمیٹنا منظور نہیں بلکہ کافروں کی ضد توڑنی۔ وہ بات اسی میں ہے کہ قتل کرے تا کہ اس کے خوف سے کفر کی ضد چھوڑیں۔ ف۳ وہ بات یہ لکھ چکا کہ ان قیدی لوگوں میں بہتوں کی قسمت میں مسلمان ہونا تھا۔ ف۴ یعنی ڈرتے رہوگے اور کچھ خطا بھی ہو جاوے گی تو بخشے گا اللہ۔ قیدیوں کا حکم سن کر مسلمان ڈرے غنیمت سے بھی۔ یہ ان کو تسلی فرمائی کہ وہ اللہ کی عطا ہے خوشی سے کھاؤ لیکن غنیمت کے واسطے جہاد نہ کرو۔ مسئلہ حنفی کے نزدیک یہ ہے کہ اگر کافر پکڑے آویں تو ان کو مال لیکر چھوڑنا روا نہیں نہ مفت چھوڑنا کہ پھر کافروں میں جا ملیں۔ مگر روا ہے غلام کر رکھنا یا چھوڑ دینا کہ رعیت ہو کر ملک اسلام میں رہیں۔ اور شافعی کے پاس وہ بھی روا ہے۔ سورہ محمد میں فرمایا ہے فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً

فتح الرحمٰن ف۱ مترجم گوید صحابہ از اسیران بدر فدا گرفتند باجتہاد خویش و مرضی نزدیک خدا تعالیٰ قتل ایں جماعۃ بود لیکن چوں بنص صریح ممنوع نشدہ بود ند عفو فرمود ایں آیت نازل شد واللہ اعلم ۱۲ ف۲ یعنی لعفو غیر منصوص ۱۲ ف۳ تعریض است بعباس بن عبد المطلب ۱۲

جب یہ عتاب کی آیتیں نازل ہوئیں تو مسلمان ڈر گئے کہ مال غنیمت جس میں قیدیوں کا فدیہ بھی شامل ہے ہاتھ نہ لگائیں اور اپنے استعمال میں نہ لائیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ مال غنیمت اور جو فدیہ تم لے چکے ہو تمہارے لئے حلال و طیب ہے سے استعمال کرو اور آئندہ کے لئے احتیاط رکھو جو ہو گیا وہ اللہ نے معاف کیا۔ ساتواں قانونِ جہاد برائے پیغمبر علیہ السلام۔ بعض قیدیوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا۔ ان کے بارے میں حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان سے فرما دیں کہ اگر واقعی تم نے خلوصِ دل سے ایمان قبول کیا ہے تو غم نہ کرو جو فدیہ تم سے لے لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس سے بہتر دولت عطا فرمائے گا۔ دنیا میں اس کے عوض کئی گنا مال دے گا یا آخرت میں اس کا اجر دے گا۔

فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ

تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ

فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ

تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن

مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٠﴾ وَ

گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور

اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ

اگر چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے اس سے

قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾

پہلے پھر اس نے ان کو پکڑوا دیا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۱

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں اور

الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ

جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے

اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا

رفیق ہیں ف۱ اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑے

مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى

تو تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک

يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

وہ گھر نہ چھوڑ آویں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں

خَيْرًا اول سے ایمان و تصدیق یا انابت الی اللہ مراد ہے اور خَيْرًا ثانی مِّمَّآ مقدر کی صفت ہے۔ اور اگر وہ خیانت کا ارادہ رکھتے ہوں یعنی فدیہ دیتے وقت انہوں نے آپ سے جو عہد کیا ہے کہ آئندہ آپ کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ اگر وہ اس عہد کی خلاف ورزی کرنا چاہتے ہیں تو آپ متفکر نہ ہوں وہ اس سے پہلے بھی اللہ سے بدعہدی کر چکے ہیں تو اللہ نے آپ کو ان پر مسلط کر دیا اور آپ کے ہاتھوں ان کو پکڑوا دیا۔ اب اگر وہ دوبارہ خیانت اور بدعہدی کریں تو اللہ تعالیٰ پھر ان کو آپ کے قبضے میں دیدے گا وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ یہ ہجرت اور جہاد کی ترغیب ہے۔ یہاں مومنین کے تین فریقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ فریق اول مہاجرین یعنی جنہوں نے اللہ کے دین کی خاطر اپنا وطن مکہ چھوڑا اور جہاد کیا۔ فریق ثانی انصار یعنی مدینہ کے اہل باشعور جو ہجرت سے قبل ایمان لا چکے تھے اور جنہوں نے مہاجرین کو رہائش کے لئے جگہ مہیا کی اور دامے درمے ان کی مدد کی۔ ان دونوں فریقوں یعنی مہاجرین و انصار کے درمیان حضور علیہ السلام نے بھائی چارہ قائم فرما دیا۔ ان دونوں کے بارے میں فرمایا اُولٰۗىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ یعنی مسلمانوں کی یہ دونوں جماعتیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہیں یہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق اور معاون و مددگار ہیں ان میں سے ایک کی صلح سب کی صلح اور ایک سے جنگ سب سے جنگ تصور ہوگی۔ ولایت سے ولایت نصرۃ و تعاون مراد ہے اس صورت میں یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں یا ولایت سے مراد عام ہے جو نصرت و وراثت دونوں کو شامل ہے۔ اس صورت میں یہ آیت اس سورت کی آخری آیت وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ سے منسوخ ہوگی۔ یعنی اب توارث کا مدار نسب پر ہوگا نہ کہ ہجرت پر۔ حضرت شیخ رح کے نزدیک پہلا معنیٰ راجح ہے۔ فریق ثالث مستضعفین یعنی وہ مسلمان جو بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور مکہ ہی میں رہ گئے اور با دل ناخواستہ مشرکین کے ساتھ رہیں آئے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا الخ سے ایسے مسلمانوں کا حکم بیان کیا گیا یعنی جو مسلمان اپنے وطن دار الحرب ہی میں رہے اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی اگر انہوں نے کافروں کے ساتھ صلح و جنگ کا معاہدہ کر لیا تو دار الاسلام کے مسلمان یعنی مہاجرین و انصار اس کے پابند نہیں ہوں گے۔ البتہ اگر دار الحرب کے مسلمان دینی کاموں میں کافروں کے مقابلہ میں دار الاسلام کے مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو ان پر ان کی امداد کرنا لازم ہے بشرطیکہ جن کافروں کے مقابلے میں مدد طلب کی گئی

م۱ ای انابة ۱۲
م۲ ای فامکن هم علیهم یعنی الله تعالیٰ نے تم کو ان
م۳ یعنی ترغیب الی الهجرة والجهاد ۱۲
م۴ ای الانصار ۱۲
جب ۳ ۱۲

موضح قرآن ف۱ پہلے دغا کر چکے ہیں اللہ سے یعنی کفر والا کار اس کے حکم کا یا فرمایا ہو لیجئے ہاشمیوں کو کہ ابوطالب کی زندگی میں سب عہد کر کر متفق ہوئے تھے حضرت کی مدد پر اور ابکا فروں کی طرف ہو کر آئے اور یہ وعدہ تحقیق ہوا ان میں جو مسلمان ہوئے حق تعالیٰ نے ان کو بیشمار دولت بخشی اور جو نہ ہوئے وہ خراب ہو کر تباہ ہوئے ۔۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مہاجران و انصار با یکدیگر باید کہ نصرت دہند و مواخات کنند ۱۲

ان کے اور دارالاسلام کے آزاد مسلمانوں کے درمیان کوئی معاہدہ نہ ہو۔ ۳۷۵ جس طرح مہاجرین و انصار باہم ایک دوسرے کے رفیق اور معاون ہیں۔ اسی طرح کفار بھی باہم ایک دوسرے کے رفیق و معاون اور باہم دیگر وارث ہیں۔ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ ضمیر منصوب سے امور مذکورہ مراد ہیں۔ یعنی کافر کافر کا رفیق ہوگا۔ مسلمان کا رفیق نہیں بن سکتا۔ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اس لئے دارالحرب کے مسلمانوں کو ہجرت کر کے دارالاسلام کے مسلمانوں سے جا ملنا چاہئیے۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اس کا نتیجہ شرک کی ترقی اور فساد عظیم کی شکل میں رونما ہوگا۔ کیونکہ دارالحرب میں رہ کر کمزور مسلمان اپنا ایمان محفوظ نہیں رکھ سکیں گے اور نہ ان کا مال و جان خطرے سے بالا ہوگا نہ ان کی عزت و آبرو۔ نیز جب تک مسلمانوں کی طاقت ایک مرکز پر مجتمع نہیں ہوگی اس وقت تک کفر و شرک کا زور نہیں ٹوٹے گا۔ ای ان لا تفعلوا ما امرتکم بہ من تواصل المسلمین وتولی بعضہم بعضا ...... تحصل فتنۃ فی الارض ومفسدۃ عظیمۃ لان المسلمین ما لم یصیروا یدا واحدۃ علی الشرك كان الشرك ظاهرا والفساد زائدا (مدارک ج ۲ ص۸۳) ۳۷۶ یہ مہاجرین اور انصار کے لئے بشارت اخروی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے اور ان کی کئی خوبیاں گنائی ہیں۔ مہاجرین کی ہجرت اور ان کے جنگ و قتال کو فی سبیل اللہ اور محض رضائے الٰہی کے لئے ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا اور دونوں فریق کے بارے میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا نازل کر کے اعلان فرما دیا کہ مہاجرین و انصار نہایت سچے اور مخلص مؤمن تھے۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ سے ان کے مغفور الذنب اور جنتی ہونے کی تصدیق فرما دی

فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ ۢ بَيْنَكُمْ وَ
تو تم کو لازم ہے ان کی مدد کرنی مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور
بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾
تم میں عہد ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے ف
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ
اور جو لوگ کافر ۳۷۵ ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں
اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ
اگر تم یوں نہ کرو گے تو فتنہ پھیلے ف۲ گا ملک میں اور بڑی خرابی
كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ
ہوگی ف۳ اور جو لوگ ایمان ۳۷۶ لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور
جٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ
لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور
نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ
ان کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان ان کے لئے
مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بخشش ہے اور روزی عزت کی ف۴ اور جو ایمان لائے
مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ
ان کے بعد ۳۷۷ اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمہارے ساتھ ہو کر سو وہ لوگ بھی
مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ
تم ہی میں ہیں اور رشتہ دار ۳۷۸ آپس میں حقدار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے
فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾ ع
اللہ کے حکم میں ف۵ تحقیق اللہ ہر چیز سے خبردار ہے ۳۷۹ ف۶

مومنین کے متعلق [illegible]
یعنی کفار کا [illegible]
[illegible] اگر ایمان [illegible]
ہجرت نہ [illegible]
بشارت [illegible]
یعنی جو مسلمان [illegible]
[illegible] مہاجرین [illegible]
اور اولوا الارحام [illegible]
مومنین کی دو قسمیں [illegible]
[illegible] مہاجرین [illegible]
اور اولوا الارحام اور غیر اولوا الارحام [illegible] غیر مہاجرین کی بھی دو قسمیں ایک وہ جو اپنے [illegible] میں رشتہ [illegible] مہاجرین [illegible]
ع ۱۰

موضح قرآن ف۱ حضرت کے اصحاب دو فرقے تھے مہاجر و انصار، مہاجر گھر چھوڑنے والے اور انصار جگہ دینے والے اور مدد کرنے والے یعنی جتنے مسلمان حضرت کے ساتھ حاضر ہیں ان سب کی صلح و جنگ ایک ہے ایک کا موافق سب کا موافق ایک کا مخالف سب کا مخالف اور جو مسلمان اپنے ملک میں ہیں جہاں کافر کا زور ہے ان کی صلح و جنگ میں یہاں والے شریک نہیں۔ اگر ان کے صلحی ان سے لڑے تو یہ مدد نہ کریں اگر ان کے صلحی پر قابو پاویں تو در گذر نہ کریں اور اگر اجنبی ان پر ظلم کرے اور مدد چاہیں تو مدد کرے ۱۲ ف۲ یعنی کافر آپس میں ایک ہیں تمہاری دشمنی سے جہاں پاویں گے ضعیف مسلمانوں کو ستا دیں گے سو تم مسلمانوں کو سنا دو کہ جو ہمارے پاس ہو اس کا ذمہ ہمارا ہے اور جو اپنے گھر رہے وہ جس طرح جانے سمجھ لے ۱۲ ف۳ یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سردار کے ساتھ والے مسلمان اعلیٰ ہیں گھر بیٹھنے والوں سے آخرت میں ان کو بخشش ہے زیادہ اور دنیا میں روزی بافراغت یعنی غنیمت اور فئے حق ان کا ہے ۱۲ ف۴ یعنی مہاجرین میں جتنے ملتے جاوینگے سب شریک ہیں اور ناتے والا اگرچہ پیچھے مسلمان ہوا یا ہجرت کر کے آیا پہلے ناتے والے مسلمان مہاجر کا حق دار ہے یعنی میراث وہی لے گا اگرچہ رفاقت قدیم اوروں سے ہے ۱۲

فتح الرحمن ف۱ یعنی کارسازی را با یکدیگر ۱۲ ف۲ یعنی صلہ و توارث میان اہل قرابت کہ اصحاب فروض و عصبات اند لازم است واللہ اعلم ۱۲

۷۵؎ اور جو لوگ ہجرت اولیٰ کے بعد مسلمان ہوئے اور پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مہاجرین اولین اور انصار سے جا ملے وہ بھی صلح و جنگ کے احکام میں ان کے ساتھ شریک ہوں گے۔ ان کے تاخر سے ان احکام میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اگرچہ شرف و فضیلت میں مہاجرین اولین اور انصار سابقین ان سے ممتاز ہیں۔ والمراد ان المراد بھم الذین ھاجروا بعد الھجرۃ الاولیٰ (روح ج ۱۰ ص ۲۹)

۷۶؎ جو مسلمان دار الحرب میں رہ گئے اور پہلے ہجرت نہ کر سکے ان کے اور ان کے رشتہ دار مہاجرین کے درمیان اختلاف دارین کی وجہ سے وراثت کا سلسلہ منقطع تھا لیکن جب وہ ہجرت کر کے ان سے جا ملے تو وہ صلح و جنگ کے احکام کے علاوہ وراثت میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں گے اور ان کے اور ان کے رشتہ دار مہاجرین میں توارث جاری ہو جائیگا۔

۷۷؎ بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے وہ اپنے بندوں پر جس طرح چاہتا ہے احکام نافذ کرتا ہے۔ آخری رکوع میں لوگوں کی چار قسموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ تین قسمیں مومنوں کی یعنی (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) جو مومنین مجبوراً ہجرت نہ کر سکے اور (۴) کفار۔ قسم الناس اربعۃ اقسام قسم اٰمنوا وھاجروا وقسم اٰمنوا ونصروا وقسم اٰمنوا ولم یھاجروا وقسم کفروا ولم یؤمنوا (مدارک ج ۲ ص ۸۰)

سُورۂ انفال کی خصوصیات

اور

اس میں آیاتِ توحید

(۱) كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ (ع ۱) نفی علم غیب از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ ـــ تا ـــ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ نفی علم غیب از غیر اللہ۔

(۳) اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (ع ۱) اللہ ہی ناصر و مددگار اور کارساز ہے اور کوئی نہیں۔

(۴) فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ص وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (ع ۲) ولی کی کرامت اور نبی کا معجزہ درحقیقت اللہ کا فعل ہے جو ولی یا نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ کرامت اور معجزہ ولی اور نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔

(۵) وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ط (ع ۴) اس میں سے مزامیر کی ممانعت نکلتی ہے۔

(۶) وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ (ع ۵) نفی علم غیب از صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

(۷) وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ (ع ۸) نفی علم غیب از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۸) هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ـــ تا ـــ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (ع ۸) متصرف و کارساز اور مسبب الاسباب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔

(۹) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (ع ۸) ہر معاملہ اور ہر مہم میں اللہ تعالیٰ ہی کفایت کرنیوالا ہے اور کوئی نہیں۔ وہی سب کا کارساز ہے۔

سورۂ توبہ ۱

ربط سورۂ انفال میں مشرکین سے جہاد کرنے کا اجمالاً حکم دیا گیا اور قوانین جہاد کی تعلیم دی گئی۔ نیز حکم صادر کیا گیا کہ اگر جہاد میں مسلمانوں کی فتح ہو جائے تو جو مال غنیمت ہاتھ آئے اس کی تقسیم اللہ کے حکم کے مطابق کریں۔ اور اس میں نزاع و اختلاف نہ کریں۔ مال غنیمت کے مصارف کی بھی تفصیل کی گئی۔ سورۂ توبہ میں اعلان جہاد کا اعادہ کیا گیا۔ اور تفصیل سے بتایا کہ کن کن لوگوں سے جہاد کرنا ہے۔ یعنی جو لوگ غیر اللہ کی نذریں دیتے اور غیر اللہ کے لئے تحریمیں کرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام، بزرگان دین کو متصرف و کارساز سمجھتے ہیں۔ اور اللہ کی تحریمات کو باقی نہیں رکھتے۔ ان کے ساتھ اعلانِ جنگ کر دو۔ سورۂ انفال میں بھی اگرچہ قتال کا حکم بالاجمال موجود ہے مگر وہاں مقصود قوانین جنگ اور مصارف غنیمت کا بیان ہے۔ اور سورۂ توبہ میں مقصود اعلانِ جنگ کا حکم ہے۔ اس لئے اس مضمون یعنی قتال فی سبیل اللہ کو اس میں تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ یہ تو سورۂ توبہ کا ماقبل سے معنوی ربط ہے۔ اسمی ربط یہ ہے کہ مشرکین سے اعلان جنگ کر دو اور فتح کے بعد حاصل ہونے والے انفال کو اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم کر لو لیکن فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ (ع ۲) اگر وہ شرک سے توبہ کر لیں اسلام لے آئیں اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے لگیں تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ پھر ان سے جہاد مت کرو۔

خلاصہ: سورۂ توبہ کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ابتداء سے لے کر رکوع ۵ کے آخر تک لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِیۡنَ تک ہے اور دوسرا حصہ رکوع ۶ کی ابتداء یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَكُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَكُمُ انۡفِرُوۡا الخ سے لے کر لَعَلَّهُمۡ یَحۡذَرُوۡنَ (ع ۱۵) تک ہے اور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَكُمۡ سے آخر سورت تک مضامین سورت کا اعادہ ہے۔ پہلے حصے میں بدعہدی کرنیوالے مشرکین سے اعلانِ برارت، مشرکین کے ساتھ اعلان جنگ، مشرکین سے جنگ کرنے کے بارے میں شبہات کا جواب جو ان کے ساتھ قتال کرنے کے موانع تھے اور مشرکین سے قتال کرنے کے اسباب و وجوہ مذکور ہیں۔ اور دوسرے حصے میں منافقین پر زجریں اور مومنین کے لئے ترغیب الی القتال ہے۔ دوسرے حصے کے آخر میں مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا الخ سے فرمایا مشرکین سے جہاد جاری رکھو۔ اور تمہارے جو متعلقین حالت کفر میں مر چکے ہیں یا جن کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے ان کے لئے دعائے مغفرت بھی مت کرو اگرچہ وہ نہایت قریبی رشتہ دار ہوں۔

پہلا حصہ

پہلے حصے کی ابتداء میں بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ الخ میں بدعہدی کرنے والے مشرکین سے اعلانِ برأت ہے۔ یعنی جن مشرکین سے تمہارا معاہدہ تھا مگر انہوں نے معاہدہ توڑ دیا تم بھی معاہدے سے اعلان برأت کر دو اور سارے ملک میں اس اعلان کی چار ماہ تک خوب اشاعت کرو اور پھر حج کے موقع پر بھی اس اعلان کو دہراؤ۔ اِلَّا الَّذِیۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ الخ سے ان مشرکین کو مستثنیٰ کر دیا گیا جنہوں نے اپنا عہد نہیں توڑا اور تمہارے خلاف دشمن کی مدد نہیں کی ان سے اپنا عہد قائم رکھو اور میعاد معاہدہ کے اختتام تک ان سے تعرض مت کرو۔ جب اشہر حرم گذر جائیں تو عہد توڑنے والے مشرکین جہاں کہیں بھی مل جائیں انہیں قتل کر ڈالو وَاِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ اسۡتَجَارَكَ سے پناہ مانگنے والے مشرکین کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ كَیۡفَ یَكُوۡنُ لِلۡمُشۡرِكِیۡنَ عَهۡدٌ الخ (ع ۲) یہ مانع اول کا جواب ہے۔ مانع یہ تھا کہ ان مشرکین سے تو معاہدہ کیا گیا ہے ان سے جہاد کیونکر جائز ہے۔ جواب دیا گیا کہ جب انہوں نے عہد توڑ دیا تو اب مانع باقی نہ رہا۔ اب ان سے جہاد کرو۔ مَا كَانَ لِلۡمُشۡرِكِیۡنَ اَنۡ یَّعۡمُرُوۡا الخ (ع ۳) یہ مانع دوم کا جواب ہے۔ مانع دوم یہ تھا کہ مشرکین تو بڑے نیک کام کر رہے ہیں۔ بیت اللہ کی تعمیر میں حصہ لے رہے ہیں اور حاجیوں کی خدمت کرتے ہیں۔ فرمایا کفر و شرک کی حالت میں اعمال صالحہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ اعمال رائیگاں ہیں۔ اعمال کی قبولیت کا مدار ایمان پر ہے اور وہ ایمان سے خالی ہیں۔ اس کے بعد اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا الخ میں مہاجرین اور مجاہدین کے لئے بشارت اخروی ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡۤا الخ (ع ۳) یہ تیسرے مانع کا جواب ہے یعنی مشرکین سے تو قریبی رشتہ داریاں ہیں ان سے جنگ کرنے سے قطع رحمی ہوگی۔ فرمایا اگر اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں تمہیں رشتہ داریاں اور مالی منافع زیادہ عزیز ہیں تو پھر تم بھی اللہ کے عذاب کا انتظار کرو۔ اس کے بعد لَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ الخ (ع ۴) بشارت دنیوی ہے۔ وَاِنۡ خِفۡتُمۡ عَیۡلَةً الخ یہ چوتھے مانع کا جواب ہے۔ یعنی اگر مشرکین سے جہاد کی صورت میں کاروبار تباہ ہونے اور مالی پریشانیوں کا اندیشہ ہو تو اس کی پرواہ نہ کرو۔ اللہ تمہیں فراخی سے دولت عطا فرمائے گا۔ قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ الخ یہاں سورۂ انفال کے دعوے کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کن لوگوں کے ساتھ قتال کرنا ہے اور ان لوگوں سے قتال کے اسباب و وجوہ کیا ہیں۔ یعنی جو لوگ اللہ کی توحید اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے اور غیر اللہ کو متصرف و کارساز سمجھ کر ان کے لئے تحریمیں کرتے اور نذریں دیتے ہیں اور اللہ کی تحریمات کو باقی نہیں رکھتے ان سے جہاد کرو وہ خواہ مشرکین عرب ہوں یا یہود اور نصاریٰ۔ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یہ قتال کی پہلی وجہ ہے۔ یعنی اللہ پر، اللہ کے رسول پر اور قیامت پر ان کا ایمان نہیں۔

دوسری وجہ وَلَا یُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وہ محرمات الٰہیہ مثلاً غیر اللہ کی نذر و نیاز کو حرام نہیں سمجھتے۔ تیسری وجہ وَقَالَتِ الۡیَهُوۡدُ عُزَیۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ (ع ۵) یہود حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور نائب متصرف سمجھتے ہیں۔ چوتھی وجہ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا الخ انہوں نے اپنے مولویوں، پیروں، گدی نشینوں اور حضرت مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا ہے۔ پانچویں وجہ قتال یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ الخ یہود و نصاریٰ کے بہت سے علما اور پیر و فقیر لوگوں کو اللہ کی راہ (راہ توحید) سے روکتے اور ناجائز

ہتھکنڈوں سے لوگوں کا مال بٹورتے ہیں۔ چھٹی وجہ قال اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا الخ اللہ تعالیٰ نے روزِ اول سے مہینوں کی تعداد بارہ مقرر کی اور ان میں سے چار مہینوں کو قابلِ احترام ٹھہرایا مگر ان مشرکین نے ان میں اپنی طرف سے رد و بدل کردیا وہ عزت والے مہینوں میں جنگ و قتال کرکے ان کی جگہ دوسرے مہینوں کو عزت والے قرار دے کر ان میں جنگ نہ کرتے۔ جن مشرکین نے اشہر حرم کا احترام باقی نہیں رکھا ان سے بھی قتال کرو۔

دوسرا حصّہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ الخ (ع ۶) بیان دعویٰ کے بعد مؤمنوں کے لئے ترغیب الی القتال، منافقین اور ان مومنوں کے لئے جو جہاد میں شریک نہیں ہوئے زجر و توبیخ کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں سے ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تک ترغیب الی القتال ہے۔ دوسرے حصے میں صحابہ کرام کی تین اور منافقین کی چار جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ صحابہ کی تین جماعتیں (۱) وہ مہاجرین و انصار جو جان و دل سے جنگ تبوک میں شریک ہوئے اور جہاد کیا۔ آیات ذیل میں ان کے فضائل اور ان کے لئے بشارتیں مذکور ہیں۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ — تا — ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (ع ۹)، لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ — تا — ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (ع ۱۱) وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ (ع ۱۲) — تا — ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (ع ۱۳) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ — تا — وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (ع ۱۴) لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ — تا — اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

(۲) وہ پانچ صحابہ کرام جو مخلص مومن تھے مگر جہاد میں شریک نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے کو ستونوں سے باندھ لیا اور گڑگڑا کر توبہ کی۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ — تا — هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (ع ۱۳) میں ان کا ذکر ہے۔

(۳) وہ تین صحابہ جو قدیم الایمان اور نہایت مخلص تھے اور سستی کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہوئے اور حضور علیہ السلام کی واپسی پر کوئی عذر نہیں تراشا۔ بلکہ اپنا قصور صاف صاف بیان کردیا ان کو بطور تادیب پچاس دن کی ڈھیل دی اور اس کے بعد ان کی توبہ قبول فرمائی۔ ان کا ذکر ان دو آیتوں میں ہے۔ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (ع ۱۳) اور وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا — تا — اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (ع ۱۴)

منافقین کی حسب ذیل چار جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) وہ منافقین جو جہاد میں شریک نہ ہوئے اور حضور علیہ السلام کی جہاد سے واپسی پر جھوٹے بہانے تراشنا شروع کئے۔ حسب ذیل مقامات میں ان کے احوال و قبائح مذکور ہیں۔ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا (ع ۶) — تا — اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ (ع ۸) فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ع ۱۱) — تا — فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (ع ۱۱)، وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (ع ۱۲) — تا — وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (ع ۱۲)

(۲) وہ منافقین جو جہاد میں شریک نہ ہوئے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے "مسجد ضرار" تعمیر کی۔ ان کا ذکر وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا (ع ۱۳) — تا — وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (ع ۱۳) میں ہے۔

(۳) وہ منافقین جو از راہِ نفاق جہاد میں شریک ہوئے مگر راستہ میں مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرتے رہے۔ ان کا ذکر وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ — تا — كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (ع ۸) میں ہے۔

(۴) وہ منافقین جنہوں نے حضور علیہ السلام کی جنگ تبوک سے واپسی پر آپ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو ان کی ناپاک سازش کی اطلاع دے دی۔ ان کا ذکر يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا — تا — مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (ع ۱۰) میں کیا گیا ہے۔ اس حصے میں ثعلبہ منافق کا واقعہ بھی مذکور ہے جس نے حضور علیہ السلام سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا عہد کیا تھا مگر عہد پر قائم نہ رہا۔ اس کا واقعہ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ الخ (ع ۱۰) میں مذکور ہے۔

سورت کے آخری رکوع میں سورت کے تمام مضامین کا بالاجمال اعادہ کیا گیا ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ الخ میں حکم قتال کا اعادہ ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الخ میں ترغیب اتباع رسول کا اعادہ ہے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ میں مسئلہ توحید کا بیان ہے جس کی خاطر جہاد کا حکم دیا گیا۔

حصّہ اوّل

سورۂ براءت کا پہلا حصہ جو ابتداء سے لیکر رکوع ۵ کے آخر یعنی وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ تک ہے۔ اس میں تین امور مذکور ہیں (۱) اعلان براءت از مشرکین (۲) جہاد کے چار موانع کا جواب اور (۳) مشرکین سے جہاد کرنے کے وجوہ۔

۲ھ سورۂ برات سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی اسکی مختلف وجوہ ذکر کی گئی ہیں، اقرب الی الصواب یہ ہے کہ اس سورت سے پہلے بسم اللہ نازل ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ بسم اللہ امان ہے اور سورۂ توبہ قتال کا حکم لیکر نازل ہوئی جیسا کہ حضرت علی رض محمد بن حنفیہ اور سفیان بن عیینہ سے منقول ہے ۔ عن علی کرم اللہ تعالی وجہہ من ان البسملۃ امان وبراءۃ نزلت بالسیف ومثلہ عن محمد بن الحنفیۃ وسفیان بن عیینۃ ومرجع ذلک الی انہا لم تنزل فی ھذہ السورۃ کاخواتہا لما ذکر (روح ص۴۲ ج۱۰)

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً ۱۲۹ وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا ۱۶

سورۂ توبہ ف۱ مدینہ میں اتری اور اس کی ایک سو آیتیں اور سولہ رکوع ہیں ۲ھ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

صاف جواب ف۲ ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی ان مشرکوں کو جن سے تمہارا

مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ① فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ

عہد ہوا تھا سو پھر لو اس ملک میں چار

اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ

مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور یہ کہ

اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ② وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ

اللہ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو اور سنا دینا ہے اللہ ۳ھ کی طرف سے اور اس کے رسول

اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ

کی طرف سے لوگوں کو دن بڑے حج کے کہ اللہ الگ ہے

الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

مشرکوں سے اور اس کا رسول سو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے

وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ

اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم ہرگز نہ تھکا سکو گے اللہ کو

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ③ اِلَّا الَّذِيْنَ

اور خوشخبری سنا دے کافروں کو عذاب درد ناک کی ف۳ مگر جن ۴ھ

عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا

مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے کچھ قصور نہ کیا تمہارے ساتھ

وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ

اور مدد نہ کی تمہارے مقابلہ میں کسی کی سو ان سے پورا کردو ان کا عہد

مسلمانوں کا مشرکین سے معاہدہ تھا مگر مشرکین اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور انہوں نے عہد توڑ ڈالا البتہ بنی ضمرہ اور بنی کنانہ اپنے عہد پر قائم رہے۔ قریش اور ان کے حلیف قبیلہ بنی بکر نے مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ پر ظالمانہ حملہ کر کے ان کو نقصان پہنچایا تو اللہ تعالی نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ عہد شکن مشرکین سے معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیں اور ان کو چار ماہ کی مہلت دیدیں تاکہ اس دوران میں وہ یا تو وطن سے نکل جائیں یا اسلام قبول کر لیں یا پھر جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔ یہ حکم شوال ۹ھ میں نازل ہوا تھا۔ اور چار مہینوں سے شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم مراد ہیں۔ اعلان برات کے بارے میں فرمایا کہ سارے ملک میں برات کا عام اعلان کر دو اور برات نامے لکھ کر ملک میں پھیلا دو تاکہ سب کو برات کا علم ہو جائے وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ اَنَّكُمْ کی ضمیر منصوب پر معطوف ہے۔ ۳ھ یعنی حج کے دن بھی برات کا اعلان کرو کیونکہ حج کے موقع پر دور دراز کے لوگ آتے ہیں تاکہ جسے پہلے علم نہیں ہو سکا اسے بھی علم ہو جائے مگر موسم حج میں اعلان برات کے ساتھ چار ماہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ چار ماہ کا شمار تو ابتدائے نزول آیت سے ہوگا اور موسم حج تک دو ماہ گزر چکے ہوں گے۔ ۴ھ اس سے وہ مشرکین مراد ہیں جو اپنے عہد پر قائم رہے اور مسلمانوں کے خلاف دشمن کی مدد نہیں کی یعنی بنی ضمرہ اور بنی کنانہ (روح) فرمایا ان کو مدت عہد گذرنے تک کچھ نہ کہو۔

ص اکتبوا او قولوا - کیونکہ اطلاع کبھی کتابت سے اور کبھی قول سے دی جاتی ہے ۱۲ منہ یہ انکم پر معطوف ہے یعنی حج اکبر کے دن برات کا اعلان کرتا ہے چار ماہ کا ذکر نہیں کرتا ۱۲ ھ یعنی بنی ضمرہ بنی کنانہ جو اپنے عہد پر ثابت قدم رہے ان کو عہد گزرنے تک کچھ نہ کہیں۔ ۶ھ مراد ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہے۔ رجب نہیں۔

یعنی [illegible] کرو اور جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ جن مشرکین نے عہد توڑ ڈالا ہے ان کے ساتھ تم بھی عہد و میثاق توڑ دو یعنی نبذ [illegible] برات نامہ علانیہ [illegible] روانہ کرو اور حج میں بھی اعلان کر دو تاکہ تمام لوگوں کو اس برات کا علم ہو جائے لیکن [illegible] مشرکین مراد [illegible] چکا تھا ۱۲ سم

موضح قرآن ف۱ یہ سورت برات ہے حضرت نے بیان نہیں فرمایا کہ یہ جدا سورت ہے اور سورت میں کی آیتیں ہیں سورۃ کا نشان تھا بسم اللہ نازل ہوتی اس واسطے اس پر بسم اللہ نہیں اور کسی سورۃ میں داخل بھی نہیں۔ ف۲ چھٹے برس حضرت کو مکہ کے لوگوں سے صلح ہوئی تھی اور بھی کئی فرقوں سے جو اِنَّا فَتَحْنَا میں بیان ہے اور عرب کی بہت قوموں سے صلح تھی جب کہ مکہ فتح ہوا اس سے بعد ایک برس حکم نازل ہوا کہ کسی مشرک سے صلح نہ رکھو اور یہ باب حج کے دن یعنی عید قربان کو سب حج کے قافلوں میں پکار دو کہ سب کو خبر پہنچے اور صلح کا جواب دیکر چار مہینے فرصت دو کہ اس میں خواہ لڑائی کا سرانجام کریں یا وطن چھوڑ جاویں یا مسلمان ہوں۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ سال نہم حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم علی مرتضیٰ را در موسم حج فرستاد تا عہود مشرکان ابرانداز د الا چہار ماہ فرصت داد تا در امر خود تأمل کنند مگر دو فرقہ بنو ضمرہ و بنو کنانہ کہ خیانت در عہد نکردہ بودند پس خدائے تعالیٰ عہد ایشاں را تا میعاد آن مقرر داشت و ندا کنند کہ بعد ازیں ہیچ مشرک حج نیاید و ہیچ برہنہ طواف کعبہ نکند و اوائل سورت برات برایشاں خوانده ۱۲

ـه۵ یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم گذر جائیں تو مشرکین جہاں کہیں ملیں ان کو قتل کر ڈالو یا انہیں پکڑ کر محصور کر لو اور انہیں پکڑنے کے لئے ہر مناسب کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھ جاؤ ۔ فَاِنْ تَابُوْا الخ مشرکین اگر گرفتار یا محصور ہونے کے بعد کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور ایمان لا کر احکام اسلام کی بجا آوری کا عہد کر لیں تو انہیں رہا کر دو ۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جو شخص شرک و کفر سے توبہ کر کے سچے دل سے اسلام قبول کرے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس کے گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے یعنی لمن تاب ورجع من الشرك الى الايمان ومن المعصية الى الطاعة (خازن ج ۳ ص۵۱) يغفر لهم ما قد سلف ويثيبهم بايمانهم وطاعتهم (روح ج ۱۰ ص۵۱) ـه۶ اشہر حرم یا مدت عہد گذر جانے کے بعد اگر کوئی مشرک آپ سے امن کا طالب ہو اور آپ کے قرب و جوار میں رہنے کا متمنی ہو تو آپ اسے امان دے دیں اور اپنے پاس رہنے دیں تاکہ اسے براہ راست آپ کی زبان سے اللہ کا کلام سننے کا موقع مل جائے اور وہ آپ کی دعوت کو سمجھ سکے ۔ اس کے بعد اسے اس کے گھر یا کسی ایسی جگہ پہنچا دیں جہاں اسے کسی قسم کا ڈر اور خطرہ نہ ہو ۔ ۱۲ ـه۷ یہاں سے موانع قتال کے جواب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے ۔ یعنی ایسے چار شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو مشرکین سے جہاد کرنے کی راہ میں حائل ہو سکتے تھے ۔ یہ پہلے مانع کا جواب ہے ۔ مانع یہ تھا کہ مشرکین سے تو مسلمانوں نے معاہدہ کر رکھا ہے پھر ان سے قتال کیونکر جائز ہو سکتا ہے تو فرمایا کہ جن مشرکین نے اپنا عہد توڑ دیا اور مسلمانوں کے خلاف دشمن کو مدد دی اللہ اور رسول کے نزدیک ان کا عہد کیونکر باقی رہ سکتا ہے ان کے نقض عہد کی وجہ سے معاہدہ ختم ہو گیا اس لئے نبذ عہد کا اعلان کر کے اور چار ماہ کی مہلت دیکر ان سے ڈٹ کر قتال کرو ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ الخ البتہ وہ مشرکین جو اپنے عہد پر قائم ہیں جب تک وہ عہد پر قائم رہیں ان سے اپنا عہد باقی رکھو اور ان سے کسی قسم کا تعرض مت کرو ۔ اس سے مراد وہی بنی کنانہ اور بنی ضمرہ ہیں ۔

اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④ فَاِذَا

ان کے وعدہ تک بے شک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے پھر جب

انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ

گذر جائیں ـه۵ مہینے پناہ کے ف۱ تو مارو مشرکوں کو

حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ

جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو

وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

اور بیٹھو ہر جگہ تاک میں پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں

الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ

نماز اور دیا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو ان کا رستہ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ

بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۲ اور اگر کوئی ـه۶

الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ

مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدے یہاں تک کہ وہ سن لے

كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

کلام اللہ کا پھر پہنچا دے اس کو اس کی امن کی جگہ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ

لَّا يَعْلَمُوْنَ ⑥ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ

علم نہیں رکھتے ف۳ ف۱ کیونکر ہووے مشرکوں کے ـه۷ لئے عہد

عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے تم نے عہد کیا تھا

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ

مسجد حرام کے پاس ف۲ سو جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں

ع ۱ ۷

ملہ مراد ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم ہیں۔ رجب یہ نہیں ۱۲

ملہ یہ چار موانع میں سے مانع اول کا جواب ہے ملکہ مراد بنی ضمرہ اور بنی کنانہ ہیں ۱۲

موضح قرآن ف۱ جن سے وعدہ ٹھہر گیا تھا اور ان سے دغا نہ دیکھی ان کی صلح قائم رہی اور جن سے وعدہ کچھ نہ تھا ان کو فرصت ملی چار مہینے کی اور حضرت نے فرمایا دل کی خبر اللہ کو ہے ظاہر میں جو مسلمان ہو وہ سب کے برابر امان میں ہے اور ظاہر مسلمانی کی حد ٹھہرائی ایمان اور کفر سے توبہ کرنا اور نماز اور زکوٰۃ اسی واسطے جب کوئی شخص نماز چھوڑ دے یا زکوٰۃ موقوف کرے تو اس سے امان اٹھ گئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے منکروں کو برابر کافروں کے قتل فرمایا۔ ف۲ یعنی اتنی امان کا مضائقہ نہیں کہ کچھ پوچھا سنا چاہے سو سن لے پھر بھی جہاں وہ نڈر ہو وہاں تک پہنچا دینا بعد اس کے سب کافروں کے برابر ہے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی آں چہار ماہ کہ ایشاں را فرصت دادہ بودند ۱۲ ف۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با کفار قریش صلح کردہ بودند و ایشاں در مقام عذر آمدہ مرکشتن خلفائے آنحضرت اعانت نمودند و ایں صورت سبب فتح مکہ شد خدائے تعالیٰ برائے تبلیغ بر غزوہ فتح آیات فرستاد ۱۲ ف۳ یعنی قریش کہ در حدیبیہ با ایشاں صلح واقع شدہ بود ۱۲

۸ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ کی علت ہے یہاں مشرکین کے خبث باطن اور فساد نیت کو ظاہر فرمایا کہ ان سے وفاء عہد کیونکر ہو سکتا ہے اگر انہیں کبھی تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ نہ تمہاری رشتہ داری کا پاس و لحاظ کریں گے اور نہ اپنے عہد و پیمان کا ان کی چکنی چپڑی باتوں پر مت اعتماد کرو۔ ان کا باطن خبیث اور ناپاک ہے۔ ۹ ثَمَنًا قَلِيْلًا سے شہوات و اہواء نفسانیہ مراد ہیں اور اشتراء، استبدال سے کنایہ ہے۔ یعنی وہ اللہ کی آیتوں کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کی بجائے خواہشات نفسانیہ اور شہوات حیوانیہ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ یعنی انہم اعتاضوا عن اتباع آیات اللہ بما التہوا بہ من امور الدنیا الخسیسۃ۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۹) وھو اھواءھم وشہواتھم التی اتبعوھا (روح ج ۱۰ ص ۵۶)

۱۰ خواہشات و شہوات کے اتباع میں ایسے اندھے ہیں کہ کسی مومن سے تعلق قرابت اور عہد کا پاس نہیں کرتے فَاِنْ تَابُوْا الخ ہاں اگر وہ صدق دل سے اسلام قبول کر لیں اور اسلامی احکام کے پابند ہو جائیں تو پھر وہ تمہارے بھائی بند ہیں اور ان کے حقوق تمہارے برابر ہیں۔ اب ان کا مال و جان محفوظ ہے۔ ان سے کسی قسم کا تعرض مت کرو

۱۱ نَكَثُوْٓا کی ضمیر سے اگر بنو کنانہ اور بنو ضمرہ مراد ہوں جو عہد پر قائم تھے تو اِنْ اپنے معنی موضوع لہ پر ہو گا اور اگر اس سے عہد توڑنے والے مشرکین مراد ہوں تو اِنْ بمعنی اِذَا ہو گا کیونکہ اس صورت میں نقض عہد مشکوک نہیں تھا بلکہ یقیناً واقع ہو چکا تھا اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا الخ دوسری توجیہ کا مؤید ہے۔

فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑦
تم ان سے سیدھے رہو بے شک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے ف

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ
کیونکر رہے صلح اور اگر وہ تم پر قابو پائیں تو نہ لحاظ کریں تمہاری

اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى
قرابت کا اور نہ عہد کا تم کو راضی کر دیتے ہیں اپنے منہ کی بات سے اور ان کے

قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑧ اِشْتَرَوْا
دل نہیں مانتے اور اکثر ان میں بدعہد ہیں بیچ ڈالے انہوں نے ۹

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ
اللہ کے حکم تھوڑی قیمت پر پھر روکا اس کے رستہ سے

اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑨ لَا يَرْقُبُوْنَ
برے کام ہیں جو وہ لوگ کرتے رہیں نہیں لحاظ کرتے ۱۰

فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ
کسی مسلمان کے حق میں قرابت کا نہ عہد کا اور وہی ہیں

الْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
زیادتی پر سو اگر توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ
اور دیتے رہیں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں حکم شریعت میں ف۲ اور ہم کھول کر بیان

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ
کرتے ہیں حکموں کو جاننے والے لوگوں کے واسطے اور اگر وہ توڑ دیں ۱۱ اپنی قسمیں

مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا
عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے دین میں تو لڑو

[illegible]

ے دوسرا معنی [illegible] معلوم ہوتا ہے ۱۲ مراد وہ پیشوایان مشرکین ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالنے [illegible] ۱۲

اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ اس سے مراد رؤساء کفر اور پیشوایان شرک ہیں جو اطراف مکہ کے باشندے تھے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکالنے میں مشرکین مکہ کو مدد دی تھی یعنی قبل از فتح مکہ اس سے مدینہ کے یہود مراد لینا صحیح نہیں۔ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ ای لا عھد لھم یعنی ان کے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ان سے

موضح قرآن ف۱ صلح والے تین قسم فرمائے ایک جن سے مدت نہیں ٹھہری ان کو جواب دیا مگر جو مکے کی صلح میں شامل تھے جب تک وے دغا نہ کریں۔ یہ ادب ہے مکے کا اور تیسرے جن سے مدت ٹھہری اور صلح قائم رہی لیکن آخر سب مشرک عرب ایمان لے آئے ۱۲ ف۲ یعنی یہ جو فرمایا کہ بھائی ہیں حکم شرع میں اسی سے سمجھ لیں کہ جو شخص قرآن سے معلوم ہو کہ ظاہری مسلمان ہے دل سے یقین نہیں رکھتا اس کو حکم ظاہری میں مسلمان گنیں مگر معتمد اور دوست نہ پکڑیں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی تابع شہوات نفس شدند و ایمان را ترک کردند ۱۲

أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ
کفر کے سرداروں سے بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ
يَنْتَهُونَ ⑫ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ
باز آئیں ف۱ کیا نہیں لڑتے ایسے ۱۲؎ لوگوں سے جو توڑ دیں اپنی قسمیں
وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ
اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیں اور انہوں نے پہلے چھیڑ
أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ
کی تم سے کیا ان سے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہیے
تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ⑬ قَاتِلُوهُمْ
تم کو زیادہ اگر تم ایمان رکھتے ہو لڑو ان سے ۱۳؎
يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ
تا عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو ان پر
عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ⑭ وَ
غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل مسلمان لوگوں کے اور
يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَنْ
نکالے ان کے دل کی جلن اور اللہ توبہ نصیب کرے گا جس
يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ⑮ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ
کو چاہے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے کیا تم یہ گمان کرتے ہو ۱۴؎ کہ
تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ
چھوٹ جاؤ گے حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد
وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَ
کیا ہے اور نہیں پکڑا انہوں نے سوا اللہ کے اور اس کے رسول کے اور

زجر ۱۴

۱۲؎ یہ ترغیب الی القتال ہے اور استفہام انکاری ہے۔ اور ساتھ تین وجوہ کا ذکر کر دیا گیا جو ان سے قتال کی موجب ہیں۔ اول نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ کہ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ دوم هَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کی کوشش کی سوم وَهُمْ بَدَءُوكُمْ اور انہوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی ابتدا کی لہٰذا ان سے ضرور قتال کرو۔ کیا تمہیں یہ ڈر ہے کہ جنگ کی صورت میں تمہیں مشرکین کے ہاتھوں نقصان پہنچے گا۔؟ اس کی پرواہ مت کرو بلکہ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکم کی خلاف ورزی مت کرو۔ خالص اور پختہ ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نافع و ضار نہ سمجھو فان مقتضی ایمان المؤمن الذی یتحقق انہ لا ضار ولا نافع الا اللہ تعالیٰ ولا یقدر احد علی مضرۃ ولا نفع الا بمشیتہ ان لا یخاف الا من اللہ تعالیٰ (روح ج ۱۰ ص ۶۱) **۱۳؎** مذکورہ بالا تین وجوہ قتال میں سے ایک بھی ان سے قتال کا باعث بننے کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ تینوں وجوہ موجود ہوں لہٰذا ان مشرکین سے قتال کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے ان کو رسوا کرے گا اور ان کے مقابلے میں تمہاری مدد فرمائے گا۔ اس طرح جن مومنوں کو ان کے ہاتھوں تکلیفیں پہنچی تھیں وہ خوش ہوں گے اور ان کے دلوں کی جلن دور ہو جائے گی۔ **۱۴؎** یہ زجر ہے۔ خطاب مومنین سے ہے یا منافقوں سے جنہیں قتال کا حکم ناگوار محسوس ہوا۔ وَلِيجَةً رازدار دوست۔

موضح قرآن ف۱ اگر ثابت ہوا ایک کا فریب دیتا ہے ہمارے دین کو وہ ذمی نہ رہا۔ ۱۲

فتح الرحمٰن یعنی تکلیف جہاد نشود۔ ۱۲

۱۵؎ یہ قتال کے مانع ثانی کا جواب ہے۔ مانع یہ تھا کہ مشرکین بیت اللہ کی تعمیر اور اس قسم کے دوسرے نیک اعمال بجالاتے ہیں لہٰذا ان سے قتال کیونکر روا ہے۔ فرمایا مشرکین کا کوئی عمل قبول نہیں۔ کفر و شرک کی حالت میں ان کے تمام نیک اعمال ضائع اور رائیگاں ہیں۔ لہٰذا ان کے دوسرے شر انگیز اعمال کی وجہ سے ان سے جہاد لازم ہے۔ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ الخ بیت اللہ کی تعمیر اور دوسرے اعمال صالحہ صرف انہی لوگوں سے قبول کئے جاتے ہیں جو شرک سے توبہ کریں۔ خدائے واحد پر اور آخرت پر ایمان لائیں اور تمام اعمال شریعت کے مطابق بجالائیں وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ اور صرف اللہ سے ڈرے اور معبودانِ باطلہ سے نہ ڈرے جس طرح مشرکین ڈرتے ہیں۔ کانوا یخشون الاصنام و یرجونها فارید نفی تلك الخشية عنهم (مدارک ج ۲ ص ۹۰) **۱۶؎** خطاب مشرکین سے ہے یعنی ایک وہ شخص ہے جو دل و جان سے ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور ایک وہ ہے جو بحالت شرک حاجیوں کو پانی پلاتا اور بیت اللہ کی تعمیر کرتا ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مومن کے تمام اعمال عند اللہ مقبول ہیں اور مشرک کے تمام اعمال مردود اور رائیگاں ہیں۔ **۱۷؎** یہ ان صحابۂ کرام کے لئے بشارت اخروی ہے جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں تن من دھن سے جہاد کیا ان کے حسب ذیل فضائل بیان کئے گئے۔ (۱) وہ غیر مہاجرین اور غیر مجاہدین مومنوں سے افضل ہیں۔ (۲) وہ آخرت میں کامیاب اور بامراد ہیں گے۔ (۳) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنات نعیم کا فیصلہ فرما دیا ہے جن کی ہر نعمت دائمی اور لازوال ہوگی اور وہ بھی ابدالآباد ان میں رہیں گے۔ **۱۸؎** یہ مانع ثالث کا جواب ہے یعنی مشرکین سے جہاد کرنے میں یہ خیال ہرگز حائل نہ ہونا چاہیئے کہ ان میں تمہارے قریبی اور عزیز ترین رشتہ دار موجود ہیں۔ یاد رکھو اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بھائی اور دیگر اعزہ ایمان کے مقابلے میں کفر و شرک کو ترجیح دیتے اور پسند کرتے ہیں تو تم ان

ع ۸/۱۰

لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑯

مسلمانوں کے کسی کو بھیدی اور اللہ کو خبر ہے جو تم کر رہے ہو

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ

مشرکین کا کام نہیں ۱۵؎ کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں

شٰهِدِيْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

اور تسلیم کر رہے ہوں اپنے اوپر کفر کو وہ لوگ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ⑰

خراب گئے ان کے عمل اور آگ میں رہیں گے وہ ہمیشہ ۱۶؎

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت

الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا

کے دن پر اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے

اللّٰهَ قف فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ⑱

اللہ کے کسی سے سو امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہوویں ہدایت والوں میں

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کیا تم نے کر دیا ۱۶؎ حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا

كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ

برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور لڑا

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

اللہ کی راہ میں یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ رستہ نہیں دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑲ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ

ظالم لوگوں کو جو ایمان لائے ۱۷؎ اور گھر چھوڑ آئے اور

وقف لازم

ملہ مانع ثانی کا جواب یعنی ان سے قتال کیوں نہ کریں جو ایسے عمل کرتے ہیں ۱۲

ملہ خطاب مشرکین کو ہے ۱۲

ملہ بشارت ۱۲

فتح الرحمٰن **ف۱** تعریض است بجواب مفاخرت قریش بعمارت مسجد حرام ۱۲

جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ

لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے

اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾

ان کے لئے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ

خوشخبری دیتا ہے ان کو پروردگار ان کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی

لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ

کہ جن میں ان کو آرام ہے ہمیشہ کا رہا کریں ان میں مدام بے شک

اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ف۱ ف۱ اے ایمان والو ف۸

لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ

مت پکڑو اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر

اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ

وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان سے اور جو تم میں ان کی رفاقت

مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَ

کرے سو وہی لوگ ہیں گنہگار ف۲ تو کہدے اگر ف۹

اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور

عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ

برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے

كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے

سے ہرگز دوستی نہ رکھو۔ ان سے محبت وشفقت کا رشتہ توڑ لو اور اللہ کے دین کو سربلند کرنے کیلئے ان سے جہاد کرو۔ ف۹ یہ زجر ہے یعنی اگر ماں باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں اور دیگر رشتہ دار، مال و دولت، کاروبار اور مکانات تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر اللہ کے عذاب کیلئے تیار ہو جاؤ۔ یہ پہلے حکم لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے تہدید و تخویف ہے فَتَرَبَّصُوْا۔ وھذا امر تھدید و تخویف (خازن ج ۳ ص۸۵)، (حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ) الحسن بعقوبة اٰجلة او عاجلة (قرطبی ج ۸ ص۹۶)

موضح قرآن ف۱ اوپر سے نیچے تک پانچ آیتیں نازل ہوئیں اس پر کہ گفتگو ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں۔ حضرت عباس نے آخر کو ہجرت کی ہے کہا حضرت علی نے اگر تم اول ہجرت کرتے تو جہاد میں حاضر ہوتے اور مرتبہ بلند پاتے جیسے ہم نے پائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بھی خدا کے کام میں تھے یعنی خدمت حاجیوں کی اور آبادی مسجد الحرام کی سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کام ان کے برابر نہیں اور مشرکوں کی خدمت قبول نہیں کوئی مسلمان خدمت کرے تو قبول ہے۔

فائدہ ان آیتوں سے سمجھ کر حضرت نے مکہ سے کافروں کو نکال دیا ہمیشہ کو حکم ہوا کہ مکہ میں کافر نہ جاویں اور علماء نے لکھا ہے کہ کافر چاہے مسجد بناوے اس کو منع کریئے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ پیغمبر کی قرابت سے عمل کا درجہ بڑا ہے کہ حضرت عباس تو قرابت میں قریب تھے اور حضرت علی عمل میں زیادہ۔ ف۲ یعنی بعضے شخص دل سے مسلمان ہیں لیکن برادری سے توڑ نہیں سکتے کہ ظاہر مسلمان ہو جاویں ان کا حال یہاں سے سمجھو۔ ۱۲

ما انزل ثالث کا بلاغ ۱۲

[illegible]

فتح الرحمٰن ف۱ بعد غزوہ فتح در ترغیب بر جہاد مشرکین و اہلِ کتاب نازل شدہ ۱۲

ف۲۵ خطاب ایمان والوں سے ہے ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنین پر اپنے انعام نصرت کا اظہار فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر دشمن کے مقابلے میں تمہاری مدد کی اور تمہیں فتح عطا فرمائی اس لئے تم کسی وقت بھی مشرکین سے قتال کرنے سے ہمت مت ہارو اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے خطاب للمؤمنین خاصة وامتنان علیهم بالنصر على الاعداء التى يترك لها الغيور احب الاشياء اليه (روح ج ۱۰ ص ۲۷) حنین مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ایک وادی کا نام ہے ۔ یہاں فتح مکہ کے بعد ہوازن ، ثقیف وغیرہ قبائل مشرکین سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی تھی مشرکین چار ہزار تھے اور مسلمان بارہ ہزار بعض مسلمانوں نے اپنی کثرت تعداد سے خوش ہو کر کہہ دیا کہ آج ہم قلت عدد کی وجہ سے تو مغلوب نہیں ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ ایک مسلمان کثرت عدد پر ناز کرے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ پر اعتماد و توکل کی گرفت اس کے دل و دماغ پر سے ڈھیلی ہو جائے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے محض تنبیہ کے طور پر مسلمانوں کی فتح کو شکست سے بدل دیا ۔ حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ پہلے کفار کو شکست ہوئی اور بہت سا مال اور ساز و سامان چھوڑ کر پسپا ہو گئے ۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی اموال غنیمت جمع کرنے لگ گئے ۔ اس موقع پر ہوازن کا تیز انداز دستہ جو پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا یکایک وہاں سے نکلا اور مسلمانوں پر دھاوا بول دیا اور چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مع چند رفقاء دشمن کے مقابلہ میں باقی رہ گئے ۔ حضرت ابوبکر ، عمر ، علی ، عباس ، ابوسفیان بن حارث ، عبداللہ بن مسعود ، جعفر بن ابی سفیان ، ربیعہ بن حارث ، فضل ابن عباس ، اسامہ بن زید ، ایمن بن عبید رضی اللہ عنہم تقریباً سو یا اسی نفر ثابت قدم رہے جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط اور مستحکم نظر آتے تھے ۔ مولانا عثمانی فرماتے ہیں : " یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا ۔ آپ سفید خچر پر سوار تھے ۔ حضرت عباس ایک رکاب اور ابوسفیان ابن الحارث دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں ۔ چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے ۔ ہر چہار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے ۔ ساتھی منتشر ہو چکے ہیں مگر رفیق اعلیٰ آپ کے ساتھ ہے ۔ ربانی تائید اور آسمانی سکینہ کی غیر مرئی بارش آپ پر اور آپ کے گنے چنے رفیقوں پر ہو رہی ہے جس کا اثر آخر کار بھاگنے والوں تک پہنچتا ہے ۔ جدھر سے ہوازن اور ثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے آپ کی سواری کا منہ اس وقت بھی اسی طرف ہے اور ادھر ہی آگے بڑھنے کے لئے خچر کو مہمیز کر رہے ہیں ۔ دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے اور زبان پر نہایت استغنا ، واطمینان کے ساتھ انا النبی لا کذب * انا ابن عبد المطلب جاری ہے یعنی بیشک میں سچا نبی ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد ہوں ۔ اسی حالت میں آپ نے صحابہ کو

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ

اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے

اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

اللہ اپنا حکم اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو و۱

ع ۳ ۸ ۹

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ

مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری ف۲ بہت میدانوں میں اور حنین کے دن

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔـا وَّ

جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور

ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ

اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم

مُّدْبِرِيْنَ ㉕ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ

پیٹھ دے کر پھر اتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر

وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ

اور ایمان والوں پر اور اتاریں فوجیں کہ جن کو تم نے نہیں دیکھا اور

عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ㉖

عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے منکروں کی

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

پھر توبہ نصیب کریگا ف۳ اللہ اس کے بعد جس کو چاہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ㉗ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۴ اے ایمان والو

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

مشرک ف۵ جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے

[illegible] سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد

موضح قرآن و۱ آخر حکم بھیجا کہ اس ملک سے کافر باہر ہوں تب اکثر کافر مسلمان ہوئے ۱۲ و۲ فتح مکہ کے بعد حضرت نے سنا کہ مکہ اور طائف کے بیچ کافر جمع ہیں لڑائی کو حضرت ان پر چلے دس ہزار مسلمان ساتھ تھے اول سے اور دو ہزار مل گئے مکہ سے پہاڑوں کے بیچ گذر فوج کا تنگی سے تھا کم کم گذرنے لگے قوم ہوازن گرد میں چھپے تھے جب مکہ والے گذرنے لگے وے ان پر آ گرے یہ الٹے بھاگے ۔ حضرت کے ساتھ والے بھی بکھر گئے ۔ حضرت پیادے ہو کر جنگ کو مستعد ہوئے ۔ حضرت عباس نے بلند آواز سے پکارا انصار کو اس آواز پر مہاجر و انصار پہنچے تب لڑائی ہوئی اور اللہ نے فتح دی ۔ اول کسی مسلمان نے کہا تھا کہ ہم تھوڑوں کو بہت جگہ فتح ملی ہے اب تو ہم ہیں دس ہزار حق تعالیٰ نے ادب دیا تا اسباب پر نظر نہ رکھیں پھر ان کافروں [illegible]

فتح الرحمٰن ف۱ درغزوہ حنین شکست گونہ بمسلمین رو داده بود و بعد ازاں خدا تعالیٰ نصرت داد بجهت تذکیر نعمت ایں آیات فرستاد ۱۲ ف۲ یعنی توفیق اسلام دہد ہر کرا خواہد از کافران ۱۲

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ
اس برس کے بعد ف۱ اور اگر تم ڈرتے ۲۳ ہو فقر سے ف۲ تو آئندہ
يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ
غنی کردے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا
حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا
حکمت والا ہے ف۳ ۲۴ لڑو ان لوگوں سے جو ۲۴ ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ
بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے
وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں
حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَ
یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر ف اور
قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ
یہود نے کہا کہ ۲۵ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح
ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ
اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ف۳ ریس کرنے لگے اگلے
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾
کافروں کی بات کی ف۴ ہلاک کرے ان کو اللہ کہاں سے پھیرے جاتے ہیں ف۵
اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
ٹھہرا لیا اپنے ۲۶ عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر
وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا
اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی اور ان کو حکم ۲۷ یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں

ع ۵ ۱۰

النصف

آواز دی الیّ عباد اللہ الیّ اَنا رسول اللہ خدا کے بندو! ادھر آؤ، یہاں آؤ کہ میں خدا کا رسول ہوں (تفسیر عثمانی) اس کے بعد حضور علیہ السلام کی ہدایت پر حضرت عباسؓ نے صحابہ کو آواز دی جسے اللہ نے ہر ایک کے کان تک پہنچا دیا پھر کیا تھا تمام صحابہ فوراً میدان کی طرف واپس لوٹ پڑے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی کمک نازل فرما دی اور مسلمانوں کے دلوں سے خوف و ہراس کو محو کرکے انہیں سکون و اطمینان عطا فرمایا ان کی تقویت اور ہمت افزائی فرمائی اور مسلمانوں نے پلٹ کر مشرکین کے لشکر پر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ آنِ واحد میں وہ مغلوب و مقہور ہوگئے۔ کچھ مقتول ہوئے کچھ اسیر ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی امداد فرمائی۔ ۲۱ چنانچہ مشرکین کی فوج کے جو سپاہی قید ہوئے یا قتل سے بچ گئے تھے ان میں سے اکثریت کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور وہ مسلمان ہوکر دین اسلام کے سچے اور مخلص خادم بن گئے۔ یعنی فیھدیہ الی الاسلام کما فعل بمن بقی من ھوازن حیث اسلموا وقدموا علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تائبین فمن علیھم واطلق سبیھم (خازن ج ۳ ص۲۳) ۲۲ جب کفر کی قوت ٹوٹ گئی اور سارا عرب اسلام کے زیر نگیں آگیا تو مکہ مکرمہ کو اسلامی حکومت کا مرکز قرار دیدیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک حدود حرم میں داخل نہ ہونے پائے اور انہیں حج کرنے کا بھی موقع نہ دیا جائے اَلْمَسْجِدَ الْحَرَامَ سے مسجد حرام اور ما یتعلق بہ یعنی حدود حرم مراد ہیں۔ جیسا کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں ہے کیونکہ معراج حضرت ام ہانی کے گھر سے ہوا تھا فلا یحجوا ولا یعتمروا کما کانوا یفعلون فی الجاھلیۃ (مدارک ج ۲ ص۹۳) وقال عطاء المراد بالمسجد الحرام الحرم وان علی المسلمین ان لا یمکنوھم من دخولہ (بحر ج ۵ ص۲۸) اصل مقصد مشرکین کو حج و عمرہ کرنے سے روکنا ہے اور حج کے بہت سے احکام مسجد حرام سے باہر ادا ہوتے ہیں مثلاً سعی بین الصفا والمروۃ اور وقوف عرفات وغیرہ۔ اس لئے مسجد حرام سے حدود حرم مراد ہیں۔ ۲۳ یہ مانع رابع کا جواب ہے۔ نبذ عہد اور امر قتال کے بعد یہ حکم بھی آگیا کہ آئندہ کے لئے کوئی مشرک حدود حرم میں داخل نہیں ہوسکیگا۔ موسم حج میں مشرکین اموال تجارت لاتے تھے جس سے مسلمانوں کو بھی نفع پہنچتا تھا۔ غلہ اور دیگر

سا مانع رابع کا جواب
سلہ موانع اربعہ
دفع کرکے بعد دعوی
سورہ انفال و توبہ
علی سبیل التفصیل
اور قتال کرنے کی
پچھ وجوہ ۱۲
قتال کی وجہ اول یعنی
[illegible]

موضح قرآن ف۱ مسجد الحرام میں مشرک کو جانا منع ہے بلکہ سارے حرم میں اور مسجدیں معاف ہے۔ اور پلیدی ان کے دل میں ہے بدن پر نہیں اور فقر سے ڈرتے ہو یعنی آمد و رفت موقوف ہوگی مشرکوں کی تو معاملات سوداگری بند ہوں گے سو اللہ تعالیٰ نے سارا ملک مسلمان کر دیا سب کاروبار جاری ہوا۔ ف۳ پہلے حکم ہوا مشرکوں سے لڑو ملک سے نکالو اب حکم ہوا اہل کتاب سے لڑائی کا کہ یہ بھی دین حق سے منکر ہیں اور اللہ کو اور آخرت کو جیسا چاہیے نہیں مانتے لیکن ان سے جزیہ قبول رکھا بشرطیکہ ادنی اعلی سب ذلیل ہوکر جزیہ دیا کریں باقی عرب کے مشرکوں سے جزیہ ہرگز قبول نہیں اور جہاں کے مشرک سے حنفی پاس قبول ہے۔ جزیہ ہر مہینے پانچ آنے یا دس یا سوا روپیہ موافق حال اور ذلیل رہنا یہ کہ سواری میں لباس میں راہ چلنے میں ہتھیار باندھنے میں مسلمانوں کی برابری نہ کریں۔ ف۴ یعنی اہل کتاب ہوکر مشرکوں کی ریس کرنے لگے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی بسبب انقطاع سوداگران ۱۲ ف۲ خدائے تعالیٰ در باب جہاد اہل کتاب و گرفتن جزیہ از ایشاں می فرماید ۱۲ ف۳ یعنی اصلی ندارد ۱۲ ف۴ یعنی مشرکاں کہ ملائکہ را بنات اللہ میگویند ۱۲ ف۵ یعنی از راہ صواب ۱۲

اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾
ایک معبود کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ
چاہتے ہیں ٣٨ کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے ف۱ اور
يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾
اللہ نہ رہے گا بدون پورا کیے اپنی روشنی کے اور پڑے برا مانیں کافر ف۲
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ
اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دیکر تاکہ اس کو غالب کرے
عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ يٰٓاَيُّهَا
ہر دین پر اور پڑے برا مانیں مشرک ف۳ اے ٣٩
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ
ایمان والو بہت سے عالم اور درویش اہل
لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ
کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ
اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑھ کر رکھتے ہیں سونا اور
الْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ
چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں ف۴ سو ان کو خوشخبری سنا دے
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوْمَ يُحْمٰي عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ
عذاب دردناک کی ف۵ جس دن کہ آگ دہکائیں گے ف۶ اس مال پر دوزخ کی
فَتُكْوٰي بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ
پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں

سامان ضرورت ان کو اسی ذریعہ سے حاصل ہوتا تھا۔ ان تمام امور کی وجہ سے مسلمانوں کو تشویش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بات کی پرواہ نہ کرو تمہاری یہ ساری ضرورتیں میں دیگر ذرائع سے مہیا کر دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے کئی طرح سے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ بارش برسا کر مدینہ منورہ کی زمینوں کو پہلے سے زیادہ زرخیز بنا دیا۔ اہل نجد، قبالہ اور جرش کو اسلام کی توفیق دی۔ اور وہ غلہ اور دیگر ضرورت کی اشیاء مختلف علاقوں اور ملکوں سے درآمد کرنے لگے۔ اور فتوحات سے اموال غنیمت کی صورت میں دولت و ثروت کے دروازے ان پر کھول دیئے۔ وقد انجز اللہ تعالیٰ وعدہ بان ارسل السماء علیھم مدرارا ووفق اھل نجد وقبالۃ وجرش فاسلموا وحملوا الیھم الطعام وما یحتاجون الیہ فی معاشھم ثم فتح علیھم البلاد والغنائم وتوجہ الیھم الناس من کل فج عمیق (روح ج ۱۰ ص ۸۰) ٣٤ سورۂ انفال وتوبہ کا دعویٰ علی سبیل التفصیل یہاں قتال کرنے کا حکم فرمایا اور تفصیل سے یہ بھی بتا دیا کہ کن لوگوں سے جہاد کرنا ہے اور ان سے جہاد و قتال کی وجوہ کیا ہیں۔

وجوہ قتال

وجہ اول لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وہ اللہ کی توحید پر ایمان نہیں لاتے اور غیر اللہ کو متصرف و کارساز سمجھتے ہیں۔ ان کی خاطر خود ساختہ تحریمیں کرتے اور ان کی خوشنودی کے لیے نذریں نیازیں دیتے ہیں۔ وجہ ثانی وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو حرام نہیں سمجھتے اور اس کی تحریمات کو قائم نہیں رکھتے۔ مثلاً غیر اللہ کی نذریں نیازیں کھاتے ہیں۔ ٣٥ قتال کی وجہ ثالث۔ ابن اللہ سے یہاں نسبی اور جسمانی بیٹا مراد نہیں بلکہ مراد نائب متصرف ہے۔ قال ابن عطیۃ ویقال ان بعضھم یعتقدھا بنوۃ حنو ورحمۃ (قرطبی ج ۸ ص ۱۱۷) یعنی وہ اللہ کو اس قدر پیارے ہیں کہ اس نے ان کو اختیارات دے رکھے ہیں یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نائب متصرف اور کارساز سمجھتے ہیں۔ يُضَاهِـُٔوْنَ ای یشابھون۔ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ سے ان کے آباء و اجداد مراد ہیں جن سے ان کو یہ کفریہ عقیدہ اور قول ورثہ میں ملا۔ ٣٦ قتال کی وجہ رابع۔ احبار علماء اہل کتاب۔ رُهْبَان تارک الدنیا، صوفی مراد روحانی پیشوا اور سجادہ نشین۔ یہود و نصاریٰ اپنے علماء اور پیروں فقیروں کو متصرف و کارساز سمجھ کر ان کو پکارتے اور ان کے آگے سجدے کرتے تھے۔ اور ان کو تحلیل و تحریم کے مختار مانتے تھے۔ کانوا یسجدون لھم کما یسجدون للہ والسجود لا یکون الا للہ فاطلق علیھم ذٰلک مجازًا (بحر ج ۵ ص ۳۲) حیث اطاعوھم فی تحلیل ما حرم اللہ وتحریم ما احل اللہ کما یطاع الارباب فی اوامرھم ونواھیھم (مدارک ج ۲ ص ۹۱) ٣٧ اُمِرُوْا کی ضمیر سے وہی یہود و نصاریٰ مراد ہیں جو اِتَّخَذُوْا کے فاعل ہیں یعنی انہوں نے اپنے عالموں اور پیروں کو رب بنا

[illegible]

موضح قرآن ف۱ ان کے عالم یا درویش جو اپنی عقل سے ٹھہرا دیتے وے جانتے تھے کہ یہاں ہم کو چھٹکارا ہو گیا اور وے سمجھتے خاطر کو یا طمع کو سو عالم کا قول عوام کو سند ہے جب تک وہ شروع سے سمجھ کر کہے جب معلوم کر لیا طمع سے کہا پھر وہ سند نہیں ۱۲ ف۲ یعنی جیسا کوئی پھونک سے چراغ بجھاوے وہ چاہتے ہیں کہ اپنی جھوٹی باتوں سے دین اسلام کو نہ پھیلنے دیں ف۳ یہ دین سب سے اوپر ہے عقل کے نزدیک اور خدا کے نزدیک یعنی جو اس سے قرب ملے سو اور سے نہیں ۱۲ ف۴ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا یہ کہ زکوٰۃ اور قرض اور حقدار کا حق دیتا ہے ۱۲

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی شبہات تقریر می کنند در ابطال دین ۱۲ ف۲ یعنی زکوٰۃ نمی دہند ۱۲ ف۳ یعنی دمیدہ شود ۱۲

لیا اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرنے لگے حالانکہ تورات اور انجیل میں ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک الٰہ کی عبادت کریں اور اللہ کے سوا کوئی متصرف و کارساز نہیں اور اس کے سوا کوئی اور پکار کے لائق نہیں۔ **۲۸** یہ ایک تمثیل ہے۔ نُوْرَ اللّٰهِ سے اللہ کی توحید یا اللہ کا دین مراد ہے۔ ای دلائلہ وحججہ علی توحیدہ (قرطبی ص۱۲۱ ج ۸) وہ شرک و کفر کے دبیز پردوں سے نورِ توحید کو چھپانا اور اس کے دلائل کی تکذیب و انکار سے شمع توحید کو بجھانے کی کوشش کر رہے تھے مگر ان کی کوششیں کامیاب نہیں ہوں گی۔ اللہ کا دین توحید اپنی پوری شان کے ساتھ درجۂ کمال و تمام کو پہنچکر رہے گا۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ الخ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری رسول بھیجا ہی اس لئے ہے تاکہ تمام ادیان باطلہ پر دین حق کو غالب کرے اور دلائل و براہین سے سب پر اس کی برتری اور فوقیت ثابت کردے۔ **۲۹** یہ قتال کی پانچویں وجہ ہے۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء اور پیر فقیر غلط اور ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ مثلاً کتمان حق پر رشوتیں لینا اور عوام سے غیر اللہ کے نام کی نذریں نیازیں وصول کرنا وغیرہ اور عوام کو حق بات نہیں بتاتے اور مسئلہ توحید نہیں بیان کرتے بلکہ اس کے برعکس لوگوں کو شرک و بدعت کی تعلیم دے کر ان کو اللہ کی راہ اور اس کے سچے دین توحید سے روکتے ہیں۔ عَلَيْهَا جار مجرور مسل کر يُحْمٰى کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ یہ جھوٹے عالموں اور مشرک پیروں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے دولت مندوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔ **۳۰**۔ یہ قتال کی چھٹی وجہ ہے۔ یعنی یہ مشرکین اللہ کی تحریمات کو قائم نہیں رکھتے۔ محرم کی حرمت کو صفر پر ڈال دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے آسمانوں کی حرکت اور شمس و قمر کے دورے اس انداز سے مقرر فرمائے ہیں کہ ایک سال کے بارہ مہینے بنتے ہیں۔ ان میں سے چار ماہ عزت و حرمت والے ہیں جن میں جنگ و قتال کرنا ممنوع ہے یعنی رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یعنی ان چاروں مہینوں کی حرمت کو قائم رکھنا یہ دین قیم ہے۔ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کا دین ہے (روح)، مگر مشرکین سال میں اشہر حرم کی تعداد تو پوری کرتے تھے مگر ان کی تعیین کو برقرار نہیں رکھتے تھے۔ جب دشمن کی لڑائی۔ رو برو ہوا اور ادھر اشہر حرم آگئے تو اعلان کر دیتے کہ اس مہینے میں جنگ کر لو اور اس کی جگہ کسی دوسرے مہینے کی تعظیم کر لینا۔ چنانچہ حج کے

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ

کہا جائے گا یہ ہے جو تم نے گاڑھ کر رکھا تھا اپنے واسطے اب چکھو مزا اپنے

تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ

گاڑھنے کا ف۱ مہینوں کی گنتی ۳۰ اللہ کے نزدیک بارہ

شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین

مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا

ان میں چار مہینے ہیں ادب کے یہی ہے سیدھا دین سو ان

تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً

میں ظلم مت کرو اپنے اوپر اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں

كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾

جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے ڈرنے والوں کے ف۱

اِنَّمَا النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے ف۲ سو بڑھائی بات ہے کفر کے عہد میں گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے کافر

يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا

حلال کر لیتے ہیں اس مہینہ کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں دوسرے برس تاکہ پوری کر لیں گنتی ان

حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۭ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْۗءُ

مہینوں کی جو اللہ تعالیٰ نے ادب کے لئے ۳۲ رکھے ہیں پھر حلال کر لیتے ہیں جو مہینہ کہ اللہ نے حرام کیا بھلے کر دیئے گئے ان

اَعْمَالِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ يٰٓاَيُّهَا ع ۵ ۱۱

کی نظر میں ان کے برے کام اور اللہ راستہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو ف۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا

ایمان والو ۳۱ تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو

ل قتال کی چھٹی وجہ یعنی محرم کی حرمت کو صفر پر ڈال کر اللہ کی حرام کی ہوئی نہیں رکھتے۔ بیضاوی فی الکفر سے مراد محرم اور صفر میں کفر ہیں ۱۲

ل سورت کا دوسرا حصہ۔ دعویٰ کی مخالفت کرنے والوں یعنی منافقین پر زجر اور مومنین کے لئے ترغیب بشارت اور تخویف الی القتال ۱۲

موضح قرآن ف۱ ہمیشہ حکم شرع میں برس ہے بارہ مہینے کا نہ کم نہ زیادہ اور دین ابراہیم میں چار مہینے حرام تھے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب کہ ان میں لڑنا حرام تھا۔ ملک عرب میں امن تھا تا لوگ دور و نزدیک کے حج و عمرہ کر سکیں۔ اب اکثر علماء پاس یہ حکم نہیں اس آیت سے بھی نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ روا ہے اور آپس میں ظلم کرنا ہمیشہ گناہ ہے ان مہینوں میں زیادہ۔ لیکن بہتر ہے کہ اگر کوئی کافر ان مہینوں کا ادب مانے تو ہم بھی اس سے ابتداءً نہ کریں لڑائی کی۔ ف۲ کافروں نے ایک گمراہی نکالی تھی کہ آپس میں لڑتے اس میں آجاتا ماہ محرم اس کو ہٹا دیتے کہتے اب کے برس صفر پہلے آیا محرم پیچھے آوے گا تو ماہ حرام میں لڑتے اس حیلہ سے یہ اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا۔

فتح الرحمن ف۱ در دین حضرت ابراہیم مقرر بود کہ در محرم و رجب و ذیقعدہ و ذی الحجہ با یکدیگر جنگ نکنند و اہل جاہلیت ایں حکم را تحریف کردہ گاہے صفر را محرم می ساختند و محرم را صفر و علی ہذا القیاس و ایں را نسی میگفتند خدائے تعالیٰ اصل حکم را باقی داشت بایں وجہ کہ جنگ ناحق ہیچگاہ درست نیست و دریں ماہ ہا حرمت آں مغلظ میشود و جنگ با کافراں ہمہ وقت درست است و نفی تحریف ایشاں فرمود ف۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت عسرت و گرمی ہوا متوجہ غزوہ تبوک شدند و بسیارے از صحابہ موافقت کردند و از مسلمین سہ کس بے عذر تخلف کردند توبۂ ایشاں بعد پنجاہ روز قبول افتاد و از منافقان کلمات نفاق سر بر زد خدائے تعالیٰ در مدح ایشاں و ذم آناں و عفو ازاں سہ کس آیات فرستاد ۱۲

موقع پر مشرکین کا سردار نعیم بن ثعلبہ اور بقولے جنادہ بن عوف اونٹ پر کھڑا ہو کر اعلان کرتا کہ لوگو! امسال محرم میں لڑائی ہوگی اور اس کی جگہ صفر حرام ہوگا یعنی وہ محرم کی حرمت کو صفر پر ڈال دیتے تھے۔ اور دوسرے سال اعلان ہوتا کہ امسال محرم کی حرمت قائم ہے۔ **لـ۳ـه** النسیٔ مصدر ہے بمعنی تاخیر یعنی ایک ماہ کو اس کی مقررہ جگہ سے پیچھے شمار کرنا اور اللہ کی تحریم کو باطل کر دینا کفر و ضلالت میں اضافہ ہے اور اس طرح ان کا کفر دوہرا ہو جاتا ہے۔ ایک توحید و رسالت کے انکار کا کفر اور دوسرا اللہ کی تحریمات کو باطل کرنے کا کفر لیواطئوا الخ ایک سال محرم کو حلال کرتے ہیں اور ایک سال حرام تاکہ سال میں اشہر حرم کی تعداد چار ہو جائے لیکن مہینوں کی خصوصیت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان العرب کانوا اذا جاء شہر حرام و ھم محاربون احلوہ وحرموا مکانہ شہرًا اٰخر فیستحلون المحرم ویحرمون صفرًا الخ (روح ج ۱۰ ص ۹۳)

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ

اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے ہو زمین پر کیا خوش ہو گئے

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ

دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں نفع اٹھانا دنیا کی

الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ

زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا اگر تم نہ نکلو گے ۳۴ تو دے گا تم کو

عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا

عذاب دردناک اور بدلے میں لائے گا اور لوگ تمہارے سوا اور کچھ نہ

تَضُرُّوْهُ شَـيْــــًٔـا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا

بگاڑ سکو گے تم اس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے اگر تم نہ

تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مدد کرو گے ۳۵ رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ

کہ وہ دوسرا تھا دو ۳۶ میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے دل

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ

تو غم نہ کھا ۳۷ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین ۳۸

عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ

اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں ۳۹ اور نیچے ڈالی بات

الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ۭ

کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّ

اور اللہ زبردست حکمت والا ہے ۴۰ نکلو ہلکے ۴۱ اور بوجھل اور

منزل ۲

ا؎ ای بدلا الاخرة ۲؎ یعنی جزاء محذوف یعنی فینصرہ اللہ [illegible] اس کی علت ہے ۱۲ [illegible] کافروں میں [illegible] ضمیر غائب کی جگہ ضمیر خطاب استعمال کی [illegible] سے نکلو [illegible] یا زیادہ ہتھیاروں [illegible] سکے [illegible] یعنی نہیں کہ مریض ہو یا نہ ہو [illegible] کیونکہ آیت [illegible] آ رہی ہے ۱۲

۳۲ه یعنی اشہر حرم کی تعداد پوری کرنے کے لئے کسی حلال مہینے کو حرام قرار دے لیتے اور حرام مہینے کو حلال کر لیتے۔ خصوصیت ماہ کی پرواہ نہ کرتے۔ والحاصل انہ کان الواجب علیھم العدد والتخصیص فحیث ترکوا التخصیص فقد استحلوا ما حرم اللہ تعالٰی۔ (روح) یہاں سورت کا پہلا حصہ ختم ہوا۔

حصہ دوم

۳۳ه یہاں سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے۔ بیان دعوٰی کے بعد اب یہاں سے منافقین پر زجر اور مومنوں کیلئے ترغیب الی القتال کا ذکر ہے۔ اِثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ یعنی جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین پر گرے پڑتے ہو۔ کیا تم آخرت کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو لیکن یاد رکھو دنیا کا سارا مال و متاع آخرت کے انعامات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں فی الاٰخرة ای بدل الاٰخرة۔ **۳۴ه** اگر تم جہاد کے لئے نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں ہلاک کر کے تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم اپنے دین کی نصرت و تائید کے لئے کھڑی کر دے گا۔ اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکو گے۔ **۳۵ه** اس کی جزاء محذوف ہے ای فسینصرہ اللہ اور فقد نصرہ اللہ اس کی علت ہے جو اس کے قائم مقام ہے۔ یعنی اگر تم اس کی یعنی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی جہاد سے نہیں کرو گے تو اللہ اس کی مدد کرے گا۔ کیونکہ اس سے پہلے جب مشرکین نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کیا گیا تھا اور سارا عرب آپ کا دشمن تھا۔ اس وقت بھی اللہ ہی نے آپ کی مدد کی تھی۔ الجواب محذوف اقیم سببہ مقامہ وھو مستقبل ای ان لم تنصروہ فسینصرہ اللہ تعالٰی الذی قد نصرہ فی وقت ضرورة اشد من ھذہ المرة (روح ج ۱۰ ص ۹۶)
۳۶ه ثانی ضمیر منصوب سے حال ہے۔ اِذْ هُمَا۔ اِذْ اَخْرَجَهُ

موضح قرآن **ف۱** یہاں سے مذکور ہے جنگ تبوک کا جب اسلام غالب ہوا اور عرب میں پھیلا شام کے رئیس تھے قوم غسان تابع شاہ روم کے اس فکر میں لگے کہ شاہ روم کو اس طرف لا ویں اور جنگ مچا دیں حضرت کو یہ خبر ہوئی آپ ہی ان پر قصد کیا اور خط لکھا روم کے شاہ کو دین اسلام کی دعوت دی۔ اس پر ثابت ہوئی حضرت کی نبوت لیکن قوم نے رفاقت نہ کی وہ بھی اسلام سے محروم رہا۔ جب شام والوں نے خبر پائی حضرت کے ارادے کی شاہ روم سے ظاہر کیا۔ اس نے مدد کا ذمہ نہ لیا ان لوگوں نے اطاعت کی لیکن مسلمان نہ ہوئے۔ پھر عنقریب حضرت کی وفات ہوئی بعد اس کے حضرت عمر کی خلافت میں تمام ملک شام فتح ہوا اس جنگ میں دشمن قوی نظر آیا اور سفر دراز دیکھا اور اسباب کم منافق لگے بہانے لانے حضرت نے سب کو رخصت دی۔ جب اللہ کے فضل سے غالب منصور پھر آئے تب منافق فضیحت ہوئے۔ اس سورت میں اکثر منافقوں کی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ **ف۲** رفیق غار ابوبکر صدیق رض ہیں ہجرت میں فقط وہی تھے حضرت کے ساتھ اور اصحاب بعضے پہلے نکل

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی ابوبکر صدیق رض را ۱۲ **ف۲** یعنی درحالیکہ اسباب و حشم بسیار داوید یا بجز قدر ضروری بدست شما نباشد و باین توجیہ آیت محکم باشد غیر منسوخ ۱۲

جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ
لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا
بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے اگر مال ۴۱ ہوتا
قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ
نزدیک اور سفر ہلکا تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن لمبی نظر آئی
عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا
ان کو مسافت اور اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور
مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ
چلتے تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ
لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى
جھوٹے ہیں اللہ بخشے تجھ کو ۴۲ کیوں رخصت دیدی تو نے ان کو یہاں تک کہ
يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾
ظاہر ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو
لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
نہیں رخصت مانگتے تجھ ۴۳ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر
اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
اس سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے
بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
ڈر والوں کو رخصت وہی مانگتے ہیں ۴۴ تجھ سے جو نہیں ایمان لائے
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ
اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے سو وہ اپنے شک ہی میں

ع ۶ ۵ ۱۲

منزل ۲

یہ ایک خاص [illegible]

[illegible]

سے بدل البعض ہے اور غار سے غار ثور مراد ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضؓ نے ہجرت کے وقت تعاقب کرنے والے مشرکین سے چھپ کر تین دن بسر کئے تھے۔ اِذْ يَقُوْلُ بدل اِذْ اَخْرَجَهٗ سے بدل ثانی ہے۔ لِصَاحِبِهٖ صاحب سے یہاں ابوبکر صدیق رضؓ مراد ہیں۔ اس پر امت کا اجماع ہے اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت سے منکر ہے وہ کافر ہے۔ من انكر ان يكون ابوبكر رضى الله عنه صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو كافر لانه انكر نص القرآن (قرطبی ج ۸ ص ۱۴۶)

۳۷ حضرت انس رضؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ذکر فرمایا کہ جب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں تھا اور مشرکین ادھر ادھر سے ہمیں تلاش کر رہے تھے تو ان کے پاؤں مجھے نظر آ رہے تھے۔ میں نے حضور ؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ان میں سے کوئی نیچے نگاہ کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ تو اس پر آپ ؐ نے فرمایا اے ابوبکر غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اے ابوبکر! ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا نگہبان، حامی اور ناصر اللہ ہو۔ یا ابا بكر ما ظنك باثنين الله تعالىٰ ثالثهما (روح ج ۱۰ ص ۹۷)

جب دونوں حضرات غار کے اندر داخل ہوگئے تو حکم خداوندی سے مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا اور کبوتری نے وہاں انڈے دیدیئے۔ جب مشرکین آپ کے تعاقب میں وہاں پہنچے تو جالا اور انڈے دیکھ کر واپس ہوگئے اور غار کے اندر جھانک کر بھی نہ دیکھا۔

۳۸ سَكِيْنَتَهٗ میں ضمیر مجرور صاحب کی طرف راجع ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے ہی مطمئن تھے لیکن حضرت ابوبکر کو ڈر محسوس ہوا کہ کہیں مشرکین کے ہاتھوں حضور علیہ السلام کو کوئی تکلیف نہ پہنچے تو حضور علیہ السلام کے خطاب لَا تَحْزَنْ الخ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے دل پر سکون و طمانیت نازل فرما دی۔ علی ابی بکر۔ ابن العربی۔ قال علماؤنا وهو الاقوى، لانه خاف على النبى صلى الله عليه وسلم من القوم فانزل الله سكينته عليه بتامين النبى صلى الله عليه وسلم فسكن جأشه وذهب روعه وحصل الامن (قرطبی ج ۸ ص ۱۴۸) **۳۹** جنود سے فرشتوں کے لشکر مراد ہیں جنہوں نے مشرکین کی تعاقب کرنے والی پارٹیوں کے رخ اور ان کی نظریں پھیر دیں تاکہ وہ حضور علیہ السلام اور ابوبکر رضؓ کو دیکھ نہ سکیں۔ یا اس سے جنگ بدر، احزاب اور حنین میں فرشتوں کا نازل کرنا مراد ہے۔ هم الملائكة صرفوا وجوه الكفار وابصارهم عن ان يروه او ايده بالملائكة يوم بدر والاحزاب وحنين (مدارک ج ۲ ص ۹۷) **۴۰** خِفَافًا کم ہتھیاروں کے ساتھ وَّثِقَالًا زیادہ ہتھیاروں کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ ہتھیاروں اور سامان کی قلت و کثرت کو مت دیکھو۔ ہتھیار کم ہوں یا زیادہ ہر حال میں جہاد کے لئے ضرور نکلو یہ مطلب نہیں کہ مریض ہو یا نہ ہو ضرور نکلو کیونکہ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى سے ضعفاء اور مرضیٰ مستثنیٰ ہیں۔ **۴۱** اس میں ان منافقین کا ذکر ہے جو جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔ عَرَضًا قَرِيْبًا یعنی مال غنیمت آسانی سے ہاتھ آ سکتا اور سفر متوسط ہوتا تو وہ ضرور آپ کے ساتھ جاتے لیکن مسافت زیادہ اور با مشقت تھی اس لئے وہ ساتھ نہ گئے۔ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ الخ جہاد سے آپ کی واپسی پر وہ آپ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ ان میں جہاد کی استطاعت نہ تھی اگر استطاعت ہوتی تو ضرور جہاد میں شریک ہوتے۔ یہ واقعہ جنگ تبوک کا ہے۔ **۴۲** جہاد کیلئے جانے سے پہلے

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بسوگند دروغ۔

يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ
بھٹک رہے ہیں اور اگر وہ چاہتے ف۴۶ نکلنا تو ضرور تیار کرتے کچھ
عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ
سامان اس کا لیکن پسند نہ کیا اللہ نے ان کا اٹھنا سو روک دیا ان کو اور
قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا
حکم ہوا کہ بیٹھے رہو ساتھ بیٹھنے والوں کے ف۱ اگر نکلتے ف۴۷
فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ
تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لئے مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر
يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ
بگاڑ کروانے کی تلاش میں ف۲ اور تم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے ف۳
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ
اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ف۱ وہ تلاش کرتے رہے ہیں ف۴۸ بگاڑ کی
مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ
پہلے سے اور الٹتے رہے ہیں تیرے کام یہاں تک کہ آ پہنچا سچا وعدہ
وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ
اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے اور بعضے ان میں ف۴۹
يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ
کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال ف۲ سنتا ہے وہ تو گمراہی میں
سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾
پڑ چکے ہیں اور بے شک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو ف۳
اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ
اگر تجھ کو پہنچے ف۵۰ کوئی خوبی تو وہ بری لگتی ہے ان کو اور اگر پہنچے

بعض منافقین نے جھوٹے بہانوں سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت مانگی آپ نے ان کے بہانے صحیح مان لئے اور ان کو اجازت دیدی حالانکہ ان کے تمام بہانے جھوٹے تھے اور انہوں نے طے کر لیا تھا کہ جہاد میں نہ جانے کی اجازت مانگو اگر اجازت دے دیں تو بہتر اور اگر اجازت نہ دیں تب بھی جہاد میں شرکت مت کرو۔ حضور علیہ السلام کے اجازت دے دینے سے ان بدنیتی اور منافقت پر پردہ پڑ گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہایت لطیف عتاب فرمایا کہ ہم نے آپ کی یہ لغزش معاف تو کر دی مگر آپ نے ان کو تخلف کی اجازت کیوں دی؟ آپ ان کو اجازت نہ دیتے تو روانگی کے وقت ان کے جھوٹ کا پول کھل جاتا اور آپ کو معلوم ہو جاتا کہ ان میں مخلص کون ہے اور منافق کون۔ **قال مجاهد هؤلاء قوم** قالوا نستأذن فی الجلوس فان اذن لنا جلسنا وان لم یؤذن لنا جلسنا (قرطبی ج ۸ ص۱۵۵) یہ تنبیہ خاص واقعۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی عام نہیں ہے بقرینہ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ (نور) **ف۴۳** اس میں مخلصین صحابہ کا ذکر ہے اور مراد خاص واقعہ ہے یعنی اس خاص موقع پر مخلص مؤمنین اپنے مال و جان سے جہاد میں شریک ہونے سے چھٹی نہیں مانگتے۔ البتہ اگر وہ کسی دوسرے موقع پر اپنے کسی ذاتی کام کے لئے اجازت چاہیں تو آپ جسے مناسب سمجھیں اجازت دیدیں جیسا کہ سورۂ نور میں فرمایا۔ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ الخ **ف۴۴** یہ بھی مذکورہ واقعہ سے مخصوص ہے اس میں جھوٹے بہانے کر کے اجازت لینے والے منافقین کا ذکر ہے۔ یعنی اس موقع پر مؤمنین مخلصین تخلف عن الجهاد کی اجازت نہیں مانگتے۔ صرف وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں جن کا اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان نہیں اور اپنے ایمان پر مضطرب اور شک و تردد میں مبتلا ہیں یعنی منافقین تو گویا اس موقع پر اجازت مانگنا ہی نفاق کی علامت تھی۔ يَتَرَدَّدُوْنَ فیقال فی العرف ردده فتردد یعنی پہلی بات کی طرف واپس لوٹنا (صراح) تحیر یعنی حیران ہونا اس کا لغوی معنیٰ نہیں۔ لغوی معنیٰ تو پہلا ہی ہے۔ البتہ معنیٰ ثانی اس کو لازم ہے۔ یتحیرون لان التردد دیدن المتحیر کما ان الثبات دیدن المستبصر (مدارک ج۲ ص۹۵) **ف۴۵** یہ بھی ان کی منافقت کی دلیل ہے کہ انہوں نے وسعت کے باوجود جہاد کے لئے کوئی سامان تیار نہیں کیا تھا۔ اگر نیک نیتی سے ان کا ارادہ جہاد میں شریک ہونے کا ہوتا تو وہ جہاد کے لئے کچھ سامان تو تیار کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کو پسند اور منظور ہی نہ تھا کہ وہ جہاد میں شریک ہوں اس لئے اس نے ان کے دلوں سستی ضعف اور بزدلی ڈال دی تاکہ وہ جہاد میں شریک ہی نہ ہوں۔ انبعاث جہاد کے لئے اٹھنا فثبط۔ ان کو بٹھا دیا اور بوجہ مہر جباریت ان کے دلوں سے جہاد کا شوق چھین لیا۔ **ف۴۶** خبالاً یعنی فساد اور خرابی وَلَاۡاَوْضَعُوْا۔ لا نافیہ نہیں بلکہ لام ابتدائیہ برائے تاکید ہے۔ یبغون۔ اوضعوا کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہے کہ اگر یہ منافقین تمہارے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے تو تمہیں فائدہ پہنچانے کی بجائے اپنی شرارتوں سے فساد اور خرابی ہی بپا کرتے اور چغلی کے ذریعے تمہارے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے یعنی ولاسرعوا فیکم وساروا بینکم

ا پہلی بات یعنی جس [illegible]
طرف واپس ہوتے ہیں
لغت میں معنی [illegible]
نہیں [illegible] تفعل
[illegible] ہے
[illegible] سے مرجبار ہے ۱۲ مر
وضع ہے ۱۲ مر
لام ابتداء یہ تاکیدیہ
نافیہ نہیں ۱۲ مر
ے اوضعوا سے
فاعل سے حال ہے
۱۲ [illegible]
الدھول ۱۲ مر
یعنی رومیوں کی عورتوں
کا حسن دیکھ کر مجھ
سے زنا نہ ہو جاوے
۱۲

موضح قرآن ف۱ گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر یعنی فتنہ اٹھانے کی کوشش کرتے۔ ف۲ ایک منافق جد بن قیس بہانہ لایا کہ روم کی عورتیں خوبصورت ہیں اس ملک میں جا کر بدی میں گرفتار ہوں گا۔ رخصت دو کہ سفر میں نہ جاؤں لیکن مدد خرچ کروں گا مال سے۔

فتح الرحمٰن ف۱ ایں تصویر است القاء عزم تخلف را در خاطر ایشاں ۱۲ ف۲ یعنی سعی در فتنہ می کردند ۱۲ ف۳ یعنی سخن ایشاں قبول میکنند ۱۲ ف۴ یعنی مرا در بلاد روم مبر کہ جمال زنان ایشان دیدہ مفتون خواہم شد۔

بالقاء النمیمة (خازن ج ۳ ص۱۰۱) وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ یعنی کچھ منافقین تم میں رہ کر اپنے اکابر اور سرداروں کے لئے جاسوسی کا کام کرتے ہیں اور تمہارے پوشیدہ رازان تک پہنچاتے ہیں۔ ۴۷ یعنی اس سے پہلے وہ ہر طرح سے آپ کی مخالفت کرچکے ہیں اور وہ کونسا حیلہ ہے جو انہوں نے آپ کی مخالفت میں استعمال نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہر کوشش کو ناکام اور ان کے ہر حیلہ کو باطل کردیا اور دین حق کو ان کے باطل پر غلبہ عطا فرمادیا۔ ۴۸ جد بن قیس منافق نے ازراہ شرارت حضور علیہ السلام سے کہا کہ میں ایک عاشق مزاج آدمی ہوں اس لئے آپ مجھے جہاد سے چھٹی دیدیں کیونکہ میں رومیوں کی عورتوں کو دیکھ کر صبر نہیں کرسکوں گا اور فتنے میں پڑجاؤں گا۔ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے جس میں رومیوں سے جنگ تھی۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا کہ وہ اس فتنے سے تو ڈرتا ہے مگر وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ منافقت اور مخالفت رسول کی وجہ سے وہ اس سے کہیں بڑے فتنے میں گر چکے ہیں جس کا انجام یہ ہے انہیں جہنم میں ڈالا جائیگا جس کی آگ ان کو چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ قال الجد قد عرفت قومی انی مغرم بالنساء وانی اخشی ان رأیت بنات بنی الاصفر الا اصبر عنهن فلا تفتنی و اذن لی فی القعود الخ (قرطبی ج ۸ ص۱۵۸) ۴۹ حسنة سے فتح و نصرت اور غنیمت مراد ہے اور مصیبة سے شدت اور وقتی شکست مراد ہے یعنی اگر آپ کو دشمن پر فتح حاصل ہو اور مال غنیمت ہاتھ آجائے تو وہ دل ہی دل میں کڑھتے اور بہت ناخوش ہوتے ہیں اور اگر آپ کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو کہتے ہیں ہم اچھے رہے کہ حزم اور احتیاط سے کام لیا اور ایسے موقع پر شامل ہی نہیں ہوئے اور گپیں ہانکنے کے بعد خوش خوش اپنے گھروں کو واپس لوٹتے ہیں اس سے بھی وہی منافقین مراد ہیں جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ ۵۰ آپ فرمادیں خیر و شر اللہ کی طرف سے مقدر ہے اور وہی ہمارا کارساز و ہمارا مالک و مختار ہے اور جو اس نے ہماری قسمت میں لکھا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا اور ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے اور مؤمن کی شان ہے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ رکھیں وحق المؤمنین ان لا یتوکلوا علی غیر اللہ (مدارک ج ۲ ص۹۹) ۵۱ یعنی جب آپ جہاد سے واپس آئیں تو ان منافقین سے فرمائیں کہ ہمارے بارے میں تمہیں دو باتوں میں سے ایک ہی بات کی توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کسی آسمانی عذاب سے ہلاک کردے یا تم ہمارے ہاتھوں قتل ہو جاؤ اس لئے تم ہمارے انجام کا انتظار کرو اور ہم تمہارے انجام کا انتظار کرتے ہیں۔ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ یعنی فتح یا شہادت ۵۲ طَوْعًا یعنی بلا الزام اور كَرْهًا یا لالزام کیونکہ منافقین رضائے الٰہی کے لئے خرچ نہیں کرتے۔ منافقین میں چونکہ قبول اعمال کی شرط یعنی ایمان خالص مفقود ہے اس لئے ان کا کوئی عمل از قسم نفاق وغیرہ خدا کے یہاں قبول نہیں ہوگا۔ ۵۳ یہ ان منافقین کے صدقات قبول نہ ہونے کی وجہ ہے یعنی اگرچہ وہ بظاہر نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور خرچ بھی کرتے ہیں مگر ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے۔ ان کے دل کفر و نفاق سے ملوث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نماز خشوع و خضوع اور مستعدی سے نہیں پڑھتے اور خرچ بھی کرتے ہیں تو بے دلی کے ساتھ اور مجبوراً کرتے ہیں۔ اور اس سے ان کا مقصد اللہ

مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا

کوئی سختی تو کہتے ہیں ہم نے تو سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی ف۱ اور پھر کر جائیں

وَّهُمْ فَرِحُوْنَ (۵۰) قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ

خوشیاں کرتے تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ ۵۰ پہنچیگا مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے

لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۵۱)

ہمارے لئے وہی ہے کارساز ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیئے کہ بھروسہ کریں مسلمان

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَ

تو کہہ دے تم کیا امید کروگے ہمارے ۵۱ حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی ف۲ اور

نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ

ہم امیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ کوئی عذاب

مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ

اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ

مُّتَرَبِّصُوْنَ (۵۲) قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ

منتظر ہیں کہہ دے کہ مال خرچ کرو ۵۲ خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز

يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (۵۳) وَ

قبول نہ ہوگا تم سے بے شک تم نافرمان لوگ ہو ف۱ اور

مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ

موقوف نہیں ہوا ۵۳ قبول ہونا ان کے خرچ کا مگر اسی بات پر کہ وہ

كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ

منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو مگر

كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (۵۴)

ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے

مراد یعنی جب اپنی یہاں سے واپسی ہو سکتی ہیں۔ جنگ سے واپس ہونا مراد نہیں کیونکہ وہ جنگ میں گئے ہی نہیں۔ سعد

یعنی جب جنگ سے آپ واپس آئیں۔ ۱۲ سعد

آپ کی طرف سے زور دے کر (۱) اس کے بغیر

اس سے اللہ کی رضا مراد نہیں نفقہ کیونکہ اللہ کی رضا کے لئے خرچ نہیں کرتے ۱۲ سعد

موضح قرآن ف۱ وہ جو مدد خرچ دینے لگا تھا سو جواب ملا کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں۔ ۱۲

فتح الرحمن ف۱ یعنی پنہاں با اعداء موافقت کردہ ایم یا از سفر تخلف نمودہ ایم ما را ہیچ باک نیست ۱۲ ف۲ یعنی فتح یا شہادت ۱۲

کی رضا حاصل کرنا نہیں ہوتا۔ ۵۴؎ ان کے مال واولاد کی کثرت ان کے حق میں بہتر نہیں۔ یہ ان کو اس لئے دیئے گئے ہیں تاکہ ان کے ذریعے دنیا ہی میں اللہ ان کو مبتلائے عذاب کردے ان کے دلوں میں مال اور اولاد کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے اس لئے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم اور جہاد وغیرہ میں ان کی اولاد کا قید ہو جانا ان کے لئے ایک دنیوی عذاب ہے۔ ۵۵؎ یعنی جب آپ جنگ سے فارغ ہو کر واپس مدینہ پہنچیں گے تو یہ منافقین جھوٹی قسمیں کھا کھا کر آپ کو یقین دلانے کی کوشش کریں گے کہ وہ مخلص مؤمن اور آپ کے سچے تابعدار ہیں مگر یاد رکھئے ان لوگوں کا آپ کی جماعت سے کوئی تعلق نہیں یہ محض ڈر اور خوف کی وجہ سے آپ کی خوشامد کرتے اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ لَوْ يَجِدُوْنَ الخ اگر قتل وقید سے بچنے کے لئے انہیں کوئی جائے پناہ مل جائے یا وہ پہاڑوں کی غاروں میں اور زمین کی سرنگوں میں چھپ کر جان بچا سکیں تو وہ دوڑ کر ان کمین گاہوں میں جا چھپیں اور آپ کی خوشامد کرنے اور اسلام ظاہر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں۔ ومعنى الأية انهم كارهون من مصاحبتكم اشد الكراهة لو يجدون مخلصا منكم لفارقوكم (مظہری ج ۴ ص ۲۲۹) ۵۶؎ اس میں ان منافقین کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم صدقات میں انصاف نہ کرنے کا طعن دھرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ہوازن سے حاصل شدہ اموال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ایک منافق معتب بن قشیر نامی بول اٹھا کہ یہ تقسیم انصاف پر مبنی نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا "اگر اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کریں گے تو پھر کون انصاف کرے گا"۔ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی۔ اصل بات یہ تھی کہ یہ لوگ محض جان ومال کے ڈر اور مال غنیمت کے لالچ کی وجہ سے اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ اگر ان کو وافر مال مل جاتا تو خوش رہتے اور اگر نہ ملتا یا کم ملتا تو ناراض ہو کر اس قسم کی باتیں بنانے لگتے ۵۷؎ یہ پوری آیت حیز شرط میں ہے اور جواب شرط محذوف ہے ای لکان خیرا لهم یعنی جو کچھ اللہ کے رسول نے مال غنیمت سے ان کو دیا تھا اگر وہ اس پر قانع ہو جاتے اور کہتے ہمیں مال کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ کافی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے مالدار کردے گا۔ اور اللہ کا رسول آئندہ کسی موقع پر ہمیں صدقات سے یا غنائم سے دیکر ہماری یہ کمی پوری کر دیگا اور ہمیں مال ودولت کی پرواہ نہیں ہمیں تو اللہ کی رضا چاہیئے اور بس تو یہ چیز ان کے حق میں دنیا اور آخرت میں بہتر ہوتی۔ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ میں رسول کے دینے سے مال غنیمت میں سے دینا مراد ہے (کما فی المظہری ج ۴ ص ۲۳۰ والمدارک ج ۲ ص ۱۰۶ والخازن ج ۳ ص ۱۰۶ وابن جریر وابن کثیر وغیرھا) اس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غائبانہ حاجات میں دینا مراد نہیں جیسا کہ اہل بدعت کا خیال ہے حدیث میں جو انما انا قاسم وارد ہے اس سے قاسم للعلم والغنائم مراد ہے

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا
سو تو تعجب نہ کر ۵۵؎ ان کے مال اور اولاد سے یہی
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں ف۱
وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ
اور نکلے ان کی جان اور وہ اس وقت کافر ہی رہیں ف اور قسمیں کھاتے ہیں ۵۵؎
بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ
اللہ کی کہ وہ بے شک تم میں ہیں اور وہ تم میں نہیں ولیکن وہ لوگ
يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ
ڈرتے ہیں تم سے اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا
مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ
سر گھسانے کو جگہ تو الٹے بھاگیں اسی طرف رسیاں توڑاتے اور بعضے ان میں ۵۶؎
مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا
وہ ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں سو اگر ان کو ملے اس میں سے
رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾
تو راضی ہوں اور اگر نہ ملے تو جبھی وہ ناخوش ہو جاویں
وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ
اور کیا اچھا ہوتا اگر ۵۷؎ وہ راضی ہو جاتے اسی پر جو دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے
وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ
اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ وہ دے گا ہم کو اپنے
فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع
فضل سے اور اس کا رسول ہم کو تو اللہ ہی چاہیئے

ع ۷
۱۳

ف اذا رجعت
الیھم
ای من الغنائم
سے یہ لفظ اللہ کا مختص
ہے
غیر اللہ پر اس
کا اطلاق نہیں ہو سکتا
ای من الغنائم
ای بیوتی کالامور
الدنیا فوق الاسباب
اور غیر اللہ سے ما تحت
الاسباب ہی ممکن ہے

موضح قرآن ف۱ یعنی یہ تعجب کرکے بے دین کو اللہ نے نعمت کیوں دی بے دین کے حق میں اولاد اور مال وبال ہے کہ ان کے پیچھے دل پریشان ہے اور ان کی فکر سے چھوٹتے نہ پاویں مرتے دم تک تا توبہ کرے یا نیکی پکڑے ۱۲

فتح الرحمن ف۱ یعنی جمع مال وحفظ اولاد وتأسف برآنچہ فوت شود ۱۲

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ
زکوٰۃ جو ہے ۵۸ سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَ
جانیوالوں کا اور جن کا دل پرچانا منظور ہے ف۱ اور گردنوں کے چھڑانے میں اور
الْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً
جو تاوان بھریں اور اللہ کے رستہ میں ف۲ اور راہ کے مسافر کو ٹھہرایا ہوا ہے
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ
اللہ کا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۱ اور بعضے ان میں
يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ
بدگوئی کرتے ہیں نبی کی ۵۹ اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان ہے ف۳ تو کہہ کان ہے
خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ
تمہارے بھلے کے واسطے یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مسلمانوں کی بات کا اور
رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
رحمت ہے ایمان والوں کے حق میں تم میں سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں
رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
اللہ کے رسول کی ان کے لئے عذاب ہے دردناک ف۲ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی
لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ
تمہارے آگے تاکہ تم کو راضی کریں ف۳ اور اللہ کو اور اس کے رسول کو بہت ضرور ہے راضی کرنا
اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ
اگر وہ ایمان رکھتے ہیں ف۴ کیا وہ جان نہیں چکے کہ جو کوئی
يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ
مقابلہ کرے اللہ سے اور اس کے رسول سے تو اس کے واسطے ہے دوزخ کی آگ

النصف

(۱) یعنی جو کچھ سنتا ہے
(۲) کسی بات کو مان لیتا ہے
(۳) یعنی صرف اللہ کی ہی بات
مانتا ہے اور صرف اللہ
اور مومنوں کی باتیں
مانتا ہے [illegible]
(۱) [illegible]

۵۸ انما الصدقات الخ یہاں صدقات کے مصارف اور مستحقین کا ذکر فرمایا مقصد یہ ہے کہ خدا کا پیغمبر صدقات (زکوٰۃ اور غنیمت کا خمس وغیرہ) کو ان کے مستحقین پر ہی تقسیم کرتا ہے اور آپ پر بے انصافی کا الزام غلط ہے۔ نیز جو لوگ صدقات کے مستحق نہیں ہیں ان کا طمع ختم ہو جائے۔ صدقات کے مستحقین کی آٹھ قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ الفقرآء فقیر وہ ہے جس کے پاس بقدر کفایت کچھ مال ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ والعٰملین علیہا۔ صدقات وصول کرنے والے۔ ان کو صدقات ہی سے حق الخدمت ادا کیا جائے۔ والمؤلفۃ قلوبھم۔ ابتدائے اسلام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض بااثر اور باثروت نومسلموں کو صدقات سے دیا کرتے تھے تاکہ ان کے دلوں میں اسلام سے لگاؤ اور الفت جاگزیں ہو جائے۔ اب مؤلفۃ القلوب کا حصہ ساقط ہو چکا ہے بشرطیکہ وہ اغنیاء ہوں۔ اگر نومسلم فقراء ہوں تو تالیف قلب کیلئے صدقات میں سے ان کو دینا جائز ہے۔ وفی الرقاب مکاتب غلام کی اعانت کرنا مراد ہے۔ والغارمین جن پر قرض ہو۔ وفی سبیل اللہ۔ فقراء، مجاہدین، وہ حجاج جن کا زاد سفر ختم ہو چکا ہو اور طالبان علوم دین مراد ہیں۔ وابن السبیل وہ مسافر جس کے پاس دوران سفر میں زاد راہ ختم ہو جائے۔ **۵۹** ومنھم الذین الخ یہ منافقین کی ایک شرارت کا ذکر ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بدزبانی اور طعن و تشنیع سے ایذا دیتے تھے ھو اذن یہ منافقوں کا قول ہے یعنی یہ نبی تو کان ہے جس طرح کان ہر بات سنتا ہے اسی طرح یہ ہر سنی سنائی بات کو مان لیتا ہے۔ قل اذن خیر لکم اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اس کے جواب میں فرما دیں کہ اللہ کا پیغمبر تو صرف سچی باتوں کو مانتا ہے۔ یعنی صرف اللہ اور مومنوں کی باتوں کو۔ اور پیغمبر ایمان والوں کے لئے رحمت ہے جو شخص ایمان کا اظہار کرتا ہے وہ اس کا ایمان قبول کر لیتا ہے۔ اور رحمت و شفقت کی وجہ سے اس کے پوشیدہ راز نہیں کھولتا۔ یا مخلص مومنین مراد ہیں اور ان کے لئے آپ کے رحمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذریعے ان کو کفر سے نجات ملی۔ اور ہدایت کی راہ ہاتھ لگی جس سے ان کو دین و دنیا کی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ ای وھو رحمۃ للذین اٰمنوا منکم ای اظھروا الایمان ایھا المنافقون حیث یقبل ایمانکم

موضح قرآن ف۱ جس پاس مال نہ ہو وہ مفلس ہے گو کہ حاجت چلی جائے جیسے ہر روز کے محنتی اور محتاج جس کی حاجت بند نہ ہو۔ اور زکوٰۃ کے عامل مہینہ پاویں موافق خرچ کے اور دل جن کا پرچانا ہے وہ لوگ تھے کہ طمع پر مسلمان ہوئے لیکن سردار قوم تھے ان کے طفیل سچے مسلمان بھی ہوئے اب علماء ان کو نہیں گنتے اور گردن چھڑانی غلام کی آزادی یا بندی کی۔ اور تاوان دار جو قرض کے برابر نہ رکھتا ہو اور اللہ کی راہ یعنی جہاد کا خرچ اور مسافر جو بے خرچ ہو اگرچہ گھر میں سب کچھ موجود رکھتا ہو۔ ۱۲ منہ رح **ف۲** منافق حضرت کو طعن کرتے تھے کہ یہ شخص کان ہی رکھتا ہے حضرت اپنے وقار سے جھوٹے کا جھوٹ پہچانتے تو بھی نہ پکڑتے تغافل کرتے وہ بیوقوف جانتے کہ انہوں نے سمجھا نہیں سو اللہ نے فرمایا کہ یہ خوبی کی تمہارے حق میں بہتر ہے نہیں تو اول تم پکڑے جاؤ۔ ۱۲ منہ رح **ف۳** کسی وقت حضرت ان کی دغا بازی پکڑتے تو مسلمانوں کے روبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بری نیت نہ تھی تاکہ ان کو راضی کر کر اپنی طرف کریں۔ نہ جانا کہ یہ فریب بازی خدا اور رسول کے ساتھ کام نہیں آتی۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی ضعیف الاسلام ۱۲۔ ف۲ یعنی جہاد ۱۲ ف۳ یعنی ہرچہ کسی گوید قبول میکند۔ ۱۲

الظاهر ولا يكشف اسراركم ولا يفعل بكم ما يفعل بالمشركين او هو رحمة للمؤمنين حيث استنقذهم من الكفر الى الايمان ويشفع لهم في الآخرة بايمانهم في الدنيا (مدارک ج ۲ ص۱۰۱) ف۶۰ يحلفون بالله الخ لكم اور ليرضوكم میں ضمیر خطاب مؤمنین سے کنایہ ہے۔ منافقین مؤمنین کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اپنی برات کرتے اور ان کو خوش کرنے کی کوشش کرتے اللہ نے فرمایا اگر واقعی وہ مؤمن ہوتے تو ان کا فرض تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ایسا انہوں نے کیا نہیں تو صرف مسلمانوں کو خوش کرنے سے کیا حاصل۔ الم يعلموا الخ یہ تخویف اخروی ہے۔ ف۶۱ يحذر المنفقون الخ ان منافقوں کو یہ خطرہ بھی رہتا ہے کہ مبادا ان کے بارے میں آیتیں نازل ہو جائیں اور ان کے دلی نفاق اور کفر و عناد کو ظاہر کر کے ان کو ذلیل و رسوا کر دیں قل استهزءوا یہ امر تہدیدی ہے مخرج ای مظهر، ما تحذرون سے ان کا نفاق مراد ہے جس کے ظاہر ہو جانے کا ان کو ڈر تھا۔ یعنی اسلام اور پیغمبر اسلام کا تمسخر اڑا لو کہاں تک اڑاؤ گے آخر اللہ تعالے تمہارے دلی کفر و نفاق اور عناد کو ظاہر کر ہی دے گا۔ ف۶۲ ولئن سألتهم الخ اس میں ان منافقین کا ذکر ہے جو از روئے نفاق غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے مگر دوران سفر میں بھی شرارت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا راستے میں کچھ منافقین حضور علیہ السلام کے آگے آگے جا رہے تھے آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ شخص (حضور علیہ السلام کی طرف اشارہ تھا) ملک شام کے محلات اور روم کے قلعے فتح کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالے نے وحی سے اس گفتگو کی آپ کو اطلاع دیدی آپ نے ان کو روک کر فرمایا تم یہ باتیں کر رہے تھے تو صاف مکر گئے اور کہنے لگے نہیں یا نبی اللہ ہم تو محض دل لگی کی خاطر ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے تاکہ سفر آسانی سے کٹ جائے۔ ان کا یہ جواب صریح جھوٹ تھا اس لئے اس کو کوئی وقعت نہ دی گئی اور اللہ نے فرمایا۔ ان سے کہو، ظالمو! تم اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ دل لگی اور استہزاء کرتے ہو ف۶۳ لا تعتذروا الخ یہ تہدید و توبیخ ہے۔ یعنی اے منافقین غلط عذر اور جھوٹے بہانے مت کرو۔ تم نے اظہار ایمان کے بعد استہزاء اور تمسخر سے اپنا کفر ظاہر کر دیا ہے اگر ہم ایک جماعت کو توبہ کی وجہ سے معاف کر دیں گے تو دوسری جماعت کو ضرور عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں اور انہوں نے اپنے جرم سے توبہ نہیں کی۔ ان تمسخر کرنے والے منافقوں میں سے جنہوں نے توبہ کر لی اور مخلصانہ ایمان لے آئے ان کو معاف کر دیا گیا جیسا کہ مخشی بن حمیر نے صدق دل سے ایمان قبول کر لیا اور نفاق سے تائب ہو گیا۔ اللہ نے اس کو جنگ یمامہ میں شرکت کی توفیق دی اور شہادت نصیب فرمائی اور جنہوں نے توبہ نہیں کی وہ مبتلائے عذاب ہوں گے۔ ف۶۴ المنفقون والمنفقت الخ یعنی یہ منافقین آپس میں ایک دوسرے سے متحد ہیں ان سب کا مقصد ایک ہے اور ان کے عزائم باہم متفق ہیں ان کے احوال ایمان والوں کے احوال سے سراسر مختلف ہیں۔ وہ برے کاموں (کفر و عصیان) کی لوگوں کو ترغیب دیتے اور نیک کاموں (ایمان و اطاعت) سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرتے ہیں۔ نسوا الله فنسيهم۔ نسیان سے ترک مراد ہے۔ یعنی منافقین نے اللہ کے احکام کی پیروی ترک کر دی تو اللہ تعالے نے بھی ان کو اپنی

خَالِدًا فِيهَا ۚ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ (٦٣) يَحْذَرُ
سدا رہے اس میں   یہی ہے بڑی رسوائی   ڈرا کرتے ہیں
الْمُنٰفِقُونَ أَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ
منافق اس بات سے کہ نازل ہو مسلمانوں پر ف۶۱ ایسی سورت کہ جتا دے ان کو
بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوا ۚ إِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ
جو ان کے دل میں ہے   تو کہہ دے ٹھٹھے کرتے رہو   اللہ کھول کر رہے گا
مَا تَحْذَرُونَ (٦٤) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا
اس چیز کو جس کا تم کو ڈر ہے   اور اگر تو ان سے پوچھے ف۶۲ تو وہ کہیں گے   ہم تو
كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيٰتِهِ وَرَسُولِهِ
بات چیت کرتے تھے   اور دل لگی   تو کہہ کیا اللہ سے اور اسکے حکموں سے اور اسکے رسول سے
كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ (٦٥) لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ
تم ٹھٹھے کرتے تھے   بہانے مت بناؤ ف۶۳ تم تو کافر ہو گئے
بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ
اظہار ایمان کے پیچھے ف۱   اگر ہم معاف کر دیں گے تم میں سے بعضوں کو
نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ (٦٦) ع
تو البتہ عذاب بھی دیں گے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ گنہگار تھے ف۱
الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ ۘ
منافق مرد   اور منافق عورتیں ف۶۴ سب کی ایک چال ہے
يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ
سکھائیں بات بری   اور چھڑائیں بات بھلی   اور بند رکھیں
أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ هُمُ
اپنی مٹھی کو   بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا انکو   تحقیق منافق   وہی ہیں

ع   وقف لازم

ان منافقین کا [illegible] جو بطور نفاق جہاد کے لئے نکلے اور راستے میں مخالفت کی باتیں کرتے تھے [illegible] ایمان [illegible] منافقین کے حالات کا بیان [illegible] خبر دی۔

موضح قرآن ف۱ جو کوئی دین کی باتوں میں ٹھٹھا کرے اگرچہ دل سے منکر نہ ہو وہ کافر ہوا نہیں تو منافق البتہ ہوا دین کی بات میں ظاہر و باطن باادب رہنا ضرور ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمن ف۱ یعنی ایمان زبانی خود۔ ۱۲

الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ
نافرمان ف وعدہ دیا ہے اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کو اور
الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ
منافق کو دوزخ کی آگ کا پڑے رہیں گے اس میں ۶۵ف وہی بس ہے ان کو
وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ
اور اللہ نے انکو پھٹکار دیا اور ان کے لئے عذاب ہے برقرار رہنے والا جس طرح تم سے
مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا
اگلے لوگ زیادہ تھے تم سے زور سے اور زیادہ رکھتے تھے مال
وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ
اور اولاد پھر فائدہ اٹھا گئے اپنے حصہ سے پھر فائدہ اٹھایا تم نے
بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
اپنے حصہ سے جیسے فائدہ اٹھا گئے تم سے اگلے
بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ
اپنے حصہ سے اور تم بھی چلتے ہو انہیں کی سی چال وہ لوگ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ
مٹ گئے ان کے عمل دنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ
پڑے نقصان میں کیا پہنچی نہیں ان کو خبر ان لوگوں کی جو ۶۶ف
قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ
ان سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور قوم ابراہیم کی اور
اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
مدین والوں کی اور ان بستیوں کی خبر جو الٹ دی گئی تھیں پہنچے انکے پاس ان کے رسول

۱ جیسے تمتع از [illegible] دنیا
یعنی انتم [illegible]
اور باطل کی طرح شبہات
میں داخل ہوئے
۲ تخویف دنیاوی

۳ والتفات از خطاب
بسوئے غیبت مراد
کفار و منافقین ہیں

توفیق اور رحمت سے محروم کر دیا غفلوا عن ذکرہ و ترکوا طاعتہ (فنسیھم) فترکھم اللہ من توفیقہ وھدایتہ فی الدنیا ورحمتہ فی الآخرۃ وترکھم فی عذابہ (مظہری ج ۴ ص ۲۶۲)

۶۵ف وعد اللہ الخ یہ منافقین اور کفار کے لئے تخویف اخروی ہے کالذین من قبلکم ای انتم ایھا الکفار کالذین من قبلکم فاستمتعوا بخلاقھم جو دنیوی عیش وتلذذ ان کے لئے مقدر تھا اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا اور جو تمہارے لئے مقدر تھا اس سے تم نے فائدہ اٹھایا۔ وخضتم کالذی خاضوا اور جس طرح وہ باطل شبہات اور لہو ولعب میں منہمک ہو گئے اسی طرح تم منہمک ہوئے۔ اولٰئک حبطت اعمالھم الخ دنیا اور آخرت میں انکے اعمال اکارت گئے اور ان پر وہ کسی اجر و ثواب کے مستحق نہ ٹھہرے اور دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھایا۔ اے کفار! بالکل اسی طرح تمہارے اعمال بھی بے نتیجہ اور ضائع ہوں گے اور آخرت میں خائب وخاسر ہو گے۔ **۶۶ف** الم یاتھم الخ یہ تخویف دنیوی ہے اس میں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے اور ضمیر غائب سے کفار و منافقین مراد ہیں یعنی کفار و منافقین کو اقوام سابقہ کے حالات سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ کس طرح ان کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔ فما کان اللہ لیظلمھم الخ یعنی اللہ نے ان کو ہلاک کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ظالم تھے اور ضد و انکار کی وجہ سے انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

موضح قرآن ف یعنی بے اعتقادی کی صلاحیت کیا ستھرے اس کو فاسق ہی گنے۔ ۱۲ منہ

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

صاف حکم لے کر سو اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنے اوپر

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ

آپ ظلم کرتے تھے اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

ایک دوسرے کی مددگار ہیں ۷۶۷ سکھلاتے ہیں نیک بات اور

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں

الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ

زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے وہی لوگ ہیں جن پر رحم کریگا

اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں

فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ

انہی میں اور ستھرے مکانوں کا رہنے کے باغوں میں اور رضامندی

مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ يٰٓاَيُّهَا

اللہ کی ان سب سے بڑی ہے یہی ہے بڑی کامیابی اے

النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

نبی لڑائی کر کافروں سے ۷۶۸ اور منافقوں سے اور تندخوئی کر ان پر

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ

اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ۷۶۹ قسمیں کھاتے ہیں

وقف لازم

ع ۹ ۱۵

۲- منافقین کے مقابلہ میں مومنین کے حالات مع بشارتِ اخروی

۳- منافقین [illegible] مرادی [illegible]

منافقین [illegible] زبانی جہاد [illegible] تاکہ لوگ [illegible] پیغمبر مسلمانوں کو [illegible]

۷۶۷ والمؤمنون والمؤمنات الخ منافقین کے مقابلہ میں مؤمنین کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ہمدرد ہیں۔ نیک کاموں کی ترغیب دیتے اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اولٰئک سیرحمہم اللہ — تا — ذٰلک ھو الفوز العظیم مؤمنین کے لئے بشارتِ اخروی ہے۔

۷۶۸ یایہا النبی جاھد الخ اس آیت میں کفار اور منافقین سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ کافروں سے جہاد بالسیف اور منافقوں سے جہاد بالحجۃ والدلیل مراد ہے یعنی دلائل و براہین سے ان کے شبہات، اعتراضات اور مطاعن کا جواب دو حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا۔ منافقین اطرافِ مدینہ کے ساتھ جہاد بالسیف کرو اور جو منافقین مدینہ منورہ میں ہیں ان سے جہاد باللسان یعنی دلائل سے جہاد کرو تاکہ لوگ یہ الزام نہ لگائیں کہ پیغمبر مسلمانوں کو مروا رہا ہے۔ قال ابن عباس امر بالجہاد مع الکفار بالسیف ومع المنافقین باللسان وشدۃ الزجر والتغلیظ (قرطبی ج ۸ ص ۲۰۴)

فتح الرحمٰن ھ یعنی بسیف-۱۲-

۶۹ یحلفون باللہ الخ اس آیت میں دو قصوں کی طرف اشارہ ہے۔ غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اس میں آپ نے ان منافقین کا ذکر کیا جو جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے آپ نے ان کو رجس اور ناپاک فرمایا۔ یہ سنکر ایک منافق جلاس بن سوید کہنے لگا اگر محمد سچ کہتا ہے تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ یہ بات ایک مخلص مومن عامر بن قیس نے سن لی۔ انس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کر دیا آپ نے جلاس کو بلا کر پوچھا تو اس نے قسم کھا کر انکار کر دیا کہ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ولقد قالوا کلمۃ الکفر** بعض نے لکھا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی کا قول ہے جو سورۂ منافقین میں مذکور ہے۔ یعنی **لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعزّ منہا الاذل**۔ دوسرا قصہ **وھموا بما لم ینالوا** میں مذکور ہے۔ غزوۂ تبوک میں منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ راستے میں ایک گھاٹی پر بارہ آدمی مقرر کر دیئے تاکہ جب آپ وہاں سے گذریں تو اچانک حملہ کر کے آپ کو قتل کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام آپ کو اس پروگرام کی اطلاع دیدی۔ **۷۰ وما نقموا** الخ آخر ان منافقین کو اسلام اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اور عناد کیوں ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کو کیا ناراضگی ہے کیا ان کو یہ بات ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے ان کو مالدار بنا دیا ہے۔ حاصل یہ کہ اللہ اور رسول کے تو ان پر احسانات اور انعامات ہی ہیں جن کی موجودگی میں ان کو سر اطاعت و تسلیم خم کر دینا چاہیئے تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس وقت یہ منافقین نہایت تنگدستی کی زندگی بسر کر رہے تھے آپ کی تشریف آوری اور اموالِ غنیمت کی کثرت سے ان کی زندگی خوشحال ہو گئی۔ جلاس بن سوید مذکور کا ایک قریبی رشتہ دار قتل ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہزار روپیہ خونبہا کے طور پر دلایا جس سے وہ مالدار ہو گیا۔ **انھم کانوا حین قدم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المدینۃ فی ضنک من العیش لا یرکبون الخیل ولا یحوزون الغنیمۃ فاستغنوا بالغنائم وقتل للجلاس مولیٰ فامر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بدیتہ اثنی عشر الفاً فاستغنی** (مدارک ج ۲ ص ۱۰۴۔ قرطبی ج ۸ ص ۲۰۸) حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین کو غنی کر دینے سے یہی مراد ہے یعنی مالِ غنیمت سے ان کو غنی کر دیا اس سے مافوق الاسباب غائبانہ طور پر غنی کرنا مراد نہیں۔ کذا فی المدارک وابن جریر وابن کثیر۔ **۷۱ فان یتوبوا** الخ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جلاس نے کہا۔ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کی گنجائش دی ہے بیشک

بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا

اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا ۶۹ اور بیشک کہا ہے انہوں نے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے

بَعْدَ اِسْلَامِہِمْ وَہَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا

مسلمان ہو کر اور قصد کیا تھا اس چیز کا جو ان کو نہ ملی اور یہ سب کچھ اسی

اِلَّآ اَنْ اَغْنٰہُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ ۚ فَاِنْ

کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے ف۲ اپنے فضل سے ۷۱ سو اگر

یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّہُمْ ۚ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْہُمُ

توبہ کر لیں تو بھلا ہے ان کے حق میں ۷۲ اور اگر نہ مانیں گے تو عذاب دے گا انکو

اللّٰہُ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۚ وَمَا لَہُمْ

اللہ عذاب دردناک دنیا اور آخرت میں اور نہیں ان کا

فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۷۴﴾ وَمِنْہُمْ مَّنْ

روئے زمین پر کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف۱ اور بعضے ان میں وہ ہیں

عٰہَدَ اللّٰہَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِہٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ

کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم ضرور خیرات کریں اور

لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىہُمْ مِّنْ

ہو رہیں ہم نیکی والوں میں ۷۳ پھر جب دیا ان کو

فَضْلِہٖ بَخِلُوْا بِہٖ وَتَوَلَّوْا وَّہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾

اپنے فضل سے تو اس میں بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر

فَاَعْقَبَہُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِہِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ بِمَآ

پھر اس کا اثر رکھ دیا نفاق ان کے دلوں میں جس دن تک کہ وہ اس سے ملیں گے اسو جہ کہ

اَخْلَفُوا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہُ وَبِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ

کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ کا جو وعدہ اس سے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ بولتے تھے جھوٹ کیا وہ

[illegible]

[illegible]

موضح قرآن ف۱ اکثر منافق پیچھے بیٹھ کر اہانت کرتے پیغمبر کی اور دین کی۔ پھر پکڑے جاتے تو قسمیں کھاتے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ سورۂ منافقون میں بھی یہ ذکر آوے گا اور یہ جو فرمایا کہ فکر کیا تھا جو نہ ملا یا یہ مراد ہے کہ لشکر میں خانہ جنگی ہوئی تھی۔ اس میں لگے اغوا کرنے کہ مہاجر و انصار میں پھوٹ ڈالیں۔ حضرت نے اصلاح کر دی۔ سورۂ منافقوں میں آوے گا یا یہ مراد ہے کہ بارہ شخص نے سفر میں آدھی رات کو جمع ہو کر چاہا کہ حضرت پر ہاتھ چلاویں۔ ایک صحابی ساتھ تھے۔ حذیفہ نے ان کو فرمایا ان کو مارو تب آگے سے بھاگے۔ حذیفہ سب کو پہچانتے تھے پر ظاہر کرنا حکم نہ تھا۔ ۱۲۔

ف۱ مترجم گو بدو این نوعی از تحکم است. واللہ اعلم ۱۲

میں نے مذکورہ بالا الفاظ کہے تھے اور جھوٹی قسم کھائی تھی اس لئے اب میں اس گناہ اور نفاق سے توبہ و استغفار کرتا ہوں اور صدق دل سے ایمان لاتا ہوں چنانچہ آپ نے اسکی توبہ منظور فرمائی اور اس نے بھی آخری دم اخلاص کا ثبوت دیا۔ د ان یتولوا الخ یہ نفاق پر قائم رہنے والوں کے لئے دنیوی اور اخروی تخویف ہے۔ ۱؎ ومنھم من الخ اس آیت میں ثعلبہ بن حاطب نامی منافق کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالٰے مجھے بہت سی دولت عطا فرمائے آپ نے فرمایا۔ اے ثعلبہ وہ تھوڑا سا مال جس کے تم حقوق ادا کر سکو اس کثیر مال سے بہتر ہے جس کے حقوق ادا کرنے سے تم قاصر رہو۔ ثعلبہ نے اصرار کیا اور کہا مجھے اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا اگر اس نے مجھے دولت دی تو میں اس میں سے تمام حقوق واجبہ ادا کروں گا۔ حضور علیہ السلام نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ ثعلبہ نے چند بکریاں خریدیں اللہ نے ان میں اس قدر برکت ڈالی اور وہ اس قدر بڑھیں کہ اسے مدینے سے باہر جنگل میں بسیرا کرنا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہ صرف مسجد نبوی میں پنجوقتہ نمازیں ادا کرنے سے محروم ہو گیا بلکہ نمازِ جمعہ سے بھی غیر حاضر رہنے لگا۔ جب حضور علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اس کے پاس دو محصل بھیجے جنہیں اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ زکوٰۃ تو جزیہ ہے۔ ابھی جاؤ میں سوچوں گا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ جب ثعلبہ کو آیتوں کا پتہ چلا تو مال صدقہ لیکر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کا صدقہ قبول نہ کیا اور فرمایا اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے بھی اس کا صدقہ قبول نہ کیا۔ فاعقبھم نفاقا اعقب کا فاعل اللہ تعالٰے ہے۔ یا بخل جو بخلوا میں ضمناً مذکور ہے یعنی اللہ تعالٰے نے اس کے دل میں نفاق کو جاگزیں کر دیا۔ یا بخل کی وجہ سے اس کے دل میں نفاق ڈال دیا۔ کیونکہ اس نے اللہ سے جو وعدہ کیا وہ پورا نہ کیا ای اعقبھم اللہ نفاقا فی قلوبھم وقیل ای اعقبھم البخل نفاقا (قرطبی ج ۸ ص ۲۱۳) بما میں باء سببیہ ہے ای بسبب اخلافھم ما وعدوا اللہ من التصدق والصلاح وکونھم کاذبین (مدارک ج ۲ ص ۱۱۵) ۳؎ الم یعلموا الخ تخویف اخروی ہے۔ ۴؎ الذین یلمزون الخ آیت

يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

جان نہیں چکے کہ اللہ جانتا ہے ان کا بھید ۳؎ اور ان کا مشورہ اور یہ کہ اللہ

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ

خوب جانتا ہے سب چھپی باتوں کو ف۱ وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

دل کھول کر ۴؎ خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ

مگر اپنی محنت کا ف۲ پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ

اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے ف تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ ۵؎

لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ

ف۳ اگر ان کے لئے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا

اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَ

ان کو اللہ یہ اس واسطے کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور

اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ

اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ف خوش ہو گئے پیچھے رہنے والے

بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ

اپنے بیٹھ رہنے سے جدا ہو کر رسول اللہ سے ۶؎ اور گھبرائے اس سے

يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ

کہ لڑیں اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی

اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ

راہ میں اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں تو کہہ دوزخ کی آگ

ع ۱۰

[illegible]

موضح قرآن ف۱ ایک منافق تھا ثعلبہ حضرت سے دعا چاہی کہ مجھ کو کشائش ہو فرمایا کہ تھوڑا جس کا شکر ہو سکے بہتر ہے بہت سے کہ غفلت لاوے پھر آیا لگا عہد کرنے کہ اگر مجھ کو مال ہو بہت خیرات کروں اور غفلت میں نہ پڑوں حضرت نے دعا کی اسکو بکریوں میں برکت ملی یہاں تک کہ مدینے کے جنگل سے کفایت نہ ہوئی نکل کر گاؤں میں جا رہا جمعہ و جماعت سے محروم ہوا حضرت نے پوچھا کہ ثعلبہ کیا ہوا لوگوں نے حال بیان کیا۔ فرمایا ثعلبہ خراب ہوا پھر زکوٰۃ دینے کا وقت ہوا سب دینے لگے اس نے کہا یہ جو مال بھرنا گویا جزیہ دینا بہانہ کر رہا پھر حضرت پاس مال زکوٰۃ میں حضرت نے قبول نہ کیا۔ بعد حضرت کے ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اپنی خلافت میں اس کی زکوٰۃ نہ لیتے خلافت حضرت عثمانؓ میں مر گیا۔ ۱۲ منہ ف۲ ایکبار حضرت نے تقید کی خیرات پر عبدالرحمٰن بن عوف چار ہزار درہم لائے اور لوگ لانے لگے۔ عاصم چار سیر جو لائے عبدالرحمٰن نے کہا آٹھ ہزار میں رکھتا تھا نصف اپنے رب کو قرض دیتا ہوں اور نصف حق عیال کا عاصم نے کہا مزدوری کر کر آٹھ سیر جو لایا ہوں نصف خیرات کرتا ہوں اور نصف حق عیال کا۔ منافق آپس میں کہنے لگے۔ عبدالرحمٰن کو منظور ہے نمود اپنی اور عاصم اپنے تئیں زور آوری سے ملاتا ہے خیرات والوں میں ۱۲ منہ ف۳ یہاں سے فرق نکلتا ہے بے اعتقاد کا اور گنہگار کا۔ گناہ ایسا کونسا ہے کہ پیغمبر کے بخشائے سے نہ بخشا جاوے اور بے اعتقاد کو پیغمبر کی ستر استغفار فائدہ نہ کرے اب جو بے اعتقاد لوگ بھروسا کریں پیغمبر کی شفاعت نہ کریں دلیل

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بمزدوری چیزی پیدا می کنند و صدقہ می دہند ۱۲ ف۲ یعنی ہر دو صورت یکسانست ۱۲

[illegible]

ان منافقین کا ذکر ہے جو خوشی خوشی صدقہ وخیرات کرنے والے مسلمانوں کو طعنے دیتے تھے الذین موصول مع صلہ مبتدا ہے۔ اور سخر اللہ منہم خبر ہے جو مسلمان بہت سامال صدقہ کرتے منافقین ان پر ریاکاری کا الزام لگاتے اور جو غریب تھے اور دن بھر محنت ومشقت سے تھوڑا بہت کما کر صدقات میں حصہ لیتے ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ بھلا اللہ کو اس کی کیا ضرورت ہے سخر اللہ منہم تخویف اخروی ہے یعنی اللہ ان کو تمسخر اور استہزاء کی سزا دیگا یعنی انه سبحانه وتعالى جازاهم على سخريتهم ثم وصف ذلك وهو قوله سبحانه وتعالى (ولهم عذاب اليم) یعنی فی الآخرۃ (خازن ج ۳ ص ۱۳۸) ف۷۵ استغفر لهم الخ یہ تمام منافقین کا انجام ہے کہ ان کی ہرگز بخشش نہیں ہوگی اگرچہ اللہ کا رسول ستر بار بھی اللہ سے ان کے لئے معافی مانگے کیونکہ ان کے دلوں میں کفر ونفاق ہے اگرچہ بظاہر وہ ایمان کے دعویدار ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منوا الینا پیغمبر علیہ السلام کے اختیار میں نہیں استغفر امر بمعنی خبر ہے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس کا بیٹا جو مخلص مومن تھا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے باپ کے لئے استغفار کی درخواست کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو ان کے لئے استغفار سے منع کر دیا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے جب ابن ابی مرگیا تو حضور علیہ السلام اس کا جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر نے آپ کا دامن تھام کر عرض کیا یارسول اللہ! اللہ نے تو آپ کو اس کا جنازہ پڑھنے سے منع فرمادیا ہے* اور میں اس کیلئے ستر سے بھی زیادہ بار استغفار کروں گا شاید اللہ اسے معاف کردے (مدارک، قرطبی، ج ۸، امام رازی علامہ خازن ابن عباس سے ناقل ہیں کہ جب منافقین کے بارے میں مذکورہ بالا آیتیں نازل ہوئیں اور مسلمانوں پر ان کا نفاق ظاہر ہوگیا اس وقت منافقین نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا آپ ان کے لئے اللہ سے استغفار کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سبب نزول الآیۃ الاولی فی المنافقین قالوا یارسول اللہ استغفر لنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سأستغفر لکم واشتغل بالاستغفار لهم فنزلت هذه الآیة فترك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاستغفار (کبیر ج ۴ ص ۵۱۰) ف۷۶ فرح المخلفون الخ المخلفون باب تفعیل ہے۔ یعنی ان کو اللہ نے پیچھے چھوڑ دیا اور جہاد میں شریک ہونے کی ان کو توفیق نہ دی۔ ای خلفهم اللہ وثبطهم (قرطبی ج ۸ ص ۲۱۶) حضرت شیخ نے فرمایا ای المخلفون بقهر اللہ اس سے منافقین مراد ہیں جو جنگ تبوک میں عمداً شریک نہ ہوئے مقعد مصدر میمی ہے جو منافقین غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے وہ بہت خوش تھے کہ شدت گرما میں وہ سفر کی تکلیفوں اور صعوبتوں سے بچ گئے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں مال وجان سے جہاد کرنے کو ناپسند کیا۔ وقالوا لا تنفروا فی الحر منافقوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا یا انہوں نے مومنوں کو بددل کرنے کی غرض سے ان سے کہا کہ گرمی میں مت جاؤ اور اپنے گھروں میں آرام کرو (قال بعضهم لبعض او قالوا للمؤمنين تثبيطاً) (مدارک ج ۲ ص ۱۰۹) ف۷۷ قل نار جهنم الخ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان آرام وراحت کے دلدادگان سے فرمادیں جہنم کی آگ جو آخرت میں ان کا ٹھکانا ہوگی دنیا

* آپ سے کہا اللہ نے فرمایا اگر تم ستر بار ان کے لئے بخشش مانگو
تو بھی نہیں معاف کروں گا۔

اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا
سخت گرم ہے ف۷۸ اگر ان کو سمجھ ہوتی سو وہ ہنس لیویں تھوڑا
وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاِنْ
اور روویں بہت سا ف۷۹ بدلہ اس کا جو وہ کماتے تھے ف۱ سو اگر
رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ
پھر لے جائے تجھ کو اللہ ف۸۰ کسی فرقہ کی طرف ان میں سے پھر اجازت چاہیں تجھ سے
لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ
نکلنے کی ف۲ تو تو کہہ دینا کہ تم ہرگز نہ نکلوگے میرے ساتھ کبھی اور نہ
تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ
لڑوگے میرے ساتھ ہوکر کسی دشمن سے تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی
مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى
بار سو بیٹھے رہو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ف۱ اور نماز نہ پڑھ ف۸۱
اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ
ان میں سے کسی پر جو مرجائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر وہ
كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾
منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ مرگئے نافرمان
وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ
اور تعجب نہ کر ف۸۲ ان کے مال اور اولاد سے اللہ تو یہی
اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ
چاہتا ہے کہ عذاب میں رکھے ان کو ان چیزوں کے باعث دنیا میں اور نکلے ان کی جان
وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا
اور اس وقت تک کافر ہی رہیں اور جب نازل ہوتی ہے ف۸۳ کوئی سورت کہ ایمان لاؤ

موضح قرآن ف۱ یہ جو فرمایا کہ اگر پھر لے جاوے اللہ کسی فرقے کیطرف اس واسطے کہ آیت نازل ہوئی سفر میں وہ منافق تھے مدینہ میں اور فرقہ فرمایا اس واسطے کہ بعضے منافق پیچھے مرگئے اور سب بیٹھنے والے منافق نہ تھے۔ بعضے مسلمان بھی تھے کہ ان کی تقصیر معاف ہوئی۔ ۱۲ منہ

فتح الرحمن ف۱ مراد خبر است بآنکہ در دنیا خواہند خندید و در آخرت خواہند گریست ۱۲۔ ف۲ یعنی برائے احراز غنائم ۱۲

تی اس گرمی سے کہیں زیادہ سخت اور شدید ہوگی ۷۸ فلیضحکوا الخ امر بمعنی خبر ہے۔ منافقین جہاد میں شریک نہ ہو کر بہت خوش ہیں اور ہنس رہے ہیں لیکن دنیا کی یہ خوشی اور ہنسی اس افسوس اور رونے کے مقابلے میں بہت کم ہے جو آخرت میں ان کے حصے میں آئیں گے۔ اخبار عن عاجل امرھم واٰجلہ من الضحک القلیل فی الدنیا والبکاء الکثیر فی الاخری (روح ج ۱۰ ص ۱۵۱) ۷۹ فان رجعک الخ اس میں بھی ان منافقین کا ذکر ہے جو غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ منافقین کی شرارتوں اور ان کی عداوت اور دشمنی کو واشگاف کرنے کے بعد حضور علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ لوگ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ آپ کی صحبت میں رہیں لہذا جب آپ بخیر و عافیت مدینہ واپس پہنچ جائیں اور اس کے بعد کوئی جنگ درپیش ہو اور منافقین اس میں شریک ہونے کے لئے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ ان کو غزوہ میں شریک ہونے کی ہرگز اجازت نہ دیں اور صاف فرما دیں کہ اب کبھی بھی تم ہمارے ساتھ جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے۔ بس اب گھروں ہی میں بیٹھے رہو ۸۰ ولا تصل علیٰ احد الخ اگر ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کیلئے دعائے مغفرت کریں کیونکہ وہ اگرچہ بظاہر مسلمان ہیں لیکن وہ پکے کافر ہیں نہ خدا پر ان کا ایمان ہے نہ رسول پر اور وہ اسی کفر پر مر رہے ہیں ۸۱ ولا تعجبک الخ اس کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ (۴۵) ص ۴۴۱ ۸۲ واذا انزلت الخ یہ منافقین کی منافقت کی واضح علامت ہے کہ جب جہاد کا حکم نازل ہوتا ہے تو وہ مالی طاقت اور جسمانی قدرت کے باوجود جہاد سے جی چراتے اور آپ کے پاس آکر اجازت مانگتے ہیں کہ انہیں جہاد کی شمولیت سے مستثنیٰ کر دیا جائے اور گھروں میں رہنے دیا جائے وہ جہاد میں شریک ہو کر جرأت و شجاعت کے جوہر دکھانے کے بجائے بزدلوں کی طرح مدینہ میں عورتوں کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں اور یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ ان کے دل ایمان سے خالی اور اللہ اور رسول کی محبت سے تہی ہیں۔ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے مہر جباریت لگ چکی ہے اور وہ جہاد کے دینی اور دنیوی منافع سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ۸۳ لکن الرسول الخ یہاں سے لیکر ذلک الفوز العظیم تک حضور علیہ السلام کے ساتھ مال و جان سے جہاد کرنے والے صحابۂ کرام اور مخلص مومنین کی فضیلت اور ان کے لئے اخروی بشارت مذکور ہے ۸۴ وجاء المعذرون الخ یہاں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جو واقعی معذور تھے اور اپنا عذر بیان کر کے حضور علیہ السلام سے تخلف عن الجہاد کی اجازت لیتے تھے اور اس سے بنی غفار کے لوگ مراد ہیں ثم بین تعالیٰ حال ذوی الاعذار فی ترک الجہاد الذین جاءوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعتذرون الیہ ویبینون لہ ماھم فیہ من الضعف وعدم القدرۃ علی الخروج الخ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۱) وقعد الذین کذبوا الخ لیکن منافقین نے پوری دیدہ دلیری سے کام لیا اور کسی قسم کا کوئی عذر و بہانہ پیش کئے بغیر ہی جہاد میں شریک نہ ہوئے اور گھروں میں بیٹھ رہے سیصیب الذین کفروا الخ یہ ان کے لئے تخویف اخروی ہے ۸۵ لیس علی الضعفاء الخ یہاں ان عذروں کا بیان ہے جن کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہونے والے واقعی معذور ہیں الضعفاء یعنی بوڑھے، بچے اور عورتیں نیز لنگڑے اور اندھے بھی اس میں شامل ہیں ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جو جسمانی طاقت کے فقدان کی وجہ سے معذور تھے یہاں مالی استطاعت نہ ہونے کا عذر بیان کیا گیا یعنی جن لوگوں کے پاس سامان جنگ اور سفر خرچ کے لئے روپیہ نہیں وہ بھی معذور ہیں یعنی الفقراء العاجزین عن اھبۃ الغزو والجہاد فلا یجدون الزاد والراحلۃ: السلاح ومؤنۃ السفر (خازن ج ۳ ص ۱۱۱) اذا نصحوا للہ الخ یعنی بشرطیکہ وہ شہر میں رہ کر فتنہ و فساد بپا نہ کریں اور مجاہدین کے بارے میں جھوٹی خبریں نہ اڑائیں۔

بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا
اللہ پر اور لڑائی کرو اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جو تجھ سے رخصت مانگتے ہیں مقدور

الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾
والے ان کے اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دے کہ رہ جائیں ساتھ بیٹھنے والوں کے

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى
خوش ہوئے کہ رہ جائیں پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ اور مہر کر دی گئی ان کے

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ
دل پر سو وہ نہیں سمجھتے لیکن رسول ۸۳ اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ
جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے وہ لڑے ہیں اپنے مال اور جان سے

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾
اور انہی کے لئے ہیں خوبیاں اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
تیار کر رکھے ہیں اللہ نے ان کے واسطے باغ کہ بہتی ہیں ان کے نیچے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع وَجَآءَ
رہا کریں ان میں یہی ہے بڑی کامیابی اور آئے

ع ۱۱ ۹ ۱۷

الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ
بہانے کرنے والے ۸۴ گنوار تا کہ ان کو رخصت مل جائے اور

قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ
بیٹھ رہے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ سے اور اس کے رسول سے اب پہنچے گا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى
ان کو جو کافر ہیں ان میں عذاب دردناک نہیں ہے ۸۵

۸۶ جہاد سے پیچھے رہنے والوں کو عورتوں کی مانند قرار دیا۔ منافقین کے مقابلہ میں مومنین کے حالات کی پہچان

۸۸ سے بشارت اخروی
۹۰ سے بہانہ بازوں الاسلام

الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى

ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر اور نہ

الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا

ان لوگوں پر جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو کچھ گناہ جب کہ

نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ

دل سے صاف ہوں اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ نہیں ہے نیکی والوں پر الزام کی

سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ

کوئی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور نہ ان لوگوں پر کہ ۵۸۶

اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ

جب تیرے پاس آئے تاکہ تو ان کو سواری دے تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں

اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ

کہ تم کو اس پر سوار کردوں تو الٹے پھرے اور ان کی آنکھوں سے بہتے تھے

الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا

آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں راہ

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ

الزام کی تو ان پر ہے ۵۸۷ جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور وہ

اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ

مالدار ہیں خوش ہوئے اس بات سے کہ رہ جائیں ساتھ

الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

پیچھے رہنے والیوں کے اور مہر کردی اللہ نے انکے دلوں پر

فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

سو وہ نہیں جانتے۔

۵۸۶ ولا علے الذین الخ اسی طرح ان لوگوں پر بھی تخلف عن الجہاد کی وجہ سے گناہ نہیں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ان کے لئے سواری کا انتظام فرمائیں لیکن سواری نہ ہونے کی وجہ سے وہ مایوس ہو کر زار و قطار رونے لگے اس لئے کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہو سکیں گے اور اس کے اجر سے محروم ہو جائیں گے۔ **۵۸۷** انما السبیل الخ گرفت اور الزام کا راستہ ان منافقین پر ہے جو طاقتور اور دولتمند ہونے کے باوجود محض آرام طلبی کی خاطر جہاد میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔ وہ اسقدر بزدل اور لیست ہمت ہیں کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹے بہانے بنا کر اجازت مانگتے ہیں۔ وطبع اللہ الخ اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر جباریت ثبت کردی ہے کہ وہ جہاد کے دنیوی اور اخروی فوائد کو نہیں سمجھ سکتے۔ (فھم لا یعلمون) ما فی الجہاد من الخیر فی الدنیا والاٰخرۃ (خازن ج ۳ ص ۱۱۱)

یعنی اللہ کی توحید بیان کرے اور نیز اس کی اطاعت کرے

[illegible]

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ۭ قُلْ

بہانے لائیں گے ۵۸۸ تمہارے پاس جب تم پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تو کہہ

لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ

بہانے مت بناؤ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہاری بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ

اَخْبَارِكُمْ ۭ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ

تمہارے احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام ۵۸۹ اور اس کا رسول پھر

تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

تم لوٹائے جاؤ گے طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کی سو وہ بتائے گا تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (٩٤) سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا

جو تم کر رہے تھے اب قسمیں کھائیں گے ۵۹۰ اللہ کی تمہارے سامنے جب

انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ

تم پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تاکہ تم ان سے درگذر کرو سو تم درگذر کرو ان سے

اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا

بیشک وہ لوگ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کے

يَكْسِبُوْنَ (٩٥) يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ

کاموں کا وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے ۵۹۱ تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر

تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ

تم راضی ہو گئے ان سے تو اللہ راضی نہیں ہوتا نافرمان

الْفٰسِقِيْنَ (٩٦) اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّ

لوگوں سے ف ۱ گنوار بہت سخت ہیں کفر میں ۵۹۲ اور نفاق میں اور

اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي

اسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں وہ قاعدے جو نازل کئے اللہ نے

منزل ٢

۵۸۸ یعتذرون الیکم الخ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ہے یعنی جب آپ لوگ غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ پہنچیں گے تو منافقین تمہارے پاس آکر جہاد میں شریک نہ ہونے کے بارے میں بہانے پیش کریں گے قل لا تعتذروا یعنی واپسی پر جب وہ عذر پیش کریں تو آپ فرمادیں کہ بہانے مت بناؤ ہم تمہاری باتوں پر یقین نہیں کرینگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اصل حقیقت سے آگاہ فرمادیا ہے اور تمہارے دل کے پوشیدہ رازوں پر مطلع کردیا ہے لان اللہ تعالیٰ قد انبانا بالوحی بما فی ضمائرکم من الشرّ و الفساد (روح ج ۱۱ ص ۲) ۵۸۹ وسیری اللہ عملکم الخ یہاں اعمال سے مراد وہ اعمال ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں منافقین کیا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے گذشتہ اعمال تو ظاہر ہو چکے ہیں اور عنقریب تمہارے آئندہ اعمال کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر پر اور تمام مؤمنین پر ظاہر فرمادیگا اور سب کو معلوم ہو جائیگا کہ تم نے اپنا رویّہ تبدیل کرلیا ہے یا نہیں۔ ای اتتیبون عمّا انتم علیہ ام تثبتون علیہ (روح) **فائدہ**۔ بعض لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر صبح و شام امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اس طرح آپ ہر امتی کے تمام احوال سے باخبر رہتے ہیں۔ اور اس کی تائید میں وہ مسند بزار کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں آیا ہے۔ تعرض علی اعمالکم حسنہا وسیئہا الخ لیکن یہ استدلال سراسر باطل اور غلط ہے۔ اوّل اس لئے کہ اس سے تمام مفسرین نے حضور علیہ السلام کے زمانے میں منافقین کے اعمال مراد لئے ہیں اور کسی نے بھی اس سے عرضِ اعمال کو ثابت نہیں کیا۔ روح المعانی کا حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔ امام بغوی اور علامہ خازن ج ۳ ص ۱۱۲ میں لکھتے ہیں یعنی فی المستانف اتتوبون من نفاقکم ام تقیمون علیہ۔ حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں ای سیظہر اعمالکم فی الدنیا (ج ۲ ص ۳۸۲) تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں خطاب صرف زمانۂ نبوی کے منافقین سے ہے ساری امت مراد نہیں۔ نیز منافقین کے صرف وہی اعمال مراد ہیں جو وہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی موجودگی میں کرتے تھے ان کے تمام اعمال مراد نہیں اور جو حدیث پیش کی جاتی ہے حقیقت میں وہ روایت بالمعنی ہے۔ اصل حدیث وہی ہے جو صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوذر رض سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں عرضت علی اعمال امتی حسنہا وسیئہا فوجدت فی محاسن اعمالہا الاذی یماط عن الطریق ووجدت فی مساوی اعمالہا النخاعۃ تکون فی المسجد ولا تدفن یعنی میرے سامنے میری امت کے اعمال پیش کئے گئے اور اس سے بالاتفاق عرض اجمالی مراد ہے یعنی آپ کے سامنے نیک اور بُرے اعمال کی فہرستیں پیش کی گئیں کہ نیکی کے اعمال کونسے ہیں اور گناہ کے کام کونسے۔ بعض لوگ عرضت علی اجور امتی الخ سے عرض اعمال پر استدلال کرتے ہیں۔ یہ حدیث ابوداؤد ج ۱ ص ۶۶ اور ترمذی ج ۲ ص ۱۱۵ میں حضرت انس رض کی روایت سے منقول ہے لیکن یہ استدلال بھی درست نہیں۔ اوّل اسلئے کہ اس سے بھی عرض اجمالی مراد ہے۔ دوم یہ روایت منقطع ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں مطلب راوی جو حضرت انس رض سے روایت کرتا ہے انسے اسکا سماع ثابت نہیں۔ قال محمد (بن اسمٰعیل البخاری) ولا اعرف للمطلب بن عبد اللہ بن حنطب سماعًا من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ علاوہ ازیں اگر مضارع مجہول کا صیغہ ہی صحیح مان لیا جائے تو بھی اس سے انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ عرض مستلزم علم نہیں جیسا کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے فرمایا۔ الا تری الی قولہ تعالیٰ (ثم عرضہم علی الملٰئکۃ) فکان عرضًا وقال تعالیٰ (وعلّم اٰدم الاسماء کلہا) فکان ھذا تعلیمًا فالعرض اٰخر والتعلم اٰخر (فیض الباری ج ۴ ص ۸۰) لیکن اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ عرض مستلزم علم ہے تو اس سے بہت سی آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کو رد کرنا پڑیگا۔ مثلاً قیامت کے دن انبیاء و اولیاء اس بات سے لاعلمی ظاہر کرینگے کہ مشرکین انکی وفات کے بعد انکی عبادت کیا کرتے تھے فکفٰی باللہ شہیدا بیننا وبینکم ان کنا عن عبادتکم لغفلین (پ ۱۱، سورۂ یونس ع ۳) اسی طرح صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۵ میں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو

موضح قرآن ف یعنی جس شخص کا احوال معلوم ہو کہ منافق ہے اس کی طرف سے تغافل ہوا ہے لیکن دوستی اور یگانگی روا نہیں۔ ۱۲ منہ رح **فتح الرحمٰن** ف ۱ یعنی بہ نسبت اہل شہرہا ۱۲۔

رَسُولِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ
اپنے رسول پر اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۱ اور بعضے ۹۳ گنوار ایسے ہیں
مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ
کہ شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو تاوان اور انتظار کرتے ہیں تم پر
الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ
زمانہ کی گردشوں کا ۹۴ ان ہی پر آئے گردش بری اور اللہ سننے والا
عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ
جاننے والا ہے اور بعضے گنوار وہ ہیں ۹۵ کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ
قیامت کے دن پر اور شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو نزدیک ہونا اللہ سے
وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ
اور دعا لینی رسول کی سنتا ہے وہ ان کے حق میں نزدیکی ہے داخل کریگا انکو
اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ
اللہ اپنی رحمت میں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو لوگ قدیم ہیں
الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ
۹۶ سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنیوالے اور جو
اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے
عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ
اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے انکے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَمِمَّنْ
رہا کریں انہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی ف۲ اور بعضے

ع ۱۲ ۱۰ ۱

اور جو مدعا پر نص صریح بھی نہیں ہے اگر اس سے عرض اعمال کا فرضی عقیدہ ثابت کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ وصریحہ کو ترک کر دیا جائے، تو یہ کہاں کا انصاف ہے ۹۰ سیحلفون باللّٰہ الخ اس میں بھی ان منافقین کا ذکر ہے جو بغیر کسی عذر کے جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ یعنی جب آپ واپس لوٹ کر ان کے پاس پہنچیں گے تو وہ قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی اور معذوری بیان کریں گے تاکہ آپ ان سے درگذر کریں فاعرضوا عنھم تم ان سے منہ موڑ لینا کیونکہ وہ نہایت ناپاک لوگ ہیں اور تمہاری صحبت ومجلس کے لائق نہیں ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ ان کے اپنے ہی اعمال کی سزا ہوگی۔ ۹۱ یحلفون لکم الخ وہ قسمیں اس لئے کھائیں گے تاکہ تم لوگ ان سے راضی ہو جاؤ۔ لیکن یاد رکھو یہ لوگ خدا کے سخت نافرمان اور باغی ہیں۔ اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ ان سے کبھی راضی نہیں ہوگا۔ اور صرف تمہاری رضامندی سے انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا ای رضاکم لا ینفعھم نفعا لان اللہ تعالٰی ساخط علیھم ولا اثر لرضا احد مع سخطہ تعالٰی (روح ج ۱۱ ص۶) ۹۲ الاعراب اشد الخ یہاں جنگل اور دیہات میں رہنے والوں کے احوال کا ذکر کیا گیا ہے ان میں جو کافر اور منافق ہیں وہ کفر و نفاق میں شہریوں کی نسبت زیادہ سخت ہیں اور خدا کے احکام و حدود سے بالکل ناواقف اور جاہل ہیں۔ ۹۳ ومن الاعراب الخ منافقین اعراب میں سے کچھ ایسے ہیں جو جہاد یا صدقات خیرات میں خرچ کی ہوئی رقم کو محض تاوان سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں ثواب کی نیت سے اور رضائے الٰہی کے لئے خرچ نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کے خوف یا ریاکاری کے لئے خرچ کرتے ہیں والمعنی ان من الاعراب من یعتقد ان الذی ینفقہ فی سبیل اللہ غرامۃ لانہ لا ینفق ذلک الا خوفا من المسلمین او مراءاۃ لھم ولم یرد بذلک الانفاق وجہ اللہ وثوابہ (خازن ج ۳ ص۱۱۱) ۹۴ ویتربص بکم الخ اور وہ منافقین اعراب اس انتظار میں رہتے ہیں کہ تم حوادث زمان اور مصائب دوران میں مبتلا رہو۔ لیکن مصیبت اور رنج میں وہ خود مبتلا ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر جو بھی آرام و راحت اور فتح وظفر کا موقع آتا ہے وہ ان بدخواہوں کے لئے مصیبت سے کم نہیں ہوتا۔ ۹۵ ومن الاعراب من یؤمن الخ یہاں ان دیہات والوں کی تعریف فرمائی جو مخلص مومن تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ وہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالٰی کے تقرب اس کی رضا اور اللہ کے رسول کی دعا کا ذریعہ سمجھتے ہیں الا انھا قربۃ لھم بے شک وہ ان کے لئے قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے ان کے اعتقاد کی تصدیق ہے۔ سیدخلھم اللہ الخ یہ بشارت اخروی ہے۔
۹۶ والسبقون الاولون الخ یہ مہاجرین وانصار اور انکے نقش پر چلنے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے۔

۱۔ مقابلہ میں عرب مومنین
اعراب کے لئے بشارت
اخروی ۲۔ مہاجرین
وانصار کے لئے بشارت
بشارت ۳۔ صحابہ
۴۔ مدینے کے منافقین
کے شدت نفاق کا
بیان۔

موضح قرآن ف۱ یعنی ان کی طبع میں بے حکمی اور غرض ڈھونڈنی اور جاہلی پیدا ہے سو اللہ حکمت والا ہے ان سے وہ کام مشکل بھی نہیں چاہتا اور وہ درجے بلند بھی نہیں دیتا ۱۲ منہ
ف۲ جنگ بدر تک جو مسلمان ہوئے ہیں وہ قدیم ہیں اور باقی ان کے تابع۔ ۱۲ منہ رح

حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ
تمہارے گرد کے ۹۷ گنوار منافق ہیں اور بعضے لوگ
الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ
مدینہ والے اڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا
نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ
ہم کو وہ معلوم ہیں ان کو ہم عذاب دینگے دوبارہ ۹۸ پھر وہ لوٹائے جائینگے
اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ
بڑے عذاب کی طرف ف۱ اور بعضے لوگ ہیں کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا ۹۹
خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ
يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ
معاف کرے ان کو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے لے
اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ
ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ پاک کرے تو ان کو اور بابرکت کرے تو ان کو اس کی وجہ سے اور دعا دے
عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾
ان کو بے شک تیری دعا ان کے لئے تسکین ہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۲
اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ
کیا وہ جان نہیں چکے کہ اللہ آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے
وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾
اور لیتا ہے زکوٰتیں اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ف۳
وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَ
اور کہہ کہ عمل کئے جاؤ ۱۰۰ پھر آگے دیکھے گا اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور

مع عند المتقدمین ۱۲ وقف منزل

[illegible]

۹۷ ومن حولکم الخ یہ مدینہ منورہ اور اس کے گرد نواح کے منافقین کا ذکر ہے۔ لا تعلمہم نحن نعلمہم اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ وہ نفاق اور اخفار حال میں اس قدر ماہر اور چابکدست ہیں کہ آپ کو ان کے نفاق کا علم تک نہیں لیکن اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کلی غیب کا علم نہیں تھا یعنی انہم بلغوا من المھارۃ فی النفاق والتنوق فی مراعاۃ التقیۃ والتحامی عن مواقع التھمۃ الٰی حیث یخفی علیک مع کمال فطنتک وصدق فراستک حالہم (روح ج ۱۱ ص۱۲) **۹۸** سنعذبہم الخ یہ منافقین کے لئے تخویف دنیوی واخروی ہے۔ دو دفعہ کے عذاب سے دنیا میں قتل یا قید و بند یا ظہورِ نفاق سے ذلت و رسوائی کا اور مرنے کے بعد قبر کا عذاب مراد ہے اور عذابِ عظیم آخرت کا عذاب ہے (خازن معالم وغیرہ) **۹۹** واٰخرون اعترفوا الخ یہ ان پانچ صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جو مخلص مومن تھے مگر غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ بعد میں سخت نادم ہوئے اور اپنے کو ستونوں سے باندھ لیا اور گڑگڑا کر توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ خذ من اموالہم الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے صدقات قبول کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ اب ان کی توبہ قبول ہو جانے کے بعد آپ کو حکم ملا کہ آپ ان کے صدقات قبول کریں اور ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ کیونکہ آپ کی دعا ان کے لئے باعث آرام و سکون ہے۔ بعض مفسرین نے ان کی تعداد دس، آٹھ اور چھ ذکر کی ہے (قرطبی) **۱۰۰** وقل اعملوا الخ اس سے مراد وہی اعمال ہیں جو وہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں کرتے تھے۔ یعنی تم کام کئے جاؤ اللہ کا رسول اور مومنین تمہارے اعمال و اقوال کو دیکھ کر فیصلہ کرلیں گے کہ تم نے سچی توبہ کی ہے یا جھوٹی۔

موضح قرآن ف۱ یعنی دنیا میں بھی تکلیف پر تکلیف پاویں گے پھر آخرت میں پکڑے جاویں گے۔ وہ منافق کوئی اندھا ہوا کوئی کوڑھی۔ کسی کے بدن میں پیپ پڑی۔ ۱۲ منہ رح ف۲ یعنی جیسے بعضوں پر عتاب ہوا کہ ہمیشہ ان کی زکات لینی موقوف ہوئی ان پر عتاب نہیں۔ ۱۲ منہ رح ف۳ یعنی رسول بے اختیار ہے جس کے حق میں اللہ نے جو فرمایا وہ ادا کرتا ہے۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی درمیان مسلمانان ذلیل شوند و در اموال و اولاد آفات بینند۔ ۱۲۔

الْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

مسلمان اور تم جلد لوٹائے جاؤگے اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا واقف ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۱۰۵ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ

پھر وہ جتا دیگا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۱ اور بعضے اور لوگ ہیں کہ ان کا کام ڈھیل میں ہے

لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ

حکم پر اللہ کے ۱۰۱ یا وہ ان کو عذاب دے اور یا ان کو معاف کرے اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۱۰۶ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا

سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۲ اور جنہوں نے بنائی ہے ۱۰۲ ایک مسجد ضد پر

وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ

اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اس شخص

حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ

کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے سے ۱۰۳ اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ

اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۱۰۷

ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى

تو نہ کھڑا ہو اس میں کبھی ۱۰۴ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی پرہیزگاری پر

مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ

اول دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں اس میں ایسے لوگ ہیں جو

يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۱۰۸

دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ

بھلا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی ۱۰۵ اللہ سے ڈر پر اور اس کی رضامندی پر

۱۰۱ وآخرون مرجون الخ اس میں ان تین مخلص صحابہ کا ذکر ہے جو قدرت کے باوجود محض سستی کی وجہ سے جنگ تبوک میں شریک نہ ہوئے اور حضور علیہ السلام کی واپسی پر کوئی معذرت نہ کی بلکہ ذرا تاخیر سے اپنے قصور کی معافی مانگی اور سچی توبہ کی۔ ان کی توبہ کچھ دن تاخیر سے قبول ہوئی۔ مذکور الصدر پانچ صحابہ نے بلا تاخیر توبہ کی مگر یہ تینوں توبہ میں پیچھے رہے اس لئے قبولیت میں بھی تاخیر ہوئی۔ والفرق بین القسم الثانی وبین ھذا الثالث ان اولٰئک سارعوا الی التوبۃ وھؤلاء لم یسارعوا الیھا قال ابن عباس رضی اللہ عنہما انزلت ھذہ الآیۃ فی کعب بن مالک ومرارۃ بن الربیع وھلال بن امیۃ (کبیر ج ۴ ص ۱۳۵) ۱۰۲ والذین اتخذوا الخ یہاں ان منافقین کا ذکر ہے جنہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، کفر کو تقویت دینے، مسلمانوں میں تفریق ڈالنے اور دشمنان اسلام کو پناہ دینے کی خاطر مسجد کے نام سے ایک عمارت بنائی۔ ضرارًا، کفرًا، تفریقًا اور ارصادًا چاروں اتخذوا الخ کے مفعول لہ ہیں۔ ۱۰۳ لمن حارب اللہ الخ جنگ حنین میں مشرکین کو شکست ہوئی تو ان کا ایک سرغنہ ابوعامر شام کی طرف بھاگ گیا اور منافقین مدینہ کو لکھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف قیصر روم سے فوجی امداد حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اس لئے تم مسجد کے نام پر ایک عمارت بنالو تاکہ اس میں بیٹھ کر اطمینان سے اسلام کے خلاف جنگی منصوبہ بندی کرسکو۔ نیز اس کی طرف سے جو قاصد آیا کرے وہ اسی عمارت میں ٹھہر سکے۔ چنانچہ انہوں نے ابوعامر کے ایما پر مسجد بنالی اور حضور علیہ السلام سے اس میں نماز پڑھنے کی درخواست کی تاکہ آپ کی تشریف آوری سے ان کے نفاق پر پردہ پڑسکے اس وقت آپ غزوۂ تبوک کیلئے جارہے تھے اس لئے آپ نے واپسی پر ان کی مسجد میں نماز پڑھنے کا وعدہ فرمالیا۔ واپسی پر آپ کو وعدہ یاد آیا تو اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو اصل حقیقت حال سے مطلع کرکے اس مسجد میں جانے سے روک دیا۔ (روح وغیرہ)

۱۰۴ لاتقم فیہ الخ یعنی یہ مسجد خانۂ خدا نہیں اس میں آپ نماز نہ پڑھیں بلکہ اسے مسمار کرادیں کیونکہ اس کی بنیاد خدا ورسول اور اسلام کی مخالفت پر رکھی گئی ہے۔ لمسجد اسس الخ بلکہ وہ مسجد جس کی بنیاد خوف خدا پر رکھی گئی وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اس سے مسجد قبا مراد ہے

[illegible]

موضح قرآن ف۱ یعنی جن جہاد میں قصور ہوا تو آگے اور جہاد ہو رسول کے روبرو اور خلیفوں کے تب کام کریو ۱۲ منہ ف۲ اوپر کئی فرقے مذکور ہوئے ایک منافق جھوٹے بہانے کرنے ایک گنوار غرض کا وقت تاکتے ایک گنوار صاف دل سے رفیق اور ایک جنہوں نے اپنا گناہ مان لیا ان کو معاف فرمایا مگر جو قدیم یاروں میں تین شخصوں نے اپنا گناہ مانا تھا ان کو ادب دینے کو پچاس دن ڈھیل میں رکھا۔ اس بیچ میں حضرت اور سب مسلمان ان سے کلام نہ کرتے اور ان کی عورتیں جدا رہیں۔ جب ان کے دل خوب پشیمان ہوئے تب معافی اتری [illegible] آگے ہے یہ ذکر ان کا فرمایا۔ ۱۲ منہ رح ف۳ حضرت مکہ سے ہجرت کرآئے تو مدینہ سے باہر اترے ایک محلہ تھا بنی عمرو بن عوف کا بعد چند روز کے شہر میں جگہ پکڑی اور مسجد نبوی تعمیر کی اس محلہ میں جہاں نماز پڑھتے تھے ان کے لوگوں نے مسجد بنا رکھی اور جماعت قائم رہی۔ مسجد قبا کر مشہور ہے حضرت اکثر ہفتہ کے دن وہاں جاتے اور نماز پڑھتے۔ اس محلے میں بعضے منافقوں نے چاہا کہ اور مسجد بناویں پہلوں کی ضد پر اور اپنی جماعت جدا ٹھہراویں اور ایک راہب ابوعامر کہ اسلام کی ضد سے نکل گیا تھا اس کو نفاق سے بلا کر وہاں سردار اور امام کریں حضرت سے چاہا کہ ایک بار اول آپ وہاں نماز پڑھیں تو ہم جماعت قائم کریں حضرت کو ان کی دغا معلوم نہ تھی وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے ہم پھر یگے تو اول وہاں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے حق تعالیٰ نے یہ خبر ظاہر کردیا اور مسجد قبا کے لوگوں کی تعریف کی۔ آدمی خبردار رہے کہ ظاہر بعضی عبادت ہے اور نیت اس میں نفسانیت ہے اس کا یہ حال ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ جماعت از منافقان مسجدی ساختہ بودند بہ نیت فاسد تا تفریق مسلمین باشد و کمینگاہ کافراں، خدا تعالیٰ بانہدام آں امر فرمود ۱۲

خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ

وہ بہتر ہے یا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی کنارہ پر ایک کھائی کے

فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

پھر اس کو لیکر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ میں اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف۱ ف

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ

ہمیشہ رہے گا اس عمارت سے جو انہوں نے بنائی تھی ف۱۰۶ ف۲ شبہ ان کے دلوں میں مگر

اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ

جب ٹکڑے ہو جائیں ان کے دل کے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۲ اللہ نے

۱۳ ع ۲

اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ

خریدلی ف۱۰۷ مسلمانوں سے ان کی جان اور اور ان کا مال اس قیمت پر

لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ

کہ ان کے لئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور

يُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

مرتے ہیں وعدہ ہو چکا ہے اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل

وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا

اور قرآن میں اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو

بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ

وہ توبہ کرنیوالے ہیں بندگی کرنے والے شکر کرنیوالے بے تعلق رہنے والے

الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ

رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے حکم کرنے والے نیک بات کا اور

۱۔ ای بنا من [illegible]
[illegible] مسجد [illegible]
مقصود [illegible]

مومنین مخلصین کے مقابلہ
میں صحابہ کے اوصاف
بیان ہے سبب
نفاق۔

ف۱۰۵ افمن اسس الخ اس میں مسجد قبا کے بانیوں کی تعریف اور ان کے لئے بشارت ہے اور مسجد ضرار کے بانیوں کی مذمت اور ان کے لئے تخویف ہے فانھار بہ میں با تعدیہ کے لئے ہے۔ مسجد قبا والوں نے چونکہ اس کی بنیاد خوفِ خدا اور اللہ کی رضا جوئی پر رکھی تھی۔ اس لئے وہ ان کے لئے دخولِ جنت کا باعث بنی۔ اس کے برعکس مسجد ضرار والوں نے اس کی بنیاد جہنم کے کنارے پر یعنی کفر و نفاق اور شر و فساد پر رکھی اس لئے وہ ان کو جہنم میں لے گری۔ ای من اسس بنیانہ علی الاسلام خیر ام من اسس بنیانہ علی الشرک والنفاق (قرطبی ج ۸ ص ۲۸۵) **ف۱۰۶** لا یزال بنیانھم الخ ریبۃ سے شک و نفاق مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رض سے منقول ہے (روح قرطبی) مسجد ضرار بنا کر منافقین بہت خوش ہوئے لیکن جب حضور علیہ السلام نے اسے گرا دینے کا حکم صادر فرمایا تو اس سے ان کا کفر و نفاق اور زیادہ ہو گیا اس طرح مسجد ضرار دینی فائدے کا باعث ہونے کے بجائے ان کے دلوں میں زیادتی نفاق کا سبب بنی اور اب ان کے دلوں کو نفاق کی بیماری سے کبھی نجات نہیں مل سکے گی اِلّا یہ کہ ان کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے بے حس اور بے شعور کر دیا جائے لا یزال ھدمہ سبب شک و نفاق زائدا علی شکھم و نفاقھم لما غاظھم من ذلک و عظم علیھم (مدارک ج ۲ ص ۱۱۲) **ف۱۰۷** ان اللہ اشتری الخ یہاں سے لیکر وبشر المؤمنین تک اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنیوالوں، اللہ کے احکام و حدود کی پابندی کرنے والوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بجالانیوالوں کے لئے بشارتِ اخروی ہے۔

موضح قرآن ف۱ یعنی بے انصافی کی شامت سے عمل نیک بھی چاہیں تو بن نہیں آتا۔ ف۲ یعنی اس عمل بد کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ ان کے دل میں نفاق رہے گا۔ نفاق کو فرمایا شبہ۔

فتح الرحمٰن ف۱ عمارت ساختن بر اساس تقوی کنایت است از اخلاص در اعمال و عمارت ساختن بر کنارۂ رود خوردہ کنایہ است از ریا و عجب در اعمال۔ ۱۲۔ ف۲ یعنی مسجد ضرار ۱۲۔

اَلنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ
منع کرنے والے بری بات سے اور حفاظت کرنیوالے ان حدود کے جو باندھیں اللہ نے اور

بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑪② مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
خوشخبری سنادے ایمان والوں کو ف۱ لائق نہیں نبی کو اور مسلمان ایمان والوں کو

اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى
کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اگرچہ وہ ہوں قرابت والے

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑪③
جب کہ کھل چکا ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ
اور بخشش مانگنا ۱۱۴ ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا مگر وعدہ کے سبب کہ

وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ
وعدہ کر چکا تھا اس سے پھر جب کھل گیا ابراہیم پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو اس سے

مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ⑪④ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
بیزار ہوگیا بے شک ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل کرنیوالا ف۲ اور اللہ ایسا نہیں ۱۱۵

لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا
کہ گمراہ کرے کسی قوم کو ف۱ جب کہ ان کو راہ پر لا چکا جب تک کھول نہ دے ان پر جس سے ان کو

يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪⑤ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ
بچنا چاہیے ف۲ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے ف۳ اللہ ہی کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ
سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا کوئی نہیں

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ⑪⑥ لَقَدْ تَّابَ
اللہ کے سوا حمایتی اور نہ مددگار اللہ مہربان

منزل ۲

۱۱۳ ماکان للنبی الخ یعنی اگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے بعض رشتہ دار بھی بحالت شرک مر چکے ہوں یا زندہ ہوں لیکن ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہو تو ان کے لئے دعاو استغفار کرنا بھی ممنوع ہے اور مہر جباریت لگ جانے سے پہلے ان کے لئے ہدایت کی دعا کرنے کی اجازت ہے مہر جباریت کا علم انبیاء علیہم السلام کو وحی کے ذریعہ ہو جاتا تھا لیکن انقطاع وحی کے بعد یہ حکم ہے کہ مشرک جب تک زندہ رہے اس کے لئے ہدایت کی دعا کرنا چاہیئے۔ اور اگر بحالت شرک مر جائے تو اس کے لئے دعائے مغفرت جائز نہیں۔ **۱۱۴** وما کان استغفار ابراھیم الخ یہ سوال مقدر کا جواب ہے جو ما قبل سے ناشی ہے سوال یہ ہے کہ جب پیغمبر کے لئے اور مومنوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کیلئے کیوں استغفار کیا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے واغفر لابی انہ کان من الضالین (شعراء ع ۵) تو اس کا جواب فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا استغفار اس وعدے کی بنا پر تھا جو انہوں نے بوقت رخصت باپ سے کیا تھا۔ جیسا کہ سورہ مریم رکوع ۳ میں ہے قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۔ لیکن جب ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے اور اس کے دل پر مہر جباریت ثبت ہو چکی ہے اور اب وہ کبھی ایمان نہیں لائے گا تو اس کے لئے استغفار ترک کر دیا اور اس سے برارت و بیزاری کا اعلان فرما دیا۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبل العلم تھی جب ان کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی تو پھر اس کے لئے دعا نہیں مانگی۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب وہ زندہ تھا تو اس کی ہدایت کی دعا کرتے تھے اور جب وہ شرک پر مر گیا تو ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس لئے پھر اس کے لئے مغفرت کی دعا نہیں کی ای مستمر علی عداوتہ تعالٰی وعدم الایمان بہ وذلک بان اوحی الیہ علیہ السلام انہ مصر علی الکفر واخرج ابن جریر وابن المنذر وجماعۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان ذلک التبین کان بموتہ کافرا والیہ ذھب قتادۃ قیل والانسب بوصف العداوۃ ھو الاول (روح ج ۱۱ ص ۳۵) **۱۱۵** وما کان اللہ الخ اللہ تعالٰی منکرین کے دلوں پر صرف اسی صورت میں مہر جباریت لگاتا اور ان کو عذاب میں صرف اسی وقت مبتلا کرتا ہے جب کہ ہدایت کی راہ خوب واضح کر دے اور نیکی اور بدی کو کھول کر بیان کر دے۔ اور منکرین جان بوجھ کر محض ضد و عناد کی وجہ سے انکار کریں۔ وما کان اللہ لیوقع الضلالۃ فی قلوبہم بعد الہدی حتی یکون منہم الامر الذی بہ یستحق العذاب (کبیر ج ۴ ص ۵۵۷) ان اللہ لہ ملک السموٰت الخ زمین و آسمان کا مالک و ران میں مختار و متصرف صرف اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی کسی کا ناصر و یار و مددگار ہے

[illegible] جب [illegible] مہر جباریت [illegible] استغفار [illegible] علم [illegible]

فوائد: [illegible] جواب سوال مقدر [illegible] تمام صحابہ کی شان کا بیان۔

موضح قرآن ف۱ بے تعلق رہنا روزہ ہے یا ہجرت۔ یا دل نہ لگانا دنیا کے مزوں میں اور حدیں تھامنی یہ کہ بغیر حکم شرع کوئی کام نہ کریں۔ ۱۲ منہ ف۲ قرآن میں جو ذکر ہوا کہ ابراہیم نے اپنے باپ کی بخشش مانگی شاید حضرت کے دل میں بھی آیا تھا اور مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے قرابت والوں کے حق میں دعا کریں یہ منع آیا معلوم ہوا کہ مشرک بخشا نہیں جاتا۔ ۱۲ منہ ف۳ یعنی اسی واسطے تم

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی در حساب گمراہان نمی شمارد قومی را۔ ۱۲ ف۲ یعنی تا پیغامبر نیابید و تبلیغ نکند معذور نداند۔ ۱۲

ـ۱۱۱ لقد تاب اللہ الخ توبہ سے یہاں اللہ کی خصوصی مہربانی اور اس کی خاص عنایت و توفیق مراد ہے جس کی بدولت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر جہاد کی صعوبتیں اور مشقتیں اٹھا کر کامل درجۂ طاعت سے اکمل درجہ پر پہنچ گئے۔ وقد یکون (التوبۃ من اللہ علی عبدہ) رجوعاً من حالۃ طاعۃ الی اکمل منہا وھذہ توبتہ فی ھذہ الآیۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ رجع بہ من حالۃ قبل تحصیل الغزوۃ وتحمل مشاقھا الی حالۃ بعد ذلک اکمل منہا الخ (بحر ج ۵ ص۱۰) اور مہاجرین و انصار پر اللہ کی توبہ سے یہ مراد ہے کہ شدت گرما اور مشاقِ سفر کے پیشِ نظر بعض مسلمانوں کے دلوں میں غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کا وسوسہ آنے کا اندیشہ تھا لیکن اللہ نے دستگیری فرما کر ان کے دلوں کو سکون و اطمینان اور صبر و استقلال کی دولت سے مالا مال کر دیا اور وہ خوشی خوشی جہاد میں شریک ہوئے ساعۃ العسرۃ سے غزوۂ تبوک مراد ہے۔ کیونکہ اس میں مسلمانوں کو شدت گرما، قلت زاد و راحلہ اور دیگر تکلیفوں کی وجہ سے مشقتوں اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا کانوا فی شدۃ من الظھر وفی شدۃ من الزاد وفی شدۃ من الماء وفی شدۃ زمان من حمارۃ القیظ ومن الجدب والقحط ومن ھنا قیل لتلک الغزوۃ غزوۃ العسرۃ ولجیشھا جیش العسرۃ (روح باختصار ج ۱۱ ص۴۰) ۱۱۲ کاد یزیغ الخ یعنی قریب تھا کہ ایک فریق کے دلوں میں وسوسہ پیدا ہو جاتا اس تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وسوسہ پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ وسوسے سے پہلے ہی اللہ نے دستگیری کی اور ان کو استقامت عطا فرما دی توبتہ علیھم ان تدارک قلوبھم حتی لم تزغ (قرطبی ج ۸ ص۲۸۱) ۱۱۳ وعلی الثلثۃ الخ اس سے وہی تینوں صحابی مراد ہیں جن کا واٰخرون مرجون لامر اللہ الخ (ع ۱۳۶) میں پہلے ذکر ہو چکا ہے انہوں نے فوری طور پر معذرت نہیں کی تھی اس لیے قبولِ توبہ میں تاخیر ہوئی۔ تاخیر توبہ کی وجہ سے وہ اس قدر بے چین اور مضطرب ہیں کہ زمین باوجود وسعت و پہنائی ان پر تنگ ہو گئی لیکن ان کا ایمان تھا کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی چارہ ساز اور پناہ دہندہ نہیں اس لیے اللہ نے ان کی توبہ قبول فرما لی۔ ۱۱۴ ما کان لاھل المدینۃ الخ یہ زجر و تنبیہ ہے یعنی مسلمانوں کو یہ روا نہیں کہ وہ جہاد میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جائیں اور اپنے مال و جان اور اولاد کو آپ پر مقدم سمجھیں۔ کیونکہ توحید کی دولت انہیں حضور علیہ السلام ہی کی بدولت حاصل ہوئی ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ وہ خود تو آرام و راحت میں رہیں اور پیغمبر علیہ السلام تکلیف و مشقت میں ہوں۔ ای لا یرضوا لانفسھم بالخفض والدعۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المشقۃ (قرطبی ج ۸ ص۲۹۰)

اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ
ہوا اللہ نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو
اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ
ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ۱۱۲
قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ
دل پھر جائیں بعضوں کے ان میں سے پھر مہربان ہوا ان پر بیشک وہ ان پر
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ
مہربان ہے رحم کرنے والا ف۱ اور ان تین شخصوں پر ۱۱۳ جن کو پیچھے رکھا تھا
حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ
یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور
ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ
تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں
اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
اللہ سے مگر اسی کی طرف پھر مہربان ہوا ان پر تاکہ وہ پھر آئیں ف۲ بیشک اللہ ہی ہے
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا
مہربان رحم والا ف۳ اے ایمان والو ڈرتے رہو
اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ
اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے ف۴ نہ چاہیے مدینہ
الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا
والوں کو ۱۱۴ اور ان کے گرد کے گنواروں کو کہ پیچھے رہ جائیں
عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ
رسول اللہ کے ساتھ سے اور نہ یہ کہ اپنی جان کو چاہیں زیادہ رسول کی جان سے

ربط: نبی اور مہاجرین و انصار [illegible] تین شخص ہیں جن کی توبہ [illegible] پچاس دن کے بعد [illegible] شان صحابہ [illegible]

مع بشارت و ترغیب [illegible] اتباع رسول [illegible] اور [illegible]

۱۴ ع ۴۷ ۳

موضح قرآن ف۱ مہاجر اور انصار کو معاف کیا دل کے خطروں سے اور دوبار فرمایا مہربان ہوا پھر مہربان ہوا ۱۲ منہ رح ف۲ مہاجرین و انصار کے ساتھ وہ تین شخص بھی داخل ہوئے پچاس دن میں ان پر سخت حالت گذری کہ موت سے بدتر۔ ۱۲ منہ رح ف۳ یہ تین شخص سچ کہنے سے بخشے گئے نہیں تو منافقوں میں ملتے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بمقام قرب۔ ۱۲

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ

یہ اس واسطے کہ ف۱۱۵ جہاد کرنیوالے نہیں پہنچتی ان کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا

اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر اور نہ

يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ

چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اسکے بدلے نیک عمل

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ

بیشک اللہ نہیں ضائع کرتا حق نیکی کرنیوالوں کا اور نہ خرچ کرتے ہیں

نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا

کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر

كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

لکھ لیا جاتا ہے انکے واسطے تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ بہتر اس کام کا جو کرتے تھے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ

اور ایسے تو نہیں مسلمان ف۱۱۶ کہ کوچ کریں سارے ف۱ سو کیوں نہ نکلا

مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ

ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور

لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ع ۱۵/۴

تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں انکی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں ف ف۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ

اے ایمان والو ف۱۱۷ لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے اور

لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَ

چاہیے کہ ان پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے ف۳ اور

ف۱۱۵ ذلک بانھم الخ تا۔ احسن ما کانوا یعملون۔ یہ ماقبل کی علت ہے اور اس میں نہایت بلیغ انداز میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب ہے۔ ظَمَأٌ پیاس نَصَبٌ تکلیف و مشقت مَخْمَصَةٌ بھوک ولا ینالون من عدو نیلاً دشمن سے قتل و ہزیمت اٹھاتے ہیں یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کے سفر میں اور عین معرکہ کارزار میں انہیں جو بھی چھوٹی بڑی تکلیف ہوتی ہے، جہاد میں جو چھوٹی بڑی رقم وہ خرچ کرتے ہیں اور جتنا فاصلہ وہ طے کرتے ہیں وہ سب ان کے اعمالنامہ میں اعمالِ صالحہ کے عنوان سے درج کئے جاتے ہیں اور ان پر اللہ تعالےٰ ان کو بہت اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ ف۱۱۶ وما کان المؤمنون الخ جملہ معترضہ ہے اور اس سے مسئلہ توحید اور مسئلہ جہاد کی تعلیم کی ترغیب دینا مقصود ہے یعنی مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ توحید و مسئلہ جہاد کی تعلیم حاصل کرے اور پھر اپنی قوم میں واپس جا کر ان کو ان مسائل کی تعلیم دے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس حد تک علم دین حاصل کرنا کہ قوم کا معلم اور پیشوا بن سکے ہر مسلمان پر فرضِ عین نہیں بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔ البتہ جن احکام کا بجالانا ہر فرد پر فرض ہے ان کا علم سیکھنا بھی ہر فرد پر فرضِ عین ہے ف۱۱۷ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ یہ دعوائے سورت یعنی حکم قتال کا اعادہ ہے۔ الَّذِیْن یلونکم جو تمہارے قرب و جوار میں رہتے ہیں۔ غِلْظَةً شدت و درشتی۔ یعنی مشرکین کے ساتھ جرأت و شجاعت اور صبر و استقلال کا ایسا مظاہرہ کرو کہ تمہارا رعب و جلال ان کے دلوں پر چھا جائے مقصد یہ ہے کہ مسلمان یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کریں۔

۱۔ جملہ معترضہ برائے ترغیب تعلیم توحید و مسئلہ جہاد و ۲ فرض کفایہ علمی

سورت کا اعادہ علی سبیل الاجمال ۲ اعادہ دعوی سورت

موضح قرآن ف۱ یعنی ہر قوم میں سے چاہیئے کہ بعضے لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تا علم دین سیکھیں اور پچھلوں کو سکھا دیں۔ اب پیغمبر موجود نہیں لیکن علم دین موجود ہے۔ طلب علم فرضِ کفایہ ہے اور جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ ۱۲ منہ رح ف۲ سختی معلوم کریں یعنی قوتِ جنگ یا سختی یعنی معاملت میں بے رخی پس کافر سے الفت و ملائمت نہ کرے مگر جب دیکھے کہ دین کا راغب ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بطلب علم ۱۲ ف۲ یعنی طلب علم دین فرضِ کفایہ است۔ ۱۲

اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ
جب نازل ہوتی ہے ۱۱۸ کوئی سورت تو بعضے ان میں کہتے ہیں کس کو تم میں سے زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ
سو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں اور
اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ
جن کے دل میں مرض ہے سو ان کے لئے بڑھا دی گندگی پر گندگی اور
مَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ
وہ مرنے تک کافر ہی رہے ف۱ کیا نہیں دیکھتے ۱۱۹ کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس میں
مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ
ایک بار یا دو بار ف۱ پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں ف۲ اور
اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۭ هَلْ يَرٰىكُمْ
جب نازل ہوتی ہے ۱۲۰ کوئی سورت ف۲ تو دیکھنے لگتا ہے ان میں ایک دوسرے کی طرف کہ کیا دیکھتا ہے تم کو
مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ۭ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا
کوئی مسلمان پھر چل دیتے ہیں پھیر دیئے ہیں اللہ نے دل ان کے اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں
يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
کہ سمجھ نہیں رکھتے ف۳ آیا ہے تمہارے پاس ۱۲۱ رسول تم میں کا
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
بھاری ہے اس پر جو تم کو تکلیف پہنچی حریص ہے تمہاری بھلائی پر ایمان والوں پر
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ڭ لَآ
نہایت شفیق مہربان ہے ف۴ پھر بھی اگر منہ پھیریں ۱۲۲ تو کہہ دے کہ کافی ہے مجھ کو اللہ کسی
اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾
کی بندگی نہیں سوائے اسکے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا ف۵ ف۳

ع ۱۶ ۷ ۵

۱۱۸ واذا ما انزلت الخ منافقین بطور استہزاء آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے فاما الذین اٰمنوا الخ بشارت برائے مؤمنین واما الذین فی قلوبھم مرض الخ زجر برائے منافقین مرض سے ضد و عناد مراد ہے یعنی ان کے دلوں میں انابت الی اللہ (اللہ کی طرف رجوع) نہیں۔ رِجْسٌ گندگی مراد نفاق ہے قرآن کی آیتوں کے نزول کے ساتھ ساتھ ان کے کفر و نفاق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے کیونکہ وہ ہر نازل ہونیوالی آیت کو جھٹلاتے ہیں **۱۱۹** اولا یرون انھم یفتنون الخ یہ زجر ہے۔ یہ زجر اس سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ہر سال نہیں ایک یا دو بار ضرور مبتلائے بلیات کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آئندہ کے لئے شر و فساد سے باز آجائیں مگر وہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ ہر سال جہاد کے موقع پر ایک دو بار ضرور ان کو ابتلاء پیش آتا ہے۔ جس میں ان کی شرارتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں اور قرآن میں ان کو وضاحت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ جس سے انہیں انتہائی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے والمعنی اولا یرون انھم یختبرون بالجھاد مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیعاینون ما ینزل علیہ من الاٰیات لاسیما الاٰیات الناعیۃ علیھم قبائحھم (روح ج ۱۱ ص ۵۲) **۱۲۰** واذا ما انزلت الخ تبلیغ وحی کے وقت منافقین کے حال کا بیان ہے۔ جب ان کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں جن سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ موقع پاکر یہاں سے بھاگ نکلیں چنانچہ موقع ملتے ہی چل دیتے ہیں۔ یعنی ان کا مقصد ہر نازل ہونے والی آیت کی ہنسی اور اس کا مذاق اڑانا ہے اس لئے وہ اس مجلس سے جلد از جلد بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ **۱۲۱** لقد جاءکم الخ یہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب ہے ما عنتم میں ما مصدریہ ہے یعنی تمہارا مشقت میں پڑنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گذرتا ہے بالمؤمنین — رؤف رحیم مؤخر سے متعلق ہے۔ **۱۲۲** فان تولوا الخ آخر میں مسئلہ توحید کا اعادہ ہے جس کی خاطر جہاد کا حکم دیا گیا۔

۱۲۳ اعادہ و بشارت [illegible]
۱۲۴ اعادہ زجر
[illegible] برائے منافقین ۱۲۵
یعنی ضعف ایمان [illegible]
۱۲۶ اعادہ زجر [illegible]
[illegible] اتباع رسول و [illegible]

مسئلہ توحید [illegible] ما
مصدریہ ہے [illegible] جار
مجرور متعلق رؤف رحیم
[illegible] رؤف رحیم ہے
ماتحت الاسباب [illegible]
چونکہ مافوق الاسباب
رؤف رحیم خدا تعالیٰ کی
صفت ہے [illegible]
میں مسئلہ توحید کا بیان
جس کے لئے جہاد کا
حکم دیا گیا ہے۔

موضح قرآن ف۱ کلام اللہ جس مسلمان کے دل کے خطرہ سے موافق پڑتا وہ کہتا کہ مجھ کو اس نے ایمان زیادہ کیا۔ یہی لفظ بولتے منافق جب ان کو بیان کرتا لیکن مسلمان کہتے خوش دلی سے اور منافق کہتے شرمندگی سے پھر تو بھی صدق نہ لاتے چاہتے آگے سے اور زیادہ اپنا عیب چھپاویں۔ یہی ہے گندگی پر گندگی۔ عیب دار کو لازم ہے کہ نصیحت سنکر چھوڑ دیئے نہ یہ کہ اس ناصح سے چھپانے لگے۔ ۱۲ منہ رح ف۲ اکثر جنگ و جہاد کے وقت منافق معلوم ہو جاتے تھے۔ ۱۲ منہ رح ف۳ یعنی کلام اللہ میں جہاں عیب آئے منافقوں کے وہ آپس میں دیکھتے ہیں کہ مجلس میں کسی نے ہم کو پرکھا نہ ہو۔ پھر شتاب اٹھ جاتے ہیں ۱۲ منہ رح ف۴ تلاش رکھتا ہے تمہاری یعنی چاہتا ہے کہ امت میری زیادہ ہوتی رہے۔ ۱۲ منہ رح

فتح الرحمن ف۱ یعنی با مرض و مصائب ۱۲ ف۲ یعنی سورتیکہ در وے بیان نفاق ایشاں باشد ۱۲ ف۳ یعنی چنانچہ نادر است عرش را نگاہ میدارد مرا نیز نگاہ میدارد از شر کافراں و منافقاں ۱۲

سورۂ توبہ میں آیاتِ توحید اور اسکی خصوصیات

برآءة من الله ورسوله الی الذین عاهدتم من المشرکین ○ (ع۱) مشرکین سے بیزاری کا اعلان

ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد الله ـــ تا ـــ فعسیٰ اُولٰٓئک ان یکونوا من المهتدین ○ (ع۳) تعمیر مسجد اور اس کے علاوہ کوئی نیک عمل مشرکین سے قبول نہیں۔

اجعلتم سقایة الحاج وعمارة المسجد الحرام ـــ تا ـــ والله لایهدی القوم الظٰلمین ○ (ع۳) مشرکین کے نیک اعمال مومنوں کے نیک اعمال کے مقابلہ میں بالکل بے وقعت ہیں۔

اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئًا وّضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ○ (ع۴) مومنوں کو ہر وقت اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اور کثرتِ عدد پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔

ولا یحرمون ما حرّم الله ورسوله ولا یدینون دین الحق۔ یعنی غیر اللہ کی نیازوں کو حرام نہیں سمجھتے۔

وقالت الیهود عزیر ابن الله وقالت النّصٰری المسیح ابن الله ـــ تا ـــ قٰتلهم الله انّٰی یؤفکون ○ (ع۵) یہود و نصاریٰ پیغمبروں کو اللہ کے جزو سمجھتے اور ان کو حاضر و ناظر سمجھ کر حاجات میں پکارتے تھے۔

اتّخذوا احبارهم ورهبانهم اربابًا من دون الله ـــ تا ـــ سبحٰنه عمّا یشرکون ○ (ع۵) وہ پیغمبروں کے علاوہ اپنے مولویوں اور پیروں کو بھی اللہ کے سوا حاجت روا سمجھتے تھے۔

یٰٓایّها الذین اٰمنوا ان کثیرًا من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل الله ط اکثر مولوی اور پیر غیر اللہ کی نیازیں کھاتے اور اللہ کی توحید سے روکتے ہیں۔

انّما النسیٓء زیادة فی الکفر ـــ تا ـــ والله لایهدی القوم الکٰفرین ○ (ع۵) اپنی طرف سے کئی قسم کی تحریمات مقرر کر رکھی تھیں۔

ولو انهم رضوا ما اٰتٰهم الله ورسوله ـــ تا ـــ انا الی الله راغبون ○ (ع۷) یعنی جو ان کو اللہ کی عنایت اور پیغمبر علیہ السلام کے مالِ غنیمت وغیرہ کو تقسیم کرنے سے ملا اس پر وہ راضی ہو جاتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔

وما نقموٓا اِلّآ اَنْ اغنٰهم الله ورسوله من فضله (ع۱۰) یعنی اللہ نے اپنی عنایت سے اور پیغمبر نے مالِ غنیمت وغیرہ سے۔

وسیری الله عملکم ورسوله ـــ تا ـــ فینبّئکم بما کنتم تعملون ○ (ع۱۲) منافقین جو اعمال پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کرتے تھے، آپ ان کو دیکھتے تھے۔

ومن اهل المدینة مَرَدوا علی النفاق قف لا تعلمهم نحن نعلمهم ط (ع۱۳) معلوم ہوا کہ پیغمبر علیہ السلام غیب دان نہ تھے۔

وقل اعملوا فسیری الله عملکم ورسوله والمؤمنون ط وہی اعمال مراد ہیں جو پیغمبر علیہ السلام اور مؤمنوں کے سامنے منافقین کرتے تھے۔

ما کان للنّبیّ والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوآ اولی قربٰی من بعد ما تبین لهم انهم اصحٰب الجحیم ○ (ع۱۴) شرک پر مر جانے کے بعد ان کے لئے استغفار جائز نہیں، ممنوع ہے۔

فان تولّوا فقل حسبی الله ـــ تا ـــ وهو ربّ العرش العظیم ○ (ع۱۶) یہ وہ مسئلہ توحید ہے جس کی خاطر جہاد کا حکم دیا گیا اور صحابہ کو فضیلت و شان ملی اور منافقین پر زجریں نازل ہوئیں۔

(آج مورخہ ۱۲؍ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲؍ جولائی ۱۹۶۵ء بروز دوشنبہ ساڑھے دس بجے دن سورۂ توبہ کی تفسیر ختم ہوئی)

(فالحمد لله اوّلًا واٰخرًا والصّلوٰة والسّلام علٰی رسوله دائمًا ابدًا وعلٰی جمیع عباده الصّالحین لیلًا ونهارًا۔)

سورۂ یونس علیہ السلام

ربط باقی سورتوں کی طرح سورۂ یونس کو ماقبل کے ساتھ دو طرح کا ربط ہے۔ اول ربط اسمی۔ سورۂ توبہ میں فرمایا (فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (توبہ ع ۱) اور سورۂ یونس میں فرمایا (فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۔ ع ۱۰) یعنی اب توبہ کرنے، ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجا لانے کا وقت ہے۔ اس لئے ایمان لے آؤ۔ ورنہ جب ہمارا عذاب آگیا تو پھر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا یہ صرف قوم یونس علیہ السلام تھی جس نے عذاب خداوندی دیکھ کر ایمان قبول کرلیا اور اس وقت کے ایمان لانے سے ان کو فائدہ پہنچ گیا۔ دوم ربط معنوی۔ اس کی دو تقریریں ہیں (۱) قرآن مجید میں نفی شرک کے سلسلہ میں دو باتوں پر زور دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز اور متصرف نہیں۔ دوم یہ کہ اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں۔ اس سے پہلی سورتوں میں مسئلہ توحید کے ہر پہلو کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا۔ اور دلائل عقلی و نقلی اور وحی سے ثابت کر دیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی کارساز، متصرف و مختار اور مستحق نذر و نیاز نہیں۔ اب سورۂ یونس میں مشرکین کے اس خیال باطل کا رد فرمایا کہ اللہ کے سامنے کوئی شفیع غالب ہو جو اس کی مرضی کے خلاف اپنی بات منوا سکے۔

(۲) سورۂ بقرہ میں حسب ذیل مضامین خصوصیت سے مذکور ہوئے۔ (۱) توحید (۲) رسالت (۳) جہاد (۴) انفاق اور (۵) امور انتظامیہ و امور مصلحہ اس کے بعد سورۂ آل عمران میں ان مضامین میں سے توحید کے ایک پہلو یعنی نفی شرک اعتقادی رسالت، جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا گیا۔ پھر سورۂ نساء میں سورۂ بقرہ کے ایک مضمون (امور انتظامیہ مع امور مصلحہ) کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ چودہ احکام رعیت اور نو احکام سلطانیہ۔ اس کے بعد سورۂ مائدہ اور انعام میں مسئلہ توحید کے دونوں پہلوؤں یعنی (نفی شرک اعتقادی کے ساتھ نفی شرک فعلی کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا۔ سورۂ مائدہ میں دعویٰ کی وضاحت پر اور سورۂ انعام میں دلائل عقلیہ پر زیادہ زور دیا گیا اور اس کے بعد سورۂ اعراف میں نفی شرک فعلی اور نفی شرک اعتقادی پر زیادہ تر دلائل نقلیہ ذکر کئے گئے۔ اس کے بعد انفال اور توبہ میں قَاتِلُوْهُمْ سے مشرکین کے ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا اور جہاد فی سبیل اللہ کے تفصیلی احکام بیان کئے گئے۔ یہاں تک سورۂ بقرہ کے تمام مضامین تفصیل اور دلائل کے ساتھ مذکور ہو چکے۔ البتہ مسئلہ توحید کا صرف ایک پہلو باقی رہ گیا۔ یعنی نفی شفاعت قہری۔ اب سورۂ یونس میں شفاعت قہری کی نفی پر عقلی دلیلیں پیش کی گئی ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک اور مختار مطلق ہے۔ اور اس کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں اور اس کے فیصلے کے سامنے کوئی ملک مقرب اور کوئی نبی مرسل اور کوئی ولی مکرم دم نہیں مار سکتا نفی شفاعت قہری کا مضمون سورۂ یونس سے لیکر سورۂ کہف تک چلا گیا ہے۔

خلاصہ سورۂ یونس میں تین جگہ دعوائے سورت مذکور ہے۔ اول اجمالاً مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ الخ (ع ۱) یعنی اللہ کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں۔ اور آخرت میں جن انبیاء وصلحاء علیہم السلام کو شفاعت کی اجازت ملے گی صرف وہی شفاعت کرسکیں گے۔ اللہ کے اذن کے بغیر کسی کو لب کشائی کی اجازت و جرأت نہ ہوگی۔ دوم ضمناً وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (ع ۲) سوم تفصیلاً قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ـــ تا ـــ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (ع ۱۱) اس دعویٰ پر گیارہ دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ دس دلائل عقلیہ اور ایک دلیل وحی۔ دلائل عقلیہ میں سے ایک نفی شرک فی العلم پر۔ ایک نفی شرک فعلی پر اور آٹھ نفی شرک فی التصرف پر دال ہیں اور ان میں ایک دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم ہے۔ دلائل کے درمیان تین جگہ دلائل کا ثمرہ مذکور ہوا ہے اور ساتھ ساتھ حسب مواقع زجریں، بشارتیں، تخویفیں اور شکوے مذکور ہیں۔

دلائل عقلیہ

پہلی عقلی دلیل اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ـــ تا ـــ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (ع ۱) ساری کائنات کا خالق و مالک اور مدبر و مختار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے اس پر کسی کا زور اور دباؤ نہیں چل سکتا۔ اس دلیل کے ضمن میں دعوائے سورت بھی اجمالاً مذکور ہے۔ اور آخر میں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ دلیل کا ثمرہ ہے۔ یعنی وہ اللہ جو صفات مذکورہ سے متصف ہے وہ تمہارا معبود اور کارساز ہے اس لئے صرف اسی کو پکارو۔ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ بشارت اخروی اور وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ الخ تخویف اخروی ہے۔

دوسری عقلی دلیل هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ـــ تا ـــ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ۔ سارے جہان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ سارا نظام شمسی اسی کے اختیار و تصرف میں ہے اور وہی نظام عالم میں مدبر و متصرف ہے لہٰذا صرف اسی کو پکارو۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا الخ تخویف اخروی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ بشارت اخروی ہے۔ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ الخ (ع ۲) زجر ہے۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ الخ تخویف دنیوی۔ جس طرح پہلی قوموں نے ہمارے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور اس کی پاداش میں مبتلائے عذاب ہوئے اسی طرح اگر تم میرے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاؤ گے اور دعوائے توحید کا انکار کرو گے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا الخ شکوہ ہے۔ مشرکین نے کہا یہ قرآن تو ہم ماننے سے رہے کیونکہ اس میں ہمارے معبودوں کی توہین ہے البتہ تم کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسی میں ترمیم کرلو تو ہم مان لیں گے۔ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ۔ جواب شکویٰ ہے۔ قرآن میں رد و بدل کرنا میرے اختیار میں نہیں۔ میں وہی کچھ کہہ سکتا ہوں جو اللہ کی طرف سے وحی ہو

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۔ زجر ہے ۔

تیسری عقلی دلیل وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ـــ تا ـــ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ اصل میں یہ زجر ہے بصورت شکوی۔ لیکن دعوائے سورت پر عقلی دلیل بھی ہے اور اس کے ضمن میں دعوائے سورت بھی مذکور ہے ۔ مشرکین ایسے عقل کے اندھے ہیں کہ وہ اللہ کے سوا ایسے معبودوں کو پکارتے ہیں جن کے اختیار میں نہ نقصان پہنچانا ہے نہ نفع دینا اور پھر ساتھ ہی کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ان کے سفارشی ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے ان کو سفارش کرنے یا نفع ونقصان پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں سونپا۔ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ شکوی ہے فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰہِ الخ جواب شکوی ہے ۔

چوتھی عقلی دلیل ھُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ـــ تا ـــ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (ع ۳) جب بحر و بر میں وہی کارساز ہے اور دریاؤں اور سمندروں میں جب ان کی کشتیاں ہولناک موجوں میں گھر جاتی ہیں تو وہ اپنے تمام خیالی کارسازوں اور سفارشیوں کو بھول کر صرف خدائے واحد کو پکارتے ہیں ۔ جب دریاؤں اور سمندروں میں اللہ تعالی بلا شرکت غیرے ان کی مدد کرتا ہے تو دوسرے موقعوں پر وہ ان کی مدد کیوں نہیں کر سکتا ؟ وَاللّٰہُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ الخ بشارت اخروی ہے ۔ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ الخ تخویف اخروی ۔ وَيَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِيْعًا الخ یہ تخویف اخروی ہے اور دلائل ماقبل کا ثمرہ بھی یعنی دنیا میں تم جن کو خدا کے یہاں سفارشی سمجھ کر پکارتے ہو قیامت کے دن وہ خود کہیں گے مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ اور اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ یعنی ہم تو تمہاری دعا اور پکار سے بالکل بے خبر تھے ۔ سفارش تو در کنار، ہمیں تو تمہاری پکار کا ہی علم نہیں تھا

پانچویں عقلی دلیل علی سبیل الاعتراف من الخصم قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ـــ تا ـــ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ ۚ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (ع ۴) جب تم خود تسلیم کرتے ہو کہ خالق و رازق، ساری کائنات کا مالک و مختار اور مدبر عالم اللہ تعالی ہی ہے تو پھر اللہ تعالی سے کیوں نہیں ڈرتے اور شرک کیوں نہیں چھوڑتے ہو ۔ فَذٰلِكُمُ اللّٰہُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۔ یہ ثمرۂ دلیل ہے ۔ یعنی اللہ تعالی جو ان مذکورہ صفات سے متصف ہے وہی تمہارا معبود برحق اور کارساز حقیقی ہے لہٰذا حاجات و مشکلات میں صرف اسی کو پکارو ۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ شکوی ہے قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ جواب شکوی ہے ۔ مشرکین کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پاس سے قرآن بنا کر اللہ کے ذمہ لگا دیتا ہے ۔ اللہ تعالی نے آپ کو یہ جواب دینے کا حکم دیا : اگر میں ایسا قرآن اپنے پاس سے بنا سکتا ہوں تو تم بھی کم از کم ایسی ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ کیونکہ تم بھی اہل زبان ہو اور اپنی امداد کے لئے اپنے تمام حامیوں کو بھی بلا لو ۔ وَمِنْھُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ (ع ۵) زجر ہے وَيَوْمَ يَحْشُرُھُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا تخویف اخروی ہے ۔ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُھُمْ تخویف دنیوی وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى ھٰذَا الْوَعْدُ شکوی ہے ۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا جواب شکوی ہے ۔ تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ عذاب کب آئے گا حالانکہ مجھے تو اپنے نفع ونقصان کا بھی علم نہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ علم الٰہی میں عذاب کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ اپنے مقررہ وقت پر ضرور آئیگا ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰہِ ۔ زجر مع تخویف دنیوی ۔ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ ھُوَ شکوی قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ جواب شکوی وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ الخ (ع ۶) تخویف دنیوی ہے ۔

چھٹی عقلی دلیل اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ـــ تا ـــ ھُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (ع ۶) زمین و آسمان اور ساری کائنات کا مالک و مختار اللہ تعالی ہی ہے اور موت و حیات بھی اسی کے اختیار میں ہے پھر اس کے ساتھ اوروں کو کیوں پکارتے ہو ۔ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ الخ یہ ترغیب الی القرآن ہے

ساتویں عقلی دلیل قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَكُمْ ـــ تا ـــ اَمْ عَلَى اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ ۔ اس دلیل سے شرک فعلی کی نفی مقصود ہے ۔ جب ہر چیز کا مالک و خالق اللہ تعالی ہے اور وہی زمین و آسمان سے تمہاری روزی کا انتظام کرتا ہے ۔ یہ غلے میوے، پھل اور چوپائے تمہارے لئے اسی نے پیدا کئے ۔ پھر تم نے اپنی مرضی سے ان کو حلال و حرام کرنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ نے تمہیں اس کی کوئی اجازت نہیں دی ۔

آٹھویں عقلی دلیل وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ ـــ تا ـــ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (ع ۷) یہ دلیل نفی شرک فی العلم پر قائم کی گئی ہے ۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَيْھِمْ الخ بشارت اخروی ۔ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُھُمْ تسلیہ برائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔

نویں عقلی دلیل اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۔ تمام انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کرام علیہم السلام اللہ تعالی کے ملک اور تصرف میں ہیں اور سب اس کے محتاج اور نیازمند ہیں ۔ پھر تم ان کو کیوں پکارتے ہو ۔ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ الخ زجر برائے مشرکین ۔

دسویں عقلی دلیل ھُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا الخ (ع ۷) اس کا ماحصل گذشتہ دلائل کے ضمن میں گذر چکا ہے ۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا شکوی ۔ مشرکین کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کو دنیا میں اپنا نائب بنا رکھا ہے اور انہیں کچھ اختیارات سونپ رکھے ہیں ۔ اللہ تعالی نے مشرکین کے اس قول کا یہاں رد فرمایا ۔ قرآن شریف میں جہاں کہیں شفاعت قہری کی نفی کی گئی ہے وہاں مشرکین کے اس قول کا رد بھی فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا ۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (ع ۱۴) سُبْحٰنَهٗ ۭ ھُوَ الْغَنِيُّ الخ پانچ وجوہ سے شکوے کا جواب ہے ۔ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ الخ زجر مع تخویف اخروی ۔ وَاتْلُ عَلَيْھِمْ نَبَاَ نُوْحٍ الخ (ع ۸) تخویف دنیوی کا ایک تفصیلی نمونہ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا الخ تخویف دنیوی کا ایک اجمالی نمونہ ۔ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِھِمْ مُّوْسٰى وَھٰرُوْنَ ـــ تا ـــ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (ع ۹) تخویف دنیوی کا دوسرا تفصیلی نمونہ ۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الخ زجر ہے ۔ قُلْ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ الخ (ع ۱۱) مسئلہ توحید کو ماننے اور حق کو قبول کرنے کی ترغیب ۔

دلیل وحی

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ الخ سورت کے اختتام پر دلیل وحی لائی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا کہ دعوائے توحید اور اسکے دلائل جو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائے ہیں میں صرف انہی کا اتباع کروں گا اور اللہ تعالیٰ نے شرک کے حق میں کوئی دلیل نازل نہیں کی اس لئے شرک کی تمام انواع واقسام باطل ہیں وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے یعنی آپ پر جو وحی نازل کی گئی ہے آپ اس کی پیروی کریں اور مسئلہ توحید کی واشگاف تبلیغ فرمائیں اور مشرکین کی طرف سے آنے والی تمام تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر واستقلال کا دامن تھامے رہیں اور آپ کے عزم وثبات میں تزلزل اور پائے استقلال میں جنبش نہ آنے پائے ۔ آخر کار فیصلہ آپ ہی کے حق میں ہوگا مشرکین ذلیل وخوار اور مغضوب ومقہور ہوں گے ۔ اور آپ اور آپ کی جماعت اپنے موقف میں کامیاب اور دنیا وآخرت میں کامران و سرخرو ہوں گے ۔

مختصر خلاصہ

دعوائے سورت :- نفی شفاعت قہری ۔ یہ دعویٰ سورت میں تین جگہ مذکور ہے ۔ پہلے اجمالاً (مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ) پھر دلیل کے ضمن میں (وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ) اور تیسری بار تفصیلاً (قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ الاٰية) اس دعوے کے ثبوت میں گیارہ دلائل پیش کئے گئے ہیں دس دلائل عقلیہ اور ایک دلیل وحی ۔ دس دلائل عقلیہ میں سے ساتویں دلیل نفی شرک فعلی اور آٹھویں نفی شرک فی العلم کے لئے ہے اور باقی نفی شرک فی التصرف کے لئے ہیں ۔ ان میں پانچویں دلیل علیٰ سبیل الاعتراف من الخصم ہے ۔ تینوں جگہوں میں دلائل کا ثمرہ بھی ذکر کیا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ سورت میں موقع بموقع خصوصی زجریں ۔ شکوے ۔ تخویفیں اور بشارتیں بھی مذکور ہیں ۔

۱ه الٓرٰ - یہ حروف مقطعات میں سے ہے اس کی صحیح مراد صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ ۲ه تلك الخ یہ تمہید مع ترغیب ہے اس سورت میں مسئلہ توحید پر زیادہ تر دلائل عقلیہ ذکر کئے گئے ہیں۔ اس لئے ابتداء سورت میں بطور تمہید تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ سے اس طرف اشارہ فرمایا۔ قرآن مجید کی جن سورتوں کی ابتداء میں کتاب کی صفت حکیم آئی ہے ان سورتوں میں زیادہ زور دلائل عقلیہ کے بیان پر دیا گیا ہے اور جن کی ابتداء کتاب کی صفت مبین وارد ہوئی ہے۔ ان سورتوں میں زیادہ تر دلائل نقلیہ مذکور ہیں۔ سورۂ لقمان کے شروع میں فرمایا۔ الٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۔ سورۂ لقمان میں اگرچہ ایک دلیل نقلی بھی مذکور ہے مگر زیادہ زور دلائل عقلیہ پر دیا گیا ہے۔ اسی لئے کتاب کی صفت حکیم لائی گئی ہے۔ سورۂ زخرف کی ابتداء میں فرمایا حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یعنی کتاب کی صفت مبین فرمائی کیونکہ اس سورت میں زیادہ تر نقلی دلائل مذکور ہیں سورۂ شعراء کے شروع میں بھی اَلْکِتٰب کی صفت مُبِیْن وارد ہوئی ہے کیونکہ اس میں دلائل نقلیہ ہی مذکور ہیں صرف رکوع ۱ میں دلیل عقلی کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں ترغیب کا پہلو یہ ہے کہ یہ آیتیں ایسی کتاب کی ہیں جو ہر چیز کی حقیقت ٹھیک ٹھیک بیان کرتی ہے اور جس کی تمام باتیں حکمت پر مبنی ہیں اس لئے انہیں توجہ سے سنو اور ان پر عمل کرو۔ ۳ه اَکَانَ لِلنَّاسِ الخ یہ زجر ہے اور ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رض کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا تو مشرکین عرب نے اس پر تعجب کیا کہ اللہ تعالیٰ تو بڑی بلند و بالا شان کا مالک ہے اس لئے اس کا رسول بشر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قالوا اللّٰہ اعظم من ان یکون رسولہ بشرًا فانزل اللّٰہ تعالٰی (اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا) استفہام انکار للتعجب (خازن و معالم ج ۳ ص ۱۷۴ و مظہری ج ۵ ص ۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس تعجب پر انکار فرمایا کیونکہ تمام انبیاء سابقین بھی بشر ہی تھے اس لئے آخری رسول کا بشر ہونا بھی کوئی انوکھی اور تعجب کی بات نہیں۔ و کل واحد من ھٰذہ الامور لیس بعجب لان الرسل المبعوثین الی الامم لم یکونوا الا بشرًا مثلھم (مدارک ج ۲ ص ۱۱۱) ۵ه اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ یہ تخویف اخروی ہے اور وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا الخ بشارت اخروی ہے۔ اَنَّ لَهُمْ ای بان لھم۔ حرف جار مقدر ہے قَدَمَ صِدْقٍ وہ اعمال صالحہ جو وہ پہلے بھیج چکے ہیں، یا اس سے مراد بہت اونچا مقام اور بلند رتبہ ہے جس پر وہ فائز ہوں گے۔ قال مجاھد الاعمال الصالحۃ التی قدموھا (ابن کثیر ج ۲ ص ۴۰۶ و خازن ج ۳ ص ۱۷۴) وقال عطاء ای مقام صدق لا زوال لہ ولا بؤس فیہ یعنی منزلۃ رفیعۃ یسبقون الیھا ویقیمون فیھا (مظہری ج ۵ ص ۴) ۶ه قَالَ الْكٰفِرُوْنَ یہ شکوی ہے۔ ھٰذَا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے مشرکین مکہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی خارق عادت امور دیکھے اور آپ کی زبان مبارک سے کلام مجید سنا تو آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز جادوگر نہیں ہیں مگر اس کے باوجود وہ آپ پر یہ جھوٹا الزام لگاتے تھے۔ یہ ان کے عجز کی واضح دلیل ہے۔ جب ایک شخص اپنے مدمقابل کی باتوں کا کوئی معقول جواب دینے سے عاجز ہو جاتا ہے تو اپنی خفت مٹانے اور رسوائی چھپانے کے لئے اوچھے ہتھیاروں پر اتر آتا ہے۔ یہی حال مشرکین مکہ کا تھا کہ وہ قرآن کا مثل پیش کرنے سے تو عاجز ہو گئے مگر حضور علیہ السلام کو (عیاذًا باللہ) جادوگر کہنے لگے۔ وھو دلیل عجزھم واعترافھم بہ وان کانوا کاذبین فی تسمیتہ سحرًا (مدارک ج ۲ ص ۱۱۱) یعنی یہ کلام تو جادو ہے اس لئے ہم اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعُ اٰيَاتٍ وَّاِحْدٰى عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ یونس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو نو آیتیں ہیں اور گیارہ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ

۱ه ۲ه یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی کیا لوگوں کو ۳ه

عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ

تعجب ہوا کہ وحی بھیجی ہم نے ایک مرد پر ان میں سے یہ کہ ڈر سنا دے ۵ه لوگوں کو

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ

اور خوشخبری سنا دے ایمان لانے والوں کو کہ ان کے لئے پایہ سچا ہے اپنے

رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ②

رب کے یہاں کہنے لگے منکر ۶ه بیشک یہ تو جادوگر ہے صریح

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

تحقیق تمہارا رب اللہ ہے ۷ه جس نے بنائے آسمان اور زمین

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ

چھ دن میں ۸ه پھر قائم ہوا ۹ه عرش پر تدبیر کرتا

الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ

ہے کام کی کوئی سفارش نہیں کرسکتا ۱۰ه مگر اس کی اجازت کے بعد وہ

اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③ اِلَيْهِ

اللہ ہے رب تمہارا ۱۱ه سو اس کی بندگی کرو کیا تم دھیان نہیں کرتے ف۱ اسی کی طرف

مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ

لوٹ کر جانا ہے تم سب کو ۱۲ه وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی پیدا کرتا ہے اول بار

المنزل ۳

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲ه تمہید مع ترغیب الی القرآن ۳ه زجر و استفہام انکاری ہے ۴ه تخویف اخروی ۵ه بشارت اخروی ۶ه شکوی ۷ه توحید پر پہلی عقلی دلیل ۸ه دعوی سورت یعنی نفی شفاعت قہری ۹ه بالاجمال ذکر ۱۰ه دلیل مذکور ۱۱ه مابعد کے لئے تمہید ہے

موضح قرآن ف۱ جتنی دیر لگے چھ دن کو اتنی میں بنائے آسمان و زمین اور اس ملک کا دربار ٹھہرایا عرش پر سب کام کی تدبیر وہاں سے ہو۔ ۱۲

ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

پھر دوبارہ کرے گا اس کو تاکہ بدلہ دے ان کو جو ایمان لائے تھے اور کئے تھے

الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَهُمْ

کام نیک انصاف کے ساتھ اور جو کافر ہوئے ان کو

شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا کَانُوْا

پینا ہے کھولتا پانی اور عذاب دردناک اس لئے کہ

یَکْفُرُوْنَ ④ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ

کفر کرتے تھے وہی ہے جس نے بنایا ۱۳ه سورج کو جھکتا اور

الْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ

چاند کو چاندنا اور مقرر کیں اس کے لئے منزلیں تاکہ پہچانو گنتی برسوں کی

وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ

اور حساب یوں ہی نہیں بنایا اللہ نے یہ سب کچھ مگر تدبیر سے ۱۴ه ظاہر کرتا ہے

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ⑤ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ

نشانیاں ان لوگوں کے لئے جن کو سمجھ ہے البتہ بدلنے میں ۱۵ه رات

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور دن اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے آسمانوں اور زمین میں

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ⑥ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ

نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں البتہ جو لوگ ۱۶ه امید نہیں رکھتے

لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ

ہمارے ملنے کی اور خوش ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور

الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ⑦ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ

جو لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں ایسوں کا ٹھکانا ہے

منزل ۳

توحید پر دوسری عقلی دلیل ۱۳

دلیل ثانی کا تتمہ ۱۲

تخویف اخروی ۱۲

۷ه اِنَّ رَبَّکُمُ الخ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر رسول ہونے پر وہ اس قدر حیران اور متعجب ہیں آخر وہ کہتا کیا ہے اور اللہ کے پاس سے پیغام کیا لایا ہے اس کی بات تو غور سے سنو وہ جو کچھ کہتا ہے عقل و فطرت کے عین مطابق اور حکمت و دانائی پر مبنی ہے۔ یہ توحید (نفی شرک فی التصرف) پر پہلی دلیل عقلی ہے یعنی تمہارا کارساز تو وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے چھ دن میں زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پھر سارے عالم کا نظام کار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ زمین و آسمان کی حکومت تنہا اسی کے قبضہ میں ہے اور وہی سارے عالم میں متصرف و مختار ہے۔ اس نے نظامِ عالم کا کوئی شعبہ کسی کے اختیار و تصرف میں نہیں دے رکھا۔ ۸ه فی سِتَّةِ اَیَّامٍ زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنے کی تفصیل سورۂ حٰم سجدہ ع ۲ میں مذکور ہے۔ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ دو دن میں زمین پیدا کی وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ اور دو دن میں پہاڑ پیدا کئے اور زمین میں مختلف خاصیتیں اور قوتیں ودیعت فرمائیں۔ اس طرح زمین کی پیدائش ہر لحاظ سے چار دن میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ ساتوں آسمانوں اور پورے نظام شمسی کی تخلیق دو دن میں مکمل ہوئی اس طرح زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سارے عالم کو آنِ واحد میں بھی پیدا کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ بالتدریج پیدا کیا تاکہ ہر ہر چیز کی تخلیق میں اس کی قدرت کاملہ اور صنعت بے مثال کا اظہار ہو۔ ۹ه ثُمَّ اسْتَوٰی الخ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ استواء علی العرش حکومت و سلطنت سے کنایہ ہے یعنی زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کی حکومت و سلطنت اور سارا نظامِ عالم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس نے نظامِ عالم کا کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا۔ تفصیل سورۂ اعراف کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ (۴۳، ص۳۶۶) ۱۰ه مَا مِنْ شَفِیْعٍ الخ یہ دعوائے سورت یعنی نفی شفاعت قہری کی بالاجمال صراحت ہے۔ جب زمین و آسمان کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب کچھ اسی کے اختیار و تصرف میں ہے تو پھر کون ہے جو اس کے سامنے دم مار سکے اور اس سے اپنی بات منوا سکے۔ یہاں دنیا اور آخرت میں شفاعت قہری کی نفی ہے اور آخرت میں شفاعت بالاذن کا اثبات ہے۔ مشرکین کا خیال تھا کہ وہ جن بزرگان خدا کو پکارتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے تمام کام کرا دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں اس شفاعت کی نفی فرما دی البتہ آخرت میں اللہ کے اذن سے شفاعت ہوگی اور وہ صرف ان گناہ گاروں کے لئے ہوگی جو دنیا سے ایمان لیکر رخصت ہوئے۔ مشرکوں کے حق میں کوئی شفاعت نہیں ہوگی۔ مسئلہ شفاعت کی مزید تحقیق سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے حاشیہ (۵۰۱، ص۱۲۵) ۱۱ه ذٰلِکُمُ اللّٰهُ الخ یہ دلیل مذکور کا ثمرہ اور نتیجہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو مذکورہ بالا صفات سے متصف ہے وہی تمہارا کارساز ہے اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو۔ اس کی پکار اور عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ ذلکم العظیم الموصوف بما وصف به ۔ ۔ ۔ (فاعبدوه) وحده ولا تشرکوا به بعض خلقه من انسان او ملك فضلاً عن جماد لا یبصر ولا ینفع (مدارك ج ۲ ص۱۱) ۱۲ه اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ الخ یہ مابعد کے لئے تمہید ہے۔ مشرکین اگر مسئلہ توحید مان لیں تو ان کا فائدہ ہے کیونکہ ماننے والے اور نہ ماننے والے سب آخرت میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ لام برائے عاقبت ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے۔ بِالْقِسْطِ یعنی انصاف کے ساتھ۔ حرف جار لِیَجْزِیَ سے متعلق ہے۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ نہ ماننے والوں کے لئے تخویف اخروی ہے۔ ۱۳ه هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الخ یہ نفی شرک فی التصرف پر دوسری عقلی دلیل ہے، خبر معرفہ ہونے کی وجہ سے مفید حصر ہے یعنی صلہ میں جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے ان سب کا فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور کوئی نہیں۔ نظام شمسی نظام عالم کا سب سے اہم حصہ ہے۔ اس لئے یہاں خصوصیت

النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑧ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

آگ بدلہ اس کا جو کماتے تھے البتہ جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيْمَانِهِمْ تَجْرِي

کام کئے اچھے کله ہدایت کرے گا ان کو رب ان کا ان کے ایمان سے بہتی ہیں

مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ فِي جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ⑨ دَعْوٰهُمْ

ان کے نیچے نہریں باغوں میں آرام کے ان کی دعاء

فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَ

اس جگہ یہ کہ ثله پاک ذات ہے تیری یا اللہ اور ملاقات ان کی سلام اور

اٰخِرُ دَعْوٰهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَ

خاتمہ ان کی دعاء کا اس پر کہ سب خوبی اللہ کو جو پروردگار سارے جہان کا فـ۱ اور

لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ

اگر جلدی پہنچادے اللہ لوگوں کو فـ۱ برائی جیسے کہ جلدی مانگتے ہیں وہ بھلائی فـ

لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

تو ختم کردی جائے ان کی عمر سو ہم چھوڑے رکھتے ہیں ان کو جن کو امید نہیں

لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ

ہماری ملاقات کی ان کی شرارت میں سرگرداں فـ۲ اور جب ۳ پہنچے انسان کو

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا

تکلیف پکارے ہم کو پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا پھر جب ہم کھول دیں

عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلٰى ضُرٍّ مَسَّهُ كَذٰلِكَ

اس سے وہ تکلیف چلا جائے گویا کبھی نہ پکارا تھا ہم کو کسی تکلیف پہنچنے پر اسی طرح

زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫ وَلَقَدْ

پسند آیا ہے بے باک لوگوں کو جو کچھ کر رہے ہیں اور البتہ

سے اس کا ذکر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو پیدا کیا اور ان کو روشنی عطا فرمائی اور چاند کے دورے کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ اس کے دورے سے مہینوں اور سالوں کی تعداد معلوم ہوسکے۔ ماہِ رمضان، ذی الحجہ اور دیگر مہینوں اور دنوں کی تعیین ہوسکے جن سے اسلامی احکام متعلق ہیں نیز دنیوی کاروبار اور معاملات کے اوقات کا اندازہ ہوسکے۔ سورج کو ضیاء اور چاند کو نور فرمایا کیونکہ لفظ نور عام ہے اور ضیاء خاص ہے یعنی نور کا سب سے قوی فرد بالفاظ دیگر روشنی کی کامل اور تام کیفیت کا نام ضوء ہے بعض نے کہا ہے ذاتی روشنی کو ضوء اور مستعار روشنی کو نور کہا گیا۔ والنور اعم من الضوء فانہ اقوی افراد النور وقیل ما بالذات ضوء وما بالعرض نور (مظہری ج ۵ ص ۹) فالنور اسم لاصل ھٰذہ الکیفیۃ والضوء اسم لھٰذہ الکیفیۃ اذا کانت کاملۃ تامۃ قویۃ فلھٰذا اخص الشمس بالضیاء لانھا اقوی واکمل من النور وخص القمر بالنور لانہ اضعف من الضیاء الخ (خازن ج ۳ ص ۱۷۱) سله لفظ الحق مختلف معنوں کیلئے آتا ہے (۱) بمعنی سچائی اور صداقت، باطل کے مقابلہ میں جیساکہ فرمایا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ (انبیاء ع ۲) (۲) کبھی لہو اور عبث کے مقابلے میں آتا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ الْاٰيَۃ (دخان ع ۲) یہاں دونوں معنوں کا احتمال ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، شمس و قمر اور سارا نظام کائنات سب سے بڑی سچائی (توحید) کے ساتھ پیدا کیا ہے اور یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر شاہد عدل ہے۔ اگر با بمعنی لام ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ سب کچھ حق و صداقت کے اظہار اور بیان کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ای لبیان الحق و الباطل (ابن عباس ص ۱۳۱) دوسرے احتمال پر مطلب یہ ہوگا کہ یہ ساری کائنات محض عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کی گئی بلکہ اس کے پیدا کرنے میں بہت حکمتیں اور فائدے ہیں سب سے اہم و اعظم فائدہ اور حکمت یہ ہے کہ بندگانِ خدا اس کارخانۂ عالم کی ہر چیز میں غور و فکر کریں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی قدرت کاملہ اور حکمت تامہ پر استدلال کریں۔ یعنی للحق واظہار قدرتہ و دلائل وحدانیتہ ولم یخلق ذلک باطلاً ولا عبثاً (خازن ج ۳ ص ۱۷۵) ھله یہ دلیل ثانی کا تتمہ ہے یعنی رات دن کی آمد و رفت اور زمین و آسمان کی ساری مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر بہت بڑی دلیل ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو بنظر انصاف ان میں سوچ بچار کریں، ان کے دلوں میں انابت و اطاعت کا جذبہ ہو اور ضد و عناد سے دور ہوں (لَاٰيٰتٍ) لعلامات لوحدانیۃ الرب (لِقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ) یطیعون (ابن عباس ص ۱۳۱)

لاله تخویف اخروی برائے منکرین قیامت و مسئلہ توحید۔ مسئلۂ توحید اور قیامت کو دلائل واضحہ سے ثابت کرنے کے بعد نہ ماننے والوں کو عذابِ آخرت کی تخویف فرمائی۔ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الخ بشارتِ اخروی برائے مؤمنین۔ کله اس پر بظاہر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب وہ ایمان بھی لے آئے اور نیک کام بھی کرنے لگے تو ہدایت یافتہ تو وہ ہوئے پھر يَهْدِيْهِمْ کا

ملا بشارت اخروی ۱۲

مر یعنی مقام صفات ربوبیت ۱۲ مر ۳ زجر ہے ۱۲

مر ۴ شکوہ ہے ۱۲

مر یعنی المشرکین ۱۲ مر تخویف دنیوی ۱۲

موضح قرآن فـ اول عجائب نعمتیں دیکھ کر کہیں گے پاک ذات یعنی سبحان اللہ پھر اس کی لذت پاکر کہیں گے الحمد للہ اور جنت میں طور ملاقات یہی ہے السلام علیک جو دنیا میں مسلمان کرتے ہیں ۱۲ فـ۲ یعنی آدمی چاہتا ہے کہ نیکی کا بدلہ شتاب ملے یا نیک دعاء شتاب بر آوے۔ سو اگر حق تعالیٰ شتاب کرے تو اپنی بدی کے وبال سے فرصت نہ پاویں مگر دونوں میں تحمل ہے، تا نیک لوگ تربیت پاویں اور بدلوگ غفلت میں پڑے رہیں۔

فتح الرحمٰن فـ۱ یعنی و نعمت مید ہد ۱۲

کیا مطلب ؟ اس لئے یَھۡدِیۡھِمۡ سے ایمان و عمل صالح پر ثابت قدم رکھنا اور استقامت عطا کرنا مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے مخلصانہ ایمان کی بدولت ان کو صراط مستقیم اور ایمان پر ثابت قدم رکھیگا ای یسددھم بسبب ایمانھم للاستقامۃ علی سلوک الطریق السدید المؤدی الی الثواب (مدارک ج ۲ ص۱۱۱) یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی بدولت آخرت میں ان کو جنت کی راہ دکھائے گا اور وہ سیدھے جنت میں داخل ہوں گے ۔ قال مجاھد یھدیھم علی الصراط الی الجنۃ یجعل لھم نورًا یمشون بہ (خازن ج ۳ ص۱۲۱ و مظہری ج ۵ ص۱۱) ۲۸ دعوٰی کے معنی قول اور کلام کے ہیں یعنی جنت میں اہل جنت کا کلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس ہی ہوگا ای قولھم و کلامھم (خازن ج ۳ ص۱۲۶) یا دعوٰی بمعنی دعاء ہے سُبۡحٰنَکَ اللّٰھُمَّ یعنی اے اللہ تو پاک ہے اس سے کہ تیرے سامنے کوئی شفیع غالب ہو وَ تَحِیَّتُھُمۡ فِیۡھَا سَلٰمٌ جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے سلام کا تحفہ ملیگا ۔ مسئلہ توحید ماننے کی وجہ سے آج آخرت کے عذاب سے امن و سلامتی کی تمہیں خوشخبری دی جاتی ہے یا مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو امن و سلامتی کا تحیہ پیش کریں گے ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ یعنی صفات کارسازی اور صفاتِ الوہیت اللہ تعالیٰ ہی سے مختص ہیں اور عبادت اور پکار کے لائق وہی ہے ۔ اہل جنت جب جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان ملاحظہ کریں گے اور جنت کی گوناگون نعمتیں دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور تعظیم و تحمید بجا لائیں گے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام کا تحفہ ملیگا ۔ اس پر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کریں گے ۔ (مظہری ملخصا) اول کلامھم التسبیح و اخرہ التحمید فیبتدؤن بتعظیم اللہ و تنزیھہ و یختمون بالشکر والثناء علیہ الخ (مدارک ج ۲ ص۱۱۱) ۲۹ یہ زجر ہے اِسۡتِعۡجَالَھُمۡ منصوب بنزع خافض ہے اس سے پہلے کاف تشبیہ مقدر ہے ای کاستعجالھم بعض دفعہ مشرکین اللہ تعالیٰ سے عذاب کی دعائیں کرنے لگتے کہ اے اللہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا دین سچے ہیں تو ہمیں آسمان سے پتھر برسا کر یا کسی دوسرے عذاب سے ہلاک کر دے اَللّٰھُمَّ اِنۡ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ (انفال ع ۴) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس طرح لوگ خیر اور بھلائی مانگنے میں عجلت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی دی جاتی ہے اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ان کے شر اور عذاب کے مطالبے کو بھی پورا کر دیتا تو کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور وہ ناگہانی عذاب سے تباہ و برباد کئے جا چکے ہوتے مگر اللہ تعالیٰ بطور استدراج ان کو مہلت دیتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے سرکشی کر لیں اور آخر ان کو شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائیگا ۔ یَعۡمَھُوۡنَ ای یلعبون او یتحیرون ۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جن کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے اور ان کے راہِ راست پر آنے کا کوئی امکان نہیں ۔ ۳۰ یہ شکوی ہے ۔ انسان کیا احسان فراموش ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واضح نشان دیکھ کر اور اس کی بے حساب نعمتیں ملاحظہ کر کے پھر بھی عقل و فکر سے کام نہیں لیتا اور اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے ۔ حالانکہ جب کبھی اس پر کوئی بہت بڑی مصیبت آ جاتی ہے تو اپنے تمام خود ساختہ معبودوں کو بھول کر ہر حالت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے ۔ مشرکین عرب اپنی معمولی حاجات و مشکلات کے لئے تو اپنے معبودانِ باطلہ کو

اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا ۙ وَجَآءَتۡهُمۡ

ہم ہلاک کر چکے ہیں جماعتوں کو تم سے پہلے جب ظالم ہو گئے حالانکہ لائے تھے انکے پاس

رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِى

رسول ان کے کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے ایمان لانے والے یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم

الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ⑬ ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِى الۡاَرۡضِ

قوم گنہگاروں کو پھر تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں

مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ⑭ وَاِذَا تُتۡلٰى

ان کے بعد تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو اور جب پڑھی جاتی ہیں

عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا

ان کے سامنے آیتیں ہماری واضح کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی

ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ ؕ قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ

لے آ کوئی قرآن اس کے سوا یا اس کو بدل ڈالو تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ

اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِىۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى

اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے میں تابعداری کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے

اِلَىَّ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ⑮

میری طرف میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے

قُلْ لَّوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوۡتُهٗ عَلَيۡكُمۡ وَلَاۤ اَدۡرٰٮكُمۡ بِهٖ ۖ

کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا اس کو تمہارے سامنے اور نہ وہ تم کو خبر کرتا اس کی

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ⑯

کیونکہ میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہیں سوچتے

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ

پھر اس سے بڑا ظالم کون جو باندھے اللہ پر بہتان یا جھٹلائے اس کی آیتوں کو

[illegible]

جواب شکوی [illegible]

[illegible] دلیل [illegible] زجر [illegible]

موضح قرآن ف۱ اس قرآن کا پابند و نصیحت کو پسند کرتے اور بتوں کا باطل ہونا نہ مانتے تو کہتے اتنا بدل ڈال تو یہ کلام ہم سب قبول کر لیں ۔۱۲ ف۲ یعنی اپنی طرف سے میں بناتا تو چالیس برس کی عمر میں بناتا یا اس قسم کا خیال رکھتا ۔۱۲

پکارتے تھے مگر جب کسی شدید ترین مصیبت میں مبتلا ہو جاتے تو سب کو چھوڑ چھاڑ کر صرف رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہ کو پکارتے اور اس کی دہائی دیتے حضرت شیخ رح فرماتے ہیں وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے رہتے تھے کہ اگر مسئلہ توحید نہیں مانو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے ہلاک کر دے گا اس لئے جب وہ دریاؤں اور سمندروں میں کشتیوں میں سفر کرتے اور تند و تیز ہواؤں سے خوفناک موجیں کشتیوں کو ڈانواں ڈول کر دیتیں تو فوراً پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد آجاتی اور وہ سمجھنے لگتے کہ شاید جس عذاب سے پیغمبر ڈراتا تھا، وہ اب آپہنچا ہے اس لئے خالصۃً اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے۔ جیسا کہ سورہ یونس ہی میں ہے جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوٓا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الخ (ع ۳) اور سورۂ انعام رکوع ۴ میں ارشاد ہے قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ۝ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ۔ اور سورہ انعام ہی میں ہے قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَّئِنْ أَنجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ (ع ۸) مشرکین کا عقیدہ تھا کہ سارے عالم کا نظام تدبیر امور عظام اور حوادثِ شدیدہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں وعقیدہ اثباتِ خدائی تعالیٰ وآنکہ خدا خالق آسمان و زمین است و مدبر حوادث عظام و قادر برارسال رسل و مجازاۃ عباد براعمال ایشاں و مقدر حوادث عظام است و قادر قبل از وقوع آن . . . . درمیانِ ایشاں (مشرکین) ثابت بود (الفوز الکبیر باب اول فصل اول)

۲۱ لیکن جب ہم نے اس سے مصیبت دور کر دی تو وہ پھر سے اپنی پہلی راہ شرک پر گامزن ہو گیا اور اپنی تکلیف و مصیبت کو اس طرح بھول گیا کہ گویا اسے کوئی تکلیف آئی ہی نہ تھی جس کے لئے اس نے خدا کو پکارا تھا۔ ای مضی واستمر علی ما کان علیہ قبل ونسی حالۃ الجھد والبلاء (روح ج ۱۱ ص ۸۸) والمعنی انہ استمر علی حالتہ الاولیٰ قبل ان یمسہ الضر ونسی ما کان فیہ من الجھد والبلاء والضیق والفقر (خازن ج ۳ ص ۱۹۵)

۲۲ المسرفین یعنی مشرکین وہ جو مشرکانہ اعمال وافعال بجا لاتے ہیں شیطان ان کے دلوں میں ان کی اچھائی کا تصور بٹھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور پکار سے اعراض کرنے مصیبت دور ہو جانے کے بعد پھر سے اپنے معبودانِ باطلہ کی پکار کو وہ بہت اچھا کام خیال کرتے ہیں۔ (مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) من الاعراض عن الذکر والدعاء والانھماک فی الشھوات (روح)

۲۳ تخویف دنیوی تخوف بذلک کفار مکہ (خازن) جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔ توحید کا انکار کرتے اور رسالت و قیامت کی تکذیب کرتے ہیں وہ دنیا کی زندگی اور یہاں کی عیش و طرب پر مطمئن نہ ہوں اور یہ خیال نہ کریں کہ ان کا کچھ بگڑ نہیں سکتا۔ ان سے پہلے قوم نوح اور عاد و ثمود وغیرہ کا حشر ان کو اچھی طرح معلوم ہے ان کے پاس اللہ کے پیغمبر توحید کا پیغام لیکر آئے اور واضح اور روشن دلائل سے مسئلہ توحید کو بیان کیا مگر انہوں نے اس کا انکار کیا اور ماننے پر تیار نہ ہوئے تو ہم نے ان کو شدید ترین عذابوں سے نیست و نابود کر دیا۔ لَمَّا ظَلَمُوا یعنی جب انہوں نے اللہ کی توحید کا انکار کرکے اور اس کے پیغمبروں کو جھٹلا کر شرک کرنا شروع کر دیا۔ لَمَّا ظَلَمُوا یعنی لما اشرکوا (خازن ومدارک ج ۳ ص ۱۱۹) ای کفروا واشرکوا (قرطبی ج ۸ ص ۳۱۷) كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ مجرموں سے ایسا سلوک کرنا ہماری سنت جاریہ ہے لہٰذا اگر مشرکین مکہ نے بھی عاد و ثمود کی طرح تکذیب کی اور شرک و کفر پر اڑے رہے تو ان کا بھی وہی حشر ہوگا یعنی کما اھلکنا الامم الخالیۃ لما کذبوا رسلھم کذلک نھلککم ایھا المشرکون بتکذیبکم محمدا صلے اللہ علیہ وسلم (خازن ج ۳ ص ۱۳۱)

۲۴ اقوام گذشتہ کے بعد اب تمہاری باری ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اپنا آخری پیغمبر پیغام توحید دے کر بھیجا ہے تاکہ تمہاری بھی آزمائش ہو جائے کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ تمہارے ساتھ بھی حسب سابق معاملہ ہوگا۔ ماننے والے جزائے خیر کے مستحق ہوں گے اور منکرین عذاب شدید کے سزاوار۔

۲۵ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ۔ یہ شکوی ہے یعنی جب مشرکین کو ہمارا پیغمبر ہماری آیات بینات پڑھ کر سناتا ہے جن میں دلائل توحید اور رد شرک کا بیان ہوتا ہے اور جن میں ان کے معبودانِ باطلہ کی بے بسی اور بیچارگی کا ذکر ہوتا ہے تو وہ بول اٹھتے ہیں یہ قرآن تو ہم ماننے سے رہے البتہ اگر اس قرآن کی جگہ کوئی دوسرا قرآن لے آؤ یا اسی میں ترمیم کر ڈالو الغرض قرآن میں ہمارے معبودوں کی توہین و تحقیر کا مضمون نہ ہو اور نہ اس میں حشر و نشر کا ذکر ہو تو ہم اسے بسر و چشم قبول کرنے کو تیار ہیں (وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا) الدالۃ علی حقیۃ التوحید وبطلان الشرک . . . . ای ائت بکتاب اٰخر نقرءہ لیس فیہ ما نستبعدہ من البعث والحساب والجزاء وما نکرھہ من ذم الٰھتنا ومعایبھا والوعید علی عبادتھا (ابو السعود ج ۴ ص ۸۳) أَوْ بَدِّلْهُ بان تجعل مکان اٰیۃ عذاب اٰیۃ رحمۃ وتسقط ذکر الاٰلھۃ وذم عبادتھا (مدارک ج ۲ ص ۱۳۱)

۲۶ ضمیر کی جگہ موصول کو رکھ کر ان کے قول کی علت بیان کرنا مقصود ہے۔ نیز اس طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے اتنی بڑی بات اس لئے کہی کہ ان کے دلوں میں قیامت کے عذاب کا کوئی کھٹکا نہیں۔ وضع الموصول موضع الضمیر اشعاراً بعالیہ ما فی حیز الصلۃ للعظیمۃ المحکیۃ عنھم وانھم انما اجترؤا علیھا لعدم خوفھم من عقابہ تعالیٰ یوم اللقاء (ابو السعود ج ۴ ص ۹۹)

۲۷ یہ جواب شکوی ہے کوئی دوسرا قرآن لانے یا اسی قرآن میں ترمیم کرنے کا مجھ سے مطالبہ تو اس طرح کرتے ہیں کہ قرآن نازل کرنا میرے اختیار میں ہے یا میں اپنی مرضی سے قرآن لا سکتا ہوں حالانکہ مجھے ان باتوں کا اختیار نہیں میں تو صرف انہی احکام کی پیروی کرتا ہوں جو ذریعہ وحی میرے پاس اللہ کی طرف سے آتے ہیں میں اس معاملہ میں اللہ کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اگر میں اس کے احکام کی خلاف ورزی کروں اور اس کی کتاب کے احکام میں رد و بدل کروں تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے۔ انی اخشی من اللہ ان خالفت امرہ او غیرت احکام کتابہ او بدلتہ فعصیتہ بذلک ان یعذبنی بعذاب عظیم فی یوم تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت (خازن ج ۳ ص ۲۰۶)

۲۸ یعنی سب کچھ اللہ کے اختیار و مرضی سے ہے میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو مجھے نہ بھیجتا اور میں تم کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر نہ سناتا اور میری وساطت سے اللہ تعالیٰ تمہیں قرآن کی خبر نہ دیتا۔ والمعنی ان الامر کلہ منوط بمشیتہ تعالیٰ ولیس لی منہ شیئ قط (ابو السعود ج ۴ ص ۸۳) یعنی لو شاء اللہ لم ینزل علی ھذا القراٰن ولم یأمرنی بقراءتہ علیکم (خازن)

۲۹ یہ ماقبل کی دلیل ہے۔ نزول قرآن سے پہلے میں تم میں ایک طویل عرصہ یعنی چالیس برس رہ چکا ہوں میری امانت و دیانت تم بخوبی جانتے ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے کسی سے لکھنا پڑھنا بھی نہیں سیکھا تو معلوم ہوا کہ اب میں جو قرآن تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں یہ میرا خود ساختہ نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے حکم سے پیش کرتا ہوں ای من قبل القراٰن تعرفونني بالصدق والامانۃ لا اقرأ ولا اکتب ثم جئتکم بالمعجزات (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۲) أَفَلَا تَعْقِلُونَ تو کیا اب بھی تم نہیں سوچتے اور نہیں سمجھتے کہ یہ قرآن اور اس میں مذکور مسئلہ توحید میری اختراع نہیں بلکہ یہ سب کچھ من جانب اللہ ہے۔

۳۰ یہ زجر ہے۔ فا تفریعیہ ہے یعنی جب دلائل عقلیہ قاہرہ سے شرک کی نفی اور ممانعت

ثابت ہو گئی تو اس کے بعد بھی جو شخص شرک نہ چھوڑے اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر افترا کرتا ہے یعنی ایک طرف تو شرک کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ اس کے فعل سے خوش ہے اور اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو پکارنے کی اجازت دی ہے ایسا شخص یا وہ جو قرآن کے من جانب اللہ ہونے اور دلائل توحید کو جھٹلاتا ہے ان سے بڑھ کر دنیا میں کون ظالم ہو سکتا ہے۔ یعنی فزعموا ان لہ شریکا وولدا . . . . کذب بایاتہ یعنی جحد بکون القراٰن من عند اللہ وانکر دلائل التوحید (معالم وخازن ج ۳ ص ۱۸۰) استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان سے بڑا ظالم کوئی نہیں استفہام بمعنی الجحد ای لا احد اظلم ممن افتریٰ الخ (قرطبی) **۳۱** یہ زجر ہے بطور شکوی اور توحید پر تیسری عقلی دلیل ہے عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت اور پکار صرف ایسی ذات کے لئے جائز ہے جس کے اختیار و تصرف میں مخلوق کا نفع و نقصان ہو اور ایسی ذات سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ مشرکین جن کو نافع و ضار سمجھ کر پکارتے ہیں وہ بالکل عاجز و بے بس ہیں۔ نفع و ضرر ان کے اختیار میں نہیں۔ لہٰذا ان کی عبادت و پکار بھی جائز نہیں۔ یہاں دعوائے سورت بھی ضمناً مذکور ہے یعنی مشرکین اپنے معبودانِ باطلہ کو عند اللہ شفیعِ غالب سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اختیار نہیں دیا۔ **۳۲** یہ مشرکین کی طرف سے اپنے فعل شرک کے ارتکاب کے لئے معذرت ہے۔ یعنی ہم اللہ کے جن نیک اور برگزیدہ بندوں کو پکارتے ہیں انہیں مستقل بالذات نافع و ضار یا متصرف و مختار نہیں سمجھتے بلکہ ان کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ چونکہ وہ اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں اور اللہ سے ہمارے کام کرا دیتے ہیں اس لئے ہم ان کو پکارتے ہیں۔ ای تشفع لنا عند اللہ فی اصلاح معاشنا فی الدنیا (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۲) یعنی دنیا میں خوشحالی اور معاشی فارغ البالی ہمیں انہی معبودوں کی سفارش کے صدقے حاصل ہوتی ہے۔ سفارش سے دنیوی سفارش مراد ہے کیونکہ مشرکین آخرت کے قائل ہی نہ تھے۔ بعض کے نزدیک آخرت میں شفاعت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر بفرضِ محال قیامت آگئی تو ہمارے معبود ہمیں اللہ کے عذاب سے چھڑا لیں گے جیسا کہ نضر بن حارث نے کہا تھا قیامت کے دن میرا معبود لات میری سفارش کرے گا۔ عن النضر بن الحارث اذا کان یوم القیامۃ یشفع لی اللات (ابو السعود ج ۴ ص ۱۰۸) مشرکین عرب اللہ کے جن برگزیدہ اور نیک بندوں کو پوجتے اور پکارتے تھے ان میں کچھ تو اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے اور کچھ اولیاء کرام۔ انہوں نے ان بزرگوں کے بت بنا کر عبادت خانوں میں نصب کر رکھے تھے اور بظاہر عبادت کا برتاؤ انہی بتوں سے کرتے تھے۔ انہی کے آگے سجدے کرتے۔ انہی کے سامنے نذریں نیازیں رکھتے۔

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ⑰ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ
بیشک بھلا نہیں ہوتا گنہگاروں کا ف۱ اور پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا ۳۱
اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰٓؤُلَآءِ
اس چیز کی جو نہ نقصان پہنچا سکے ان کو نہ نفع اور کہتے ہیں ۳۲ یہ تو
شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ اللّٰهَ بِمَا لَا
ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس تو کہہ کیا اللہ کو بتلاتے ہو ۳۳ جو اس کو
يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى
معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ پاک ہے اور برتر ہے
عَمَّا يُشْرِكُونَ ⑱ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً
اس سے جس کو شریک کرتے ہیں ف۲ اور لوگ جو ہیں ۳۴ سو ایک ہی امت
وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ
ہیں پیچھے جدا جدا ہو گئے اور اگر نہ ایک بات پہلے ہو چکتی تیرے رب کی
لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ⑲ وَيَقُولُونَ
تو فیصلہ ہو جاتا ان میں جس بات میں کہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں ۳۵
لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ إِنَّمَا
کیوں نہ اتری اس پر ایک نشانی اس کے رب سے سو کہہ دے کہ ۳۶
الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوا ۚ إِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ
غیب کی بات اللہ ہی جانے سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ
الْمُنْتَظِرِينَ ⑳ ع وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ
انتظار کرتا ہوں ف۳ اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو مزا اپنی رحمت کا ۳۷
بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيٓ اٰيَاتِنَا ۭ
بعد ایک تکلیف کے جو ان کو پہنچی تھی اسی وقت بنانے لگیں حیلے ہماری قدرتوں میں ف۴

ع ۲ ۱۰

۳۱ یہ زجر ہے بطور شکوی اور توحید پر تیسری عقلی دلیل ہے

۳۲ یہ عذر مشرکین برائے ارتکاب شرک ہے ۱۲

۳۳ جواب عذر مشرکین ۱۲

۳۴ شکوی کی بحث ہے

۳۵ جواب شکوی بطور زجر ہے ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی اگر میں بناتا ہوں تو مجھ سا ظالم نہیں اور میں جو سچا ہوں تو جھٹلانے والوں پر یہی بات ہے ۱۲ ف۲ جو شرک ہے سو یہی کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور یہ شریک اس کی طرف سے ہم پر مختار ہیں سو فرمایا کہ اگر اس نے مختار کئے ہوتے تو آپ ان سے منع کیوں کرتا اور جو کہیں کہ ہمارے دین میں منع نہیں کیا تم کو منع کیا ہوگا تو اگلی آیت میں اس کا جواب ہے کہ دین اللہ کا ایک ہے جب لوگ بہک گئے ہیں پیچھے ان کو بتا دیا ہے اعتقاد میں کچھ فرق نہیں۔ اور جو کہیں کہ اگر تم سچے ہوتے تو ہم پر دنیا میں عذاب آتا اس کا جواب بھی آگے ہے کہ فیصلے کا دن آتا ہے ۱۲ ف۳ یعنی اگر کہیں کہ ہم کیونکر جانیں کہ تمہاری بات سچ ہے فرمایا کہ آگے دیکھو حق تعالیٰ اس دین کو روشن کرے گا۔ اور مخالف ذلیل ہوں گے سو ویسا ہی ہوا۔ سچ کی نشانی ایک بار کافی ہے اور ہر بار مخالف ذلیل ہوں تو فیصلہ ہو جائے فیصلے کا دن دنیا میں نہیں۔ ۱۲

فتح الرحمٰن ف۴ یعنی بکفرانِ نعمت ۱۲

اور انہی کے روبرو کھڑے ہو کر اور گڑگڑا کر حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے دعائیں کرتے تھے مگر اس سے ان کا مقصد ان بے لبس بتوں اور بے جان مجسموں کو معبود اور کارساز سمجھنا ہرگز نہ تھا بلکہ یہ بت تو محض توجہ کی یکسوئی کے لئے بطور قبلہ تھے ان کا مقصد یہ تھا جب وہ ان انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے بتوں کی عبادت و تعظیم بجالائیں گے تو وہ اکابر ان سے خوش ہو کر خدا کے یہاں ان کی سفارش کرینگے انهم وضعوا هٰذه الاصنام علی صور انبیاءهم واکابرهم وزعموا انهم متی اشتغلوا بعبادة هٰذه التماثیل فان اولئك الاکابر یشفعون لهم عند الله تعالیٰ (ابو السعود ج ۴ ص ۲۰۸) مشرکین کا بتوں سے برتاؤ بعینہ ایسا ہی تھا جیسا کہ آجکل کے قبر پرستوں کا قبروں سے ہے۔

قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا یَكْتُبُوْنَ مَا

کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں حیلہ بازی

تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

تمہاری ف۱ وہی تم کو پھراتا ہے ۳۵ جنگل اور دریا میں

حَتّٰٓی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ

یہاں تک کہ جب تم بیٹھے کشتیوں میں اور لیکر چلیں وہ لوگوں کو اچھی ہوا سے

وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ

اور خوش ہوئے اس سے آئی کشتیوں پر ہوا تند اور آئی ان پر موج

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا

ہر جگہ سے اور جان لیا انہوں نے کہ وہ گھر گئے پکارنے لگے

اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ

اللہ کو خالص ہو کر اس کی بندگی میں اگر تو نے بچا لیا ہم کو

هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا

اس سے تو بیشک ہم رہیں گے شکر گزار پھر جب بچا لیا ان کو اللہ نے تبھی

هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ

شرارت کرنے اسی وقت زمین میں ناحق سنو لوگو ۳۶

اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ز

تمہاری شرارت ہے تمہی پر نفع اٹھا لو دنیا کی زندگانی کا

ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

پھر ہمارے پاس ہے تم کو لوٹ کر آنا پھر ہم بتا دیں گے جو کچھ کہ تم کرتے تھے ۳۷

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

دنیا کی زندگانی کی وہی مثل ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے

آجکل بہت سے لوگ قبروں کی عبادت و تعظیم بجالاتے ہیں قبروں کو سجدے کرتے اور ان پر نذریں منتیں چڑھاتے ہیں۔ اس سے انکا مقصود قبروں کی عبادت و تعظیم نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس طرح قبروں والے ہم سے خوش ہو کر اللہ کے یہاں ہماری سفارش کرینگے۔ امام رازی رح نے مشرکین عرب اور اپنے زمانے (ساتویں صدی) کے مشرکین کے فعل کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ انهم وضعوا هٰذه الاصنام والاوثان علی صور انبیاءهم واکابرهم وزعموا انهم متی اشتغلوا بعبادة هٰذه التماثیل فان اولئك الاکابر تکون شفعاء لهم ونظیره فی هٰذا الزمان اشتغال کثیر من الخلق بتعظیم قبور الاکابر علی اعتقاد انهم اذا عظموا قبورهم فانهم یکونون شفعاء لهم عند الله (کبیر ج ۴ ص ۴۱۸) امام ابو السعود حنفی اور امام رازی شافعی کے اقوال سے معلوم ہوا کہ یہ آیت پتھر کے بے جان تھانوں کے بارے میں نہیں بلکہ انبیاء، اولیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں ہے۔ **۳۳** یہ مشرکین کے مذکورہ دعوٰی کا جواب ہے یعنی زمین و آسمان میں اللہ کے یہاں کوئی شفیع غالب نہیں۔ اگر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا اور کتب سابقہ میں اس کا ذکر ہوتا مگر تم (اے مشرکین عرب) اللہ تعالیٰ کو ایک ایسی بات بتانا چاہتے ہو جس کو وہ نہیں جانتا کیونکہ سرے سے اس کا وجود ہی نہیں۔ اتخبرون الله ان له شریکا فی ملکه او شفیعا بغیر اذنه والله لا یعلم لنفسه شفیعا فی السمٰوات ولا فی الارض لانه لا شریك له فلذلك لا یعلمه (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۳) سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔ ان شرکاء اور شفعاء سے پاک ہے جن کو وہ اللہ کے شریک اور اس کے یہاں سفارشی ٹھہراتے ہیں۔ **۳۴** فَاخْتَلَفُوْا کے بعد کا مضمون مقدر ہے ای بعث الله النبیین الخ بقرینہ سورۂ بقرہ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ الخ اور سورۂ بقرہ میں فَبَعَثَ سے پہلے فَاخْتَلَفُوْا مقدر ہے بقرینہ آیت زیر تفسیر جیسا کہ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے (ص ۱۰۱، حاشیہ نمبر ۴۰۵) لوگوں کے امت واحدہ ہونے اور پھر مختلف گروہوں میں بٹ جانے کا مضمون قرآن مجید میں کئی جگہوں میں مذکور ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے توحید تھی اور تمام لوگ توحید پر متفق تھے کیونکہ توحید دین فطرت ہے۔ اسکے بعد بدعمل اور بے دین لوگوں نے توحید میں اختلاف کیا اور محض ضد کی وجہ سے مسئلہ توحید کی حقانیت کو جانتے ہوئے اس کا انکار کیا۔ اس اختلاف کو مٹانے اور مسئلہ توحید کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ قرآن مجید کی اس موضوع پر متعدد آیتوں کو یکجا کرنے سے حسب ذیل امور واضح طور سے معلوم ہوتے ہیں (۱)

توحید پر عقلی دلیل ۲

دنیا کی حقارت اور ناپائیداری کا بیان ۳

حقارت دنیا کی تمثیل ۴

موضح قرآن ف۱ یعنی سختی کے وقت آدمی کی نظر اسباب سے اٹھ کر اللہ پر رہتی ہے۔ جب کام بن گیا لگا اسباب پر رکھنے سو ڈرتا نہیں کہ پھر اللہ ایک اسباب کھڑا کر دے اسی تکلیف کا اس کے ہاتھ میں سب اسباب تیار ہیں ایک اسی کی صورت آگے بیان فرمائی۔

فتح الرحمن ف۱ بعد ازاں خدائے تعالیٰ بیان می فرماید کیفیت مکر و کفران نعمت ۱۲

(۱) اختلاف کن لوگوں نے کیا؟ غلط کار اور باغی عالموں نے (۲) اختلاف کب کیا گیا؟ جب آیات بینات سے توحید کو واضح کر دیا گیا اور اختلاف کرنیوالوں کو مسئلہ توحید کی سچائی کا پورا پورا علم ہوگیا یعنی علماءِ سوء نے جان بوجھ کر عمداً اور قصداً توحید میں اختلاف ڈالا۔ (۳) اختلاف کیوں پیدا کیا گیا؟ علماءِ سوء نے محض ضد و عناد اور دنیوی ریاست کی وجہ سے مسئلہ توحید کے مقابلے میں شرک کا محاذ کھولا اور توحید سے اختلاف کیا۔ پہلی بات سورۂ بقرہ میں مذکور ہے وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ (بقرہ ع ۲۶) یہاں اختلاف کو اہلِ علم کی جماعت میں منحصر کیا گیا۔ دوسری بات کو سورۂ آلِ عمران اور شوریٰ میں ذکر کیا گیا۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ (آل عمران ع ۲) وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ (شوریٰ ع ۲) ان دونوں آیتوں میں اہل کتاب کے اختلاف و تفرق کو مسئلہ توحید کا علم ہو جانے کے بعد کی حالت میں منحصر کر کے واضح کیا گیا ہے کہ اختلاف جہالت و نادانی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ دیدہ و دانستہ محض ضد و عناد اور راہِ حق سے بغاوت کی بناء پر تھا۔ تیسری بات ان تینوں آیتوں میں لفظ بَغْيًا، اخْتَلَفَ اور تَفَرَّقُوْا کا مفعول لہٗ ہے جو ان کے اختلاف و تفرق کی علت بیان کر رہا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر سورۂ آلِ عمران ص ۱۴۷ حاشیہ ۲۸۔ **۳۵** یہ شکویٰ ہے اٰيَةٌ یعنی ان کا منہ مانگا معجزہ۔ مشرکین اگرچہ بڑے بڑے معجزے دیکھ چکے اور توحید کے واضح دلائل و براہین سن چکے تھے مگر ضد و عناد اور انتہائی سرکشی کی بناء پر ان میں غور و فکر نہ کیا اور مزید معجزہ لانے کا مطالبہ کر دیا۔ ارادوا اٰیۃ من الاٰیات التی اقترحوھا کانھم لفرط العتو والفساد ونھایۃ التمادی فی المکابرۃ والعناد لم یعدوا البینات النازلۃ علیہ علیہ السلام من جنس الاٰیٰت واقترحوا غیرھا مع انہ قد نزل علیہ من الاٰیات الباھرۃ والمعجزات المتکاثرۃ الخ (ابو السعود ج ۴ ص ۲۰۰) مشرکین کہتے مکہ کے پہاڑوں کو ہمارے لئے سونا بنا دو یا کم از کم تمہارا گھر ہی سونے کا ہو یا ہمارے فلاں فلاں باپ دادا کو زندہ کرو وغیرہ وغیرہ ای معجزۃ غیر ھذہ المعجزۃ فیجعل لنا الجبال ذھبًا ویکون لہ بیت من زخرف ویحیی لنا من مات من اٰبائنا (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۳) **۳۶** یہ جواب شکویٰ ہے یعنی معجزہ لانا تو درکنار مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی اور معجزہ میرے ہاتھوں پر ظاہر کرنا منظور ہے تو وہ کب ظاہر ہوگا۔ یہ تو غیب کی بات ہے اور علم غیب ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ مجھے اس کا کوئی علم نہیں اور نہ وہ میرے بس کی بات ہے اور نہ معجزہ اپنے اختیار سے ظاہر کرنا جیسا کہ تم چاہتے ہو نبوت و رسالت کے لوازم میں سے ہے والمعنی ان ما اقترحتموہ وزعمتم انہ من لوازم النبوۃ وعلقتم ایمانکم بنزولہ من الغیوب المختصۃ باللہ تعالیٰ لا وقوف لی علیہ (ابو السعود ج ۳ ص ۲۰۰) لہٰذا تم اپنے مطلوبہ معجزے کا انتظار کرتے رہو اور میں بھی منتظر ہوں کہ آیات بینات کے انکار و جحود اور بے جا مطالبے کی اللہ تعالیٰ تمہیں کیا سزا دیتا ہے۔ **۳۷** یہ زجر ہے انسان کی ناشکری اور احسان فراموشی کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ تکلیف و مصیبت دور کر کے اسے راحت و خوشحالی سے ہمکنار کر دیتا ہے تو وہ شکر بجا لانے کے بجائے اللہ کی آیتوں میں حیل و حجت کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو اللہ کا کلام ہی نہیں ای مکروا باٰیاتنا بدفعھا وانکارھا (مدارک ج ۲ ص ۱۲۰) قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا یعنی اللہ تعالیٰ ان کے جحود و انکار پر ان کو بہت جلد عذاب دے سکتا ہے۔ مشرکین نے اللہ کی نعمتوں کے مقابلے میں اس کی آیات کے انکار کی تدبیر سوچی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی سزا دینے کی ایک نہایت ہی لطیف تدبیر نکالی کہ کراماً کاتبین کو ان کے تمام برے بھلے اعمال کی ڈائری لکھنے پر مامور فرما دیا اور اس کے مطابق انہیں پوری پوری سزا دی جائے گی۔ اور اس طرح وہ سرِ محشر ذلیل و رسوا ہوں گے۔ ان رسل اللہ یکتبون مکرھم ویحفظونہ وتعرض علیھم ما فی بواطنھم الخبیثۃ یوم القیٰمۃ ویکون ذلک سببًا للفضیحۃ التامۃ والخزی والنکال نعوذ باللہ تعالیٰ منہ (کبیر ج ۴ ص ۵۰۰) **۳۸** یہ توحید پر چوتھی عقلی دلیل ہے جَرَيْنَ بِهِمْ یہاں خطاب سے غیبت کی طرف التفات ہے۔ یعنی پہلے مشرکین کو ضمیرِ خطاب سے مخاطب فرمایا اس کے بعد ضمیرِ خطاب کی جگہ ضمیرِ غائب استعمال فرمائی۔ جب مشرکین سمندروں اور دریاؤں میں سفر کرتے اور ہوا کا رخ موافق ہوتا تو بہت خوش ہوتے لیکن اگر ان کی کشتیاں طوفانِ باد و باراں میں گھر جاتیں تو نہایت خلوص سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کر دیتے اور معبودانِ باطلہ کو بھول جاتے اور ساتھ ہی یہ بھی عہد کرتے کہ اے اللہ! اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم تیرا شکر ادا کریں گے اور صرف تیری ہی عبادت کریں گے۔ اور ہر کام میں تجھے ہی پکارا کریں گے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ ان کی کشتیاں صحیح سلامت کنارے لگا دیتا تو وہ پھر شرک کرنے لگتے۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ ای دعوہ وحدہ وترکوا ما کانوا یعبدون (قرطبی ج ۸ ص ۳۲۵) مشرکین حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے کہ اگر مسئلہ توحید نہ مانو گے تو اللہ کا عذاب آئیگا جو تمہیں نیست و نابود کر دے گا۔ جب وہ دریاؤں کی غضبناک موجوں میں گھر جاتے تو انہیں خیال آتا شاید جس عذاب سے پیغمبر ڈراتا تھا وہ عذاب آگیا اس لئے خالِصًا اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے۔ **۳۹** یہ تنبیہ ہے اور اس سے دنیا کی تحقیر اور بے وقعتی کا بیان مقصود ہے مَتَاعَ الْحَيٰوةِ منصوب بنزع خافض ہے ای فی متاع الحیٰوۃ الخ جس دنیا پر تم مغرور ہو کر حق کو نہیں مانتے ہو وہ بہت حقیر اور بالکل ناپائیدار ہے۔ اس چند روزہ دنیا میں تم اللہ کی نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کر لو آخر قیامت کے دن میرے سامنے آؤ گے جہاں اپنے کئے کی سزا پاؤ گے۔ **۴۰** یہ دنیا کی حقارت اور اس کی ناپائیداری کی تمثیل ہے۔ اِخْتَلَطَ زیادہ اور گنجان ہوگئی زُخْرُفَهَا زیور یعنی سرسبز و شاداب کھیتوں اور بوقلموں پھولوں کی وجہ سے زمین مانند عروس خوبصورت ہوگئی۔ وَازَّيَّنَتْ۔ یہ ما قبل کی تفسیر ہے كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ گویا کہ کل گذشتہ اس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جس طرح بارش برسنے کے بعد زمین سرسبز و شاداب اور رنگارنگ پھولوں سے مزین اور بارونق ہو جاتی ہے لیکن جونہی کوئی بجلی کی آفت آئی بس لہلہاتے کھیتوں اور باغوں کا ستیاناس ہو گیا اور ایسے تباہ ہوئے کہ ان کا نام و نشان تک نہ رہا گویا کہ یہاں کچھ تھا ہی نہیں بالکل یہی حال اس کارگاہ عالم کا ہے اس کی چہل پہل، زینت و آرائش اور رونق و زیبائش بالکل ناپائیدار اور چند روزہ ہے۔ اس لئے دنیا کی عیش و عشرت میں منہمک ہو کر اللہ کی توحید اور آخرت سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

۴۱ بشارت اخروی ہے دار السلام سے مراد جنت ہے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا خبر مقدم الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃٌ معطوف علیہ مع معطوف مبتدا مؤخر زِیَادَۃٌ سے دیدار الٰہی مراد ہے قَتَرٌ سیاہی اور بے رونقی یعنی جن لوگوں نے چند روزہ دنیا پر دین کو ترجیح دی اور پورے اخلاص کے ساتھ توحید و رسالت کو مانا اور شعائر اسلام کی پیروی کی ان کیلئے آخرت میں جنت کا حتمی وعدہ ہے، ان کو ان کے تمام اعمال کی جزا ملیگی اور سب سے بڑا انعام جو انہیں وہاں ملے گا وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ جیسا کہ بہت سے صحابہ کرام رض سے منقول ہے۔ (وزیادۃ) رؤیۃ الربّ عزوجل کذا عن ابی بکر وحذیفۃ وابن عباس وابی موسیٰ الاشعری وعبادۃ ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مدارک ج ۲ ص ۱۲۳) قیامت کے دن بدکاروں کی طرح ان کے چہرے سیاہ اور بے رونق نہیں ہوں گے اور نہ ذلت و رسوائی ہی کا انہیں سامنا ہوگا۔ بلکہ وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے شاہانہ ٹھاٹھ اور خسروانہ آن بان سے ۴۲ تخویف اخروی برائے مشرکین۔ جن لوگوں نے لذات دنیا میں منہمک ہوکر حق کو ٹھکرا دیا، بداعمالیوں اور مشرکانہ افعال میں زندگیاں بسر کردیں آخرت میں ان کا بہت برا حال ہوگا۔ میدان حشر میں ذلیل و رسوا ہونگے اور ان کے چہرے اس قدر سیاہ ہوں گے گویا کہ ان کے چہروں پر اندھیری رات کی تاریکی کی تہیں جمی ہوئی ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے اور ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ الخ یعنی کانما البست وجوھھم سوادا من اللیل المظلم (خازن ج ۳ ص ۱۴۴)

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ

پھر رلا ملا نکلا اس سے سبزہ زمین کا جو کہ کھائیں آدمی اور

الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا

جانور یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے رونق

وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ

اور مزین ہوگئی اور خیال کیا زمین والوں نے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی ناگاہ

اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا

پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اسکو کاٹ کر ڈھیر

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

گویا کل یہاں نہ تھی آبادی اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں نشانیوں

لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ㉔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ

ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں ف۱ اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف ۴۱

وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㉕ لِلَّذِيْنَ

اور دکھاتا ہے جسے چاہے راستہ سیدھا جنہوں نے

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ

کی بھلائی ان کے لئے ہے بھلائی اور زیادتی ف۱ اور نہ چڑھے گی ان کے منہ پر

قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا

سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہیں جنت والے وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ㉖ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ

رہا کریں گے اور جنہوں نے کمائیں برائیاں ۴۲ بدلا ملے برائی کا

بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ

اس کے برابر اور ڈھانک لے گی ان کو رسوائی کوئی نہیں ان کو اللہ سے

۱ بشارت اخروی ۱۲
۲ یعنی جنت

۴ تخویف اخروی ۱۲

موضح قرآن ف۱ یعنی روح آسمان سے بدن میں آئی بدن میں مل کر قوت پکڑی پھر کام کئے انسانی اور حیوانی جب ہر چیز میں پورا ہوا اور اس کے متعلقوں کو اس پر بھروسہ ہوا ناگہاں موت آپہنچی۔۔۔ ہمارا حکم پہنچا یعنی پک کر زرد ہوگئی پھر کٹی یا کوئی فوج آپڑی کہ کچی کاٹ ڈالی یعنی موت ناگہاں آتی ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی رؤیت خدا تعالیٰ ۱۲

عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ
بچانے والا گویا کہ ڈھانک دیئے گئے ہیں ان کے چہرے اندھیری رات
الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
کے ٹکڑوں سے وہ ہیں دوزخ والے وہ اسی میں
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ
رہا کریں گے اور جس دن جمع کریں گے ہم ان سب کو ۴۳ پھر
نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ
کہیں گے شرک کرنے والوں کو کھڑے ہو اپنی اپنی جگہ تم اور
شُرَكَاۗؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاۗؤُهُمْ
تمہارے شریک پھر تڑا دیں گے ہم آپس میں ان کو اور کہیں گے ان کے شریک ۴۴
مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا
تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے سو اللہ کافی ہے شاہد
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾
ہمارے اور تمہارے بیچ میں ہم کو تمہاری بندگی کی خبر نہ تھی ف
هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى
وہاں جانچ لے گا ۴۵ ہر کوئی جو اس نے پہلے کیا تھا اور رجوع کریں گے
اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
اللہ کی طرف جو سچا مالک ہے ان کا اور جاتا رہے گا ان کے پاس سے جو
يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَ
جھوٹ باندھا کرتے تھے تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو ۴۶ آسمان سے اور
الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ
زمین سے یا کون مالک ہے کان ۴۷ اور آنکھوں کا ف۱ اور کون

النصف

۲ تخویف اخروی مع بیان ثمرہ دلیل سابق ۱۲

ع ۱۰ ۳ ۸

۳ توحید پر پانچویں عقلی دلیل ۱۲

۴۳ تخویف اخروی مع بیان ثمرہ دلیل مَكَانَكُمْ سے پہلے فعل ناصب محذوف ہے آی الزموا مذکورہ بالا دلائل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مشرکین جن معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے اور جن کو عنداللہ شفیعِ غالب خیال کرتے ہیں وہ محض عاجز و درماندہ ہیں اور ان کے اختیار میں کسی کا نفع و ضرر نہیں یہاں بطور نتیجہ اور ثمرہ آخرت کا منظر پیش کیا گیا کہ دیکھ لو جن کو تم متصرف و کارساز اور سفارشی سمجھتے ہو قیامت کے دن وہ تمہارے کام تو کیا آئیں گے یا تمہاری سفارش تو کیا کریں گے بلکہ وہ تو سرے سے تمہاری عبادت اور پکار ہی کا انکار کردیں گے اور میدانِ حشر میں علیٰ رؤسِ الاشہاد خدا کی قسم کھا کر اعلان کریں گے کہ وہ تمہاری عبادت اور پکار سے بالکل بے خبر تھے اور انہیں اس بات کا قطعاً کوئی علم نہیں کہ کون ان کی قبر پر آیا، کس نے ان کی قبروں پر سجدے کئے، کون ان کے نام کی نذریں منتیں دیتا رہا اور کون انہیں حاجت روائی کے لئے پکارتا رہا۔ اس سے سماعِ موتیٰ کی نفی مفہوم ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنیٰ فہم وتدبر **۴۴** شرکاء سے یہاں فرشتے، پیغمبر اور اولیاء اللہ مراد ہیں جن کے مجسمے بنا کر مشرکین انکی عبادت کرتے ہیں یا جن مردانِ حق کی قبروں پہ جا کر انکو پکارتے ہیں قیامت کے دن جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے جواب طلبی ہوگی کہ کیا یہ لوگ دنیا میں تمہیں پکارتے تھے اور کیا تم نے انہیں اس بات کی تعلیم دی تھی یا ان مشرکانہ افعال کا ان کو حکم دیا تھا تو وہ صاف انکار کریں گے بارے خدایا! ہم نے انکو شرک کی تعلیم ہرگز نہیں دی، نہ اس پر راضی تھے بلکہ ہمیں تو ان کے مشرکانہ افعال کا علم بھی نہیں قیل المراد بالشرکاء الملئکۃ والمسیح فانہم ما امروا بہا ولا رضوا بہا (مظہری ج ۵ ص ۲۳) والمراد بالشرکاء قیل الملئکۃ وعزیر والمسیح وغیرہم ممن عبدوہ من اولی العلم الخ (ابو السعود ج ۴ ص ۸۲۲) یہ مضمون قرآن مجید میں اور کئی جگہوں میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ سورۃ الفرقان ع ۲ میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان نیک لوگوں سے فرمائے گا جن کی دنیا میں عبادت کی گئی ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ کیا میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا اور انہیں شرک کی تعلیم دی تھی یا وہ خود ہی گمراہ ہوئے تو نیک لوگ جواب دیں گے سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ اے اللہ تو شرک سے پاک ہے ہم نے دنیا میں اپنی ذات کیلئے تیرے سوا کسی کو کارساز نہیں بنایا تو اوروں کو ہم کیونکر شرک کی راہ پر ڈال سکتے تھے اسیطرح ایک جگہ فرشتوں کے بارے میں ارشاد ہے وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (سبا ع ۵) **۴۵** یہ ظرف زمان ہے یا ظرف مکان تَبْلُوْا آزمالیگا، جان لے گا یا چکھ لے گا مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ جن معبودانِ باطلہ کو انہوں نے کارساز اور سفارشی سمجھ رکھا تھا وہ سب غائب ہوں گے اور کوئی بھی ان کے کام نہ آسکے گا۔ (مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ) من ان اٰلہتہم تشفع لہم او ما کانوا یدعون انہا اٰلہۃ (ابو السعود ج ۴ ص ۲۳۳) انہم کانوا یدعون فیما یعبدونہ انہم شفعاء وان عبادتہم مقربۃ الی اللہ تعالیٰ فنبہ تعالیٰ علی ان ذلک یزول فی الاٰخرۃ ویعلمون ان کل ذلک باطل و افتراء واختلاق (کبیر ج ۴ ص ۸۳۸) **۴۶** یہ توحید پر پانچویں عقلی دلیل ہے لیکن علیٰ سبیل الاعتراف من الخصم یعنی ایسے عقلی امور کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے جو فریق مخالف یعنی مشرکین کے نزدیک مسلم ہیں اور فریق مخالف انکو مانتا ہے۔ یہ دلیل ایسے چھ امور پر مشتمل ہے جن کو مشرکین تسلیم کرتے تھے یہ دلیل سابقہ دلیلوں سے بطور ترقی ہے یعنی یہ ایسے امور ہیں کہ مخالف بھی ان کا اقرار کرتے ہیں۔ کما قیل اصح الشہادات

موضح قرآن ف جتنے مشرک ہیں اپنے خیال کو پوجتے ہیں یا شیطان کو اور نام کرتے ہیں نیکوں کا وہ اس کام سے بیزار ہیں آخرت میں معلوم ہوگا۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی خالق گوش و چشم باشند ۱۲

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ
نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو
الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ
زندہ سے ف۱ اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی سو بول اٹھیں گے کہ اللہ
فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۳۱ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ
تو تو کہہ پھر ڈرتے نہیں ہو سو یہ اللہ ہے ثقہ رب تمہارا
الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى
سچا پھر کیا رہ گیا سچ کے پیچھے مگر بھٹکنا سو کہاں سے
تُصْرَفُوْنَ ۝۳۲ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى
لوٹے جاتے ہو اسی طرح ٹھیک آئی بات تیرے رب کی ان
الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۳ قُلْ هَلْ
نافرمانوں پر کہ یہ ایمان نہ لائیں گے ف۲ پوچھ کوئی ہے
مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ
تمہارے شریکوں میں وہ جو پیدا کرے خلق کو پھر دوبارہ زندہ کرے
قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى
تو کہہ اللہ پہلے پیدا کرتا ہے پھر اس کو دہرائے گا سو کہاں سے
تُؤْفَكُوْنَ ۝۳۴ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ
پلٹے جاتے ہو پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو
يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ
راہ بتلائے صحیح تو کہہ اللہ راہ بتلاتا ہے صحیح تو اب جو
يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ
راہ بتائے ف۳ صحیح اس کی بات ماننی چاہیئے یا اس کی جو آپ نہ پائے راہ

ما یشہد بہ الاعداء جب کافران باتوں کو مانتے اور اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات کا اقرار کرتے ہیں تو پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کارسازی کو بھی مان لینا چاہیئے کہ وہی مالک و مختار اور متصرف و کارساز ہے۔ اول زمین و آسمان سے تمام بنی آدم بلکہ تمام جاندار مخلوق کی روزی کا انتظام اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ دوم سننے کی قوت بھی اللہ ہی نے سب کو عطا کی ہے۔ سوم اسی طرح دیکھنے کی طاقت بھی اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے اور وہ ان دونوں قوتوں کو سلب کر لینے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ چہارم بے جان انڈے اور نطفہ سے جاندار بچہ پیدا کرنا اور پنجم جاندار یعنی انسان اور پرندے سے بے جان نطفہ اور انڈا پیدا کرنا اسی کا کام ہے۔ یا میت سے مراد کافر ہے کیونکہ وہ ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے مردہ ہے اور حَیّ سے مراد مؤمن جو دولت ایمان کی برکت سے زندۂ جاوید ہے یا حی سے مراد کھیتی اور میت سے مراد زمین ہے ای النبات من الارض والانسان من النطفۃ والسنبلۃ من الحبۃ والطیر من البیضۃ والمؤمن من الکافر (قرطبی ج ۸ ص ۲۳۵) حق بات یہ ہے کہ یہ جملہ اپنی جامعیت کے اعتبار سے ان تمام اشیاء کو شامل ہے۔ ششم زمین و آسمان کا سارا کاروبار اور نظام عالم اسی کی تدبیر سے چل رہا ہے تدبیر عالم میں وہ یکتا و یگانہ ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ یعنی جب تم یہ ساری باتیں جانتے اور مانتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو پھر شرک سے کیوں نہیں بچتے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز اور متصرف علی الاطلاق کیوں نہیں مانتے ہو افلا تتقون الشرک فی العبودیۃ اذا اعترفتم بالربوبیۃ (مدارک ج ۲ ص ۱۲۴) مشرکین مکہ کا عقیدہ تو یہ تھا کہ مذکورہ بالا امور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہیں اور ان کے مزعومہ معبودوں میں ان کاموں کی طاقت نہیں یعنی انہم یعترفون ان فاعل ھذہ الاشیاء ھو اللہ تعالیٰ (خازن ج ۳ ص ۱۸۸) یعنی لایقدرون علی اسناد ھذہ الامور الی ما یدعونہ الٰھۃ لظہور بطلانہ (مظہری ج ۵ ص ۲۵) مگر آجکل کے مشرک ان سے بھی بازی لے گئے۔ مشرکین مکہ نے اعتراف کیا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی مدبر عالم نہیں مگر چودھویں صدی کے ایک مدعی اسلام نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو برملا مدبر عالم کا خطاب دیا ہے ؎

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر
(حدائق بخشش حصہ اول)

۴۷۷ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ رازق کون ہے اور مالک سمع و بصر کون ہے۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ تو پھر اسی کو پکارو اوروں کو کیوں پکارتے ہو۔ اَمَّنْ میں ام منقطعہ ہے (رضی) اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلی بات غلط ہے اور اس سے اعراض کیا گیا ہے بلکہ ایک امر سے دوسرے امر کی طرف انتقال مراد ہے یعنی بتاؤ تمہیں روزی کون دیتا ہے اچھا اسے رہنے دو ایک اور بات بتاؤ کہ مالک سمع و بصر کون ہے۔ ۴۷۸ یہ دلیل مذکور کا ثمرہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ جو صفات بالا سے متصف ہے وہی تمہارا کارساز ہے نہ وہ جنہیں تم نے بنا رکھا ہے ای ھذا الذی یفعل ھذہ الاشیاء ھو ربکم الحق لا ما اشرکتم معہ (قرطبی ج ۸ ص ۲۳۵) فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ یعنی مسئلہ واضح ہو جانے کے بعد پھر کس وجہ سے حق سے پھرے جا رہے ہو۔ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ کا بیان ہے جو لوگ مسئلہ توحید کی اس قدر وضاحت کے بعد بھی نہ مانیں اور ضد و عناد سے الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا فسق سے درجہ کاملہ یعنی کفر مراد ہے اور جملہ لَا يُؤْمِنُوْنَ کفر پر اڑے رہیں ایسے لوگوں کے بارے میں خداوند تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ مہر جباریت کی وجہ سے انہیں ایمان کی توفیق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ۴۷۹ اس سورت میں زجروں کے بیان پر خاص

ثمرۂ دلیل مذکور

زجر ۔ ۱۳

موضح قرآن ف۱ یعنی اللہ نے ازل سے ان کی قسمت میں یقین نہیں لکھا اور سبب اس کا بے حکمی ان کی۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی حیوان را از نطفہ و نطفہ را از حیوان ۱۲

اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ قف كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝٣٥ وَمَا

مگر جب کوئی اس کو راہ بتلائے سو کیا ہو گیا تم کو کیسا انصاف کرتے ہو اور وہ

يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ

اکثر چلتے ہیں محض اٹکل پر ۵۱ھ سو اٹکل کام نہیں دیتی

الْحَقِّ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝٣٦ وَمَا

حق بات میں کچھ بھی اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اور وہ

كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

نہیں ۵۲ھ یہ قرآن کہ کوئی بنا لے اللہ کے سوا اور لیکن

تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ

تصدیق کرتا ہے اگلے کلام کی اور بیان کرتا ہے ان چیزوں کو جو تم پر لکھی گئیں

لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٣٧ لف اَمْ يَقُوْلُوْنَ

جس میں کوئی شبہ نہیں پروردگار عالم کی طرف سے کیا لوگ کہتے ہیں کہ

افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ

یہ بنا لایا ہے ۵۳ھ تو کہہ دے تم لے آؤ ۵۴ھ ایک ہی سورت ایسی اور بلا لو جس کو

اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٣٨

بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

بات یہ ہے کہ ۵۵ھ جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پر انہوں نے قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں

تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ

اس کی حقیقت ۵۶ھ اسی طرح جھٹلاتے رہے ان سے اگلے سو دیکھ لے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝٣٩ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ

کیسا ہوا انجام گنہگاروں ف اور بعضے ان میں یقین کریں گے

طور سے زور دیا گیا ہے یہاں سے خصوصی زجروں کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تو مشرکین نے صفات مذکورہ کا اعتراف کر لیا اب فرمایا ان سے پوچھو بھلا تمہارے مزعومہ معبودوں میں کوئی ایسا ہے جو مخلوق کو پیدا کر سکے اور پھر موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کر سکے قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ الخ یا کوئی ایسا ہے کہ ہدایت الی الحق اس کے اختیار میں ہو هل من شركائكم الذين جعلتم انداد الله احد يهدى الى الحق مثل هداية الله تعالى (مدارک ج ۲ ص ۱۲۵) فرمایا ضد و عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اگر وہ جواب نہ دیں تو آپ خود ہی اعلان کر دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے سب کو پیدا کیا اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا اور ہدایت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ ۵۰ھ اب تم ہی بتاؤ جو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور ہدایت و ضلالت جس کے اختیار میں ہے اس کی پیروی اور عبادت بہتر ہے یا ان کی جو کسی کو ہدایت دینا تو درکنار خود بھی ہدایت نہیں پا سکتے۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ان عاجز معبودوں کی عبادت و پکار سے تمہیں کیا ملتا ہے اور تم اپنے لئے کیسا باطل فیصلہ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر رہے ہو ۵۱ھ مشرکین میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو محض ظن و تخمین کی پیروی کرتے اور بطور رسم و رواج دوسروں کی دیکھا دیکھی غلط راستے پر چلتے ہیں ۵۲ھ یہ شکوے کیلئے تمہید ہے۔ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے کسی غیر کا افترا نہیں۔ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ یہ قرآن کے افترا نہ ہونے کی پہلی وجہ ہے یعنی یہ قرآن تو کتب سابقہ کے مضامین کی تصدیق کرتا ہے وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ یہ دوسری وجہ ہے۔ یہ قرآن شرائع اسلام اور فرائض و احکام کی تفصیل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔ تبيين ما كتب وفرض من الاحكام والشرائع من قوله كتاب الله عليكم (مدارک ج ۲ ص ۱۲۵) ۵۳ھ یہ شکوی ہے مشرکین نے کہا تھا کہ یہ قرآن محمد خود بنا تا ہے اور خدا کے ذمہ لگا دیتا ہے۔ يقول هؤلاء المشركون افترى محمد هذا القرآن واختلقه من قبل نفسه (خازن ج ۳ ص ۱۹۰) ۵۴ھ یہ جواب شکوی ہے۔ اگر یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو تم بھی اہل لسان ہو اپنے سب ہم مسلک فصحاء و بلغا کو اکٹھا کر لو اور اپنے مزعومہ معبودوں سے بھی امداد حاصل کر لو اور قرآن جیسی فصیح و بلیغ صرف ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ۔ اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر میں یہی تقریر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تم ایسی فصاحت و بلاغت پر مشتمل کلام بنا کر لے آؤ۔ اس طرح ایسا بلیغ کلام لانے سے ان کے عجز کا اظہار مقصود ہے لیکن اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مقابلہ ہمیشہ فصحاء اور بلغاء سے نہیں ہوتا اس لئے مناسب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہو کہ تم ایسی ایک سورت بنا کر لے آؤ جو قرآن کی طرح عقلی، نقلی اور وحی کے دلائل پر مشتمل ہو۔ اس لئے اعجاز قرآن کو صرف ایک پہلو میں منحصر نہ کرنا چاہئے بلکہ قرآن مجید ہر پہلو سے معجز ہے جیسا کہ علامہ تفتازانی نے تلویح شرح توضیح میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں اختلفوا فی جهة اعجاز القرآن مع الاتفاق على كونه معجزا فقيل انه ببلاغته وقيل باخباره عن المغيبات وقيل باسلوبه وقيل بصرف الله تعالى العقول عن المعارضة الخ (تلویح ص ۱۸۰) ۵۵ھ انہوں نے قرآن کے مضامین میں غور و فکر نہیں کیا نہ ان کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کی تکذیب کسی معقول سبب پر مبنی ہو اور انہوں نے قرآنی مضامین میں کوئی شبہ پایا ہو بلکہ وہ محض ضد و عناد کی بنا پر تکذیب کر رہے ہیں۔ يعنى ان كلامهم وانكارهم للقرآن ليس مبنيا على التحقيق والتفكر (مظہری ج ۵ ص ۲۸) ۵۶ھ یہ جملہ حالیہ ہے یعنی ابھی تک ان کو وعید کا مصداق (عذاب) نہیں آیا۔ حاصل یہ کہ قرآن کے مقابلہ میں سورت بنا کر لانا تو درکنار ان میں اتنا عقل و فہم کہاں وہ تو ایک ایسی بات کی تکذیب کر رہے ہیں جس کے بطلان کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ابھی ان کو اس تکذیب کی سزا نہیں ملی وہ پہلے لوگوں کا

تنبیہ [illegible] شکوی ۱۲۰

شکوی

جواب شکوی ۱۲

موضح قرآن ف اس کی حقیقت نہیں آئی یعنی جو وعدہ ہے اس قرآن میں وہ ابھی ظاہر نہیں ہوا۔

بِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۚ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ
قرآن کا اور بعضے یقین نہ کریں گے ۵۸ اور تیرا رب خوب جانتا ہے

بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ
شرارت والوں کو اور اگر تجھ کو جھٹلائیں ۵۹ تو کہہ میرے لئے میرا کام اور

ع ۴ ۹

لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا
تمہارے لئے تمہارا کام تم پر ذمہ نہیں میرے کام کا اور مجھ پر

بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ
ذمہ نہیں جو تم کرتے ہو ف۱ اور بعضے ان میں ۶۰ کان رکھتے ہیں

اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾
تیری طرف کیا تو سنائے گا بہروں کو اگرچہ ان کو سمجھ نہ ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ
اور بعضے ان میں ۶۱ نگاہ کرتے ہیں تیری طرف کیا تو راہ دکھائے گا اندھوں کو اگرچہ

كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا
وہ سوجھ نہ رکھتے ہوں ف۲ اللہ ۶۲ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر کچھ بھی

وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ
لیکن لوگ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں ف۳ اور جس دن ان کو جمع کرے گا

كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ
گویا نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی دن ف۴ ایک دوسرے کو

بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا
پہچانیں گے بیشک خسارے میں پڑے جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کو اور نہ آئے وہ

مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ
راہ پر ف اور اگر ہم دکھائیں گے ۶۳ تجھ کو کوئی چیز ان وعدوں میں سے جو کئے ہم نے ان سے

حال نہیں دیکھتے کہ تکذیب کی ان کو کیا سزا ملی كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ مشرکین امم سابقہ نے بھی یہی کیا تھا۔ بلکہ تدبر کے بغیر ہی محض عناداً پیغام خداوندی کی تکذیب کردی كذبوا رسلهم قبل النظر فى معجزاتهم وقبل تدبرها عنادًا وتقليدًا للآباء (مدارک ج ۲ ص ۱۲۶) پھر ان کا جو انجام ہوا وہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ ۵۷ ان میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو دل سے قرآن یا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں مگر از راہ عناد اس کا اقرار و اظہار نہیں کرتے اور کچھ ایسے ہیں جو دل سے بھی نہیں مانتے اى يصدق به فى نفسه ويعلم انه حق ولكن يعاند بالتكذيب (وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ) لا يصدق به ويشك فيه (مدارک) ۵۸ یہ زجر ہے۔ یعنی اگر حجت قائم کردینے کے باوجود مشرکین آپ کی تکذیب پر اصرار کریں اور نہ ماننے پر اڑ جائیں یہاں تک کہ آپ ان کے ایمان سے مایوس ہوجائیں تو آپ ان سے صاف فرما دیں میں تمہیں ماننے پر مجبور نہیں کرتا تم اپنی راہ پہ چلو، میں اپنی راہ پر گامزن ہوں، تم اپنے عمل تکذیب و اشراک کی سزا پاؤ گے، میں اپنے عمل تبلیغ و انذار اور طاعت و عبادت کی جزا پاؤں گا۔ ہر ایک کے ساتھ اس کے اعمال کے مطابق برتاؤ کیا جائے گا۔ لى ثواب عملى فى التبليغ والانذار والطاعة لله تعالى (وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ) اى جزاءه من الشرك (قرطبی ج ۸ ص ۳۴۶) ۵۹ یہ بھی زجر ہے۔ منکرین میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو ظاہری کانوں سے تو آپ کی باتیں اور آپکی تلاوت سنتے ہیں مگر ان کے دلوں میں انابت نہیں اور یہ باتیں ان کے دلوں میں نہیں اترتیں۔ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ الخ یہ استفہام انکاری ہے اور الصُّمّ (بہروں) سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دلوں سے مہر جباریت کی بنا پر ماننے کی استعداد سلب کرلی گئی ہو اور اس کے ساتھ وہ عقل و فکر سے بھی محروم ہوں یعنی جن لوگوں کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے ان کو راہ راست پر لانا آپ کے اختیار میں نہیں۔ وجعلهم كالصم للختم على قلوبهم والطبع عليها اى لا تقدر على هداية من اصمه الله عن سماع الهدى (قرطبی ج ص) ۶۰ اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو ظاہری آنکھوں سے آپکی طرف دیکھتے اور آپکی صداقت اور نبوت کے دلائل واضحہ کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر دل سے آپکی تصدیق نہیں کرتے کیونکہ مہر جباریت کی وجہ سے ان کی بصیرت معطل ہوچکی ہے اور ان کی مثال ان اندھوں کی سی ہے جو ظاہری آنکھوں کے ساتھ ساتھ اندرونی بصیرت یعنی عقل و فراست سے بھی محروم ہوں اس لئے ان کے راہ راست پر آنے کی اب کوئی امید نہیں یعنی انهم فى اليأس من ان يقبلوا ويصدقوا كالصم والعمى الذين لا عقول لهم ولا بصائر (مدارک ج ۲ ص ۱۲۶) ۶۱ جملہ ماقبل کی علت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل و بصیرت اور ہدایت سے محروم کر کے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کیونکہ جب دلائل و براہین سے حق ان پر واضح ہوگیا تو انہوں نے اسے تسلیم نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی عقل و خرد سے کام نہ لیا اور جان بوجھ کر عمداً قصداً محض ضد و عناد کی وجہ سے اس کا انکار کیا اس لئے یہ ان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے کہ انہیں قبول ہدایت کی توفیق سے محروم کردیا گیا۔ اى لعدم استعمال مشاعرهم فيما خلقت له واعراضهم عن قبول الحق وتكذيبهم للرسل وترك النظر فى الادلة (روح ج ۱۱ ص ۱۲۶) ۶۲ یہ تخویف اخروی ہے جو لوگ حق بات کو سننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے انہیں آخرت کے عذاب سے خبردار رہنا چاہیئے۔ یوم کا عامل

زجر

زجر

علت برائے زجر

تخویف اخروی

تخویف دنیوی

موضح قرآن ف۱ یعنی اگر جھوٹ پہنچاؤں حکم اللہ کا تو میں گنہگار ہوں تم نہیں اور اگر میں سچ لاؤں پھر نہ کرو تو گناہ تم پر ہے تو ماننے میں تمہارا نقصان نہیں کسی طرح۔ ف۲ یعنی کان رکھتے ہیں یا نگاہ کرتے ہیں اس توقع پر کہ ہمارے دل میں تصرف کردیں جیسا بعضوں پر ہوگیا سو یہ بات اللہ کے ہاتھ ہے۔ ف۳ یعنی بعضوں کے دل میں اثر نہیں دینا سو ان کی تقصیر سے کہ دل صاف کر کے نہیں سنتے ف۴ یعنی قبر میں رہنا اس دن ایک گھڑی بھر معلوم ہوگا۔

یتعارفون ہے (قوله (یتعارفون) یجوز ان یکون متعلقا بیوم نحشرهم (کبیر ج ۱۷ ص۱۰۳ طبع جدید) کَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْٓا سے پہلے یَقُوْلُوْنَ محذوف ہے یعنی جب ہم ان کو قبروں سے اٹھائیں گے تو وہ کہیں گے گویا کہ عالم برزخ میں ہم صرف ایک گھڑی ٹھہرے ہیں اور میدان حشر میں وہ ان لوگوں کو پہچانیں گے جنہیں دنیا میں پہچانتے تھے۔ کفار و مشرکین جب آخرت کے شدید ترین اور دردناک عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو عالم برزخ کا عذاب اس کے مقابلے میں انہیں آرام و راحت معلوم ہوگا اور وہ برزخی قیام کے زمانے کو ساعات راحت کی طرح بہت قلیل سمجھیں گے۔ بعض مفسرین نے دنیا میں قیام کی قلت مراد لی ہے قال ابن عباس فی قبورهم وقال الضحاك فی الدنیا۔ ۔ ۔ ۔ یستقصرون مدة لبثهم فی الدنیا والقبور لهول مایرون الخ

اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰی
یا وفات دیں تجھ کو سو ہماری ہی طرف ہے ان کو لوٹنا پھر اللہ شاہد ہے ان
مَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ
کاموں پر جو وہ کرتے ہیں ۶۳ اور ہر فرقہ کا ایک رسول ہے ۶۴ پھر جب پہنچا ان
رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾
کے پاس رسول ان کا فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے اور ان پر ظلم نہیں ہوتا ف۱ ف۱
وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۸﴾
اور کہتے ہیں ۶۵ کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو
قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ
تو کہہ ۶۶ میں مالک نہیں اپنے واسطے برے کا نہ بھلے کا مگر جو چاہے
اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا
اللہ ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہے ۶۷ جب آ پہنچے گا ان کا وعدہ پھر نہ
یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ
پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے تو کہہ
اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا
بھلا دیکھو تو ۶۸ اگر آ پہنچے تم پر عذاب اس کا راتوں رات یا دن کو تو کیا کریں گے
یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ
اس سے پہلے گنہگار ف۲ کیا پھر جب ۶۹ عذاب واقع ہو چکا
اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾
تب اس پر یقین کرو گے اب قائل ہوئے اور تم اسی کا تقاضا کرتے تھے ف۳ ف۲
ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ
پھر کہیں گے گنہگاروں کو چکھتے رہو عذاب ہمیشگی کا

۶۳ تخویف دنیوی ۱۲

۶۴ تخویف دنیوی ۱۲

۶۵ شکوی ۱۲

۶۶ جواب شکوی ۱۲

(مظهری ج۵ ص۳۱) **۶۳** تخویف دنیوی ہے۔ منکرین اور معاندین کو ذلیل و رسوا کرنے کا ہم نے آپ سے جو وعدہ کر رکھا ہے اسکی بعض صورتیں اگر ہم دنیا ہی میں ظاہر کر دیں اور آپ کو دکھا دیں تو ہم اس پر بھی قادر ہیں اور اگر دنیا میں ان کی سزا اور رسوائی کی تمام صورتوں کے ظہور سے قبل ہی ہم آپ کو وفات دیدیں تو انکی مزید ذلت و رسوائی آپ میدان حشر میں مشاہدہ فرمالیں گے۔ ای واما نرینك بعض الذی نعدهم فی الدنیا فذلك او نتوفینك قبل ان نریكه فنحن نریكه فی الاخرة (مدارك ج۲ ص۱۲۵) ثم الله الخ میں ثم تراخی کیلئے نہیں بلکہ محض تعقیب ذکری کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں حاضر و ناظر ہے قیامت کی کیا خصوصیت ہے یا ثم بمعنی واؤ ہے یا شہادت سے مراد اس کا لازم ہے یعنی جزا و سزا دینا اس صورت میں ثم تعقیب زمانی کیلئے ہوگا هی علی الاول للتراخی الرتبی وعلی الثانی علی الظاهر (روح ج۱۱ ص۱۲۹) **۶۴** تخویف دنیوی ہے۔ تمام امم سابقہ کا بالاجمال ذکر کر دیا کہ ہم نے ہر قوم میں اپنا رسول بھیجا جس نے ان کو پیغام حق سنایا اور دعوت توحید دی لیکن جب انہوں نے انکار کیا تو عین عدل و انصاف کے مطابق ان کو تہس نہس کر دیا گیا۔ اے مشرکین مکہ اگر تم بھی سن لو نہ مانو گے تو اقوام سابقہ کا سا حشر ہوگا۔ **۶۵** یہ شکوی ہے۔ مشرکین مکہ فرط انکار اور ضد و عناد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے کہ جس عذاب یا قیامت سے تو ہمیں ڈراتا ہے وہ کہاں ہے اور کب آئے گا اسے جلدی لاؤ۔ یہ بات کفار مکہ لفرط انکارهم واستعجالهم العذاب ای متی العقاب او متی الساعة التی یعدنا محمد (قرطبی ج۸ ص۳۴۹) **۶۶** یہ جواب شکوی بر سبیل ترقی ہے یعنی تم مجھ سے عذاب یا قیامت لانے کا مطالبہ کرتے ہو یہ تو بہت بڑی بات ہے میں تو اپنے نفع اور نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ ہر چیز کا مالک و مختار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے عذاب لانا میرے بس کی بات نہیں لما استعجلوا النبی صلی اللہ علیه وسلم بالعذاب قال الله له قل لهم یا محمد لا املك لنفسی ضرا ولا نفعا ای لیس ذلك لی ولا لغیری (قرطبی) ای لا اقدر علی شیء منهما بوجه من الوجوه (روح ج۱۱ ص۱۳۰)۔ اور اِلَّا مَا شَآءَ استثناء منقطع ہے یعنی میں تو اپنے نفع اور نقصان کا بھی مختار نہیں البتہ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے ای ولکن ما شاء الله من ذلك كائن فكیف املك لكم الضر وجلب العذاب (مدارك ج۲ ص۱۲۶) **۶۷** البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ جس عذاب اور قیامت کا تم سے وعدہ کیا جا چکا ہے اس کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ مقررہ وقت پر لامحالہ آکر رہے گا اس میں تخلف محال ہے اور نہ اس میں تقدم و تاخر ممکن ہے جب عذاب اپنے وقت سے نہ پہلے آسکتا ہے

موضح قرآن ف۱ یعنی غلبۂ اسلام کچھ حضرت کے روبرو ہوا اور باقی ان کے خلیفوں سے۔ ف۲ عمل بد آگے سے ہوتے ہیں لیکن رسول کے پہنچنے پر سزا ملتی ہے ف۳ یعنی بچاؤ کر نہ سکو گے پھر پوچھنے کا کیا فائدہ۔ ف۴ یعنی عذاب آئے پر ایمان لانا کب قبول ہوگا۔ اس واسطے پوچھو تو بھی عبث ہے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی رسل و اتباع ایشان نجات یابند و کافران ہلاک شوند ۱۲ ف۲ یعنی باستهزا و تکذیب ۱۲

نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے تو پھر تمہارے مطالبے پر وقت سے پہلے میں کیسے لاسکتا ہوں؟ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ جملہ استینافیہ ہے یا اِذَا جَآءَ پر معطوف ہے لیکن لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ پر معطوف نہیں کیونکہ جب معین وقت آجائے تو پھر اس پر تقدم ممکن نہیں اس لئے نفی تقدم کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہتا (روح) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اذا کی جزا محذوف ہے فاذا جاء اجلھم یعذبون جب ان کے عذاب کی اجل پہنچے گی اس وقت وہ مبتلائے عذاب ہو جائیں گے اور اس میں تقدم و تاخر نہیں ہوگا یعنی عذاب اپنے وقت معین سے نہ پہلے آئے گا نہ اس سے پیچھے۔ ۶۸ زجر مع تخویف دنیوی بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا منصوب علی الظرفیۃ ہیں ای فی وقت بیات اوفی نہار۔ مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ ماذا بمعنی ای شیء ہے مشرکین بہت عجلت کرتے اور عذاب کے جلدی آنے کا مطالبہ کرتے ہیں اگر راتوں رات یا دن میں جبکہ وہ اپنے کاروبار میں مصروف ہوں اچانک ہی اللہ کا عذاب آجائے تو یہ مجرم اور بدکردار لوگ جلدی کر کے اس سے بچاؤ کیلئے کیا حیلہ یا تدبیر عمل میں لائیں گے؟ استفہام انکاری ہے یعنی اس سے بچنے کا کوئی حیلہ نہیں کر سکیں گے تو پھر اس کا وقت پوچھنے سے کیا فائدہ یا مطلب یہ ہے کہ عذاب کونسی خوشی کی چیز ہے جسکے جلدی آنے کا مجرمین مطالبہ کرتے ہیں اس صورت میں استفہام تعجب کے لئے ہوگا کہ ان مجرمین پر تعجب ہے کہ وہ کیسی خوفناک اور ہلاکت خیز چیز کو جلدی طلب کر رہے ہیں (روح وموضح قرآن) ۶۹ یہاں تقدیم و تاخیر ہے اصل میں یوں تھا اَ اِذَا مَا وَقَعَ ثُمَّ اٰمَنْتُمْ اور ثم استبعاد کے لئے ہے یعنی تم عذاب کو اس طرح جلدی مانگتے ہو گویا جب عذاب آجائے گا تو پھر تم ایمان لے آؤ گے یہ بات تو پہلے سے بھی زیادہ تعجب انگیز اور بعید از عقل ہے۔ ءَ اِذَا مَا وقع العذاب وحل بکم حقیقة اٰمنتم به ... وجیٔ بثم دلالة علی زیادة الاستبعاد (روح ج ۱۱ ص ۱۳۳) ۷۰ اس سے پہلے یقال مقدر ہے اور اس کے بعد اٰمنتم یعنی جب عذاب آگیا اور منکرین عذاب دیکھ کر ایمان لے آئے تو ان سے کہا جائے گا کہ اب عذاب دیکھ کر ایمان لاتے ہو اور ایسے ایمان سے نفع کی امید رکھتے ہو حالانکہ تم اس عذاب کو بطور استہزاء و تمسخر جلدی مانگتے تھے یہ توبیخ و تہدید کے طور پر کہا جائے گا۔ آٰلْـٰٔنَ تومنون ترجون الانتفاع بالایمان مع انکم کنتم قبل ذلك به تستعجلون علی سبیل السخریة والاستهزاء (کبیر ج ۱۷ ص ۱۰۸) ۷۱ یہ شکوی ہے۔ منکرین آپ سے پوچھتے ہیں کہ واقعی عذاب یا قیامت کا آنا حق ہے۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ الخ یہ جواب شکوی ہے میرے پیغمبر آپ ان کے جواب میں فرما دیں کیوں نہیں مجھے اپنے رب کی قسم وہ حق ہے اور اس کا وقوع ناگزیر ہے اور تم اس کے لانے والے کو عاجز نہیں پاؤ گے اور نہ خود کو اس سے بچا سکو گے۔ ۷۲ تخویف اخروی ہے قیامت کے دن مشرکین عذاب الٰہی سے بچنے کی آرزو کریں گے یہاں تک کہ اس دن اگر دنیا کی ساری دولت اور زر و جواہر کے خزانے ان کے قبضہ میں ہوں تو عذاب سے بچنے کیلئے وہ سب کچھ فدیہ میں دینے کو تیار ہوں گے۔ وَاَسَرُّوا اور قیامت کے دن وہ عذاب کو دیکھ کر دنیا کی بداعمالیوں پر پچھتائیں گے اور سخت پشیمان اور آزردہ ہوں گے اور اپنی پشیمانی کو چھپانے کی کوشش کریں گے مگر وہ چھپی نہ رہیگی۔ یا اَسَرُّوْا بمعنی اَظْهَرُوْا ہے کیونکہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے وفی القاموس اَیْضًا اسره کتمه واظهره (روح ج ۱۱ ص ۱۳۴) یعنی قیامت کے دن عذاب کو دیکھ کر وہ سخت پچھتائیں گے اور اپنی بداعمالیوں پر ندامت اور پشیمانی کا اظہار کریں گے ۷۳ یہ توحید پر چھٹی عقلی دلیل ہے اور یہی شرک فعلی کے لئے تمہید ہے جو اگلی دلیل میں مذکور ہے زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی ہے، ہر چیز اس کے تصرف و ملک اور اس کی قدرت کے تحت ہے۔ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ الخ وہ ایسا قادر و متصرف ہے کہ موت و حیات بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جب وہی مالک و مختار اور متصرف ہے تو پھر اسکی پیدا کی ہوئی اور اسکی مملوکہ اشیاء میں سے غیروں کے حصے کیوں مقرر کرتے ہو؟ اور

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (52) وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ
وہی بدلا ملتا ہے جو کچھ کماتے تھے اور تجھ سے خبر پوچھتے
اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ
ہیں کیا سچ ہے یہ بات ۷۱ تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہے اور تم
بِمُعْجِزِيْنَ (53) وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي
تھکا نہ سکو گے ف۱ اور اگر ہو ہر شخص گنہگار کے پاس ۷۲ جتنا کچھ ہے
الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا
زمین میں البتہ دے ڈالے اپنے بدلے میں اور چھپے چھپے پچھتائیں گے جب
رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ
دیکھیں گے عذاب اور ان میں فیصلہ ہوگا انصاف سے اور ان پر
لَا يُظْلَمُوْنَ (54) اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
ظلم نہ ہوگا سن رکھو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور
الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
زمین میں ۷۳ سن رکھو وعدہ اللہ کا سچ ہے پر بہت لوگ
لَا يَعْلَمُوْنَ (55) هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (56)
نہیں جانتے وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ
اے لوگو ۷۴ تمہارے پاس آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور
شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ
شفا دلوں کے روگ کی اور ہدایت اور رحمت
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (57) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ
مسلمانوں کے واسطے کہہ اللہ کے فضل سے اور اس کی مہربانی سے ۷۵ سو اسی پر

۷۱ شکوی ۱۳

وقف النبی علیہ السلام ۵ ع ۱۰ وقف النبی علیہ السلام

۷۳ توحید پر چھٹی عقلی دلیل

۷۴ ترغیب الی القرآن

موضح قرآن ف۱ یعنی بھاگ کر عاجز نہ کر سکو گے۔

فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
ان کو خوش ہونا چاہیئے یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں تو کہہ بھلا دیکھو تو[۷۶]
مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ
اللہ نے جو اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اس میں سے
حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ
کوئی حرام اور کوئی حلال کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تم کو یا اللہ پر
تَفْتَرُوْنَ ۝۵۹ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى
افترا کرتے ہو اور کیا خیال ہے[۷۷] جھوٹ باندھنے والوں کا
اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ
اللہ پر قیامت کے دن اللہ تو فضل کرتا ہے
عَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۶۰ وَمَا
لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے اور نہیں
تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا
ہوتا تو کسی حال میں[۷۸] اور نہ پڑھتا ہے اس میں سے کچھ قرآن اور نہیں
تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ
کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں ہوتے حاضر تمہارے پاس جب
تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ
تم مصروف ہوتے ہو اس میں[۱] اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے ایک ذرہ
ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ
بھر زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ چھوٹا
ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶۱ اَلَآ اِنَّ
اس سے اور نہ بڑا جو نہیں ہے کھلی ہوئی کتاب میں یاد رکھو جو

ع ۷ ۱۱

امیروں کے لئے تحریمات کیوں کرتے ہو؟ لہذا تمہاری خودساختہ تحلیل وتحریم بے جا ہے۔ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ الخ جب وہی مالک ومختار ہے تو وہ اپنا وعدہ پورا کرنے پر بھی قادر ہے اس لئے جو وعدہ بھی اس نے کیا ہے خواہ منکرین کے لئے عذاب کا یا مؤمنین کیلئے ثواب کا وہ لامحالہ پورا ہو کر رہے گا۔ **۷۴** یہ ترغیب الی القرآن ہے۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب آچکی ہے جو سراپا ہدایت ورحمت ہے، نصیحت وحکمت سے لبریز اور تمام روحانی بیماریوں کے لئے پیغام شفا ہے وہ توحید، دیگر عقائد حقہ اور احکام شرعیہ بیان کرتی اور شرک وبدعت اور اعمال جاہلیہ سے روکتی ہے۔ اس لئے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اسکی ہدایات پر عمل کرو۔ تاکہ شرک وبدعت اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو جاؤ۔ **۷۵** فَضْل سے مراد قرآن اور رحمت سے توفیق ایمان واسلام مراد ہے یا دونوں سے مراد قرآن ہی ہے اس آیت میں نہایت تاکید اور اہتمام سے قرآن کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت ہے خوش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اس آیت کی فصاحت وبلاغت کا کمال یہ ہے کہ لفظی تکرار کے بغیر اس میں معنوی تکرار اور تاکید موجود ہے چنانچہ یہاں تین بار اس کی تاکید ہے (۱) بِفَضْلِ اللّٰهِ کا متعلق محذوف ہے اصل میں تھا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَلْيَفْرَحُوْا (۲) فَبِذٰلِكَ فا اس پر دلالت کر رہی ہے کہ بِذٰلِكَ کا متعلق محذوف ہے جو بقرینہ مابعد لیفرحو ہے (۳) فَلْيَفْرَحُوْا جملہ ہے جس کا متعلق بِذٰلِكَ مقدر ہے اس طرح فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا دو مستقل جملے ہوں گے اور اصل کلام یوں ہوگا فَبِذٰلِكَ لِيَفْرَحُوْا فَبِذٰلِكَ لِيَفْرَحُوْا پہلے جملے سے فَلْيَفْرَحُوْا اور دوسرے جملے سے بِذٰلِكَ محذوف ہوگا فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا میں ظرف کی فعل پر تقدیم مفید حصر ہے اسی ہی کے ساتھ انہیں خوش ہونا چاہیئے نہ کسی دوسری کتاب یا دنیوی مال ومنال سے۔ قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ دیگر مفسرین نے صرف دو جملے بنائے ہیں ایک بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا دوم فَبِذٰلِكَ فلیفرحوا امام رازی فرماتے ہیں وتقدیرہ بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا ثم یقول مرة اُخریٰ (فبذلک فلیفرحوا) والتکرار للتاکید (کبیر ج ۱۷ ص ۱۱۸) کذا فی الروح والمدارک۔ **۷۶** یہ توحید پر ساتویں عقلی دلیل ہے اور اس سے بھی شرک فعلی ہی کی نفی مقصود ہے اور یہ چھٹی دلیل سے متعلق ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ زمین وآسمان کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور ان میں وہی متصرف ومختار ہے تو اب تم بتاؤ اللہ نے رزق کی جو انواع واقسام تم کو عطا فرمائی ہیں ان میں تم نے اپنی مرضی سے تحلیل وتحریم کیوں کی ہے؟ کیا اللہ نے تم کو اسکی اجازت دی ہے یا تم اپنے فعل کو اللہ کی طرف منسوب کر کے اس پر بہتان تراشی کرتے ہو۔ مشرکین بعض اوقات اپنے مشرکانہ افعال کو اللہ کی طرف منسوب کر کے کہہ دیتے تھے کہ اللہ نے ہمیں ان کا حکم دیا ہے اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنَا بِهَا حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ پر سراسر افتراء ہے۔ مشرکین اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لئے کئی قسم کے چوپائے نامزد کر کے چھوڑ دیتے اور کھیتوں اور غلوں سے بھی اپنے معبودوں کا حصہ مقرر کر دیتے ان چوپایوں (سائبہ بحیرہ وغیرہ) اور غلہ کے حصوں کا استعمال حرام قرار دیدیتے بعض مادہ جانوروں کے بارے میں وہ اعلان کر دیتے کہ ان سے زندہ بچہ پیدا ہو تو وہ مردوں کے لئے حلال ہو اور عورتوں کیلئے حرام ہے اور اگر مردہ پیدا ہو تو سب کے لئے حلال جیسا کہ اسکی تفصیل سورۂ مائدہ (ع ۱۴ پ ۷) میں گذر چکی ہے۔ یہاں مشرکین کو اسی خودساختہ تحلیل وتحریم پر سرزنش فرمائی۔ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا قال مجاهد هو ما حكموا به من تحريم البحيرة والسائبة والوصيلة والحام وقال الضحاك هو قول الله تعالى وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا (قرطبی ج ۸ ص ۳۵۵ ، معالم ج ۳ ص ۱۹۰) ای فبعضتموه وقسمتموه الی حرام وحلال وقلتم (هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ) و(مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا) الی غیر ذلک (روح ج ۱۱ ص ۱۴۲) **۷۷** یہ تخویف وتہدید ہے يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مفعول فیہ ہے ظَنُّ کا یعنی یوم قیامت کے بارے میں ان افتراء کرنے والے مشرکین کا کیا گمان ہے کہ میں انکے ساتھ کیا کرنے والا ہوں۔

۱ توحید پر ساتویں عقلی دلیل
۲ تخویف دنیوی ۳
۳ توحید پر آٹھویں عقلی دلیل ۳
۴ بشارت اخروی ۲

موضح قرآن ف ۱ سورۂ مائدہ وانعام میں اس کا ذکر ہو چکا۔

کیا میں ان کو چھوڑ دوں گا اور ان سے مؤاخذہ نہیں کروں گا؟ ایحسبون انه لا یؤاخذهم ولا یجازیهم علی اعمالهم فهو استفهام بمعنی التوبیخ والتقریع والوعید العظیم لمن یفتری علی الله الکذب (خازن ج ۳ ص ۱۹۵) استفہام برائے توبیخ و تہدید ہے۔ ۷۸ھ یہ توحید پر آٹھویں عقلی دلیل ہے اور اس سے شرک فی العلم کی نفی مقصود ہے مِنْ قُرْاٰنٍ میں مِنْ بیانیہ ہے قرآن، منہ کی ضمیر مجرور کا بیان ہے۔ ۲؎ وَلَا تَعْمَلُوْنَ الخ یہ خاص سے عام کی طرف ترقی ہے اعلم انه تعالیٰ خص الرسول فی اول هذه الاٰیة بالخطاب فی امرین ثم اتبع ذلک بتعمیم الخطاب مع کل المکلفین الخ (کبیر ج ۱۷، ص ۱۲۱) اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ یعنی جب تم اپنے کاموں میں منہمک ہوتے ہو۔ حاصل یہ کہ اے پیغمبر آپ کوئی بھی کام کریں مثلاً قوم کو اللہ کا

اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ ع

لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۷۹ھ

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی

جو لوگ کہ ایمان لائے اور ڈرتے رہے ۸۰ھ ان کے لئے ہے خوشخبری ۸۱ھ

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ

دنیا کی زندگانی میں ف۱ اور آخرت میں بدلتی نہیں اللہ کی باتیں ۸۲ھ

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ

یہی ہے بڑی کامیابی اور رنج مت کر ان کی بات سے ۸۳ھ

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ؕ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَآ اِنَّ

اصل میں سب زور اللہ کے لئے ہے وہی ہے سننے والا جاننے والا یاد رکھو

لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ

اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں ۸۴ھ اور یہ جو پیچھے پڑے

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ

ہیں ۸۵ھ اللہ کے سوا شریکوں کو پکارنے والے سو یہ

یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ

کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے ہیں اپنے خیال کے ۸۶ھ اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہی ہے

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ

جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ چین حاصل کرو اس میں اور دن دیا

مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا

دکھلانے والا ۸۷ھ بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں کہتے ہیں

اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی

ٹھہرا لیا ہے اللہ نے بیٹا ۸۸ھ وہ پاک ہے ۸۹ھ وہ بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ ہے

وقف لازم

[illegible]

قرآن پڑھ کر سنا رہے ہوں، آپ کی اور آپکی تلاوت کی کیا خصوصیت ہے تم سب لوگ جو کام بھی کرتے ہو جب تم اس میں ہمہ تن مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے ہر فعل سے ہر وقت اور ہر جگہ باخبر رہتے اور علم و قدرت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر رہتے ہیں۔ وَمَا یَعْزُبُ یہ تخصیص کے بعد اور تعمیم ہے یعنی صرف بندوں کے اعمال و افعال پر ہی منحصر نہیں بلکہ زمین و آسمان کا ایک ذرہ بلکہ اس سے بھی اگر کوئی قلیل اور حقیر مقدار ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں ساری کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے علم محیط میں موجود ہے۔ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ سے لوح محفوظ یعنی علم الٰہی مراد ہے یعنی اللوح المحفوظ مع علم الله تعالیٰ به (قرطبی ج ۸ ص ۳۵۶) جب علم محیط اور کل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام غیر اللہ سے علم غیب کی نفی متحقق ہو گئی لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز اور متصرف بھی کوئی نہیں۔ کیونکہ کارساز اور متصرف وہی ہو سکتا ہے جو عالم الغیب ہو۔ ۷۹ھ یہ بشارت اخروی ہے اولیاء اللہ یعنی اللہ کے دوستوں کی آخرت میں یہ شان ہوگی کہ میدان حشر میں اہوال قیامت سے جب اور لوگ گھبرا جائیں گے خوف و ہراس سے محفوظ رہیں گے اور جب اور لوگ دنیا میں عملی کوتاہی پر حسرت و افسوس کریں گے اس وقت کوئی غم اور افسوس ان کے دامنگیر نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کو عبث اور لایعنی امور میں صرف نہیں کیا بلکہ ایام زندگی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت اور اسکی رضا جوئی میں صرف کیا۔ لاخوف علیهم فی الاٰخرة من عقاب الله لان الله تعالیٰ رضی عنهم فامنهم من عقابه ولا هم یحزنون علی ما فاتهم من الدنیا (ابن جریر ج ۱۱ ص ۱۳۲) ۸۰ھ یہ اولیاء اللہ کی نشانیاں ہیں جن سے انہیں بآسانی پہچانا جا سکتا ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی دو صفتیں بیان فرمائی ہیں جو تمام صفات ولایت کی جامع ہیں (۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس سے اعتقاد صحیح کی طرف اشارہ ہے یعنی ان کے تمام عقائد کتاب و سنت کے مطابق ہوں اور ان میں شریعت سے سرمو انحراف نہ ہو (۲) وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ اور وہ متقی ہوں یعنی ان کے تمام اعمال و اخلاق شریعت اسلامیہ کے عین مطابق ہوں۔ کتب عقائد میں اس کی تفصیل موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ولی الله من یکون اٰتیا بالاعتقاد الصحیح المبنی علی الدلیل ویکون اٰتیا بالاعمال الصالحة علی وفق ما وردت به الشریعة (کبیر ج ۱۷ ص ۱۲۳) ۸۱ھ اولیاء اللہ کے لئے دنیا اور آخرت میں جنت کی خوشخبری ہے اور اللہ کی طرف سے پختہ وعدہ ہے دنیا میں خوشخبری سے مراد وہ بشارتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمائی ہیں مثلاً یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ (توبہ ع ۳) اور وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ الخ (بقرہ ع ۳) قال الحسن هی ما بشرهم الله تعالیٰ فی کتابه من جنته وکریم ثوابه بقوله یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ الخ (قرطبی ج ۸ ص ۳۵۸) یا دنیا میں خوشخبری سے مراد رؤیائے صالحہ ہے جیسا کہ حدیث مرفوع میں واقع ہے هی الرؤیا الصالحة یراها المسلم او یُری له ۱؎ (معالم ج ۲ ص ۱۳۹) اور آخرت میں خوشخبری سے مراد یہ ہے کہ موت کے بعد یا قبروں سے نکلنے کے بعد فرشتے انکو جنت

۱؎ فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بر رُؤیائے صالحہ ۱۲

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ
آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں نہیں تمہارے پاس کوئی سند

بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ
اس کی کیوں جھوٹ کہتے ہو اللہ پر جس بات کی تم کو خبر نہیں کہہ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾
جو لوگ باندھتے ہیں ۸۵ اللہ پر جھوٹ بھلائی نہیں پاتے

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ
تھوڑا سا نفع اٹھا لینا دنیا میں پھر ہماری طرف ہے ان کو لوٹنا پھر چکھائیں گے ہم ان کو

الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع وَاتْلُ
سخت عذاب بدلا ان کے کفر کا اور سنا

عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ
ان کو حال نوح کا ۸۹ جب کہا ۹۰ اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہے

عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ
تم پر میرا کھڑا ہونا اور نصیحت کرنا اللہ کی آیتوں سے تو میں نے اللہ پر

تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ
بھروسہ کیا اب تم سب مل کر مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریکوں کو پھر نہ رہے تم

اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾
کو اپنے کام میں شبہ پھر کر گزرو میرے ساتھ اور مجھ کو مہلت نہ دو ف

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا
پھر اگر منہ پھیرو گے تو میں نے نہیں چاہی تم سے مزدوری ۹۱ میری مزدوری ہے

عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ
اللہ پر اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں فرماں بردار پھر اس کو جھٹلایا

۸۲ چوتھا عنوان ۱۲
۸۳ پانچواں عنوان ۱۲
۸۴ زجر مع تخویف اخروی ۱۲
۸۵ تخویف دنیوی
۸۶ پہلا نمونہ تفصیل ۱۲
ع ۷ ۱۲
وقف لازم

کی بشارت دیں گے۔ **۸۲** اللہ تعالیٰ کے ارشادات میں رد و بدل نہیں ہوسکتا کلمات سے اقوال مراد ہیں خواہ احکام و اخبار ہوں یا مواعید یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اٹل ہیں ان میں ترمیم و تبدیل نہیں ہوسکتی مثلاً توحید ہے جو ناقابل تبدیل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں تخلف ناممکن ہے۔ ای لاتغییر لاقوالہ التی من جملتہا مواعیدہ الخ (روح ج ۱۱ ص ۱۵۲) **۸۳** یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی ہے، اِنَّ الْعِزَّةَ الخ یہ ماقبل کے لئے علت ہے یعنی اے میرے پیغمبر آپ مشرکین کی ایذارسانی اور ان کے توہین آمیز سلوک سے دل برداشتہ اور غمگین نہ ہوں اس سے وہ آپ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے کیونکہ عزت و ذلت تو اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں عزت و آبرو دینے کا فیصلہ کرچکا ہے۔ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وہی ہر بات کو سننے اور جاننے والا ہے اور کوئی نہیں۔ اس سے مقصود شرک فی العلم کی نفی ہے گویا یہ دلیل نہم کا مقدمہ ہے جس سے نفی شرک فی التصرف مقصود ہے **۸۴** یہ توحید پر نویں عقلی دلیل ہے جس سے شرک فی التصرف کی نفی مقصود ہے دلیل ششم میں فرمایا تھا ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا تم اپنی طرف سے تحریم و تحلیل نہ کرو یہاں فرمایا زمین و آسمان کی تمام ذوی العقول مخلوق جن و بشر اور فرشتے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک و محکوم اور اس کے عاجز بندے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ہر بات کو سننے اور جاننے والا نہیں اس لئے ان میں سے کوئی بھی دعا اور پکار کے لائق نہیں۔ جو لوگ اللہ کے نیک بندوں کو حاجات و مشکلات میں پکارتے ہیں ان کے بارے میں ان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب ہیں اور ان کی تمام باتوں کو سنتے اور جانتے ہیں اس لئے پہلے اعلان کردیا گیا کہ ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ **۸۵** یہ زجر ہے اَلَّذِيْنَ مع صلہ يَتَّبِعُ کا فاعل ہے اور يَدْعُوْنَ کا مفعول محذوف ہے ای شرکاء اور شرکاء جو مذکور ہے وہ يَتَّبِعُ کا مفعول ہے یعنی جو لوگ اللہ سے ورے اور شرکاء کو پکارتے ہیں حقیقت میں وہ اللہ کے شرکاء کو نہیں پکارتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے شریک فی الربوبیت کا تو وجود ہی محال ہے۔ وَمَا يَتَّبِعُوْنَ حقیقۃ الشرکاء وان کانوا یسمونہا شرکاء لان شرکۃ اللہ فی الربوبیۃ محال (مدارک ج ۲ ص ۱۳۰) **۸۶** اصل بات یہ ہے کہ مشرکین اپنے ظن و تخمین سے بندگان خدا کو خدا کے شریک سمجھتے ہیں اور پھر اپنے ظن فاسد اور خیال باطل کی پیروی کرتے ہوئے حاجات میں ان کو پکارتے ہیں حالانکہ فی الواقع اللہ تعالیٰ کا شریک نہ موجود ہے نہ اس کا وجود ممکن ہے۔ **۸۷** توحید پر دسویں عقلی دلیل۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ اس نے رات کو تمہارے آرام کے لئے اور دن کو تمہارے کاروبار کے لئے بنایا تو کیا پھر اس کے سوا کوئی اور کارساز یا متصرف و مختار ہوسکتا ہے؟ معطوف علیہ میں جَعَلَ کا مفعول ثانی محذوف ہے اصل میں تھا جعل لکم اللیل مظلمًا لتسکنوا فیہ یعنی اس نے رات کو تاریک بنایا تاکہ تم اس میں آرام و سکون حاصل کرو۔ اور معطوف میں مفعول ثانی کا متعلق محذوف ہے۔ ای والنہار مبصرًا لتبصروا فیہ اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم دیکھ سکو اور معاش وغیرہ کا انتظام کرسکو۔ (مدارک و روح) معطوف علیہ میں متعلق کا ذکر معطوف میں اس کے حذف کا قرینہ ہے علیٰ ہذا معطوف میں مفعول ثانی کا ذکر معطوف علیہ میں اس کے مقدر ہونے پر قرینہ ہے یہ ایجاز اور بلاغت بھی قرآن کا اعجاز ہے۔ **۸۸** یہ شکویٰ ہے۔ وَلَدًا سے مراد حقیقی بیٹا نہیں بلکہ اس سے مراد نائب و متصرف ہے جیسا کہ اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا کی تعبیر سے ظاہر ہے یعنی اللہ نے بیٹا بنالیا والاتخاذ صریح فی التبنی (روح ج ۱۱ ص ۱۵۵) یہود و نصاریٰ حضرت مسیح و عزیر علیہما السلام کو خدا کے بیٹے اور مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بایں معنی نہیں کہتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صلبی اولاد ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح محبوب ہیں جس طرح بیٹے باپ کو محبوب ہوتے ہیں، جس طرح باپ اپنے پیارے بیٹوں اور اپنی چہیتی بیٹیوں کی ہر بات مانتا

موضح قرآن ف ۱ یعنی سمجھانے سے بُرا مانتے ہو تو جو کر سکو میرا کر ڈالو

ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب اور برگزیدہ بندوں کی کوئی بات رد نہیں فرماتا نیز اللہ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اللہ تعالیٰ نے بعض مافوق الاسباب امور میں ان کو اختیارات عطا فرما دئیے ہیں۔ **۸۹** جواب شکویٰ ہے مشرکین کے مذکورہ بالا قول باطل کو پانچ عنوانوں سے رد کیا گیا ہے (۱) سُبۡحٰنَهٗ یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اس عیب سے مبرا ہے کہ اسے بیٹے کی ضرورت ہو۔ (۲) هُوَ الۡغَنِیُّ وہ بے نیاز ہے اور بیٹے کی ضرورت احتیاج کی دلیل ہے (۳) لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وہ ساری کائنات کا مالک ومختار ہے اس لئے اسے بیٹے اور نائب کی حاجت نہیں (۴) اس قول باطل پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں اس لئے یہ دعویٰ بلا دلیل باطل اور ناقابل تسلیم ہے (۵) اَتَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ تم اللہ تعالیٰ کی طرف ایک ایسی بے دلیل بات منسوب کرتے ہو جو سراسر تمہاری جہالت اور نادانی پر مبنی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنا نائب متصرف نہیں بنا رکھا۔ **۹۰** زجر مع تخویف اخروی۔ ایسے لوگ جو اللہ کی طرف ایسی من گھڑت باتیں منسوب کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پائیں گے نہ اللہ کے عذاب سے بچ سکیں گے۔ ای لا یفوزون ولا یأمنون (قرطبی ج ۸ ص ۳۶۰)، مَتَاعٌ فِی الدُّنۡیَا الخ یہ بھی تخویف اخروی ہے۔ **۹۱** یہ تخویف دنیوی کا پہلا تفصیلی نمونہ ہے۔ قوم نوح علیہ السلام کا حال دیکھ لو انہوں نے ہمارے پیغمبر کے حکم کی تعمیل نہ کی اور اس کی طرف سے دی گئی دعوت توحید کو قبول نہ کیا تو ہم نے ان کو نیست و نابود کر دیا اگر تم نے بھی نہ مانا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا امرہ علیہ السلام ان یذکرھم اقاصیص المتقدمین ویخوفھم العذاب الالیم علی کفرھم (قرطبی ج ۸ ص ۳۶۲)۔ **۹۲** فَاَجۡمِعُوۡا جملہ انشائیہ اِنۡ شرطیہ کی جزا ہے اور شُرَكَآءَكُمۡ کا ناصب محذوف ہے ای ادعوا شرکاءکم کیونکہ شرکاءکم، اجمعوا کے تحت داخل نہیں ہو سکتا اسلئے لفظ اجماع بروزن افعال آراء جمع کرنے اور باہمی اتفاق رائے کرنے کے لئے مستعمل ہے لیکن افراد کو جمع کرنے کیلئے مستعمل نہیں۔ غُمَّةً پوشیدہ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کر کے فرمایا اگر تم میں میرا ٹھہرنا اور اللہ کی توحید بیان کرنا تمہیں ناگوار ہے تو مجھے اس کی ذرہ بھر پروا نہیں میرا اعتماد اور بھروسہ اللہ پر ہے اگر تم مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہتے تو سب باہم مل کر مشورہ کر لو اور اپنے خود ساختہ معبودوں کو بھی بلا لو اور پھر ایک واضح فیصلہ کر لو اور پھر ایک لمحہ کی مہلت دیئے بغیر میرے ساتھ جو کرنا چاہتے ہو کر لو اللہ کی مہربانی سے تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ **۹۳** اگر تم نہیں مانتے ہو تو میرا اس میں کیا نقصان ہے میں تبلیغ توحید پر تم سے کوئی اجرت تو نہیں مانگتا کہ تمہارے نہ ماننے سے مجھے مالی نقصان کا اندیشہ ہو میں تو محض اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے تمہیں تبلیغ کرتا ہوں۔ فَكَذَّبُوۡهُ لیکن وہ لوگ تکذیب پر اڑے رہے آخر ہم نے ان کو غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کو طوفان سے بچا لیا۔ اب دیکھ لو نہ ماننے والوں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ **۹۴** یہ تخویف دنیوی کا اجمالی نمونہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور بہت سے رسول بھیجے جو توحید کے واضح دلائل لے کر اپنی قوموں کے پاس آئے مگر انہوں نے ضد وعناد سے کام لیا اور انکار وجحود پر اڑ گئے۔ كَذَّبُوۡا بِهٖ میں ضمیر مجرور کا مرجع مَا ہے اور مَا سے شریعت کے وہ تمام عقائد واعمال اور اصول وفروع مراد ہیں جو ہر پیغمبر لے کر اپنی امت کے پاس آیا وما موصولۃ والمراد بھا جمیع الشرائع التی جاء بھا کل رسول اصولھا وفروعھا (روح ج ۱۱ ص ۱۶۲) یعنی ان کے پاس اللہ کے پیغمبر آئے اور انہوں نے پہلی بار پیغام توحید اور دیگر شرائع کا انکار کر دیا تو پھر انکار پر ہی ڈٹے رہے پیغمبروں کے بار بار سمجھانے اور واضح دلائل پیش کرنے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا یا كَذَّبُوۡا کی ضمیر سے قوم نوح مراد ہے مطلب یہ ہے کہ جس پیغام توحید کو قوم نوح نے ان سے پہلے جھٹلا دیا تھا اب یہ اس کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے التقدیر بما کذب بہ قوم نوح من قبل (قرطبی ج ۸ ص ۳۶۳) كَذٰلِكَ ای لذلك۔ یعنی جو لوگ کفر وانکار اور تکذیب وتردید میں حد سے گذر جائیں اور ضد وعناد پر اتر آئیں ان کے دلوں پر ہم ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے مہر جباریت لگا دیتے اور ان سے توفیق ایمان

۱ تخویف دنیوی کا اجمالی نمونہ ۱۲

۲ تخویف دنیوی کا تفصیلی نمونہ [illegible]

فَنَجَّیۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ فِی الۡفُلۡكِ وَجَعَلۡنٰهُمۡ خَلٰٓئِفَ

سو ہم نے بچا لیا اسکو اور جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور ان کو قائم کر دیا جگہ پر

وَاَغۡرَقۡنَا الَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَانۡظُرۡ كَیۡفَ كَانَ

اور ڈبا دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو سو دیکھ لے کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ رُسُلًا

انجام ان کا جن کو ڈرایا تھا پھر بھیجے ہم نے نوح کے بعد ۹۴ کتنے پیغمبر

اِلٰی قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡا

ان کی قوم کی طرف پھر لائے ان کے پاس کھلی دلیلیں سو ان سے یہ نہ ہوا کہ ایمان لے آئیں

بِمَا كَذَّبُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطۡبَعُ عَلٰی قُلُوۡبِ

اس بات پر جس کو جھٹلا چکے تھے پہلے سے اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں دلوں پر

الۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ مُّوۡسٰی وَ

زیادتی والوں کے پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے ۹۵ موسیٰ اور

هٰرُوۡنَ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰیٰتِنَا فَاسۡتَكۡبَرُوۡا

ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر پھر تکبر کرنے لگے

وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَقُّ

اور وہ تھے لوگ گنہگار پھر جب پہنچی ان کو ۹۶ سچی بات

مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوۡۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ

ہمارے پاس سے کہنے لگے یہ تو جادو ہے کھلا کہا

مُوۡسٰۤی اَتَقُوۡلُوۡنَ لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمۡ ؕ اَسِحۡرٌ هٰذَا ؕ

موسیٰ نے کیا تم یہ کہتے ہو حق بات کو جب وہ پہنچے تمہارے پاس کیا یہ جادو ہے

وَلَا یُفۡلِحُ السّٰحِرُوۡنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِتَلۡفِتَنَا عَمَّا

اور نجات نہیں پاتے جادو کرنے والے بولے ۹۷ کیا تو آیا ہے کہ تو ہم کو پھیر دے اس رستے

وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي
جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو اور تم دونوں کو سرداری مل جائے
الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ (۷۸) وَقَالَ
اس ملک میں اور ہم نہیں ہیں تم کو ماننے والے اور بولا
فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ (۷۹) فَلَمَّا جَآءَ
فرعون ۹۸ لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا ہوا پھر جب آئے
السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (۸۰)
جادوگر کہا اس کو موسیٰ نے ڈالو جو تم ڈالتے ہو
فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ
پھر جب انہوں نے ڈالا موسیٰ بولا کہ جو تم لائے ہو سو جادو ہے اب
اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (۸۱)
اللہ اس کو بگاڑتا ہے بے شک اللہ نہیں سنوارتا شریروں کے کام کو
وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (۸۲) ع ۱۲ ۱۳
اور اللہ سچا کرتا ہے حق بات کو اپنے حکم سے اور پڑے بُرا مانیں گنہگار
فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى
پھر کوئی ایمان نہ لایا موسیٰ پر ۹۹ مگر کچھ لڑکے اس کی قوم کے
خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ
ڈرتے ہوئے فرعون سے اور اس کے سرداروں سے کہ کہیں ان کو بچلا نہ دے اور
فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ (۸۳)
فرعون چڑھ رہا ہے ملک میں اور اس نے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے
وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ
اور کہا موسیٰ نے ۱۰۰ اے میری قوم اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر تو اسی پر

مسلب کر لیتے ہیں۔ **۹۵** یہ تخویف دنیوی کا دوسرا تفصیلی نمونہ ہے، حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اسکی قوم کے پاس آیات بینات اور دلائل و معجزات دیکر بھیجا گیا مگر فرعون اور اس کی قوم جو حکومت و دولت کے نشہ میں بدمست تھے پیغام حق اور دعوت توحید کو ٹھکرا دیا اور اللہ کے پیغمبر کے ساتھ مجادلہ و مکابرہ پر اتر آئے آخر جب اللہ نے ان کے مطالبہ کے مطابق ان پر اپنی حجت قائم کر دی تو بھی وہ ایمان نہ لائے اور تکذیب و انکار پر مُصر رہے جس کا انجام انہوں نے اپنی عبرتناک تباہی کی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ **۹۶** جب قوم فرعون کے پاس ہمارے پیغمبر معجزات لے کر پہنچے تو انہوں نے معجزات کو جادو قرار دیا اور ان کے من جانب اللہ ہونے سے انکار کیا وَقَالَ مُوْسٰى الخ ان کے اس قول باطل کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اللہ کے دئیے ہوئے معجزات کو جو سراپا حق ہیں جادو کہہ رہے ہو کیا یہ معجزے جادو ہیں جو پوری تحدی اور چیلنج کے ساتھ تمہارے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں حالانکہ جادوگروں میں ایسی جرأت و جسارت کہاں کہ وہ اس طرح تحدی کریں اور پھر کامیاب بھی ہو جائیں کیونکہ جادو ایک فریب ہے جو چل نہیں سکتا۔ یعنی حاصل السحر تمویه وتخییل وصاحب ذلك لا یفلح (خازن ج ۳ ص ۲۲۳) **۹۷** برسر اقتدار لوگوں کو ہمیشہ اپنا وقار و اقتدار بحال رکھنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور وہ اپنے ملک میں اٹھنے والی ہر تنظیم کا اسی نقطۂ نگاہ سے جائزہ لیتے ہیں کہ یہ تنظیم ان کے اقتدار کے لئے کس قدر مفید یا نقصان رساں ہے فرعون نے بھی محسوس کر لیا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کی دعوت توحید قبول کر لی گئی تو اسکی خدائی اور ربوبیت ختم ہو جائیگی۔ بات تحفظ اقتدار کی تھی مگر فرعون اور قوم فرعون نے مذہب کی آڑ میں دعوت توحید کی مخالفت کی اور کہا کیا تو ہمیں ہمارے آباء و اجداد کے دین سے منحرف کرنے آیا ہے اور ہمارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ عَمَّا، مَا موصولہ سے مراد دین ہے۔ الْكِبْرِيَآءُ بڑائی، سرداری اور حکومت۔ **۹۸** آخر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کی ٹھان لی اور ملک کے تمام ماہر جادوگروں کو بلانے کے احکام جاری کر دیئے فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ الخ ملک کے نامی گرامی جادوگر جمع ہو گئے جب مقابلے کیلئے آمنے سامنے ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو مکر و فریب لائے ہو پیش کرو فَلَمَّآ اَلْقَوْا الخ جب انہوں نے اپنے جادو کی لاٹھیاں اور رسیاں زمین پر ڈال دیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو محض جادو اور مکر و فریب ہے جو ابھی باطل ہوا چاہتا ہے، تم لوگ میرا مقابلہ کر کے دعوت توحید کو روکنا اور شرک کو پھیلنے کا موقع دینا چاہتے ہو جو سراسر فساد فی الارض ہے اور اللہ تعالیٰ فسادیوں کے منصوبوں کو ناکام بناتا ہے وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ اور واضح دلائل و براہین سے توحید کو غالب اور برتر فرماتا ہے۔ اس کے بعد اندماج ہے یعنی پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی جو ان کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی یہ دیکھ کر تمام جادوگر سجدہ ریز ہو گئے الخ

۹۹ مِنْ قَوْمِهٖ کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ فرعون اور اس کی قوم اسرائیلیوں کو ایذائیں دیتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت بنی اسرائیل کے لئے فرعون کی غلامی سے نجات کا پیغام بھی اپنے اندر رکھتی تھی اس لئے وہ دل سے ان کے حامی تھے مگر فرعون اور اس کی قوم کے ڈر سے وہ علانیہ ان کی حمایت نہیں کر سکتے تھے مگر اس کے باوجود کچھ نوجوانوں نے ہمت کر کے ایمان کا اظہار کر دیا اور علانیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین پر آ گئے۔ **۱۰۰** جب بنی اسرائیل فرعون اور فرعونیوں کے مظالم و شدائد سے تنگ آ گئے اور ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکوی کیا کہ آپ کی آمد سے پہلے اور اس کے بعد ہم یکساں طور پر فرعون کی طرف سے مصائب و آلام میں مبتلا ہیں کیا ہم ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا (اعراف ع ۱۵) اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی کہ جب تم اللہ پر ایمان لا چکے ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو اور تسلیم و رضا سے کام لو اللہ تمہاری مدد کرے گا، تمہارے دشمن کو ہلاک کر کے اس کے تمام مقبوضات کو تمہارے قبضہ میں دیدے گا، پھر تمہارا ابھی پتہ چل جائے گا کہ تم کس ڈگر پر چلتے ہو۔

تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ

بھروسہ کرو اگر ہو تم فرمانبردار تب وہ بولے ہم نے اللہ پر

تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَ

بھروسہ کیا ۱۰۱ اے رب ہمارے نہ آزما ہم پر زور اس ظالم قوم کا اور

نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَاَوْحَيْنَآ

چھڑا دے ہم کو مہربانی فرما کر ان کافر لوگوں سے اور حکم بھیجا ہم نے

اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ

موسیٰ کو ۱۰۲ اور اس کے بھائی کو کہ مقرر کرو اپنی قوم کے واسطے مصر میں سے گھر اور

اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ

بناؤ اپنے گھر قبلہ رو ف۱ اور قائم کرو نماز اور خوشخبری دے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ

ایمان والوں کو ف۲ اور کہا موسیٰ نے ۱۰۳ اے رب ہمارے تو نے دی ہے

فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

فرعون کو اور اس کے سرداروں کو رونق اور مال دنیا کی زندگی میں

رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ

اے رب اس واسطے کہ بہکا دیں تیری راہ سے اے رب مٹا دے ان کے مال

وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ

اور سخت کر دے ان کے دل کہ نہ ایمان لائیں جب تک دیکھ لیں عذاب

الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَ

دردناک ف۲ فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری ۱۰۴ سو تم دونوں ثابت رہو اور

لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَجٰوَزْنَا

مت چلو راہ ان کی جو ناواقف ہیں ف۳ اور پار کر دیا ہم نے

۱۰۱ قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلقین پر صبر و استقامت اور توکل علی اللہ کا عہد کر لیا اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں اس مشرک اور فاسق و فاجر قوم سے نجات عطا فرما اور ہمیں ان کے ہاتھوں ذلت و رسوائی سے بچا۔ **۱۰۲** حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل بنی اسرائیل اپنی مسجدوں میں عبادت کرتے تھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مبعوث ہو کر توحید کی دعوت دی تو فرعون اسرائیلیوں پر برہم ہو گیا اور ان کے تمام عبادت خانے گرا دئیے اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو حکم دے دو وہ شہر میں اپنے کچھ گھروں کو عبادت کیلئے مخصوص کر لیں اور انہی میں عبادت بجا لائیں اور نماز قائم کریں اور ساتھ ہی ان کو فرعون سے نجات کی خوشخبری بھی سنا دیں (قرطبی و مظہری) **۱۰۳** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات ظاہرہ اور دلائل کاہرہ سے دعوت توحید کو واضح اور عالم نشرح کر دیا مگر قوم جحود و انکار اور ضد و عناد پر مُصر رہی اور وہ ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو اب ان کے لئے بد دعا کی اور بد دعا کرنے کی وجوہات بھی بیان کر دیں کہ اے اللہ تو نے ان کو دنیوی مال و متاع اور شان و شوکت عطا کی ہے اور وہ حُب مال و جاہ کی وجہ سے تیری توحید کو نہیں مانتے۔ اے اللہ جن اموال کی وجہ سے وہ مغرور ہیں ان کو تباہ و برباد کر دے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے کہ وہ ایمان کی طرف راغب نہ ہو سکیں کیونکہ اب تیری سنت جاریہ کے مطابق وہ اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کے دلوں پر مہر جباریت لگا دی جائے اور ان سے توفیق ایمان سلب کر لی جائے۔ ای اجعلها قاسیة واطبع علیها حتی لا تنشرح للایمان کما هو قضیة شأنهم (روح ج ۱۱ ص۱۷۳) رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا میں رَبَّنَا کا اعادہ بُعدِ عہد کی وجہ سے ہے۔ **۱۰۴** اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبول دعا کی خوشخبری سنائی گئی کہ تمہاری دعا قبول ہو چکی ہے لیکن ابھی چند دن صبر و استقامت سے کام لینا ہو گا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ الخ اللہ پر بھروسہ رکھو وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے امور و احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں سے بے خبر ہوتے ہیں وہ اللہ کے وعدوں کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے رہتے ہیں اور صبر و استقامت کے بجائے عجلت اور بے صبری کا اظہار کرتے ہیں اے موسیٰ و ہارون ایسے بے خبر لوگوں کی سی کوئی حرکت تم سے ہرگز سرزد نہ ہونے پائے۔ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

موضح قرآن ف۱ جب فرعون کا بلا کہ ہونا نزدیک پہنچا تب حکم ہوا کہ اپنی قوم ان میں شامل نہ رکھو اپنا محلہ جدا بساؤ کہ آگے ان پر آفتیں پڑتی ہیں یہ قوم آفت میں شریک نہ ہوں۔ ف۲ سچے ایمان کی ان سے امید نہ تھی مگر جب کچھ آفت پڑتی تو جھوٹی زبان سے کہتے کہ اب ہم مانیں گے اس میں عذاب تھم جاتا کام فیصل نہ ہوتا دعا اس واسطے مانگی کہ یہ جھوٹا ایمان نہ لاویں دل ان کے سخت رہیں تا عذاب پڑ چکے اور کام فیصل ہو۔ ف۳ یعنی شتابی نہ کرو حکم کی راہ دیکھو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مساجد البیت بنا کنند ۱۲

بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ
بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھا کیا انکا فرعون نے اور
جُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ
اس کے لشکر نے شرارت سے اور تعدی سے یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا
قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ
بولا یقین کر لیا میں نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر کہ ایمان لائے
بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۹۰ آٰلْـٰٔنَ
بنی اسرائیل اور میں ہوں فرمانبرداروں میں اب یہ کہتا ہے
وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۹۱
اور تو نافرمانی کرتا رہا اس سے پہلے اور رہا گمراہوں میں ف۱
فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ
سو آج بچائے دیتے ہیں ف۱ ہم تیرے بدن کو ف۲ تاکہ ہووے تو اپنے پچھلوں کے واسطے
اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝۹۲
نشانی اور بے شک بہت لوگ ہماری قدرتوں پر توجہ نہیں کرتے ف۲
وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ
اور جگہ دی ہم نے بنی اسرائیل کو ف۱ پسندیدہ جگہ اور
رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی
کھانے کو دیں ستھری چیزیں سو ان میں پھوٹ نہیں پڑی یہاں تک
جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ
کہ پہنچی ان کو خبر بے شک تیرا رب ان میں فیصلہ کرے گا قیامت
الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۳ فَاِنْ
کے دن جس بات میں کہ ان میں پھوٹ پڑی ف۲ سو اگر

ع ۱۰
۱۴

مراد جسم ہے ۱۲

منزل ۳

البحر جب اللہ کے وعدے کے مطابق بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کا وقت آگیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات شہر سے روانہ ہوگئے جب فرعون کو پتہ چلا تو وہ بھی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ بنی اسرائیل جب دریا کے کنارے پہنچے تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا میں اپنا عصا ڈالا تو اس میں بارہ راستے بن گئے اسرائیلی بخیریت پار ہوگئے ان کے پیچھے فرعون بھی مع لاؤ لشکر دریا میں گھس گیا اللہ نے پانی کو روانی کا حکم دیدیا اور فرعون مع قوم غرق ہو کر ہلاک ہو گیا۔ قَالَ اٰمَنْتُ الخ جب فرعون ڈوب رہا تھا تو اس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا کہ میں اس اللہ پر ایمان لے آیا جس کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لا چکے ہیں۔ فرعون کا ایمان عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد تھا اس لئے قبول نہ ہوا۔ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ الخ جب ایمان لانے اور اللہ کی عبادت وطاعت کا وقت تھا اس وقت تو نے انکار کیا اور اللہ کی نافرمانیاں کیں اور شرک پھیلا کر دنیا کو شر و فساد سے بھر دیا اس لئے اب ایمان لانے سے کیا فائدہ۔ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ یہ نجوۃ (اونچی جگہ) سے ماخوذ ہے یعنی آج ہم تیری لاش کو اونچی جگہ ڈالیں گے تاکہ تو باقیماندہ لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت کا نشان بن جائے نلقیك بنجوۃ من الارض (مدارك ج ۲ ص ۱۳۲) یہ مطلب نہیں کہ تیری لاش کو قیامت تک محفوظ رکھوں گا ف۱ بنی اسرائیل پر اللہ تعالےٰ نے ان کے صبر و استقامت کی بدولت بہت بڑے بڑے انعامات فرمائے ان کو فرعون کی غلامی سے نجات دی اور ملک شام اور مصر ان کے قبضہ میں دیدیئے اور قسم قسم کی فراخی عیش سے ان کو متمتع کیا مگر انہوں نے انعامات الٰہی کی قدر نہ کی، ان کا شکر ادا نہ کیا اور جس دین توحید کی خاطر انہیں یہ سب کچھ ملا تھا اسکی حفاظت نہ کی بلکہ اسے بدل ڈالا۔ فَمَا اخْتَلَفُوْا الخ اس کے ساتھ بَغْیًا کی قید ملحوظ ہوگی بقرینہ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ (شوریٰ ع ۲ ۲۶) یعنی انہوں نے دلائل و براہین سے مسئلہ توحید واضح ہو جانے کے بعد محض ضد و عناد اور بغاوت و کجروی سے اس میں اختلاف کیا۔ مزید تفصیل پہلے گذر چکی ہے ملاحظہ تفسیر سورۂ بقرہ ص ۱۰۲ حاشیہ نمبر ۴۰

موضح قرآن ف۱ یہ اللہ فرماتا ہے یعنی ساری عمر مخالف رہا اب عذاب دیکھ کر یقین لایا اس وقت کا یقین لانا کیا معتبر۔ ف۲ وہ جیسا بے وقت ایمان لایا بے فائدہ ایسا ہی اللہ نے مرگئے پیچھے اس کا بدن دریا میں سے نکال کر ٹیلے پر ڈال دیا کہ بنی اسرائیل دیکھ کر شکر کریں اور عبرت پکڑیں۔ اسکو بدن بچنے سے کیا فائدہ؟ ف۳ یعنی ملک شام دیا کہ کوئی مخالف اُن کا نہ رہا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بر روی آب آریم ۱۲ ف۲ یعنی بغیر تغیر ۱۲۔

وَاِنْ كُنْتَ فِيْ زجر ہے۔ خطاب بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد غیر رسولؐ ہے کیونکہ آپکو تو شک تھا ہی نہیں امام ثعلب اور امام مبرد فرماتے ہیں فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر کافر سے فرمادیں اگر تجھے کوئی شک ہے الخ الخطاب للنبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم والمراد غیرہ ای لست فی شك ولكن غیرك شك قال ابو عمر محمد بن عبد الواحد الزاهد سمعت الامامین ثعلبا والمبرد یقولان معنی (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ) ای قل یا محمد للکافر فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ (قرطبی ج ۸ ص ۳۸۲) قرآن مجید میں مسئلہ توحید وایسے دلائل وبینات سے بیان کیا گیا ہے کہ اب اس میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی لیکن جو شخص قرآن کے ان دلائل وبراہین کے بعد اور اہل کتاب کے علماء ربانیین کے ایمان لے آنے کے بعد بھی اس میں شک کرے اور اسے نہ مانے تو اس کا انکار انصاف اور عقل پر مبنی نہیں ہوگا بلکہ محض ضد وعناد کی وجہ سے ہوگا۔ ۱۰۶ جن لوگوں کے دلوں پر مہر جہالت لگ چکی ہے وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے اگرچہ تمام دلائل ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں اور معجزات کا ان کو مشاہدہ کرا دیا جائے۔ حَتّٰى يَرَوُا الخ ان لوگوں کے ایمان لانے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ دردناک عذاب کی لپیٹ میں آجائیں مگر اس وقت کا ایمان بے سود ہوگا۔ ای عند الباس فیؤمنون ولا ینفعهم او عند القیامة ولا یقبل منهم (مدارک ج ۲ ص ۱۳۵) ۱۰۷ بہت سی بستیاں تکذیب انبیاء ورسل علیہم السلام کی وجہ سے سزاوار عذاب ٹھہریں اور اجل معین پر عذاب سے ان کو ہلاک کر دیا گیا اگر وہ آثار عذاب کو دیکھ کر ایمان لے آتے تو ان کی نجات ہو جاتی اور ایمان سے ان کو فائدہ مل جاتا مگر کسی قوم کو یہ بات میسر نہ ہوئی البتہ قوم یونس علیہ السلام نے خوش قسمتی سے ایسا کیا جب انہوں نے آثار عذاب دیکھے تو ڈر گئے اور ایمان لے آئے تو ہم نے عذاب اٹھا کر ان کو دنیا کی ذلت ورسوائی سے بچا لیا۔ والمعنی هلا کانت قریة واحدة من القری التی اهلکناها تابت عن الکفر واخلصت فی الایمان قبل معاینة العذاب الا قوم یونس... ولکن قوم یونس لما آمنوا فعلنا بهم کذا وکذا (کبیر ج ۵ ص ۱۶۷) ۱۰۸ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تسلی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں اور مشرکین کے مسلسل انکار پر آپ آزردہ خاطر ہوتے اللہ نے فرمایا آپ کی خوشی کیلئے اگر میں تمام لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرتا تو کرسکتا تھا مگر یہ میری حکمت بالغہ کیخلاف ہے اسطرح ابتلاء وامتحان کی حکمت فوت ہو جاتی یہاں جَمِيْعًا کے بعد وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ مقدر ہے بقرینہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ (مائدہ ع ۷) ۱۰۹ اللہ تعالےٰ کے حکم تکوینی اور اس کی مشیت وتوفیق کے بغیر کوئی شخص ایمان نہیں لاسکتا اور توفیق صرف انہی لوگوں کو ملتی ہے جو اللہ کی آیتوں میں عقل وفکر سے کام لیں اور ان کے دلوں میں ضد نہ ہو بلکہ انابت اور تلاش حق کا جذبہ ہو۔ الرِّجْسُ شرک کی پلیدی۔ جو لوگ عقل خداداد سے کام نہیں لیتے وہ ہمیشہ شرک

كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ

تو ہے شک میں اس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو

يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ

پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے ۱۰۶ بے شک آئی ہے تیرے پاس حق بات

مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ

تیرے رب سے سو تو ہرگز مت ہو شک کرنے والا اور مت ہو

مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾

ان میں جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی باتوں کو پھر تو بھی ہو جائے خرابی میں پڑنے والا

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾

جن پر ثابت ہو چکی بات تیرے رب کی وہ ایمان نہ لائیں گے ۱۰۶

وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾

اگرچہ پہنچیں ان کو ساری نشانیاں جب تک نہ دیکھ لیں عذاب دردناک ف۱

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ

سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی ۱۰۷ کہ ایمان لاتی ف۲ پھر کام آتا ان کو ایمان لانا مگر

يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي

یونس کی قوم جب وہ ایمان لائی اٹھا لیا ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ

دنیا کی زندگی میں اور فائدہ پہنچایا ہم نے ان کو ایک وقت تک ف۳ اور اگر تیرا رب چاہتا ۱۰۸

لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ

بے شک ایمان لے آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے تمام اب کیا تو زبردستی کریگا

النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ

لوگوں پر کہ ہو جائیں با ایمان اور کسی سے نہیں ہو سکتا ۱۰۹ کہ

[illegible]

موضح قرآن ف۱ ٹھیک آئی بات یعنی ابلیس کو جو فرمایا تھا کہ تجھ کو اور تیرے ساتھیوں کو دوزخ میں بھروں گا۔ ف۲ یعنی دنیا میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا مگر قوم یونس کو اس واسطے کہ ان پر حکم عذاب نہ پہنچا تھا حضرت یونس کی شتابی سے صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی وہ ایمان لائے پھر بچ گئے۔ اسی طرح مکے کے لوگ فتح مکہ میں اُن پر فوج اسلام پہنچی قتل وغارت کو لیکن ان کا ایمان قبول ہوگیا اور امان دی۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی تا ظاہر شود کہ براہیمیا، سابق نیز وحی نازل میشد ۱۲ ف۲ یعنی نزدیک نزول عذاب ۱۲۔

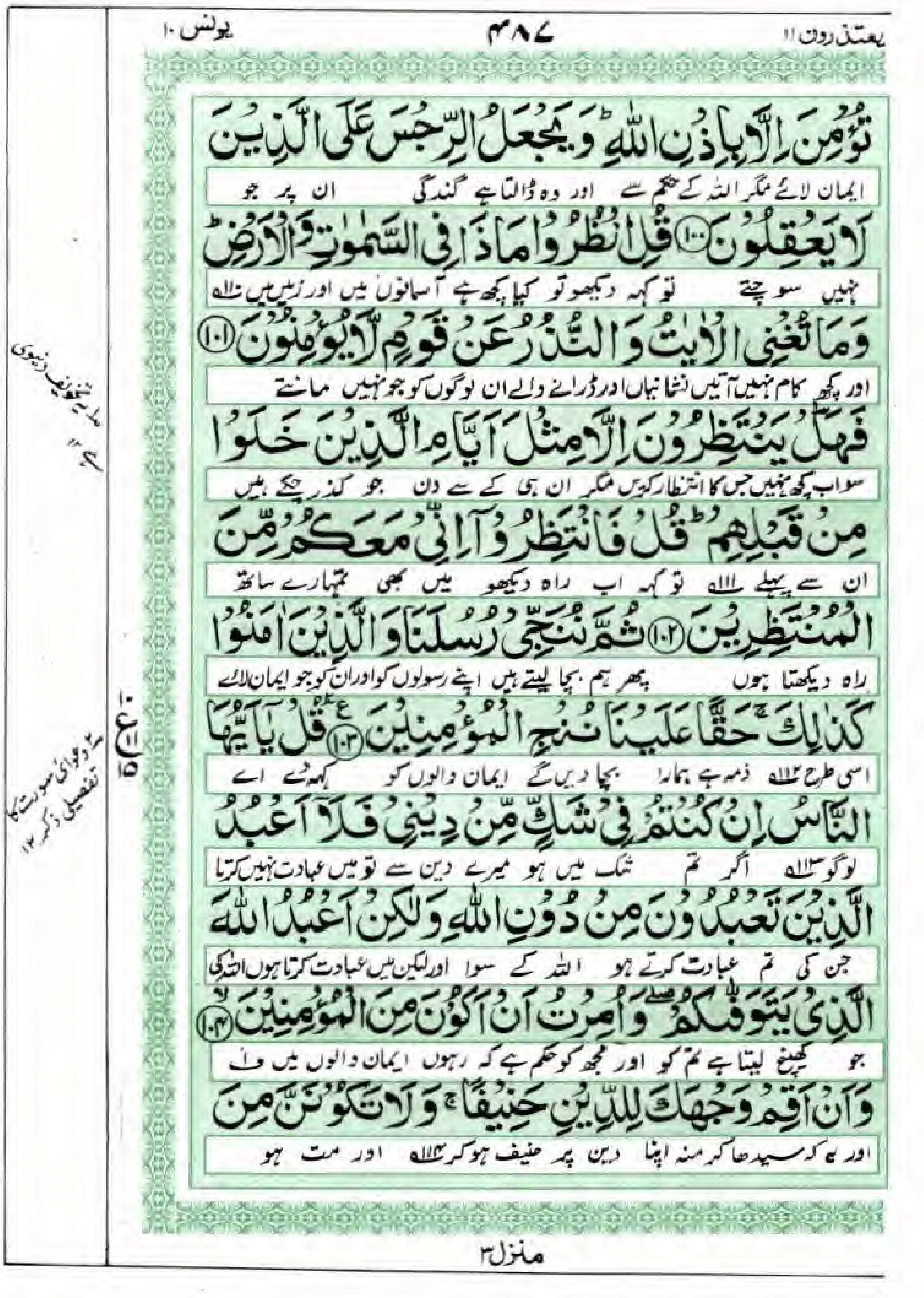

تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ یَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ

ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہے گندگی ان پر جو

لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

نہیں سوچتے تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ۱۱۰

وَ مَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

اور کچھ کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو نہیں مانتے

فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ خَلَوْا

سو اب کچھ نہیں جس کا انتظار کریں مگر ان ہی کے سے دن جو گزر چکے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ

ان سے پہلے ۱۱۱ تو کہہ اب راہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ

الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

راہ دیکھتا ہوں پھر ہم بچا لیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ان کو جو ایمان لائے

كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع قُلْ یٰۤاَیُّهَا

اسی طرح ۱۱۲ ذمہ ہے ہمارا بچا دیں گے ایمان والوں کو کہہ دے اے

النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَاۤ اَعْبُدُ

لوگو ۱۱۳ اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو میں عبادت نہیں کرتا

الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ

جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اور لیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی

الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۴﴾

جو کھینچ لیتا ہے تم کو اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں ایمان والوں میں ف۱

وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

اور یہ کہ سیدھا کر منہ اپنا دین پر حنیف ہو کر ۱۱۴ اور مت ہو

ع ۱۱ ۱۰ ۱۵

ما یہ تخویف دنیوی ۱۱۱

۱۱۳ دعوائی سورت کا تفصیلی ذکر

کی نجاست سے ملوث رہتے ہیں۔ ۱۱۰ آپ ان کو زمین و آسمان کی عجائب المخلوقات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دیں مگر یہ تکوینی دلائل اور انبیاء و رسل علیہم السلام کی آسمانی تعلیم ایسے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں دیتی جن سے مہر جباریت کی وجہ سے توفیق ایمان سلب کر لی گئی ہو۔ ۱۱۱ یہ تخویف دنیوی ہے۔ ضدی اور معاند لوگوں پر دلائل و آیات کا کوئی اثر نہیں ہوتا بس ان کے لئے بھی ایک راہ باقی ہے کہ گذشتہ معاند قوموں کا جو حشر ہوا یہ بھی اپنے لئے اسی انجام کا انتظار کریں لہذا تم بھی اس وقت کا انتظار کرو اور میں بھی اس کا انتظار کرتا ہوں تاکہ حق و باطل اور صادق و کاذب کا فیصلہ ہو جائے۔ ۱۱۲ تراخی کے لئے نہیں بلکہ تعقیب ذکری کیلئے ہے اور یہ ماننے والوں کے لئے بشارت اخروی ہے۔ ۱۱۳ یہ دعوائے سورت کا علی سبیل التفصیل بیان ہے۔ جب سب کچھ کرنے والا، اور ساری کائنات کا مالک و مختار اللہ تعالے ہی ہے اور وہی ہر بات سنتا اور ہر چیز کو جانتا ہے اور اس کے سامنے کوئی شفیع غالب نہیں تو پھر حاجات و مشکلات میں مافوق الاسباب غائبانہ صرف اسی کو پکارو اور کسی کو نہ پکارو۔ فَلَاۤ اَعْبُدُ الخ معبودان باطلہ کے استحقاق عبادت اور ان کی الوہیت کی نفی ہے یعنی کلمہ توحید کے جزء اول لَاۤ اِلٰهَ کا مضمون اس میں بیان کیا گیا ہے وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ الخ یہ اِلَّا اللّٰهُ کا مضمون ہے یعنی اللہ تعالے کی الوہیت کا اثبات جب تک تمام معبودان باطلہ کی نفی اور ایک اللہ کی الوہیت کا اثبات نہ کیا جائے اس وقت تک توحید کامل نہیں ہو سکتی۔ ۱۱۴ یہ اَنْ اَكُوْنَ پر معطوف ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خالصتہً دین حنیف یعنی وہ دین جو ہر قسم کے شرک سے پاک ہے اس کی طرف اپنا رخ سیدھا رکھوں اور شرک کی جانب ادنیٰ میلان بھی نہ کروں۔ وَ لَا تَدْعُ الخ پہلے فَلَاۤ اَعْبُدُ میں عبادت غیر اللہ کی نفی کی گئی عبادت کا جزو اعظم چونکہ دعاء اور پکار ہے اس لئے یہاں بالاستقلال غیر اللہ کی پکار سے ممانعت فرمائی۔ یعنی تیرا نفع اور نقصان جن کے قبضہ و اختیار میں نہیں انہیں حاجات میں ہرگز نہ پکار، پکار کے لائق صرف اللہ تعالے ہی ہے ہر چیز جس کے اختیار و تصرف میں ہے۔ فَلَا حکم الا للّٰہ ولا رجوع فی الدارین الا الی اللّٰہ (کبیر ج [illegible]) یہ خطاب بھی ہر انسان سے ہے اگرچہ بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخاطب ہیں کیونکہ آپ کی ذات سے تو غیر اللہ کو پکارنے کا ادنیٰ امکان بھی نہیں والمعنی ولا تدع ایها الانسان من دون اللّٰہ ما لا ینفعک الخ (خازن ج ۳ ص ۲۱۵)

موضح قرآن ف۱ کھینچ لینا ہے یعنی موت دینا ہے یہ صفت سب لوگ اللہ کی سمجھتے ہیں اس واسطے یہ بتا دیا۔

۱۱۵ یہ ماقبل کے لئے بمنزلہ دلیل ہے یعنی نفع اور نقصان تو اللہ تعالے کے اختیار میں ہے اگر تو کسی مصیبت اور تکلیف میں گرفتار ہو تو اس کو اللہ کے سوا دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر اللہ تعالے تجھے بہتری اور بھلائی عطا کرنے کا ارادہ فرمائے تو اسے روکنے کی کسی کو مجال نہیں وہ جسے چاہے تکلیف دے اور جس کو چاہے آرام و راحت عطا فرمائے جب نفع و ضرر اس کے اختیار و تصرف میں ہے تو پھر اس کے سوا کسی اور کو مت پکارو (وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ) تقریر لما اورد فی حیز الصلة من سلب النفع من المعبودات الباطلة وتصویر لاختصاص

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

شرک والوں میں ف اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ

يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ

بھلا کرے تیرا اور نہ بُرا پھر اگر تو ایسا کرے تو تو بھی ہو اس وقت

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا

ظالموں میں اور اگر پہنچا دیوے تجھ کو اللہ ف۱ کچھ تکلیف تو کوئی نہیں

كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ

اس کو ہٹانے والا اس کے سوا اور اگر پہنچانا چاہے تجھ کو کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا

لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ

نہیں اس کے فضل کو پہنچاوے اپنا فضل جس پر چاہے اپنے بندوں میں اور وہی ہے

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ

بخشنے والا مہربان کہہ دے اے لوگو ف۲

جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

پہنچ چکا حق تم کو تمہارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آئے

فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا

سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا پھرے سو

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ

بہکا پھرے گا اپنے بُرے کو اور میں تم پر نہیں ہوں مختار اور تو چل

مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ

اس پر جو حکم پہنچے تیری طرف ف۳ اور صبر کر جب تک فیصلہ کرے اللہ

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

اور وہ ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا

ع ۱۱ ۱۶

۱ ما قبل کے لئے بمنزلہ دلیل ہے ۱۲

۲ مسئلہ توحید مان لینے کی ترغیب ۱۲

۳ توحید پر دلیل وحی ہے [illegible] وتسلی برائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

بہ سبحانہ الخ (روح ج ۱۱ ص ۱۹۹)

۱۱۶ یہ مسئلہ توحید مان لینے کی ترغیب ہے۔ لوگو! اللہ کی طرف سے حق تمہارے پاس آچکا ہے اور دلائل سے واضح ہو چکا ہے اس لئے اسے قبول کرلو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے جو شخص توحید اور دین حق کو قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کا کام کرتا ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ انکار و جحود کا نتیجہ اور اس کا ضرر بھی خود ہی پائے گا۔ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ میرا کام تبلیغ حق ہے میں نے اپنا فریضۂ تبلیغ ادا کر دیا باقی رہا تم سے منوانا تو وہ میرا کام نہیں۔

۱۱۷ یہ توحید پر دلیل وحی ہے۔ یعنی مجھے اللہ تعالے کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس چیز کی پیروی کروں جو میری طرف وحی کی گئی ہے اور مسئلہ توحید جس طرح دلائل کے ساتھ میں نے بیان کیا ہے بالکل بعینہٖ اسی طرح ذریعۂ وحی مجھ پر نازل ہوا ہے۔ وَاصْبِرْ الخ یہ آپ کے لئے تسلی ہے یعنی اتباع وحی کی وجہ سے اگر آپ کو کوئی تکلیف یا گزند پہنچے تو آپ صبر و ثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں یہاں تک کہ اللہ تعالے آپ کے اور آپ کے دشمنوں کے درمیان آپ کو کامیاب و کامران اور ان کو ناکام اور ذلیل و خوار کرکے اپنا آخری فیصلہ فرمادے۔ والمعنی انہ تعالٰی امرہ باتباع الوحی والتنزیل فان وصل الیہ بسبب ذلک الاتباع مکروہ فلیصبر علیہ الی ان یحکم اللہ فیہ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (کبیر ج ۱۷ ص ۱۷۶)

ولا یخفی ما فی هذه الآیات من الموعظة الحسنة وتسلية النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووعد للمؤمنین والوعید للکافرین (روح ج ۱۱ ص ۲۰۲)

موضح قرآن **ف** حنیف نام ہے ابراہیم کے دین والوں کا اور عرب شرک کرتے اور آپ کو حنیف کہے جاتے۔

سورۂ یونس کی خصوصیات اور اس میں آیات توحید

۱۔ إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ ــــ تا ــــ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (ع ۱) نفی شرک اعتقادی و نفی شفاعت قہری۔ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ۔ یہ اس سورت کی خصوصیت ہے۔

۲۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً ــــ تا ــــ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ○ (ع ۱) نفی شرک فی التصرف۔

۳۔ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ــــ تا ــــ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ (ع ۲) نفی شرک فی التصرف و نفی شفاعتِ قہری جو اس سورت کی خصوصیت ہے۔

۴۔ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ــــ تا ــــ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ○ (ع ۳) دنیا میں جن کو کارساز سمجھ رکھا ہے آخرت میں وہ اپنے پجاریوں کی دعاء اور پکار سے لاعلمی کا اظہار کریں گے۔

۵۔ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ــــ تا ــــ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ (ع ۳) نفی شرک فی التصرف۔ مشرکین مشکل ترین کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ یہ بھی اس سورت کی خصوصیت ہے۔

۶۔ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ ــــ تا ــــ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ○ (ع ۴) جن کو تم نے خدا کے شریک بنا رکھا ہے وہ بالکل عاجز اور بے بس ہیں اس لئے الوہیت کے لائق نہیں ہیں۔

۷۔ أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ــــ تا ــــ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ (ع ۶) نفی شرک فی التصرف۔

۸۔ قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ ــــ تا ــــ أَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُونَ ○ (ع ۶) نفی شرک فعلی، تحریمات غیر اللہ اور نذر لغیر اللہ۔ یہ سورت کی خصوصیت ہے۔

۹۔ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ ــــ تا ــــ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ○ (ع ۷) نفی شرک فی العلم۔

۱۰۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ ــــ تا ــــ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ (ع ۷) نفی شرک فی التصرف۔

۱۱۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ ــــ تا ــــ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ (ع ۱۱) نفی شرک فی التصرف

آج بتاریخ یکم ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۶۶ء بروز پنجشنبہ بوقت ۳/۲ بعد دوپہر سورۂ یونس کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔